لکھنؤ
پندرہ روزہ

جوہرِ محبّت کا امین

دوسری مخلوقات کو محبت سے کوئی سروکار نہ تھا کہ وہ بلند ہمت نہیں رکھتی تھیں، ملائکہ کے کام میں جو تم کو یکسانی و یک رنگی نظر آتی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حدیث محبت کے مخاطب نہیں اور یہ جو آدمیوں کے راستے میں نشیب و فراز نظر آتے ہیں یہ اس وجہ سے کہ ان کے ساتھ محبت کا معاملہ ہے، پس جس کے مشام جاں تک محبت کی خوشبو پہنچی اس کو چاہئے کہ سلامتی کو سلام کرے، اور خود کو وداع کہ محبت کسی چیز کی روادار نہیں، شاعر نے کہا ہے

عشق تو مرا چنیں خراباتی کرد ورنے بسلامت وبساماں بودم

جب آدم کی قسمت و اقبال کا ستارہ بلند ہوا تو کائنات میں ایک تلاطم برپا ہوا، کہنے والوں نے کہا کہ اتنے ہزار سال کی ہماری تسبیح و تہلیل کو نظر انداز کر دیا اور خاک کے پتلے آدم کو سرفراز کیا گیا اور ہم پر ترجیح دی گئی، آواز آئی کہ تم اس خاکی صورت کو مت دیکھو، اس پاک جوہر کو دیکھو جو ان کے اندر ودیعت ہے، یحبھم ویحبونہ محبت کی آگ ان کے دلوں میں لگائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے لیکن یہ سب مخلوقات حدیث سوز و محبت سے بے تعلق ہیں، اور ان کو اس کا کوئی حصہ نہیں ملا، یہ دولت تو آدمی ہی کے حصے میں آئی، موجودات کی دوسری اقسام میں سے کسی قسم کو بھی یہ شرف عطا نہ ہوا۔ اسی لئے کسی کہنے والے نے کہا ہے۔

پناہ بلندی و پستی توئی ہمہ عیستند آنچہ ہستی توئی

حضرت شیخ شرف الدّین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ

۱۰ اکتوبر ۲۰۰۰ء
فی شمارہ ۶ روپئے
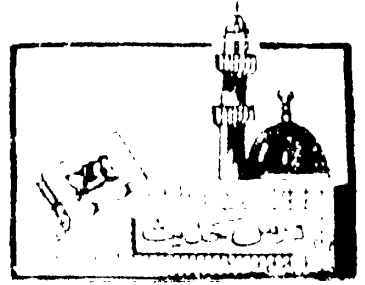
کچھ چیزوں کا اجمالی ذکر پھر تفصیل بیان کرکے سمجھانے کا انداز

تحریر:۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ:۔ شمس الحق ندوی

قریب قریب اسی سے پہلے والے انداز سے ملتا جلتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انداز بیان یہ بھی تھا کہ پہلے کچھ چیزوں کا اجمالاً ذکر فرماتے پھر ایک ایک کرکے ان کی وضاحت فرماتے تاکہ سننے والے کی گرفت میں اچھی طرح آجائے اور یہ انداز ان باتوں کے یاد کرنے اور سمجھنے میں پوری طرح معاون ہو۔

حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو! اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو بیمار پڑنے سے پہلے، مالداری کو فقر وغریبی سے پہلے، فرصت کو مشغولیت سے پہلے، زندگی کو موت سے پہلے۔"

اس حدیث میں اوپر بیان کی ہوئی پانچوں چیزوں کی اہمیت اور قیمت اور اس کے زبردست نفع کو بیان کیا گیا ہے ان پانچوں باتوں کی قدر ان کے ختم ہو جانے کے بعد معلوم ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ بڑے دھوکے میں ہیں، ایک تندرستی دوسری فرصت وفراغت۔

بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "عورت سے چار باتوں کے سبب شادی کی جاتی ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب ونسب کی وجہ سے، اس کے حسن کی وجہ سے، اور اس کی دینداری کی وجہ سے، تمہارے ہاتھ گرد آلود ہوں تم دیندار عورت سے شادی کرو۔"

وعظ ونصیحت کے انداز میں تعلیم دینے کا انداز

آپؐ کے سکھانے اور تعلیم دینے کا ایک اہم اور نمایاں انداز اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ اور إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ کی اقتدا اور پیروی تھا، آپؐ کی تعلیمات کا بہت سا حصہ آپؐ کے وعظوں اور عام تقریروں سے حاصل کیا گیا ہے۔

ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت عبدالرحمن بن عمرو سلمی اور حجر بن حجر سے روایت کیا ہے ان دونوں نے کہا کہ ہم لوگ عرباض بن ساریہ کے پاس آئے، ہم لوگوں نے سلام کیا اور عرض کیا کہ ہم لوگ آپ سے ملاقات کرنے، عیادت کرنے اور استفادہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں، تو حضرت عرباض نے کہا "ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو نماز پڑھائی، نماز کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور بہت بلیغ ومؤثر وعظ فرمایا ایسا کہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، دلوں پر خوف طاری ہو گیا۔

پھر ایک صاحب نے سوال کیا کہ اللہ کے رسولؐ! یہ وعظ تو ایسا ہے جیسے الوداع کہنے والا وعظ کہتا ہے۔ آپؐ ہم لوگوں کو کیا ہدایت فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کا پاس ولحاظ رکھو! سنو اور مانو چاہے تم پر ایک حبشی ہی کیوں نہ حاکم بنا دیا جائے، اس لئے کہ میرے بعد جو زندہ رہے گا، بڑے اختلافات ولڑائی جھگڑے دیکھے گا، (ایسے وقت میں) تم ہمارے اور خلفائے راشدین کے طریقہ پر جمے رہنا، اس کو مضبوطی سے تھام لینا ایسا کہ جیسے دانتوں سے کوئی چیز مضبوطی سے پکڑی جاتی ہے، تم نئی نئی باتوں کے اختیار کرنے سے بہت بچنا کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

مسلم، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تقریر فرماتے تو آپ کی چشم مبارک سرخ ہو جاتی، آواز بلند ہو جاتی، غصہ تیز ہو جاتا، ایسا معلوم ہوتا جیسے آپؐ کسی لشکر کے حملہ آور ہونے کا خوف دلا رہے ہیں، فرماتے وہ صبح یا شام تم پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے۔

اور فرماتے میں اور قیامت دونوں اس طرح بھیجے گئے ہیں شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر (فرماتے) کہ اس طرح قریب قریب ہیں۔

پھر فرماتے اما بعد! بلاشبہ بہترین بات اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے بہترین طریقہ زندگی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ زندگی ہے، بدترین بات (دین میں) نئی چیزیں پیدا کرنا ہے۔

پھر فرماتے میں ہر مسلمان کے لئے اس

(باقی صفحہ ١٠ پر)

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۸ | ۱۰/ نومبر ۲۰۰۰ء .... مطابق .... ۱۳/ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ | شمارہ نمبر ۱

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

زر تعاون

سالانہ ---- =/۱۳۰ روپے
فی شمارہ ---------- =/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ...... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ...... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے (منیجر)

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر سیکشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/=
۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs. 40/=
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سنٹی میٹر =/80

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P O Box No. 842, Madina Munawwara (K.S.A.)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O C I S , St Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K.
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O. Box 388, Vereninging,(S. Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P O BoxNo 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P O BoxNo 12525, DUBAI (U.A.E.) P.H.No: - 3970927
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H No. 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave. Woodmere NEW YORK 11598 (U.S A)

Internet Web-site: http://nadwa.virtualave.net
E-mail address: airp@lw1.vsnl.net.in

نوجوان نسل کی تربیت کا نازک مسئلہ

نوجوانوں کی نسل اپنی نفسیاتی خصوصیات میں بڑی نسل سے خاصی مختلف ہوتی ہے، اس کے تقاضے اور اس کی دشواریاں علاحدہ نوعیت کی ہوتی ہیں، اس کو ایک طرف زندگی کے تجربات حاصل کرنے ہوتے ہیں اور دوسری طرف اس کے جذبات کے تقاضے الگ ہوتے ہیں، وہ معاشرہ کے اندر تنہا بھی نہیں ہوتی ہے، بلکہ مختلف عمر کے انسانی نسلوں کے درمیان ہوتی ہے، چنانچہ اس کے اس کے مسائل میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے، اور اس کے تقاضوں کا خیال رکھنا اور ان تقاضوں کے مطابق اس کی ترقی اور اس کی تہذیبی اور اخلاقی تربیت اور تشکیل مزید توجہ کی محتاج ہوتی ہے۔

انسان کی زندگی کا آغاز اس کے اس زندگی سے واسطہ پڑنے کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے، ہر چیز اس کے لئے نئی ہوتی ہے جس سے واقفیت کا اس کا تجربہ نیا ہوتا ہے، وہ اس تجربہ سے شوق اور دلچسپی لیتا ہے، اور ان میں سے جو تجربہ اس کی دلچسپی کا ہوتا ہے وہ اس سے زیادہ وابستہ ہوجاتا ہے، دوسری طرف اس کے بڑے اور مخلص جو اس طرح کے تجربوں سے گزر چکے ہوتے ہیں وہ اس کی دلچسپی کو ضرورت اور مصلحت کی مقدار میں محدود کرنا چاہتے ہیں، ان کی نظر میں اس کے مستقبل کے تقاضے اور مصلحتیں ہوتی ہیں، اس کے مقابلے میں اس نئی نسل کے افراد میں اپنے نئے تجربے اور نیا شوق ودلچسپی ہوتی ہے، دونوں نسلوں کا یہ فرق بعض وقت پیچیدگی پیدا کردیتا ہے، ایک طرف انسانی آزادی اور مساوات کا یہ تقاضہ ہوتا ہے کہ کسی پر دباؤ نہ ڈالا جائے، اور اس کو اس کی مرضی کے خلاف نہ چلایا جائے، دوسری طرف تجربہ کاروں اور خیر وشر کے معاملات سے واقف لوگوں کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ اپنے بعد آنے والوں کو اس راستہ پر چلائیں جس کی خوبی وافادیت ان کے علم وتجربہ میں آچکی ہے، دونوں نسلوں کے نقطہ نظر میں یہ فرق نظام تعلیم وتربیت طے کرنے والوں پر ایک مشکل ذمہ داری ڈال دیتا ہے جس کے پورا کرنے میں کوتاہی یا ناکامی سے پوری قوم کو دشواریاں پیش آتی ہیں۔

اور یہ ذمہ داری ایسے حالات میں خاص طور پر زیادہ پیچیدہ ہوجاتی جو تہذیبوں اور مقاصد کے ٹکراؤ کے حالات میں ہوتے ہیں، اور یہ حالات ہماری مشرقی قوموں کو گذشتہ دو صدیوں سے پیش آرہے ہیں، اور ان کی وجہ سے نئی نسلوں کی تربیت وتشکیل میں یکجہتی اور اس کے لئے فطری اور اصولی تقاضوں کی رعایت بہت مشکل ہوگئی ہے۔

مغربی تہذیب وتمدن نے ایک طرف زندگی کے وسائل اور زندگی کی ظاہری دلچسپیوں اور ترقیات بہت بڑھادی ہیں اور دوسری طرف مشرق ومغرب کا جو فرق ہے اس کی رعایت ختم کردی ہے ایک طرف مشرق کے قومی اقدار اور اس کے مذہبی تقاضے اور اس کے فطری حالات ہیں، دوسری طرف مغرب کی ترقیات اور ان سے زندگی کو فائدہ پہونچانے والے منافع ہیں، مشرقی زندگی کا تقاضہ یہ کہتا ہے کہ اس کی زندگی اس کی فطری اور قومی خصوصیات کی رعایت کے ساتھ تشکیل دی جائے لیکن مغرب سے حاصل ہونے والے پیمانے اس کو ان کی رعایت کی اجازت نہیں دیتے، اس سے ایک ٹکراؤ اور تضاد کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، نوجوانوں کے مسائل سے دلچسپی رکھنے والوں کی ذمہ داری اس مذکورہ بالا صورت میں مشکل اور پیچیدہ ذمہ داری بن جاتی ہے، ہم کو نوجوانوں کے مسائل پر غور کرتے وقت اور ان کے حل کے لئے تدابیر

اختیار کرتے وقت اس پیچیدگی کو ضرور سامنے رکھنا چاہئے، خاص طور پر مسلمانوں کے دائرہ میں کہ جن کی زندگی کے طور وطریق اور اس کے تقاضوں اور ضرورتوں کی رعایت کا لحاظ اور جامع اور متوازن انداز میں ان کو دیا گیا ہے، جو ان کی ترقی اور طلب کمال کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتا، اور پیچیدگیوں کا مناسب حل رکھتا ہے، اسلام میں نوجوانوں کے انسانی تقاضوں کا لحاظ رکھا گیا ہے، اور پھر ان کے مستقبل کی فلاح وصلاح کے مقصد کو اس کی صحیح اہمیت دی گئی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ اس دنیاوی زندگی کے بعد آنے والی آخرت کی زندگی کی کامیابی کو پوری اہمیت دی گئی ہے، اور اس کے لئے ضروری ہدایات دی گئی ہیں۔

قرآن کریم اور حدیث شریف میں نئی نسل اور نوجوانوں کی صحیح اور مناسب تربیت کے لئے پوری ہدایات ملتی ہیں، دراصل اس سلسلہ میں تین پہلوؤں کی رعایت کرنا ہوتی ہے ایک پہلو نفسیاتی ہے کہ نوخیز اور نوعمر فرد کے فطری تقاضے اور فطری خصوصیات کیا ہوتے ہیں۔ دوسرے اپنے پروردگار کو راضی کرنے اور اس کے حکم کے مطابق عادات واطوار اختیار کرنے کے لئے کیا ضروری ہے، اور تیسرے یہ کہ ایک باعزت اور کامیاب انسان بننے کے لئے اس کو کن امور کی تلقین اور اس کے مطابق تربیت دینا مناسب ہے۔

ان تینوں پہلوؤں میں سے پہلے پہلو کے لئے نفسیاتی مطالعہ اور اہل علم کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہوتی ہے دوسرے پہلو کے لئے مذہبی کتابوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات سے اور آپ کے خود عمل سے روشنی حاصل کرنا ضروری ہے، اور تیسرے پہلو کے لئے شریف انسانوں کے طبقہ کی زندگی کی قدروں اور بہتر انسانی معاشرہ کے مقاصد کی بنیاد پر طے کیا جاتا ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ مغربی تہذیب نے مذکورہ تین پہلوؤں میں سے پہلے پہلو کو ساری اہمیت دے دی ہے اور دیگر پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا ہے، خاص طور پر اپنے پروردگار کو راضی رکھنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کے پہلو کو تو بالکل ناقابل اعتنار قرار دے دیا ہے، اس کی وجہ سے نوخیز نسل ایسے کردار اور قدروں کی تیار ہو رہی ہے جو اسلاف کے طریقہ کے بھی خلاف ہے اور مذہب کی ہدایت کردہ کردار اور اخلاق کے بھی منافی، تشکیل پا رہی ہے۔

ہم کو اس معاملہ میں بڑی توجہ وفکر کی ضرورت ہے تاکہ اپنے اسلاف کا بلند پایہ اور پاکیزہ ورثہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کو صحیح طور پر منتقل کر سکیں اور ان کی تشکیل ان نیک اقدار پر کر سکیں جو بلند پایہ انسان[ی] زندگی کے شایان شان ہے۔

(بقیہ)
رشتوں کے توڑنے سے زندگی پر بُرے اثرات

حالانکہ آپس کے اختلاف وافتراق، قطع رحمی، برادر[ی] اور نزاع باہمی کا مرض وہ عام وبا ہے جس سے مشکل کوئی شہر، قصبہ، چھوٹا سا چھوٹا گاؤں اور حدیہ ہے [کہ] مشکل سے کوئی محلہ اور خاندان محفوظ رہا ہوگا۔ اور [اسی] سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اس بُری طرح متأ[ثر] ہو رہی ہے کہ نہ دینی جدوجہد پوری طرح مفید ہو [رہی] ہے اور نہ سیاسی اتحاد وتنظیم کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس شعبہ کی طرف [پوری] توجہ کی جائے کہ اس کے بغیر زندگی کی چول [صحیح] طور پر نہیں بیٹھتی اور عبادت وتعلق باللہ میں بھی [وہ] قبولیت نہیں پیدا ہوتی یہ مرض جتنا عام اور [شدید] ہے اتنا ہی اس کے ازالہ کے لئے قوت، جرأت [اور] فکر ودلسوزی کی ضرورت ہے۔

نوا را تلخ ترمی زن، چو ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز ترمی خوان، چو محمل را گراں بینی

ضروری اعلان

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا ترجمان پندرہ روزہ تعمیر حیات اب انٹرنیٹ پر دستیاب ہے، اور ای میل کا پتہ بھی درج ہے۔

نوٹ :- جو حضرات تعمیر حیات کے ذریعہ انٹرنیٹ پر اپنا اشتہار دینا چاہتے ہیں ان کو تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر ۸۰ روپئے کے حساب سے بل ادا کرنا ہوگا۔ اطلاع ملنے کے بعد ہی ان کے اشتہار انٹرنیٹ پر دیا جا سکے گا۔

Web-Site: http://nadwa.virtualave.net
E-mail Address: airp@lw1.vsnl.net.in

رشتوں کے توڑنے سے زندگی پر بُرے اثرات

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

اس وقت مسلمانوں میں زوال و ادبار کی جو کھلی ہوئی علامتیں اور بے برکتی، نحوست، فضیحت و رسوائی، بدنامی و جگ ہنسائی کے جو قومی اسباب پائے جاتے ہیں ان میں تعلقات کی کشیدگی۔ قطع رحمی اور اس سے آگے بڑھ کر ناچاقی، عداوت ایک دوسرے کی عزت کے درپئے ہونا اس کو خاک میں ملانے کی کوشش کرنا۔ اور اس کے نتیجہ میں مقدمہ بازی، مال اور وقت کی بربادی اور نہ ختم ہونے والی پریشانیاں ہیں سینکڑوں بلکہ ہزاروں خاندان ہیں جن میں زمین و جائیداد کے سلسلہ میں اور کبھی بعض افسوسناک واقعات کے نتیجہ میں سخت درجہ کی ناچاقی و کشیدگی دیکھنے میں آتی ہے خاندان دو حصوں میں بٹ جاتا ہے، ملنا جلنا، سلام و کلام بھی موقوف ہو جاتا ہے، بعض اوقات صرف غمی کے موقع پر برسوں کے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں اور بعض اوقات اس کی بھی توفیق نہیں ہوتی سالہا سال تک اور نسل در نسل اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ دل و دماغ کی بہترین صلاحیتیں اور توانائیاں صرف (اور وہ بھی نہیں خونی اور رشتہ کے بھائیوں) بھائیوں کو کھانے اور ان کے گھر کی اینٹ سے اینٹ بجوا دینے میں صرف ہوتی ہے، کسی بھائی کی سُبکی اور ناکامی پر ایسی خوشی منائی جاتی ہے جیسے کبھی (دورِ اقبال میں) کسی قلعہ کی فتح اور کسی نئی سلطنت کے حصول پر منائی جاتی تھی، جو لوگ اس پستی سے کچھ بلند ہیں اور اتنے گئے گزرے نہیں اور ان کو کچھ دینی تعلیم یا نیک صحبت حاصل ہے، اور وہ اچھے دیندار نظر آتے ہیں، وہ بھی صلۂ رحمی کے مفہوم سے ناآشنا اس کے فضائل سے بے خبر قرآن و حدیث میں اس کا جو درجہ ہے اس سے یکسر غافل اور دولت بے بہا اور اس سنت جلیلہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت محبوب اور عزیز تھی اور جس کا رنگ سیرت نبویؐ میں بہت نمایاں اور غالب ہے بالکل محروم ہیں، بزرگوں کی دوستی کا نباہ پرانے تعلقات کی پاسداری۔ والدین کے دوستوں کے ساتھ سلوک۔ اور اس کو والدین ہی کی محبت و خدمت کا لازمہ سمجھنا چھوٹوں کے ساتھ الفت، بڑوں کا ادب تو بہت دور کی باتیں ہیں، ضابطہ کا تعلق اور قانونی فرائض بھی ادا نہیں ہوتے۔

اس کا نتیجہ ہے کہ خاندان اور محلے اور پھر گھر، جنت کے بجائے جہنم کا نمونہ اور دارالامن و دارالسلام ہونے کے بجائے دارالحرب بنے ہوئے ہیں۔ زندگی کا لطف اور اجتماعی زندگی بلکہ اسلامی زندگی کی بھی کوئی برکت نظر نہیں آتی پھر اس کے نتیجہ میں غیبی طور پر اللہ اور اس کے رسول کی اطلاع اور وعدوں کے مطابق جو سزائیں مل رہی ہیں اور جو برکتیں سلب کی جا رہی ہیں ان کے سمجھنے کیلئے شریعت اور قرآن و حدیث کا ضروری علم ہے نہ طبیعتوں میں انصاف، نہ دقت میں گنجائش، حالانکہ قرآن و حدیث میں کھول کھول کر نا اتفاقی، قطع رحمی، بغض، کینہ اور انتقامی جذبہ و کارروائی کے انفرادی و اجتماعی نتائج بیان کر دیئے گئے ہیں اور اس کے مقابلہ میں صلۂ رحمی اصلاح ذات البین کی کوشش، عفو و درگذر، ایثار و قربانی، حق پر ہوتے ہوئے بھی دب جانے اور طرح دیئے جانے قطع رحمی کرنے والوں کے ساتھ صلۂ رحمی، تکلیف پہونچانے والوں کو راحت پہونچانے کی فضیلت اور درجہ پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اسی زمانہ میں دین کے بہت سے شعبوں میں بہت کام ہوا ہے، عبادات و فضائلِ اعمال پر ایک کتب خانہ کا کتب خانہ تیار ہو گیا ہے مسائل و احکام پر بھی بڑی بڑی کتابیں تیار ہو گئی ہیں اور کچھ عرصہ سے سیاست و اجتماعیات پر بھی بڑی توجہ کی گئی ہے اور اس کے ایک ایک پہلو کو روشن و نمایاں کیا گیا ہے۔ ان کوششوں کے اثرات مسلمانوں کی زندگی میں نظر بھی آتے ہیں اور انھوں نے دین کے ان شعبوں میں کچھ ترقی بھی کی ہے، لیکن جہاں تک راقم سطور کی معلومات و مطالعہ کا تعلق ہے تعلقات کی استواری، صلۂ رحمی اور اصلاح ذات البین کے موضوع پر بہت کم کام ہوا ہے اور خاص طور پر آسان اردو اور عام فہم طریقہ پر روزمرہ کی زندگی کے مطالعہ اور واقعات کی روشنی میں بہت کم مضامین اور رسائل اور کتابیں لکھی گئی ہیں اور اس سلسلہ میں ہمارے معاشرہ میں کچھ بہتری کے آثار بھی نظر نہیں آتے،

(باقی صـ٦ پر)

تحریک ندوۃ العلماء اور عقیدۂ ختم نبوّت

از: مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی، مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

تحریک ندوۃ العلماء نے اپنے قیام کے روز اول سے ہی مسلمانوں کے اہم مسائل کو ملحوظ نظر رکھا اور اس نے بین الاقوامی سطح پر اسلام مخالف چیلنجوں کے مقابلہ آرائی کیلئے مستحکم بنیادوں کو اختیار کیا ان سے نبرد آزمائی کیلئے اس نے ہمیشہ دلائل و براہین کا سہارا لیا۔ قیام ندوۃ العلماء کے وقت ہندوستان میں دو فتنوں نے خاص طور سے سر اٹھا رکھا تھا۔ یہ مسلمانوں کیلئے ایمان و عقیدہ کو متزلزل کرنے اور اسلام کی صداقت و پائیداری کے سلسلہ میں ان کے اندر شکوک پیدا کرنے میں نمایاں طور پر خطرناک رُخ اختیار کر رہے تھے، چنانچہ ندوۃ العلماء نے اس جانب بطور خاص اپنی توجہ مرکوز کی اور انہیں اپنے ان مقاصد میں سر فہرست رکھا جن کی تردید و سدّ باب اس کا ہدف اولین قرار پایا تھا۔

ان فتنوں میں سر فہرست عیسائی مذہب کی تبلیغ و اشاعت کا فتنہ تھا جس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے عنوان سے ہندوستان کے اندر اپنے قدم رکھنے کی راہ ہموار کی اور اس طرح اس نے رفتہ رفتہ تجارتی اداروں اور سیاسی محاذ پر اپنی بالادستی قائم کرنی شروع کردی، پھر برطانوی پارلیمنٹ میں ہندوستانی مسلمانوں کو عیسائی بنائے جانے کی قرارداد پاس ہونے کے بعد اس مشن میں مزید زور پیدا ہوگیا اس قرارداد میں یہ منظور کیا گیا تھا کہ مسیحی پادری و مبلغین ہندوستان جاکر وہاں کے مسلمانوں میں عیسائیت کے فروغ کی جدوجہد کریں، قرارداد کے پاس ہوتے ہی تبلیغی و اشاعتی وفود اپنے مشن کو لیکر ہندوستان آنے لگے۔ اور انیسویں صدی کے اختتام تک عیسائیت سے پاک اس سرزمین پر ۲۴۲ تبلیغی ادارے قائم ہوگئے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے تھوڑے ہی عرصہ میں ان کی تعداد ڈھائی سو تک پہونچ گئی، یہ سرگرمیاں اس قدر تیزی سے بڑھیں کہ انھوں نے یہاں نرسری اسکول اور تعلیمی ادارے کھولنے شروع کردیئے۔ ہاسپٹل اور نرسنگ ہوم قائم کرنے لگے اور اور عیسائیت سے دلچسپی رکھنے والوں کا ماہانہ وظیفہ مقرر کردیا۔ صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اپنے مذہب کی اشاعت کا مفید ذریعہ سمجھتے ہوئے ہندوستانی زبانوں میں اخبارات و رسائل بھی شائع کرنے لگے، اس میدان میں اپنی تگ و تاز سے وہ اس قدر مطمئن اور خوش اعتقادی میں مبتلا ہوگئے۔ کہ انھوں نے اس کی پیش گوئی شروع کردی کہ ہندوستان جلد ہی عیسائیت میں تبدیل ہوجائے گا۔ اور یہ کہ ہندوستان میں عیسائیت کا مستقبل بہت ہی روشن و تابناک ہے۔ دوسری طرف ملک کے علماء اور داعیان اسلام، ان اسلام مخالف سرگرمیوں سے بے پرواہ ہوکر غفلت کی زندگی بسر کر رہے تھے، اور انھیں اس سے کوئی سروکار نہ تھا۔

ان سرگرمیوں کے ضمن میں ایک مبلغ "ہنری ایلیٹ" نے دو اہم نکتوں کی طرف توجہ مرکوز کی ایک نبوت محمدیؐ کے سلسلہ میں مسلمان نوجوانوں کے اندر مختلف طرح سے شکوک و شبہات پیدا کرنا۔ اور دوسرے مسلم بادشاہوں کی تاریخ کو مسخ کرنا اور ان پر ظلم و ستم اور خونریزی، عصبیت و شہوانیت اور نفس پرستی کے الزامات عائد کرنا۔ دوسرے مقصد کے حصول کے لئے انھوں نے خاص کر صالح اور انصاف پسند مغل بادشاہ اورنگ زیب کو نشانہ بنایا جس نے بادشاہت و حکمرانی سے کہیں زیادہ ایک مسلم مصلح، عادل اور مخلص داعی کا کردار ادا کیا تھا۔

اس فتنہ نے مولانا محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماء کے قلب و دماغ کو بے چین کردیا یہ فتنہ انیسویں صدی کے نصف میں پنجاب کے اندر رونما ہوا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں یہ فتنہ کینسر کے مرض کی طرح تکلیف دہ حد تک بڑھتا گیا۔ اور سنہ ۱۹۰۲ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ندوہ کے علماء کو "تحفۃ الندوہ" نامی رسالہ میں چیلنج کیا۔ اس میں اس نے ندوۃ العلماء کے اراکین اور ذمہ داروں کو ہدف ملامت بنایا۔ اور اپنی نبوت کو مؤکد کرکے اس نے اپنا آخری حربہ استعمال کیا۔ اور کہا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے، جبکہ اس سے قبل وہ مسیح موعود ہونے کا دعوی کرچکا تھا یہ ایک عامی شخص تھا جو اس سے پہلے فقر و تنگ دستی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ لیکن انگریز سامراج کے دست شفقت نے اس کی تنگی کو فراخی و خوشحالی سے بدل دیا۔ اور اس کو دین اسلام پر حملہ کرنے اور اسے کمزور کرنے کیلئے اچھی طرح سے استعمال کیا۔

فتنۂ قادیانیت روز بروز بڑھتا گیا اور اپنی جڑیں مضبوط کرتا گیا، اسے برطانوی حکومت کی مکمل پشت پناہی حاصل رہی کیونکہ برطانوی حکومت نے قادیانیت کا جال پھیلانے کیلئے بڑی حکمت عملی اور باریک بینی سے پلاننگ کر رکھی تھی اس کی یہ منصوبہ بندی ہندوستان کے ساتھ ساتھ تمام مشرقی و مغربی ملکوں اور مسلم سوسائٹیوں کے اندر ہو چکی تھی، قادیانیت کے داعی سادہ لوح عوام کے سامنے

اسے خالص اسلامی دعوت کی طرح پیش کرتے تھے وہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ وہ مسلم عوام کے سامنے یہ ظاہر کرتے تھے کہ مرزا غلام احمد کو نبوت محمدی کی تقویت و استحکام کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اس باطل دعویٰ کی بنا پر رفتہ رفتہ مسلمان دھوکہ میں پڑتے گئے۔ ان میں بعض نے مال و دولت کی ہوس میں اس نام نہاد مذہب کو اپنے گلے سے لگا لیا۔ درحقیقت اس باطل مذہب کی پوری سازش کے پس پردہ اسلام دشمن انگریز قوم کا ذہن کارفرما تھا جو اپنی ذکاوت و فہم سے اس نتیجہ پر پہونچے کہ عقیدۂ ختم نبوت ہی واحد چیز ہے جو مسلمانوں کو ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہے اور اس بناء پر مسلمان ہمیشہ متحد و مستحکم رہیں گے، اور تمام عالمی طاقتیں، افواج و اسلحے ان پر اثر انداز نہ ہو سکیں گے۔ اور اس اتحاد کے نتیجہ میں مسلمان پورے اعتماد اور قوت کے ساتھ سارے عالم کی قیادت و سیادت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں اور کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی انہیں اس راہ سے نہیں روک سکتی ہے۔

یہی وہ بنیادی عقیدہ تھا جسے انگریز قوم نے سمجھ لیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، لیکن اب وہ اس راز کو پا چکا تھا اور ہندوستانی مسلمانوں کی نفسیات اور عقیدہ کے سلسلہ میں ان کی پختگی کا اندازہ کر چکا تھا اس لئے اس نے ان کی قائدانہ صلاحیت کو سرد کرنے اور وحدت اسلامی کو پارہ پارہ کرنے کیلئے سب سے مؤثر اور مفید حربے کو اپنانے کا عزم کیا اور اس کیلئے ایک ایسے شخص کو لا کھڑا کیا جو اس بات کا دعویدار تھا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حد درجہ مقبول بندہ ہے اور اس کے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ اس نے سمجھداری یہ کی کہ نہ تو اسلامی احکام و تعلیمات کا انکار کیا اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و کبریائی کے خلاف زبان کھولی اس نے بڑی چابکدستی سے اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا۔ اور اس کے لئے اس نے مالداروں اور ظالموں کی ایک ٹیم جمع کر لی، اور باتنخواہ علماء کی ایک بہت بڑی جماعت اس نے اپنی ہم نوا بنالی جو خود کو مرزا غلام احمد کی نبوت کو عام کرنے کیلئے فارغ رکھتے تھے اور اس جھوٹے دعویٰ کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے چنانچہ اس کے نتیجہ میں دیہاتوں اور پسماندہ علاقوں میں قادیانیت کا دامن پھیلتا گیا۔ اور یہ شجر اپنے برگ و بار لاتا گیا۔

بانیٔ ندوۃ العلماء نے اس سرطان جیسے موذی مرض کے خطرات کو پورے طور پر محسوس کر لیا تھا اور وہ اس کی وجہ سے بےچینی اور کرب میں مبتلا رہتے تھے، چنانچہ فطری بات تھی کہ وہ علماء کی جماعت جس نے باطل افکار و نظریات کی تردید اور اسلام مخالف عناصر کے سدباب اور اسلام دشمن تحریکوں کے خاتمہ کو اپنا خاص مقصد بنایا تھا۔ بھلا یہ جماعت اس ابھرتے ہوئے فتنہ کا مقابلہ کیوں نہ کرتی اور قادیانیت کے سیل رواں کو روکنے کیلئے وہ کیوں نہ آگے بڑھتی، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قادیانیت کے مقابلہ کیلئے ندوۃ العلماء کے ارکان نے ہر دور میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اور انھوں نے اس کیلئے خطوکتابت اور سمینار و پروگرام گویا ہر میدان کو اختیار کیا، خاص طور سے مولانا مونگیری رحمۃ اللہ نے اس میدان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان کا تصور کرنا مشکل ہے ان کی مساعی کے آگے عقل ششدر رہ جاتی ہے، اور اگر یہ باطل دعوت عالمی امداد و تعاون سے بہرہ یاب اور اسلامی شریعت کے خاتمہ کیلئے سب سے موزوں نہ ہوتی تو اس کا کب کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔ اور یہ اپنے ہی گہوارہ میں دفن ہو چکی تھی لیکن یہ آج بھی مستقل سرگرم سفر ہے اور توانا و مستحکم ہے۔ اور پوری دنیا میں خاص کر ہندوستان و افریقہ میں اس کے اثرات بہت گہرے ہیں۔ مغرب و مشرق، یورپ و امریکا جنوب مشرقی ایشیا، بلکہ سارے عالم میں اس کے بڑے بڑے مراکز اور اشاعتی ادارے کام کر رہے ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سابق ناظم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت کے اثر و نفوذ کا پوری تحقیق و تدقیق کے سلسلہ مطالعہ کیا۔ چنانچہ انکی تردید کیلئے انھوں نے "القادیانی والقادیانیۃ" کے نام سے عرصہ تیس سال قبل ایک کتاب تصنیف کی تھی۔ اس میں انھوں نے علم و تحقیق کی روشنی میں اور تحقیق و تجزیہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا تھا کہ قادیانیت کا صرف اور صرف ایک مقصد ہے کہ وہ عالم انسانیت سے آخری پیام اور عالمگیر و پائیدار دین اسلام کی طاقت و قوت کو پست کر دے اور اس کے نتیجہ میں یہ امت اپنی وحدت دوام اور ساری دنیا میں روحانی، سیاسی اور اجتماعی شان و شوکت سے محروم ہو جائے اور اس کے اندر انارکی، انانیت اور شہوت پرستی عام ہو جائے (ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا)۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنے کے بڑھتے ہوئے اثرات سے بےچین ہو کر دو سال قبل دارالعلوم ندوہ کے وسیع سبزہ زار پر ایک عالمی کانفرنس منعقد فرمائی تھی اس میں عالم اسلام اور حرمین شریفین کی بھرپور نمائندگی تھی، اور معروف شام کے علماء نے اپنے خیالات کا زبانی اور تحریری طور پر اظہار کیا تھا۔ اور ان کی تحریروں پر مشتمل ندوۃ العلماء کی صحافت نے خاص نمبر عربی اور اردو دونوں زبانوں میں نکال کر مسلمانوں کی خدمت میں پیش کیا تھا اور اس وقت بھی برابر ندوہ کے وفود اس فتنے سے متاثر علاقوں کا دورہ

ہے ہیں۔ اور نبوت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے
نے اس بغاوت کی آگ کو بجھانے کی ہر سطح پر
نشش جاری ہے۔

آج مسلمانوں کو فریب دینے والی اور اسلام
یست و نابود کرنے والی تحریکوں میں قادیانیت
رفہرست ہے، یہ تحریک ہمیشہ ہمیش باقی رہنے
الی نبوت کے خاتمہ اور اسلامی شریعت کو
بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کیلئے خود مذہب اسلام
کی آڑ لیکر ہم جو ہے، اس وجہ سے اسلام اور
امت مسلم کے سر پر منڈلانے والے تمام خطروں میں
یہ اولین خطرہ ہے۔ اس لئے اس سے دفاع اور
مقابلہ کیلئے ہر میدان میں کوشش و سرگرمی
کی ضرورت ہے۔ اور اس بڑھتے ہوئے اثرات
کو زائل کرنے اور اس زہریلے بیخ و بن کے تن آور
درخت کی شکل اختیار کرنے سے قبل اس کے خلاف
ہر طرح کے وسائل و ذرائع کو اپنانے کی ضرورت ہے
(وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم
ورسولہ والمومنون) اللہ تعالیٰ نے
امت مسلمہ کو جس سیادت و قیادت کا منصب
عطا فرمایا ہے اس کیلئے خدا کے راستہ میں جہاد
اور جہد نفسانی کا حکم فرمایا ہے اور یہ کہ اس
امت سے اس کی باز پرس ہوگی۔ اور وہ جواب دہ
ہے۔ (وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ
ھو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین
من حرج، ملۃ ابیکم ابراھیم، ھو
سماکم المسلمین، من قبل، وفی ھذا
لیکون الرسول شھیداً علیکم
وتکونوا شھداء علی الناس۔)

(بقیہ)

درس حدیث

کی جان سے بھی زیادہ قریب (قابل ترجیح) ہوں
جس نے (انتقال کے وقت) کچھ مال چھوڑا وہ
اس کے ورثہ کا ہے۔ اور جس نے کچھ قرض
چھوڑا یا قابل دیکھ بھال متعلقین چھوڑے تو
اس میں میری طرف رجوع کیا جائے وہ میرے
ذمہ ہے۔"

شوق و خوف دلا کر تعلیم دینے کا انداز

تعلیم دینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا ایک خاص انداز ان اچھی باتوں کے شوق دلانے
کا ہوتا جن کی آپ دعوت دیتے، اور برائی سے
خوف دلانے کا ہوتا جس سے آپ ہوشیار
فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھی باتوں کے
ثواب اور اس کے فائدہ کو بیان فرما کر اس کو
اختیار کرنے کا شوق پیدا فرماتے، بری باتوں کی
سزا اور برائی کو بیان فرما کر اس سے ڈراتے۔
اپنی گفتگو میں آپ شوق دلانے اور
ڈرانے دونوں طرح کی باتوں کا ذکر فرماتے،
آپ صرف ڈرانے پر اکتفا نہیں کرتے تھے
کہ سننے والے کے اندر نفرت پیدا ہو جائے نہ
صرف شوق و ترغیب پر اکتفا فرماتے کہ سستی
اور عمل چھوڑ دینے کا جذبہ پیدا ہو جائے۔
علمائے حدیث نے ایسی تمام حدیثوں
کو جن میں ترغیب و ترہیب کا ذکر ہے مستقل
کتابوں کی شکل میں جمع کر دیا ہے، ان کتابوں
میں ان تمام حدیثوں کو اکٹھا کر دیا ہے ان
کتابوں میں سب سے فائدہ بخش اور آسانی
سے حاصل ہونے والی کتاب امام حافظ ابو محمد
زکی الدین عبد العظیم منذری رحؒ کی کتاب (الترغیب
والترہیب من الحدیث الشریف) ہے جو طبع
شدہ اور سہل الحصول ہے۔
گذشتہ اسلوبہائے بیان میں
اس طرح کی بہت سی حدیثیں گذر چکی ہیں لہٰذا
ہم نے یہاں صرف اس کی طرف اشارہ کر دینے
کو کافی سمجھا۔

---

[1] یہ عربی کا محاورہ بظاہر بددعا ہے لیکن اس سے دعا مراد ہوتی ہے۔

[2] آپ نصیحت فرمایئے، یاد دلاتے رہئے یاد دلانا مومنوں کو فائدہ پہونچاتا ہے۔

[3] آپ تو صرف یاد دہانی کرانے والے اور نصیحت کرنے والے ہیں۔

برکات رمضان

• قمر رام نگری

ماہ رمضاں کی یہ شان کوئی دیکھے تو
اس میں نازل ہوا قرآن کوئی دیکھے تو
غرق ہے رحمت باری میں فضائے عالم
ابر رحمت کا یہ فیضان کوئی دیکھے تو
روزے رکھتے ہیں جو مالک کی رضا کی خاطر
خلد میں ہوں گے وہ مہمان کوئی دیکھے تو
روزے رکھتے نہیں جو آج مسلماں ہو کر
حشر میں ہوں گے پشیمان کوئی دیکھے تو
در رحمت ہیں کھلے اور در دوزخ ہیں بند
پابہ زنجیر ہے شیطان کوئی دیکھے تو
مانگتا ہو جسے وہ مانگ لے رمضان کی شب
روز ہوتا ہے یہ اعلان کوئی دیکھے تو
ساری دنیا پہ ہے چھائی ہوئی رحمت رب کی
بحر رحمت کے یہ طوفان کوئی دیکھے تو
ایک سے ایک گنہ بخش دیئے جاتے ہیں
یہ گنہگاروں پہ احسان کوئی دیکھے تو
ڈھونڈتا رہتا ہے بخشش کے بہانے ہر روز
مہرباں کتنا ہے رحمٰن کوئی دیکھے تو
مچھلیاں دریا کی کرتی ہیں دعائے بخشش
روزہ داروں کی ذرا شان کوئی دیکھے تو
اپنے بندوں پہ ہے اللہ کی نعمت کیا کیا
کھول کر سورۂ رحمٰن کوئی دیکھے تو
روزے کے ساتھ نمازیں بھی ضروری ہیں قمر
یہی مسلم کی ہے پہچان کوئی دیکھے تو

آپ سے مخاطب ہے
رمضان المبارک کا چاند

• شمس الحق الندوی

یوں تو ہر مہینہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں، اور کوئی نہ کوئی پیام لاتا ہوں، میری ہر آمد قرب قیامت اور ناپائیداری عالم کا اعلان ہوتی ہے میں نے کتنوں کے عروج کو زوال صحت کو مرض اور حیات کو موت سے بدل دیا ہے۔ مگر میری آج کی آمد ایک خاص پیام اور آپ کی پریشان نظری کے علاج کی غرض سے ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ میں آپ کی آنکھوں میں جذب و شوق کی ایسی کیفیت محسوس کر رہا ہوں جو پچھلی ملاقاتوں میں میں نے نہیں دیکھی، آپ مجھے کچھ حیران و پریشان سے نظر آرہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کو اپنا بہت کچھ کھو دینے کا احساس ہو۔ دوسری طرف آپ کی مشتاق و فریادی نگاہیں یہ پتہ دے رہی ہیں کہ اب آپ تجدید عہد وفا کرنے چلے ہیں اور مجھ سے کچھ واضح مشوروں کے طالب ہیں۔

میرا پیام کچھ ڈھکا چھپا نہیں، میں نے تو بارہا آپ کے تن مردہ میں جان ڈالی ہے اور آپ کی مدد کی ہے آپ کے اسلاف نے ایسے حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے ہیں کہ آج کی مادہ پرست دنیا اس کو سمجھنے سے قاصر ہے آپ نے بھی اگر عزم و حوصلہ سے کام لیا۔ اور گوش دل سے بات سنی تو میں آپ کو شوق و مستی اور سوز دروں کی دولت سے نہال و مالا مال کر دوں گا۔ اور آپ کی بہت سی الجھنیں خود بخود دور ہو جائیں گی، بڑے بڑے مسائل حل ہو جائیں گے۔ زندگی کی الجھی ہوئی ڈور سلجھ جائے گی۔ زندگی جو بار دگر بنتی جا رہی ہے کرب و بے چینی درد و کوفت، بغض و حسد، رنج و غم اور مایوسی و ناامیدی کا مرکز بن چکی ہے۔ وہ سکون آشنا فرحت و مسرت، محبت و رأفت، اخوت و بھائی چارگی ایثار و تعاون۔ اولوالعزمی و بلند ہمتی، جوش و ولولہ و قوت عملی کا ایک گرانمایہ انمول ہیرہ بن جائے گی جس کی سودے بازی۔ اس کارگاہ ہستی اور عالم رنگ و بو میں کوئی قوم یا کوئی مادی طاقت اور کوئی دلفریب و دیدہ زیب، تہذیب و تمدن نہ کر سکے گا اور آپ کا یہ داغ دھل جائے گا، جس کی وجہ سے آج آپ دنیا کی برادری میں سرنگوں اور شرمسار ہیں۔

میں آپ کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کی طرف بھی اشارہ کروں گا، مگر جب آپ تجدید عہد وفا کرنے چلے ہیں تو اسے بھی کھلے دل اور شرح صدر کے ساتھ سنیں۔ اس لئے کہ اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ آپ کا دامن آج اصل سرمایہ سے خالی ہو چکا ہے۔ آپ حلم و تدبر کی صلاحیت کھو چکے ہیں ضعف اعصاب جھنجھلاہٹ اور چڑچڑاپن آپ کا مزاج بن چکا ہے۔ معمولی سی معمولی بات جو آپ کے مزاج کے خلاف ہو آپ اسے برداشت نہیں کر سکتے، اس کی خاطر بڑے سے بڑے قومی مفاد کو نظر انداز کر جانا آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے، ہوا و ہوس آپ کے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہے۔ آپ کی اس مزاجی کیفیت نے گھر اور کنبہ سے لیکر ملی و سیاسی میدان غرض زندگی کے ہر شعبہ میں انتشار پیدا کر رکھا ہے یکطرفہ تماشا یہ ہے کہ آپ اپنے ضمیر کو اس پر مطمئن رکھتے ہیں کہ جو وہ کر رہا ہے وہی صحیح ہے یہ بڑے خطرے کی علامت ہے آپ پھر سے اپنے افکار و خیالات پر نظر ثانی کریں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ان کے لئے نفس کو بہت دبانا اور سدھانا پڑے گا۔ بہت کچھ کھونا اور پاپڑ بیلنا ہوگا جب کہیں زندگی کی وہ چول بیٹھے گی جو اپنی جگہ سے کھسک چکی ہے اس کی مشق و تربیت کا پیام لے کر حاضر ہوا ہوں، اس سے بھی آپ کو ہوشیار کرتا ہوں کہ جب آپ اس کا فیصلہ کریں گے تو تاویلات کی دیواریں کھڑی ہو جائیں گی کیونکہ ؎

ہوس سینہ میں چھپ چھپ کر بنا لیتی ہے تصویریں

خوبیاں سب ہم میں، عیب سب دوسروں میں، یہ وہ مہلک روگ ہے جس نے آپ کی قوت عمل کو مفلوج اور قبائے اتفاق و اتحاد کو تار تار کر رکھا ہے۔ آپ ذرا غفلت کے پردوں کو ہٹایئے خمار آلود آنکھوں کو ہوش و خرد کی چھینٹیں دیکر غنودگی کو دور کیجئے اور دیکھئے آپ کے سامنے ہزاروں نئے مسائل کھڑے ہیں اور راہ میں بے شمار رکاوٹیں اور چٹانیں حائل ہو چکی ہیں آپ کے خلاف مکر و فریب اور سازشوں کے ان گنت جال بچھائے جا چکے ہیں اور دشمن نے یہ سب اس ہوشیاری و دوربینی سے کیا ہے کہ آپ اس کی ہر داؤں اور ہر حربہ کو اپنے موافق سمجھ رہے ہیں۔ آپ اس کی سحر انگیزیوں پر سرشار اور فدا ہیں کہ سب کچھ لٹا کر آپ نے اپنے کو اس کی گود میں ڈالدیا ہے۔ اس نے طفل شیر خوار کی طرح آپ کو تہذیب تمدن نئی نئی رہبری تحریکوں اور کانفرنسوں کے کھلونے دے کر بہلا پھسلا رکھا ہے۔ اور اپنا اثر و رسوخ برابر بڑھاتا جا رہا ہے۔ بعض موقعوں پر تو ہم نے آپ کے دشمن کو آپکی سرپرستی کرتے دیکھا جیسے کسی یتیم ولاوارث بچہ کی کی جاتی ہے۔ جو کچھ اس نے کہا وہ آپ نے بے چون و چرا مانا۔ آپ کو ہوش نہیں کہ دشمن نے آپ کی اصل روح کو سلب کرنے کیلئے اپنی پوری علمی و فکری صلاحیت صرف کر دی ہے۔ اس نے رنگا رنگ

مادی ترقیات کی دجالی جنت دکھا کر آپ کے ایمان و یقین، نفس اسلام اور رسالت میں شکوک و شبہات پیدا کرنے میں اپنی پوری توانائی صرف کر دی ہے اور آپ نہایت سادہ دلی اور بھولے پن کے ساتھ کشاں کشاں ادھر ہی کو چلے جا رہے ہیں۔ کبھی تاویل و حیلہ بازی سے کام لیکر کبھی جدید تغیرات و ضروریات کو وجہ جواز قرار دے کر آپ میراث ابراہیمی سے نظر بچاتے ہوئے مغرب کے تازہ خداؤں سے رشتہ جوڑ رہے ہیں، آپ اپنا احساس کھو نہ چکے ہوتے تو میراث ابراہیمی کے شکوہ و ملال کے یہ الفاظ سنتے جو فضا میں عرصہ سے گونج رہے ہیں۔ ؎

عدو سے ملنے کی خواہش اور کچھ میرا بھی خیال
چلے ادھر ہی کو لیکن ٹہل ٹہل کے چلے

اسلامی حقائق و عقائد کے بارے میں آپکے شکوک و شبہات لیت و لعل زبان حال سے صاف صاف یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ؎

ایمان مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

آپ کے ہاتھ اپنے ہی خون سے رنگین ہیں۔ قصر اسلام کی ایک ایک اینٹ آپ خود اکھاڑ رہے ہیں اپنا سارا اثاثہ لٹا کر غیروں کے در پہ کاسۂ گدائی آپ ہی لئے کھڑے ہیں۔ آخر بے حیائی و بے ضمیری کی بھی تو کوئی حد ہونی چاہیئے۔ کل جن کو آپ نے بہت کچھ دیا تھا آج اپنا سب کچھ کھو کر انھیں سے مانگنا کیسا روح فرسا، حسرتناک اور دلسوز منظر ہے۔ ڈوب مرنے کی بات ہے کہ جن کا مقصد حیات نائو نوش خرون و مرون اور عیش کوشی کے سوا کچھ نہیں وہ اپنے قومی معاملات میں کتنے متحد ایثار و قربانی میں کتنے آگے ہیں۔ اور آپ جن کا مقصد احتساب کائنات جہانبانی و جہاں آرائی ہے جن کا مقصد حیات آگ کے شعلوں کو گلزار بنانا ہے۔ ظلمت کدۂ عالم میں رشد و ہدایت کی شمعیں جلانا کتنے منتشر اور باہم دست و گریباں ہیں۔ اگر کبھی کسی نقطہ پر متحد بھی ہوتے ہیں۔ تو بہت جلد اتحاد کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اس کی ایک ایک کڑی الگ ہو جاتی ہے اس کا اصل سبب یہ ہے کہ آپ اندر کی کھوئی ہوئی چیز کو باہر ڈھونڈھ رہے ہیں۔ جلسہ جلوس، احتجاجوں اور کانفرنسوں میں ڈھونڈھ رہے ہیں۔ آپ یاد رکھیں کہ کفر کے ہزار گناہ معاف، اس لئے کہ اس کی ایک ہی اور آخری ابدی سزا ہے۔ اور ایمان کی ادنیٰ لغزش بھی قابل گرفت ہے اس لئے کہ اس کے ساتھ اصلها ثابت وفرعها في السماء تؤتي اكلها كل حين باذن ربها کا مژدہ ہے۔ کفر سراپا ظلمت و تاریکی، ایمان نور مجسم ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب آپ نے میرے پیام کو غور سے سنا تھا اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا تھا تو مورد ملخ کی طرح (افق عالم پر چھا گئے تھے) اور آپ سے کوئی آنکھ نہیں ملا سکتا میں نے آپکے خرقہ پوشوں کو قیصر و کسریٰ کا تاج چھینتے دیکھا ہے آپ کے شہسواروں کو سطح سمندر پر بے تکلف چلتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان کے یہ الفاظ بے شک یہ دین تو نیا ہے نئی نئی خصوصیات و اثرات کا حامل ہے سمندر اسکے تابع ہوگا یہ سمندر کا نہیں اب بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں، میری آنکھوں نے یہ منظر بھی دیکھا ہے کہ آپ کی آواز پر جنگل کے درندوں نے اس طرح راستہ خالی کیا ہے کہ اپنے بچوں کو منہ میں لے کر بھاگے ہیں جیسے میں اب بھی ساحل اندلس پر طارق کی جلتی ہوئی کشتیوں کا دھواں دیکھ رہا ہوں اور میرے کانوں میں ایمان و یقین عزم و حوصلہ سے بھرپور طارق کے یہ الفاظ گونج رہے ہیں، لوگو! دشمن تمہارے سامنے ہے پیچھے سمندر ہے بھاگنے کی گنجائش کہاں۔ اب اس کے سوا چارۂ کار نہیں کہ مردانہ وار بڑھو اور دشمن کی کلائی موڑ دو، میں آپ کے کمسن سپہ سالار محمد بن قاسم ثقفی کے گھوڑوں کی ٹاپ ساحل ہند پر سن رہا ہوں، سپہ سالار ایران کے نام حضرت سعد ابن ابی وقاص کے خط کے یہ الفاظ ابھی تک آپ کی تاریخ کا سنہرہ باب بنے ہوئے ہیں، کہ ہم خود نہیں آئے ہیں بلکہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ ہم اس کے بندوں کو بادشاہوں کے ظلم و ستم اور جہالت کی تاریکیوں سے نکالیں اور ایمان کے نور اور اسلام کے عدل کی طرف لائیں اور ہم ضرور ایسا کریں گے۔ میں آپ کے صلاح الدین ایوبی کو بیت المقدس پر فتح و کامرانی کا جھنڈا لہراتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

جب آپ نے ہمارے پیام کی قدر کی تو ہم نے آپکو اس حال میں دیکھا۔ اور جب آپ نے اس کی ناقدری کی بے رخی برتی، آپ کے اندر عیش و تنعم خود غرضی و نفس پرستی کا غلبہ ہوا تو اخلاقی زوال و انحطاط نے ممالک اسلامیہ کی ایک ایک کڑی کو الگ کر کے آپ کو بزدل و پست ہمتی کے اس آخری درجہ پر پہونچا یا ہے کہ ایک غیر متمدن اور وحشی قوم کے اوباشوں نے آپ کے علماء امراء اور حکام کی لاشوں پر دستر خوان سجا کر داد عیش دی ہے ہم نے آپ کے جلے ہوئے کتب خانوں کی راکھ سے ایک مرتبہ سمندر کے پانی کو کالا ہوتے دیکھا ہے، دوبارہ آپ کے خون سے اس طرح لال و سرخ ہوتے دیکھا ہے کہ عرصہ تک فضا متعفن رہی۔ آپ کی بزدلی کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ دشمن قوم کا ایک فرد آپ کے بھائی کو پکڑ لیتا اور کہتا کہ میں تمہیں ذبح کروں گا یہیں ٹھہرو چھری لے کر آتا ہوں۔ کیا کیا سناؤں۔ ؎

لبے نادیدنی را دیدہ ام من

کیا آپ کو یاد نہیں کہ قرطبہ و اندلس، سسلی اور یونان بخارا ترکستان سے آپ کا آشیانہ کس طرح اجڑا ہے۔ ؎

مجھے یاد ہے ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

آپ کی موجودہ حالت اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے اس لئے اگر آئی ہوئی بہار سے آپ پھر فائدہ اٹھالیں تو آپ کے حق میں بڑا اچھا ہوگا۔ معاف فرمائیں میں نے بہت دیر تک آپ کو شرمندہ کیا۔ اب میں پھر سے (نیا) پیغام دہرا رہا ہوں۔ آپ اس کے ایک ایک جزء کو دانتوں سے پکڑ لیں عملی مشق کیلئے کمربستہ ہو جائیں جیسا کہ میں نے وضاحت سے عرض کیا اسی میں آپ کے

درد کا درماں ہے۔

غور فرمائیے فلک کی پیشانی پر چمک کر نئے چاند نے آپ کے کتنے زبردست عالمگیر قومی اتحاد کا اعلان کیا ہے، شہر ہو کہ گاؤں، سمندروں کے پار، پہاڑوں کی اوٹ، مشرق سے لیکر مغرب تک جہاں کہیں بھی اسلامی برادری آباد ہے۔ اب سب کے سب کھانے پینے سے ہاتھ روک لیں گے، طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک چاہے کتنے ہی لذیذ کھانے موجود ہوں کوئی ادھر ہاتھ نہ بڑھائے گا۔ کتنی ہی پاکیزہ اور حلال کمائی ہو اس کا کھانا حرام ہے۔ شاہ ہو کہ گدا۔ امیر ہو کہ غریب آقا ہو کہ غلام سب ایک ہی حال میں ہوں گے، سب بھوکے سب پیاسے، سب کی زبانوں پر تالے نہ غیبت کر سکتے ہیں، نہ جھوٹ بول سکتے ہیں ہاتھ بندھے ہوئے فقر و فاقے کے باوجود نہ چوری کر سکتے ہیں نہ حرام کو ہاتھ لگا سکتے ہیں، سب ایک ہی اذان سے افطار کریں گے۔ ایک ہی اعلان صبح صادق سے پھر پابند ہو جائیں گے دن کو بھوکے پیاسے، رات کو اپنے رب کے سامنے ہاتھ باندھے تراویح میں کلام پاک کا دور کر رہے ہوں گے تقدیم ہوگی نہ تاخیر ایسی کیفیت کے ساتھ پورے مہینہ سب کی زبانوں پہ ذکر و تلاوت۔ تسبیح و استغفار کے زمزمے جاری ہوں گے۔

اب عہد کیجئے کہ آپ اس موسم بہار کو جو عبادت و ریاضت، اصلاح باطن، تزکیۂ نفس سوز و ساز اور ناز و نیاز کیلئے خاص ہے محض افطار و سحر کے اہتمام میں دعوتوں اور دروکشائی کے جشنوں میں ضائع نہ کر دیں گے اور اپنے غریب و نادار بھائیوں، یتیموں اور بیواؤں کا بھی خیال رکھیں گے۔ ان کو چھپ چھپا کر خوب دیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ تو اتنا کھائیں کہ تراویح میں کھڑا ہونا دشوار ہو۔ اور آپ کے بھائی بھوک کی بھٹی میں جل رہے ہوں ان کا افطار و سحر پانی سے ہوتا ہو۔ آپ کے نبیؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا۔ کھانا کھلایا اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ روزہ رکھنے والے کو۔ تو دیکھئے آپ ایسا نہ کیجئے گا کہ اس ثواب کو حاصل کرنے کیلئے صرف کھاتے پیتے اور اپنے ہی معیار کے لوگوں کی دعوت کریں نہیں۔ ناداروں کو مقدم رکھیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ جب یہ مہینہ آتا تھا تو آپ کے نبیؐ عام دنوں سے کہیں زیادہ خرچ کرتے تھے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف سے لٹاتے تھے، روزے کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ آپ کو غریبوں اور فاقہ مستوں کی بھوک اور جلن کا بھی احساس ہو، ضرورت مندوں کی ضرورت کا خیال آئے۔ روزہ کا اصل منشا یہ ہے کہ تزکیہ نفس۔ پاکیزگیٔ اخلاق و خواہشات نفس پر قابو پانے، گناہ و معاصی سے اجتناب کی صلاحیتیں اجاگر ہو جائیں فتنہ و فساد۔ ظلم و تعدی، بغض و حسد کی آگ بجھائے اور قلب مومن میں ایک ایسی مومنانہ صلاحیت پیدا ہو جائے جس میں عناد و سرکشی، سنگدلی و قساوت قلبی کا گذر نہ ہو۔ فرض شناسی۔ احساس ذمہ داری، ایفائے عہد امانت و صداقت کی جلوہ آرائی ہو، حقیقت ہی حقیقت ہو۔ نفاق و ملمع سازی کا گرد و غبار دھل چکا ہو صاحب حق کو اس کا حق ملے۔ مظلوم ظالم سے مامون اور اس کی عزت و ناموس محفوظ ہو، غربا و مساکین۔ مجبور محض اور نادار لوگ لاوارث و بے سہارا نہ رہنے پائیں۔ فرائض منصبی کی ادائیگی کا جذبہ، دینی ملی مسائل اور قومی ضروریات و تقاضوں سے غافل و بے خبر نہ ہونے دے، نیا خون، نئی روح، نیا جوش عمل پیدا ہو۔

میں سارے اسلامی احکامات و عبادات کے رہرسل کا پیام لایا ہوں جو مہینے بھر ہوتی رہے گی۔ اور زندگی بھر اس کو برتنے کا مطالبہ ہوگا اور شاید اس مہینہ کے ہر عمل پر بے تحاشہ اجر و ثواب فضیلت و مقبولیت کے وعدہ کا یہی راز ہے کہ آپ لپک لپک کر اس کی طرف بڑھیں اور قلب و روح۔ ظاہر و باطن کو مزکی و مصفی کر کے نبی کے اسوۂ حسنہ کی ایک ایک ادا اپنے اندر پیدا کر لیں کہ یہی آپ کا مقصد تخلیق اور آقا و غلام کے رشتہ کی کڑی ہے میں نے دیکھا ہے میرا مشاہدہ ہے کہ جب میں اس مہینہ کی آمد کا اعلان کرتا تو اللہ کے نبی عبادت و ریاضت کیلئے کمربستہ ہو جاتے رات رات نمازوں اور دعاؤں، ابتہال و تضرع گریہ و بکا میں گزار دیتے آپ کا سفیر نالۂ شب گیر عرشیوں تک پر رقت طاری کر دیتا۔ آپ ہی کو فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک و عنبر کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کا ہر عمل اس کے لئے ہے۔ روزہ خاص میرے لئے ہے اس کا بدلہ میں خود دوں گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے پورے آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ فرمایا جو گالی گلوج۔ کذب و افترار۔ غیبت و بدگوئی سے باز نہ رہے۔ مجھے اس کے روزے کی ضرورت نہیں، بھوک پیاس کے سوا اس کو کچھ نہ حاصل ہوگا۔ فرمایا تم سے کوئی الجھے تو کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں۔

یہ گویا اس بات کا کھلا ہوا اعلان ہے کہ روزے میں ہر ناپسندیدہ چیز سے احتراز و اجتناب ہی روزے کی اصلی حقیقت پیدا کرتا ہے اور اس کے مقاصد کو پورا کرتا ہے۔ دل محوِ خیالِ یار ہو جسم پابند فرمان دلبر ہو۔ جذب و مستی کا یہ عالم ہو کہ زبان حال سے آپ پکار اٹھیں۔ ؏

شب وصل خلوتِ خاص میں جو حجاب بیچ سے اٹھ گیا
تو ہمیں رہے نہ وہی رہے جو رہی تو بے خبری رہی

عفو و کرم جود و سخا داد و دہش کا بازار شباب پر ہے راہ کے رہزن سارے شیاطین کو طوق سلاسل پہنا دیئے گئے، جہنم کے سارے دروازے بند ہیں، جنت کے سب دروازے کھول دیئے گئے، پیہم باران رحمت ہو رہی ہے، جو مجرم تھے ان کی بھی سزائیں ان دنوں کم رہے گی۔ اور بے شمار ایسے ہیں جو اس جشن سالانہ کی خوشی میں ہمیشہ کیلئے آزاد ہو جائیں گے۔ کیسی بہار کا پیام لایا ہوں۔ عام دنوں میں ایک عمل پر اگر ایک سے دس تک نیکیاں ملتی تھیں تو اب دس سے ستر بلکہ سات سو تک نیکیاں ملیں گی۔ ایک فرض ادا کریں گے۔

تو سات سو کا ثواب پائیں گے مسلسل اعلان ہو رہا ہے بھلائی کے خواہاں آگے بڑھ اپنا دامن خیر و برکت۔ نور ایمان حلاوت ذکر و عبادت و ریاضت۔ اور اطاعت وانقیاد کے موتیوں اور پھولوں سے بھرلے۔ نفس پرستی خود غرضی و بداخلاقی، جھوٹ و دغا بازی۔ بغض و عداوت، غرض دل سے ایک ایک زنگ کو اچھی طرح صاف کرلے سراپا خیر مجسم نور بن جا۔ اگر آپ نے ایسا کر لیا تو آپ کی رگوں میں زندگی کی نئی لہر اس طرح دوڑ جائے گی کہ ؎

شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اسی مہینہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزاروں مہینوں سے بہتر ہے۔ پوری رات رحمت کے فرشتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ تانتا بندھا رہتا ہے دیکھئے وہ ضائع نہ ہونے پائے اس مہینہ کے آخری دنوں میں رحمت خداوندی اور زیادہ متوجہ ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ان دنوں میں اللہ کے نبی مسجد ہی میں معتکف ہو جاتے تھے۔ اپنے رب کی چوکھٹ پر پڑ جاتے تھے۔ رمضان کے بعد عید ہے دیکھئے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ضرورت سے زیادہ عید کے اہتمام میں لگ جائیں۔ اور یہ آخری عشرہ ضائع ہو جائے۔ اور آپ بہت کچھ کھودیں۔ یہ ہے میرا پیام جس کو میں نے بہت مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ آپ اپنی ان کوتاہیوں کو پھر سے دیکھ لیں جن کو میں نے گنایا تھا۔ اور میرے اس پیام پر غور فرمالیں۔ شاید آپ کو یہ یقین کرنے میں دیر نہ لگے گی کہ جو پیام میں نے آپ کو دیا ہے اس میں آپ کے سارے امراض کا علاج موجود ہے۔

اب میں ان آخری الفاظ کے ساتھ آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ

زندگی ایک ہے اور ناپائیدار ہے اس کو بہت ہی سوچ سمجھ کر استعمال کیجئے کہیں ضائع نہ ہو جائے۔
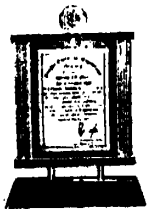
(بقیہ)
بنگلور میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس

فرقہ وارانہ صورتحال، نکاح نامہ، اور دیگر مسائل بھی زیر بحث آئے۔ اجلاس کے اختتام پر "بنگلور اعلامیہ" کا اجراء بھی ہوا۔ جس میں ہندوستانی مسلمانوں سے یہ اپیل کی گئی کہ وہ شریعت اسلامی سے اپنی وابستگی بڑھائیں، ذات، برادری اور خاندان کی تقسیم سے اونچا اٹھ کر اور مسلک و مشرب کے اختلافات سے بالاتر ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں اور اپنے نزاعی معاملات کو آپسی گفتگو سے ورنہ دارالقضاء سے جا کر حل کرائیں اور معاشرہ میں ہر قسم کے اسراف سے اور ظلم و زیادتی سے بچیں اور برادران وطن کیلئے ایسا نمونہ پیش کریں کہ جس سے وہ اسلام سے قریب آئیں۔

اس موقع پر ملک کے چیدہ چیدہ لوگ موجود تھے۔ سکریٹری جنرل مولانا سید نظام الدین صاحب نے گزشتہ ایک سال کی رپورٹ پیش کی۔ اس اجلاس میں خواتین نے بھی اپنے دائرہ میں رہ کر بھرپور حصہ لیا اور اپنے تعاون کا یقین دلایا۔

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی، دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کی جاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

فضائل و مسائل رمضان المبارک

ماہ رمضان کی فضیلت و عظمت :

رمضان شریف اسلام میں ایک نہایت ہی مقدس اور برگزیدہ مہینہ ہے اس کی سب سے بڑی اور بنیادی عبادت روزہ ہے جو نفس کو مانجھنے اور صاف کرنے میں خاص اثر رکھتا ہے اس مبارک مہینے میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے۔

رمضان شریف کا خاص مشغلہ تلاوت قرآن حکیم اور اپنے اوقات کو یاد خداوندی سے بھرپور رکھنا ہے۔ روزہ میں جھوٹ، غیبت چغل خوری وغیرہ معاصی روزہ کو کالعدم۔ اور روزہ دار کو قریب بہ ہلاک کر دیتے ہیں جس سے بچنا ضروری ہے۔

روزہ میں نیت کی ضرورت :

روزہ میں نیت شرط ہے (نیت کے معنی دل کے ارادہ کے ہیں) اگر روزے کا ارادہ نہیں کیا اور تمام دن کچھ کھایا پیا نہیں تو روزہ ادا نہیں ہوگا۔

رمضان کے روزے کی نیت نصف دن شرعی سے پہلے تک کر سکتا ہے بشرطیکہ صبح صادق کے ہونے کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو، اور کوئی کام جو روزہ کا مفسد ہو نہ کیا ہو۔ اس کے بعد اگر نیت کرے گا تو معتبر نہ ہوگی۔ زبان سے نیت کرنا فرض نہیں لیکن بہتر اور مستحب یہ ہے کہ سحر کا کھانا کھا کر اس طرح نیت کر لیا کرے۔

بِصَوْمِ غَدٍ نَوَیْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَان۔

اگر افطار کے وقت ہی اگلے روزے کی نیت کر لی تب بھی جائز ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نیت کے بعد کھانا پینا جائز نہیں یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ صبح صادق ہونے سے پہلے تک کھانا پینا وغیرہ بلاشبہ درست ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں جاتا :

بھول کر کھانا پینا روزہ کو نہیں توڑتا۔ بلا اختیار حلق میں گرد و غبار یا مکھی مچھر چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ آٹا پیسنے والے تمباکو کوٹنے والے کے حلق میں جو آٹا وغیرہ اڑ کر جاتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کان میں پانی چلا جائے یا خود بخود قے آئے یا خواب میں غسل کی حاجت ہو جائے یا قے آکر خود بخود لوٹ جائے۔ ان سب باتوں سے روزہ نہیں جاتا۔ اور کچھ خلل نہیں آتا۔ آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں جاتا۔ خوشبو سونگھنے سے کچھ خلل نہیں آتا۔ بلغم یا تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر قصداً قے کی مگر تھوڑی سی (یعنی منہ بھر سے کم) تو روزہ نہیں جاتا۔ تھوڑی سی قے آئی اور قصداً لوٹا کر نگل گیا تو اس میں اختلاف ہے۔ اگر روزہ میں کوئی بھول کر کھا پی رہا ہے اور قوی و تندرست ہے تو اس کو یاد دلا دینا ضروری ہے۔ اگر ضعیف و ناتواں ہے تو نہ یاد دلانا درست ہے۔ اگر خود بخود یا مسواک وغیرہ کرنے سے دانتوں سے خون نکلے لیکن حلق میں نہ جائے تو روزہ میں خلل نہیں آتا۔ اگر خواب میں یا صحبت کرنے سے رات کو غسل کی حاجت ہوئی اور صبح صادق ہونے سے پہلے غسل نہ کیا تو روزے میں خلل نہیں آتا۔ اگر دن کو سوتے ہوئے غسل کی حاجت ہو گئی تو روزہ میں ذرا بھی نقصان نہیں آتا۔ انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن دماغ اور معدہ میں اگر براہِ راست کوئی دوا وغیرہ پہنچائی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

جن چیزوں سے قضا واجب ہوتی ہے :

کان یا ناک میں دوا ڈالنا قصداً منہ بھر قے کرنا منہ بھر قے آئی تھی اس کو نگل جانا یا کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جانا یہ سب چیزیں روزے کو توڑنے والی ہیں مگر صرف قضا آئے گی کفارہ واجب نہیں کنکر یا لوہے، تانبے وغیرہ کو نگل جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں یا رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سحری کھائی تو اس روزے کی قضا واجب ہوگی۔ دن باقی تھا غلطی سے یہ سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ روزہ کھول لیا تو صرف قضا واجب ہوگی۔ کفارہ نہیں، جان بوجھ کر بدلن بھولنے کے صحبت کرنا، کھانا پینا روزہ کو توڑتا ہے اور قضا بھی آتی ہے اور کفارہ بھی۔ کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے۔ اس کی طاقت نہ ہو تو متواتر ساٹھ روزے رکھنا۔ اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا۔

جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہوتا ہے اور جن چیزوں سے مکروہ نہیں ہوتا :

بلا ضرورت کسی شئے کو چبانا، نمک وغیرہ کا ذائقہ چکھ کر تھوک دینا مکروہ ہے، قصداً منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگل جانا مکروہ ہے، تمام دن ناپاک رہنا سخت گناہ ہے اور روزہ مکروہ ہو جاتا ہے فصد کرانا، پچھنے لگوانا، روزہ میں مکروہ ہے، غیبت

بدگوئی، لڑائی جھگڑا روزے کو مکروہ کر دیتے ہیں۔ اور ثواب بہت کم رہ جاتا ہے۔ مسواک کرنا سر یا مونچھوں پر تیل لگانا مکروہ نہیں ہے۔ اگر بیوی کو اپنے خاوند یا نوکر کو اپنے آقا کے غصہ کا اندیشہ ہو تو کھانے کا نمک چکھ کر تھوک دینا مکروہ نہیں آنکھ میں دوا ڈالنا مکروہ نہیں۔

روزہ نہ رکھنے کی اجازت:

اگر مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو رمضان میں روزے نہ رکھے تندرست ہو جانے پر قضا کرے۔ اگر روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض کے زیادہ ہو جانے کا خوف ہے تب بھی روزہ چھوڑ دینا جائز ہے۔ پھر قضا رکھے۔ حاملہ کو اگر بچے یا اپنی جان کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑ دینا اور پھر قضا کر لینا جائز ہے، اپنے یا غیر کے بچہ کو دودھ پلاتی ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے ضرر ہو تو قضا کر لینا جائز ہے۔ ہمارے نواح کے ۳۶ کوس یا ۴۸ میل یا ۷۷، ¼ کلومیٹر کا سفر یا اس سے زیادہ کا سفر شرعی سفر کہلاتا ہے۔ یعنی ایسے سفر میں مسافر کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے، واپس آنے کے بعد قضا کرے۔ اگر کوئی مسافر دوپہر سے پہلے اپنے وطن پہونچ گیا اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں تو اس پر واجب ہے کہ روزہ پورا کرے، کیونکہ اب سفر کا عذر باقی نہ رہا۔ اگر کوئی شخص کسی تیز سواری یا ریل میں تین گھنٹے میں ۷۷، ¼ کلومیٹر پہنچ جائے گا تو اس کے لیے بھی سفر رخصت یعنی نماز کا قصر اور افطار کی اجازت حاصل ہو جائے گی، بہت بوڑھا ضعیف جس کو روزہ میں نہایت شدید تکلیف ہوتی ہے روزہ نہ رکھے۔ اور ہر روزہ کے بدلے پونے دو سیر بوزن انگریزی یا ایک کلو ۶۳۳ گرام گندم ایک مسکین کو دے لیکن اگر کبھی طاقت آ جائے گی تو قضا ضروری ہوگی۔ عورت کو اپنے نسوانی عذر یعنی حیض کے ایام میں روزہ رکھنا جائز نہیں، اسی طرح پیدائش کے بعد جتنے روز نفاس کا خون آئے۔ جب خون بند ہو جاوے روزہ رکھنا چاہیئے۔ اور رمضان شریف کے بعد ان دونوں کے روزوں کی قضا ضروری ہے جن دنوں یہ عذر رہا ہے جن لوگوں کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے ان کو بلا تکلف سب کے سامنے کھانا پینا نہیں چاہیئے بلکہ تعظیم رمضان المبارک لازم ہے۔

روزہ توڑنا اور اس کی قضا:

فرض روزے کو بلا کسی شدید تکلیف اور قوی عذر کے توڑنا جائز نہیں، پس اگر سخت بیمار ہو گیا کہ اگر روزہ نہ توڑے تو جان کا اندیشہ غالب ہے۔ یا بیماری بڑھ جانے کا احتمال قوی ہے یا ایسی شدید پیاس لگی ہے کہ مر جائے گا تو روزہ توڑ ڈالنا جائز بلکہ واجب ہے۔ اگر کسی عذر سے روزے قضا ہو گئے ہوں تو جب عذر جاتا رہے تو جلد ادا کر لینا چاہیئے، کیونکہ زندگی کا بھروسہ نہیں کیا خبر موت آ جائے اور فرض ذمہ رہے مثلاً بیمار کو مرض سے صحت پانے کے بعد اور مسافر کو سفر سے آنے کے بعد جلد ادا کر لینا چاہیئے۔ قضا رکھنے میں اختیار ہے کہ متواتر (یعنی لگاتار رکھے) یا جدا جدا متفرق، اگر قضا رکھنے کا وقت پایا لیکن بغیر ادا کئے مر گیا تو مناسب ہے کہ وارث ہر روزہ کے بدلے پونے دو سیر (ایک کلو ۶۳۳ گرام) گندم صدقہ کریں اور اگر مال چھوڑ گیا ہے اور روزہ کی وصیت کر گیا ہے تو ادا کرنا لازم اور واجب ہے۔

سحری کھانے کا بیان اور فضیلت:

روزے کیلئے سحری کھانا مسنون ہے اور باعث ثواب ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "سحری کھایا کرو کہ اس میں برکت ہوتی ہے"۔ یہ ضروری نہیں کہ پیٹ بھر کر کھائے بلکہ ایک دو لقمہ یا چھوارے کا ٹکڑا یا دو چار دانے چبا لے تب بھی ثواب پائے گا۔ افضل اور بہتر ہے کہ رات کے آخری حصے میں صبح صادق ہونے سے ذرا پہلے کھالے اور اگر دیر ہو گئی اور گمان غالب یہ ہے کہ صبح ہو گئی اور کچھ کھا لیا تو شام تک رکنا اور پھر قضا رکھنا لازم ہے، اور اگر کسی مرغ یا مؤذن نے صبح صادق سے پہلے اذان دیدی تو سحری کھانے کی ممانعت نہیں جب تک صبح صادق نہ ہو جائے بلا تکلف کھاؤ پیو۔

افطار: آفتاب غروب ہو جانے کے بعد افطار میں دیر نہ کرنی چاہیئے۔ البتہ جس روز ابر ہو احتیاط کے لیے دیر کرنا بہتر ہے، کھجور یا خرما سے افطار کرنا مسنون اور باعث ثواب ہے اور یہ نہ ہو تو پانی بہتر ہے۔ آگ کی پکی ہوئی چیز مثلاً روٹی، چاول، فیرنی وغیرہ سے افطار کرنے سے ہرگز کراہت اور نقصان روزہ میں نہیں آتا۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ کوئی پھل وغیرہ دوسری چیز ہو۔ اور خرما و کھجور وغیرہ سب سے افضل ہے۔ اگر کسی دوسرے کی دی ہوئی چیز سے روزہ افطار کرو گے تو تمہارا ثواب ہرگز کم نہ ہوگا۔ اس کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے ثواب عطا فرمائے گا۔ پھر تم اس کو واپس کر کے کیوں بخیل کہلاتے ہو، البتہ یہ مال حرام اور مشتبہ ہو تو ہرگز قبول نہ کرو، یہ حدیث و فقہ سے ثابت ہے۔ اگر روزہ افطار کرنے اور کھانے پینے کی وجہ سے مغرب کی نماز و جماعت میں غروب کے بعد دس بارہ منٹ کی تاخیر کر دی جائے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں اور افطار کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لینا کافی ہے۔

"اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ" اور افطار کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:
ذَھَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

تراویح اور وتر:

عشاء کے فرض اور سنت کے بعد بیس رکعت تراویح باجماعت مسنون ہے۔ اگر حافظ بلامعاوضہ پڑھنے والا مل جائے تو تمام رمضان میں ایک قرآن مجید ختم کردینا چاہیئے۔ اس قدر زیادہ پڑھنا مکروہ ہے جس سے اکثر مقتدیوں کو تکلیف ہو اور تین دن سے کم میں ختم کرنا اچھا نہیں۔ اگر تراویح میں دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا اور پوری چار رکعت پر ... سلام پھیرا تو ان چاروں کو دو کی جگہ شمار کرنا چاہیئے۔ چار نہ سمجھے، جس شخص کی دو یا چار رکعت تراویح کی رہ گئیں وہ امام کے ہمراہ باجماعت وتر پڑھ لے اور پھر اپنی باقی تراویح ادا کرے تو درست ہے جس شخص کو عشاء کے فرض باجماعت نہیں ملے وہ وتر کو امام کے ساتھ باجماعت پڑھ سکتا ہے
جو حافظ روپے کی طمع میں قرآن شریف سناتا ہے اس سے بہتر وہ ہے جو الم ترکیف سے پڑھائے اگر اجرت مقرر کرکے قرآن مجید سنایا جائے تو نہ امام کو ثواب ہوگا نہ مقتدیوں کو اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں سخت گناہ ہے۔ نابالغ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں، حدیث وفقہ سے ایسا ہی ثابت ہے۔

اعتکاف اور شب قدر:

اخیر عشرہ میں اعتکاف سنت ہے اگر بستی میں کوئی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب کے ذمہ ترک سنت کا وبال رہتا ہے۔ اعتکاف اس کو کہتے ہیں کہ اعتکاف کی نیت کرکے مسجد میں رہنا اور سوائے حاجت ضروری اور غسل ووضو کے باہر نہ آنا۔ خاموش رہنا اعتکاف میں ہرگز ضروری نہیں البتہ نیک کلام کرنا چاہیئے بدکلامی اور لڑائی جھگڑے سے بچنا چاہیئے اعتکاف اس مسجد میں ہوسکتا ہے جس مسجد میں پنجگانہ نماز جماعت سے ہوتی ہے۔ اگر پورے اخیر عشرہ کا اعتکاف کرنا ہو تو بیس تاریخ کو آفتاب غروب ہونے سے پہلے مسجد میں چلا جائے۔ اور جب عید کا چاند نظر آجائے تو اعتکاف سے باہر ہو یہ بھی جائز ہے اور باعث ثواب ہے کہ ایک دو روز یا ایک آدھ گھنٹہ کے لیے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں رہے۔ شب قدر کا رمضان کے اخیر عشرہ میں ۲۱ یا ۲۳ یا ۲۵ یا ۲۷ یا ۲۹ کو ہونا احادیث میں وارد ہے۔ لہٰذا ان مخصوص راتوں میں بہت محنت سے عبادت میں مشغول رہنا چاہیئے۔

صدقۃ الفطر:

صدقۃ الفطر اس شخص پر واجب ہے جس شخص کے پاس ضروریات خانہ کے علاوہ ساڑھے باون تولہ (تقریباً ۶۱۲½ گرام) چاندی یا اسی قدر وزن کے چاندی کے روپے ہوں یا زیور، مال وجائداد یا تجارت کا مال ہو یا ساڑھے سات تولہ (تقریباً ۸۷½ گرام) سونا یا اسی قدر وزن کی اشرفیاں یا زیور ہوں یہ ضروری نہیں کہ اس پر سال بھی گذر گیا ہو۔ اگر کسی کے پاس بہت مال ہے لیکن قرض اس قدر ہے کہ اگر ادا کیا جائے تو ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا اسباب باقی نہیں رہتا تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں جس شخص کے پاس مذکورہ بالا مال اس سے زیادہ ہو وہ اپنی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کرے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی۔
صدقۃ الفطر ایک آدمی کا ایک کلو ۶۳۳ گرام گندم یا ۳ کلو ۲۶۶ گرام جو، یا ان کی قیمت ہے یہ وزن پونے دو سیر اور ساڑھے تین سیر کے مساوی ہے، اپنے نادار عزیز و اقارب سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ ایک شخص کو کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر دیا جائے تو درست ہے، اور اگر ایک آدمی کا صدقۂ فطر کئی محتاجوں کو دیدیں تو بھی درست ہے عید کی نماز سے پہلے ادا کردینا بہت زیادہ باعث ثواب ہے۔
جس نے عذر یا غفلت سے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقۃ الفطر واجب ہے بشرطیکہ مذکورہ بالا مقدار کے بقدر مال رکھتا ہو۔ صدقۃ الفطر مؤذن یا امام وغیرہ کو اجرت میں دینا جائز نہیں اور مسجد کی تعمیر اور اس کے مصارف میں لگانا درست نہیں۔

زکوٰۃ:

مال کی جس مقدار پر صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے اسی مقدار پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے کہ مال کی مقدار کا چالیسواں حصہ یعنی (۲½ فیصدی) ادا کیا جائے مگر اس میں مال کا نامی ہونا اور مال پر سال کا گذرنا ضروری ہے۔ سال ختم ہونے سے پہلے زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ رمضان المبارک میں زکوٰۃ ادا کرنے میں زیادہ فضیلت ہے طالبانِ علم دین زکوٰۃ کے بہترین مصرف ہیں۔ اس میں دوہرا ثواب ہے۔ فرض کی ادائیگی کا۔ اور اشاعت علم دین کا۔

شعبۂ دعوت و ارشاد ندوۃ العلماء اور اس کی سرگرمیاں

● عبدالسلام ندوی بھٹکلی

اہم کام:- ندوۃ العلماء کے مقاصد میں سے ایک اہم کام دعوت و ارشاد بھی ہے۔ اور اس سلسلہ میں شروع میں بہت ہی منظم کام ہوا۔ ادھر کچھ عرصہ سے یہ کام کسی نظم و پلاننگ کے تحت نہ ہو سکا اگرچہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بعض اساتذہ کے ذریعہ سے انفرادی طور پر یہ کام جاری رہا۔ سابق ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی نے بھی اس راہ میں ایک جماعت کا کام کیا۔ الحمد للہ ذمہ داران ادارہ نے ادھر اس شعبہ کی جانب خصوصی توجہ فرمائی ہے اور شعبۂ دعوت وارشاد کا باقاعدہ ایک دفتر قائم کر کے منصوبہ بند کام شروع کر دیا ہے۔

راجستھان کا دورہ اور وہاں کے کچھ حالات

اسی شعبہ کی جانب سے راجستھان کے اس علاقہ کا دورہ کرایا گیا جہاں کافی دنوں سے فتنۂ ارتداد سرگرم ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ضلع پالی اور اس کے اطراف میں تقسیم کے بعد بڑے پیمانے پر ارتداد ہوا تھا، مگر الحمد للہ مختلف انجمنوں اور تنظیموں کی کوششوں سے ان میں سے بڑی تعداد میں لوگوں نے اب اسلامی اعمال قبول کر لئے ہیں۔ یہ دورہ جناب ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی صاحب کے ذریعہ کرایا گیا تھا، جن کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ وہاں متعدد گاؤں ایسے ہیں جن میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن کے باپ دادا مسلمان تھے مگر وہ اب یہی نہیں کہ اسلام سے نابلد ہیں بلکہ اسلام مخالف رسم و رواج اپنائے ہوئے توہماتی عقائد رکھتے ہیں۔ جن گاؤں اور قصبات میں مسجد یں ہیں اور وہاں کے لوگ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور مذکورہ بالا لوگوں کو مرتد سمجھتے ہیں۔ ان میں بھی اکثریت ان لوگوں کی ہے جو اسلامی تعلیمات سے تو نابلد ہیں ہی نماز کی پابندی بھی نہیں کرتے، خود قصبہ بیاور اور اس کے پاس پڑوس میں بیس سے زائد مسجدوں میں باقاعدہ امام تک نہیں۔

کچھ تنظیموں کی کارگزاریاں اور فتنۂ قادیانیت کی سرگرمیاں

کچھ مسلم تنظیمیں کام کر رہی ہیں

ان کی کوششوں کے اچھے نتائج نکل رہے ہیں لیکن ابھی بڑے کام کی ضرورت ہے اور جو دیہات عملی ارتداد میں مبتلا ہیں ان کے دل کی چنگاری کو مشتعل کرنے کی سعی میں ہر باصلاحیت کو آگے بڑھنا چاہیئے بڑے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ یہ ساری تنظیمیں تو ان لوگوں کو مسیح سامان بنانے میں لگی ہوئی ہیں۔ جو عملی ارتداد میں مبتلا ہیں تو ادھر ان کم علم مسلمانوں میں قادیانیت اپنے جدید وسائل اور دولت کے ساتھ سرگرم عمل ہے اور کتنوں کا شکار کر چکی ہے اسلامی تنظیمیں ان سادہ لوح مسلمانوں کو قادیانی ارتداد سے بچانے میں بھی اپنا وقت اور دینی صلاحیت صرف کر رہی ہیں۔ شعبۂ دعوت وارشاد نے سردست رد قادیانیت پر کچھ لٹریچر وہاں بھیج دیا ہے مزید کام کے سلسلہ میں صلاح و مشورہ چل رہا تھا۔ کہ لکھنؤ کے قرب و جوار میں اس فتنہ کے فرو کرنے کیلئے بڑی ضرورت پیش آگئی۔

لکھنؤ کے قرب کے بعض گاؤں میں قادیانیت

لکھنؤ رائے بریلی روڈ کے قریب کے کئی دیہاتوں نیز اموسی ہوائی اڈہ کے قریب کے کئی ایسے گاؤں جن میں مسلمانوں کی تھوڑی تھوڑی آبادی تھی اور غربت تھی وہاں قادیانیوں نے اپنے معلم پہنچا کر مسلمانوں کے چھوٹے بچوں کو پڑھانا اور ان پڑھ بڑوں کو قادیان لے جانا اور ھدایا و تحائف اور نقود دے کر قادیانی بنانے کیلئے ورغلانا شروع کر دیا۔ لہٰذا قادیانیت کے فتنہ سے عام مسلمانوں کو آگاہ کرنے کیلئے دارالمبلغین لکھنؤ کی جانب سے موہن لال گنج میں بڑے پیمانہ پر ختم نبوت کانفرنس ہوئی۔ جس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند نے بھرپور حصہ لیا۔ عوام قادیانیوں کے فتنہ سے آگاہ ہوئے اور متعدد گاؤں کے لوگوں نے مطالبے کئے کہ ان گاؤں میں آکر کوئی عالم گاؤں کے لوگوں کو اس فتنہ سے آگاہ کرے۔

شعبہ کی جدوجہد: چنانچہ شعبہ دعوت وارشاد نے اس کا نظم کیا اور ہر جمعہ کو علماء کا ایک وفد کسی گاؤں میں جاکر ختم نبوت، نبوی تعلیمات اور قادیانیت کی حقیقت بیان کرتا ہے۔ نتیجہ میں کئی گاؤں سے قادیانیوں کے معلموں کو گاؤں والوں نے نکال دیا ہے۔ اب تو تلاش کرنا پڑ رہا ہے کہ کہاں قادیانی معلم پڑھا رہا ہے تاکہ وہاں جاکر لوگوں کو ان کی حقیقت سے

آگاہ کر دیا جائے۔ اس کام کی طرف حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء جناب مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب اور نائب ناظم ندوۃ العلماء جناب مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی بھی پوری طرح متوجہ ہیں۔ دارالعلوم کے بھی اساتذہ باری باری سے وقت دینے کو تیار ہیں۔ سر دست ڈاکٹر ہارون رشید صاحب صدیقی، مولانا آفتاب احمد صاحب ندوی مولوی عبدالحی حسنی اور "المعہد العالی والدعوۃ" کے [illegible] اور مولوی سفیر احمد سلطانپوری اور بعض دوسرے درجوں کے طلباء بھی دلچسپی لے رہے ہیں بندہ بھی ہر وفد کے ساتھ جا رہا ہے۔

دار المبلغین کی سرگرمیاں

دار المبلغین کے روح رواں جناب مولانا عبدالعلیم صاحب فاروقی جنھوں نے ختم نبوت کانفرنس کروائی تھی وہ اپنے پورے وسائل کے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے ہیں اور برابر دورے کرتے ہیں، تقریریں کرتے ہیں اور قادیانی معلم کو ہٹا کر اپنا معلم پہنچاتے ہیں۔ ہمارا شعبۂ دعوت وارشاد ان کے کام میں تعاون کر رہا ہے۔ اور ان سے تعاون لے رہا ہے۔

نشر واشاعت

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ: یہ کام جب شروع کیا گیا تو اس موضوع پر ہندی لٹریچر کی بڑی کمی محسوس کی گئی چنانچہ شعبۂ دعوت وارشاد ندوۃ العلماء نے حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اردو کتاب "قادیانیت" کی تلخیص ہندی میں ایک کتابچہ "قادیانیت سے ساودھان" طبع کرا کر بڑی تعداد میں مفت تقسیم کیا۔

قادیانیوں کے مرکز اور ان کے مبلغین

لکھنؤ سے رائے بریلی جاتے ہوئے اتر ٹھیا کے قریب سڑک سے متصل ایک بڑا پلاٹ قادیانیوں نے لے رکھا ہے جس پر ان کا بورڈ (KADYAN) سڑک پر سے دیکھا جا سکتا ہے۔ خدا معلوم اس پلاٹ پر کیا کرنے کا منصوبہ ہے۔ اس سے تھوڑا آگے بڑھ کر آدیاں روڈ پر ان کا مرکز ہے جس میں ۳۵ کارکن رہتے ہیں۔ جن میں خاصی تعداد عورتوں کی بھی ہے۔ یہ سب باتنخواہ مبلغ ہیں۔ مرکز کی عمارت کے قریب ایک قادیانی معبد کی تعمیر چل رہی ہے۔ مرکز میں رہنے والے یہ سارے کے سارے لوگ یوپی سے باہر کسی اور ریاست کے ہیں۔ اب قریب کے گاؤں میں ان کی حمایت میں وہی لوگ ہیں جن کو یہ ہیرو ہانڈا (موٹر سائیکل) موبائل فون، ٹی۔ وی چینل دیئے ہوئے ہیں اور معقول ماہانہ رقم مقرر کئے ہوئے ہیں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کو یہ سامان تو نہیں ملا ہے مگر ماہانہ رقم بچوں کی تعلیم وظیفہ کے ساتھ ایرکنڈیشن بس میں قادیان کا سفر مع لوازمات حاصل ہے اس سے بھی انکار نہیں کہ کوئی سرپھرا کچھ پائے بغیر ان کی گمراہی میں مبتلا ہو۔

بہر حال اس فتنہ سے مسلمانوں کو بچانے کیلئے بڑی جد وجہد اور بڑے مصارف کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں۔

س :۔ آج کل تراویح کی نماز ایک ہی رات میں ادا کی جاتی ہے جسے شبینہ کہتے ہیں، اس میں کچھ لوگ کھڑے ہوکر امام کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں تو کچھ لوگ بیٹھ کر نفل پڑھتے ہیں، تو کچھ لوگ کھانے پینے میں مصروف رہتے ہیں کیا شبینہ کا یہ طریقہ شرعاً درست ہے۔

ج :۔ شبینہ کا مروجہ طریقہ کراہت سے خالی نہیں کہ کچھ لوگ تو جماعت میں شریک ہیں اور کچھ لوگ کھانے پینے میں لگے ہیں اس طرح جماعت اور تراویح دونوں کے احترام کے خلاف عمل ہوتا ہے، البتہ اگر سارے مقتدی چست اور صحت مند ہوں اور جماعت کے ساتھ نشاط کے ساتھ نماز تراویح ادا کریں اور حافظ بھی صاف اور واضح الفاظ میں قرآن پڑھے تو ایسی صورت میں شبینہ درست ہوسکتا ہے۔

س :۔ آج کل رمضان میں لوگ رواداری کے طور پر ہندوؤں اور لادین افراد سیاسی لیڈروں کو افطار کے موقع پر بلاتے ہیں، اور اس موقع پر علماء اور دیندار طبقہ کے لوگ بھی ہوتے ہیں، اور نماز چھوڑ کر وہ لوگ ماڈرن طرز پر کھڑے ہوکر افطار کرتے ہیں کیا یہ طریقہ درست ہے؟

ج :۔ اس طرح کی افطار پارٹی جن سے سیاسی دنیوی اغراض وابستہ ہوں اور اس کا مقصد اللہ کی رضا نہ ہو بلکہ مقصود شہرت و ناموری ہو، ساتھ ہی اس میں روزہ کا احترام بھی نہ کیا جائے اور کھانے کے اسلامی آداب کو بھی ملحوظ نہ رکھا جائے اور پھر نماز کا چھوڑنا اس پر مستزاد تو ایسی پارٹیوں کا انعقاد شرعاً درست نہیں ہے، رواداری کے لئے مذہب کی روح اور اس کے احترام کے خلاف عمل کرنا سخت گناہ کا کام ہے۔ اس سے مکمل احتراز لازم ہے۔

س :۔ میری طبیعت خراب رہتی ہے، اور عمر بھی تقریباً ۷۵ سال سے اوپر ہو چکی ہے، نیز آپریشن ہونے کی وجہ سے میں اس بار رمضان میں صرف تین روزے ہی رکھ سکا اور بقیہ روزوں کا فدیہ ادا کیا ہے ابھی کمزوری برقرار ہے کیا قضا روزے رکھنا ہے یا ادا کیا ہوا فدیہ کافی ہوگا؟

ج :۔ صورت مسئولہ میں چونکہ سائل کافی عمر دراز ہیں اس لئے اگر ضعف و ضعیفی کی وجہ سے قضا پر قادر نہیں ہیں تو ان کا ادا کیا ہوا فدیہ کافی ہوگا۔

س :۔ بعض لوگ رات میں دیر سے کھانا کھاتے ہیں اور سحری کے وقت بیدار نہیں ہوتے ہیں اور یونہی روزہ رکھ لیتے ہیں کیا یہ درست ہے۔؟

ج :۔ روزہ کے لئے سحری کھانا مستحب ہے بغیر سحری کھائے روزہ رکھنا جائز ہے البتہ استحباب کے خلاف ہے۔

س :۔ انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں، قضا لازم ہوگی یا کفارہ؟

ج :۔ انجکشن لگوانے سے چونکہ دوا جوف دماغ یا معدہ میں نہیں پہونچتی ہے اس لئے روزہ نہیں ٹوٹتا لہٰذا نہ قضا لازم ہوگی نہ کفارہ۔

س :۔ داڑھی منڈوانے والے کی شہادت رویت ہلال میں جبکہ عرفاً وہ ثقہ ہو معتبر ہے یا نہیں؟

ج :۔ داڑھی منڈوانے والا اگرچہ عرفاً ثقہ اور قابل اعتماد ہو مگر اس کی گواہی شرعاً غیر مقبول ہے، لہٰذا رویت ہلال میں اس کی شہادت غیر مقبول ہوگی۔

س :۔ آنکھ میں سرمہ یا دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟

ج :۔ آنکھ میں سرمہ یا دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، آنکھ میں ڈالی ہوئی دوا اور سرمہ کا رنگ و مزا کبھی حلق اور تھوک میں جو محسوس ہوتا ہے تو وہ مسامات میں ہوکر پہونچتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

س :۔ کیا روزہ دار کسی چیز کا مزہ چکھ سکتا ہے یا اس کو چبا سکتا ہے؟

ج :۔ کسی چیز کا مزہ چکھنا یا اس کو چبانا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ کسی عذر کی وجہ سے نہ ہو مثلاً کوئی عورت اپنے شوہر کے لئے کھانا پکاتی ہو اور اس کی بدمزاجی سے یہ خوف ہو کہ اگر نمک درست نہیں ہوگا تو وہ خفا ہوگا تو چکھنا درست ہے۔ اسی طرح سے کوئی چھوٹا بچہ ہو اور کوئی چیز اس کو کھلانا ہو اور اس کا بدل نہ ہو تو ایسی صورت میں چبا کر بچہ کو دینے کی اجازت ہے بشرطیکہ حلق کے نیچے اس کا اثر نہ جائے۔

س :۔ بھول کر کچھ کھا پی لینے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے یا نہیں اور دوسرے لوگوں کو یاد دلانا چاہیے یا نہیں؟

ج :۔ کسی شخص کو روزہ کا خیال نہ رہا اس بنا پر اس نے کچھ کھا پی لیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا، خواہ فرض روزہ ہو یا نفل، ایسی صورت میں اگر اس میں روزہ رکھنے کی بھرپور قوت ہو تو دیکھنے والوں کو یاد دلانا واجب ہے اور اگر اس میں قوت نہ ہو تو یاد دلانا ضروری نہیں ہے۔

س : کیا سر میں تیل لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

ج :۔ سر میں تیل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

س :۔ کیا کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

ج :۔ کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

س : کیا ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

ج :۔ ہاں! ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

معید اشرف ندوی

● امریکا میں اخلاقی بے راہ روی اور منشیات کے
م استعمال کی وجہ سے ۵۰ لاکھ افراد ایڈز کی بیماری کا شکار
نے کے خطرے سے دو چار ہیں۔ امریکی سینٹر فار ڈیزیز
ٹرول اینڈ پریونٹیشن میں ایڈز کے شعبے کے سربراہ ڈاکٹر
لبنی گیلے نے امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کی تقریب میں
اعداد و شمار جاری کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ ایڈز کا
یکشن ۱۹۸۰ء کی دہائی میں عروج کے بعد امریکا میں
امائی طور پر کم ہو گیا تھا لیکن اس بیماری کے وائرس کے
بوط ہونے کی وجہ سے امریکا میں ایڈز دوبارہ پھیل رہا
، انھوں نے کہا ہے کہ امریکا میں ایڈز کے پھیلاؤ کی
ب خاص وجہ ہم جنس پرست مرد ہیں انھوں نے کہا کہ
ریکا کو مستقبل میں جو صورتحال درپیش ہوگی اسے دیکھتے ہوئے
ں انتہائی خوفزدہ ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ہر سال چالیس ہزار
ریکی ایڈز کے وائرس ایچ آئی وی کا شکار ہو رہے ہیں
نوں نے کہا کہ ہم جنس پرست مردوں میں ایڈز کے
رس کا انفیکشن مستحکم ہو رہا ہے تاہم انھوں نے کہا کہ
ب انہیں خدشہ ہے کہ ہم جنس پرست مردوں میں ایڈز
بائی صورت اختیار کر جائے گا۔

● لفظ لتھوانیہ کے لغوی معنی ہیں بارش
کا ملک" اس جمہوریہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں
کثرت سے مینھ برستا ہے اور ہر چہار سمت
پانی کی فراوانی دکھائی دیتی ہے، جغرافیائی
اعتبار سے اس کا محل وقوع یورپ ہے اس
کے شمال میں لیٹویا اور جنوب میں پولینڈ واقع
ہیں، جبکہ اس کی مشرقی سرحدیں بیلاروس سے
ملتی ہیں اور مغرب میں بحر بالٹک کی موجیں
اس کے ساحل سے ہم آغوش ہوتی ہیں۔ اس
ملک کا رقبہ تقریباً ۶۳۳۰۱ مربع کلومیٹر ہے
اور آبادی ۴ ملین کے قریب ہے۔ لتھوانیہ
میں کل گیارہ صوبے ہیں جن میں مختلف قومیں
آباد ہیں۔ لتھوانی ۸۰ فیصد، روسی ۱۰ فیصد،
پولینڈی ۷ فیصد، بیلا روسی ۲ فیصد اور دیگر
ایک فیصد۔ یہاں کے باشندے مقامی
لتھوانی زبان بولتے ہیں جو قدیم ہندوستانی
اور یورپی زبان کا مرکب ہے۔

ملک کا سرکاری مذہب کیتھولک
عیسائیت ہے، لیکن حکومت نے یہودیت
اور اسلام کو بھی منظوری دی ہے۔ ملک کے
معاش کا دارومدار کاشتکاری اور پالتو
جانوروں اور مویشیوں پر ہے۔ مزید برآں
الیکٹرک، ٹیلی ویژن، ریڈیو وغیرہ کی ہلکی
پھلکی صنعتیں بھی قائم ہیں۔

لتھوانیہ میں تقریباً چھ ہزار تاتاری
الاصل مسلمان آباد ہیں، جبکہ دو ہزار مسلمان
مختلف اسلامی جمہوریاؤں سے آکر یہاں
مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے ہیں اس
ملک میں اسلام ۱۳۹۰ء میں تاتاریوں کی آمد
کے ساتھ داخل ہوا۔

یہ لوگ بیلاروس اور پولینڈ کے
تاتاریوں کا حصہ ہیں اور ان میں گہرے رشتے
قائم ہیں، ۱۹۹۷ء میں اپنے وجود و بقا پر
چھ سو سال گزرنے کی یاد میں انھوں نے
ایک عظیم الشان جشن کا اہتمام کیا تھا، دارالحکومت
ولنیوس میں مسلمانوں کی تعداد دو ہزار اور
کاؤنس میں ۱۵ سو کے قریب ہے، نیز پورے
ملک میں چار اہم مساجد ہیں۔

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے !

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : وقت کی اہمیت
مؤلف : شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ
مترجم : مولانا عبدالقدوس قاسمی نیرانوی
صفحات : ۱۲۸، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت /۴۰ روپئے
ملنے کا پتہ : کتب خانہ رشیدیہ جامع مسجد دہلی ۶

اَلْوَقْتُ اَنْفَسُ مَا عُنِيْتَ بِحِفْظِهٖ
وَاَرَاهُ اَسْهَلُ مَا عَلَيْكَ يَضِيْعُ

قابل حفاظت چیزوں میں وقت سب سے زیادہ بیش قیمت چیز ہے اور اسکو ضائع کرنا سب سے زیادہ آسان ہے ۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے سلف کے حصول علم کتب بینی کا شغف، تدریسی و تصنیفی انہماک، شب بیداری و سحر خیزی افادہ و استفادہ کے حیرت انگیز اور سبق آموز واقعات کی روشنی میں وقت کی قدر و قیمت اور اہمیت اور قرآن و حدیث میں اس کے مقام کو اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ۔

یہ کتاب اصلاً عربی میں قیمۃ الزمن عند العلماء" کے نام شیخ محترم نے کافی عرصہ پہلے تالیف فرمائی تھی جس کا ترجمہ مولانا عبدالقدوس قاسمی نیرانوی نے آسان فہم اردو زبان میں کرکے" وقت کی اہمیت" کے نام سے شائع کروائی ہے ۔

یہ کتاب طلباء، اساتذہ، علماء تجار و ملازمین اور زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد کے لئے مشعل راہ اور گراں قدر تحفہ ہے ۔

نام کتاب : اردو صحافت کا جائزہ
مصنف : احمد ابراہیم علوی
صفحات : ۱۴۴، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت /۱۵۰ روپئے
ملنے کا پتہ : ۔ مکتبہ دانش محل امین الدولہ پارک لکھنؤ

احمد ابراہیم علوی کا نام ادبی اور صحافتی حلقوں میں بڑے احترام سے لیا جاتا ہے ۔ انھوں نے حال ہی میں زیر نظر کتاب" اردو صحافت کا جائزہ" تصنیف کی ہے ۔ عنوان پر غور کرنے اور اردو صحافت کے بکھرے ہوئے اوراق کو دیکھنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ شاید مصنف نے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے ۔ لیکن کتاب کے مطالعہ کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ مصنف نے اس میں بڑی محنت و جانفشانی سے کام لیا ہے، اردو زبان اور اردو صحافت پر کافی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن یہ کتاب کچھ دوسری نوعیت کی ہے ۔ اس کتاب میں جہاں ایک طرف صحافیوں، قلم کاروں، ایڈیٹران اخبارات اور صحافتی عملہ کی اہمیت و افادیت اور قدر و منزلت بیان کی گئی ہے وہیں دوسری طرف ان کی کمزوریوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور اسی کے ساتھ اخبارات و رسائل کے نکالنے اداریوں کے لکھنے، کون سی خبر کس صفحہ پر اور کس انداز سے لگے گی، کس خبر کی اہمیت کب بڑھ جاتی ہے ۔ اگر اشتہارات ہوں تو اس کا طریقہ کار کیا ہونا چاہئے ۔ خبر لکھنے کا طریقہ کیا ہونا چاہئے ۔ پیراگراف کہاں سے شروع ہوگا ۔ اور کہاں ختم ہوگا ۔ کون سی خبر باکس میں رہے گی اور کون سی نہیں ۔ اخبار میں کام کرنے کے لئے کتنے افراد ہونا چاہئے اور ان کی کیا لیاقت ہونی چاہئے ۔ یہ تمام امور اس کتاب میں واضح انداز میں بیان کئے گئے ہیں ۔

امید ہے کہ اردو صحافت میں جو خامیاں ہیں وہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ختم ہو جائیں گی اور صحافیوں اور صاحبان قلم کیلئے یہ کتاب کارآمد ثابت ہوگی ۔

دعائے مغفرت

حضرت مولانا معین اللہ صاحب ندویؒ سابق نائب ناظم ندوۃ العلماء کی حقیقی بھابھی اور ماسٹر صغیر احمد صاحب کی اہلیہ صاحبہ کا حال ہی میں ایک مختصر علالت کے بعد اندور میں انتقال ہوگیا ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۞ قارئین سے ایصال ثواب دعائے مغفرت کی درخواست ہے ۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کو حضرت شاہ ولی اللہؒ ایوارڈ

ایوارڈ کی رقم دینی و ملی کاموں میں خرچ کی جائے گی

• محمود حسن حسنی ندوی

جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے انصاری آڈیٹوریم میں ۳ر نومبر ۲۰۰۰ء کو بعد جمعہ شاہ ولی اللہ ایوارڈ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو تفویض کیا گیا اس کیلئے منعقد کی گئی اس پُر وقار تقریب میں صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ مولانا مجاہد الاسلام قاسمی نے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی علمی دینی ملی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نام کی طرف منسوب یہ ایوارڈ ایسی ہستی کو دیا جا رہا ہے جو اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں اور مستحق تھی۔ انھوں نے کہا کہ بہت سی چیزیں ان دونوں عبقری شخصیتوں میں قدر مشترک ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ شاہ ولی اللہؒ دہلوی نے جو فکر پیش کی تھی اس کو عروج تک پہونچانے کا کام مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کیا، شاہ صاحب کی شخصیت اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ اثردار رہی اور مختلف جہتوں پر حاوی رہی اور مقبول رہی اس طرح کی کیفیت مولانا رحمۃ اللہ علیہ میں نظر آتی ہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی میں جتنے محبوب و مقبول تھے، وفات کے بعد محبوب تر ہو گئے۔

مزید انھوں نے کہا کہ مولانا کی ہر کتاب اپنی خصوصیت و انفرادیت رکھتی ہے لیکن ان کی دو کتابوں "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" اور "تاریخ دعوت و عزیمت" نے ہمیں زیادہ متاثر کیا۔ اپنی صدارتی تقریر میں قاضی صاحب نے شاہ صاحبؒ کے علوم و افکار کا ذکر کرتے ہوئے ان کی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" کا خصوصیت سے ذکر کیا۔ انھوں نے کہا کہ شاہ صاحبؒ اس کے ذریعہ زندگی کے ہر میدان میں رہنمائی کا کام کیا ہے۔ عبادت و اخلاق کے ساتھ تمدن و معاشرت سیاسیات و اقتصادیات میں بھی ہمارے لئے اس سے صحیح راہ متعین ہوتی ہے۔ اسی طرح شاہ صاحبؒ نے اجتہاد و تقلید کے درمیانی نقطۂ اعتدال پیش کیا۔ ان کی دوسری کتاب "ازالۃ الخفاء" نظام خلافت و حکومت کیلئے اساس کی حیثیت رکھتی ہے

اس تقریب کا اہتمام انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز نے کیا۔ مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے اور جانشین مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے جو کہ ندوۃ العلماء کے ناظم بھی ہیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کو وفات کے بعد دیئے گئے شاہ ولی اللہ ایوارڈ کو وصول کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا مزاج دنیوی اعزازات اور ایوارڈوں سے دور رہنے کا تھا۔ اور ان کو قبول کرنے میں انھیں بڑا تکلف ہوتا تھا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ سے انھیں جو تعلق تھا۔ اور عقیدت تھی اس بناء پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی نسبت سے اس ایوارڈ کو جو بخوشی قبول فرماتے اور اسی احساس کی بناء پر ہم نے اس کو وصول کیا ہے۔ لیکن ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ مولانا کے سبھی ورثاء سے مشورہ کے بعد ہم لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس ایوارڈ کی رقم کو ہم دینی و ملی کام پر ہی صرف کریں گے۔ کیونکہ یہی مولانا کا اپنی پوری زندگی اصول رہا۔ شاہ صاحب سے مولانا کے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جن مختلف میدانوں میں شاہ صاحبؒ نے کام کیا تھا تقریباً انہی میدانوں میں حضرت مولاناؒ نے کوششیں کیں اور شاہ صاحب کو اپنا آئیڈیل سمجھتے تھے۔

سابق چیف جسٹس اے ایم احمدی نے مولانا سید محمد رابع ندوی کو ایوارڈ جو کہ ایک لاکھ روپے نقد اور ایک سپاسنامہ پر مشتمل تھا پیش کرتے ہوئے کہا کہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کو یہ ایوارڈ دینے کی کوشش ان کی حیات میں ہی کی گئی تھی چونکہ ان کی صحت اچھی نہیں تھی اس لئے تاریخ میں دیر لگی اور ان کا سانحۂ وفات پیش آگیا۔ لیکن ہمیں اس پر خوشی ہے کہ یہ ایوارڈ انھیں کو دیا جا رہا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ مولانا کو بڑے بڑے ایوارڈ ملے۔ اور مولانا کی شخصیت ان تمام ایوارڈوں سے بالاتر تھی لیکن یہ ایوارڈ جس عظیم شخصیت سے معنون ہے اس کی وجہ سے اس کی ابتداء کیلئے مولانا سے بہتر کوئی دوسرا موزوں نہیں تھا۔ انھوں نے کہا کہ ضرورت ہے کہ شاہ صاحب کی خدمات کو اور زیادہ اجاگر کیا جاتا۔ ہمیں امید ہے کہ ان کے نام سے یہ ایوارڈ بھی ان کے تعارف کا اچھا ذریعہ بنے گا۔ انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز کے چیرمین ڈاکٹر منظور عالم صاحب نے مولانا علی میاں ندویؒ کی ذات گرامی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان کی خدمات کسی علاقہ اور دور تک محدود نہیں ہیں۔ اور ان کا پیغام کسی ایک جماعت یا طبقہ کیلئے نہیں ہے اور انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز کو اس پر فخر ہے کہ شاہ ولی اللہ ایوارڈ کی ابتداء مولانا علی میاں ندویؒ کے اعترافِ خدمات سے کر رہا ہے انھوں نے اس ایوارڈ کا تعارف اور مقصد کا تفصیل سے ذکر کیا۔ مزید کہا کہ یہ ایوارڈ ہر سال کسی غیر معمولی شخصیت کو دیا جایا کریگا۔ اور ایک فنڈ بھی قائم کیا جا رہا ہے جس کیلئے ۲۵ر لاکھ روپئے مختص کئے گئے ہیں۔

اس پروگرام میں جس میں علماء دانشوروں اور ممتاز لوگوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ ڈاکٹر سید عبد الباری عرف شبنم سبحانی اور پروفیسر ظفر نظامی اور ڈاکٹر محمود علی نے بھی اظہار خیال کیا۔ ڈاکٹر ایس فاروق نے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کو مومنٹو پیش کیا۔

بنگلور میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا چودھواں دوسالہ اجلاس

● محمد شاہد ندوی پارہ بنکوی

شہر بنگلور میں ۲۸، ۲۹ر اکتوبر ۲۰۰۰ء کو منعقد ہوئی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی چودھویں کانفرنس میں جو اس کے صدر مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی وفات کے بعد پہلی تھی ان کے جانشین اور ندوۃ العلماء کے ناظم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنے افتتاحی خطبہ میں کہا:

" آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ امت اسلامیہ کی خصوصیات کے تحفظ کے ایک بے حد اہم محاذ پر کھڑا ہے ملک کے سیکولر ہونے کی صورت میں امت کے شرعی معاملات پر اس کو نظر رکھنا ہے۔ اور اس بات کی فکر کرنا ہے کہ یہ شرعی معاملات جو مسلمانوں کے مسلمان رہنے کے لئے ضروری ہیں کس طرح اپنی صحیح حالت پر باقی رہیں۔ ان کے باقی رہنے کے دو پہلو ہیں ایک کا تعلق خود اس امت سے ہے اور دوسرا پہلو اپنے پڑوسیوں اور اپنے حکمرانوں کی طرف سے پہلے مسئلہ کا حل احکام شریعت پر عمل اور اصلاح معاشرہ کی فکر اور کوشش ہے، جبکہ دوسرے مسئلہ کا حل حکمت و دانشمندی سے افہام و تفہیم اور غلط اقدامات سے روکنا ہے، اور الحمدللہ بورڈ ان دونوں محاذوں پر کام کر رہا ہے۔

انھوں نے مزید کہا کہ شریعت اسلامی کے احکام کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہیں۔ اس لئے ان پر عمل ضروری اور لازمی ہے اور چونکہ شریعت کی تکمیل آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہو چکی ہے اسی لئے اب کسی بھی ترمیم اور رد و بدل کا حق باقی نہیں رہتا، نت نئے پیش آنے والے مسائل کا حل اور شریعت کے احکام کی تطبیق کا عمل وہ علماء کر سکتے ہیں جو اس کا گہرا علم رکھتے ہیں۔ اور چونکہ عصر حاضر کے متعدد اسلام سے برگشتہ دانشور جن کو قرآن و حدیث اور ان سے حاصل ہونے والے احکام سے واقفیت نہیں ہے شریعت اسلامی کو پرانی باتیں قرار دے کر نئے حالات کے ساتھ غیر موافق محسوس کرنے لگے ہیں اور جدید آراء کے مطابق کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اختیار ملنے پر اپنی ہی رائے کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمارے علماء کو اس پر پوری نظر رکھنا ہے۔ تاکہ اسلام کی بنیادی ہدایات و احکام پر کوئی اثر نہ پڑے وہ اصلاً خدا کی طرف سے ہیں اور خدا کے کسی حکم کو بدلنے کا اختیار کسی بھی انسان کو خواہ وہ کیسا ہی عقلمند اور عبقری ہو، نہیں دیا جا سکتا ہے۔

انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہم ایک عظیم جمہوریت رکھنے والے ملک میں رہ رہے ہیں جس کا دستور سیکولر ہے، جس کی رو سے ہر مذہب والے اپنے مسلک و عقیدہ اور خصوصیات کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ اب اگر کوئی رخنہ ڈالتا ہے تو دستور کی رو سے یہ حق حاصل ہے کہ ذمہ داروں سے رجوع کیا جائے۔ اور اس کے خلاف آواز اٹھائی جائے۔

انھوں نے کہا کہ آج سے ۲۸ رسال قبل شریعت اسلامی کے تحفظ کیلئے ایک کل ہند سطح کا بورڈ قائم ہوا۔ جس کی سرپرستی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی جنھیں مولانا شاہ منت اللہ صاحب رحمانیؒ نے پورا تعاون دیا اور حق رفاقت ادا کیا۔ یہ بورڈ کی خوش قسمتی ہے کہ اسے شروع سے اعلیٰ صلاحیتوں کی اور اخلاص و عالی ہمت رکھنے والی قیادت حاصل رہی۔ اور ایک ذمہ دار کے نہ رہنے پر دوسرا اعلیٰ صلاحیتوں کا حامل ذمہ دار ملتا رہا ہے اور آج بھی نئے ذمہ دار کی سرکردگی میں برابر کام ہو رہا ہے انھوں نے مزید کہا کہ بورڈ کو اہل علم و صاحب ثروت مسلمانوں سے اچھا تعاون ملنا چاہیئے۔ جناب حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی بعض فوری مجبوریوں کی وجہ سے خود شرکت نہ فرما سکے، مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب نے ان کا یہ افتتاحی مقالہ پڑھ کر سنایا۔

صدر بورڈ مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی نے مسلمانوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے اسلامی تشخص کو تباہ کرنے کی کچھ فسطائی طاقتوں کی مسلسل کوششوں سے ہوشیار رہیں اور اس بات کو اچھی طرح سے سمجھیں کہ جو لوگ بھی مسلمانوں کو قومی دھارے میں جذب کرنے کی بات کر رہے ہیں ان کا واحد مقصد ہمیں بحیثیت ملت کے ختم کر دینا ہے۔ انھوں نے زور دے کر کہا کہ بورڈ نے ہمیشہ سماجی اصلاحات پر زور دیا ہے، ملت کے مفاد میں اصلاح کا یہ کام تیز کرنا ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ مسلمان ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے چاہتے ہیں کہ یہ ملک ایک جمہوری کثیر المذہب اور اپنے رنگا رنگ مزاج کے ساتھ باقی رہے۔ انھوں نے اس کی بھی وضاحت کی کہ اگر فریقین مسلمان ہوں تو ان پر میراث، نکاح، طلاق، خلع، فسخ، ظہار، لعان نفقہ، ولایت، اور وقف کے مسائل پر قانون شریعت نافذ ہوگا۔ اور انھیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔

انھوں نے اپنے صدارتی خطاب میں سب سے پہلے سابق صدر مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیہم جدوجہد کوششوں، کاوشوں اور ان کی عظیم خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا۔

بورڈ کے اس دو روزہ کنونشن میں جس کا اختتام مولانا سراج الحسن صاحب نائب صدر بورڈ کی دعا پر ہوا۔ دستور پر نظر ثانی، بابری مسجد

(بقیہ ص ۱۴ پر)

ندوہ کے شب و روز

از: محمد فرمان نیپالی متعلم دارالعلوم ندوۃ العلماء

بحمد اللہ دارالعلوم کا سال رواں کا تعلیمی کارواں منزل تک پہونچنے کی طرف گامزن ہے، امتحان سالانہ بھی شروع ہو چکا ہے طلباء امتحان کی تیاریوں میں مصروف ہیں جہاں ہر طرف قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونج رہی ہیں. ازیں قبل طلباء دارالعلوم کے تمام (تحریری تقریری، صحافت وخطابت اور بیت بازی) کے پروگرام ہو چکے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے.

جمعیۃ الاصلاح کی سرگرمیاں

قارئین کرام اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں ندوۃ العلماء کسی مخصوص ومحدود تحریک کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ہمہ جہت تحریک کا نام ہے جو قدیم صالح اور جدید نافع کا حسین امتزاج پیدا کرتی ہے اس کے پیش نظر محاضرات وخطبات اور بزم خطابت اور سلیمانی اسلامک کوئز، مناقشہ، برجستہ تحریری وتقریری مقابلہ، صحافت وکتابت کا طلباء کی انجمن جمعیۃ الاصلاح اہتمام کرتی ہے، جس سے طلباء خاطر خواہ فائدہ اٹھاتے ہیں، چونکہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں طلباء کی تعداد بہت زیادہ ہے. اس لئے کئی ہالوں میں مختلف انجمنوں کے تحت پروگرام ہوتے ہیں۔

انجمن الاصلاح خورد (رواق سلیمانی)

اس انجمن کے تحت عالی درجات کے طلبائے کے پروگرام ہوتے ہیں، اس انجمن کے کئی شعبے ہیں جس میں طلباء کو قیادت وسیادت کا فریضہ صحیح ڈھنگ سے انجام دینے کیلئے تیار کیا جاتا ہے اور سال بھر طلباء سرگرم عمل رہتے ہیں۔ اور تقریری وتحریری اسلامک کوئز، بیت بازی وغیرہ کے پروگرام ہوتے ہیں.

بزم خطابت علیا :

۵ راکتوبر ۲۰۰۰ء کو بزم خطابت علیا کا جلسہ بعنوان " اسلام امن کا حامل ہے دہشت گردی کا حامی نہیں"۔ مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں سید عطاء اللہ اول، عبدالرشید دوم، محمد نفیس خاں سوم اور راحل رضوان تشجیعی انعام کے مستحق قرار پائے ۔

بزم خطابت سفلی : مورخہ ۴ راکتوبر ۲۰۰۰ء

کو بزم خطابت سفلی کا جلسہ بعنوان "

" وہ نبوت ہے مسلماں کیلئے برگ حشیش

جس نبوت میں نہیں شوکت وقوت کا مقام "

مولانا علاء الدین صاحب ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا. جس میں ہارون رشید اول. محمد اعظم دوم اور محمد انصار بجنوری سوم آئے ۔

بزم سلیمانی علیا :

مورخہ ۷ راکتوبر ۲۰۰۰ء کو بزم سلیمانی علیا کا جلسہ بعنوان "مسلمان بادشاہوں کے دور حکومت میں غیر مسلموں کے ساتھ رواداری"۔ مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں سلمان نسیم اول راحل رضوان دوم اور محمد نفیس خاں سوم آئے ۔

بزم سلیمانی سفلی : مورخہ ۱۶ راکتوبر ۲۰۰۰ء

کو بزم سلیمانی سفلی کا جلسہ بعنوان "حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ایک مشن ایک دعوت ایک تحریک"۔ ڈاکٹر شبیر احمد ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں محمد اعظم اول. ہارون رشید دوم اور محمد عظمت اللہ سوم آئے۔

مقابلہ بزم صحافت :

بزم صحافت کے تحت سال بھر جداری پرچے نکلتے ہیں جس میں طلباء اپنی مافی الضمیر کو ادا کرتے ہیں اور اخیر سال میں سالانہ مقابلے بھی ہوتے ہیں، چنانچہ اس سال بھی ان کا مقابلہ ہوا جس میں "الصحوۃ الإسلامیۃ" ایڈیٹر ظہیر احمد اول، "نشان راہ" ایڈیٹر عبدالعلیم دوم، اور "نداء حق" ایڈیٹر عباد الحق سوم، اور ندوہ کا قدیم ترجمان "الندوہ" کے ایڈیٹر راقم سطور (محمد فرمان نیپالی) کو چوتھے انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔

جلسہ تقسیم انعامات :

مورخہ ۱۵ راکتوبر ۲۰۰۰ء کو جلسہ تقسیم انعامات مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں کامیاب ہونے والے طلباء کو انعامات سے نوازا گیا: اخیر میں صدر محترم نے فرمایا کہ آپ اپنی زندگی کو نافع بنائیں کیونکہ حدیث میں وارد ہے. "خیر الناس من ینفع الناس" مولانا محترم نے قرآن وحدیث، تاریخ اور تجربات ومشاہدات کی روشنی میں ایک پرمغز تقریر کی، صدر محترم کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا، جلسہ کی نظامت ناظم انجمن. برادرم شیخ احتشام الدین بجنوری نے کی ۔

انجمن الاصلاح المعہد العالی :

انجمن الاصلاح "المعہد العالی" کے تحت متوسط درجات کے طلباء کے پروگرام ہوتے ہیں جس میں طلباء اپنے اندر تقریری و تحریری صلاحیت کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ ان کی ہمت افزائی کیلئے یہ انجمن سالانہ مقابلے کا اہتمام بھی کرتی ہے جس میں طلبا ذوق و شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ اس سال کامیاب ہونے والے طلباء کی رپورٹ اس طرح ہے۔

● بزم خطابت :۔ مورخہ ۵ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ کو بزم خطابت کا جلسہ بعنوان

"سب کچھ اور ہے تو جس کو کچھ سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں"

مولانا محمد خالد صاحب ندوی غازیپوری کی صدارت میں ہوا، جس میں محمد عرفان احمد اول، محمد عارف نثار دوم، نعمان ظفر سوم آئے۔

● بزم سلیمانی علیا :۔ مورخہ ۷ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ کو بزم سلیمانی کا جلسہ بعنوان "تحریک شہیدین ایک جائزہ" مولانا علاء الدین صاحب ندوی کی صدارت میں ہوا جس میں سید صداقت علی اول، حفیظ اللہ نجال دوم، محمد نفیس الدین سوم انعام کے مستحق قرار پائے۔

● بزم سلیمانی سفلی :۔ مورخہ ۸ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ کو بزم سلیمانی سفلی کا جلسہ بعنوان "حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الندویؒ اپنی تصنیفات کے آئینہ میں" مولانا علاء الدین صاحب ندوی کی صدارت میں ہوا جس میں محسن عتیق اول، محمد خالد دوم، محمد نظام الدین سوم آئے۔

بیت بازی کا مقابلہ :

جیسا کہ یہ بات واضح ہے شعر کے اندر انسانی جذبات کی عکاسی جس ڈھنگ سے ہوتی ہے وہ نثر میں نہیں۔ اور اشعار کا یاد کرنا بمقابلہ نثر بہت آسان ہوتا ہے ان کے اندر وہ ادبی شہ پارے ہوتے ہیں جو لعل و گہر سے بھی نفیس و قیمتی ہوتے ہیں اس کے پیش نظر یہ انجمن شعر و شاعری کی بزم منعقد کرتی ہے طلباء نے اس سال بھی ذوق و شوق سے حصہ لیا جن کو چار ٹیموں میں تقسیم کیا گیا (۱) پہلی ٹیم علامہ اقبال: قائد: نظام الدین (۲) دوسری ٹیم مرزا غالب: قائد محمد عمر قریشی، (۳) تیسری ٹیم کلیم عاجز: قائد عارف نثار ہوبنی (۴) چوتھی ٹیم خمار بارہ بنکوی: قائد نسیم اختر

مورخہ ۳۰ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ کو بیت بازی کا مقابلہ مولانا محمد احمد ندوی بہرائچی کی صدارت میں ہوا جس میں اول الذکر دو ٹیمیں بالترتیب کامیاب ہوئیں۔

جلسہ تقسیم انعامات : اس انجمن کی آخری کڑی جلسہ تقسیم انعامات تھا جو ۲۵ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ کو زیر صدارت مولانا سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی منعقد ہوا جس میں کامیاب ہونے والے طلباء کو انعامات سے نوازا گیا۔ مہتمم صاحب دار العلوم کے پند و نصائح پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ جلسے کی نظامت فضیل اشرف ناظم انجمن نے کی۔

"انجمن الاصلاح معہد القرآن الکریم"

انجمن الاصلاح معہد القرآن الکریم کے تحت چھوٹے طلباء کے پروگرام ہوتے ہیں۔ ان کی دلجوئی کیلئے یہ انجمن سال بھر سرگرم عمل رہتی ہے اور اخیر سال میں سالانہ انعامی مقابلہ کا اہتمام کرتی ہے؛ چنانچہ حسب سابق اس سال بھی بیت بازی اور خطابت و سلیمانی کے انعامی مقابلے ہوئے۔

● بزم خطابت علیا :۔ مورخہ ۲ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو بزم خطابت علیا کا جلسہ بعنوان "ندوۃ العلماء کا پیغام امت مسلمہ کے نام" مہتمم دار العلوم مولانا سعید الرحمن الاعظمی الندوی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں برکات احمد اول، نظیر الہدیٰ دوم اور رضوان دانش سوم آئے۔

● بزم خطابت سفلی :۔ مورخہ ۷ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو بزم خطابت سفلی کا جلسہ بعنوان "عدل فاروقیؓ" مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں عبدالودود اول، محمد محتشم عالم دوم اور کلیم اللہ سوم آئے۔

● بزم سلیمانی علیا :۔ مورخہ ۲۸ ستمبر ۲۰۰۰ء کو بزم سلیمانی علیا کا جلسہ بعنوان "عہد حاضر میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش" مولانا محمد ابراہیم صاحب ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں محمد عیسیٰ اول، برکات احمد دوم، اور احمد اللہ بستوی سوم آئے

● بزم سلیمانی سفلی :۔ مورخہ ۲۹ ستمبر ۲۰۰۰ء کو بزم سلیمانی سفلی کا جلسہ بعنوان "حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھیؒ ایک مصلح و داعی" جناب قاری مشتاق احمد صاحب مہتمم مدرسہ عالیہ عرفانیہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر مربی الاصلاح مولانا شمس الحق ندوی بھی تشریف رکھتے تھے جس میں محفوظ الرحمن اول، نجیب اللہ دوم اور محمد حسان سوم آئے

● بیت بازی کا مقابلہ :۔ مورخہ ۳۱ اگست ۲۰۰۰ء کو بیت بازی کا مقابلہ ماسٹر سعید الدین صاحب لکھنوی کی صدارت میں ہوا جس میں خاصی تعداد میں طلباء نے حصہ لیا۔ اس کے تحت چار ٹیمیں تھیں، (۱) "النجم" قائد محمد قیصر عالم (۲) "البدر" قائد محمد عیسیٰ، (۳) "الھلال" قائد غلام سرور (۴) "القمر" قائد محتشم عالم نے مقابلہ میں حصہ لیا۔ اول الذکر دو ٹیمیں بالترتیب کامیاب ہوئیں۔

جلسہ تقسیم انعامات : کامیاب طلباء کو انعامات سے نوازنے کیلئے مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی کی صدارت میں جلسہ تقسیم انعامات منعقد ہوا، چنانچہ مولانا نے اپنے ہاتھوں سے کامیاب طلباء کو انعامات سے نوازا انھوں نے صدارتی کلمات میں فرمایا کہ یہ عمر کا مرحلہ بہت نازک ہے

تھوڑی سی چوک سے انسان پھسل جاتا ہے اور تھوڑی سی توجہ اور فکر ہو تو بلندیوں کے منارے نظر آتے ہیں
بالآخر صدر جلسہ کی دعاء پر جلسہ کا اختتام ہوا۔
جلسہ کی نظامت محمد ابوالحیات پورنوی نے کی۔

جمعیۃ الاصلاح کے مقابلے:

یہ دار العلوم ندوۃ العلماء کی بڑی الاصلاح ہے جس میں کئی ــ اسٹلوں کے طلباء کے پروگرام ہوتے ہیں اور پروگراموں کی نوعیت بھی مختلف ہوتی ہے، اس میں طلباء اپنی جہد پیہم کے ساتھ حصہ لیتے ہیں چنانچہ اس سال بھی الاصلاح نے یہ پروگرام منعقد کئے، جس میں طلباء نے نہایت ہی ذوق وشوق سے حصہ لیا۔

● بزم خطابت علیا:۔ مورخہ ۱۵ر۶ر ۱۴۲۱ھ کو بعنوان "مثال ماہ چمکتا تھا جس کا داغ سجود
خریدلی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی"
مولانا علاء الدین صاحب ندوی کی صدارت میں یہ جلسہ منعقد ہوا جس میں محمد اسعد حسین اول، محمد اسعد یوسفی دوم اور محمد اسرائیل سوم آئے۔

● بزم خطابت سفلی:۔ مورخہ ۱۵ر۶ر ۱۴۲۱ھ کو بعنوان "
"اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی"
مولانا علاء الدین صاحب ندوی کی صدارت میں یہ جلسہ منعقد ہوا۔ محمد ندیم اختر اوّل، محمد اسلم دوم اور سجاد کریم سوم آئے۔

● بزم سلیمانی علیا:۔ مورخہ ۱۶ر۶ر ۱۴۲۱ھ کو بعنوان "اسلام کا معاشی نظام" مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی کی صدارت میں یہ جلسہ منعقد ہوا جس میں مجیب الرحمٰن عتیق اوّل، محمد عامر بیگ دوم، اور محمد غلام بھیتی سوم آئے۔

● بزم سلیمانی سفلی:۔ مورخہ ۷ر۶ر ۱۴۲۱ھ کو بعنوان "حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ایک مصلح اور ایک داعی" مولانا نذر الحفیظ صاحب کی صدارت میں یہ جلسہ منعقد ہوا جس میں حبیب الدین اول، پرویز حیات دوم اور محمد اسلم سوم آئے۔

● بیت بازی کا مقابلہ:۔ شعر وشاعری

اگر صحیح مقصد کیلئے ہے تو عند اللہ شعراء ماجور ہوں گے خود نبی کریمؐ سے بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إن من الشعر لحكمة اسی کے پیش نظر الاصلاح بیت بازی کے مقابلے کا انعقاد کرتی ہے چنانچہ اس سال بھی یہ مقابلہ ہوا جس کے تحت چار ٹیمیں تھیں، پہلی ٹیم کلیم عاجز قائد سراج الہدیٰ، دوسری ٹیم مرزا غالب، قائد محمد زبیر احمد خاں رائے بریلوی تیسری ٹیم، علامہ اقبالؔ؛ قائد محمد مسلم پرتاپ گڈھی، چوتھی ٹیم، اکبر الٰہ آبادی؛ قائد مظہر علی ندوی، کے درمیان مقابلہ ہوا۔ بالآخر اوّل الذکر دو ٹیمیں بالترتیب کامیاب ہوئیں۔

برجستہ تحریری مقابلہ

طلباء کو مختلف موضوعات دے کر تیاری کرائی جاتی ہے پھر ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر کے اس موضوع پر ایک مقالہ لکھا یا جاتا ہے، چنانچہ اس سال بھی اس طرح کا مقابلہ ہوا عصر حاضر سے متعلق چند عناوین دیئے گئے پھر بعنوان "اردو صحافت ایک مختصر جائزہ" ایک مقابلہ ہوا جس میں محمد نفیس خاں رائے بریلوی اول مجیب الرحمٰن عتیق دوم اور شرف الدین سوم آئے۔

مقابلہ بزم صحافت

اس کے تحت سال بھر ۱۸ پرچے نکلتے ہیں جس میں طلباء اپنی تحریری صلاحیت کو جلا بخشتے ہیں اور اپنے کو دعوت الی اللہ کیلئے تیار کرتے ہیں سال کے اخیر میں ان کے سالانہ مقابلے ہوتے ہیں چنانچہ اس سال بھی ۷ار۶ر ۱۴۲۱ھ کو بزم صحافت کا مقابلہ ہوا جس میں "رشحات" اڈیٹر شعیب احسن اعظمی اول "گہر بار" اڈیٹر کفایت اللہ خاں دوم اور "عزب مومن" اڈیٹر عنایت اللہ وانی سوم آئے

ناظم ندوۃ العلماء کا خطاب

مورخہ ۲۵ر۶ر ۱۴۲۱ھ کو بعد نماز عشاء مسجد دار العلوم میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے دعوت کے موضوع پر نہایت ہی بلیغ انداز میں تقریر کی مولانا نے فرمایا کہ دعوت کا کام انبیاء کا کام ہے، یہ بہت اہم کام ہے ہم میں سے ہر ایک کو دعوت الی اللہ کیلئے بالکل تیار رہنا چاہیئے۔ تاکہ خدا کے سامنے معذرۃً الی ربکم والا فریضہ انجام دے سکیں۔ دعوت وتبلیغ کے بنیادی اصول وقوانین پر آپ نے تفصیل سے روشنی ڈالی۔

جلسہ تقسیم انعامات:

مورخہ ۲۳ر۶ر ۱۴۲۱ھ کو حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کی صدارت میں یہ جلسہ منعقد ہوا، جس میں ناظم ندوۃ العلماء نے اپنے ہاتھوں سے طلباء کو انعامات سے نوازا، اور مزید ترقی کی دعائیں کیں اور جلسہ کی نظامت برادرم محمد شاہد ندوی راجستھانی نے کی۔

مولانا نے مختصر مگر جامع تقریر کی جس میں آپ نے ہمت کے ساتھ کام لینے پر زور دیا۔ مولانا نے بطور استشہاد شاعر کا یہ شعر بھی پیش کیا ؎

اولوالعزمان دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر پاٹتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

مولانا نے فرمایا۔ آج یورپی ممالک میں محنت وجانفشانی کی انتہا ہے لیکن ہمارے نوجوان خواب خرگوش میں سو رہے ہیں۔ لہٰذا انہیں اس کے لئے تیار ہونا چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو ہمتی ثابت کرنا چاہیئے۔ اور مخالف طاقتوں سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم کے

دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ اس جلسے میں مربی الاصلاح مولانا شمس الحق صاحب ندوی کے علاوہ دیگر اساتذہ دار العلوم نے شرکت کی۔

شعبۂ النادی العربی

النادی العربی کا شعبہ دار العلوم ندوۃ العلماء کی تمام سرگرمیوں میں خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اسکے تحت عربی زبان پر قدرت اور خطابت وکتابت اور ثقافت نیز قرآن فہمی اور عربی کتب بینی پر بھی زور دیا جاتا ہے، النادی العربی کی مختلف اللجنات میں جن میں اللجنۃ الثقافیۃ، اللجنۃ الصحافیۃ اور اللجنۃ الخطابیۃ بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔

اللجنۃ الثقافیۃ کے تحت ہونے والے مقابلے کچھ اس طرح ہیں؛

۱۔ مسابقۂ کتابت: - مورخہ ۱۰ر۲ر ۱۴۲۱ھ کو متعینہ تین عناوین کے تحت مقابلہ ہوا۔[۱] مصطفی لطفی منفلوطی وأفکارہ آراء الحضارۃ الغربیۃ (۲) الأفکار الغربیۃ التی تتعرض مع الأنظمۃ الإسلامیۃ (۳) سماحۃ العلامہ الندوی شاہد القرن وخصائصہ الدعویۃ والادبیۃ۔ اس مسابقہ میں سلمان نسیم اول، نفیس عبد الرب دوم، نفیس خاں سوم اور احمد صہیب صدیقی چہارم آئے۔

۲۔ مسابقۂ عربی اسلامک کوئز:

۱۵ر جمادی الأخری ۱۴۲۱ھ کو السیرۃ النبویۃ اور قصص النبیین خاص کو متعین کرکے سوالات بنائے گئے اور سوالات وجوابات کا ایک جلسہ مولانا محمد ابراہیم ندوی کی صدارت میں ہوا جس میں محمد انیس الرحمن اوّل محمد راشد دوم اور اخلاق احمد سوم اور محمد ساجد چہارم آئے

۳۔ عربی مناقشہ کا مقابلہ (مسابقۃ النقاش العربی)

۸ر جمادی الأخری ۱۴۲۱ھ کو بعنوان "أی طریق أفضل لتغلیب دین اللہ السیاسۃ أم سلاح القوۃ الایمانیۃ" مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس صاحب ندوی کی صدارت میں ایک مناقشہ ہوا جس میں دونوں ٹیموں نے مدلل انداز میں اپنے مافی الضمیر کو ادا کیا اور "السیاسۃ" والی ٹیم جس کے قائد سلمان نسیم تھے اول، اور سلاح القوۃ الایمانیۃ جس کے قائد عبد الرشید تھے دوم آئی۔

۴۔ مساجلہ شعریہ (عربی بیت بازی)

عربی ادب سے ذوق پیدا کرنے کیلئے اللجنۃ الثقافیۃ سالہا سال سے یہ بزم منعقد کرتی ہے چنانچہ اس سال بھی یہ بزم منعقد ہوئی۔ شرکاء کی تعداد (۱۲۰) تھی جن کو چار ٹیموں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ پہلی ٹیم کعب بن مالک قائد سہیل اختر امان اللہ، دوسری ٹیم حسان بن ثابت قائد: ابو ریحان، تیسری ٹیم کعب بن زہیر قائد سلمان نسیم، چوتھی ٹیم عبد اللہ بن رواحہ قائد عبد الرشید کے درمیان مقابلہ ہوا۔ بالآخر اوّل الذکر دو ٹیموں نے بالترتیب کامیابی حاصل کی۔

اللجنۃ الصحافیۃ کے مقابلے؛

اللجنۃ الصحافیۃ کے تحت سات جداری پرچے نکلتے ہیں جو سال بھر اپنی دیدہ زیب تزئین کاری اور بہترین مضامین کے ساتھ آویزاں کیے جاتے ہیں اخیر سال میں ان کا بھی سالانہ مقابلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سال بھی یہ مقابلہ ہوا جس میں "النادی العربی" جس کے ایڈیٹر آصف نسیق ندوی ہیں اول، "الشباب المسلم" جس کے ایڈیٹر امتیاز احمد ہیں دوم "الاعتصام" ایڈیٹر محمد شاکر فرخ ہیں سوم، اور "الضیاء" ایڈیٹر راقم سطور (محمد فرمان نیپالی) چہارم انعام کے مستحق قرار پائے۔

اللجنۃ الخطابیۃ کے تحت ہونے والے مقابلے

• **بزم خطابت علیا:** - مورخہ ۶ر۷ر ۱۴۲۱ھ بزم خطابت علیا کا جلسہ "برجستہ" عنوان کے تحت مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی کی صدارت میں ہوا۔ جس میں عبد الرشید اوّل محمد اسعد مدھوبنی دوم اور سہیل اختر امان اللہ سوم آئے۔

• **بزم خطابت وسطیٰ:** - مورخہ ۱۲ر۷ر ۱۴۲۱ھ کو بزم خطابت وسطیٰ کا جلسہ بعنوان "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا" مولانا محمد ابراہیم ندوی کی صدارت میں ہوا، جس میں محمد اعظم اوّل، محمد عظمت اللہ دوم، عظمت اللہ اعظمی سوم، محمد ہارون رشید چہارم آئے۔

• **بزم خطابت سفلیٰ:** - مورخہ ۶ر۷ر ۱۴۲۱ھ کو بزم خطابت سفلیٰ کا جلسہ بعنوان "وأعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ" مولانا علاء الدین ندوی کی صدارت میں ہوا جس میں عبد الودود اوّل محمد عیسیٰ دوم، محمد حسنین سوم اور ازھر حسین تشجیعی انعام کے مستحق قرار پائے۔

جلسہ تقسیم انعامات: - ۲۳ر رجب المرجب ۱۴۲۱ھ کو کامیاب طلباء کو انعامات سے نوازنے کیلئے ایک جلسہ تقسیم انعامات منعقد ہوا جس کی صدارت مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء نے کی، چنانچہ کامیاب طلباء کو انعامات سے نوازا گیا۔ صدر جلسہ نے اپنی صدارتی تقریر میں وقت کی قدر کرنے، اس سے فائدہ اٹھانے پر زور دیا جس کی ترجمانی میں مولانا شمس الحق ندوی ایڈیٹر تعمیر حیات لکھنؤ کے الفاظ میں کرتا ہوں، جو انھوں نے عالیہ رابعہ کے طلباء کو بطور وصیت ونصیحت لکھے ہیں کہ زندگی برف کے مانند ہے جو ہر لمحہ پگھل رہی ہے اگر برف بیچنے والے نے وقت سے فائدہ نہ اٹھایا اور برف بیچنے میں جلدی نہ کی تو اس کے روپیے ضائع ہو جائیں گے۔ مولانا نے فرمایا یہی حال اصل زندگی مستعار کا ہے لہٰذا آپ اپنے مقام ومنصب کو پہچانئے اور زندگی مستعار سے فائدہ اٹھائیے۔ ایڈیٹر تعمیر حیات نے یہ شعر لکھا ہے ع

قیمت عمر حیات کی تو دام دام لے
بہار ہو کہ خزاں دونوں سے کام لے

اخیر میں صدر جلسہ کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا جلسہ کی نظامت تنویر عالم الأمین العام النادی العربی

نے کی اور اللجنۃ الثقافیۃ والصحافیۃ کے معتمد محمد آصف لیثی ندوی نے بھی بزم کو بہتر بنانے میں اچھا کردار ادا کیا۔

کلیۃ الشریعۃ واصول الدین کے تحت ہونے والے مسابقے ،

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مختلف شعبہ جات ہیں جن میں کلیۃ الشریعۃ واصول الدین اور کلیۃ اللغۃ العربیۃ وآدابہا کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان کے تحت تفسیر وحدیث اور فقہ اور زبان وادب پر مقالہ کی شکل میں مقابلے ہوتے ہیں جس میں طلباء عربی زبان میں مقالے تیار کرتے ہیں اور انعامات کے مستحق قرار پاتے ہیں چنانچہ اس سال بھی تفسیر وحدیث کے مقابلے ہوئے جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

مسابقۃ تفسیر علیا:۔ مورخہ ۲۸/۱/۱۴۲۱ھ کو بعنوان " منہج الإمام الشوکانی فی ذکر الروایات فی فتح القدیر " پر مسابقہ تفسیر ہوا جس میں محمد حبیب الرحمٰن عتیق اول، اور احمد الیاس نعمانی دوم آئے ۔

مسابقۃ تفسیر وسطیٰ:۔ ۲۸/۱/۱۴۲۱ھ کو بعنوان " منہج الإمام ابن کثیر فی تفسیرہ " پر مسابقہ ہوا جس میں شعیب حسنین اول، عنایت اللہ دوانی دوم اور محمد عابد کریم سوم آئے ۔

مسابقۃ تفسیر سفلیٰ:۔ ۲۸/۱/۱۴۲۱ھ کو "تفسیر سورۃ الاخلاص" کے عنوان سے یہ مسابقہ ہوا جس میں محمد ساجد اول، محمد عظمت اللہ گیاوی دوم اور محمد طاہر حسان سوم آئے ۔

مسابقۃ حدیث

مسابقہ حدیث علیا:۔ مورخہ ۲۸/۱/۱۴۲۱ھ کو "تعریف بکتب الجرح والتعدیل" کے موضوع پر یہ مسابقہ ہوا جس میں حبیب الرحمٰن عتیق اول، محمد عاشق صدیقی دوم اور عبدالحلیم عالیۃ ثالثہ ادب سوم آئے ۔

مسابقۃ حدیث وسطیٰ: مورخہ [illegible] کو بعنوان " شرح عشرۃ احادیث من کتاب البیوع " یہ مسابقہ ہوا جس میں عنایت اللہ دوانی اول، محمد شجاعت دوم اور سید محمد طارق سوم آئے،

مسابقۃ حدیث سفلیٰ:۔ مورخہ ۱۲/۱/۱۴۲۱ھ کو " تعریف بشروح ریاض الصالحین " کے عنوان سے یہ مسابقہ ہوا جس میں محمد ساجد اول، محمد منت اللہ دوم اور محمد عیسیٰ سوم آئے ۔

جلسہ تقسیم انعامات: مورخہ ۵/۲/۱۴۲۱ھ

کو کامیاب طلباء کو انعامات سے نوازنے کیلئے یہ جلسہ مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں صدر جلسہ نے پہلے کلیۃ الشریعۃ کے سرپرست مولانا سید سلمان حسینی ندوی اور اسکے منتظم محمد ہارون رشید صاحب ندوی کی خدمات کو سراہا اور فرمایا کہ یہ ایک اچھا اقدام ہے جو طلباء کو اچھا بنانے کیلئے اختیار کیا گیا۔ مولانا نے بڑے بڑے صحابیوں اور ادیبوں کے تعلق سے فرمایا کہ انہوں نے ابتدائے تعلیم میں بہت محنت کی اسی وجہ سے آج ان کے نام پوری دنیا میں لئے جاتے ہیں، مولانا نے علامہ اقبالؒ کے اس شعر پر اپنی صدارتی تقریر کو ختم کیا۔ ؎

تو ہما کا ہے شکاری ابھی ابتدا ہے تیری
نہیں مصلحت سے خالی یہ جہانِ مرغ و ماہی

تقریب ختم ترمذی شریف

چونکہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کا نصاب عالمیت وفضیلت دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اور عالمیت کا نصاب گو فضیلت کی طرح مکمل نہ سہی لیکن اس میں بھی جامعیت کے ساتھ اس کی پوری رعایت رکھی گئی ہے کہ اس کو پڑھ کر فارغ ہونے والا کسی بھی علم وفن میں زیادہ سے زیادہ ترقی کر سکتا ہے خواہ تفسیر ہو یا حدیث فقہ و فتاویٰ ہو یا تاریخ وادب

اس لئے اکابر ندوۃ العلماء نے عالمیت کے آخری سال میں مکمل جامع ترمذی شریف کو داخل کیا ہے اور بقیہ صحاح کے منتخب ابواب بھی داخل نصاب ہیں چنانچہ ۲/رجب ۱۴۲۱ھ کو ناظم ندوۃ العلماء کی صدارت میں ختم ترمذی کی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں ناظم ندوۃ العلماء نے ترمذی جلد دوم کی آخری حدیث " إنّ اللّٰہ أذھب عنکم عُبِّیّۃ الجاھلیۃ وفخرھا بالآباء مؤمن تقی وفاجرٌ شقی والناس بنو آدم وآدم من تراب " پر کتاب وسنت اور تاریخ کی روشنی میں ایک مدلل تقریر کی اور حدیث وتدوین حدیث کے مقاصد کی بھی وضاحت کی۔ اور بتایا کہ کمال کا اصل معیار تقویٰ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری ہے ان اکرمکم عند اللہ أتقاکم "۔ اسی مناسبت سے ناظم ندوۃ العلماء نے سند روایت کی اجازت بھی طلباء عالیہ رابعہ شریعہ وادب و رع کو دی اور سند میں مرقوم ترمذی جلد اول کی پہلی حدیث " لا تقبل صلوٰۃ بغیر طھور ولا صدقۃ من غلول " پر بھی سیر حاصل بحث کی ترمذی جلد ثانی کی آخری حدیث کی عبارت خوانی برادرم احتشام الدین نے اور سند کی عبارت خوانی برادرم محمد عمران سیوانی اور محمد اسعد دھوبنی نے کی۔ مولانا محمد زکریا سنبھلی کی دعا پر تقریب ختم ہوئی۔

الوداعیہ جلسہ

۲/ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ کو فضیلت دوم کے طلباء کا ایک الوداعیہ جلسہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کی صدارت میں ہوا۔ جس میں فضیلت اول کے طلباء نے اپنے رخصت ہونے والے بھائیوں کو پیغام دیا۔ اسی طرح رخصت ہونے والے بھائیوں نے اپنے احساسات وجذبات اور تأثرات کا اظہار کیا۔

اخیر میں صدر جلسہ حضرت ناظم صاحب نے بالخصوص

فضیلت دوم کے طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ جہاں کہیں بھی رہیں اپنی شان اور اپنی عظمت کا خیال رکھیں۔ آپ نے تعلیم کا ایک مرحلہ روایتی طور پر طے کر لیا ہے آپ کو مطالعہ کتب کی کنجی عطا کر دی گئی ہے لہٰذا اسی پر بس نہ کریں بلکہ پیچ پیچ تالوں کو اس سے کھولتے چلے جائیں۔ اور دعوت دین کی راہ میں ہر قسم کی تکلیفوں کو انگیز کریں کیونکہ یہی وہ سرمایہ ہے جو انسان کو منزل مقصود تک پہونچاتا ہے۔

اس جلسہ میں مہتمم دارالعلوم مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مفتی محمد ظہور ندوی، پروفیسر محمد اجتباء ندوی اور مولانا سید محمد واضح رشید ندوی وغیرہ نے بھی شرکت کی۔

مولانا سید سلمان حسینی ندوی کا محاضرہ :

مذکورہ پروگراموں سے قبل النادی العربی کے تحت ایک جلسہ ۱۰ رجمادی الثانی ۱۴۲۱ھ کو بعنوان "کونوا ربانیین" بعد نماز مغرب جمالیہ ہال میں منعقد ہوا۔ طلباء کی ایک بڑی تعداد ہال کے باہر کھڑی تھی۔ مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک وقیع محاضرہ دیا۔ مولانا نے فرمایا کہ ربانیین کا مطلب حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حکماء فقہاء اور علماء سے بیان کیا ہے۔ مولانا نے پرزور انداز میں کہا کہ ہم میں سے ہر ایک کو اس تشریح کے مطابق تیار ہونا چاہیے۔ تاکہ ہم قیادت و سیادت کا فریضہ انجام دے سکیں۔

ناظم ندوۃ العلماء کا خطاب :

امسال علیا، عالیہ، ثانویہ اور خصوصی درجات میں سال گذشتہ سالانہ امتحان میں اچھے نمبرات حاصل کرنے والوں کیلئے تقسیم انعامات کا ایک جلسہ مورخہ ۲۶ رجمادی الثانی ۱۴۲۱ھ کو بوقت ۱۰ بجے دارالعلوم کی مسجد میں منعقد ہوا جس میں ناظم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے ممتاز طلباء کو انعام دیا۔ اس کے بعد آپ کا ایک ایمان افروز خطاب ہوا جس میں آپ نے فرمایا کہ لوگ فکر آخرت کو عوام سے متعلق سمجھتے ہیں حالانکہ طلباء اور خواص اہل علم کیلئے بھی۔ بہت ضروری ہے فکر آخرت ہی سے تعلیم و تعلم میں طبیعت لگتی ہے۔ مولانا نے گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا کہ وقت کی برق رفتاری کا کوئی حساب نہیں ابھی ابتدائے سال میں ہماری تعلیم کا آغاز ہوا لیکن وقت کے ختم ہونے میں تاخیر نہیں لگی۔ لہٰذا وقت کو غنیمت جانیں۔

کامیاب طلباء کے اسماء

درجات علیا :

اوّل	عبدالرشید	پانچ ہزار	۵۰۰۰
دوم	شکیب احمد	تین ہزار	۳۰۰۰
سوم	محمد سراج الہدیٰ	دو ہزار	۲۰۰۰

درجات عالیہ :-

اوّل	شعیب حسنین	تین ہزار	۳۰۰۰
دوم	شیخ احتشام الدین بھنوری	دو ہزار	۲۰۰۰
سوم	مجیب الرحمٰن	ایک ہزار	۱۰۰۰
تشجیعی انعام	سلمان نسیم	ڈیڑھ ہزار	۱۵۰۰

درجات ثانویہ :-

اول	محمد عیسیٰ	دو ہزار	۲۰۰۰
دوم	محمد انس	ڈیڑھ ہزار	۱۵۰۰
سوم	محمد زبیر احمد	ایک ہزار	۱۰۰۰

درجات خصوصی :-

اول	سید فرحان واحد	دو ہزار	۲۰۰۰
دوم	شاہنواز کشمیری	ڈیڑھ ہزار	۱۵۰۰
سوم	کوثر ندیم	ایک ہزار	۱۰۰۰

رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے سنگِ بنیاد

دینی اور عصری تعلیم کے میدان میں دار العلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاج تعارف نہیں۔ اس نے اپنے قیام کے روز اول سے لیکر اب تک گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دور نظامت میں اس نے ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہندو بیرون ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ اور قیام گاہوں کی تنگی کے ... بعد دار العلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دار العلوم ندوۃ العلماء سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع سکروری ... روڈ) لکھنؤ میں ایک وسیع آراضی حاصل کر کے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کر دیا گیا تھا جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ... درجات کی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

لیکن طلباء کیلئے دار الاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی۔

الحمد للہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر دار العلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے مؤرخہ ۲۷ جولائی ۲۰۰۰ء کو رکھا۔

معہد دار العلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں دس طلباء سہولت کے ساتھ قیام کر سکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح "رواق مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی پوری عمارت میں چار سو طلباء اور چار نگراں حضرات کیلئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

تقریب سنگ بنیاد کے اس موقع پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء، مولانا عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء، ... وصی احمد صدیقی معتمد مال ندوۃ العلماء، مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء، مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صدر کلیۃ الشریعہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے علاوہ دار العلوم کے اساتذہ کرام، شہر کے معززین، اہل علم اور دانش ور حضرات نے خاصی تعداد میں شرکت کی۔

بفضلہ تعالیٰ "رواق مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ امید ہے کہ اہل خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے وہ دار الاقامہ کی اس تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)

محبّت ہی ہماری بیماریوں کا علاج ہے

جو کچھ ہماری مصیبتیں ہیں وہ ہمارے ہی ہاتھوں کی لائی ہوئی اور ہماری اخلاقی پستی کا نتیجہ ہیں ہم سے پہلے جو قومیں دنیا میں تباہ ہوئیں۔ان پر کسی مرض یا وبا سے تباہی نہیں آئی بلکہ وہ اپنے اخلاق کی خرابی، دولت پرستی اور کیرکٹر کی گراوٹ سے تباہ ہوئیں سیاسی پارٹیاں چاہے جو مرض اور بیماری بتلائیں مگر میں تو یہی کہتا ہوں کہ اصلی بیماری انسانیت کی تباہی اور اخلاقی پستی ہے

آج انسان کی ہوس اتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ چاہے ایک سیر نہ کھا سکے مگر اپنے پاس ایک من دیکھنا چاہتا ہے، یہ آنکھوں کی ہوس کبھی پوری نہیں ہو سکتی، آج فرضی ضرورتوں کی فہرست اتنی طویل ہو چکی ہے کہ جس کی تعمیل کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ ہماری ضرورتوں کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے مگر اللہ نے یہ ذمہ نہیں لیا کہ آپ چار موٹروں کی ہوس کریں، آپ سینما کی ہوس کریں، آپ روپیہ جمع کرنے کی ضرورت سمجھیں۔اگر آج انسانوں میں سکون پیدا ہو سکتا ہے، اگر زندگی بہتر بن سکتی ہے تو راستہ صرف یہ ہے کہ ایک اچھا قانون تلاش کریں۔

ہماری مصیبتیں، ہماری پریشانیاں ہمیں اس بات پر خود مجبور کرتی ہیں کہ ہم مذہب کو اپنائیں، آپ کب تک ضد کریں گے،اور کب تک اپنی آنکھوں میں خاک ڈالے رہیں گے۔ آخر آپ کو اس بے لطف اور تلخ زندگی کا چسکا کب تک پڑا رہے گا، آج میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ کوئی قانون اور کنٹرول انسانوں کو بداخلاقی اور جرائم سے نہیں روک سکتا، بلکہ خدا کا خوف، اس کا مذہب سے تعلق، انسانوں سے محبت ہی ہماری بیماریوں کا واحد علاج ہے آج افسوس یہ ہے کہ اس لمبے چوڑے ملک میں جس میں کروڑوں انسان بستے ہیں،اور بڑے سے بڑے انسان ہیں جو ہمارے لئے قابل فخر ہیں مگر اخلاقی کمزوریوں کو دور کرنے اور روحانی اور انسانی زندگی کو رواج دینے کے لئے کوئی تحریک اور جماعت نہیں نظر آتی ۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۵ نومبر ۲۰۰۰ء
سالانہ ۱۳۰ روپے
فی شمارہ ۶ روپے
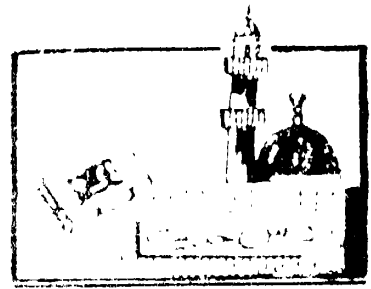
قصوں اور گذشتہ قوموں کے حالات بیان کر کے تعلیم دینے کا انداز

تحریر: شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ ——— ترجمہ: شمس الحق ندوی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے سامنے اکثر ایسا ہوتا کہ قصوں اور گذشتہ قوموں کے حالات و واقعات بیان فرماتے جس کا سننے والوں پر بہت گہرا اثر پڑتا اور اس طرح ان کے ذہن کو بہتر طریقہ ہوتا جاتا اس لئے کہ سامعین بڑی توجہ اور پوری بیداری کے ساتھ ان قصوں اور حالات کو سنتے جس کا دل اور گوش شنوا پر بہت بہتر اثر پڑتا اس لئے کہ اس میں مخاطب کو کرنے نہ کرنے کا کوئی حکم نہ ہوتا بلکہ دوسروں کے حالات بیان فرما کر ان کو سبق ملتا اور نصیحت حاصل ہوتی۔ نمونہ سامنے آتا اور اقتدا کا احساس از خود بیدار ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں یہی انداز بیان پیش فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے (وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك) (اے محمد) اور پیغمبروں کے وہ سب حالات جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں ان سے ہم تمہارے دل کو قائم رکھتے ہیں (سورہ ھود: ١٢٠)

اسی انداز کی حدیث درج ذیل ہے جس کو مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ایک شخص اپنے بھائی سے جو دوسرے گاؤں میں رہتا تھا ملاقات کو چلا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کو لگا دیا۔ جب فرشتہ اس شخص کے پاس آیا تو سوال کیا تم کہاں جا رہے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا۔ اس گاؤں میں میرا ایک بھائی رہتا ہے اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتہ نے سوال کیا کیا اس کے پاس تمہاری کوئی جائداد وغیرہ ہے جس کو دیکھنے اور نگرانی کی غرض سے جا رہے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا نہیں ایسا کوئی مقصد نہیں ہے۔ اس سے اللہ واسطے محبت کرتا ہوں اس محبت ہی کے سبب اس سے ملنے جا رہا ہوں۔ یہ جواب سن کر اس فرشتہ نے کہا! مجھے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بھائی سے محبت کے سبب تم سے محبت فرماتا ہے۔

اسی انداز سے تعلیم دینے کا آپ کا وہ طریقہ بھی ہے جس حدیث میں آپ نے جانوروں پر رحم کرنے اور ان کا خیال رکھنے کی تعلیم دی ہے اور ان کو تکلیف پہونچانے اور ستانے پر عذاب خداوندی سے ڈرایا ہے۔

بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک شخص سفر کر رہا تھا۔ دوران سفر اس کو بہت زور کی پیاس لگی اس کو ایک کنواں ملا وہ کنویں میں اتر گیا پانی پیا پھر باہر نکل آیا اچانک کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے۔ اور (پیاس کی شدت میں) کیچڑ چاٹ رہا ہے، یہ منظر دیکھ کر اس آدمی نے اپنے دل میں کہا یہ کتا بھی پیاس کی شدت کی اسی تکلیف میں مبتلا ہے جس میں میں تھا۔ چنانچہ وہ دوبارہ کنویں میں اترا اور اپنے خف میں پانی بھرا اور اس کو اپنے منھ سے پکڑ لیا یہاں تک کہ اوپر آگیا اور کتے کو پانی پلایا۔ اس کی یہ ادا اللہ تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ اس کی مغفرت فرما دی۔

یہ واقعہ سن کر صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ کے رسول! کیا جانوروں پر رحم کرنے اور ان کو آرام پہنچانے سے ہم کو ثواب ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا: (ہر جاندار چیز کو آرام پہونچانے میں ثواب ہے)

بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ایک کتا سخت پیاس کی وجہ سے جاں بلب ایک کنویں کے گرد چکر لگا رہا تھا کہ اتنے میں بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کی اس پر نظر پڑی اس نے اپنا خف نکالا اور دوپٹہ سے باندھ کر اس کے ذریعہ پانی نکالا۔ اور یہ پانی اس کتے کو پلا دیا اس کے اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کی مغفرت فرما دی۔

بخاری و مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا۔ اس عورت نے اپنی بلی کو باندھ دیا۔ یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ اس کے سبب اس عورت کو جہنم میں ڈال دیا گیا۔ چونکہ اس نے بلی کو باندھ دیا اور اس کو کھانا دیا نہ پانی دیا نہ ہی اس کو چھوڑا کہ کچھ کھائے پیئے۔ لہذا عذاب دیا گیا۔ بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " پالنہ کے اندر صرف تین بچوں نے بات کی ہے"

١ عیسیٰ بن مریم۔

٢ صاحب جریج: جریج ایک عبادت گذار شخص تھے انھوں نے اپنے لئے عبادت کی خاطر ایک جگہ متعین کر لی تھی وہیں عبادت و نماز میں مشغول رہا

(باقی ص ٣ پر)

تعمیر حیات

پندرہ روزہ | لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۸ | ۲۵/ نومبر ۲۰۰۰ء .... مطابق .... ۲۸/ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ | شمارہ نمبر ۲

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ 130/= روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

گذارش

خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے
(منیجر)

زر تعاون

سالانہ ---=/۱۳۰ روپے
فی شمارہ ---------=/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک .... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ...... ۱۵ ڈالر
☆☆☆

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر کتابت مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیرون ملک نمائندے

نمائندہ	ملک
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P O Box No 842, Madina Munawwara (K.S.A.)	مدینہ منورہ
Mr. M. AKRAM NADWI O C I S , St Cross College, Oxford Ox1 3TU-U K	برطانیہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P O Box 388, Vereninging,(S Africa)	ساؤتھ افریقہ
Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P O Box No 10894, DOHA-QATAR	قطر
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P O Box No 12525, DUBAI (U A E) P.H. NO: — 3970927	دبئی
Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H No 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)	پاکستان
Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 38-Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U S A)	امریکہ

Internet Web-site: http://nadwa.virtualave.net
e-mail address: airp@lw1.vsnl.net.in

اداریہ

شمس الحق ندوی

مسلمانوں کو
اپنے اندرونی حالات درست کرنے کی ضرورت

کوئی شخص آنکھوں کے سلامت ہونے اور بینائی کے پورے طور پر کام کرتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کر کے چلے اور جب ٹھوکر لگے تو شور مچائے کہ کون نالائق آدمی ہے جس نے ہمارے راستہ میں پتھر رکھ دیا اس کو کچھ تو دوسروں پر رحم آنا چاہئے، اتنے میں کوئی اس کو چپت مار دیتا ہے یہ شور مچاتا ہے لوگو دیکھو یہ کون ہے، جو ہم کو مار کر بھاگ گیا، یہ کوئی انسانیت ہے؟ پھر بھی وہ آنکھ بند کر کے ہی چل رہا ہے، چلتے چلتے پاؤں ایک بیٹھے ہوئے کتے پر پڑ گیا، کتا بہر حال کتا ہے پاؤں دبا اور اس نے کاٹ کھایا، ارے لوگو! دوڑو کتے نے مجھے کاٹ لیا، لوگ انسانیت سے کتنے دور ہو گئے ہیں، کتا پال کر آزاد چھوڑ دیتے ہیں، اس کی کوئی فکر نہیں کرتے کہ کسی کو کاٹے، یہ شخص بڑبڑاتا ہوا بڑھ رہا تھا کہ ایک دیوار سے سر ٹکرایا اور غش کھا کے گر پڑا اب تو اس کی چیخ پکار نے ہنگامہ بپا کر دیا، اور نہایت بری بری گالیوں کے شور کے ساتھ کہنا شروع کیا لوگ کیسے پاگل ہو گئے ہیں کہ راستہ میں دیوار بنا دیتے ہیں۔

مسلمانوں کا حال اس وقت کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے، ان کو ایمان وعقیدۂ آخرت کی بدولت قرآن، حدیث اور اسوۂ رسولؐ کی صورت میں جو نور ہدایت کی آنکھیں ملی ہیں، ان سے آنکھیں بند کر کے وہ زمانہ کی فتنہ سامانیوں میں گم ہیں اور اس کے نتیجہ میں مسلمان ہونے کے سبب ان کو اللہ تعالیٰ سے جو خصوصی ربط وتعلق ہے اس تعلق کی بنا پر ان پر اللہ تعالیٰ کی جو نوازشات ہونی چاہئے تھیں اس سے انھوں نے اپنے کو محروم کر لیا ہے، اس لئے کہ مسلمانوں کے ساتھ دولت ایمان کی وجہ سے اللہ کا معاملہ دوسرا ہے۔ ان کے ایمان کے تقاضہ اور اس کے احکام کے ذرا سے انحراف وبے راہ روی پر فوراً پکڑ ہو جاتی ہے۔ اور ان کو فرمان خداوندی "مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ" کے مطابق سزا ملتی ہے۔

اس وقت مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ اپنے اصل سرمایہ پر نظر کرنے اور اس کو حرز جان بنانے بجائے کہ جس سے مسلمان معاشرہ میں انسانیت، پیار ومحبت، حسن اخلاق وکردار، ایک دوسرے سے تعاون اور اعتماد کا پرکشش اور سکون بخش ماحول نظر آئے جو دوسری قوموں کو اپنی طرف کھینچے اور ان کو یہ معاشرہ سکون قلب اور راحت جان کا ایک دلآویز سائبان وشامیانہ معلوم ہو، اور اس کی طرف بڑھنے اس کی تمنا وآرزو کرے، مسلمان ایسا نہ کر کے دوسروں کی نقالی کے دام فریب میں پھنس کر صرف شکوہ شکایت اور اپنے زوال پسماندگی کے اسباب ان قوموں کے افکار ونظریات کو اپنانے سے دوری کو قرار دے رہے ہیں، جو خود انسانوں اور انسانیت کی تباہی کا پیش خیمہ بن رہے ہیں۔

اس وقت مسلمانوں کا بالکل وہی حال ہے جس کی تمثیل سے اس مضمون کی ابتدا کی گئی ہے، مسلمانوں کو انسانیت کی دائمی ہدایت کا، قرآن وسنت اور اسوۂ رسولؐ کی صورت میں جو دستور حیات ملا ہے اور وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اگر وہ اس کو اپنانے اور اپنی سوسائٹی میں رواج دینے کا کام کرتے تو شکوہ شکایت کی

نوبت بہت کم آتی، بلکہ بہت ممکن تھا کہ آج کی جلتی بھنتی دنیا سے پریشان قومیں بھی اسی طرف دوڑتیں۔

اگر مسلمان شریعت اسلامی پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہو جائیں تو کتنے مسائل ہیں جن کے لئے ان کو حکومت سے اپیل واحتجاج کی ضرورت پیش آئے، کیا اس حقیقت سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان اگر قرآن وحدیث کی روشنی میں زندگی گذارتے تو عدالتوں میں کوئی ایک بھی مسلمان نظر آتا اور اگر ایسا ہوتا تو کیا دوسری قوموں کو اسلام کی حقانیت اور اس کے دین رحمت ہونے میں کوئی ادنیٰ شبہ ہوتا۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں نے اپنے اصول وتعلیمات کو چھوڑ کر ذلت ورسوائی کو اپنے سر خود مسلط کیا ہے اور شکوہ دوسروں سے ہے۔

کسی جمہوری ملک میں اگر اپنے کچھ حقوق تلف ہورہے ہوں، ملکی قانون میں ہمارے کچھ شعائر پر آنچ آتی ہو یا کوئی ایسی پالیسی سامنے آتی ہو جس سے ہماری دینی اقدار اور آنے والی نسلوں کا ایمان وعقیدہ خطرہ میں پڑتا ہو تو حقوق کا باوقار طریقہ پر افہام وتفہیم کے انداز میں حقائق کو واضح کرکے اس کی افادیت کو کھول کر بیان کرکے اپنے حقوق اور دینی وملی تشخص کی بقاء کے لئے مطالبہ اور شکوہ ہمارا جمہوری حق ہے نہ اس سے انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس میں ذرا بھی غفلت اور سستی جائز وروا ہے۔

لیکن اس سے بھی زیادہ حقیقت کے آئینہ میں دیکھنے اور فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ وہ کتنے کام ہیں جن کو ہم خود کرسکتے ہیں اور نہیں کرتے اور جن کے نہ کرنے ہی سے بہت سے مسائل پیدا ہوئے ہیں اگر ان پر عمل ہوتا تو شاید یہ نوبت نہ آتی، من حیث القوم ہمارے آپس کے تعلقات کیسے ہیں ہماری خاندانی لڑائی جھگڑے اعزہ واقربا سے قطع تعلقات، حقوق العباد کی ادائیگی میں نہ صرف کوتاہی بلکہ کبھی حق تلفی میں کسی ملکی یا غیر اسلامی قانون کا کیا دخل ہے؟

مسلمان امتِ دعوت ہیں جن کا کام قوموں کی رہنمائی وپیشوائی ہے لیکن جب ہم خود اپنے سرمایہ سے خالی ہاتھ ہو جائیں اور دوسری قوموں کی طرح شتر بے مہار (بے نکیل کا اونٹ) کی زندگی گذارنے لگیں تو ہماری عزت کون کرے گا۔

ہمیں اپنے اندر تبدیلی لانے اور ہمیں خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی فکر کرنی چاہئے اور اپنا وہ مقام پیدا کرنا چاہئے جس سے دوسری قومیں محروم ہیں، عزت وسربلندی مانگنے سے نہیں ملتی بنانے سے بنتی ہے۔ ہم خود کو ایک باعزت قوم بنا کر اپنے کردار کو اتنا بلند کرلیں کہ دنیا کو خود ہماری ضرورت محسوس ہو اور ہمارا ہاتھ پکڑ پکڑ کر تکریم سے کہا جائے، اور ذمہ داریاں سونپی جائیں کہ تمہیں اس کے اہل ہو کارکشائی وکارسازی تمہارا ہی منصب ہے انسانیت کو سنوارنے اور اس کو کائنات کا صدر نشین بنانے کا حق تمہیں کو ہے۔

ہم نسلی طور پر دنیا کی دوسری قوموں کی طرح مسلمان نام کی ایک قوم تو ہیں لیکن ہم میں حقیقت اسلام کتنی پائی جاتی ہے اس پر نہ غور کرتے ہیں نہ اس کو اپنانے کی فکر کرتے ہیں اس وقت صورت حال یہ ہے کہ وہ کلمہ جس کی بنیاد پر اسلام کی عمارت کھڑی ہوتی ہے اس کے الفاظ تک ہماری بڑی تعداد کو نہ معلوم ہیں اور نہ معلوم کرنے کی فکر کی جاتی ہے نہ ہی اپنی نئی نسل کو اس سے واقف کرایا جاتا ہے اور جن کو کلمہ معلوم ہے ان میں سے بہتوں کو صرف الفاظ معلوم ہیں حقیقت کا نہ دل میں اقرار ہے اور نہ اعتقاد، ایسی صورت میں یہ کلمہ ایک اجنبی زبان بن کر ہماری زبانوں پر جاری تو ہو جاتا ہے لیکن بقول اقبال۔

تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لا الٰہ الا
لغت غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی

کتنی فکر اور تشویش کی بات ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو لا الہ الا اللہ کے الفاظ بھی نہیں معلوم اس صورت حال میں ہماری خود ذمہ داری کتنی بڑھ جاتی ہے اور اس کی طرف کتنی توجہ کی ضرورت ہے یہ کام خواص امت کا ہے امت کا سواد اعظم تو بے حسی وبے فکری کی زندگی گذار رہا ہے اس کو اس نعمت عظمیٰ کا علم وشعور ہی نہیں ہے جو کسی مسلمان کو حاصل ہوتا ہے۔

لہٰذا جہاں اور بہت سے دینی وعلمی کام ہورہے ہیں وہیں بہت فکر وتوجہ کے ساتھ اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ عامۃ المسلمین کا دینی شعور بیدار کیا جائے، اور ان کو روز مرہ کی زندگی اور معاشرہ کے جو عام اور

موٹے موٹے اصول وضابطے ہیں وہ بتائے جائیں اور ان کی دینی غیرت وحمیت کو بیدار کیا جائے ان کو باور کرایا جائے کہ اپنے معاملات اور مسائل زندگی میں جب تک اللہ اور اس کے رسول کو حکم نہ بنایا جائے ہمارا دین کامل نہیں ہو سکتا نہ ہم ان بہت سی مصیبتوں اور پریشانیوں سے نجات پاسکتے ہیں جو دینی اصولوں ہی کو چھوڑنے اور مال و دولت کی لالچ اور غرور و گھمنڈ کی وجہ سے ہم پر مسلط ہوگئی ہیں ان چیزوں کی زیادہ تشریح اور وضاحت کی ضرورت نہیں ہمارا بگڑا ہوا معاشرہ خود کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم نے قرآن کریم کے یہ الفاظ پڑھے ہی نہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا "تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ ٹھہرائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مؤمن نہیں ہوسکتے"۔

بیشک اس وقت اللہ کے رسول ﷺ دنیا میں موجود نہیں لیکن آپؐ کی تعلیمات اور آپ پر اترنے والی وحی دونوں حدیث وقرآن کی شکل میں موجود ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا: "ترکت فیکم ثقلین إن تمسكتم بها لن تضلوا كتاب الله وسنت رسوله۔

ہمارا ازلی دشمن شیطان ہم پر اپنا سب سے کارگر حربہ باہم لڑائی جھگڑا ہی استعمال کرتا ہے باہم اختلاف ڈال دینے کے بعد اس کو گمراہ کرنے کا پورا موقع مل جاتا ہے خاندان کے خاندان اس کے اس کارگر حربہ کی نذر ہو چکے ہیں۔ یہ ہمارے باہمی اختلاف وانتشار ہر چیز پر اثرانداز ہوتا ہے خواہ دینی ہو یا دنیاوی کیا یہ واقعہ نہیں کہ اس وقت مسلمان دونوں ہی طرح کے جھگڑوں میں باہم دست وگریباں ہیں کیا یہ بلا ہم پر کسی ملکی قانون کی وجہ سے مسلط ہوئی ہے؟

لہٰذا مسلمانوں کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے اندرونی معاملات کو درست کریں خواص عوام کی رہنمائی کی طرف توجہ دیں اور مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے نمائندہ حضرات جزئی اختلافات کو چھوڑ کر حالات کی نزاکت کے پیش نظر اس طرح متفق و متحد ہو جائیں کہ كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو موجودہ حالات کا ہمیں بہت برا خمیازہ بھگتنا پڑے گا ایسا کہ جس کا تصور مشکل ہے۔ ☆☆

انسانیت ایک بڑا مرتبہ ہے

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

انسانیت سے بغاوت :- انسانیت کا صحیح اندازہ امتحان پڑنے پر اور ایسے مواقع پر ہوتا ہے جب بہتر سے بہتر ذرائع اور مواقع حاصل ہوں کہ چوری گناہ، حق تلفی کی جا سکے مگر انسان کے اندر کی کیفیات اس کا ہاتھ پکڑ لیں، جہاں انسانیت کا گلا گھونٹا جا رہا ہو وہاں انسانیت اپنا جوہر دکھائے، انسانیت کا اندازہ ہماری موجودہ زندگی کے سانچوں اور مادی ترقی کے پیمانوں سے نہیں ہو سکتا۔

انسانیت درحقیقت ایک بڑا مرتبہ ہے لیکن انسانیت کے خلاف انسان ہمیشہ خود بغاوت کرتا رہا ہے، اس کو انسانیت کی سطح پر قائم رہنا ہمیشہ دوبھر اور مشکل معلوم ہوا۔ وہ کبھی نیچے سے کترا کر نکل گیا اور اس نے کبھی اپنے آپ کو انسانیت سے برتر سمجھا یعنی اس نے کبھی انسانیت سے بالاتر کہلوانے اور خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کی، اور سچی بات یہ ہے کہ لوگوں نے خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کم کی۔ لوگوں نے انھیں خدا اور دیوتا بنانے کی کوشش زیادہ کی۔ ہم اگر فلسفہ اور روحانیت کی تاریخ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ لوگ انسانیت سے بلند تر کسی مرتبہ کی تلاش میں رہے اور انسانوں کو انسانوں کا صحیح مقام سمجھانے کے بجائے اس سے اونچا ہونے کی فکر کرتے رہے

اس کے بالمقابل دوسری کوشش یہ رہی کہ انسان کو انسانیت سے گرا دیا جائے، وہ حیوانی اور نفسانی زندگی کا عادی بنے اور دنیا میں من مانی زندگی کا رواج ہو۔

ان دونوں کوششوں کے نتائج دنیا میں ہمیشہ خراب ہوئے ہیں، جب انسان کو انسانیت سے اٹھا کر خدا یا دیوتا بنایا گیا تو دنیا میں بدنظمی پھیلی اور بڑا فساد برپا ہوا۔ دنیا میں لوگوں نے جب خدائی کا دعویٰ کیا، یا لوگوں نے ان کو یہ درجہ دیا تو دنیا میں بگاڑ ہی بگاڑ بڑھتا گیا اور انسانی زندگی میں نئی نئی گرہیں پڑیں۔ جب ایک معمولی سی گھڑی کسی اناڑی کے ہاتھ پڑ جاتی ہے اور اس کی مشین میں دخل دیتا ہے تو وہ بگڑ جاتی ہے تو یہ نظام عالم ان مصنوعی خداؤں سے کیسے چل سکتا ہے؟ اس دنیا کے کتنے مسائل، کتنے مراحل اور اس میں اتنی پیچیدگیاں ہیں کہ اگر ایک انسان اس دنیا کو چلانا چاہے تو یقیناً اس کا انجام بگاڑ ہوگا میرا منشا یہ نہیں کہ انسان انسانیت کے دائرے میں ترقی نہ کرے بلکہ یہ کہ انسان خدائی کی کوشش نہ کرے، اس نے انسانیت ہی میں کون سی کامیابی حاصل کر لی ہے کہ اب وہ خدائی کی ہوس کرے سہ

تو کارِ زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب اس قسم کی کوشش کی گئی تو ایسی پیچیدگیاں رونما ہوئیں جن کا کوئی علاج نہ تھا۔ یہ کوشش دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہمیشہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ہوتی رہی ہے ایسے لوگوں نے فطرت سے زور آزمائی کی ہے۔ اور فطرت سے لڑ کر انسان نے ہمیشہ شکست ہی کھائی ہے۔

دوسری طرف اکثر ایسے انسان گذرے ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو چوپایہ جانا، ان کو بحیثیت انسان کے اپنی ترقی کا کوئی احساس نہیں ہوا، اپنی انسانیت اپنی روحانیت اور خدا شناسی کو ترقی دینے کا ان کو کبھی خیال تک نہیں ہوا۔ دنیا میں زیادہ تعداد انہیں انسانوں کی رہی ہے، اس زمانہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں یہ دونوں بغاوتیں، یہ دونوں عیب، اور یہ دونوں فساد جمع ہو گئے ہیں اس وقت تقریباً ساری دنیا انھیں دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہے چند آدمی ہیں جو خدائی کے دعویدار ہیں اور جن کو دیوتا بننے کا شوق ہے، باقی اکثر وہ انسان ہیں جو چوپایوں اور درندوں کی سی زندگی گذار رہے ہیں اس لئے اس زمانہ کا بگاڑ ہر زمانہ کے بگاڑ سے بڑھ گیا ہے اور زندگی عذاب جان بن گئی ہے۔

اس وقت مردم شماری کے خانوں میں کوئی ایسا خانہ نہیں کہ جو لوگ اپنی انسانیت کی قدر کرتے۔ اور اس کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہیں اس میں ان کا اندراج کیا جائے۔ مگر آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ آپ کے چاروں طرف زندگی کا جو طوفان امڈا ہوا ہے اس میں کتنے انسان ہیں جن کو انسانیت کا احساس ہے۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں صرف ایک معدہ اور پیٹ ہی نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ اللہ نے انسان کو روح بھی دی ہے، دل بھی دیا ہے، اور دماغ بھی عطا کیا ہے جن کو ہم ہمیشہ نظر انداز کرتے اور ان کے صحیح استعمال سے بچتے ہیں، ہم جنسی خواہشات اور مادی ضروریات کے

ریلے میں ایسے بہے چلے جا رہے ہیں جیسے ایک گاڑی اپنے اختیار سے باہر لڑھک رہی ہو جس پر کسی کا کوئی قابو نہ ہو، میں اور سمجھا کر کہوں یوں سمجھیے کہ انسانیت ایک سائیکل ہے۔ اور وہ سائیکل ایک ڈھلوان پر سے پھسل رہی ہے اس میں نہ کوئی گھنٹی ہے، نہ بریک اور نہ اس کے ہینڈل پر کسی کا ہاتھ۔ جغرافیہ کی پرانی تعلیم یہ بتلاتی تھی کہ زمین چپٹی ہے، جغرافیہ کی نئی تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین گول ہے لیکن مجھے جغرافیہ کے استاد اور طالب علم معاف کریں۔ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ زمین ڈھلوان ہے اس لئے کہ ساری قومیں اور ان کے تمام افراد اخلاقی بلندی سے حیوانی پستی کی طرف لڑھکتے چلے آرہے ہیں اور روز بروز ان کی رفتار تیز ہوتی جارہی ہے ہماری زمین کا یہ کرہ ضرور آفتاب کے گرد گردش کررہا ہے۔ مگر اس کرۂ ارض پر بسنے والا انسان مادیت اور معدہ کے گرد چکر لگا رہا ہے زمین کی گردش کا انسانوں کے اخلاق اور معاملات پر کوئی اثر نہیں پڑتا لیکن انسانوں کی اس گردش کا تمام دنیا کے اخلاق اور حالات پر اثر پڑ رہا ہے۔ نظام شمسی میں حقیقی مرکز آفتاب ہو یا زمین، لیکن عملی زندگی میں انسانوں کا حقیقی مرکز معدہ یا پیٹ اور حیوانی عنصر بنا ہوا ہے اور ساری انسانیت اس کے گرد چکر لگا رہی ہے، آج دنیا میں سب سے وسیع رقبہ معدہ کا ہے، یوں کہنے کو تو وہ انسان کے جسم کا سب سے مختصر حصہ ہے، لیکن اس کا طول و عرض اور عمق اتنا بڑھ گیا ہے کہ ساری دنیا اس میں سماتی چلی جارہی ہے، یہ معدہ اتنی بڑی خندق ہے کہ پہاڑوں سے بھی نہیں بھرتا۔ آج سب سے بڑا مذہب سب سے بڑا فلسفہ معدہ کی عبادت ہے، تعلیم گاہوں میں اسی کا غلام بنانا سکھایا جارہا ہے۔ آج کامیاب انسان بننے کا فن سکھایا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں دولت مند بننے کا، آج دولتمند بننے کی ریس ہے دولت مند بننے کی حرص اتنی بڑھ گئی ہے کہ انسان کو خود اپنے تن من کا ہوش نہیں رہا، مطالعہ، علم اور فنون لطیفہ کا مقصد بھی یہی ہوگیا ہے کہ انسان کہاں سے زیادہ سے زیادہ روپیہ حاصل کرسکتا ہے؟ سب سے بڑا علم اور ہنر یہ ہے کہ لوگوں کی جیبوں سے کس طرح روپیہ نکال کر اپنی جیب بھری جائے؟ اتنا ہی نہیں بلکہ تھوڑے سے تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ دولتمند بننے کی کوشش کی جاتی ہے، دولتمند بننے کی کوشش تمدن اور سوسائٹی کے لئے اتنی مضر نہیں جتنی جلد دولتمند بننے کی ہوس ہے، یہی ہوس، رشوت، خیانت غبن، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، اور حصول دولت کے دوسرے مجرمانہ ذرائع پر آمادہ کرتی ہے اس لئے کہ ان مجرمانہ طریقوں کے بغیر جلد دولتمند بننا ممکن نہیں۔ اس ذہنیت کی وجہ سے ساری دنیا میں ایک مصیبت برپا ہے، دفتروں میں طوفان ہے منڈیوں میں قیامت کا منظر ہے، آج انسان جونک بن گئے ہیں اور انسان کا خون چوسنا چاہتے ہیں آج کوئی کام بے غرض و بے مطلب نہیں رہا، آج کوئی شخص بغیر اپنے فائدے اور مطلب کے کسی کے کام نہیں آتا، آج ہر چیز اپنی مزدوری اور فیس مانگتی ہے کبھی کبھی تو خیال ہونے لگتا ہے کہ اگر درخت کے سایہ میں دم لیں گے تو شاید درخت بھی اپنی فیس اور مزدوری مانگنے لگیں گے۔ اقبال نے کہا ہے ؎

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

لیکن ان تین طبقوں کی یہ خصوصیت نہیں سب کا حال یہی ہو رہا ہے کہ دولت اور خواہشاتِ نفس کا نشہ سوار ہے۔ آج دولت کمانا ہی زندگی کا مقصد بن گیا ہے اور ساری دنیا اس کے پیچھے دیوانی ہے۔ آج جس انسان کو طالب خدا ہونا چاہیئے تھا اس کی معرفت اور محبت سے اپنا ویران دل آباد اپنا اندھیرا دماغ روشن اپنی بے مقصد بے کیف زندگی بامقصد اور پُرکیف بنانی چاہیئے تھی سارے دل اور دماغ کے ساتھ اس سے محبت کرنی چاہیئے تھی، اور اس کے راستہ میں سب کچھ مٹا کر حقیقی زندگی حاصل کرنی چاہیئے تھی، صد حیف کہ وہ انسان حقیقی محبت، اور صحیح معرفت سے محروم ہے، اس لئے زندگی کی اصل لذت سے محروم ہے، حقیقی انسانیت سے محروم ہے اور افسوس ہے کہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کو اس محرومی کا احساس بھی نہیں۔ آج جس انسان کو خدا کا پرستار ہونا چاہیئے تھا وہ دولت کا پرستار اور نفس کا غلام بنا ہوا ہے۔ اور اس کو اس خلافِ فطرت غلامی کا احساس بھی نہیں

ہر جگہ نفس کا قبضہ ہے :- سیاسی اختلافات اور نظام سلطنت تو فرصت کی باتیں ہیں ہم تو یہ جانتے ہیں کہ حکومت اندرون حکومت خواہشات کی ہے۔ حکومت پر قبضہ خواہ کسی قوم یا پارٹی کا ہو اور خواہ کوئی صدر یا وزیر ہو مگر دراصل ہر جگہ نفس کا قبضہ اور خواہشات کا تسلط ہے، پہلے برطانیہ کے متعلق کہتے تھے کہ اس کی سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا لیکن آج جس حکومت اور سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا وہ نفس کی خواہش اور من کی چاہت ہے۔

وقت کا فرمان یہ ہے کہ نفس کی خواہش پوری کی جائے۔ دل کی آگ بجھائی جائے، چاہے انسانوں کے خون کی نہریں بہتی ہوں، خواہ انسانوں کے اوپر ان کی لاشوں کو روندتے ہوئے گزرنا پڑے خواہ قومیں اس راستہ پر پامال ہوجائیں، خواہ ملک کے ملک ویران اور تباہ ہوجائیں۔

لیکن اس میں ذرا تعجب کی بات نہیں سینکڑوں برس سے جو تعلیم انسانوں کو دی جارہی ہے خواہ وہ تعلیم گاہوں کے ذریعہ ہو یا سنیماؤں کے ذریعہ یا ادب و شاعری کے ذریعہ جو ہر ملک اور ہر قوم میں رائج ہے اس کا ماحصل یہی ہے کہ تم من کے

راجہ اور نفس کے غلام ہو۔

دوستو! اس زمانے کے سارے انسانوں کی آبادیاں اس لحاظ سے ایک سطح پر ہیں اور اس کے خلاف کوئی آواز سنائی نہیں دیتی، ملکوں کے خلاف بغاوت کرنے والے بہت ہیں چھوٹے چھوٹے مسئلوں کے لئے بھوک ہڑتال کرنے والے بہت ہیں، مقامی مسائل کیلئے جان کی بازی لگا دینے والے بہت ہیں لیکن انسانیت کیلئے مرنے والے کتنے ہیں؟ کتنے ایسے ہیں جن کو حقیقی انسانیت کی فکر ہے؟ آج دنیا میں اگر کسی کو انسانیت کے انحطاط کا احساس بھی ہے تو اس میں یہ جرأت نہیں ہے کہ انسانیت کیلئے آواز اٹھائے، سارے کرۂ ارض میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جو انسانیت کیلئے اپنی قربانی دے۔

پیغمبروں کی بے غرضی و بے نیازی

دراصل پیغمبروں ہی کی جرأت تھی خواہ وہ ابراہیمؑ ہوں یا موسیٰؑ، عیسیٰؑ ہوں یا محمدؐ (اللہ کا درود و سلام ہو ان پر) کہ انھوں نے ساری دنیا کو چیلنج کرکے انسانیت کے خلاف جو بغاوت جاری تھی اس سے روکا۔ ان کے سامنے دنیا کی لذتیں اور دولتیں لائی گئیں مگر انھوں نے سب کو ٹھکرا دیا۔ اور انسانیت کے درد میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا۔ اللہ کے برگزیدہ اور منتخب بندوں کی یہ جماعت جس کو پیغمبروں کی جماعت کہا جاتا ہے، دنیا کو کچھ دینے کیلئے آئی تھی، دنیا سے کچھ لینے کیلئے نہیں آئی تھی، ان کی کوئی ذاتی غرض نہ تھی، انھوں نے دوسروں کے پنپنے کی خاطر اپنے کو مٹایا۔ انھوں نے دوسروں کی آبادی کی خاطر اپنے گھروں کو اجاڑا، انھوں نے دوسروں کی خوشحالی کیلئے اپنے متعلقین کو فقر و فاقہ میں مبتلا کیا۔ انھوں نے غیروں کو نفع پہنچایا۔ اور اپنوں کو منافع سے محروم کیا۔ کیا دنیا کے رہنماؤں میں ایسی بے غرضی اور خلوص کی مثالیں مل سکتی ہیں؟ پیغمبروں نے اپنے زمانہ میں اپنی اپنی قوموں میں خلش پیدا کی اور ان کو محسوس کرایا کہ موجودہ زندگی خطرہ کی ہے جو لوگ اطمینان کے عادی تھے اور میٹھی نیند سو رہے تھے اور میٹھی نیند سونا چاہتے تھے۔ انھوں نے پیغمبروں کی اس دعوت اور تنبیہ کے خلاف سخت احتجاج کیا اور بڑی شکایت کی کہ انھوں نے ہمارا عیش مکدر کر دیا۔ اور ہماری نیند خراب کی، لیکن جو گھر میں آگ لگی ہوئی دیکھتا ہے وہ سونے والوں کی پروا نہیں کرتا اور اس کو کسی کی نیند پر ترس نہیں آتا، پیغمبر انسان کے حقیقی ہمدرد تھے۔ وہ دنیا کو خواب خرگوش سے بیدار کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے، دنیا کے گمراہ رہنماؤں اور نفس کے بندوں نے دنیا کو مارفیا (MORPHIA) کے انجکشن دیئے اور اس کو تھپک تھپک کر سلایا مگر پیغمبروں نے انسانوں کو جھنجھوڑا اور غفلت سے بیدار کیا۔ یہ چھوٹی چھوٹی جنگیں اور لڑائیاں دراصل اس لئے ہوئیں کہ دنیا سے غفلت دور ہو اور دنیا پر جو تاریکی مسلّط ہے وہ ختم ہو، انسان حقیقی انسانیت کو سمجھے۔

پیغمبر اسلامؐ کی شخصیت: ہمارے سامنے سب سے زیادہ ممتاز اور سب سے زیادہ واضح اور روشن، سب سے زیادہ بلند مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کا اظہار نہ کریں تو یہ ایک خیانت ہوگی، ہمارا ضمیر اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ان کے اس احسان کو نہ بتلائیں جو انھوں نے انسانیت پر کیا۔

جب دنیا میں ایک انسان یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اللہ ہی اس دنیا کو اکیلا چلا رہا ہے اور وہی بندگی اور اطاعت کا مستحق ہے آپ نے اس حق کا اعلان کیا اور اس آواز کو بلند کیا کہ آج دنیا کے ہر حصّے سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے اور جب کوئی آواز سننے میں نہیں آتی تو یہی آواز کانوں میں آتی ہے آج یہ آواز تمام دنیا میں پھیل گئی ہے۔

آپ کی تعلیم اور آپ نے جو کچھ دنیا کو عطا کیا وہ انسانیت کا مشترک سرمایہ ہے جس پر کسی قوم کی اجارہ داری قائم نہیں ہو سکتی، جس طرح ہوا، پانی اور روشنی پر کسی کو اجارہ داری کا حق نہیں اور کوئی اس پر اپنی مہر اور اپنی چھاپ نہیں لگا سکتا۔ اسی طرح آنحضرتؐ کی تعلیمات ساری دنیا کا حق ہے۔ اور ہر شخص کا اس میں حصّہ ہے جو ان سے فائدہ اٹھانا چاہے، یہ دنیا کی تنگ نظری ہے کہ وہ ان حقوق کو کسی قوم یا ملک کی جاگیر سمجھے، دوستو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم محسنِ انسانیت تھے اور ساری انسانیت آپ کی ممنون ہے، دنیا میں جو کچھ عدل و انصاف اس وقت موجود ہے اور جن حقیقتوں کو اس وقت تسلیم کیا جا رہا ہے وہ سب آپ کا فیض ہے۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انھیں کی لگائی ہوئی ہے

دوستو! ہم اس موجودہ نظام زندگی کو چیلنج کرتے ہیں، ہم لوگوں سے ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ تم دنیا کو آج جتنا بلند سمجھتے ہو وہ اتنی ہی پست ہے، ہم صاف کہتے ہیں کہ دنیا تدریجی خودکشی کی طرف جا رہی ہے، یہ راستہ انسانیت کی تباہی کا راستہ ہے، میں مسجد سے سیدھا اسٹیج پر نہیں آیا۔ بلکہ کتب خانوں کے راستہ سے، مطالعہ کے راستہ سے اور معلومات کے راستہ سے آپ کے سامنے آیا ہوں، آپ میں سے کچھ لوگ یورپ کی دو ایک زبانیں جانتے ہوں گے، میں خود یورپ کو جانتا ہوں۔

تم انگریزی داں ہو میں انگریز داں ہوں

میں سارے یورپ سے خم ٹھونک کر کہتا ہوں کہ تمہارا پورا نظام زندگی غلط ہے، اور وہ انسانیت کو ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے، میرا دعویٰ ہے اور پورے استدلال اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا کی نجات پیغمبروں ہی کے راستہ میں ہے۔ اور دنیا کے لئے اس وقت خدا کے یقین اس کے خوف، دوسری زندگی پر ایمان اور پیغمبروں کی رسالت کے اقرار کے سوا کوئی چارہ نہیں، یہی ہماری دعوت ہے

(باقی ص ۳۰ پر)

مدارس اسلامیہ روشنی کے مینار ہیں

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مد ظلہ العالی

مورخہ ۳۰ / اکتوبر ۲۰۰۰ء بروز دوشنبہ بعد نماز مغرب ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم جامعہ فرقانیہ بسواں سیتاپور تشریف لے گئے تھے، جو ندوۃ العلماء کی شاخ ہے اور جہاں عالیہ اولیٰ تک کی تعلیم ہوتی ہے، وہاں مدرسہ کے بچوں کا سالانہ ثقافتی اور تعلیمی پروگرام ہوا تھا جس میں حضرت کو اپنے دست مبارک سے انعام یافتگان طلبہ میں انعام تقسیم کرنا تھا، نیز اسی مدرسہ کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد بھی رکھنا تھا، جہاں تکمیل عمارت کے بعد عالیہ اولیٰ تک عربی درجات کو منتقل کرنے کا پروگرام ہے۔ اس موقع پر حضرت مولانا نے طلبۂ جامعہ فرقانیہ، اساتذہ اور اہالیان شہر کی ایک بڑی تعداد کو خطاب فرمایا، خطاب موقع محل اور موجودہ حالات کے تناظر میں بڑا مؤثر اور مفید رہا، جسے بے حد پسند کیا گیا، یہ تقریر ٹیپ کر لی گئی تھی جسے بعد میں مولوی اقبال احمد ندوی غازیپوری نے جو خود بھی جلسہ میں شریک تھے ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے نقل کیا، اب اسے حضرت مولانا دامت برکاتہم کی نظر ثانی کے بعد افادۂ عام کی غرض سے شائع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مفید بنائے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، و لصلاۃ و السلام علیٰ سید المرسلین خاتم النبیین محمد، و علیٰ آلہ و صحبہ أجمعین، و من تبعھم باحسان و دعا بدعوتھم إلیٰ یوم لدین، أما بعد:

بزرگو اور دوستو! دینی مدرسہ ہمارے اس ملک میں جہاں اکثریت غیر مسلموں کی ہے، اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری صرف مسلمانوں پر ہے بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ اس دنیا کی زندگی میں آپ لوگوں کو اور ہم لوگوں کو پوری طرح نہیں ہو سکتا، یوں سمجھئے کہ مدرسہ روشنی کا ایک مینار ہے، روشنی کا مینار بھی آپ اتنا نہیں سمجھیں گے جتنا سمجھنا چاہئے، اس لئے کہ یہاں ہماری آبادیوں میں روشنی کے مینار نہیں ہوتے، لیکن سمندری مقامات پر جہاں ساحل سے ۴۰، ۵۰ میل کے فاصلہ سے جہاز گذرتے ہیں تو اندھیرے میں جہاز رانوں کو نظر نہیں آتا اور پتہ نہیں ہوتا کہ کہاں پانی اور خشکی جدا ہوتی ہے، اور کہاں کہاں چٹانیں پانی کی سطح سے قریب ہیں جن سے ان کے جہاز ٹکرا جائیں گے اور تباہ ہو جائیں گے، تو وہاں پر روشنی کے مینار قائم کئے جاتے ہیں تاکہ ان کی رہبری ہو سکے، اور جہاز خطروں سے بچ سکیں، اور اپنی راہ پر ٹھیک سے چل سکیں، اس چیز کو سامنے رکھئے، اسی کے متعلق میں عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے یہ مدرسے روشنی کے مینار ہیں، ان سے لوگوں کو روشنی ملتی ہے، راہ ملتی ہے، اور لوگ کفر اور شرک کے خطرات سے محفوظ رہتے ہیں، کفر اور شرک کا خطرہ ایسا خطرہ ہے کہ جہاز کے ساحل سے ٹکرا کر ٹوٹ پھوٹ جانے کا خطرہ اس سے کم ہے، جہاز اگر چٹان سے ٹکرائے گا تو زیادہ سے زیادہ ٹوٹ جائے گا، اور اس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے بہت سے مر جائیں گے، اور بہت سے کسی نہ کسی طریقہ سے بچ جائیں گے، لیکن کفر اور شرک کی چٹانوں سے جو ٹکرائیں گے تو ان کی عاقبت تباہ ہو جائے گی، آخرت کا اندازہ عام طور پر لوگ نہیں کرتے، اس لئے کہ وہ ہمارے سامنے نہیں ہے، جو چیز ہمارے سامنے ہوتی ہے ہمیں اس کی فکر بہت ہوتی ہے، اگر کوئی ہمارا مخالف، ہمارا دشمن ہمارے سامنے کھڑا ہے جس کو ہم جانتے ہیں کہ ہمارا دشمن ہے تو ہم اس سے زیادہ ڈرتے

ہیں بنسبت اس دشمن کے جس کو ہم دیکھ نہیں رہے ہیں، یہی بات آخرت کی ہے کہ آخرت کے جو خطرات ہیں، آخرت کی جو حالت ہے اور جس سے ہم کو واسطہ پڑنا ہے چونکہ ہمیں آخرت نظر نہیں آرہی ہے اس لئے ہم اس کی اہمیت کو پوری طرح سمجھتے نہیں، اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی محدود مدت کی رکھی ہے، اور اس کو دار الامتحان بنایا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا، اور فرمایا کہ تم اور تمہاری نسلیں اگر اچھے عمل کریں تب جنت میں واپس جائیں گے، اور اگر اچھے عمل نہیں کریں گے تو جنت میں نہیں جاسکتے، تو حضرت آدم علیہ السلام کو یہاں دنیا میں اتارا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھے کہ تم بغیر دیکھی ہوئی چیز کو کس طرح مانتے ہو؟، اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کے متعلق، آخرت کے متعلق، جزا اور سزا کے متعلق، اپنے نبیوں کے ذریعہ سے تفصیل بتائی ہے، ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ چیزیں نہیں دیکھی ہیں، دیکھ لیں تو آنکھوں کی بینائی چلی جائے، آخرت اتنی طاقتور اور عظیم چیز ہے کہ دنیا میں اگر اس کی ایک جھلک ظاہر ہوجائے تو دنیا اس کو برداشت نہیں کرسکتی، وہ ایسی طاقت اور ایسی نورانیت ہے، ایسا نور ہے کہ اس کے سامنے کوئی چیز ٹک نہیں سکتی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ہم آپ کو دیکھنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو یہ پہاڑ ہے، ہم اس کے سامنے اپنی ذراسی جھلک ظاہر کرتے ہیں، اگر یہ پہاڑ ہماری جھلک کو برداشت کرلے تو تم بھی برداشت کرسکو گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک جھلک سی ظاہر فرمائی، تو پہاڑ پھٹ گیا، اور جل کر کوئلہ ہوگیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوگئے، تو آخرت کی چیز ہمارے سامنے اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوسکتی، اس زندگی میں ہم اس کا تحمل نہیں کرسکتے، ہمارے پاس وہ طاقت نہیں ہے جو آخرت کی چیز کو دیکھ سکے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو پردوں میں رکھ کر دکھایا ہے، اپنے فرشتہ کے ذریعہ سے اپنے رسول کے اوپر وہ باتیں نازل فرمائیں، اور رسول نے پھر اپنی امت کو بتایا، اتنے واسطوں سے چیز آئی، تب ہم اس کو برداشت کرپارہے ہیں، قرآن مجید حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو پڑھ کر سنایا، آپؐ نے یاد کیا، پھر آپ نے اپنے صحابہؓ کرام کو سنایا، صحابہؓ کرام کے ذریعہ سے اور لوگوں کو پہونچا، اس طریقہ سے ہم تک اللہ کا کلام پہونچا ہے، اگر اللہ کا کلام اپنی اصلی حالت میں ظاہر ہوجائے تو یہ دنیا برداشت نہیں کرسکتی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت کی چیزوں کو مخفی رکھا ہے، پردوں کے پیچھے رکھا ہے، کہ انسان اس کو جھیل نہیں سکتا اس کو برداشت نہیں کرسکتا لیکن اس کا حکم دیا ہے کہ تم ان کو جان تو لو، تمہیں ان کا علم تو ہونا چاہئے، تاکہ تم اس مصیبت میں نہ پڑو جس مصیبت میں تم پڑسکتے ہو، مرنے کے بعد دوسرا عالم شروع ہوجائے گا، اور دوسرے عالم میں وہ چیزیں ظاہر ہوجائیں گی جو اس عالم میں ظاہر نہیں ہوتیں، وہاں کا نظام اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ اگر اچھے عمل ہیں تو آدمی اس نظام کی نعمتوں اور راحتوں کے لائق قرار پائے گا، اچھے عمل نہیں ہیں تو وہاں کی سزا اور عذاب کا مستحق قرار پائے گا، مصیبت جھیلے گا، عذاب میں مبتلاء ہوگا، اس لئے ہمیں ان چیزوں کی فکر کرنی چاہئے جو ہم کو آخرت میں آرام دینے والی ہیں، اور ان چیزوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے جن سے آخرت میں ہم کو مصیبت پیش آسکتی ہے، ان ہی باتوں کو بتانے کے لئے یہ مدرسے قائم کئے جاتے ہیں، اسی کی بناء پر یہ مدرسے ایمان اور عمل صالح کے لئے روشنی کا مینار ہیں، یہ دکھاتے رہتے ہیں، بتاتے رہتے ہیں کہ دیکھو یہ کفر ہے، یہ شرک ہے، یہ اللہ کی نافرمانی ہے، اور یہ اللہ کی فرمانبرداری ہے، تاکہ انسان آخرت کی تباہ کن چٹانوں سے بچ سکے، یہ جہاز جو انسان کی زندگی کے لئے ایمان کا جہاز ہے یہ ان چٹانوں سے بچ سکے جن چٹانوں سے اس کو سامنا ہے، ان چٹانوں سے بچنے کے لئے ہمیں روشنی کے مینار کی ضرورت ہے، اور یہ روشنی کے مینار ہمارے یہ مدرسے ہیں، ان کو دیکھئے تو بچارے بڑے معمولی، بالکل غریبوں کے اور ایسے جیسے مفلوک الحال لوگوں کی چیزیں ہوتی ہیں اس طرح یہ معلوم ہوتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کیا بچارے مدرسے اور کیا مدرسہ کے پڑھانے والے لور کیا مدرسہ کے طالب علم، دیکھئے تو کوئی ان کی حیثیت نہیں معلوم ہوتی، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے جب بچ جائیں گے تب معلوم ہوگا کہ ان کی کیا اہمیت تھی؟ انشاء اللہ دینی تعلیم حاصل کرکے، اللہ لور اس کے رسول کے حکم کو جان کر، اور

خطرات کو سمجھ کر کہ کیا چیز تباہ کرنے والی ہے اور کیا چیز آباد کرنے والی ہے ؟، کس طریقہ سے ہم مصیبت سے بچ سکتے ہیں ؟ ، کفر و شرک کی چٹانوں سے کس طرح ہم اپنے جہاز کو بچا کے نکال سکتے ہیں ؟ ، جب یہ چیزیں ان کو معلوم ہوں گی، اور یہ اپنی زندگی کو ان کے مطابق ڈھالیں گے ، اور کفر و شرک کی چٹانوں سے اپنے ایمان کے جہاز کو بچا کے نکال لے جائیں گے تو اس وقت لوگوں کو پتہ چلے گا کہ کون کامیاب ہے ؟، کون ناکام ہے ؟ کون اچھا ہے ؟ کون برا ہے ؟، ان معمولی لوگوں کو جب اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہوگی، اور یہ آخرت میں کامیابی اور نجات کی منزل پہ پہونچیں گے تو وہ لوگ جو ایمان و عمل صالح کو نہ جانتے ہیں اور نہ ان پر عمل کرتے ہیں لیکن بہت عیش و آرام کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں، اور اس دنیا میں ان کا طوطی بولتا ہے ، اور ان کو دیکھ کر لوگ عش عش کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کاش کہ ہم کو یہ چیز مل جائے ، اس وقت ان کو پتہ چلے گا کہ کون کامیاب ہے اور کون ناکام ہے ؟ کون بچ گیا اور کون تباہ ہو گیا؟ اور اس وقت رونے سے بھی کام نہیں چلے گا ، اور دہائی دینے سے بھی کام نہیں چلے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ وہاں اگر تم پکڑے گئے تو پھر تمہارے نہ رونے سے کام چل سکتا ہے اور نہ دہائی دینے سے کام چل سکتا ہے، جو کچھ کرنا ہے یہاں کرنا ہے، یہاں کی تیاری ہی سے وہاں کام چلے گا، وہاں تیاری کا موقع نہیں ہوگا، وہاں تو یہاں کے عمل کی جزاء یا سزا ملے گی، انعام ملے گا یا عذاب ملے گا، اور جو جیسا ہے وہاں اسی کے مطابق اس کو چیز ملے گی، پھر وہاں پر اس کا موقع نہیں ہوگا کہ اچھا ہم تیاری کر لیں، اچھا ہم تلافی کر لیں، اچھا ہم کچھ کر لیں ، وہاں اس کا موقع نہیں ہوگا، تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم کو یہ معلوم ہو کہ کیا خطرہ ہے؟ کیا خطرہ نہیں ہے ، کس چیز میں کامیابی ہے ؟ کس چیز میں ناکامی ہے ؟ ، کس چیز میں آبادی ہے ؟ کس چیز میں بربادی ہے ؟ ، پہلے ہم یہ جان لیں، آپ کو معلوم ہو کہ آپ کو فلاں جگہ جانا ہے، مثلاً آپ کو امریکہ جانا ہے ، تو لوگ آپ کو مشورہ دیں گے کہ امریکہ آپ جو جائیں گے تو وہاں آپ کو فلاں فلاں چیزیں ملیں گی، ان کے لئے آپ یہاں تیاری کر کے جایئے ، فلاں چیز لے جایئے تاکہ وہاں آپ کو دشواری نہ ہو ، فلاں چیز لے جایئے وہاں وہ چیز نہیں ملتی، تاکہ آپ آرام کے ساتھ رہ سکیں، تو آپ وہ سب چیزیں لیکے جائیں گے ، آپ کو یاد ہوگا کہ شروع میں جب حج کو لوگ جایا کرتے تھے تو باقاعدہ ہدایت دی جاتی تھی کہ دیکھو چھتری لیکے جانا، وہاں بڑی سخت دھوپ ہوتی ہے، چھتری بہت ضروری ہے ، دیکھو تم فلاں چیز لیکے جانا اس کی وہاں ضرورت پڑے گی ، اور حج کرنے والا خود بھی پوچھتا تھا کہ کیا کیا لے جائیں ، تاکہ وہاں ہم کو دشواری نہ ہو ، جب آپ کہیں سفر کرتے ہیں، کہیں جاتے ہیں، اور معلوم ہو کہ وہاں سخت جاڑا پڑ رہا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ بھئی بستر لیجانا، دیکھو بستر لیجانے میں بھول نہ ہو، ورنہ وہاں جا کے تمہیں جاڑا لگے گا اور تم پریشان ہو گے، جنوبی ہندوستان میں سردی بہت کم ہوتی ہے اور یہاں ہمارے شمالی ہندوستان میں بہت ہوتی ہے، جنوبی ہند کے لوگ جانتے ہی نہیں کہ سردی کیا چیز ہوتی ہے ؟، مدراس کے لوگ ہیں ان کو سردی سے واسطہ ہی نہیں پڑتا ، ہم ندوہ کی بات کر رہے ہیں، لوگ آتے رہتے ہیں، مدراس سے کوئی آدمی جاڑے میں آگیا، اور وہ سادہ سادہ سا کرتا پہن کے آگیا، اس کو اندازہ ہی نہیں تھا، اب یہاں پہونچ کر جب اس کو سردی سے واسطہ پڑا تو بیچارہ کانپ رہا ہے، اور گھبرا رہا ہے ، اور جلدی جلدی جا کے سوئیٹر خرید رہا ہے ، یہ خرید رہا ہے اور وہ خرید رہا ہے ، اور کسی طریقہ سے اپنے کو بچا رہا ہے ، اس لئے کہ وہاں سے وہ انتظام کر کے نہیں آیا ہے ، وہاں سے نہ کوٹ لایا، نہ کمبل لایا، اور نہ سوئیٹر لایا، تو اب پریشان ہو رہا ہے، جب آدمی کہیں جاتا ہے تو اس کا سامان لیکے جاتا ہے کہ ہمیں فلاں فلاں چیزوں سے سابقہ پڑے گا، یورپ لوگ جاتے ہیں تو سردی کا بڑا زبردست سامان لیکے جاتے ہیں ، کہ وہاں بڑی سردی ہوگی، تو اسی طرح کہیں بھی آپ جائیں وہاں کے جیسے حالات ہیں، وہاں کے جو تقاضے ہیں ان کو سامنے رکھنا پڑے گا، اور اگر آپ نہیں رکھیں گے تو وہاں جاکر پریشان ہوں گے ، اگر وہ پریشانی موت تک پہونچا سکتی ہے تو آدمی موت تک پہونچ جاتا ہے، تو اس دنیا کے اندر یہ سب چیزیں ہوتی ہیں، ان کو دیکھ کر آدمی عبرت حاصل کر سکتا ہے ، آخرت میں جب اس کو جانا ہے، ایک دن اس کی آنکھ کو بند ہونا ہے ، اور ہم سب دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں جو بھی آیا ہے وہ یہاں کبھی رہ

نہیں پاتا، ایک عمر گذار کر اس کو یہاں سے جانا ہی پڑتا ہے، جو پیدا ہوا ہے اس کو مرنا ہے یہ اسی روز طے ہو جاتا ہے جس روز وہ پیدا ہوتا ہے، یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ اس کو مرنا ہے، کب مرنا ہے؟ تھوڑی مدت معلوم ہے عموماً کہ اتنی مدت کے بعد عام طور سے آدمی مر جاتا ہے، سو سال کے اندر ہی سارا حساب بیباق ہو جاتا ہے، شاید لاکھوں میں کوئی سو سے اوپر جاتا ہو، ورنہ سب کو معلوم ہے کہ اسی محدود مدت میں آدمی چلا جائے گا، لیکن کہاں جائے گا؟ اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہمیں کہاں جانا ہے؟، اگر اس سے ہم غفلت برتیں گے تو جہاں جانا ہے وہاں کی مصیبت جھیلنی پڑے گی، وہ مصیبت کتنی سخت ہے اس کا اندازہ اس دنیا کی زندگی میں نہیں کیا جا سکتا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ بتایا ہے کہ جب قیامت کا دھماکہ ہوگا، جب تباہی ہوگی، پہاڑ پھٹ جائیں گے، ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، اس طرح اڑنے لگیں گے جیسے روئی کے گالے ہیں، اور زمین شق ہو جائے گی، اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا، اور ایسی تباہی آئے گی جس کو انسان سوچ نہیں سکتا، اس کے خوف اور دہشت سے دودھ پلانے والی عورت بچہ کو دودھ پلانا بھول جائے گی، اور عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس دن کی فکر کرو، یہ سب ہونے والا ہے، قیامت آئے گی، تو وہ تباہی مچے گی کہ تم سوچ نہیں سکتے، اور اس وقت تم کچھ کر نہیں سکتے، اگر تمہارے عمل اچھے نہیں ہیں تو وہ تباہی تم کو تباہ کر کے چھوڑے گی، ﴿ يا أيها الناس اتقوا ربكم ، إن زلزلة الساعة شيئ عظيم ، يوم ترونها تذهل كل مرضعة عما أرضعت ، و تضع كل ذات حمل حملها ، و ترى الناس سكارى ، و ما هم بسكارى و لكن عذاب الله شديد ﴾ مصیبت سے نجات پانے کے لئے موت بھی نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخرت کی زندگی میں موت نہیں ہے، جو بھی مصیبت ہوگی جھیلتے رہنا پڑے گا، ہمیشہ ہمیش جھیلتے رہنا پڑے گا، ختم ہونے ہی میں نہیں آئے گی، ﴿ لا يموت فيها و لا يحىٰ ﴾ آج یہاں ہمارے پیٹ میں درد اٹھتا ہے تو پندرہ بیس منٹ گذارنا مشکل ہو جاتا ہے، پندرہ بیس منٹ معلوم ہوتا ہے کہ پورا دن گذر گیا، ذرا سی تکلیف جسم میں کہیں ہوتی ہے تو اس کو جھیلنا آدمی کے لئے مشکل ہو جاتا ہے، خدانخواستہ ایسی تکلیف جو نہ ختم ہونے والی ہو، مسلسل چلے اس کو انسان کیسے برداشت کر سکتا ہے؟، اللہ تعالیٰ نے وہاں موت نہیں رکھی، اس دنیا کی زندگی میں تو یہ ہے کہ تکلیف بہت زیادہ ہو تو آدمی مر جاتا ہے چھٹی مل جاتی ہے، لیکن آخرت میں یہ بھی نہیں ہے، تو قرآن مجید اور حدیث شریف میں بار بار ڈرایا گیا ہے کہ دیکھو دیکھو جہاں تم جا رہے ہو وہاں کیا پیش آنے والا ہے؟، جیسے روشنی کا مینار جہاز کو بتاتا ہے کہ ادھر سے بچ کے جانا چاہئے، ادھر نہ آنا چاہئے، ورنہ تباہ ہو جائے گا، اسی طرح ہمارے یہ مدرسے روشنی کا مینار ہیں جو بتاتے ہیں، اور ایسے لوگ پیدا کرتے ہیں جو یہ بتا سکیں کہ دیکھو کہاں خطرہ ہے؟، ادھر جاؤ، ادھر نہ جاؤ، یہ کرو، یہ نہ کرو، اور دیکھو فلاں چیز کی تیاری کر لو، فلاں چیز کے لئے احتیاط کر لو، تاکہ تم مصیبت میں نہ پڑو، تمہاری خیر خواہی میں بتا رہے ہیں، تمہارے فائدے کے لئے بتا رہے ہیں کہ دیکھو یہ کر لو ورنہ تمہیں تکلیف ہوگی، اور جب تکلیف ہوگی تو کوئی بچانے والا نہیں ہوگا، دیکھو اس بات کی احتیاط کر لو، دیکھو یوں کرو، اللہ تعالیٰ نے اپنے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان میں انسان کی کمزوری کی رعایت ہے کہ انسان کیا کر سکتا ہے کیا نہیں کر سکتا؟، انسان پر ایسا بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے جو اس سے نہ اٹھ سکے، بلکہ اتنا بوجھ ڈالا گیا جتنا اس سے سنبھل سکے، ﴿ لا يكلف الله نفساً إلا وسعها ﴾ اس لئے حضور ﷺ پر شب معراج میں جب نمازوں کو فرض کیا گیا، آپ کو بتایا گیا کہ پچاس وقت کی نمازیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ نے پچاس وقت کی نمازیں فرض فرمائی تھیں، حضور ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا کہ میں اپنی امت کو دیکھ چکا ہوں، اور میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ کم ہمت ہوتے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے عرض کیجئے کہ نمازوں کی تعداد کچھ کم کردے، حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے نمازوں کی تعداد کم کردی، پھر انہوں نے کہا کہ مزید کم کرائیے، حتیٰ کہ کم کرتے کرتے اللہ تعالیٰ نے پچاس کو پانچ کر دیا، اور فرمایا کہ ہم ثواب تم کو پچاس ہی کا دیں گے، اگر ان پانچ نمازوں کو تم نے ٹھیک سے پڑھا تو ہم ان کو پچاس نمازیں سمجھیں گے، ہم نے پچاس فرض کی

تھیں ہم پچاس مان لیں گے، لیکن تم ان پانچ نمازوں کو ٹھیک سے پڑھو، اگر تم نے یہ پانچ نمازیں ٹھیک سے ادا کیں تو پچاس نمازیں تمہارے لئے لکھی جائیں گی، اور تم کامیاب رہو گے، اب بتایئے اللہ تعالیٰ نے تو اس طرح فرمایا اور اتنا رحم اور اتنا کرم فرمایا کہ پانچ نمازوں کو پچاس نمازوں کے برابر قرار دیا کہ پڑھو پانچ اور فائدہ اٹھاؤ پچاس کا، اور ہم اس پر دھیان ہی نہ دیں، نماز ہی پڑھنے کی طرف توجہ نہ کریں، کیوں؟ اس لئے کہ ہماری اس زندگی میں ہمیں آخرت کی چیز نظر نہیں آرہی ہے، پردہ پڑا ہوا ہے، ہم سمجھ رہے ہیں کچھ بھی نہیں ہے، حالانکہ پردہ کے پیچھے بھیڑیا بیٹھا ہوا ہے مثلاً، ہم بہت خوش ہیں، سمجھ رہے ہیں کہ سب خیریت ہے، اور بھیڑیا بیٹھا ہوا ہے پردہ کے پیچھے، ہم دیکھ نہیں رہے ہیں، اگر کوئی شخص آکر کہتا ہے کہ بھئی اس پردہ کے پیچھے بھیڑیا ہے، یہ پردہ جو پڑا ہوا ہے اس کے پیچھے بھیڑیا بیٹھا ہوا ہے، تو دنیا کی زندگی میں تو ہمارا معمول یہ ہے کہ کوئی اگر ذرا کہہ دے کہ فلاں سڑک پر کچھ گڑبڑ ہے ادھر نہ جایئے گا تو ہم اس کی بات مان لیتے ہیں اور ادھر نہیں جاتے، بالکل محتاط ہو جاتے ہیں کہ بھئی وہاں جا کر ہم کیوں مصیبت میں پڑیں، لیکن اللہ کا نبی ہم سے یہ کہتا ہے کہ دیکھو پردہ کے پیچھے کیا ہے؟ دیکھو اس کے بعد کیا ہونے والا ہے؟، فلاں سڑک پر تم نہ جاؤ ورنہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے، فلاں جگہ تم نہ جاؤ ورنہ تم تباہ ہو جاؤ گے، فلاں جگہ یہ خطرہ ہے فلاں جگہ یہ خطرہ ہے، تم اس سے بچو، تو ہم دھیان بھی نہیں دیتے جیسے ہم سے کوئی کچھ کہہ ہی نہیں رہا ہے، جیسے ہمارے کان میں بات جا ہی نہیں رہی ہے، اِس کان سے سن رہے ہیں اُس کان سے اڑا رہے ہیں، حالانکہ ہم اپنی دنیا کی زندگی میں یہ کرتے ہیں کہ ایک آدمی جس کو ہم جانتے نہیں ہیں کہ سچا ہے کہ جھوٹا ہے، مکار ہے، فریبی ہے یا سچا انسان ہے، وہ آکر ہم سے کہہ دیتا ہے کہ بھیا وہاں نہ جاؤ فلاں جگہ بھیڑیا نکلا ہوا ہے، شہر کے باہر اس طرف نہ جانا ادھر بھیڑیا نکلا ہوا ہے تو ہم اس کی بات مان لیتے ہیں، اور ایسا مان لیتے ہیں کہ جیسے کسی سچے اور بہت اچھے آدمی کی بات مانی جاتی ہے، اس لئے مان لیتے ہیں کہ بھئی کیا پتہ سچ ہی کہہ رہا ہو، ہم کاہے کو اپنے کو خطرہ میں ڈالیں، لیکن اللہ کے نبی کی بات ہم نہیں مانتے، اللہ کے نبی کی بات کو ہم اس طرح سنتے ہیں جیسے کوئی کچھ کہہ ہی نہیں رہا ہے، ہم کو بتایا جاتا ہے، تقریروں میں بتایا جاتا ہے، وعظ میں بتایا جاتا ہے کہ دیکھو اللہ کے نبی نے یہ کہا، دیکھو اللہ نے آخرت کے متعلق یہ کہا، جہنم کے متعلق یہ کہا، جنت کے متعلق یہ کہا، ہم سنتے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہیں، جیسے ہم کوئی شعر سن رہے ہیں، ہم مشاعرہ میں شریک ہوتے ہیں، شعر پڑھے جا رہے ہیں ہاہا ہو ہو ہو رہا ہے، مزے سے چلے آئے، جیسے ہم پر کوئی ذمہ داری ہی نہیں، تو اللہ کا کلام اور حضور ﷺ کی حدیث شعر و شاعری نہیں ہے، یہ تفریح کی چیز نہیں ہے، کہ سنا اور سن کر اپنے گھر چلے گئے، اور فکر بھی نہیں کی، کہ کیا کہا گیا اور کیا نہیں کہا گیا؟ یہ معمولی بات نہیں ہے، اللہ کا نبی اللہ کا نبی ہے، اللہ کا نبی اللہ کا بھیجا ہوا ایلچی ہے، وہ پیغام پہنچانے آیا ہے، آج گورنر کی طرف سے کوئی آدمی آکر آپ سے کہے کہ یہ آرڈر ہے، آپ کانپ جائیں گے، بیٹھے ہیں تو کھڑے ہو جائیں گے، اور اللہ کا بھیجا ہوا آتا ہے، اس کو ہم خاطر میں نہیں لاتے، اس کی بات پر ہم توجہ نہیں دیتے، یہ بہت سوچنے کی بات ہے، وہ اللہ کہ جس نے دنیا کو پیدا کیا، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا، ہر چیز پر وہ قادر ہے، ہماری ساری زندگی اور ایک ایک سانس اس کے ہاتھ میں ہے، جس سانس پہ چاہے ہم کو روک دے، ہماری زندگی اسی وقت ختم ہو جائے گی، وہیں ہم رہ جائیں گے، جو اتنا بڑا قادر ہے، وہ ہم کو ڈرائے، اس کا رسول آکر ہم سے کہے کہ دیکھو رعایت نہیں ہوگی، اگر تم نے یہ نہیں کیا تو سزا پاؤ گے، اور ہم اس کے بعد بھی ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر چلے جائیں، اور ٹھاٹ سے چادر لپیٹ کر سو جائیں، جیسے کوئی بات ہی نہیں، یہ بہت سمجھنے کی بات ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ کی غیرت کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے، اللہ تعالیٰ ہمارے یہ کرتوت دیکھے اور اس کے بعد ہم سے پوچھے بھی نہیں، ایک عام آدمی کی آپ بات ٹھکرا کر دیکھئے، ایک آدمی آپ سے بات کرنا چاہتا ہے آپ اس کی بات سننے کے لئے تیار نہ ہوں، وہ کہہ رہا ہے اور آپ اس کی طرف سے منہ پھیرے ہوئے ہیں تو وہ کیا آپ سے خوش ہوگا؟، اللہ کی بات کو ہم توجہ سے نہ سنیں تو کیا اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوگا؟ پھر عمل نہ کریں تو اس کے بعد کیا

ہوگا؟، وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اور کہلوایا ہے کہ دیکھو اگر تم نے عمل نہیں کیا تو یہ ہوگا، تو یہ چیزیں فکر کی ہیں، اور یہ چیزیں ہم کو کیسے معلوم ہوتی ہیں؟ حدیث و قرآن پڑھ کر معلوم ہوتی ہیں، ہر ایک تو حدیث و قرآن پڑھ نہیں سکتا، اس لئے مدرسے قائم کئے جاتے ہیں، تاکہ کچھ آدمی تو پڑھ لیں، قرآن و حدیث پڑھ کر اللہ کے احکام کو کچھ لوگ تو جان لیں، تاکہ وہ دوسروں کو بتا سکیں، اور دوسروں کو توجہ دلا سکیں، تو ان مدرسوں کی بڑی قدر کی ضرورت ہے، یہ روشنی کے مینار ہیں، اگر یہ نہ رہیں گے تو تاریکی ہی تاریکی ہوگی، تب کوئی بتانے والا نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کس بات سے راضی ہوتا ہے کس بات سے ناراض ہوتا ہے؟، اور کس بات پر پکڑ ہوگی اور کس بات پر پکڑ نہ ہوگی؟، اس کا بتانے والا کوئی نہیں رہ جائے گا، اس لئے یہ مدرسے چاہے دیکھنے میں کتنے ہی معمولی معلوم ہوتے ہوں لیکن یہ بہت اہم ہیں، یہ اسکول و کالج، جتنے بڑے بڑے اسکول و کالج ہوں اگر وہ نہ رہیں تو آپ کا کوئی بڑا نقصان نہیں ہے، بس یہی تو ہوگا کہ بہت بڑی کوئی ملازمت آپ کو نہ ملے گی، آپ کاروبار کر لیجئے گا، یا کسی طریقہ سے اپنا پیٹ پال لیجئے گا، یہی تو ہوگا! نہ ہوں گے آپ بی اے، ایم اے، اور پی ایچ ڈی، آپ کام تو چلا لیں گے، لیکن یہ مدرسے نہ ہوئے تو کیا ہوگا؟ یہ مدرسے نہ ہوئے تو کوئی آپ کو بتانے والا نہ ہوگا کہ کس بات سے اللہ خوش ہوتا ہے، کس بات سے اللہ ناراض ہوتا ہے؟، اور کس بات سے آخرت میں کامیابی حاصل ہوتی ہے، کس بات سے آخرت میں تباہی ہوتی ہے؟، تو ان مدرسوں کی آپ قدر کیجئے، اور ان کی اہمیت کو سمجھئے۔ ہماری زندگی کے سوتے اور کامیابی کے چشمے ان سے پھوٹتے ہیں، ان ہی سے ہم کو معلوم ہوگا کہ کامیاب کون ہے؟ ناکام کون ہے؟۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ دیکھنے میں کچھ نہیں معلوم ہوتے، کوئی ان کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا، اگر سامنے سے گذر جائیں تو دھکا کھائیں، اور بالکل معمولی حالت میں ہوتے ہیں، لیکن اللہ سے ان کا واسطہ ایسا ہوتا ہے، اللہ کے وہ ایسے نیک بندے ہوتے ہیں کہ اگر اللہ کی طرف سے قسم کھالیں کہ ایسا ہوگا تو ویسا ہی ہو جائے گا، اللہ کو اتنے پسند ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ کی طرف سے قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری کر دے گا، ﴿ رب أشعث أغبر لو أقسم علیٰ اللہ لأبرہ ﴾ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اللہ کے ہو جاتے ہیں، ایک ایک رتی میں وہ اللہ کی مرضی کو اختیار کرتے ہیں، اللہ کو راضی رکھتے ہیں تو اللہ بھی ان سے اتنا خوش ہوتا ہے کہ اگر اللہ کی طرف سے وہ وعدہ کرلیں، قسم کھالیں تو اللہ وہ کر دے گا کہ بھئی ان کا دل نہ ٹوٹے، اور دیکھنے میں ایسے معمولی معلوم ہوتے ہیں کہ خود حدیث شریف میں ہے کہ کوئی سوچتا ہی نہیں کہ یہ بھی کوئی معقول آدمی ہوں گے، پھٹے پرانے کپڑے، سیدھے سادے سے، گذر جائیں کہیں سے تو کسی کو توجہ بھی نہ ہو کہ کون صاحب گذر رہے ہیں۔ لیکن ہر ایک نہیں، ہر معمولی آدمی ایسا نہیں ہوتا، بلکہ وہ جس کا اللہ سے ایسا گہرا تعلق ہو تو اللہ تعالیٰ ان کی رعایت کرے گا، چاہے کپڑے ان کے جیسے ہوں، چاہے ان کی حالت جیسی ہو، دنیا ان کے بارے میں چاہے جو سوچتی ہو۔ ان کے مقابلہ میں جو لوگ اللہ کو راضی اور خوش کرنے کی فکر نہیں کرتے اور دنیا میں بڑے کروفر سے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی کوئی قیمت نہیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر دنیا کی حقیقت اللہ کی نظر میں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو (یعنی خدا کے منکر کو) پینے کو پانی بھی نہ ملتا، لیکن دنیا اللہ کی نظر میں اتنی گھٹیا ہے کہ جیسے گھورا ہے، جیسے گندگی کا کوئی ڈھیر ہے، جس آدمی کو خدا پسند نہیں کرتا وہ گندگی کے ڈھیر میں گھس جاتا ہے، اللہ کا اس میں کیا نقصان ہے؟، اور آپ دیکھتے ہیں کہ کہیں گندگی کا ڈھیر ہوتا ہے، اس میں سور گھستے رہتے ہیں، سور اس میں سے کھاتے رہتے ہیں، انسانوں کو کوئی خیال ہوتا ہے کہ سور کھا رہے ہیں؟، تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا ایسے ہی ہے، گندگی کا ایک ڈھیر ہے، کافر کھا رہا ہے کھائے، گندگی کھا رہا ہے، گندگی کے اندر لوٹ رہا ہے، ٹھیک ہے کافر ہے اللہ کا ناپسندیدہ ہے، وہ گھورے میں پڑا رہے، گندگی کھائے، کیا ہے؟ کھائے، لیکن اللہ کے بعض نیک بندے ایسے ہوتے ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ وہ دیکھنے میں بہت معمولی ہوتے ہیں کہ کوئی ان کو اہمیت نہیں دیتا لیکن اللہ کے پسندیدہ ہوتے ہیں، وہ اگر قسم کھالیں اللہ کی طرف سے تو اللہ ان کی قسم پوری کر دے گا،

اللہ تعالیٰ ان کی اتنی رعایت کرتا ہے ، اور کافر کا یہ ہے کہ جو چاہے کرے ، وہ کیا کھا رہا ہے ، کیا پہن رہا ہے ، شان دکھا رہا ہے ، یہ شان کیا ہے ؟ گھورے کی شان ، گندی چیز کی شان ، اللہ کے نزدیک کفر و شرک کا سب سامان گندا ہے ، گھورا ہے ، تو مؤمن کی شان یہ ہے کہ دنیا کی ان چیزوں کی وہ گھٹیا سمجھے ، دنیا کے کافرانہ کر و فر کو ، اس شان و شوکت کو ، سمجھے کہ اس کی کوئی قیمت اللہ کی نظر میں نہیں ہے ، اللہ کی نظر میں قیمت کس چیز کی ہے ؟ نیک عمل کی ، دل پاک ہو ، دل صاف ہو ، دل کے اندر اللہ ہو ، اور دماغ کے اندر اللہ ہو ، اس کے اندر اللہ کے حکم کی پابندی کا جذبہ ہو ، آخرت کی فکر ہو ، اور ڈر ہو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ہماری پکڑ نہ کرے ، ڈرا ڈرا سا رہے ، سہما سہما سا رہے کہ آخرت میں کہیں ہماری پکڑ نہ ہو تو اس کی حیثیت ہے ، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا رتبہ ہے ، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی عزت ہے ، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا لحاظ ہے ، اور جو دنیا میں لوٹ رہا ہے ، دنیا کی لذتوں میں منہمک ہے تو اللہ کے نزدیک وہ ایسے ہی ہے جیسے گھورے کے اندر کوئی جانور لوٹ رہا ہو ، تو میں اصل میں اس بات کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتا تھا کہ ان مدرسوں کی قدر کیجئے ، اور ان کی اگر ناقدری کریں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کے خلاف ہوگا ، اللہ تعالیٰ کی جو چیز ہے وہ سستی نہیں ہے ، قیمتی ہے ، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مال قیمتی ہے ﴿ ألا إن سلعة الله غالية ﴾ اللہ تعالیٰ کا مال سستا نہیں ہے کہ آپ کو یوں ہی مل جائے ، بے سوچے سمجھے مل جائے ، بغیر محنت کے مل جائے ، بغیر فکر و توجہ کے مل جائے ، نہیں ، یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کے خلاف ہے ، آپ اس کے مال کو ، اس کی چیز کو قدر سے لیں گے تو وہ دے گا ، قدر نہیں کریں گے تو نہیں دے گا ، اللہ تعالیٰ کو اپنی چیز عزیز ہے ، وہ ناقدروں کو نہیں دے گا ، قدر کرنے والوں کو دے گا ، اس لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اللہ کی چیز کی قدر کرنی چاہئے ، اور اس کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے ، اور اس کی قیمت کو سمجھنا چاہئے ، اور جب ہم اس کی قیمت کو سمجھیں گے ، اس کی قدر کریں گے ، تو اللہ تعالیٰ دے گا ، اللہ تعالیٰ خوش ہوگا ، اور جب اللہ تعالیٰ دے گا تو پھر بیڑا پار ہے ، جب اللہ تعالیٰ دینے پر آئے تو کون روک سکتا ہے ؟ اس لئے ہمیں قدر کرنی چاہئے کہ جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہو ، اللہ کا نام سکھایا جاتا ہو ، اللہ کے احکام بتائے جاتے ہوں وہ جگہ سب جگہوں سے بہتر ہے ، وہ اللہ کی جگہ ہے ، اور دوسری جو جگہ ہے وہ انسانوں کی جگہ ہے ، جانوروں کی جگہ ہے ، بادشاہوں کی ہو تو بھی وہ انسانوں کی جگہ ہے ، اللہ کی جگہ کا مقابلہ وہ نہیں کر سکتی ، اس لئے مسجد اور مدرسہ ان دونوں کی قدر کیجئے ، اور سمجھئے کہ ان کی نسبت اللہ سے ہے ، یہ اللہ کی چیز ہے اس لئے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھئے ، تاکہ اللہ تعالیٰ کو برا نہ لگے ، یہ مدرسے روشنی کے مینار ہیں ، ان کی روشنی میں کفر اور شرک کی چٹانوں سے اپنے جہاز کو بچا کے نکالئے ، اور آپ اسی وقت نکالیں گے جب آپ کو روشنی مل رہی ہوگی ، جو بتا سکے کہ کدھر چٹان ہے کدھر چٹان نہیں ہے ؟ ، کہاں آپ تباہ ہو سکتے ہیں ؟ خدانخواستہ ، اور کہاں آپ بچ کے نکل سکتے ہیں ؟ لہٰذا قدر کیجئے ان چیزوں کی ، اللہ تعالیٰ برکت دے اور مجھ کو بھی قدر کی توفیق عطاء فرمائے ، اور آپ سب کو بھی ، اور اللہ تعالیٰ اپنے صحیح راستہ پر چلنے کی ہم سب کو توفیق عطاء فرمائے ، اور ہم سے راضی ہو ، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہی اصل ہے ، ساری باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اللہ کو کیسے راضی کریں ، اس کو راضی کرنے کے جو بھی طریقے ہیں ان کو ہم کس طرح اختیار کریں ۔ اور کس طرح اللہ کو راضی کریں یہ ہمارے کرنے کی چیز ہے ۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين ۔

ناہوں کی ندامت سے جو دو آنسو ٹپک سکتے ہیں

● حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرض وفات میں ایک تفصیلی خط حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے نام ارسال فرمایا جس میں کوتاہیاں زندگی کی لغزشیں اور اپنے گناہوں پر بیقراری کا اظہار فرمایا تھا. خط میں کچھ وساوس کا تذکرہ تھا. اور حسن خاتمہ کے لئے دعا کی درخواست تھی۔

ذیل میں حضرت حکیم الاسلامؒ کا حکیمانہ جواب پڑھئے

(ادارہ)

سلام مسنون نیاز مقرون

مکرمت نامہ مورخہ ۲۸ مئی سے آج ۶ جون ۱۹۷۳ء مشرف ہوا. کل پانچ جون ہی کو میں بھی سفر بمبئی مدراس وغیرہ سے دیو بند واپس پہونچا ہوں جناب والا کی علالت سے دل پر چوٹ لگی ہے. بمبئی میں مولانا عمران خاں صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان سے استفسار حال کرتا رہا پھر محترمی حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ سے ملاقات ہوئی ممدوح حجاز تشریف لے جا رہے تھے پانچ چھ دن قیام ایک ہی مکان میں رہا اور ان کی معیت کا شرف حاصل ہوتا رہا ان سے بھی جناب کے مزاج گرامی کی کیفیت پوچھتا رہا اب گرامی نامہ سے کچھ مزید احوال پر روشنی پڑی حق تعالے جناب کو صحت کامل عطا فرما کر مسلمانوں کے سروں پر قائم رکھے سہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جناب محترم نے غایت تواضع سے اپنی قلبی کیفیات اور فکر کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس سے جناب کو پریشانی لاحق ہے لیکن اپنا ناقص فہم یہ ہے کہ یہ فکر ہی انشاء اللہ منبع سکون اور حسن انجام کی غمازی کر رہا ہے. رہیں لغزشیں تو انبیاء علیہم السلام کے سوا ان سے کون خالی ہے باقی حق تعالیٰ کے یہاں اعمال سے زیادہ قلبی رخ پر نظر ہے" اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ" فکر مند قلوب ہی انشاء اللہ مقام مقبولیت پر ہوں گے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک "فکر مندی" فرمائی گئی ہے "کَانَ دَائِمَ الْفِکْرَۃِ حَزِیْنًا" اور شَیَّبَتْنِیْ ھُوْدٌ وَاِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ"

حق تعالیٰ نے جناب محترم کو جیسے دنیا میں قلب فکر عطا فرمایا ویں الحمد للہ آخرت کیلئے متفکر بھی ارزانی فرمایا. یہ فکر آخرت وہ جب ہی دیتے ہیں جب صاحب دل کیلئے نجات و درجات مقصود ٹھیرا لیتے ہیں. امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد از وفات کسی عارف نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ کیا گذری؟ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بخش دیا. اور یہ فرمایا کہ اے محمد اگر مجھے بخشنا نہ ہوتا تو میں اپنا علم ہی تیرے سینے میں کیوں ڈالتا. باقی لغزشیں تو خاصۂ بشریت ہیں جن سے انبیاء علیہم السّلام کے علاوہ کوئی بھی مستثنیٰ نہیں اگر عدل محض سے کام لیا جاتا تو انبیاء اور اجلّ اولیاء کے سوا کوئی بھی نہ بچ سکتا اس لئے سب ہی مغفرت اور عفو کے محتاج ہیں اور یہ فضل سے تعلق ہے.

آپ بحمد اللہ اونچے مقام پر فائز ہیں حق تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں کلام پاک کی تفسیر مکمل کرائی جسے ہم فخر کے ساتھ اغیار کے سامنے پیش کرتے ہیں "صدق" کے کالموں میں آپ نے بمقابلۂ اغیار اسلامی تدین و تمدن کی حفاظت فرمائی یہ خدمات رائیگاں نہیں جائیں گی انشاء اللہ. باقی یہ صحیح ہے کہ کیا ہم اور کیا ہماری خدمات؟ بجز اظہار عجز و ندامت کے اور ہم لوگوں کے پاس ہے کیا؟ مگر کار بفضل است نہ بمحض عدل" وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِظُلْمِھِمْ مَّا تَرَکَ عَلَیْھَا مِنْ دَآبَّۃٍ" جو پہلے جناب کو یاد تھے اور وہ مرض کی وجہ سے یادداشت کی گرفت میں نہیں آرہے ہیں اور نہ طاقت ہی رہ گئی ہے کہ سہر سے یاد کئے جائیں تو حق تعالیٰ تو عالم الغیب والشہادۃ ہیں وہ جانتے ہیں کہ کس بندہ نے تساہلی سے کس نعمت کو کھو دیا ہے اور کون سماوی عذر سے مجبور ہے. وہ نہ صرف یہ کہ ایسی حالت کے نقصان کا مواخذہ ہی نہیں فرماتے بلکہ سابقہ اجر کو بھی مسلسل جاری رکھتے ہیں. حدیث صحیح میں ہے کہ بعض لوگوں نے عمر بھر تہجد نہیں پڑھا ہوگا مگر محشر میں اُن کیلئے ارشاد ہوگا کہ ان کے نامۂ اعمال میں لکھ دو کہ یہ عمر بھر تہجد گذار رہے ہیں کیونکہ ہر رات کو ان کی نیت یہی ہوتی تھی کہ آج ضرور تہجد پڑھیں گے مگر آنکھ

نہ کھلتی تھی تو اس میں ان کا قصور نہیں اس لئے
تہجد گذار سمجھا جائے " نِيَّةُ الْمَرْءِ خَيْرٌ
مِّنْ عَمَلِهٖ " پھر بھی ہماری جو لغزشیں ہیں
وہ خاصۂ بشریت ہیں سو وہ توبہ کے بعد ان کی
رافت و رحمت کے سپرد ہیں۔ اُن سے زیادہ
کون ہے اپنے بندوں پر ترس کھانے والا ۔
" إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ "
آپ کی مجبوری اور دل کی نیت کو جاننے والے
ہیں وہاں قلوب ہی دیکھے جائیں گے کہ اس میں
کیا لے کر آئے ہیں ۔

حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ اے
بندے تو اگر بقدر قُرَابِ الْأَرْضِ گناہوں کا
بار لے کر میرے پاس آئے گا جس میں زمین و
آسمان چھپ جائیں گے تو میں اتنی ہی بڑی
مغفرت لے کر تجھ سے ملاقات کروں گا ۔
بشرطیکہ میری عظمت تیرے دل میں ہو ۔
سو الحمد للہ کہ وہ عظمت قلب گرامی میں
موجود ہے جس کی دلیل یہ فکر ہے جو قلب میں
موجزن ہے ۔ کیونکہ یہ فکر بغیر عظمت و جلال
خداوندی کے استحضار کے نہیں ہو سکتا سو یہ
فکر مبارک ہو ۔ فَابْشِرُوا وَابْشِرُوا ۔
میرا منہ تو نہیں ہے، چھوٹا منہ بڑی بات، لیکن
ایک جرأتِ رندانہ ہے کہ انشاء اللہ آپ مقبول
ہیں اور خیر ہی خیر ہے یہ فکر ہی اس کی دلیل
ہے ۔ الحمد للہ کوئی مایوسی نہیں ہے اور مایوس
ہونا مومن کی شان بھی نہیں ہے ۔ وہ صرف
کفار کی خاصیت ہے جس سے مسلمان بری ہے
آپ جیسے حضرات سے تو ہم جیسوں کو نجات کی
توقع ہے، جناب ذرہ برابر بھی تشویش قلب
گرامی میں نہ لائیں صرف فکر و ذکر کو ذریعہ سفر
رکھ لیا جائے ۔ انشاء اللہ کافی ہے ۔ البتہ
ایک جرأت اور گستاخی جناب کے اخلاق کریمانہ
پر اعتماد کرتے ہوئے ضرور کر رہا ہوں جسے عرض
کئے دیتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں کہ شیطان اگر
بہکانے آئے اور وسوسہ اندازی کرے خواہ بحالتِ
صحت یا بحالتِ مرض خواہ بحالت حیات یا
بقریب ممات تو اُس سے نہ مناظرہ کا جذبہ رکھا
جائے نہ اپنے دلائل پر کوئی زعم کیا جائے ۔ وہ
ملعون تمام کتب سماوی کو دیکھے ہوئے اور اپنی
تلبیسات کو موجہ کئے ہوئے ہے، ہمارا علم تو اس
کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا ۔ اس
قلت علم پر اس کے مقابلہ میں ہمارے دلائل ہی کیا
ہوں گے ۔ اور ہوں گے تو کس کام کے اور زبان
کھل بھی جائے گی یا نہیں ۔ اس لئے شیطان کا
علاج مناظرہ نہیں لاحول ہے اور صرف ایک
ہی جواب ہے ۔ کہ ہم بے دلیل اپنے خدا اور رسول
اور دین کو مانتے ہیں ۔ اور تجھے ملعون سمجھتے
ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے ابد الدہر ملعون قرار دیا
ہے اس لئے تو بھی جھوٹا اور تیری ساری
دلیل بھی جھوٹی اور ناقابل التفات ہیں تو دور
ہو، تجھ پر لعنت ہو، ہم تجھ سے مخاطب نہیں
ہونا چاہتے ۔ بہر حال شیطان کا سیدھا
جواب یہی ہے نہ کہ بحث و مباحثہ یا عزم مناظرہ ۔
یہ بات اپنے ایک بزرگ کے سامنے عرض کرنا
یقیناً گستاخی ہے ۔ کہاں میں اور کہاں جناب
کی ذات گرامی سے

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

لیکن خورد کی بات بھی کبھی کبھار کارآمد
ہو جاتی ہے اور نافع ثابت ہوتی ہے یہ ایک
طالب علمانہ مشورہ دل میں آیا جسے بے تکلف
عرض کر دیا گیا معافی کا خواستگار ہوں ۔

حضرت گرامی میں جھینپ ہی گیا ہوں کہ
دستگیری کا لفظ اس نابکار کی نسبت استعمال
فرمایا جائے ۔ یہ جناب کی محض بزرگانہ شفقت ہے
میرا وظیفہ تو یہ ہے کہ جہاں اپنے بزرگوں کیلئے
دعاء ترقی درجات کرتا ہوں جناب محترم
بھی انھیں میں شامل ہیں ۔ جب سرور دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک امتی دعاء وسیلہ
و ترقی فضل و فضیلت کر سکتا ہے کہ جہاں کوئی
نسبت بھی نہیں سوائے غلامی اور آقائی کے
تو ایک حقیر خورد کو اپنے ایک بزرگ کے لئے
بھی دعاء کی جرأت ہو سکتی ہے ۔ میری دعاء
تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ میری اور جناب کی دستگیری
فرما دے اور ہمیں جنت رضوان میں جمع فرمائے
تو وہاں انشاء اللہ تفصیلی باتیں ہوا کریں گی
بنص حدیث اہل جنت کو دنیا کی تمام باتیں
نہ صرف یاد ہی ہوں گی بلکہ ہمہ وقت مستحضر بھی
ہوں گی " عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ
وَأَخَّرَتْ " اور وہ اس میں باتیں کریں گے
کہ وہ فلاں وقت کی بات یاد ہے جو ہم میں
تم میں ہوا کرتی تھی، اس وقت " إِخْوَانًا
عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ " کا ظہور
ہوگا ۔ اور دنیا کے بچھڑے ہوئے سب
مل جائیں گے اللہ تعالیٰ جناب کو صحت کاملہ
عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے اور زندگی کو مستفیدین
کیلئے اور تھامے رکھے اور ہم سب کو حسن خاتمہ
کی دولت سے نوازے (آمین) یَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

جن لوگوں کے کچھ اخلاقی حقوق
یاد آئیں اُن کے لئے استغفار اور دعاء ترقی
درجات کافی ہے ۔ حق تعالیٰ کریم ہیں ۔ ان
استغفاروں اور ندامتوں کا حوالہ دے کر اگر
ان اہل حقوق سے معافی کی سفارش فرمائیں گے
تو کون ہوگا جو ان کی سفارش ٹال سکے گا
یا اپنے حق میں عظیم فخر و مباہات اور اس
ہولناک دن میں اُسے خود اپنا ذریعۂ نجات
نہیں سمجھے گا ۔ البتہ اگر کچھ مالی حقوق ہوں

ن مرحومین کے ورثاء کو ادا کئے جاسکتے ہیں۔
توجہ الی اللہ اور ذکر و فکر کی توجہ
ت گرامی کو کون دلانے کی جرأت کرے جبکہ
ب الت وہ حاصل بھی ہے اس دنیا میں وجہ
کون سوائے اسماء الٰہیہ کے ورد کے اور
ن چیز نہ ہے نہ بن سکتی ہے اَلَّذِيْنَ
نُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ
بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ
طْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ سو توجہ بحمد اللہ
جود ہے بلکہ قلب پر مستولی ہے جس کی
یل یہ فکر ہے۔ باقی دعائیں ہم غریبوں کو
ی انشاء اللہ ہیں قبول فرمانے والے وہ ہیں
ن کی شان اقدس اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ہے اور ہمارے
ں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بھی بِالْمُؤْمِنِيْنَ
ؤُفٌ رَّحِيْمٌ بتلائی گئی ہے ۔
بس سے

اے آنکہ کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

لہٰذا ذرا بھی دل میں تشویش نہ لائی جائے
رف فکر و ذکر کی طرف توجہ رکھیں اور رجاء کو
لب صافی پر غالب رکھا جائے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ
عَبْدِيْ بِيْ نہ معلوم اپنی طالب علمانہ ترنگ میں کیا کچھ
لکھ گیا ہوں معافی کا خواستگار ہوں حاضرین مجلس
ں سلام مسنون۔ مزاج مبارک کی کیفیت کسی
سے لکھ دینے کو فرمادیا جائے۔

(والسلام)

محمد طیب۔ از دیوبند
۸ / ۹ / ۱۹۷۴ء
۱۶ / ۵ / ۱۳۹۴ھ
(یوم السبت)

(بقیہ) سوال و جواب

زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، مثلاً ابھی سال پورا نہیں ہوا۔ سال کے اندر ہی فقراء کو کچھ دیا جاتا رہے اور سال مکمل ہونے پر اس رقم کو محسوب کر لیا جائے تو درست ہے۔

س ۱:۔ بینک میں ایک رقم رکھی ہوئی ہے اور ایک سال اس پر گزر گیا تو زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

ج:۔ اگر بینک میں رکھی ہوئی رقم بقدر نصاب ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

س:۔ اگر ایک شخص کی بقدر نصاب رقم دوسرے پر قرض ہے تو ایسا شخص زکوٰۃ دے گا یا نہیں؟

ج:۔ اگر مقروض قرض کا اقرار کرتا ہے یا وہ انکار کرتا ہے مگر ثبوت موجود ہے تو ان دونوں صورتوں میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ لیکن اگر مقروض انکار کرتا ہے اور ثبوت بھی موجود نہیں تو اس صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

س:۔ اگر کوئی شخص تمام مال صدقہ کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں۔

ج:۔ اگر کوئی شخص تمام مال صدقہ کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ ومن تصدق بجميع ماله لا ينوي الزكوٰة سقط فرضها عنه (ہدایہ اول ص ۱۶۸)

س:۔ ایک شخص کا قرض دوسرے شخص پر تھا۔ اور وہ کئی سالوں تک انکار کرتا رہا اس کے بعد اقرار کیا تو ایسی صورت میں گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

ج:۔ ایسی صورت میں گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ ومن له على آخر دين فجحده سنين ثم قامت به بينة لم يزكه لما مضى (ہدایہ اول ص ۱۷۱)

س:۔ ایک شخص کے کئی مکان ہیں استعمال میں ایک ہے باقی ضرورت سے زائد ہیں کیا ان کی زکوٰۃ دینی ہوگی؟

ج:۔ اگر زائد مکانوں کو تجارت کی غرض سے خریدا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

س:۔ ایک شخص کے پاس زمین ہے خالی پڑی ہے مال نصاب سے زیادہ قیمت کی ہے کیا اس پر زکوٰۃ فرض ہے؟

ج:۔ زمین کے سلسلہ میں جب تک تجارت کی نیت نہ کرے۔ اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

(بقیہ) قرآن کی تاثیر

ہم اس کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو قرآن اس کے اندر نرمی پیدا کر دیتا ہے، اور اکثر وہ شخص اسلام قبول کر لیتا ہے۔

● جاپان میں ایک شخص نے اسلام قبول کیا، لیکن اس کی بیوی اور بیٹیوں نے اسلام قبول نہیں کیا، جب عیسائیوں کو اس کا علم ہوا تو وہ اس شخص کی بیٹیوں اور ماں کے پاس گئے اور ان میں اسلام کے بارے میں شبہات پیدا کئے، چنانچہ اس کے بعد باپ چند داعیوں کو لیکر ان کے پاس آیا تو بیٹیوں اور ان کی ماں نے تہمتوں کی برسات کر دی چنانچہ اسی دوران ایک داعی نے تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنا شروع کر دیا، تو تمام لوگ مطمئن ہو گئے اور ماں بیٹیوں نے تنہائی کا مطالبہ کیا، اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد سب کے سب مسلمان ہو گئے، باپ خوشی سے اچھل پڑا اور نعرہ لگایا کہ یہ محض قرآن کی برکت سے ہے۔

یہ راز ہے قرآن کی برکت وعظمت اور اس کے کلام الٰہی ہونے کا۔ اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ گھروں اور اپنی گاڑیوں میں قرآن سنیں اور اس کی تعلیمات پر عمل کریں۔

(بشکریہ الدعوۃ)

اعلان:۔ عید الفطر کی تعطیل کی وجہ سے ۱۶ اور ۲۵ دسمبر ۲۰۰۰ء کا اگلا شمارہ ۲۳ اور ۲۴ مشترک شائع ہوگا، جس کی قیمت ۱۲ بارہ روپئے ہوگی۔

قرآن کی تاثیر

تحریر: نعمان عبدالرزاق السامرائی ——— ترجمہ: مسعود حسن حسنی

قرآن اللہ کا کلام ہے اور وہ مکمل طور پر نصیحت وموعظت اور قصص کے ان پہلوؤں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہیں، اس کے کلام الٰہی ہونے پر شک کرنے والا کافر ہے، قرآن کریم جہاں امراض باطنی کے لئے دوا ہے وہیں امراض ظاہری کے لئے بھی شفا کا ذریعہ ہے، مفسرین کی رائے اس سلسلہ میں بہت واضح ہے، لیکن مذکورہ مضمون میں کچھ ایسے واقعات نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ایک خاص تاثیر ہے جو مسلم اور غیر مسلم دونوں کے قلوب محسوس کرتے ہیں۔

• دو آدمی تجارت کی غرض سے تھائی لینڈ گئے، اور وہ دونوں سامان کے حصول میں مشغول تھے اسی دوران نماز کا وقت آگیا، ان میں سے ایک امامت کے لئے آگے بڑھا اور دوسرے نے اس کی اقتدا کی، نماز مکمل کرنے کے بعد انھوں نے اس جگہ پر ایک ایسے شخص کو پایا جو ان کی تلاوت کے بارے میں جاننا چاہتا تھا، الغرض دونوں نے اسے بتایا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، اور جو اس نے سنا ہے وہ قرآن تھا، اس شخص نے کہا کہ باوجودیکہ میں اس کلام کو نہیں سمجھ سکا لیکن اب تک جو کچھ میں نے سنا ہے یہ کلام ان سب سے میٹھا ہے (تاثیر رکھتا ہے) انھوں نے اسے بتایا کہ یہاں کیسٹ ملتے ہیں، وہ جو چاہے سن سکتا ہے، اور اس کو بہت امید دلائی کہ وہ اس کے سننے کے لئے کیسٹ کا ایک مجموعہ اسے بھیج دیں گے۔

• ایک عرب ملک کی راجدھانی میں اٹلی کی ایک ہیروئن فلم کی شوٹنگ کے لئے آئی، ایک دن اس نے شیخ محمد رفعت کا کیسٹ سنا، وہ ٹھہر گئی، اور پھر ہوٹل کے ذمہ داروں کے پاس گئی اور پوچھا یہ آواز کس کی تھی، اس نے کہا: اس نے اپنی زندگی میں اتنی دلنشیں آواز کبھی نہیں سنی تھی جتنی کہ آج سنی، اور اس آواز نے اس کو اتنا متاثر کیا کہ وہ اسلام لے آئی (اس نے اسلام قبول کرلیا)۔

• جاپان کے ایک سفیر کی بیوی ایک عرب ملک گئی، اس نے کہا کہ اس ملک میں جو چیز سب سے زیادہ اپنے اندر جمال کے پہلو کو لئے ہوئے ہے وہ اذان اور قرآن کی تلاوت ہے، اور وہ اس معاملہ میں خوش قسمت ہے کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ اذان اور روزانہ قرآن سنتی ہے، لیکن اسے اس بات کا افسوس ہے کہ وہ ان کے معانی نہیں سمجھتی، اس کے لئے وہ عربی زبان سیکھنا چاہتی ہے تاکہ عربی کے معنی و مفہوم کو سمجھ سکے، بعض عیسائی پادری قرآن سنتے ہیں اور روتے ہیں۔

بعض مسلمان ڈاکٹروں نے کوشش کی کہ قرآن کی تاثیر معلوم کریں، انھوں نے ایک مسلمان کے سامنے قرآن شریف کا کیسٹ بجانا شروع کیا، اور اس کے دل پر آلہ رکھ دیا، تاکہ دل کی حالت کا اندازہ کیا جائے اس
سے ان کو اندازہ ہوا کہ تلاوت کے دوران
نبض کی کیفیت تلاوت سے پہلے کی کیفیت
مختلف تھی، پھر اس طرح کا تجربہ چند عیسائیو
پر کیا، اس لئے کہ ان کو معلوم تھا کہ مسلمان
ہوتا ہے کیونکہ اس کا ایمان ہے کہ جو چیز وہ
رہا ہے وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے،
عمل غیر مسلموں پر کیا گیا، نتیجہ وہی نکلا، جب
نصاریٰ نہ قرآن کو سمجھتے ہیں اور نہ عربی زبا
سے واقف ہیں نہ ان کا اس پر ایمان ہے۔

اس کے بعد ان لوگوں نے یہ فر
کرلیا کہ انسان جب کلام اللہ کو تجوید سے سن
ہے تو متأثر ہوتا ہے، اس کی تصدیق کے
انھوں نے دوسری عبارتوں کو تجوید کے سا
پڑھوا کر قلب کی حالت دیکھی اس سے
اثر نہیں ہوا، معلوم ہوا کہ یہ تاثیر صرف قرآ
شریف ہی میں ہے۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ انسا
چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم جب قرآن سنتا
سمجھے یا نہ سمجھے وہ متأثر ہوتا ہے، شاید کہ اس
میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف "وَإِ
أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِ
حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَ
(التوبہ) اشارہ ہے۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ خوفزدہ غیر مس
مسلمان سے امان طلب کرتا ہے تو مسلمان کو
کی مدد کرنی پڑتی ہے، اور وہ اس سے کہتا
کہ کلام اللہ سنے۔ بسا اوقات اس کے سننے
وہ مطمئن ہو جاتا ہے، یا اسلام کی دعوت کا
بنتا ہے۔

جو لوگ غیر مسلموں میں دعوتی کا
کر رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ جب کسی شخص
اسلام قبول کرنے میں دشواری ہوتی ہے

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

لاح معاشرہ

عیادت کی فضیلت

عائشہ خلیل

عیادت فطرت انسانی کا ایک بنیادی وصف
... یہ جذبہ محبت اور ہمدردی سے پیدا ہوتا ہے
بت ایک طرح سے اپنے بلند ترین اور وسیع
وم میں خدا تعالیٰ ذوالجلال کی صفت ہے۔ ایک
سرے کی عیادت وہی لوگ صحیح طرح سے کر
سکتے ہیں، جن کے دلوں میں محبت و شفقت
ردی اور خدا تعالیٰ کا ڈر و خوف موجود ہے۔ اور
وگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہی جانتے ہیں
یک دوسرے کی عیادت یعنی کہ مزاج پرسی کر کے
طرح اپنے گناہوں کی معافی طلب کی جا سکتی ہے
س طرح خدا تعالیٰ کے نزدیک آیا جا سکتا ہے۔
لئے فرشتے بھی اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں۔

فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (مؤمن: ۷)

جمہ: "اے ہمارے رب تو اپنی رحمت اور اپنے علم
کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے بس معاف
کر دے اور عذاب دوزخ سے بچالے ان لوگوں
کو جنھوں نے توبہ کی ہے اور تیرا راستہ اختیار کر لیا ہے"

آج اس سرزمین پر باہمی محبت و ہمدردی، دکھ
ھ، خوش اخلاقی رحم و کرم اور نیکی و بھلائی جیسے
نے بھی پھولتے پھلتے نظر آ رہے ہیں وہ سب رحمت
اوندی کے پرتو ہیں۔

لوگوں میں آج سب سے زیادہ نرم دل وہی شخص
ہے جو کمزوروں سے محبت کرتا ہے، غریبوں کی مدد
کرتا ہے، اور ان کی عیادت کیلئے جاتا ہے۔ اور
ان کی زندگی سے سب سے زیادہ ہمدردی کرتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان
کی عیادت صبح ہی صبح کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے
شام تک اس پر درود بھیجتے ہیں اور اگر شام
کو عیادت کیلئے جاتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے
اس کیلئے دعا کرتے ہیں۔ اور اس کیلئے بہشت کی
میوہ خوری ہے (ترمذی)

اس کے برعکس سخت دل انسان کے بارے
میں ارشاد نبوی ہے:

"خداوند تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور سنگدل
اور سخت دل شخص ہوگا"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ کے رسولؐ آنکھوں کی خشکی
اور دلوں کی بندی کو بدبختی کی نشانی سمجھتے ہیں"

ایک اور جگہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ
فلاں شخص بیمار ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں اس
بات کی خوشی ہے کہ وہ اچھا ہو جائے! تو اس نے
عرض کیا جی ہاں تو فرمایا تم یہ دعا کرو۔

يَا حَلِيْمُ يَا كَرِيْمُ اشْفِ فُلَانًا

ترجمہ: "اے بردبار، اے کرم کرنے والے تو فلاں
شخص کو شفا دیدے" تو وہ انشاء اللہ
ٹھیک ہو جائے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ دنیا کی حالت زار
پر رحم کرنے ان کے غموں کا مداوا کرنے ان کی تکلیفوں
کو دور کرنے، اُن کے زخموں پر مرہم رکھنے ان کی
غلطیوں پر اظہار ہمدردی کرنے ان کی بیماری کے وقت
عیادت کرنے ان کی ہدایت کیلئے اپنی جان ہلکان کرنے
کمزوروں کے حقوق زبردستوں سے دلوانے ان کی
حفاظت کی خاطر جنگ کرنے، سرکش انسانوں کی قوت
و شوکت توڑ کر انھیں سلیم الفطرت بے ضرر انسان بنانے
کیلئے اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو مبعوث فرمایا۔ آپ کے دل میں
علم اور حلم کے خزانے بھرے آپ کی سرشت میں
نیکی و تقویٰ کے جوت جگائے آپ کی فطرت
میں نرمی و رحمدلی رکھی اور آپ کے ہاتھوں میں
سخاوت اور جود و کرم کے صفات پیدا کیں اور
ان تمام صفات نے محمدؐ کو اللہ کے بندوں میں سب سے
زیادہ نرم دل اور مہربان اور سب سے زیادہ
وسیع الظرف اور فراخ دل بنا دیا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران: ۱۵۹)

ترجمہ: "اے پیغمبرؐ! یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے
کہ تم ان لوگوں کیلئے بہت نرم مزاج واقع ہوئے
ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ
سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے"

یہ اللہ کا بھی حکم ہے کہ مریضوں اور آفت رسیدہ
لوگوں پر رحم و کرم کا بہترین مظاہرہ کرو کیوں کہ
ان بیچاروں کے پاس وسائل زندگی بہت محدود
ہوتے ہیں جس کی وجہ سے زندگی کی دوڑ میں

یہ لوگ ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے اور اپنی ضروریات کی تکمیل نہیں کر سکتے خود اللہ تعالیٰ نے انھیں معذور قرار دیا ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے :۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا

(سورۂ فتح : ۱۷)

ترجمہ :۔ ہاں اگر اندھا اور لنگڑا اور مریض جہاد کیلئے نہ آئے تو کوئی حرج نہیں۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اور جو منھ پھیرے گا اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔"

یہ درست ہے کہ بیمار شخص اپنی بیماری کے جال میں پھنسا رہتا ہے اور دواؤں کی تلخی اس کی زندگی کو کڑوا کر دیتی ہے۔ اگر وہ اپنی تکلیفوں پر صبر کرے تو اللہ سے قریب ہو جاتا ہے اور اس کی رحمتوں کا مستحق ہو جاتا ہے جب انسان پر کسی طرح کی بیماری یا مصیبت آن پڑتی ہے تو در حقیقت اللہ تعالیٰ اس بندے کا امتحان لیتا ہے۔ جب ایک کانٹا چبھنے سے مومن کے گناہ جھڑتے ہیں تو بھلا اس شخص کے بارے میں تصور کیجئے جو مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے ہر طرح طرح کی تکلیفیں اس کی زندگی کو عذاب بنائے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسا شخص براہ راست خدا کی حفاظت میں ہوتا ہے اس لئے ہمیں مریضوں کے ساتھ بدسلوکی، ان کی توہین استہزاء سے سختی سے پرہیز کرنا چاہیئے اس لئے یہ بدترین جرم ہے ہمیں تو ان کے ساتھ خوش اخلاقی کا ثبوت دینا چاہیئے۔

ایک فرد کے سینے میں اگر سخت دل ہے تو یہ اس کے اندر بہت بڑی خرابی کی دلیل ہے اور امت کی تاریخ میں تو اس سے بڑا فساد پھوٹتا ہے۔

اسلام نے ساری مخلوق اور تمام انسانوں کو ایک دوسرے کی مصیبت کے وقت ایک دوسرے کے کام آنے کا حکم دیا ہے اور اسے مکمل ایمان کی دلیل بتائی ہے کہ ایک مسلمان تمام مسلمانوں سے ملے۔ ان کے لئے اپنے دل میں نرم گوشہ پیدا کرے۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہو۔ اور بیماری کے وقت ان کی دل وجان سے تیمارداری کرے اس سے ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان میں ہمدردی، محبت، قربانی، عزت، رحمت ومؤانست جیسے تمام نرم گوشے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ جب کسی مریض کی عیادت اور مزاج پرسی کیلئے جاؤ تو یہ دعا پڑھو :۔

لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ، لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

ترجمہ :۔ "کوئی گھبرانے کی بات نہیں، انشاء اللہ یہ بیماری ظاہری اور باطنی آلودگیوں سے) پاک کر دینے والی ہو۔ کوئی گھبرانے کی بات نہیں، اللہ یہ بیماری تمام آلودگیوں سے) پاک کردینے والی ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے :

اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ ۔

ترجمہ :۔ میں خدائے بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں جو عرش عظیم کا مالک ہے کہ وہ تجھے شفا دے۔"

حدیث شریف میں آیا ہے کہ :۔

جس شخص نے بھی کسی ایسے مریض کی عیادت کی جس کی موت نہ آئی ہو۔ اور یہ مذکورہ بالا دعا کی تو اللہ تعالیٰ اس مریض کو اس مرض سے ضرور شفا دے دیں گے۔

آج کل اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی بہت زیادہ مریض ہوتا ہے تو وہ بجائے زندگی سے اللہ تعالیٰ سے موت مانگ بیٹھتا ہے جو کہ سراسر گناہِ کبیرہ ہے۔ بلکہ اگر کسی شدید مرض میں مبتلا اور زندگی سے بیزار ہو جائے تو مرنے کی دعا تو نہ کرے بلکہ اگر دعا ہی کرنا ہو تو یہ دعا خدا تعالیٰ سے کرے :

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ

ترجمہ :۔ اے اللہ تو مجھے زندہ رکھ جب تک کہ زندگی میرے لیے بہتر ہو۔ اور موت دیدے جبکہ مرنا میرے لئے بہتر ہو۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر پوری کائنات میں دیکھا جائے جہاں دوسرے لوگوں کی عیادت کرنا فرض ہے تو اس فہرست میں یتیموں کا بھی حق ہے کہ ان کی مزاج پرسی کی جائے اور ان پر بھی رحم و کرم کرنا واجب ہے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی و بھلائی کی روش اپنانے ان کی کفالت کرنے اور ان کے مستقبل کو بربادی سے بچانا انتہائی پاکیزہ عبادت ہے۔

جس دور میں ہم آج کل رہ رہے ہیں دل اس معاشرے میں بے حس اور مردہ ہو جاتا ہے جس میں خوشی ومسرت کے وافر سامان موجود ہوں صبح وشام گذر جائے لیکن اپنی خوشحالی اور عیش کوش زندگی کی رنگینیوں کے سوا انھیں کچھ نظر نہ آئے۔ ارباب دولت اور صاحب نعمت افراد عوام کی تکلیفوں اور پریشانیوں سے اس لئے ناواقف رہتے ہیں کہ انھیں میسر آنے والی لذتیں ان کے دل کے دروازے بند کر دیتی ہیں تاکہ وہ مظلوموں کی آہ نہ سن سکیں۔ ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتی ہیں تاکہ انھیں یتیموں اور مسکینوں کی بے چارگی نظر نہ آسکے۔ عام انسانوں کو پاکیزہ احساسات اور لطیف جذبات اسی وجہ سے مل جاتے ہیں کہ وہ زندگی کے نرم وگرم حالات

سے گزرتے رہتے ہیں، خوشحالی و بدحالی دونوں کا مزہ چکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے مزاجوں سے خوب واقف ہوتے ہیں اس وقت انھیں احساس ہوتا ہے کہ یتیم کی تنہائی و بے چارگی کا کیا مطلب ہے بیواؤں کی کسمپرسی کیا غضب ڈھاتی ہے؟ اور بدحال لوگوں کی کیا حالتِ زار ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:-

کہ اگر کوئی شخص مرض میں مبتلا ہے تو عیادت کرنے والا اپنا دایاں ہاتھ مریض کے جسم پر پھیرتے ہوئے یہ دعا پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور شفا دیتا ہے۔

اللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِہٖ وَاَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآءُکَ شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

ترجمہ: "اے اللہ تکلیف کو دور فرما(دے) لوگوں کے پروردگار اس بیمار کو شفا دے۔ اور تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں ایسی شفا دے کہ کوئی بیماری باقی نہ رہنے دے۔"

(بقیہ)

مدرسہ نور الاسلام کنڈہ کا جلسہ

بڑی جامع و فکر انگیز تھی۔ کہ پورا مجمع اخیر تک ہمہ تن گوش متوجہ رہا۔ سامعین کی تعداد وہم وگمان سے زیادہ تھی جس میں خاص طور سے پرتاپگڈھ کے مدارس و مکاتب کے علماء و فضلاء اور ذمہ داران مدارس قابل ذکر ہیں کہ انھوں نے کثیر تعداد میں پوری دلچسپی سے جلسہ میں شرکت فرمائی۔ اور خدا کے فضل سے مدرسہ نور الاسلام کے اساتذہ و منتظمین کی کوششوں سے جلسہ پوری طرح کامیاب رہا۔ جلسہ کا اختتام مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری کی دعا پر ہوا۔

سوال و جواب

• محمد طارق ندوی

اعتکاف کے مسائل :

س :۔ کوئی شخص رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف توڑ دے تو اس پر قضا لازم ہے یا نہیں؟

ج :۔ جس دن اعتکاف توڑ دیا ہو فقط اس دن کے اعتکاف کی قضا روزہ کے ساتھ ضروری ہے بقیہ دنوں کی قضا ضروری نہیں ہے، البتہ اگر کوئی شخص رمضان کے بعد پورے عشرہ کی قضا مع الصوم کرلے تو بہتر ہے۔

س :۔ اگر کوئی شخص زبردستی معتکف سے باہر نکال دیا جائے تو اعتکاف برقرار رہے گا یا نہیں؟

ج :۔ اگر کوئی شخص زبردستی اعتکاف کی جگہ سے باہر نکال دیا جائے تب بھی اعتکاف باقی نہ رہے گا مثلاً کسی جرم میں حاکم کی طرف سے وارنٹ جاری ہو سپاہی اس کو گرفتار کرلے جائے یا کسی کا قرض دار ہو اور وہ اس کو باہر پکڑ لے جائے یا کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے باہر نکلے اور قرض خواہ وہیں روک لے ان تمام صورتوں میں اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

س :۔ کیا اعتکاف کی حالت میں خاموش رہنا مکروہ ہے؟

ج :۔ حالت اعتکاف میں بالکل چپ رہنا مکروہ ہے معتکف کو چاہیئے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے ذکر میں مشغول رہے یا کسی دینی کتاب کا مطالعہ کرے بالکل خاموش نہ بیٹھا رہے۔

س :۔ کیا معتکف اپنے گھر جاکر کھانا لاسکتا ہے ؟

ج :۔ نہیں! اپنے گھر کھانا لانے نہیں جاسکتا ہے۔ اس کا انتظام کرنا ہوگا۔

س :۔ اگر کوئی شخص یہ نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اعتکاف کروں گا۔ کام پورا ہونے پر اس پر اعتکاف کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟

ج :۔ مذکورہ صورت میں اعتکاف کرنا واجب ہے نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

س :۔ رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کی شرعاً کیا حیثیت ہے۔

ج :۔ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا سنت کفایہ مؤکدہ ہے اگر اہل محلہ میں سے کوئی بھی محلہ کی مسجد میں اعتکاف کرے تو سارے محلہ والوں کی طرف سے کافی ہوگا. ورنہ سارے محلہ والے گنہگار ہوں گے۔

زکوٰۃ کے مسائل :

س :۔ مقروض پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟

ج :۔ اگر مقروض کے پاس صرف اتنا مال ہے کہ اس سے قرض کی ادائیگی ہو سکتی ہے تو اس صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور اگر اس کے پاس اتنا مال ہے جو قرض سے زائد ہے تو اس صورت میں اگر زائد مال ضرورت اصلیہ سے زائد ہو اور بقدر نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

ومن كان عليه دين يحيط بماله. فلا زكوٰة عليه وان كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل اذا بلغ نصابًا۔ (ہدایہ اول ص: ۱۶۶)

س :۔ اگر زکوٰۃ کے روپئے سے کپڑا یا غلہ خرید کر مستحقین زکوٰۃ کو دے دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟

ج :۔ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے اصل شرط تملیک ہے (مستحقین زکوٰۃ کو بلا عوض مالک بنا دینا) وہ یہاں موجود ہے۔

س :۔ مال حرام مثلاً گانے بجانے کی کمائی میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں ؟

ج :۔ کسی حرام طریقے سے جو روپیہ حاصل کیا جائے تو سارا مال حرام ہے۔ حرام مال کسی کی ملکیت نہیں ہوتا اور زکوٰۃ مالک نصاب پر ہوتی ہے، لہٰذا اس صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، بلکہ سارا مال بغیر ثواب کی نیت کے مستحقین کو دے دینا ہوگا۔

س :۔ سونے اور چاندی کے زیورات اور برتنوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟

ج :۔ سونے اور چاندی کے زیورات اور برتنوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ وفی تبر الذهب والفضة وحليهما واوانيهما الزكوٰة۔

س :۔ جس شخص کو زکوٰۃ دی جائے کیا اسے یہ بتانا کہ زکوٰۃ کی رقم ہے ضروری ہے ؟

ج :۔ جس شخص کو زکوٰۃ دی جائے اس کو یہ بتانا کہ زکوٰۃ کی رقم ہے ضروری نہیں ہے بلکہ صرف دینے والے کی نیت کافی ہے۔

س :۔ ایک شخص پر زکوٰۃ واجب تھی. اس کا انتقال ہوگیا۔ اور زکوٰۃ ادا نہ کرسکا۔ ایسی صورت میں اس کے مال میں سے زکوٰۃ ادا کردی جائے یا نہیں؟

ج :۔ اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔ ہاں اگر میت نے وصیت کی ہو تو اس کے مال میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی

س :۔ ایک ہی شخص کو اتنی زکوٰۃ دی جائے کہ وہ مالک نصاب بن جائے یہ درست ہے یا نہیں ؟

ج :۔ ایک ہی شخص کو اتنی زکوٰۃ دینا کہ وہ صاحب نصاب ہو جائے یہ مکروہ ہے۔ ہاں مقروض کو اتنی رقم دینا کہ اس سے وہ اپنے قرض کی ادائیگی کرسکے اس میں کوئی قباحت و کراہت نہیں۔ اسی طرح عیال دار کو اتنی رقم دے سکتے ہیں کہ اگر اس کی اولاد پر تقسیم کیا جائے تو ہر بچہ صاحب نصاب نہ بن سکے۔

س :۔ کیا حولانِ حول سے قبل زکوٰۃ دینا جائز ہے ؟

ج :۔ ہاں سال مکمل ہونے سے قبل زکوٰۃ دینا جائز ہے

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب: أصول الشاشی (مختصر فی أصول الفقہ الإسلامی)
تالیف: الإمام الفقیہ نظام الدین الشاشی
تحقیق: محمد اکرم الندوی
صفحات: ٢٧٨، سائز ١٨×٢٢/٨، قیمت ٦٥/ روپے
ناشر: مجلس صحافت و نشریات پوسٹ بکس ٩٣ ندوۃ العلماء لکھنؤ
ملنے کا پتہ: ندوی بکڈپو، پوسٹ بکس ٩٣ ندوۃ العلماء لکھنؤ

"أصول الشاشی" علم أصول فقہ کی جامع و مختصر کتاب ہے جسے ساتویں صدی کے امام و فقیہ حضرت نظام الدین الشاشی نے تالیف کی ہے آٹھویں صدی کے نصف میں یہ کتاب برصغیر میں آئی چنانچہ لوگوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنے نصاب درس میں شامل بھی کیا۔ اور آج تک یہ کتاب پڑھائی جارہی ہے۔ یہ کتاب فقہ کے چار اصول کتاب و سنت اجماع و قیاس پر مشتمل ہے، اس میں فقہ کے ان چاروں اصولوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے تاکہ احکام و مسائل کا استنباط ممکن ہوسکے اور علم فقہ کے مبتدی طلبا کیلئے مسائل کے سمجھنے کا ایک زینہ بن سکے؛

مولانا محمد اکرم ندوی (استاد آکسفورڈ سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز آکسفورڈ برطانیہ) مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کی (جو صدیوں سے دستی تحریر کے ساتھ چلی آرہی تھی) تحقیق کی اور اس کے نصوص اور اصل عبارت کو تین

• محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نسخوں سے رجوع کیا، دو نسخے مکتبہ علامہ شبلی نعمانی ندوۃ العلماء لکھنؤ اور ایک نسخہ معہد البیرونی للدراسات الشرقیہ کا ہے۔

محقق کتاب نے تحقیق و مراجعت نصوص میں چند درج ذیل امور کو ملحوظ رکھا ہے۔

• پہلے نسخہ کو اصل مرجع قرار دیکر دوسرے دو نسخوں میں اگر کوئی فرق ہے تو اس کی وضاحت حاشیئے میں کردی ہے۔

• کتاب کے پیچیدہ و مشکل مسائل کی تشریح کی ہے

• اہم أصولی مراجع پر اعتماد کرتے ہوئے اصولی مسائل کو حل کیا ہے۔

• اصولی مسائل اور بعض فروعی مسائل کے عناوین متعین کرکے مثالیں بھی درج کی ہیں۔

• کتاب کے دلائل و براہین کی قرآن و حدیث سے تخریج کی ہے۔

• کتاب کے اندر مذکور ائمہ فقہ کی سوانح عمری بھی اختصار کے ساتھ لکھ دی ہے۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اپنے گرانقدر مقدمۂ کتاب میں کتاب کی نافعیت و افادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ کتاب مختصر اور جامع اسی کے ساتھ مشکل عبارت کی وضاحت اور اصول کے سمجھانے پر زور دیا گیا ہے۔ مزید برآں فروعی مسائل کی مثالیں اور عقلی و نقلی دلائل بھی ذکر کئے گئے ہیں انہی خصوصیات کا تذکرہ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "المستصفی" کے اندر کیا ہے یہ کتاب صدیوں سے برصغیر و ایشیاء کوچک میں چھپتی رہی لیکن ضرورت تھی کہ اس کی تحقیق کی جائے، چنانچہ اللہ رب العزت نے یہ توفیق ایک نوجوان عالم محمد اکرم ندوی کو دی انھوں نے تحقیق کے ساتھ مراجعت نصوص اور حواشی لکھنے کی بھی خدمت انجام دی اس طرح انھوں نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اللہ رب العزت موصوف کو اس عمل پر اجر جزیل سے نوازے۔"

ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ یہ کتاب علامہ نظام الدین الشاشی کی مختصر اور جامع کتاب ہے جس نے تعلیمی و تدریسی حلقوں میں بڑی شہرت حاصل کی اور طالبان علوم نبوت نے اس سے بڑا کسب فیض کیا اور اس کے ذریعہ وہ اپنے فن کے امام بھی بنے، عرصۂ دراز سے ضرورت تھی کہ اس کتاب کو از سر نو چھاپا جائے اور اس پر اور بھی کام کئے جائیں۔

چنانچہ اس خدمت کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فاضل نوجوان محمد اکرم ندوی نے انجام دیا جن کا ایک کتابچہ "مبادی فی علم أصول الفقہ" [illegible] سے منظر عام پر آچکا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کو قبول فرمائے۔ اور علوم دینیہ کے طلبا کیلئے نافع بنائے۔

یہ کتاب خوبصورت ٹائٹل عمدہ کاغذ دیدہ زیب کمپوزنگ کتابت کے ساتھ مزین ہے اور بڑے آب و تاب سے مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء نے شائع کی ہے جو مدارس دینیہ کے اساتذہ و طلبا اور فن اصول فقہ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کیلئے ایک بہترین تحفہ ہے، اس سے شائقین حضرات خصوصاً مدارس دینیہ کے لئے بہت مفید ہے لہٰذا اصول الشاشی کے قدیم نسخہ کی جگہ اس نسخہ کو نصاب میں داخل کریں تو بہتر ہوگا۔

مدرسہ نورالاسلام کنڈہ کا سالانہ جلسہ سیرت النبیؐ

رپورٹ: محمد شعیب ندوی

"مدرسہ نورالاسلام" کنڈہ پرتاپگڈھ کا ایک معیاری ادارہ ہے جو کئی سالوں سے تعلیمی و تربیتی اور عظیم اصلاحی خدمات بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے اور روز افزوں ترقی کی طرف گامزن ہے چنانچہ ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو مدرسہ کا سالانہ جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مولانا سید واضح رشید ندوی ایڈیٹر "الرائد" واستاذ ادب دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء، مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء، مولانا عبدالعلیم فاروقی مہتمم دارالمبلغین لکھنؤ، اور مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی، انجینئر امتیاز احمد صاحب اور حاجی عبدالرزاق صاحب (خادم خاص حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ) نے شرکت فرمائی

تلاوت قرآن پاک کے بعد مولانا اسداللہ ندوی (مہتمم مدرسہ نورالاسلام کنڈہ) نے بڑے ہی حسرت وافسوس کے لہجہ میں مدرسہ کے جلیل القدر اور عظیم ومشفق سرپرست حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی سے محرومی اور ان کی عظیم خدمات واحسانات اور پورے عالم میں ان کی مقبولیت کا تذکرہ بڑے مؤثر اور دلنشین انداز میں کیا۔ انھوں نے گذشتہ صدیوں میں اس خاندان کی عظیم خدمات اور خصوصاً پرتاپگڈھ پر مولانا سید محمد امین نصیرآبادیؒ کی توجہ اور ان کے فیض کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا مختصر اور جامع تعارف بھی کرایا۔ اس کے بعد صدر جلسہ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے نہایت ایمان افروز تقریر فرمائی۔

مولانا نے اس امت کی داعیانہ حیثیت و مقام اور اس کی فضیلت کا راز بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس امت کو ساری دنیا پر نگراں بنا کر بھیجا گیا ہے جسے اپنی ذمہ داری پوری طرح انجام دینی چاہئے۔ سیرت کے جلسوں کا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم اللہ و رسولؐ کی محبت کے دعویدار ہیں تو ہمیں اس کا حق ادا کرنا ہوگا انھوں نے مزید فرمایا کہ آج ہمارا ایمان ویقین کمزور ہوگیا ہے۔ اور ہمارے معاشرہ میں برائیوں کا دور دورہ ہے اور اگر یہی حال رہا تو خدا کا عذاب دنیا ہی میں آپکڑے گا اسلئے کہ جب معصیتیں حد سے بڑھ جاتی ہیں تو دنیا میں خدا کا عذاب آجاتا ہے، حضرت کی یہ تقریر بڑی مؤثر اور فکرانگیز تھی جس سے سامعین پر بڑا اثر ہوا۔

مولانا عبدالعلیم فاروقی (مہتمم دارالمبلغین لکھنؤ) نے بڑے اچھے انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت اور آپ کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری کی اہمیت پر تقریر کرتے ہوئے بڑے ہی قوی دلائل کے ساتھ بدعات وخرافات (جس کا اس علاقہ میں بڑا زور اور غلبہ ہے) کی تردید فرمائی اور توحید خالص اور صحیح اسلامی عقائد کو اپنانے پر زور دیا۔ انھوں نے کہا کہ اصل دین وہی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر تصدیق ثبت ہو اس کے علاوہ ساری چیزیں بے دینی اور ضلالت وگمراہی کا سرچشمہ ہیں۔

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری نے اپنی طویل تقریر ایمان ویقین علم وعمل، اتباع سنت، اتحاد واتفاق پر زور دیتے ہوئے قرآن کریم کو اپنا مکمل دستور العمل بنانے اور رسوم و بدعات سے مکمل اجتناب کی تاکید فرمائی۔ مولانا کی تقریر

(باقی ص ۲۴ پر)

ایک ہستی لائق صد افتخار

ڈاکٹر محمد منشاء الرحمٰن خاں منشاؔ

ایک ہستی لائق صد افتخار
ایک جید عالم والاتبار

ایک مرشد نازش دین متیں / واقف اسرار قرآن مبیں
مصلح ملت — نقیب روزگار / کشور انسانیت کا تاجدار
ایک تاباں مہر علم و آگہی / جس نے پھیلائی ہر سو روشنی
فخر دیں، فخر قلم، فخر زمن / سید الابرار سید بوالحسن
جس کی ہستی تھی بڑی ہی نابدار / لہلہاتے باغ ندوہ کی بہار
وہ انوکھا راہ دیں کا رہنما / درحقیقت مرد حق آگاہ تھا
عالم اسلام کا وہ پیشوا / ارفع و اعلیٰ تھا جس کا مرتبہ
تھا لب اہل جہاں پہ جس کا نام / ہر کوئی کرتا تھا جس کا احترام
وہ سراپا پیکر انسانیت / آفتاب مطلع حقانیت
وہ خطیب بے بدل روشن ضمیر / اصل میں تھا آپ ہی اپنی نظیر
مستند اہل قلم صاحب نظر / گنج علم و فن کا تابندہ گہر
معتبر دانشور صاحب قلم / جس نے کتنی ہی کتابیں کیں رقم
وہ برستا علم و دانش کا سحاب / جس سے دنیا ہو رہی تھی فیضیاب
عالمی شہرت کی حامل جس کی ذات / نیک خو، روشن دل و روشن صفات
ملت بیضا کی وہ روح رواں / آبروئے دیں کا اصلی پاسباں
ظاہر و باطن میں روشن دل تھا وہ / درحقیقت مومن کامل تھا وہ
خدمتیں جس کی ہیں منشاؔ بے بہا / اس کے جیسا کون ہوگا دوسرا
مرشد عالی کا جانا ہائے ہائے / اٹھ گیا فخر زمانہ ہائے ہائے
دل کو غم اور خشک آنکھوں کو نمی / جاتے جاتے دے گئی بیسویں صدی
جان و دل ہیں اس کی رحلت سے دو نیم / عربی و اردو ہوئیں دونوں یتیم
سخت محشر خیز ہے یہ سانحہ / موت عالم۔ موت عالم ہے بجا
از طفیل ذات پاک مصطفےٰ / پائے وہ فردوس میں اعلیٰ جگہ

اس کی روح پاک ہو آسودہ حال
فضل فرما اس پہ رب ذوالجلال

ایک گوہر نایاب

ڈاکٹر محمد حسین فطرت بھٹکلی

عظیم سانحہ ہے بوالحسن علی کی وفات
کہاں سے لائیں گے اب ایسا مرد والاصفات
ہے ایک شور بپا میر کارواں نہ رہا
ہر ایک گل ہے فسردہ کہ باغباں نہ رہا
مری نگاہ میں وہ وقت کے مجدد تھے
جہاد حرف میں مشغول تھے مجاہد تھے
جہاد حرف کا بھی مرتبہ نہیں کچھ کم
کہ ضرب تیغ و سناں سے ہے بڑھ کے ضرب قلم
کہاں سے لاؤں میں تاب بیاں، بیاں کے لئے
تو ایک گوہر نایاب تھا جہاں کے لئے
وجود ناز ترا دفتر معارف تھا
شکم پرست سیاست کا تو مخالف تھا
ترے قلم کو ہر اک بوالبیاں نے چوم لیا
اسے تو خود مری روح نہاں نے چوم لیا
مزاج دیں کا ہے غماز تیرا قول متیں
علوم پر تو کسی کی اجارہ داری نہیں
جو چیز ہے یہاں مطلوب وہ زاد کمال
عمل سے فخر عرب ہو گئے حبش کے بلالؓ
امام بن کے پڑھائی صہیبؓ نے بھی نماز
وہ رومی ہو کے صحابہؓ کی صف میں تھے ممتاز
ابوالحسن کے مقالات علم کی ہیں برات
یہ اپنا نور بصیرت ہے ان کے در کی زکات
وہ آج ہم میں نہیں ان کا کام باقی ہے
زبان خلق پہ حضرت کا نام باقی ہے
مری نگاہ میں وہ اک ولی کامل تھے
مقام شاعر فطرت کے بھی وہ قائل تھے

منتشر

عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

• امریکی ریاست نیوجرسی میں محبت کی شادی کی خاطر اسلام قبول نہ کرنے والی امریکن یہودی طالبہ نے اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا ہے نیوجرسی ریاست میں ڈوئی کو اپنے کلاس فیلو البانی مسلمان احمد سے محبت ہوگئی۔ جب بات شادی تک پہونچی تو لڑکے کے والدین نے غیر مسلم لڑکی سے شادی سے انکار کردیا ہے۔ احمد نے ڈوئی سے کہا کہ وہ مسلمان ہو جائے تو ہماری محبت پروان چڑھ سکتی ہے لیکن ڈوئی نے صاف انکار کردیا کہ وہ شادی کی خاطر اپنا مذہب تبدیل نہیں کرسکتی اسی وجہ سے دونوں میں جدائی کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ بعد میں ڈوئی نے اسلام کے بارے میں معلومات اکٹھا کرنی شروع کردی کہ احمد نے مذہب اسلام کیلئے مجھے ٹھکرا دیا ہے۔ آخر یہ مذہب کیا ہے دوستوں سے معلومات اور کتابیں پڑھنے کے بعد ڈوئی نے احمد کو خوشخبری سنائی کہ اس نے دائرۂ اسلام میں آنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ شادی کی خاطر نہیں بلکہ اس لئے کہ مذہب اسلام پر ریسرچ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ دنیا میں اسلام ہی یہ واحد مذہب ہے جو سکون اور اطمینان دے سکتا ہے بالآخر اس نے نیوجرسی کے امام مسجد کے ہاتھوں مسلمان ہونے کے بعد ایمنا اسلامی نام نور رکھ لیا۔ اور احمد سے شادی کرلی۔

• کینیا اس وقت افریقہ میں عیسائی تنظیموں کا گڑھ سمجھا جاتا ہے جہاں چار سو سے زیادہ ریڈیو اسٹیشن چوبیس گھنٹے عیسائی تبلیغ میں مصروف عمل ہیں۔ اور ڈھائی سو سے زائد مختلف ناموں کی حامل عیسائی تنظیمیں عیسائیت کا پرچار کر رہی ہیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اس قدر وسیع انتظام و اہتمام کے باوجود گذشتہ دنوں چرچ کی عالمی کونسل نے اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ کینیا میں عیسائیت کی تبلیغ کے حوالے سے ناکام ہوچکے ہیں۔ چرچ کا کہنا ہے کہ اس کی ناکامی کی اہم وجہ کینیا کے مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات اور ثقافت سے گہری وابستگی ہے۔ جائزے میں کہا گیا کہ افریقی مسلمانوں نے پچھلی دہائی میں اپنی نئی نسل کی تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ یہاں تک کہ عیسائی مدارس میں تعلیم پانے والے مسلمان بچے بھی سوائے تعلیم کے ان مدارس سے کوئی اور چیز نہیں سیکھتے۔ نیز مسلمانوں کے پاس عیسائیوں کی بہ نسبت تعلیمی مواقع بہت زیادہ ہیں جبکہ عیسائی اپنے بچوں کو اسلامی مدارس میں بھیجنے سے انکار کرتے ہیں وہیں مسلمان اپنے بچوں کو عیسائی و غیر عیسائی ہر کسی مدارس میں بلا جھجک بھیجتے ہیں۔

• اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تین روزہ طویل بحث کے بعد ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں فلسطینی شہریوں کے خلاف طاقت کے غیر ضروری اور زیادہ استعمال پر اسرائیل کی مذمت کی گئی، ۱۸۹ ممبروں پر مشتمل جنرل اسمبلی میں قرارداد پر ووٹنگ میں ۹۲ ملکوں نے قرارداد کے حق میں ووٹ دیا جبکہ صرف چھ نے قرارداد کی مخالفت کی ۴۶ ملکوں نے ووٹنگ میں حصہ نہیں لیا۔ اور ۴۵ ممالک ووٹنگ کے وقت غیر حاضر تھے۔

قرارداد کے خلاف ووٹ دینے والوں میں امریکہ بھی شامل ہے۔ امریکہ نے بحرالکاہل کے جزیروں پر واقع پانچ انتہائی چھوٹے اور گمنام ملکوں کو اپنی صف میں شامل کرلیا۔ قرارداد پر ووٹنگ کے نتیجے سے کم سے کم یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ مسئلہ فلسطین پر امریکہ کو دنیا کے کسی بھی قابل ذکر ملک کی حمایت حاصل نہیں ہے۔ اور وہ اس معاملہ میں بالکل الگ تھلگ پڑ گیا ہے

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

(بقیہ)
درسِ حدیث

کرتے تھے، وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی درمیان ان کی والدہ آئیں اور ماں کو آواز دیا جریج! آواز سن کر جریج نے کہا اے میرے مالک میری ماں اور نماز (یعنی اب کیا کروں) یہ کہہ کر نماز میں مشغول رہے (ماں کو جواب نہ دیا) والدہ واپس چلی گئیں۔ دوسرے دن پھر یہی صورت حال پیش آئی۔ والدہ آئیں تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ والدہ نے آواز دی جریج! پھر انھوں کہا اے میرے مالک میری ماں اور نماز (یہ کہہ کر) نماز میں مشغول رہے والدہ اسی طرح دوسرے دن بھی واپس چلی گئیں۔

اس کے بعد پھر تیسرے دن والدہ آئیں تو جریج نماز پڑھ رہے تھے پھر انھوں نے آواز دی جریج! جریج نے پھر یہ کہہ کر میرے رب میری والدہ اور نماز! نماز میں مشغول رہے (جب تیسرے دن بھی وہ والدہ کی طرف متوجہ نہ ہوئے) تو انھوں نے بد دعا دی کہ اے اللہ! جریج کی موت اس وقت تک نہ آئے جب تک کہ یہ فاحشہ عورت کی طرف نہ دیکھے۔

ایک دن بنی اسرائیل کے کچھ لوگ جریج کی عبادت و بزرگی کا تذکرہ کر رہے تھے، ایک فاحشہ عورت تھی جو اپنے حسن و جمال میں مشہور تھی اس نے کہا تم چاہو تو میں ان کو اپنے جال میں پھانس لوں، چنانچہ وہ جریج کے سامنے آئی وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ چنانچہ اس نے یہ حرکت کی کہ ایک چرواہے سے زنا کیا جو جریج کی عبادت گاہ ہی میں رہتا تھا۔ اس چرواہے سے وہ حاملہ ہو گئی، جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا یہ جریج سے پیدا ہوا ہے۔ اس فاحشہ کے بہتان پر لوگ جریج کے پاس آئے اور ان کو مارنا شروع کیا[1] جریج نے ان لوگوں سے پوچھا کیا بات ہے بھائی کیوں مار رہے ہو۔ انھوں نے کہا تم نے اس فاحشہ عورت سے زنا کیا ہے، تمہیں سے اس کے بچہ پیدا ہوا ہے۔ جریج نے پوچھا بچہ کہاں ہے؟ وہ لوگ بچے کو لائے۔ جریج نے کہا مجھے نماز پڑھنے کا موقع دو۔ انھوں نے نماز پڑھی، نماز پڑھ کر بچے کے پاس آئے اور اس کے پیٹ میں کچوکہ لگایا اور کہا اے بچے تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے جواب دیا فلاں چرواہا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ دیکھ کر لوگ جریج کو بوسہ دینے لگے اور ان کا جسم سہلانے لگے۔ اور کہا کہ ہم تمہاری عبادت گاہ سونے کی بنا دیں گے، جریج نے کہا نہیں مٹی کی جیسی بنی ہوئی تھی ویسی ہی بنا دو چنانچہ ان لوگوں نے ان کی عبادت گاہ بنوا دی[2]

۳ (تیسرا بچہ جس نے بات کی اس کا قصہ یہ ہے کہ) ایک بچہ ماں کا دودھ پی رہا تھا اسی حال میں شاندار سواری پر نہایت خوش پوشاک ایک شخص گذرا۔ اس بچے کی ماں نے کہا اے اللہ تو میرے بچے کو ایسا ہی (خوشحال) بنا جیسا یہ شخص ہے۔ بچہ دودھ پینا چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا اے اللہ مجھے اس شخص جیسا نہ بنا (یہ کہا) اور پھر دودھ پینے لگا۔ راوی کہتے ہیں جیسے میں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ اپنی شہادت کی انگلی منہ میں ڈال کر اس کو چوستے ہوئے اس بچے کے دودھ پینے کی کیفیت بیان فرما رہے ہیں،

راوی کہتے ہیں کہ کچھ دیر کے بعد لوگ ایک لونڈی کو مارتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ تو نے زنا کیا ہے، چوری کی ہے گذرے وہ مارتے جاتے تھے اور لونڈی کہتی جاتی تھی۔ اللہ میرے لئے کافی ہے وہ بہترین نگہبان ہے۔ بچے کی ماں نے یہ منظر دیکھ کر کہا اے اللہ تو میرے لڑکے کو ایسا (ذلیل و خوار) نہ بنا۔ بچہ نے دودھ پینا چھوڑ کر اس لڑکی کی طرف دیکھا اور کہا اے اللہ تو مجھ کو اس (لڑکی) جیسا بنا۔

اس کے بعد ماں اور بچے میں گفتگو ہوئی ماں نے کہا تعجب ہے! ایک آدمی اچھی حالت میں گذرا میں نے دعا کی کہ اے اللہ میرے بچے کو ایسا بنا تو تم نے کہا اے اللہ مجھ کو اس جیسا نہ بنا، اور باندی کو لے کر گذرے وہ لوگ اس کو مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم نے زنا کیا ہے۔ تم نے چوری کی ہے تو میں نے دعا کی کہ اے اللہ میرے بچے کو ایسا نہ بنا اور تم نے کہا کہ اے اللہ تو مجھ کو اس باندی جیسا بنا؟

بچے نے جواب دیا یہ آدمی ظالم ہے اس لئے میں نے کہا اے اللہ تو مجھ کو ایسا نہ بنا، اور یہ باندی جس سے کہہ رہے ہیں کہ تم نے زنا کیا ہے حالانکہ اس نے زنا نہیں کیا ہے۔ چوری کی ہے، حالانکہ اس نے چوری نہیں کی تو میں نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے ایسا بنا،

اس قصہ میں فکر آخرت کی ایسی ترغیب ہے اور اس طرح ڈرایا گیا ہے جس کی زیادہ تشریح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

[1] ایک روایت ہے کہ ان کو بستی میں گھمایا گیا اور ذلیل کیا۔ جب فاحشہ عورتوں کے محلے سے گذرے تو وہ سب جریج کو دیکھنے کیلئے نکل آئی تھیں انھیں دیکھ کر جریج مسکرائے ان لوگوں نے کہا زانی عورتوں کو دیکھ کر مسکرایا)

[2] ایک روایت میں ہے کہ جب وہ اپنی عبادت گاہ میں گئے تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ ہنسے کیوں تھے تو انھوں نے جواب دیا کہ مجھے اپنی والدہ کی بد دعا پر ہنسی آئی (یعنی میری یہ آزمائش والدہ کی نافرمانی کی وجہ سے ہوئی)

(بقیہ) انسانیت ایک بڑا مرتبہ ہے

اور یہی ہماری جدوجہد کا مقصد ہے
ان کا جو فرض ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

(ماخوذ از: اصلاحیات ص۱۶۳ تا ص۱۷۱)

رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا

سنگِ بنیاد

دینی او عصری تعلیم کے میدان میں دار العلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاج تعارف نہیں۔ اس نے اپنے قیام کے روز اول سے لیکر اب تک گرانقدر کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دور نظامت میں اس نے ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہندو بیرون ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ اور قیام گاہوں کی تنگی کے باعث معہد دار العلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دار العلوم ندوۃ العلماء سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع سکروری روڈ لکھنؤ میں ایک وسیع اراضی حاصل کر کے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کر دیا گیا تھا جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ثانوی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

ان طلباء کیلئے دار الاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی۔

الحمدللہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر دار العلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب " رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ " کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے مورخہ ٢٧ جولائی ٢٠٠٠ء کو رکھا۔

معہد دار العلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں دس طلباء کے ساتھ قیام کر سکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح " رواق مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ " کی عمارت میں چار سو طلباء اور چار نگراں حضرات کیلئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

تقریب سنگ بنیاد کے اس موقع پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء، مولانا عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء، جناب محمد صدیقی معتمد مال ندوۃ العلماء، مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء، مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صدر کلیۃ الشریعہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے علاوہ دار العلوم کے اساتذہ کرام، شہر کے معززین، اہل علم اور دانشور حضرات نے خاصی تعداد میں شرکت کی۔

بفضلہ تعالیٰ " رواق مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ " کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ امید ہے کہ اہل خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے وہ دار الاقامہ کی اس تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)

دین کی تخم ریزی کیلئے
اس کشت ویراں میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھئے

دین کی تخم ریزی کے لئے اس کشت ویراں میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھئے، حجت تمام کر دیجئے، دن رات ایک کر دیجئے، دل کو جلائیے اور بدن کو گھلائیے، خون دیدہ اور خون جگر بہائیے، اور اس طرح بہائیے کہ دجلہ وفرات اپنی تنگ ظرفی اور کم مائیگی پر ماتم کریں، ایک ایک کا گریبان تھام کر کہیے کہ اے صحرائے عرب کے بھٹکے ہوئے آہو، اے عالم کی آبرو، اے ابراہیمؑ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو، تو کہاں گم ہے، کیا سیدنا عمرؓ کی دعائے نیم شبی اور آہِ سحر گاہی، مثنیٰؓ بن حارثہ کی خونِ شہادت ابوعبیدہؓ کی پامالی اور استخوان شکنی، سعد بن ابی وقاصؓ کی علم برداری، علیؓ ابن ابی طالب کی جگر سوزی، اشک ریزی اور خطابت و تاثیر کی طوفان خیزی، آبروئے شہیداں جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشنگی اور خاندانِ رسالت کے خون کی ارزانی، ابوحنیفہؒ کی دماغ سوزی، احمد بن حنبلؒ کی تعزیر جرم عشق، ابن جوزیؒ کی حمایت سنت، عبدالقادر جیلانیؒ کی دردمندی کا حاصل صرف یہ ہے کہ تو ائمۂ ضلالت کا ادنیٰ غاشیہ بردار اور اس کی راہ کا غبار ہے، (عالم عربی کے) اس مقبرہ میں صور پھونک دیجئے، اور شورِ قیامت برپا کر دیجئے کہ

گرفتہ چینیاں احرام و مکی خفتہ در بطحا!

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(مولانا مسعود عالم ندوی کے نام ایک یادگار مکتوب سے اقتباس)
کاروان زندگی حصہ اول - ص ۳۵۱

۲۵ دسمبر ۲۰۰۰ء سالانہ /۱۳۰ روپئے اس شمارہ کی قیمت /۱۲ روپئے

وداعِ رمضان

ایک جھونکا تیری رحمت کا ادھر

مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

رحمت حق آئی قسمت ور چلے ✤ سجدہ ریزی کو خدا کے گھر چلے
نعمتوں سے گود بھرنے خوش نصیب ✤ زاہدان باصفا بڑھ کر چلے
واہوئے در بزم رحمت کے تمام ✤ اہل درد و سوز کچھ کر چلے
گلشن رحمت کی ہر دم سیر کی ✤ اپنے دامن کو گلوں سے بھر چلے
رہ گئے محروم ہم ہی کم نصیب ✤ جھاڑ کر دامن کو اپنے گھر چلے
"شمع کی مانند اس کی بزم میں ✤ چشم تر آئے تھے دامن تر چلے"
قدر نعمت کی نہ کچھ ہم کر سکے ✤ بوجھ عصیاں کا لئے سر پر چلے
ہائے رے حسرت نصیبی وائے غم ✤ "کس لئے آئے تھے اور کیا کر چلے"
نور سمٹا چاندنی پھیکی پڑی ✤ سر چھپانے کو مہ و اختر چلے
ماہ رحمت کے شب و روز و سحر ✤ ہر طرف تم نور برسا کر چلے
تم سے ملتی تھی دلوں کو تازگی ✤ تم چلے ارمان سارے مر چلے
الفراق اے ماہِ رمضان الفراق ✤ زخم دل پر کیا لگے نشتر چلے
آئے رحمت کو لئے ہر سال تو ✤ تیری رحمت کی ہوا گھر گھر چلے
ایک جھونکا تیری رحمت کا ادھر ✤ بحر الطاف اے کرم گستر چلے
ہوں نہ ہوں یہ لطف کے دن پھر نصیب ✤ اور دور بادۂ کوثر چلے
اور بھی کچھ اور بھی، کچھ اور بھی !! ✤ جانے کب در بند ساقی کر چلے

"ساقیا اب لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے"

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۸ | ۱۰، ۲۵ دسمبر ۲۰۰۰ء ..... مطابق ..... ۱۳، ۲۸ رمضان ۱۴۲۱ھ | شمارہ نمبر ۳، ۴

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

زر تعاون

سالانہ ---=/۱۳۰ روپے
فی شمارہ---------=/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ......۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ......۱۵ ڈالر

☆☆☆

گذارش

خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے (منیجر)

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر سیکشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

اِس شمارے میں

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P O Box No 842, Madina Munawwara (K S A)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O C I S, St Cross College, Oxford Ox1 3TU-U K
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P O Box 388, Vereninging,(S Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P O Box No 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P O Box No 12525, DUBAI (U A E) P.H.No: - 3970927
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H No 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U S A)

Internet Web-site: http://nadwa.virtualave.ne.
e-mail address: airp@lw1.vsnl.net.in

اداریہ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مسجد اقصی اور فلسطین میں
اسرائیلی جارحیت اور مغربی ممالک کا کردار

مغربی ممالک نے گذشتہ دو صدیوں میں عالم اسلام کے مختلف حصوں پر اپنا اقتدار قائم کیا تھا، اور صلیبی جنگیں جن میں ترکی سلطنت نے برابر کامیابیاں حاصل کی تھیں اور مغربی جارحیت کو مشرق میں اپنے قدم جمانے کا موقع نہیں دیا تھا، مغربی مفکرین اور سیاستدانوں کے ذہن سے محو نہیں ہو سکی تھیں، جس کی بنا پر مغربی طاقتوں نے انتقامی جذبہ سے مسلمان ملکوں میں معاندانہ رویہ اختیار کیا، اور ان ممالک کے اصل باشندوں کو ان کے وطنی حقوق سے محروم رکھنے کا برابر رویہ اختیار کیا۔ اس سلسلہ میں ظلم کی داستانیں ان ملکوں کی آزادی کی جنگ کی تاریخ میں ملتی ہیں۔ بالآخر جنگ عظیم دوم جو خود یورپ کے ملکوں کے درمیان چھڑی اور اس نے ان کی طاقتوں کو بہت کمزور کر دیا، اور وہ مشرقی ملکوں کو آزادی دینے پر مجبور ہوئیں، لیکن ان کا نقطۂ نظر تبدیل نہ ہو سکا، اور ان ملکوں کو براہ راست غلام بنائے رکھنے کے بالواسطہ غلام بنانے کا طریقہ اختیار کیا، اور اپنی اقتصادی اور سیاسی پالیسیوں کے ذریعہ ان ملکوں کو اپنے مفاد کے مطابق کام کرنے پر مجبور کیا، اور ایسے معاملات ابھار دیئے کہ جن میں ممالک الجھے رہیں، اور اپنے اتحاد اور ملّی مقاصد کے لیے آزادی سے کام نہ کر سکیں، جن کے لئے ایک طرف برصغیر میں تناؤ برابر جاری رکھنے کے مسائل پیدا کئے، اور دوسری طرف مشرق وسطیٰ میں اسرائیلی عمل دخل کو یقینی بنانے کا انتظام کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج فلسطین میں اسرائیلی حکومت اس کے پڑوس کے سارے ملکوں کے لئے ایک سخت پریشانی، اذیت اور تناؤ کا مسئلہ بن گئی ہے، اسرائیل کا اس علاقہ میں شروع میں کوئی وجود نہیں تھا، برطانیہ اور مغربی ملکوں نے اس کو وہاں دخیل بنایا پھر مسلسل اس کی مدد کر کے اس کو ایک مضبوط طاقت بنا دیا جس نے اپنے اثرات بڑھائے اور علاقہ کے اصل باشندوں کی بہت بڑی تعداد کو جو لاکھوں میں شمار کی جاتی ہے وطن سے بے وطن کر دیا، اور جو وہاں رہ گئے، اور ملک بدر نہ ہو سکے ان کو غلاموں کی طرح باقی رکھا گیا۔ اور اس سے زیادہ اذیت ناک بات یہ ہوئی کہ ان کے مقدس مقامات کو بگاڑنے اور بدلنے کی کوشش شروع کی گئی جو خطرناک حد تک پہونچ گئی ہے، اسی وجہ سے صرف وہیں کے عرب اور مسلمانوں کے لئے پریشانی کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ دنیا میں بسنے والے سارے عرب اور مسلمان اس سے پریشان اور فکر مند ہو گئے اس سلسلہ میں فلسطین کے باشندوں نے اپنی دینی و اسلامی حمیت کے اثر سے مقابلہ کی جو کوشش کی اس کو سخت سفاکانہ طریقہ سے دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے، اور اس کے اثر سے وہاں کے باشندوں میں اپنے ملّی اور دینی مقدسات کی حفاظت کے لئے جو حرکت اور جوش پیدا ہوا۔ اس نے غاصب طاقت کو متفکر کر دیا ہے، لیکن اس کے کچلنے کیلئے وہ ہر طرح کے حربے اختیار کر رہی ہے اور مسئلہ صرف یہی نہیں ہے کہ اسرائیلی طاقت عربوں اور مسلمانوں کو دبانے کی کوشش کر رہی ہے اور مسلمان اس کا مقابلہ کر رہے ہیں بلکہ مغربی طاقتیں برابر اسرائیل کو تعاون اور مدد سے مضبوط بنا رہی ہیں، یہ سلسلہ یوں تو

طویل عرصہ سے جاری ہے لیکن اس وقت اس نے جو شکل اختیار کرلی ہے وہ پورے علاقے کے امن وامان کے لئے بڑا خطرہ بن گئی ہے، کس قدر زیادتی اور ظلم کی بات ہے کہ مسجد اقصیٰ جو صرف یہی نہیں کہ مسلمانوں کی مقدس مسجد ہے بلکہ وہ مسلمین کی آبادی کے درمیان ہے، اور وہ بری طرح اس سے وابستہ ہے اس کو توڑ کر یہودی عبادت گاہ بنانے کی یہ کوشش پوری طاقت اور جبر کے ساتھ متمدن کہلائی جانے والی مغربی طاقتوں کی مدد کے ساتھ کی جارہی ہے، ایسی صورت میں فلسطین کے صرف عرب مسلمان ہی نہیں بلکہ پورے ممالک عربیہ اور ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں کے لئے بھی بے چینی کا اور ملی غیرت کا مسئلہ بن گیا ہے، اس میں دشواری یہ ضرور ہے کہ مسلمان اور عرب ممالک کی حکومتیں مغربی طاقتوں کے دباؤ سے وہ نہیں کررہی ہیں جو ان کو کرنا چاہئے، لیکن ان ملکوں کے مسلمان عوام کا دباؤ ان کو بالآخر مجبور کرے گا کہ اس شرارت اور ظلم کا وہ مداوا کرنے کی صحیح فکر کریں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حالات کو بہتر بنائے اور باطل طاقتوں کو حق کے مقابلہ میں ناکام اور نامراد بنائے۔

(مولانا محمد ثانی حسنیؒ)

دیدۂ تر سے

کیا شکوہ کسی نے جا کے یوں مردِ قلندر سے
جس امت نے خدا سے خیر امت کا لقب پایا
وہ جن کو مل چکا تھا انتم الاعلون کا مژدہ
یہ کیوں بکھرے پڑے ہیں جا بجا تسبیح کے دانے
ہُما کے لشکروں پر زاغ کی کیوں حکمرانی ہے
یہ کتنا روح فرسا انقلاب شرق اوسط ہے
گیا غزہ بھی شرم الشیخ بھی صحرائے سینا بھی
سقوط قدس کا جس دم تصور مجھ کو آتا ہے
کلیجہ شق ہے میرا آہ صیہونی مظالم سے
خدا کا ہو غضب نازل مظالم ڈھانے والوں پر
تڑپتا رات دن ہوں مرغ بسمل کی طرح لیکن
بتائیں آپ ہی کوئی دوائے مرد حق مجھ کو
قلندر نے یہ فرمایا تم اس کے پاس آئے ہو
دکھاؤں کیا تمھیں آشوب گاہ حشر شام اپنی
گری ہیں بجلیاں اتنی کہ دل کو راکھ کر ڈالا
مگر ہوتا ہے کیا اب رونے دھونے شکوہ کرنے سے
ذرا اتنا تو سوچو یہ مصیبت کیوں کر آئی ہے
ملی تھی جن کو استغنائے بوذر فقر سلمانی
دیا زہر ہلاہل جس نے ان سادہ مزاجوں کو
متاع دین ودانش لوٹ لی صیاد نے جس کی
ہے ابتک مغربی بازیگروں کی فتنہ انگیزی
ضرورت ہے صلاح الدین ایوبی سے قائد کی
جو ہو خوددار وپاکیزہ نگاہ ودل خدا والا
ضرورت ہے محمد فاتح والپ ارسلاں کی اب
سلام ان پر جنھوں نے قدس پر جانیں نچھاور کیں
انھیں جیسے جوانوں کی اب امت کو ضرورت ہے
دلوں میں جن کے روشن ہوں یقین وعزم کی شمعیں
چھٹے گی کفر کی ظلمت انھیں کے اک اشارہ سے
نوید نصرت حق لے کے اتریں گے ملائک پھر

عطا ہو غیر کو عزت جو اپنا ہے وہی تر سے
اٹھا رحمت کا سایہ کیوں اسی امت کے سر پر سے
نگاہ غیر میں کیوں ہیں ذلیل وخوار وبد تر سے
یہ کیوں توڑے گئے ہیں گوہر نایاب پتھر سے
یہ کیسے کھا گیا ہے مات شیر نیستان خر سے
عرب کے سورما پسپا ہوئے صیہونی لشکر سے
الٰہی خیر ہو پالا پڑا، خونخوار اجگر سے
رواں بیساختہ ہوتے ہیں آنسو دیدۂ تر سے
غموں سے چور ہوکر لگ گیا ہوں اپنے بستر سے
قیامت ان پر ٹوٹے بجلیاں تڑپیں لہو برسے
نہیں ملتا ہے مجھ کو زخم کا مرہم کسی در سے
کہ جس کے دل میں خود ناسور ہے اس حال ابتر سے
کہ جس کے دل میں خود ناسور ہے اس حال ابتر سے
کہ میری صبح بھی کچھ کم نہیں ہے صبح محشر سے
قیامت ایک کیا، گذری ہیں، لاکھوں میرے سر پر سے
نہ حاصل ہو سبق جو اس قیامت خیز منظر سے
خدا کو دشمنی ہے کیا ہمارے ہی مقدر سے
وہ جا کر مانگتے ہیں بھیک کسریٰ اور قیصر سے
دوا لیتے ہیں جا جا کر اسی عطار کے گھر سے
خدا محفوظ رکھے رہرُووں کے ایسے رہبر سے
کہیں برپا نہ ہو پھر حشر ان کے فتنہ وشر سے
صلیبی طاقتوں کو توڑدے جو ایک ٹھوکر سے
جو ٹکرا جائے بے خوف وخطر باطل کے لشکر سے
اٹھائیں جو نہ ہاتھ اپنے کبھی تیغ وتبر پر سے
شہادت کے لئے نکلے کفن کو باندھ کر سر سے
نہائیں جو خدا کے راستے میں آب خنجر سے
محبت ہو خدا سے عشق ہو اس کے پیمبر سے
اندھیرا جیسے چھٹتا ہے طلوع ماہ واختر سے
فضا گونجے گی جب بھی نعرۂ اللہ اکبر سے

اسلام کے حلقہ بگوش عربوں کو قرآن کی نوید فتح

• حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ عربی مضمون "الفتح للعرب المسلمین" کا اردو ترجمہ ہے اس مضمون میں عربوں کو زندگی اور امید کا پیغام دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہودیوں کی کامیابی اور ان کی ناکامی عارضی ہے۔ اور اگر عرب دعوتِ اسلامی کے حامل اور دین حق کے علمبردار ہیں تو ان کی فتح یقینی ہے فلسطین کی تازہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے یہ اس موضوع پر کلیدی مقالہ کی حیثیت رکھتا ہے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین کے مجموعہ "عالم عربی کا المیہ" سے یہ مضمون قدرے تلخیص کے بعد افادۂ عام کی غرض سے شائع کیا جا رہا ہے۔

(ادارہ)

یہودیوں کے پاس کوئی عالمی پیغام نہیں

یہودیوں کے پاس ان کی زندگی کے کسی دور میں کوئی عالمی پیغام نہیں رہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خون اور نسل کی تقدیس اور ہر قسم کی فوقیت و برتری پاکیزگی اور روحانی ترقی کی صلاحیت اور قرب خداوندی کو صرف ایک نسل و برادری کے ساتھ مخصوص سمجھنے کا عقیدہ عالمی پیغام کی روح اور اسپرٹ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا، اس طرح مساوات انسانی، اخوت و برادری اور ترقی کے مواقع میں یکسانیت اور وحدتِ انسانیت کا انکار عالمی پیغام اور آفاقی دعوت کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہو سکتا۔ خون و نسل کی تقدیس اور ہر قسم کی ذہانت و اعلیٰ دماغی اور عظمت و برتری کو صرف ایک طبقہ کے ساتھ مخصوص سمجھنے کا مزاج نسل انسانی پر شفقت کے بالکل منافی ہے، روئے زمین کی دوسری اقوام اور پوری انسانیت کو اپنے دعوت و پیغام میں شریک کرنا۔ اور اپنے علم صحیح، عمل صالح اور اخلاق فاضلہ میں ان کو حصہ دار بنانا اس مزاج کے ساتھ کبھی جمع ہی نہیں ہو سکتا، یہ مزاج ہدایت و دعوت کا دائرہ قدرتی طور پر تنگ کر دیتا اور اس کو ایک نسل اور عنصر میں محدود کر کے سر بہ مہر کر دیتا ہے اس لئے اس کی ترویج و اشاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ یہودی مذہب کسی دور میں انسانیت عامہ کا مذہب نہ بن سکا اور نہ یہودی (اپنے مذہبی صحیفوں کی روشنی میں) تبلیغ رسالت کے کبھی مکلف ہی کئے گئے، بلکہ ان کی مذہبی کتب میں ایسے نصوص موجود ہیں جو ان کو اپنے مذہب کی تبلیغ سے باز رکھتے ہیں؛ اس کا قدرتی نتیجہ یہی نکلنا چاہیے تھا کہ وہ بنی اسرائیل اور دوسری اقوام کے درمیان برابر امتیازی سلوک کرتے رہیں اور خیر و شر اور گناہ و ثواب کے صرف اس معیار اور پیمانے پر ایمان رکھیں جو نسل اور قوم کے ساتھ بدلتا رہتا ہو۔ اور ان کو دوسری قوموں کے ساتھ بڑی سے بڑی ناانصافی جرم اور ظلم سے عار نہ ہو۔

قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے:

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ (آل عمران ۷۵)

ان کا یہ طرز عمل اس بنا پر ہے کہ انھوں نے کہا: نہیں ہے ہم پر امیوں کے بارے میں کوئی گرفت۔

ان تمام حقائق کے پیش نظر یہ بات بالکل قدرتی اور سمجھ میں آنے والی ہے کہ وہ تمام قومیں اور نسلیں جو یہودیوں کے اقتدار و تسلط میں ہیں ان کی کھلی ہوئی ناانصافی و حق تلفی اور سخت ترین مظالم کا شکار ہوں۔ اس لئے کہ وہ ان اقوام کو اپنے برابر کی قوم اور ایک شریف اور باعزت انسانی نسل اور انسانی مجموعہ کی حیثیت سے نہیں دیکھتے وہ ان کی نظر میں بے جان جمادات یا بے زبان حیوانات سے زیادہ قیمت نہیں رکھتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ نعوذ باللہ اس کی لاڈلی اولاد کی خدمت گذاری کرتے رہیں۔

فطرتِ سلیم اور عقل انسانی کا متفقہ فیصلہ

لیکن وہ فطرت سلیم جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطا کی ہے، وہ پیغام جو مذاہب اور آسمانی صحیفوں سے ملتا ہے اور جس میں سب سے زیادہ خدا کے عدل و انصاف، رحم، حکمت اور قدرت کا بیان ہے۔ اور جس میں اس عجیب و غریب متوازن اور منظم کائنات کی تخلیق کا مقصد اور نسل انسانی کی پیدائش اور اس کی خلافت الٰہی

ہے سرفراز کرنے کا راز بیان کیا گیا ہے اس مفروضہ کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے اشیاء میں جو خواص رکھے ہیں، اور اقوام کے عروج و زوال حکومتوں کے قیام اور سقوط، تہذیبوں کی ترقی اور پسپائی اور فتح و ناکامی کے جو قوانین مقرر فرمائے ہیں اور تمام مذاہب فطرت سلیم رکھنے والے انسانوں، نیز عقل انسانی نے جس طرح متفقہ طور پر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ وہ صرف ایک نسل، ایک قوم، ایک خاندان اور ایک ملک یا شہر کا رب نہیں بلکہ سب کا معبود اور رب ہے اور مشرق و مغرب سب کا مالک و پروردگار ہے اس کی روشنی میں یہودیت کا یہ فلسفہ خود بخود غلط ٹھہرتا ہے. اس کے علاوہ تاریخ انسانی کا ایک مسلّم حقیقت ہے کہ اقوام اس پیغام ونصب العین اور ان فضائل وصفات کے ساتھ زندہ رہتی ہیں جن میں وہ دوسروں سے فائق ہوں، ان کی بقاء و ترقی کا راز اسی افادیت اور "بقاء الانفع" کے قانون میں مضمر ہے جو پوری کائنات میں جاری و ساری ہے. اور جس کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے.

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ (الرعد - ١٧)

پس جو اوپر بیکار جھاگ ہوتے ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں اور جو لوگوں کیلئے نفع بخش اور کارآمد ہوتا ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے، اللہ اس طرح مثالیں بیان فرماتا ہے.

قوانین قدرت کے ساتھ جنگ

یہ باتیں حتمی طور پر یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہودی جو ان تمام حقائق کو چیلنج کر رہے ہیں اور خدا کی سنت، فطرت، قوانین قدرت اور ان اعلیٰ مقاصد کے ساتھ برسر جنگ ہیں جن کیلئے اس نے یہ پوری کائنات پیدا کی، نسل انسانی کو وجود بخشا اور اس کے اندر خیر وصلاح، ترقی اور بقاء کی خواہش اور جذبہ پیدا کیا. زیادہ دن تک اس اقتدار و تسلط اور فتح و کامرانی کے مزے نہ لے سکیں گے ان کو اپنی ان تمام آرزوؤں اور تمناؤں کی تکمیل کا موقع کبھی حاصل نہ ہوگا، اور ان کے تخریبی، منفی اور تباہ کن منصوبے کبھی پورے نہ ہو سکیں گے، خواہ ان کی حمایت کیلئے ہزاروں حکومتیں اٹھ کھڑی ہوں اور ان کی پشت پر دنیا کی تمام بڑی طاقتیں جمع ہو جائیں اور ان کے پاس وہ تمام شیطانی حربے اور جہنمی وسائل اکٹھا ہو جائیں جو اب تک ایجاد ہو چکے ہیں. اور جن میں خود ان یہودیوں کا بنیادی حصہ ہے اور جو ان کا خاص فن اور موضوع ہے.

غلبہ اور فتح ابدی پیغام رکھنے والی ملت ہی کا حصہ

غلبہ اور فتح انشاء اللہ اہل حق کی اور انسانیت کیلئے عمومی اور ابدی پیغام رکھنے والی ملت ہی کی ہوگی جس کی شفقت میں پوری انسانیت کا حصہ ہے اور جس کی نظر میں ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے جو حق کیلئے ہر جگہ سینہ سپر ہو جاتی ہے اور ظلم کا مقابلہ ہر موقع پر ہر شکل میں ہر جگہ کرتی ہے جو انسانیت کی خدمت کیلئے زندہ ہے، اور انسانیت ہی کے ساتھ وابستہ ہے جس کا دامن فتنہ و فساد سے پاک ہے اور جو دنیا میں علو و فساد کی نہیں حق و انصاف کی علمبردار ہے.

تخریبی قوت کی عارضی کامیابیاں

مکر و فریب، سازشی ذہن مجرمانہ و مریضانہ ذہنیت اور تخریبی ذہانت نے (جو احترام انسانیت کی منکر ہے اور عقل و اخلاق کے حدود کا کوئی لحاظ نہیں کرتی جو انانیت اور منفی رُخ پر چلتی ہے) تاریخ میں متعدد بار بظاہر ایسی شاندار کامیابی اور فتوحات حاصل کی ہیں کہ لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں اس کی فتح مندیوں اور پیش قدمیوں کو دیکھ کر اکثر انسانی تاریخ پر شبہ ہونے لگا اور اس کا اندیشہ پیدا ہو گیا کہ حق کی قوت و صداقت اور حسن انجام اور اہل تقویٰ و اہل صدق کی فتح کا یقین متزلزل ہو جائے اور اس پر اعتماد جاتا رہے. اس تخریبی قوت نے بارہا تاریخ کے ایسے ہنگامے برپا کئے ہیں کہ ان کے سامنے عزم و استقامت کے پہاڑ بھی متزلزل ہو گئے اور بڑے سے بڑے فلسفی اور علماء مذاہب بھی اپنی جگہ سے ہل گئے. آزمائش کی ان نازک گھڑیوں میں جو حیرت و اضطراب اور شک و شبہ دلوں میں پیدا ہونے لگتا ہے، قرآن مجید نے اس کی نہایت بلیغ تصویر ہمارے سامنے رکھ دی ہے.

قرآن کی نوید فتح

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَن نَّشَاءُ ۖ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ (یوسف - ١١٠)

یہاں تک کہ جب پیغمبر مایوس ہو گئے اور ان کو گمان ہونے لگا کہ ان سے یونہی کہہ دیا گیا، پہونچی ان کو ہماری مدد بس بچا دیا گیا اس عذاب سے جس کو ہم نے چاہا، اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ٹلایا جاتا.

انسان کی نفسیات ہے کہ وہ ہر غلبہ و فتح سے متاثر ہوتا اور اس کے سامنے اپنا سر جھکاتا ہے خواہ وہ کیسی ہی وقتی، عارضی، یا کیسی ہی حقیر اور غیر اہم فتح ہو قرآن مجید نے اس نفسیات کا بہترین علاج پہلے ہی کر دیا ہے،

اس نے اس کمزور نفسیات اور ذہن کا علاج کیا ہے جو آسانی کے ساتھ مکر و فریب اور جعل سازی و سازش کا شکار ہو جاتا ہے اس کو بار بار تنبیہ اور آگاہ کیا ہے کہ ان سازشوں و

فریب کاریوں اور ظاہری کامرانیوں کا انجام ذلت و ناکامی اور فضیحت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں، یہ تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور بودی اور بے حقیقت ہیں۔

وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (عنکبوت - ۴۱)

اور بے شک گھروں میں سب سے بودا گھر مکڑی کا گھر ہے کاش کہ یہ جانتے ہوتے۔

اس نے صاف صاف اعلان کیا ہے کہ شر سے خیر پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ جس چیز کی بنیاد اور جڑیں اچھی زمین یا فطرتِ سلیم میں پیوست نہ ہوں وہ ہر لمحہ اور ہر وقت خطرے کی زد میں رہے ارشاد ہوتا ہے:۔

اَمَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (التوبہ - ۱۰۹)

یا وہ (اچھا ہے) جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی ایک گرنے والے غار کے کنارے پر، پس وہ لے گرا اس کو آتش دوزخ میں اور اللہ نہیں سمجھ دیتا ہے ظالموں کو۔

وہ حضرت موسیٰ کی زبان سے جادوگروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ

کہا موسیٰ نے کہ تم جو کچھ کر لائے ہو وہ جادو ہے یقیناً اسے اللہ ابھی درہم برہم کردے گا۔ اللہ نہیں بننے دیتا ہے فسادیوں کے کام۔ (یونس - ۱۸)

وہ مکر و فریب اور سازش و تخریب کا عام قانون اور اس کا انجام اور حشر بتلاتے ہوئے کہتا ہے:۔

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۭ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ڬ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۝ (فاطر - ۴۳)

اور نہیں پڑتا ہے بُرے منصوبوں کا وبال اہل میں مگر منصوبہ سازوں پر، پس کیا وہ انتظار دیکھ رہے ہیں اگلوں کے حشر کا۔ سو تم اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے ہرگز اس کے دستور میں کوئی تغیر تم کو نہیں ملے گا۔

اس نے ایک ایسی عالمی حقیقت ہمارے سامنے رکھ دی ہے جو زبان و مکان، نسل و وطن، کامیابی و ناکامی اور فتح و شکست سے بالاتر اور ان سب پر غالب ہے وہ ان لوگوں کی جو حکام و سلاطین کی کامیابیوں مہم پسندوں اور حوصلہ مندوں کی فتوحات اور پیش قدمیوں سے مرعوب اور متاثر ہوتے رہتے ہیں، پرواہ نہ کرتے ہوئے صاف اعلان کرتا ہے کہ:۔

فَاصْبِرْ ۭ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (ہود - ۴۹)

پس صبر سے کام لیجئے انجام کار کامیابی خدا ترسوں کے ہی لئے ہے۔

قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ (اسراء - ۸۱)

اور کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل کا چراغ بجھ گیا بیشک باطل ہی کو نابود ہونا تھا۔

عرب انسانیت کی ہدایت کے پیغام کے حامل اور داعی

یہودیوں کے بالمقابل عرب باوجود اپنی ان تمام کمزوریوں اور خامیوں کے جن کی نشاندہی راقم سطور کی اکثر تحریروں و تقریروں میں موجود ہے۔ اور جن میں بہت صاف گوئی و صراحت سے کام لیا گیا ہے انسانیت عامہ کی دعوت و ہدایت اور عالمی و بین الاقوامی پیغام کے حامل و داعی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ وہ اب بھی اس دین کے علمبردار ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سب سے پہلے نوازا۔ اور مقام سبقت عطا فرمایا۔ ان کے پاس وہ میراث اور وہ دولت مشترکہ ہے جس میں دنیا کی ساری قومیں اور نسلیں حصہ دار ہیں، اس میں یہود کے "بنی لاوی"[1] یا ہندوستان کے پنڈتوں اور برہمنوں کی طرح کے اجارہ داری نہیں، اس میں اعتبار نسل و خون کا نہیں بلکہ شوق و طلب، ذوقِ جستجو، حسنِ عمل، جہاد میں سبقت اور سعی و جد و جہد میں مقام فضیلت کا ہے، امام احمد بن حنبلؒ اپنی سند کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ۔

لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ اُنَاسٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ[1]

اگر علم ثریا پر بھی ہوتا تب بھی فارس کے کچھ لوگ اس کو حاصل کر لیتے۔

عربوں کی روایتی فراخ دلی اور شرافتِ نفس

عربوں نے ہمیشہ ان تمام لوگوں کا خوش دلی اور عالی ہمتی سے اعتراف کیا ہے جنھوں نے علوم دینیہ میں کمال پیدا کیا خواہ وہ کسی جگہ سے تعلق رکھتے ہوں انہوں نے ان کی امامت و پیشوائی تسلیم کی، اور ان کی تعریف اور مدح و توصیف میں وہ الفاظ استعمال کئے جو انہوں نے اپنے ہاں کے فضلاء اور اہل کمال کیلئے بھی استعمال نہ کئے تھے انھوں نے امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) کو حدیث میں امیر المومنین کا درجہ دیا اور صحیح بخاری کے متعلق "اصح کتاب بعد کتاب اللہ" کے الفاظ استعمال کئے، امام ابو المعالی عبد الملک الجوینی نیشاپوریؒ (م ۴۷۸ھ) کو امام الحرمین کا لقب دیا۔ امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) کو حجۃ الاسلام تسلیم کیا، موالی اور اہل عجم پہلی صدی ہجری کے وسیع اسلامی مملکت میں مرجع علم اور سرچشمۂ فیض بن چکے تھے، اور علم و افتاء اور فقہ و حدیث کی مسند ان کے سپرد کی تھی، یہ وہ حقیقت ہے جو طبقات سیر اور تراجم کی کتابوں اور اسلامی تہذیب کی پوری تاریخ سے آشکارا ہے، یہ تسلسل اسلام کی

[1] حضرت ہارون کی اولاد جو تمام مذہبی مناصب کی نسلاً بعد نسلٍ حقدار رہے۔

[1] مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۲۹۶۔

ان روشن اور تابناک ابتدائی صدیوں میں اس طرح قائم رہا کہ علامہ ابن خلدون مغربی (م ۸۰۸ھ) بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ "عجیب بات ہے کہ ملت اسلامیہ کے اکثر اہل علم و اہل کمال سرزمین عجم سے تعلق رکھتے ہیں، خواہ علوم شرعیہ ہوں یا علوم عقلیہ باوجود اس کے کہ ملت عربی ہے اور صاحب شریعت بھی عرب ہیں، چنانچہ علم نحو کے مؤسس سیبویہ ہیں اس کے بعد ابو علی فارسی اور ان دونوں کے بعد زجاج، اور یہ سب عجمی نژاد ہیں، یہی تناسب علماء حدیث علماء اصول، فقہاء، متکلمین اور مفسرین میں بھی ہے" (مقدمہ ابن خلدون ص۴۰)

انسانی مساوات کے اصول اور انسانیت کے احترام کا جذبہ

عربوں میں ان کی فطرت سلیم کی وجہ سے انسانی مساوات کے اصول، اور انسانیت کے احترام کا جذبہ بنسبت دوسری قوموں کے زیادہ پایا جاتا ہے، وہ ان اصولوں کے اجرا اور ان پر عمل درآمد میں دوسری اقوام سے زیادہ چست اور گرمجوش ہیں یہ اصول ان کی ان عظیم اور مبارک فتوحات میں ہمیشہ ان کا رہبر رہا جنہوں نے دنیا کو علم و تہذیب، فضیلت و تقویٰ کے نئے آفاق سے آشنا کیا، اسی مساوات کی وجہ سے وہ مفتوح قومیں جو ہمیشہ فاتح اقوام سے بغض و عناد رکھتی ہیں، ان سے محبت کرنے لگیں، یہاں تک کہ سندھ اور ملتان کی بعض بت پرست اقوام نے پہلی صدی ہجری میں عرب فاتح محمد بن قاسم کا بت بنا کر اپنے ان بتوں میں شامل کر لیا جن کی وہ پہلے سے پرستش کر رہی تھیں، یہ ان کی حد سے بڑھی ہوئی عقیدت اور تعظیم کی وجہ سے تھا، اسی طرح مفتوح اہل سمرقند کے ساتھ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے جو مشفقانہ اور محبت آمیز برتاؤ کیا، اس نے ان کے دلوں میں ان فاتحین کی محبت اور اسلام کی عظمت پیدا کر دی اور اس کی وجہ سے ان علاقوں میں اسلام بہت سرعت کے ساتھ پھیلا۔ ان قوموں نے نہ صرف اسلامی تہذیب قبول کی بلکہ عربی زبان بھی اختیار کر لی اور ان اجنبی فاتحین کے اخلاق و عادات، دستور و قوانین اور زبان و لہجوں کو اس قومی ورثہ پر ترجیح دی جس کو وہ صدیوں اور نسلوں سے اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کا مشہور مقولہ جو انہوں نے اپنے ایک بڑے فوجی قائد سے کہا تھا، آج تک دنیا میں گونج رہا ہے اور تاریخ عالم میں ثبت ہے:-

مِنْ مَتَى اسْتَعْبَدْتُمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ أَحْرَارًا۔

تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا، اپنی ماؤں کے پیٹ سے تو وہ آزاد پیدا ہوئے تھے۔

سازشی ذہن، اور مکر و فریب سے پاک عرب

عرب عہد جاہلیت اور عہد اسلام دونوں میں (اپنی فطرت، نشو و نما اور ان اصولوں اور قدروں کی وجہ سے جن پر وہ ایمان رکھتے تھے) سازشی ذہن و مزاج دسیسہ کاری، مکر و فریب، منافقت اور خفیہ سرگرمیوں سے بہت دور رہتے تھے، وہ کھلے ہوئے دشمن تھے، اور کھلے ہوئے دوست، جنگ کرتے تو کھلے میدان میں، مصالحت کرتے تو اعلانات کے ساتھ، ان کا کردار، ان کی امثال و حکم، ان کے تاریخی واقعات اور قبائلی جنگیں سب اس پر گواہ ہیں، نفاق سے ان کی فطرت کو کوئی مناسبت نہ تھی تقریباً تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ مکہ میں نفاق اس لئے نہیں تھا کہ وہ خالص عربی ماحول رکھتا تھا۔ اور یہودیت و خارجی عناصر کی آلودگی سے پاک تھا۔ نیز یہ کہ تمام ایسی آیات جن میں نفاق اور منافقین کا ذکر ہے، وہ مدنی ہیں، بعض مفسرین و اہل اصول نے مندرجہ ذیل آیت سے بھی استدلال کیا ہے:-

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ (توبہ-۱۰۱)

اور تمہارے ارد گرد کے اعرابیوں میں سے اور خود اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ منافق ہیں، نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوتے ہیں۔

اس لئے ہر اس خطۂ زمین پر جہاں عربوں کی حکومت ہے، یا ان اقوام میں جو عربوں کی قیادت میں ہیں ان تہذیبوں اور ثقافتوں میں جن کی رہنمائی ان کے ہاتھ میں ہے، اس سیاست میں جس میں ان کا سرگرم اور اہم حصہ ہے، کم از کم کسی خفیہ سازش خفیہ سرگرمیوں اور پس پردہ تحریکوں کا حصہ نہیں یہاں اخلاق میں نفاق اور تخریب و فساد پسندی قومی مصالح، شخصی یا جماعتی انانیت کے لئے نئے نئے مسائل اور الجھنیں پیدا کرنے کا ذہن ہے۔ ایک گروہ کو دوسرے سے لڑانے کا شوق اس لئے نہیں پایا جاتا کہ ان کی قیادت ہمیشہ سے ایک خاص مزاج رکھتی ہے، وہ صاف بے لاگ واضح اور فیصلہ کن ہے، اس کا ظاہر و باطن یکساں ہے شرق و غرب اور عجم و عرب کے معاملے میں امتیازی طرز فکر اور سلوک اور اس کی قومیت کے اجزاء ترکیبی سے خارج ہے۔

اسلام کے بقا اور حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے

اگر اسلام اللہ کا آخری اور ابدی پیغام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بقاء دوام کا ذمہ لیا ہے اگر قرآن آخری آسمانی کتاب ہے جس کی حفاظت و بقا کی ضمانت اللہ نے لی ہے اور اس کے بغیر اسلام اور مسلمانوں کی (ایک عقیدہ و اصول مخصوص شخصیت قانون و شریعت اور پیغام و دعوت کی حامل قوم کی

حیثیت سے) بقا کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اور ان سب چیزوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکمل ضمانت ہے اور صاف اعلان ہے:۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝

بیشک ہم نے نازل کیا ہے یہ نصیحت نامہ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں (الحجر ۔ ۹)

اسلام کی بقا عربوں کے بقا کی ضمانت

تو پھر اس کے ساتھ عربوں کی بقا اور حفاظت کی بھی مکمل ضمانت موجود ہے۔ قرآن مجید کی بقا عربی زبان کے بغیر ممکن نہیں اور عربی زبان کی بقا اہل زبان کے بغیر ناممکن ہے۔ اور یہ سب خلا میں نہیں اسی آب و گل کی دنیا میں ہونا ہے۔ اسی لئے یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ ابدی، عالمی اور لافانی کتاب ایک ایسا معمہ یا چیستاں بن جائے جس کا کوئی سمجھنے والا ہی نہ ہو یا ایسا سربمہر راز ہو جائے جس کی دریافت اور جس سے افادہ ہی ناممکن ہو، تاریخی زبانوں کی طرح اس طرح مٹ جائے جس طرح ہیرو گلیفی، فنیقی اور حمیری زبانیں مٹ گئیں اور آثار قدیمہ میں پہنچ گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت اعلیٰ اور بلند و بالا ہے کہ وہ ایسی صورت کو حفاظت و بقا قرار دے اور اس کو عزت و سرفرازی سے تعبیر کرے اور اپنا یہ احسان اس امت اور پوری انسانیت کو بار بار یاد دلائے جو ہر نسل اور ہر دور کیلئے روشنی کا مینار ہے۔ اس طرح یہ بات بھی حکمت کے خلاف ہے کہ یہ عرب ایک طویل عرصہ کیلئے غلام اور ذلیل و خوار بنا دیئے جائیں اور اپنی اس طاقت، حیثیت اور صلاحیت سے محروم ہو جائیں جو بنی نوع انسان کی رہنمائی اور انسانیت کی قیادت کیلئے ضروری ہے اور یہ پورا علاقہ یہودیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے جہاں سے اسلام کا آفتاب طلوع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی روشنی اطراف عالم میں پھیل گئی جس کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ اسی طرح وابستہ اور جزء لاینفک ہے کہ اس کی مثال مذاہب کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی جہاں وہ بیت عتیق (بیت اللہ) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کیلئے گہوارۂ امن اور جائے پناہ قرار دیا ہے اور اس کو تعظیم و محبت اور عشق و شیفتگی کا سب سے بڑا مرکز بنایا ہے اور جہاں وہ مدینۃ الرسول ہے، جس کو ہم مرکز وحی، آغوش اسلام اور سرکار گاہ تاریخ کہہ سکتے ہیں، اگر عرب ذلیل ہوتے ہیں اور یہ خطۂ سرزمین جہاں مسلمانوں کے مقدس مقامات ہیں جو اسلام کا قلعہ اور حصار ہے، اور اس کا سرچشمہ اور اصلی مرکز ہے، ان کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو اسلام کی بقا، اس کی عزت و سربلندی اور امن و اطمینان کی فضا میسر نہیں آسکتی خواہ سینکڑوں، ہزاروں نئی اسلامی حکومتیں قائم ہو جائیں اور سینکڑوں سبز جھنڈے فضا میں لہرانے لگیں، چنانچہ بعض ماثور اقوال میں آیا ہے کہ:۔

إِذَا ذَلَّ الْعَرَبُ ذَلَّ الْإِسْلَامُ ۔

اگر عرب ذلیل ہوئے تو اسلام ذلیل ہو جائے گا۔

اس لئے یہ غیر طبعی اور غیر فطری حالات بقا و ترقی کی صلاحیت خود ہی نہیں رکھتے، فطرت انسانی عقل سلیم و استدلال، خواص اشیاء، حقائق ثابتہ اور مذہبی نصوص، آسمانی وعدے، تاریخ و جغرافیہ حتیٰ کہ خود صحتمندانہ اور حقیقت پسندانہ سیاست کا (جو عقل و رشد سے محروم ہو کر جنون و پاگل پن کی سرحدوں میں نہ پہنچ گئی ہو) بھی یہ فیصلہ ہے کہ یہ حالات زیادہ دن تک برقرار نہیں رہ سکتے، اگر کچھ عرصہ یہ حالات باقی رہ جاتے ہیں تو اس غیر طبعی صورت حال کے لحاظ سے یہ بات بھی طویل ہی سمجھی جائے گی۔

عربی اسلامی ملت کو نئے پیغام کی ضرورت نہیں

عربی اسلامی ملت کو کسی نئے پیغام کی ضرورت ہے نہ کسی نئے دین کی، نہ اس میں نئی روح ڈالنے کی، یہ امت زندگی، قوت، حوصلہ و ہمت بلکہ برق و شرر سے بھرپور ہے اور ہر وقت اپنے جذبۂ قرآنی اور جذبۂ ایمانی کا مظاہرہ کرنے کیلئے مضطرب اور بے تاب ہے، اس کے برخلاف اس کی قیادتیں (لیڈر شپ) سمندر کی ان موجوں کی طرح ہیں جو آتی جاتی رہتی ہیں، وہ کبھی کبھی تیز اٹھ کر اپنے وجود کا اعلان کرتی ہیں۔ بعض اوقات کسی جہاز یا کشتی کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں اور ڈبو بھی دیتی ہیں لیکن بالآخر اس بحر زخار میں گم ہو جاتی ہیں، اور ان کا پتہ بھی نہیں لگتا، لیکن سمندر اسی طرح باقی رہتا ہے اور کسی وقت اپنے وجود اپنی شخصیت اور اپنے صفات و اثرات سے محروم نہیں ہوتا۔

حالات بدلیں گے۔

یہ حوادث و انقلابات اور یہ نشیب و فراز وہ قدرتی تجربات ہیں جن سے دنیا کی زندہ اور بیدار قومیں ہمیشہ گذرتی ہیں۔ یہ وہ آزمائشیں اور امتحانات ہیں جن سے کھرے کھوٹے کا فرق معلوم ہوتا ہے، اور قوم کی پختگی کا اندازہ ہوتا ہے ان کی بدولت وہ تکلیف و راحت، ترقی و شدت ہر حالت کی عادی ہوتی ہیں، وہ فتح کے وقت غرور میں مبتلا نہیں ہوتیں اور ناکامی و ہزیمت کے بعد مایوسی کا شکار نہیں ہوتیں:۔

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ (حدید ۔ ۲۳)

تاکہ نہ متأسف ہو تم اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور نازاں نہ ہو اس پر جو تمہیں دے دی گئی ہے۔

اس کی مثال اس زندہ اور صحت مند و توانا جسم کی ہے جس کی قوت مدافعت اور قوت برداشت کا صحیح اندازہ اسی وقت ہوتا ہے جب وہ صحت د

مرض، ضعف و قوت، آب و ہوا کے اختلاف موسموں کے تغیر اور اس طرح کی تمام چیزوں پر فتح حاصل کر لیتا ہے، اور ہر قسم کے تلخ و ترش کا عادی ہو جاتا ہے جس طرح ایک صحت مند جسم کیلئے صحت کی ضمانت ہے، خواہ اس کو درمیان میں ان تمام مراحل سے گزرنا پڑے اسی طرح انسانیت کے لئے بہترین پیغام رکھنے والی اور ان صفات وخصوصیات کی حامل قوم کیلئے (جو سارے عالم کیلئے باعث خیر و سرچشمۂ ہدایت ہے) فتح ونصرت بھی مشیت الٰہی ہے اور قرآن مجید اس کی فتح کی ضمانت ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ۝ (آل عمران ۱۳۷-۱۴۱)

تم سے پہلے بھی سنت الٰہی کے بہت سے واقعات گزرے ہیں، سو گھومو پھرو روئے زمین پہ اور پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا. یہ وضاحت ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت و نصیحت ہے خاص اہل تقویٰ کیلئے اور تم نہ پست ہمت ہو اور نہ رنجیدہ کہ تم ہی سربلند رہنے والے ہو، اگر تم میں ایمان ہے اگر تمہیں زخم آئے ہیں تو دشمن کو بھی اسی طرح زخم پہنچا ہے. اور یہ دن تو ہم اسی طرح لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں اور (اس سے) یہ بھی مقصد ہے کہ اللہ ایمان والوں کو دیکھ لے اور تم میں سے بعض کو شہید بنا دے، اللہ ظالموں کو نہیں پسند کرتا ہے اور تاکہ پاک صاف کر دے اہل ایمان کو اور مٹا دے کفر کرنے والے کو. (از عالم عرب کا المیہ)

اعتکاف (بقیہ)

کو سرے سے نظر انداز کر دینا!

آج ہم میں انجمنوں کی کمی نہیں، کانفرنسوں کا قحط نہیں، جلسوں کی سرد بازاری نہیں لیکن اس ذوق انجمن آرائی وجلسہ سازی کے ساتھ کتنے ایسے ہیں جو اپنے اُمّی ہادی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی میں رمضان المبارک کو اس کے شرائط کے ساتھ گذارنا اور پھر اعتکاف کرنا ضروری سمجھتے ہیں؟ کیا رسول خدا کا یہ فعل عبث و لاحاصل ہوتا تھا؟ کیا اس کی ضرورت ان کو تھی؟ مگر ہمارے تہذیب یافتہ دل اور تعلیم یافتہ دماغ اس سے بے نیاز ہیں؟ کیا ہم نے کبھی اس عارضی زاویہ نشینی کا تجربہ کرکے دیکھا ہے، اور یہ تجربہ ناکام ولاحاصل رہا ہے؟

حاشا یہ مقصود نہیں کہ ساری قوم اجتماعی زندگی کو چھوڑ کر اپنے اپنے زاویوں کے اندر ہمیشہ کیلئے بیٹھ رہے لیکن یہ گذارش ضرور ہے کہ دوسروں کی اصلاح وہدایت سے اپنی اصلاح وہدایت ترتیباً مقدم ہے اور اپنی اصلاح کا ایک اہم ذریعہ یہ ہے کہ ہم اپنے مقدس ہادیؐ کے طریقہ کے موافق کبھی کبھی ذرا دنیا کی کشمکش سے کنارہ کش ہو کر خود اپنے نفس کا جائزہ لینے اپنے اعمال کا احتساب کرنے اور دنیا کے پاک وبے نیاز خالق کے حضور میں اپنی کمزوریوں اور خطاؤں کا اعتراف کرنے، اور آئندہ کیلئے اس کی توفیق طلب کرنے میں کچھ وقت صرف کیا کریں. چراغ پانی سے نہیں تیل سے روشن رہتا ہے، ہمارے اندر اگر روحانی صفائی و پاکیزگی کا تیل ختم ہو چکا ہے اور اس کی جگہ نمائش نفسانیت وجاہ پسندی کے پانی نے لے لی ہے تو کیونکر ہم سے ہدایت کی روشنی پیدا ہو سکتی ہے؟ ہر فرد سے پہلا سوال خود اس کی ذاتی زندگی کے متعلق ہوگا. یہ زندگی کانفرنسوں اور مجموعوں کی خود نمائیوں کے اندر نہیں سنورتی، اس کے سدھارنے اور سنوارنے کیلئے ضروری ہے کہ کبھی کبھی تو بندہ بے حجاب وبے واسطہ اپنی حضوری اس بڑے دربار میں محسوس کرے جہاں پرسش صرف خلوص وراستی کی ہوتی ہے. بحث وگفتگو۔ مناظرہ وتردید کی حاجت نہیں صرف تجربہ کی ضرورت ہے، انشاء اللہ ہر حال میں اعتکاف کا تجربہ مفید ہی نتائج پیدا کرے گا.

رمضان المبارک کا پیغام

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم

ذیل میں وہ تقریر دی جارہی ہے جو حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب ندوی مدظلہ العالی نے ۴ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ کو جمعہ کی نماز کے بعد تکیہ شاہ علم اللہؒ کی مسجد میں فرمائی تھی، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی زندگی بھر یہی معمول رہا کہ رمضان المبارک میں بعد نماز جمعہ ان لوگوں سے خطاب فرماتے جو وہاں رمضان گذارنے کے لئے دور دراز اور قرب و جوار سے آتے تھے، حضرت کی وفات کے بعد تکیہ کے شب و روز اسی طرح گذر رہے ہیں جس طرح ان کی زندگی میں گذرتے تھے۔ حضرتؒ نے وفات سے ایک دن پہلے معتکفین اور مقیمین کی کثرت کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ بانی (حضرت شاہ علم اللہؒ) کا اخلاص ہے۔ یہ مسجد آباد رہے گی چنانچہ اہل تعلق دور و نزدیک سے حسب معمول رمضان کے مبارک ایام گذارنے آرہے ہیں۔ شروع ہی سے سوسوا سو مہمان مقیم ہیں۔ نظام کے مطابق گیارہ بجے مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ سوا بارہ بجے حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ کا درس قرآن ہوتا ہے۔ بعد نماز ظہر "سیرت رسول اکرمؐ" اور "ارکان اربعہ" پڑھی جاتی ہے، عصر بعد "فضائل رمضان" کی حدیثیں پڑھی جاتی ہے، پھر دعاؤں کا اہتمام ہوتا ہے، بعد نماز تراویح بنگلہ پر مجلس ہوتی ہے جس میں علمی و دینی باتیں ہوتی ہیں، تزکیۂ اخلاق کا ذکر ہوتا ہے، توبہ و بیعت کرنے والے بھی آتے رہتے ہیں۔

دنا رکھے آباد اں ساقی تری محفل کو

(ادارہ)

بھائیو! اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے یہ مبارک مہینہ عطا فرمایا، کتنے ایسے افراد ہیں جو گذشتہ رمضان سے اس رمضان کے درمیان دنیا سے رخصت ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت ہمیں عطا فرمائی ہے اس کی قدر کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نعمت دیتا ہے تو یہ پسند کرتا ہے کہ بندے اس کا شکر ادا کریں فرماتا ہے: "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ" کہ اگر تم شکر ادا کروگے تو ہم تم کو بڑھا کر دیں گے اور زیادہ دیں گے اور اگر تم ناشکری کروگے، ہماری بات نہ مانوگے تو ہماری پکڑ، ہمارا عذاب بڑا سخت ہے۔

حضرات! یہ ساری زندگی حقیقت میں اسلام کی زندگی ہے، یہ سب شکر کا حصہ ہے اللہ تعالیٰ کو ہماری نمازوں اور ہمارے روزوں کی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ ساری مخلوقات اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے، پہاڑ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، پرندے جو ہوا میں اڑتے ہیں اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، سارے جانور ساری مخلوقات حتیٰ کہ جمادات بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ صاف صاف فرماتا ہے "وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ" ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، انسان اگر تسبیح نہ کرے اللہ تعالیٰ کی تو کیا فرق پڑتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا تو کوئی نقصان نہیں ہے اور نہ انسان کی تسبیح اور اس کی عبادت کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت ہے۔ یہ ضرورت خود حقیقت میں انسانوں کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ انسان ان کو گن ہی نہیں سکتا، شمار نہیں کرسکتا، فرماتا ہے: "وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا، إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ" اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو گننا چاہو، شمار کرنا چاہو تو نہیں شمار کرسکتے، یہ اتنی زیادہ ہیں اتنی کثرت سے ہیں کہ شمار نہیں کرسکتے۔ اور فرمایا کہ انسان بڑا زیادتی کرنے والا اور بڑا ناشکرا ہے۔ اتنی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں، اتنا فضل فرمایا ہے کہ ان کو آدمی شمار نہیں کرسکتا اس کے بعد پھر بھی وہ شکر ادا نہیں کرتا۔

حضرات! یہ شکر کیا ہے؟ یہ کہ ظاہر کرے آدمی کہ ہم ممنون ہیں، ہم مشکور ہیں۔ پیاس کے وقت اگر آدمی کسی کو پانی پلادیتا ہے تو وہ کہتا ہے آپ کا شکریہ، آپ نے ہماری پیاس بجھائی، بڑا احسان ہے کہ آپ نے ہماری پیاس بجھائی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیا کیا دے رکھا

...گی دے رکھی ہے، صحت دے رکھی ہے، یہ
...سا دے رکھے ہیں، اعضاء جن سے زندگی
...بہت سے معاملات میں آدمی مدد لیتا ہے،
...ے ایک چیز آپ شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں
...سکتے، ایک ایک بال اللہ کی نعمت ہے، ایک
...ٹوٹ جائے غلط طریقہ سے تو پھوڑا بن جاتا
...ہے، آدمی اس سے مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے،
...باح کا نظام ذرا سا بگڑ جائے تو آدمی تکلیف کے
...سے تڑپنے لگتا ہے اور ذرا سی آنکھ میں تکلیف
...جائے تو حالت یہ ہوتی ہے آدمی کی کہ کہتا ہے
...مر جائیں تو اس سے اچھا ہے، تو اللہ کی نعمتیں
...نی زیادہ ہیں کہ آپ ان کا شمار نہیں کر سکتے اور
...نہیں اگر کم بھی ہوتیں تو بھی ان کا شکر واجب
...تھا کہ دینے والے کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اس
...ئے ہمیں شکر ادا کرنا چاہئے، ہماری نماز، ہمارا یہ
...روزہ سب اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، یہ کوئی ہم پر تاوان
...نہیں ہے، کوئی جرمانہ نہیں ہے جیسا کہ بعض
...ذاہب میں سمجھا جاتا ہے کہ یہ عبادتیں ہم پر سزا
...یں، ایک جرمانہ ہے یا ایک تاوان ہے یا کہ یہ
...یک ٹیکس ہے، بلکہ یہ ہماری ضرورت ہے کہ ہم
...ر اللہ کا بڑا احسان ہے، اللہ نے جو ہم کو دے
...رکھا ہے اس کا ہم شکر ادا کرتے ہیں کہ اے
...پروردگار! تیرا بڑا شکر ہے۔ شکر صرف زبان
...سے ادا کر دینا نہیں ہے، بلکہ عمل سے بھی ضروری
...ہے۔ اگر آپ کسی عام انسان کا شکریہ ادا کریں
...زمنہ سے کہیں اس طور پر کہ کوئی ایسی چیز ظاہر نہ
...ہو کہ معلوم ہو کہ واقعی آپ شکر گزار ہیں تو وہ برا
...انے گا کہے گا کہ آپ مذاق کرتے ہیں، ہمیں چڑھاتے
...ہیں، تو ہم تو زبان سے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں
...کرتے چہ جائیکہ اپنے عمل سے کرتے۔ اللہ تعالیٰ
...نے بندہ کے تھوڑے عمل کو بھی کافی قرار دید یا ہے،
...بہت زیادہ ہم سے عمل کا تقاضا نہیں کیا ہے۔ پانچ

وقت کی نمازیں ہیں، سال میں ایک مرتبہ رمضان آتا ہے اس کے روزے ہیں، اور اگر آدمی کی استطاعت ہو اس کے پاس پیسے زیادہ ہوں تو حج ہے، اور زکوٰۃ کا نصاب ہو تو زکوٰۃ ہے۔ یعنی تھوڑا کام اللہ نے کافی سمجھا ہے شکر کے لئے ہم تو اگر ساری زندگی، سارا وقت اس میں لگادیں کہ شکر ادا کریں اور ہماری ساری راتیں عبادات میں صرف ہو جائیں تب بھی ہم اللہ کی نعمت کا شکر ادا نہیں کر سکتے، اس کی نعمت کا بدلہ نہیں دے سکتے، ہم تو اللہ کی نعمت کا بدلہ دے ہی نہیں سکتے یہ تو ممکن ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ہم کو اس کا مکلف نہیں بنایا کہ اس کی نعمتوں کا ہم بدلہ دیں اور اللہ تعالیٰ ہم سے بدلہ چاہتا بھی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ ہم نے انسانوں کو جنوں کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ ہماری عبادت کریں، ہم نے اس لئے پیدا نہیں کیا کہ ہم کو رزق پہونچائیں یا ہم کو کھلائیں یا پلائیں جیسے مشرک کرتے ہیں کہ اپنے بتوں کو کھلاتے پلاتے ہیں، اپنے معبودوں کو کھلانے کی کوشش ان کے سامنے چیزیں رکھ کر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں اس لئے پیدا نہیں کیا کہ تم ہمیں کھلاؤ پلاؤ بلکہ عبادت کرو، اور یہ عبادت کیا ہے؟ شکر ہے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے نماز پڑھتے تھے، رات نماز میں اتنی دیر کھڑے رہتے تھے کہ پیروں میں ورم آجاتا تھا، ان سے کہا گیا — کہ یا رسول اللہ! آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ سارے معاف کر دیئے گئے ہیں آپ تو جنتی پہلے ہی سے ہیں، آپ عمل کریں یا نہ کریں آپ کے گناہ تو سب معاف کر دیئے گئے ہیں تو آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر میں کیسے نہ ادا کروں؟ مجھ سے جو بن پڑ رہا ہے وہ کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے۔ تو یہ نمازیں، یہ روزہ، یہ زکوٰۃ یہ حج سب حقیقت میں شکر ہیں، بندہ کا شکر ہے اللہ کے لئے، بندہ بدلہ نہیں دے سکتا اللہ تعالیٰ کے احسانات کا، لیکن وہ اعتراف تو کر سکتے ہیں، وہ اظہار تو کر سکتے ہیں اس بات کا کہ اللہ تیرا بڑا شکر ہے، آپ نے بڑی نعمتیں دی ہیں، ہم کو بڑی راحتیں دی ہیں ہماری مطلوبہ چیزیں دی ہیں، تو آدمی کو اس عمل سے جو بہت میں تھوڑا ہے شکر ادا کرنا چاہئے، اور رمضان شریف کو اللہ نے خاص نعمت بنایا ہے، اس میں اعمال کا ۷۰ گنا ثواب یعنی اس میں نوافل کا ثواب فرائض کے برابر بڑھ جاتا ہے، اور فرائض کا ثواب ستر گنا۔ یعنی ہر نیکی کا بدلہ ستر گنا ہے، عام دنوں میں آدمی جو نیکی کرتا ہے اور اس کا جو اجر ملتا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں، رمضان میں اس کا اجر ۷۰ گنا ملتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے۔ جگہ جگہ قرآن میں آتا ہے، بار بار آپ نمازیں پڑھتے ہیں "الرحمٰن الرحیم"۔ اللہ کی سب سے عظیم صفت رحمٰن کی ہے، یعنی وہ رحم کرنے والا ہے اور فرمایا بھی ہے کہ اللہ نے جب رحم کو پیدا کیا، رحم کی صفت پیدا کی تو اس کے سو حصے کئے، ایک حصہ تو ساری مخلوقات کو دیا، انسانوں کو، جانوروں کو بھی حتیٰ کہ ایک بکری جو اپنے بچہ پر پیر رکھنے سے گریز کرتی ہے شفقت کی وجہ سے وہ بھی اس رحم کے اندر ہے جو اللہ نے بانٹا ہے، اور ۹۹ حصے اپنے پاس رکھے ہیں جو اپنے بندوں پر وہ کرے گا، تو اب اس کی رحمت کا حساب لگانا مشکل ہے، اور اس کی رحمت ہی ہے کہ اتنے گناہ کئے جاتے ہیں، اتنی معصیت کی جاتی ہے اللہ کی، اتنی نافرمانی کی جاتی ہے کہ دنیا بھر گئی ہے نافرمانی سے، لیکن اللہ اس کی سزا نہیں دے رہا ہے،

بلکہ موقع دے رہا ہے کہ اب تم چھوڑ دو، اب تم توبہ کرلو، اب تم لوٹ آؤ، اتنا موقع دیتا ہے، ساری زندگی موقع دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ توبہ کرنے سے اللہ بہت خوش ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں عجیب واقعہ آتا ہے کہ اللہ توبہ سے اتنا خوش ہوتا ہے اتنا خوش ہوتا ہے کہ تصور کرنا مشکل ہے، تو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندے توبہ کریں ہم گناہ کر رہے ہیں، معصیتوں میں مبتلا ہیں لیکن اللہ موقع دیتا ہے کہ اب توبہ کرلو لیکن اگر آدمی پوری زندگی ایسے ہی گذار دیتا ہے، توبہ نہیں کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سزا دیتا ہے، اور ایسے کے لئے آخرت میں سخت دردناک عذاب ہے، اور اس دنیا کے اندر بھی۔ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جو حدود سے آگے بڑھ جاتے ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ کا استہزاء اور مذاق ہوتا ہے تو ایسے گناہوں کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے اور جب قوموں کو ملتی ہے تو زلزلوں کے ذریعہ سے، وباؤں کے ذریعہ سے اور حوادث کے ذریعہ سے ملتی ہے اور عام انسانوں کو، افراد کو مختلف طریقوں سے سزا ملتی ہے کہ آدمی نہیں جانتا ہے کہ اللہ ہم کو سزا دے رہا ہے لیکن حقیقت میں وہ اللہ کی طرف سے سزا ہوتی ہے اور ہم کو سوچنا چاہئے کہ ہم کو یہ تکلیفیں یہ پریشانیاں جو پیش آتی ہیں کبھی غور کرنا چاہئے کہ کیا گناہ ہم نے کئے ہیں جن کی سزا یہ ہوسکتی ہے لیکن یقینی نہیں ہے کہ سزا ہو اللہ کی طرف سے۔ لیکن اس کا امکان ہوتا ہے تو یہ سوچنا چاہئے کہ ہم نے کیا گناہ کئے ہیں اور معافی مانگنا چاہئے اور ان گناہوں سے توبہ کرنا چاہئے اس لئے کہ جب تک زندگی باقی ہے توبہ کا موقع باقی ہے زندگی ختم ہونے کے بعد قصہ ختم ہے، توبہ کا موقع اس وقت تک ہے جب تک کہ آدمی کو سکرات کی کیفیت نہ شروع ہو جائے۔ جب فرشتے آجاتے ہیں روح قبض کرنے کے لئے اس وقت دروازہ بند ہو جاتا ہے، اس وقت توبہ کرے تو توبہ قبول نہیں۔ لیکن سکرات سے پہلے توبہ قبول ہوتی ہے، اور اللہ نے یہ موقع دیا ہے انسانوں کو کہ تم مرنے سے پہلے توبہ کرلو اور اللہ توبہ کو قبول کرتا ہے، ہر گناہ کو معاف کر دیتا ہے، سارے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جب توبہ صدق دل سے کی جائے لیکن توبہ کا یہ قاعدہ ہے کہ ایک تو اس کو افسوس ہو صحیح طور پر اپنے گناہ پر ملامت ہو طبیعت میں کہ اے اللہ! ہم نے بہت بڑا قصور کیا ہے، بڑا افسوس ہے ہمیں، بڑا افسوس ہے کہ ہم سے یہ قصور ہوا۔ اور دوسری بات یہ کہ عزم کرے کہ آئندہ ہم ایسا نہیں کریں گے اور اگر کر رہا ہے تو اسی وقت چھوڑ دے، یہ تین شرطیں ہیں توبہ کی، پھر اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے، قبول ہی نہیں کرتا بلکہ خوش بھی ہوتا ہے اور حدیث شریف میں مثال آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ سے اتنا خوش ہوتا ہے کہ جیسے کوئی شخص صحرا میں سفر کر رہا ہے جہاں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے کوئی کھانا پانی کی جگہ نہیں ہے۔ کوئی انتظام نہیں ہے، سارا کھانا پانی اس کا اونٹ کے اوپر ہے، راستہ میں وہ ٹھہرتا ہے اور سو جاتا ہے اور آنکھ کھلتی ہے تو دیکھتا ہے کہ اونٹ کھو گیا ہے، اونٹ غائب ہے اور سب کچھ غائب ہے، اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی، سب جگہ دیکھا مگر کہیں نظر نہیں آیا، اس نے سوچا کہ اب ایسی جگہ چلا گیا کہ پھر نہیں مل سکتا، تو وہ یہ سوچ کر کہ اب ہم مر جائیں گے، اب بچنا نہیں ہے کیونکہ یہاں کھانا پانی کچھ نہیں ملے گا، اس کے بعد وہ مایوس ہو کر لیٹ گیا اور اس کی آنکھ لگ گئی اور اس کے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ اونٹ کھڑا ہے اور اس کا سارا سامان موجود ہے تو خوشی کے مارے منہ سے اُول نُول نکل گیا اور بول اٹھا کہ اے اللہ! تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں، تیرا بڑا احسان ہے، زبان اس کی لڑکھڑا گئی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا وہ شخص خوش ہوا اپنا سامان دیکھ کر۔ تو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندے توبہ کریں اور کہا بھی ہے کہ ہم اس کو پسند کرتے ہیں کہ بندے توبہ کریں، تو اللہ نے توبہ کرنے کا زندگی بھر موقع دیا ہے، اور ایک تو ہم کو یہ سوچتے رہنا چاہئے کہ ہم سے کیا غلطیاں ہوتی ہیں جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے، اللہ کی ناراضی کی جو خطائیں ہیں ان سے ہم بچیں، ان کو چھوڑ دیں اور شکر گذار بندے بنیں۔ شکر گذار بندے کا مطلب یہ ہے کہ جس نے ہمیں اتنی نعمتیں دی ہیں، اتنے احسانات کئے ہیں اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں، اس کو ناراض کرنے والا کوئی کام نہ کریں، ایک تو وہ ہم پر احسان کر رہا ہے، ہم کو دے رہا ہے اور ہم ہیں کہ گویا اس کو چڑھا رہے ہیں اور اس کی مرضی کے خلاف کر رہے ہیں۔ دنیا کے کسی آدمی کے ساتھ کوئی آدمی اگر ایسا کرے تو وہ اسے دو ہاتھ مارے گا لیکن اس کے بجائے اللہ تعالیٰ معاف کر رہا ہے اس خیال سے کہ یہ شاید توبہ کرلے، تو اللہ تعالیٰ کتنا رحیم ہے، کتنا کریم ہے کہ وہ سارے گناہوں کو دیکھتا ہے اور موقع دیتا ہے فوراً سزا نہیں دیتا، لیکن بعض وقت تنبیہ کے لئے سزا دیتا ہے کہ ہوشیار ہو جاؤ، اپنے ذہن کو ٹھیک کرلو، دیکھو تم غلطی کر رہے ہو اگر تم اپنی غلطی سے باز نہ آؤگے تو بھگتوگے، تو اللہ تعالیٰ کا یہ رحم ہے کہ وہ ہم کو آخرت کے عذاب اور پکڑ سے بچانا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نظام ایسا ہے کہ

آدمی گناہ کرے گا، گناہ سے توبہ نہیں کرے گا آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی اور اگر توبہ کرے گا آخرت کی پکڑ سے بچ جائے گا۔ تو رمضان شریف خاص طور پر اللہ کی خصوصی نعمت ہے اور اجر اللہ اس میں ستر گنا کر دیتا ہے تاکہ بندے کو موقع ملے کہ وہ اچھے کام کرے اور اس کا اس کو بہتر سے بہتر اجر ملے یہ اللہ کی مزید رحمت ہے کہ عام دنوں میں نیکی کرنے کا ثواب کا اجر اس میں ستر گنا دیتا ہے، اور اس میں بھی کہ آدمی گناہ کرنے کا جب ارادہ کرتا ہے تو اس وقت تک گناہ لکھا نہیں جاتا ہے جب تک کہ گناہ نہ کرلے اگر گناہ کر لیتا ہے تو ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔ آپ دیکھئے اللہ کی رحمت کا حال کہ آدمی گناہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو نہیں لکھا جاتا ہے جب وہ کر لیتا ہے تو گناہ لکھا جاتا ہے وہ بھی ایک گناہ۔ لیکن نیکی کا ارادہ کرے تو ایک نیکی اسی وقت لکھ لی جائے گی، صرف ارادہ پر۔ اور جب کرے گا تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حال ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح بندے مصیبت سے بچ جائیں، کسی طرح وہ آخرت میں نجات پا جائیں، کسی طرح وہ صحیح کام کریں، اور اس کے لئے صرف ترغیب ہی نہیں دی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا موقع زیادہ سے زیادہ عطا فرمایا ہے اور رمضان اس کا بہترین موقع ہے کہ اس میں اجر ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ اب اگر ہم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں تو بڑی محرومی کیا بڑی بے عقلی کی بات ہوگی کہ اللہ نے گویا ہماری دعوت کر دی ہے جیسے ایک عام کھانا ہوتا ہے اور ایک دعوت کا کھانا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ میں گویا ہماری دعوت کر دی ہے، اب ہم دعوت میں بھی شریک نہ ہوں، ہم دعوت سے فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ ہماری بے عقلی ہے، عام کھانا ہوتا ہے ایک آدمی کے لئے اور ایک دعوت ہوتی ہے تو یہ دعوت ہے اللہ کی طرف سے کہ نیکی کر د خوب پاؤ، نیکی کرد خوب لوٹو، یہ لوٹنے کا موقع ہے اور اس کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے، دوسرا عشرہ مغفرت کا ہے اور تیسرا عشرہ آگ سے خلاصی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ انتظار کرتا ہے اس چیز کا کہ ہمارے بندے زیادہ سے زیادہ اس چیز سے فائدہ اٹھائیں اللہ کی رحمت حاصل کریں، اللہ کی رحمت کے مستحق ہوں اور اس کے بعد دوسرے عشرہ میں مغفرت کے یعنی گناہوں سے معافی کے مستحق ہوں اور تیسرے عشرہ میں کسی طرح آگ سے نجات پا جائیں، کسی طرح جہنم سے نجات پا جائیں۔ تو آپ سوچئے! کہ اس رحمت کی کوئی حد ہے کہ جو عذاب ملنے والا ہے، گناہوں کی وجہ سے اور جو عذاب طے شدہ ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ عذاب نہ ملے، بندے اس سے بچ جائیں، اور ان کو بچانے کی طرح طرح کی تدابیر اللہ نے کر رکھی ہیں، ایک تو یہ امر ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرو، لوگوں تک حق بات پہونچاؤ، لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرو تاکہ لوگ نیکی اختیار کریں اور برائی سے بچیں، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کبھی رمضان کے ذریعہ، کبھی حج کے ذریعہ سے اور مختلف طریقے سے اجر کو بہت زیادہ کر دیتا ہے تاکہ جو کوتاہیاں ہوئی ہیں وہ اس کے نتیجے میں دب جائیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" کہ نیکیاں چھوٹی برائیوں کو خود مٹا دیتی ہیں، یعنی آدمی کوئی چھوٹی غلطی کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی پکڑ ہو سکتی ہو اور پھر کوئی بڑی نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ اس کی غلطی کو بھی معاف کر دیتا ہے، نیکی خود معاف کرا دیتی ہے بہت سے گناہوں کو، اس لئے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہئے عام دنوں میں بھی اور رمضان میں بھی۔ یہ تو ایک دعوت ہے کہ اس میں لوٹ لے آدمی جتنا لوٹ سکتا ہو، لٹائی جا رہی ہیں نیکیاں اور اللہ تعالیٰ اس مہینہ میں شیاطین کو بند کر دیتا ہے مہینہ بھر کے لئے۔ اللہ کے جو نیک بندے ہیں وہ شیطان کے چکر میں نہیں آتے ہیں جب کہ شیطان اپنی پوری کوشش کرتا ہے۔ تو رمضان میں شیطانوں کو اللہ بند کر دیتا ہے کہ تم اس مہینہ میں ہمارے بندوں کو نہیں بہکا سکتے ہو، تو اس طریقہ سے مختلف شکلیں اللہ نے پیدا کی ہیں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی، اپنے کو برائی سے بچانے کی اور آخرت میں اپنے لئے نعمت حاصل کرنے کے ان مواقع سے فائدہ اٹھائیں اور اس میں کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ اللہ نے روزہ ایسا نہیں بنایا کہ آدمی مسلسل بھوکا رہے اس میں یہ ہے کہ دن میں تو آدمی نہیں کھاتا ہے، رات میں کھاتا ہے کہ آدمی اپنی خواہشوں کے مطابق جو چاہے کھائے، دن میں پرہیز کرے، لیکن صرف کھانے سے ہی پرہیز نہیں ہے بلکہ غیبت سے، جھوٹ بولنے سے اور ان چیزوں سے بھی پرہیز بتایا گیا ہے جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اگر آدمی ان چیزوں سے نہیں بچتا ہے، جھوٹ سے غیبت سے، برے کاموں سے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ آدمی بھوکا رہے، یہ تو بھوکا رہنا ہی ہے کہ روزہ اللہ کے یہاں روزہ کہلائے گا ہی نہیں، روزہ تو یہ ہے کہ آدمی برائیوں سے بھی پرہیز کرے، جو اس کی عادت پڑ گئی ہے کہ جھوٹ بول رہا ہے، غیبت کر رہا ہے اور دنیا کی بیہودہ باتیں کر رہا ہے ان سب سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ روزہ فقہ کے لحاظ سے اور مسئلہ کے لحاظ سے تو ہو جائیگا لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ روزہ مقبول ہونا مشکل ہے، تو آدمی کھانا تو

چھوڑ دیتا ہے لیکن دوسری معصیتوں میں مبتلا رہتا ہے، جھوٹ بولنے میں اور غیبت وغیرہ میں تو اس سے اس کا روزہ خراب ہوجاتا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ منظور کرے گا یا نہیں کرے گا یہ اس کا معاملہ ہے لیکن یہ تنبیہ کردی گئی ہے، یہ بتادیا گیا ہے کہ اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ بلا وجہ بھوکے رہیں۔ آپ تو بھوکے ہی رہے اس لئے کہ آپ نے وہ عمل تو کیا نہیں جو اللہ کو مقبول وپسندیدہ ہو، تو ان چیزوں سے پرہیز کرنا چاہئے، دوسرے یہ کہ جتنے نیکی کے کام ہوسکتے ہیں، جن کے کرنے کی اللہ تعالیٰ استطاعت دے وہ کرنے چاہئیں، نیکی میں ایک تو اہم نماز ہے، نماز کا اہتمام کرنا چاہئے اور تلاوت کرنا چاہئے قرآن مجید کا اس مہینہ سے خاص تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پورا قرآن مجید اسی مہینہ میں اتارا آسمان دنیا پر، پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کرکے جیسی ضرورت پڑی اتارا، تو اس مہینہ کو قرآن مجید سے بڑی مناسبت ہے، تو اس میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا چاہئے، قرآن مجید سننا بھی چاہئے اور پڑھنا بھی چاہئے، اپنے اوقات کو قرآن مجید پڑھنے سے اور سننے سے بھر دینا چاہئے، اور قرآن مجید کی تلاوت خود ایک عبادت ہے کہ قرآن مجید کے ہر ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں تو اب آپ سوچئے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا کتنی نیکیاں حاصل کرسکتا ہے اور ہر حرف پر ہی لفظ پر نہیں ہر حرف پر نیکی ہے اور فرمایا کہ "الٓمٓ" میں الف ایک حرف ہے، لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے، الٓمٓ جہاں کہا آدمی نے صدق دل کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی رضا کو سامنے رکھ کر تو اس کو ۳۰ نیکیاں مل گئیں۔ ۳۰ نیکیاں اسی وقت مل گئیں جب اس نے الٓمٓ ادا کیا، لیکن شرط یہی ہے کہ اللہ کے لئے کر رہا ہو، اللہ کو راضی کرنے کے لئے کر رہا ہو، اور اس کو ثواب کی نیت سے کر رہا ہو جو ثواب اللہ نے رکھا ہے تب اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرماتا ہے، لیکن اگر کھیل تماشہ میں کہتا ہے یا جی کہیں اور لگا ہوا ہے تو اس کا معاملہ مختلف ہے، تو اس میں کرسکتا ہے تو تلاوت کرنی چاہئے، نوافل پڑھنا چاہئے، اللہ نے اس میں خاص طور پر تراویح رکھی ہے کہ آدمی اس میں ۲۰ رکعت پڑھتا ہے، بعض لوگ ۱۰ رکعت پڑھتے ہیں لیکن اس میں جتنی نمازیں پڑھ سکتا ہے نوافل کے طور پر، تراویح میں، رات کو تہجد میں پڑھنا چاہئے، جتنی نیکیاں آدمی حاصل کرسکتا ہے وہ کرے اور جہنم کی آگ سے اپنے کو بچانے کی فکر کرے۔ اس لئے کہ ہمارے گناہ اتنے زیادہ ہیں، اتنے زیادہ گناہ ہیں کہ اگر ہم ہر تھوڑی دیر بعد توبہ کریں تو شاید کام چلے گناہ بہت زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے کہ اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائے گا تو ہمارا کہاں ٹھکانا ہے؟ دنیا میں ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ڈھیل دیدے لیکن آخرت کی پکڑ بہت سخت ہے، اللہ تعالیٰ دنیا میں ڈھیل دے دیتا ہے، اس لئے ہم کو جو نیکی کے مواقع ہیں ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور رمضان میں جھوٹ سے، غیبت سے، دھوکا دہی سے اور جو کھلے ہوئے گناہ ہیں ان سے بہرحال بچنے کی پوری کوشش کرنا چاہئے، اگر عادت ہے تو عادت کو بدلنا چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کہ غریبوں کی مدد کرنا، دوسروں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا، دوسروں کی مدد کرنا، یہ نیکی کے کام ہیں جو زیادہ سے زیادہ اس مہینہ میں کرنے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ اس میں جو نیکی لکھی جائے گی وہ ۷۰ گنا ہے، تو ایسا موقع سال بھر نہیں آتا، یہ ایک مہینہ کا موقع ہوتا ہے، اس لئے جو بزرگ لوگ ہوتے ہیں وہ اس مہینہ میں گویا بالکل اپنے کو مصروف کرلیتے ہیں عبادت میں، اللہ کی یاد میں، ذکر میں اور جب مہینہ ختم ہوتا ہے تو بہت افسوس کرتے ہیں کہ اتنا عظیم موقع اور ایسی نعمت کا موقع ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا، اللہ تعالیٰ نے یہ موقع ہم کو عطا فرمایا ہے، یہ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ہم کو اس نے پھر یہ موقع عطا فرمایا کہ جس میں ہم تھوڑا بھی کام کریں گے تو وہ بہت سے بہت ہوگا، اس لئے ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور مہینہ کی قدر کرنا چاہئے۔ روزہ تو ہر حال میں رکھنا چاہئے اور اللہ کی رضا کی نیت اور ثواب کی امید رکھنا چاہئے، اس میں جو چیزیں ممنوع ہیں ان سے پورا پرہیز کرنا چاہئے تاکہ روزہ رکھیں تو روزہ کا فائدہ بھی ہو، ورنہ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہم کو بھوکا تسلیم کرلیا جائے کہ ہاں یہ بھوکا رہا اور کچھ نہ سمجھا جائے۔ تو اس کی کوشش کرنا چاہئے کہ ہمارا روزہ، روزہ سمجھا جائے، اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ روزہ تسلیم کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ ہم روزہ رکھیں، بھوکے رہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف بھوکا تسلیم کیا جائے، روزہ دار نہ تسلیم کیا جائے۔ تو جب ہم پرہیز کریں گے گناہوں سے، بری باتوں سے اور ان غلط باتوں سے جو ہر وقت کرتے ہوتے ہیں ان سے پرہیز کریں گے، اللہ کو یاد کریں گے، جو نوافل ہیں ان کو بہت پابندی کے ساتھ اور نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کریں گے تو اس مہینہ کا جو فائدہ ہم کو پہونچ سکتا ہے پہونچے گا، اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی اور آپ کو بھی صحیح بات کے اختیار کرنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور کوتاہیوں سے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(نقل کردہ: ــــــ محمد نفیس خاں رائے بریلوی)

اعتکاف

● مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

انسان نہ محض جسم مادہ ہے اور نہ صرف جان و روح، بلکہ دونوں کے ایک مرتب مجموعہ کا نام ہے۔ اور جس طرح جسم و مادہ کا ایک عالم ہے اور اس کی صحت و مرض کے خاص قوانین ہیں ٹھیک اسی طرح ایک مستقل عالم جان و روح کا ہے اور روح کی صحت و مرض، ضعف و قوت، بالیدگی و پژمردگی، ترقی و تنزلی کے لئے بھی کچھ خاص قواعد اور ضابطے مقرر ہیں شریعت اسلامی ان دونوں عالموں کے متعلق ضروری ہدایتوں کی جامع ہے۔

جسم کو ہلاک کر دینا انسان کیلئے خدا کی مرضی نہیں البتہ جسم کو روح کا ماتحت و مطیع رکھنا عین منشائے خداوندی ہے۔ نماز، روزہ زکوٰۃ وغیرہ تمام عبادتوں سے مقصود صرف اسی قدر ہے کہ روح کی لطافت طبعی قائم رہے اور مادہ کی کثافتیں اس کی اصلی سرشت پر غالب نہ آنے پائیں کہ یہی راہ عبدیت ہے یہی طریق معرفت، یہی مسلک خودشناسی ہے۔

روح کا انتہائی کمال یہ ہے کہ جسم سے الگ اور مجرد ہو کر نہیں بلکہ جسم کے ساتھ مراتب ترقی طے کرے ٹھیک اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ روح کی رفتار ترقی میں سب سے زیادہ رکاوٹیں بھی جسم ہی پیدا کرتا رہتا ہے غصہ، کینہ، حسد، حرص وغیرہ جسم ہی کی ترکیب کا نتیجہ ہیں اور یہی وہ چیزیں ہیں جو روح کی کمزوری و پژمردگی کا باعث ہوتی ہیں۔ اور اس کی طبعی پاکیزگی و صفائی کو گندلا کرتی رہتی ہیں۔

روح کی صحت و پاکیزگی و بالیدگی برقرار رکھنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ جسم کو ہلاک کئے بغیر کبھی کبھی مادی دنیا کے تعلقات کو کمی کے انتہائی نقطہ پر پہونچا دیا جایا کرے۔ شریعت کی بولی میں اس صورت پرہیز کا نام روزہ ہے اور اس "پرہیز" کے شرائط جب ذرا زیادہ سخت کر دیئے جاتے ہیں تو اس کا نام "اعتکاف" پڑ جاتا ہے۔

اعتکاف کے لفظی معنی کسی مکان کے اندر اپنے تئیں مقید کر دینے کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان عبادت کی غرض سے مسجد میں قیام و سکونت کو لازم قرار دے لے۔

مسجد اس مکان کو کہتے ہیں جو محض یاد الٰہی و عبادت خداوندی کیلئے مخصوص ہو اس میں بیٹھ جانے کے معنیٰ ہی یہ ہیں کہ بندہ نے اپنے تعلقات اور سب طرف سے توڑ کر صرف اپنے خالق سے جوڑ رکھے ہیں۔ اور جس وقت تک وہ اس زاویہ نشینی کی حالت میں ہے وہ نہ کسی کا دوست ہے نہ عزیز، نہ حاکم ہے نہ محکوم، نہ بھائی ہے نہ شوہر، نہ رفیق ہے نہ رقیب، بلکہ بندہ ہے اور محض بندہ۔ عورت کی خواہش کرنا اس کے لئے ممنوع، غیر ضروری گفتگو اس کیلئے ناجائز، کھانا پینا صرف اسی حد تک جائز جو جسم کو ہلاک ہونے سے محفوظ رکھ سکے۔ دوران اعتکاف میں بندہ گویا اپنے تصور میں ہر وقت دربار خداوندی میں حاضر رہتا ہے اسی لئے ہر وہ شئی جو اس دربار کے منافی ہے۔ اس کے لئے ناجائز ہے۔

چراغ اسی وقت روشن ہو سکتا ہے جب اس میں تیل موجود ہو، انجن جب ہی حرکت کر سکتا ہے جب اس میں برقی یا دخانی قوت کا ذخیرہ موجود ہو، جسم کی زندگی جب ہی قائم رہ سکتی ہے جب اسے غذا پہونچتی رہے۔ روح کی زندگی بھی جب ہی قائم و برقرار رہ سکتی ہے جب اسے اپنے مزاج و سرشت کے مطابق غذا پہنچتی رہے۔ اور روح کی غذا یہی ہے کہ کبھی کبھی اسے مادی کثافتوں کے ماحول سے دور رکھ کر اس کی فطری لطافت کو ابھرنے اور طبعی پاکیزگی و شرافت کو چمکنے کا پورا موقع دیا جائے۔

دنیا کا سب سے بہتر و برتر انسان علیہ الصلوٰۃ والسلام خلوت و جلوت دونوں کے آئین و انداز کا پورا رمز شناس تھا۔ رمضان المبارک کے آخر عشرہ میں اعتکاف عادت شریف میں داخل تھا۔ ماہ صیام سارے کا سارا عبادت و ذکر الٰہی میں گزرتا تھا۔ لیکن آخر کے دس دن میں آتش شوق اور زیادہ تیز ہو جاتی تھی۔ ازواج و اصحاب سے بے تعلق ہو کر یہ پورا عشرہ مسجد ہی کی چار دیواری کے اندر گزرتا تھا، اور بندہ کو اپنے معبود کے ساتھ خلوت نشینی کے سارے لطف حاصل ہوتے تھے۔

ہماری آج ایک بڑی شامت یہ ہے کہ ہم اپنے تئیں "جنگ بدر" شروع کرنے کیلئے آمادہ پاتے ہیں لیکن نہیں سوچتے کہ جنگ بدر سے بہت پیشتر ایک منزل "غار حرا" کی بھی طے ہو چکی تھی۔ واقعات میں ترتیب قائم رکھنا یہ بھی بجائے خود ایک بہت اہم شئے ہے کسی واقعہ کے اجزاء سب وہی رہیں، لیکن اگر اجزاء کی ترتیب الٹ دی جائے تو وہ واقعہ سچ سے جھوٹ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ بعض اجزاء

(باقی ص ۱۲ پر)

عالم اسلام

فلسطین کا تازہ المیہ

تاریکی سے روشنی کی طرف

نذر الحفیظ ندوی ازہری

قاہرہ میں ۲۲ عرب ملکوں کے سربراہوں کی کانفرنس کے انعقاد سے چند گھنٹے قبل ایک فلسطینی خاتون سے جس کا ۲۲ سالہ فرزند یہودی فوج کی گولی سے شہید ہوگیا تھا۔ پوچھا گیا کہ آپ اس موقع پر عرب سربراہوں کو کیا پیغام دینا پسند کریں گی، اس خاتون نے کہا کہ اگر یہ سربراہ عملی طور پر اسرائیل کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے عاجز ہوں تو انھیں چاہئے کہ کم از کم کفن کے کپڑے ہی بھیج دیں۔ ایک دوسری خاتون نے جس کا سات ماہ کا بچہ اس کی گود میں شہید ہوگیا تھا، کہا کہ اس کے والد چند دن پہلے شہید ہوئے تھے۔ یہ آخری سرمایہ تھا۔ اگر میرے پاس اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہوتا تو اس کے پیش کرنے سے دریغ نہ کرتی۔ اب تک اسرائیلی فوج کی گولی سے ساڑھے تین سو فلسطینی شہید اور دس ہزار سے زائد زخمی ہوچکے ہیں۔

دوسری طرف خود عرب سربراہوں کا حال یہ تھا کہ وہ قاہرہ چوٹی کانفرنس کے مرکزی ہال میں جب داخل ہوئے تو سب الگ اور منتشر انداز میں داخل ہوئے، بڑے اصرار کے بعد یادگار کے طور پر ایک ایسی بھی تصویر لی گئی جس میں سب سربراہ ایک ساتھ کھڑے تھے۔

اس کے برعکس اسرائیلی لیڈر اریل شارون نے تین ہزار مسلح فوجیوں کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوکر اس کی حرمت کو پامال کرنے کی ناپاک کوشش کی تو چھ سال سے لے کر ستر سال تک کے فلسطینی مردوں اور عورتوں نے اس کو ناکام بنادیا لیکن درجنوں شہدا نے اپنے پاک لہو سے نئی تاریخ تحریر کردی۔ یہ واقعہ ۲۹ ستمبر کو پیش آیا جب تین ہزار یہودی خنزیروں نے لیکوڈ پارٹی کے متعصب یہودی لیڈر اریل شارون کی قیادت میں مسجد اقصیٰ پر حملہ کردیا تھا۔ اس ناپاک جرم پر جو ردعمل ہوا وہ عوامی سطح پر پورے عالم اسلام میں دیکھنے میں آیا، عالم عربی میں خاص طور سے اس واقعہ پر جو ردعمل ہوا وہ اپنی نوعیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے منفرد تھا۔ ایسا غیر معمولی جوش جو اگست ۱۹۶۹ء میں مسجد اقصیٰ کی آتشزنی کے موقع پر دیکھا گیا تھا۔ عرب ملکوں کی راجدھانیوں میں نکلنے والے احتجاجی مظاہرے سے ان ملکوں کے ڈکٹیٹروں کی آنکھیں بھی کھل گئیں اور انھیں اندازہ ہوگیا کہ اب زیادہ دنوں تک وہ عوام کو دھوکہ نہیں دے سکیں گے۔

اس عرب سربراہ کانفرنس کا آغاز دھواں دھار تقریروں سے ہوا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب اسرائیل کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا، یمن، عراق اور سوڈان نے اصرار کیا کہ تمام عرب ممالک اسرائیل کے خلاف جہاد کا اعلان کردیں، سعودی عرب نے شام، لبنان کے ساتھ مل کر یہ آواز اٹھائی کہ اسرائیل کا مکمل سیاسی اور معاشی بائیکاٹ کیا جائے، فلسطینی تحریک کو مالی اور اخلاقی مدد دی جائے۔ سعودی عرب نے تنہا ایک ارب ڈالر دینے کا اعلان کیا۔ سلطنت عمان نے چوٹی کانفرنس کے آغاز سے پہلے ہی اسرائیل کا دفتر بند کردیا تھا۔ تونس نے کانفرنس کے دوران اور مراکش و موریتانیہ نے کانفرنس کے بعد اسرائیلی دفاتر بند کردیئے۔ بعض ملکوں نے صرف مذمت کو کافی سمجھا۔ مصر و اردن کے سربراہوں نے اسرائیل کے ساتھ معاملہ برتنے میں عقل و تدبر اور اعتدال سے کام لینے کا مشورہ دیا۔ یہی دو نیک مشورے کانفرنس کی قرارداد پر حاوی رہے ان دونوں ملکوں نے جہاد کے اعلان کا مذاق اڑایا، یہودی وزیر اعظم بارک نے مصر و اردن کے موقف کو سراہا۔

کانفرنس کا آغاز و اختتام ڈرامائی انداز میں ہوا۔ چند قرارداد منظور کرکے عرب سربراہ کانفرنس نے فلسطینی مقاصد کی تائید کردی اور ان کے احتجاجی مظاہروں کی حمایت کا اعلان کیا۔ اسی کے ساتھ ایک ایسی بین الاقوامی تحقیقاتی کمیٹی کی تشکیل کی جائے جو اقوام متحدہ کے دائرے میں رہتے ہوئے فلسطینی کاز کو بروئے کار لائے۔ سربراہ کانفرنس نے مطالبہ کیا کہ بین الاقوامی سلامتی فوج کی تشکیل کرکے اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے درمیان ان کی تعیین کی جائے، جنگی مجرموں کے خلاف تحقیقات کرائی جائے، اسرائیل اس علاقہ کو ایٹمی اسلحہ سے پاک خطہ بنانے میں تعاون کرے۔ لیکن

اس کے ساتھ دو شرطوں کا اضافہ کیا گیا کہ یہ قرارداد کسی ملک کے لئے لازمی نہیں، دوسرے یہ کہ اگر اسرائیل تسلیم کرے تب ہی بین الاقوامی فوج متعین کی جائے گی۔ ان دونوں شرائط نے سربراہ کانفرنس کے تمام فیصلوں کو مٹی میں ملا دیا، اسی کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ کسی ملک کے اندر یہ جرأت نہیں ہوسکی کہ وہ اسرائیل کی سخت الفاظ ہی میں سہی مذمت کرسکے اور اشارے کنائے میں بھی اسرائیل کے سرپرست امریکہ کا ذکر کرنا سب سے بڑا پاپ سمجھا گیا۔ امریکی چشم و ابرو پر رقص کرنے والے مصر وار دن نے تو وفاداری کے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے، مصری سربراہ نے شرم الشیخ میں کلنٹن، بارک اور عرفات کو جمع کیا، کوفی عنان کو بھی بلایا اس لئے نہیں کہ فلسطینیوں کے قتل عام کو بند کرایا جائے بلکہ اس لئے کہ تین یہودی فوجیوں کو حزب اللہ کے مجاہدین نے یرغمال بنالیا تھا ان کو رہا کرانے کے لئے۔ آخر میں بعد از خرابی بسیار مصر نے یک طرفہ طور پر اپنا سفیر تل ابیب سے واپس بلالیا، لیکن اس کے برعکس اسرائیل نے اشارہ بھی نہیں دیا کہ وہ اس کے بالمقابل کوئی رد عمل ظاہر کرے گا۔ دونوں ملکوں کے درمیان حسب معمول تجارتی، سفارتی اور ثقافتی سرگرمیاں جاری ہیں، ان میں کوئی کمی نہیں ہوئی ہے۔

اسرائیل سے تعلقات کے بعد مصر نے اپنے کو یہودیوں کی جھولی میں پوری طرح ڈال دیا ہے، تمام عوامی مطالبوں، دانشوروں اور دینی و علمی حلقوں کی شدید مخالفتوں کے باوجود مصر نے اپنے نصاب تعلیم میں یہودیوں کی مرضی کے مطابق بنیادی تبدیلی کر دی ہے۔ حتیٰ کہ ازہر کے نصاب کو بھی یہودی مرضی کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اسرائیل کے مذہبی رہنماؤں نے ابھی حال ہی میں جو بیانات دیئے ہیں وہ ہندوستانی بھاجپا اور آر۔ ایس۔ ایس کے سربراہوں کے نقطۂ نظر سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں، یہودی حاخام عوفو دیا شابیر نے کہا کہ ہماری تمنا ہے کہ ہمیں ایسے یہودی نوجوان مل جائیں جن کا واحد مقصد روئے زمین کو مسلمانوں سے پاک کرنا ہو، ایسے نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ روئے زمین سے مسلمانوں کے وجود کو اسی طرح ختم کردیں جیسے جراثیم اور زہریلے کیڑے مکوڑوں کو ختم کیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے مذہبی رہنما مور دخائی الیاہو نے کہا کہ عربوں کے ساتھ امن اور صلح و آشتی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ مکہ، مدینہ، قاہرہ، رباط اور عمان سے پانچوں وقت کی نماز کے لئے اذان دی جاتی رہے گی اور مسلمان قرآن پڑھتے رہیں گے۔ ان عرب سربراہوں سے ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ امن و سلامتی کو اختیار کرو یا قرآن و اذان کو۔ ان یہودی عزائم کو دیکھئے اور عرب سربراہوں کے موقف کو دیکھئے کہ وہ کس وادی میں سرگرداں ہیں۔ اسرائیل کو امریکہ کی مکمل پشت پناہی تو حاصل ہے ہی خود اندرونی طور پر بھی یہودی عوام و خواص اور سرکاری و غیر سرکاری موقف میں یکسانیت اور اتحاد ہے۔

تابناک پہلو:۔ اس المیہ کے تاریک پہلو سے قطع نظر بہت سے تابناک اور درخشاں پہلو سامنے آئے ہیں جو خون صد ہزار انجم کے بعد طلوع سحر کی خبر دیتے ہیں۔

● سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ اس سانحہ کے خلاف جتنا شدید رد عمل خود فلسطینیوں کے اندر ہوا ہے اس نے یہودیوں کو خوف و اندیشے میں مبتلا کردیا ہے، ایک بڑے اسرائیلی روزنامے نے لکھا ہے کہ آخر کب تک خون کی یہ ہولی کھیلی جاتی رہے گی، ۱۹۴۸ء سے آج تک مسلسل کشمکش اور خوف کی زندگی نے یہودیوں کے اندر بہت سے اعصابی اور دماغی و نفسیاتی امراض کو جنم دیا ہے، مسلسل ہیجانی کیفیت نے ہماری قوت کارکردگی پر اثر ڈالا ہے۔ اخلاقی اعتبار سے ہم پہلے بھی اچھے معیار پر نہیں تھے۔ نصف صدی کی اس اضطرابی حالت نے ہمیں اور بھی زندگی سے مایوس اور اخلاقی لحاظ سے غلاظت کے گڑھے میں ڈال دیا ہے، جب کہ دوسری قومیں نبرد آزمائی اور جنگی حالات میں اخلاقی بلندیوں پر پہونچ جاتی ہیں، دوسری طرف ہماری تعداد بھی برابر گھٹ رہی ہے۔ نازیوں نے ہمیں اجتماعی طور پر گیس چیمبر میں ہلاک کیا تھا، فلسطینی ہمیں نفسیاتی اور جانی اعتبار سے آہستہ آہستہ قتل کررہے ہیں، غالباً اسی قتل و غارت گری کی کثرت اور جانی نقصانات سے بچنے کی خاطر ہم نے لبنان کی سرحدوں سے اپنی فوج واپس بلائی تھی جو اچھا فیصلہ تھا مگر بعد از خرابی بسیار۔

۱۹۸۶ء میں انتفاضہ کی تحریک کا آغاز ہوا تھا۔ اس تحریک نے جہادی روح فلسطینی نوجوانوں میں پھونک دی۔ اگرچہ فلسطینی نوجوان بالکل نہتے تھے اور ان کے دشمن ہر طرح مسلح بھی اور کسی بھی اخلاقی قید سے مکمل آزاد۔ ان سب کے باوجود فلسطینی نوجوانوں نے پتھر کو اپنا اسلحہ قرار دیا اس کے پس منظر میں یہ روح کارفرما تھی کہ جس طرح کعبہ پر لشکر کشی کرنے والے ابرہہ پر ابابیل نے پتھر برسائے تھے اور بدکار قوموں کو اللہ تعالیٰ نے پتھر برسا کر ہلاک کردیا، اسی طرح یہودی غاصبوں اور زانیوں کو پتھروں سے سنگسار کرنا ضروری ہے، جس طرح حاجی

رمی جمرات کے موقع پر شیطان کو پتھر مارنا ہے اسی طرح یہودی شیاطین کو رجم (پتھر سے مارنا) کیا جائے۔ یہ ایسا اسلحہ تھا جس کے سامنے یہودی بم اور میزائل اور بندوق بھی عاجز آگئے، تازہ واقعہ میں بھی فلسطینی نوجوانوں نے اس اسلحہ کا بھرپور استعمال کیا۔ اس المیہ کے نتیجہ میں جو سب سے زیادہ روشن پہلو سامنے آیا وہ اس کا دینی اور جہادی جذبہ تھا بغیر کسی سابقہ تیاری کے دس منٹ اور پانچ منٹ کے اندر ہزاروں نوجوان اور بچے، بوڑھے، مرد وعورت گھروں سے سبز پرچم لے کر نکل آتے تھے اور اسرائیلی فوج پر غلیل سے سنگباری اس طرح کرتے تھے جیسے ابابیل پرندے پتھر برسا رہے ہوں، اس کے علاوہ کمسن بچے اور بچیاں دستی بم اپنے جسم سے باندھ کر اسرائیلی بازاروں میں گھس جاتے تھے، اور اقصیٰ اقصیٰ کی آواز لگاتے ہوئے شہید ہو جاتے تھے۔ اس سے گھبرا کر بعض اخبارات نے مطالبہ کر ڈالا کہ ہم اس طوفان کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم بیت المقدس کے مشرقی حصے کو فلسطینیوں کے حوالے کر دیں۔ سابق اسرائیلی وزیر اعظم رابین کی بیوہ لیا رابین نے (جو ابھی حال ہی میں جہنم رسید ہو گئی ہے) کہا کہ اگر اسرائیلی وزیر اعظم بارک نے بیت المقدس عربوں کو دیدیا تو ہمارے شوہر قبر میں بھی بے چین ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ تل ابیب کے کثیر الاشاعت روزنامہ ہارٹس نے ۱۲ر نومبر کے شمارہ میں لکھا ہے کہ یہ پہلے انتفاضہ کی طرح نہیں ہے، بلکہ مقدس جہاد ہے جو مسلمانوں نے یہودیوں کے خلاف چھیڑ رکھا ہے، یہ ایسی جنگ ہے جس کا تمام تر خسارہ یہودیوں کو برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ امریکہ دور سے تماشہ دیکھ رہا ہے۔

اس انتفاضہ کی نسبت اقصیٰ اور بیت المقدس کی طرف شروع ہی سے کی جا رہی ہے۔ اس نعرے کو اختیار کرنے والوں کی اکثریت ہے اور سب سے زیادہ سرگرم عمل، جہاد کے جذبے سے سرشار۔ اس کے برعکس یاسر عرفات کے حواری جن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ اور جن کی بڑی تعداد عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ یہ عنصر چاہتا ہے کہ اس تحریک کے اندر دینی رنگ نہ آنے پائے بلکہ یہ شروع ہی سے اس تحریک کو سیکولر اور وطن پرستی کی عینک سے دیکھنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ بین الاقوامی برادری کی ہمدردی ہمارے ساتھ ہو۔ یاسر عرفات کے بارے میں راقم نے چار سال قبل اسی کالم...... میں لکھا تھا کہ ان کی پوری کابینہ عیسائی مبلغوں اور لادینی عناصر پر مشتمل ہے۔ یہی لوگ فلسطینیوں کے قاتل ہیں اور انھوں نے ہی ان کو زندہ درگور کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

اس انتفاضہ کے موقع پر بھی یاسر عرفات کا کردار مشکوک بلکہ سراسر امریکی واسرائیلی مرضی کے مطابق رہا، مبصرین کا کہنا ہے کہ اگر عوامی ردعمل کا اندیشہ نہ ہوتا تو یاسر عرفات اب تک بیت المقدس کا سودا کر چکے ہوتے۔ بلکہ بعض حضرات تو یہ الزام لگاتے ہیں کہ مصر واردن اور یاسر عرفات نے بیت المقدس کا علاقہ اسرائیل کو دیا جانا منظور کر لیا، اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ جب امریکی سینیٹ نے یہ قرارداد پاس کر دی کہ امریکی سفارت خانہ قدس کے شہر میں منتقل کر دیا جائے تو ان تینوں میں سے کسی نے بھی ادنیٰ احتجاج نہیں کیا، دوسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جب سابق امریکی صدر جمی کارٹر نے اپنے بیان میں یہ کہا کہ ہم نے تمام عرب سربراہوں سے ملاقات کی ہے ان میں کسی نے بھی ہم سے فلسطینی حکومت کے قیام کے بارے میں کوئی بات نہیں کی، تو بھی کسی عرب حکمراں نے اس کی تردید نہیں کی۔

ان مایوس کن حالات میں عوام نے انتفاضہ کو بیت المقدس اور اقصیٰ سے منسوب کرنے اور اس تحریک کو جہادی رنگ دینے کا فیصلہ کیا جس کے بعد سے امریکہ اور اسرائیل دونوں کے کان کھڑے ہو گئے، اسی کے ساتھ جب مصر واردن (جن کے سفارتی تعلقات اسرائیل سے ہیں) میں جس شدت کے غیر معمولی احتجاجی مظاہرے ہوئے انھوں نے مغربی ملکوں کے ساتھ اب دونوں حکومتوں کو بھی چوکنا کر دیا ہے، اس موقع پر مظاہرین سبز پرچم اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کے سروں پر سبز ٹوپی تھی جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا، عرب میڈیا نے خلاف توقع اس پورے مظاہرے کی مکمل رپورٹنگ کی، حتیٰ کہ فلسطینی نوجوانوں اور بچوں کی شہادت کے واقعات کو بھی گھر گھر پہونچا دیا، جب کہ اس سے پہلے یہ میڈیا اس طرح کی سرگرمیوں کو قصداً نظر انداز کرتا تھا، تیسری طرف بعض مظاہروں میں خود پولیس اور فوج کے لوگ بھی شریک ہوئے جو بالکل نئی بات تھی، خلاصہ یہ ہے کہ اس انتفاضہ نے مندرجہ ذیل حقائق کو اچھی طرح ثابت کر دیا ہے:۔

● یاسر عرفات کی کٹھ پتلی حکومت قائم کر کے یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اب قضیہ فلسطین کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس انتفاضہ نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ قضیہ پہلے سے زیادہ طاقتور طریقہ سے سامنے آیا ہے اور جہاد کی روح اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

● اسرائیلی اور یاسر عرفات کی فوجوں نے جو گھیرا بندی حماس کے نوجوانوں کے خلاف

کی تھی اس کا شیرازہ بکھر گیا اور یہ ثابت ہوگیا کہ اس طرح کی کسی پابندی کو فلسطینی مجاہدین قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ یاسر عرفات کی تحریک فتح اور حماس دونوں ایک دوسرے سے مل گئے اور انھوں نے مشترکہ طور پر کارروائی میں حصہ لیا، فتح نے اپنے آقا یاسر عرفات کے احکامات ماننے سے انکار کر دیا، اس انتفاضہ میں دنیا بھر کے ٹی وی مشاہدین نے دیکھا کہ دس سال کے بچوں نے بھی سنگباری میں حصہ لیا اور جہاد کا نعرہ بلند کیا۔

● عوامی مظاہروں میں اتنی غیر معمولی شدت تھی کہ تمام عرب سربراہ بغیر ادنیٰ تردد کے اس چوٹی کانفرنس میں شرکت کے لئے پہلی فرصت میں قاہرہ پہونچ گئے۔ ان کی تقریروں اور چوٹی کانفرنس کی تجاویز سے بھی امریکی حکومت اور اسرائیل کو یہ پیغام ملا کہ بیت المقدس کو ہڑپ کر لینا آسان نہیں ہے۔ معاشی بائیکاٹ کی تجویز نے خاص طور پر یہودی کمپنیوں کو بوکھلا کر رکھ دیا ہے۔

● عرب عوام اور ان کے ڈکٹیٹر قائدین بھی یہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ فتح و کامرانی ان کے لئے ہے اگرچہ راستہ طویل اور پرخطر ہے، اس لئے ہر قیمت پر اس روح جہاد کو غذا پہونچانا ہے۔ ساتھ ہی عوام اور حکومتوں کے درمیان ہم آہنگی اور اتحاد و یک جہتی کی کوشش کرنی ہے تاکہ کسی مرحلہ میں بھی کسی ایسے معاہدہ پر ہم راضی نہ ہو جائیں جو ہمیں بے دست و پا کر کے رکھ دے۔ اس کے لئے غیر معمولی عزم و ارادے اور غیر معمولی ایثار و قربانی کے لئے تیار رہنا ہوگا چاہے اس کے لئے ایک صدی کی مدت درکار ہو۔ سلطان نور الدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی جہد مسلسل کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔

● انتفاضہ کی تحریک سے اسرائیل کو سیاست کے میدان میں سیاحوں کی آمد رک جانے سے ایک ارب ڈالر کا خسارہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اسرائیلی کارخانوں کے بند ہونے سے چار سو چھیاسی ملین ڈالر کا نقصان ہوا۔ اس انتفاضہ نے عرب ممالک کے ساتھ سات سال تک تعلقات قائم کرنے کی تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ اس تجارتی خسارے کے ساتھ ساتھ اسرائیلی فوج کو روزانہ سات لاکھ پچاس ہزار ڈالر فلسطینیوں کی سرگرمی کے خلاف خرچ کرنا پڑ رہا ہے فوج نے مزید ایک سو ملین ڈالر کا مطالبہ کیا ہے۔

زراعت کے میدان میں دس ملین ڈالر کا نقصان فوری طور پر ہوا، اس لئے کہ یہ انتفاضہ اس وقت شروع ہوئی جب زیتون توڑنے کا وقت آگیا تھا عرب مزدوروں کے ہڑتال کی وجہ سے زیتون کی تجارت متأثر ہوئی، تین ہفتے کے اندر اسرائیل کو چار سو چھیاسی ملین ڈالر کا نقصان اس وقت ہوا، جب معاہدہ کے مطابق وقت پر اسرائیلی مصنوعات بیرون ملک بھیجی نہیں جاسکیں۔

ایک بڑا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ جن کالونیوں کو کروڑوں ڈالر کے صرفہ سے یہودیوں کی رہائش کے لئے تعمیر کیا تھا وہاں سے یہودی بھاگ رہے ہیں اس لئے کہ فلسطینی مجاہدین کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے یہودی خنزیروں کی زندگی دوبھر ہو رہی ہے۔ مجاہدین کے حملے عین ان اوقات میں ہوتے ہیں جب لوگ دفاتر جاتے اور بازاروں میں خریداری کے لئے نکلتے ہیں، بھری ہوئی بسوں، ٹیکسیوں پر اور بھرے بازاروں میں اچانک غلیل کی گولیاں برسنے لگتی ہیں۔ چند منٹ کے وقفہ سے تیروں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ پھر دستی بم اور خنجروں کا آزادانہ استعمال ہوتا ہے، بزدل یہودی سر چھپانے کے لئے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، فوج حیران ہو جاتی ہے کہ غلیل اور تیر کا مقابلہ کیسے کرے چھوٹے بچوں کا مقابلہ کیسے کرے جو بڑی تیزی سے بھیڑ میں گھس کر اپنا کام کر کے فرار ہو جاتے ہیں۔ کبھی اسرائیلی فوجیوں سے مشین گن چھین کر کبھی فوجی گاڑیوں کے ٹائروں کو ناکارہ کر کے اپنا کام کر جاتے ہیں۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

● قمر الحفیظ قمر

پھول کہتے ہیں کھل کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
دیکھ صبح کا منظر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
یہ تھا جاہ پیغمبر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
بولنے لگے پتھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
حرف حرف میں جیسے ایک شمع جلتی ہے
ایسا نقش ہے دل پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
دیکھ ارض کعبہ پر جذبۂ براہیمیؑ
کہہ رہے ہیں بت گر کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
وحدتوں کے پرچم ہیں زندگی کے ہاتھوں میں
پڑھ رہا ہے ہر لشکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
شاخ شاخ خوشبو ہے خوشنما دُرودوں کی
کہہ رہے ہیں بحر و بر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
جب بڑھی ہے بے چینی اے قمر کبھی دل کی
مطمئن ہوئے پڑھ کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

شیخ صالح قزاز: ۔ جن کے شرف کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ حرم مکی اور حرم مدنی کی توسیع و تعمیرات کے نگراں تھے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے بارے میں فرمایا۔
"ہم مولانا کو عالم عربی کیلئے ہندوستان کا تحفہ سمجھتے ہیں۔"
(روداد چمن ص ۲۲)

رمضان المبارک کے بعد

کیا ہم آزاد ہیں؟

• شمس الحق ندوی

رمضان المبارک، خیر و برکت اور اللہ ربّ العزت کے جود و سخا و رحمتوں کی بارش کا موسم بہار ہوتا ہے اور اس مہینہ کے ختم اور چل چلاؤ کا وقت آتا ہے تو ربّ کریم کی نوازشات بے پناہ ہوتی ہیں۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اُتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت اس کریم رب کی بارگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑا قصور معاف کرنے والا ہے، پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں۔

کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے آقا اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں، میں نے ان کو رمضان اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کروگے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کروگے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم جب تک تم میرا خیال رکھوگے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا، میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور ذلیل نہ کروں گا۔ بس اب تم بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہوں، فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے وقت ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور خوشی سے کھل جاتے ہیں۔

یہ ہے روزہ کا انعام اور صرف اللہ کی رضا کے لئے بھوکے پیاسے رہنے اور ذکر و تلاوت کا صلہ جو اللہ کے اجر و ثواب ہی کی خاطر کیا گیا تھا۔ کیا انعام پانے والا خوشی میں سرمست ہو کر ایسے کام کرنے لگتا ہے جو اس انعام کے شایان نہ ہوں کیا انعام پانے کے بعد اس کو یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ اب تم بخشے بخشائے ہو۔

کوئی بھی غلط یا بُرا عمل تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا، کیا رمضان کا روزہ دار جس نے اپنی حلال کمائی کو بھی پابندیوں کے اوقات میں نہ کھایا ہو، وہ اب رمضان کے بعد حرام مال کھائے گا؟ وہ اپنے بھائی، پڑوسی، حصہ دار اور دیگر لوگوں کے حقوق مارنا اور اس پر ناجائز قبضہ کر لینا درست و روا سمجھے گا؟ رمضان میں اس نے اپنی زبان کو جھوٹ، غیبت، چغلخوری اور فحش گوئی سے باز رکھا، کیا رمضان کے بعد اپنی زبان کو بے لگام چھوڑ دے گا؟ اس نے رمضان المبارک میں محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں، اور مسکینوں کو کھانا کھلایا، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کی اہل حق کے حقوق ادا کئے، صدقہ دیا، زکوٰۃ نکالا، بھوکوں کو کھانا کھلایا، جن کے پاس کپڑے نہ تھے ان کو کپڑے بنوا دیئے۔ کیا یہی شخص اب یتیموں بیواؤں کے ہاتھ کا ٹکڑا چھینے گا؟ کیا خود کھائے گا اور اپنے بھائی کو فاقہ کی حالت میں دیکھے گا۔ بلکہ اس پر خوش ہوگا۔ جلے کسے گا اکڑے گا اترائے گا۔

کیا اب وہ امت مسلمہ کی دینی ملی ضرورتوں سے آنکھیں بند کرے گا اور اپنی دنیا میں مگن رہے گا؟

نہیں ہرگز نہیں.. آقا کے اس فرمان نے کہ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہوں ذمہ داریوں کو بہت بڑھا دیا اور رمضان المبارک کی مشق نے اس کی صلاحیت بھی پیدا کر دی ہے اور یہ سمجھا دیا ہے کہ جس طرح تم نے یہ ایک مہینہ گذار کے دیکھ لیا کہ غلط کاموں سے بچنے اور نیک کاموں کے کرنے کی تم میں طاقت و صلاحیت ہے اسی طرح تم ہمت سے کام لو تو پوری عمر گذار سکتے ہو۔ اور آقا کے حضور بخشے بخشائے پہنچ سکتے ہو، جب یہ حقیقت ہے تو ہم کیوں نہ رمضان کے بعد کی زندگی بھی آقا کے حکموں کے مطابق گذاریں اور ہم کو بخشے بخشائے ہونے کی جو سند ملی ہے اس میں داغ دھبہ نہ لگنے پائے بلکہ اس اجر و ثواب میں کسی ایسے گناہ کی آنچ و گرمی نہ پہنچنے پائے جو اس کو جلا کر اس طرح خاک کر دے جیسے ماچس کی تیلی کہ دیکھنے میں کتنی حقیر و معمولی ہے مگر بسا اوقات

ذراسی چوک سے بڑے بڑے ڈھیر و ذخیروں بلکہ گاؤں و بستیوں کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔

جو تاثیر ماچس کی تیلی میں ہوتی ہے بعینہ یہی تاثیر بلکہ اس سے بڑھ کر بعض اعمال میں ہوتی ہے لہٰذا رمضان کے بعد کی زندگی اور خصوصاً آقا کے اعلان معافی کو حسن کرانی زندگی زیادہ احتیاط اور تقویٰ کے ساتھ گذارنے کی ہمت و حوصلہ کرنا چاہیئے، رمضان کے بعد والی زندگی میں صاف عیاں ہونا چاہیئے کہ ہم نے رمضان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔

یہ یاد رہے کہ جس آقا نے رمضان المبارک میں اپنی رحمتوں اور بخششوں کی جھڑی لگا رکھی تھی اس کے خزانۂ قدرت میں کچھ کمی نہیں آگئی۔ ہے کہ رمضان کے بعد داد و دہش سے ہاتھ روک لے اور سنبھال سنبھال کر خرچ کرے اس کا دریائے رحمت بعد میں بھی کھلا رہتا ہے اور لینے والوں کے لئے کچھ کمی نہیں ہوتی۔ یہ بڑی غلطی ہوگی کہ آدمی اب اگلے رمضان تک اپنے کو آزاد سمجھے، یہ رمضان المبارک کی روح اور تقاضے کے سراسر خلاف ہے، یہ سمجھ لینا کہ رمضان میں بہت کچھ کما لیا۔ اب اگر نمازوں میں وہ اہتمام نہ ہو اور حرام و حلال میں فرق و احتیاط کا دھیان و خیال نہ ہو تو بندے کا طرزِ عمل آقا کو ناراض بھی کر سکتا ہے کہ اس کی ذات بڑی غیور ہے لہٰذا اس کی پوری فکر ہونی چاہیئے کہ رمضان کے بعد کی زندگی آقا ہی کی مرضی کے مطابق گزرے۔ اگر ایسا کیا گیا تو خیر و برکت کا سلسلہ اب بھی جاری رہے گا۔ اور آفات و بلیات سے حفاظت رہے گی۔ ایمان واسلام کی سچی روح اپنا کام کرتی رہے گی ورنہ ہماری مثال عرب کی اس عورت کی سی ہوگی جو سوت کاتتی پھر اس کو کھول دیتی یعنی اپنے کئے کرائے کو ملیامیٹ کر دیتی، اللہ تعالیٰ نے اس کو یاد دلا کر فرمایا کہ دیکھو تم نہ ایسے بن جانا "وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا"

امام عصر ابوالحسن علی ندویؒ

• اطہر نقوی دہلوی

عظیم رہبر امت وقارِ دین نبیؐ — ہمارے مصحفِ تاریخ کا وہ حرفِ جلی
مجاہدوں کی زمیں کا وہ ناز پرور وہ — اسے تھی سید احمدؒ سے نسبتِ نسبی
وہ مرتضیٰؒ کا سوانح نگار فرزانہ — وہ اک چراغِ فروزانِ دودمانِ علیؓ
عظیم باپ کا عظمت مآب وارث تھا۔ — پدر سے پائی تھی اس نے جلالتِ علمی
جہانِ دانش و حکمت کا اعتبار تھا وہ — دیارِ فکر و نظر میں تھی خسروی اس کی
حیات اس کی تھی عرفان و آگہی کا نشاں — صفات و ذات میں اس کی تھی دلکشی کتنی
اسی کے پرتو سے روشن ہے ندوۃ العلماء — وہ کاروان صراطِ محمدؐ عربی
وہ اس زمیں پہ جیا مثلِ بندۂ مومن — چراغِ جادۂ منزل تھا اسوۂ نبویؐ
قلم سے اس نے جلائے عزیمتوں کے دیئے — فسادِ فکر میں حق کی صدا بھی اس نے دی
وہ زلزلوں میں بھی عنوانِ استقامت تھا — اسے یہ ہیبتِ باطل ڈرا سکی نہ کبھی
زوالِ ملتِ بیضا خسارۂ عالم — ہے شاہکار یہ تصنیفِ بے بہا اس کی
وہ داستان سرائے عزیمت و دعوت — گراں بہا ہے یہ تالیف اس مجاہد کی
شکوہِ علم اور اس کی وہ شانِ درویشی — کہ اس کے فقر سے مرعوب تھا مقامِ شہی
رہا وہ عقدہ کشائے مسائلِ ملی — ہوا نہ صحرا نوردِ سیاستِ عملی
امیرِ ملتِ بیضا مفکرِ دوراں — امامِ عصرِ رواں، بوالحسن علی ندویؒ
چلا گیا وہ اجالوں کے سلسلے لے کر — دیارِ دل میں نہ تھی پہلے تیرگی اتنی

بڑا خسارہ ہے اس کی وفات سب کے لئے
گراں اثاثہ ہے اس کی وراثت قلمی

قرآنِ کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبویؐ، دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کیجاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں انکو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں

عالم اسلام

• اقبال احمد ندوی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رح کو ایسسکو کا تمغۂ امتیاز

ایسسکو کی طرف سے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو المنظمة الإسلامية للتربية والعلوم والثقافة (اسلامک ایجوکیشنل سائنٹفک اینڈ کلچرل آرگنائزیشن (ISESCO) نے ان کے منفرد علمی کارناموں اور اسلامی عربی ثقافت و کلچر کی بیش بہا خدمات کے اعتراف میں انھیں فرسٹ گریڈ کا تمغہ (تمغۂ اعتراف) پیش کیا ہے۔ یہ تمغۂ اعتراف مفکر اسلام کے بھانجے اور ان کے جانشین حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی طرف سے معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء —— مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی مدظلہ العالی نے ۲۵ر شعبان ۱۴۲۱ھ کو رباط (مراکش) میں منعقدہ ایک تقریب میں وصول کیا۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی مجلس تاسیسی کے رکن منتخب

سعودی عرب کی عالمی تنظیم رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی مجلس تاسیسی نے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کو اپنا رکن منتخب کیا ہے۔ یہ جگہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے خالی ہوئی تھی جو اس تنظیم کی مجلس تاسیسی کے اس کے اول روز سے رکن تھے۔ اور اس کے جلسوں میں بڑے اہتمام سے شریک ہوتے تھے، ہم حضرت مولانا مدظلہ العالی کو اس انتخاب پر مبارکباد دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رح کے بہترین جانشین ثابت ہوں گے۔ اور اسی اہتمام والتزام سے رابطہ کے پروگراموں میں شریک ہوں گے، جس اہتمام والتزام سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ شریک ہوا کرتے تھے، جس سے انشاء اللہ رابطہ کو اس کے بہترین مقاصد میں کامیابی حاصل ہوگی۔

ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی رابطہ عالم اسلامی کے نئے سکریٹری جنرل مقرر ہوئے

ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی رابطہ عالم اسلامی کے نئے سکریٹری جنرل مقرر ہوئے ہیں۔ آپ نے ڈاکٹر عبداللہ بن صالح العبید کی جگہ لی ہے جو گزشتہ پانچ سال سے اس کے سکریٹری جنرل تھے، امید ہے کہ نئے سکریٹری جنرل صاحب کے دور میں رابطہ مزید ترقی کرے گا، اور خدمت اسلامی اور دعوت اسلامی کے میدان میں اپنا بہترین کردار انجام دے گا، نئے سکریٹری جنرل نے اپنے انتخاب کے بعد نامہ نگاروں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کا اسلام سے مضبوط رشتہ ہی تمام موجودہ مشکلات سے ان کی نجات کا ضامن ہے۔ نیز انھوں نے کہا کہ رابطہ عالم اسلامی ایک عوامی تنظیم ہے، سیاسی تنظیم نہیں ہے، اس کا مقصد تمام بنی نوع انسان تک اسلامی دعوت پہونچانا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ مسئلہ فلسطین سارے عالم اسلام کے مسلمانوں کا مشترکہ مسئلہ ہے اور اسے ہم سب کو مل کر حل کرنا ہے، انھوں نے وہاں کے مجاہدین کی مدد کرنے کا بھی وعدہ فرمایا

امید ہے کہ ان کا دور رابطہ کا مثالی دور ہوگا، اور لوگوں کو اسلام سے متعارف کرانے اور اس کی دعوت دینے میں عالمی سطح پر رابطہ کی سرگرمیوں میں تیزی آئے گی۔

سعادت اور شقاوت

خوش نصیبی اور کامرانی تو اس میں ہے کہ علم اور قدر و منزلت میں اضافے کے ساتھ تواضع و انکساری اور خلق خدا پر مہربانی میں اضافہ ہو، عمل میں پختگی اور رسوخ کے ساتھ ساتھ خوف اور احتیاط میں اضافہ ہو، معاشی استحکام اور ترقی کے ساتھ ساتھ فیاضی اور سخاوت بڑھتی رہے اور عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ انسان کی حرص اور لالچ میں کمی واقع ہو جائے البتہ اگر علمی ترقی اور جاہ و جلال کا اضافہ تکبر اور نخوت کا باعث بننے لگے۔ اعمال صالحہ کی کثرت سے آدمی عجب اور خود پسندی کا شکار ہو جائے مال میں اضافے کے باوجود بخل دامنگیر رہنے لگے اور عمر کی زیادتی کے ساتھ ساتھ حرص و ہوا روز افزوں رہیں تو یہ انسان کی شقاوت اور بدبختی کی علامت ہے۔

رمضان کا تحفہ

• سید محمود حسن حسنی ندوی

انعام کی رات خوشی و مسرت کی رات ہوتی ہے، انعام کی وصولیابی کیلئے تیاری کی جاتی ہے، قربانی دی جاتی ہے، جاگا جاتا ہے چراغاں کیا جاتا ہے، کچھ ایسا ہی معاملہ رمضان کا ہے جس کے روزے کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ "یہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں دوں گا" بدلہ بھی کیسا ستر گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ، اور صرف دن کے روزے کا ہی نہیں، ذکر و فکر میں شب بیداری کا بھی۔ مزید یہ کہ شیاطین کو قید کر کے نیکیوں کو اور سہل بنا دیا۔ اور مہینہ کے ختم ہونے پر اگلے دن کھانے پینے کو ضروری قرار دے دیا جس سے پورے مہینہ دن کو روکے رکھا تھا، یہ انعام کے طور پر کیا، زرق برق، صاف شفاف، ہشاش بشاش عیدگاہ کی طرف اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے رواں دواں اور پھر وہاں واجب ادا کرنے کے بعد دوسرے راستہ سے اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے ملتے ملاتے، اپنے گھروں کو واپسی مہینہ بھر کی ساری تھکاوٹ کو زائل کر دیتی ہے، اور یہ انعام پا کر روئیں روئیں سے شکر بجا لاتا ہے اور سراپا شکر ہوتا ہے۔

لیکن اس انعام کا اسے احساس ہی نہیں ہوتا جسے وہ گذری رات کو ہی پالیتا ہے جو اس کے تصور سے بالاتر اور اس کے فہم و عقل سے ماوراء ہوتا ہے یہ اس رات کو ملتا ہے جو ہلال عید کے نظر آتے ہی شروع ہو جاتی ہے، اسے کہتے ہی انعام کی رات (لیلۃ الجائزۃ) ہیں۔ لیکن یہ وقت جیسی خوشی کا ہوتا ہے ویسے ہی حسرت و ندامت کا بھی ۔۔۔

حسرت و ندامت کا وقت اس کیلئے جس نے روزہ کا حق ادا نہیں کیا، سحری کھائی وقت پر، افطار کیا وقت پر، اور دونوں کے بیچ کچھ کھایا پیا نہیں لیکن غیبت کر کے مردار کا گوشت کھا لیا تھا۔ جھوٹ بول دیا تھا کسی کا حق مار لیا تھا۔ لڑائی جھگڑا کر بیٹھا تھا کسی کو ستایا اور کچھ نہیں تو ادھر ادھر کی باتیں کر کے لایعنی کاموں میں پڑ کر روزہ کاٹ لیا تھا، اب ایسے کیلئے محض بھوکا رہنے کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کس منھ سے وہ انعام پائے گا، کس ضمیر سے بدلہ چاہے گا۔ اور کس دل سے عید منائے گا۔ اس کا تو یہاں ذکر ہی نہیں جس کا روزے سے سروکار ہی نہیں رہا۔ اور رات ہو یا دن اس پورے مبارک مہینہ کو غفلت میں گذار دیا اور نفس کے حوالہ کر دیا، مہینہ بھی کیسا شیاطین قید، رحمت کا مینھ برس رہا ہے، مغفرت کی جھڑی لگی ہے۔ جنت کی متقناطیسیت تیز ہے۔ اور جہنم کی صلاحیت ماند۔۔۔۔۔

افسوس ہے ایسے پر جو اس میں بھی اپنے رب کا قرب حاصل نہ کر سکے اور انعام کی اس رات میں بھی وہ مایوس اور نامراد واپس آ جائے۔

یہ رات شب عید بھی ہے اور لیلۃ الجائزۃ بھی، شب امید ہے اور وقت شکر اور مناجات بھی، اس لئے اس کا تقاضا ہے کہ جس طرح گذشتہ ۲۹، ۳۰ راتوں کو جاگا گیا۔ مانگا گیا۔ اور اپنے رب کے حضور گڑگڑایا گیا۔ کیوں نہ اس رات بھی ایسا ہی کیا جائے۔ شکرانہ میں کیا جائے خوشی میں کیا جائے۔

افسوس ہے اور ہزار بار افسوس کہ اس رات میں بھی کہ جس کو لیلۃ الجائزۃ (انعام کی رات) کہا گیا ہے، غفلت میں یا سامان زینت کی خریداری میں گذار دیا جاتا ہے اور عید کا چاند دیکھتے ہی اپنے کو ہر ذمہ داری ہر احساس اور ہر طلب اور ہر جذبہ سے دستبردار سمجھ لیا جاتا ہے! ضرورت ہے کہ یہ احساس پیدا کیا جائے کہ یہ شب عید اور روز عید دونوں دراصل خدا کا انعام اور اجرت ہے اور زیادہ ہوشیار رہنے اور متوجہ ہونے کا وقت ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری یہ ناقدری اور غفلت و سستی اسے بری لگ جائے اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔ احساس ندامت بھی بڑی نعمت ہے، اور اس کریم ذات سے کیا بعید کہ اشک ندامت ہی اس کی نگاہ رحمت میں مقبول ہو جائیں۔ اور انہیں سے غلطیوں اور کوتاہیوں کی تلافی کر لی جائے،

یوں اس رات کی اہم ایک دوسری عید کی رات کی بھی، جس عید کو عید الاضحیٰ (بقرعید) کہتے ہیں مستقل اپنی فضیلت ہے،

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "من قام لیلتی العیدین محتسبا لم یمت قلبہ یوم

موت القلوب" کہ جو شخص ثواب کی نیت
کے دونوں عیدوں میں جاگے۔ اس کا دل
ں دن نہیں مرے گا جس دن سب کے دل
جائیں گے۔ (ابن ماجہ)

طبرانی میں حضرت عبادہ بن الصامت رضہ
ے مرفوعاً یوں الفاظ مروی ہیں کہ "من احیا
یلۃ الفطر ولیلۃ الاضحیٰ لم یمت قلبہ
یم تموت القلوب" اور ترغیب میں ایک
یل حدیث بیہقی کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہے
ں میں ہے کہ جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے
تو اس کا نام لیلۃ الجائزۃ (انعام کی رات) دیا
تا ہے۔

طبرانی کی ایک روایت میں عید الفطر کے
ن کو یوم الجائزہ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے اور
کہ اس دن کو آسمان میں یوم الجائزہ (انعام کا دن)
جاتا ہے (ترغیب و ترہیب للمنذری)

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا یہ عمل جو انھوں
، روزہ، تراویح، تہجد اور ذکر و تلاوت دعا و
اجات اور دوسروں کی مدد کا کیا ہوتا ہے
ا قدر پسند آتا ہے کہ عید کی صبح کو ان
زے داروں کے اعزاز میں فرشتوں کو
بن پر اتارتے ہیں اور فرشتے ان کا استقبال
تے ہیں اور جب وہ عید کی نماز کو جا رہے
تے ہیں تو یہ ندا لگاتے ہیں کہ اپنے وسیع کرم

وعطا والے رب کی طرف تیزی سے بڑھو اللہ تعالیٰ
فرشتوں کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہے ان
کی مغفرت کا۔ اور ان پر رحمتوں کے نزول کا
اور اس اجر و ثواب کے علاوہ جو انھیں ایک
ایک نیکی پر ستر ستر گنا دیا جاتا ہے
بدلہ اور انعام کا جسے یہ آخرت میں پاکر مسرور
ہوں گے۔ اور دوسرے ان پر رشک کریں گے
اور دنیا میں تہوار کی شکل میں انھیں یہ
انعام دے دیا کہ سب مل کر دو رکعت نماز
ادا کریں، ہر قسم کی رنجشوں اور اختلافات
کو بھلا کر ایک دوسرے سے خوشی اور تپاک
سے ملیں اور آپس میں اتحاد و یگانگت کا وہ
مظاہرہ کریں کہ دشمنانِ اسلام کے دل دہل
جائیں۔ اور ان کے ایوان لرز جائیں اور ان
ان پر ایسا رعب طاری ہو کہ وہ کبھی ان سے
ہاتھ سے ہاتھ ملانے پر مجبور ہوں۔ یہ ہے
رمضان اور اس کا انعام۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

کسی عارف کا قول ہے "آدمی کو دو میں سے ایک کام لازماً کرنا چاہئیے۔ یا تو وہ اپنی زندگی میں کوئی ایسا کام کر جائے کہ لکھا جائے یا پھر وہ ایسا لکھ جائے کہ پڑھا جائے"

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ایک نہیں بلکہ یہ دونوں ہی کام کر کے دکھا دیئے۔ حضرت مولانا نے اپنے قلم سے وہ بیش قیمت کتابیں تصنیف کیں جو ساری دنیا کے اندر پڑھی جا رہی ہیں اور ہمیشہ انشاء اللہ پڑھی جاتی رہیں گی۔ اس کے علاوہ انھوں نے جو عالمی پیمانے پر دین کی عظیم خدمت انجام دی ہے اور تحریر و تقریر، دعوت و تبلیغ اور وعظ و ارشاد کے ذریعہ انھوں نے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اور تحریک پیام انسانیت کے ذریعہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو باہم ایک دوسرے سے ملانے اور قریب کرنے کا جو کام انجام دیا ہے وہ کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ کے عظیم خانوادہ کے ایک نامور اور نادرۂ روزگار شخصیت تھے اللہ تعالیٰ نے انھیں ذہن و دماغ کی بہترین صلاحیتوں اور سیرت و اخلاق کے عمدہ خصائص سے نوازا تھا۔ انھوں نے تحریر و تقریر کے ذریعہ ادبی اور علمی خدمت انجام دی ہے اور مواعظ و خطبات کے ذریعہ مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح فرمائی اور رسوم و رواج کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش فرمائی۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ صالح فکر عقیدہ اسلامی اور سیرت و اعمال صالحہ کا ایک قابل رشک پیکر تھے۔ وہ اپنی حیات میں جہاں بھی رہے اور دنیا کے ملکوں میں جہاں جہاں بھی گئے مسلمانوں کے روحانی درد کے درماں کی تلاش اور جسم ملت پہ بے دینی کے زخموں کیلئے مرہم کی جستجو ان کا وظیفۂ حیات رہا اور اپنی زبان اور قلم دونوں سے مسلمانوں کی اصلاح و تربیت فرماتے رہے۔

اسلوب نگارش کی دلکشی

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار مواعظ و خطبات، تصنیفات و تالیفات، مختلف موضوعات پر تحریر و تقریر اور زور بیان و قوت استدلال اور ذہن و قلب پر اثر و نفوذ کی خصوصیت کی حامل ہماری نظروں کے سامنے ہیں لیکن جو چیز سب سے پہلے قاری کی توجہ اپنی طرف کھینچتی اور دل پر اثر کرتی ہے وہ ان کے قلب و جگر کا گداز اور جاں کا سوز اور نگہ کی بلندی ہے جو سواد اور تحریر اور الفاظ و حروف میں روح تاثیر کی طرح جاری و ساری ہوتا ہے اس کی تحریر کی روانی، نگارش کی دلکشی اور سواد تحریر سے اٹھنے والی سوز و گداز کی لہریں ذہن و قلب پر ایسا اثر کرتی ہیں کہ قاری تحریر کے اثر سے مسحور اور اسلوب نگارش کی دلربائیوں میں محو ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کے اندر خود بخود عمل کا ایسا داعیہ اور جذبہ پیدا ہوتا ہے جو تادیر قائم رہتا ہے۔

حضرت مولاناؒ کے افکار و خیالات

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ بہت وسیع اور گہرا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ذہن رسا طبیعت اخاذ اور نکتہ آفرینی عطا فرمائی تھی وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے تھے تو ان کے ذہن میں افکار و خیالات کا ہجوم اور معلومات کا انبار ہوتا۔

حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے قرآن و حدیث، تاریخ و ادب، عقائد و اصلاح، توحید و رسالت، تصوف و عبادات، معاملات و معاشرت، صنعت و تجارت، ادائیگی حقوق و عظمت انسانیت وغیرہ جیسے اہم موضوعات پر قلم اٹھایا اور خوب خوب لکھا یہاں پر ان کی تفصیلات بیان کرنا مقصود نہیں نہ اس کی یہاں گنجائش ہے، بلکہ حضرت مولانا نے اپنی تصنیفات و تالیفات اور مواعظ و خطبات میں مختلف موضوعات پر جو اہم اہم باتیں بیان کی ہیں اور ان سے جو نکتے نکالے ہیں اور جو پڑھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ اور عمل کا داعیہ و جذبہ پیدا کرتی ہیں ان تحریروں کے چند نمونے آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا تاکہ حضرت مولانا علیہ الرحمہ پر لکھنے والوں میں میں بھی شامل ہو جاؤں اور انگلی کٹا کے شہیدوں میں اپنا نام لکھوا لوں۔

قرآن کریم کا اعجاز

قرآن کریم جو ایک عالمگیر اور مکمل نظام حیات ہے ایک زندہ جاوید معجزہ۔ ایک بولتا ہوا مرقع اور صاف شفاف آئینہ ہے جس میں انسانی

فطرت کی مکمل رعایت کی گئی ہے اور انسانی زندگی کے ہر ہر مرحلہ کیلئے اس کے پاس ہدایت و رہنمائی موجود ہے قرآن کریم کا یہ ایک بہت بڑا امتیاز بلکہ قابل فخر معجزہ ہے کہ ساری دنیا کے اندر سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے، اور جب بھی پڑھا جاتا ہے تو ایک نیا لطف، ایک نئی کیفیت، ایک نئی جاذبیت، ایک نئی چاشنی، ایک نیا مزہ، ایک نیا سرور و کیف، پڑھنے والے اور تلاوت کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اشہب قلم سے اپنے مطالعہ قرآن کی روشنی میں قرآن کریم کے اس اعجاز کو اس طرح رقم فرماتے ہیں:۔

"قرآن مجید کلی حیثیت سے بھی معجزہ ہے اور جزوی حیثیت سے بھی ایک معجزہ ہے یعنی اس کی ایک ایک آیت معجزہ ہے ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے لیکن بہت کم لوگوں کی اس پر نظر ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت مستقل ایک معجزہ ہے، اور اس کا اعجاز مختلف زبانوں میں اور مختلف حالات میں اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ آفتاب کی مثال دینا بھی بے ادبی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی یہ خصوصیت ہے کہ ایک مرتبہ نہیں سو مرتبہ نہیں ہزاروں مرتبہ پڑھا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قرآن آج ہی نازل ہوا ہے۔" (قرآنی افادات ۱۱)

ہدایت نامہ۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو عربی زبان کے الفاظ و تعبیر کے سمجھنے کا اعلیٰ ذوق قدرت کی طرف سے خصوصی طور پر ملا تھا، ان کو قرآن سے محبت ہی نہیں بلکہ قرآن سے عشق تھا ان کی قرآن فہمی کا یہ حال تھا کہ وہ قرآن مجید کی بعض آیات کی تشریح کبھی کبھی ایسے دلنواز ودلگداز انداز میں فرماتے کہ قرآن مجید کا اعجاز کھل کر سامنے آجاتا۔ اور اس کیفیت سے آشنائی ہوتی جو آیات قرآنی کے ساتھ وابستہ ہوتی اور انسانی زندگی سے بڑی مطابقت رکھتی۔ حضرت مولانا کا یہ بڑا امتیازی وصف تھا جو بہت کم اہل علم میں پایا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی عظمت، اہمیت، افادیت آفاقیت، صداقت، حقانیت اور ہدایت اور مطالعہ کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں کو اپنے طویل مطالعہ اور تجربہ کی روشنی میں حضرت مولانا مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قرآن مجید کو اپنی ذاتی کتاب سمجھی جائے یہ کتاب ابدی ہے، آسمانی ہے لیکن میری ذاتی کتاب بھی ہے، میرا ذاتی ہدایت نامہ بھی ہے اس میں میری ذاتی کمزوریاں بھی بیان کی گئی ہے، میرے ذاتی امراض کی نشاندہی کی گئی ہے، قرآن مجید میں ہر آدمی اپنے آپ کو تلاش کرسکتا ہے، یہ جب ہوگا کہ آپ اس کو زندہ کتاب سمجھیں یا اپنی کتاب سمجھیں، اور آپ میں اپنی اصلاح کا جذبہ ہو، لوگوں کی اصلاح تو بعد میں ہوگی پہلے اپنی اصلاح ہوگی۔" (قرآنی افادات ص۱۰)

دین و شریعت کی اصل بنیاد

درحقیقت قرآن کریم ہی دین و شریعت کی اصل بنیاد و اساس ہے اور ادلہ شرع میں وہی سب سے مقدم اور سب سے محکم ہے لیکن اس کا کام صرف اصول بتانا ہے تصریح و تفصیل اور توضیح و تشریح حدیث و سنت کا وظیفہ ہے اور انسان کی کامیابی سنت رسولؐ پر عمل کرنے ہی میں ہے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی پوری زندگی قرآن و سنت کے فروغ اور اس پر عمل کرنے اور عمل کرانے کی دعوت دیتے رہے اور ارشاد الٰہی کے مطابق تلاوت فرمائی۔ تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیۂ نفوس کے لئے اپنی پوری توانائی صرف کردی۔

تعلیم نبویؐ کے مقاصد و نتائج

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث نبویؐ سے جو شغف اور سنت رسول سے جو عشق تھا اور فن حدیث میں انھیں جو دسترس اور کمال حاصل تھا حدیث نبوی پر ان کی جو وسیع و گہری نظر تھی اور تعلیم نبویؐ کے فروغ کا جو جذبہ ان کے ریشہ ریشہ و رگ رگ میں پنہاں تھا اس کی روشنی میں وہ فرماتے ہیں:۔۔

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و تعلیم کے مقاصد و نتائج جہاں قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں وہاں صراحۃً ان چار چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے (۱) تلاوت (۲) تعلیم کتاب (۳) تعلیم حکمت (۴) تزکیۂ نفوس"

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (الجمعہ-۲)

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھیں میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

"درحقیقت بعثت محمدیؐ ان چار شعبوں پر مشتمل تھی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح دنیا کو نیا آسمانی صحیفہ عطا کیا، نیا علم و حکمت عطا کیا اسی طرح نئے اخلاق، نئے جذبات و کیفیات، نیا یقین و ایمان، نیا ذوق و شوق، نئی بلند نظری نیا جذبۂ ایثار، نیا شوق آخرت، نیا جذبۂ زہد و قناعت، دنیا کی متاع حقیر اور دولت فانی کی تحقیر، نئی محبت و الفت، حسن سلوک و ہمدردی

ومواسات، مکارم اخلاق، اسی طرح سے نیاذوقِ دت، خوف وخشیت، توبہ وانابت، دعا وتضرع دولت عطا فرمائی اور انہیں خصوصیتوں کی بنیاد پر نیا اسلامی معاشرہ اور دینی ماحول قائم ہوا۔ ہم کو عہد رسالت اور عہد صحابہؓ کے لفظ سے عام طور پر تعبیر کیا جاتا ہے، صحابہ کرامؓ ان مقاصد و نتائج بعثت کے کامل ترین نمائندہ اور بہترین نمونہ تھے۔ ان شعبہائے نبوت کو عام زندگی میں جلوہ گر دیکھنا ہو تو صحابہ کرامؓ کی جماعت کو دیکھ لیا جائے۔"

قرآن وحدیث کی تعلیم کی نشرواشاعت

قرآن وحدیث ہی دنیا کے تمام انسانوں کیلئے سرچشمہ ہدایت اور مشعلِ راہ ہیں انہی سے روشنی حاصل کی جاسکتی ہے، اور یہی دونوں انسانوں کی فلاح وکامیابی کا ضامن ہیں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ قرآن وحدیث کو اسلام کی قوت وطاقت کا اصلی سرچشمہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"قرآن وحدیث اسلام کی طاقت کا اصلی سرچشمہ ہیں جن سے ہمیشہ طاقت اور روشنی حاصل کی جاسکتی ہے، اور جن کے ذریعہ ہر زمانہ میں مسلمانوں کے کمزور سے کمزور ڈھانچہ میں روح پھونکی جاسکتی ہے شرک کفر اور بدعت وغفلت کے خلاف سب سے کارگر حربہ قرآن وحدیث کا علم اور ان کی اشاعت ہے ان کا صحیح علم اور ان کی روشنی جس قدر پھیلتی جائے گی کفر وجہالت کی تاریکیاں دور ہوتی جائیں گی، اس لئے ہزار تبلیغوں کی ایک تبلیغ ان کی نشرواشاعت ہے (از دین حق اور علمائے ربانی شرک وبدعت کے خلاف کیوں؟)

عبودیت کی بنیاد حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ملت اسلامیہ کی زندگی کے ہر میدان میں رہنمائی فرمائی اور باطل ازم اور باطل عقائد وافکار کے بارے میں کبھی کسی مداہنت سے کام نہیں لیا اور نہ ہی اس کے بارے میں کبھی لچک پیدا ہوئی، آپؒ نے ہمیشہ عقائد واعمال کی اصلاح ودرستگی اور شرک و بدعت کی تردید کرنے میں ہمیشہ بڑی ہمت وجرأت اور عزیمت سے کام لیا وہ فرماتے ہیں۔

"عبودیت کی بنیاد عقائد اور ایمان کی تصحیح پر ہے جس کے عقائد میں خلل اور ایمان میں بگاڑ ہو اس کی نہ کوئی عبادت مقبول نہ اس کا کوئی عمل صحیح مانا جائے گا۔ اور جس کا عقیدہ درست ہو اور ایمان صحیح ہو اس کا تھوڑا عمل بھی بہت ہے"

عقیدۂ توحید حضرت مولاناؒ عقیدۂ توحید کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"عقیدہ توحید اسلام کا خالص اور بے میل عقیدہ ہے جس کے تحت عبد ومعبود کے درمیان دعا وعبادت کیلئے کسی درمیانی ہستی کی ضرورت نہیں ہے، اس عقیدہ میں "تعدد الٰہہ" خدا کے مظہر یا سایہ کے تصور اور حلول واتحاد کے عقیدہ کی گنجائش نہیں بلکہ خدائے واحد وبے نیاز کی الوہیت اور وحدانیت کا اعتراف واقرار ہے جس کے نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا، نہ خدائی میں اس کا کوئی شریک، کائنات کی خلقت وپیدائش، دنیا کا نظم ونسق اور زمین وآسمان کا اقتدار اعلیٰ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی اس کارخانۂ قدرت کا ایک بنانے والا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ تمام خوبیوں، تعریف کی باتوں اور کمالات کا حامل اور ہر طرح کے عیوب ونقائص اور کمزوریوں سے پاک ہے تمام موجودات اور تمام معلوم اس کے علم میں ہیں"
(اسلاف کا تعارف ص ۳۰)

دعوت وتبلیغ دعوت وتبلیغ جو دین اسلام کا ایک اہم شعبہ ہے جس کیلئے حکمت ودانائی اور حسن تدبیر کے ساتھ سچی اور صحیح بات کو واضح کرکے دل میں اتارنے کا طریقہ اس طرح کہ مداہنت یا موقع پرستی کا شائبہ نہ ہونے پائے، بڑی ہمت وجرأت کا کام ہے۔ حضرت مولاناؒ کے امتیازات وخصوصیات میں یہ صفت نمایاں طور پر نظر آتی ہے انھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ پوری قوت وطاقت اور ہمت واستقلال کے ساتھ انجام دیا بادشاہوں، امراء سلاطین، حکمرانوں کو بھی خطاب کیا اور انھیں ان کا مقام یاد دلایا اور ادنیٰ سے ادنیٰ فرد کو بھی قرآن وسنت کا پیغام دیا علماء اور عام مسلمانوں کو دعوت وتبلیغ کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے حضرت مولاناؒ فرماتے ہیں۔

"امر بالمعروف۔ یہ شعبۂ عالمگیر ہے اسلئے خاص طور پر اس کو امت محمدیہؐ کیلئے الاٹ کیا گیا ہے۔ امت محمدیہؐ کی فضیلت وبرتری کی علت ڈھونڈی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کے ذمہ ایک اعلیٰ اور برتر کام سپرد کیا گیا ہے جس کی وجہ سے خیر الامم کا معزز خطاب اس کو عطا کیا گیا ہے۔ دین کی تبلیغ کا کام یہ ایک ایسا شعبہ ہے جس کو خدا نے اس امت کے سپرد کیا ہے۔ اور خدمت خلق کا جذبہ امت کو دوزخ سے بچانے کا نام ہے اور اس کا نشیمن اس کی دعوت کی شاخ پر ہے۔ درحقیقت دنیا کی پیدائش کا اصلی مقصد خداوند قدوس کی ذات وصفات کی معرفت ہے، اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک بنی نوع انسان کو برائیوں اور گندگیوں سے پاک کرکے بھلائیوں اور خوبیوں کے ساتھ آراستہ نہ کیا جائے۔ اس لئے فرما دیا گیا ہے کہ فلاح وبہبود انھیں لوگوں کیلئے ہے جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔

اب ہمارے اوپر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ فریضہ تبلیغ کو اس طرح لے کر کھڑے ہوں جس سے

ہم میں قوت بڑھے اور اسلامی فتوحات ابھریں ہم خدا اور رسول کو پہچانیں اور احکام خداوندی کے سامنے سرنگوں ہو جائیں کیونکہ یہ کام خدا کی ایک اہم عبادت اور سعادت عظمیٰ اور انبیاء علیہم السلام کی امانت ہے، اس کام کا مقصد دوسروں کی ہدایت نہیں بلکہ اس میں خود اپنی اصلاح اور عبدیت کا اظہار مقصود ہے، اگر ہم اس کو صحیح طور پر انجام دیں گے تو عزت و آبرو اور اطمینان و سکون کی زندگی پالیں گے۔"

(قرآنی افادات ص۹۱ — ص۹۴)

علمائے دین کے اندر قبلہ نما کی سی استقامت ہونی چاہیے

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دعوتی مزاج فکر و خیال، اصابت فکر، تاریخی مطالعہ، سفر و حضر کے حالات و واقعات کی روشنی میں (ایک مرتبہ حیدر آباد کی مجلس علمی کی ایک نشست میں جس میں علماء کرام، فضلائے مدارس عربیہ اور دینی اداروں اور تنظیموں کے ذمہ دار حضرات موجود تھے) خطاب کرتے ہوئے علمائے دین کو استقامت اور اتحاد میں قبلہ نما قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ "آپ کو معلوم ہے کہ میں ایک طویل سفر کر کے آرہا ہوں، دہلی سے چلا اور حیدر آباد پہونچا۔ خدا جانے گاڑی نے کیا کیا رخ بدلے کن کن علاقوں سے گذری لیکن قبلہ نما نے ہمیشہ صحیح قبلہ بتایا۔ اس نے نہ گاڑی کے پھرنے کی پرواہ کی نہ سمت کے تبدیل ہونے کی، مجھے بڑا رشک آیا۔ ایک ادنیٰ سی جماداتی چیز جو انسان کی صنعت ہے وہ اتنی امین، ایسی ثابت قدم، ایسی خوددار۔ اور ایسی پابند اصول ہے کہ اس نے نہ یہ دیکھا کہ گاڑی کس طرح رخ بدل رہی ہے، نہ یہ کہ انسان (جو اشرف المخلوقات ہے) برابر اپنا رخ بدلتا رہا ہے، ہر جگہ اس نے صحیح طور پر قبلہ بتایا۔ اور ہم نے اس پر اعتماد کیا۔ اور نماز پڑھی اس سے مجھے غیرت بھی آئی۔ اور عبرت بھی ہوئی کہ قبلہ نما کو کسی کی پرواہ نہ کرنے اور ہمیشہ صحیح سمت قبلہ بتلائے۔ اس نے اپنا مقصد وجود تبدیل نہیں کیا۔ اور نہ اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں فرق آنے دیا۔ اس سے مجھے خیال ہوا کہ علمائے دین کو حقیقت میں "قبلہ نما" ہونا چاہیے۔ ان کے اندر قبلہ نما کی سی استقامت ہونی چاہیے، علماء کی یہی شان ہونی چاہیے۔" (تحفۂ دکن ص۶۴)

اسلام کے بقاء و تحفظ کی ضمانت

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جہاں علمائے دین، دعاۃ و مصلحین اور امت کے چیدہ و چنندہ حضرات کو صحیح رخ پر چلنے اور انہیں دوسرے لوگوں کو صحیح رخ پر چلانے کی فکر تھی وہیں صنف نازک خواتین کے بارے میں بھی بہت فکرمند رہا کرتے تھے۔ اور اپنی تحریر و تقریر میں خواتین کو ان کی ذمہ داریوں اور ان کے فرائض کا احساس دلاتے تھے۔ حضرت مولاناؒ نے خواتین کو خطاب کرتے ہوئے بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا تھا۔

"ہم صاف کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس ملک میں مسلمان بن کر رہنا، قرآن شریف پڑھنے کے قابل ہونا، اردو کتابوں سے فائدہ اٹھانا اسلامی شعائر و احکام سے واقف ہونا اسلامی تہذیب اختیار کرنا اور اس پر قائم رہنا۔ اور توحید کے عقیدے پر مضبوطی سے جمنا اس میں آدھی سے زیادہ ذمہ داری ہماری بیبیوں اور عورتوں پر ہے۔ اگر یہ نہ ہوا اور اس میں ہماری خواتین اور ہمارے گھر کی پڑھی لکھی دیندار بیبیوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی اور نہ ہی دلچسپی لی تو میں آپ سے صاف کہتا ہوں اور دل پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں کہ اس ملک میں مسلمان کا مسلمان رہنا مشکل ہوگا بلکہ یہ ملک اسپین بن جائے گا۔

مسلمان آئندہ مسلمان نسل کو مسلمان رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک ہمارے گھر کی مستورات، بیگمات، ہماری مائیں اور بہنیں اس کا ارادہ نہ کرلیں۔ اور یہ طے نہ کرلیں کہ ہم اپنے بچوں کو دین سے واقف کرائیں گے۔

بہنو! سن لو: اپنے بچوں کو مسلمان بنا کر مسلمان رکھو، اردو پڑھنا سکھاؤ، قرآن مجید کے قابل بناؤ توحید ان کے دل میں بٹھاؤ، شرک و بدعت اور بت پرستی سے روکو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق دے۔ اگر یہ کام ہو گیا اس میں اسلام (اور مسلمان نسل) کے بقاء اور تحفظ کی بہت کچھ ضمانت ہے۔" (اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق و فرائض ص۱۲۱)

انسانیت ایک مکمل انسانی جسم ہے

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے دینی تعلیمی اور علمی مسائل میں جو مفکرانہ اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ اور جس طرح ملت اسلامیہ کی فکر کی اور مرد مومن، مرد مجاہد، معلم و مربی ہونے کی حیثیت سے دین و ملت کی عظیم خدمت کا حق ادا کیا۔ اسی طرح پوری انسانیت کی خیر خواہی خیر طلبی کی فکر بھی تاحیات کرتے رہے۔ انہوں نے تحریک پیام انسانیت کے ذریعہ تمام مذاہب و ادیان کے لوگوں کو خیر کی دعوت دی اور انسانیت کا سبق سکھایا۔ اور ملک و قوم کی بھلائی اور خیر سگالی کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی اور انسانی ہمدردی کا پورا ثبوت دیا، وہ پوری انسانیت کو ایک مکمل جسم انسانی سمجھتے تھے ان کے دل میں

انسانیت کا بڑا درد تھا۔ انسان کی ایک ایک ضرورت کا انہیں پاس و لحاظ تھا اور اس کی انہوں نے دوسروں کو اپنی تحریر و تقریر کے ذریعے دعوت بھی دی اور تحریک پیام انسانیت کا بیڑا اٹھایا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اپنی ایک تقریر کے ذریعہ الٰہ آباد کے اندر ۱۹۵۴ء میں تحریک پیام انسانیت کی بنیاد ڈالی دی تھی لیکن عملی طور پر اس کا آغاز ۱۹۷۴ء سے کیا جس کا سلسلہ حضرت مولاناؒ کی زندگی کے آخر تک چلتا رہا۔ اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ حضرت مولاناؒ بڑے درد کے ساتھ فرماتے تھے۔

" انسانیت ایک مکمل انسانی جسم اور وجود کی نمائندہ ہے، وہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کی جامع ہے۔ اس کے ساتھ جسم بھی ہے پیٹ بھی، دل بھی ہے دماغ بھی اور روح بھی ہے، ان تمام حصوں کے ساتھ کچھ مصائب و آلام بھی ہیں، یہ اس کے جسم کی سوئیاں ہیں جو اسکو زار و نزار کئے ہوئے ہیں۔

بھوک اور فاقہ، اچھی غذا اور صحیح غذا کا نہ ملنا یہ پیٹ کی سوئیاں ہیں یقیناً ان سے انسانیت کو تکلیف اور دکھ پہونچتا ہے عالم انسانیت کی یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے اور زندگی کا بڑا شرمناک پہلو ہے کہ قدرت کی فیاضیوں اور غذا کی سامان کی پوری فراوانی کے باوجود انسانوں کے ناجائز تصرف یا کسی سلطنت کے جابرانہ طرز عمل سے انسانوں کی ایک بڑی تعداد کو پیٹ بھر کر روٹی میسر نہ ہو اور وہ اپنے فطری حق اور ضروری سامان زندگی سے محروم رہے اس پر غم و غصہ، اضطراب احتجاج اس صورت حال کے خلاف جد و جہد ایک قدرتی امر اور صحیح انسانی احساس ہے جس پر تعجب یا ملامت کا کوئی موقع نہیں" (اصلاحیات ص ۱۰۹)

صحیح الاحساس جماعت کا مذہبی اور اخلاقی فرض

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔

انسان جسم رکھتا ہے اور جسم کو ٹھنڈک اور گرمی کا احساس دیا گیا ہے اور لباس کی طلب بخشی گئی ہے اس طلب کو پورا کرنے کیلئے زمین پر پورے انصاف اور ضرورت کے مطابق لباس پیدا کرنے والی چیزیں اور لباس تیار کرنے والی چیزیں اور لباس تیار کرنے والے ہاتھ پیدا کئے گئے ہیں، پھر بڑی نا انصافی ہے کہ چند آدمیوں کے زائد لباس استعمال کرنے یا بکسوں میں بند کر کے رکھنے یا بے جان دیواروں کو جاندار انسانوں کے کام آنے والا کپڑا اڑھانے کی وجہ سے انسان سردی سے ٹھٹھر کر مر جائیں یا ان کو ستر پوشی کیلئے بھی کپڑا نہ ملے۔

انسان دل رکھتا ہے، اس کی کچھ جائز خواہشات ہیں ان کا نہ پورا ہونا بڑی زیادتی اور ظلم ہے۔ وہ دماغ رکھتا ہے اس کا علم سے محروم اور دماغی ترقی کی صحیح فکر سے دور رہنا نا انصافی اور نظام زندگی کا نقص ہے اور اس نقص کو دور کرنا ایک حساس انسان اور ایک صحیح الاحساس جماعت کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے" (اصلاحیات ص ۱۱۱)

ملک کی فکر

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ملک ہندوستان سے بڑی محبت تھی اس لئے انھیں جہاں اس کی ترقی سے خوشی ہوتی تھی وہیں اس کی تنزلی سے بڑی تکلیف و بے چینی ہوتی تھی یہی وجہ ہے کہ انھیں ایک دردمند فکرمند اور محب وطن ہونے کی حیثیت سے ملک کی موجودہ صورتحال کی بڑی فکر تھی۔ ان کی دوررس اور بصیرت افروز نگاہیں ملک کے انجام کو دیکھ رہی تھیں کہ یہ ملک روز بروز ہلاکت و بربادی کی طرف بڑھتا چلا جارہا ہے ہر طرف ظلم و ناانصافی کا دور دورہ ہے وہ اس کا تذکرہ اپنی ذاتی مجلسوں میں بھی کرتے اور عمومی جلسوں میں بھی اپنی بے چینی کا اظہار کرتے تھے اور ملک کے سیاسی رہنماؤں سے جو ان سے ملاقات کیلئے وقتاً فوقتاً آیا کرتے تھے انہیں بھی متوجہ کرتے تھے۔ اور متنبہ بھی کیا کرتے تھے اور ایک ہی بات کہتے تھے کہ اس ملک کو بچا لیجئے ورنہ ملک ڈوب جائے گا۔ وہ جب اس موضوع پر گفتگو فرماتے تو بڑی بے باکی کے ساتھ کہتے تھے کہ تاریخی واقعات شاہد ہیں کہ کوئی حکومت اور ملک ہزار برائیوں کے ساتھ باقی رہ سکتا ہے لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتا، اس عالم کے بنانے والے کو سب کچھ برداشت ہے لیکن اپنی مخلوق پر ظلم کسی طرح برداشت نہیں ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ملک میں پھیلی ہوئی ناانصافیوں، بدعنوانیوں اور زیادتیوں پر اپنے کرب و بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

" جو لوگ اس ملک کی ضرورتوں پر گہری نظر رکھتے ہیں اور وقتی جذبات ان پر غالب نہیں ہیں وہ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ اس وقت ملک کی سب سے بڑی ضرورت اس اخلاقی احساس کے بیداری اور احساس کی ذمہ داری ہے جو با اختیار طبقہ کو ان بے عنوانیوں، زیادتیوں، ناانصافیوں، تنگ نظری، اعزہ پروری، ناجائز طرفداری کی نیچی سطح سے بلند کرے، تجار و ملازمین کو حد سے بڑھی ہوئی نفع خوری، رشوت ستانی اور چور بازاری سے محفوظ کرے اور اس ملک کو اس عام ابتری، بے نظمی بے روزگاری، ہوشربا گرانی اور قحط سالی سے بچالے

جس کا قریبی خطرہ سر پر کھیل رہا ہے اور جس کی موجودگی میں آزادی کی جنت مصیبتوں اور پریشانیوں کی جہنم بن جاتی ہے۔ شاید کسی کو اس حقیقت سے انکار نہ ہوگا کہ ہماری تمام علمی۔ ادبی، تہذیبی (CULTURAL) اور لسانی (LINGUISTIC) ضرورتوں پر یہ اخلاقی ضرورت مقدم ہے فرض کر لیجئے اس ملک کا ایک ہی کلچر، ایک ہی تہذیب اور ایک ہی زبان ہوگئی، لیکن ان بداخلاقیوں کا خاتمہ نہ ہوا جن کی وجہ سے زندگی مشکل ہو رہی ہے تو کیا اس سے اس ملک کی اصلی ضرورت پوری ہو جائے گی۔ اور ان بداخلاقیوں اور بدعنوانیوں پر پردہ پڑ جائے گا۔ اگر دنیا کے جرائم پیشہ اور بداخلاق انسان جن کی اخلاقی سطح پست اور جن کی زندگی گھٹیا ہو، ایک ہی کلچر اور ایک ہی زبان اختیار کر لیں تو کیا دنیا کی کوئی تہذیب اور کوئی عدالت ان کا گناہ معاف کر دے گی، کیا تمام دنیا کے ڈاکو ایک ہی وردی پہن لیں اور ایک ہی بولی بولنے لگیں تو یہ کوئی خوشی اور اطمینان کی بات ہوگی؟ اس لئے ایک ہوشمند انسان سے اس کی توقع کرنی چاہیئے کہ وہ اصل توجہ ان بیماریوں کی طرف کرے گا جو ہمارے ملک کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں اور اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہی ہیں (از: اصلاحیات)

نیک کردار پیدا کرنے کی دعوت

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ملک کی سالمیت کے بارے میں اپنے وطنی بھائیوں سے بڑی محبت اور محبت کے ساتھ مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

"میں اپنے دوستوں اور بھائیوں سے کہتا ہوں کہ آج ہر شعبے کیلئے پلان اور ہر مقصد کیلئے منصوبہ بنایا جا رہا ہے لیکن کیا زندگی کا اصل کام اور حقیقی مقصد اس قابل نہیں کہ اس کیلئے جدوجہد کی جائے۔ آج ملک میں اس مقصد کیلئے کوئی سرگرم منظم جدوجہد اور تحریک نہیں پائی جاتی۔ زندگی کو تباہی کی دعوت دینے اور اخلاق کو بگاڑنے اور انسانیت کو کچلنے اور نفس کی خواہشات کو پورا کرنے کا سامان قدم قدم پر موجود ہے اور اس کی ترغیبات کا جال بچھا ہوا ہے لیکن انسانی خوبیوں کو ابھارنے اور باخبر زندگی گذارنے، ایمان و یقین اور نیک کردار پیدا کرنے کی کہیں دعوت موجود نہیں"۔

(ماہنامہ صبح صادق لکھنؤ)

حضرت مولاناؒ کی عظمت و مقبولیت کا راز

حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی علمی دینی، دعوتی، اصلاحی اور ادبی عظمت، ملی و فکری بصیرت، قومی و سیاسی تدبر۔ داعیانہ کردار، جذبۂ حب الوطنی، قومی و ملی درد کے احساس اور انسانیت کیلئے ان کے دردمند دل نے ان کی مقبولیت کو عالمی سطح پر کر دیا تھا۔

حضرت مولاناؒ کی شانِ بے نیازی حلم و تواضع، عجز و انکسار اصابت فکر دینی اداروں اور تنظیموں کے ساتھ آپکا تعاون، تصنیفات و تالیفات اور معتدل و سنجیدہ زبان و قلم کی شعلہ نوائی و شگفتہ نگاری انسان سازی میں انوکھی مثال، قیادت و سیادت کے میدان میں آپ کا نمایاں کردار، اخلاق و اعمال میں آپؒ کا مجاہدانہ عزم اور تعلیم و تربیت کے میدان میں آپؒ کی بے نظیر رہنمائی اور عقائد و اعمال کی درستگی میں آپ کی فکرمندی، یہ مولاناؒ کی زندگی کے ایسے اہم اجمالی عنوانات ہیں کہ ان پر اہل علم و قلم ہزاروں صفحات بھی لکھکر خراج عقیدت پیش کریں گے تب بھی ان کے امتیازات و تشخصات کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین و ملت کے تحفظ و بقا کیلئے شخصیات کو پیدا فرماتے رہیں گے۔ اور شخصیات تو پیدا ہوتی ہی رہتی ہیں لیکن اتنی صفات و امتیازات اور کمالات اور اوصاف کی حامل شخصیات بہت کم وجود میں آتی ہیں ؎

نگہ بلند سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کیلئے

حضرت مولاناؒ رحمتِ الٰہی کی آغوش میں

۶ر محرم ۱۳۳۲ھ مطابق ۵ر دسمبر ۱۹۱۳ء کو جس آفتاب و ماہتاب نے اس آب و گِل میں آنکھیں کھولی تھیں اور اپنے وجود سے عالمی پیمانے پر انسانیت کی علمی، دینی، دعوتی، ادبی، قومی اور ملی پیاس بجھائی اور عند الناس اور عند اللہ مقبولیت حاصل کی ____ افسوس کہ فضل و کمال کا یہ روشن ستارہ، رشد و ہدایت کا بلند مینار اور عالمِ اسلام کا سرمایۂ افتخار اور علم و عرفان کا یہ نیّرِ تاباں ۲۲ر رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۹ء کو غروب ہو کر رحمتِ الٰہی کی آغوش میں جا پہونچا۔

یہ وہ بلند ہستی تھی جو سلف صالحین کے طریقہ پر دعوت و ارشاد کا کام کرکے اور تقویٰ و طہارت اور زہد و استغنا کی زندگی اختیار کرکے دنیا سے رخصت ہوئی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالیٰ رَحْمَۃً وَاسِعَۃً وَغَفَرَلَہٗ وَاَدْخَلَہٗ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ

یہ بڑی بے بصیرتی ہے تو سے لُتے کو کیا ملے
جو تمام رتبہ ہو تیرا وہی تیرے اوصاف پہلے

طلباء کا صفحہ

انسانیت سازی میں علماء کا کردار

محمد فرمان نیپالی۔ متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء

مذہب اسلام نے ہر دور میں سسکتی، بلکتی اور دین حنیف سے دور انسانیت کی دستگیری اور رہنمائی کی ہے، اور یہ انتظام خداوندی ہے کہ جس دور میں جس طاقتور اور باصلاحیت شخصیت کی ضرورت تھی اور زہر کو جس تریاق کی حاجت تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ چنانچہ ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ایسا کامل اور مکمل دین عطا کیا جس میں ہر زمانہ کے مشکلات ومسائل کے حل کرنے کی صلاحیت موجود ہے تو دوسری طرف ایسے اہل علم اشخاص پیدا ہوتے رہے جو تعلیمات نبوی کو انسانی زندگی میں منتقل کرتے رہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں علمائے حق اور مصلحین ومجددین نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور انھوں نے تاویلات وتحریفات کا پردہ چاک کیا، بدعات وخرافات عقائد باطلہ اور مشرکانہ رسوم کا قلع قمع کیا اور حقیقت اسلام اور دین خالص کو اجاگر کیا۔ اس طرح مردہ انسانیت کے بدن میں نئی جان، نئی روح اور نیا ایمان پیدا کردیا، اور بجا طور پر یہ کہنے کا حق ہوا "إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا" واللہ تعالیٰ ہر صدی میں اس امت کی رہنمائی ودستگیری کے لئے مجددین کو بھیجتا رہے گا۔)

اگر تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو بخوبی معلوم ہوجائے گا کہ علماء کرام نے انسان سازی میں کیا کردار ادا کیا اور کیسے کیسے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں۔

پانچویں صدی کا زمانہ ہے ہر جانب سے فلسفہ ومادیت کا حملہ ہے جو شریعت اسلامی کے اندر شگاف پیدا کرنا چاہتا ہے، وہ فلسفہ جو اسلام پر الحاد ولادینیت کا تیشہ چلا رہا تھا اور وہ باطنیت جو شریعت کے مفہوم کو یکسر بدل دینا چاہتی تھی اور جس کی بدولت ایران میں بہائیت اور ہندوستان میں قادیانیت کا فرقہ وجود میں آیا۔ ایسے وقت میں امام غزالی جیسی اولوالعزم اور حقائق فلسفہ سے واقف شخصیت نمودار ہوئی اور پوری جرأت مندی کے ساتھ ان فتنوں کا مقابلہ کیا اور فلسفہ کے ابطال میں "مقاصد الفلاسفہ" اور "تہافت الفلاسفہ" لکھی اور باطنیت کے رد میں "المستظہری" کی تالیف کی نیز انھوں نے اسلامی زندگی واسلامی معاشرہ کا جائزہ لیا اور اس کی اصلاح کی اس سلسلہ میں "احیاء العلوم" کی تصنیف قابل تحسین اور قابل ذکر ہے۔

دسویں صدی ہجری میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اصلاحی اور تجدیدی کام شروع کیا۔ ان کا اصل کارنامہ نبوت محمدیؐ اور اس کی ابدیت وضرورت پر امت میں اعتقاد واعتماد پیدا کرنا اور اس کو مستحکم بنانا ہے، کیوں کہ اس وقت ایران میں ایک ایسی تحریک قائم تھی جس نے نبوت محمدیؐ اور اس کے بقاء ودوام کے خلاف کھلے طریقہ پر علم بغاوت بلند کیا اور اعلان کیا کہ نبوت محمدیؐ کا ایک ہزار سالہ دور ختم ہوا اور اب دینی رہنمائی اور زندگی کی تشکیل جدید اور آئین سازی کا وہ دور شروع ہونے جارہا ہے جس کی اساس عقلیت وفلسفہ ہے (اس کے علاوہ) ان فتنوں کا سدباب کیا جو اسلام کے شجرۂ طیبہ اور اس کے روحانی نظام کو نگل لینے کے لئے تیار تھے، ان میں اکبر کا دین اکبری اور آئین جدید بھی شامل ہے جو ہندوستان میں نبوت وشریعت محمدیؐ کی جگہ لینے اور اس کا بدل بننے کا مدعی تھا۔

جب اٹھارہویں صدی عیسوی کا اختتام اور انیسویں صدی کا آغاز ہوا تو امت اسلامیہ سیاسی، مذہبی، اخلاقی، معاشی اور اقتصادی حیثیت سے روز بروز کمزور ہونے لگی، اور عہد مغلیہ کا چراغ ٹمٹمانے لگا اس وقت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مسلمانوں کے انحطاط کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد قلمی جہاد کیا اور قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ اور اس کے تشریحی فوائد لکھ کر عام مسلمانوں کے ذہن کو اس کی تعلیمات سے قریب ترکیا، مدارس میں فلسفہ ومنطق کے بجائے حدیث کے درس وتدریس پر زور دیا تقلیدی فقہ کی جگہ تحقیقی فقہ کی اہمیت قائم کی "ازالۃ الخفاء" لکھ کر شیعوں اور سنیوں کے ذہن کو صاف کیا۔ "تفہیمات" میں اصلاح معاشرہ اور اصلاح رسوم پر زور دیا۔ اور "حجۃ اللہ البالغہ"

تو آج تک علماء کے لئے شمع ہدایت ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے بعد ان کی اولاد نے اس کام کو آگے بڑھایا ان میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے کردار کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ان دونوں حضرات نے اصلاح امت کی خاطر پہلے بدعتوں کے استیصال کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ مسجدوں اور مجلسوں میں جہاں مسلمان جمع ہوتے وعظ کہنے لگتے اور ان کو توحید و رسالت اور تقویٰ و طہارت کی طرف پکار پکار کر بلاتے اور معصیت کی زندگی چھوڑ کر صالح زندگی گزارنے کی تلقین کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے "تقویۃ الایمان" لکھ کر بتا دیا کہ وہی زندگی مہذب اور وہی معاشرہ اسلامی ہے جو قرآن و سنت کے مطابق ہو۔ سید احمد شہیدؒ نے سکھوں کے خلاف ایک زبردست تحریک چلائی اور سکھوں کی جانب سے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا خاتمہ کیا۔ اور اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی اور مختلف علاقوں میں شراب، افیون اور دیگر نشہ آور اشیا کی دوکانیں بند کر دی گئیں، گنہگار مردوں اور عورتوں نے بیحیائی کے کاموں سے توبہ کی۔

سید صاحب اور ان کے رفقاء کی اس تحریک کے اثرات کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ اس اقتباس سے ہو سکتا ہے جسے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دعوت و عزیمت ج ۴ کے صـ۳۸۳ پر "نفحات جود الاحرار" کے حوالہ سے یوں بیان فرمایا ہے:۔

"خلق خدا کی رہنمائی اور خدا کی طرف رجوع کرنے میں وہ خدا کی ایک نشانی تھے۔ ایک بڑی خلقت اور ایک بڑی دنیا آپ کی قلبی و جسمانی توجہ سے درجہ ولایت کو پہونچی۔ آپ کے خلفاء کے مواعظ نے سرزمین ہند کو شرک و بدعت کے خس و خاشاک سے پاک کر دیا اور کتاب و سنت کی شاہراہ پر ڈال دیا ابھی تک ان کے وعظ و پند کے برکات جاری و ساری ہیں۔"

آج ہندوستان میں جہاں بھی قال اللہ اور قال الرسول کی آواز سنائی دیتی ہے وہ ولی اللّٰہی خیالات سے متاثر علماء کرام اور بزرگوں کی صدائے بازگشت ہے۔ علماء کے ان احسانات کو تاحیات فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی عملی تحریک "پیام انسانیت" ہے، یہ حقیقت ہے کہ مولاناؒ کا دائرہ فکر محدود نہیں رہا بلکہ آپؒ کی فکر میں تنوع اور عملی زندگی میں ہمہ رنگی پائی جاتی ہے، جہاں آپؒ عالمی پیمانہ پر دعوت دین کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ وہیں دوسری طرف "وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" کے تحت اپنے ملک ہندوستان میں عوام و خواص سبھی لوگوں کو انسانیت کا درس بھی دیتے تھے۔ آپؒ کی سوچ، آواز، اور تحریر میں اخلاص اور درد تھا۔ اور "از دل خیزد بر دل ریزد" کا محاورہ پوری طرح صادق آتا تھا، حضرت مولاناؒ کو معلوم تھا کہ آج انسانیت ایک دوراہے پر کھڑی ہے، ہندوستانی سماج میں ناہمواری پائی جاتی ہے، خدا کی بستی دکان بنی ہوئی ہے، عوام پر تاجرانہ ذہنیت حاوی ہے، ہر طرف لینا ہی لینا ہے دینے کا نام نہیں، لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے ہر ایک کی نگاہ دوسرے کی تجوری پر ہے، انسان کی مجبوری پر نہیں نفسا نفسی کا قیامت خیز منظر ہے انسانیت کا کوئی بہی خواہ نہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں

"آج کانٹے پیدا ہو رہے ہیں۔ آج انسان عنقا ہے، ہم کہنے آئے ہیں کہ انسانیت کی بہار لاؤ انسانیت کو نکھارو، آج انسانیت کے درخت سے کانٹے اور کڑوے کسیلے پھل پیدا ہو رہے ہیں"

(پیام انسانیت ص ۱۷)

ڈاکٹر یوسف القرضاوی سے ایک ملاقات میں کہتے ہیں کہ "آج امت بیمار ہے، اس کا مرض دنیا کی محبت ہے اور ہم اس کے معالج ہیں لہٰذا ہمیں اس کے لئے تن من دھن کی بازی لگانی چاہئیے"

(البعث الاسلامی کا خاص نمبر صـ۲۹)

اور اسی انسانی جذبہ ہی کے تحت آپ نے وزیر اعظم ہند اٹل بہاری باجپئی سے ایک ملاقات کے دوران کہا تھا کہ اٹل جی: "خدا کے یہاں سیاست نہیں چلتی اور انسانیت کی بقاء اور ضمانت صرف تین چیزوں میں مل سکتی ہے (۱) جمہوریت (۲) نا مذہبیت (۳) عدم تشدد۔ اگر ان کی خلاف ورزی کی گئی تو ملک تباہ ہو جائے گا"۔

مسئلہ انسانیت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"انسانیت کو آج ایمان و یقین، سچائی و پاکیزگی، محبت و مؤدت اور ہمدردی و غمخواری کی ضرورت ہے" (پیام انسانیت صـ۲۸) مزید دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ: "ہم اپنے مذہب کے دائرہ میں انسانیت کا احترام پیدا کرنے اور انسانیت کو زندہ کرنے کی کوشش کریں، انسان انسان کی طرح ملے، اس کے بعد پھر مطالعہ، غور و فکر اور توفیق الٰہی سے اپنے لئے پسندیدہ طریقۂ زندگی منتخب کرے لیکن پہلے باہمی اعتماد و محبت کی فضا تو پیدا کیجئے انسان کو گلے لگائیے، اگر انسانیت ہی نکل گئی تو کس سے بات کی جائے گی؟"

(تحفۂ انسانیت صـ۴۲)

محمد طارق ندوی

سوال :۔ کیا بے روزہ دار شخص عیدگاہ میں نمازِ عید ادا کر سکتا ہے نیز معذور (نابینا) کا کیا حکم ہے ؟

جواب :۔ بے روزہ دار عیدگاہ میں عید کی نماز ادا کر سکتا ہے۔ معذور پر نماز واجب نہیں البتہ چاہے تو پڑھ لے۔

سوال :۔ نماز عیدین سے پہلے نوافل پڑھنا کیسا ہے ؟

جواب :۔ نماز عیدین سے قبل نوافل عیدگاہ میں جاکر پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے۔ البتہ جانے سے پہلے اور گھر واپس آکر پڑھنے میں اختلاف ہے۔ لیکن مفتی بہ قول یہ ہے کہ جانے سے پہلے گھر میں بھی نہ پڑھے۔ ہاں واپس آکر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال :۔ اگر کوئی شخص عیدین کی نماز میں ایسے وقت شریک ہوا کہ امام تکبیروں سے فراغت حاصل کر چکا ہے تو اب وہ کیا کرے ؟

جواب :۔ اگر کوئی شخص عیدین کی نماز میں قیام میں اگر شریک ہو تو فوراً نیت باندھ کر تکبیر کہہ لے اگرچہ قرأت شروع کر چکا ہو اور اگر رکوع میں شریک ہوا ہو کہ تکبیروں سے فراغت کے بعد امام کا رکوع مل جانے کا ظن غالب ہے تو نیت باندھ کر تکبیر کہہ لے اس کے بعد رکوع میں جائے۔ ورنہ نیت باندھنے کے بعد رکوع میں چلا جائے اور وہاں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہے لیکن حالت رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے اور پوری تکبیریں کہنے سے پہلے امام سر اٹھالے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے بقیہ تکبیریں اس کیلئے معاف ہیں۔

سوال :۔ اگر کسی کی ایک رکعت عیدین کی نماز میں چھوٹ جائے تو جب وہ اس کو ادا کرے گا تو کس طرح ادا کرے ؟

جواب :۔ اگر کسی کی ایک رکعت عیدین کی نماز میں چھوٹ جائے تو جب وہ اس کو ادا کرے گا تو پہلے قرأت کرے اس کے بعد تکبیر کہہ لے۔

سوال :۔ نماز عیدین کے بعد مصافحہ یا معانقہ کرنا کیسا ہے ؟

جواب :۔ ملاقات کے وقت سلام، مصافحہ اور معانقہ مشروع ہے، پس اگر اسی وقت کسی سے ملاقات ہو تو اس سے سلام مصافحہ اور معانقہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ لوگ گھر سے آتے ہیں عیدگاہ میں پہلے مل چکے ہوتے ہیں پھر بھی نماز کے بعد سلام مصافحہ اور معانقہ کرتے ہیں اور نہ کرنے والوں کو غلط سمجھتے ہیں اس التزام کی وجہ سے کتب فقہ میں مذکور ہے کہ نماز کے بعد سلام و مصافحہ و معانقہ کرنا ممنوع ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ بدعت ہے، نبی اکرمؐ سے اور آپ کے بعد خلفاء راشدین سے اور ان کے بعد ائمہ دین اور اسلاف امت سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔

سوال :۔ کیا نماز عیدین شہر سے باہر جاکر میدان میں ادا کرنا مسنون ہے ؟

جواب :۔ ہاں یہ مسنون ہے کہ نماز عید شہر سے باہر نکل کر میدان میں ادا کی جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر نکل کر میدان میں نماز عید ادا فرماتے تھے۔ اگر بارش ہوتی تو مسجد ہی میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عید کے روز بارش ہو رہی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مسجد ہی میں عیدین کی نماز پڑھائی۔ (ابوداؤد و نسائی)

سوال :۔ کیا عیدگاہ پیدل جانا مسنون ہے ؟

جواب :۔ ہاں عیدگاہ پیدل جانا مسنون ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ پیدل ہی جایا کرتے تھے حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ پیدل ہی جایا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ)

مقدمہ نمبر ۵ / ۳۹۸

اعلان غائب غیر مفقود الخبر

مدعیہ :۔ عقیلہ بانو بنت مبارک علی (مرحوم) ساکن پلاٹ نمبر ۸۰ شہید نگر پرانا قلعہ لکھنؤ

مدعی علیہ :۔ محمد سلیم عرف شہزادہ ولد جناب محمد فردوس صاحب (مرحوم) مکان نمبر ۳۸۰ / ۱۴۱ چودھری کی مسجد کاکا کھیت الہ آباد

مدعیہ نے آپ کے خلاف مرکزی دارالقضاء ندوۃ العلماء لکھنؤ میں نان و نفقہ نہ دینے نیز غائب رہنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اطلاع کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ مورخہ ۱۷ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۲ فروری ۲۰۰۱ء کو مرکزی دارالقضاء ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں، حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کر دیا جائے گا۔

قاضی شریعت
عتیق احمد
مرکزی دارالقضاء اتر پردیش دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے !

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: اصلاح نفس و اصلاح معاشرہ
افادات و ملفوظات: حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ
مرتب: مفتی زید مظاہری ندوی
صفحات: ۲۸۰، سائز ۸/۱۸×۲۲
خوبصورت ٹائٹل، قیمت ۷۰/- روپے۔
ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس ۹۳، ندوۃ العلماء لکھنؤ

حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی مرجع عام و خاص تھی۔ انھوں نے جہاں ایک طرف خواص اہل علم حضرات کی رہنمائی کی، وہیں دوسری طرف عامۃ الناس کی اصلاح کی فکر بھی فرمائی۔

زیر نظر کتاب "اصلاح نفس و اصلاح معاشرہ" میں حضرت مولانا قاری سید صدیق احمدؒ کے اصلاحی ملفوظات اور ناصحانہ اقوال کو مفتی محمد زید مظاہری ندوی نے بڑے خوبصورت انداز میں جمع کر دیا ہے۔

اصلاح نفس و اصلاح اخلاق و عادات، اصلاح معاشرہ، اسلامی تہذیب، اصلاح معیشت، تعویذات سے متعلق ضروری اصلاحات، سیاسی میدان میں مسلمانوں کی رہنمائی وغیرہ کتاب کے جلی عنوانات ہیں جن سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

کتاب اس لائق ہے کہ اس کے مضامین سے خاطر خواہ ہر شخص استفادہ کرے اور مسلمانوں کے اندر در پیش مسائل کی اصلاح کیلئے اس کو لائحہ عمل بنائے۔ یہی بزرگوں سے صحیح استفادہ اور سچے تعلق کی علامت ہے۔

نام کتاب: قمر و معجزۂ شق القمر
مصنف:۔ مولانا عبد الاحد قاسمی تاراپوری
صفحات: ۱۴۲، سائز ۸/۱۸×۲۲، قیمت ۶۰ روپے۔
ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ عزیزیہ اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوریؒ کتاب کی تقریظ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"شمس و قمر اور دوسرے کواکب اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور ان کی نشانیاں ہیں، مگر کئی مذاہب نے ان کے ظاہری چمک دمک اور خارجی اثرات سے متأثر ہو کر ان میں الوہیت کا عقیدہ پیدا کر لیا ہے اسلام نے اس عقیدہ اور نظریہ کے خلاف نہ صرف تعلیم دی بلکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً اس حقیقت کو واضح فرمایا۔ واقعۂ معراج اور معجزۂ شق القمر اسی سلسلہ کے شواہد و دلائل ہیں جن کا وقوع چودہ سو سال پہلے ہو چکا ہے آج اگر چاند اور خلا کا سفر ہوتا ہے تو کوئی انکشاف نہیں ہے۔ بلکہ سائنسی ترقیات کا نتیجہ ہے۔

قمر و معجزۂ شق القمر کے موضوع پر مولانا عبد الاحد قاسمی تاراپوری نے عربی درسگاہ کے فاضل ہونے کے باوجود اس کتاب میں جدید و قدیم معلومات کا بیش قیمت ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور کواکب و سیارات پر علمی اور سائنسی بہت سی معلومات جمع کی ہیں اور اس کے ساتھ معجزۂ شق القمر کی عقلی اور روایتی حقیقت پر سائنس اور شریعت کی روشنی میں وضاحت کے ساتھ مدلل کلام کیا ہے جو ان کے ذوق تحقیق اور کثرت مطالعہ کا نتیجہ ہے، اردو زبان میں اس موضوع پر یہ ایک بیش قیمت اور معلوماتی کتاب ہے جو اہل علم و تحقیق کیلئے ایک بہترین تحفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بھٹکے ہوئے ذہنوں کیلئے ذریعہ ہدایت بنائے اور قبول عام بخشے۔

نام کتاب: بیانات حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ
مرتب:۔ مفتی محمد روشن شاہ قاسمی۔
صفحات: ۱۵۳، سائز ۸/۱۸×۲۲، قیمت ۳۵ روپے
ملنے کا پتہ:۔ ادارہ اشاعت دینیات (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۱۶۸/۴ حجا باؤس حضرت نظام الدین نئی دہلی ۱۱۰۰۱۳

تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے صاحبزادے اور جماعت کے دوسرے امیر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ (۱۹۴۴ء سے ۱۹۶۵ء تک) اکیس سال جماعت کے امیر رہے اس پورے عرصہ میں انھوں نے ایک ایک دن میں مختصر اور طویل کئی کئی تقریریں کی ہیں۔ ان میں سے بہت سی تقریریں قدر دانوں نے قلم سے اور ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کی ہیں۔

مفتی محمد روشن شاہ قاسمی نے متفرق مجموعوں اور رسالوں سے جمع کر کے ان کو شائع کرنا شروع کیا ہے، یہ اس سلسلہ کا دوسرا حصہ ہے جس میں دعوت و تبلیغ، اصلاح و ارشاد، نفس کی تباہ کاری، جان و مال کی قربانی، اتحاد و اتفاق کے موضوع پر دس بیانات شامل کئے ہیں۔

حضرت مولانا کی تقریروں کی ایک خاص بات یہ ہے کہ ان کو پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے، اور عمل صالح کے شوق سے دل معمور ہو جاتا ہے

خداوند قدوس عوام و خواص سبھی لوگوں کو ان کے بیانات سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مرتب کتاب مفتی محمد روشن شاہ قاسمی کو اجر جزیل سے نوازے۔

نام کتاب : دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم وادراک
تالیف : مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری ۔
صفحات : ۱۸۸، سائز ۲۲×۱۸/۸
خوبصورت ٹائٹل، عمدہ دستی کتابت، بہترین کاغذ۔ قیمت درج نہیں ہے۔
ملنے کا پتہ :۔ مکتبہ یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور (یو۔پی)

حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ جماعت تبلیغ کے تیسرے امیر اور مولانا محمد الیاسؒ اور مولانا محمد یوسفؒ کی دعوتی و تبلیغی روایات کے امین و محافظ تھے۔ آپ نے دور الیاسی میں دعوت کا آغاز دیکھا، پھر دور یوسفی میں اس محنت کا شباب دیکھا اور اپنے دور امارت میں دعوت کا عروج وارتقاء دیکھا۔

پیش نظر کتاب دراصل سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ (جلد دوم) کا ایک باب ہے جس کو افادۂ عام کی غرض سے علیحدہ سے شائع کیا گیا ہے جس میں اجتماعیت اور اتحاد و اتفاق سے بھرپور آثار و نقوش کی چشم کشا تفصیل بیان کی گئی ہے جو فکر و عمل، جوش و ہوش سے کام کرنے کی دعوت سے عبارت ہے اور تبلیغ و دعوت کا کام کرنے والوں کیلئے راہ متعین کرتی ہے۔

دعوت اور داعی کی اہمیت اور اس کی تاکید، ماحول کا سدھار اور دینی زندگی۔ اتفاق و اتحاد اور اجتماعیت ناموافق جگہوں میں کام کا طریقہ۔ جماعت میں نکلنے والوں کیلئے نصائح، مشورے اور ہدایات وغیرہ کتاب کے اجمالی عناوین ہیں جن سے کتاب کی اہمیت و افادیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کے ذریعہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کے بتیس سالہ دور امارت میں ہونے والے وسیع و عمیق دعوتی عمل کا مطالعہ و جائزہ نیز آپ کے احساسات و خیالات اور دعوتی فہم و بصیرت کا ایک بیش قیمت مرقع تیار کردیا ہے، جس کے مطالعہ سے جہاں آپ کے دعوتی عہد کی ایک جھلک سامنے آجاتی ہے وہیں دعوتی، اصلاحی اور تبلیغی کام کرنے والوں کیلئے رہنمائی بھی ہوتی ہے

یہ کتاب دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے بالخصوص ذمہ دار حضرات کیلئے راہ عمل اور بیش قیمت تحفہ ہے انھیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔

خداتعالیٰ کتاب کو قبول عام بخشے اور عوام و خواص کو اس سے بھرپور استفادہ کی توفیق سے نوازے۔

نام کتاب : دارالعلوم دیوبند مدرسۃ فکریۃ توجیہیۃ حرکۃ اصلاحیۃ دعویۃ مؤسسۃ تعلیمیۃ تربویۃ
نام مصنف : مولانا عبید اللہ الأسعدی القاسمی :
صفحات : ۸۳۹ قیمت درج نہیں ۔
ناشر :۔ شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند برصغیر ہندوستان کے ایک عظیم دینی، علمی تعلیم گاہ اور ایک مستقل مدرسۂ فکر اصلاحی و دعوتی تحریک اور اسلامی مرکز ہے۔ اس نے اشاعت علوم و فنون۔ اصلاح عقائد، ازالۂ بدعات ورسوم اتباع سنت اور اقامت دین کے سلسلے میں جو عظیم خدمات انجام دی ہیں انھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اردو زبان میں دارالعلوم دیوبند اور علماء دیوبند کے عقائد و افکار۔ اصلاحی و تعلیمی خدمات کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے، لیکن عربی زبان کا دامن کسی ایسی کتاب سے خالی تھا جسے ہم علماء دیوبند کے عقائد و افکار اور نظریات و خدمات کا آئینہ کہہ سکیں۔ یہ بڑی مسرت کی بات ہے کہ مولانا محمد عبید اللہ الأسعدی (استاذ حدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ) نے اس موضوع پر عربی زبان میں ایک جامع کتاب تصنیف کی ہے۔ جسے پڑھ کر اہل عرب دارالعلوم دیوبند کی ہمہ جہت خدمات، علماء دیوبند کے عقائد و افکار ان کی درخشندہ دعوتی و اصلاحی تاریخ سے پورے طور پر واقف ہوسکتے ہیں۔

نام کتاب : تقریر ترمذی
افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
تحقیق و تحشیہ : مولانا عبدالقادر صاحب
جامع : مولانا احمد حسن سنبھلی
صفحات : ۷۰۶، سائز ۲۲×۱۸/۸
ٹائٹل، کاغذ، کتابت معیاری۔
ملنے کا پتہ :۔ کتب خانہ امداد الغرباء محلہ مفتی سہارنپور (یوپی)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا نام محتاج تعارف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ صدی میں جن علماء اور اہل اللہ کی دینی خدمات کو غیر معمولی مقبولیت عطا فرمائی ان میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تفسیر و فقہ کے ساتھ ساتھ علم حدیث کی وسیع خدمت کی بھی سعادت سے خوب نوازا۔

زیر نظر کتاب "تقریر ترمذی" حضرت تھانویؒ کی وہ تقریر ہے جو آپ نے جامع ترمذی کے درس میں ارشاد فرمائی۔ جس کے جامع اور مرتب مولانا احمد حسن سنبھلی ہیں اس کی شرح میں ایجاز و اختصار سے کام لیا گیا ہے طویل و مفصل مسائل اور دلائل کو دوسری کتب پر محول کیا گیا ہے۔ نیز اصل شرح پر دو قسم کے حاشیئے ہیں ایک حاشیہ جامع کا ہے جس کے بعد عموماً لفظ جامع لکھا ہوا ہے، دوسرا حاشیہ کہیں کہیں مولانا عبدالقادر صاحب (شیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والا) نے لکھا ہے اور عموماً اس حاشیہ کے بعد ان کا نام درج ہے۔

کتاب وضاحت طلب ہے کیونکہ متن اور ترجمہ ہے حدیثوں کا مفہوم صحیح طور پر واضح نہیں ہوسکا ہے۔ لہٰذا آئندہ ایڈیشن میں اس کا خیال رکھیں تو بہتر ہوگا۔

امید ہے کہ یہ کتاب حدیث کے طلباء و اساتذہ کیلئے مفید ثابت ہوگی۔

مختصر

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب نے فلسطینیوں اور اسرائیلیوں کے درمیان حالیہ خونریز تنازعہ کے دوران اسرائیل کے جارحانہ اور غاصبانہ رویئے کے خلاف بڑا جرأت مندانہ موقف اختیار کیا ہے اور اس تنازعہ میں اسرائیل کی حمایت کرنے پر امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک کو سخت نکتہ چینی کا ہدف بنایا ہے، سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے بڑے سخت لب لہجے میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ امریکہ اور یورپ کب تک اسرائیل کی مدد جاری رکھیں گے انھوں نے اسرائیل کو فلسطینیوں کے خلاف وحشیانہ مظالم سے باز رکھنے کیلئے کہا ہے کہ اسرائیل کو یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ عربوں میں گھرا ہوا ہے اور اسرائیل نے اب تک جس رویئے کا مظاہرہ کیا ہے اس کے پیش نظر اب اسرائیلی رہنماؤں پر کوئی اعتماد نہیں کرے گا۔ انہوں نے بجا طور پر کہا کہ اسرائیل کی وحشیانہ کارروائیوں سے پوری عرب دنیا کو گہرا صدمہ پہنچا ہے، انھوں نے یہودیوں کو دوٹوک لہجے میں مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسرائیلی ڈاکوؤں کو شرم آنی چاہیئے۔ ان کا کوئی اصول ہے نہ اخلاق۔ وہ پتھروں سے مزاحمت کرنے والے بچوں کا ٹینکوں اور طیاروں سے مقابلہ کر رہے ہیں جو انسانیت سے انتہائی بعید بات ہے۔

واضح رہے کہ سعودی ولی عہد نے اس سے پہلے دوحہ میں نویں اسلامی سربراہ کانفرنس کے آغاز پر اس امر پر زور دیا تھا کہ جو بھی ممالک اپنے سفارتخانے بیت المقدس منتقل کریں ان سے سفارتی تعلقات توڑ لیئے جائیں۔ سعودی عرب کے اسی جرأتمندانہ اور سخت رویئے کے باعث اسلامی سربراہ کانفرنس میں بھی ایک مدت کے بعد اسرائیل اور اس کے مغربی سرپرستوں کے خلاف کافی سخت فیصلے ہوئے اور اب ایک بار پھر شہزادہ عبداللہ نے جو تند و تیز بیان دیا ہے اس سے ایک طرف او آئی سی اور اس کے سبھی رکن ممالک کو زیادہ اصولی اور فعال کردار ادا کرنے کی تحریک ہوگی اور دوسری طرف امریکہ اور اس کے حواریوں کو بھی پہلی بار احساس ہوگیا ہوگا کہ آئندہ سعودی عرب سے مسلم دنیا اور عرب ممالک کی سیاست میں اندھی حمایت اور کلی اطاعت کی توقع نہیں کی جاسکتی، خود مغرب کے ذرائع ابلاغ اور بعض سفارتی حلقوں نے بھی اعتراف کرلیا ہے کہ سعودی عرب کو واشنگٹن کا حلیف سمجھا جاتا تھا مگر سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ عبداللہ کے حالیہ بیانات سے اس غلط تاثر کی تردید ہوجاتی ہے اور صاف پتہ چلتا ہے کہ سعودی عرب اب امریکہ اور اس کے مغربی حلیفوں کی مسلمان دشمنی کے رویئے سے سخت بیزار ہوچکا ہے۔

سعودی عرب کی قیادت کے اس رویئے کو بلاشبہ تحسین و ستائش کی نظروں سے دیکھا جائے گا۔ حرمین شریفین کے محافظ کی حیثیت سے سعودی عرب کو دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں خصوصی قدر و منزلت حاصل ہے اور اب اس نے امریکہ اور اس کے مغربی اتحادیوں کی اسرائیل نوازی کے خلاف جو جرأتمندانہ موقف اختیار کیا ہے وہ بالعموم سبھی مسلمان ملکوں میں اسے قائدانہ حیثیت دلانے کا باعث ثابت ہوگا۔

● افغانستان کی طالبان حکومت کے سفیر ملا عبدالسلام ضعیف کی امریکی سفیر ولیم بی مائلم سے حالیہ دو گھنٹے کی طویل ملاقات دونوں ملکوں کے درمیان اعلیٰ سطح کا پہلا رابطہ ہے جو بجائے خود اس مضطرب خطے میں امن و مصالحت کی تلاش کے عمل میں ایک مثبت پیش رفت ہے اور اس سے بھی زیادہ خوش آئند بات یہ ہے کہ دونوں ملکوں کی سفارتی سطح کے اس پہلے رابطے میں ہی دونوں آپس کے اختلافات کو مذاکرات سے طے کرنے پر متفق ہوگئے ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق یہ ملاقات دوستانہ ماحول میں ہوئی اور دونوں فریقوں نے اسے کامیاب قرار دیا۔ اس ملاقات میں اس امر پر بھی اتفاق ہوگیا کہ باہم مذاکرات کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ امریکی سفیر نے افغانستان پر کسی امریکی حملے کے بارے میں خبروں کو بے بنیاد اور محض افواہیں قرار دیا۔

رسول پور آنٹ (ہردوئی) میں جلسہ اصلاح معاشرہ

میں

محی السنہ حضرت مولانا شاہ محمد ابرارالحق صاحب اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کے خطابات

(ادارہ)

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مجلس دعوۃ الحق ہردوئی کے ذمہ داروں اور دیگر علماء کی موجودگی میں ایک جلسہ اصلاح معاشرہ رسول پور آنٹ ضلع ہردوئی میں ۲۳ نومبر ۲۰۰۰ء کو بعد نماز عشاء منعقد ہوا، جس میں بقیۃ السلف حضرت مولانا شاہ محمد ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے اپنی معذوریوں کے باوجود سفر کی مشقت اٹھا کر شرکت فرمائی، انھوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں زور دے کر کہا کہ ہر ایک شخص اپنا ایک مقصد رکھتا ہے، مسلمانوں کا اصل مقصد آخرت ہے اور اس مقصد تک پہونچنے کا صحیح اور آسان راستہ ایمان، عمل صالح اور تقویٰ ہے، جو مسلمان تقویٰ کے ساتھ زندگی گزارے گا وہ بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ اپنے مقصود کو پہونچے گا، انھوں نے فرمایا کہ تقویٰ کے بہت سے دنیوی فوائد بھی ہیں جن میں سے ایک بڑا دنیوی فائدہ رزق میں برکت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ تقویٰ جیسے عبادات میں ہے ویسے ہی معاملات میں بھی ہے، آج کل یہ بات معاشرہ میں بہت عام ہورہی ہے کہ لڑکی والوں سے بڑے بڑے مطالبے کئے جانے لگے ہیں، مطالبے بڑے ہوں یا چھوٹے دونوں غلط ہیں، ایسے ہی ترکہ کی تقسیم میں لڑکیوں کو محروم رکھا جاتا ہے جبکہ اللہ نے اس میں ان کا حق رکھا ہے اور ان کے حق کی ادائیگی کی تاکید فرمائی ہے، انھوں نے فرمایا ہمیں ہر معاملہ میں اللہ کی مرضی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو دیکھنا چاہئے اور اپنی زندگی کو سنت کے سانچے میں ڈھالنا چاہئے اور ہر کام کو سنت کے مطابق انجام دینا چاہئے۔

حضرت مولانا کی تقریر کا محور سورۂ کہف کی آیت تھی: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے بہشت کے باغ مہمان ہوں گے۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے (اور) وہاں سے مکان بدلنا نہ چاہیں گے۔)

اس کے بعد ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے جلسہ کو خطاب کیا، انھوں نے دینی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت بیان کرتے ہوئے کہا کہ بدعات ورسوم اور دوسری برائیوں کے عام ہونے کا بڑا سبب دین سے ناواقفیت ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ دینی تعلیم کو جگہ جگہ عام کیا جائے تاکہ ہر ایک اللہ کی مرضیات کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو صحیح طور پر جان سکے، انھوں نے معاشرہ کی اصلاح پر زور دیا اور جو رسومات اور اسراف کی چیزیں داخل ہوگئی ہیں ان کے ازالہ کی طرف متوجہ کیا۔

جلسہ میں مولانا شاہ ابرارالحق صاحب مدظلہ کی کشش کی وجہ سے اطراف واکناف کے لوگ بھی اکٹھا ہوگئے تھے۔

جلسہ کو مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری اور مولانا سید اسحاق حسینی صاحب نے بھی خطاب کیا، اور ندوۃ العلماء سے مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی، مولانا محمود الازہار ندوی، اور مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی نے بھی شرکت فرمائی، اس موقع پر ایک سادہ تقریب میں حافظ مصباح الدین صدیقی کارکن مہمان خانہ ندوۃ العلماء کا نکاح ہوا، اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب زید مجدہ کے ایماء پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے نکاح پڑھایا۔

انہونہ میں ایک دینی و اصلاحی جلسہ

مدرسہ تعلیم الاسلام کے زیر اہتمام انہونہ رائے بریلی میں ۲۴ نومبر ۲۰۰۰ء کو ایک دینی و اصلاحی جلسہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مولانا نے اپنی تقریر میں دینی تعلیم کی افادیت وضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ عصر حاضر میں جبکہ ہر طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر یلغار ہے اور اسلام دشمن طاقتیں اسلام کی پاکیزہ تعلیم کو مسخ کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں ایسی حالت میں مسلمانوں کا اولین فریضہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آشنا کرائیں اور مکمل اسلامی تعلیم کا نمونہ بنائیں۔

حضرت مولانا نے جلسہ میں بانی مدرسہ صوفی محمد انیس صاحب مرحوم کی دینی وتعلیمی

خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ صوفی صاحب مرحوم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے پر اپنے آبائی وطن اعظم گڑھ سے ہجرت کرکے ۱۹۶۰ء میں انبہو چلے آئے تھے جہاں انھوں نے ایک مدرسہ قائم کیا اور علاقہ میں پھیلے ہوئے شرک وبدعت اور غلط رسوم ورواج کے خلاف آواز بلند کی اور توحید وسنت کی دعوت دی۔ اس سلسلہ میں انھوں نے بہت سے مصائب بھی برداشت کئے۔ اور چند ماہ قبل انھوں نے انتقال کیا

جلسہ میں حکیم افہام اللہ صاحب مرحوم کے صاحبزادہ حکیم نعیم اللہ صاحب اور مولانا سید اسحاق حسینی بھی شریک ہوئے۔

لدھیانہ میں کل ہند ختم نبوت کانفرنس

لدھیانہ کے سول اسپتال سے متصل حال ہی میں ایک طویل وعریض میدان میں "کل ہند ختم نبوت کانفرنس" کا انعقاد ہوا جس میں دو لاکھ فرزندان توحید نے ہریانہ، پنجاب، ہماچل پردیش اور اتر پردیش وغیرہ سے شرکت کی۔

جامع مسجد لدھیانہ کے شاہی امام مولانا حبیب الرحمن ثانی، علامہ محمد مشتاق صاحب نوری، مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب قادری، مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی، مولانا جمیل احمد الیاسی، مولانا ممتاز احمد احرار، مولانا اسعد ملک جیسے مقتدر علماء نے شرکت کی، کئی اہم سیاسی شخصیتیں جیسے چرن جیت سنگھ اٹوالی، ستپال گوسائیں، وزیر خزانہ کیپٹن کنول جیت سنگھ، وزیر تعلیم جگدیش گرچہ نیز صاحبزادہ اخلاق احمد خاں، ایم افضل اور راشٹریہ سہارا کے جوائنٹ ایڈیٹر عزیز برنی بھی شریک جلسہ ہوئے۔

مولانا حبیب الرحمن صاحب نے کہا کہ مسلمان اعمال میں تو کوتاہ ہوسکتا ہے مگر ختم نبوت کا منکر نہیں ہوسکتا، غلام احمد قادیانی کو انگریزوں نے اپنی مصلحت سے نبی بنا کر کھڑا کیا تھا۔ مولانا مشتاق احمد نوری صاحب نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے قادیانیوں کو کافر کہا ہے اور جو ان کو کافر نہ مانے اس کو بھی کافر کہا ہے۔

صاحبزادہ اخلاق احمد خاں صاحب نے کہا کہ جھوٹی نبوت کی تاریخ پرانی ہے سب سے پہلا جھوٹا نبی مسیلمہ کذاب تھا، انھوں نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس نے بھی ظلی، بروزی یا امتی نبی ہونے کا دعویٰ کیا وہ اسلام سے خارج ہے۔ اس سلسلہ میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، دیوبندی، بریلوی شیعہ سبھی متفق ومتحد ہیں۔ مولانا اسرار الحق قاسمی نے کہا کہ جو شخص علانیہ کہتا ہو کہ میں ختم نبوت کا منکر ہوں اور میں خود رسول ہوں وہ زندیق ہے۔ انھوں نے کہا کہ قادیانیوں کا داخلہ حرمین شریفین میں ممنوع ہے۔ انڈین مسلم کونسل پنجاب کے صدر عتیق الرحمن نے کہا کہ قادیانی فرقہ انگریزوں کی دین ہے۔

کانفرنس کو کئی سیاسی حضرات نے بھی خطاب کیا۔ آخر میں نعتیہ مشاعرہ پر کانفرنس کا اختتام ہوا، کانفرنس بہت ہی کامیاب رہی۔

حق شناس

زندہ تھیں جس کے دم سے روایاتِ انبیاء
ندوہ کو جس نے شانِ عزیمت کیا عطا
کہتے ہیں جس کو پیار سے ہم سب علی میاںؒ
وہ حق شناس باغ عدن کو چلا گیا

(شمس محمد آبادی)

نتیجہ امتحان سالانہ ۱۴۲۱ھ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نتیجہ سے متعلق تمام امور میں دفتر اہتمام کا ریکارڈ مستند قرار دیا جائے گا

ہشتم معہد (الف)	
سید عتیق الرحیم	مترقی
محمد عارف	کامیاب
محمد تشکیل اختر	"
شاہنواز عالم	"
محمد شارق	"
محمد یوسف	"
محمد مجاہد الاسلام	مترقی
محمد ابوذر	کامیاب
محمد انتظار	"
محمد افضل خاں	"
فرحان احمد	"
معراج احمد	غیر حاضر
سعید احمد	کامیاب
محمد علی عالم	"
محمد عمران	غیر حاضر
محمد اکبر عسکری	کامیاب
محمد اشرف آزاد	"
رفیع الدین	مترقی
محمد عمر فاروق	× × ×
محمد قطب الدین	کامیاب
سید محمد مجتبیٰ حسین	"
محمد ارشاد	"
محمد فاضل	"
تبریز عالم	"
محمد شمشاد	"
زاہد علی	"

محمد انجم شمیم	کامیاب
راشد ظہیر	"
مدثر [illegible]	"
مہتاب عالم	"
محمد اعجاز	"
نقیب احمد صدیقی	"
شمس الرحمن بیگ	"

ہشتم معہد (ب)	
یاسر عرفات	کامیاب
عاکف علی	"
محمد فیضان خاں	"
محمد مزمل	مترقی
محمد ممتاز	کامیاب
افتخار احمد	"
محمد ناصر الدین	"
نذر الحسن	"
عبد الرحیم خاں	"
محمد محسن	"
عاصم شبیر	"
محمد مستقیم	"
سید فیض الحق	"
سمیع اللہ خاں	ضمنی کتاب الصرف القراءۃ الراشدہ
محمد مجاہد	کامیاب
عبد القدیر	"
محمد توقیر عالم	"
محمد طٰہٰ	"
ازہر صدیق صدیقی	"

محفوظ الرحمن	مترقی
محمد شمیم	ناکام
نور اشرف	کامیاب
سید ولی اللہ	"
محمد آصف خان	مترقی
محمد منصور خاں ضمنی القراءۃ الراشدہ سائنس	"
محمد اعجاز	کامیاب
عتیق الرحمن	مترقی
محمد آصف انصاری	کامیاب
عرفان احمد ملک	"
اشفاق عالم	"
محمد ناظم اقبال	"
نہال احمد اعظمی	"
محمد آصف اعظمی	مترقی

اعدادیہ	
محمد تبریز صدیقی	کامیاب
محمد وسیم باری	"
انعام الدین	غیر حاضر
عبد اللہ	کامیاب
راشد فرحان	"
ماجد علی	مترقی
محمد ابصار	کامیاب
مکرم علی	"
غلام سرور	"
جاوید اختر	موقوف
طالع محمود	کامیاب
خلیق الرحمن	"

شاہد جمیل	کامیاب
توصیف اقبال	ناکام
عبد التواب	کامیاب
محمد عمار عثمان	"
عبید الرحمن	مترقی
فواد محمود	کامیاب
محمد عمران	مترقی
محمود عالم جاوید	کامیاب
محمد تجمل حق	"
محمد آصف	"
عبد الحمید	ناکام
محمد عرفان	کامیاب
محمد جاوید	"
سید اویس علی	"
اشرف علی	مترقی
محمد اشتیاق	کامیاب
گلزار احمد ناک	"
محمد عارف خان	ناکام
قیصر علی	کامیاب
شہود الحسن خان	"
وحید الزماں	"

ثانویہ رابعہ الف	
محمد عادل	کامیاب
محمد ارقم خاں	"
محمد عدنان	"
محمد ثاقب	"
محمد مونس صدیقی	"

محمد مقبول خاں	مطالعہ مطبخ
محمد سلیم	کامیاب
شاداب احمد	"
محمد علاء الدین	مترقی
شمس الاسلام	کامیاب
شکور حبیب	"
محمد شعیب صدیقی	مترقی
نوشاد احمد	کامیاب
مقصود عالم ضمنی تعبیر ہدایۃ النحو	"
محمد یاسر	ناکام
محمد سلیم	مترقی
محمد غفران	کامیاب
عبد الباسط میرٹھی	"
نوشاد عالم	"
عزیز الرحمن	غیر حاضر
محمد احمد	ناکام
فیضان سلیم	کامیاب
خلیل الرحمن ضمنی ہدایۃ النحو، انگریزی	
احمد حماد لاری ضمنی ہدایۃ النحو	
محمد منیر	کامیاب
محمد ساجد خاں	"
محمد عاصم	مطالعہ مطبخ
صادق علی	کامیاب
سمیع الحق	ناکام
اعجاز احمد خاں	کامیاب
اشرف کمال	"
تاج الدین خاں	مترقی

شاہ اعظم	ضمنی ہدایۃ النحو
محمد خالد	مترقی
سید خالد مرتضیٰ	ناکام
محمد عمر خان	ضمنی ہدایۃ النحو

ثانویہ رابعہ (ب)	
محمد مقیم	کامیاب
محمد راشد خاں	مترقی
اسعد صدیق صدیقی	ضمنی تعبیر ہدایۃ النحو
محمد مظہر الحق	ضمنی ہدایۃ النحو، انگریزی
طاہر	مترقی
جواد علی	"
محمد عبید ہاشمی	ضمنی ہدایۃ النحو، انگریزی
محمد نعمان عالم	کامیاب
سید محمد افضال کاشف	"
عبد السبحان	"
عدنان احمد خاں	ضمنی تعبیر، انگریزی
تشہیر احمد عثمانی	کامیاب
محمد خالد	"
مصدق مجید	"
انیس الرحمن	"
محمد مصطفیٰ	ضمنی علم التعریف، انگریزی
محمد شارق	کامیاب
محمد حسین پٹنی	مترقی
محمد لقمان عبد الحی	کامیاب
محمد عزیز خاں	مترقی
مجیب الرحمن	کامیاب

نام	نتیجہ	نام	نتیجہ	نام	نتیجہ	نام	نتیجہ	نام	نتیجہ	نام	نتیجہ
محمد منصور عالم	کامیاب	محمد امین بیگ	کامیاب	ریاض احمد	مترقی	محمد آصف اقبال	کامیاب	واجد علی	کامیاب	ابوذر زکریا فوری	کامیاب
محمد اسعد	〃	محمد معراج الحسن	〃	محمد شعیب	ناکام	غلام سرور	〃	خلیل احمد	〃	محمد قیصر عالم	〃
محمد فیصل	مطالبہ مطبخ	محمد شبیر عالم	〃	محمد سعید	کامیاب	محمد غضنفر عالم	〃	محمد عبدالرحیم	〃	دلشاد احمد	مطالبہ مطبخ
عبدالودود	〃	محمد محی الدین	〃	محمد یحییٰ	〃	محمد خورشید	مترقی	محمد شاکر عالم	〃	مصباح الدین	کامیاب
نجیب اللہ	کامیاب	محمد مرشد ضمنی انگریزی		نور احمد	〃	محمد انتخاب عالم	کامیاب	عبدالماجد	مطالبہ مطبخ	محمد راغب حسن	〃
محمد ساجد	〃	احمد زکریا کاندھلوی	مترقی	احمد عبداللہ	〃	محمد ریحان	〃	محمد نثار	کامیاب	غیاث الاسلام	〃
محمد شاہد	غیر حاضر	وہاب الدین	مترقی	محمد عدنان خاں	〃	ایاز احمد	〃	محمد امجد علی	کامیاب	محمد صدیق	〃
محمد حفظ الرحمن ضمنی تعبیر انگریزی		صلاح الدین	〃	نعمت اللہ	〃	محمد صفوان	〃	محمد سالم	غیر حاضر	محمد ارشد	〃
محمد سلمان	کامیاب	محمد شمیم احمد	〃	عبدالباقی	〃	تفسیر احمد	〃	محمد اسامہ	کامیاب	عبدالقدس	〃
جمشید احمد	〃	اختر جمال	مطالبہ مطبخ	محمد فاروق	〃	گلزار احمد	〃	سید شبیر حسن	مطالبہ مطبخ	فرید احمد	〃
عبدالصمد	〃	نوشاد احمد	کامیاب	محمد ناظم حسن	〃	اقبال حسین	مترقی	محمد اسامہ کاندھلوی	غیر حاضر	ابوزید	〃
امیر حسن	〃	شمیم احمد میرٹھی ضمنی تعبیر نحو		محمد انس	〃	محمد تذکیر خاں صلاح الدین	کامیاب	حبیب الدین	کامیاب	حبیب الرحمن	〃
شعیب احمد	〃	**ثانویہ خامسہ (الف)**		محمد شبلی	ناکام	عبدالہادی	〃	محمد داؤد	مترقی	مشیر احمد	〃
ثانویہ رابعہ (ج)		شکیل الدین	کامیاب	محبوب احمد اعظمی	غیر حاضر	ملک فیروز احمد	〃	جاوید احسن	کامیاب	محمد احمد خاں	〃
عطاء الرب	کامیاب	محمد مظہر حیات	〃	**ثانویہ خامسہ (ب)**		پیر محمد حسین	〃	جمیل احمد	〃	الیاس محمد ضمنی شرح شذور الذہب	
تجلی رب	〃	آفتاب عالم	〃	محمد طلحہ خاں	کامیاب	جیلانی ارشاد احمد	〃	محمد حسام الدین	〃	**عالیہ اولیٰ دارالعلوم عثمانیہ درگاہ گنج کاکوری**	
محمد اسامہ اشرف	〃	محمد ابوالحسن	〃	شاکر علی	〃	محمد محتشم عالم	〃	سرفراز احمد	〃		
زبیر احمد	مترقی	حبیب اصغر	〃	محسن عتیق خاں	〃	محمد یوسف	مترقی	کفیل احمد بلگرامی	〃	سراج الاسلام	کامیاب
محمد طارق انور	کامیاب	محفوظ الرحمن	〃	وسیم اختر	〃	مظفر احمد	مترقی	محمد امتیاز احمد	〃	عبدالحلیم	〃
محمد غفران	〃	محمد نظام الدین	مترقی	احتشام الحق	〃	ظہیر احمد ضمنی منثورات، نحو		**عالیہ اولیٰ (ب)**		اشرف علی	〃
محمد عامر	〃	محمد بلال مدنی	〃	محمد ہارون خاں	غیر حاضر	فرید احمد	غیر حاضر	محمد عیسیٰ	کامیاب	محمد نوشاد عالم	〃
محمد اشفاق	کامیاب	متین احمد	کامیاب	محمد ابوالقاسم خاں	کامیاب	منظر کمال	ناکام	طیب احمد	〃	**مدرسہ نور الاسلام کنڈہ**	
محمد مسعود عالم	مترقی	محمد ابوالحیات	〃	محمد زبیر احمد	〃	محمد علیم	مترقی	سید اظہر حسین اعمال السنہ مطلوب		محمد شبیر خاں	کامیاب
محب الحسن	کامیاب	رفیع احمد	〃	محمد افضل	غیر حاضر	**عالیہ اولیٰ (الف)**		عبداللہ خاں	کامیاب	محمد اقبال	〃
نعمان احمد خاں	〃	محمد حسان	〃	محمد شکیل	کامیاب	طٰہٰ محمود	کامیاب	محمد واجد صدیقی	〃	محمد رئیس	〃
اسعد اللہ	مترقی	محمد عبید الرحمن	〃	محمد شکیل الرحمن	〃	عبداللہ مسعود	〃	سید عبدالرؤف	〃	محمد مبین	〃
محمد اختر	کامیاب	محمد کلیم اللہ	〃	عبدالقیوم	〃	انس احمد	〃	محمد یاسر	〃	محمد اشتیاق محی الدین	〃
جاوید	〃	خالد سیف اللہ	〃	جمال احمد	〃	محمد زبیر	〃	انفال الحق	〃	محمد مصطفیٰ	〃
محمد ابراہیم ضمنی انگریزی		ابو شحمہ حفیظ	مطالبہ مطبخ	ابوبکر	〃	ارشاد احمد	〃	محمد امداد علی	〃	اسرار احمد	〃
بلال احمد خاں	کامیاب	صلاح الدین محمد غالب	کامیاب مترقی	فیروز احمد توفیق	〃	واثق خاں	〃	محمد طلحہ خاں	〃	محمد رضوان	〃
عزیز الرحمن	مطالبہ مطبخ	نجم الدین	کامیاب	محمد فیصل	〃	محمد خالد	〃	عبداللہ سلمان	〃	محمد حبیب	〃
ساجد علی	کامیاب	قطب الدین آزاد	〃	محمد اظہر ایاز اعمال السنہ مطلوب		محمد حمزہ	〃	شاہد اقبال	〃	عبدالحق	〃

محمد ذوالفقار — ضمنی فقہ
ریاض احمد انصاری — کامیاب

مدرسہ عربیہ فیض العلوم جالنہ

حافظ محمد مبین — کامیاب
محمد اسلم ضمنی — انگریزی
محمد رفیق — ناکام
شیخ منظور ضمنی فقہ، انگریزی
محمد سلیم خاں — کامیاب
شیخ عبدالعظیم — 〃
عبید احمد خاں — ناکام

جامعہ عمر فاروق کبا کشی نگر

مشتاق عالم — کامیاب
قمر عالم ضمنی انگریزی و مطالعہ
محمد بدرالدین — کامیاب
مجاہد الاسلام — 〃
اخلاق احمد — 〃
عتیق الزماں — 〃
محمد علاء الدین ضمنی — انگریزی
منظر علی — کامیاب

مدرسہ اسلامیہ عربیہ جوئی امرتھ بہار

محمد ساجد حسین — مترقی
محمد منہاج اختر — 〃
محمد نظر الاسلام ضمنی — انگریزی
شمشیر نظامی — مترقی
محمد طیب — کامیاب

مدرسہ اصلاح المسلمین کریم نگر

محمد ثناء الرب — کامیاب
احسن سجاد — ناکام
محمد حسنین عالم — 〃
نفیل احمد — 〃

دارالعلوم ضیاء الاسلام بوجگاؤں

محمد رفیق — 〃

محمد سرور عالم — کامیاب
محمد سعید الرحمٰن — 〃
محمد جہانگیر حسین — 〃
ابو طلحہ — ناکام

مدرسہ فیض القرآن حیدرگڑھ

محمد امان اللہ — کامیاب
محمد ظفیرالدین — مترقی
عبدالعبور — کامیاب
تاج محمد — 〃
محمد ساجد حسن — مترقی
محمد سرفراز عالم — غیر حاضر
محمد طلحہ ضمنی انگریزی
محمد ہارون ضمنی انگریزی و تعبیر

معہد سیدنا ابوبکر الصدیق ٹھیپت مئو

عبدالخالق — کامیاب
سید صادق اشرف — 〃
محمد کلیم — 〃
عبدالعلیم — 〃
انظار احمد — 〃
عبدالستار — 〃
محمد رضوان عالم — 〃
محمد عظمت اللہ — 〃
نعمان احمد — 〃
عبدالجبار — 〃
محمد ناصر — 〃
محمد انس — 〃
محمد زکریا — 〃
عامر الدین — 〃
محمد افضل — 〃
محمد افضل صدیقی — 〃

جنید احمد صدیقی — کامیاب
سبزار احمد کشمیری — 〃
محمد عمر — 〃
محمد شفیع — 〃
محمد نظام الدین — 〃
محمد اجمل خاں — 〃
سعد اللہ — 〃
اطہر علی — 〃
مہتاب عالم — 〃
محمد اکبر قریشی — 〃
نصرت اللہ — 〃
شہاب الدین — 〃
غیاث الدین — مترقی
محمد راشد — کامیاب
راشد رفیق — 〃
محبوب عالم — مترقی
منظر باری — کامیاب

مدرسہ خلفائے راشدین گورینیہ

محمد جاوید اختر — کامیاب
محمد اکرم الحق خلیلی — 〃
ہمایوں اقبال — 〃
محمد نظام الدین — 〃
ناظم اختر — 〃
محمد ساجد حسین — 〃
ندیم یزداں — 〃
مسرور احمد حیدری — 〃
خیر الاسلام — 〃

مدرسہ انوار الاسلام مادھوپور سیوان

قمر الزماں — کامیاب
محمد ابرار الحق — 〃
محمد کامل حسین — 〃

انظر امام — ناکام
محمد راشد العزیزی — کامیاب

معہد الفردوس رحمانی لکھنؤ

محمد شاہد — کامیاب
محمد اعجاز — 〃
محمد انوار عالم — 〃
محمد بابر علی — 〃
طارق انور — 〃
مطیع الرحمٰن — 〃
کاشف انور — 〃
محمد روح اللہ — 〃
محمد وکیل — 〃
نجم العابدین — 〃
محمد سکندر ریاض — 〃
نیفان الہدیٰ — 〃

مدرسہ عثمانیہ ضیاء العلوم شیرا پور

محمد ایوب — کامیاب
محمد حسان — 〃
محمد شمشاد — 〃
محمد معروف — 〃
محمد انیس — 〃
محمد سراج — 〃
محمد شفیق — غیر حاضر
محمد شاہد ضمنی انگریزی و تاریخ
محمد شفیق — غیر حاضر

مدرسہ اسلامیہ عربیہ بھدوہی

محمد ضیاء الحق — کامیاب
احتشام آرزو — 〃
انیس الرحمٰن — 〃
محمد دستگیر — 〃
محمد اصحاب الحق — 〃

نیفان عارف — کامیاب
عبدالرشید — 〃
احمد علی جوہر — 〃
محمد زین العابدین — 〃
محمد انعام اللہ — 〃
محمد گلزار — 〃
محمد شمیم اختر — 〃
محمد یعقوب قدرت — مترقی
محمد امیر الدین — کامیاب
فیاض عاجز — 〃
عبدالملک — 〃
محمد زاہد علی — 〃
محمد یعقوب کلیم — 〃

جامعہ فرقانیہ لسواں

محمد عابد — کامیاب
محمد معراج — 〃
سید محمد شارق — 〃

مدرسہ مظہر الاسلام لکھنؤ

نذیر احمد — کامیاب
محمد یوسف — 〃
مبارک حسین — 〃
محمد محفوظ عالم — 〃
مہتاب عالم — 〃
محمد جواد الحق
محمد بدرالدین — مترقی
محمد اختر حسین — کامیاب
محمد اظہر الدین — 〃
خلیل احمد — 〃
شفیق الرحمٰن — 〃
مسرور حسین — 〃
محمد شمیم خاں — 〃
منہاج الدین — 〃
ابوذر اعظمی — 〃

محمد عمران خاں — کامیاب
عبدالمومن — 〃
عرفان احمد — 〃
سید زبیر حسینی — 〃
سعید احمد — 〃
ابوالکلام — 〃
شہاب الدین — 〃
محمد غلام ربانی — 〃
محمد اخبار اسلم — 〃
سید محمد طاہر حسین — 〃
سہراب احمد — 〃

دارالعلوم جلیلیہ فرقانیہ بہرائچ

نعمان علی — کامیاب
محمد اکرم خاں — 〃
حفیظ الرحمٰن — 〃
عتیق الرحمٰن — 〃
محمد عزان — 〃
حسام الدین — 〃
محمد فاروق اعظم ضمنی تاریخ و مطالعہ
نیر اعظم — مترقی

مدرسہ چشمۂ فیض ململ

محمد ضیاء اللہ — کامیاب
عبدالباسط — 〃
محمد ابراہیم خلیلی — غیر حاضر
محمد اسعد اللہ — کامیاب
محمد مرتضیٰ ضمنی — انگریزی
محمد وصی اعظم — مترقی

مدرسہ اصلاح المسلمین گیاپور

عبدالحکیم خاں ضمنی — انگریزی
عزیز اللہ — 〃
نوشاد عالم — مترقی
محمد ریحان قمر — غیر حاضر
نوشاد خاں — کامیاب

نام	نتیجہ
مسیح الدین	غیر حاضر
محمد عمران خاں	کامیاب
عطاء الرحمن ضمنی تاریخ و مطالعہ	
عارف ربانی	کامیاب
زین العابدین	〃

مدرسہ اسلامیہ احسانیہ، سمرا، بہار

نام	نتیجہ
مختار احمد	کامیاب
محمد صدر عالم	〃
محمد اسرائیل	〃
مجیب الحق	〃
ظہیر عباس	〃
سہیل احمد	〃
سعود عالم	〃
محمد نوشاد خاں	〃
نیس اعظم	مترقی
جاوید اختر	کامیاب
اقبال احمد ضمنی تاریخ و مطالعہ	

مدرسہ عربیہ نور العلوم ڈھوریرہ لکھیم پور کھیری

نام	نتیجہ
محمد اعزاز علی ضمنی تاریخ و مطالعہ	
محمد آفتاب عالم	کامیاب
محمد محبوب عالم	ناکام
محمد امان اللہ صدیقی	کامیاب
محمد اسرائیل میاں	ناکام
محمد مصطفیٰ	کامیاب
محمد افضال	〃

دار العلوم اسلام نگر، رانچی

نام	نتیجہ
محمد انیس الرحمن	مترقی
محمد فروز عالم	کامیاب
محمد نور الدین	مترقی
امتیاز عالم	ناکام
اظہار عالم	〃
محمد اکرام الحق	〃
محمد ساجد	〃

مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن سریاواں بازار سنت کبیر نگر

نام	نتیجہ
محمد عاصم ضمنی تاریخ و مطالعہ	
محمد زید	کامیاب
ممتاز احمد	〃

مدرسہ امیر علی شہیدؒ حلیم نگر

نام	نتیجہ
محمد مزمل حق	مترقی
صفی الرحمن	کامیاب
عزیز الحسن	〃
تنویر عالم	〃
محمد ارشد	〃
محمد عیسیٰ قدوس	〃
ابو الکلام آزاد	〃
محمد ساجد	〃
ضیاء الحق	〃
شعیب اختر	مترقی
عالمگیر	ناکام

معہد الرشید الاسلامی جگادھری ہریانہ

نام	نتیجہ
محمد رحمت الٰہی	کامیاب
محمد علی جان	مترقی
محمد عرفان	کامیاب
محمد عابد	〃
بلال احمد	〃

المعہد الاسلامی بہیت مئو

نام	نتیجہ
محمد اطہر حقانی	کامیاب
عبد العلیم	مترقی
خورشید عالم	کامیاب
محمد سالم ظفر	〃
عبد الماجد	〃
محمد مصطفیٰ ضمنی فقہ و انگریزی	
محمد انیس	ناکام
محمد ارشد	مترقی

مدینۃ العلوم سنبھل مراد آباد

نام	نتیجہ
یاسر عرفات بیگ	غیر حاضر
محمد ذاکر حسین	کامیاب
محمد شاہد رفیق	〃
عبد المطلب حسن	〃
محمد ابصار مستقیم	〃
محمد یونس	〃
محمد عابد خاں	〃
محمد ثاقب راعین	〃
حفظ الرحمن ایوب	〃
محمد ساجد حسین	〃
نقیب الرحمٰن	〃

ریاض العلوم کھجرانہ (اندور)

نام	نتیجہ
بشیر احمد	مترقی
محمد حسن	〃
محمد قاسم	〃
عقیل احمد ضمنی حدیث، انگریزی	
عبد الحکیم	ناکام
محمد یوسف	کامیاب
علی قدر حسینی	〃
محمد عثمان	ناکام

عالیہ ثانیہ (الف)

نام	نتیجہ
محمد حلیم صدیقی	کامیاب
محمد اکرم	〃
محمد انصار	〃
محمد الیاس	〃
محمد نعیم	〃
سید محمد فیصل	مطالبہ مطبخ
سید محمد اسلم	کامیاب
احمد حذیفہ لاری	〃
صدیق احمد	〃
شفیع کریم	〃
محمد خالد	کامیاب
محمد کمال	مترقی
محمد شمیم اختر	کامیاب
جاوید عالم	〃
شمس الحق	〃
پرویز احمد صدیقی مطالبہ کتب خانہ	
مبارک علی	کامیاب
محمد انعام الرحمن	〃
محمد عرفات	〃
محمد ہارون رشید انصاری	〃
محمد پرویز خاں	〃
محمد رضا نور	〃
شفیق احمد	〃
محمد قربان	〃
نور عالم	〃
امتیاز عالم	〃
سعید الرحمن	〃
محمد شعیب	مطالبہ مطبخ
شمس الضحیٰ	کامیاب
عبد الرحمن	〃
محمد شاہد رضا	〃
محمد عرفان	〃
ولی الحق انصاری	〃
محمد اشفاق	غیر حاضر
سمیع اللہ	ضمنی ہدایہ
محمد عمران	کامیاب
محمد ابو قمر صدیقی	〃
محمد طارق انور	〃
محمد حسنین	〃
محبوب عالم	〃
عبد اللہ سعید	〃
ابو ثاقب	〃
محفوظ الرحمن	مترقی
محمد نعیم الدین	کامیاب
منظر نثار	〃
سید عفان	〃
محمد مختار عالم ضمنی ہدایہ مختارات	
محمد اعظم حسین	کامیاب
تنفیر احمد	〃
محمد نور الہدیٰ	〃
ابو اللیث	〃
محمد عظمت اللہ	〃
عبد المجیب	〃
غیور سلطان	〃
محمد اویس	〃
محمد صابر حسین	〃
محمد اسرافیل	〃
محمد آصف خاں	مترقی
مونس حسن خاں	کامیاب
محمد صہیب صدیقی	ناکام
محمد اسلام	کامیاب
وحید الدین اعظمی	〃
عبد الوحید	مترقی
صفی الرحمن اسمٰعیل	کامیاب
شکیل احمد	غیر حاضر

عالیہ ثانیہ (ب)

نام	نتیجہ
یوسف حسن خاں	کامیاب
محمد راشد	〃
محمد شاہد فاروقی	〃
محمد سرفراز	〃
فیروز احمد	〃
محمد ارشد	〃
محمد رضوان	〃
عبد الماجد نظامی	〃
احمد انصار جعفری	کامیاب
عبد الصبور	〃
محمد اشفاق احمد	〃
محمد گوہر علی	〃
انتظار احمد	محفوظ
محمد ارشد	〃
ولی احمد	کامیاب
عبد الحسیب	〃
محمد زاہد انصاری	〃
قمر الہدیٰ	〃
محمد فیض الرحمن	〃
نصیر احمد	〃
محمد سجاد	〃
عزیز احمد	〃
محمد سعید عالم	〃
محمد اجمل	〃
عنایت اللہ مکتوم	〃
محمد طاہر خاں	〃
محمد ہاشم	〃
نسیم احمد	〃
معراج الدین	〃
محمد شہید اللہ	مترقی
اخلاق احمد	کامیاب
محمد سمیع اللہ	〃
محمد ضیاء الحق	〃
ریاض الحسن	〃
محمد مقصود انور	〃
ناظر حسین	〃
مختار احمد	〃
مناظر حسین	محفوظ
محمد طیب	〃
محمد رضوان دانش	〃

سعید احمد	محفوظ	جنید احمد ایوبی	کامیاب	رفیع اللہ	کامیاب	افضل حسین غزالی	کامیاب	احمد اعجاز احمد ضمنی تفسیر و مختارات		محمد صادق	مطالعہ کتب خانہ
افضل حسین	״	محمد نفیس الرحمٰن	״	سرفراز احمد	״	محمد غلام قادر	״	محمد شاداب عالم ״	״ ״	محمد ابوسفیان شعبان	کامیاب
محمد تفضیل اشرف	״	محمد احترام الحق	״	محمد شمیم اختر	״	محمد سجاد عالم	״	لطیف احمد	مترقی	مزمل حسین	״
احمد اللہ	کامیاب	محمد انیس الرحمٰن یونس	״	محمد اسعد	״	محمد مبین	״	محمد جمشید عالم	کامیاب	محمد عالم	״
مجیب الرحمٰن	״	محمد اعظم	״	محمد علیم	״	محمد اسماعیل	״	محمد سیف الدین	״	عبدالحفیظ	״
شیخ عبدالواحد انصاری	״	خطیب الرحمٰن	״	واجد عمر	ناکام	اسعد مرتضیٰ	״	محمد سعید الحق	״	ذکی تنویر	״
اسلم جاوید	״	ظہیر احمد	״	عبدالرشید	ضمنی مختارات	محمد نعمت اللہ	مترقی	محمد حسنین	״	محمد اسلم	״
محمد غالب	״	نظیر الہدیٰ	״	محمد ذکاء اللہ	״ تفسیر	اسد الاسلام	کامیاب	فیض الدین	״	عبدالسلام حسین	״
محمد امام الحق	مترقی	محمد شبیر	״	محمد ذبیح اللہ	״ تفسیر	شہباز اختر النسائی	״	فرحان عقیل	״	محمد انظر احمد	״
محمد احمد	کامیاب	اعجاز اختر	״	کفیل الدین	کامیاب	محمد اخلاق الرحمٰن	״	شمس الہدیٰ یحییٰ	״	محمد نفیس	״
محمد شعیب	״	محمد منت اللہ	״	حفیظ اللہ	״	وسیم اکرم	״	احمد میاں صدیقی	״	شعیب اللہ	״
تشکر اللہ خاں ضمنی ہدایہ مختارات		محمد وہاج الدین مصلح	״	محمد ضیاء اللہ	״	شفیع الرحمٰن	مطالعہ کتب خانہ	عالیہ ثانیہ (ہ)		عتیق احمد	״
محمد نسیم خاں	مترقی	عبدالعزیز	״	احمد ضیاء	״	محمد اخلاص عالم	کامیاب	افتخار احمد	کامیاب	شہزاد عالم	״
محمد ریحان الدین ضمنی انگریزی و تعبیر		یعقوب عزیز الحق	״	محمد حسنین اختر	״	عبدالقیوم ضمنی مختارات		عبدالوکیل	״	امتیاز احمد انصاری	״
عبدالجلیل	کامیاب	عبدالرحیم	״	شاداب احمد	مطالعہ مطبخ	محمد شمشاد عالم	کامیاب	نورالدین خاں	״	محمد مشتاق عالم	״
حبیب الرحمٰن	״	اشفاق احمد مطالعہ کتب خانہ		صغیر احمد	״	مشرف عالم شمسی	״	اظہار احمد	״	محمد ارشد	״
تقی احمد	״	محمد عارف	کامیاب	کبیر احمد	״	عبدالرحیم	״	محمد ہارون	غیر حاضر	محمد اسحاق عالم	״
امتیاز احمد	״	عبدالخالق	مترقی	عالیہ ثانیہ (د)		محمد نثار	״	عبدالقیوم	کامیاب	عبدالحکیم عاشق	״
عالیہ ثانیہ (ج)		غفران احمد	״	غیاث الدین	کامیاب	محمد اظہر الحق	״	غفران احمد	״	امجد علی	مطالعہ کتب خانہ
قمر الدین	کامیاب	توحید احمد	کامیاب	توصیف احمد	״	عبدالشکور خاں	״	عارف رزاق	״	رفیع الدین	کامیاب
سعد رشید خاں	״	اخلاق	غیر حاضر	محمد ضمیر	״	عمر راشد ضیاء	״	محمد یوسف	״	منیف احمد	״
ابوالحیات	״	محمد جبیس اکرم	کامیاب	محمد نظیر الاسلام	״	ریاض احمد بیگ	״	محمد شاہد اختر	״	محمد ساجد	״
ندیم احمد	״	سجاد کریم	״	محمد بشیر	״	احسن رضا	״	محمد صالح	״	جہانگیر عالم	״
محمد یعقوب	״	محمد ابوذر	״	فیصل نظام	״	عبدالرؤف	״	سرور عالم	״	محمد لقمان ضمنی مختارات، انگریزی	
محمد عظمت علی	״	مشرف حسین	״	صلاح الدین	״	رضوان اللہ	״	محمد جمیل اختر	״	عبدالکریم ״ مختارات، تعبیر	
محمد عبداللہ	״	محمد جمال الدین نیپالی	״	محمد یامین	״	نسیم اختر	״	محمد شاہد	״	محمد اشفاق عالم ״ اعمال السنہ مطلوب	
سید قطب الدین	״	محمد صادر اختر	״	محمد طاہر	״	عبدالحنان	״	ضیاء الحق	״	راعت علی	کامیاب
سید محمد حسن	״	تبریز احمد	״	محمد ارشد اللہ خاں	״	محمد ضیف الرحمٰن ضمنی مختارات		عرفان احمد	״	محمد صلاح الدین ضمنی تفسیر و مختارات	
محمد ارشاد	״	محمد افضل امین انصاری	״	محمد زبیر	״	اعجاز احمد	کامیاب	محمد شفاء الامین خاں	״	فیض الحسن	کامیاب
عقیل احمد	״	ضیاء الحق	״	محمد ذاکر حسین	״	محمد احمد	مترقی	عتیق الرحمٰن	״	محمد احسان	״
محمد صغیر	״	محمد عبداللہ	״	محمد تاج علی	״	صغیر احمد ضمنی مختارات		اظہر رشید	״	محمد علی	״
اسلام الدین	مطالعہ کتب خانہ	احمد عالم	״	محمد شاہد حسین	״	محمد وسیم الدین ضمنی مختارات		عبیداللہ ہارون	״	محمد علی بن حافظ نذیر احمد	״

جامعہ سید احمد شہیدؒ کٹولی

نام	نتیجہ
اصغر محمود	کامیاب
محمد مبین آصف	"
سید زید احمد	"
محمد جمیل اختر	"
عبدالکریم	"
محمد خورشید عالم	"
انصار احمد	"
محمد ظہیر	"
محمد عادل اقبال	"
آفتاب عالم	"
مرغوب علیم	"
ملک عزیز احمد	"
قمر شعبان	"

مدرسہ دار التعلیم والصنعت جاجمئو

نام	نتیجہ
شمیم اختر	کامیاب
سید محمد عبداللہ حیدر	"
محمد عمار الاسلام	"
محمد سلیمان	ناکام
اقبال احمد	کامیاب
محمد معتصم عالم	"
مقصود الرشید	مترقی
عبدالرافع	کامیاب
ذبیح الزماں	مترقی

مدرسہ فلاح المسلمین رائے بریلی

نام	نتیجہ
عبیداللہ فاروقی	ناکام
محمد فیاض	کامیاب
حضرت علی	ناکام
محمد قمر الدین	کامیاب
پرویز عالم	"
احسان احمد	"
محمد انور	غیر حاضر

نام	نتیجہ
ابوذر غفاری	ضمنی تفسیر مختارات
عبدالحی	کامیاب
محمد جنید	"
انوار احمد	ناکام
محمد تفضل الحق	ناکام
حسنین اختر	کامیاب
ذبیح اللہ	"
محمد نثار	"
ابوبکر	"
محمد انس عثمانی	مترقی
محمد رشید صدیقی	ناکام
محمد اشتیاق عالم	کامیاب
محمد شبیر	مترقی

مدرسہ دینیہ غازی پور

نام	نتیجہ
علی احمد	کامیاب
رضوان احمد	"
مبارک اللہ	ناکام
محمد ایمان	ضمنی مختارات

مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی

نام	نتیجہ
محمد محمود	کامیاب
محمود الحسن	"
عبداللہ	مترقی
محمد نسیم اختر	کامیاب
نیر ناز احمد	مترقی
محمد سلیم خاں	"
تنویر احمد خاں	"
عبدالرحمٰن	"
سید شہاب الدین	"
محمد راشد	"
جمیل احمد	"
مظفر حسین	"
محمد ساجد	"

نام	نتیجہ
مجیب الرحمٰن	کامیاب
محمد اجمل حسین	"
محمد صالح خاں	مترقی
شعیب اختر	کامیاب
نثار احمد خاں	"
محمد احمد	"
آفتاب عالم	"
ابو حذیفہ	"
عبدالرحمٰن شاہ	"
محمد یوسف	"
جعفری الطاف	"
محمد شبیر	"
قیصر اکبر	"
محمد فاروق	"
فیض اللہ	"
محبوب الرحمٰن	مترقی
امیر خسرو	کامیاب
محمد سعید	"
محمد اظہر	"
محمد نفیس	"
عابد حسین	"
محمد ذہین	"
محمد علی	"
محمد لقمان خاں	"
عاقل اختر	"
محمد ارشد	"
محمد پاشا	"
محمد آفتاب عالم	"
مقصود عالم	"
محمد معراج الحق	"
محمد عمران	"

جامعہ امام ولی اللہ اسلامیہ پھلت

نام	نتیجہ
محمد عمران	کامیاب

نام	نتیجہ
محمد محسن	کامیاب
ذکی الرحمٰن غازی	"
محمد لقمان الرحمٰن	"
سید محمد سلیمان	"
سعید احمد	"
عبدالسمیع	"
غلام حسین	"
محمد ریاض الحق	"
مشتاق احمد	"
محمد سلیمان	"

مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ

نام	نتیجہ
محمد عارف	کامیاب
محمد عطاء اللہ	"
محمد شاکر	"
کعب اللہ	غیر حاضر
رحمت علی	"
محمد آصف	ناکام
اقبال احمد	کامیاب
محمد شائق حسین	ضمنی مختارات
عبداللہ	کامیاب
عارف حسین	ضمنی مختارات
فخر عالم	کامیاب
محمد فخر ربانی	"
انصار احمد	"
محمد خورشید عالم	"
عبدالمنان	ناکام
عبدالرحمٰن	کامیاب
مجاہد حسین	اعمال السنۃ مطلوب
محمد ہاشم معظم	کامیاب
محمد زبیر عالم	"
محمد سیف الدین	ناکام

نام	نتیجہ
تبریز احمد	ضمنی مختارات
محمد سلمان	کامیاب
محمد افروز عالم	"
محمد علی حسن	ناکام
محمد صابر علی	کامیاب
سرفراز عالم	"
منظور عالم	ناکام
محمد عنایت اللہ	ضمنی مختارات و تعبیر
محمد تبریز عالم	کامیاب
محمد شاہد کمال	"
ضیاء الدین	"
محمد معین الحق	"
محمد شاہد ربانی	"
احمد اللہ	"
محمد عمار انصاری	"
شبیر احمد	"
فخر الدین	ناکام
محمد ضعیب عالم	ناکام
محمد فصاحت حسین	کامیاب
محمد توحید عالم	"
سہیل احمد	"
محمد نوشاد اختر	"
محمد مسرور عالم	"
محمد طاہر	ناکام
مختار احمد	کامیاب
محمد بشارت	ناکام
محمد شمس الضحیٰ	کامیاب
حفظ الرحمٰن	"
محمد قمر الدین	"
محمد ریاض الدین	ناکام
عبدالقیوم	مترقی
محمد مقصود عالم	کامیاب

نام	نتیجہ
محمد خیر الاسلام	ناکام
نسیم اختر	کامیاب
محمد اظہار بیگ	مترقی
محمود الحسن	ضمنی مختارات
محمد شاکر جلال	کامیاب
محمد سعید	موقوف

دار العلوم العربیہ الاسلامیہ جودھپور

نام	نتیجہ
محمد خورشید عالم	کامیاب
محمد آصف الرحمٰن	مترقی
عبیداللہ جے پوری	کامیاب
محمد منظر حسین	"
محمد شمشاد عالم	"
حافظ عبدالمتین	ناکام
عبدالمجید	"
محمد عتیق	"
محمد عرفان	"
محمد ظفر	"
عبدالستار	"
عبدالقدیر	"
محمد سلیمان	غیر حاضر
جمیل احمد خاں	ناکام
عبدالمتین	"
سید فاروق علی	"

عالیہ ثالثہ (الف)

نام	نتیجہ
شکیل احمد	کامیاب
سفیر احمد	"
مزمل حسین	"
مقصود عالم	"
احمد حسین	ناکام
اظہار احمد فاروقی	کامیاب
محبوب الرحمٰن	"

عبیدالرحمن	مطالبہ کتب خانہ
محمد شاکر	کامیاب
محمد ارشد	〃
ابوالسلام عبدالواحد	〃
سیف الدین	〃
محمد معروف	〃
محمد عبیداللہ	〃
شرف الدین	〃
محمد طارق کانپوری	〃
عرفان احمد	〃
عبدالصمد	〃
نعمان احمد	〃
محمد ثناء اللہ نیپالی	〃
برکات احمد	〃
آفتاب عالم	ضمنی حفظ
عبداللہ جاوید	کامیاب
منور علی	مترقی
محمد شفیع ڈار	کامیاب
جنید احمد	〃
عماد الدین	〃
محمد آصف الحسنین	〃
محمد رشد اختر	〃
محمد ذکر اللہ خاں	〃
محمد ارشاد	〃
اکبر علی ثناء اللہ	〃
نعیم صدیقی	مطالبہ کتب خانہ
عابد کریم	کامیاب
محمد عمر	〃
محمد شاہ نظر	〃
محمد اسلم خاں	〃
شکیل احمد	〃
محمد اظہر صابر	〃

محمد یحییٰ	کامیاب
مظہر الحق	ضمنی انگریزی
جاوید اختر	کامیاب
حفیظ اللہ	〃
محمد ابرار الحق ناخدا	〃
محمد ایوب شافعی	مترقی
عبدالمتین بھٹکلی	کامیاب
عبدالسمیع	〃
عبداللہ نافع	مترقی
نورالاسلام	کامیاب
اشتیاق احمد	اعمال السنہ مطلوب
محمد شاہنواز	کامیاب
عبیدالزماں	〃
عبدالرحیم	〃
محمد رفیق الاسلام	ضمنی حماسہ
عبدالرحمن	مترقی
محمد ریان	مطالبہ دفتر
محمد آصف	کامیاب
شریف الاسلام	اعمال السنہ مطلوب
سید عطاء اللہ	کامیاب
محمد اعظم	مطالبہ کتب خانہ
محمد شارق	مطالبہ کتب خانہ
محمد طاہر بن محمد عمر	کامیاب
شکیل احمد	〃
صداقت حسین	〃
محمد شکیل خاں	〃
محمد مقصود	〃
سید کرامت علی	〃
محمد صادق الوب	〃
محمد حسن	〃
مغفور احمد	مترقی

عالیہ ثالثہ (ع)

منظور احمد لداخی	کامیاب
عزالدین	ضمنی انگریزی
محمد سجاد احمد خاں	کامیاب
محمد عادل	〃
مرتالا یوسف	〃
عبدالرحمن	〃
عبدالحکیم کے کے	〃
محمد شبیر	〃
مخلص دمزی	مترقی
عبدالرزاق	کامیاب
محمد شافعی	〃
عبیدالرحمن	مطالبہ کتب خانہ
ایم کے محمد اقبال	کامیاب
بدرالزماں	〃
شوکت علی	مترقی
کے ایچ محمد مجیب	کامیاب
ابراہیم پی کے	ناکام
محمد اسمٰعیل	مترقی
کے عمر	کامیاب
عبدالناصر	〃
تنویر احمد	〃
عبدالناصر	〃
وی پی محمد حاشر	〃
وی اے اسحٰق	〃
سید سراج الدین	〃
محمد یونس علی	〃
سالم	مترقی
نوشاد	کامیاب
بشیر احمد میر	〃
سیری راملی	〃
اشعری	〃
سومبات ییکفال	〃

عبدالرشید	اعمال السنہ مطلوب
ابراہیم سلام	کامیاب
محمد فتیح الرجال	غیر حاضر
ابوبکر بن صالح	موقوف
محمد ولی اللہ (متب)	کامیاب
شہریار اعق	〃
محمد اسمٰعیل	〃
الیس محمد	ضمنی انگریزی

عالیہ ثالثہ (ب)

سید محمد عطاء الرحمن	کامیاب
نفیس احمد	〃
آفتاب عالم	〃
عبدالکریم	〃
امتیاز احمد	〃
محمد احمد	〃
حفظ الرحمن	〃
نفاست احمد	ضمنی حفظ
ظہیر احمد فاروقی	کامیاب
سید محمد عرفان	〃
عبدالوحید خاں	غیر حاضر
محمد مسعود عالم محبوب	اعمال السنہ مطلوب
محمد اسعد رضا	〃
رفیع الدین شوکت	کامیاب
نظام الدین	〃
عبداللہ عبدالملک	〃
محمد شکیل	〃
محمد اشرف خاں	〃
محمد نسیم اختر	〃
سید راشد علی	〃
وصی الرحمن	〃
محمد ارقم	〃
محمد راحل حسین	〃

ظہیر احمد	کامیاب
محمد پرویز عالم	مطالبہ
مسیح الزماں خلیق	کامیاب
غلام مصطفیٰ میر	〃
محمد سہیل	〃
ابوصالح	〃
محمد اسحٰق	موقوف
مجاہد حسین	کامیاب
محمد مدثر عبدالصمد	〃
محمد پرویز عالم	〃
عبدالعظیم	〃
ذوالفقار جمشید	〃
عبدالمغنی	〃
محمد ابرار	〃
تحسین احمد	〃
ایاز احمد	اعمال السنہ مطلوب
شمس احمد	موقوف
محمد عمران خاں	اعمال السنہ مطلوب
محمد اخلد	کامیاب
محمد امداد اللہ	〃
عفران احمد	〃
محمد ابرار عالم	〃
محمد علاء الدین	〃
محمد اظہر عالم	〃
محمد ضیاء اللہ	〃
محمد جاوید عالم	〃
احمد حافظ غلام رسول	〃
شمس تبریز	〃
محمد سرور عالم	ضمنی حفظ
ندیم سرور	کامیاب
محمد افروز عالم	〃
قمر اللہ	〃

محمد امتیاز عالم	ضمنی حفظ
محمد کلیم خاں	کامیاب
محمد افضل سعید	〃
ارشاد احمد	〃
تنویر احمد خاں	غیر حاضر
محمد اظہار عالم	کامیاب
سہیل احمد	مترقی
رمضان علی	کامیاب
عبدالوحید	ضمنی حماسہ انگریزی
محمد ارشد	〃 عبارت خوانی
محمد نظام الدین خاں	〃 حفظ و عبارت خوانی
محمد ارشد خاں	کامیاب
انوار الاسلام	غیر حاضر
سعید انور	کامیاب
سلمان اختر	ضمنی حفظ
محمد میاں صدیقی	کامیاب
ساجد غفران	ضمنی حفظ
محمد ذاکر عالم	کامیاب

عالیہ ثالثہ ادب

محمد مزمل الرحمن	مطالبہ
محمد ضیاء الحق	کامیاب
ضیاء الرحمن	〃
محمد بلال	〃
محمد مبشر علی	ضمنی شرح ابن عقیل
رشید الرشید احمد	کامیاب
شمس الحق	〃
محمد سعید	〃
سی ابوبکر صدیق	〃
اشفاق حسین	〃
ظل الرحمن	غیر حاضر
محمد اکرام	مطالبہ مطبخ
عبیداللہ	〃 〃

نام	نتیجہ
عبدالمبین قاسمی	غیرحاضر
نثار احمد	ضمنی شرح ابن عقیل وحماسہ
عبدالہادی	کامیاب
جمیل احمد	مطالبہ کتب خانہ
محمد احمد	〃
عبدالقادر	مطالبہ مطبخ
مطلوب الرحمن	کامیاب
محمود الحسن	〃
عبدالمنان	〃
شاہد جمال	غیرحاضر
فیروز احمد	کامیاب
محمد خورشید عالم	〃
معین الدین خاں	〃
عتیق الرحمن خاں	موقوف
مشفق الاسلام	مترقی
محمد ثانی	ضمنی شرح ابن عقیل
محمد راحت حسین	〃
محمد المجید	مترقی
مشتاق احمد	ضمنی شرح ابن عقیل
منظر کمال	غیرحاضر
امیر فیصل	〃
احمد اللہ	اعمال السنہ مطلوب
نسیم عالم	ضمنی شرح ابن عقیل
محمد رفیق الحسن	〃 شرح ابن عقیل وحماسہ
محمد عارف	کامیاب
جاوید احمد	ضمنی شرح ابن عقیل وتعبیر
نفضال احمد	ناکام
عبدالحسیب	غیرحاضر
نورالزماں	کامیاب
محمد توقیر عالم	ضمنی شرح ابن عقیل وتعبیر
محمد نسیم اختر بستوی	کامیاب
محمد ابراہیم	ضمنی شرح ابن عقیل وتعبیر

نام	نتیجہ
محمد یعقوب	ضمنی شرح ابن عقیل وحماسہ
علی مرتضیٰ	غیرحاضر

عالیہ ثالثہ (ج)

نام	نتیجہ
کاشف شمسی	کامیاب
محمد معراج خاں	〃
محمد ریحان	〃
محمد انظار الاسلام	〃
محمد برہان	〃
سید صداقت علی	〃
محمد نظام الدین	〃
خرم علی شہزاد	〃
محمد اسعد حسین	〃
صہیب احمد صوتی	〃
محمد عمر	مطالبہ کتب خانہ
حمید الدین	کامیاب
محمد انیس الرحمن	مترقی
فیضان احمد مبین	کامیاب
سید محمد طارق	〃
عظمت اللہ	〃
عبدالشکور	مطالبہ کتب خانہ
محمد پرویز عالم	〃
عبدالسلام	کامیاب
محمد زبیر عالم	〃
محمد شفیق	〃
شعیب حسین	〃
سعید الرحمن	غیرحاضر
سرفراز احمد	کامیاب
نثار احمد عبدالکریم	ضمنی تاریخ
محمد مشتاق احمد	کامیاب
محمد وسیم	〃
محمد شجاعت	〃
حسنین احمد	〃

نام	نتیجہ
ابوبکر عبدالمتین	کامیاب
وصی اللہ خاں	〃
محمد صادق اختر	〃
محمد داؤد اختر علی	〃
محمد صالح ظفر	〃
شوکت احمد شاہ	〃
نیر اعظم	〃
نور محمد	〃
محمد سرور عالم	〃
شفیق الرحمن	〃
فاروق احمد رشی کشمیری	〃
محمد رشید عالم	ضمنی حفظ
محمد نظام الدین	کامیاب
محمد سیف اللہ	〃
عبدالرب	〃
سراج احمد	غیرحاضر
محمد سلیم	کامیاب
صغیر احمد غلام احمد	〃
محمد عبداللہ الیاس	〃
مشتاق احمد	〃
عبدالحکیم	〃
محمد نفیس ستیاپوری	〃
محمد نجم الدین	〃
محمد کامران عزیز	〃
تنویر احمد	مترقی
شیخ وزیر عالم	کامیاب
ناظم مرتضیٰ	〃
محمد سمیع الدین	〃
محمد ناصر الدین	〃
محبوب عالم	〃
محمد خالد	〃
محمد شبیل الاسلام	〃

نام	نتیجہ
محمد عمر قریشی	کامیاب
محمد رضا نور	ناکام
حیات الرحمن	کامیاب
یوسف بیگ	〃
ریاض الدین	〃

عالیہ ثالثہ (د)

نام	نتیجہ
محمد راغب علی	کامیاب
فہیم رشدی	〃
محمد رضوان	〃
محمد شفیق الرحمن	〃
محمد نسیم اختر	〃
محمد ابوشحمہ	اعمال السنہ مطلوب
محمد عارف عبداللہ	کامیاب
محمد فیضان احمد	〃
محمد سلیم	〃
طفیل احمد	اعمال السنہ مطلوب
محمد وصی اختر	کامیاب
محمد نور الہدیٰ	〃
محمد ثاقب	ضمنی تفسیر
ابوالحسن	کامیاب
محمد جہانگیر عالم	〃
رضوان الدین	〃
محمد یوسف عزیز	〃
محمد لقمان	〃
محمد اختر	〃
محمد مبشر عالم	مترقی
محمد حامد حسین	کامیاب
محمد مسعود عالم	〃
محمد آصف اقبال	〃
محمد عمران	〃
امام الدین	〃
عبدالعلیم	〃

نام	نتیجہ
محمد وقار	ضمنی حفظ
محمد مظہر	کامیاب
بشیر احمد	〃
محمد عارف اشتیاق	ضمنی حفظ
عبدالرحمن عبدالحکیم	کامیاب
محمد عارف نثار	〃
ابوالکلام	〃
محمد کلام	〃
محمد ذوالفقار	〃
محفوظ عارف	〃
محمد فاروق	〃
عبدالعزیز لداخی	مطالبہ کتب خانہ
جمال احمد رسول احمد	کامیاب
جمال احمد توفیق	〃
محمد ہاشم	〃
نوشاد دعانہ	غیرحاضر
اطہر حسین	کامیاب
محمد اظہار الحق	〃
جاوید اقبال	〃
سید نوید اشرف	〃
معروف خاں	〃
محمد شمیم اختر	〃
محمد شبیر الحق	مترقی
محمد عمران جمال الدین	کامیاب
یار محمد	〃
سمیع الرحمن	ضمنی حفظ
محمد رمضان گنائی	کامیاب
محمد ابراہیم محمد آصف	〃
محمد مہدی حسن	〃
احتشام الحق	〃
محمد عامر	ضمنی حفظ
گلزار احمد	کامیاب

نام	نتیجہ
ظہیر عباس	کامیاب
جمال احمد	〃
محمد یسین اختر	〃
شیخ مشتاق احمد	〃
شیخ حذیفہ	〃
محمد سالم	〃
محمد ساجد خاں	مطالبہ کتب خانہ
آفتاب عالم انوار الحق	کامیاب
محمد شفیع	مترقی
محمد مسعود عارف	کامیاب
محمد شاہد	〃
محمد علی	〃
محمد اسرائیل	ضمنی حفظ

عالیہ ثالثہ (ہ)

نام	نتیجہ
محمد نور الدین	ضمنی انگریزی
عارف علی	کامیاب
محمد راشد	〃
محمد مقصود عالم	〃
علیم اللہ	〃
محمد سعید اللہ	〃
طارق فاروقی	〃
محمد قمر الہدیٰ	〃
پرویز حیات	〃
محمد نفیس عبدالرب	〃
محمد کلیم الدین	〃
عبدالرشید شاہ	〃
محمد [illegible]	〃
محمد صلاح الدین	〃
محمد سہراب عالم	〃
مقصود خاں	〃
انظار الاسلام	〃
جنید	〃

عادل اقبال	کامیاب	ریاض احمد حسین مطالعہ کتب خانہ		محمد ابرار	کامیاب	منیر احمد	کامیاب	محمد معراج الحق	کامیاب	محمد ضیاء اللہ	کامیاب
ظفیر الحسن	〃	محمد اسلم ضمنی حماسہ و حفظ		محمد عمر ضمنی الادب العربی		طفیل احمد اعمال السنۃ مطلوب		محمد رحمت حسین	〃	عمیر انس	〃
محمد اسعد عالم	مترقی	ابو البیان 〃 انگریزی و تعبیر		صفی اللہ	کامیاب	محمد آصف الدین	کامیاب	محمد افروز عالم	〃	خورشید انور	〃
نجم حسن منظر	کامیاب	محمد مامون اختر ضمنی انگریزی و حفظ		اجمل حسین	〃	مجیب الرحمٰن	〃	شہاب احمد	〃	محمد اقبال حسین	〃
محمد ندیم اختر	〃	محمد عرفان	کامیاب	سید منور حسین	〃	ریاض احمد	〃	محمد زاہد	〃	نسیم احمد	〃
محمد اسلام	〃	عبد اللہ یوسف	مترقی	محمد فرقان	〃	محمد عامر	ضمنی تعبیر	آصف انظار	〃	محمد شکیل اختر	〃
عبد الشافی	〃	شیخ اعجاز احمد	ضمنی حفظ	ابو ریحان	ضمنی مطالعہ	محمد خالد	کامیاب	محفوظ الرحمٰن	〃	محمد امیر الحق	〃
محمد معین الدین	〃	شبیر حسن	کامیاب	محمد فیضان ظفر	غیر حاضر	طفیل احمد	〃	ریاست علی	〃	رونق ضمیر	〃
عبد الوحید	〃	نیاض احمد	ضمنی حفظ	مہتاب عالم	کامیاب	محمد سمیر بیگ	〃	محمد خالد	〃	نظر الحسن میاں	کامیاب
محمد شمیم	〃	محمد شفیع اللہ	کامیاب	محمد بدیع الزماں	〃	طارق ظفر رحمانی	〃	محمد نسیم	〃	عالیہ رابعہ شرعیۃ (ب)	
محمد قمر عالم	〃	محمد مسعود عالم	〃	محمد نفیس خان مطالعہ کتب خانہ		محمد خورشید عالم	〃	محمد صادق	〃	نقیۃ الدین	کامیاب
محمد اکبر میر	〃	فرہاد احمد ڈار	〃	حبیب الرحمٰن	کامیاب	جمال الدین سجاد	〃	مصور عالم	〃	محمد اسلام الدین	〃
محمد شمیم عالم	〃	محمد اشرف ڈار	مطالعہ سطیح	نوشاد عالم	〃	محمد جمیل اختر	〃	سیف الدین	〃	عبد الخالق کامل	〃
محمد وسیم	〃	محمد طارق	کامیاب	محمد نثار عالم	〃	حفیظ الرحمٰن	〃	محمد یامین حسین	اعمال السنۃ مطلوب	عرفان اللہ	〃
محمد ادریس	〃	عبد الہادی	مترقی	محمد عطاء الرحمٰن	〃	احمد صہیب صدیقی	〃	شفیع احمد	کامیاب	عبد القادر	〃
محمد حسام	مطالعہ کتب خانہ	ظفر احمد	کامیاب	محمد شعیب	〃	صدر عالم	〃	تنویر عالم	〃	سہیل احمد	〃
محمد دلشاد	کامیاب	محمد قیام الدین	ضمنی حفظ	عبید الرحمٰن	〃	محمد فرحان سلطان	〃	جاوید احمد خاں	〃	عبد الحکیم	〃
محمد مظاہر الاسلام	〃	محمد ایوب	مترقی	سراج احمد	ضمنی تعبیر	ملک محمد عنایت علی	〃	محمد معروف شاذلی	〃	شعیب احسن اعظمی	〃
محمد انظار عالم	〃	عالیہ ثالثہ سنسری نیپال		سیف الدین خاں	کامیاب	محمد امین	〃	محمد محمود الحق	غیر حاضر	محمد ذاکر حسین	〃
محمد اویس خاں	ناکام	محمد ریاض الدین نسیم احمد	کامیاب	عبد الستار خاں	〃	بلال مدثر	〃	محمد نور الہدیٰ	کامیاب	محمد سلمان	〃
محمد ابرار الحق	کامیاب	نسیم انصاری	〃	نذیر احمد	〃	عزیز انور	〃	اشتیاق احمد	〃	محمد رفیق	ضمنی تعبیر
عزیز اختر	〃	مجاہد الاسلام	〃	محمد شاہد انور	〃	محمد شاہجہاں منڈل	〃	محمد رضوان الکریم	〃	محمد عیسیٰ خاں	کامیاب
سرور علی	〃	عبد الغنی	〃	عبد اللہ یمنی	ضمنی تعبیر	خلیل الرحمٰن	〃	محمد سرفراز عالم	〃	محمد شہاب الدین	〃
محمد ظفر کلیم	〃	سجاد انصاری	〃	محمد ظفر کیفی	کامیاب	محمد فیروز	〃	عبد المنان	〃	یوسف جاوید	〃
علی حسین	〃	کعبۃ اللہ	〃	محمد شکیل	〃	محمد حافظ غلام رسول	〃	محمد حسین فیروز	〃	محمد شمیم اختر	〃
عبد الرشید	〃	عبد اللہ آ ق	〃	دلاور حسین	〃	احمد اللہ	〃	نعمان ظفر	〃	آفاق احمد	〃
احمد رحانی	〃	عبد الرحمٰن	〃	اعجاز احمد	〃	محمد طاہر خاں	〃	معراج احمد	〃	عبد الرحمٰن ابراہیم	〃
محمد ہمایوں رشید	〃	احسن الاعظم	〃	محمد مشتاق شیخ	〃	فیروز عالم	〃	عنایت اللہ دوانی	〃	محمد علی خاں	〃
محمد ارشاد عالم	〃	ابوبکر	〃	محمد عظیم الدین	〃	کمال الدین	〃	یوسف بن خضر	〃	شمس العارفین	〃
ارشد حسین	〃	عبد الصبور	〃	محمد فائق حسین	〃	عبد الخالق عبد اللطیف	〃	محمد علی شفیق	〃	محمد رضوان	〃
نور الہدیٰ	〃	عالیہ رابعہ شرعیۃ (الف)		محمد صابر حسین	〃	محمد انعام الحق	〃	نظر الحسن	〃	عبد الجواد سکری	〃
ذوالفقار علی	〃	محمد اسعد	کامیاب	محمد شعیب عبد القیوم	〃	محمد فیضان	〃	قمر الدین	اعمال السنۃ مطلوب	محمد احسان اللہ	〃

محمد سلمان سفیان	کامیاب	محمد امیر الحسن	کامیاب	منیر الاسلام	کامیاب	محمد ہارون انصاری	کامیاب	محمد انوار الدین	کامیاب	محمد طاہر اعظمی	کامیاب
محمد ارشاد	״	محمد مظہر الحق	ضمنی تعبیر	محمد فضیل	״	رابع عثمانی	ضمنی بخاری	محمد منت اللہ صدیقی	״	محمد تنویر عالم	״
محمد مختار خاں	״	محمد ذکر اللہ	کامیاب	صبغت اللہ خاں	״	سید کوثر	کامیاب	محمد سلیم عبد الغفور	״	محمد امجد محمد حسن	״
شمس الدین عبد المجید	״	محمد داؤد	״	حیدر علی	״	رفیع الدین	موقوف	محمد تنویر خاں	״	شرکت علی	״
محمد عباد الحق	ضمنی مناقشہ	اسرار احمد	״	محمد محفوظ	״	محمد ندیم اختر	کامیاب	محمد شکیل الرحمن	״	مجیب الرحمن	״
مختار احمد	کامیاب	محمد صادق اختر انصاری	״	سید محمد طاہر	״	ہارون رشید	״	محمد طیب	״	شمیم احمد	״
عبد السلام	ضمنی تعبیر	منور علی	״	عبد الصمد	״	عالیہ رابعہ شریعۃ (ج)		زبیر احمد	״	محمد ارشد	״
محمد وسیم اکرم	کامیاب	محمد شاہنواز عالم	״	منصور عالم	موقوف	سرور عالم	کامیاب	محمد جبرئیل	״	محمد مرتضیٰ علی	״
محمد سلیم الدین	״	محمد فضل الحق	״	محمد زبیر خاں	مطالعہ کتب خانہ	محمد امین	״	نثار احمد	״	محمد توفیق عالم	״
محمد شہاب الدین	״	شفقت عالم	״	ندیم احمد	کامیاب	محمد وصی اختر	״	رحمت اللہ	״	شیخ رکن الدین	״
سجاد ذکی	״	عبد الرشید	״	محمد ابراہیم	״	رحمت اللہ عارفی	مطالعہ کتب خانہ	علیم اللہ	״	رقیم احمد	״
چودھری صغیر احمد	״	زبیر احمد	״	محمد علاء الدین محمد یامین	موقوف	محمد اکرام الدین	کامیاب	محمد زبیر	״	محمد طارق انور	״
عبد السلام	״	محمد اظہار خاں	״	محمد ہاشم	ضمنی تعبیر	محمد منظر حسین	״	محمد یوسف خاں	״	عبد اللطیف	״
عبد اللہ جنید	مطالعہ کتب خانہ	نیروز احمد	״	محمد رفیق عالم	کامیاب	طارق انور	״	محمد اخلاق	״	تنویر احمد	״
محمد اشرف بٹ	کامیاب	نثار احمد عثمان	״	حبیب الرحمن چودھری	״	عبید اللہ	״	محمد فرمان	״	محمد مسعود عالم	״
اکمل حسین	״	محمد ابوذر	״	رضوان احمد	״	جمیل احمد	״	شیخ احتشام الدین	״	محمد جنید عالم	״
فخر الدین صدیقی	״	محمد عالم رحیم	״	نعیم الدین	״	محمد احمد	״	محمد سلمان قریشی	״	محمد سراج	״
وجیہ الحسن	״	محمد شاہجہاں	״	امام الدین	ضمنی ترمذی و بخاری	سید واثق	״	محمد امان اللہ	״	وقار احمد	״
جمشید علی	״	محمد سراج عالم	״	محمد ذکاء اللہ صدیقی	کامیاب	محمد برکت اللہ	״	حبیب الرحمن	״	نیاز احمد	״
محمد اکرم	״	غفران اسجد	״	محمد زبیر	״	محمد حسین اختر	״	محمد خلیل الرحمن	״	منت اللہ	״
محبوب عالم	״	محمد قمر الزماں	״	قاضی ابراہیم	״	محمد مختار احمد	״	انور حبیب	״	محمد حسنین	״
ابرار احمد	״	صفی الرحمن سیولی	״	محمد وسیم	موقوف	سرفراز احمد	״	جمال الدین	״	ندیم احمد	غیر حاضر
عزیز وارث	״	اختر الزماں اسجد	״	محمد علی نور اللہ	کامیاب	نذیر احمد لون	״	محمد شکیل نثار	״	محمد سیف اللہ	״
فخر الاسلام	״	محمد طیب	״	مقصود احمد	״	عبد الرحمن خلیل	״	محمد نعیم	״	محمد طالب	کامیاب
نسیم اختر	״	محمد احتشام الحق	״	محمد عابد حسین	״	رضوان اللہ	״	عدنان احمد	״	محمد مرغوب الرحمن	״
محمد آفتاب عالم	״	محمد عمران سیوانی	״	محمد جہانگیر	״	محمد منیر عالم	״	آفتاب عالم	״	محمد نظام الدین	״
عبد الخالق	״	عبید الرحمن	״	محمد شاہنواز عالم	״	محمد جمشید عالم	״	حامد صدیقی	״	محمد ظہیر الدین	״
محمد شاہد	״	آصف اقبال	״	سید صباح الدین	״	محمد مظفر الحق	״	شہروز عالم خاں	״	جرجیس عالم	״
محمد اسلم	״	محمد ایاز عالم	״	اکرام الحق	״	محمد شاکر	״	شعیب احمد انصاری	״	محمد مقیم الدین	״
ذوالقرنین	״	عبد الحبیب	״	محمد عرفان منصور	״	ابدال احمد	״	محمد امجد	״	نیاز احمد	״
محمد سلیم الدین	״	محمد طارق ایوبی	״	عبد العزیز	ضمنی تعبیر انگریزی	نجیب اللہ	״	محمد علی سلیمان	״	ساجد حسن بیگ	״
شمیم احمد پھول	״	محمد سجاد حسین	ضمنی الادب العربی	محمد عمران	״ تعبیر	غلام مجتبیٰ	״	طفیل احمد	״	طلحہ فرحان	״

شمیم احمد ضمنی انگریزی

نام	نتیجہ
شیخ شاہجہان	کامیاب
محبوب الرحمن	؍؍
عبدالصمد	؍؍
محمد رضوان عالم	؍؍
محمد نجم الدین انصاری	؍؍
راشد جمال	؍؍
ارشاد خاں	؍؍
غلام ربانی	؍؍
محمد عتیق الرحمن	؍؍
محمد اشرف علی	؍؍
محمد ثناء اللہ	؍؍
محبوب رحمانی	؍؍
سید محمد احسن	ضمنی بخاری
منت اللہ نظام	کامیاب
محمد شمس الزماں	؍؍
مجیب اللہ	؍؍
ولی الرحمن	؍؍
محمد اسلم سراج	؍؍
محمد ارشاد احمد	؍؍
محمد منتظر محمود	؍؍
احمد الدین	؍؍
محمد راقب ریاض	؍؍
محمد مصباح الدین	؍؍
سراج الاسلام	؍؍
عبدالواحد	ضمنی ترمذی
ارشد حسین مسعودی	کامیاب
محمد اصغر کشمیری	؍؍

محمد عابد ضمیر ضمنی ابوداؤد، مسلم، مؤطا

عالیہ رابعہ (ع)

نام	نتیجہ
محمد تاج الدین	کامیاب
ذوالفقار	؍؍

اسنادی ضمنی بخاری، عقائد

نام	نتیجہ
سلیادی	کامیاب

محمد مبارک ضمنی بخاری، عقائد

نام	نتیجہ
شیخ محمد کے	کامیاب
سعد اللہ اعمال السنۃ مطلوب	
محمد قاسم	؍؍ ؍؍
پی بی بی سید علی	کامیاب
داؤد بن محمد	؍؍
محمد سلیم	؍؍
عبدالناصر	ناکام
عبدالرحمن بن محمد زین	؍؍

جامعہ اسلامیہ مظفر پور تلندرپور اعظم گڈھ

نام	نتیجہ
ابوسفیان اعظمی	کامیاب
محمد خالد فراہی ضمنی تعبیر	
ابوشاہد نعمان	کامیاب
سراج الدین ضمنی تعبیر	
شہنواز احمد	کامیاب
حبیب اللہ ضمنی تعبیر	
محمد حامد اعظمی	کامیاب

عالیہ رابعہ شریعہ کاشف العلوم اورنگ آباد

نام	نتیجہ
محمد مصطفیٰ	کامیاب
شیخ ذاکر	؍؍
خلیل احمد	؍؍
شکیل احمد	؍؍
عبدالعلیم	؍؍
محمد سراج	؍؍
اختر الزماں	؍؍
شیخ اکبر	؍؍
محمد الیاس	؍؍
عبدالواحد	؍؍
محمد اعجاز	؍؍
محمد عمر	؍؍
شیخ طاہر	؍؍

دارالعلوم تاج المساجد بھوپال

نام	نتیجہ
محمد نفیس خاں ضمنی جامع الترمذی	
سید ناصر علی	ناکام
محمد منیر خاں	کامیاب
سید وسیم الحق	؍؍
محمد اسرائیل خاں	ناکام
محمد انصار ضمنی ترمذی، مسلم، ابوداؤد	
سفیان حسان	کامیاب
انصار خاں ضمنی جامع ترمذی	
عبدالخالق	کامیاب

جامعہ اسلامیہ بھٹکل

نام	نتیجہ
عبدالعلیم	کامیاب
عمر فاروق	؍؍
محمد حبیب	؍؍
جمیل احمد	؍؍
محمد مسعود	؍؍
مشتاق احمد	؍؍
نیاض احمد	؍؍
محمد شعور ضمنی تعبیر	
مزمل احمد ضمنی ترمذی، بیضاوی	
اسماعیل انجم	کامیاب
محمد ابراہیم	؍؍
عبدالقدوس	؍؍
محمد عادل	؍؍
محمد عوف	؍؍
محمد حسین ضمنی تعبیر	
مدثر	کامیاب
نبیل احمد ضمنی بیضاوی	
مشتاق احمد ضمنی بیضاوی	
محمد ضیاء الحق ضمنی ترمذی	
محمد سعید	کامیاب

عالیہ رابعہ ادب

نام	نتیجہ
عتیق احمد	کامیاب
محمد رضوان	؍؍
شرف الدین	؍؍
محمد حامد ضمنی تاریخ ونحو	
تاج الدین انصاری	مطالبہ
محمد اسمٰعیل حسین	کامیاب
عزیز اللہ	؍؍
محمد سلیم	محفوظ
محمد ابوالوفار	کامیاب
غازی محمد حسن الکریم	؍؍
محمد حسن	؍؍
محمد عزیز اللہ	ضمنی تاریخ
محمد زبیر	؍؍ انگریزی
محمد جلال الدین	ناکام
بدرالدجیٰ	مطالبہ
محمد زاہد حسین	کامیاب

خصوصی اول

نام	نتیجہ
مومن جلیس احمد	کامیاب
محمد مذکر	؍؍
نیاض احمد	؍؍
محمد ساجد خاں	؍؍
احتشام الحسن	؍؍
شاہد حسن	؍؍
محمد انصار بی اے	؍؍
خان محمد مدثر	مطالبہ
دلشاد علی	کامیاب
محمد آصف	مطالبہ
طارق احمد	ضمنی تعص
بلبلین	کامیاب
عبدالکلام	ناکام
وی دات خانشاہت	کامیاب

نام	نتیجہ
محمد عظمت خاں	کامیاب
محمد تعریف قاسم	؍؍
محمد سلم خلیل ضمنی قراۃ الراشدہ	
محمد فضل کریم	کامیاب
محمد اسلم لداخی	؍؍
ابن علی معصوم	؍؍
عثمان عرفان	؍؍
عبدالراشد	ناکام
سنتنی محمد	کامیاب

خصوصی ثانی

نام	نتیجہ
محمد امتیاز الحق	کامیاب
محمد عبدالنور	؍؍
سید محمد مکی حسنی	؍؍
سید فرحان واحد	؍؍
حافظ محمد عمران	؍؍
فرقان احمد	؍؍
محمد میزان الرحمن	؍؍
نعیم الدین شیخ	؍؍
محمد نعیم الدین	؍؍
احمد کبیر رفاعی	مترقی
غلام محی الدین ملک	کامیاب
خالد کابیل خام	؍؍
ابوالفضل انصاری	؍؍
این سرک جبرن	ناکام
شہنواز احمد	کامیاب
سمیع الرحمن	؍؍
محمد اطہر	؍؍
کوثر ندیم	؍؍
الطاف حسین شیخ	؍؍
بشیل صادق فاروقی	ناکام
سید اسرار	کامیاب
عبدالرشید	؍؍

نام	نتیجہ
عبدالوہاب	کامیاب
محمد منیر	؍؍
صدر عالم	؍؍
سراج الدین مرو	؍؍
انصاری سہیل احمد	مطالبہ
نسیم اختر لاری	کامیاب
محمد صلاح الدین	؍؍
یونس عبدالسلام محمد	مترقی
احمد نبیل محمد	غ
[illegible]	غ
[illegible] سلم لا یلد	غ

خصوصی ثالث

نام	نتیجہ
محمد انعام الدین	کامیاب
خلیق احمد	؍؍
وسیم الحق	؍؍
شفیع الرحمن	؍؍
الطاف الرحمن	؍؍
شبیر اسحٰق	؍؍
سید اقبال احمد رحمانی	؍؍
محمد اسلم علی	؍؍
بشیر احمد بٹ	؍؍
طلحہ احمد	؍؍
عبداللطیف	مترقی
نصیر احمد شیخ	کامیاب
محمد شفیق خاں	؍؍
سعادت احمد	؍؍
محمد باپانڈے	موقوف
بیرمان شاہ	کامیاب
سیف اللہ خیالی نور	مطالبہ
وی اے شوکت علی	؍؍
مطلب	کامیاب
علی حسین	؍؍
غلام کبریا	؍؍

نام	نتیجہ
...ق بی ایس	کامیاب
...محمد	″
...اق احمد	ضمنی تعبیر
...شفیق الرحمن	کامیاب
...ابن عبدالوہاب	ضمنی تفسیر
...محی الدین	غیر حاضر
...عبدالحق	مطالعہ
...ضیاء الحق	″
...حسن	کامیاب
...ضمنی مختارات، شذا العرف	
...عبدالرشید	کامیاب
...عبدالعزیز	″
...عبداللہ ضمنی	تفسیر مشکوٰۃ
...عبداللہ	کامیاب
...محی الدین	″
محمد رونق	″

علیا اولیٰ شریعہ

نام	نتیجہ
توحید عالم	کامیاب
محمد سرور جمال فاخری	″
محمد ندیم	″
محمد غالب اسراری	″
محمد عظیم	″
آصف نور اللہ	″
شاہ نواز انور	″
محمد رضوان ضمنی سیرت ابن ہشام	
احمد الیاس	کامیاب
محمد حبیب اللہ	مترقی
محمد خورشید عالم	کامیاب
عبید اللہ	مطالعہ سطیخ
محمد شمیل	کامیاب
محمد الیاس نور الدین	″
محمد نعیم	
تشفیق احمد	″

نام	نتیجہ
عبدالرحیم	مطالعہ
سید عبدالنافع	کامیاب
عبدالمعید	″
محمد سلیم	″
شیخ نعمان	″
محمد وسیم الدین	″
سید زبیر احمد	″
سید آصف علی	″
عبدالمقیت	″
محمد انیس	″
محمد اسعد حسین	″
محمد جہانگیر	″
محمد اختر حسین	″
شیر خاں ضمنی سیرۃ ابن ہشام، اختصاص	
محمد اسرافیل	کامیاب
حبیب الرحمن عتیق	″
محمد رفیق	″
افضل حسین	غ
احمد انیس	کامیاب
عبداللہ صدف	″
محمد صغیر ضمنی سیرۃ ابن ہشام	
محمد حبیب	مترقی
محمد انس ضمنی سنن ابی داؤد، تعبیر	
محمد خالد	کامیاب
عطاء الرحمن	″
منور سلطان	″
عبدالحکیم	″
سلیم الدین ضمنی	مادہ اختصاص
محمد عاشق صدیقی ضمنی	مادہ اختصاص
محمد رہبر اسلام	کامیاب
سید محی الدین قذافی	″
عبدالرحمن	″

نام	نتیجہ
عبدالسمیع	کامیاب
اسمٰعیل شمیم	″
محی الدین جواد	″
محمد مزمل	″
تفضیل احمد	″
عبدالمعید محمد جعفر	″
محمد شاہد	″
آفتاب عالم	″
محمد حاذق	″
شیخ نصیر الدین	
محمد ابو ثاقب اعظمی	مطالعہ
محمد اظہار عالم	کامیاب
محمد نور مزمل	مطالعہ
محمد منصور	کامیاب
محمد ظفر	مطالعہ
محمد معز الدین	غیر حاضر
سید مظہر حسین	کامیاب
مقیم الرحمن	مترقی
ابو الہلال	کامیاب
محمد قریش	″
محمد زبیر	″
سہیل اختر	″
محمد صادق	″
سید مجاہد الدین	″
ایمن علی	″
محمد اشرف	″
ثناء اللہ ضمنی	مادہ اختصاص
مبین احمد	کامیاب
عبدالحمید شاہ	″
محمد عفان	″
عبدالرحمن	″
ابرار الحق	ضمنی ہدایہ

نام	نتیجہ
عطاء الرحمن	کامیاب
محمد ابوبکر	″
محمد نعمان جعفری	″
سعد عبدالرزاق	″
محمد ادریس	″
عبدالرحمن	″

تدریب افتاء

نام	نتیجہ
فیاض احمد کشمیری	کامیاب
محمد جاوید	

معہد الدعوۃ

نام	نتیجہ
ملک محمد احمد	کامیاب
محمد اشرف علی	″
محمد ارشد یزدانی	″
شکیل احمد	″
محمد علی	″
محمد مبین	″
سفیر احمد	″
خالد سیف اللہ	″
احمد الرحمن	″

علیا اولیٰ ادب

نام	نتیجہ
محمد نذر الہدیٰ	کامیاب
عبدالغفار ضمنی ہدایہ و مذاہب ادبیہ	
محمد ندیم اختر	کامیاب
ارشاد احمد	″
محمد نصیر	″
محمد شوکت	
مستقیم فضل اعظمی ضمنی مفصل و مذاہب ادبیہ	
محمد لقمان	کامیاب
محمد سلمان نسیم	″
عثمان سلیمان	″
محمد شہاب الدین	″
عبدالحلیم	

نام	نتیجہ
فخر الدین احمد	کامیاب
جہانگیر احمد کشمیری	″
شکیل احمد	مطالعہ کتب خانہ
محمد صالح	کامیاب
شفیق الرحمن	مترقی
محمد سراج الدین	کامیاب
محمد الیاس	″
محمد کفیل احمد	″
محمد وارث	ناکام
محمد محتشم	
ارشاد احمد	مترقی
سلمان عبداللہ	
محمد عمر	کامیاب
محمد اصغر ضمنی صحیح مسلم، مذاہب ادبیہ	
محمد شہاب الدین	کامیاب
انیس الرحمن ابوالکلام	″
سمیع اللہ	ناکام
شکیل احمد	مطالعہ کتب خانہ
عبدالحنان	ناکام
محمد فیاض احمد	غیر حاضر
محمد طٰہٰ	
فیض احمد ضمنی اعمال ارنہ و مذاہب ادبیہ	
نشاط عالم	کامیاب
محمد سلیم الدین	″
محمد زکریا شیخ	مطالعہ کتب خانہ
نہال احمد	مطالعہ کتب خانہ
محمد قیصر	ناکام
خلیق احمد	″
محمد یوسف	″
محمد مبارک حسین	کامیاب
عبداللہ سلطان	″
عیش محمد	ناکام
انس بن محمد	کامیاب
مشتاق احمد ضمنی مذاہب ادبیہ	
محمد عظمت اللہ	مترقی
ابو ریحان	کامیاب
محمد خلیق اللہ مکی	″
محمد ارشد	مطالعہ کتب خانہ

نام	نتیجہ
محمد نعیم الحسن	کامیاب
عدنان ہارون	″
قاسم سمری	″
سعید تعالیٰ لینڈی	مترقی

علیا ثانیہ شریعہ

نام	نتیجہ
محمد مطیع الرحمن ضمنی	مادہ اختصاص
محمد فاروق عبداللہ	″
محمد قاسم	″
سعید احمد	مطالعہ
رافت محمود	″
محمد اسحٰق	″
شیخ عبدالقدیر ضمنی	مادہ اختصاص
عبدالحکیم	″
محمد ارشد الحسن	″ بخاری و مادہ اختصاص
عبدالحق	مطالعہ
غزالی	″
محمد رحمت عالم ضمنی مناقشہ	
محمد امین الحق	″ مادہ اختصاص
عبدالسمیع	″
محمد فتح اللہ	″
محمد ثانی عثمانی	ناکام
ندیم احمد ضمنی بخاری	
محمد فہیم الدین	″ بخاری و مطالعہ

علیا ثانیہ ادب

نام	نتیجہ
عمر علی ضمنی علم النفس	
زبیر عالم ″ علم النفس و دلائل الاعجاز	
رضوان بیگ ضمنی علم النفس و مناقشہ	
محمد عابد ضمنی مناقشہ	

سعید الاعظمی
مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اعلان

* سالانہ امتحان کے نتائج شائع کئے جارہے ہیں کسی بھی فرق کی صورت دفتر دارالعلوم کا ریکارڈ اصل تسلیم کیا جائے گا۔

مقالہ کے درجات کا نتیجہ شائع نہیں کیا جارہا ہے اس میں جس جس کا مقالہ داخل ہوتا جائے گا اس کا نتیجہ بنایا جاتا رہے گا۔ البتہ ان درجات میں جو ضمنی ہیں ان کو ان کے ضمنی ہونے کی اطلاع دی جارہی ہے تاکہ وہ ضمنی امتحان میں شریک ہوسکیں۔

جو طلبار ضمنی آئے ہیں ان کے ضمنی امتحان ۱۲ر شوال ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۰ر جنوری ۲۰۰۱ء یوم چہارشنبہ سے ہوں گے۔ ضمنی آنے والے طلبار ۵ار شوال تک پہونچ جائیں تاکہ اساتذہ کی سرپرستی و رہنمائی میں وہ ضمنی امتحان کی تیاری کرسکیں، امتحان سے قبل اس کی تیاری کیلئے ایک نظام مقرر کیا جارہا ہے امتحان میں شرکت کیلئے اس نظام میں کم از کم پانچ یوم کی شرکت ضروری ہوگی۔ جو طلباء موقوف یا محفوظ ہیں وہ بھی ۵ار شوال تک پہونچ جائیں اور اپنے معاملات کو وقت کے اندر سمجھ لیں اور اسمیں جو ضروری کارروائی ہو وہ مکمل کرلیں۔

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز ۶ر شوال ۱۴۲۱ھ مطابق ۲ر جنوری ۲۰۰۱ء یوم سہ شنبہ سے شروع ہوجائے گا۔ قدیم طلبہ اور ملحقہ مدارس سے آنے والے طلبہ کتب خانہ اور دارالاقامہ کے سلسلہ کی کارروائی کیلئے حسب اعلان سابق ۱ر شوال سے قبل نہ آئیں، جدید طلبہ اپنے داخلہ کی کارروائی کیلئے ۶ر شوال سے ۵ار شوال تک دارالعلوم پہونچنے کی کوشش کریں۔

نئے داخلہ کیلئے آنے والے طلبہ اپنے ہمراہ اپنی سابقہ درسگاہ کا تصدیق نامہ۔ نیز تاریخ پیدائش کا معتبر تصدیق نامہ ساتھ لائیں جو داخلہ کی کارروائی کیلئے ضروری ہے۔ اس میں کوئی مہلت نہیں دی جائے گی۔ تصدیق نامہ کے بغیر داخلہ کی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

مہتمم
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

TAMEER-E-HAYAT CALENDER 2001

تعمیر حیات ۱۴۲۱-۱۴۲۲ھ

JANUARY — شوال المکرم - ذی قعدہ

Day					
SUN		7 (۱۱)	14 (۱۸)	21 (۲۵)	28 (۲)
MON	1 (۵)	8 (۱۲)	15 (۱۹)	22 (۲۶)	29 (۳)
TUE	2 (۶)	9 (۱۳)	16 (۲۰)	23 (۲۷)	30 (۴)
WED	3 (۷)	10 (۱۴)	17 (۲۱)	24 (۲۸)	31 (۵)
THU	4 (۸)	11 (۱۵)	18 (۲۲)	25 (۲۹)	
FRI	5 (۹)	12 (۱۶)	19 (۲۳)	26 (۳۰)	
SAT	6 (۱۰)	13 (۱۷)	20 (۲۴)	27 (۱ ذی قعدہ)	

FEBURARY — ذی قعدہ - ذی الحجہ

Day					
اتوار		4 (۹)	11 (۱۶)	18 (۲۳)	25 (۱ ذی الحجہ)
سوموار		5 (۱۰)	12 (۱۷)	19 (۲۴)	26 (۲)
منگل		6 (۱۱)	13 (۱۸)	20 (۲۵)	27 (۳)
بدھ		7 (۱۲)	14 (۱۹)	21 (۲۶)	28 (۴)
جمعرات	1 (۶)	8 (۱۳)	15 (۲۰)	22 (۲۷)	
جمعہ	2 (۷)	9 (۱۴)	16 (۲۱)	23 (۲۸)	
سنیچر	3 (۸)	10 (۱۵)	17 (۲۲)	24 (۲۹)	

MARCH — ذی الحجہ - محرم الحرام

Day					
SUN		4 (۸)	11 (۱۵)	18 (۲۲)	25 (۲۹)
MON		5 (۹)	12 (۱۶)	19 (۲۳)	26 (۳۰)
TUE		6 (۱۰)	13 (۱۷)	20 (۲۴)	27 (۱ محرم)
WED		7 (۱۱)	14 (۱۸)	21 (۲۵)	28 (۲)
THU	1 (۵)	8 (۱۲)	15 (۱۹)	22 (۲۶)	29 (۳)
FRI	2 (۶)	9 (۱۳)	16 (۲۰)	23 (۲۷)	30 (۴)
SAT	3 (۷)	10 (۱۴)	17 (۲۱)	24 (۲۸)	31 (۵)

APRIL — محرم - صفر المظفر

Day					
اتوار	1 (۶)	8 (۱۳)	15 (۲۰)	22 (۲۷)	29
سوموار	2 (۷)	9 (۱۴)	16 (۲۱)	23 (۲۸)	30
منگل	3 (۸)	10 (۱۵)	17 (۲۲)	24 (۲۹)	
بدھ	4 (۹)	11 (۱۶)	18 (۲۳)	25 (۳۰)	
جمعرات	5 (۱۰)	12 (۱۷)	19 (۲۴)	26 (۱ صفر)	
جمعہ	6 (۱۱)	13 (۱۸)	20 (۲۵)	27 (۲)	
سنیچر	7 (۱۲)	14 (۱۹)	21 (۲۶)	28 (۳)	

MAY — صفر المظفر - ربیع الاول

Day					
SUN		6 (۱۱)	13 (۱۸)	20 (۲۵)	27 (۳)
MON		7 (۱۲)	14 (۱۹)	21 (۲۶)	28 (۴)
TUE	1 (۶)	8 (۱۳)	15 (۲۰)	22 (۲۷)	29 (۵)
WED	2 (۷)	9 (۱۴)	16 (۲۱)	23 (۲۸)	30 (۶)
THU	3 (۸)	10 (۱۵)	17 (۲۲)	24 (۲۹)	31 (۷)
FRI	4 (۹)	11 (۱۶)	18 (۲۳)	25 (۱ ربیع الاول)	
SAT	5 (۱۰)	12 (۱۷)	19 (۲۴)	26 (۲)	

JUNE — ربیع الاول - ربیع الثانی

Day					
اتوار		3 (۱۰)	10 (۱۷)	17 (۲۴)	24 (۲)
سوموار		4 (۱۱)	11 (۱۸)	18 (۲۵)	25 (۳)
منگل		5 (۱۲)	12 (۱۹)	19 (۲۶)	26 (۴)
بدھ		6 (۱۳)	13 (۲۰)	20 (۲۷)	27 (۵)
جمعرات		7 (۱۴)	14 (۲۱)	21 (۲۸)	28 (۶)
جمعہ	1 (۸)	8 (۱۵)	15 (۲۲)	22 (۲۹)	29 (۷)
سنیچر	2 (۹)	9 (۱۶)	16 (۲۳)	23 (۱ ربیع الثانی)	30 (۸)

JULY — ربیع الثانی - جمادی الاول

Day					
SUN	1 (۹)	8 (۱۶)	15 (۲۳)	22 (۳۰)	29 (۷)
MON	2 (۱۰)	9 (۱۷)	16 (۲۴)	23 (۱ جمادی الاول)	30 (۸)
TUE	3 (۱۱)	10 (۱۸)	17 (۲۵)	24 (۲)	31 (۹)
WED	4 (۱۲)	11 (۱۹)	18 (۲۶)	25 (۳)	
THU	5 (۱۳)	12 (۲۰)	19 (۲۷)	26 (۴)	
FRI	6 (۱۴)	13 (۲۱)	20 (۲۸)	27 (۵)	
SAT	7 (۱۵)	14 (۲۲)	21 (۲۹)	28 (۶)	

AUGUST — جمادی الاول - جمادی الثانی

Day					
اتوار		5 (۱۴)	12 (۲۱)	19 (۲۸)	26
سوموار		6 (۱۵)	13 (۲۲)	20 (۲۹)	27
منگل		7 (۱۶)	14 (۲۳)	21 (۱ جمادی الثانی)	28
بدھ	1 (۱۰)	8 (۱۷)	15 (۲۴)	22 (۲)	29
جمعرات	2 (۱۱)	9 (۱۸)	16 (۲۵)	23 (۳)	30
جمعہ	3 (۱۲)	10 (۱۹)	17 (۲۶)	24 (۴)	31
سنیچر	4 (۱۳)	11 (۲۰)	18 (۲۷)	25 (۵)	

SEPTEMBER — جمادی الثانی - رجب المرجب

Day					
SUN	30 (۱۲)	2 (۱۳)	9 (۲۰)	16 (۲۷)	23 (۵)
MON		3 (۱۴)	10 (۲۱)	17 (۲۸)	24 (۶)
TUE		4 (۱۵)	11 (۲۲)	18 (۲۹)	25 (۷)
WED		5 (۱۶)	12 (۲۳)	19 (۱ رجب)	26 (۸)
THU		6 (۱۷)	13 (۲۴)	20 (۲)	27 (۹)
FRI		7 (۱۸)	14 (۲۵)	21 (۳)	28 (۱۰)
SAT	1 (۱۲)	8 (۱۹)	15 (۲۶)	22 (۴)	29 (۱۱)

OCTOBER — رجب المرجب - شعبان المعظم

Day					
اتوار		7 (۱۹)	14 (۲۶)	21 (۳)	28 (۱۰)
سوموار	1 (۱۳)	8 (۲۰)	15 (۲۷)	22 (۴)	29 (۱۱)
منگل	2 (۱۴)	9 (۲۱)	16 (۲۸)	23 (۵)	30 (۱۲)
بدھ	3 (۱۵)	10 (۲۲)	17 (۲۹)	24 (۶)	31 (۱۳)
جمعرات	4 (۱۶)	11 (۲۳)	18 (۳۰)	25 (۷)	
جمعہ	5 (۱۷)	12 (۲۴)	19 (۱ شعبان)	26 (۸)	
ہفتہ	6 (۱۸)	13 (۲۵)	20 (۲)	27 (۹)	

NOVEMBER — شعبان المعظم - رمضان المبارک

Day					
SUN		4 (۱۷)	11 (۲۴)	18 (۲)	25 (۹)
MON		5 (۱۸)	12 (۲۵)	19 (۳)	26 (۱۰)
TUE		6 (۱۹)	13 (۲۶)	20 (۴)	27 (۱۱)
WED		7 (۲۰)	14 (۲۷)	21 (۵)	28 (۱۲)
THU	1 (۱۴)	8 (۲۱)	15 (۲۸)	22 (۶)	29 (۱۳)
FRI	2 (۱۵)	9 (۲۲)	16 (۲۹)	23 (۷)	30 (۱۴)
SAT	3 (۱۶)	10 (۲۳)	17 (۱ رمضان)	24 (۸)	

DECEMBER — رمضان المبارک - شوال المکرم

Day					
اتوار	30 (۱۴)	2 (۱۶)	9 (۲۳)	16 (۳۰)	23 (۷)
سوموار	31 (۱۵)	3 (۱۷)	10 (۲۴)	17 (۱ شوال)	24 (۸)
منگل		4 (۱۸)	11 (۲۵)	18 (۲)	25 (۹)
بدھ		5 (۱۹)	12 (۲۶)	19 (۳)	26 (۱۰)
جمعرات		6 (۲۰)	13 (۲۷)	20 (۴)	27 (۱۱)
جمعہ		7 (۲۱)	14 (۲۸)	21 (۵)	28 (۱۲)
ہفتہ	1 (۱۵)	8 (۲۲)	15 (۲۹)	22 (۶)	29 (۱۳)

Regd. No.LW/ NP/ 63

FORTNIGTLY

Principal off : 788166
Guest Haous : 323864

Fax No. : (0522)330020

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA. LUCKNOW-226007 (India) Rs. 12

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Majlis Sahafat-Wa-Nashriat, Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow- U.P.

Editor: *Shamsul Haq Nadwi*

لکھنؤ
تعمیر حیات
پندرہ روزہ

دین فطرت کا دستور العمل

عبادات کا رخ براہ راست خالق کی طرف ہوتا ہے، کردار انسانی میں جہاں سابقہ ایک مخلوق کا دوسری مخلوق سے رہتا ہے ان حصوں کا نام اخلاق اور معاملات ہے۔ اس میں انسان کا برتاؤ انسان کیساتھ، بیوی کے ساتھ، ماں کے ساتھ، محکوم کے ساتھ، ہم سفر کے ساتھ، خود اپنے نفس کے ساتھ غرض سب ہی کے ساتھ آجاتا ہے، قرآن نے زندگی کے ان سارے شعبوں سے متعلق ایک ہمہ گیر رابطۂ عمل پیش کیا ہے۔ معاملات کو عبادت کے حکم میں داخل کیا ہے اور اپنے پیروؤں کو ہرگز آزاد و بے قید نہیں چھوڑا ہے کہ جو چاہیں کھائیں پئیں، جس طرح چاہیں رہیں اور جس سے جس طرح جی میں آئے ملیں جلیں۔

دین فطرت کے دستور العمل میں فطرت بشری کے مطابق ہر جگہ مناسب قیود، ہر قدم پر مصلحت وحکمت کے حدود۔ عورت کو اتنا دبایا کہ بیوی کو باندی بنا کر چھوڑا نہ اتنا چڑھایا کہ شوہروں پر دھوکا زن مریدوں اور زن پرستوں کا ہونے لگے۔ ان کے حقوق ان کے اوپر، ان کی ذمہ داریاں ان کے سر۔ ہر معاملے میں زور حق سے کہیں زیادہ فرض پر۔ خرچ میں نہ اسراف کی اجازت نہ بخل کی حمایت، ہر چیز نقطۂ اعتدال پر نہ افراط یا زیادتی کی لعنت نہ تفریط یا کمی کی شامت۔ کوئی چوری کرے تو اپنے ہاتھ سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ نکاح کے دائرہ سے قدم باہر نکالے تو جیتا بھی نہ بچنے پائے۔ ماں باپ کی خدمت کی تاکید شدید، عزیزوں، مسکینوں، پڑوسیوں، ہمسایوں کے حقوق ادا کرنے واجب۔ بلا ضرورت اور بغیر مقصد صحیح کسی مخلوق پر بھی ہاتھ اٹھانا جائز نہیں۔

حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

(نشریات ماجدی ص ۲۳-۲۴)

جنوری ۲۰۰۱ء
فی شمارہ ۶/ روپے
سالانہ ۱۳۰/ روپے

پاکیزہ زندگی اختیار کیجیے

• شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

"مسلمانو! سنت کی پیروی اختیار کرو اور بدعات سے مجتنب رہو۔ اللہ اور اس کے رسولؐ برحق کی فرمانبرداری کرو۔ اور ان کی حکم عدولی مت کرو اللہ تعالیٰ کو واحد یکتا سمجھو اور مخلوقات میں سے کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ خدا تعالیٰ کو تمام عیوب سے پاک جانو۔ اور اس پر بہتان نہ لگاؤ۔ اسلام کو ایک سچا اور نجات دہندہ مذہب یقین کرو اور اس میں شک وشبہ نہ لاؤ۔ مصائب اور آفات میں صبر وتحمل سے کام لو اور گھبراؤ ہرگز نہیں، مشکلات میں ثابت قدم رہو۔ اور خوف زدہ ہو کر بھاگو نہیں اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل وکرم طلب کرو۔ اور سوال والتجا میں تامل مت کرو۔

رحمتِ خداوندی کا انتظار کرو۔ امید رکھو اور مایوس وناامید مت ہو۔ آپس میں دوستی۔ خداترسی اور محبت ورواداری کا سلوک رکھو اور۔ باہم عداوت وفساد مت رکھو۔ گناہوں سے بالکل پاک ومحفوظ رہو اور غفلت وبے احتیاطی سے ان میں شامل وآلودہ مت ہو۔

اپنے پروردگار کے ذکر وعبادت سے حقیقی زیب وزینت حاصل کرو۔ اپنے خالق ومالک کی بارگاہ سے دور نہ ہو اور اس کی طرف متوجہ ہونے سے منہ نہ پھیرو۔ توبہ کرنے میں تاخیر ہرگز نہ کرو اور اپنے پروردگار کے حضور گذشتہ گناہوں کی معافی چاہنے میں شب وروز کی بھی دقت شرم یا جھجک محسوس نہ کرو کیوں کہ ان کا در مغفرت ہر وقت باز ہے۔

جب تم میرے ان نصائح پر عمل پیرا ہو گئے تو امید ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے رحم کئے جاؤ اور نیک بخت قرار دیئے جاؤ۔ عذاب دوزخ سے بچائے جاؤ۔ اور جنت میں خوش وخرم پہونچائے جاؤ۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب ووصل نصیب ہو اور دارالسلام میں بہشت کی تمام نعمتوں سے محفوظ وفیضیاب کئے جاؤ۔ اور پھر اس ناز ونعم میں ہمیشہ رکھے جاؤ۔ طرح طرح کی خوشبوؤں اور خوش آواز لونڈیوں کے ساتھ مسرور ومطمئن کئے جاؤ اور سب سے مبارک یہ کہ انبیاءؑ، صدیقینؒ، شہداء اور صالحینؒ کے ساتھ مقام علیین میں عزت ورفعت بخشے جاؤ۔

اچھی باتیں

- دانائیوں میں اعلیٰ درجہ کی دانائی تقویٰ ہے اور کمزوریوں میں سب سے بڑی کمزوری بداخلاقی اور بداعمالی ہے۔
- تمہاری عمر برابر گھٹتی جا رہی ہے بس جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس سے کسی کی مدد کر جاؤ۔

مومن وہ ہے جو زاد آخرت مہیا کرے اور کافر وہ ہے جو دنیا کے مزے اڑانے میں مشغول ہے۔

نہر زبیدہ

ہارون رشید بغداد کے زبردست خلیفہ گزرے ہیں۔ ان کی بیوی کا نام زبیدہ تھا۔ بی بی زبیدہ خداترس اور نیک خاتون تھیں۔ ایک بار وہ حج کو گئیں وہاں پانی کی قلت تھی۔ بچے بوڑھے عورتیں پردیسی سبھی پریشان تھے زبیدہ نے سوچا کسی نہ کسی طرح مکہ میں پانی پہنچنا چاہیئے۔ وطن لوٹ کر بی بی زبیدہ نے ملک کے بڑے بڑے انجینئروں کو بلایا۔ کاریگروں کو بلایا سب نے مشورہ کرنے کے بعد بتایا کہ پہاڑ سے ایک چشمہ بہہ کر حنین کی طرف آتا ہے لیکن اس کو مکہ سے ملا دینا آسان کام نہیں۔ بیچ میں پہاڑوں کا خطرناک سلسلہ ہے نہر کے بننے میں وقت اور پیسہ کافی خرچ ہوگا۔

زبیدہ نے کہا کہ اگر ایک پھاوڑا چلانے کی مزدوری ایک اشرفی بھی طے ہوگی تو ادا کی جائے گی۔ مگر نہر کو مکہ سے ملانا ہوگا۔

پھر کیا تھا کام شروع ہوگیا آس پاس کے کھیت، باغ اور زمین پہلے ہی خریدی جا چکی تھی، پہلا پھاوڑا خود بی بی زبیدہ نے چلایا۔ مزدوروں، کاریگروں اور انجینئروں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کیا پہاڑ سے نکلنے والے چشمے اور ندی نالے آپس میں ملا دیئے گئے۔ جس سے تیز بہنے والی نہر بن گئی، تین سال کی لگاتار محنت کے بعد مکہ معظمہ تک پہنچ گئی۔ سب کی محنت کام آئی زبیدہ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

دراصل یہ بی بی زبیدہ کا دیکھا ہوا ایک خواب تھا۔ ایک بزرگ نے انھیں بتایا تھا کہ ایک نہر تعمیر کراؤگی جس سے خدا کی ساری مخلوق فائدہ اٹھائے گی۔ خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔ اور اس کا نام نہر زبیدہ مشہور ہوا۔ اس نہر کی وجہ سے بی بی زبیدہ اپنے شوہر ہارون رشید کی طرح تاریخ میں مشہور ہوئیں۔

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۸ | ۱۰ جنوری ۲۰۰۱ء .... مطابق .... ۱۴ شوال ۱۴۲۱ھ | شمارہ نمبر ۵

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

گذارش

خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

زر تعاون

سالانہ ---=/۱۳۰ روپے
فی شمارہ ---------=/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ...... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ...... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹرائزیشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/=

۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs. 40/=

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سنٹی میٹر =/80

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P O Box No 842, Madina Munawwara (K S A)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O C I S , St Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P O Box 388, Vereninging,(S Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P O Box No 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P O Box No 12525, DUBAI (U.A E) P.H NO: - 3970927
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H No 109 Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 48-Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U S A)

Internet Web-site: http://nadwa.virtualave.net
e-mail address: airp@lw1.vsnl.net.in

دعوتِ اسلام

دین حق کی دعوت کے کام کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات پوری طرح ظاہر ہوجاتی ہے کہ مسلمان داعیوں نے علی العموم پرامن طریقوں سے کام کیا ہے اور اسلام کے حلقہ بگوش دین حق کے حلقہ میں زیادہ تر ان کی پرامن کوششوں سے داخل ہوئے۔ جنگوں کا اثر اس میں بہت ہی کم رہا ہے خاص طور پر وہ جنگیں جن کے پیچھے دعوت حق کے اصولوں پر عمل نہیں پیش کیا گیا۔ البتہ اسلام کے نرم خو مخلص اور محب انسانیت داعیوں نے محبت اور خوش اخلاقی کے ذریعہ یہ کام انجام دیا کہ جس کے نتائج بڑے عظیم ظاہر ہوئے، خاص طور پر برصغیر ہند و پاک میں اسلام پھیلنے کا سہرا دراصل ان مخلص اور زاہد داعیوں اور مربیوں کا ہے جو صوفیہ کہے جاتے ہیں، جن میں سے ایک ایک کے ہاتھ پر لاکھوں غیر مسلم اسلام کے گرویدہ ہوئے اور حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ پورا کشمیر ایک مخلص داعی شیخ علی ہمدانی کی کوششوں کا مرہون منت ہے۔ پنجاب کا بیشتر حصہ شیخ علی متقی کی کوششوں کا مرہون منت ہے شمالی وسطی ہندوستان شیخ معین الدین اجمیری کی کوششوں کا مرہون منت ہے، بنگال کا بیشتر حصہ حضرت سید احمد شہید کے خلفاء کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔

اسی طرح افغانستان، ترکستان، شمالی افریقہ، مشرقی افریقہ اور جہاں جہاں مسلمانوں کی آج اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی جنگوں سے اسلام نہیں پھیلا بلکہ مخلص اور پرامن داعیوں کی کوششوں سے پھیلا۔ اس کا ثبوت وہاں کی مذہبی تاریخ سے ملتا ہے۔ اسلام نے انسانی زندگی کیلئے جو رہنمائی اور ہمدردی کا ثبوت دیا ہے یہ سب اس کا اثر ہے حتّٰی کہ عرب مسلمان تاجر جن جن علاقوں میں اپنے کاروبار کی غرض سے گئے، وہاں ان کی زندگی کی خوبیوں کے اثرات پڑے اور بکثرت لوگ مسلمان ہوئے، ان میں ہندوستان مالابار کا علاقہ ملیشیا انڈونیشیا کے علاقے جنوبی حتّٰی کے مختلف حصے فلپائن کے جنوبی ساحل میں داخل ہیں۔

اور آج دنیا کا کوئی ملک خواہ یورپ میں ہو یا امریکہ اور آسٹریلیا میں ہو، سب جگہ اسلام کے داعی اور ان کے اصلاحی اور دعوتی ادارے اور جماعتیں موجود ہیں جو محض اللہ کی رضا کیلئے بے نفسی و دنیاوی بے بضاعتی کے ساتھ کام کررہے ہیں اور فائدہ پہونچ رہا ہے، ان کو وہاں کی حکومتوں کی طرف سے سخت دشواریوں کا سامنا بھی ہے، لیکن صبر و خاموشی کے ساتھ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ لوگ اس طرح نہ صرف یہ کہ داعی اور مبلغ ہیں بلکہ اپنے اپنے علاقوں کی قوموں پر گواہ بھی ہیں کہ ان کے علاقوں کی قوموں نے دین حق کی دعوت کے ساتھ کیا رویّہ اختیار کیا اور خدا اور رسول کے مقام کو کہاں تک مانا اور قبول کیا، ان کی گواہی قیامت کے روز ان لوگوں کو شرمندہ کرے گی، جنھوں نے دعوتِ حق کو ملنے سے گریز کیا اور اس کو سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوئے تھے

اس طرح یہ امت وسط صرف یہ کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عمل کو انجام دیتی رہی بلکہ اپنی معاصر قوموں پر گواہ بننے کے لائق بنی اور خیر امت کے لقب کی مستحق ثابت ہوئی۔

اس امت کے سربراہ آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس امت کے لئے نمونہ اور مثال ہے جنھوں نے اپنی تیئس ۲۳ سالہ دعوتی زندگی میں سے شروع کے تیرہ سال نہایت قربانی اور صبر کے ساتھ دین حق کے پیغام کو پھیلانے اور پہنچانے میں گذارے اور سخت سے سخت اذیت کا ادنیٰ سے ادنیٰ جواب نہیں دیا۔ اور اپنے صحابہؓ کو بھی سختی کے ساتھ اس پر

عمل پیرا بنایا، پھر زندگی کے دس سال میں دعوت کے کام کو پرامن ہی بنایا اور جنگیں صرف دشمن کے حملوں اور مقابلوں کے جواب میں کیں، اور ان میں بھی جنگ کے دوران اسلام اتنا نہیں پھیلا جتنا آپ کے معاہدہ صلح کی دو سالہ مدت میں پھیلا، تاریخ کا کھلے دل کے ساتھ مطالعہ کرنے پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اسلام جنگ سے نہیں پھیلا، اسلام خلوص و محبت اور انسانی ہمدردی کے ساتھ پھیلا، اس پر تلوار سے پھیلنے کا الزام بالکل الٹی بات ہے اور اسلام کے رواداری اور رعایت کے رویہ کے ساتھ بالکل مطابقت نہیں رکھتی، اسلام کے داعیوں نے اپنے کھلے دشمنوں کے ساتھ بھی ہمدردی اور رعایت کا معاملہ کیا، فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کی اعلیٰ مثال ہے جس کی مثالیں ہم کو مسلمانوں کی بہت سی جنگوں میں ملتی ہیں۔ اور یورپ کے مورخین بھی جانتے ہیں کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو لڑکر جب واپس لیا ہے تو اپنے دشمنوں کے ساتھ کیا رعایت و ہمدردی کا سلوک کیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی سے سخت دشمنی کے باوجود ادب کے مورخین نے ان کی اس انسانیت نوازی کا اعتراف کیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسلام کی تاریخ کو اس کی ان جنگوں کے وقت میں نہ دیکھا جائے جو سپاہیوں نے اپنی حکومت کیلئے کیں، اسلام کو اسلام پر فوراً عمل کرنے والوں کی زندگیوں اور ان کے عمل و کوشش میں دیکھا جائے اور انسانیت نوازی کا مطالبہ کیا جائے تب ہی اسلام کی صحیح شکل سامنے آتی ہے۔

بارگاہِ نبویؐ میں

• خواجہ الطاف حسین حالیؔ

اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے — امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
جس دن سے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ — خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے — اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے
جو دین کہ ہمدردِ بنی نوعِ بشر تھا — اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے
چھوٹوں میں اطاعت ہے، نہ شفقت ہے بڑوں میں — پیاروں میں محبت ہے، نہ یاروں میں وفا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی — ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ قضا ہے
دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت — سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے
فریاد ہے اے کشتیِ محبت کے نگہباں — بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

عقیدت مندی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے

مولانا شاہ شبیر عطا صاحب ندوی بن محدث کبیر مولانا شاہ حلیم عطا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "پرانے چراغ" میں مفصل تذکرہ ہے، عرصۂ دراز سے خانقاہ سلون کے سجادہ نشین ہیں اور علمیت سادگی اور منکسر مزاج طبیعت کے ساتھ دعوت و اصلاح کا کام انجام دے رہے ہیں ان سے ارادتمندوں کو بے پناہ عقیدت ہے۔

مولانا موصوف دارالعلوم ندوۃ العلماء کے رکن انتظامی بھی ہیں اور معتقدین کی انتہائی محبت و عقیدت کے باوجود تقریباً پچیس (٢٥) سال سے مسجد دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اعتکاف فرماتے ہیں چاند ہوتے ہی رات ہی کو سلون روانہ ہو جاتے ہیں۔ اور عید کی نماز خود پڑھاتے ہیں۔ اس سال ایک مسجد کی توسیع کیلئے چندہ کا اعلان ہوا لیکن لوگ توجہ نہیں کر رہے تھے شاہ صاحب نے اپنی گھڑی دی وہ نیلام ہوئی پھر شال دی جو ٢٥ ہزار میں نیلام ہوئی پھر اس کے بعد اتنا چندہ ہوا کہ توسیع مسجد کی ضرورت کیلئے کافی ہو گیا۔ اس واقعہ نے ان بڑے بزرگوں کی یاد تازہ کر دی جب رؤسا بزرگوں کے اس طرح کے تبرکات کو ہزاروں روپئے میں خرید لیا کرتے تھے، اس واقعہ سے اندازہ ہوا کہ عوام کے اندر اہل اللہ اور بزرگوں سے کیسی عقیدت و محبت ہے اگر خلوص کے ساتھ کام کیا جائے تو اس سے بڑا فائدہ پہونچایا جا سکتا ہے اور اس کے ذریعہ اصلاح و تربیت کا بڑا کام لیا جا سکتا ہے۔ شاہ صاحب سجادہ نشینی کے ساتھ گہرے علم اور غیر معمولی ذہانت ظرافت اور سادگی کی اعلیٰ مثال ہیں اللہ تعالیٰ عرصۂ دراز تک ان کی ذات سے ارادتمندوں کو فائدہ پہنچاتا رہے

(ادارہ)

رمضان کے بعد

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی قدس سرہ کا یہ وہ تاریخی مضمون ہے جو آج سے ۵۴ سال پہلے ماہنامہ صبح صادق لکھنؤ میں جون ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا تھا۔ (ادارہ)

رمضان المبارک کا مہینہ گذر گیا، اس کے گذرنے سے بہت سے لوگوں پر ایک مایوسانہ کیفیت طاری ہوئی جیسے کوئی عزیز مہمان رخصت ہو جائے اور بہت دنوں میں اس کے آنے کی امید ہو بہت سے لوگوں پر ایک اطمینانی کیفیت طاری ہوئی۔ جیسے ان کا کام ختم ہو گیا اور اب ان پر کوئی ذمہ داری نہیں، یہ دونوں کیفیتیں اللہ اور اس کے رسولؐ کے منشا اور رمضان المبارک کی روح اور پیام کے منافی ہیں۔ رمضان اگر رخصت ہوا تو ایمان اور اس کے تقاضے، شریعت اور اس کے احکام اللہ تعالیٰ اور اس سے تعلق بہر حال باقی ہے، رمضان درحقیقت ایک دور کا خاتمہ نہیں ایک دور کا آغاز ہے۔ رمضان انتہا نہیں ابتدا ہے۔ رمضان سب کچھ لیکر اور سب نعمتیں تہہ کر کے اور لپیٹ کر نہیں جاتا ہے، وہ بہت کچھ دیکر، جھولیاں بھر کر اور نعمتیں لٹا کر جاتا ہے، رمضان کے بعد آدمی گناہوں سے ضرور ہلکا ہوتا ہے لیکن ذمہ داریوں سے بوجھل اور گرانبار ہو جاتا ہے اس سب کے باوجود بہت سے بھائی دل میں کہتے ہوں گے کہ رمضان گیا اب کیا کریں؟ اس مختصر مضمون میں اسی سوال کا جواب مقصود ہے، یہاں ان باتوں کا تذکرہ کیا جائے گا جو رمضان کے بعد اہمیت کرنے کی ہیں۔

۱۔ توبہ: سب سے مقدم اور اہم کام یہ ہے جس کیلئے کسی زمانہ اور مقام کی قید نہیں مگر رمضان المبارک اس کی تحریک اور تقاضا پیدا کرتا ہے۔ اور اس کو آسان بنا دیتا ہے یہ ہے کہ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے ٹوٹا ہوا رشتہ یا چھوٹا ہوا رشتہ جوڑیں، توبہ کی قرآن وحدیث میں اس قدر ترغیب وتاکید ہے اور اس قدر اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو جو ایمان کے بعد سب سے اہم چیز معلوم ہوتی ہے قرآن شریف میں ہے:۔

وَتُوبُوا إِلَى اللهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

تم سب اے ایمان والو! اللہ کی طرف رجوع اور توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

دوسری جگہ ہے:۔

تُوبُوا إِلَى اللهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا

اللہ سے سچی اور مخلصانہ توبہ کرو۔

کہیں کہیں مومنین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے بڑی بڑی عبادتوں اور فضیلتوں سے پہلے توبہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (التوبہ ع ۱۱)

وہ توبہ کرنے والے ہیں بندگی کرنے والے شکر کرنے والے بے تعلق رہنے والے، سجدہ کرنے والے حکم کرنے والے نیک بات کا اور منع کرنے والے بری بات سے اور حفاظت کرنے والے ان حدود کے جو باندھے اللہ نے اور خوشخبری سنا دے ایمان والوں کو

حدیث شریف میں آتا ہے:۔

کلکم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون

تم سب اے انسانوں خطاکار ہو اور گنہگار ہو اور خطاکاروں اور گنہگاروں میں سب سے بہتر کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے:۔

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ ہی نہیں

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے کی توبہ سے ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے کہ ایک قصہ ہے کہ ایک شخص اپنا سارا سامان واسباب خوراک ایک اونٹ پر باندھ کر کے ایک ریگستان کا سفر کر رہا تھا اس کا اونٹ کھو گیا وہ شخص اپنی زندگی سے مایوس ہو کر مرنے کیلئے تیار ہو کر سو گیا جب اس کی آنکھ کھلی تو اچانک وہ دیکھتا ہے کہ اونٹ سامان سے لدا سرہانے کھڑا ہے وہ خوشی میں ایسا مست ہو گیا کہ اس کی زبان سے الٹے الفاظ نکل گئے اور کہنے لگا کہ اے اللہ میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ، تیرا بڑا بڑا شکر ہے واقعہ بھی یہ ہے کہ توبہ کرنے والا انسان اپنے آقا کا بھاگا ہوا غلام ہے

جب بھی وہ واپس آجائے آقا کو خوشی ہونی چاہیئے یہ خوشی اس کی ربوبیت، کرم اور محبت کا ایسا ہی تقاضا ہے جیسا اونٹ کے مل جانے پر انسان کی خوشی اس کی بشریت اور احتیاج کا تقاضا ہے۔

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ صرف ضرورت ہی کی چیز اور مجبوری کا معاملہ نہیں ہے کہ جب آدمی کسی معصیت میں مبتلا ہوجائے تو توبہ کرے یہ تو فرض واجب ہے اور اس کے بغیر تو صاحب ایمان کو چین ہونی نہیں چاہیئے بلکہ توبہ ایک مستقل عبادت ہے قرب اور محبوبیت کا ذریعہ ہے اس کے ذریعہ سے جو ترقی ہوتی ہے اس کو کوئی عبادت نہیں پہونچ سکتی اس لئے ابرار وصالحین اور مقربین کو بھی اس کی ضرورت ہے وہ جب کسی توبہ کرنے والے پر رحمت الٰہی کی بارش اور اس ذات عالی کی نوازش دیکھتے ہیں تو ان کو اپنی بڑی بڑی عبادتیں اس کے سامنے ہیچ اور حقیر معلوم ہونے لگتی ہیں۔ اور وہ اس وقت اس گروہ میں شامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں جو رحمت الٰہی کا مورد ہوتا ہے۔

بہرحال رمضان کے بعد سب سے مقدم اور اہم اور سب سے اعلیٰ وافضل کام یہ ہے کہ ہم اپنے سارے گناہوں سے توبہ کریں اور وقتاً فوقتاً توبہ کرتے رہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک مجلس میں ستر ستر اور بعض اوقات سو سو مرتبہ استغفار کرتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے تھے۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (سورۃ الفتح) قارئین عزیز اس کا خاص اہتمام رکھیں اور توبہ واستغفار کی دولت حاصل کرتے رہیں حدیث میں آتا ہے کہ وہ شخص بڑا خوش قسمت ہوگا جو حشر کے دن اپنے نامۂ اعمال میں استغفار کی کثرت پائے گا۔

۲۔ **ایمان کی تجدید:** بہت سے بھائی سمجھتے ہیں کہ ایمان ایک مرتبہ میں لے آنا کافی ہے اس کے بعد اس کو تازگی، غذا، تجدید، کی ضرورت نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایمان اسی طرح پرانا ہوتا جاتا ہے جیسے کپڑا میلا اور پرانا ہوجاتا ہے اس کو نیا اور اُجلا کرتے رہو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اس کو کس طرح نیا کریں فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی کثرت کرو۔ خود قرآن شریف میں ہے:

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ (الحدید)

کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کو کہ گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو اترا ہے سچا دین اور نہ ہوں ان جیسے جن کو کتاب ملی تھی اس سے پہلے پھر دراز گذری ان پر مدت پھر سخت ہوگئے ان کے دل اور بہت ان میں نافرمان ہیں۔

اس آیت کے سننے اور پڑھنے کے بعد بعض اصحاب اپنے دل کی سختی اور بے حسی سے شاید مایوس ہوتے اور سمجھتے کہ دل کی یہ زمین بالکل اوسر اور بنجر ہوگئی ہے اور اب بھی اس میں شادابی اور روئیدگی پیدا نہیں ہوگی، تو معاً اس کے بعد ارشاد ہوا:-

اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيَاتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کردیتا ہے، ہم نے تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کیں اگر تم سمجھتے ہو۔

ایک آیت میں فرمایا گیا ہے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا الخ یہاں بھی ایمان کی تکمیل وتجدید مراد ہے۔

بہرحال ہر شخص کو اپنے ایمان کی تکمیل تجدید تقویت کی ضرورت ہے اس کی کئی صورتیں ہیں ایک سوچ سمجھ کر شعور واحساس کے ساتھ کلمۂ توحید کی تکرار وکثرت، صحابہ کرامؓ سے کہا گیا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی کثرت کرو ظاہر ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے اور معنی مطلب پر غور کئے کلمہ کی تکرار اور کثرت نہیں کرتے ہوں گے۔ دوسرے ذکر کی کثرت اور ذکر کی قوت یہ دونوں مستقل چیزیں ہیں عام حالات میں ذکر کی کثرت ذکر میں قوت پیدا کردیتی ہے خاص حالات میں ذکر کی قوت کثرت کے قائم مقام بن جاتی ہے۔ قوت کے معنی یہ ہیں کہ خاص کیفیات توجہ استحضار کے ساتھ اللہ کو یاد کیا جائے۔ ان کیفیات وخصوصیات کے ساتھ تھوڑا سا یاد کرنا بھی تھوڑا نہیں ہے اور بڑے اثرات رکھتا ہے، لیکن یہ بات بڑی استعداد یا اعلیٰ یقین یا طویل محنت، یا ندامت اور انابت سے پیدا ہوتی ہے، تیسری چیز اہل یقین کی صحبت ہے، جس کی کیمیا اثری اور پارس صفتی دنیا کو تسلیم ہے۔ اور قرآن مجید کی اس پر مہر لگی ہوئی ہے، يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ۔

(اے ایمان لانے والو! اللہ کا لحاظ کرو اور اس سے ڈرو اور صادقین (راست بازوں) کے ساتھ رہو۔

چوتھی چیز اعمال کی کثرت اور مداومت ہے اس سے بھی ایمان میں جلا اور قوت اور زندگی پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ رمضان کے بعد اور ہمیشہ کرنے والے کاموں میں شریعت کی پابندی اور فرائض واحکام کی بجاآوری ہے جس کی خصوصی مشق رمضان میں کرائی جاتی ہے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ، سوچنے والی بات یہ ہے کہ جب رمضان میں حلال طیب چیزیں ایک خاص وقت کے اندر ممنوع قرار دی گئیں اور اُن پر بندش عائد ہوگئی تو وہ چیزیں جو سدا سے حرام اور قیامت تک حرام رہیں گی وہ غیر رمضان میں کیسے جائز ہو سکتی ہیں واقعہ یہ ہے کہ مومن کے دو روزے ہیں ایک عارضی اور ایک دائمی، عارضی روزہ رمضان میں ہوتا ہے، صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک اس میں کھانا پینا اور ممنوعات صوم سب ناجائز ہوتے ہیں، دائمی روزہ بلوغ سے موت تک" اس میں خلاف شریعت کام اور ممنوعات شرعیہ سب ناجائز ہوتے ہیں وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (اپنے رب کی بندگی اور تابعداری کرو جب تک موت نہ آجائے) کیسے تعجب کی بات ہے کہ عارضی روزے کی پابندی کی جائے اور دائمی روزے کو کھیل بنا لیا جائے جس کا ایک جزء اور ایک حصہ عارضی روزہ ہے، اگر وہ روزہ نہ ہوتا تو یہ روزہ بھی نہ ہوتا۔ وہ روزہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے یہ روزہ کلمہ پڑھ لینے اور اسلام کی حالت میں زمانۂ بلوغ کے آجانے سے شروع ہوتا ہے، وہ روزہ آفتاب کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ یہ روزہ بھی جب تک زندگی کا آفتاب رہتا ہے باقی رہتا ہے جہاں زندگی کا آفتاب غروب ہوا اور طائر روح نے اپنے قفس کو چھوڑا وہ روزہ بھی ختم ہوا، رمضان گذر گیا۔ فرض روزے بھی اس کے ساتھ گئے، مگر اسلام باقی ہے اور اس کا طویل اور مسلسل روزہ بھی باقی ہے پہلے کی عید دوگانہ ہے جو عید گاہ اور مسجد میں ادا ہو چلتا ہے دوسرے کی عید وہ حقیقی عید ہے جس کے متعلق شاعر عارف نے کہا ہے۔

انبساط عید دیدن روئے تو ۔ عید گاہ ما غریباں کوئے تو

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

اس روز کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے، اپنی رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

۴۔ رمضان مبارک کا بڑا تحفہ اور عطیۂ ربانی یہ قرآن مجید ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ)

مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن، ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی۔ (البقرہ)

رمضان تو سال بھر کیلئے رخصت ہوا۔ مگر اپنا پیام اپنا تحفہ اور اپنی سوغات چھوڑ تا گیا ضرورت ہے کہ رمضان گذر جانے کے بعد اس تحفہ سے اس کی یاد تازہ کی جائے، اس کی برکات حاصل کی جائیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تحفہ قاصد سے بڑھ کر ہے، شاہ وقت اپنے کسی منتخب غلام کو کسی قاصد کے ہاتھ تحفہ بھیجے تو یہ تحفہ اس کی خاص سوغات ہے یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفات کا مظہر ہے، اس وقت پورے عالم انسانی میں اور اس زمین کی سطح کے اوپر اللہ تعالیٰ کی ذات سے قرب رکھنے والا اور اس کی صفات و کمالات کا پر تو قرآن مجید ہی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کو ایک زندہ کتاب کی طرح ہمیشہ پڑھا جائے اور یقین پیدا کیا جائے کہ ہم اللہ کا کلام پڑھ رہے ہیں اور اُس ذات عالی کے مخاطب اور ہم کلام ہیں پڑھتے وقت ہمارا سینہ اس یقین سے معمور ہمارا دل اس احساس سے مسرور اور ہماری روح اس کیفیت سے مخمور ہو، حضرت ابی بن کعبؓ نے حضورؐ سے پوچھا تھا۔ هل سمانی ربی کیا میرے مالک نے میرا نام لیکر کہا کہ (ابی بن کعب سے) قرآن مجید پڑھوا کر سنو اور جب اس کا جواب اثبات میں ملا تو فرط مسرت سے رو پڑے، ہم کو بھی اس پر ناز ہونا چاہئے کہ ہمارا رب ہم سے مخاطب ہے اور ہم میں سے ہر شخص فرداً فرداً اس کا مخاطب اور شرف خطاب والتفات سے مشرف ہے، بہت سے بھائی رمضان میں بڑی مستعدی سے قرآن مجید سنتے اور پڑھتے ہیں مگر رمضان ختم ہوتے ہی اس کو طاق پر انسیار کھتے ہیں کہ پھر رمضان ہی میں آ کر اتارتے ہیں یہ بڑی ناقدری اور نادانی ہے۔ رمضان مبارک اسکی تقریب کرا کے رخصت ہوتا ہے وہ اس لئے آتا ہے کہ آپ سال بھر اس کو پڑھتے رہیں، نہ اس لئے کہ سال بھر کا آپ اس میں پڑھ لیں پھر سال بھر کیلئے چھٹی پا جائیں اس لئے رمضان کے بعد کرنے کا جو تھا کام یہ ہے کہ ہم قرآن مجید سے اپنا تعلق باقی رکھیں اور اس کی تلاوت غور و تدبر جاری رکھیں۔

۵۔ رمضان مبارک ہمدردی و غمخواری امداد و اعانت اور حسن سلوک کا خاص مہینہ ہے اس کو شہر الصبر والمواساۃ کہا گیا ہے، اس کے جانے کے بعد بھی ہمیں اس شعبہ کو زندہ رکھنا چاہیے اور ان سب بھائیوں کی خبر لیتے رہنا چاہیئے، جو ہماری امداد و اعانت اور سلوک کے محتاج ہیں موجودہ بے روزگاری اور گرانی نے ان لوگوں کی تعداد بہت بڑھا دی ہے جو پیسہ پیسہ کے محتاج اور دانے دانے کو ترستے ہیں اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے۔ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الایۃ رمضان کی تاثیر اور روزے کی قبولیت کی یہی علامت ہے کہ دل میں گداز اور طبیعت میں نرمی اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو اور رمضان گذر جانے کے بعد بھی خلق خدا پر شفقت بےنوا پر ترس، اور پریشان حال لوگوں کے ساتھ سلوک کی خواہش اور کوشش ہو،

یہ ہیں وہ سب کام جو رمضان کے بعد بھی جاری رہنے چاہئیں اور رمضان جن کیلئے خاص طور پر تیار کر کے جاتا ہے۔ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوالالباب۔

سیرت نبوی ﷺ

اصلاح معاشرہ کی بنیاد

مولانا عبداللہ عباس ندوی

سیرت نبویہ، قرآن پاک اور شریعتِ اسلام سے محدود واقفیت رکھنے والوں کا عام تصور یہ ہے کہ دین آسمان کے اوپر اور زمین کے نیچے کی بات کرتا ہے۔ سطح زمین سے اس کو کوئی سروکار نہیں ہے، اگر کچھ سروکار ہے بھی تو صرف اتنا کہ سطحِ زمین پر ایسے کام نہ کئے جائیں جس سے آسمان والا نامہربان ہو جائے، یا مرنے کے بعد جب زمین کے نیچے اس کا مردہ جسم توپ دیا جائے تو اس وقت کوئی عذاب نہ آئے۔

اس سادہ، عوامی عقیدہ میں کوئی بات قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ اگر اس عقیدہ کے مطابق عمل ہو یعنی سطحِ زمین پر ایسے کام نہ کئے جائیں جس سے آسمان والا نامہربان ہو جائے تو نجات کے لئے کافی ہے، ظاہر ہے اللہ کے رسول ﷺ کو ماننا اس کی بھیجی ہوئی ہدایت پر عمل کرنا اور مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان، سب پر اجمالاً ایمان ثابت ہو گیا۔

لیکن یہی بات جب معاندین کہتے ہیں تو ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسلام نے دنیا میں رہنے بسنے کے لئے لوگوں سے معاملات، تجارت، زراعت، صنعت وحرفت، خدمتِ خلق، سماجی انصاف، دولت حاصل کرنے اور خرچ کرنے کے موقع و محل کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں دی ہے صرف صدقہ خیرات دینے کی ہدایت کی ہے، مگر ذرائع آمدنی اور وسائلِ معاش کے متعلق کوئی ہدایت نہیں دی ہے، یہ بات اسلام اور شریعت اسلام پر بہتان ہے۔

> "اجتماعی زندگی میں ازالۂ مفاسد کے جو نمونے اسوۂ حسنہ میں ملتے ہیں، اس کی مثال تو کیا، اس کا کوئی ذرہ بھی پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتا ہے، جس طرح کوئی ماہر سرجن زخم پر نشتر لگا کر اندر اندر جہاں تک مواد پھیل گیا ہے، اس کو جسم سے نکال دیتا ہے، اسی طرح اخلاقی مفاسد کو سوسائٹی کی رگ رگ سے آپ ﷺ نے نکالا ہے اور آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہؓ نے اس کے عملی ثبوت دیئے ہیں۔"

ذٰلِكَ ... قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ (توبۃ:۳۰)

یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے، یہ بھی ان کی ریس کرنے لگے ہیں، خدا کی ان پر مار ہو، یہ کہاں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

سیرت نبویہ میں برائیوں سے بچنے اور خیر کی طرف مائل کرنے کا اسوہ ملتا ہے۔ چونکہ انسانی زندگی کا یہ عام مشاہدہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مال کو جہاں فساد کا سبب بتایا ہے وہاں خیر کے حصول کا ذریعہ بھی بتایا ہے۔ اسی لئے لفظ خیر مطلق مال کے معنی میں بھی وارد ہوا ہے، تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورۃ العادیات "إِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ" (وہ تو مال کی سخت محبت کرنے والا ہے) میں "الخَیر" سے مراد مال ہے، کیوں کہ حصولِ خیر کا بہت بڑا وسیلہ مال بھی ہے دوسری آیتِ وراثت ہے جس میں مال کو خیر کہا گیا ہے: [1]

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ (البقرۃ:۱۸۰)

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانے والا ہو تو دستور کے مطابق والدین اور اقربا کیلئے وصیت کر جائے۔

حصولِ مال اور انفاقِ مال اسلامی تعلیمات میں اقتصادیات کے دو مرکزی عنوان ہیں۔

اسلام میں کسبِ حلال کی توقیر اور بیکاری وگداگری کی ممانعت

ایک مثالی اور سچا مسلمان وہ ہے جو رزقِ حلال طلب کرنے کیلئے جائز طریقے

[1] اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ قرآن کریم میں جہاں جہاں لفظ خیر آیا ہے، اس کا مطلب مال ہے، ایسا نہیں ہے بلکہ خیر، شر کے مقابلہ میں اکثر وارد ہوا ہے، بھلائی، خوبی، سازگار اور حسبِ سیاق اس طرح کے ملتے جلتے الفاظ سے ترجمہ کیا گیا ہے، چونکہ خیر کے حصول کا ذریعہ مال ہے اسی لئے یکے از واسطہ خیر کو خیر کہہ دیا گیا ہے۔

اختیار کرکے، اپنی ذات والدین، بیوی بچوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے کوشاں ہو، اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور نصائح نیز عملی نمونے حسب ذیل احادیث سے معلوم ہوں گے: امام بخاریؒ کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا لَّہٗ من ان یأکل من عمل یدہ وان نبی اللّٰہ داؤد کان یأکل من عمل یدہ۔

(کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ)

کوئی بھی ایسا کھانا نہیں کھاتا جو اس کی محنت مزدوری سے پیدا کردہ کھانے سے بہتر ہو، اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنی روزی اپنی محنت سے حاصل کرتے تھے۔

اس حدیث کی تائید ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے جو مسند امام احمد بن حنبلؒ میں مذکور ہے:

اطیب الکسب عمل الرجل بیدہ

(۴/۱۴۰ عن رافع)

بہترین کسب معاش کا ذریعہ وہ ہے جو اپنے ہاتھوں سے حاصل کیا گیا ہو۔

امام بیہقیؒ نے یہ آیت کریمہ۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا (الجمعہ: ۱۰)

پھر جب نماز ہوچکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔

سے یہ استدلال کیا ہے کہ ادائے نماز کے بعد اہم فریضہ یہ ہے کہ ایک مسلمان رزق حلال، حلال طریقوں سے حاصل کرے، یہی نہیں بلکہ جو شخص اپنے زیر کفالت اشخاص کیلئے روزی اور راحت کے سامان کیلئے جدوجہد کرتا ہے اور اپنے آپ کو کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے روکتا ہے، اس کیلئے ایک مجاہد کا اجر ہے، طبرانی اور بیہقی کی روایت ہے:

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذرا جو جسمانی اعتبار سے تندرست اور مضبوط ہاتھ پاؤں کا تھا، صحابہؓ نے عرض کیا ایسا شخص کاش جہاد میں شریک ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر یہ شخص اپنے بچوں کی پرورش کے لئے حلال طریقہ سے روزی کی تلاش میں نکلا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ شمار ہوگا، اور اگر اپنے بوڑھے ماں باپ کیلئے کمانے نکلا ہے تو یہ بھی اللہ کے راستہ میں اس کا جہاد ہے اور اگر اس لئے نکلا ہے کہ اتنی روزی اپنی محنت و مزدوری سے حاصل کرے کہ لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے تو یہ بھی جہاد ہے، ہاں اگر دکھاوے اور نمائش کیلئے نکلا ہے تو وہ شیطان کی راہ میں ہے۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اگر کسی ایسے شخص کو دیکھتے جو تندرست ہے پھر اپنی غربت اور افلاس کا رونا روتا ہے تو اس کیلئے آپؐ ذریعۂ معاش تلاش کرتے اس کو گداگری کی ذلت سے محفوظ رکھنے کی کوشش فرماتے۔

سنن ابن ماجہ کی ایک روایت ہے۔

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنی حاجت مندی کا اظہار کیا، آپؐ نے پوچھا تمہارے گھر میں کوئی سامان ہے؟ اس نے عرض کیا ایک بھدی سی چادر ہے، جس میں سے آدھے کو بچھاتا ہوں اور آدھے کو اوڑھ لیتا ہوں، اور ایک لکڑی کی رکابی (پلیٹ) ہے حدیث شریف کے الفاظ ہیں "حلس نلبس بعضہ ونبسط بعضہ و قدح نشرب فیہ الماء"

آپؐ نے حکم دیا: جاکر یہ دونوں چیزیں لے آؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں چیزوں (چادر اور چوبی پلیٹ یا پیالہ) کو اپنے دست مبارک میں لیا اور صحابۂ کرامؓ کو مخاطب کرکے فرمایا، کون ان دونوں کو خریدتا ہے؟ ایک شخص نے کہا، میں ایک درہم میں خرید سکتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو اس سے زیادہ قیمت دے؟ دو یا تین مرتبہ آپؐ نے اعلان فرمایا، یعنی آجکل کی اصطلاح میں ان کا نیلام کیا، اس پر ایک شخص نے کہا، میں دو درہم دے سکتا ہوں، آپؐ نے اس کی بولی پر نیلام ختم کرکے سامان اس کے حوالہ کیا اور دو درہم لے لئے اور صاحب مال کو (جو ایک انصاری تھے) عطا فرماتے اور کہا، ان دو درہموں میں سے ایک درہم میں اپنے بچوں کیلئے کھانے کی چیزیں خریدلو، اور ایک درہم سے جاکر کلہاڑی خرید لاؤ، وہ شخص گیا اور ایک کلہاڑی لے آیا۔ اس کلہاڑی میں لکڑی کا دستہ نہیں تھا، صرف لوہے کا پھل تھا، آپؐ نے ایک لکڑی اٹھاکر اپنے دست مبارک سے اس میں پہلے لگائی، اس کو کسا اور ان انصاری صحابیؓ کو مرحمت فرمایا، اور یہ فرمایا: جاؤ اس سے جنگل جاکر لکڑی کاٹ کر لاؤ اور بازار میں فروخت کرو اور اب آج سے پندرہ روز تک منھ نہ دکھانا، ان صحابی نے ایسا ہی کیا، پندرہ روز بعد آئے تو دس درہم ان کے پاس تھے، کچھ کپڑے خریدے کچھ کھانے پینے کا سامان خریدا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کام ہزار درجہ اس سے بہتر ہے کہ تم کسی سے مدد چاہو، دست سوال دراز کرنا قیامت کے روز چہرے پر ایک داغ بن کر ابھرے گا، سوال کی اجازت صرف تین حالتوں میں ہے، فقر و فاقہ کی انتہائی شدت ہو، یا بہت

مجبوری میں لیا ہوا قرض پیٹھ کی ہڈی توڑ رہا ہو یا کسی کا خون بہا ادا کرنا پڑے۔

(ابواب التجارات، باب بیع المزایدۃ)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کا یہ عملی نمونہ بتاتا ہے کہ حصولِ مال کے شریفانہ طریقوں کی ہمت افزائی کی گئی ہے اور اس طریقہ پر یعنی کسبِ حلال کے ذریعہ اگر کسی کے پاس مال جمع ہو جائے، معمولی تجارت بڑھ کر بڑی تجارت بن جائے! جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دُنیاوی نعمتیں مال کی شکل میں عطا فرمائی تھیں تو وہ انھیں حضرات کی طرح اپنی دولت کی ایک ایک پائی کو اللہ کی امانت سمجھ کر خرچ کرے،

حصولِ مال کے وہ ذرائع اسلام نے حرام قرار دیئے جو کسی کی شخصی مصلحت کو ضرر پہونچاتے ہوں، یا مجموعی طور پر جس سے معاشرتی ڈھانچہ کمزور ہوتا ہو، یا جو اخلاقی نقطۂ نظر سے مُضر ہوں ان میں سرِ فہرست سود ہے، جس کی مختصر اور جامع تعریف التسلیف بزیادۃ علیٰ راس المال ہے، یعنی ایسا قرض جس کے عوض رأس المال سے زیادہ دینا پڑے، سودی قرض دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک کو عربی میں استہلاکی کہتے ہیں یعنی جو خرچ کم کر کے ختم کر دیا جائے INVESTMENT CONSUMABLE اور دوسرے قسم کا سودی قرض استثماری ہے جو کاروبار میں لگانے کیلئے لیا جاتا ہے INVESTMENT کیلئے، اسلام نے دونوں کو اور اس کی جتنی قسمیں ہوں اور ان پر خواہ کتنے ہی خوشنما پردے ڈالے گئے ہوں، سب کو حرام قرار دیا ہے اور اس کی حرمت کا اعلان قرآنِ کریم میں کر دیا گیا۔

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرۃ: ۲۷۵)

اور اللہ نے خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا۔

حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ نے فرمایا:

ألا وان كل شيئ من امر الجاهلية تحت قدمي موضوع وربا الجاهلية موضوع واول ربا اضع من ربانا ربا العباس بن عبد المطلب (بیہقی کتاب السیر باب بیع الدرہم الخ)

سن لو کہ زمانہ جاہلیت کے تمام بُرے رواج میرے قدموں سے آج روند دیئے گئے، جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیئے گئے۔ اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

احتکار کی حرمت:

کوئی تاجر اگر انسانی ضرورت کی چیز جمع کرے کہ خریدار کو اپنی ضرورت کیلئے بازار میں نہ مِل سکے، پھر جب لوگوں کو ضرورت پڑے تو اپنی من مانی قیمت لیکر فروخت کرے، اس میں ظاہر ہے کہ عام افرادِ قوم کا نقصان ہے اور ایک شخص دوسروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی دولت بڑھاتا ہے، حدیث میں آیا ہے "مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ" (مسلم، کتاب المساقات باب تحریم الاحتکار) احتکار کرنے والا خطاکار ہے، یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے خاطی کے معنیٰ "آثم" گنہگار لکھا ہے۔

دھوکہ دہی کی حُرمت

اس کو عربی میں "غش" کہتے ہیں، اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ خریدار کو مال کا اچھا حصّہ دکھایا جائے اور خراب حصّہ اس سے پوشیدہ رکھا جائے، صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایسی جگہ سے ہوا جہاں غلّہ کی تھیلی برائے فروخت رکھی تھی، آپ نے اس کے اندر ہاتھ ڈالا تو انگلیوں کو کچھ نمی محسوس ہوئی، آپ نے پوچھا اے غلّہ فروخت کرنے والے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا بارش کا پانی لگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس حصّہ کو تم نے سب سے اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ دیکھ لیتے۔ اس کے بعد فرمایا: "مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا" (مسلم کتاب الایمان) جس نے دھوکہ دہی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یعنی میرا اُمتی ہو سکنے کے لائق نہیں ہے۔

مزدور کی مزدوری نہ دینے کی حرمت

حرام کمائی میں یہ بھی ہے کہ مزدور کی اُجرت نہ دی جائے یا اس میں کمی کی جائے۔ اس طرح کے کام وہ لوگ کرتے ہیں جن کے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں، محنت کش طبقہ کا حق مار کر، ان کے بیوی بچوں کی روزی چھین کر اپنا سرمایہ بڑھاتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مزدور کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو (۱) حدیثِ قدسی ہے:-

قال النبي صلى الله عليه وسلم: قال الله عز وجلَّ: ثلاثة انا خصمهم يوم القيامة رجلٌ أعطى بي ثم غدر، ورجلٌ باع حُرًّا فأكل ثمنه ورجلٌ استأجر أجيرًا فاستوفى منه ولم يعطه اجرهٗ۔

(بخاری بحوالہ کنز العمال ۳/۱۸۵ مطبوعہ مصر)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کا میں قیامت کے دن فریق ہوں گا۔ ایک وہ لوگ جن کو میرے نام پر کچھ دیا گیا پھر اس میں خیانت کی، دوسرے وہ لوگ جس نے کسی آزاد کو غلام بنا کر فروخت کر دیا، تیسرے وہ لوگ جنھوں نے کسی شخص کو کام پر لگایا، اس سے محنت پوری وصول کر لی مگر اس کا حقِ محنت ادا نہیں کیا۔

(باقی آئندہ)

(۱) ابن ماجہ کتاب الرہن باب أجر الاجراء

(از — پیغمبر اخلاق انسانیت)

آخرت کی فکر کیجئے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ذیل میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء کی وہ پُراثر تقریر پیش کررہے ہیں جو انہوں نے ۲۲ نومبر [illegible] کے جلسہ اصلاح معاشرہ میں فرمائی، یہ تقریر اصلاح حال اور فکر آخرت کے سلسلہ میں بڑی اہم ہے، اس لئے افادۂ عام کی غرض سے ہدیۂ ناظرین کررہے ہیں (ادارہ)

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

بزرگو اور دینی بھائیو!

دین کی باتیں کرنا اور اس کے احکام دوسروں کو بتانا، اور اس کے اختیار کرنے پر ان کو آمادہ کرنا یقیناً یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ الدال علی الخیر کفاعلہٖ جو اچھی بات بتاتا ہے تو کرنے والے کی طرح اس کو بھی اجر ملتا ہے، یعنی اگر کسی کے سمجھانے بجھانے سے کوئی نماز پڑھنے لگے تو اس کے نماز پڑھنے کا ثواب نمازی کو ملے گا لیکن اسی کے ساتھ جس نے اس کو نماز پر آمادہ کیا ہے اس کو بھی ملے گا، جس طرح کچھ لوگ نیکی کی بات بتاتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، اچھی باتوں کے اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی اجر ملتا ہے اور وہ بڑھتا چلا جاتا ہے، جیسے جیسے اس کی نصیحت پر عمل کرنے والوں کو اجر ملتا ہے اور برابر یہ اجر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے

بھائیو! اصل زندگی اور اصل فائدہ

آخرت کا فائدہ ہے اور کوئی آدمی کسی دوسری جگہ جاتا ہے تو اس کی پہلے سے تیاری کرتا ہے اور وہاں کیلئے زادِ راہ اپنے ساتھ رکھتا ہے، مثلاً آپ کو امریکہ جانا ہے، امریکہ میں آپ کا کوئی کام ہے، کوئی ضرورت ہے جو آپ وہاں جاکر پوری کریں گے۔ تو آپ پوچھیں گے کہ بھائی امریکہ میں رہنے کی کیا صورت ہے، اور وہاں کس طرح ضروریات پوری کی جاتی ہیں، وہاں ہماری ضرورت کا سامان ملتا ہے یا نہیں؟ اور کیا چیز ہم کو یہاں سے لے جانا چاہیئے، جس سے وہاں کام چلائیں، اور اگر ہم نہ لے جائیں گے تو وہاں تکلیف ہوگی جیسے مثلاً ہندوستان کے جنوبی علاقوں میں گرمی نہیں ہوتی، سردی کے موسم میں وہاں سردی نہیں ہوتی، وہاں معتدل موسم ہوتا ہے، جیسے بمبئی میں معتدل موسم ہوتا ہے

اسی طرح مدراس اور دوسرے علاقوں میں معتدل موسم ہوتا ہے، سردیوں میں سردی نہیں ہوتی۔ اب مدراس والے بغیر سوچے سمجھے دہلی یا لکھنؤ سردیوں کے موسم میں آجاتے ہیں جہاں سخت سردی ہو رہی ہے، لیکن ان کے یہاں تو سردی پڑتی نہیں۔ اس لئے ان کو معلوم ہی نہیں کہ سردی کا موسم ہے یہاں آکے سخت پریشانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں ایسے لوگوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ بڑے دولتمند اور خوشحال ہیں، لیکن سوتی لباس میں آگئے اور ان کے پاس سوتی کپڑوں کے علاوہ دوسرے گرم کپڑے نہیں، چنانچہ سردی سے سخت پریشان ہورہے ہیں اور کانپ رہے ہیں پھر کسی طرح بازار سے کوٹ خریدا، گرم بنیائن اور سوئیٹر خریدا، اس طرح سردی سے نجات پائی، وہاں سے لیکے نہیں آئے کیونکہ ان کو سردی کے بارے میں معلوم نہیں لیکن سمجھدار آدمی یہ کرتا ہے کہیں جانا ہو تو معلوم کرتا ہے کہ وہاں ہم کو کس چیز کی ضرورت ہوگی جس کو ہم لے جائیں۔ اس کو لے جائیں کہ نہ لے جائیں۔ لحاف اس وقت لے جائیں کہ نہ لے جائیں، کمبل لے جائیں کہ نہ لے جائیں کہنے والا کہتا ہے وہاں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ کمبل لحاف کی ضرورت نہیں پڑے گی، ایک ہلکی چادر رکھ لو، وہاں موسم معتدل ملے گا۔ اچھا ملے گا یا کہتا ہے کہ نہیں کمبل لے جاؤ ڈبل کمبل لے جاؤ ورنہ وہاں ٹھنڈک لگ جائے گی۔ بیمار پڑجاؤ گے نمونیا ہوجائے گا۔ معلوم نہیں کس مصیبت میں پڑجاؤ گے، لاد پھاند کے آدمی بڑا موٹا بستر لے کر جاتا ہے اسی طرح ہمیں اس دنیا کی زندگی سے نکل کر جب آخرت کی زندگی میں جانا ہوگا تو وہاں ہمیں کس کس چیز کی ضرورت پڑے گی یہ سوچنے کی بات ہے ہم اس لافانی دنیا کے اندر کسی ملک میں جاتے ہیں، کسی اور ماحول میں جاتے ہیں تو تیاری

رکے جاتے ہیں، سامان لیکر جاتے ہیں، پوچھ کے جاتے ہیں کہ وہاں کب ہوگا، کیسے ہمارا کام چلے گا اور جب اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور آخرت کی زندگی ہم کو ملتی ہے اس وقت کے بارے میں بالکل نہیں سوچتے کہ ہمیں کیا لے جانا چاہئے وہاں ہمیں کس چیز کی ضرورت پڑے گی۔ اور وہ زندگی اس زندگی کے مقابلہ میں بڑی لمبی ہے اور نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ دنیا کی ہماری زندگی سو سال کے اندر ختم ہو جاتی ہے۔ اور بہت سے لوگوں کی زندگی تو ۳۰، ۴۰، ۵۰، سال کے اندر ختم ہو جاتی ہے ورنہ بہت آگے گیا آدمی تو ۷۰ رچلا گیا، ۸۰ رچلا گیا، ۹۰ رچلا گیا، اور جب ۱۰۰ پہونچ جاتا ہے تو لوگ دور دور سے دیکھنے آتے ہیں کہ فلاں صاحب سو سال کے ہوگئے تو یہ زندگی اس مکان کے اندر ختم ہو جاتی ہے اسکے بعد ہمیشہ ہمیشہ کی وہ زندگی شروع ہوتی ہے، جو کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے، اس کو نہ سینکڑوں میں آپ شمار کر سکتے ہیں نہ ہزار میں شمار کر سکتے ہیں نہ لاکھ میں شمار کر سکتے ہیں، نہ کروڑ میں نہ ارب میں نہ کھرب میں شمار کر سکتے ہیں نہیں کہہ سکتے کہ وہ دس کھرب ہوگی یا اس سے زیادہ ہوگی، وہ زندگی جو ملے گی نہ ختم ہونے والی ہوگی چلتی چلی جائے گی، اب ہمیں وہاں اگر آرام کا سامان نہ ملا اور ہم یہاں سے سامان لیکے نہیں گئے تو وہاں کے آرام کا کیا ہوگا آدمی یہ سوچ لے کہ دنیا میں ایک رات بغیر بستر کے سردی میں گذار نہیں سکتا، سخت سردی پڑ رہی ہو نہ کمبل ہو نہ لحاف ہو ایک چادر ہلکی پھلکی ہو تو دیکھئے کہ رات کیسی گذرتی ہے یعنی آدمی مر مر کے جیتا ہے صبح ہوتی ہے تو کہتا ہے ہو ہو دھوپ نکلی اب جان میں جان آئی۔ تو آخرت کی زندگی میں اگر ہم کو وہ چیز نہیں ملتی جس سے آرام ملتا ہے جس سے راحت ملتی ہے تو کیا ہوگا، یہ سوچنے کی بات ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ یہ سب باتیں بتائی ہیں کہ ہمیں وہاں کس چیز کی ضرورت پڑے گی وہاں ہم کیا لے کر جائیں آدمی اس دنیا سے جاتا ہے تو ایک جوڑا کپڑا بھی نہیں لے جاتا، ایک پیسہ بھی اپنے ساتھ نہیں لے جاتا خالی ہاتھ جاتا ہے چاہے سکندر ہو، دارا ہو، بڑے سے بڑا وزیر اعظم ہو، بادشاہ ہو، لیکن جب یہاں سے منتقل ہوگا، یہاں سے رخصت ہوگا تو ایک پیسہ بھی ساتھ نہیں لے جا سکتا، ایک جوڑا کپڑا نہیں لے جاتا، ایک چیز نہیں لے جاتا وہاں بالکل خالی ہاتھ اور خالی جسم جاتا ہے اب وہاں کیا ملے گا، وہاں آپ کو کمبل ملے گا؟ کپڑے ملیں گے؟ کیا چیز ملے گی؟ وہ چیز ملے گی جو عمل سے ہم نے یہاں تیار کیا، کتابوں میں لکھا ہے کہ جنت بالکل خالی زمین ہے، ہم یہاں جو عمل کریں گے اس سے وہ زمین آباد ہوگی یہاں عمل کریں گے وہاں درخت لگ جائے گا، یہاں عمل کریں گے وہاں باغ لگ جائے گا، یہاں عمل کریں گے وہاں مکان بن جائے گا، یہاں کرنے سے وہاں ہوتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نظام بنایا ہے جس نے یہ دنیا بنائی، جس نے یہ آخرت بنائی، جس نے انسان کو بنایا ہے ساری مخلوقات کو جس نے پیدا کیا ہے ہر چیز اس کی بنائی ہوئی ہے اس نے یہ نظام رکھا ہے کہ وہاں وہ چیز ملے گی جو یہاں سے بھیجوگے، اور یہاں سے نہیں بھیجوگے تو وہاں نہیں ملے گی جیسے کہا جائے کہ تم سامان نہیں لے جا سکتے سفر پر جا رہے ہو سامان تم جمع کر دو دفتر میں، یہ سامان تمہیں وہاں پہونچ جائے گا۔ اب وہاں پہونچے تو اب دیکھ رہے ہیں کہ سامان آیا کہ نہیں آیا، اگر نہیں آیا تو اب بیکار ہیں، سامان وہاں موجود نہیں ہے، اب کیا کریں اور اگر آگیا تو اس سے فائدہ اٹھائیں گے، یہی نظام ہے جو اس دنیا سے بھیجیں گے تو وہاں پہونچے گا، نہیں بھیجیں گے تو نہیں پہونچے گا اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا سے ہم بستر بھیجیں گے، وہاں بستر مل جائے گا، ہاں اگر ہم اللہ کو راضی کرنے کیلئے کسی غریب کو بستر دے دیں گے تو اس کا اجر ضرور ملے گا اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ اس کی رضا کیلئے اس کی خوشنودی کیلئے اس کے حکم کے مطابق تم جو کرو گے تو وہ تمہیں وہاں ملے گا، تم اگر غریب کی مدد کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہو زکوٰۃ دیتے ہو تو وہ سب تمہیں وہاں مل جائے گا اور اس کا کئی گنا بڑھا کے اللہ تعالیٰ دے گا۔ اسی طرح تم نماز پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں جنت اور جنت کی تمام نعمتیں عطا فرمائے گا، تو اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے آخرت کی زندگی جو نہ ختم ہونے والی ہے اس کے لئے ہم نے کوئی تیاری نہیں کی، کوئی انتظام نہیں کیا ہم اس کو دیکھ نہیں رہے ہیں اس لئے ہم غفلت میں ہیں۔

اس کی مثال شتر مرغ کی سی ہے اس کے متعلق آتا ہے کہ وہ جب کوئی خطرہ دیکھتا ہے تو تیزی کے ساتھ بھاگتا ہے، ہر جانور خطرہ دیکھے گا تو بھاگے گا ایک وہ ہے کہ خطرہ دیکھتا ہے تو تیزی سے بھاگتا ہے اور بھاگتا چلا جاتا ہے، لیکن جب دیکھتا ہے کہ خطرہ سر پر آگیا ہے اور بھاگ نہیں پا رہا ہے تو اپنے سر کو ریت کے اندر دبا دیتا ہے کہ نظر نہ آئے اور مارا جاتا ہے، وہ اپنے سر کو ریت کے اندر چھپا لیتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ خطرہ سے محفوظ ہو گیا، تو یہی حال انسانوں کا ہو گیا ہے کہ آخرت کو وہ دیکھ نہیں رہے ہیں اس لئے وہ غافل ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ خطرہ ہے ہی نہیں، تو خطرہ نہ دیکھنے سے خطرہ ٹل نہیں جاتا، خطرہ ٹالنے سے ٹلتا ہے، خطرہ کے متعلق جو انتظام کیا گیا

اس انتظام سے ملتا ہے، اگر آپ بخار سے بچنا چاہتے ہیں تو اس بخار کو ٹالنے کی اور بخار سے بچانے کی جو دوا ہے وہ کھانا پڑے گی۔ ایسے ہی صرف تمنّا سے کام نہیں چلے گا، اگر کوئی مصیبت آگئی کو اس مصیبت کو دور کرنے کا جو طریقہ ہے اس طریقہ سے مصیبت دور ہوگی صرف خواہش سے دور نہیں ہوگی۔ تو آخرت کے اندر کامیاب ہونے کیلئے، راحت حاصل کرنے کیلئے اور وہاں کامیاب ہونے کیلئے جو طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اس طریقہ کو اختیار کرنے کے بعد کامیابی ملے گی، اور اگر اس طریقہ کو ہم اختیار نہیں کرتے تو نہ ہماری عقل کام دے گی اور نہ ہماری تمنّا کام دے گی اور آخرت میں کامیابی نہیں حاصل ہوگی، صاف صاف قرآن میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ دیکھو اگر ایمان وعمل صالح تمھارے پاس نہیں ہے تو تمہیں جنت نہیں ملے گی، اور ایمان وعمل صالح ہے، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر تم چلتے ہو، اچھے عمل کرتے ہو۔ تو تمہیں وہاں اس پر انعام ملے گا اور خوب ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خوب دے گا اتنا ہی نہیں جتنا تم نے کیا ہے، جتنا تم نے اپنا حق بنایا ہے اس سے کئی گنا زیادہ دے گا، لیکن کروگے تب ملے گا، نہیں کروگے تو نہیں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ بڑا رحیم وکریم ہے اس نے بار بار سمجھایا، اور بار بار اس نے اپنے نبیوں کو بھیجا انسانوں میں کتنے نبی آئے ہیں ایک لاکھ سے اوپر نبی آئے ہیں، گاؤں گاؤں آئے ہیں، بستی بستی آئے ہیں، کیوں آئے اور برابر آتے رہے۔ زمانہ بدلتا رہا، اور نبی برابر آتے رہے کیوں؟ اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم کی وجہ سے، وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے آخرت میں کامیاب ہوں، بندوں پر اس کی اتنی رحمت ہو کہ دنیا میں بھی آرام سے رہیں اور آخرت میں بھی آرام سے رہیں تو بار بار اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعہ بتایا، رہنمائی کی، کہ دیکھو بھائی ہوشیار ہو جاؤ، خوب ہوشیار ہو جاؤ، ہم تم کو بتائے دیتے ہیں کہ آخرت میں کامیابی اس طرح ملے گی۔ اگر یہ نہیں کروگے تو نہیں ملے گی، اللہ تعالیٰ نے نظام بنایا ہے۔ جو اس نظام پر چلے گا وہ کامیاب ہوگا، اور اگر وہاں کی تیاری نہیں کی، اور وہاں کیلئے اچھے عمل کا توشہ نہیں بھیجا تو وہاں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور وہاں پھر نہ کسی سے مستعار لے سکتے ہو نہ کوئی تمہیں دے سکتا ہے قرآن میں آیا ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وہاں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ نہ ماں کچھ کرسکے گی نہ باپ کچھ کرسکے گا۔ نہ دوست احباب کچھ کرسکیں گے نہ کوئی کسی کی مدد کرسکے گا، صرف اپنا کیا ہوا ہے بھگتنا پڑے گا۔ یہاں جو کچھ کیا ہے اسی کو وہاں بھگتنا پڑے گا۔

اسی لئے تو ڈرایا گیا ہے کہ دیکھو غفلت میں نہ رہو، بیوقوفی مت کرو، صاف صاف کہا گیا ہے کہ آخرت کیلئے اچھے عمل کرو، آخرت حق ہے، صرف اتنی سی بات نہیں ہے، جو اللہ تعالیٰ نے نظام بنایا ہے وہی حق ہے۔ تمنّاؤں سے کام نہیں چلے گا، اگر یہاں سے توشۂ آخرت نہیں لے گئے، اگر یہاں سے اچھے عمل کا تحفہ وہاں نہیں بھیجا تو وہاں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ فرمایا گیا جنت ایک چٹیل میدان کی طرح ہے۔ دنیا میں جو عمل کروگے اسی لحاظ سے جنت وہاں آباد ہوگی، وہاں باغات لگیں گے نہریں جاری ہوں گی، وہاں مکانات بن جائیں گے قصر بن جائیں گے، محلات بن جائیں گے۔ اور معلوم نہیں کیا کیا چیزیں بن جائیں گی۔ لیکن یہاں کرنے سے بنیں گی، نہیں کریں گے تو وہاں نہیں بنیں گی۔

حدیث شریف میں ہے قیامت کا بڑا ہولناک منظر ہوگا، سب کھڑے ہوں گے، سورج کی تپش اتنی زیادہ ہوگی کہ پسینہ بالکل کالا نظر آرہا ہوگا، کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ صرف عرش الٰہی کا سایہ ہوگا، عرش الٰہی کا سایہ ان لوگوں کو ملے گا جن کے متعلق بتایا گیا کہ فلاں فلاں عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا، جبکہ وہاں کوئی سایہ نہیں ہوگا، سخت دھوپ ہوگی اور اللہ کے سامنے آدمی کو حاضر ہونا پڑے گا۔ اور اپنے عمل کا جواب دینا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ کیا لیکر آئے ہو؟ بتاؤ کیا لیکر آئے ہو؟ تمہارا عمل کیا ہے؟ اور پھر اللہ تعالیٰ آدمی کے ہاتھوں کو پیروں کو اور جسم کو زبان دے دے گا۔ اور وہ جواب دیں گے

آپ دیکھتے ہیں کہ ٹیپ ریکارڈ میں کس طرح آواز بھر جاتی ہے اور فوراً ٹیپ ریکارڈ اس کو ریکارڈ کر لیتا ہے تو فرشتے بھی اسی طرح ریکارڈ کر رہے ہیں، آدمی کے نامۂ اعمال کندھے پر رکھے ہوئے ہیں، فرشتے آدمی کے ایک ایک عمل کو ریکارڈ کر رہے ہیں۔ قیامت کے روز وہ ریکارڈ کھل کر سامنے آجائے گا، اور ان کے ہاتھ اور پیر بولنے لگیں گے کہ انھوں نے یہ عمل کیا، یہ عمل کیا، ہاتھ کہے گا یہ کیا، پیر کہیں گے یہ کیا، سارے عمل وہ بتائے گا یہ آدمی اپنے ہاتھ پیر سے کہے گا کہ تم ہمارے خلاف بول رہے ہو؟ وہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو زبان دے دی تمہارا کچا چٹھا بتانے کیلئے ہم بتا رہے ہیں اور آدمی کہے گا کہ کاش ہم پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے کاش ہم مٹی ہوگئے ہوتے، کاش ہمارا وجود ہی ختم ہوگیا ہوتا۔ آدمی کے اعضاء گواہی کے طور پر کہیں گے کہ تمہیں جنت میں کچھ نہیں ملے گا اس لئے کہ تم کچھ کرکے نہیں آئے، اور اگر اچھا نامۂ اعمال ہے تو آدمی دیکھ کر خوش ہوگا اور کہے گا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا ہم پر کرم ہے، اللہ تعالیٰ نے اتنا ہم پر فضل فرمایا کہ ہم اچھے عمل کرکے آئے، آج ہم اس سے فائدہ اٹھائیں گے، آج ہم راحت اٹھائیں گے جبکہ کتنے آدمی ہیں جو راحت سے محروم ہیں؛

تو بھائی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعہ سے اپنی کتاب کے ذریعہ سے بار بار ڈرایا کہ آخرت کی تیاری کرو، مرنے سے پہلے تیاری کرلو، یہاں سے وہاں کا سامان کرلو، وہاں اپنی راحت کا سامان بھیجدو، تم جو یہاں کرو گے۔ اللہ تعالیٰ اس کو وہاں پہونچا دیگا اور اس کو داخل کردے گا۔ وہاں جب پہونچو گے تو وہاں تمہیں وہ سب چیزیں تیار ملیں گی۔ تو اس لئے ہم سب کو اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے اور یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کیا ہے؟ کس چیز سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے؟ کس چیز سے ہماری جنت بنتی ہے؛ کس چیز سے ہمیں نقصان پہونچتا ہے اور کن بداعمالیوں کی وجہ جہنم کا خطرہ ہم کو پیش آسکتا ہے اس کو علماء سے معلوم کرنے کی ضرورت ہے، اور علماء جو تقریریں کرتے ہیں، جو بات کہتے ہیں وہ سب کچھ اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ بتاتے ہیں، اور وہ نہ بتائیں تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم خود معلوم کریں، اور قرآن و حدیث میں ہم کو بتایا گیا کہ آخرت میں کامیابی یہاں کے عمل سے ملے گی، اور یہاں کی کوتاہی سے آخرت میں تباہی ہوگی۔ تو اتنی بات تو ہم ضرور معلوم کریں کہ وہ کون کون سی باتیں ہیں جن سے آخرت میں ہمیں کامیابی حاصل ہوگی، اور کون کون سی باتیں ہیں جن سے ہماری آخرت خراب ہوگی، یہ ہم خود معلوم کریں، اور ان لوگوں سے پوچھیں جو جاننے والے ہیں کہ یہ مسئلہ ہمارا ہے، یہ مسئلہ کسی واعظ کا نہیں ہے، کسی عالم دین کا نہیں ہے، ہر شخص کا مسئلہ اپنا ذاتی ہے۔ اگر ہم عمل کریں گے تو ہم کو فائدہ پہونچے گا دوسروں کے عمل سے ہم کو فائدہ نہیں پہونچے گا۔

تو میرے بھائیو! ان دینی مجالس کو غنیمت سمجھو اور ان سے پورا فائدہ اٹھاؤ، علماء کرام جو کچھ کہتے ہیں جو کچھ بتاتے ہیں، جن خطرات سے آگاہ کرتے ہیں اور جو فرائض کی باتیں بتاتے ہیں ان کو اچھی طرح کان کھول کر سننا چاہیئے اور ان پر عمل کرنا چاہیئے۔

عقلمند آدمی کا کام یہی ہے کہ جو اس کو خطرہ بتایا جائے تو اس سے بچنے کی کوشش کرے، اگر اس کو کسی مضرت کی اطلاع دی جائے تو اس مضرت سے بچنے کی کوشش کرے، یہ سمجھداری کی بات ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو سمجھدار لوگ ہیں وہی باتوں کو سمجھتے ہیں اور جو بے وقوف ہیں، اور آنکھ بند کئے ہوئے ہیں، اور بے وقوفی میں جو چاہ رہے ہیں کر رہے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ کیا بھلا ہے کیا برا ہے؟ تو وہ پریشان ہوں گے اس لئے بھائیو آخرت کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

میرے بھائیو! ہر آدمی کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور مرنے کے بعد حساب کتاب کا ہونا بھی یقینی ہے، جو اس دنیا میں آیا ہے، جو پیدا ہوا ہے اس کو مرنا یقینی ہے، اس دنیا کے آثار میں ہر چیز پر شبہ کیا جا سکتا ہے، لیکن اس بات پر شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ آدمی کو مرنا ہے، اور مرنے کا مطلب بالکل ختم ہوجانا نہیں ہے، اس کا مطلب ہے اس زندگی سے منتقل ہو کر دوسری زندگی میں آپ چلے جائیں گے، اس زندگی کی فکر ہم کو اس دنیا کی زندگی میں کرنی ہوگی، وہاں جاکر ہم فکر کریں اس کی کوئی گنجائش بالکل نہیں ہوگی۔

آخرت کا معاملہ یہ ہے کہ ہم دنیا میں فکر کریں گے تو آخرت میں فائدہ ہوگا، اور دنیا میں کوتاہی کریں گے، غفلت کی زندگی گذاریں گے تو ہمیں آخرت میں اس کی سزا ملے گی، اس لئے ہم کو اللہ تعالیٰ کے احکام کو معلوم کرنا چاہیئے اور علماء سے پوچھنا چاہیئے کتابیں پڑھنا چاہیئے کہ کیا چیز ہمارے لئے ضروری ہے، کیا چیز بہتر ہے، کیا چیز نامناسب ہے، اور کس بات سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے کس بات سے ناراض ہوتا ہے، تاکہ ہم آخرت میں کامیاب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح بات سننے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا سید محمد لقمان اعظمی ندوی اللہ کے حضور میں

شمس الحق ندوی

دار العلوم ندوۃ العلماء کے لائق ترین فرزند ارجمند، جید عالم دین، متقی، پرہیزگار، مخلص عربی زبان و ادب کے ماہر فن ادیب، ماہر تعلیم، علم حدیث کے موضوع پر عبور رکھنے والے، مختلف کتابوں کے مصنف اور ٹیچرز ٹریننگ کالج حائل (سعودیہ عربیہ) کے ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے پروفیسر اور سربراہ مولانا ڈاکٹر سید محمد لقمان اعظمی ندوی ۶ جنوری سنہ ۲۰۰۱ء مطابق ۱۰ شوال سنہ ۱۴۲۱ھ کو انتقال فرماگئے۔

ڈاکٹر اعظمی عرب دنیا میں ایک نامور عالم دین اور ممتاز داعی اسلام کی حیثیت سے متعارف تھے، سوز و دردمندی اور موضوع کا ہمہ جہتی احاطہ ان کی تحریروں کی خصوصیات تھیں۔

موصوف بی بی پور اعظم گڈھ (موجودہ مئو) میں سنہ ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے، دار العلوم ندوۃ العلماء سے عالمیت و فضیلت کی تکمیل کی، جامعہ ازہر مصر سے عالمیت اور تدریس کی سند حاصل کی، قاہرہ یونیورسٹی سے بی اے، ایم اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں، کچھ دنوں سنوسی یونیورسٹی لیبیا اور وزارت تعلیم حکومت سعودی عرب میں تدریسی خدمات انجام دیں اور طویل عرصہ تک ٹیچرز ٹریننگ کالج حائل سعودیہ عربیہ کے ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز میں پروفیسر اور اس کے سربراہ رہے، اس کے بعد رابطہ عالم اسلامی نے انہیں اپنی خدمات میں لے لیا تھا، لیکن کاغذی کارروائی مکمل ہونے سے قبل مرحوم نے دل کا ریاض میں آپریشن کرایا جو کامیاب رہا۔ مگر ذیابیطس کے مریض ہونے کی وجہ سے بعض دیگر شکایات پیدا ہوگئیں تھیں اور تقریباً چار ماہ اسپتال میں کو اسی حالت میں رہ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

مولانا سید محمد لقمان صاحب نے تعلیم کے مختلف مراحل میں مصروف رہ کر تعلیم و تربیت کے میدان میں نصف صدی گذاری اور عالم اسلام کے معروف ترین علماء، مفکرین اور داعیوں کے تجربات سے استفادہ کیا اور ان سے تحقیقی معلومات کا عطر کشید کیا۔ اس نہج پر حدیثوں کا مطالعہ ایسا با مقصد اور علمی مطالعہ سمجھا جاتا ہے جو سنت کی اہمیت اور اس کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے۔ انہوں نے حدیثوں سے فقہی مسائل کا استنباط بھی کیا تاکہ سنت کی اہمیت اور قانون شرعی کی حیثیت سے اس کا رتبہ و مقام عیاں ہو جائے۔ تعلیم حدیث کے سلسلہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن حسنی ندویؒ سے بخاری شریف کے مختلف ابواب پڑھے اور محدث کبیر مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ سے خاطر خواہ استفادہ کیا تھا اس طرح ان دونوں عظیم بزرگوں سے شاگردی کا شرف حاصل ہوا جو بڑی سعادت کی بات ہے۔

موصوف کو حدیث کے موضوع پر بڑا عبور اور کمال حاصل تھا "دراسات فی الحدیث" حدیث کے موضوع پر ان کی معرکۃ الآراء تالیف ہے جو دو جلدوں میں ہے، جس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مؤلف نے جن حدیثوں کا انتخاب کر کے اپنی کتاب میں جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے وہ حدیثیں سعودی حکومت کے ٹریننگ کالجوں کے نصاب درس میں داخل ہیں جہاں حدیث کے شائق طلباء اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں

اس کتاب کا اردو ترجمہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے علمی، ادبی، دینی اور اصلاحی ترجمان تعمیر حیات میں بھی قسط وار راقم سطور کے قلم سے شائع ہو چکا ہے اور اب کتابی شکل میں "تدبر حدیث" کے نام سے منظر شہود پر بھی آگیا ہے۔ افسوس کہ اردو میں اس کی دوسری جلد شائع ہو کر آئی تو مرحوم اس عالم فانی سے رخصت ہو چکے تھے دیکھ بھی نہ سکے جس کے دیکھنے کی ان کو بڑی فکر اور خواہش تھی

اس کتاب سے کتاب و سنت کی صحیح اور حقیقی اہمیت واضح ہوتی ہے اور یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ قرآن و حدیث ہی اسلام کی اساس اور بنیاد ہیں ان سے سر مو انحراف نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ازیں قبل ڈاکٹر اعظمی کی گراں قدر تصنیف مجتمع المدینۃ فی عہد الرسول ﷺ (عہد نبوی کا مدنی معاشرہ) بھی منظر عام پر آچکی ہے جس کے مترجم ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی کے زیر اہتمام شائع ہو کر داد و تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

مولانا اعظمی صاحب دار العلوم ندوۃ العلماء۔ اور اس کے سابق ناظم اعلیٰ مفکر اسلام

ایک پڑوسی کا قصہ

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک نوجوان رہتا تھا اور وہ آپ کی مجلس میں آتا رہتا تھا، ایک دن اس نے امام اعظمؒ سے کہا کہ میں فلاں لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، لیکن وہ میری طاقت اور حیثیت سے زیادہ مہر کا مطالبہ کرتی ہے آپؒ نے فرمایا اس کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے ایک مرتبہ شادی کر لو۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے اس مسئلہ کو حل فرما دیں گے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، لیکن لڑکی والوں نے کل مہر وصول کئے بغیر لڑکی کو اس کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا۔ آپؒ نے سردست اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے اس نوجوان کو مطلوبہ رقم بطور قرض دے دی پھر آپؒ نے فرمایا کہ اب تم یہ بات نشر کردو کہ تم اب اپنی بیوی کو اپنے ساتھ لیکر دور دراز کسی اور ملک میں جانا چاہتے ہو۔ اب یہ بات لڑکی والوں پر شاق گذری اور مشکل معلوم ہوئی، وہ لوگ امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں شکایت لے کر فتویٰ طلب کرنے آئے، تو آپؒ نے فرمایا کہ اسے حق حاصل ہے کہ وہ لڑکی کو جہاں چاہے لے جا سکتا ہے۔ انھوں نے کہا ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ لڑکی کو اس کے ہمراہ جانے دیں براہ کرم آپ کوئی حل پیش فرمائیں۔ آپؒ نے فرمایا جو کچھ اس سے لیا ہے وہ دے کر اس کو راضی کر لو۔ ان لوگوں نے اس تجویز کو قبول کر لیا، آپؒ نے نوجوان سے کہا یہ لوگ مہر کی رقم واپس کرنے کو تیار ہیں، نوجوان نے کہا میں اس رقم سے کچھ زائد چاہتا ہوں آپؒ نے فرمایا تو اس بات کو پسند کر لے ورنہ میں تیرے خسر کے سامنے اپنے قرضہ دینے کا اظہار کرتا ہوں تو پھر تیرے لئے قرض ادا کئے بغیر سفر ممکن نہیں ہوگا، یہ سُن کر نوجوان کہنے لگا خدا سے ڈریئے۔ کہیں یہ لوگ سُن نہ لیں فلا اخذ منھم شیئا پھر میں ان سے کچھ بھی وصول نہیں کر سکوں گا۔ چنانچہ نوجوان دی ہوئی مہر کی رقم واپس لینے پر راضی ہو گیا، امام اعظمؒ کی علمی برکت کی وجہ سے فریقین کی مصیبت ٹل گئی (اللہ ان پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے) (الخیرات الحسان ص: ۴۵)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے عاشقانہ اور والہانہ تعلق رکھتے تھے اور تعمیر حیات میں "دراسات فی الحدیث" کا درس حدیث کے نام سے ترجمہ شائع ہونے پر بے حد خوش ہوتے تھے اور تعمیر حیات کے ایڈیٹر راقم سطور کو اس کا ترجمہ کرنے اور اس کو شائع کرنے کی وجہ سے بڑی دعائیں دیتے اور ممنون ہوتے تھے۔

مولانا کی وفات کی خبر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بڑے رنج و غم کے ساتھ سنی گئی خسر کے بعد لکھنؤ میں واقع نیو حیدرآباد جہاں ان کا مکان ہے اس میں مقیم ان کے متعلقین سے ملنے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب ناظم ندوۃ العلماء مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی صاحب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، مولانا سید واضح رشید ندوی صاحب صدر شعبۂ عربی دارالعلوم ندوۃ العلماء، مفتی دارالعلوم مولانا محمد ظہور صاحب ندوی، مولانا نذر الحفیظ ندوی صاحب استاذ ادب دارالعلوم ندوۃ العلماء، حضرت مولاناؒ کے خادم خاص حاجی عبدالرزاق صاحب، جناب شاہد حسین صاحب اور راقم الحروف تعزیت کیلئے گئے اور اظہار افسوس کیا مولانا کے انتقال کے وقت تنہا صرف ان کی اہلیہ جو مشہور اسلامی شاعر جناب نشور واحدی کی صاحبزادی ہیں موجود تھیں مولانا کے انتقال سے ان کے عرب شاگردوں اور احباب کو بڑا افسوس ہوا۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داران، اساتذہ اور کارکنان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب کرے اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازے (آمین)

● تعمیر حیات کے قدر داں حاجی عبدالعزیز داؤد صاحب کچھی (کٹک) کا طویل علالت کے بعد ۹ر نومبر ۲۰۰۰ء کو انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سپاس نامۂ عقیدت واحترام

ع ۔ ع ۔ ن

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی واسلامی ادب وثقافت کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ ایک انفرادی شان رکھتی ہیں اس کا اعتراف انہی الفاظ میں ابھی ۲۵ رشعبان ۱۴۲۱ھ کو مغرب اقصیٰ میں کیا گیا۔ اور ایک "وسام" (تمغہ) آپ کے نام پیش کیا گیا۔ اور حضرت مولانا کے وارث وجانشین مولانا سید محمد رابع ندوی ناظم ندوۃ العلماء کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ مغرب کے دارالحکومت "رباط" میں جاکر اس سپاس نامۂ عقیدت واحترام کو اپنے ماموں صاحب علیہ الرحمہ کی نیابت میں قبول کریں، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے ہندوستان کے اندر اپنے طے شدہ دوروں کے پیش نظر معذرت کرلی اور اپنی نیابت کیلئے حضرت مولاناؒ کے ایک خادم (راقم الحروف) (مولانا عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء) کو منتخب فرمایا۔

یہ لفظ "وسام" ہماری زبان میں غیر معروف ہے۔ مگر عربی میں یہ لفظ بہت قدیم اور فصیح ہے، اگر کسی کے جسم یا لباس پر ایک ایسا علامتی نشان لگایا جائے جس سے اس کی شناخت کی جاسکے اس کو "وسام" کہتے ہیں۔ فوج کے جنرلوں اور بڑے عہدہ داروں کے شانے پر کچھ ایسے علامتی نشان (ستاروں کی شکل میں) لگائے جاتے ہیں ان کو بھی "وسام" کہتے ہیں۔ اور اگر کسی بڑے تسلیم شدہ علمی اور ادبی شخصیت کی خدمات کے اعتراف میں اس طرح کے نشان پیش کئے جائیں تو انگریزی میں اس کو LEGION OF HONOUR کہا جاتا ہے اردو میں میں نے اس کا ترجمہ تمغۂ اعتراف یا سپاسنامۂ عقیدت کیا ہے۔

یہ تمغۂ اعتراف یا سپاسنامۂ عقیدت واحترام "ایسسکو" (تنظیم برائے امور تربیت وتعلیم وثقافت) کے ساتویں اجلاس کے موقع پر پیش کیا گیا جو "رباط" میں اس سال منعقد ہوا، جہاں اس کا صدر دفتر ہے۔ اور اس کو شاہِ مغرب ملک محمد السادس کی سرپرستی حاصل ہے۔

یہ تمغہ یا سپاسنامہ ایک سنہری پلیٹ ہے۔ جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

المنظمة الاسلامية للتربية والعلوم والثقافة (الله اكبر)
ايسسكو ISESCO
إلى فضيلة العلامة الشيخ ابوالحسن علي الحسني الندوي تقديرا لعطائه العلمي المميز في خدمة الثقافة العربية الاسلامية

دستخط سکریٹری جنرل ایسسکو
عبدالعزیز بن عثمان التویجری

اس آخری جملہ کا مفہوم اردو میں یہ ہوا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے اسلامی ادب وثقافت کی خدمت میں جو انفرادی امتیاز کی عظیم خدمات انجام دی ہیں ان کے اعتراف اور ان کی شخصیت کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے یہ "وسام" پیش کیا گیا جو یہاں کا سب سے اعلیٰ درجہ کا تمغہ ہے۔

اس کے ساتھ ایک سند بھی ہے جو ایک خوبصورت مخملی سبز رنگ کے غلاف میں پیش کی گئی، اس طرح کی اسناد پر بطور عنوان عربی میں جو لفظ لکھے جاتے ہیں "براءة" ہے۔ بڑے بڑے ایوارڈ کے ساتھ اسی طرح کی سند دی جاتی ہے۔ اور اس کا عنوان بھی یہی ہوتا ہے۔ حضرت علامہ کی خدمت میں بعد وفات یہ سند دی گئی کیونکہ جب کمیٹی نے پاس کیا تھا اس کے بعد کا اجتماع اب ہوا ہے۔ اس پر لکھا ہے:۔

تقديرا لعطائه المميز والبارز للخدمات الجليلة التي قدمها إلى الثقافة العربية الاسلامية تتشرف المنظمة الاسلامية للتربية والعلوم والثقافة (الايسسكو) بتقديم وسام الايسسكو من درجة الاولى إلى

فضيلة العلامة الشيخ ابوالحسن علي الحسني الندوي تغمده الله برحمته

ان کی انفرادی وممتاز خدمات جلیلہ کے اعتراف وقدردانی کے ساتھ اور ان کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے، تنظیم برائے اسلامی تربیت علوم اور ثقافت (ایسسکو) بجسے بڑا [illegible] نشان (وسام) حضرت علامہ شیخ ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتی ہے۔ تغمدہ اللہ برحمتہ (اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنی رحمت کے [illegible] میں ڈھکا رکھے) [illegible]

[illegible] دستخط سکریٹری جنرل [illegible]

[illegible] عبدالعزیز بن عثمان التویجری [illegible]

مردِ مومن مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات   ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز

مولانا نورعالم خلیل امینی

مولانا علی میاںؒ نے شہرت و عزت، مقبولیت و محبوبیت اور اپنے علمی و فکری، ادبی و قلمی کارناموں اور تبلیغی و دعوتی اور تعلیمی و تربیتی بخششوں اور گفتارِ دلبرانہ، کردارِ مومنانہ، جذبِ قلندرانہ، ذوقِ خدائی و لذتِ آشنائی، مولا صفاتی و بندائے آفاقی، ذہنِ ہندی اور نطقِ اعرابی کے فتوحات و اکتسابات سے دنیا کے گوشے گوشے کو اس طرح بھر دیا تھا کہ ان کے حسنِ بسیار اور شیوۂ صد ہزار کے سامنے الفاظ و تعبیرات کا سرمایہ ایک قلم کار کی دست گیری نہیں کر پاتا۔ ان کی خوبیوں کا ہجوم ان پر خامہ فرسائی کرنے والے کو ششدر کر دیتا ہے کہ وہ گفتگو کا آغاز کہاں سے کرے، کہ متنوع کمالات ماہی کرشمہ، دامنِ دل اور زبان و قلم کو اپنی طرف کھینچتا ہے کہ "جا ایں جا ست"۔

تعلیم و تربیت کی توفیق پانے والا شاید ہی کوئی ایسا مسلمان بلکہ انسان ہوگا جس کے دل میں عظمت و شہرت کے آخری مقامِ بلند تک پہنچنے کی خواہش چٹکیاں نہ لیتی ہو اور اس آرزو کی تکمیل کے لئے اپنی سی کوشش کرنے سے باز رہتا ہو۔ ہر سلیم الطبع انسان یہی چاہتا ہے کہ رزقِ حلال کی طرف سے اطمینان کے ساتھ خدا اور خلقِ خدا کی نگاہ میں اس کو اعتبار و وقار ملے اور دنیا میں سرخ رو اور عقبیٰ میں بھی بامراد ثابت ہو، لیکن کم ایسے سعادت مند ہوتے ہیں جنھیں اپنی اس دنیا کی زندگی میں حینِ حیات اس قدر اور اس تسلسل کے ساتھ عزت و احترام کا خراج ملا ہو، جو مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کو ملا، کیا خاص اور کیا عام، کیا ہندو اور کیا مسلمان، کیا عرب اور کیا عجم، معاشرے کے ہر طبقے اور دنیا کی ہر سمت میں ان پر محبت اور مقبولیت کی موسلا دھار بارش ہوئی جو (حدیث پاک کی روشنی میں) رب شکور کے ہاں ان کی مقبولیت کی روشن دلیل ہے۔ موت بھی ایسی قابلِ رشک پائی کہ شاذ و نادر کسی کو نصیب ہوتی ہے، جمعہ کا دن آخری عشرۂ رمضان، روزہ رکھے ہوئے، خط بنوانے اور غسل فرمانے کے بعد سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے "فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ أَجْرٍ كَرِيمٍ" (آپ اس کو بخشش اور اجرِ عظیم کی خوش خبری دے دیجئے) کی آیت پر لب خاموش اور دل گویا ہو جاتا ہے، اور نفسِ مطمئنہ اور پاک روح خاکی ڈھانچے کو چھوڑ اپنے رب کی اُور پرواز کر جاتی ہے اور عمر بھر کی بے قراری کو قرار آجاتا ہے۔

خدائے پاک کی توفیق سے مولانا علی میاںؒ کو شروع سے ہی ایسے اسباب و عناصر میسر آئے جن کی وجہ سے انھیں وہی کچھ ہونا تھا جو وہ ہوئے۔ ان کی زندگی پر طائرانہ نظر ڈالنے سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ رب کریم نے انھیں خاص طور پر تیار کیا تھا اور ملت و امت کے حالات و واقعات اور مسائل و مشکلات کے موجودہ دائرے میں ان کے فکر و عمل کی تابانی، علم و قلم کی ضیار پاشی اور سرگرمیِ مسلسل کی از حد ضرورت تھی۔

۱۔ انھیں خاندانی عظمت و عزیمت ملی کہ وہ سلالۂ نبوت سے تعلق رکھتے تھے، وہ سرزمین ہند میں صحیح النسب سادات کے خانوادے میں پیدا ہوئے۔ تقویٰ، زہد اور اسلام کی سربلندی کے لئے سرفروشانہ جدوجہد کی تابناک وراثت ان کے حصے میں آئی۔ ان کا حسنی خاندان جس کے مورثِ اعلیٰ حضرت شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ .... ہمیشہ سے ظاہری و باطنی اخلاق و عادات، اسلامی روایات اور دین و دعوت کے لئے قربانیاں دینے میں ممتاز رہا ہے۔ امام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ علم اللہ حسنی کے پوتے میر محمد معین کے نام ایک خط میں انھیں مندرجہ ذیل القاب سے یاد کیا ہے:

"سیادت و نجابت مآب، عزیز القدر، سلالۃ الکرام میر سید محمد معین سلمہ اللہ تعالیٰ"۔

اور پھر ان کے خاندان کے امتیازات پر روشنی ڈالنے کے بعد لکھا ہے:

"آپ کے اسلاف کرام نے جو کچھ پایا ہے بہت عالیہ سے پایا ہے.... فقیر کا اعتقاد ہے کہ حضرت شاہ علم اللہ کی اولاد میں ہمت عالی اس وقت تک موجود ہے.... سید اور سنی ہونا جو کہ نوادر میں سے ایک نادر شے ہے حضرت سید موصوف کے خاندان میں ہم نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہے...."

دورِ آخر میں مولانا علی میاں کے جد امجد امام سید احمد بن عرفان شہید کارزارِ بالاکوٹ (۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء - ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) نے احیائے اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے باب میں جو محیر العقول مساعی انجام دیں اور جس طرح اپنے پاکیزہ خون سے عزیمت کی تاریخ رقم کی ہے، اس کو ملت اسلامیہ ہندیہ کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ ان کے بعد کے ہمارے تمام علمائے صادقین اور بزرگانِ دین اپنی اپنی توفیق کے مطابق اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سرفروشی کی تمنا کی اور دعوت و عزیمت کا سبق انہی کے

جہد و عمل سے حاصل کرتے رہے ہیں۔

۲۔ علم و عمل کے جامع، دعائے نیم شبی اور لذتِ سحرگاہی سے آشنا و الدین اور بقول ادیبِ بے مثال اور مفسر باکمال مولانا عبدالماجد دریابادیؒ (۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء - ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء) باپ۔ یعنی مولانا سید عبدالحی حسنیؒ صاحبِ "نزہۃ الخواطر" و "گل رعنا" (۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء - ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء) اور بھائی۔ یعنی برادر اکبر ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی (۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء - ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) یکے از تلامذہ شیخ الہندؒ دونوں نور علی نور، پاک صاف طاہر مٹی (جو تیمم کے قابل ہو) سے بنے ہوئے۔ کی گود میں پلنے بڑھنے اور تربیت پانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

۳۔ نیز متنوع العلم، روشن دل و روشن دماغ، وسیع النظر، سلیم الطبع اور معتدل الخیال اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنے کی توفیق ملی، جن میں علامہ خلیل عرب بن محمد انصاری یمانی (م ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء - ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء)، ڈاکٹر تقی الدین ہلالی مراکشی (جن کا تقرر ندوۃ العلماء میں ۱۴ ستمبر ۱۹۳۰ء کو ہوا تھا) مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی (۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء - ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) مولانا عبدالحی فاروقی لکھنوی، مولانا احمد علی لاہوری (م ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء - ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء) اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی (م ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۸۷ء - ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) شامل ہیں۔ انھوں نے ندوۃ العلماء لکھنؤ، دارالعلوم دیوبند، اور لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ عربی کے علاوہ ایک طرف اسلامی علوم و فنون کے ماہرین اور دوسری طرف عصری ثقافتوں کے اصحابِ کمال سے استفادہ کیا اور انگریزی زبان بھی اتنی حاصل کر لی کہ مغربی مصنفین اور مستشرقین کی اسلامی موضوعات سے متعلق کتابوں کا براہ راست مطالعہ ان کے لئے آسان ہوگیا۔

ان اساتذۂ کرام کی صحبت سے انھوں نے اس طرح فائدہ اٹھایا جیسے شہد کی مکھیاں مختلف پھولوں اور پھلوں کا رس چوستی اور خالص، شفابخش اور شفاف شہد میں تبدیل کر دیتی ہیں متنوع ثقافتوں کی وجہ سے ان کے قلب و دماغ نے ان کے موروثی اعتدال اور توازن پر رہنے کی صفت کو مزید جلا بخشا۔

۴۔ مولاناؒ کو موحدین، عاشقانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اصحابِ استقامت و عزیمت اور رہبان باللیل اور فرسان بالنہار، انسانیت پر ترس کھانے والے اور امت کی زبوں حالی کو دور کرنے کے لئے انگاروں پر لوٹنے والے مربیان اور داعیانِ اسلام کی پرتاثیر اور طویل صحبتیں میسر آئیں۔ ان داعیوں اور مربیوں میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، بانی دینی دعوت و تبلیغی تحریک مولانا محمد الیاس کاندھلوی دہلوی (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء - ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) مولانا عبدالقادر رائپوری (۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء - ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء - ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) سرفہرست ہیں۔

حضرت مدنیؒ سے نہ صرف ان کے برادر بزرگ مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی ارادت کا تعلق رکھتے تھے بلکہ ان کی صاحب زادیاں وغیرہ بھی ان کے دست گرفتوں میں تھیں۔ اسی لئے ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں، حضرت مدنیؒ کی کسی پروگرام میں شرکت کی غرض سے لکھنؤ تشریف آوری کے موقع سے ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنے برادر خورد مولانا علی میاں کو ان کے حوالے کیا اور دیوبند میں ان کی خدمت سے مستفید ہونے اور ان کے درس بخاری شریف و ترمذی شریف میں شرکت کا حکم کیا۔ ماہ ربیع الاول سے رجب کے اواخر تک مولانا نے دیوبند میں نہ صرف حضرت مدنی کی شبوں کے گداز، دن کی تپش اور دل کی خلش سے فائدہ اٹھایا بلکہ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ سے دیگر طلبۂ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء) کی مشہور کتاب "شرح نقایہ" بھی پڑھی۔ نیز ڈابھیل سے علامہ انور شاہ (۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء - ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء) کی اسی دوران دو ایک مرتبہ دیوبند تشریف آوری کے موقع کو غنیمت جان کر ان کی مجلسوں میں بھی حاضر ہوتے اور استفادہ کرتے رہے نیز دارالعلوم دیوبند کے استاذ مولانا قاری اصغر علی سے حفص کی روایت کے مطابق قرات و تجوید بھی پڑھی۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ سے نہ صرف تفسیر پڑھی بلکہ شاہ ولی اللہؒ کی حجۃ اللہ البالغہ بھی پڑھی، اور ان کی صحبت میں ایک عرصے تک باقاعدہ قلب و نگاہ کو مزکیٰ بھی کیا، ان کی صحبت میں خداطلبی کا ذوق پیدا ہوا، خدا کے نام کی حلاوت اور مردانِ خدا کی محبت نے دل میں جگہ لی، ذوق و رجحان پر سان چڑھی، راست روی کی دولت ملی اور تعلق مع اللہ کے لئے بے قراری کی سعادت سے بہرہ یاب ہوئے، ان کی دم سازی و عیسیٰ نفسی نے اخلاص و عقیدے کو صیقل کیا اور علمی و فکری زندگی کو ایک نئی سمت سفر عطا فرمائی

مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی صحبت کیا اثر نے انھیں دین کے لئے تڑپنا پھڑکنا سکھایا، اتباعِ سنت انابت الی اللہ کا ذوق، استقامت و عبادت کا شوق، ایمان و احتساب کی کیفیت سے سرشاری، مقصد کا عشق درد کی دوا اور دردِ لادوا، مسلمانوں کے دینی تنزل کا جامع احساس اور دعوت و تبلیغ کا بے پناہ ولولہ دیا اور نشانِ منزل جانا ان سے باخبر کیا۔ ان سے تعلق قلب و نگاہ کی دولت نے خود مولانا کے بقول انھیں اس صلاحیت سے بہرہ ور کیا کہ وہ یہ سمجھ سکیں کہ:

" ان دو دعوتوں اور کوششوں، قیادتوں اور طرزِ فکر و تفہیم میں کیا فرق ہوتا ہے، جن میں سے ایک کا سرچشمہ، کثرتِ عبادت و انابت و دعا، قرآن مجید میں عمیق تدبر، سیرت نبوی کا عاشقانہ مطالعہ اور مخلصانہ تتبع اور اجتبا اور ہدایت ربانی ہوتی ہے"۔

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی صحبت، تربیت اور ذکر کئے سے اس احساس کی دولت ملی کہ مادیت کے بحر ظلمات میں جو چاروں طرف پھیلا ہوا ہے، ایک ایسا جزیرہ بھی ہے جہاں ذکر و فکر کے علاوہ کوئی اور شے موضوعِ گفتگو اور مشغلۂ زندگی نہیں، وہاں بے نظیر فنائیت و بے نفسی کا درس حاصل ہوا اور شفقتِ مادری جیسی شفقت ملی، دل کی انگیٹھی کو گرم رکھنے کی کلید حاصل ہوئی۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا کا تعلق گویا اپنے شیخ مولانا عبدالقادرؒ ہی جیسا رہا۔ مؤخر الذکر کی وفات کے بعد تو گویا اول الذکر ہی ان کے شیخ و مربی کے درجے میں رہے، ان کی متعدد عربی کتابوں پر مقدمے لکھے، سہارنپور کے بار بار سفر کئے اور جگر سوزی، علم و عمل کی جامعیت، عبادت و ریاضت کے ساتھ تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کے مبارک اور مسلسل مشغلے سے بھرپور زندگی سے اثر پذیر ہوئے۔ شیخ کے ساتھ ان کا یہ تعلق وقت کے ساتھ اور بڑھتا گیا چنانچہ جب تک وہ حیات رہے زندگی کے اہم مسائل میں ان سے پوچھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا، کیونکہ مولانا کا یہ عقیدہ و عمل تھا کہ زندگی کی وادیٔ پرخار میں کسی روشن دل، بیدار مغز مردِ مومن کی راہ نمائی کے حصار ہی میں سفر کرنا چاہئے ورنہ حالات کے نکیلے کانٹوں سے دامن کے الجھ جانے کا یقینی خطرہ موجود رہتا ہے۔ محض علم و مطالعے اور ذہانت و فراست کے ذریعے جو لوگ سمتِ سفر کا تعین کرتے ہیں وہ اکثر کعبہ نہ پہونچ کر ترکستان کو نکل جاتے ہیں اور ان کی عقل و خرد اور فکر و نظر کا جگر لہولہان اور ایمان و عقیدے کا دامن تار تار ہو جاتا ہے۔ تاریخ کے ایک طالب علم اور جہاں دیدہ و نرم و گرم چشیدہ ہونے اور بے شمار انسانوں کا مطالعہ کرنے، دیکھنے اور تجربہ کرنے کی وجہ سے وہ اس حقیقت سے سب سے زیادہ واقف تھے۔

مولانا علی میاں نے بلاشبہ اقبال کے حقیقت پسندانہ اور گہری بصیرت سے ترشے ہوئے اشعار، ان کے صورِ اسرافیل، ان کے بالِ جبریل اور ان کی ضربِ کلیم ان کی آواز، انداز و امتیاز سے اپنے کو نتیجہ خیز طور پر ہم آہنگ کر لیا تھا۔ ولایتِ عشق کے قائد و سپاہی اور سپاہی ساز اور دیارِ مہر و وفا کے راہی و راہنما اقبال نے انھیں حرم میں بغاوتِ خرد سے آمدہ خطرے کے مقابلے کے لئے عشق و محبت کی سپاہ تازہ کی تیاری کا پیغام دیا، جسے عملی جامہ پہنانے کے لئے مولانا علی میاںؒ نے .... پوری زندگی وقف کر دی۔ بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم آنے اور شہر کے خوگر کو وسعتِ صحرا سے ہم کنار ہونے کی پیہم دعوت دیتے رہنے کے لئے اپنے قول، عمل، سیرت، اخلاق، نشست و برخاست دعوت، ملاقات، اسفار، قلم و زبان کی ساری توانائیاں جس حوصلے، ولولے اور دوام کے ساتھ مولانا علی میاںؒ نے صرف کیں اسے محض توفیق الٰہی کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اقبال کے شعری و تخلیقی سرمائے نے مولانا کی عقل و فکر، دماغ و نظر کی ہم نوائی کی، اسلام کی ابدی حقیقتوں کی ترجمانی کے لئے طاقتور و جادو انگیز، اثر آفریں و شعلہ بار و پرجوش تعبیریں دیں، جن سے تنِ مردہ میں زندگی کی بے انتہا طاقت دَر رَد دوڑ جاتی ہے اور جمود و گراں خوابی کا سارا نشہ ہرن ہو جاتا ہے۔

اقبال کے فکر و فن اور شعر و ادب کو مولاناؒ نے اپنے خوابوں کا ترجمان، دل کی زبان، جذبات و محسوسات کا بیان اور فکر و عقیدے کی لسان پایا، چنانچہ انھوں نے اسے پسند کیا، اپنایا اور اپنے تعبیری و تفکیری اثاثے اور تخلیقی و تعمیری، دعوتی و تبلیغی اور علمی و ادبی سرمائے کا اس کو خوب صورت، معنیٰ آفریں، خیال افروز، حوصلہ آگیں، مشک بار اور عطر بیز حصہ بنا لیا۔ اور اپنی تحریر و تقریر میں اس کو اس طرح سمو لیا "برگ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم" اسلوب اور اسلوبیات کا ایک طالب علم آسانی سے یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ مولاناؒ کے زبان و قلم اور سوچنے اور کہنے کو اقبال کے شعر و فکر نے غیر معمولی خوبی سے غیر معمولی حد تک متاثر کیا ہے۔

مولانا نے اقبال کو بے حساب کیوں چاہا اور ان سے ٹوٹ کر کیوں محبت کی؟ مولانا کے قلم سے اس کی لذت انگیز حکایت کا ایک ٹکڑا آپ بھی پڑھئے اور لطف لیجئے۔

"اقبال کو پسند کرنے کے اسباب بہت سے ہو سکتے ہیں اور ہر شخص اپنی پسند کے مختلف وجوہ بیان کر سکتا ہے، انسان کی پسند کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ کسی فن پارے کو اپنے خوابوں کا ترجمان اور اپنے دل کی زبان پانے لگتا ہے۔ انسان بہت خود بیں و خود پسند واقع ہوا ہے، اس کی محبت اور نفرت، تمناؤں اور دلچسپیوں کا مرکز و محور بڑی حد تک اس کی ذات ہی ہوتی ہے، اس لئے اسے ہر وہ چیز اپیل کرتی ہے، جو اس کی آرزوؤں کا ساتھ دے سکے اور اس کے احساسات سے ہم آہنگ ہو جائے میں بھی اپنے کو اس کلیے سے الگ نہیں کرتا، میں نے کلامِ اقبال کو عام طور پر اسی لئے پسند کیا ہے کہ وہ میری پسند کے معیار پر پورا اترتا اور میرے جذبات و محسوسات کی ترجمانی کرتا ہے۔ وہ میرے فکر و عقیدہ ہی کے ساتھ ہم آہنگ نہیں، بلکہ اکثر میرے شعور اور احساسات کا بھی ہم نوا بن جاتا ہے"۔

"سب سے بڑی چیز جو مجھے ان کے فن کی طرف لے گئی، وہ بلند حوصلگی، محبت اور ایمان ہے، جس کا حسین امتزاج ان کے شعر اور پیغام میں ملتا ہے اور جس کا ان کے معاصرین میں کہیں پتہ نہیں لگتا میں بھی اپنی طبیعت اور فطرت میں انہی تینوں کا دخل پاتا ہوں۔ میں سر اس ادب اور پیغام کی طرف بے اختیارانہ بڑھتا ہوں، جو بلند نظری، عالی حوصلگی اور احیائے اسلام کی دعوت دیتا اور تسخیرِ کائنات

اور تعمیرِ انفس و آفاق کے لئے ابھارتا ہے، جو مہر و وفا کے جذبات کو غذا دیتا اور ایمانی شعور کو بیدار کرتا ہے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ان کے پیغام کی آفاقیت و ابدیت پر ایمان لاتا ہے"۔

"میری پسند اور توجہ کا مرکز وہ اسی لئے ہیں کہ وہ بلند نظری، محبت اور ایمان کے شاعر ہیں، ایک عقیدہ، دعوت اور پیغام رکھتے ہیں اور مغرب کی مادی تہذیب کے سب سے زیادہ فکر مند تنگ نظر قومیت و وطنیت کے سب سے بڑے مخالف اور انسانیت اور اسلامیت کے عظیم داعی ہیں"۔

فراستِ ایمانی ولذتِ قرآنی، نورِ بصیرت، دینی عزیمت، اخلاقی برہان و عملی قوت کے حامل، سازہائے شریعت و طریقت سے باخبر اور حالات و زمانے کے اشارات پر وسیع و عمیق نظر رکھنے والے علمائے ربانی نے مولانا علی میاںؒ کے سلسلے میں ان کے عنفوانِ عمر سے جو بشارتیں دی تھیں، جو توقعات وابستہ کئے تھے، جن بلند الفاظ سے انھیں یاد کیا تھا اور عرب وعجم کے نامور علماء و ادباء و مفکرین نے ان کی عظمت و امتیاز کے جس طرح گیت گائے تھے، مولانا کے علمی و فکری و ادبی اور قیادتی و اجتماعی کارناموں کو دیکھ کر دنیا نے تصدیق کیا کہ اتنے سارے علماء و مشائخ کا اندازہ ان کے سلسلے میں اتنا صحیح ثابت ہوا، جتنا شاید کسی بڑے سے بڑے سائنس داں کا اندازہ تجرباتی علوم اور برق و بخارات کے سلسلے میں بھی صحیح نہیں ہوتا، جب کہ ثانی الذکر اندازہ محسوسات و مشاہدات کی روشنی میں لگایا جاتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے جو اپنی دقت نظری، ذہانت اور علمی گہرائی و گیرائی کے لئے شہرت عام رکھتے تھے مولانا علی میاںؒ کے ایک خط کے جواب میں انھوں نے جو خط ان کو اس وقت لکھا تھا جب ان کی عمر صرف ۱۹ سال کی تھی، تو انھیں "مجمع الکمالات" لکھا تھا۔

شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اپنے شاگرد مولانا علی میاںؒ کو ایک خط میں "بمحرم القام مولوی ابوالحسن صاحب" لکھ کر "بارک اللہ فی اخلاصکم و اعمالکم" کی دعا دے کر گویا مولاناؒ کے اخلاص اور حسن عمل کی گواہی دیتے ہیں۔

ایک دوسرے خط میں مولاناؒ کو لکھتے ہیں:

"چونکہ آپ میرے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کا جو فضل بھی آپ پر ہو وہ میرے لئے باعث صد فخر ہے، مجھے جس طرح مولوی حبیب اللہ سلمہٗ کی ترقی سے فرحت ہو سکتی ہے، اسی طرح، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بعض وجوہ کی بنا پر اس سے زیادہ خوشی و سرور آپ کے درجات کی ترقی سے ہوتا ہے۔ اب دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے اور موجودہ دور فتن میں تمام مصائب و آلام سے مامون رکھے۔ آمین یا رب العالمین"۔

ایک دوسرے مکتوب میں انھیں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کی ہر کامیابی سے جتنا میرے دل میں سرور اور فرحت حاصل ہوتی ہے، غالباً دنیا میں اور کوئی نہیں جسے اس درجہ کی راحت حاصل ہو، میرا دل آپ کی ترقی دارین کے لئے بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر دراز عطا فرمائے"۔

کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی دعائیں اور تمنائیں مولانا علی میاںؒ کے سلسلے میں بارگاہ ایزدی میں حرف بہ حرف مقبول نہیں ہوئیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے اپنی زندگی کی ایک آخری مجلس میں مولاناؒ کو مخاطب کرکے فرمایا:

"مولانا! میں آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں، آپ کی کیا تعریف کروں؟ تعریف کرنا محبت کا اوچھاپن ہے"۔

ایک مکتوب میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ مولانا کو لکھتے ہیں:

"مخدومی و محترمی حضرت سید صاحب! دامت برکاتہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

"...آں محترم کی توجہات عالیہ سے تبلیغ کو جس قدر نفع پہونچا ہے، اب تک لگنے والوں میں سے کسی سے نہیں پہونچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مقدس توجہات کو اس طرف اور زائد سے زائد مبذول فرمائے..."۔

ایک دوسرے خط میں مولانا کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں:

"مخدوم و مکرم معظم محترم سلالۂ خاندانِ نبوت أفادنا الله وإياكم لإعلاء كلمته وإحياء سنن نبيه"۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

"بخدمت عالی عمدۃ الآمال والأماني مکرم محترم حضرت سید صاحب"۔

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"میری امیدوں اور تمناؤں کی ودیعت گاہ محترم سلالۂ خاندانِ نبوت"۔

ہے کوئی جس کو ان آرزوؤں اور توقعات اور دعاؤں کے لفظ لفظ بارگاہِ استجابت میں قبول ہونے میں ذرہ برابر شک کرنے کی جرأت ہو۔

مجھے یہاں مولاناؒ کے سلسلے میں تمام بڑوں کی دعاؤں و توقعات کا احاطہ مقصود نہیں کہ قارئین کے لئے گھبراہٹ اور اکتاہٹ کا باعث ہو سکتا ہے، ورنہ عالم عرب کے بڑے بڑے علماء و ادباء اور عالم اسلام کے باکمال اہل علم و قلم کی لاتعداد، عقیدت مندانہ و والہانہ شہادتیں، ڈھیر ساری مولاناؒ کی اپنی لکھی ہوئی اور ان کے سلسلے میں دوسروں کی تصنیف کردہ کتابوں میں موجود ہیں، انھیں اپنی جگہ مطالعہ کیا جاسکتا ہے، لیکن یہاں صرف ایک بشارت بشکل خواب جو خود ان کی عالمہ و صالحہ و عابدہ و نیک خو والدہ کی ہے، کو نقل کرنے کے لئے قلم بے تاب نظر آتا ہے، لہٰذا اس کو درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

جس زمانے میں ان کی والدہ محترمہ سیدہ خیر النساء
احبہ (متوفی ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء) کی شادی ان کے والد
رم مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب کے ساتھ ہونے
، بات چل رہی تھی، انہی دنوں ان نیک بخت وسعادت
سیب خاتون نے جو بشارت آمیز خواب دیکھا، اس
اقصہ خود وہ اپنے قلم سے یوں لکھتی ہیں:

"ایک رات کو میں نے خواب دیکھا کہ خاص
س مالک کریم، رحمن ورحیم کی عنایت ومہربانی سے
ل آیت کریمہ مجھے حاصل ہوئی، صبح تک وہ زبان
جاری تھی، مگر کچھ خوف ایسا تھا کہ میں بیان نہ کرسکی،
ن سے نکلنا دشوار تھا اور اس کے معنی بھی مجھے معلوم
تھے، جب معنی دیکھے تو خوشی سے بھول گئی اور تمام
کر وغم بھول گئی، اپنی اس خوش نصیبی پر فخر کیا اور
س خواب کو بیان کیا، ہر شخص سن کر رشک کرتا اور
الد محترم تو خوشی میں رونے لگے۔ وہ آیت کریمہ یہ ہے:

"فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ"
(السجدہ/۱۷)

سو کسی کو نہیں معلوم جو چھپا دھرا ہے ان کے
واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک بدلہ اس کا جو
کرتے تھے۔

کوئی حد ہے مولاناؒ کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے
کی اپنے والدین کے لئے، اپنے اہل خاندان کے لئے اپنے
مربی برادر اکبر کے لئے، اپنے متعارفین ومحبین و دعا
گویوں کے لئے اور ان تمام مسلمانوں اور انسانوں کے
لئے جنھیں ان کی تحریر وتقریر، ان کی صحبت ومجالست
ان کی ملاقات وزیارت، ان سے عقیدت ومحبت،
ان کے سلوک وکردار، ان کے اخلاق کریمانہ کے
گوہر آب دار، اور ان کے حب نبوی اور اسلام پر
فدا ہونے کی کیفیت، ان کی جہد مسلسل وحرکت پیہم
وسعی بے کراں سے بھرپور زندگی وبندگی مجاں سوزی
وتابندگی سے کسی نہ کسی شکل میں فائدہ اٹھانے کا موقع
ملتا رہا ہے، یا رہے گا۔

میں نے صرف اردو میں نہیں عربی میں بھی
تحریر کے بادشاہوں کو پڑھا ہے، تقریر کے جادو
گروں کو سنا ہے، الفاظ کے شہنشاہوں کو برتا
ہے، فصاحت وبلاغت کے دریا بہانے والوں کا تجربہ
کیا ہے، مطالعہ ومعلومات کی گم نام اور تاریک سرنگوں
میں بے خطر بہت دور تک چلے جانے والے بہت
سے لوگوں کا علم ہے، لیکن خدا اور رسول کو گواہ بنا کر
کہنے دیجئے کہ تحریر وتقریر کے لفظ لفظ نہیں، حرف
حرف پر اور ہر زیر وبم پر خلوص کا جو حسن، ایمان ویقین
کی جو مہرتابی، درد دل کی جو لذت، انسانوں سے
محبت کا جو جمال، اعلائے کلمۃ اللہ کا جو جلال، صدائے حق
کی جو دل نوازی، اور سوز دروں کی جو تمازت اور
فقر غیور وزہد پر نور کی جو جاذبیت وحرارت میں
نے مولانا علی میاںؒ کے ہاں محسوس کیا ہے، وہ میرے
محدود علم ومطالعے میں ان میں سے کسی کے ہاں نہیں ملی۔

میں نے عربی اور اردو دونوں میں یکساں
طور پر روحانیت اور ایمان ویقین میں ڈھلی ہوئی
اور قلب وجگر کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ان کی
تحریریں پڑھی ہیں۔

مولاناؒ کی "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر"
"کاروان مدینہ" "جب ایمان کی بہار آئی" کو بالخصوص
اور ان کی دیگر کتابوں اور دعوتی وفکری کتابچوں کو
بالعموم ایک سے زائد بار پڑھا ہے۔ آپ یقین کیجئے کہ
بعض دفعہ وفور جوش وجذبات کی وجہ سے مجھے ایسا
لگا کہ میرا سینہ چاک ہوجائے گا، چنانچہ میں بیٹھا ہوتا
تو کھڑا ہوجاتا اور کھڑا ہوتا تو ٹہلنے لگتا، نہ معلوم کتنی
مرتبہ آنکھوں کو دولت اشک ملی، اور عصیاں شعار وتوبہ
شکن دل پر قلعی ہوئی۔ میرے جیسے سیکڑوں نہیں ہزاروں
ایسے بندگان خدا ہوں گے جنھیں مولاناؒ کی تحریر
وتقریر سے اس مبارک کیفیت کا توشہ ملا ہوگا اور انشاء اللہ
ملتا رہے گا۔ آخر کوئی تو بات ہے کہ عرب کے بڑے
بڑے شاہان قلم وزبان، اپنا اپنا تاج شہنشاہی مولانا
کے قدموں میں ڈال کر عقیدت کا خراج ادا کرکے
ناقابل بیان فرحت وانبساط محسوس کرتے رہے ہیں۔

وہ خلوص کے جادو سے لوگوں کا دل جیت
لیتے تھے، مجلسوں اور کانفرنسوں پر چھا جاتے تھے۔

مولانا علی میاںؒ ایسے مجمع الکمالات تھے جن میں
سے ہر کمال انسان کے بڑا بننے کے لئے کافی ہوتا ہے
اور اگر یہ سب کسی میں جمع ہوجائیں تو مرد مومن انسان
کامل بننے کی ممکنہ صفات وصلاحیتوں کا حامل بن جاتا
ہے۔ خوش قسمتی سے یہ سب کسی میں جمع ہوجائیں تو
وہ علی میاںؒ کی دل نواز شخصیت میں ڈھل جاتا ہے۔

برصغیر کے ان کے ہم عصروں میں بعضوں کو
بیرون ملک شہرت توان کی ایسی مل گئی، لیکن کسی کے
ہاں علمی غرور وخود سری تھی، تو کسی میں فکری کجی۔
چنانچہ کسی کو بھی شہرت وعزت کے انتہائے عمل کے
درخشندگی سے حرماں نصیبی، توازن کے فقدان اور
بھر خلوص، خلق خدا کی بے لوث اور بے انتہا محبت
کی کمی کی وجہ سے عظمت ومحبوبیت کا وہ اعلیٰ وارفع
مقام عطا نہیں ہوا، جو مولانا کا طرۂ امتیاز ہے۔

مولانا علی میاںؒ کی یہ بڑائی بھی سبھوں پر بھاری
ہے کہ تمام بڑوں کی محبت، عوام وخواص کے اعتقاد،
پوری دنیا میں ان کے ہر آن بڑھتے رہنے والے احترام
اور شہرت کے آسمان پر پہونچ جانے کے باوجود وہ
علمی افتخار کا شکار ہوئے نہ زہد وریاضت کے غرور سے
شکست کھا سکے، بلکہ وہ جیسے جیسے دنیا والوں کی نگاہ
میں زیادہ محبوب ہوتے گئے، ان کی خاکساری
میں ایسا محسوس اضافہ ہوتا گیا جسے کور چشموں کو بھی
محسوس کرنا پڑا اور جس کی گواہی دنیا کے ہر اس انسان
نے دی جس کو کسی طور ان سے سابقہ ہوا۔

علم وفکر کی راہ سے بھی دین کی خدمت اور
دعوت کا عمل انجام دیا جاسکتا ہے اور دیا جاتا ہے
اور مولانا علی میاںؒ اس میدان کے بھی کامیاب شہسوار

تھے، لیکن بہتوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ علم و قلم کے لئے یک سو ہو جاتے ہیں، اس کے پیچ و خم میں اتنے الجھے رہتے، مطالعہ و معلومات کے گرداب میں مسلسل اس طرح پھنسے رہتے اور لکھنے پڑھنے کی دنیا کی لذت انگیز و طرب خیز تنہائی اور تصنیف و تالیف کے عشرتکدوں کی آرام و راحت کے ایسے اسیر ہو جاتے ہیں کہ ملک و ملت کے مسائل، قیادت و دعوت اور اجتماعی خدمات اور امت کے درد و الم میں شرکت کرنے کی انھیں فرصت نہیں مل پاتی، یا اس کے لائق ہی نہیں رہ جاتے، لیکن مولانا نے علم و قلم کی شہ سواری کے ساتھ دنیا کے چپے چپے کا جس طرح سفر کیا، ملکوں ملکوں جس طرح گئے، قریہ قریہ اور کو بہ کو جس طرح پھرے، گوشے گوشے میں جس طرح ایمان و یقین کی صدا لگائی، عرب و عجم کو جس طرح محمدی پیغام کے ذریعے جھنجھوڑا، مغربی تہذیب کی فسوں کاری کا جس طرح پردہ چاک کیا، درد و محبت کا جس طرح مینہ برسایا، معاشرے کے قلب پر جس طرح دستک دی، اہل اسلام کو جس طرح صورتِ خورشید بننے کا درس دیا، ہر نوع کی بدمذہبیوں کے خلاف جس طرح گرجے برسے اور پنجہ آزمائی کی، باطل کو للکارا، شب پرستوں کو رگیدا، وطن کی خدمت کا حق ادا کیا، اور اپنے وطن میں مسلمانوں کے مسائل اور انھیں مسلمان جیتے رہنے کے حق کی بحالی کے لئے جس طرح خداوندان حکومت سے پنجہ آزمائی کی، انسانیت اور آدمیت کا جو سبق باشندگان وطن کو دیا، تہذیب و تمدن کی جو سوغات ان میں تقسیم کی اور جس طرح باہمہ و بے ہمہ رہے، اس کی مثال ان لوگوں میں کوئی پیش نہیں کر سکتا جنہیں ہماری نسل نے دیکھا اور برتا ہے۔

مولانا علی میاں بہرکیف بشر تھے جس سے غلطی اور بھول چوک کا امکان بہرکیف باقی رہتا ہے، لیکن بشر کی شکل میں فرشتہ ہونے کی زیادہ سے زیادہ خوبی میں نے انھیں میں دیکھی ہے۔ ان کی معصومیت کی قسم تو نہیں کھائی جا سکتی، لیکن جن بزرگوں کو میں نے دیکھا یا برتا ہے (ان سب کے احترام اور ان کے لئے دعائے خیر کے باوجود) میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ انسانیت و شرافت، مروت و انسیت، توازن و فروتنی، سادگی و بے نفسی، دنیا کے مال و منال سے بے رغبتی اور بڑی سے بڑی قیمت پر نہ بکنے کی صفت میں، ان سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا۔ میں نے کم و بیش ۹ سال کی مدت مولاناؒ کی خدمت میں گزارا ہے، جس کا شاید آدھا حصہ مولاناؒ کے ساتھ، مولاناؒ کے پاس اور ان کی خدمت میں، ان کے تصنیفی و تالیفی کام میں ان کا ہاتھ بٹانے کی سعادت سے بہرہ ور رہا ہوں، انھوں نے کبھی کسی کام کو کیوں کیا کیوں نہ کیا نہیں کہا، وہ اپنی موہنی صورت، ادائے دل نوازی، شیریں گفتاری، نرم خوئی و دل جوئی سے دل میں گھر کر جاتے تھے، وہ ہر طرح سے صرف انسان لگتے تھے، کروفر، شان و شوکت اور ٹیپ ٹاپ سے ان کی ذات، ان کا آشیانہ، ان کا لباس، ان کا خورد و نوش، ان کی زندگی کا ہر لمحہ بالکل مبرا تھا وہاں دربانوں کا ہجوم تھا نہ پہرہ داروں کی سختی، نہ خدامانِ جفاکیش کی دھر پکڑ۔

بعض ایسے محرومِ توفیق و سعادت لوگ بھی نظر آئے (اور کیوں نہ نظر آتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ناقدین و معاندین بھی تو اسی زمین پر بستے ہیں، تو انسان چاہے جتنا بڑا ہو جائے وہ حرف گیری کرنے والوں کی زد سے نہیں بچ سکتا کہ بھنگیوں کی نظر صرف گندگیوں کی تلاش میں رہتی ہے) جو مولانا علی میاںؒ کی سلامت روی اور توازن و اعتدال کو ان کی کمزوری گردانتے تھے، بلکہ مداہنت سے تعبیر کرتے تھے، کہ وہ کسی مسئلے میں صاف لفظوں میں دو ٹوک رائے قائم نہیں کرتے، لیکن انھیں کیا معلوم کہ یہ مولانا کی کمزوری نہیں بلکہ بہت بڑی خوبی تھی۔ وہ مخالف سے مخالف فرد اور جماعت کے لئے زبان اور قلم کو آخری حد تک جانے دینا تو درکنار، کسی طرح کی آلودگی سے ہمیشہ پاک رکھتے تھے۔

ان کی خوبی تھی کہ ... وہ ... دل خراش اور مروت کو جراحت پہنچانے والے کسی بھی حرف و صوت سے بہرحال گریزاں رہے، اسی وجہ سے مخالف و موافق دونوں قسم کے لوگ ملکی و ملی مسائل میں ان پر اتنے متفق تھے جس کی مثال میں کسی معاصر کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔ مسلم و غیر مسلم دونوں ہی ان کی عظمت کا دم بھرتے تھے، صلح جوئی اور نرم روی ان کا سب سے بڑا ہتھیار تھی، انھوں نے قلم و زبان سے اشتعال انگیز کوئی بات لکھی نہ کہی، اسی لئے ان سے زیادہ متفق علیہ شخص، ہر طبقے اور ہر مذہب و رجحان کے لوگوں کے نزدیک کوئی نہیں تھا۔

ہر پڑھا لکھا شہرت و عظمت و احترام کا خواہاں تو ہوتا ہے، لیکن وہ اس کردار و سلوک پر کاربند نہیں ہو پاتا جو مولانا علی میاںؒ کو ہر دل عزیز کر دے گیا۔

اتحادِ مسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا ایسا ہی سہارا ہے جیسے عمارت کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کا سہارا ہوتی ہے یہ فرما کر آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کر کے دکھایا۔

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان قوم کی مثال ایک جسم کی مانند ہے جس کے اعضا تمام مسلمان ہیں اور فطری خاصہ یہ ہے کہ ایک عضو کے درد سے سارا بدن بے چین ہو جاتا ہے ایسے ہی ایک فرد کی تکلیف سے ساری جماعت بے قرار ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے ایسے بنو پھر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنا۔ (حدیث)

آدابِ مُطالعہ

ترتیب: محمد صالح المنجد ——— ترجمہ: مفتی ڈاکٹر احتشام الحق قاسمی علیگ

مطالعہ کے دوران ملنے والی مفید باتوں کو محفوظ کرلیا جائے

یہ ایسا معاملہ ہے کہ اس سے قاری کو فوری فائدہ کا احساس ہوتا ہے جب وہ ایسی چیزوں کو جمع کرنے لگے جو کہ اس کو متوجہ کرتی ہیں اور اس کے ذہن و دماغ پر خوشگوار احساس چھوڑتی ہیں جیسے کوئی مؤثر تقریر، یا کوئی ایسا حکم جس کی اس کو تلاش تھی، کوئی تربیتی مواد وغیرہ (اس کو جمع کرنے کا اہتمام کرے) اس طرح آہستہ آہستہ اس کے پاس ایک قیمتی خزانہ اور عمدہ ذخیرہ ان فائدہ مند عبارتوں کا جمع ہوتا چلا جائے گا۔ چنانچہ جب وہ اس کو جمع کرے گا اور اس کی فہرست مرتب کرے گا تو وہ بیش قیمت مواد اس کے پاس ایک رجسٹر میں ہوگا۔ اب جب بھی اس میں نظر ڈالے گا انسیت محسوس کرے گا وہ باتیں یاد رہیں گی۔ اور ان میٹھے پھلوں کو ہمیشہ چکھتا رہے گا۔

اور ایسی بیشتر علماء کی تصنیفات ہیں جو کہ ان علمی معلومات و فوائد پر مشتمل ہیں، جو ان مطالعہ اور تحقیق کے دوران حاصل ہوئے انھوں نے ان کو جمع کیا، تحریر کیا یا ان سے متعلقہ جذبات کو محفوظ کرلیا اور مرتب کرکے پیش کردیا (۱) اور لوگوں کی عادت ہے وہ انھیں چیزوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جن کو اچھی طرح یاد کرلیتے ہیں۔ اور انھی چیزوں کو یاد کرتے ہیں جن کو کہ اچھی طرح لکھ لیتے ہیں۔

فائدہ مند عبارتوں اور اہم معلومات کو اس طرح بھی محفوظ کیا جاسکتا ہے کہ صرف عنوان اور فائدہ کا خلاصہ اور صفحہ نمبر لکھ لیا جائے پھر اس کے بعد اپنے پاس اس کی ایک عام فہرست تیار کرلی جائے۔ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جو شخص حدیث طلب کررہا ہو اس کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنے محدث اور قلم سے ہرگز دوری نہ اختیار کرے اور جو بھی چیز اس نے سنی ہے اس میں سے کسی کو حقیر نہ جانے بلکہ اس کو لکھے، چنانچہ علم کو کتابت (تحریر) کے ذریعہ سے قابو میں کرے۔ فوائد معلومات کو محفوظ کرلینے کے بارے میں کسی شاعر نے قارئین کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

العلم صید والکتابۃ قیدہ
قید صیودک بالحبال الموثقۃ
فمن الحماقۃ ان تصید غزالۃ
وتترکھا بین الخلائق طالقۃ

ترجمہ: علم کی حیثیت شکاری کی سی ہے، اور تحریر کے ذریعہ اس کو قابو میں کیا جاسکتا ہے۔ تم اپنے شکاروں کو مضبوط رسیوں سے قید کرو۔ یہ ایک حماقت کی بات ہوگی کہ تم کسی ہرن کا شکار کرو اور اس کو جنگلوں میں کھلا چھوڑ دو۔

اور طالب علم کیلئے مناسب یہی ہے کہ وہ

دوربین ہو اس لئے کہ حافظے اکثر دھوکا دے جایا کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں آپؐ سے حدیث بیان کرنے والوں میں مجھ سے آگے کوئی نہیں سوائے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کے اس لئے کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھا کرتا تھا (بخاری) اس صحیفہ کو جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حدیثیں جمع کی تھیں وہ اس کو "الصادقۃ" کے نام سے ذکر کیا کرتے تھے۔

طالب علم کیلئے یہ بات بھی مفید ہے کہ وہ بعض عبارتیں، قواعد اور اہم خلاصے ضرور یاد کرلیا کرتے۔ اور ان کو دوسروں تک خدا کی رضا کے حصول کی غرض سے پہنچائے تاکہ دوسروں کو بھی فائدہ ہو۔ اور جو کچھ اس نے یاد کیا ہے وہ اور زیادہ محفوظ ہوجائے۔

مطالعہ کرنے میں تنوّع پیدا کیا جائے

مطالعہ میں تنوّع پیدا کیا جائے، وہ اس طرح کہ جس کتاب کا مستقل مطالعہ کررہے ہوں اس کو کسی اور کتاب سے بدل لیا جائے۔ یا موضوع تبدیل کرلیا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ جب اپنی مجلس میں بیزاری محسوس کرتے تو فرماتے: "شاعروں کے دیوان لے آؤ (ان کے ذریعہ شگفتگی پیدا کرلیتے) جبکہ محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ راتوں میں بہت کم سویا کرتے تھے اور اپنے پاس مختلف جلدیں رکھ لیا کرتے، چنانچہ ایک قسم کی کتابوں سے اکتاہٹ محسوس کرتے تو دوسری قسم کی کتابوں کا مطالعہ کرنے لگتے۔ اسی طرح اپنے نزدیک پانی بھی رکھ لیا کرتے جس سے کہ نیند کو زائل کیا کرتے (تعلیم المتعلم طریق التعلیم ص ۱۱۷-۱۱۸)

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تفصیلی کتابیں اور بہت زیادہ مسائل والی کتابیں، جیسے کہ فقہی

(۱) جیسے کہ علامہ ابن القیم کی "بدائع الفوائد" ہے، ابن الجوزی کی صید الخاطر ہے اور بعض علماء نے اپنے سفر حج وغیرہ کے دوران حاصل ہونے والے فوائد کو بھی مدون کئے ہیں۔

اختلافات سے متعلقہ کتب ہیں دل میں سختی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے یہ ایک مناسب بات ہے کہ ان کے ساتھ کچھ دلچسپ اور ہلکی پھلکی کتابیں بھی پڑھ لی جائیں۔

پڑھی ہوئی کتابوں کو دوبارہ پڑھا جائے۔

پڑھی ہوئی کتابوں کو دوبارہ پڑھا جائے تاکہ معلومات میں پختگی پیدا کی جا سکے۔ امام بخاریؒ سے جب ان کے غیر معمولی حافظہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا: "میں کسی بھی چیز کے حفظ اور یاد کرنے کیلئے آدمی کے شوق و حرص اور اور مداومت نظر سے زیادہ نفع بخش کسی بھی شیٔ کو نہیں پاتا"۔ (ھدی الساری ص۴۸۸)

مطالعہ کے اعادہ سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے نئے نئے معانی سے استفادہ ہوتا ہے جن کو کہ ہم اس سے قبل نہیں جانتے تھے اور خاص طور پر قرآن کریم کے مطالعہ کے وقت اس لئے کہ اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوتے اور نہ ہی علماء کی طبیعتیں اس سے کبھی سیر ہوتیں۔ چنانچہ قاری جب بھی غور و فکر اور تدبر کے ساتھ اس کا مطالعہ کرتا ہے اس کو نئے معنیٰ و مطالب کی بصیرت حاصل ہوتی ہے اسی طرح علمی کتابوں کے مطالعہ کا اعادہ گذشتہ یاد کی ہوئی چیزوں کو مزید پختگی عطا کرتا ہے، سوچنے اور غور کرنے کے نئے میدانوں کو کھولتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے: "جب تم نئی کتاب کو پہلی مرتبہ پڑھتے ہو تو تم کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میں نے ایک نیا دوست حاصل کیا ہے اور جب تم اس کو دوبارہ پڑھتے ہو تو تم کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں پرانے دوست کا سامنا کر رہا ہوں"۔

جب کسی چیز کے سمجھنے میں دشواری ہو تو خدا سے مدد لی جائے

ان چیزوں میں سے جو کہ قاری کو کتاب سے بیزار کر دیتی ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہ ایسی عبارتوں سے گذرتا ہے جن کو سمجھ نہیں سکتا تو ایسے وقت کیا موقف اپنایا جائے؟ اہل علم کی سیرت میں آیا ہے کہ جب بھی ان کے لئے کوئی مسئلہ سمجھنا مشکل ہو جاتا یا کوئی دشوار معاملہ درپیش ہوتا تو وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے۔ اور اس کے آگے گریہ و زاری کرتے ہوئے دعا کرتے کہ وہ ان کے لئے اس مشکل مسئلہ کو کھول دے اور اس کے سمجھنے کو آسان کر دے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا معمول تھا کہ جب بھی کسی مسئلہ کے سمجھنے میں ان کو دشواری درپیش ہوتی تو خدا کے آگے یہ کہتے ہوئے التجا کرتے **یامعلم ابراھیم علمنی ویا مفھم سلیمان فھمنی** (اے ابراہیم کے معلم مجھے سکھا دے اور اے سلیمان کو سمجھانے والے مجھے سمجھا دے) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: **فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ** (الانبیاء: ۷۹) (ہم ہی نے سلیمان کو سمجھایا) یہ دعا اور مناجات کتاب کے کسی بھی مشکل کلمہ یا عبارت کے آسان ہو جانے کے ذرائع میں سے ایک مؤثر و اہم ذریعہ ہے۔

اہل علم سے رجوع:

اگر کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہو، جس کے سمجھنے میں دشواری ہو تو اس کے سلسلہ میں اہل علم سے رجوع کرنا چاہئے کیوں کہ فرمان نبوی ہے "جب کسی چیز کا علم نہ ہو تو اس کے بارے میں پوچھ لیا کرو۔ اس لئے کہ (کسی بھی چیز کے بارے میں جانکاری حاصل کرنے کے سلسلہ میں) عاجز ہونے اور تھک جانے کا سوال ہے"۔ (ابوداؤد)

سمجھ میں نہ آنے والی چیز کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے

کبھی حکمت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ قاری جس چیز کو سمجھ نہ سکے اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے اور اس کے بعد جو مواد ہے اس کو پڑھے تاکہ نہ ہی وقت ضائع ہو اور نہ بہت زیادہ غور و فکر (جس سے کہ معنیٰ سمجھ میں نہیں آرہے ہیں) سے طبیعت میں اکتاہٹ پیدا ہو۔ اور ممکن ہے کہ وہ اس کے بعد اس کو سمجھ جائے۔ یا اس کو دوسری جگہ پڑھ لے، یا اس کو کسی سے پوچھ کر سمجھنے کی فرصت حاصل ہو جائے کہ اس کے معنیٰ اس پر کھل جائیں۔ اسی طرح ہمیشہ لکھنے والے (مصنف) کو بری قرار دینا اور قاری کے فہم پر ہی الزام لگانا درست نہیں۔ اس لئے کہ کبھی کاتب (مصنف) اپنی فکر صحیح طریقہ سے پیش نہیں کر پاتا ہے۔ اور مطلوبہ وضاحت کے درجہ تک اپنی بلاغت کی کمی اور تعبیر کے نقص کی بنا پر پہنچنے سے قاصر رہتا ہے۔

کتنی ہی مشکلات ہوں پروا نہ چاہیئے
اقدام راہ حق میں دلیرانہ چاہیئے
لیکن یہ گر رسائی منزل کا یاد رکھ
کوشش تو خوب چاہیئے دعویٰ نہ چاہیئے

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیئے
مد نظر تو مرضیٔ جانانہ چاہیئے
اب اس نظر سے جانچ کے کر تو فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیئے کیا کیا نہ چاہیئے

حکمت

حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں بھی اسے پائے حاصل کرے کیونکہ وہی اس کا بہترین مستحق ہے۔

حدیث نبویؐ

محمد طارق ندوی

س :۔ قسم کا کیا کفارہ ہے؟

ج :۔ قسم کا کفارہ یہ ہے کہ چاہے دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اگر استطاعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے۔

س :۔ ایک شخص کی بیوی بے پردہ پھرتی ہے اور شوہر نہ اس کو ھدایت کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج :۔ صورت مسئولہ میں ایسے شخص کے پیچھے نماز مع الکراہت جائز ہے۔ اس لئے اگر کوئی اس سے اچھا دیندار شخص موجود ہے تو اسے امام بنانا چاہیئے۔

س :۔ کیا نماز آنکھ بند کرکے پڑھنا مکروہ ہے؟

ج :۔ ہاں نماز آنکھ بند کرکے پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے البتہ اگر آنکھ بند کرکے خشوع وخضوع زیادہ ہوتا ہے تو مکروہ نہیں ہے۔

س :۔ ایک شخص ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھتا ہے جس میں بقدر معافی نجاست لگی ہوئی ہے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے۔؟

ج :۔ کسی شخص کا ایسے کپڑے پہن کر جس میں بقدر معافی نجاست لگی ہوئی ہے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

س :۔ جماعت شروع ہوجانے کے بعد سنتوں کی نیت باندھنا کیسا ہے؟

ج :۔ جب فرض نماز کی جماعت شروع ہوجائے اس کے بعد سنتوں کی نیت نہ باندھنی چاہیئے صرف فجر کی نماز کی سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہوجائے

س :۔ اگر مصلی کے سر پر یا اس کے پیچھے تصویر ہو تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

ج :۔ نماز مکروہ ہوگی۔ رسائل الارکان میں ہے

اشدها کراهة ان یکون امام المصلی ثم من فوق رأسه ثم یمینه ثم شماله ثم خلفه

س :۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں اپنے لئے کوئی جگہ متعین کرے تو کیا یہ مکروہ ہے؟

ج :۔ ہاں! مکروہ ہے ویکرہ للانسان ان یخص لنفسه مکانا فی المسجد یصلی فیه (فتاوی عالمگیری) حضرت عبدالرحمن بن شبلی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی طرح ٹھونگیں اور درندوں کی طرح ہاتھوں کو بچھانے اور مسجد میں اونٹ کی طرح ایک جگہ مخصوص کرلینے سے منع فرمایا ہے۔

س :۔ کیا سجدہ میں دونوں ہاتھ کا بچھانا اور پاؤں کا پھیلانا مکروہ ہے؟

ج :۔ ہاں سجدہ میں بلا عذر دونوں ہاتھ کا بچھانا اور پاؤں کا پھیلانا مکروہ ہے۔

س :۔ اگر کوئی شخص ظہر کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورت پڑھ جائے تو کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا؟

ج :۔ اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔

س :۔ کیا سجدہ صرف پیشانی پر کرنا مکروہ ہے؟

ج :۔ ہاں! سجدہ صرف پیشانی یا صرف ناک پر کرنا مکروہ تحریمی ہے دونوں پر کرنا چاہیئے۔

دعائے مغفرت

ناظر معہد دارالعلوم اور تعمیر حیات کی مجلس مشاورت کے رکن جناب ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی صاحب کی اہلیہ جو ذی الحجہ سے صاحب فراش تھیں ۲۰ شعبان سنہ ۱۴۲۱ھ جمعہ کی صبح کو انتقال کرگئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مرحومہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے بیعت تھیں۔ شریعت کی پابندی کا بڑا اہتمام فرماتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ مغفرت فرماکر ان کے درجات بلند فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

معید اشرف ندوی

● سعودی دارالحکومت ریاض کے اہم تعلیمی ادارہ معہد الریاض العلمی (جو نہ صرف جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کی اساس و بنیاد ہے بلکہ نجد کا وہ قدیم ترین تعلیمی ادارہ ہے جس میں مملکت میں جامعات کی تشکیل نو سے قبل تمام بڑے علماء پڑھتے رہے ہیں) کے القسم الثانوی (انٹرمیڈیٹ سیکشن) میں طلباء کی ثقافتی سرگرمیاں اس سال مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور مملکت کے مفتی عام شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ اور مشہور عالم و محدث شیخ محمد بن ناصر الدین الألبانی کے نام سے موسوم کی گئی ہیں۔

واضح رہے کہ مملکت کے مدارس میں رائج نظام کے مطابق اور طلباء کو امت اسلامیہ کی اہم شخصیات اور ان کی خدمات سے متعارف رکھنے اور ان کے مہم اور مشن کو زندہ رکھنے کی غرض سے نہ صرف ابتدائی متوسط ثانوی (پرائمری مڈل اور سیکنڈری) مراحل کے اسکول اہم دینی تعلیمی اصلاحی شخصیات کے نام سے منسوب ہوتے ہیں، بلکہ طلباء کی ثقافتی اجتماعی سرگرمیوں کے شعبے بھی بالعموم اہم تعلیمی دینی دعوتی شخصیات کے نام سے منسوب کیے جاتے ہیں۔

سال رواں میں معہد الریاض العلمی میں القسم الثانوی کے طلباء ثقافتی اجتماعی سرگرمیاں (جو عموماً تقریر و تحریر کی مشق، مطالعہ، آڈیو کیسٹس سے استفادہ، آوٹنگ، حرمین یا تاریخی مقامات کے سفر اور معلوماتی مقابلوں وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہیں) انتظامی نقطۂ نظر سے تین شعبوں پر مشتمل ہیں۔ اور عالم اسلام کی تین اہم شخصیات کی طرف منسوب کی گئی ہیں ثقافتی سرگرمیوں کیلئے خاص حصہ میں جاتے ہی سب سے پہلے اسرۃ الشیخ ابی الحسن علی الندویؒ کا بورڈ جگمگاتا نظر آتا ہے اور اس کے فوراً بعد اسرۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ اور اس سے متصل ہی اسرۃ الشیخ محمد ناصر الدین الألبانی کا بورڈ نظر آتا ہے۔

اسرۃ الشیخ ابی الحسن علی الندویؒ کی خصوصی دعوت پر سعید مرتضیٰ ندوی (لیکچرر گرلس ایجوکیشنل کالج ریاض) نے معہد کا دورہ کیا، اور اسرۃ الشیخ ابی الحسن علی الندوی کے ہال میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے مولانا کی شخصیت اور خدمات کا مختصر تعارف کرایا، اور مولانا کی حیات و خدمات سے متعلق طلباء کے سوالات کا جواب دیا۔

سعید مرتضیٰ ندوی نے اس موقع پر اپنے والد مرحوم مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحبؒ (سابق ناظر کتب خانہ ندوۃ العلماء) کے نام سے قائم شدہ ادارہ المرتضیٰ للمکتبات کی طرف سے طلباء کی لائبریری کو مفکر اسلام کی عربی تصانیف کے ایک سیٹ کے علاوہ مفکر اسلام کی وفات پر شائع ہونے والے عربی رسائل "البعث الاسلامی (لکھنؤ) الرائد (لکھنؤ) اور قافلۃ الأدب الإسلامي (لاہور) المجلۃ (مراکش) نشرۃ الاخبار المرکز (آکسفورڈ) O.C.I.S.NEWS (آکسفورڈ) THE FRAGRANCE (لکھنؤ) اور مولانا کے مختصر تعارف اور عربی تصانیف کی مکمل فہرست پر مشتمل: مؤلفات الإمام الندوي باللغة العربية، مشہور اخوانی عالم علامہ یوسف القرضاوی کا رسالہ: العالم الربانی ابوالحسن الندویؒ، اور مولانا کی حیات و خدمات سے متعلق (مولانا کی حیات میں یا وفات کے بعد شائع ہونے والے) مختلف عرب اہل قلم کے مختلف مضامین کے مجموعہ (مرتب کردہ ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی) بعنوان: عن ابی الحسن علی الندوی کا ایک ایک نسخہ بھی ہدیہ کیا۔

● امریکہ کے محکمہ خارجہ کے سرکاری مجلہ اسٹیٹ میگزین کے ایک حالیہ شمارہ میں امریکہ کی وزیر خارجہ میڈیلین البرائٹ نے اس ضرورت پر زور دیا ہے کہ امریکہ اور عالم اسلام کے درمیان ایک دوسرے سے واقفیت اور دو طرفہ آگاہی کو بہتر بنایا جانا چاہئے۔ انھوں نے اپنے مضمون میں مزید لکھا ہے کہ امریکا کے متعدد مقاصد ایسے ہیں جو مسلم دنیا سے قریبی تعاون کے ذریعہ ہی پورے ہو سکتے ہیں۔ مضمون میں محکمہ خارجہ کے اہل کاروں پر زور دیا گیا ہے کہ وہ مسلم ملکوں کے باشندوں کے عقائد کا مکمل احترام کرتے ہوئے انہیں امریکی پالیسیوں سے تفصیلاً آگاہ کریں۔

ان کا کہنا ہے کہ امریکا اسلام کے بارے میں کسی قسم کے مخاصمانہ عزائم نہیں رکھتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے امریکی اس مذہب کے ماننے والے ہیں، اور وہ امریکہ کی سلامتی خوشحالی اور اس کے تنوع کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ آخر میں انہوں نے امید ظاہر کی ہے کہ نئی صدی مسلم اکثریتی ملکوں اور امریکہ کے درمیان ہم آہنگی پر مبنی ترقی کی صدی ہوگی۔

● عرب ممالک نے مغربی ساحل اور غزہ پٹی میں اسرائیلی قبضہ کے خلاف فلسطینی مدد کے بطور ستر کروڑ ڈالر مہیا کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔ عرب ممالک کے وزراء خزانہ نے ایک میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا۔ سرکاری ذرائع کے مطابق سعودی عرب نے ۲۵ کروڑ، کویت اور متحدہ عرب امارات نے ۱۵ کروڑ، قطر نے ۵ کروڑ، الجیریا اور مصر نے ۳ کروڑ، عمان اور یمن نے ایک کروڑ ڈالر اور شام نے ستر لاکھ ڈالر دینے کا اعلان کیا ہے۔

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

• محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

• نام کتاب: رابطہ "مولانا سید نور الحسن نیر"
مرتب: نذر الاسلام نظمی
صفحات: ۱۲۰، سائز ۲۰×۳۰/۸
ناشر: نذر الاسلام نظمی سنگم وہار، تعلیم آباد، نئی دہلی،

یہ ایک سہ ماہی رسالہ ہے جس نے اپنے سرپرست حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے ایک قدیم رفیق مولانا سید نور الحسن صاحب مرحوم پر ایک خصوصی نمبر (جولائی تا دسمبر ۱۹۹۹ء) شائع کیا ہے جو یقیناً ان کے شایانِ شان ہے لیکن اس میں تاخیر نے اس کی اہمیت کو قدرے متاثر بھی کیا ہے مولانا مرحوم کے تلامذہ کی تعداد اس لئے خاصی ہے کہ انھوں نے تقریباً ۵۰ سال ندوۃ العلماء میں تدریس کے فرائض انجام دیئے اور موجودہ ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی مدظلہ کو ان سے شرف تلمذ بھی حاصل ہے انھوں نے اس خصوصی اشاعت میں اپنے محبوب استاد کو اقبال کے الفاظ "نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز" سے خراج عقیدت پیش کیا ہے، جبکہ مولانا شمس الحق ندوی نے "ہر دلعزیز استاذ" اور ڈاکٹر شفیق احمد خاں ندوی نے "بحیثیت مربی" کے پیش کیا ہے" اور دوسرے مضمون نگاروں نے ان کے ادبی و شعری ذوق، اسلوب بیان، شخصیت کی دلآویزی اور اعلیٰ اخلاق و کردار پر روشنی ڈالی ہے، اور ان کا سراپا پیش کر دیا ہے جس سے ایک فرشتہ صفت انسان اور مرد مومن کی صحیح تصویر سامنے آتی ہے۔

• نام کتاب: جدید یسّرنا القرآن
مرتب: نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی
صفحات: ۳۶، قیمت تین روپئے، سائز ۱۸×۲۲/۸
ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس ۹۳ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بچوں کی قرآنی تعلیم اور انھیں عربی و اردو زبان سے واقف کرانے کیلئے یہ ایک مفید کوشش ہے جسے آسان قرآنی قاعدہ کا اگر نام دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ بچوں کی ذہنی سطح اور نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے پچھلے قاعدوں کی روشنی میں فاضل مرتب نے جو کہ ندوی ہیں اور مشہور قلمکار اور مفکر و مفسر مولانا عبد الماجد دریابادیؒ کے خاندان کے فرد ہیں ایک مفید کام انجام دیا ہے جس کی ضرورت تھی، امید ہے کہ مدارس میں اس کا تجربہ کیا جائے گا۔ اور اگر ایسا کیا گیا تو انشاء اللہ اچھے نتائج برآمد ہوں گے

• نام کتاب: سرمایۂ معلومات
مؤلف: مولانا احمد ٹنکاروی فلاحی
صفحات: ۹۰، سائز ۲۰×۲۶/۸، قیمت درج نہیں
ملنے کا پتہ: جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ ۳۹۳۰۳۰ ضلع بھروچ (گجرات)

مشہور فقیہ زمانہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "مَن جَهِلَ بأهلِ زمانه فهو جاهل" جو شخص اپنے زمانہ کی طرز زندگی، معاشرت و معاشیات معاملات و ترویجات، مزاج و مذاق ملکی و داخلی آئین و قوانین مثلاً تعزیرات، ریلوے نظام، شعبہ ڈاک وغیرہ) سے ناواقف و ناآشنا ہو وہ دنیاوی پریشانیوں سے دوچار ہوگا۔

مولانا احمد ٹنکاروی فلاحی قابل قدر ہیں کہ انھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور "سرمایۂ معلومات" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی جس میں شعبۂ ڈاک، ریلوے، بجلی، جغرافیہ، عدالت ملکی و بیرونی سفر، اوزان اور بینکنگ نظام کے علاوہ دیگر بہت سی دنیاوی جنرل معلومات تفصیل کے ساتھ جمع کردی ہیں۔ جن کا جاننا ہر شخص خصوصاً طلباء مدارس کیلئے ضروری ہے۔ جنرل معلومات کے موضوع پر یہ کتاب بڑی مفید ہے۔

• نام مجلہ: ماہنامہ حیات نو
خصوصی اشاعت: مولانا صدر الدین اصلاحیؒ، حیات و خدمات
مدیر مسئول: نور محمد فلاحی
صفحات: ۳۲۰، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت =/۴۰ روپئے
سالانہ زر تعاون ۵۰/ روپئے
ملنے کا پتہ: ماہنامہ مجلہ حیات نو، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ (یوپی) ۲۷۶۱۲۱

مولانا صدر الدین اصلاحی مرحوم ایک بلند پایہ عالم دین مفسر قرآن، فکر فراہی کے ترجمان مختلف دینی کتابوں کے مصنف اور تحریک اسلامی کے عظیم المرتبت شخصیت تھے۔

پیش نظر مجلہ ماہنامہ "حیات نو" کی اس خصوصی اشاعت میں مولانا صدر الدین اصلاحیؒ کی دینی اور علمی خدمات اور ان کی زندگی کے مختلف کارناموں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، اور تقریباً چھتیس ۳۶ اہل علم و قلم نے ان کے شایانِ شان خراج عقیدت پیش کرکے ان کی دینی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔

دینی مدارس و اسکولوں کی اہم ضرورت کی تکمیل

(از: محمد الیاس ندوی، استاد جامعہ اسلامیہ بھٹکل کرناٹک)

اسلامی جغرافیہ

جغرافیہ و سائنس کا سرکاری نصاب اس کے مرتب کرنے والوں کے مخصوص فکری و ثقافتی مزاج کی وجہ سے مسلم طلباء کے لئے نہ صرف ناکافی بلکہ نقصان دہ ہے۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ دینی مدارس و مسلم اسکولوں کے طلباء کے لئے ایک ایسا جامع نصاب مرتب کیا جائے جس میں بین الاقوامی جغرافیائی معلومات اسلامی نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے فراہم کی گئی ہو۔

"بین الاقوامی و اسلامی جغرافیہ" اسی سلسلہ کی ایک اہم کوشش ہے۔ بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ یہ کتاب ظاہری و باطنی دونوں حیثیتوں سے خوب ہے اور اس قابل ہے کہ مدارس و اسکولوں میں پڑھائی جائے۔

اس وقت یہ کتاب خود دارالعلوم ندوۃ العلماء اور اس کے ملحقہ اداروں کے درجہ عالیہ اولیٰ یعنی پنجم عربی کے علاوہ ملک کے مختلف مدارس و اسکولوں میں بھی داخل نصاب ہے۔ ہند و پاک سے پانچواں ایڈیشن جدید اضافوں کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

ھندوستان اور مسلمان

یہ کتاب ملک کی تاریخ، جغرافیہ اور شہریت پر مشتمل ہے اور خصوصی طور پر مسلم طلباء کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے لکھی گئی ہے۔ اس کے مقدمہ میں قاضی اطہر صاحب مبارکپوریؒ لکھتے ہیں کہ یہ کتاب ہندوستان کے بارے میں مسلمانوں کے حوالہ سے ہر قسم کی معلومات کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ ملک کے مختلف مدارس میں یہ کتاب بھی داخل نصاب ہے۔ تیسرا ایڈیشن نئی معلومات اور اضافوں کے ساتھ

مسلم دنیا (ماضی اور حال)

عالم اسلام کے حالات اور معلومات پر مشتمل اس کتاب میں ماضی و حال کی روشنی میں مسلم دنیا کی تاریخی، تعلیمی، سماجی اور اقتصادی حالات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کے گرانقدر مقدمہ کے ساتھ تیسرا ایڈیشن

ھندوستان میں ناشر: مکتبہ الحسنات، ۲۲۴۱ کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی
پاکستان میں ناشر: مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد، کراچی
ملنے کا پتہ: دارالعلم، 31/ محمد علی روڈ، بھٹکل (کرناٹک)

Regi No.LW/ NP/ 63
Fax No. : (0522)330020

FORTNIGTLY

Principal off : 788166
Guest Haous : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India) Rs.6/-

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Majlis Sahafat- Wa- Nashriat, Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow - U. P.
Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

پندرہ روزہ
تعمیرِ حیات
لکھنؤ

ارضِ حرم کا تقدس

حرم! اسلام کا دینی اور مذہبی مرکز ہے، اس کا گوشہ گوشہ اسلام کا معبد اور مسلمانوں کا مشہد ہے، ارض حرم جس دن ارض حرم بنی اسی دن اس کی یہ خصوصیت عیاں کر دی گئی ہے کہ وہ صرف رکوع اور سجود کا آستانہ اور اعتکاف وطواف کا مقام ہے اور انھیں بندگانِ حق کا مسکن ہے جن کی زندگیاں راہ خدا پرستی میں وقف ہیں، اور جو حیات ابدی کے طالب اور جویاں ہیں۔

خانہ حرم کے معماروں (حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام) کو جب وہ اس کی تعمیر سے فارغ ہو چکے، اس کے مالک کا حکم پہنچا: ﴿أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ (سورہ بقرہ) تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک کرو۔

معلوم ہوا کہ ارض حرم کی تعمیر کا خاص مقصد یہ ہے کہ توحید کے پرستاروں کا یہ وہ مقام ہے جہاں خدائے واحد کی پرستش کے سوا کوئی عمل مطلوب نہ ہو۔ اس کے دنیا کے اور جتنے کام ہیں وہ اس کی پاکی اور طہارت کے منافی ہیں، اس کی طہارت اور پاکی، اسکی عظمت اور تقدس صرف اسی میں ہے کہ وہ عبادت الٰہی کا مرکز، توحید پرستی کا معبد، رکوع اور سجود کی چوکھٹ اور اعتکاف وطواف کی خانقاہ ہو۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ

(از: مقالات سلیمان ج ۳/ ص ۱۰۶ اص)

۲۸/ جنوری ۲۰۰۱ء — سالانہ ۱۳۰/ روپئے — فی شمارہ ۶/ روپئے

اسلام کی میراث

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ میراث جو ہمارے ہاتھ میں پہونچی (اور جس کو ہم اس میراث) کے معنی میں نہیں بول رہے ہیں جو اہل مغرب کا مفہوم ہے، اسی لئے کہ اسلام ایک زندہ جاوید دین ہے، ہم میراث سے وہ دولت اور ثروت مراد لیتے ہیں۔ جو ہمارے اسلاف سے ہماری طرف منتقل ہوئی ہے، علم راسخ، محفوظ و مضبوط عقائد طاقتور ایمان، سنت سنیہ، اخلاق عالیہ، فقہ و شریعت اور شاندار اسلامی ادب کی ثروت، اس میراث میں ہر اس فرد کا پورا حصہ ہے جس نے اسلام کے کسی دور میں بھی منہاج خلافت پر حکومت قائم کی، جاہلیت اور مادیت کا مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، اسلام کے جو خصائص مٹ گئے تھے ان کو اجاگر کیا، امت میں ایمانی روح پیدا کی، اس لازوال ثروت میں ہر اس شخص کا اضافہ تسلیم کیا جائے گا جس نے اس دین پر ایمان کے ماٰخذ اور اس کی تعبیرات پر اعتماد کو از سر نو استوار کیا۔ نو وارد فلسفوں کا ابطال کیا۔ اسلام کی حقیقی فکر کی حفاظت کی اور اس امت کو کسی نئے فتنہ میں پڑنے سے باز رکھا جس نے اس امت کے لئے اس کے دین اور مصادر دین کی حفاظت کی، حدیث و فقہ کی تدوین جدید کا کام انجام دیا۔ اجتہاد کا دروازہ کھولا اور امت کو تشریع کا خزانۂ عامرہ اور زندگی و معاشرہ کا منظم قانون عطا کیا جس نے معاشرہ میں احتساب کا فرض ادا کیا اور اس کے انحراف اور کج روی پر کھل کر تنقید کی اور صحیح و حقیقی اسلام کی برملا و آشکارا دعوت دی جس نے شکوک و شبہات کے دور اور اضطراب عقائد کے زمانہ میں علمی طرز استدلال اختیار کر کے دماغوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی جس نے دعوت و تذکیر اور انذار و تبشیر میں انبیاء علیہم السلام کی نیابت کی اور ایمان کی دبی ہوئی چنگاریوں کو شعلۂ جوالہ کی حرارت و حرکت بخشی جس نے مادہ پرستی کے تند و تیز دھارے کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی تیزی و بلاخیزی کم کی اور خدا کی مخلوق کو اس دھارے میں بہہ جانے یا اس میں دب جانے سے محفوظ رکھا جس نے اس امت کی سیاسی قوت کی حفاظت اور اس کو پے در پے خارجی حملوں کو سہار لینے کی قوت عطا کی جس نے اپنی حکیمانہ دعوت اور اپنے دام محبت سے اس دشمن کو شکار کیا جو زور شمشیر اور نوک خنجر سے بھی زیر نہ ہو سکا تھا۔ اور جس نے عالم اسلام کو اس سرے سے اس سرے تک زیر و زبر کر کے رکھ دیا جس نے اپنے طاقتور ایمان اور اپنی روحانی قوت سے ایسے دشمنوں کو خطیرۂ اسلام میں داخل کیا اور محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کا شرف بخشا جس نے اپنے طاقتور ادب اور دلگداز و بلیغ اشعار سے ان ذہنوں کو اسیر دام کیا جو علمی مباحث اور مذہبی فلسفوں سے مطمئن ہونے والے نہیں تھے، یہ پورا ایک سلسلہ ہے اور اس میں ہر شخصیت کا ایک خاص حصہ اور مرتبہ ہے، تاریخ دراصل امانت کی ادائیگی اور حق شناسی اور اعتراف حقیقت کا نام ہے اس میں ہر شخص اسلام کی کسی نہ کسی سرحد کا محافظ اور اسلام کے ترکش کا ایک قیمتی تیر تھا۔ ان لوگوں کی مخلصانہ کوششیں نہ ہوتیں جن کو آج ہم تاریخ کی دوربین سے دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں تو ہم تک یہ مجموعہ نہ پہنچ پاتا۔ جس میں ہمارے لئے عزت، عبرت اور موعظت کا وافر سامان موجود ہے۔ اور جس کی موجودگی میں ہم اقوام عالم کے سامنے بجا طور پر اپنا سر بلند رکھ سکتے ہیں۔

(مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنیؒ ندویؒ
(تاریخ دعوت و عزیمت جلد اول ص ۲۹-۳۰)

بجھ جائے تیری چھینٹوں سے اے ابر کرم آج

● علامہ سید سلیمان ندویؒ

مکی، مدنی، ہاشمی و مطلبی ہے
آدم کیلئے فخر یہ عالی نسبی ہے

اے زائر بیت نبوی یاد رہے کہ
بے ساختہ یاں جنبش لب بے ادبی ہے

آہستہ قدم نیچی نگہ، پست ہو آواز
خوابیدہ یہاں روح رسول عربی ہے

پاکیزہ تر از عرش و سما جنت فردوس
آرام گہہ پاک رسول عربی ہے

بجھ جائے تیری چھینٹوں سے اے ابر کرم آج
جو آگ میرے سینے میں مدت سے دبی ہے

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۲۵/ جنوری ۲۰۰۱ء .... مطابق .... ۲۹/ شوال المکرم ۱۴۲۱ھ | شمارہ نمبر ۶

زرِ تعاون

سالانہ ---- ۱۳۰/= روپے

فی شمارہ ---------- ۶/= روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک...... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ...... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

نیچے بنے سرخ دائرہ میں نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ 130/= روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

گزارش

خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت

کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپوزیشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

اس شمارے میں

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30

۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سنٹی میٹر =/۵۵

بیرون ملک نمائندے

ملک	نمائندہ
مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P O Box No. 842, Madina Munawwara (K.S A)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O C I S , St Cross College, Oxford Ox1 3TU-U K.
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P O Box 388, Vereninging,(S Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P O Box No 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P O Box No. 12525, DUBAI (U A E) P.H' NO: - 3970927
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H No 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDIQUI Sb. 48 Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U S A.)

Internet Web-site: http://nadwa.virtualave.net
e-mail address: airp@lw1.vsnl.net.in

اس وقت دنیا جس دور سے گذر رہی ہے اور انسانیت ضلالت و گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں جس طرح بھٹک رہی ہے تہذیب حاضر کی چمک دمک اور جدید ترقیات و ایجادات کی فراوانی، لہو و لعب کے نئے نئے انداز اور ان کو چند لمحوں میں پوری دُنیا میں پہنچا دینے کے ذرائع ابلاغ نے پوری انسانی آبادی کو ہوس پرستی اور اخلاقی انارکی کے اس موڑ پر پہنچا دیا ہے جہاں مال و دولت کی محبت اور حصول جاہ و منصب کی خاطر مذہبی، اخلاقی، انسانی ہمدردی اور محبت و رواداری کے سارے بندھن ٹوٹ چکے ہیں

اور انسان ان سرحدوں کو پار کر رہا ہے جہاں زہریلے جانور اور درندے بھی نہ پہنچ سکے انسانیت کی اس بدنصیبی اور بے خوف و خطر ہلاکت کے اس مہلک غار میں چھلانگ لگانے اور اس پر فخر کرنے اور خوشی کے شادیانے بجانے کے سلسلہ میں کچھ زیادہ تشریح اور واقعات کا ذکر کرنے اور اس کی وضاحت میں وقت ضائع کرنے کی ضرورت اس لئے نہیں کہ اخبارات میں شائع ہونے والے روزمرہ کے واقعات اور ان برہنہ تصویروں کی اشاعت جن کو دیکھ کر اگر کچھ بھی انسانی شعور و حس باقی ہو تو شرم سے انسان کی پیشانی پسینہ پسینہ ہو جائے، کافی ہے، ٹیلیویژن اور انٹرنٹ کی انسانیت سوز چیزوں کا تو ذکر ہی کیا،

جہاں تک مال کی حد سے بڑھی ہوئی محبت اور حصولِ مال و زر کیلئے ہر قید و بند سے آزاد ہو کر ہر اس طریقہ کو اپنا نا جو مال کو بڑھائے. خواہ وہ چیزوں میں ملاوٹ ہو یا نقلی چیزوں کی تیاری، فریب جھوٹ اور ہر صاحبِ اختیار کا غریبوں کی غربت پر ترس کھانے کے بجائے ان سے ان کے جیب و دامن میں بچے کھچے چند ٹکوں کا بھی مختلف انداز سے چھین لینے کا حربہ اپنانا اور ان کی آہ و کراہ پر ذرا بھی ترس نہ کھانا اس کی بھی تفصیلات ڈھکی چھپی نہیں ہیں، رہا جاہ و منصب کا شوق و چسکہ تو ہمارے موجودہ سیاسی ماحول میں اس کو بھی کچھ زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں، ملک و قوم کی فلاح و کامیابی کا اعلان تو ہر ایک کرتا ہے. لیکن قوم و ملک سے ان کی وفاداری کے چھن چھنا کر جو واقعات پریس اور میڈیا میں آجاتے ہیں اور قرآن کے الفاظ میں (وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا) کا نقشہ پیش کرتے ہیں وہ بڑی مایوسی پیدا کرتے ہیں. اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ بلکہ اس کو یوں کہا جائے کہ اس جھاگ کے علاوہ اس کے نیچے آب حیواں کی روانی نے بھی دم سادھ لیا ہے اور انسانوں کو فائدہ پہونچانے والی کوئی چیز بھی اب باقی نہیں ہے۔

ان ساری تاریکیوں، ریشہ دوانیوں اور لن ترانیوں کے باوجود ہم (أَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ) کا بھی مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، حکومتیں کتنی جلد جلد بنتی ہیں اور گرتی ہیں. عہدوں میں کس طرح تیزی کے ساتھ ردّ و بدل ہوتا رہتا ہے ذرائع ابلاغ اس کی بھی تصویر برابر پیش کرتے رہتے ہیں اور بزبان حال اعلان کرتے ہیں (فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ) مگر دل اتنے مردہ ہو چکے ہیں، جاہ و منصب کا نشہ اتنا تیز ہے کہ عبرتناک انجام کے بعد بھی (وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ) کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

یہ وہ حالات ہیں جو بعض وقت انسانیت کا درد رکھنے والوں کی ہمتوں کو پست اور انسانیت سے مایوسی پیدا کرتے ہیں. لیکن انھیں گھٹاٹوپ اندھیروں اور (ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ) میں وہ حقیقت بھی زندہ ہے جو ہزار طوفانوں کے باوجود نہ صرف یہ کہ باقی ہے بلکہ اس کی کشش بہت سے بھولے بھٹکوں کو اپنے دامن میں پناہ دے رہی ہے ۔

اس حقیقت کی جلوہ نمائیاں دنیا کے ہر گوشہ میں چراغ راہ کا کام دے رہی ہیں دنیا کے اس شور اور ہنگامہ خیزیوں میں جہاں کان پڑی آواز بھی نہیں سنائی دیتی اس کا اعلان (اذان) اس طلسم کو توڑ دیتا ہے اور دنیا کو باور کراتا ہے کہ جسم و پیٹ کی لذتوں کے علاوہ ایک دوسری حقیقت بھی ہے اور وہی انسانی کنبہ کی فلاح و کامیابی کی راہ ہے رات و دن کا کوئی ایسا لمحہ خالی نہیں جاتا جب دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں اس حقیقت کا اعلان "حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح" کے الفاظ میں نہ کیا جاتا ہو۔

اس نعرۂ حق کے سامنے بازار کا شور دب جاتا ہے اور سب حقیقتیں اس حقیقت کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور اللہ کے بے شمار بندے اس آواز پر اپنا سارا کاروبار چھوڑ کر دوڑ پڑتے ہیں اور کاندھے سے کاندھا ملا کر دنیا سے ہاتھ اٹھا کر صفیں باندھ کر اس طرح کھڑے ہو جاتے ہیں جیسے اس دنیا سے ان کا کوئی تعلق ہی نہیں، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں۔

"جب رات کو پورا شہر میٹھی نیند سوتا ہے اور یہ جیتی جاگتی دنیا ایک وسیع قبرستان ہوتی ہے، دفعتاً موت کی اس بستی میں زندگی کا سرچشمہ اس طرح ابلتا ہے جس طرح رات کی سیاہی میں صبح کی سپیدی نمودار ہو (اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم) سے اونگھتی سوتی انسانیت کو تازگی اور زندگی کا پیغام ملتا ہے، جب کسی طاقت و سلطنت کا متوالا (اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی) (میں تمہارا سب سے اونچا پروردگار ہوں) اور "مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ" (میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں) کا نعرہ لگاتا ہے تو ایک غریب مؤذن اسی کی مملکت کی بلندیوں سے اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہہ کر اس کے دعوائے خدائی کا تمسخر اڑاتا ہے اور اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ کر حقیقی بادشاہت کا اعلان کرتا ہے" (کاروانِ مدینہ)

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ان ساری فتنہ سامانیوں اور اس صدائے حق کے خلاف ہر طرح کی سازشوں، منصوبوں اور بے پناہ دولت خرچ کرنے کے باوجود حق کا آوازہ بلند ہی ہو رہا ہے۔ اگر کسی جگہ دبتا نظر آتا ہے تو دوسری جگہ اس کی سحر انگیزی دلوں کو اپنی طرف کھینچتی اور سرکش و باغی سروں کو اپنی چوکھٹ پر جھکاتی دکھائی دیتی ہے۔

امریکہ جیسے ملک میں اس صدائے حق پر لبیک کہنے والوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، امریکہ کے بڑے اخبار واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ کے مطابق جنوبی امریکہ کے اندر مہاجرین کے اندر جن کی اکثریت اسپینی ہے اسلام پھیل رہا ہے، ۲۵ ہزار مہاجرین اس صدائے حق پر لبیک کہہ چکے ہیں یہ ایک مثال بیان کی گئی۔ اس طرح کی خبریں برابر آتی رہتی ہیں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں اس صدائے حق پر لبیک کہنے کی رپورٹ اخبارات شائع کرتے رہتے ہیں۔ امریکہ کے نئے صدر کے بارے میں بھی خبر آئی ہے کہ وہ مسلمانوں ہی کے ووٹ سے جیتے ہیں۔

حاصل کلام یہ اس امت مسلمہ کا وجود دنیا کے ہر گوشہ میں مادی حقیقتوں اور جسمانی لذتوں کے علاوہ بالکل ایک دوسری حقیقت کے وجود کا اعلان ہے، اس کا ہر فرد پیدا ہو کر اور مر کر بھی اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ دنیا کی تمام طاقتوں سے بڑی ایک دوسری طاقت اور اس زندگی سے زیادہ حقیقی دوسری زندگی ہے جس امت کی حقیقت یہ ہو اور جس کا تاریخ برابر ثبوت دیتی آئی ہو اس کو حالات کے اتار چڑھاؤ سے کبھی اور کسی حال میں مایوس نہ ہونا چاہیئے بلکہ اپنا سفر صحیح سمت پر جاری رکھنا چاہیئے کہ:

جہاں میں اہل ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

حواشی

۱:- اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے (سورہ عنکبوت ۲۵)
۲:- جھاگ سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہونچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے (سورہ رعد: ۱۷)
۳:- تو اے (بصیرت کی آنکھیں رکھنے والو عبرت پکڑو۔ سورہ حشر آیت: ۲
۴:- لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (سورہ یوسف آیت: ۶۸)
۵:- غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں اور ایک پر ایک (چھایا ہوا) (سورہ نور آیت: ۴۰)
۶:- آؤ نماز کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف۔
۷:- نماز نیند سے بہتر ہے۔

دُنیا کی موجودہ کشمکش اور اس کا علاج

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ہمت شکن تجربے

اس وقت دنیا کی تقسیمیں بڑی بے رحم ہیں، پہلے سلطنتوں اور قوموں نے ملکوں کو بانٹا تھا، مگر اب سیاسی تحریکوں نے قوموں اور محلوں کو بانٹ دیا ہے، مذہب کی آڑ میں ایسے فتنے نہیں تھے جتنے آج کی مہذب دنیا اور جمہوری دور میں نظر آرہے ہیں، آج کے سیاسی پلیٹ فارم لوگوں کو جدا کرنے کیلئے یا اپنے گروپ بڑھانے کیلئے مخصوص ہیں، لیکن اب بھی بے غرضی سے پکارا جاتا ہے تو لوگ اب بھی جواب دینے کو تیار ہیں، ابھی اس کا امکان ہے کہ سیاسی پلیٹ فارم کے علاوہ بھی لوگ جمع ہو جائیں ہم نے خالص انسانی مسئلوں پر غور کرنے کی دعوت دی، ہمارا دل بہت خوش ہے کہ آپ نے دعوت قبول کی، آپ کا سیاسی تحریکوں سے گھبرانا تعجب نہیں، انسان اپنے تجربوں ہی سے نتیجے نکالتا ہے، آدمی بار بار جن چیزوں سے فائدہ ہوتے دیکھتا ہے اس سے قاعدہ بنا لیتا ہے، آج اغراض کیلئے جمع کرنے کی عادت ہے، آپ ہم پر بھروسہ کریں ہم کسی پارٹی کے ماؤتھ پیس (MOUTH PIECE) یا لاؤڈ اسپیکر نہیں ہیں ہمارے سامنے خالص انسانیت کا مسئلہ ہے

اقتدار کی ہوس

اس وقت کا انسان اصل بگاڑ سے آنکھیں بند کرکے کہتا ہے کہ سب ٹھیک ہو رہا ہے، لیکن میرے اہتمام سے ہونا چاہیئے، جو کچھ ہو، میری نگرانی اور جو دھراہٹ میں ہو، بداخلاقی، بے مروتی، چوربازاری، دولت سمیٹنے کی ہوس سب ٹھیک ہے، لیکن اس کی تولیت ہمارے سپرد ہو تو خوب ہے، آج سب کے دل کی خواہش یہی ہے، اور جب بھی کسی کے ہاتھ میں انتظام آیا ہے تو اس نے لوٹ پھیر کر وہی نظام قائم رکھا اور تھوڑی ترمیم کے بعد وہیں رہی جہاں تھی بگاڑ کے سمجھنے میں مختلف پارٹیوں میں کچھ زیادہ بنیادی اختلاف نہیں، کوئی نہیں کہتا کہ وہ سب کچھ جو ہو رہا ہے نہیں ہونا چاہیئے بلکہ سب کا کہنا یہ ہے کہ جو ہو رہا ہے، ہمارے ماتحت اور ہماری سرپرستی میں ہونا چاہیئے گویا اس پر اعتراض نہیں کہ کارخانہ غلط ہے بلکہ اس پر غصہ ہے کہ ہمارا سایہ اس کے سر پر نہیں ہے

عالمی جنگوں کی حقیقت

دنیا کی بڑی جنگیں اسی بنیاد پر لڑی گئیں، فرانس، انگلستان، جرمنی، روس، امریکہ وغیرہ سب اسی جذبہ کو لیکر اٹھے، انھوں نے لفظوں کو آڑ بناکر یہ مطالبہ کیا کہ نوآبادیات (COLONIES) کا انتظام دوسروں کے سپرد کیوں ہے اور دوسری قوم ہمیشہ کیوں حاوی رہے، انسانیت کے درد سے بے قرار ہو کر ان میں سے کوئی نہیں اٹھا تھا، ان میں کوئی حضرت مسیح کا مذہب جاری کرنے اور دنیا کے ساتھ انصاف کرنے، فسق و فجور اور ظلم و زیادتی مٹانے نہیں اٹھا تھا، نہ انگریز، نہ جرمن نہ روس نہ امریکہ انھیں اچھے برے ظلم و انصاف، حق و باطل سے کچھ بحث نہ تھی، حاشا وکلا انھوں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ ہم دنیا کو صحیح نظام زندگی دیں گے اور انسانیت کی خدمت کریں گے۔ ان کے پیش نظر یہ تھا کہ ہم لوگ سونے چاندی کی گنگا بہائیں گے، اور ملکوں کے ذخیرے اور دولتوں سے فائدہ اٹھائیں گے.

انسانیت کے مجرم

وہ دنیا پر اپنی اجارہ داری (MONO POLY) قائم کرنا چاہتے تھے، یہ سب ایک نظام زندگی پر ایمان لائے تھے، کہ تمام دنیا کو پامال کرکے انسانوں کی لاشوں پر عیش و عشرت کی محفل رچائیں گے اور آدمیت کے ملبہ پر اپنی نوی شوکت کا محل بنائیں گے، سب تر سے ہوئے ندیدے، دولت کے بھوکے خواہشات کے غلام، شراب خوار، قمار باز، خدا کو بھولے ہوئے، فطرت صحیح کے خلاف بغاوت کرنے والے تھے دل رحم سے خالی، انسانیت کے درد سے عاری، انھیں کے نقش قدم پر آج قوم اور ملک، ذاتیں اور برادریاں، سیاسی پارٹیاں، قومی ادارے، اور قوم پرست حکومتیں چل رہی ہیں، سب کا جذبہ یہ ہے کہ ہم اور ہمارے رفیق اور ساتھی اور عزیز و احباب موج کریں وہ موجودہ حالت کو (ACCEPT) کر لیتے ہیں. ان کو صورت حال سے کوئی اختلاف نہیں، صرف ان لوگوں سے اختلاف ہے جن کے ہاتھ میں باگ ڈور ہے، وہ دنیا بدلنا نہیں چاہتے صرف ان کی امامت و

یادت (LEADER SHIP) بدلنا چاہتے ہیں ان کی کوشش صرف یہ ہے کہ دوسروں کی جگہ ہم آجائیں، آپ کے یہاں مقامی انتخابات ہوتے ہیں، ڈسٹرکٹ بورڈ، میونسپلٹی ٹاؤن ایریا وغیرہ کے نئے انتخابات میں نئے نئے لوگ آتے ہیں لیکن کیا کوئی ذہنیت، نیا اصول زندگی، نیا جذبۂ خدمت اور نیا جذبۂ اصلاح لیکر آتا ہے کیا کوئی نیا بورڈ نئی کمیٹی بداخلاقیوں کی روک تھام کرتی ہے، انسانوں کی بے لاگ خدمت کرتی ہے، ہم تو یہ جانتے ہیں کہ یہ سب ایک ہی ذہن، ایک ہی اصول زندگی اور ایک ہی جذبہ لے کر آتے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ صورتحال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، زندگی کی خرابیاں اور سوسائٹی کے جھول جوں کے توں رہتے ہیں۔

زندگی کا نقشہ سرے سے غلط ہے

اس کے برخلاف پیغمبر کہتے ہیں کہ سرے سے زندگی کا نقشہ ہی غلط ہے، اسے ادھیڑ کر پھر سے بناؤ، اس میں پھر سے رنگ بھرو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے ایک شیروانی سلی سلائی لے لی وہ اس کے جسم پر چست نہیں ہوتی وہ اس کو ادھر ادھر سے کستا ہے، کھینچتا ہے پیغمبر کہتے ہیں کہ یہ بخیئے غلط لگ گئے ہیں، جب تک یہ بخیئے رہیں گے، اس میں جھول ہی جھول رہیں گے۔ اسے ادھیڑ کر پھر سے بناؤ۔

سیاسی رشوت

آج ساری دنیا نے انسان کو اپنی خواہشات میں آزاد مان لیا ہے، ان غلط خواہشات کے خلاف جذبہ پیدا کرنے کے بجائے آج ساری پارٹیاں اسے رشوت دے رہی ہیں خواہشات کی رشوت، اخلاقی رشوت، اور ایک دوسرے سے بڑھ کر کہہ رہی ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں نظام حکومت آگیا تو ہم تمہاری خواہشات کو پورا کریں گے۔ اور تم کو عیش و ترقی کا پورا پورا موقع دیں گے، اگر اپنی خواہشات کی تکمیل اور آزادی چاہتے ہو تو ہمیں ووٹ دو، آج ہر ایک یہ کہہ رہا ہے کہ ہم اقتدار پاکر تمہارے تعیشات میں اضافہ کریں گے۔ تمہارا معیار زندگی اونچا کریں گے، گویا کہ انھوں نے مٹھائیاں دے کر بچوں کی عادت بگاڑ دی، انھوں نے ان کو مٹھائیوں پہ لگادیا، دنیا کے انسان بچے ہیں، پارٹیاں اور حکومتیں انھیں ہوا دے رہی ہیں اور ان کی عادتیں بگاڑتی جارہی ہیں، انسان کا حال یہ ہے کہ جتنا اسے دیئے جاؤ وہ اور مانگتا جاتا ہے، فلم آتے ہیں تو اس کی ہوس اور بڑھتی ہے، یہ اور زیادہ ہیجان (EXCITEMENT) چاہتا ہے اور زیادہ عریاں تصویریں مانگتا ہے یہ دنیا کی انسانی خواہشات پر لگام نہیں لگاتے بلکہ ان کی ہوس کے مطابق دیئے جاتے ہیں۔

پیغمبروں کا طریقہ

پیغمبروں کا یہ راستہ نہیں وہ خواہشات میں اعتدال و توازن پیدا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کی خواہش پوری کرنے کی کوشش غیر فطری ہے، پیغمبر کہتے ہیں کہ انسانوں کا چٹورپن خطرناک ہے، اس کو چھڑانا چاہیئے چاہے بچہ کا دل برا ہو، چاہے وہ کچھ دیر روئے اور مچلے اس کو برداشت کرنا چاہیئے۔ اور صحیح راستہ پر لگانا چاہیئے، یہ غلط فلسفہ ہے کہ خواہشات کو برک نہ لگایا جائے۔ اور ان کو شہہ دی جاتی رہے اور جب ان کا فساد ظاہر ہو جائے تو پھر حیرت سے دیکھا جائے اور شکایت کی جائے۔

بے لگام بازی

سیاسی پارٹیوں کا نظام غلط ہے کہ اس زندگی کے نظام کو قبول کر لیا جائے منہ زور گھوڑا، بے لگام اور غلط گھوڑا انسانیت کی کھیتی کو روندتا چلا جارہا ہے، آج تمام پارٹیاں اس کا سائیس بننا چاہتی ہیں، منہ زور بے لگام گھوڑوں کی ریس ہے کیا ان کے سامنے انسانی ضمیر کی کوئی قیمت ہے، انسانی ہمدردی کا کوئی جذبہ ہے، یورپ و امریکہ ہمدردی اور مساوات کا نام لیتے ہیں ان کی ہمدردی کے پیمانے ہم سب کو معلوم ہیں، بیچارے باہر سے ہمدردی کرنا چاہتے ہیں اور اندر وہی ہوس کا بھوت ہے، ظلم کے وہاں بڑے عجیب و غریب طریقے ہیں،

عہدہ کا اہل کون؟

ہم کہتے ہیں کہ زندگی کا راستہ منزل سے بہت دور جا پڑا، جب تک خدا کا یقین (BELIEF) نہ پیدا کیا جائے، سدھار نہیں ہوسکتا، اس کے بغیر ہم ظالم کو محتاط اور ہمدرد نہیں بنا سکتے ہیں، الل ٹپ آپ کے سامنے نہیں آگیا، میں مطالعے کے بعد کہتا ہوں کہ جب تک آپ یقین نہ پیدا کریں انسانیت کے اصل ماڈل (MODEL) تک نہیں پہونچ سکتے اس کے اندر سے عزت و عہدہ کی محبت، دولت کی محبت نکال دیجئے اور ایثار و قربانی اور دوسروں کیلئے گھلنے کا جذبہ پیدا کیجئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ عہدہ اسے ملے گا جو اس کا خواہشمند نہ ہو یہ (QUALIFICATION) تھی، آج اس کے برخلاف بے حیائی سے خود اپنی قصیدہ خوانی کر کے حکومت بنائی جاتی ہے۔

صحابہ کرامؓ کا کردار

صحابہ کرامؓ اس سے بھاگتے تھے حضرت عمرؓ،

معافی چاہتے ہیں کہ اس ذمہ داری کے بوجھ سے مجھے
معاف رکھا جائے۔ انھیں مجبور کیا جاتا تھا کہ آپ
دستبردار ہوگئے تو کون انتظام کرے گا، وہ
جب تک کرتے تھے تو اسے بڑی ذمہ داری اور بوجھ
سمجھتے تھے اور جب سبکدوش ہوتے تو بڑا سکون
(RELIEF) محسوس کرتے تھے حضرت خالدؓ
کو سپہ سالار اعظم (COMMODERINCHIEF)
بنایا گیا تھا سب طرف ان کی دھاک بیٹھی تھی، عین
محاذ پر ایک معمولی سا پرچہ مدینہ سے آتا ہے کہ خالدؓ
برطرف کئے جاتے ہیں اور ان کی جگہ ابو عبیدہؓ مقرر
کئے جاتے ہیں۔ تو ذرا بھی ملال نہیں ہوتا، بڑی فراخدلی
سے کہتے ہیں کہ اگر میں اس کام کو عبادت سمجھ کر کرتا تھا
تو اب بھی انجام دوں گا اور اگر عمرؓ کیلئے کرتا تھا تو کنارہ کش
ہوجاؤں گا، پھر لوگوں نے دیکھا کہ وہ اسی ذوق و شوق
سے اپنے کام میں مشغول رہے اور کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

عزت کی ہوس اور دولت کا بھوت

آج سیاسی پارٹی سے کسی کو الگ کر دیا جاتا ہے
تو پہلے نکلنے کا نام نہیں لیتا اڑا رہتا ہے، فتنہ مچاتا
ہے اور الگ ہوتا ہے تو دوسری سیاسی پارٹی بنالیتا
ہے یہ کیوں! اس لئے کہ عزت کی ہوس، دولت کا
شوق اور بڑائی کا خیال دل و دماغ پر چھایا ہوا ہے،
بس جب تک موجودہ زندگی کا سانچہ نہیں بدلتا،
سدھار مشکل ہے، میں آپ کو صاف صاف زندگی
کی حقیقتیں بتلا رہا ہوں، خدا کا خوف اور اس کی رضا
کا شوق پیدا کیجئے، روحانی اخلاقی زندگی پیدا کیجئے،
زندگی سے لطف اندوز ہونے کا شوق جو زندگی کا
آئیڈیل بن گیا ہے اسے چھوڑیئے۔

ضرورت اور خواہش

انسانی ضروریات کی فہرست بہت لمبی نہیں
فضولیات کی فہرست بہت لمبی ہے، سب نے اپنی
بنیاد اس پر رکھی ہے کہ زندگی کے تعیش کو مقصود
بنالو، معدہ اور نفس کو معبود مان لو، خدا کو نہ مانو اس
کی بالادستی کا انکار کرو، انسان کو ایک ترقی یافتہ
جانور تسلیم کرو، اور اس کی زیادہ سے زیادہ خواہشات
کو پورا کرو، یہ سب اسی کا فساد ہے، جب تک یہ
بنیاد باقی ہے، ہزار کوششوں کے باوجود سدھار
ناممکن ہے کسی شہر اور ملک کی تو کیا ایک میونسپلٹی
کے رقبہ کی اصلاح بھی نہیں ہوگی۔

غلط اجزاء سے صحیح مجموعہ کیسے بن سکتا ہے

آج انسانی افراد اور سوسائٹی کے اجزاء خراب
اور ناقص ہیں، غلط بنیادوں پر ان کا اٹھان ہوا ہے،
اور غلط طریقہ پر ان کی تربیت اور نشو و نما ہوا ہے،
نتیجہ یہ ہے کہ آج سارے انسانی مجموعے، خراب،
ناقص اور کمزور ہیں، جماعتیں افراد سے بنتی ہیں،
جب تک افراد درست اور صالح نہیں ہوں گے،
جماعتیں اور جماعتی کام کیسے درست ہوسکتے ہیں
افراد کا سوال چھیڑا جائے تو لوگ چڑھتے ہیں اور
ناراض ہوتے ہیں اور اس مسئلہ کو ٹال دینا چاہتے
ہیں وہ اس خیال خام میں مبتلا ہیں کہ اجتماعی حالت
میں یہ نقص خود بخود دور ہوجائے گا، عجب لطیفہ
ہے جب اینٹیں بھٹہ سے نکلیں تو کہنے والے نے
کہا کہ یہ پیلا ہے، یہ کھنجر ہے، یہ اینٹیں اچھی نہیں،
یہ عمارت کا بوجھ نہیں اٹھا سکیں گی، آپ نے
جواب دیا محل بن جانے دو وہ سب اینٹیں اچھی
ہو جائیں گی، لیکن خراب اور ناقص اجزاء سے
ایک اچھا مجموعہ کیسے تیار ہو سکتا ہے، بہت سے
ممبروں سے ایک اچھی باڈی کیسے بن سکتی ہے، خراب
تختوں سے ایک اچھا جہاز کیسے بن سکتا ہے، ہم
کہتے ہیں، یونٹ (UNITS) خراب ہیں مسالہ
(MATERIAL) خراب ہے، اس سے اچھی
باڈی کیسے بنے گی، اس سے اچھی میونسپلٹی اور
ڈسٹرکٹ بورڈ کیسے بنے گا؟ ساری دنیا میں یہی
ہو رہا ہے تو کوئی نہیں دیکھتا، اور نتیجہ کو دیکھ کر
کوفت ہے، کیا یہ ناسمجھی کی بات نہیں، پیغمبر تختے
بناتے ہیں، اور اینٹیں بناتے ہیں ان کی تعمیر پائیدار،
صالح اور جاندار ہوتی ہے، وہاں دھوکہ نہیں ہوتا۔

آج تعلیم گاہوں میں بھی اس حقیقت کو
نظر انداز کیا جا رہا ہے، یقین اور اخلاق پیدا کرنے کی
کوشش کہیں نہیں کی جارہی ہے، افراد کی تربیت
کا انتظام کہیں نہیں، ہر جگہ سے غیر تربیت یافتہ
افراد کی کھیپ نکل رہی ہے، آج طالب علم ہر کام کر
سکتا ہے، اس لئے کہ اس کی کوئی تربیت نہیں کی گئی
میونسپلٹی میں کون لوگ ہیں، سارے نظام پر اس
طرح کے لوگ حاوی ہیں، انھیں کے ہاتھ میں زندگی
کی باگیں ہیں، آج اکثر انسان انسان نہیں، انسان
نما ہیں۔

خوفِ خدا کی اہمیت

حقیقت ظاہر ہو کر رہتی ہے، چاہے
اس پر کتنا ملمع چڑھا دو، گدھے نے شیر کی کھال
پہن لی تھی، لیکن جب خطرہ سامنے آیا تو ہیبت
سے اپنی بولی بول دی، آج سب جگہ یہی ہو رہا
ہے، اندر کی چیز باہر آرہی ہے آپ میں سے
بہت سے بھائی انتھک کوشش کر رہے ہیں آپ
میں سے بہت سے مخلص ہیں، لیکن کیا کبھی آپ
نے نیچے سے سدھار کی کوشش کی، لوگ پارٹی
کے اقتدار کے پیچھے پڑے ہیں، لیکن کرنے کا کام
یہ تھا کہ آدمیت کا احترام پیدا ہو، خدا کا خوف
پیدا ہو۔

خدا کی بستی دکان نہیں ہے

خدا کی بستی کو دکان سمجھ لیا گیا، ہر ایک
دوسرے سے گاہک سمجھ کر معاملہ کرتا ہے، یہ تاجرانہ

بت تباہ کن ہے، آج سب طرف لینا ہی لینا
ہے، کہیں استاد شاگردوں کی کشمکش کہیں
دروں اور کارخانہ داروں میں چپقلش، یہ سب
ں؟ یہ سب اسی تاجرانہ ذہنیت کا نتیجہ
ے، پیغمبروں کا کہنا ہے سب کے سب کا ایک
سرے پر حق ہے، اور سب کے ذمہ فرائض ہیں
ض ادا کرنے میں مستعد ہوں اور حقوق حاصل
نے میں فراخ دل، ہم یہی کہتے ہیں کہ آپ
ب بھی یہی کرنے لگیں۔ تو فضا بدلے گی، زندگی
لطف آئے گا، آج لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم
ے، ہر ایک کی نگاہ تجوری پہ ہے، انسان کی
وری پر نہیں۔

مارا وجود ہر پارٹی سے زیادہ ضروری ہے

ہم اپنے پیغام کو ہر پارٹی کیلئے ضروری سمجھتے
ں اور ہمارا وجود ہر پارٹی سے زیادہ ضروری ہے
وں کہ ہمارا کام ہوگیا تو انسانیت کا مہکتا
ہوا گلدستہ بنے گا۔ آج کانٹے پیدا ہو رہے
ہیں، آج انسان عنقا ہے، ہم کہنے آئے ہیں کہ
نسانیت کی بہار لاؤ۔ انسانیت کو نکھارو
آج انسانیت کے درخت سے کانٹے اور
کسیلے پھل پیدا ہو رہے ہیں، آپ انسانیت
کے میٹھے پھل پیدا کیجیے، ہم آپ کے کاموں
میں روڑے اٹکانے نہیں آئے، ہم یہ
کہنے آئے ہیں کہ انسانیت کی خبر لیجئے، ہم
اس بگڑی ہوئی دنیا کے خلاف خلش پیدا کرنے آئے
ہیں، کاش یہ چبھن پیدا ہو، یہ پیغمبروں کا کام ہے،
جسے ہم یاد دلانے آئے ہیں، کوئی دماغ تک رہ جاتا
ہے کوئی پیٹ تک پہونچ جاتا ہے، کوئی کپڑوں
اور مکان میں اٹک کر رہ جاتا ہے، لیکن مذہب
خدا کے یقین اور محبت کے ساتھ دل میں اُتر جاتا
ہے اور وہ آنکھوں کی کھٹک اور جلن دور کرتا ہے
آنکھوں کی سوئیاں نکالنا پیغمبروں ہی کا کام ہے،
اُنھیں کی محنتوں سے دل کی پھانسیں نکلیں اور دلوں
کو اطمینان ملا۔

تمہاری حیثیت ایجنٹ یا ملازم کی نہیں داعی اور رہبر کی ہے۔

ہم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم نے پیغمبروں
کے کام اور پیغام کی بڑی نا قدری کی، تم مجرم ہو،
تم اپنے اصل سرمایہ کو چھوڑ کر ذلیل سرمایہ داروں کے
ایجنٹ بن گئے، تم نے بھی تاجرانہ ذہنیت اپنالی،
اور بیوپاری بن گئے۔ تمہاری حیثیت بیوپاری اور
ملازم کی نہیں تھی، تم یہاں داعی کی حیثیت سے
آئے تھے، تم نے داعیانہ حیثیت اور اپنے آنے کا
مقصد کھو دیا۔ تم دعوت و محبت کے پیام کے
ساتھ جیتے تو عزت سے جیتے اور کامیاب و بامراد
جیتے رہتے۔ اب تمہاری فلاح اسی میں ہے کہ
تم اپنی کھوئی ہوئی حیثیت اختیار کرو، دنیا کی
فلاح اس میں ہے کہ وہ پیغمبروں کے پیام
کی قدر کرے، سیاسی پارٹیاں اور مختلف
جماعتیں قیادت کی جنگ اور غلبہ و اقتدار کی
کشمکش چھوڑ کر زندگی کے اس بگڑے ہوئے
نقشہ کو بنانے کی کوشش کریں اور اپنے اور
اپنے متعلقین اور دوستوں کے بجائے ساری
انسانیت کی فکر کریں کہ اس کے سدھار کے
بغیر کسی کو چین اور امن حاصل نہیں ہو سکتا۔

(بقیہ) علامہ یوسف القرضاوی

تین حصوں کو مسلمان تعلیم یافتہ طلباء کیلئے وقف
کرنے کا منصوبہ بنایا، اس خطیر رقم کے ذریعہ علامہ
موصوف کی یہ دلی تمنا ہے کہ ان کا یہ عطیہ اس کار خیر
میں ایک تخم کی حیثیت رکھے گا۔ باقی رقم کو آپ نے
انٹرنیٹ، اسلام اون لائن نٹ" ONLINE-NET
کیلئے وقف کر دیا ہے۔

خاص بات یہ ہے کہ علامہ موصوف کو یہ چھٹا
بین الاقوامی ایوارڈ ملا ہے۔ اس سے پہلے جو ایوارڈ
ملے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ ۱۴۱۱ھ میں علامہ موصوف کو اسلامی
بینکنگ ایوارڈ برائے ترقی معاشیات ملا۔
۲۔ عالمی شہرت یافتہ شاہ فیصل ایوارڈ برائے
اسلامی تحقیقات میں اشتراک عمل ۱۴۱۳ھ میں ملا۔
۳۔ ملائیشیا میں بین الاقوامی اسلامک یونیورسٹی
کے سرپرست کی جانب سے امتیازی علمی ایوارڈ
۱۹۹۶ء میں ملا۔
۴۔ فقہ اسلامی میں سلطان حسن البلقیہ ایوارڈ
(برونائی ایوارڈ) ۱۹۹۷ء میں ملا۔
۵۔ جامعہ عویس کا علمی و ثقافتی ایوارڈ ۱۴۲۰ھ
میں ملا۔

دعائے مغفرت

مولوی عبدالناصر قاسمی" سابق سفیر دارالعلوم
ندوۃ العلماء لکھنؤ" کا ۳ر جنوری ۲۰۰۱ء کو تقریباً
۵۴ سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ
سے آبائی وطن سیتاپور میں انتقال ہوگیا۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؕ
مرحوم نے تقریباً دس سال تک دارالعلوم
ندوۃ العلماء میں سفارت کے فرائض انجام دیئے
اس کے بعد سیتاپور میں ایک دینی مدرسہ میں تدریس
کے فرائض انجام دینے لگے تھے، پسماندگان میں
اہلیہ کے علاوہ ۲ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں اللہ تعالیٰ
سب کو صبر جمیل عطا فرمائے،
قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

سیرت نبویؐ

اصلاحِ معاشرہ کی بنیاد

(دوسری و آخری قسط)

مولانا عبداللہ عباس ندوی

عوامی مال کھانے کی حُرمت

جن لوگوں کے ذمہ اجتماعی خدمت کے پیسے ہیں، اس کو بجائے پبلک کی ضرورت پر خرچ کرنے کے اپنی ذات پر خرچ کرتے ہیں، جیسے اوقاف کے متولّی وغیرہ، موقوفہ جائداد کی آمدنی اس مَد میں نہیں خرچ کرتے جو وقف کرنے والے کا مقصد ہے وہ سب اکلِ حرام کے مرتکب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لاتزول قدما عبدٍ یوم القیامة حتی یسأل عن اربع عن عمرہٖ فیما افناہ وعن شبابہٖ فیم أبلاہ وعن مالہٖ من أین اکتسبہ وفیم انفقہ وعن علمہٖ ماعمل بہٖ

(طبرانی ۱۱/۴۸ عن ابن عباسؓ)

بندے کا قدم قیامت کے روز اس جگہ سے اس وقت تک نہیں ٹلے گا جب تک کہ چار باتوں کا اس سے سوال نہ کرلیا جائے۔ اسؔ کی عمر کے بارے میں سوال ہوگا کہ کس چیز میں اس کو ختم کیا اسؔ کی جوانی کے بارے میں دریافت کیا جائے گا کہ کہاں گنوائی، اسؔ کی دولت کے بارے میں معلوم کیا جائے گا کہ کہاں سے حاصل کی اور کہاں خرچ کی، اور اس سے اس کے علم کے بارے میں پوچھا جائیگا کہ اس نے اپنے علم سے کیا فائدہ پہنچایا۔

حرام ذرائع آمدنی میں وہ تمام ذرائع داخل ہیں جو ناجائز کام کے ذریعہ حاصل کئے جائیں، مثلاً شراب کی دوکان کھولنا، فحاشی کے اڈے چلانا، خواہ وہ سنیما گھر ہوں یا تھیٹر ہوں، جوا، ڈاکہ زنی، چوری، رشوت، جھوٹ بول کر یا جھوٹی قسم کھاکر ناقص یا خراب چیز کو پورے دام لے کر بیچنا، رشوت لینا اور دینا، انسان دشمن فرد یا ادارہ کا ایجنٹ بننا، لاٹری اور معمہ میں پیسہ ضائع کرنا یا اس کو چلانا اور اس سے فائدہ اُٹھانا کیونکہ یہ سب اس آیت کے حکم میں آجاتے ہیں۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْٓا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (النساء: ۳۱)

مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

حدیث نبویؐ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل لحم نبت من السحت فالنار اولیٰ بہ (۱)

حرام مال سے جو گوشت جسم میں پیدا ہوگا آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔

اجتماعی زندگی میں ازالۂ مفاسد کے جو نمونے اسوۂ حسنہ میں ملتے ہیں اس کی مثال تو کیا اس کا کوئی ذرہ بھی پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتا جس طرح کوئی ماہر سرجن زخم پر نشتر لگا کر اندر اندر جہاں تک مواد پھیل گیا ہے اس کو جسم سے نکال دیتا ہے اسی طرح اسوۂ نبویہ میں اخلاقی مفاسد کو سوسائٹی کی رگ رگ سے آپؐ نے نکالا ہے اور آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ نے اس کے عملی ثبوت دیئے ہیں، صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں یہ حدیث ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو تحصیلِ زکوٰۃ پر مامور فرمایا تھا۔ جب وہ واپس آئے تو آمدنی اور حساب پیش کیا اور عرض کیا یہ مال تو بیت المال کا ہے اور یہ مال میرا ذاتی ہے جو لوگوں نے مجھے شخصی طور پر ہدیۃً دیا تھا آپؐ نے جب یہ دیکھا کہ ان صاحب کو ہدیہ کا مال علیٰحدہ سے دیا گیا ہے۔ آپؐ منبر پر چڑھے اور فرمایا:

کیسا ہے وہ محصِّل (عامل) جس کو ہم کہیں بھیجتے ہیں تو آکر کہتا ہے، مال مجھے ہدیہ دیا گیا ہے، وہ اگر اپنے والدین کے گھر میں رہتا تو دیکھا جاتا کہ اس کو کسی نے صدقۃً مال دیا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ایسا شخص جو کچھ لائے گا قیامت کے روز وہ چیز اس کی گردن میں ڈال دی جائے گی، خواہ وہ اونٹ جو اپنی آواز نکالتا ہے (رُغاء)[1] یا گائے (جو اپنی خاص آواز نکالتی ہے) یا بکری جو اپنی خاص آواز نکالنے والی ہو[2]

---

(۱) ریاض الصالحین باب الحث علی اکل الحلال۔

(۱) عربی میں ہر جانور کی آواز کیلئے ایک لفظ ہے۔ اردو میں گھوڑے کی آواز کو ہنہنانا بولتے ہیں، کتے کی آواز کو بھونکنا بولتے ہیں، مگر ہر جانور کی آواز کیلئے علیٰحدہ علیٰحدہ اصطلاح میں اردو میں مجھے معلوم نہیں۔

(۲) بخاری میں باب ہدایا العمال وباب محاسبۃ الامام عالہ:

۱۲

حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ خواہ
ے جانور ہی کیوں نہ ہو، اگر کسی نے ناجائز
صل کیا ہے تو قیامت کے روز وہ ناجائز
صل کرنے والے کی گردن پر ہوگا۔

بہر حال اوپر جو حدیث نقل کی گئی اس
، ازالۂ مفاسد کا جو اسوہ ہے اس میں اس
ر باریک بینی کا نمونہ ملتا ہے جس کی طرف کم
ی کی نگاہ اٹھ سکتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ
لم کے فیضِ صحبت اور آپ کی براہِ راست
بیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت سیدنا عمر فاروق
ی اللہ عنہ بہت ہی خورد بینی کے ساتھ اس
ت کا جائزہ لیتے رہتے تھے کہ کہیں ان کے
زادِ خاندان سے غلط استحصال تو نہیں ہو رہا ہے

اس طرح کے بیسیوں واقعات میں سے چند
بت ہی مستند اور روایت و درایت کے
اظ سے مکمل اور مختصر واقعات پیش کئے
اتے ہیں۔

۱ ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
نے چند اونٹ خرید کر سرکاری باؤنڈری میں
ال دیئے۔ عام طور پر لوگ اپنے مویشی حکومت
ے زیر انتظام آراضی میں خرید کر رکھدیا کرتے
ھے، جس کو "حمی" کہا جاتا تھا حضرت عبداللہ
ن عمرؓ نے بھی چند اونٹ خرید کر وہاں رکھدیئے
ب وہ اونٹ کچھ عرصہ بعد موٹے ہوگئے تو ان
و نکال کر بازار لائے، امیر المؤمنین سیدنا عمر
ضی اللہ عنہ کا ادھر سے گذر ہوا جہاں آپ کو چند
وٹے تازے اونٹ دکھائی دیئے۔ دریافت فرمایا
ہ یہ کس کے اونٹ ہیں، بتایا گیا کہ یہ حضرت عبداللہ
بن عمرؓ کے ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے
صاحبزادے کو بلا کر پوچھا، یہ کیسے اونٹ ہیں،
عرض کیا میرے اونٹ ہیں، سرکاری باؤنڈری
میں ان کو ڈال دیا تھا جس طرح دوسرے تمام
مسلمان کرتے ہیں وہی میں نے بھی کیا۔ حضرت
عمرؓ نے فرمایا: جب لوگوں کو معلوم ہوا ہوگا کہ یہ
اونٹ امیر المؤمنین کے فرزند کی ملکیت کے
ہیں تو یقیناً لوگوں نے اس کا خیال زیادہ کیا
ہوگا اور ضرور یہ کہا ہوگا۔ امیر المؤمنین کے
صاحبزادے کے اونٹ ہیں۔ ان کو پہلے پانی
پلاؤ، ان کو اچھا چارہ دو اور زیادہ دو۔ اے
عبداللہ! اپنا راس المال لے کر چلے جاؤ اور بقیہ
بیت المال میں دیدو، مطلب یہ کہ اونٹ
فروخت کر کے تم اسی قدر قیمت لو جتنی قیمت
میں یہ اونٹ خریدے تھے اور جو نفع کے زیادہ
دام ملیں وہ بیت المال میں جائیں گے (۱)

۲ ۔ شاہ روم کا ایک ایلچی حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کی خدمت میں آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی
اہلیہ نے ایک دینار قرض لے کر عطر خریدا اور کئی
شیشیوں میں اس کو بھر کر اسی ایلچی کے ذریعہ
شاہِ روم کی ملکہ کو تحفۃً بھیجا، جب عطر کی
شیشیاں ملکۂ روم کو ملیں تو انھوں نے ان شیشیوں
کا عطر نکال کر ان شیشیوں میں کچھ ہیرے
موتی بھر دیئے۔ پھر ایلچی سے فرمائش کی یہ تحفہ
لیجا کر حضرت عمرؓ کی حرم کو دے آؤ۔ جب
جواہرات سے بھری شیشیاں حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کے پاس پہونچیں تو انھوں نے
فرش پر ان کو انڈیل دیا، اتنے میں امیر المؤمنین
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے فرمایا
یہ ہیرے موتی تمہارے فرش پر کہاں سے آگئے
انھوں نے پوری بات عرض کر دی، حضرت عمرؓ نے
ان کو فروخت کر کے ایک دینار اپنی اہلیہ کو دیا
اور بقیہ مال بیت المال میں داخل کر دیا، کیوں کہ
ملکۂ روم نے اپنی کسی سہیلی یا اہلِ خانہ رشتہ دار
کو نہیں دیا تھا۔ بلکہ امیر المؤمنین کی اہلیہ کو دیا تھا
لہٰذا یہ مال مسلمانوں کا ہوا۔ البتہ ایک دینار
جو آپؓ کی بیوی نے پہلے خرچ کیا تھا وہ ان کو دیدیا
گیا (۱)

۳ ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ
جب آپ کسی کو اپنا عامل (گورنر) بناتے تو پہلے
ان کی مالیات کا شمار کر لیتے، بعد میں جب دیکھتے
کہ ان کے اصلی سرمایہ سے زیادہ مال ہے تو
اس کا نصف بیت المال میں داخل کرا دیتے
اور آپؓ کا یہ بھی معمول تھا کہ دوسرے شہر کے
گورنر دار الخلافہ میں آتے تو حکم دیتے کہ دن کو
آئیں، رات کو نہ آئیں تاکہ کوئی مال چھپا نہ سکیں (۲)

۴ ۔ ایک مرتبہ آپؓ کا گذر ایسے مکان کی
طرف ہوا جو پتھر اور سیمنٹ سے تیار ہوا تھا،
آپؓ نے پوچھا یہ کس کا مکان ہے، لوگوں نے
بتایا یہ مکان آپ کے گورنر بحرین کا ہے، فرمایا
"ابت الدراهم الا ان تخرج اعناقها"
مال چھپ نہیں سکتا اپنی گردن نکال کر دکھا دیتا
ہے۔ اس گورنر کے اموال میں سے بیت المال کو
آدھا دلوا دیا۔

احتیاط پسندی اور تقویٰ کی یہ مثالیں اس
آسمان کے نیچے کسی دوسری جگہ نہیں دیکھی گئی
ہیں۔ اس طرزِ حکومت کا عشرِ عشیر بھی کہیں
پایا جائے تو انسان کا کوئی فرد بدحال نہیں
رہ سکتا، اسوۂ نبی کریمؐ اور آپ کے تربیت
یافتہ خلفائے راشدینؓ نے تجویزیں اور اسکیمیں

---

(۳) یہ محاورہ کی آواز ہے جیسے آپ کہیں فلاں شخص بہت غریب ہے اس کے گھر میں ایک ممیانے والی بکری بھی نہیں ہے۔ مطلب ایک بکری بھی نہیں ہے۔

(۱) الریاض النضرۃ ۲/۴۷

(۱) ریاض النضرۃ ۲/۳۸

(۲) سراج الملوک ص: ۱۱۷۔

نہیں بنائی تھیں اور نہ ان کی نمائش کی گئی تھی اور نہ وعدوں کی دوکانیں کھولی تھیں، اپنے عمل سے دنیا کو ایک ضابطۂ حیات عطا کیا جن سے مفاسد کا ازالہ اور حصولِ خیر و برکت کے دروازے کھل جایا کرتے تھے۔

وسائل آمدنی میں خیر و شر کی حد بندی کرنے کے بعد اسلام نے ان چور دروازوں کو بھی بند کر دیا ہے جن کی طرف انسان کے وضع کردہ اقتصادی و مالی قوانین کی نظر نہیں جا سکتی، اوپر جو واقعات نقل کئے گئے ان سے معلوم ہوگا کہ صرف رشوت کو حرام نہیں قرار دیا بلکہ اس کو بھی ناجائز قرار دیا جس کو دنیا رشوت نہیں سمجھتی، مثلاً کسی اہلکار کو ہدیہ ملے وہ بھی رشوت کی ایک قسم ہے، کسی نے شادی یا عید کے موقع پر کوئی ہدیہ دیا اس کو بھی واپس کیا گیا کہ یہی ہدیہ تم نے اس وقت کیوں نہیں دیا تھا جب ہم حکمراں یا حکمراں کے مقرب و ملازم نہیں تھے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ایک عام قانون کے الفاظ اس درجہ قانون کی روح کی حفاظت نہیں کر سکتے جس قدر ایک زندہ ضمیر رکھنے والے انسان کا عمل حد بندی کر سکتا ہے، اس کی بہترین مثالیں اوپر گذریں اگرچہ وہ محض نمونہ کے طور پر عرض کی گئیں،

اسلامی معاشرہ میں وسائل آمدنی جس سے عوامی بہبود کا کام چلے وہ جا و بے جا ٹیکسوں کی بہتات نہیں ہے۔ اور نہ اسلامی نظام حکومت میں اس کا سراغ ملتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے ان کے گورنر نے جو مصر میں متعین تھے، شکایت کی کہ لوگ کثرت سے اسلام قبول کر رہے ہیں، اس لئے آمدنی کا بڑا ذریعہ جزیہ کم ہوتا جا رہا ہے اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ نے جو جواب دیا وہ مختصر ہونے کے باوجود تاریخ اسلام کا اہم واقعہ ہے، آپ نے جواب میں لکھا:

ویحک ان محمد لم یبعث جابیا انما ارسل هادیا

تیرا ناس ہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے، (جابی) ٹیکس وصول کرنے کیلئے نہیں مبعوث ہوئے تھے۔

وسائل آمدنی کے بعد مصروفات کا ذکر لازمی ہے یعنی کہاں خرچ کیا جائے۔

اخراجات میں کچھ تو حقوق ہیں اور کچھ فرائض اور ایک قسم احسان و استحباب کی ہے، قرآن کی تعلیمات میں کسی حصہ کی اہمیت کم نہیں کی گئی ہے، شریعت کے اُصول کے مطابق ہر ایک کو اس کا وہ مقام دیا گیا ہے جو فطرت کا تقاضا ہے، حقوق ہی کے باب میں انسان کی اپنی ضرورت بھی ہے، اگرچہ ضرورت کا لفظ بھی تشریح طلب ہو گیا ہے، احیاء علوم الدین میں امام غزالیؒ نے اس پر بحث کی ہے، ضروریات کی تحدید اگر نہ کی جائے تو پوری دنیا بھی ایک انسان کی ہوس کیلئے ناکافی ہے ورنہ جس سے "قوام حیات" باقی رہے وہ ضرورت ہے آج کل اس کی دو قسمیں کی گئی ہیں، ضروریات اور کمالیات، ضروریات تو وہ ہیں جو زندگی باقی رکھنے کیلئے، سردی گرمی سے بچنے کیلئے دھوپ کی تپش اور بارش سے بچنے کیلئے، آدمی کی فطرت طلب کرتی ہے، کمالیات وہ ہیں جن کا زندگی سے تعلق نہیں ہے بلکہ زیادہ آرام طلبی کے لئے یا دکھاوے کیلئے یا لہو الحدیث کے لئے انسان طلب کرتا ہے، مثلاً حقیقت کے مطابق اور دوسروں کا حق مارے بغیر جو کھانا میسر ہو، ستر پوشی اور طہارت کیلئے کپڑے، ضرورت کے مطابق مکان، مگر کمالیات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور جس زمانہ میں اسراف کا دور دورہ ہو وہاں کمالیات بھی ضروریات کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں، مثلاً ریڈیو چند سال پہلے تک کمالیات میں شمار ہوتا تھا، آج وہ ایک گداگر اور معمولی سے معمولی پیشہ والوں کیلئے ضروریات میں داخل ہو گیا ہے، ٹی وی سے کلر ٹی وی پھر ویڈیو تک ضروریات میں شمار ہونے لگا، لہٰذا یہ خندق تو کبھی پر ہونے والا نہیں ہے۔

لو كان لابن آدم واديان من مال لابتغى لهما ثالثاً ولا يملأ جوف ابن آدم الا التراب و يتوب الله على من تاب (مسند احمد ۳/ ۱۲۲)

اگر آدم زادے کے پاس مال و دولت کی دو وادیاں بھی ہوں تو وہ تیسرے کا متمنی ہوگا اور ابن آدم کا پیٹ تو صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے، ہاں جو اللہ کی طرف متوجہ ہوا، اللہ اس کی نگہبانی کرتا ہے۔

بہر حال ضروریات کو اگر بڑھایا نہ جائے تو اللہ تعالیٰ نے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (هود: ٦) اور کوئی جاندار زمین پر ایسا نہیں کہ اللہ کے ذمہ اس کا رزق نہ ہو۔ میں کسی کیلئے کمی نہیں کی ہے، حقوق میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کی ہر طرح کی خبر گیری کرنے کی متعدد آیاتِ کریمہ میں ترغیب دی گئی ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (الاحقاف: ۱۵)

اس کو تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور جنا، پیٹ میں رکھنا اور دودھ پلاتے رہنا تیس ماہ تک (جاری رہتا ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں اس کی مزید تاکید کی، ایک شخص نے خدمت اقدس میں آکر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے زیادہ میرے حسن سلوک کا کون مستحق ہے؟ فرمایا تیری ماں، پوچھا کون، فرمایا تیری ماں، اس نے عرض کیا پھر کون، فر

تیری ماں، تین دفعہ آپ نے یہی جواب دیا، چوتھی دفعہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا: تیرا باپ۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار بڑے بڑے گناہوں کا ذکر کیا اور سرفہرست ماں کی نافرمانی کو سب سے بڑا جرم قرار دیا۔ اور فرمایا تمہارے رب نے ماؤں کی نافرمانی تم پر حرام کی ہے (بخاری، کتاب الادب)

یہ دونوں حدیثیں امام بخاریؒ کی "الادب المفرد" سے نقل کی گئی ہیں، اس باب میں متعدد احادیث اس مفہوم کی تاکید میں وارد ہوئی ہیں، ان کے بعد قرابتدار کا حصہ ہے وَآتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ۔ بیوہ، یتیم محتاج اور وہ لوگ جو حیا وشرم سے زبان نہیں کھولتے اور ان کی وضعداری کو دیکھ کر لوگ ان کو مستغنی سمجھتے ہیں، ان کو بھی شریعت نے مدد دینے کی ترغیب دی ہے۔

تقسیم مال کی دو قسمیں ہیں، ایک جو فرض ہے اور دوسرے وہ جو استحباب اور نفل کے درجہ میں ہے جو لازمی اور فرض ہے ان میں۔

۱۔ زکوٰۃ۔ ارکان اسلام میں تیسرا رکن ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (المعارج: ۲۴)

اور وہ ایسے لوگ ہیں جن کے مال میں مانگنے والے اور (غیر حاضر) نہ مانگنے والوں دونوں کا حصہ ہے۔

حدیث نبویؐ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

بُنِیَ الاسلام علیٰ خمسٍ شہادۃ أن لا إلٰہ إلا اللہ وأن محمداً عبدہ ورسولہ وإقام الصلوٰۃ وإیتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان وحج البیت من استطاع الیہ سبیلاً (ترمذی، کتاب الایمان)

یعنی اسلام کے بنیادی ارکان پانچ ہیں، شہادت توحید وشہادت رسالت، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور جو استطاعت رکھتا ہو اس کے لئے حج کرنا۔

زکوٰۃ کے مستحقین کا قرآن کریم میں ذکر ہے، یہ فقہ کا مستقل باب ہے، احادیث میں اس کی شرح ہے، فقہ الزکوٰۃ مستقل موضوع ہے، جس کی تفصیل کئی جلدوں کی کتاب پر حاوی ہے، زکوٰۃ کے علاوہ مالی فرائض یہ ہیں۔

۲۔ نذور: جس نے نذر مانی ہو اس کی ادائیگی فرض ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (الحج: ۱۹)

اور وہ اپنی نذریں پوری کریں۔

۳۔ کفارات: اگر حج اور روزہ میں سے کسی حکم کی ادائیگی نہ کرسکا تو اس پر کفارہ ہے اس کی کئی قسمیں ہیں:

● کفارۃ الیمین، قسم کھا کر پورا نہ کرسکا تو دس مسکینوں کو کھانا کھلانا فرض ہے۔

فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ (المائدۃ: ۸۹)

تو اس کا کفارہ اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو، اسی طرح اوسط درجہ کا دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے۔

● حالت احرام میں شکار کرنا۔

اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ (المائدۃ: ۹۵)

اور خواہ مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے۔

● بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے اگر کوئی روزہ نہ رکھ سکے اور قضا کرسکے تو ایک روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا۔

● حج کے دوران اگر کسی نے سر منڈا لیا تو اس پر صدقہ یا ذبیحہ ہے۔

● رمضان کا روزہ اگر قصداً توڑ دے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

کفارات سے جو غذا یا مال یا غلہ کی شکل میں سامان آئے گا وہ صرف فقراء کا حصہ ہوگا، لہٰذا ان کے لئے رزق کا ایک راستہ یہ بھی کھول دیا گیا ہے۔

۴۔ اضاحی: قربانی کرنا ارشاد الٰہی ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الکوثر: ۲)

تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

یہ آیت عیدالاضحیٰ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کے بارے میں تفصیلات وشرائط بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اتنا سب کو معلوم ہے کہ قربانی ہر سال ہر اس مسلمان پر واجب ہے جس کے اندر مالی صلاحیت ہو، اور یہ غریبوں اور ناداروں کو غذائی مدد پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے۔

۵ صدقۃ الفطر: جس کو روزوں کا فطرہ کہا جاتا ہے، اس کے مسائل بھی مشہور ہیں، جن کے اعادہ کی یہاں حاجت نہیں، البتہ یہ پہلو کچھ واضح ہے کہ اس سے محتاج ونادار اور فاقہ کش گھرانے میں کم از کم عید کے دن فاقہ نہ ہو۔

۶۔ بھوکوں اور محتاجوں کی ضرورت کا تکفل۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَا آمَنَ بِیْ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ (طبرانی ۱/۲۵۹ عن انسؓ)

مجھ پر وہ شخص ایمان نہیں رکھتا ہے، جو شکم سیر ہوکر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوک سے کروٹ بدل رہا ہو۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اصحاب صفہ نادار تھے، اور طلب علم کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا۔ آپ نے فرمایا جس کے یہاں بھی کھانا فاضل ہو وہ ان کو پہونچائے، دو آدمیوں کا کھانا ہو تو تیسرے کو شریک کرے، اگر تین آدمیوں کے لائق کھانا ہو تو چوتھے اور پانچویں کو شریک کرلے، یہ دین دین مواساۃ ہے، یعنی ایک دوسرے کی غمخواری اور تعاون کا دین ہے۔

۱؎ الادب المفرد، باب برالأم، باب برالأب۔

(بخاری باب طعام الواحد یکفی الاثنین)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں کو حکم سمجھتے تھے، آپؐ کے نصائح کو واجب العمل جانتے تھے۔ چنانچہ سواری ہو یا غذائی سامان، دونوں کے بارے میں ان کا عمل یہ تھا کہ اپنی ضرورت سے جو زیادہ ہو وہ ان کا مال نہیں ہے، بلکہ اس میں اس کے ساتھی کا یا پڑوسی کا حق ہے، یہاں تک کہ جن کے پاس اپنی ضرورت کیلئے بھی کافی غذا نہ ہو وہ اس طرح مہمانوں کو کھلاتے کہ اس کو محسوس نہ ہو، اپنے آپ پر ترجیح دیا کرتے تھے، ایک مشہور واقعہ ہے جو نہ صرف اسلام کی تاریخ میں بلکہ ادیان عالم کی تاریخ میں نورانی حروف میں لکھے جانے کا مستحق ہے، صحیح بخاری کی روایت ہے جو الادب المفرد میں بھی مذکور ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا میں بہت نڈھال ہوں اس کے الفاظ ہیں "انی مجھود" یعنی سفر سے تھکا ہوا اور بھوک سے نڈھال ہوں آپؐ نے اپنی ازواج مطہرات سے دریافت کرایا کہ آیا کچھ کھانے کا سامان ہے؟ جواب ملا کہ قسم ہے یا رسول اللہ اس ذات کی جس نے آپؐ کو نبیؐ بناکر مبعوث کیا ہے، یہاں پانی کے سوا کچھ نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آج کی رات کون اس شخص کو مہمان بنا سکتا ہے؟ ایک انصاری صحابیؓ نے عرض کیا "میں یا رسول اللہ اس کی میزبانی کروں گا" اور اپنے ساتھ اس شخص کو لے کر اپنے ٹھکانے لائے اور انھیں اپنی سواری کے پاس بٹھا دیا، پھر آکر اپنی اہلیہ سے کہا کہ رسول اللہ کے مہمان کی مہمان داری کرو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی گھر والی سے کہا کہ تمہارے پاس مہمان کیلئے کچھ ہے؟ خاتونِ خانہ نے جواب دیا، صرف بچوں کی ضرورت بھر ہے۔ کہا ان کو کسی طرح بہلاؤ اور جب کھانا مانگیں تو سُلا دو، اور جب مہمان گھر کے اندر آ گئے تو کہا چراغ بجھا دو، اور اس پر یہ ظاہر کرو کہ گویا ہم لوگ کھا رہے ہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، سب دستر خوان پر بیٹھ گئے اور صرف مہمان نے کھانا کھایا۔ اور سب نے فاقہ میں رات گذار دی، صبح جب یہ صحابیؓ دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا، اللہ تعالیٰ کو تم لوگوں کی یہ ادا بہت پسند آئی جو تم نے رات مہمان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا، ایک روایت کے مطابق اس آیت کا شانِ نزول یہی واقعہ ہے،

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر: ۹)

اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں شدید محتاجی ہو۔

؎ مسلم، کتاب الاشربۃ باب اکرام الضیف و فضل ایثارہ

مکاسبِ خیر میں اوقاف کی بھی بڑی اہمیت ہے، وقف دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وقف علی الاولاد جس کو "الوقف الذری" کہتے ہیں۔ وہ وقف کرنے والے کی اولاد کے لئے مخصوص ہے اور اس کی نوعیت "استہلاکی" وقتی ومقامی ضرورت کی تکمیل ______ LOCAL CONSUMPTION ہے نفع استعمال سے ختم ہو جاتا ہے۔

وقف کی دوسری قسم "الوقف الخیری" ہے یہ وہ وقف ہے جس کا فائدہ وقف کرنے والے کو ابد الآباد تک ملتا رہتا ہے۔ حدیث میں ہے جب انسان اس دنیا سے گذر جاتا ہے تو اس کے عمل کرنے کا وقت اور کارِ ثواب کا وقت بھی ختم ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے جو ہمیشہ باقی رہتی ہیں اور اس کا فائدہ مُردہ کو ہمیشہ ملتا رہتا ہے ایک اولادِ صالح جو اس کے حق میں مغفرت کی دُعا کرتی ہے، دوسرے علمِ دین کی تعلیم اگر اس نے کسی کو دی ہے یا تعلیم دینے کا ذریعہ بنایا ہے اس سے جو لوگ مستفید ہوں گے اور ان سے مستفید ہونے والوں سے جو مستفید ہوں گے اور جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اس کو ہر روز بلکہ ہر پل اجر ملتا رہے گا۔ اور تیسرے وہ کام جو رفاہِ عام کیلئے اس نے کیا ہو خواہ جانوروں اور اللہ کی بے زبان مخلوق کے پانی پلانے کا حوض ہی بنایا ہو،

(مسلم، کتاب الوصیۃ)

وقف کے معاملہ میں مسلمانوں کی ذہانتوں نے جو شکلیں نکالی ہیں اس کی ادیان و امم کی تاریخ میں مثال نہیں مل سکتی۔ ڈاکٹر عبداللہ علوان اپنی کتاب "التکافل الاجتماعی فی الاسلام" میں لکھتے ہیں:-

دمشق جہاں بین الاقوامی نمائش لگی تھی، اس کا قدیم نام "المرج الاخضر" ہری چراگاہ تھا۔ اور اب بھی اسی نام سے اس جگہ کو لوگ جانتے ہیں، یہ جگہ ایک بندۂ مؤمن نے ان جانوروں کیلئے وقف کر دی ہے جن کی عمر زیادہ ہو گئی ہو۔ اور کسی کام کے نہ رہے ہوں اس وقف سے ان کو چارہ ملا کرتا تھا کہ جب تک ان کی طبعی موت نہ ہو جائے، یہاں رہیں، لوگ اس کو مار کر چھٹکارا نہ حاصل کریں۔

ہمارے بزرگوں کے اوقاف میں بیمار بلیوں، کتوں اور دوسرے جانوروں کے علاج کے لئے ایک جگہ اور رقم خاص کر دی گئی تھی۔ ایک وقف ان نوجوانوں کی مدد کے لئے تھا جو شادی کرکے پاکدامنی کی زندگی گذارنا چاہتے ہوں، مگر ان کے پاس شادی کا خرچ نہ ہو۔ ایک وقف ان لوگوں کیلئے تھا جو نابینا لوگوں کو ہاتھ پکڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا کریں اور علماء کی مجالس میں

(باقی ص ۲۸ پر)

علمائے ربانیین کی شان بے نیازی

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی

مرور ایام سے آفتاب نبوت کی کرنیں جتنی دور ہوتی جارہی ہیں اسی نسبت سے تاریکی کی تہوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ دین سے بے رغبتی بڑھ رہی ہے، دنیا کی محبت غالب آرہی ہے، ایمان وعمل اور اخلاق وآداب کا دامن ہاتھ سے چھوٹ رہا ہے۔ حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز کا احساس مٹ رہا ہے، روزمرہ کی زندگی میں ایسی گرہیں پڑتی جارہی ہیں کہ ناخن تدبیر انھیں کھولنے سے عاجز نظر آتا ہے۔

ملت اسلامیہ کی موجودہ پستی اور زوال کے اسباب وعلل کی جستجو کوئی مشکل کام نہیں ہے ارباب سیر وتراجم اور رجال وتاریخ نے روز اول سے تاامروز ملت مسلمہ کی مذہبی، ثقافتی اور معاشرتی حالت کی پوری تصویر پیش کردی ہے اور اس عہد تاباں کا ایک ایک نقش ہمارے سامنے اجاگر کردیا ہے، جب نفوس بشریہ تہذیب اخلاق کے ذروۂ کمال تک پہنچ گئے تھے۔ ذرا اس آئینہ میں ہم اپنا عکس تو دیکھیں، آج ہمارے اعمال شاہد عدل ہیں کہ اقرار ایمان کے باوجود ہمیں خدا ورسول کے وعدوں پر اعتبار نہیں رہا، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اصفیائے امت کے وہ نقوش قدم ہماری شہوت نفسانی کے غبار میں گم ہوکر رہ گئے جو فلاح وکامرانی کی راہ کے ضامن تھے۔

اس وقت سب سے اہم ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم گذشتہ عہد تاباں کے اس نگار خانے کو اپنی نظر سے اوجھل نہ ہونے دیں جس میں ہر طرف اسلام اپنی پوری زندگی وتابانی کے ساتھ مجسم ومتحرک نظر آتا ہے۔ ذیل میں ہم اسی گذری ہوئی فصل بہار کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہمارے نہاں خانۂ دل میں گرمی اور سوز پیدا ہوجائے۔

۱۔ امام عفان بن مسلم اپنے عہد میں حدیث کے قلعۂ معلی کا اہم ستون شمار ہوتے تھے۔ بغداد میں ان کی ذات علم کا منبع تھی، جہاں سے اقصائے عالم کے تشنگان علم سیراب ہوئے انھیں خلیفہ ہارون الرشید کی طرف سے پانچ سو درہم ماہانہ وظیفہ ملتا تھا۔ اور اسی پر ان کی معیشت کا زیادہ تر مدار تھا۔ لیکن جب معتزلہ کے اثرات سے خلق قرآن کا فتنہ گرم ہوا تو مامون نے بغداد کے نائب حاکم اسحاق ابن ابراہیم کے نام ایک فرمان بھیجا اور اس میں تمام مقامی فقہاء ومحدثین سے عقیدۂ خلق قرآن کا اقرار لینے کا حکم دیا۔ اس فرمان میں مامون نے عفان بن مسلم کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ یہ لکھا کہ: "عفان کی جانچ کرو اور ان کو عقیدۂ خلق قرآن کا اقرار کرنے کی دعوت دو، اگر وہ اس کے قائل ہوجاتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کا وظیفہ بند کردو" (میزان الاعتدال ۲/۳۰۲)

خود امام عفان ہی کا بیان ہے کہ "اسحاق نے فرمان کی یہ سطور مجھ کو سنائیں تو میں نے اس کے جواب میں سورۂ اخلاص پڑھی اور کہا یہ مخلوق ہے؟ اسحاق نے بڑے طیش سے کہا کہ جناب یہ امیر المومنین کا حکم ہے، اگر آپ قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہیں کرتے تو آپ کو ملنے والا پانچ سو درہم کا ماہانہ وظیفہ بند کردیا جائے گا۔" اس دھمکی کے جواب میں عفان بن مسلم نے نہایت صبر وسکون کے ساتھ جو جواب دیا وہ زندہ جاوید ہے فرمایا" اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے" اور آسمان میں تمہاری روزی ہے اور جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے"۔

نائب گورنر بغداد اسحاق یہ خلاف توقع جواب سن کر بالکل مبہوت رہ گیا۔ اور عفان مکان واپس آگئے۔ اس کے بعد ابراہیم بن الحسین بیان کرتے ہیں کہ جب عفان کی مالی امداد منقطع کردی گئی اور وہ گھر واپس آئے تو اہل خانہ نے واقعہ سن کر ان کو سخت لعنت ملامت کی اس وقت ان کے یہاں چالیس نفوس کھانے والے تھے، اسی اثناء میں کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، دیکھا گیا کہ ایک عجیب غریب شکل کا شخص کھڑا ہے، اس کے ہاتھ میں ایک ہزار درہم کی تھیلی تھی، اس نے امام عفان کو وہ تھیلی دیتے ہوئے کہا: "جس طرح تم نے دین کو مستحکم کیا خدا تمہیں بھی استقامت عطا فرمائے، تم کو ہر ماہ اسی طرح ایک ہزار کی تھیلی ملتی رہے گی" (تاریخ بغداد ۲/۲۷۲)

امام عفان بن مسلم نے حق کے معاملہ میں کبھی نہ تو ارباب سطوت کے سامنے سرخم کیا اور نہ مال وزر کی حرص ان کے پایۂ استقامت کو متزلزل کرسکی جس کی ایک مثال مذکورہ بالا واقعہ ہے۔ اسی طرح بروایت صحیح منقول ہے۔

کرایک باران کو دس ہزار دینار اس غرض سے دیئے جارہے تھے کہ فلاں شخص کی تعدیل کے بارے میں سکوت اختیار کرلیں، نہ اسے عدول کہیں اور نہ غیر عدول۔ لیکن امام عفان نے اس زرخطیر کو ٹھوکر مار کر فرمایا: میں کسی شخص کا حق ضائع نہیں کرسکتا" (شذرات الذہب ۲/۴۷)

اسی طرح حضرت فلاس سے مروی ہے کہ ایک شخص نے امام عفان کو دو ہزار دینار دیکر کہا کہ آپ فلاں آدمی کی عدالت پر مہر تصدیق ثبت فرما دیجئے، امام موصوف نے ایسا کرنے سے یہ کہکر صاف انکار کر دیا کہ میں ایک غلط بات کو ہرگز نہیں کہہ سکتا۔

۲۔ حافظ ابوداؤد عمر بن سعد الحضری علمی حیثیت سے نہایت باکمال ہونے کے ساتھ عبادت، انابت الی اللہ اور فقر و استغنا میں بھی بلند مقام رکھتے تھے علی کا بیان ہے کہ تین ہزار ایسی حدیثیں ان کے خزانۂ دماغ میں محفوظ تھیں جن کی حجیت و استناد پر ماہرین فن کا اتفاق ہے، ان کی دنیائے دل کی آبادی کا یہ عالم تھا کہ جس مقام پر وہ قیام کرتے تھے وہاں لوگ اس جگہ کو ہر آفت سے محفوظ تصور کرتے تھے (تہذیب التہذیب ۳/۵۳۴) بایں ہمہ تبحر علم و عمل ان کی زندگی قرون اولی کی سادگی، تواضع اور درویشی و قلندری کا مثالی نمونہ تھی، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: کہ" میں نے ابوداؤد الحضری کو اس عالم میں دیکھا کہ پھٹا پرانا جبہ پہنے ہوئے تھے جس کی روئی نکل رہی تھی۔ وہ مغرب وعشاء کے درمیان نماز پڑھتے تھے اور بھوک سے نڈھال تھے (صفوۃ الصفوۃ ۳/۴۸)

حسین بن صدابی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں ابوداؤد الحضری کی قیام گاہ پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ انھوں نے اندر ہی سے دریافت فرمایا: "کون ہے؟" میں نے عرض کیا" ایک حدیث کا طالب علم حاضر ہے" فرمایا: "اچھا ذرا ٹھہرو" راوی کا بیان ہے کہ اسی اثناء میں میں نے دروازے کے ایک سوراخ سے اندر جھانکا کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ ایک تہبند باندھے اون کات رہے ہیں جس کو روزانہ بیچ کر رزق فراہم کرتے تھے، چنانچہ میری آواز پر اون سمیٹ کر اکٹھا کی اور اس پر ایک کپڑا ڈھانک دیا، پھر مجھے اندر بلایا اور حدیثیں املا کرانا شروع کیں یہاں تک کہ کاغذ ختم ہوگیا"۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان کے علاوہ خالصۃً لوجہ اللہ روایت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ ابن عبدربہ فرماتے ہیں کہ میں نے عباس الدوری کو اکثر یہ کہتے سنا کہ " اگر تم ابوداؤد الحضری کو دیکھتے تو ایک ایسا شخص پاتے جس نے گویا نار جہنم کے اندر جھانک کر اسکی حقیقت کو دیکھ لیا ہو" (صفوۃ الصفوۃ ۳/۱۰۹) یعنی خوف آخرت اور خشیت الہی سے ہمہ وقت لرزاں رہتے تھے، اسی فقر و استغنا اور دنیا سے بے رغبتی کا نتیجہ تھا کہ وفات کے وقت ان کے گھر میں ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ چنانچہ ابوحمدون جو شیخ کے جنازے میں شریک تھے، کہتے ہیں کہ: "جب ہم نے ان کو دفن کردیا تو ان کے گھر کے دروازے کو کھلا چھوڑ دیا، کیونکہ انھوں نے اپنے پیچھے کچھ چھوڑا ہی نہ تھا" (العبر فی خبر من غبر ۱/۳۴۰)

۳۔ جن اتباع تابعین نے علم و فضل کے چراغ روشن کرنے کے ساتھ قرطاس و قلم کے میدان میں بھی تمغۂ اولیت حاصل کیا ان میں حماد بن سلمہ بہت امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ حدیث کے تمام مجموعوں میں ان کی مرویات موجود ہیں خصوصیت سے امام ابوداؤد طیالسی نے جنھیں ان سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا، اپنی مسند طیالسی میں کئی سو روایتیں ان کے واسطے سے نقل کی ہیں۔

امام وقت ہونے کے باوجود وہ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، مگر وہ بھی رزق کفاف کیلئے تھا۔ حماد بن سلمہ کی زندگی کا ہر ورق نہایت تابناک ہے۔ زہد و عبادت، دنیا اور اہل دنیا سے استغنا اور اعیان حکومت سے گریز زمرۂ تبع تابعین کی ایک عمومی و مشترک خصوصیت تھی، حماد بن سلمہ کو بھی اس امتیاز میں نہایت بلند مقام حاصل تھا اس سلسلہ میں محدث ابن جوزی نے ان کا ایک واقعہ بہت تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے، ذیل میں اس کی تلخیص پیش ہے۔

" مقاتل بن صالح الخراسانی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حماد بن سلمہ کے پاس گیا تو ان کے گھر میں ایک چٹائی کے سوا کچھ نہ پایا، اسی پر وہ بیٹھے قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے، ایک چمڑے کا توبڑا تھا جس میں ان کا سارا علم (یعنی روایات وغیرہ) بند تھا، ایک وضو کا برتن تھا جس سے وضو کرتے تھے، ایک دن میری موجودگی میں کسی نے دروازے پر آواز دی، انھوں نے اپنی لونڈی سے کہا کہ دیکھ بیٹی کون ہے؟ وہ واپس آکر بولی کہ محمد بن سلیمان کا قاصد ہے (غالباً وہ بصرہ کا امیر تھا) فرمایا کہ جاؤ کہدو کہ وہ تنہا میرے پاس آئے۔ چنانچہ وہ قاصد حاضر ہوا۔ اور اس نے حاکم کا ایک خط پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ:

" بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ خط محمد بن سلیمان کی طرف سے حماد بن سلمہ کے نام، اما بعد، خدا آپ کو اسی طرح سلامت رکھے جس طرح اس نے اپنے اولیاء اور اطاعت گذاروں کو سلامت رکھا ہے، ایک مسئلہ درپیش ہے، اگر آپ تشریف لائیں تو اس کے بارے میں آپ سے استفادہ کا شرف حاصل کروں، والسلام"

خط پڑھ کر آپ نے لونڈی سے کہا کہ قلم دوات لاؤ اور اس کی پشت پر یہ جواب لکھ دو:

" آپ کو بھی خدا اسی طرح سلامت رکھے جس طرح وہ اپنے دوستوں اور فرمانبرداروں کو سلامتی عطا کرتا ہے، میں نے بہت سے علماء کی صحبت اختیار کی ہے کسی کے پاس جایا نہیں کرتے

ہے، اس لئے میں بھی معذور ہوں، اگر آپ کو کوئی مسئلہ سمجھنا ہے تو آپ خود تشریف لے آئیں اور جو دریافت کرنا چاہیں دریافت کریں، اور ہاں! اگر آنے کا ارادہ ہو تو تنہا تشریف لائیے گا۔ آپ کے ہمراہ خدم وحشم نہ ہوں، ورنہ میں آپ کے اور اپنے ساتھ خیر خواہی نہ کرسکوں گا۔ والسلام"۔

قاصد یہ جواب لیکر واپس چلا گیا، راوی کا بیان ہے کہ ہم ابھی بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ کسی نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا، لونڈی کو حکم دیا کہ دیکھو کون ہے؟ اس نے آکر کہا کہ محمد بن سلیمان، فرمایا کہہ دو کہ آجائیں مگر تنہا آئیں، چنانچہ وہ خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلام کرکے بیٹھ گیا، اور تھوڑی دیر کے بعد بولا کہ "کیا وجہ ہے کہ جب بھی میں آپ کے سامنے ہوتا ہوں میرے اوپر خوف و دہشت طاری ہو جاتی ہے۔ حماد بن سلمہ نے ثابت البنانی کے واسطے سے حضرت انسؓ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب عالم علم دین کے ذریعہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس سے ہر چیز ڈرنے لگتی ہے اور جب وہ اس سے دنیا کے خزانے چاہتا ہے تو وہ خود ہر چیز سے خوف کھانے لگتا ہے

محمد بن سلیمان نے پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ یہ ساری باتیں سنیں اور پھر کہا کہ یہ چالیس ہزار درہم حاضر خدمت ہیں انھیں اپنی ضروریات میں صرف فرمائیں۔ ابن ابی سلمہ نے کامل استغنار کے ساتھ فرمایا "انھیں لے جاؤ اور جن لوگوں پر ظلم کرکے انھیں حاصل کیا ہے ان کو دے ڈالو"۔ وہ بولا کہ بخدا میں یہ رقم اپنے خاندانی ورثہ سے دے رہا ہوں۔ فرمایا "مجھے اس کی بالکل ضرورت نہیں ہے، مجھے معاف کرو، خدا تعالیٰ تمہیں معاف کرے تم اس رقم کو تقسیم کردو"۔ وہ بولا کہ میری تقسیم میں اگر کسی مستحق کو نہ ملا تو وہ ناانصافی کی شکایت کرے گا۔ لیکن امام حماد نے اس سے پھر یہی فرمایا کہ مجھے بہر حال معاف کرو (صفوۃ الصفوۃ ۳/۲۷۴)

۴۔ امام محمد بن ابی ذئب عہد تبع تابعین کے ایک بلند پایہ محدث اور فقیہ تھے، حق گوئی اور بے باکی میں ان کی نظیر کمیاب ہے، انھوں نے حق بات کہہ گذرنے سے کبھی بھی اعیان سلطنت کے سامنے تملق اختیار نہیں کیا۔ اس معاملہ خاص میں وہ اتنے متشدد تھے کہ بسا اوقات ان کے عقیدتمندوں کو بڑی تشویش پیدا ہو جاتی تھی، مگر انھوں نے اپنے اس "آئین جواں مرداں" میں تاعمر کوئی تزلزل نہ پیدا ہونے دیا، ان کی اس خصوصیت کا اعتراف تمام ائمہ محققین نے کیا ہے، چنانچہ امام احمدؒ کا قول ہے کہ "ابن ابی ذئب سلاطین وقت کے سامنے امام مالک سے کہیں زیادہ حق گو ثابت ہوتے تھے"۔ (تہذیب التہذیب ۹/۳۰۶)

محمد بن القاسم بن خلاد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ زمانہ حج میں خلیفہ مہدی مسجد نبوی میں داخل ہوا تو تمام حاضرین نے دورویہ کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔ اتفاق سے امام ابن ابی ذئب بھی وہاں موجود تھے مگر حسب معمول بیٹھے رہے، مسیب بن زہیر نے جب ان سے کہا کہ "کھڑے ہو جائیے، امیر المؤمنین تشریف لائے ہیں تو انھوں نے بڑے سکون وطمانیت کے ساتھ فرمایا۔ "صرف پروردگار عالم کے لئے لوگ کھڑے ہوتے ہیں"۔ شاہانہ تمکنت کے خلاف یہ جواب سن کر مقربین کی پیشانیاں شکن آلود ہوگئیں، لیکن صورتحال کی نزاکت کا احساس کرکے فوراً ہی مہدی نے کہا۔ "چھوڑو چھوڑو جانے دو"۔ (تاریخ بغداد ۲/۲۲۷)

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ خلیفہ ابو جعفر منصور کے پاس جاکر بہت سخت الفاظ میں اس کو اس کے ظلم وجور پر متنبہ اور اس سے باز رہنے کی تلقین کرنے لگے، منصور نے سب کچھ سن لینے کے بعد گردن جھکا لی اور پھر محمد ابن ابراہیم سے کہا "هذا الشيخ خير اهل الحجاز" ایک بار خلیفہ منصور نے ان سے پوچھا کہ میرے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، پہلے تو وہ کچھ کہنے سے گریز کرتے رہے، پھر جب منصور نے قسم دلا کر پوچھا تو فرمایا۔ "بخدا میں تجھے ظالم وجابر خیال کرتا ہوں"۔ (مرآۃ الجنان ۱/۳۴۰)

امام محمد بن ابی ذئب نے پوری زندگی نہایت تنگدستی اور عسرت کے عالم میں گذاردی روغن زیتون اور روٹی ان کی مستقل خوراک تھی۔ ان کے پاس صرف ایک چادر اور ایک کرتا تھا۔ جاڑا اور گرمی دونوں میں اسی کو استعمال کرتے تھے۔

۵۔ قاضی قاسم بن معن فقہ وافتاء میں غیر معمولی مہارت کے باعث ایک طویل عرصہ تک کوفہ کے منصب قضا پر فائز رہے۔ قاضی شریک کی معزولی کے بعد انھوں نے اس فرض کو ایسی شان واحتیاط اور فرط انصاف کے ساتھ انجام دیا کہ ان کے جد امجد حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کے زمانہ کی یاد تازہ ہوگئی۔

ان کے استغناء وبے نیازی کا یہ عالم تھا کہ اپنے طویل زمانۂ قضا میں کبھی مشاہرہ لینا پسند نہ فرمایا۔ اور تاحیات یہ خدمت تبرعًا انجام دیتے رہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ "وہ کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے اور زندگی بھر اس کا کوئی مشاہرہ نہیں لیا۔" (طبقات ابن سعد ۶/۲۶۷) اس تبرع اور بے نیازی کے باوجود اپنی منصبی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں سرمو کوتاہی نہ آنے دیتے تھے، یہاں تک کہ شدید علالت ونقاہت

دعائے مغفرت:

الحاج عبدالکریم صاحب بمبئی کی اہلیہ انتقال فرما گئیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے بمبئی کے میزبان اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقید تمند اور بمبئی کے زمانۂ قیام میں تبدیلئ آب وہوا کی غرض سے دو چار دن کیلئے لوناولا میں پُرفضا مقام پر واقع اپنی کوٹھی پر ضیافت کرنے والے جناب الحاج عبدالکریم صاحب کی اہلیہ جن کو ان دو چوٹی کے بزرگوں کی میزبانی کا حق ادا کرنے کا شرف حاصل تھا تقریباً دو سال علیل رہ کر ۱۸ / ۲ / ۲۰۰۰ کو جمعہ کی رات میں دس بجے انتقال فرما گئیں۔ مرحومہ نے ادھر تقریباً چھ ماہ بڑی آزمائش کے گذارے اس حال میں بھی جب طبیعت ذرا سنبھلتی تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو جاتیں۔ ان کے صاحبزادہ ابوبکر نے فون پر بتایا کہ انتقال کے وقت ہونٹ حرکت کر رہے تھے۔ محسوس ہو رہا تھا کہ کلمہ پڑھ رہی ہیں، یہ کی خوش نصیبی اور مقبولیت کی علامت ہے وہ کتنی خوش نصیب تھیں کہ ہندوستان کے دو چوٹی کے بزرگوں کی ضیافت اور ان سے دعا لینے کا شرف حاصل تھا۔

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے، ادارہ تعمیر حیات پسماندگان خصوصاً الحاج عبدالکریم صاحب کو دلی تعزیت پیش کرتا ہے۔

کی حالت میں بھی مجلس عدالت منعقد کرتے۔ اور پوری حاضر دماغی ودلجمعی کے ساتھ عدالتی فیصلے نافذ کرتے۔

اس زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے مکان کا چھجہ اتنا نیچا لگوایا کہ اس سے راہ گیروں کو دقت پیش آتی تھی۔ لوگوں نے اس معاملہ کو قاضی قاسم کی بارگاہ عدل میں پیش کیا۔ قاضی نے اس چھجہ کے انہدام کا فیصلہ صادر کیا۔ اس پر مالک مکان نے بغیر کسی رورعایت کے قاضی موصوف سے کہا "پھر آپ نے اپنے مکان میں سر راہ کیوں روزن کھلوا رکھے ہیں"۔ فرمایا "اس سے کسی راہ گیر کو مزاحمت نہیں ہوتی ہے"۔ اس کے بعد فوراً اپنے بعض خدام کو حکم دیا کہ وہ پہلے جا کر انکے مکان کے روزن بند کر دیں۔ اور پھر بعد میں اس شخص کے چھجے کو منہدم کریں تاکہ پھر آئندہ کوئی شخص انھیں اس معاملہ میں شرمندہ نہ کر سکے۔ (اخبار القضاۃ ۳/۱۸۳)

ھدیۂ نعت

بحضور سرور کائناتؐ

● ڈاکٹر محبوب محشر (اڑیسہ)

آپ کا ہے دو جہاں میں فیض و برکت موجزن
آپ فخر دین ہیں، فخر جہاں، فخر زمن
آرزوئے دید سے لبریز ہے میرا یہ دل
آپ کا درجہ کہاں، میرا کہاں ثنا کی دھن
آپ ہی کی ذات ہے وہ مرکز رحم و کرم
آپ پر عاشق ہے دنیا اے فدائے ذوالمنن
آپ کو قدرت نے بخشا تحفۂ خلق عظیم
آپ ہیں ہر درد کا درماں مسیحائے زمن
ہو قرین گنبد خضرا، مرا حشا کی نحد
آپ کی کملی ہو محشر آخری دم کا کفن

علامہ یوسف القرضاوی
اس سال کی عالمی اسلامی شخصیت

● محمد فرمان نیپالی

عالمی پیمانے پر گرانقدر علمی اور دینی خدمات انجام دینے پر دبئی کی ایک عظیم اصلاحی قرآنی تنظیم قرآن کریم فاؤنڈیشن کی جانب سے ٢٠٠٠ء کی عالمی اسلامی شخصیت علماء کرام کے انتخاب کے بعد عالم اسلام کے عظیم داعی اور مفکر علامہ یوسف القرضاوی کو قرار دیا۔ اس ایوارڈ سے انھیں ایک بڑے اجلاس میں نوازا گیا۔

جب علامہ موصوف کو اس کی خبر ملی تو انھوں نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ یہ ایوارڈ اللہ رب العزت کے فضل وکرم اور مجھ پر بے پایاں احسانات میں سے ہے اور میرے ساتھ اللہ رب العزت نے غیر معمولی احسان واکرام کیا ہے ۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

سب سے پہلے ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اس عظیم ایوارڈ کیلئے ہمارا انتخاب کیا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس (ترجمہ) جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ کما حقہ اللہ رب العزت کا بھی شکر ادا نہیں کرتا ،

علامہ موصوف نے فرمایا کہ اس جیسا ایوارڈ دنیا میں کسی مسلمان کیلئے مسرت بخش خبر کی حیثیت رکھتا ہے ۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (ترجمہ) ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ، (سورۂ یونس)

خدا سے دعا ہے کہ صرف دنیا ہی میں میرا حصہ نہ رہے بلکہ آخرت میں میرا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہو جن کے متعلق قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۔ سو اللہ نے انھیں دنیا کا بھی عوض دیا اور آخرت کا بھی عمدہ عوض ، اور اللہ نیکوکاروں سے محبت رکھتا ہے ،

علامہ موصوف نے بیان میں کہا کہ یہ ایوارڈ مسلمان بھائیوں بالخصوص علماء کرام کا میرے ساتھ حسن ظن اور مجھ کو قابل اعتماد سمجھنے کی رسید ہے یہ اتنی بڑی دولت ہے کہ جس کا معاوضہ روپیوں اور پیسوں سے نہیں لگایا جاسکتا ، اس وقت مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ دعا یاد آرہی ہے کہ جب کوئی شخص ان کی مدح سرائی کرتا تو وہ یہ دعا پڑھتے کہ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي خَيْرًا مِمَّا يَظُنُّونَ وَلَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا يَقُولُونَ وَاغْفِرْ لِي مَا لَا يَعْلَمُونَ ۔ اے ہمارے پروردگار ! تو ہمیں عوام کے حسن ظن سے بھی اچھا بنا اور ان کے افراط وتفریط پر میری گرفت نہ فرما اور میری جن باتوں سے وہ ناواقف ہیں ان سے مجھے معاف فرما ۔

ہمیں اس بات سے اطمینان نصیب ہو کہ یہ ایوارڈ میری ذاتی ذمہ داریوں کو مزید بڑھا رہا ہے کیونکہ مسلمانوں کا مجھ پر غایت درجہ اعتماد بھروسہ اور میری کاوشوں کو سراہنے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ میں انھیں زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچاؤں اور خدمت دین کے سلسلہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کروں ، اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت پر شکر ضروری ہوتا ہے ۔

علامہ موصوف نے کہا کہ یہ عزت وتکریم خود میری شخصیت سے متعلق نہیں ہے بلکہ راہ اعتدال جیسی عظیم خصوصیت کو اپنانے بلکہ اس کے زیور سے آراستہ ہونے کی وجہ سے اس درجہ پر فائز ہوا ہوں اور ان شاء اللہ تاحیات اسی پر کاربند رہوں گا

بلاشبہ علامہ کی شخصیت گوناگوں صفات کی حامل ہے ۔ وہ ایک طرف جہاں فقہ وفتاویٰ میں سہل پسندی اور دعوت وتبلیغ میں انذار وتبشیر کو اپناتے ہیں ، دوسری طرف ماضی سے رہنمائی حاصل کرتے اور تابناک مستقبل کے منتظر رہتے اور گردش زمانہ کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ شریعت اسلامیہ کی مواظبت میں کمی نہیں کرتے ہیں ، اور ہر کام میں نرمی وملاطفت ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عفو ودرگذر خدمت خلق اور جود وسخا ، جدت وندرت جیسی نمایاں خصوصیات کے حامل ہیں ۔

علامہ یوسف القرضاوی کو جب یہ ایوارڈ ملا تو انھوں نے اسی وقت اس کی پوری رقم دینی کاموں میں صرف کرنے کا اعلان کیا ، علامہ کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ جب بھی انھیں کوئی ایوارڈ ملتا ہے تو دینی کاموں میں صرف کرتے ہیں ۔ خاص طور پر آپ نے اس ایوارڈ کے

(باقی صفحہ پر)

وراثت کی شرعی حیثیت

اور

اس سے بے توجہی کے مضر اثرات

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

اسلام مکمل نظام حیات اور امن و سلامتی کا دین ہے۔ اسلام دینِ فطرت بھی ہے اور دینِ الٰہی بھی اور اسلامی شریعت سارے عالم اور سارے زمانوں کے انسانوں کیلئے خواہ مرد ہو یا عورت سب کے لئے پیام رحمت اور ذریعہ ہدایت ہے۔ قرآن و حدیث میں ماں باپ —— بیٹا بیٹی، شوہر بیوی —— بھائی بہن سب کے حقوق ادا کرنے اور سب کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور وراثت میں خاص ترتیب کے ساتھ حصہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (سورۂ نساء آیت: ۱۱)

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں خواہ وہ دو یا دو سے زیادہ تو ان سب لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اس مال میں سے جو مورث چھوڑ کر مرا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کا نصف ملے گا۔

یہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے جس نے لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو میراث کا مستحق بھی بنا دیا اور ہر ایک کا حصہ بھی مقرر کر دیا۔ اور یہ اصول معلوم ہو گیا کہ جب مرنے والے کی اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں تو ان کے حصہ میں جو مال آئے گا اس طرح تقسیم ہو گا کہ ہر لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دوگنا مل جائے گا مثلاً کسی نے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں چھوڑے تو مال کے چار حصے کرکے ½ لڑکے کو اور ¼ ہر لڑکی کو دیدیا جائیگا۔

قرآن مجید نے لڑکیوں کو حصہ دلانے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ لڑکیوں کے حصہ کو اصل قرار دیکر اس کے اعتبار سے لڑکوں کا حصہ بتلایا اور بجائے الْأُنثَيَيْنِ مِثْلُ حَظِّ الذَّكَرِ (دو لڑکیوں کو ایک لڑکے کے حصہ کے بقدر) فرمانے کے لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ (لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصہ کے بقدر) کے الفاظ سے تعبیر فرمایا۔ جو لوگ بہنوں کو حصہ نہیں دیتے اور وہ یہ سمجھ کر بادل نخواستہ شرما شرمی میں معاف کر دیتی ہیں کہ ملنے والا تو ہے ہی نہیں تو کیوں بھائیوں سے برائی لی جائے۔ ایسی معافی شرعاً معافی نہیں ہوتی ان کا حق بھائیوں کے ذمہ واجب رہتا ہے۔ یہ میراث دبانے والے سخت گنہگار ہیں۔ ان میں بعض بچیاں نابالغ بھی ہوتی ہیں۔ ان کو حصہ نہ دینا دوہرا گناہ ہے، ایک گناہ وارث شرعی کے حصہ کو دبانے کا اور دوسرا یتیم کے مال کو کھانے کا۔

اس کے بعد مزید وضاحت کے ساتھ لڑکیوں کے حصہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ یعنی اگر نرینہ اولاد نہ ہوں اور صرف لڑکیاں ہی ہوں اور ایک سے زائد ہوں تو ان کو مالِ مورث سے دو تہائی ملے گا جس میں سب لڑکیاں برابر کی شریک ہوں گی اور باقی ایک تہائی دوسرے ورثاء مثلاً میت کے والدین بیوی یا شوہر وغیرہ میراث کے حقداروں کو ملیگا دو لڑکیاں (یا دو سے زائد) سب دو تہائی میں شریک ہوں گی۔ دو لڑکیوں سے زائد کا حکم تو قرآن کریم کی آیت میں صراحتہً مذکور ہے جیسا کہ فَوْقَ اثْنَتَيْنِ کے الفاظ اس پر دلالت کر رہے ہیں اور لڑکیاں دو ہوں تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو دو سے زیادہ کا حکم ہے۔ اس کا ثبوت حدیث میں موجود ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے اتنے میں ہمارا گذر اسواف میں ایک انصاری عورت کے پاس سے ہوا۔ وہ عورت اپنی دو لڑکیوں کو لیکر آئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسولؐ یہ دونوں لڑکیاں ثابت بن قیس (میرے شوہر) کی ہیں جو آپ کے ساتھ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے ہیں۔ ان لڑکیوں کا چچا ان کے پورے مال پر قابض ہو گیا ہے۔ ان کے واسطے کچھ باقی نہیں رکھا۔ اس معاملہ میں آپ کیا فرماتے ہیں، خدا کی قسم اگر ان لڑکیوں کے پاس مال نہ ہو گا تو کوئی شخص ان کو نکاح میں لینے کیلئے بھی تیار نہ ہو گا — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرے حق میں فیصلہ فرما دیگا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں

پھر جب سورۂ نساء کی آیت "یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی اَوْلَادِکُمْ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عورت اور اسکے دیور کو (لڑکیوں کا وہ چچا جس نے سارے مال پر قبضہ کرلیا تھا) بلاؤ آپ نے لڑکیوں کے چچا سے فرمایا کہ لڑکیوں کو کل مال کا دو تہائی حصہ دو اور آٹھواں حصہ ان کی ماں کو دو اس کے بعد جو بچے وہ تم خود رکھ لو۔

اس حدیث میں جس مسئلہ کا ذکر ہے اس میں آپ نے دو لڑکیوں کو بھی دو تہائی حصہ دے دیا۔ جس طرح دو سے زیادہ کا حکم خود قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں منصوص ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃً فَلَھَا النِّصْفُ"۔ یعنی اگر مرنے والے نے اپنی اولاد میں صرف ایک لڑکی چھوڑی اور اولاد نرینہ بالکل نہ ہو تو اس کے والد یا والدہ کے چھوڑے ہوئے مال میں سے اس لڑکی کو آدھا حصہ ملے گا باقی دوسرے ورثاء لیں گے۔ (معارف القرآن جلد دوم سورۂ نساء ص۳۲۲)

میراث کے سلسلہ میں قرآن وحدیث کے ان صریح احکام کے بعد جو لوگ ترکہ (میراث) میں سے لڑکی یا لڑکے کو حصہ نہیں دیتے۔ اور اپنے کسی وارث کو وراثت سے محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید ارشاد فرمائی ہے کہ جو شخص اپنے کسی وارث کی میراث قطع کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جنت کی میراث قطع فرمادے گا۔ "مَنْ قَطَعَ الاَ مِیْرَاثَ عَنِ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۶۶)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے باپ کے مرنے کے بعد بہن کی شادی کی اور پچاس ہزار روپئے خرچ کئے اس لئے اب وراثت میں بہن کا حق نہیں باقی رہا۔ تو یہ سراسر غلط اور وہم وخیال ہے۔ درحقیقت شادی کرنا بھائیوں کا ایک الگ شرعی حق ہے اور میراث کی تقسیم دوسرا شرعی حق ہے، قرآن وحدیث میں یہ دونوں علیحدہ علیحدہ حقوق ہیں ایسا نہیں ہے کہ شادی کرنے کے بعد اور شادی میں پچاس ہزار روپئے خرچ کرنے کے بعد وہ باپ کی میراث سے محروم ہوجائے، باپ کی وفات کے بعد جس طرح لڑکے میراث میں شرعی اعتبار سے حقدار بنتے ہیں اسی طرح لڑکی بھی شرعی اعتبار سے حقدار بنتی ہے اور یہ حقوق واجبہ میں سے ہے یعنی لڑکی کو اس کا پورا حق دینا واجب اور ضروری ہے۔

عورت نعمت خداوندی کا ایک عجیب شاہکار ہے، جس میں بیٹی کی عصمت بھی ہے۔ بہن کی محبت بھی، بیوی کا پیار بھی اور ماں کا خلوص بھی جس نے صالح معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں کلیدی کردار کے اپنی اہمیت وافادیت اور عظمت کو تسلیم کرایا ہے، دنیا کے ہر بڑے انسان کے پس پردہ عورت ہی کی محنتیں کارفرما نظر آتی ہیں اگرچہ دنیا کے دیگر مذاہب وادیان نے اسے فتنہ کی جڑ، فسادات کا پیش خیمہ سانپ کی بہن، آلو کی ماں، تباہی کی اصل اور ایک ناپاک دگھناؤنی چیز بتایا ہے، لیکن مذہب اسلام نے اسے معصوم بیٹی، پاکیزہ بیوی، مقدس ماں فرمانبردار بہن اور ترقی کی اصل وبنیاد بتاکر اس کی عظمت کو چارچاند لگائے ہیں۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

یہ اور بات ہے کہ مغرب زدہ معاشرہ کو مشرقی سادگی پسند نہ آسکی اور انھوں نے عورت کو "شمع خانہ" سے زینت محفل اور ہوم منسٹر (HOME MINISTAR) سے فارن منسٹر (FAREN MINISTAR) بنادیا اور اسی کی رو میں ہمارا مشرقی معاشرہ بھی بہہ پڑا۔ عورت کی نیلامی ہونے لگی، جانوروں کی طرح سودے بازی کی فضا عام ہوگئی۔ جہیز، تلک، گھوڑے، جوڑے اور غلط رسم ورواج نے اپنے اثرات اتنے مضبوط کرلئے ہیں کہ اسلامی تعلیمات "از کار رفتہ" بن کر رہ گئیں۔ میراث، ترکہ اور فرائض کے نام پر عورت کو جو حصے اسلامی شریعت نے دیئے تھے ان کا صرف تصور باقی رہ گیا ہے، رسم ورواج کی وبا اتنی عام ہوگئی کہ اس نے بہت سی دلہنوں کو جلانا شروع کردیا۔ کچھ کو ذبح کرایا اور کچھ ستیاؤں کو دم گھونٹنے، زہر کھا لینے پر مجبور کردیا۔ انسانیت چیخ پڑی۔ آدمیت بلبلا اٹھی اور کاتب تقدیر نے عورت کو جو حقوق دیئے تھے ان کی بازیابی کے لئے شرافت بے تاب ہوگئی۔ لیکن انسان رسم ورواج کا ایسا غلام ہوا کہ اس نے غلط ماحول سے ٹکرانے کی ہمت نہ پاکر اسی ساز میں ساز ملادیا اور اسی سُر میں سُر۔ لیکن جہیز کا ناگ برابر ڈستا رہا اور اس نے بڑے بڑے پارساؤں کو نگلنا شروع کردیا۔ جہیز کی تعداد میں کثیر اضافہ کے باوجود عورت کے اضطراب میں کمی نہ آئی۔ بلکہ جب جس نے چاہا اس کا گلا دبوچ لیا۔ اس کی تمناؤں کا خون کردیا۔ اور اس کی پاکیزہ آرزوؤں کو پاؤں سے مسل ڈالا۔ یہ نتیجہ ہے فطری قانون، آسمانی اصول اور احکام فرائض وراثت اور ترکہ کی پامالی اور جہیز کی پرستاری کا

میراث ہی ان مشکلات کا مناسب موزوں اور کامیاب حل ہے، جسے اسلامی شریعت نے نصف دین قرار دیا ہے۔ آج ضرورت ہے کہ ہم عورت کو میراث دیں باپ کے ترکہ سے اس کا حصہ ادا کریں اور اسی طرح تمام ایسے رشتہ داروں کے ترکہ سے حق دلوائیں جس کا اسے شریعت نے اس کو مستحق بنایا ہے

بلندی ابن آدمؑ کی ذرا دیکھو

● صاحب عالم اعظمی ندوی

اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور معزز مخلوق انسان ہے، روز اول سے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کا اعزاز بخشا ہے جو قیامت تک انسان کا لازمی جز رہے گا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے !" وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ٥ (بنی اسرائیل : ۷۰)

اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی و تری میں سوار کیا۔ اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوق پر فوقیت دی۔

اسی طرح خدا تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک ہی بنیاد پر پیدا کیا۔ اس نے انسانوں کے رنگ و نسل، زبان اور مذہب کی تفریق کے باوجود لوگوں میں امتیاز و فرق نہیں کیا۔ یہ تو انسانوں کے بنائے ہوئے اپنے اصول و قوانین ہیں، درحقیقت تمام انسان ایک ہی ماں باپ آدم و حوا کی اولاد ہیں قرآن مجید اس سلسلے میں بیان کرتا ہے۔ " يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ٥ (نساء : ۱)

" اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا۔ اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدائے تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کرتے ہو۔ اور قرابت سے بھی ڈرو بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں "۔

یہ اعزاز اور قدر و قیمت اور عظیم مراتب جو خدا نے انسانوں کو عطا کئے۔ ان پر چار طریقوں سے نظر ڈالی جاسکتی ہے!

۱ : اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دیگر مخلوق میں اشرف المخلوقات کا اعزاز بخشا۔

۲ : اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو انسان کے لئے سجدہ تعظیمی کا حکم دیا۔

۳ : انسان ہی کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ خیر و شر کو پہچانے اور ان میں سے خیر کو اپنے لئے پسند کرے۔

۴ : اللہ تعالیٰ نے دیگر مخلوق کے مقابلہ میں انسان کو اچھی شکل و صورت عطا فرمائی۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے انسان کے راحت و آرام ہی کیلئے چاند، سورج، ستارے رات اور دن دریا اور سمندر، زمین اور اس کے موسم سب کے سب انسان کیلئے پیدا کیا۔ جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے، یہ روح ہی انسان کو مذہب و زبان کی تفریق کے باوجود سب سے اعلیٰ و برتر بنادیتی ہے، اس عزت و توقیر کو حدیث پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ روایت ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول حضرت محمدؐ چند صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے، اسی اثناء میں ایک جنازہ آپؐ کے پاس سے گذرا، آپؐ ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ صحابہؓ میں سے کسی نے عرض کیا یارسول اللہ یہ کسی یہودی کا جنازہ ہے، آپؐ نے فرمایا کیا اس مردہ شخص میں روح نہیں تھی، صحابیؓ نے عرض کیا بیشک تھی، اللہ کے رسولؐ نے فرمایا یہی وہ چیز تھی جس کی تعظیم میں ہم کھڑے ہوئے۔

اسلام ہم سے یہی مطالبہ کرتا ہے، اور ہم پر زور ڈالتا ہے کہ ہم انسانوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں، ان کے ساتھ ناروا سلوک نہ کریں نہ انھیں بیجا ماریں، نہ ستائیں، نہ ہی ان کی بے عزتی کریں، قرآن مجید میں اس کو اللہ تعالیٰ اس طرح بیان کرتا ہے : مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم بَعْدَ ذَٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ٥ (سورۂ مائدہ : ۳۲)

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدون کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اور جو شخص کسی شخص کو بچالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا اور ان کے (یعنی بنی اسرائیل) کے پاس ہمارے بہت سے پیغمبر بھی دلائل واضح لیکر آئے پھر اس کے بعد بھی بہتیرے ان میں سے دنیا میں زیادتی کرنے والے ہی رہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں انسان کو سب سے اعلیٰ بنایا ہے، اور اسی نے

نسلِ انسانی کو جسمانی و روحانی دونوں اعتبار سے بلند کیا ہے اسلام کے نزدیک انسان کی قدر و منزلت کا اندازہ مذکور آیتوں و حدیث سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ اسلام جو ایک ہمہ گیر مذہب ہے اور جس کے ماننے والے ہم لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، مگر افسوس کہ آج کے اس دور میں مسلمانوں کا جو طرزِ عمل ہے وہ یقینی طور سے اسلامی معیار سے گرا ہوا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر انسان اخلاقِ انسانی کے مطابق عمل نہیں کرتا تو درحقیقت وہ اپنے تخلیقی مقصد سے انحراف کرتا ہے چونکہ وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں مشغول رہتا ہے لہٰذا وہ شیطان کا دوست ہو جاتا ہے۔ اگر ہم اجمالی نظر ڈالیں تو ایسا ہی کچھ آج ہم مسلمانوں کا حال ہو گیا ہے۔ خدائی تعلیمات سے ناوابستگی اور قرآن و سنت پر مضبوطی سے جمے نہ رہنے ہی کی بنا پر آج مسلمان دوسروں کی غلامی کر رہے ہیں، ان کو روندا جا رہا ہے ٹھکرایا جا رہا ہے۔ دوسروں کی غلامی کرنے کیلئے ان کو مجبور کیا جا رہا ہے۔ جو سر خدا کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکنا چاہیئے تھا اب انسانوں کے سامنے جھک رہا ہے۔ جن کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوئی ہمت نہ کر سکتا تھا آج وہ خاک میں مل رہی ہے، جو ہاتھ ہمیشہ سے اونچا رہتا تھا اب وہ نیچا ہوتا ہے، اور غیر قوموں کے آگے پھیلتا ہے۔ غلامی و محکومیت کا حال یہ ہے کہ غیر لوگ ان کی ناک پکڑ کر جانوروں کی طرح جدھر چاہتے ہیں ہانکے چلے جاتے ہیں، یہ ہم مسلمانوں کیلئے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر غور کیا جائے تو حقائق خود بخود ہم پر آشکارا ہو سکتے ہیں کہ آج ایسا کیوں ہے؟ مسلمانوں کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ اس میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ دنیا میں اس وقت مسلمان ہی وہ خوش قسمت لوگ ہیں جن کے پاس اللہ کا کلام مکمل طور پر موجود ہے تمام تحریفات سے پاک ٹھیک ٹھیک اُنہی الفاظ میں محفوظ ہے جن الفاظ میں وہ اللہ کے رسول برحق پر اترا تھا۔ دنیا میں اس وقت مسلمان ہی ہیں جو اپنے پاس اللہ کا کلام رکھتے ہیں لیکن پھر بھی اس کی برکتوں اور نعمتوں سے محروم ہیں قرآن ان کے پاس اس لئے بھیجا گیا تھا کہ اس کو پڑھیں، سمجھیں، اسی کے مطابق عمل کریں اور اس کو لیکر خدا کی زمین پر خدا کے قانون کی حکومت قائم کردیں وہ ان کو عزت اور طاقت بخشنے آیا تھا وہ انھیں زمین پر خدا کا خلیفہ بنانے آیا تھا، اور تاریخ شاہد ہے کہ جب جب انھوں نے اس کی ہدایت کے مطابق عمل کیا تو اس نے دنیا کا امام اور پیشوا بنا کر دکھا دیا۔ لیکن جب جب مسلمانوں نے اپنے عقائد اور قرآن و سنت سے غافل ہوئے تب تب ان کے گلے میں ذلت و رسوائی کا طوق پڑ گیا، جس صورتحال کا مشاہدہ آج ہم ہر طرف کر رہے ہیں یہ صرف اسلام پر عمل نہ کرنے کے سبب سے ہے، بلاشبہ قرآن تو خیر کا سرچشمہ ہے، جتنی اور جیسی خیر مسلمان اس سے حاصل کرنا چاہیں گے ملے گی، ان کے پاس توراۃ اور انجیل بھیجی گئی تھیں اور کہا گیا تھا: وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ط (المائدہ: ۶۶)

اگر وہ (یعنی بنی اسرائیل) توراۃ انجیل اور ان کتابوں کی پیروی پر قائم رہتے جو ان کے پاس بھیجی گئی تھیں تو ان پر آسمان سے رزق برستا اور زمین سے رزق اُبلتا"

مگر انھوں نے اللہ کی ان کتابوں پر ظلم کیا اور اس کا نتیجہ یہ دیکھا کہ: وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ (البقرۃ: ۶۱)

ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ خدا کے غضب میں گھر گئے۔ یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیت سے کفر کرنے لگے تھے۔ اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے تھے اور اس لئے کہ وہ اللہ کے نافرمان ہو گئے تھے۔ اور حد سے گذر گئے تھے"۔

پس جو قوم خدا کی کتاب رکھتی ہے اور پھر بھی ذلیل و خوار اور محکوم و مغلوب ہو تو سمجھ لیجئے کہ وہ ضرور کتاب الٰہی پر عمل نہیں کر رہی ہے اس کتاب کی تعلیمات سے انحراف کر رہی ہے اور اس پر یہ سارا وبال اسی کا ہے، خدا کے اس غضب سے نجات پانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ اس کی کتاب پر مکمل طور پر عمل کیا جائے اور اس کے ساتھ ظلم کرنا چھوڑ دیا جائے۔ اور اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کی جائے، مگر آپ اس گناہِ عظیم سے باز نہ آئیں گے تو آپ کی حالت ہرگز نہ بدلے گی، بیشک مسلمان اللہ کی کتاب پر اس ظلم کے مرتکب ہوئے، ورنہ یہ حالت نہ ہوتی جو ہے۔ اور اب تو حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ مسلمان کہتے کس کو ہیں، اور مسلم کے معنی کیا ہیں، اگر انسان یہ نہ جانتا ہو کہ انسانیت کیا ہے اور انسان و حیوان میں فرق کیا ہے تو وہ حیوانوں کی سی حرکات کریگا، اور اپنے آدمی ہونے کی قدر نہ کر سکے گا، اسی طرح اگر کسی شخص کو یہ نہ معلوم ہو کہ مسلمان ہونے کے کیا معنی ہیں، اور مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز کس طرح ہوتا ہے تو غیر مسلموں کی سی حرکات کریگا اور اپنے مسلمان ہونے کی قدر نہ کر سکے گا، دراصل ہم نے قدر و منزلت پر عمل پیرا ہونے میں بہت تساہلی کی ہے نیز لالچی و خودغرض ہو چکے ہیں،

انسانوں کے وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیئے ہیں ہم ادا نہیں کرتے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ ہمارے اخلاق کمزور ہو چکے ہیں، اخلاقی طرز عمل خراب ہو چکا ہے، خدا پر ایمان کمزور ہو چکا ہے، لہٰذا ہماری نماز و عبادتیں بھی مفید نہیں رہیں۔ اور مفید و کارگر تب ہی ہوں گی جب خدا پر ایمان مضبوط ہوگا۔ اخلاقی سطح بلند ہوگی، جو شخص ان اوصاف سے محروم ہے وہ اعمال کے نتائج سے محروم ہے، امام احمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہؐ ایک عورت بہت ہی پابند نماز و روزہ ہے، اللہ کی راہ میں خرچ بھی خوب کرتی ہے، مگر وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آتی ہے آپؐ مجھے بتائیے کہ اس عورت کا کیا ہوگا۔ آپؐ نے جواب دیا وہ جہنم میں جائے گی، اس شخص نے دوبارہ کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ ایک دوسری عورت بھی ہے جو بہت زیادہ نفلی نمازیں نہیں پڑھتی اور نہ بہت زیادہ نفلی روزوں کا اہتمام کرتی ہے، صدقہ بھی کم ہی کرتی ہے مگر اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اس کا سلوک نہایت اچھا ہے، آپ نے فرمایا وہ جنت جانے والے لوگوں میں ہے" یہی حال آج ہم مسلمانوں کا ہو گیا ہے، ہم نے اخلاقی کردار کو کھو دیا ہے، ہم وہ عمل نہیں کر رہے ہیں جس کا قرآن ہم سے مطالبہ کرتا ہے، سچ جانیئے اگر ایک مذہبی شخص نماز پابندی سے پڑھے نیز تمام مذہبی فرائض انجام دے لیکن باوجود ان کے مختلف گناہوں میں مبتلا رہے لوگوں کے ساتھ اس کے معاملات اچھے نہ ہوں، غریب و بے یار و مددگار لوگوں کے ساتھ اس کا سلوک اچھا نہ ہو تو وہ شخص خدا شناس (اللہ والا) کیسے ہو سکتا ہے" اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ اچھا اخلاق گناہوں کو ایسے پاک صاف کر دیتا ہے جیسے پانی کپڑے کو صاف کر دیتا ہے اور برا اخلاق انسانی اعمال کو ایسا خراب کر دیتا ہے جیسے شہد سرکہ کو خراب کر دیتا ہے"

لہٰذا اگر ہم مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ ہم دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کریں اور دنیا میں ہماری جو حالت ہے اور ہم جن مشکلات و پریشانیوں کا سامنا کر رہے ہیں، ان سے نہ صرف یہ کہ چھٹکارا پائیں، بلکہ ہمارا قرآن و حدیث کی روشنی میں وہ معیار ہو جو درحقیقت پورے عالم کا معیار ہو جائے، اور ایسا تبھی ہوگا جب ہم نہ صرف خود بلکہ اوروں کو بھی اسلامی تعلیمات کی طرف پورے انہماک کے ساتھ متوجہ ہوں اور ہمارا ہر طریقہ قرآن و حدیث کے مطابق ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دین پر صحیح طور سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

لمحۂ فکریہ

● محمد قمر الدین قمر رام نگری

ناراض کیوں ہے ہم سے خدا کچھ تو سوچئے
کیوں ہم ہیں اور برقِ بلا کچھ تو سوچئے

طوفان تند و تیز ہے کیوں اپنے ہی خلاف
بپھری ہوئی سی کیوں ہے فضا کچھ تو سوچئے

قلب و جگر ہیں اپنے ہی کیوں مشقِ ظلم و جور
کیوں ہم پہ ہے یہ جور و جفا کچھ تو سوچئے

چاروں طرف سے کیوں ہیں تباہی کے زد پہ ہم
یہ مل رہی ہے کیسی سزا کچھ تو سوچئے

رحمت خدا کی سایہ فگن ہم پہ کیوں نہیں؟
کیوں ہم سے ہے وہ اتنا خفا کچھ تو سوچئے

باطل کی ظلمتوں کو یہ حاصل ہے کیوں فروغ؟
معدوم کیوں ہے حق کی ضیا کچھ تو سوچئے

ہر سمت ہے اندھیرا سا چھایا ہوا یہ کیوں
ایماں کا نور کیوں ہے بجھا کچھ تو سوچئے

ہم جس میں اڑتے پھرتے ہیں گرد و غبار سا
کیسی یہ چل رہی ہے ہوا کچھ تو سوچئے

پہلا سا اب وہ ربط نہیں دو دلوں کے بیچ
بھائی سے بھائی کیوں ہے جدا کچھ تو سوچئے

عیش و نشاط ہم سے کیوں یہ دور دور ہیں
کیوں چھا رہی ہے غم کی گھٹا کچھ تو سوچئے

کیوں مبتلائے غیظ و غضب رب کے ہم ہیں آہ!
ہم سے ہوئی ہے کون خطا کچھ تو سوچئے

راہوں میں کیوں ہیں روندے ہوئے سے یہ ہم پڑے
معتوب کیوں ہیں سر تا بہ پا کچھ تو سوچئے

پہلا سا وہ سکون نہ دل کو قرار ہے
یہ اضطراب کیوں ہے ذرا کچھ تو سوچئے

اپنا ضمیر بھی ہمیں اب ٹوکتا نہیں
خاموش کیوں ہے اس کی صدا کچھ تو سوچئے

کیوں، ہم ہیں اور لہو و لعب کے یہ مشغلے!
آخر یہ اپنا حال ہے کیا! کچھ تو سوچئے

محفوظ اپنے گھر ہیں نہ بچے نہ عورتیں
ہر دن ہے کیوں عذاب نیا کچھ تو سوچئے

طاعت سے کیوں خدا کی ہیں ہم دور دور آج،
ہم سے نہیں ہے کوئی بُرا کچھ تو سوچئے

کیوں سنتِ رسولؐ سے ہم بے نیاز ہیں
سونی ہے کیوں یہ راہِ ہدیٰ کچھ تو سوچئے

تقویٰ سے کیوں ہیں عاری ہمارے قلوب آج
کیوں اب نہیں وہ خوفِ خدا، کچھ تو سوچئے

ویراں ہیں اپنی مسجدیں عصیاں کو ہے فروغ
حاصل ہو کیسے رب کی رضا، کچھ تو سوچئے

آفات نو بہ نو تو تعاقب میں ہیں قمر
کیوں بے اثر ہے اپنی دعاء، کچھ تو سوچئے

عالمِ اسلام

محمد وثیق

۱۔ اردن کے قاضی القضاۃ کی اطلاع کے مطابق محکمۂ مردم شماری کے سروے کے ذمہ داروں نے بتایا کہ ۱۹۹۵ء اور ۱۹۹۹ء کے درمیانی چار سالوں میں اردن میں اسلام لانے والوں کی تعداد ۱۲۴۴ ہوگئی تھی، ۱۹۹۵ء میں نومسلموں کی تعداد دو سو تھی اور ۱۹۹۹ء میں بڑھ کر ۳۲۵ ہوگئی تھی۔

۔ اردن کے دارالسلطنت عمان نے ۱۹۹۹ء میں آبادی کا جو سب سے بڑا تناسب ریکارڈ کیا وہ ۶۹ فیصد ہے جبکہ شمالی صوبہ اربد میں آبادی کا تناسب ۱۰،۵ فیصد ہے

۲۔ فلسفہ اور علم ادیان کے ماہر شخص ڈاکٹر صاموئیلسون نے ابھی حال میں سویڈن میں شائع ہونے والی اپنی کتاب "الاسلام فی السوید" میں جو سویڈش زبان میں ہے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ سویڈن میں رہنے والے مسلمانوں کو اب یہ حق مل گیا ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی فرائض وواجبات ادا کرسکتے ہیں، خواہ وہ سویڈین الاصل ہوں یا سویڈش قوم میں شامل ہوں، یا وہاں مقیم ہوں

مذکورہ کتاب میں اسلام کے بہت سارے احکامات و فرائض اور واجبات کا تعارف کرایا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ سویڈن میں پائی جانے والی اسلامی تحریکوں وتنظیموں اور انجمنوں کا بھی تعارف موجود ہے جن کی تعداد دس ہے اور ان میں سے اکثر کو سویڈش حکومت کی جانب سے مالی تعاون بھی ملتا ہے۔

۳۔ امریکہ کے ایک بڑے موقر اخبار "واشنگٹن پوسٹ" نے گذشتہ ہفتہ ایک مقالہ شائع کیا تھا جس کے مطابق جنوبی امریکہ کے مہاجرین میں تیزی سے اسلام پھیل رہا ہے ان میں سے اکثر اسپینی زبان بولتے ہیں۔

مقالہ نگار کریس جینکنز لکھتے ہیں: امریکہ میں لاطینی امریکی اصل سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی تعداد ۲۵ ہزار ہے، ان میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو ابھی اخیر کے چند سالوں میں مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں اور اپنے سابقہ مذہب کیتھولک عیسائیت کو ترک کردیا ہے جسے جنوبی امریکی براعظم کے اکثر لوگ مانتے ہیں،

مقالہ نگار نے نومسلموں کے اسلام لانے کے تین بنیادی اسباب ذکر کئے ہیں۔

۱۔ اسلام کی وہ بنیادی اور فطری تعلیمات وہدایات جن کے پیروکار براہِ راست بغیر کسی وسیلہ ورابطہ کے اپنے خالق سے تعلق قائم کرسکتے ہیں، یہاں عیسائی کی طرح پادریوں اور پوپوں کے رابطہ کی ضرورت نہیں۔

۲۔ مسلم معاشرہ کا وہ مزاج وماحول اور نظام جس سے اس معاشرہ میں رہنے والوں میں باہمی تعاون، آپسی اتحاد واتفاق اور اجتماعیت ویگانگت کا احساس وشعور پیدا ہوتا ہے، یہی وہ احساس وشعور ہے جس کی آج امریکہ میں مقیم مہاجرین کو ضرورت ہے، جہاں آج خاندانی اور اجتماعی تعلقات وروابط زندگی کی تیز رفتاری اور اور کثرت نقل وحرکت کی وجہ سے ٹوٹتے جارہے ہیں۔

۳۔ اسلام کا امریکہ میں تیزی سے پھیلنا اور اور امریکیوں میں اسلام کو سمجھنے اور پرکھنے کا بڑھتا ہوا شعور وجذبہ بہت سے نومسلموں نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اسلام سے ان کی قربت وتعارف مسلمانوں کی اختلاط سے ہوا، خاص طور پر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم کے دوران

مقالہ نگار نے ان اہم مقامات اور جگہوں کی نشاندہی کی ہے جہاں لاطینی اصل سے تعلق رکھنے والے مسلمان رہتے ہیں جیسے نیویارک شیکاگو اور جنوبی کلیفورنیا،

مقالہ نگار نے اس کی بھی وضاحت کی ہے نومسلم اپنے اس نئے دین سے تعلقات وروابط کو مضبوط ومستحکم کرنے کیلئے مختلف طریقے اختیار کررہے ہیں۔ کہیں تو وہ قرآن کریم اور دیگر اسلامی کتابوں کے لاطینی زبان میں ترجمہ کیلئے ادارے قائم کررہے ہیں۔ تو دوسری طرف لاطینی آبادی میں اسلام کو عام کرنے اور نومسلموں کی امداد وتعاون کیلئے تنظیمیں اور انجمنیں قائم ہورہی ہیں جیسے امریکن لاطینی مسلمانوں کی تنظیم، (THE ASSOCIATION OF LATIN AMERICAN MUSLIMS) جو واشنگٹن کے علاقہ میں کام کررہی ہے اور اسپینی زبان میں "صوت الاسلام (LAVOS DEL ISLAM) کے نام سے ایک پندرہ روزہ پرچہ شائع کررہی ہے جس کا مقصد لوگوں میں اسلام کا متعارف کرانا ہے۔

راقم سطور کا یہ خیال ہے کہ لاطینی امریکن آبادی میں اسلام کا پھیلنا ایک بہت بڑے واقعہ کا پیش خیمہ ہے، وہ یہ کہ امریکہ میں تیزی

کے ساتھ اسلام پھیل رہا ہے اور امریکن سوسائٹی میں اسلام اور مسلمانوں کے تئیں احترام بڑھتا جارہا ہے، خاص طور پر علمی اداروں اور یونیورسٹیوں میں لوگوں کا رجحان اسلام کی طرف بڑھتا جارہا ہے۔

۵۔ لندن میں اسلام دشمنی اور نسل پرستی کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک اسلامی تنظیم کا قیام عمل میں آیا ہے۔ جس کا نام المنتدی الاسلامی ہے تنظیم کی مجلس شوریٰ کے ممبر امام محمد امام تنظیم کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ برطانیہ میں اسلام دشمنی اور نسل پرستی اور دینی تفرقہ بازی جیسے خطرات سے آگاہ کرنے اور بیداری پیدا کرنے میں اسلامی آبادیوں کا جو حصہ ہے یہ مجلس اس کا عملی ترجمان ہے۔ اور اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ان خطرات اور چیلنجوں کا مقابلہ ذرائع ابلاغ اور علمی اور تعلیمی وسائل سے کیا جائے۔ اور برطانوی ماحول و معاشرہ میں اسلامی رواداری کے پہلو کو نمایاں کیا جائے۔

۶۔ انڈونیشیا نے حفظ و تلاوت قرآن کریم کا عالمی مقابلہ کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور اس کا بھی عزم کیا ہے کہ اسلامی ممالک میں منعقد ہونے والے عالمی مقابلہ میں شرکت کرنے کے لئے قاری اور قاریات کے بھیجنے پر اکتفا نہیں کیا جائیگا" انڈونیشیا کے دینی امور کے وزیر طلحہ حسن نے کہا ہے کہ ان کا ملک اس طرح کے عالمی مقابلے کرانے کی اہلیت رکھتا ہے اور ملکی سطح پر سالانہ مقابلہ برائے حفظ قرآن کریم کے انعقاد کا اہتمام کرتا ہے۔ انڈونیشی قراء حضرات اسلامی ممالک میں منعقد ہونے والے عالمی مقابلوں میں ممتاز اور نمایاں مقام حاصل کر رہے ہیں،

۷۔ امریکن اسلامی رابطہ مجلس (کیر) کو دو معاملوں میں کامیابی ملی ہے ایک کا تعلق ریاست ورجینیا کے محکمہ جیل کے ایک مسلم ملازم کے داڑھی نہ منڈانے سے ہے، اور دوسرے کا تعلق سپرنٹ کمپنی برائے ٹیلی مواصلات و اطلاعات کے ایک دوسرے مسلم ملازم کے نماز جمعہ کیلئے جانے سے ہے مذکورہ بالا مجلس کو یہ شکایت موصول ہوئی کہ ریاست ورجینیا کے ایک محکمہ جیل نے ایک مسلم جیلر کو دینی اسباب کی بنا پر داڑھی نہ منڈانے کی وجہ سے ملازمت دینے سے انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ ابتدائی انٹرویو میں کامیاب تھا۔ لہٰذا مجلس اور محکمہ جیل کے مابین خط و کتابت شروع ہوئی اور بعد میں محکمہ جیل نے مجلس کے مطالبات تسلیم کر لئے۔

دوسرا معاملہ یہ ہے کہ ایک مسلم ملازم ڈیوٹی کے دوران نماز جمعہ کے لئے جانے پر مصر تھا، اور اس کے شعبہ کے ڈائرکٹر آفیسر اس کو نماز جمعہ کیلئے جانے سے روکتا تھا جب ملازم نے شکایت کرنے کی کوشش کی تو اس کے آفیسر نے اس کو معطل کر دیا، بالآخر خط و کتابت کے بعد کمپنی نے مجلس کے مطالبات تسلیم کر لئے اور ملازم کو دوبارہ اس کے عہدہ پر بحال کر دیا اور تعصب کی بنا پر جتنے دن وہ برطرف رہا اس کا معاوضہ بھی ملا۔

امریکی مسلمانوں نے جس طرح بش کو ووٹ دیا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے سابق امریکی کانگریس کے ممبر فینڈل لکھتے ہیں کہ بش کو چاہئے کہ وہ فلوریڈا کے مسلمانوں کا شکریہ ادا کریں اس لئے کہ مسلمانوں نے انکے وائٹ ہاؤس پہنچنے کا راستہ کھول دیا ہے۔ فینڈل کا دعویٰ ہے کہ امریکہ میں ابھی حال ہی میں ہوئے صدارتی انتخابات میں اگر مسلمانوں نے بش کو ووٹ نہ دیا ہوتا خاص طور سے ریاست فلوریڈا میں جس نے بش کی کامیابی میں نمایاں رول ادا کیا ہے تو بش صدارتی انتخابات میں کامیاب نہ ہوتے فینڈل اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں ان جائزوں سے استدلال کرتے ہیں جو امریکہ اور فلوریڈا کے مسلمانوں کے متعلق کئے گئے ہیں،

فینڈل لکھتے ہیں کہ سب سے بڑے سروے کے مطابق امریکہ میں پائے جانے والے مسلمانوں کی کی تعداد ستر لاکھ ہے اور ستر فیصد مسلم آبادی کو ووٹ دینے کا حق ہے جن میں سے ۶۵ فیصد یعنی ۲ یا ۳ ملین مسلم ووٹروں نے اپنے حق رائے دہی کا استعمال کیا ہے۔

امریکی اسلامی رابطہ تنظیم کے جائزہ کے مطابق پچھلے انتخابات میں ۷۴٪ مسلم ووٹروں نے ووٹ دیا۔ چنانچہ صدارتی انتخابات میں جن مسلم ووٹروں نے اپنے حق رائے دہی کا استعمال کیا ہے ان میں سے ۷۲ فیصد مسلمانوں نے بش کے حق میں ووٹ ڈالا ہے جبکہ الگور کو صرف ۸ فیصد ووٹ ملے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کے ووٹ سے بش کو جو نمایاں اور واضح فائدہ ہوا ہے وہ بیس لاکھ ووٹوں سے زیادہ ہے، جہاں تک ریاست فلوریڈا کا تعلق ہے تو وہاں بش کو نسبتاً سب سے زیادہ فائدہ پہونچا ہے۔

ریاست فلوریڈا میں مسلمانوں کی آبادی دو لاکھ ہے، ان میں سے ۷۲ ہزار مسلمانوں نے انتخابات میں اپنے ووٹوں کا استعمال کیا ہے، بالفاظ دیگر بش ۶۴ ہزار مسلم ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔

فینڈل نے امریکن مسلمانوں کا بش کا ساتھ دینے کے تین اسباب بیان کئے ہیں۔

۱۔ الگور کی اسرائیل کی کھلی طرفداری، اور مسلمانوں کے مفاد سے تغافل خاص طور پر قدس کے مسئلہ میں الگور کی لاپرواہی اور بے توجہی (۲)

۲۔ چار بڑی امریکن اسلامی تنظیموں نے اسلامی ووٹ بینک کو بش کے لئے ہموار کر دیا۔

۳۔ تیسرا سبب ریاست فلوریڈا سے متعلق ہے کہ وہاں مسلم ووٹ فطری طور پر بش کیلئے تھا کیونکہ گذشتہ سال جب امریکی حکومت نے ڈاکٹر مازن النجار کو خفیہ گواہوں کے قانون کی مدد سے فلوریڈا کے کسی جیل میں نظر بند کر دیا تو سارے مسلمان مازن کی حمایت میں متحد ہو گئے تھے۔

جمہوریہ ٹوکیو کے دو عیسائی گاؤں کے باشندوں کا قبولِ اسلام

● سید مسعود حسن حسنی ندوی

جمہوریہ ٹوکیو میں واقع تشامبا کے داعیوں کی لیم کی کوششوں کے نتیجہ میں دو گاؤں ایم کیولی یتیقوی کے رہنے والوں نے جن کی اکثریت سائیوں پر مشتمل تھی اسلام قبول کرلیا۔

ان دونوں گاؤں کے رہنے والوں نے د سال قبل سیاسی فسادات سے پریشان وکر محفوظ تشامبا کے حدود کی جانب راہ فرار اختیار ی تھی۔ وہاں تشامبا کے رہنے والوں نے ان کا ستقبال کیا۔ اور اپنے علاقہ میں ان کے رہنے کا بندوبست کیا۔

اس علاقہ میں ان پناہ گزینوں کے قیام کے دوران ہی اسلامی مبلغوں نے دعوت اسلامی کا کام کیا۔ اور ان کو اسلام کی تعلیمات سے واقف کرایا، اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ گذشتہ ستمبر ۲۰۰۰ء کے اخیر میں ان دونوں گاؤں والوں نے مسلمانوں کے اخلاق سے متاثر ہوکر اسلام کا اعلان کردیا۔ اس علاقے کے مسلمانوں نے فرحت ومسرت کے جذبات کے ساتھ ان گاؤں والوں کی جو لازمی اور ممکن مدد ہوسکتی تھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور اسلام لانے کے بعد ان نومسلموں کی تعلیم وتربیت کا نظم کیا۔

جس وقت ان دونوں گاؤں والوں کے اسلام کی خبر کلیسا کے ذمہ داروں کو پہونچی تو کلیسا کے پادریوں کی ایک جماعت ان لوگوں کو دوبارہ نصرانی بنانے کیلئے روانہ ہوئی۔ پادریوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ان کے اندر اسلام سے نفرت پیدا کریں اور اسلام کے بارے میں ان کے ذہنوں میں شکوک شبہات پیدا کریں، اور قریب تھا کہ گاؤں والوں اور پادریوں کے درمیان تصادم ہوجائے لیکن دعوتِ اسلامی کے ذمہ داروں نے اس صورتحال کے مقابلہ کے لئے اپنی صفوں کو منظم کیا۔ اور ان افکار کو جن کو دونوں گاؤں والوں کے درمیان وہ (اہل کلیسا) رائج کرنے کی کوشش کررہے تھے رد کرنے کا پورا انتظام کیا۔ اور اسلام قبول کرنے والوں کو مطمئن کیا۔ اللہ کے فضل سے حالات پرسکون ہوگئے، اور اہل کلیسا مایوس ہوکر واپس ہوگئے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ تشامبا جمہوریہ ٹوکیو میں اس علاقہ میں واقع ہے جس کی سرحدیں جمہوریہ نبین سے ملتی ہیں اور وہ تین علاقوں پر منقسم ہے، ایک علاقہ تشامبا کا ہے، دوسرا کالوکی کا ہے، تیسرا کرکی۔ اور ان تینوں علاقوں میں شہر تشامبا سب سے بڑا ہے اور اس شہر میں قبیلہ تشامبا کے لوگ سکونت اختیار کرتے ہیں ان کی تعداد ۳۵۰۰۰ ہزار ہے اور جن میں مسلمان ۹۷ فیصد ہیں۔

اٹھارہویں صدی کے اخیر میں نبین اور دوسرے ملکوں سے ملحقہ علاقوں میں آنے والے تاجروں کے ذریعہ اسلام تشامبا میں داخل ہوا۔ یہ تاجر جن کے اخلاق سے لوگ مسلمان ہوتے تھے، تعلیم یافتہ نہیں تھے، اس لئے اس علاقہ میں تعلیم کو فروغ نہ ہوسکا، لیکن سب سے بعض نوجوانوں نے دین میں تفقہ پیدا کیا اور کتاب اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پابندی شروع کی پھر اپنے علاقہ کے لوگوں کو تعلیم دینی شروع کی اور وہاں غیر اسلامی رسم ورواج کی اصلاح کی جس سے نوجوانوں میں بیداری پیدا ہوئی اور لوگ صحیح اسلامی زندگی گذارنے لگے،

(بقیہ)

اصلاح معاشرہ کی بنیاد

ایک وقف ایسا تھا جس سے ان آدمیوں کو معاوضہ دیا جاتا جو ہسپتالوں میں جاکر ایسے مریضوں کی عیادت کریں جن کا کوئی پوچھنے والا نہ ہو، اور یہ کام کریں کہ کسی مریض کے قریب جاکر آپس میں اس طرح کی باتیں کریں۔

اس مریض کا کیا حال ہے؟

دوسرا جواب دیتا، کل سے یہ بہت اچھا ہے، ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ رو بصحت ہے، کل کی بہ نسبت آج اس کے چہرے پر رونق ہے، مریض کا ایک نفسیاتی علاج یہ بھی ہے کہ اس کو مایوس نہ ہونے دیا جائے اس کی آس قائم رہے۔

کارِ خیر کے یہ نمونے بتاتے ہیں کہ ان وقف کرنے والوں کو کس درجہ یقین تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر کہ مرنے کے بعد تمام اعمال ختم ہوجائیں گے، سوائے اس عمل کے جس کا نفع اللہ کی مخلوق کو حاصل ہوتا رہے سیکڑوں بلکہ ہزاروں دینی مراکز، خانقاہیں، درسگاہیں اس یقین کا اعلان کررہی ہیں جو مسلمانوں کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں پر تھا اور جس کی نظیر دنیا کا کوئی قدیم یا جدید مذہب نہیں پیش کرسکتا۔

تصحیح فرمالیں

۱۰ ر و ۲۵ ر دسمبر ۲۰۰۰ء کے تعمیر حیات میں ص ۲۴ پر آخری کالم میں دار العلوم العربیۃ الاسلامیہ جودھپور کے پانچ طلباء کا شائع شدہ نتیجہ میں ایک متفرقی اور چار طلباء کامیاب ہوئے ہیں اس کے بعد اسی مدرسہ کے ضمن میں درج گیارہ طلباء کا تعلق مدرسہ انوار العلوم بہار اشٹر سے ہے۔

۔قارئین حضرات تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

س: مؤذن اذان میں حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت دائیں بائیں مڑتے ہیں کیا اقامت کے وقت بھی اپنے سر کو دائیں بائیں موڑنا چاہیئے شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

ج: ہاں اقامت میں بھی سر کو دائیں بائیں پھیرنا چاہیئے، علامہ ابن عابدین شامی اذان کے مستحبات میں ذکر فرماتے ہیں "ویلتفت فیہ وکذا فیھما مطلقاً" یعنی اذان واقامت دونوں میں دائیں بائیں چہرہ کو پھیرنا مستحب ہے (رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۰)

س: بعض مساجد میں بعد نماز عصر امام سے مصافحہ کرتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ج: سلام اور مصافحہ اول ملاقات کے وقت ہے، لیکن خاص کر بعد نماز عصر بالالتزام مقتدی امام سے مصافحہ کرتے ہیں، دین میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام سلف صالحین سے ایسا کہیں بھی ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ لازم الترک ہے حضرت عائشہ رض کی روایت ہے: "من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد" (بخاری ومسلم)

س: بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اس کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں اور اس کو چھونا جائز ہوگا یا نہیں؟

ج: بیوی کے انتقال کے بعد شوہر بیوی کو نہ تو چھو سکتا ہے اور نہ ہی غسل دے سکتا ہے البتہ دیکھ سکتا ہے۔

س: ایک شخص کا عقد ایک عورت سے ہوا۔ اس کی زوجہ گھر آئیں اور خلوت صحیحہ بھی ہوئی، لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ چلی گئیں پھر واپس نہیں آئیں اب وہ آنے کیلئے رضامند نہیں ہیں شوہر کا یہ کہنا کہ اگر تم مجھے ایک لاکھ روپیہ دو تو طلاق دوں گا ورنہ نہیں تو ان کیلئے یہ رقم لینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

ج: صورت مسئولہ میں اگر زیادتی شوہر کی طرف سے ہے تو شوہر کیلئے طلاق کے عوض میں رقم لینا مکروہ ہے، لیکن اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہے تو شوہر بقدر مہر عوض لے سکتا ہے اس سے زائد لینا مکروہ ہے۔

س: لڑکے کے بلوغ کی اقل مدت اور اکثر مدت کیا ہے؟

ج: لڑکے کے بلوغ کی اقل مدت ۱۲ سال اور اکثر مدت ۱۵ سال ہے، قال فی البحر الرائق "ویفتی بالبلوغ فیھما ای فی الغلام والجاریۃ بخمسۃ عشر سنۃ وادنی المدۃ فی حقہ ای فی حق الغلام اثنتا عشرۃ سنۃ" (البحر الرائق ج ۸ ص ۸۵)

س: کیا آگ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

ج: ہاں! نماز آگ کے سامنے پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس کی عبادت کی جاتی ہے البتہ اگر سامنے چراغ یا موم بتی جل رہی ہو تو اس کے سامنے نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے کیونکہ چراغ اور موم بتی کی عبادت نہیں کی جاتی۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کا سفر مراکش

ابن زہر یونیورسٹی اغادیر کی ادب اور علوم انسانی کی فیکلٹی کی طرف سے تیسرے سالانہ "ادب تنقید" کانفرنس میں شرکت کیلئے اس کی مجلس انتظامیہ کی دعوت پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء مراکش تشریف لے گئے ــــ اس کانفرنس کے داعیوں میں مجلۃ المشکاۃ وجدہ اور رابطہ ادب اسلامی مراکش بھی شامل تھا "تنقید کے علمی پہلو" اس کا موضوع تھا ــــ اس کیلئے ۱۳ر جنوری ۲۰۰۱ء کو روانہ ہوکر ۲۲ر جنوری ۲۰۰۱ء کی شام کو ممبئی واپسی ہوئی۔

کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں ندوۃ العلماء اور رابطہ ادب اسلامی برّ عظیم ہند کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے سامعین کو خطاب کیا۔ کانفرنس تین روز جاری رہی جس میں مصر وشام، عراق وسعودی عرب ودیگر ممالک کے اساتذہ نے مقالات پیش کئے نیز بحث ومباحثہ میں مفید پہلو سامنے آئے، یہ کانفرنس اچھے نتائج پر ختم ہوئی، سفر میں مرافقت پروفیسر سید ضیاء الحسن ندوی ڈین فیکلٹی آف آرٹ اور ہیومنٹس جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے کی اس سفر میں اغادیر کا سا، بلکہ فاس اور رباط بھی جانا ہوا۔ اور مختلف مقامات پر خطاب کرنا ہوا، اور اہم علمی وادبی شخصیتوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور تعلیمی اور علمی موضوع پر باتیں ہوئیں۔

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب: فتنۂ چن بسویشور
نام مصنف: جناب خالد بیگ ندوی
سائز ۱۸×۲۲، صفحات: ۱۰۳، قیمت درج نہیں۔
ملنے کا پتہ: اسرار شاہی محلے سامنے، سدا شیونگر، ٹمکر ۲۱-۵۷۲۱۰
مولوی خالد بیگ ندوی دارالعلوم ندوۃ العلماء کے باصلاحیت اور ہونہار طلبہ میں سے تھے۔ دینی حمیت اور خدمت دین کا جذبہ ان کی سرشت میں تھا جو اب ظاہر ہو رہا ہے۔

ہم لوگ "انجمن دیندار" کا نام اخباروں میں پڑھتے تھے۔ اور اجمالاً یہ جانتے تھے کہ وہ ایک گمراہ فرقہ ہے لیکن جناب خالد بیگ صاحب کی کتاب سے پہلی بار اس فرقہ باطلہ کی کچھ تفصیلات معلوم ہوئیں۔

کتاب میں دلائل سے بتایا گیا ہے کہ اس انجمن کا بانی صدیق دیندار قادیانی تھا، اس نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان کے بیٹے مرزا محمود سے بیعت ہو کر عرصہ تک قادیانی مبلغ رہا لیکن مرزا نے جو (شیطانی) نبوت کا دروازہ کھولا تھا اس راہ سے یہ یوسف موعود بنا، پھر مرزا سے اختلاف کرکے علیحدہ ہو گیا اور جنوب میں آکر لنگایتوں کا چن بسویشور بن بیٹھا، پھر شیطان اس کو ترقی کے منازل طے کراتا رہا۔ اس نے اپنے کو اللہ کا آخری رسول کا اوتار بتایا پھر درجہ فنافی الرسول سے ترقی کرکے فنافی اللہ ہو کر خدا بن بیٹھا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

• ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

عزیز مکرم مولوی خالد بیگ صاحب نے اس کی کتابوں سے جو اقتباس نقل کئے ہیں ان کے ایک ایک جملہ سے کفر ثابت ہوتا ہے، مولوی صاحب نے اس کا بھی جائزہ لیا ہے کہ اس کے مبلغین شروع میں سادہ لوح مسلمانوں کو کس طرح پھانستے ہیں۔

یہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت (ہندوؤں) کی مذہبی کتابوں سے توڑ مروڑ کر ثابت کرتے ہیں جس سے مسلمان خوش ہوتے ہیں کہ انھوں نے عجیب تحقیق پیش کی ہے پھر اپنا گرویدہ بنانے کے بعد استدراجات (جن کو وہ کرامات سے تعبیر کرتے ہیں) کے ساتھ اپنی کفریات پیش کرتے ہیں۔

حیرت کی بات ہے کہ شمس نوید عثمانی صاحب کی کتاب "اب بھی نہ جاگے تو" میں ان کی بہت سی باتیں موجود ہیں۔ جیسے ہندو مذہب کی کتابوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ثبوت، اور یہ کہ ہندوستان کے ہندو جلد ہی اسلام قبول کرلیں گے اور یہ کہ ہزار سال کے بعد امت کے ایک دور کا خاتمہ وغیرہ۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی یہ دعویٰ کیا تھا کہ معاذ اللہ وہ خود محمدؐ ہیں، یہاں تک کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ خدا ہیں، مگر ان کے چیلے صدیق دیندار کئی بانس آگے جہنم کی طرف چلے گئے۔

انجمن دیندار کے فتنہ سے واقفیت اور اس کے شر سے بچنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ازحد ضروری ہے چاہئے کہ یہ کتاب بڑی تعداد میں شائع ہو کر مفت تقسیم کی جائے۔ امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں کمپوزنگ کی غلطیاں دور کر دی جائیں گی صفحات ڈال دیئے جائیں گے۔

معید اشرف ندوی

● جنوبی کوریا کی معروف مسلمان تنظیم "الاتحاد الاسلامی" کوریا کے دارالخلافہ سیئول کے مضافات میں ایک اسلامی یونیورسٹی کے قیام کی کوششوں میں مصروف ہے۔ کوریائی حکومت نے اس سلسلے میں ۴۳۰ ہزار مربع میٹر زمین تنظیم کے نام کرنے کا اعلان کردیا ہے جو سیئول شہر سے ۴۵ کلومیٹر پر واقع ہے، اس پروجیکٹ پر تقریباً ۴ ملین امریکی ڈالر کی لاگت آئے گی جو عالم اسلام کے غیر مسلمانوں سے جمع کئے جائیں گے۔

واضح ہو کہ الاتحاد الاسلامی" تنظیم کا قیام ۱۹۶۳ء میں عمل میں لایا گیا تھا۔ اسکے تحت ۱۹۷۴ء میں ایک اسلامی سینٹر کی تعمیر عمل میں لائی گئی ۱۹۷۵ء میں جامع مسجد تعمیر کی گئی اور ۱۹۷۶ء میں معهد اللغة العربية قائم کیا گیا۔ اسی طرح ۱۹۸۱ء میں یوسان اور کوانغو شہر میں مساجد کی تعمیر عمل میں لائی گئی۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جنوبی کوریا میں پہلی مسجد ۱۹۵۶ء میں تعمیر کی گئی تھی اور ۱۹۵۰ء میں پہلی دفعہ مسلمان ترک فوجوں کی شکل میں یہاں پہنچے تھے جو اقوام متحدہ کے تحت جنوبی اور شمالی کوریا کے درمیان جاری نزاع کے خاتمے کیلئے امن فوج کی حیثیت سے متعین کی گئی تھی، ترک افواج کے ہمراہ شیخ عبدالرحمن نامی ایک عالم دین امام اور خطیب کی حیثیت سے بھیجے گئے تھے جن کی اپنی کوششوں سے ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۶ء کے درمیانی عرصے میں جنوبی کوریا میں مسلمانوں کی تعداد چار ہزار سے تجاوز کر چکی تھی جو ۱۹۸۰ء میں ۵۰ ہزار تک پہنچ گئی اور اب اس ملک میں کل مسلمان ۵۷ ہزار کی تعداد میں آباد ہیں۔

● خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد اور ولی عہد شہزادہ عبداللہ نے مسلمانوں پر زور دیا ہے کہ وہ با اثر اقتصادی بلاک قائم کریں کیونکہ مسلمانوں کی سلامتی بین الاقوامی مفادات کے رحم و کرم پر نہیں ہونی چاہیئے۔ اپنے خصوصی پیغام میں انھوں نے کہا کہ مسلم ممالک اپنے علاقائی عرب اور اسلامی تنظیموں کے دائرۂ کار کے تحت نئے ورلڈ آرڈر کے قیام میں اہم کردار ادا کریں۔ شاہ فہد اور عبداللہ نے کہا کہ اسلامی دنیا۔ عالمی سطح پر اپنی قوت اور اثر و رسوخ بڑھانے کیلئے مل جل کر کام کرے۔ انھوں نے کہا کہ یہ اقدام اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان ریاستوں کی سلامتی اور مفادات کا تحفظ ہوسکے۔

● امریکہ کے حالیہ صدارتی انتخابات امریکی تاریخ کے سب سے مہنگے انتخابات ثابت ہوئے، پارلیمنٹ اور صدارتی امیدواروں نے ریکارڈ مقدار میں رقوم جمع کیں جبکہ امیدواروں نے فنڈز اکٹھا کرنے کے لئے بہت وقت صرف کیا صدارتی انتخابات کی مہم میں ری پبلکن امیدوار جارج بش نے ریکارڈ ۱۰۷۴ ملین ڈالر جمع کئے جب ڈیموکریٹک امیدوار الگور نے ۱۲۸ ملین ڈالر جمع کئے الیکشن مہم کے بارے میں تحقیق کرنے والے آزاد ادارے سینٹر فار ریسپونسیو پالیٹکس کی رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۱ء کے صدارتی انتخاب میں مجموعی طور پر ۱۶ ملین ڈالر جمع کئے گئے تھے۔

● لکھنؤ سے شائع ہونے والا ہندی روزنامہ اخبار راشٹریہ سہارا کے مطابق الہ آباد میں کمبھ میلے میں وشوہندو پریشد کو اپنے دھرم سنسد کی صدارت کیلئے ایک بھی تسلیم شدہ شنکر اچاریہ نہیں ملا جس کی وجہ سے اس کو کافی سبکی اٹھانی پڑی۔ البتہ بہت ہی تگ و دو کے بعد واسو دیو نند سرسوتی ہی مل پائے جنھیں شنکر اچاریہ کا نام استعمال کرنے پر عدالت نے روک لگادی ہے جبکہ اس وقت کمبھ میلے میں دو شنکر اچاریہ موجود تھے لیکن ان دونوں نے صدارت کرنے سے انکار کردیا واضح رہے کہ وشوہندو پریشد نے اس دھرم سنسد میں متنازعہ رام مندر کی تعمیر کی تاریخ متعین کرنے کیلئے کہا تھا لیکن وہ نہ کرسکی البتہ اپنے کو میڈیا میں جگہ دینے کی کوشش کی ہے
(۲۲ر جنوری سنہ ۲۰۰۱ء)

تعمیر حیات
لکھنؤ
پندرہ روزہ

اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے

اس (اللہ رب العزت) پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے۔ اس کے سامنے رہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے۔ اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے۔ اس کی بات مانو جو تم کو بلاتا ہے، اپنا ہاتھ اسے دو جو تم کو گرنے سے سنبھال لے گا۔ اور تم کو جہل کی تاریکیوں سے نکال لے گا۔ اور ہلاکتوں سے بچائے گا۔ دھو کر میل کچیل سے پاک کرے گا۔ تم کو تمہاری سڑاہند اور بدبو اور پست ہمتی، نفس بدکار ورفیقان گمراہ و گمراہ کن سے نجات دے گا۔ جو شیاطین کی خواہشیں اور تمہارے جاہل دوست ہیں۔ خدا کی راہ کے راہزن، اور تم کو ہر نفیس اور عمدہ، پسندیدہ چیز سے محروم رکھنے والے، کب تک عادت؟ کب تک خلق؟ کب تک خواہش؟ کب تک دنیا؟ کب تک آخرت؟ کب تک ماسوائے حق؟ کہاں چلے تم؟ (اس خدا کو چھوڑ کر جو) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور بنانے والا ہے۔ اول ہے۔ آخر ہے۔ ظاہر ہے۔ باطن ہے۔ دلوں کی محبت، روحوں کا اطمینان، گرانیوں سے سبکدوشی، بخشش واحسان، ان سب کا رجوع اسی کی طرف سے، اور اسی کی طرف سے اس کا صدور ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک ص/۲۶)

۱۰/ فروری ۲۰۰۱ء — سالانہ ۱۳۰/ روپئے — فی شمارہ ۶/ روپئے

صحت مند معاشرہ کی زندگی کے تین ستون

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ (النساء: ۱۱۴)

ترجمہ:- ان لوگوں کی بہت سی مشورتیں اچھی نہیں، ہاں اس شخص کی مشورت اچھی ہوسکتی ہے جو خیرات یا نیک بات یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے۔

آپ غور کریں گے تو یہ تین چیزیں ایسی ہیں جن پر ایک صالح معاشرہ قائم ہوسکتا ہے۔ وہ معاشرہ کے تین ستون ہیں۔ صدقہ، جب تک کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ ہمدردی نہ ہوگی، آدمی کی مدد کا جذبہ سینہ کے اندر کارفرما ہوگا اور وہ ایثار نہ کریگا، کوئی معاشرہ قائم نہیں ہوسکتا "اَوْ مَعْرُوفٍ" معروف بھی قرآن مجید کا ایسا لفظ ہے کہ اس کا ترجمہ نہیں ہوسکتا یعنی معقول و مستحسن بات جو چیز عرف میں داخل ہے اور جس کو فطرت سلیم رکھنے والے سب بالاتفاق اچھا کہتے ہیں، اس کا جو حکم دے گا، اب ہر جگہ کا معروف الگ ہوگا۔ یہاں کا معروف یہاں کے لحاظ سے ہوگا، دوسرے مقام کا معروف وہاں کے لحاظ سے ہوگا۔

اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ عام طور پر قبیلوں، خاندانوں میں "افساد ذات البین" کا منظر نظر آتا ہے یعنی آپس کے تعلقات کشیدہ ہیں، بستی بستی، گاؤں گاؤں، قصبے قصبے، یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے۔ خاص طور پر جہاں سادات آباد ہیں، کسی دل سوختہ شاعر نے یہاں تک کہہ دیا کہ۔ ؎

بہر جا مع می آیند سادات
فسادات، فسادات، فسادات

اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جہاں سادات جمع ہوں، پھر ماشاء اللہ سادات ہی سادات ہیں اور یوں بھی تشریح ہوسکتی ہے کہ پھر ناانصافیاں ہی ناانصافیاں اور جنگ و جدل ہی کا منظر نظر آئے گا۔

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، چور وہیں آتا ہے، جہاں مایہ ہوتی ہے، تو جو جتنا اونچا ہوتا ہے اسی پر شیطان حملہ کرتا ہے، تو یہ سادات، شیوخ، صدیقی فاروقی، انصاری، قریشی، اور ان کی مختلف شاخیں عثمانی، علوی، عباسی جہاں ہوتے ہیں ان میں شیطان بہت کامیاب ہوجاتا ہے اس لئے کہ ان کو ایک دوسرے سے مکدر کرنے اور شاکی بنانے کا کام دوسروں کے مقابلہ میں آسان ہوتا ہے۔ ان کی حیثیت، حیثیت عرفی بلند ہوتی ہے کچھ ان کی توقعات ہوتی ہیں۔ کچھ ان کی عادتیں ہوتی ہیں، کچھ وہ اپنا حق سمجھتے ہیں، شیطان اسی راستہ سے آتا ہے، دیکھو فلاں نے تمہیں سلام ٹھیک سے نہیں کیا، وہ حقیر سمجھتے ہیں، مالی حالت کچھ کمزور ہوگئی ہے، اب وہ اس طرح جھک کر سلام نہیں کرتے، اب دل صاف نہیں ہے۔

ہر مقام کو ان کی ضرورت ہے

یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ یہ واقعی ہر جگہ مشترک ہیں، صدقہ، معروف، اصلاح بین الناس، ہر مقام کو ان کی ضرورت ہے، جہاں صدقہ بند ہوجائے گا محبت کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، ہنس کر بولنا بھی صدقہ ہے، میٹھی زبان رکھنا اور خوش کلامی بھی صدقہ ہے۔ اگر کسی کا کوڑا گر جائے، اور وہ سواری پر ہو تو اٹھا کر اس کو دے دو یہ بھی صدقہ ہے، راستہ سے کانٹا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے، صدقہ کی سیکڑوں قسمیں ہیں، ایک صدقہ کہہ دیا اس لئے کہ یہ سب پر حاوی ہے یعنی خیر سگالی کا جذبہ، خیر خواہی اور مدد کا جذبہ اس کے بغیر کوئی معاشرہ، کوئی اجتماعی زندگی اول تو وجود میں نہیں آسکتی، اور اگر آئے تو رہ نہیں سکتی، اور پھر معروف" اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ" یہ قرآن ہی کہہ سکتا تھا۔ یہ آیت بھی معجزہ ہے، پورا تمدن انسانی پورا معاشرۂ انسانی اسی پر قائم ہے صدقہ، معروف، اصلاح بین الناس، آج ہر جگہ آپ دیکھیں گے کہ اس کے خلاف ہو رہا ہے، کہیں صدقہ کا دروازہ بند ہے، تو کہیں معروف کا دروازہ بند ہے تو کہیں دونوں چیزیں ہیں، لیکن اصلاح بین الناس کا دروازہ بند ہے، بگاڑنے والے لڑانے والے پچاس اور ملانے والا ایک.... تو ان تین چیزوں کا خیال رکھئے صدقہ، معروف، اصلاح بین الناس۔

چوتھی شرط اللہ نے یہ لگائی ہے، اس کار خیر میں نیت بھی ہونی چاہیئے۔ رضائے الٰہی کی" وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ" جو اللہ کی رضا کیلئے کام کرے اس میں ثواب ہے، یہ نہیں کہ صاحب ہم کریں گے تو وہ بھی کرے گا، اور اچھا ہے کہ اچھی زندگی گذرے گی یہ نہیں، بلکہ اللہ کی خالص رضا کیلئے۔

(ماخوذ از: قرآنی افادات)

تعمیر حیات

پندرہ روزہ — لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۱۰/فروری ۲۰۰۱ء ...... مطابق ...... ۱۵/ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ | شمارہ نمبر ۷

زر تعاون

سالانہ ----=/۱۳۰ روپے

فی شمارہ ------=/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک......۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ......۱۵ ڈالر

☆☆☆

نیچے بنے سرخ دائرہ میں نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

گذارش

خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام ...) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پارکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs 30

۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs 40

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سینٹی میٹر =/۸۵

بیرون ملک نمائندے

Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P O Box No 842, Madina Munawwara (K.S A.)	مدینہ منورہ
Mr. M. AKRAM NADWI O C I S , St Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K	برطانیہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P O Box 388, Vereninging,(S Africa)	ساؤتھ افریقہ
Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P O Box No 10894, DOHA-QATAR	قطر
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P O Box No 12525, DUBAI (U A E.) P.H. No: — 3970927	دبئی
Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H No 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)	پاکستان
Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 48 Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U S A.)	امریکہ

Internet Web-site: http://nadwa.virtualave.ne.

e-mail address: airp@lw1.vsnl.net.in

بات ابھی کی ہے اور تازہ ہے، ابھی زخم ہرا ہے، اورخون جما نہیں، ہزار ہاہزار انسانوں کی اچانک ہلاکت، کروڑوں اور اربوں کی دولت کا آنا فاناً زمین میں دھنس جانا، فلک بوس عمارتوں کا زمین دوز ہو جانا، بیان کرنے کو چند جملے اور دو سطریں کافی ہیں، لیکن جن پر یہ آفت آئی اور جو بستیاں تباہ ہوئیں ان کی کیفیات دنیا نے سنی اور لوگ اُف اور آہ کر کے بیٹھ گئے، کسی کے بس میں نہیں تھا کہ کسی کی زندگی میں دو چار لمحات کا اضافہ کر سکے، جب حادثہ رونما ہو چکا، اونچے مکانات میں رہنے والے جب زمین دوز ہو چکے تو ٹی، وی، (T.V.) کے مصور آئے اور انھوں نے دنیا کو تباہ کاری کا منظر دکھلایا، لیکن جس وقت یہ اچانک مصیبت آئی تھی، لوگ اچھے اور برے، خوشحال اور بدحال، بیمار اور تندرست، بچے اور بوڑھے سب اپنے حال میں مگن اور اپنی فکر میں مست تھے، کسی کو کیا معلوم کہ جس لمحہ یہ مصیبت آئی ہے، اس وقت لوگوں پر کیا گذری ہوگی، "جب برق تڑپ کر ٹوٹی تھی اس وقت کا عالم کیا ہوگا" آخرت کو بھولنے والے اور روز قیامت کا انکار کرنے والے کیا سوچتے ہوں گے؟ کہا جاتا ہے کہ جنوری ۱۹۳۴ء میں بہار کے شمالی علاقوں میں زلزلہ آیا تھا، خدا پرستوں نے کہا کہ یہ عذاب الٰہی ہے اور سائنسدانوں نے کہا کہ یہ سب وہم کی باتیں ہیں، اور نادانوں کے بنائے ہوئے افسانے ہیں؛ زمین کے اندر جو گیس جمع ہوتی ہے وہ اپنی جگہ سے اپنے نظام کے مطابق حرکت کرتی ہے، اور اس حرکت کا نتیجہ زلزلہ ہے، لکھنؤ کے ایک سخن داں صاحب فکر نے کہا کہ دونوں کی باتیں صحیح ہیں، مگر یہ دونوں دو مختلف سوالات کے جواب دے رہے ہیں، جب یہ پوچھا جائے کہ یہ عذاب کیوں آیا تو اس کا جواب خدا پرست نے صحیح دیا کہ یہ عذاب خداوندی کی ایک جھلک ہے، اور جس نے یہ کہا کہ زمین کے اندر گیس کی حرکت کا نتیجہ ہے، اس نے ایسے سوال کا جواب دیا جو "کیونکر" سے شروع ہوتا ہے، "کیوں" اور "کیونکر" میں فرق ہے، ابھی خدا اور رسول کو چیلنج کرنے والے انہیں سوالات میں الجھے ہوئے ہیں۔ آخرت کی سرزنش پر ایمان لانے والے جانتے ہیں کہ یہ عذاب نہیں تھا، عذاب کی ایک جھلک تھی، آسمان نہیں ٹوٹا، پورا کرۂ ارض اپنی جگہ سے نہیں ہلا، پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ کر روئی کی گالوں کی طرح نہیں پھیلے، وہ زلزلہ نہیں تھا جس کو قرآن نے کہا: ﴿إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ﴾ وہ "الساعۃ" (قیامت) کا زلزلہ کتنا مہیب ہوگا جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی کے دل پر کھٹکا، یہ ایک صرف معمولی سی جھلک تھی، پہاڑ کے سامنے کنکر، اور دریا کے سامنے ایک قطرہ، لیکن یہ جھلک کتنی مہیب تھی اور یہ پہاڑ کے دامن کا تنکا کس درجہ زبردست اور کتنا طاقتور تھا، جس کی معمولی اور مصیبت گذر جانے کے بعد لی ہوئی تصویریں ہمارے رونگٹے کھڑی کر رہی ہیں؟

دنیا بھر سے زبانی ہمدردی اور عملی امداد کا سیل رواں جاری ہے، لیکن اس دن کو یاد کیجئے جب ایک بھائی دوسرے بھائی کو، باپ اپنے بیٹے کو، شوہر اپنی بیوی کو، اور ماں اپنے بچے کو مدد پہونچانے پر قادر نہ ہوگی۔ ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ﴾ "(جس روز آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا)۔

مسلمان کب یورپ کی چالبازی سے ہوشیار ہونگے

از: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ــــ ترجمہ: محمد فرمان نیپالی متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء

ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا جب کہ مشرق کی مسلمان اور خصوصاً عرب قومیں مشرقی مزاج کی حامل اور اسلامی الفطرت تھیں، اور ان پر خارجی اثرات نے کوئی اثر نہیں ڈالا تھا، لیکن جب سے مشرق نے یورپ سے سائنسی علوم کی خوشہ چینی شروع کی جس کو انھوں نے اصلاً مسلمانوں سے حاصل کیا تھا تو ایک فطری بات تھی کہ وہ اس سے متاثر ہوتے جبکہ اس کا بڑا حصہ مفید نافع بھی ہے، بشرطیکہ مکمل احتیاط اور ہوشمندی سے یہ کام ہوتا، لیکن ہر غالب قوم سے مرعوبیت اور ہر پُر فریب شئے سے گرویدگی انسان کو اس کے اصل مقام سے ہٹا دیتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرق کے نوجوان انتہا پسند ملحد و بے دین یورپ کے افکار و نظریات سے متاثر ہو گئے اور اس کی تہذیب و تمدن کے سامنے ہوش و حواس کھو بیٹھے، اور احساس کمتری کے شکار ہو گئے، صورت حال یہ ہے کہ آج انھوں نے اس بات کو فراموش کر دیا ہے کہ یہی اہل یورپ جنہوں نے پانچ صدی قبل ان کے عظیم اسلاف کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے، وہ ان سائنسی علوم سے یکسر دور تھے جس میں آج انھوں نے ترقی حاصل کر لی ہے، ان کے نوجوانوں نے اس کے مبادی کو اسپین کے اسلامی اور عربی سرچشموں سے اخذ کیا تھا، چنانچہ یورپ نے کوشش کی اور جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا ان کی کوشش تیز تر ہوتی گئی، حتی کہ وہ اہل عرب اور ان مسلمانوں پر فائق ہو گئے جو دنیا میں علوم و فنون، طاقت و قوت اور سیاست میں تقریباً چھ سو سال تک نمایاں تھے، اور یہ صورتحال اس وقت پیش آئی تھی جب کہ یورپ جہالت و ناخواندگی اور ادبار و اضمحلال کی وسیع وعریض وادی میں بھٹک رہا تھا، لیکن اس کے بعد مسلمان علمی زندگی اور عقلی میدان میں اپنی کوشش جاری نہ رکھ سکے اور اپنی غفلت سے پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

لیکن یورپ نے مسلمانوں کے علم سے جو انھوں نے مسلمانوں کے عہد زریں میں اندلس جا کر حاصل کیا اور آنکھیں کھولیں تو مادی اور سائنسی علوم میں اپنی کوششیں تیز تر کرنے لگا اور اس نے برابر مختلف ادوار میں مسلمانوں کے فضل و کمال پر پردہ ڈالنے کی ناپاک کوشش کی، جب کہ اس کی فوجیں اسلامی فوجوں کے سامنے پے در پے شکست کھا رہی تھیں، اور کمزور و پسپا ہو رہی تھیں۔ اسی وقت سے یورپ مسلمانوں کے تئیں دل میں بغض و عداوت رکھتا ہے اور ان کی طاقتوں کو پاش پاش کر دینے میں دلچسپی دکھاتا ہے، اور ان مسلمانوں کے علاقوں میں فوج کشی کرنے اور ان کے مالوں پر قبضہ جمانے اور ان کی عزت و آبرو کو پامال کرنے اور ان کی اخلاقی و انسانی قدروں کو ختم کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے، چنانچہ اب وہ اسلامی ملکوں پر حملے کرنے لگا ہے، اور اپنے آلات و وسائل اور اپنی خفیہ سازشوں اور دسیسہ کاریوں سے ان پر اپنی چھاپ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے، جس کی وجہ سے اس نے مشرقی علاقوں میں مسلمانوں کی معنوی طاقت ختم کرنے میں خاصی کامیابی حاصل کر لی ہے، اور اس نے اپنے مقصد تک پہونچنے کے لئے ظلم و زیادتی اور انسانی طاقت کو پامال کرنے اور خود مساوات و جمہوریت کے ان قوانین کو چاک کرنے کا طریقہ اپنایا، جس کی پرزور دعوت اس کے سیاسی لیڈران دے رہے ہیں، وہ اپنی باتوں سے مشرقی اقوام کو انصاف اور جمہوریت کا درس دے رہے ہیں، جب کہ دوسری طرف انھیں کے لوگ جن کے ہاتھ میں حکومت و سیاست ہے ان کی مخالفت کر رہے ہیں، پھر یہی لوگ اپنے علمی اور پرفریب ادبی جائزہ کی راہ سے ان کی تائید کرتے ہیں، لیکن اگر مسلمان اپنی اصل و صحیح فکر کی حفاظت کریں اور اپنے اس نافع موروثی سرمایہ سے فائدہ اٹھائیں، جس نے دراصل ان کے اندر اور ان کے تعاون سے فرزندان یورپ میں علمی اور فکری کارکردگی کی قندیلوں کو روشن کیا ہے، تو یہ مسلمانوں کے لئے کوئی زیادہ دشوار بات نہیں، علمی سرمایہ کے محققین اور ان پر ریسرچ (RESOURCE) کرنے والوں کے اعترافات اس کی شہادت دیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے علوم و افکار کے بہت سارے نقوش ان جدید انکشافات اور ترقی پذیر علمی تحقیقات میں پائے جاتے ہیں، لیکن یہی یورپ جس نے علمی روشنی کی شعاعیں اسپین اور مشرقی اسلامی شہروں میں ہمارے باکمال اسلاف سے اخذ کی تھیں، اس نور کو اپنی مذہبی اور نسلی عصبیت

سے ملادیا، مسلمانوں اور اہل عرب کے ساتھ اس اخلاق سوز آگ کا سلوک کیا جو انسانی اخلاق کو یہ سمجھتے ہوئے خاکستر کرتی ہے کہ یہ محض ایک نور ہے جو انسانیت کو چمک دمک، تراش وخراش، خوشنمائی ودلفریبی عطا کرتا ہے، مشرق والوں اور خصوصاً اہل عرب کے ذہن سے یہ بات نکل چکی ہے کہ وہ لوگ یورپ سے ایسی چیز حاصل کررہے ہیں جو نور ونار کا مجموعہ ہے، جو ان کے لئے زندگی کے ایک پہلو میں نافع بھی ہے مگر اسی کے ساتھ وہ ان کی انسانی خصوصیات، اسلامی امتیازات کو پژمردہ وبے جان کررہی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ مغرب کے ان اشیاء سے ہوشیار نہیں ہورہے ہیں جو ان کے لئے باعث نقصان ہیں، لہٰذا اس کو اختیار کرنے میں احتیاط ودانشمندی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، کیونکہ اس کے اندر ایسے مادی وسائل اور ایسے سائنسی انکشافات ہیں جو اس کے اختیار کرنے والوں کے لئے مفید ہیں، اور اس کے اندر ایسے سیکولر (لادینی) فلسفے، غلط افکار اور ایسے طریقۂ کار ہیں جو انسانی اقدار کے لئے نقصان دہ ہیں، جس کو یورپ کے علما، وادبا اوران کے تعلیمی وتربیتی دونوں میدانوں کے باختصاص مصنفین نے ظلم وزیادتی، جبر واستبداد، ناحق قتل وغارت گری اور کمزور قوموں اور محتاج لوگوں کے ساتھ اپنے سلوک اور ان کو شہر بدر کرنے کی اپنی کوششوں پر دبیز پردہ ڈال کر اپنا رہے ہیں، اور یہ جتا رہے ہیں کہ اس سے ان کا مقصد ان کو صحیح راستہ پر لانا ہے، ہندوستان میں ان کی آزادی کی سعی پیہم کے بعد مسلمانوں کے لاکھوں بچے قتل کئے گئے جو تحریک آزادی مسلمان اور ہندو فوجیوں نے سامراجیوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے اندر برپا کی تھی، چنانچہ سامراجی طاقت نے مالدار، صاحب حیثیت مسلمانوں اور مشہور علمائے دین کو مختلف طریقوں سے پریشان کیا، یا تو قید کی سزا دی، یا جلا وطن کیا، یا موت کے گھاٹ اتار دیا، حتیٰ کہ جس ممتاز مسلمان کو وہ پاتے اس کی جائیداد ضبط کرتے، اس کی املاک تباہ کرتے، اور اس کو دار ورسن کی راہ دکھاتے، اور اس پر گھناؤنے الزامات لگا کر طول طویل مقدمے چلاتے، بالآخر انتہائی ظلم وستم کے بعد اسے قتل کردیتے، نیز اس طرح ان لوگوں نے مسلمانوں کو تعلیم وترقی کے مواقع سے محروم کردیا، تاکہ اجتماعی زندگی کے میدان میں ان کا کوئی امتیاز نہ رہے، اور اگر انھیں تعلیم کا موقع دیتے تو اپنے اسی نصاب تعلیم کے ذریعہ جو یوروپین کے مقابلہ میں ان کے اندر احساس کہتری پیدا کرتا، اور مغربی فکر کی برتری اور مشرقی اقدار وخصوصیات کی حقارت پیدا کرتا ہے، مسلمان یورپ کے سائنسی سرچشموں سے استفادہ کی وجہ سے اس پر یقین رکھتے تھے کہ اہل یورپ ہی افضل واعلیٰ، بلند وبالا اور جمہوری وانصاف پرور ہیں، اور مسلمان خاص طور پر عرب مسلمان وحشی ودرندہ صفت جاہل ونادان اور زندگی کے تمام شعبوں میں پچھڑے ہوئے ہیں۔

یورپ اپنے اس طریقۂ کار سے ذہن ودماغ کو گمراہ کرنے اور اپنے منافع کے لئے اس کو استعمال کرکے اپنے مقصد میں کامیاب ہوا، اس نے اپنے مکر وفریب سے متحدہ اقوام کے مابین ایک فریق کے خلاف دوسرے فریق کی حمایت کرکے تفرقہ بازی اور عداوت ودشمنی کی آگ بھڑکائی، جس کی وجہ سے عالم اسلام اور خصوصاً عالم عرب کٹے ہوئے اعضاء کے مانند ہوگئے، جس سے مسلمانوں کی شان وشوکت کا خاتمہ ہوگیا، اور اس سے ان کے عقل وخرد میں یوروپین اقوام کے سامنے شکست خوردگی، احساس کمتری اور حد سے زیادہ مرعوبیت پیدا ہوگئی، یہ بات مشرقی قوموں میں اور بالخصوص عرب ممالک میں کھلے طور پر سامنے آئی، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ ممالک یورپ کی سرزمین سے قریب ہیں، چنانچہ سامراجی حکومتیں، مادی طاقتوں اور اپنی دسیسہ کاریوں سے عرب ممالک سے برسرپیکار ہوئیں، اور وہاں کے باشندوں کے دلوں میں بغض وعداوت، نفرت ودشمنی کے بیج بودیئے اور جاہلی متعصبانہ قومیت کے جذبات واحساسات کو بھڑکایا، اور ایک حاکم کے تحت رہنے والے لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف سیاسی طور پر عدم رضامندی کے جذبات کو ہوا دی، جس طرح ترکی کی اسلامی حکومت میں پیش آیا کہ وہ حکومت وہاں کے باشندوں کے عقلوں کی گمراہی کے نتیجہ میں ٹکڑیوں میں تقسیم ہوگئی، جو باہم دست وگریباں ہے، جب کہ دوسری طرف شمالی امریکی ریاستیں اپنے باشندوں کے یورپ وافریقہ کے متعدد علاقوں سے نسلی نسبت رکھنے کے باوجود یکسانی سرمایہ، اور معاشی واقتصادی صلاحیت واستعداد سے بھرپور ایک متحد ریاست بن گئی ہیں، اسی طرح روس نے بھی اپنے پڑوسی ممالک کے ساتھ یکسانیت کا عملی نمونہ پیش کیا ہے جبکہ ان کے درمیان بھی زبان، تہذیب وثقافت اور دین ومذہب کا اختلاف ہے، لیکن ایک اسلامی حکومت جو عرب وعجم، ترکی وکردی اقوام پر مشتمل تھی، وہ منقسم ہوکر باہم دست وگریباں ہوگئی، کیونکہ حکومت کے ماتحت رہنے والے

ن طبقات کو حکومت کی طرف سے حقوق کی
فی ——— اور ظلم و زیادتی کا احساس
، باوجودیکہ یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے
ت سے ظالم وجابر حکمراں آئے اور چلے گئے،
ن ان کی حکومتیں باقی ہیں، کیونکہ حکومتوں کا
پنے اقوام وملل اور خاص طور پر کمزوروں کے
وق میں کوتاہی کرنا یہ تو ظالموں کا شیوہ ہے
میں عوام کا یہ حق بجا ہے کہ ظلم کے خلاف صدائے
تجاج بلند کریں، پھر مصائب ومشکلات خود
ود حل ہو جائیں گے، اور ایسا بھی ہو سکتا ہے
بھی یہ مسائل فی الفور حل نہ ہوں البتہ انتظام
انصرام پر اس کا برا اثر نہیں پڑے گا، اور نہ
ملک ٹکڑیوں میں بٹے گا، کیونکہ تھوڑی دیر کے
ے بھی ملک کی تقسیم بہ نسبت افراد یا جماعتی
نسلی حقوق کی پامالی کے زیادہ ضرر رساں ہے،
یونکہ جب بھی کسی مقام میں ظلم وزیادتی، حق تلفی
نا انصافی ہوتی ہے تو دشمنانِ اسلام موقع
و غنیمت سمجھتے ہیں، یہی بات ممالک عربیہ اور
دوسرے اسلامی ممالک اور ہندوستان، اسپین
شمالی افریقہ، ایشیائے کوچک کے ممالک، اور
جنوبی مغرب میں پیش آئی، کیونکہ ہندوستان
یں ظالم وجابر حکمرانوں کے باہمی اختلاف نے
سامراجی طاقتوں کے لئے یہ موقع فراہم کیا کہ
ہ اسلامی تشخصات کا خاتمہ کریں، اور تعلیمی
عاشی اور سیاسی میدانوں میں بھی اسلامی
طاقتوں کا صفایا کریں، یہ بات اس ہندوستان
یں بھی پیش آئی جو اپنے رقبہ کی وسعت اور
اسلامی وانسانی علوم کی عظیم خدمت کی وجہ
سے کسی اسلامی ملک سے کم نہ تھا، نہ کم تھا
ور نہ ہے، حالانکہ اس کی زبان عربی نہیں تھی
ور نہ یہ اپنی معاشی واقتصادی حیثیت میں بھی
سی اسلامی ملک سے کم تھا جس کی کنجی مسلمانوں

کے ہاتھ میں تھی، کیونکہ اس ہندوستان میں
مسلمانوں کی تعداد دیگر اسلامی ملکوں سے
زیادہ ہے، یہ حقیقت ہے کہ انگریزوں نے
اپنی چال بازی وجعل سازی سے ان طاقتوں
کے خاتمہ کے لئے قسم قسم کے ہتھکنڈے
استعمال کئے، لیکن یہ اللہ کی مشیت نہیں تھی،
جس کی وجہ سے ان کی کوشش صدا بصحرا ثابت
ہوئی، چنانچہ مسلمان زندہ رہے، اگرچہ کمزوری
وپسپائی اور ذلت وخواری کے ساتھ، لیکن ان
کا صفایا نہیں ہوا، اب ان میں بیداری اور
اٹھان کے آثار آنے لگے ہیں، افریقہ، ایشیا
اور یورپ کے مسلم ممالک جو ایک ہی حکومت
کے زیر نگیں تھے، وہ ایسی مضبوط اور طاقتور
حکومت تھی جس سے دشمنانِ اسلام خوفزدہ
تھے، اور وہ ایک ایسی طاقت تھی جو ہر حریف
کو چیلنج کرتی تھی، ڈراتی ودھمکاتی تھی، ہر
سیاسی مداخلت اور تہذیبی خرابی کو روکنے
کی طاقت رکھتی تھی، وہ اس اتحاد کے ختم ہونے
کے بعد اس طرح کمزور وپسپا ہو گئے کہ یہ اور
دوسرے تمام اسلامی ممالک قعر ذلت میں گر گئے،
ایسا اس وجہ سے ہوا کہ وہاں کے باشندوں
نے نسلی وقبائلی نعروں کو تسلیم کیا جس سے
سامراجیت کو آگے بڑھنے میں مدد ملی، اور
دلوں میں اس کی اہمیت بھر دی گئی، جب ان
پُرفریب نعروں نے اپنا کام کر لیا تو سامراجیت
نے اسے اپنی منفعت کے لئے استعمال کیا،
اور پہلے جو اسلامی ممالک ایک سیاسی
اور فوجی نظام کے ماتحت تھے جیسے ایک
لڑی میں پروئے ہوئے ہوں ان کو چھوٹی چھوٹی
حکومتوں میں تقسیم کیا، جو ایک دوسرے
سے قومی بنیاد پر عداوت رکھتے ہیں اور مختلف
کشمکشوں کے شکار ہیں، یورپ اپنے اساس

پر قائم ودائم رہا، یہی ان ممالک کے درمیان
ثالث کی حیثیت رکھتا ہے، بلکہ یہی ان کے
سارے معاملات کو سر انجام دیتا ہے اور اپنے
ہی کو ان کا ذمہ دار سمجھتا ہے، چنانچہ اہل عرب
کو مجبوراً اس سے راضی ہونا پڑا، کیونکہ سیاسی
اتحاد سے الگ ہو کر انھوں نے ہی ان کے لئے
صدیوں سے راستہ کو ہموار کیا، لیکن وہ
پسِ پردہ سامراجیت کے ماتحت ہو گئے جس
کو استقلال کا نام دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ
سامراجیت کے سامنے انھوں نے اس حد تک
خود سپردگی کی کہ ان کی حکومتیں اپنی کثرت کے
باوجود شکست کھا گئیں، اور اس اسرائیل کے
سامنے جھک گئیں جس کو مسلمان اپنے دورِ اقتدار
میں ایک بالشت زمین بھی دینے کے لئے تیار
نہیں تھے، لیکن اب حال یہ ہے کہ فلسطین کے
سربراہ جو اسرائیل کے معاملہ میں ذرا سی تساہلی
پر غضبناک ہو جاتے تھے ایک معمولی سی حکومت
سے بڑھ کر جو ان کے سیاسی ذمہ دار کی حیثیت
سے اس کو حاصل ہو گئی تھی اسے مستقل طور
پر تسلیم کرنا پڑا، وہ ان کے سامنے سرِ تسلیم خم
کرتے ہیں، ان کی باتوں کو قبول کرتے ہیں اور
بالکل اس کے تابع ہو جاتے ہیں، کیا مسلمان اپنے
اس تفرق ونا اتفاقی اور اپنے مختلف قومی نعروں
پر عمل پیرا ہونے سے پہلے اس کا تصور کر سکتے
تھے، مگر یہ بڑی حقیر وذلت آمیز صورتِ حال
ہے عرب ممالک یورپ کی اطاعت وفرمانبرداری
اور اپنی غیرت وحمیت کو کھو دینے اور اپنے
دین کے ساتھ بے وفائی کے نتیجہ میں اس سے
دوچار ہیں، لیکن یہ ممالک یورپ کی عظمت
وبلندی کے قائل ہیں، اور اس سے محبت ودوستی
کا ہاتھ بڑھا چکے ہیں، اور اس کے سامنے سرنگوں
ہیں، جس نے ان کو زیر کیا، ان کی عزت کو پامال

(باقی صـ ۲۴ پر)

ایسی دلکش آواز جس نے زندگی کا رُخ بدل دیا

زاہد عبدالرحمٰن

محمد بن سماکؒ فرماتے ہیں کہ بنو امیہ کے
ں میں موسیٰ بن سلیمان الہاشمی بہت
بر دردہ رئیس تھا دل کی خواہشات پوری
نے میں ہر وقت منہمک رہتا، کھانے میں
، میں، لباس میں، لہو ولعب میں، خواہشات
رلذات کی ہر نوع میں اعلیٰ درجہ پر تھا،
ے لڑکیوں میں ہر وقت منہمک رہتا، نہ اس
دئی غم تھا نہ فکر، خود بھی نہایت حسین چاند
ٹکڑے کی طرح سے تھا اللہ تعالیٰ شانہ کی
رع کی دنیوی نعمت اس پر پوری تھی۔ اس
آمدنی تین لاکھ تین ہزار دینار (اشرفیاں)
لانہ تھی جو ساری کی ساری اسی لہو ولعب میں
رنج ہوتی تھی۔ ایک اونچا بالاخانہ تھا، جس
ں کی کھڑکیاں تو شارع عام کی طرف کھلی
ئی تھیں جن میں بیٹھ کر وہ راستے چلنے
ولے کے نظارے کرتا۔ اور کئی کھڑکیاں
سری جانب باغ کی طرف کھلی ہوئی تھیں
ن میں بیٹھ کر وہ باغ کی ہوائیں کھاتا خوشبوئیں
ونگھتا، اس بالاخانہ میں ایک ہاتھی دانت کا
تھا جو چاندی کی میخوں سے جڑا ہوا تھا اور
نے کا اس پر جھول تھا اس کے اندر ایک
ت تھا جس پر موتیوں کی چادر تھی اور اس
کے سر پر موتیوں کا جڑا ؤ عمامہ تھا اس
میں اس کے یار و احباب جمع رہتے، خدام

ادب سے پیچھے کھڑے رہتے، سامنے ناچنے
گانے والیاں قبہ سے باہر مجتمع رہتیں، جب
گانا سننے کو دل چاہتا وہ ستار کی طرف
ایک نظر اٹھاتا اور سب حاضر ہو جاتیں اور
جب بند کرنا چاہتا ہاتھ سے ستار کی طرف
اشارہ کر دیتا گانا بند ہو جاتا، راتوں کو ہمیشہ
جب تک نیند نہ آتی یہی شغل رہتا اور جب
(شراب کے نشے سے) اس کی عقل جاتی یاران
مجلس اٹھ کر چلے جاتے وہ جونسی لڑکی کو چاہتا
پکڑ لیتا اور رات بھر اس کے ساتھ خلوت
کرتا، صبح کو وہ شطرنج چوسر وغیرہ میں مشغول
ہو جاتا اس کے سامنے کوئی رنج وغم کی بات،
کسی کی موت، کسی کی بیماری کا تذکرہ بالکل
نہ آتا، اس کی مجلس میں ہر وقت ہنسی اور خوشی
کی باتیں، ہنسانے والے قصے اور اسی قسم
کے تذکرے رہتے، ہر دن نئی نئی خوشبوئیں
جو اسی زمانہ میں کہیں ملتیں وہ روزانہ اس
کی مجلس میں آتیں، عمدہ عمدہ خوشبوؤں
کے گلدستے وغیرہ حاضر کئے جاتے، اسی
حالت میں اس کے ستائیس برس گذر گئے۔

ایک رات کو وہ حسب معمول اپنے
قبہ میں تھا دفعۃً اس کے کان میں ایک ایسی
سریلی آواز پڑی جو اس کے گانے والوں کی
آواز سے بالکل جدا تھی لیکن بڑی دلکش تھی

اس کی آواز کان میں پڑتے ہی اس کو بے چین
سا کر دیا، اپنے گانے والوں کو بند کر دیا اور قبہ
کی کھڑکی سے باہر سر نکال کر اسی آواز کو سننے
لگا اور آواز کبھی کان میں پڑ جاتی کبھی بند ہو جاتی
اس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ یہ آواز جس
شخص کی آرہی ہے اس کو پکڑ کے لاؤ، شراب
کا دور چل رہا تھا خدام جلدی سے اس آواز
کی طرف دوڑے اور اس آواز کو تلاش کرتے
کرتے مسجد میں پہونچے جہاں ایک جوان نہایت
ضعیف بدن، زرد رنگ گردن سوکھی ہوئی،
ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی، بال پراگندہ، پیٹ کمر
سے لگا ہوا، دو ایسی چھوٹی چھوٹی لنگیاں اس
کے بدن پر کہ ان سے کم میں بدن نہ ڈھک سکے
مسجد میں کھڑا ہوا اپنے رب کے ساتھ مشغول
تلاوت کر رہا تھا، یہ لوگ اس کو پکڑ کر لے گئے
نہ اس سے کچھ کہا نہ بتایا، ایک دم اس کو مسجد سے
نکال کر وہاں بالاخانہ پر لے جا کر اس کے
سامنے پیش کر دیا۔ حضور یہ حاضر ہے۔ وہ
شراب کے نشے میں کہنے لگا۔ یہ کون شخص ہے،
انھوں نے عرض کیا، حضور یہ وہی شخص ہے،
جس کی آواز آپ نے سنی تھی، اس نے پوچھا
یہ تم اس کو کہاں سے لائے ہو؟ وہ کہنے لگے،
حضور! یہ مسجد میں تھا، کھڑا ہوا قرآن شریف
پڑھ رہا تھا۔

اس رئیس نے اس فقیر سے پوچھا کہ تم
کیا پڑھ رہے تھے۔ اس نے اعوذ باللہ پڑھ کر
یہ آیتیں بتائیں۔

" اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ہ عَلَی الْاَرَآئِکِ
یَنْظُرُوْنَ ہ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ
خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ط وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ
الْمُتَنَافِسُوْنَ ہ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ
عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ۔ (سورۂ مطففین)

جن کا ترجمہ یہ ہے۔ بے شک نیک لوگ (جنت کی) بڑی نعمتوں میں ہوں گے، مسہریوں پر بیٹھے ہوئے (جنت کے عجائب) دیکھتے ہوں گے اے مخاطب تو ان کے چہروں پر نعمتوں کی شادابی و سرسبزی محسوس کرے گا اور ان کے پینے کے لئے خالص شراب سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی (ایک دوسرے پر) حرص کرنے والوں کو ایسی ہی چیزوں میں حرص کرنا چاہئے (کہ یہ نعمتیں کس کو زیادہ ملتی ہیں اور ان کا ملنا اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے ان اعمال میں حرص کرنا چاہئے جن سے یہ نعمتیں حاصل ہوں) اور اس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی (شراب میں کوئی چیز ملائی جاتی ہے تو اس سے اس کا جوش زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ تسنیم جنت کا) ایک ایسا چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پانی پیتے ہیں (یعنی اس چشمہ کا پانی مقرب لوگوں کو تو خالص ملے گا اور نیک لوگوں کی شراب میں تھوڑا سا ملا دیا جائے گا)۔

اس کے بعد اس فقیر نے کہا ارے دھوکہ میں پڑے ہوئے تیرے اس محل کو تیرے اس بالا خانہ کو، تیرے ان فرشتوں کو ان سے کیا مناسبت، وہ بڑی اونچی مسہریاں ہیں جن پر فرش بچھے ہوئے ہیں، ایسے فرش جو بہت بلند ہیں۔ (الواقعہ ا) ان کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے (الرحمٰن۔۳) سبز مشجر اور عجیب غریب خوبصورت کپڑوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں (رحمٰن۔۳) اللہ کا ولی ان مسہریوں پر سے ایسے دو چشموں کو دیکھے گا جو دو باغوں میں جاری ہوں گے۔ (رحمٰن۔۳) ان دونوں باغوں میں ہر قسم کے میوے کی دو قسمیں ہوں گی (کہ ایک ہی قسم کے میوے کے دو مزے ہوں گے) (رحمٰن۔۳) وہ میوے نہ تو ختم ہوں گے نہ ان کی کچھ روک ٹوک ہوگی (جیسا دنیا میں باغ والے توڑنے سے روکتے ہیں) (الواقعہ ع ا) وہ لوگ پسندیدہ زندگی میں بہت بلند مقام پر جنت میں ہوں گے (الحاقہ ع ا) ایسی عالی مقام جنت میں ہوں گے جہاں کوئی لغویات نہ سنیں گے، اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے اور اس میں اونچے اونچے تخت بچھے ہوں گے آب خورے رکھے ہوئے ہوں گے اور برابر گدے لگے ہوئے ہوں گے اور سب طرف قالین ہی قالین پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے (کہ جہاں چاہیے بیٹھیں ساری ہی جگہ صدر نشین ہے) (غاشیہ) وہ لوگ سایوں اور چشموں میں رہتے ہوں گے (والمرسلات۔۲۔) اس جنت کے پھل ہمیشہ رہنے والے ہوں گے (کبھی ختم نہ ہوں گے) اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔

یہ تو انجام ہے متقی لوگوں کا، اور کافروں کا انجام دوزخ ہے (رعد۔ع ۵) وہ کیسی سخت آگ ہوگی (اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے) بے شک مجرم لوگ جہنم کے عذاب میں، وہ عذاب کسی وقت بھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ لوگ اس میں مایوس پڑے ہوں گے (زخرف ع ۶) بے شک مجرم لوگ بڑی گمراہی اور (حماقت کے) جنون میں پڑے ہوئے ہیں (ان کو اپنی حماقت اس دن معلوم ہوگی جس دن وہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے، اور ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کی آگ لگنے کا (اس میں جلنے کا) مزہ چکھو (قمر ع ا) وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور کالے دھوئیں کے سائے میں ہوں گے (واقعہ ع ا) مجرم آدمی اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹوں کو، بیوی کو، بھائی کو اور سارے کنبے کے جن میں رہتا تھا اور تمام روئے زمین کے آدمیوں کو اپنے فدیہ میں دیدے پر کسی طرح عذاب سے بچ جائے لیکن یہ ہرگز ہرگز نہ ہوگا، وہ آگ ایسی شعلہ والی ہے کہ بدن کی کھال تک اتار دے گی اور وہ آگ ایسے شخص کو خود بلائے گی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور (اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے) بے رخی کی ہوگی اور (ناحق) مال جمع کیا ہوگا اور اس کو اٹھا کر حفاظت سے رکھا ہوگا (معارج ع ا) یہ شخص نہایت سخت مشقت میں ہوگا، اور نہایت سخت عذاب میں، اور اللہ تعالیٰ شانہ کے غصہ میں ہوگا، اور یہ لوگ اس عذاب سے کبھی نکلنے والے نہیں ہوں گے (اس کلام میں اس فقیر نے جنت اور دوزخ کی بہت سی آیات کی طرف اشارہ کر دیا، جن کی سورت اور رکوع کا حوالہ لکھ دیا گیا، پوری آیات مترجم قرآن شریف سے دیکھی جا سکتی ہیں)۔

وہ ہاشمی رئیس فقیر کا کلام سن کر اپنی جگہ سے اٹھا اور فقیر سے معانقہ کیا اور خوب چلّا کر رویا اور اپنے سب اہل مجلس کو کہہ دیا کہ تم چلے جاؤ اور فقیر کو ساتھ لے کر صحن میں گیا اور بورے پر بیٹھ گیا اور اپنی جوانی پر توجہ کرتا رہا، اپنی حالت پر روتا رہا، اور فقیر اس کو نصیحت کرتا رہا، یہاں تک کہ صبح ہوگئی اس نے اپنے سب گناہوں سے اول فقیر کے سامنے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ شانہ سے اس کا عہد کیا کہ آئندہ کبھی کوئی گناہ نہ کرے گا پھر دوبارہ دن میں سارے مجمع کے سامنے توبہ کی اور مسجد کا کونہ سنبھال کر اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت میں مشغول ہو گیا، اور اپنا وہ سارا سازو سامان، مال و متاع سب فروخت کر کے صدقہ کر دیا، اور تمام نوکروں کو موقوف کر دیا اور جتنی چیزیں ظلم و ستم سے لی تھیں، سب

دی کو واپس کیں، غلام اور باندیوں میں
بت سے آزاد کئے اور بہت سے فروخت
ان کی قیمت صدقہ کر دی اور موٹا لباس
کی روٹی اختیار کی، تمام رات نماز پڑھتا
روزہ رکھتا، حتیٰ کہ بزرگ اور نیک لوگ
ے پاس اس کی زیارت کو آنے لگے، اور
ہدہ اس نے شروع کر دیا کہ لوگ اس
ے حال پر رحم کھانے کو اور مشقت میں
نے کی فرمائش کرتے اور اس کو سمجھاتے
تعالیٰ شانہٗ نہایت کریم ہیں، وہ تھوڑی
پر زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں، مگر وہ کہتا
ستو! میرا حال مجھ ہی کو معلوم ہے، میں
ے مولیٰ کی رات دن نافرمانیاں کی ہیں،
بڑے گناہ کئے ہیں، یہ کہہ کر وہ رونے
ر خوب روتا، اسی حالت میں ننگے پاؤں
حج کو گیا، ایک موٹا کپڑا بدن پر تھا ایک
در ایک تھیلا صرف ساتھ تھا، اسی حالت
کرمہ پہونچا، اور حج کے بعد وہیں قیام
، وہیں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔
مکہ کے قیام میں رات کو حطیم میں جا کر
روتا اور گڑگڑاتا اور کہتا کہ میرے مولیٰ
کتنی خلوتیں ایسی گذر گئیں جن میں میں نے
یاں بھی نہ کیا، میں نے کتنے بڑے بڑے
سے تیرا مقابلہ کیا، میرے مولیٰ میری
سا ساری کی ساری جاتی رہیں (کہ کچھ بھی نہ
) اور میرے گناہ میرے ساتھ رہ گئے۔
ہے میرے لئے اس دن جس دن تجھ
لاقات ہوگی (یعنی مرنے کے بعد) میرے
اکت بر ہلاکت ہے یعنی بہت زیادہ
ت ہے اس دن جس دن میرے اعمالنامے
لے جائیں گے۔ آہ! وہ میری رسوائیوں
بھرے ہوئے ہوں گے، وہ میرے گناہوں
سے پُر ہوں گے، بلکہ تیری ناراضی سے مجھ پر
ہلاکت اتر چکی ہے اور تیرا عتاب مجھ پر ہلاکت
ہے، جو تیرے ان احسانوں پر ہوگا جو ہمیشہ تونے
مجھ پر کئے اور تیری ان نعمتوں پر ہوگا جن کا ہمیشہ
گناہوں سے مقابلہ کیا اور تو میری ساری حرکتوں
کو دیکھ رہا تھا، میرے آقا! تیرے سوا میرا کون
سا ٹھکانا ہے جہاں بھاگ کر چلا جاؤں، تیرے
سوا کون شخص ایسا ہے، جس سے التجا کروں،
تیرے سوا کون ہے جس پر کسی قسم کا بھروسہ
کروں، میرے آقا، میں اس قابل ہرگز نہیں
ہوں کہ تجھ سے جنت کا سوال کروں، البتہ محض
تیرے کرم سے، تیری عطا سے، تیرے فضل سے اس
کی تمنا کرتا ہوں کہ مجھ پر رحم فرمادے، اور میرے
گناہ معاف کردے۔

فَاِنَّكَ اَهلُ التَّقوىٰ وَاَهلُ المَغفِرَة۔

(فضائل صدقات ج ۲ ص ۵۳۸)

(بقیہ)

مولانا سلیمان صاحبؒ

مولانا سلیمان صاحبؒ اپنے مخلص رفقاء، مولانا عبد الرحمٰن صاحب کھرباسنویؒ اور مولانا حسن صاحب حسن پوریؒ کے ساتھ جامعہ نذیریہ کے قائم کرنے میں بہت ہی کامیاب رہے۔ چنانچہ جامعہ سے علماء کی بڑی تعداد تیار ہوئی جن کی کوششوں سے علاقہ کو صحیح دینی رہنمائی میں بڑی مدد ملی اور اللہ تعالیٰ نے ان فارغین سے بڑا کام لیا۔ اور دور دور تک علم کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ مکاتب کا ایک جال دور دور تک بچھ گیا نیز اس کے علاوہ ایسے ذی استعداد علماء بھی تیار ہوئے، جو مسند حدیث یا زمام اہتمام کے بجا طور پر حقدار ہیں۔

مولانا اپنی خصوصیات کی وجہ سے تبلیغ دعوت اور معاشرتی اصلاح کے میدان میں ایک کامیاب داعی ثابت ہوئے۔

مولانا نماز تلاوت کثرت ذکر و اذکار اور درود شریف وغیرہ کے معمولات کے بھی بڑے پابند تھے۔

اللہ تعالیٰ مولاناؒ کی روح کو کروٹ کروٹ چین نصیب فرمائے کہ اپنی توانائیوں سے امت کو بالخصوص اپنے علاقہ کے لوگوں کو بھرپور نفع پہنچا گئے۔ اور آخر تک اس کی فکر کرتے ہوئے یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ مطابق ۲ اگست ۲۰۰۰ء کو اپنے پیچھے ایک عظیم ادارہ جامعہ نذیریہ اور اولاد میں مولانا یحییٰ مظاہری اور مولوی قاری موسیٰ اور مولوی سلمان مع سات صاحبزادیوں اور اہلیہ کے نیز جامعہ نذیریہ کے مہتمم مولانا محمد یٰسین مظاہری جن کو مولانا نے خود ہی تیار کیا۔ اور صلاحیت دیکھ کر خود اپنی زندگی ہی میں ان کو اپنا جانشین بنا دیا۔ چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

ذہانت

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں انڈا نہیں کھاؤں گا، پھر قسم کھائی کہ اس میرے دوست کی آستین میں جو بھی چیز ہے ضرور کھاؤں گا۔ دوست نے وہ چیز جب آستین سے نکالی تو وہ چیز انڈا تھا، اب وہ حیران ہوا اور فوراً امام اعظمؒ کے پاس حاضر ہوا اور پورا قصہ بیان کیا، امام صاحب نے فرمایا کہ انڈا مرغی کے نیچے رکھ دو، جب چوزہ نکل آئے تو اسے پکا کر کھا لو تو اس طرح سے قسم نہیں ٹوٹے گی

(خیرات الحسان ص: ۱۰۴)

جمہوریت اور سیکولرزم

نظریہ اور واقعہ کا فرق

از : مولانا سید واضح رشید ندوی
ترجمہ : محمد اسجد ندوی

جمہوریت اور سیکولرزم (SECULARISM) موجودہ دنیا کی جدید اور رائج الوقت اصطلاحات ہیں۔ جمہوریت سے مراد عوام یا قوم کی حکومت ہوتی ہے، جمہوری نظام میں حکام کا انتخاب عوام کرتے ہیں، اس میں کسی قبیلہ و خاندان یا کسی خاص جماعت کی اجارہ داری نہیں ہوتی اس میں حکومت کے قیام و بقاء کا تمام تر دار و مدار الیکشن پر ہوتا ہے، کچھ ملکوں میں ایسے قوانین ہیں جن کی رو سے ایک حاکم اقتدار میں صرف ایک ٹرم (TERM) یا زیادہ سے زیادہ دو ٹرم ہی تک رہ سکتا ہے اس کے بعد بہر حال اسے منصب سے دستکش ہونا ہی پڑتا ہے۔ چنانچہ حکام بدلتے ہی رہتے ہیں اور ایسے ہی قوانین میں بھی ترمیم و تنسیخ کا عمل جاری رہتا ہے اور یہ سب کچھ عوام و قوم اور ان کے نمائندوں کی حسب منشاء ہوتا ہے۔

مگر فی زمانہ بہت سی ایسی جمہوریتیں بھی ہیں جن کا عوام و قوم سے ذرا بھی تعلق نہیں ہے وہاں محدود ترین اور خاص انتخابی طریقہ سے حکام منتخب ہو جاتے ہیں بلکہ عوام پر تھوپ دیئے جاتے ہیں صورت حال یہ ہوتی ہے کہ انتخابات کے نتائج کے ظہور پذیر ہونے سے قبل ہی نتائج کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حکام اپنی منشاء کے مطابق عہدوں پہ بحال رہتے ہیں حکومت ان کے ہاتھ میں اور اختیارات ان کے بس میں ہوتے ہیں اور کوئی اس انتخابی مہم میں ان کے روبرو اور دو بدو مقابلہ میں آنے اور چیلنج کرنے کا یارا بھی نہیں رکھتا، یہ وہ جمہوریتیں ہیں جہاں پوری طرح سیاسی آزادی مہیا نہیں ہے نہ وہاں آزادانہ الیکشن ہوتے ہیں اور نہ ہی امیدواروں میں آزادانہ مسابقت اور مقابلہ آرائی ہوتی ہے، یہ مصنوعی جمہوریتیں ہیں جو نتیجۃً و عملاً انفرادی حکومتوں اور ڈکٹیٹر شپ سے شمہ برابر بھی مختلف نہیں ہیں اور انھیں کسی بھی طرح جمہوری اور ڈیموکریٹک نظاموں اور حکومتوں میں شامل اور داخل نہیں کیا جاسکتا۔

رہی وہ جمہوریتیں جہاں واقعتہً جمہوری نظام کے تحت تمام شروط و حدود کی رعایت کے ساتھ پوری سیاسی آزادی حاصل ہے۔ ان میں ولایتہائے متحدہ امریکہ، ہندوستان اور وہ تمام ممالک آتے ہیں جہاں پوری آزادی و اختیار کے ساتھ پبلک الیکشن ہوتے ہی امیدواروں میں کانٹے کا مقابلہ ہوتا ہے۔ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی ہر نوع کوششیں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ابھی حال ہی میں امریکہ، فلپائن، جرمنی، یوگوسلاویہ اور روس کے صدارتی انتخابات سے نمایاں ہوا ہے جہاں پرانے حکام کے سابقہ منصب پر بحال رہنے کی خواہش و کاوش کے باوجود نئے چہرے حکومت کے لئے سامنے آگئے ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں بھی عام طور سے یہی صورتحال دیکھنے میں آتی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان ملکوں میں انتخابات پوری آزادیٔ رائے کے ساتھ عمل میں آتے ہیں۔ امیدواروں میں گرماگرم مقابلہ پوری آزادی کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ ممالک حقیقت میں جمہوریت کہلانے کے مستحق ہیں جہاں مختلف سیاسی پارٹیاں سرگرم عمل ہیں۔ نہ وہاں امیدواروں پر کوئی پابندی اور حدبندی ہے نہ ہی ووٹرس پر۔ اور نہ ہی کسی بھی نام سے اور کسی بھی مقصد کے لئے پارٹی سازی اور جماعت کی تشکیل کی راہ میں کوئی روکاوٹ ہے۔

دوسری طرف دنیا میں بعض ایسے جمہوری ممالک بھی ہیں جہاں قانون سازی اور نظام حکومت میں عوام کا اشتراک محدود ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں عوام کو وہ آزادی، اختیارات اور تصرفات حاصل نہیں ہیں۔ جو ہندوستان اور امریکہ وغیرہ کے جمہوری نظام میں مہیا ہیں۔ لیکن اس محدودیت کے باوجود وہاں کا نظام پھر بھی جمہوری ہے، تمام تر حدود و قیود اور خاص طریقۂ انتخاب اور بندشوں کے باوجود وہاں جمہوریت کی خو بو باقی ہے۔ کیونکہ حکام عوام میں سے منتخب ہوتے ہیں اور ایک غیر متعین مدت کیلئے وہاں کسی پارٹی یا خاندان کی حکومت پر اجارہ داری نہیں ہوتی ہے۔

سیکولرزم کی بھی جمہوریت کی طرح متعدد قسمیں اور شکلیں ہیں، سیکولرزم کو دوسرے لفظوں میں نا مذہبیت (یعنی حکومت کا تابع مذہب نہ ہونا) سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ سیکولرزم فی الواقع حکومت پر کلیسا کے اس تسلط کا رد عمل ہے جو یورپ کے تاریک عہد کی دین تھا۔ سیکولرزم نے انفرادی و شخصی حکومت اور مذہب کلیسہ کی حکومت کا

وری طرح خاتمہ کر دیا۔ اور یہ کارروائی یورپ میں
ی بیداری کے زمانہ کا فیض ہے۔

جمہوریت کے ارتقاء کے ساتھ ہی سیکولرزم
کا تصور بھی ارتقائی مراحل طے کرتا گیا۔ اس کی
مختلف قسمیں ظہور پذیر ہوئیں۔ اس کی ایک قسم
لبرل سیکولرزم ہے۔ اس میں خاص بات یہ
ہے۔ اس نظام میں دین اور حکومت میں
باہم کوئی تصادم نہیں ہوتا مگر حکومت دین
کے تسلط سے آزاد رہتی ہے، نیز وہ دینی امور میں
دخل اندازی نہیں کرتی، وہ اکثریتی طبقہ کے
مذہبی عقائد کی اور موروثی جذبات واحساسات
کا پورا احترام کرتی ہے اور مذہبی اقلیتوں کو
ان کے تشخص اور وجود کی حفاظت کا اور ان
کی حیثیت اور اہمیت کے بقاء کے تمام حقوق
دیتی ہے اور پوری ضمانت دیتی ہے۔ اکثر
یورپی ممالک میں اس لبرل سیکولرزم کے
مطابق عمل جاری ہے اور نتیجتہً حکومت اور
کلیسہ کے مابین وہاں کوئی تصادم اور ٹکراؤ کی صورت
نہیں نظر آتی۔ دونوں کے باہمی تعلقات استوار
اور ہمدردانہ ہیں، باہمی تعاون کی بھی فضا ہے
کلیسہ اپنی شاخوں اور شعبوں کے ساتھ پورے
زور وشور سے مبشرین (مشینری مبلغین) کی
تعلیم وتربیت میں اور ان کو تبلیغ کیلئے دوسرے
ملکوں میں بھیجنے کے کام میں معاون ہے۔ نیز
مختلف اقتصادی، تعلیمی اور انسانی تنظیموں
اور اداروں کی نگرانی بھی کر رہا ہے لیکن وہ
حکومت کے نظام میں دخل نہیں دیتا۔ نہ
حکومت اس مذہب کو سیکولر نظام کیلئے
کوئی خطرہ باور کرتی ہے اور نہ ہی وہ راہب
مردوں وعورتوں کو ملک کے کلچر وتہذیب کے
حق میں مضرت رساں تصور کرتی ہے۔ بلکہ
حقیقت یہ ہے کہ کلیسہ کی یہ ساری کارگذاریاں
پس پردہ حکومت کے اداروں کے تعاون سے جاری
ہیں۔

فی الوقت پورے عالم کی عیسائی مشینری
تنظیموں اور اداروں کی سرگرمیوں کی جو رپورٹیں
منظر عام پر آرہی ہیں اور یورپ کی سیکولر
حکومتیں پوپ کو جو عزت واہمیت دے رہی
ہیں ان کی روشنی میں یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ
بالواسطہ طور پر (مغربی) حکومتی ادارے
ان مشینریوں کی مدد ضرور کر رہے ہیں۔

پوپ بار بار اعلان کرتے رہے ہیں کہ دوسرے
ہزارے کے آخر میں افریقہ کو مسیحی افریقہ میں
تبدیل کر دیا جائے گا۔ اس بیان پر کسی کا احتجاج
سامنے نہیں آیا، نہ اس اعلان کو دہشت گردی
— اصولیت — اور قدامت پسندی کہا
گیا اور نہ ہی اسے تہذیب وکلچر کے خلاف سمجھا
گیا۔ یہ تنظیمیں افریقہ اور ایشیا میں جابجا موجود
ہیں اور ان کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے، افریقہ
کے بعد انڈونیشیا عیسائی مشینری کی سرگرمیوں
کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ یورپی سیکولر حکومتیں
ان مشینری منصوبوں اور مقاصد اور طریقہ کار
کا پورا تعاون کر رہی ہیں اور عالمی پیمانہ پر عیسائیوں
کے مفاد (CAUSE) کیلئے کوشاں ہیں، ان حکومتوں کا
کوئی وزیر دنیا کے کسی بھی گوشہ میں بسنے والے عیسائیوں
کی حمایت میں بیان جاری کرنے میں کوئی تردد
نہیں کرتا۔

مسیحیوں کے مسائل سے اس قدر دلچسپی اور
وابستگی اور مغرب کی سیکولر حکومتوں کی طرفداری کا اظہار
جزیرۂ تیمور اور وہاں ہونے والے مسلم و
عیسائی تصادم کے مسئلہ پر یورپ کے خصوصی
التفات سے ہوتا ہے

یورپی حکومتیں اسلام اور مسلمانوں سے نفرت
وعداوت اور مسیحی مذہبی اثرات سے متأثر ہوکر
اسلامی تحریکات کی مخالفت اور بیخ کنی میں بڑھ
چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں۔ ان دشمنانہ اور منتقمانہ
کارروائیوں کے پس پردہ جو حقیقت کارفرما ہے
وہ یہ کہ تحریک اسلامی وسائل کی نافراوانی اور
ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ اور میڈیا تعلیم اور خدمت
انسانی کے اعلیٰ وسائل پر مکمل قابو یاب نہ ہونے
کے باوجود دلوں کو فتح کرتی اور عقلوں کو مسخر کرتی
جا رہی ہے۔ یورپ میں اسلام تیزروی سے اپنے
سفر پر گامزن ہے۔ اسلامی بیداری روزافزوں ہے
اور قبول اسلام کا دائرہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اسی کا ردعمل
ہے جو یورپ اسلام کے خلاف اپنے حملے تیز تر کر رہا ہے۔
اور مخالفانہ مہم میں تمام یورپی حکومتیں برابر کی حصہ دار
اور مددگار ہیں اور اس کیلئے سیاسی اختلافات بھی
بالائے طاق رکھ دیئے گئے ہیں۔ روس اور امریکہ
میں باہم زبردست طویل ترین سیاسی اختلاف کے
باوجود اسلام مخالف منصوبوں اور کارروائیوں
میں جو اشتراک وتعاون پایا جا رہا ہے اس سے
ان کی ذہنیت اور مسیحیت سے تعلق کا اندازہ ہوسکتا ہے

یہ مشینری تنظیمیں بے پناہ وسائل کی مالک
ہیں، کروڑوں ڈالر کی رقم لاکھوں مبلغین اور مشینری
ورکرس اور رضاکاروں کے مصارف کیلئے مختص ہے،
کشتیاں، بحری جہاز فضائی طیارے حمل ونقل اور
مواصلات کے اعلیٰ وسائل مصنوعی چاند، ریڈیو
اسٹیشن، ٹی وی اسٹیشن کیا کچھ ان کے پاس نہیں
ہے؟۔

یورپ کی سیکولر حکومتوں کے میڈیائی
پروگراموں میں مذہبی مواد کو نشر کرنے کے خاص
اوقات مقرر ہیں اور اسے سیکولر نظام کے منافی
تصور نہیں کیا جاتا۔

ایک حد تک یہی رجحان ہندوستان
میں ہے، ہندوستانی سیکولر حکومت کا پورا
جھکاؤ اکثریتی طبقہ کے مذہبی اقدار کی طرف ہے،

جس طرح یورپ مسیحیت کی گود میں بیٹھا ہوا ہے
اسی طرح ہندوستان اُن انتہا پسند ہندو
تنظیموں کے حق میں بڑا نرم اور لچکدار رویّہ اور
موقف رکھتا ہے، جو ہندو دیومالا (MYTHOLOGY)
ہندو احیائیت (REVIVALISM)۔ اور
پورے ملک کو ہندو راشٹر بنانے کی مہم لیکر
آئے دن تشدد و فرقہ واریت کی آگ بھڑکا رہی
ہیں۔

بعض ہندو تنظیمیں جن کا حکومت ہند سے
براہ راست گہرا ربط ہے ہندوستان کو جلد ہی
ہندو راشٹر میں تبدیل کردینے کا اعلان کررہی
ہیں۔ اور ان کے ممبران کو مسلمانوں اور مسیحیوں کے
خلاف زہریلے بیانات دینے اور غلط ریمارک
پاس کرنے میں ذرا سا بھی باک نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ
برملا یہ مطالبہ کررہے ہیں کہ اگر مسلمان اور عیسائی
ہندو مذہب قبول کرنے یا ہندو کلچر میں پوری
طرح ضم (MIX) ہونے پر راضی نہیں ہوتے تو
انھیں ہندوستان چھوڑ کر چلا جانا چاہیئے، دوسری
طرف قرآن کریم اسکی تلاوت، اور لاؤڈ اسپیکر سے
اذان پر پابندی، تاریخی یادگار، قدیم مساجد پر قبضہ
و حملہ، اسلامی مدارس کو بند کرنے اور اسلامی تحریکات
پر پابندی عائد کرنے کے مطالبے زور پکڑ رہے
ہیں۔ اور جگہ جگہ انھیں عملی شکل دینے کی کوششیں
بھی جاری ہیں، حکومت انکی مذمت نہیں کرتی اور نہ کوئی اقدام کرتی ہے
یہ صورتحال بڑی افسوسناک اور المناک
ہے کہ ہندوستان میں ہندو مذہب کے علاوہ
دیگر مذاہب کے لئے دل میں عداوت و نفرت کے
جذبات کو مختلف تنظیمات کی طرف سے ہوا دی
جارہی ہے، ان تنظیموں کی سرگرمیوں میں اضافہ
ہورہا ہے، ہندو مذہب کی حفاظت کے نام سے
وسیع پیمانے پر صلیبی کارروائیاں ہورہی ہیں
اور رضا کاروں کو ہتھیار کے استعمال کرنے کی مشق
کرائی جارہی ہے، طرفہ تماشا یہ کہ یہ ساری کارگذاریاں
برملا پبلک میدانوں، سرکاری پارکوں، اسٹیڈیم
اور سرکاری عمارتوں کے لانوں میں کھلے عام انجام
پارہی ہیں، حکومت کے وزراء ان پروگراموں میں
حصہ لیتے ہیں اور اخباروں میں اس کی اطلاعات
شائع ہوتی ہیں، دوسری طرف اسکولوں اور کالجوں
اور یونیورسٹیز کے نصاب تعلیم میں ترمیم، حتّٰی کہ
نئی تاریخ کی تصنیف کا عمل بھی چل رہا ہے، اور
اس میں صرف اکثریت کے مذہبی تصور کو رائج اور
عام کرنے کی خواہش دخیل ہے اس کے ساتھ ساتھ
یورپی حکومتوں کی حوصلہ افزائی اور مدد سے
اسلامی اصولیت کے خلاف مہم بھی جاری ہے اور
مدرسوں مسجدوں اور دینی تحریکوں کے خلاف کارروائیاں
جاری ہیں۔ اسلامی بیداری کے مقابلہ، مزعومہ اسلامی
دہشت گردی کے خاتمہ، اس مزعومہ دہشت گردی کے
سوتوں کو خشک کرنے کا کام عالمی پیمانہ پر بڑے
شد و مد سے جاری ہے

یہ وہ سیکولرزم ہے جس میں حکومت اکثریت
کے مذہب کی مکمل نمائندہ اور مؤید ہوتی ہے مگر
ساتھ ہی اقلیتوں کے حقوق و اقدار کی ضمانت کا دعویٰ
بھی کرتی ہے، چنانچہ اقلّیات اپنے قانونی حقوق کے
ساتھ اس نظام میں رہتی ہیں لیکن اکثریت
و اقلیت کا فرق فطری ہے جو بڑا نمایاں رہتا ہے،

سیکولرزم کی ایک دوسری قسم اشتراکی
سیکولرزم ہے، اشتراکیت پوری طرح دین
دشمن اور مذہب مخالف ہوتی ہے۔ اور تمام
مذاہب سے اس کا مقابلہ رہتا ہے۔

سیکولرزم کی ایک اور قسم ہے جو بعض اسلامی
ملکوں میں رائج ہے، اس میں سرفہرست ترکی
کی کمال اتاترک کی سیکولر حکومت آتی ہے۔ جو
صرف مذہب اسلام سے عناد رکھتی ہے یہ سیکولرزم
کی عجیب و غریب قسم ہے جو صرف عالم اسلام میں
پائی جاتی ہے۔ اور جس نے اپنے کو یا اپنے اسلام مخالف
لشکر سے پوری طرح جوڑ رکھا ہے۔ اس سیکولرزم
میں دوسرے مذاہب کو تو پورے حقوق ملتے ہیں۔
حفاظت کی گارنٹی ہوتی ہے پر مسلمان۔ جو اکثریت
میں ہوتے ہیں۔ ان حقوق سے بالکل بہرہ مند اور
لطف اندوز نہیں ہوسکتے، بلکہ ہر اسلامی عمل خیانت
اور غدر باور کیا جاتا ہے۔ ترکی میں کمالی بغاوت
کے بعد ـــــ اور وسطی ایشیا کی اسلامی
جمہوریاؤں نیز دوسرے عرب ملکوں میں اشتراکی
بغاوت کے بعد سیکولرزم کے نام پر اسلامی شخصیتوں کے
خلاف بڑی سخت گیر کارروائیاں ہوئی ہیں۔ اسلامی
شخصیات کا صفایا ہوا ہے، جلاوطن کیا گیا ہے۔
بھاگنے پر مجبور کیا گیا ہے، دینی مذہبی مواد ضبط
کیا گیا۔ الحاد و لادینی کا فروغ ہوا۔ اسلام کی
تعلیمات و نظام پر لعن طعن، مقدسات اسلامیہ کی
بے حرمتی اور ریاکاری اور سیکولرزم کے نام پر قائم
حکومتوں کی مکمل تائید و تعاون جیسی سرگرمیاں اب
بھی جاری رہیں۔

یہ سخت گیر اقدامات ترکی اور بعض دیگر
عرب ملکوں میں ہنوز جاری ہیں، جہاں دینی تحریکات
و مدارس تعلیمی مواد وغیرہ پر پابندی لگائی جارہی ہے
وہیں دوسرے ملکوں میں اسلامی پروجیکٹس کی
سرمایہ کاری پر بھی پابندیاں عاید کی جارہی ہیں

اس منفی (NEGATIVE) سیکولرزم
سے ربط و تعلق ہی کا نتیجہ ہے جو یہ حکومتیں دنیا میں
اسلامی مسائل کے حل اور تعاون سے گریزاں
ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک ہی میں
اسلامی تحریکات کے خلاف سخت کارروائیاں
دشمنانِ اسلام کیلئے حوصلہ افزاء ثابت ہورہی
ہیں۔ اور وہ ببانگ دہل اپنے ملکوں میں اسلامی
اقلیتوں کے قلع قمع کی پوری کوشش کررہے
ہیں اور مسلمانوں کے تئیں ان کا موقف بالکل

نقصانہ اور وحشیانہ ہوتا جارہا ہے۔
اسلامی اکثریت کے تئیں۔ اسلامی حکومتوں
کا یہ موقف اور رویہ یورپ میں رائج جمہوریت اور
سیکولرزم کی شرائط سے پوری طرح مزاحم و مخالف ہے۔
جمہوریت کے معنی یہ ہیں کہ قوم اور عوام کی حکومت
ہو، جس میں نہ فرد مسلط ہو اور نہ کوئی جماعت، جس میں
قوم پورے حقوق سے بہرہ مند ہو۔ اقوام متحدہ کے
انسانی حقوق کے معاہدہ کا دارومدار جمہوری بنیاد
پر ہے۔

سیکولرزم سے مراد حکومت کی لامذہبیت
ہے اس میں حکومت کسی مذہب کی تابع اور
پابند نہیں ہوتی اور نہ مخالف، اس لحاظ سے وہ
ممالک جہاں حکومتیں اپنی اکثریت سے دست و گریباں
ہوں اور اس کے مذہبی، عقائدی اور تہذیبی
حقوق کی راہ میں حائل ہوں۔ انہیں نہ تو جمہوریت
کے خانہ میں فٹ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی وہ سیکولرزم
کے مصداق بن سکتے ہیں۔ پھر ان کے اقدامات
ان تہذیبی اقدار کے کھلی خلاف ہیں جن کی دعوت
یورپ نے دی۔ اور متمدن ملکوں نے اس دعوت
پر لبیک کہا۔ اور یورپ کے شانہ بشانہ ان
تہذیبی اقدار کی پاسداری کرتے رہے۔

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ بعض مسلم ممالک
میں یورپ کے دباؤ یا اشتراکی نظریہ کے اثر سے
اکثریت مخالف فضا پنپ رہی ہے اور ہوس اقتدار
وجاہ، اور خواہش مال ومنصب نے ان کو دینی
قدروں سے غافل کردیا ہے، جن پر ہماری فلاح و
نجات کا سارا دارومدار ہے اور جن سے سرمو انحراف
بھی ہمارے لئے خسارہ کا سودا ہے۔ وَمَنْ يَبْتَغِ
غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ
وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ہ
اور وہاں عوام اور حکومتوں کے درمیان تصادم
کا یہی اصلی سبب ہے۔

•••

کل ہند تحریکِ پیامِ انسانیت کی جانب سے ایک اہم اپیل

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی حیات میں غیر مسلموں سے رابطے کی ایک عظیم مہم کا آغاز کیا تھا جو آگے چل کر ایک "کل ہند تحریک پیامِ انسانیت" جیسی فعال اور پُر اثر تحریک میں تبدیل ہوگئی۔

اس تحریک کے ذمہ داروں نے حال ہی میں یہ طے کیا ہے کہ ملک کے غیر مسلم عوام کو مخاطب کرنے کیلئے اور ان سے رابطہ قائم کرنے کیلئے جو اور طریقہ اختیار کئے جائیں ان میں سے ایک یہ بھی ہو کہ آج تک ملک بھر کے جن چھوٹے بڑے شہروں میں تحریکِ پیامِ انسانیت کے اجلاس، ڈائیلاگ، سیمینار، سمپوزیم اور ریلیاں منعقد کی گئی ہیں اور ان میں غیر مسلموں نے مولاناؒ کی ذات و شخصیت اور تحریک کیلئے جو تقریریں کی ہیں، ان کی اخباری رپورٹنگ، آڈیو ویڈیو کیسٹ تصاویر کتابچے، پمفلٹ، اور روداد وغیرہ سے متعلق جو کچھ بھی مواد ہو، قیمتاً یا ہدیتہً براہ کرم اپنی اولین فرصت میں مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں، تاکہ انھیں ترتیب دے کر ایک مستقل کتاب کی شکل دے دی جائے، اس سے ایک عظیم سرمایہ محفوظ بھی ہوجائے گا۔ اور آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے ایک لائحہ عمل بھی مرتب ہوجائے گا، یاد رہے کہ یہ کتاب صرف انگریزی اور ہندی میں شائع کی جائے گی اور اس میں صرف غیر مسلموں کو مخاطب کرنے والے مضامین کو جمع کیا جائے گا۔ آپ چاہیں تو مواد اردو میں بھی بھجوا سکتے ہیں۔

والسلام
اسحاق حسینی

پتہ:- کل ہند تحریکِ پیامِ انسانیت، پوسٹ بکس ۹۳، ندوۃ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷ (یوپی)

تاریکی سے روشنی کی طرف

فوزی مہدی نے کیسے اسلام قبول کرلیا؟

تحریر: سعید عبدالستار ترجمہ: مسعود حسن حسنی ندوی

جب کسی انسان پر دین حق کی کرنیں پڑتی ہیں۔ اور اس کے دل پر سے ظلمت کا زنگ چھٹ جاتا ہے تو پھر اس کا نفس مضطرب ہوکر اپنی حقیقت اور پھر اپنے خالق کے بارے میں سؤالات کرنے لگتا ہے اور جب وحدانیت اس پر عیاں ہو جاتی ہے تو وہ فوراً پکار اٹھتا ہے" میں اللہ پر ایمان لایا جو سارے جہان کا پالنہار ہے"۔

فوزی صبحی سمعان کا بھی یہی حال ہوا کہ انھوں نے صلیب اور تثلیث کے عقیدہ سے بغاوت کرکے نصرانیت کا خول اتار پھینکا اور اسلام کی قربت اختیار کرلی، اسلام سے قریب ہونے میں جو چیز ان کی معاون ثابت ہوئی وہ اللہ کی کتاب اور اس کی تلاوت ہے۔ ان کو بعض سورتیں اور آیات بچپن ہی سے یاد تھیں۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ وہ پندرہ سال کے تھے۔ اور یہ فوزی سمعان اب اسلامی داعی فوزی مہدی ہیں، وہ جدہ میں قرآن کریم کا درس دیتے ہیں، میں نے ان سے ملاقات کی اور ان کے اسلام قبول کرنے اور ان کی نشو و نما کے سلسلہ میں کچھ سؤالات کئے۔

میں نے ان کی سابقہ زندگی اور موجودہ زندگی کے بارے میں دریافت کیا، تو انھوں نے جواب دیا میرا پیدائشی نام" فوزی صبحی سمعان الیس" تھا۔ اور اسلام لانے کے وقت میری عمر ۲۵ سال تھی۔ میرا موجودہ نام" فوزی صبحی عبدالرحمن المہدی" ہے اس وقت میری عمر چالیس سال ہے۔

سوال:۔ اسلام لانے سے قبل آپ کی کیا مشغولیت تھی؟

جواب:۔ میں جسمانی تربیت کا مدرس تھا اب قرآن اور اس کے علوم کا مدرس ہوں (اور اس پر تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہان کا پالنہار ہے) اور میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ہدایت دی۔

سوال:۔ کیا آپ قرآن کریم کے حافظ بھی ہیں؟

جواب:۔ ہاں میں قرآن کریم کو مکمل حفظ کر چکا ہوں، حتیٰ کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی میں قرآن کریم کا زیادہ حصہ یاد کر چکا تھا، اور یہ اللہ کا مجھ پر فضل ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اس پر مجھے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے" جو چیز معلوم ہے اس پر جو عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو وہ علم عطا کرے گا جو اسے نہیں معلوم"۔

سوال:۔ آپ کے اسلام قبول کرنے کے کیا اسباب ہیں؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے" جس کو اللہ تعالیٰ راہ راست پر لانا چاہتا ہے اسلام کیلئے اس کا سینہ کھول دیتا ہے۔ اور اللہ تعالے کا ارشاد ہے۔" وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ ترجمہ تم پر جو بھی نعمتیں ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں، اور ارشاد ربانی ہے" قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ.

اسلام نور ہے اللہ تعالیٰ جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے

رہا اسباب کا معاملہ تو وہ یہ ہیں کہ جب کبھی میں گرجا گیا میں نے پادری کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس طرح مخاطب کرتے ہوئے اور آواز دیتے ہوئے سنا جیسے کہ وہ ہی اللہ ہوں پادری کہتا ہے (اور اسی طرح جو بھی گرجا میں ہوتا وہ اس طرح مخاطب ہوتا)" یا الٰهنا مخلصنا و ربنا یسوع المسیح اغفرلنا" اے ہمارے معبود، ہمارے مخلص اور ہمارے رب یسوع مسیح ہماری مغفرت فرما"۔

مجھے اس پر تعجب ہوتا تھا کہ وہ کلیسا میں اس طرح کہتے ہیں اور یہ کہ مسیح کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں اور یہ چیز تکوینِ الٰہی کے مخالف ہے، پھر ان کا کہنا ہے کہ مسیح انتقال فرما چکے ہیں اور تیسرے دن اموات کے درمیان سے کھڑے ہوں گے

اگر وہ معبود ہیں جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں تو کائنات کا نظام کیسے چل رہا ہے جبکہ مسیح قبر میں ہیں۔ اور کیا خدا کو بھی موت آتی ہے؟

یہ بنیادی سبب ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سے اسباب ہیں مثلاً "اعتراف گناہ کا طریقہ" میں دیکھتا تھا کہ لوگ اس کو سات گرجاؤں کے رازوں میں سے ایک راز مانتے ہیں، اور اعتراف کا مطلب یہ ہے کہ توبہ کرنے والے نصرانی پر ضروری ہے کہ وہ بند کمرے میں پادری سے اپنے گناہوں کا اعتراف کرے پھر پادری اس کے سر پر صلیب رکھ کر کچھ کلمات کا ورد کرے گا۔ پھر اس سے کہے گا جاؤ تمہارے سارے گناہ معاف ہوگئے۔

فطرت کا راستہ

سوال:۔ آپ کیسے اسلام لائے؟

جواب:۔ کلیسا میں جو کچھ میں نے دیکھا جب میرے دل نے اسے قبول نہیں کیا تو پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے جو کہ تنہا اور یکتا ہے بے نیاز ہے دعا کی کہ مجھے حق دکھادے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حق کو عیاں کردیا اور مجھے ہدایت سے سرفراز فرمایا۔

جہاں تک اس راستہ کا تعلق ہے جس نے اسلام کی طرف رہنمائی کی وہ یہ ہے کہ میرے دل میں حق و باطل کے درمیان معرکہ جاری تھا۔ اور اس معرکہ کے دوران میرے ذہن میں جو سوالات پیدا ہوتے ان کا جواب مجھے قرآن میں مل جاتا تھا جس سے میں مطمئن ہوجاتا۔

سوال:۔ اسلام قبول کرتے وقت کیا آپ کو کچھ مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا؟

جواب:۔ ہاں اپنے بھائیوں، رشتہ داروں اور کلیسا کے پادریوں کی طرف سے بہت سی مشکلات مجھے پیش آئیں لیکن مجھے یقین تھا کہ اللہ رب العزت ضرور ان لوگوں کی مدافعت فرمائیں گے، جو ایمان لائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے معاملہ کو آسان فرمادیا۔ اور میری مدد فرمائی اس میں اس کی جتنی بھی حمد و ثنا بیان کروں کم ہے۔

سوال:۔ اسلام کی وجہ سے گھر والوں سے آپ کے تعلق کی کیا نوعیت ہے؟

جواب:۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے میں ان لوگوں کے ساتھ نہایت نرمی کا معاملہ روا رکھتا تھا کہ شاید اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کے سینہ کو اسلام کیلئے کھول دے اور ایسا ہی ہوا۔

الحمدللہ میری بہن جو مجھ سے چھ مہینہ چھوٹی ہے اس نے اسلام قبول کرلیا، اور اس کے تین مہینہ کے بعد ہی میرے والد صاحب نے بھی اسلام کو گلے سے لگالیا۔

رہا اسلام قبول کرنے کے بعد کا معاملہ تو میری تو بہت کوشش ہے کہ میں اپنے بھائیوں اور اہل خاندان سے ملوں لیکن کلیسا کے پادریوں نے انہیں بہت ڈرایا اور دھمکایا ہے جس کی وجہ سے وہ مجھ سے قطع تعلق کئے ہوئے ہیں۔

اس لئے کہ پادریوں کو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ جو بھی قرآن سنے گا وہ نصرانیت کے سلسلے میں شک اور تذبذب میں مبتلا ہوجائے گا۔ اور یہ شک اور تذبذب اسلام کی طرف جانے کی ابتداء ہے۔

سوال:۔ کتنی مدت میں آپ نے قرآن کریم یاد کیا؟

جواب:۔ اسلام قبول کرنے کے بعد تین سال کی مدت میں میں نے قرآن کریم اس کے احکام کے ساتھ یاد کرلیا۔ میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں۔ اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے۔ بے شک وہ جسے چاہتا ہے نوازتا ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل والا ہے۔

فاطمہ و رقیہ

سوال:۔ کیا آپ شادی شدہ ہیں؟

جواب:۔ ہاں! اسلام قبول کرنے کے چھ سال بعد ایک مسلمان خاتون سے میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگیا۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد سے نوازا جن میں عبدالرحمن ہیں ان کی کنیت ابوسہل ہے اور فاطمہ ہیں جن کی کنیت ام سلمہ ہے اور رقیہ ہیں ان کی کنیت ام عمیر اور زینب ہیں ان کی کنیت ام عمارہ ہے

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے میرے بیٹے عبدالرحمن کو بھی قرآن کریم یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور مکمل یاد کرنے کی طرف مسلسل ان کا قدم رواں دواں ہے اور یہی حال ان کی بہنوں کا ہے۔

میری بہن جنہوں نے میرے اسلام قبول کرنے کے چھ مہینہ کے بعد اسلام قبول کیا قرآن کریم تجوید کے اصول و ضوابط کو مستحضر رکھتے ہوئے یاد کرلیا ہے۔ اور فی الحال وہ قطر میں مقیم ہے اور وہاں دعوت و تبلیغ کے فرائض کے انجام دہی میں مشغول ہے۔

اللہ کا فضل ہے اور اس کی رحمت ہے کہ میں اپنی اولاد کی بقدر استطاعت کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تربیت کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ"، یہ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ وہ سب میرے ساتھ ہیں، فجر کی نماز پڑھتے ہیں اور باقی نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں

دعوت و تبلیغ کا طریقۂ کار

سوال:۔ آپ کی نظر میں دعوت الی اللہ کا کیا طریقۂ کار ہونا چاہیئے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا "اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى فَقُوْلَا

نَّ لَعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی (سورۂ طٰہٰ)
فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ سرکش ہو رہا ہے
سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا
ئے) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت
در حضرت ہارونؑ کو نرمی کا حکم دیا۔
دیا کہ ملک مصر جاکر فرعون کو نیکی کا حکم
در برائی سے روکیں اور یہ کام قول حسن
تگو) کے ذریعہ انجام دیں (یعنی نرم لہجہ
ڈھنگ سے ہو) اور ایسی دلیل کے
جو عقل کیلئے راستہ کو روشن کردے (یعنی
یل دی جائے جس سے آدمی مطمئن ہو جائے اور
ستہ کو اختیار کرلے) اس کے سامنے راستہ کی
کے ساتھ بھلی چیز کی محبت کا اظہار ہو جو نفس
کردے۔ اور اخروی سعادت کا سبب بن
۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول کے ذریعہ اس کی طرف
فرمائی ہے ارشاد ہے۔ " فَقُلْ هَلْ لَّكَ
یٰ تَزَكّٰى وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى
ۃ النّٰزعات) اور اس سے کہو کیا تو چاہتا ہے کہ
ک ہو جائے اور میں تجھے تیرے پروردگار کا
ستہ بتاؤں تاکہ تجھ کو خوف پیدا ہو) جب
عالیٰ نے اپنے رسول و نبی کو یہ حکم دیا کہ دعوت
لہ کا جو طریقہ ہونا چاہئے وہ یہ ہو کہ نرم بات کہی
ے اس میں خشونت نہ ہو، جب نبیوں اور رسولوں
ت الیٰ اللہ کا یہ طریقہ بتا گیا ہے کہ دعوت
یں نرم بات، نرم لہجہ اختیار کیا جائے جس میں
نت نہ ہو تکبر نہ ہو) تو نبیوں اور رسولوں
یادہ کون ہو سکتا ہے جس کی لوگوں کو مخاطب
یں اور لوگوں کو امر بالمعروف کرنے میں اتباع
ئے جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمادیا
وْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا " لوگوں سے اچھے
یں بات کرو" (تو اس سے معلوم ہوا کہ نبیوں اور
ں کا جو لوگوں کو مخاطب کرنے کا طریقہ ہے
بس وہی قابل اتباع ہے)

اس آیت میں داعی الیٰ اللہ کو اور لوگوں کو خیر کی دعوت دینے والے اور ان سے محبت کرنے والے کو متوجہ کیا گیا ہے کہ یہ حق کو تسلیم کرلیں جس پر ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کی تیاری کرلیں۔ تاکہ جہنم کے عذاب سے چھٹکارا حاصل کرسکیں چنانچہ یہ آیت اچھے اخلاق پر ابھار رہی ہے، اس میں داعی کو لوگوں سے نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ معاملہ یکساں طور پر تمام لوگوں سے ہونا چاہئے۔ چاہے آدمی نیک ہو یا بد ہو، سنت پر عمل پیرا شخص ہو یا بدعتی ہو لیکن مداہنت سے اجتناب کرے۔ باطل کا اقرار نہ کرے بلکہ اس کا انکار کرے، اہل باطل سے اس طرح نہ گفتگو کرے کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ وہ (داعی) اس کے مذہب پر راضی ہے (اس کے مذہب کو صحیح سمجھ رہا ہے بلکہ حق بات کہے باطل کا رد کرے ساتھ اس کے سلسلہ میں نرم کلامی نہ کرے) داعی کسی بھی زمانہ میں ہو چاہے وہ کتنے ہی اونچے مرتبہ پر فائز ہو جائے، موسیٰؑ و ہارونؑ علیہما السلام سے افضل نہیں ہو سکتا۔

اور فاجر کا فسق (گناہگار کا گناہ) خواہ کتنا ہی بڑھ جائے۔ لیکن وہ موسیٰؑ کے فرعون سے خبیث نہیں ہو سکتا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو فرعون سے نرمی سے پیش آنے کو کہا، نرمی کا مطلب یہ ہے کہ حق کو دلیل سے واضح کردیا جائے اور باطل کا دلیل سے اور اس کی توضیحات سے رد کردیا جائے، اور لوگوں سے نرمی کا اظہار کیا جائے۔ اور لوگوں میں راہ نجات پر چلنے کا شوق پیدا کیا جائے۔ اور ... یہ باور (محسوس) کرایا جائے کہ ان سے خیر کی بات کہی جارہی ہے اور اس میں ان کا فائدہ ہے اور خیر حق کی اتباع اور باطل سے دور رہنے میں ہے۔

حکمت اور صحیح روش

داعیوں کو جس اسلوب کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کی پابندی کرنا ہی ان کیلئے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (سورۂ نحل آیت: ۱۲۵)

ترجمہ: "اے پیغمبر لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت کے ذریعہ اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ۔ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو، جو اس کے رستے سے بھٹک گیا۔ تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے"۔

اس آیت میں دعوت کی جن صفات اور طریقہ کا بیان ہے داعی کو انھیں اختیار کرنا چاہئے۔

حکمت کے سلسلے میں مفسرین کا کہنا ہے کہ جس نے بغیر دلیل کے کوئی راستہ اپنایا وہ گمراہ ہوا۔ اور جس نے بغیر اصل کے کسی چیز کو اختیار کیا وہ راہ راست سے پھر گیا۔ لوگوں کی رہنمائی کرنے والے اور اللہ کی طرف لوگوں کو بلانے والے کی دلیل اللہ عز وجل کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اسی وجہ سے داعی کیلئے بقدر ضرورت قرآن کو یاد کرنا، تلاوت اچھی طرح کرنا، معانی پر غور و فکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے احکام کے سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے پابندی سے اس کا پڑھنا ضروری ہے، اور داعی کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ صحیح احادیث کی طرف رجوع کرے اور اس میں گہرائی پیدا کرے، اس لئے کہ احادیث قرآن کی تفسیر ہیں اور قرآن کے احکامات کو واضح کرنے والی اور اس کے مجملات کی تفصیل کرنے

والی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نیز خلفاء راشدین وسلف صالحین کی حسب استطاعت سیرت کا مطالعہ کرنا بھی داعی کے لئے ضروری ہے۔ طالب علم، داعی، خطیب، گفت گو کرنے والا۔ وعظ ونصیحت کرنے والا۔ عبادات معاملات، اور شریعت کے اسرار ورموز کے علم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اس میں شک نہیں کہ تفسیر وحدیث کی کتابوں سے رابطہ رکھنا اس سلسلہ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے لیکن فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا۔ اور علم کی مجالس میں حاضر ہونا۔ اہل علم سے ان معاملات میں سوال کرنا جس سے ناواقف ہے اور دینی امور سے واقفیت حاصل کرنے کا شوق بھی ضروری ہے۔

حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وارد ہوا ہے کہ "جس سے سوال کیا گیا اور بغیر علم کے اس نے جواب دیا تو وہ خود بھی گمراہ ہوا۔ اور دوسروں کو بھی اس نے گمراہ کیا۔ داعی کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو جس بات کی نصیحت کرے اس کو اپنے اندر اور اپنے گھر والوں میں پہلے نافذ کرے، کیوں کہ اسلام علم بھی ہے اور عمل بھی ہے اور داعی الی اللہ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کا فعل اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو اور جو اندھے کے میں ہو وہ دوسرے کو کیسے راہ دکھا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے قول اور فعل میں تضاد ہونے کی وجہ سے ملامت فرمائی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں۔ "اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" ترجمہ: تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو۔ اور تم کتاب پڑھتے بھی ہو کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

پس داعی الی اللہ جو دین کا مخلص، حق کا ماننے والا ہے وہ اپنے آپ کو بھلائی کی طرف لے جائے گا اور اس پر ثابت قدم رہے گا، اور اپنے آپ کو شر سے محفوظ رکھے گا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا "رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ" (سورۂ ابراہیم) (اے پروردگار مجھ کو ایسی توفیق عنایت کر کہ نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی یہ توفیق بخش، اے پروردگار میری دعا قبول فرما) سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اسماعیل علیہ السلام کی اپنے کلام میں جو تعریف کی ہے "وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا وَكَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا" (سورۂ مریم)

اور کتاب میں اسماعیلؑ کا بھی ذکر کرو وہ وعدے کے سچے اور ہمارے بھیجے ہوئے نبی تھے۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے۔ اور اپنے پروردگار کے یہاں پسندیدہ اور برگزیدہ تھے۔ ہمیں اس پر غور وفکر کرنا چاہیئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قول "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ" ترجمہ: (اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک کتنی بری بات ہے کہ تم وہ کہتے ہو جو خود نہیں کرتے ہو) (سورۃ الصف) پر غور کرنا چاہیئے۔

داعی الی اللہ جو اچھے الفاظ اور نپی تلی عبارتیں استعمال کرتا ہو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ حلم سے آراستہ ہو، کشادہ دلی اس میں پائی جاتی ہو، لوگوں کی بکواس (غیر مہذب باتیں) برداشت کرنے کی اس میں صلاحیت ہو۔ اور ان کے سوالات پر صبر کرنے پر بھی قادر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے سلسلہ میں ان کے کلام اور لوگوں کی بکواس (غیر مہذب باتوں) پر صبر کرنے کی تعریف فرمائی ہے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا!) "وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ" (آل عمران: ۱۵۹)

ترجمہ: اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔

اسی وجہ سے حضرت عبادۃ بن صامتؓ نے فرمایا (کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے حق کہیں گے۔ اور اللہ کے سلسلے میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے ہم خوفزدہ نہیں ہوں گے۔

داعی الی اللہ اس طبیب کے مثل ہے جو مریض کی حالت کی رعایت کرتا ہے اور اس کی حالت کو اس پر واضح کر دیتا ہے اور مناسب مشورہ دیتا ہے اور اس کیلئے مناسب علاج تجویز کرتا ہے اسی طرح داعی کو حق کے معاملہ میں لوگوں سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اس کیلئے مناسب ہے کہ حق کو واضح کرے اور حق کو لوگوں تک پہونچا دے تاکہ لوگ برائی سے واقف ہو کر اس سے اجتناب کریں، اور خیر سے واقف ہو کر اس پر عمل پیرا ہوں، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات ارشاد فرمائی ہے اس پر ہمیں غور کرنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" (الاسراء آیت: ۵۳)

ترجمہ: اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ لوگوں سے ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" (اہل کتاب سے مناظرہ نہ کرو مگر اچھے طریقہ سے)

داعی کی کامیابی کیلئے اخلاص (مخلص ہونا) بنیادی امر ہے۔ حق کیلئے مخلص ہونا، دین کیلئے مخلص ہونا اور جن کو دعوت دے رہا ہے اور وعظ ونصیحت کر رہا ہے اور تعلیم دے رہا ہے۔ ان کے سلسلہ میں مخلص ہونا چاہیئے۔ بغیر اخلاص کے کام اس جسم کی طرح ہے جس میں روح نہیں۔ دل سے جو بات نکلتی ہے وہ اثر کرتی ہے۔

اخلاص کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ داعی میں تواضع ہو۔ اور وہ اپنے کو ناتواں اور کمزور سمجھے اور اللہ سے مدد کا طلبگار ہو اور آدمی اس تعلیم کو پھیلانے سے جس کو اچھا سمجھتا ہے بخل سے کام نہ لے۔ اور ہمیں امام بخاری امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام نسفی، کو دیکھنا چاہیئے یہ تمام کے تمام بلند ترین لوگ تھے جنھوں نے تاریک دنیا کو مختلف اسلامی علوم سے روشناس کرایا۔

علم کا چھپانے والا ہلاک ہونے والا ہے (العیاذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (من علم علما فکتمہ الجم یوم القیامۃ بلجام من النار) جس نے علم سیکھا پھر اسے چھپایا قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔"

داعی کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ سنجیدگی اور وقار اختیار کرے لوگوں کے ساتھ لایعنی گفتگو نہ کرے۔ لوگوں سے ادب اور تہذیب کے ساتھ معاملہ کرے، ناپسندیدہ لوگوں کی صحبت سے دور رہے، حرام سے بچے، مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرے۔ اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرے اور ظاہر و باطن دونوں حالتوں میں اللہ سے ڈرے۔ صفائی قلب، اخلاص اور اللہ سے خوف اور صفات حسنہ کو اختیار کرے۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرماتے ہیں۔" فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ" (سورۃ الاحقاف)

ترجمہ: پس (اے محمدؐ) جس طرح اور عالی ہمت پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں اسی طرح تم بھی صبر کرو اور ان کے لئے (عذاب) جلدی نہ مانگو۔

اور اس طرح داعی کیلئے اہلسنت والجماعت کا طریقہ لازم ہے۔ اس کے تمام معاملات میں اس کے سامنے (کتاب اللہ) اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا چاہیئے (یعنی جو معاملات بھی اس کو درپیش ہوں اس میں وہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی طرف رجوع کرے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ جو تمہیں رسولؐ دیں لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔

(اخبار العالم الاسلامی)

دعائے مغفرت

مولوی نذیر احمد ندوی استاذ مدرسہ ضیاء العلوم روسٹرا بستی پور بہار کے والد جناب محمد بشارت حسین صاحب کا اچانک دل کا دورہ پڑنے سے ۲۰ رمضان ۱۴۲۱ھ کو انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

قاری سید رشید الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قاری سید رشید الحسن صاحبؒ نے حیدرآباد اور لکھنؤ کے اہل علم اور دینی دعوت سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں ایک معروف فرد رہے ہیں اتوار کے روز ۲۸ر جنوری ۲۰۰۷ء کو کراچی میں اس دارفانی سے دار باقی کی طرف رحلت کی، قاری صاحب نواب صدیق حسن خاں قنوجی کے احفاد میں تھے، اور اس طرح وہ والیۂ بھوپال سلطان جہاں بیگم کے احفاد میں بھی تھے، نواب سید صدیق حسن خاں صاحب بخاریؒ سے ہندوستان منتقل ہونے والے سادات میں تھے اور اپنے عہد کے بڑے ممتاز عالم دین اور علوم دینیہ پر بڑی دسترس رکھنے والے فرد تھے۔ ان کی تصنیف کردہ کتب تمام عالم میں مقبول ہیں۔ ان کا خاندان قنوج پھر بھوپال میں بڑھ رہا نیز لکھنؤ اور حیدرآباد میں اس خاندان کے افراد مقیم ہوئے انہی میں قاری سید رشید الحسن صاحب بھی تھے۔ ان کا بچپنا اور زمانۂ تعلیم حیدرآباد میں گذرا۔ وہ تعلیم کے اختتام پر جماعت تبلیغ کے دعوتی کام میں لگے اور اس کے سلسلہ میں ہندوستان کے مختلف مقامات پر ان کا جانا ہوا۔ اسی کام کے تعلق سے ان کا دینی صلاح وتدین کا معیار بڑھا اور وہ ایک صالح اور غیرت دینی کے حامل عالم دین کی حیثیت سے معروف ہوئے اور دعوتی کام ہی کے تعلق سے لکھنؤ آئے۔ یہاں ان کا طویل قیام ہوا۔ ان حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے والد و دادا صاحبان سے بہت قریبی ربط وتعلق رہا تھا۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس تعلق کی بناء پر قیام لکھنؤ کے دوران مزید مانوس اور قریب ہوئے یہ تعلق مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اعزہ سے بھی بڑھا۔ اس دوران قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب نواب نجم الحسن صاحب بھی کئی بار تشریف لائے۔ اور قاری صاحب کے اس تعلق و ربط سے سرت کا اظہار کیا اور بتدریج قاری صاحب کا ربط دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بھی قائم ہوگیا۔ وہ یہاں اولاً تدریس وتجوید قرآن اور عربی رسالہ البعث الاسلامی کے ادارہ سے منسلک ہوئے۔ اس طرح لکھنؤ میں ایک مدت تک قیام رہا۔ پھر انھوں نے پاکستان منتقل ہونے کا فیصلہ کیا۔ ان کے اعزہ اور والدین وہاں پہلے ہی منتقل ہو چکے تھے چنانچہ وہ کراچی گئے اور وہاں مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے ٹاؤن کی جامع مسجد میں خطیب کے عہدہ پر فائز ہوئے اور آخر تک اسی منصب پر فائز رہے، چند سال سے ان کو مختلف امراض سے سابقہ ہوا کئی بار آپریشن بھی ہوا جس کی وجہ سے وہ کمزور ہوتے گئے۔ اور اسی میں ان کا وقت موعود آگیا اور وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ للہ ما اعطی ولہ ما اخذ وکل شیئ عندہ لأجل مسمّٰی

اللھم اغفر لہ وارحمہ وانزلہ منازل الابرار عندک

قاری صاحب کا ازدواجی تعلق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقی خالہ زاد بہن کی صاحبزادی سے ہوا جنھوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ہی میں تعلیم وتربیت پائی تھی دوران قیام لکھنؤ ہی میں ہوا تھا۔ ان سے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چار فرزند اور تین دختر ہوئیں ان میں سے بڑی دختر کا ازدواجی تعلق مولانا سید محمد طاہر صاحب کے فرزند مولوی سید صہیب سے ہوا۔

قاری صاحب بڑے صاحب اخلاق، صاحب غیرت، دینی ودعوتی فکر وعمل کے مالک، ہمدردانہ اور مخلصانہ مزاج رکھنے والے شریف و معزز خاندان کی قدروں کے حامل تھے ان سے جو ملتا مانوس ہوتا اور ان کا قدرداں بن جاتا۔ لکھنؤ کے قیام کے دوران ان کے قدردانوں کا ایک حلقہ بن گیا تھا۔ اسی طرح کراچی میں بھی ان کی خاصی قدر کی گئی اور ان کا ایک حلقہ بن گیا جو ان کو بڑے تعلق و قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا وہ اپنے معزز خاندان کی روایات اور قدروں کے حامل تھے ان کی زندگی کی وضعداری اور صاف ستھرے اور پسندیدہ معیار کی تھی جس کی قدر سب کے دلوں میں تھی، جیسا کہ ان کے سانحۂ ارتحال سے بہت سے لوگ ملول وغمزدہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی خوبیوں کا بہترین صلہ ان کو عطا فرمائے اور اپنے عفو و رحمت کے سایہ میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر و رضاء بالقضاء کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے صاحبزادگان کو ان کی خوبیوں سے مزین فرمائے۔ (آمین)

دعائے مغفرت

مولانا حفظ الرحمٰن ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء) کی والدہ محترمہ کا مورخہ کیم فروری ۲۰۰۷ء کو ایک مختصر علالت کے بعد انتقال ہو گیا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ڈالی گنج لکھنؤ کے قبرستان میں بعد نماز مغرب ان کی تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

ایک مطالعہ

یادوں کی مہک

مصنفہ: ــــــــ پروفیسر فصیح احمد صدیقی

از : پروفیسر اسلوب احمد انصاری سابق صدر شعبۂ انگریزی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

"یادوں کی مہک" ان شگفتہ اور دلآویز نثر پاروں کا مجموعہ ہے جو الکیمیا کے متاز پروفیسر فصیح احمد صدیقی کے قلم سے نکل کر قسط وار روزنامہ "قومی آواز" کے صفحات پر سامنے آئے۔ یہ مل کر ایک نوع کی خود نوشت سوانح عمری کی تشکیل کرتے ہیں اور اس کی فنی اہمیت کو متعین کرتے ہیں۔ کتاب کا عنوان ہی اس امر کی چغلی کھاتا ہے اور اس راز کا انکشاف کرتا ہے کہ ایک واقعہ یا تجربے کی یاد دوسری یادوں کے نقوش کو تازہ کرتی ہے اور اسے سامنے لاکر کھڑا کرتی ہے یہاں انداز بیان ایک نوع کے (NON SEQUENTIAL ORDER) کا تابع ہے اسے آپ وسیع طور پر اشاریت کی تکنیک سے وابستہ کرسکتے ہیں یہ بہ سرعت انتقال ذہنی پر مدار رکھتا ہے۔ اور یادوں کے خزانوں کو کھنگالنے سے ایک نئی ہیئت اور ایک نئی کیفیت کی بازآفرینی مقصود اولین ہے۔ اسی طرح حال کا ربط ماضی سے جوڑ دیا جاتا ہے، یا یہ کہیے کہ ماضی کو حال میں درآنے کی اجازت دے دی جاتی ہے اور یہ ایک دوسرے کو REINFORCE کرتے ہیں۔ فوراً ہی یہ جتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فصیح صاحب مایہ ناز انشاپرداز رشید احمد صدیقی کے حقیقی بھانجے ہیں اور ذہنی اور تخلیقی سطح پر وہ ان سے ایک نقطۂ اشتراک رکھتے ہیں۔ وہ ان سے بغایت متاثر ہوئے ہیں اور ان سے حسب استطاعت کسب فیض بھی کیا ہے۔ یہ ایک انوکھی قسم کی خود نوشت سوانح ہے جس میں آگے پیچھے اور اندر باہر کے CONTEXT کو ایک دوسرے کے بالمقابل رکھ کر ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے، فصیح صاحب ان کے چھوٹے بھائیوں، مطیع احمد اور رضی احمد اور بڑے بھائی پروفیسر وصی احمد صدیقی کے ACHIEVEMENTS کا ذکر اس کتاب میں بڑی محبت اور دُلار کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اپنی غیر معمولی فہم وفراست، ذہانت اور طباعی اور پیہم جدوجہد اور لگن کے بل بوتے پر سائنس میڈیسن اور انجینئرنگ کی دنیا خصوصاً امریکہ میں امتیازات حاصل کئے اور ہر طرح سُرخرو رہے۔ فصیح صاحب کی نیت اور کردار کی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے اپنے خاندانی پس منظر اور حالات پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں کی، نہ ایسا کرنے میں ہچکچائے۔ بلکہ انتہائی دیانت داری کے ساتھ اور بلاکم وکاست اسے بیان کر دیا ہے یہ ان کی اخلاقی جیت ہے۔ اپنے والد، دادی اماں اور والدہ کی شخصیتوں سے ہمیں جس طرح متعارف کرایا ہے اس میں دیانت داری کے ساتھ ایک طرح کی طہارت بھی ہے اس طرح یہ شخصیتیں روشن ہو کر ہمارے روبرو آجاتی ہیں، یہ کوئی منضبط سوانح حیات نہیں ہے، یہاں سلسلہ واری کی کوئی اہمیت اور ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ ایک زرخیز اور طاقتور تخیل کی جست وخیز کا مظاہرہ ہے۔ یہ قاری سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ تاثرات کے اس ازدحام میں نظم وضبط تلاش کر کے TIME SCELE کو درست رکھنے کی کوشش کرے۔

فصیح احمد صدیقی کا مسکن جونپور کا مردم خیز خطہ ہے مشرقی یوپی کا یہ حصہ رشید احمد صدیقی کا بھی مولد و مسکن تھا۔ جس کی بڑی خوبصورت تصویریں ان کی خود نوشت سوانح "آشفتہ بیانی میری" میں ملتی ہے۔ اسی کی خاک سے رشید صاحب کے علاوہ سرشاہ سلیمان جیسی تابناک شخصیت بھی ابھری، دونوں یگانۂ روزگار تھے۔ اور اپنے اپنے امتیازات میں یکہ وتنہا، فصیح احمد صدیقی کا میدانِ کار الکیمیا ہے، ان کا ذہن بہت ہی برق آسا اور AGILE قسم کا ہے جو بیک وقت سائنس، ادب، اخلاقیات اور سماجیات سے کسب فیض کرتا اور اپنے مشاہدات اور مطالبات کیلئے گوناگوں مواد اخذ کرتا رہتا ہے، یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ اس کتاب پر رشید صاحب کی گہری چھاپ لگی ہوئی ہے۔ انھوں نے غیر محسوس طور پر رشید صاحب ہی سے ادبی احساسیت ورثے میں پائی ہے۔ اور انفرادی اور شخصی سطح پر فراخدلی شریف النفسی اور کشادہ جبینی بھی۔ راقم الحروف کو رشید صاحب سے ہمیشہ گہری عقیدت اور محبت رہی ہے اور اسے انہیں بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ ان کی شخصیت کا نمایاں پہلو ان کی سیرچشمی والا شانی تلطف اور اعلیٰ ظرفی ہے جو تمام انسانی صفات کا جوہر اور ان کے اتمام سے عبارت ہے مصنف کو بھی یہی سب خوبیاں قدرت کی طرف سے ارزاں ہوئی ہیں۔ اور یہ کتاب کے ہر ہر ورق سے بیّن طور پر نمایاں ہیں۔

ابھی یہ کہا گیا کہ اس کتاب کے مندرجات

سے ایک واضح تاثیر SIMULTANEITY کا ہوتا ہے۔ ایک طرف ذاتی اور اونچی سطح پر مصنف نے اپنے حال کا رشتہ ماضی میں اپنے عزیز و اقارب سے جوڑنے کی کوشش کی ہے اور دوسری جانب غیر ذاتی سطح پر لکھنؤ سے اس ماضی کی بازیافت کی جہاں انھوں نے اپنے ذہنی ارتقاء کی بہت سی منزلیں طے کیں تخیلی طور سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، عمر اور ظفر قائم رضا اور حسین علی بیگ اور سرسید کے گھسیارے شہزادوں جیسے کردار ان کی نقش گری نے مسلمانوں کے گردش میں آئے لیل و نہار اور شب و روز کی یاد تازہ کر دی ہے اور دل پر ایک چرکہ لگتا ہے، یادوں کا لہجہ حد درجے یاس انگیز اور گلوگیر کیفیت کی ترجمانی کرتا ہے یہ سب ایک علامتی معنویت کے حامل ہیں، بلند دروازے کے پاس ڈھلیے کے عنوان سے مصنف نے جو کچھ لکھا ہے اور جس گہرے داخلی ردعمل کا اظہار کیا ہے اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ انتشار اور اختلال کی چکی میں پس جانے سے قوم کا حلیہ کس درجے بگڑ جاتا ہے۔ اس تاثراتی پارے کو پڑھ کر مشتاق یوسفی کی مایہ ناز تصنیف "آب گم" کی طرف دھیان نہ جانا ناممکن ہے، اسی طرح مسٹر کے رام پر مضمون پڑھ کر جہاں مصنف کی وسیع انسانی ہمدردیوں پر ایمان لانے کو دل چاہتا ہے، وہیں کے رام کے عزم و ہمت پامردی اور لگن اور شوق بے پایاں کی بھی داد دینا پڑتی ہے، "نصرت منزل" بھی ایک معرکے کا مضمون ہے اور CARICATURE کے آرٹ کا اعلیٰ نمونہ جن صاحب کو سامنے رکھ کر یہ روئیداد بیان کی گئی ہے وہ ہماری یونیورسٹی کی ایک جانی پہچانی شخصیت تھے یعنی " " " " " " اور خاصے کھسکے انسان۔ انہیں آپ AFREAK OF NATURE کہہ لیجئے، ایسے لوگوں کو فطرت کبھی کبھی خلاف معمول اپنے رحم سے نکال کر باہر پھینک دیتی ہے۔ فصیح صاحب نے اس موقع پر جزئیات کی فراہمی اور فنی لاتعلقی سے کام لے کر ایک ایسی تصویر ذہن کے پردے پر آویزاں کی ہے جس میں کور کسر نکالنا مشکل ہے۔ "قدر گوہر شاہ داند" کے عنوان سے ایک مختصر خاکہ حضرت مولانا علی میاں صاحب کا ہے، ان کی اپنی تحریر کا اقتباس اتنا جامع ہے کہ تصویر منہ سے بول اٹھتی ہے کہ میں کون ہوں، حضرت مولانا بڑے متقی صاحب علم و فضل اور بڑی بھاری بھرکم شخصیت کے مالک تھے اور صف اول کے مشاہیر میں اپنی جگہ اور پر عظمت مقام رکھتے تھے۔ فصیح صاحب کو اپنے خاندانی روابط کی اساس پر ان سے بڑا گہرا ربط تھا اور گہری عقیدت تھی۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا کہ رشید صاحب کا ذکر آتے ہی فصیح صاحب انتہائی برجستگی کے ساتھ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں:

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می بینم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

علاوہ ان اوصاف حمیدہ یعنی نیک طبعی شریف النفسی اور کشادگی نظر کے جو دونوں میں مشترک ہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ تخلیقی بنیادیں وہ رشید صاحب سے کس درجہ اثر پذیر ہوئے ہیں، بات میں بات نکالنا، چشم زدن میں اشیا اور اشخاص کے مضحک پہلوؤں کو اپنی گرفت میں لے لینا اور اپنے مدرکات کو قطعی اور مجسم طور پر پیش کر دینا ایسا لگتا ہے۔ ان سب کیلئے وہ غیر شعوری طور پر رشید صاحب ہی کے رہین منت ہیں۔ فنی اعتبار سے رشید صاحب کا امتیاز ان کی انفرادیت اور تنوع ہے۔ اور شخصی اعتبار سے ان کا نمایاں پہلو سیر چشمی اور تلطف ہیں اس میں اگر آپ GOOD SENSE کشادہ جبینی اور حسن مزاح کو جوڑ دیں تو ان کا اختصاص مکمل ہو جائیگا فصیح احمد صدیقی کی وسیع انسانی ہمدردی، ان کی خوش خلقی اور اعلیٰ ظرفی کی جھلکیاں ان مضامین میں جا بجا بکھری پڑی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے رشید صاحب کی تحریروں کا بہ اسان نظر مطالعہ کیا ہے (گہرائی) ہے اور ان کے فیض صحبت سے اپنے ذوق و ظرف و ضمیر پر صیقل کیا ہے۔ رشید صاحب اور علی میاں صاحب کے علاوہ سید حامد صاحب بھی اپنی تمام تر خوبیوں اور کارناموں کے باعث اس محفل میں بہت نمایاں طور پر سرفراز نظر آتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انھوں نے سرسیدؒ کے اعلیٰ نصب العین کو برابر اپنے سامنے رکھا ہے اور ان کی ہمہ گیر تعلیمی مشن کی نشر و اشاعت اور تنظیم و ترتیب کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے، جس کیلئے وہ قابل صد ستائش ہیں، وہ ہمیں بڑی حد تک سر ضیاءالدین احمد مرحوم کے عزم و حوصلہ ایمان و ایقان اور جذبۂ سرفروشی کی یاد دلاتے ہیں۔ انھوں نے علی گڑھ میں قیام کے دوران یعنی اپنی وائس چانسلری کے زمانے میں جس تندہی اور خلوص کے ساتھ یونیورسٹی کی خدمت کی صلے اور ستائش کی تمنا سے بے نیاز رہے اس کی مثال تلاش کرنا فعل عبث ہے۔ انھوں نے کبھی اپنی خدمات کا کوئی معاوضہ نہیں چاہا۔ حکومت ہند سے ہرگز نہیں۔ ان کے ایثار اور بے غرضی میں کسی شک و شبہے کی مطلق گنجائش نہیں، رشید صاحب اور سید حامد صاحب دونوں کے سلسلے میں فصیح صاحب نے ان بزرگوں کے خطوط کے جا بجا اقتباسات دے کر بلکہ پورے پورے نقل کر کے اپنے بیانات اور قیاسات کیلئے مستحکم استناد فراہم کی ہے، ان خطوط سے ان دونوں بزرگوں اور مصنف کے درمیان اعتبار و یگانگت کا وافر ثبوت ملتا ہے اور فریقین کے درمیان تعلق خاطر، رواداری اور سرخوشی کا بھی راقم الحروف کے بارے میں فصیح صاحب نے جو کچھ لکھا ہے یعنی اس کی ذاتی حیثیت اور تحریروں کے بارے میں اس میں سعلمنساہٹ اور تعلق خاطر کو بیش از بیش دخل ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ مصنف نے راقم الحروف

بارے میں رشید صاحب کی رائے سے جو یقیناً
ں تھی بہ طور خاص متاثر ہوئے ہیں اور رشید صاحب
معاملہ یہ تھا کہ وہ بزرگوں کا بغایت احترام
تے تھے، برابر دلوں سے رواداری اور وسیع القلبی
ظار کھتے تھے۔ اور خوردوں سے بدرجۂ کمال
محبت کا برتاؤ کرتے تھے، راقم الحروف کو خود
ں کے بقول انھوں نے بچپن سے دیکھا تھا۔
اس کے ذہنی ارتقا اور اخلاقی بارآوری پر ان کی
ر برابر رہتی تھی۔ اور اس کے امتیازات
ں گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اور خصوصاً آکسفورڈ
ACHIEVEMENTS پر صد درجہ خوشی کا
ظہار کرتے تھے۔ جب رشید صاحب قبلہ کو یونیورسٹی
ے ڈی لٹ کی ڈگری کا اعزاز تفویض کیا تو اس کا
CITATION مجھ ہی سے ہی لکھوایا گیا۔ اس کتاب کے
ارے میں اگر کسی انجان سے کہا جائے کہ یہ ایک
دیب کی نہیں ایک سائنسداں کی تصنیف ہے۔
ذ اُسے ایسے باور کرنے میں بغایت تأمل و تذبذب
ہوگا۔ مصنف کا گہرا اور پاکیزہ ادبی ذوق اور جدید
سائنسی علوم سے ان کی واقفیت اور ان میں ان کا
درک کتاب کے ہر ہر صفحے سے نمایاں ہے اور
جگہ جگہ اشعار کے برمحل اور برجستہ اشعار کے
دینے سے وہ اس ضمن میں ہمیں مولانا ابوالکلام آزاد
کے خطوط کے مجموعے "غبار خاطر" کی زبردست طریقے
سے یاد دلاتے ہیں کہ وہ اپنی تحریروں کو مزین کرنے
کیلئے بے تحاشا اساتذہ کے اشعار سے قدم قدم
پر کام لیتے ہیں مختلف اردو شعرا بالخصوص غالب
کے اشعار فصیح صاحب کی نوک زبان پر رہتے
ہیں اور وہ انہیں انتہائی سلیقہ کے ساتھ برتتے ہیں
س کتاب میں جو EXCESSES ہیں وہ ایک
یسے ادیب کی ہیں جو حد درجے پرخلوص، برجستگی
بینائیت کے محرکات سے مملو اور غیر خود آگاہ
نم کا ادیب ہے جو جذبات کے طغیان اور یورش

پر کوئی بند نہیں باندھ سکتا اور نہ ان کے اظہار سے
اپنے آپ کو روک سکتا ہے اسی لئے ان کے بیانات
اور اظہار رائے میں ایک حد تک غلو پایا جاتا ہے
محض خردہ گیری کی نیت سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ
انھوں نے اپنے اعزا کے امتیازات کا بار بار اور
بڑھ چڑھ کر ذکر کیا ہے یہ اعتراض ناروا ہے۔ اول تو
اس لئے کہ انھوں نے کہیں بھی غلط بیانی سے کام
نہیں لیا بلکہ اظہار حقیقت کیا ہے اور دوسرے
انھوں نے اسی کے ساتھ ہی خدا کا شکر بھی ادا کیا
ہے یعنی اپنے حال پر اس کے فضل و کرم کی ارزانی کا۔
یہاں خالی خولی خودستائی اور انانیت کا مظاہرہ
کہیں نہیں ہے بلکہ ہر موقع پر فروتنی انکسار اور
سرافگندگی کی کارفرمائی نظر آتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے
اپنے لطف و کرم سے انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔
اسلام میں ایمان اور احسان کا یہی مفہوم ہے۔
اس کے ساتھ ہی یہ کہے بغیر ہی نہیں رہا جا سکتا
کہ ایسی اچھی کتاب میں مہمل اور بے مغز تعارف
کا شامل کرنا کیا ضروری تھا؟
فصیح احمد صدیقی ماضی کی بھول بھلیاں
اور آج کی دنیا کی خیرہ کن وادیوں میں بڑی ہنرمندی
خوش ذوقی اور طمانیت قلب اور رمز آشنایانہ
خود آگہی کے ساتھ ساتھ قاری کو ساتھ ساتھ
لئے پھرے ہیں۔ مشرقی یوپی کے جونپور کی خاک
پاک کے INVOCATION اور بلند دروازے
کے ڈھابے کے تصادم سے انھوں نے ایک
سحر انگیز کیفیت کو بڑی ہنرمندی کے ساتھ
ابھارا ہے۔ اسی طرح لکھنؤ، علیگڈھ اور
فلاڈلفیا (امریکہ) کو انھوں نے ایک وجود
یعنی PRESENCE کی حیثیت سے ہمارے
دل و دماغ میں اتارا ہے جو ان کی معیت میں ایک
تخیلی سفر کے بغیر ممکن نہ تھا۔ اس کتاب کو
پڑھ کر ایک طرف تو مصنف کے مستحضر اور

فعال ذہن کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ اور دوسری
طرف اس پر رشک آتا ہے کہ انھوں نے
کس طرح تجربات اور مقامات کو اپنے مرتعش
احساس کی لَو سے چھو کر انھیں انفرادیت بخش
دی ہے۔ ...

(بقیہ)
مسلمان کب ہوشیار ہوں گے؟

کیا، اور ان کے مال و جائداد سے ناجائز فائدہ
اٹھایا، اب اس پر اس کے دشمن اسرائیل کو
مسلط کیا جس کی حیثیت ایک چڑیا کی تھی مگر
اب وہ گدھ بن گیا ہے، اس کا جواب وہ کون
ہے، بس خدا ہی حافظ ہے۔

(بقیہ)
مغربی میڈیا اور اس کے اثرات

کیا ہے پھر آخر میں اسلام کی طرف سے حق پسندی
کا طور و طریقہ واضح کیا ہے۔
اس طرح یہ کتاب قارئین کے سامنے
بہت سے انکشافات پیش کرتی ہے اور صالح
دعوت کے انداز عمل کی نشاندہی کرتی ہے اس
طرح اس زمانہ میں سامنے آنے والے اور انسانوں
کے رایوں اور خیالات کی تشکیل جدید کرنے
والے اس اہم ذریعہ کی وضاحت کی ہے جس کو
پڑھ کر قارئین کے سامنے نئی حقیقتیں آجاتی
ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو حق و ایمان کے
مقصد کیلئے مفید بنائے اور لوگوں کے لئے
اس کو صحیح فائدہ اٹھانے کا ذریعہ بنادے۔
یہ کتاب ۲۲۴ صفحات، خوبصورت ٹائٹل عمدہ
کمپوزنگ، بہترین کاغذ پر مشتمل ہے، جس کی
قیمت -/۹۰ روپئے ہے اور اس پتہ پر حاصل
کیا جا سکتی ہے۔
• مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس ۹۳ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مولانا سلیمان صاحب پالنپوریؒ

نقوش و تاثرات

• مولانا عبد القادر ندوی پٹنی

انیسویں صدی عیسوی میں ہندوستان ـــــــ، اسلامی حکومت کا ایک ے کلی خاتمہ ہوگیا۔ اور اس کی بنا پر برصغیر سلام خطرہ میں پڑ گیا جس کا احساس ہ داران ملت کو ہوا۔ اور اس کیلئے ، ہوگئے، اور غور وفکر کے بعد بقاء کی رف ایک صورت نظر آئی اور وہ تھی و مکاتب دینیہ کا قیام اور ان کا م اور اس سلسلہ میں ہر قربانی دینے کیلئے چنانچہ انھوں نے اس کا عہد کر لیا۔ اور اقہ اور اندرونی و بیرونی ہر طرح کی مخالفت بود اس عہد کو پورا کر دکھایا اور فَمِنْهُم ضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا لُوا تَبْدِيلًا کے مصداق بن گئے۔

ان مخلصانہ مساعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اچھے ی استعداد اہلِ علم وفضل نے اپنی زندگیوں ف کر دیا۔ اور اپنے علاقہ کو حسب حیثیت ین کے نور سے منور کر دیا۔

انہی خدا کے نیک بندوں میں سے ن مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری بھی تھے۔ جن کے ذریعہ ایک ایسی قوم کو نصیب ہوئی، جس کو دو صدی قبل اسلام ت بھی عطا ہوگئی تھی۔ مگر مولانا کے عہد میں سلمان نام کے ان کے پاس اسلام کی کوئی چیز نہیں تھی لیکن مولانا نذیر احمد صاحب کی مساعیِ جمیلہ سے اس قوم کو علم دین، اخلاق اور مال سبھی میدانوں میں ترقی ہوئی، جس کی بڑی وجہ مولانا کی تعلیم سے ایسے علماء کا تیار ہو جانا تھا جنھوں نے پورے خلوص سے اصلاح قوم کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔ انھیں میں سے ایک عالم ربانی مولانا سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

مولانا سلیمان صاحب پالنپور سے تین میل کے فاصلہ پر واقع "بھاگل" بستی کے رہنے والے تھے یہ وہ گاؤں ہے جس کے باشندوں نے مولانا نذیر احمد صاحبؒ کا اس وقت ساتھ دیا تھا جب مولانا کو اور ان کے ساتھیوں کو راہِ حق میں سزائیں دی جارہی تھیں حتیٰ کہ نواب پالنپور نے تو مولانا کو ریاست بدر ہی کر دیا تھا۔

مولانا سلیمان صاحب غریب گھرانے کے تھے اور پڑھنے کا شوق کچھ بڑی عمر میں دامنگیر ہوا جبکہ غالباً مولانا کی شادی بھی ہو چکی تھی، اس لئے طالب علمی کا دور جو یوں بھی مجاہدہ سے خالی نہیں ہوتا کچھ زیادہ ہی دشوار گذار تھا اور مولانا نے ڈابھیل جلال آباد اور دار العلوم دیوبند، آخر میں مظاہر علوم سہارنپور وغیرہ میں رہ کر طالب علمی کے دوران گجرات سے گھی بیچا کر فروخت کرتے اور اس طرح اپنی غربت کے باوجود باعزت طریقہ سے ضروریات پوری کرتے۔

مولانا نے ۱۹۵۷ء میں مظاہر علوم سہارنپور سے حضرت شیخ الحدیث شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس اللہ سرہ العزیز سے درس بخاری حاصل کر کے اپنے وطن عزیز واپس ہوئے اور اس علم کو جس کو انھوں نے بڑی محنت ومجاہدہ اور مشقت سے حاصل کیا تھا۔ ترویج واشاعت میں لگ گئے۔

مولانا سلیمان صاحبؒ نے جس طرح طالب علمی میں مشقتیں برداشت کیں اسی طرح ترویج واشاعت کی راہ میں بھی خود اپنوں کی مخالفت بھی ان کو برداشت کرنی پڑی، چنانچہ جامعہ نذیریہ جو بالکل ابتدائی حلقہ سے شروع ہوا۔ اور ایک مدت تک "کاکوسی" بستی میں رہا۔ اس کے قائم کرنے میں اس طرح کی بہت سی باتیں پیش آئیں جن کو نہ یہ کہ مولاناؒ نے جھیلا۔ بلکہ بڑی حکمت ودانشمندی سے ان سب پر قابو پایا۔

مولاناؒ کو اس سلسلہ میں دعوت وتبلیغ کی دنیا میں مشہور ومعروف شخصیت حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی مدد ملی اور مولانا محمد عمر صاحبؒ اپنے خانگی معاملات کے حل میں مولانا سلیمان صاحبؒ کی رائے ومشورہ سے فائدہ اٹھاتے۔ اس طرح یہ دونوں بزرگ جو دار العلوم دیوبند کی تعلیم کے معاصر تھے زندگی بھر ایک دوسرے کیلئے مخلص اور معاون رہے اور اس طرح دونوں حضرات کو اپنے اپنے کاموں میں بڑی مدد ملی۔

مولانا سلیمان صاحبؒ علماء کو علم وعمل دینداری اور تقویٰ والی زندگی کے ساتھ باوقار دیکھنا پسند کرتے تھے، خود بھی اس کی تدبیریں کرتے۔ اور دوسروں کی بھی اس سلسلہ میں رہنمائی فرماتے چنانچہ مولاناؒ کی اس سلسلہ میں کوششیں اور طریقۂ کار قابل تعریف بھی ہے۔ اور مخلص کام کرنے والوں کیلئے بہترین نمونہ بھی۔

(باقی ص ۔۔۔ پر)

اردو میں اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب

مغربی میڈیا اور اس کے اثرات

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

اس وقت ہمارا معاشرہ مغربی ممالک کے اشارہ پر میڈیا کے ذریعہ پھیلائی جانے والی فحاشی اخلاقی انارکی، کردار کشی اور عریانیت سے بُری طرح متاثر ہے، ٹیلی ویژن پر جس طرح عریاں فلمیں دکھائی جارہی ہیں، اخبارات میں جس طرح برہنہ تصویریں شائع کی جارہی ہیں اور مغربی تہذیب اپنے پیرے جس طرح مضبوط کرتی جارہی ہے اس کی وجہ سے لوگوں کے خیالوں میں فسق وفجور، مقاصد میں فساد، اخلاق میں خرابی، کردار میں تخریب کاری پیدا ہوتی جارہی ہے۔ اور اس طرح انسانیت کا جنازہ نکلا جارہا ہے۔ اور شرافت دم توڑتی نظر آرہی ہے۔

آج اخبارات، ٹیلی ویژن، ریڈیو۔ ڈش انٹینا اور انٹرنیٹ کے ذریعہ جس طرح سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ، غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اس نے اخلاقی تو اخلاقی انسانی قدروں کو بھی پامال کردیا ہے۔

اسی طرح اسلام کی پاکیزہ تعلیمات پر پردہ ڈال کر اس کے خلاف بری طرح زہر اگلا جارہا ہے۔ حقائق کو چھپایا جارہا ہے اور جھوٹ والا میڈیا اس خوبصورتی کے ساتھ چلایا جارہا ہے کہ اچھے اچھے لوگ دھوکہ کھا رہے ہیں اور ان کے اندر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جذبہ اور تاثر پیدا ہورہا ہے۔ مسلمانوں کو اور اسلام کو آجکل اس کا سخت مقابلہ ہے۔ مصنف کتاب استاذ گرامی جناب مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی استاذ ادب دار العلوم ندوۃ العلماء نے اس نازک اور اہم موضوع پر قلم اٹھایا۔ اور "مغربی میڈیا اور اس کے اثرات" نامی کتاب لکھکر مغرب کی قلعی کھول دی اور اس کے اخلاق سوز اور انسانیت دشمن کردار کا راز فاش کردیا ہے۔ انھوں نے جہاں اس کتاب میں مغربی میڈیا کی فحش کاریوں کو بتایا ہے وہیں اسلامی میڈیا کے فوائد بھی بتائے ہیں اور عصر حاضر میں میڈیا کا کیا رول ہونا چاہیئے انسان اس سے کیسے فائدہ اٹھائے۔ اور اس کے نقصان سے کیسے بچ سکے بڑی تفصیل کے ساتھ بتایا ہے۔

یہ کتاب نو ۹ ابواب پر مشتمل ہے ابتدا میں نئے عالمی نظام، خصوصیت، وسائل اور مقاصد، قوموں کی دماغی تطہیر، انسانی آبادی اور نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امریکہ کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس باب کو پڑھ کر کے پوری دنیا کے بدترین اقتصادی وتہذیبی فساد کے اسباب کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد پہلے باب میں مغربی میڈیا کا تاریخی پس منظر، یہودی میڈیا اور اس کے اثرات، فرانسیسی نیوز ایجنسی، برطانوی صحافت، امریکی روزنامے، ماہنامے اور سہ ماہی رسالے اور کمپنیوں کے بلیٹن اور منشورات کو بیا[ن کیا] گیا ہے، دوسرے باب میں میڈیا کے کردار [کے] بارے میں یہودی عزائم، تیسرے باب میں د[ر] پردۂ سیمیں پر مسلمانوں کی تصویر، مغربی فلم اور مغربی ٹی وی کمپنیوں کے ذریعہ مسلمانوں [کی] کردار کشی کو بیان کیا گیا ہے، چوتھے باب [میں] عالم عربی پر مغربی میڈیا کی یورش: تاریخی پس [منظر،] مصری میڈیا اور سعودی میڈیا کا اجمالی جائزہ [لیا گیا] ہے۔ پانچویں باب میں ہندوستانی اور پاک[ستانی] میڈیا پر مغربی فلموں کے منفی اثرات کا ذکر [ہے،] چھٹے باب میں ٹیلی ویژن کے منفی اثرات، [ساتویں] باب میں ذرائع ابلاغ کا علمی وفنی تجزیہ کیا گ[یا ہے،] آٹھویں باب میں اسلام میں میڈیا کی دینی ضرورت، اس کی خصوصیات، اس کے پاکیزہ [و] بلند مقاصد اور کامیاب میڈیا کے اوصاف [کا] تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور نویں باب کا عنوان "شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے" [ہے] اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ "ہلاکت مغرب کا ناگزیر انجام ہے، اگر مغربی دنیا اس سے بچنا چاہتی ہے تو اسے چاہیئے کہ از سر نو د[ین] باری تعالیٰ کی مقدس والہامی حقیقت کو ت[سلیم] کرے اور قرآنی اقدار اور احکام کے مطابق جنھیں ا[للہ کے] آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ک[ی] سنت سے مستحکم کردیا گیا ہے۔ زندگی بسر [کرنا] شروع کردے اسی میں اس کی فوز وفلاح مضمر ہے"

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دا[مت] برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء نے اپنے گرانقدر مقدمہ میں [لکھتے] ہیں کہ "عزیزی مولانا نذر الحفیظ ندوی صاحب [نے] میڈیا کو یہودیوں کی طرف سے اپنا لینے کے ذر[یعہ] آج تک کا اس کے مؤثر اور تخریبی رول کا [جائزہ لیا] ہے کہ بہت جامع اور مفید کتاب تیار کی۔ اس کو یہودی کوششوں کے پس منظر میں ...

(باقی ص ۲۴ پر)

س :۔ کیا خلع کی صورت میں بیوی شوہر کو مہر کی پوری رقم واپس کرے گی ؟

ج :۔ صورت مسئولہ میں اگر خلع کا معاملہ مہر پر طے ہوا ہے اور بیوی مہر لے چکی ہے تو بیوی پر مہر کی واپسی لازمی ہوگی اور اگر ابھی تک قبضہ نہیں کیا ہے تو شوہر سے وہ ساقط ہو جائے گا۔

س :۔ کیا تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا چاہیئے یا نہیں ؟

ج :۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے۔ لہٰذا تیسری اور چوتھی رکعت میں بسم اللہ پڑھنا چاہیئے۔

س :۔ کن کن دھاتوں کی انگوٹھی پہننا درست ہے ؟

ج :۔ چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔

س :۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں جگہ متعین کرے تو کیسا ہے ؟

ج :۔ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

س :۔ کیا وتر کی نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں ؟

ج :۔ وتر کی نماز بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے ہیں، اگر قیام پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔

س :۔ عورتیں اپنی جماعت کی نماز میں اذان و اقامت کہیں گی یا نہیں ؟

ج :۔ عورتوں کا اگرچہ جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر کراہت کے ساتھ وہ جماعت قائم کریں تو اذان و اقامت نہیں کہیں گی۔

س :۔ ٹرین، بس وغیرہ کی دیواریں لکڑی، لوہے، اور پلاسٹک کی ہوتی ہیں کیا حالت سفر میں ان پر تیمم کرنا درست ہے ؟

ج :۔ اگر ان دیواروں پر گرد و غبار جما ہوا ہو جیسا کہ دوران سفر عموماً ایسا ہوا کرتا ہے تو ان پر تیمم کرنا درست ہے، اگر ایسا نہیں ہے تو درست نہیں ہے۔

س :۔ مکھی یا مچھر وغیرہ اگر دودھ یا سرکہ وغیرہ میں گر جائے تو اس کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

ج :۔ صورت مسئولہ میں دودھ یا سرکہ استعمال کر سکتے ہیں۔ شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ مکھی یا مچھر میں دم سائل نہیں ہوتا ہے، ہاں یہ الگ بات ہے کہ طبیعت نہ لے تو استعمال نہ کرے۔

س :۔ اپنا جائز حق لینے کیلئے اگر کوئی شخص رشوت دیتا ہے تو وہ رشوت ہے یا نہیں ؟

ج :۔ اپنا جائز حق حاصل کرنے کے لئے مجبوری میں جو رقم دی جائے وہ رشوت نہیں ہے۔

س :۔ وہ کاروبار جو چل رہا ہو جس میں کوئی رقم اکٹھا نہ رہتی ہو۔ بلکہ کاروبار میں لگی پونجی لاکھوں میں ہے اس قسم کے کاروبار کے مال سے زکوٰۃ نکالنے کا شرعی حکم کیا ہے ؟

ج :۔ مال تجارت اگر سال کے شروع میں نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جاتا ہے تو اس کے بعد درمیان سال میں آنے جانے والی پونجی کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ سال مکمل ہونے کے بعد موجودہ مال تجارت کی موجودہ بازاری قیمت نکالی جائے گی اور اس کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا۔

س :۔ زید ایک پاؤں سے معذور ہے لکڑی کے سہارے سے چلتا ہے ذی شعور اور صاحب علم ہے بسا اوقات امام صاحب نہیں ہیں تو کیا امام کی غیر موجودگی میں نماز پڑھا سکتا ہے اور خود امام اس کو اپنی غیر حاضری میں نائب بنا سکتا ہے ؟

ج :۔ صورت مسئولہ میں زید امامت کر سکتا ہے جائز ہے اور امام اس کو اپنا نائب بھی بنا سکتا ہے۔

کتاب

مغربی میڈیا اور اس کے اثرات

رسم اجراء کی ایک تقریب

رپورٹ : ——— حفظ الرحمٰن ندوی

موجودہ ترقی یافتہ دور میں ذرائع ابلاغ سی معاشرے کے شعور اور روح کی ترجمانی رنے والی دونوں بنیادوں، ثقافت اور فکر ومفلوج اور معطل کرنے میں جس طرح سرگرم عمل ہے وہ آج روز روشن کی طرح عیاں ہے یڈیا کے ذریعہ اسلام کی مخالفت، مسلم دشمنی وعناد اور نئی نسل کے رجحانات وخیالات کو بدلنے اور پراگندہ کرنے کی ناپاک سازشیں اور کوششیں ہو رہی ہیں۔ وہ بھی کسی صاحب علم وبصیرت سے مخفی نہیں، دنیا میں اس وقت بالخصوص مسلمانوں میں تعمیری صحافت کی بڑی طلب اور سخت ضرورت ہے۔ آج کے میڈیا پر مغربی یہودیوں کا قبضہ ہے۔ وہ اپنے خاص مقاصد کو بروئے کار لانے کیلئے میڈیا کو اس طرح استعمال کر رہے ہیں، جس سے ان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے، اردو داں طبقہ کے لئے اس موضوع پر ایک ایسی کتاب کی ضرورت سالہا سال سے محسوس کی جا رہی تھی، جو مغربی میڈیا کے ناپاک اور گھناؤنے مقاصد اور ان کی سازشوں کو طشت ازبام کرے۔

یہ باتیں مورخہ ۲۸ر جنوری ۲۰۰۱ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سلیمانیہ ہال میں مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی تازہ ترین تصنیف "مغربی میڈیا اور اس کے اثرات" کے رسم اجرا، کے موقع پر کہی گئیں۔ کتاب کے پس منظر، محرکات، اسباب اور مقاصد پہ روشنی ڈالتے ہوئے مصنف نے کہا کہ یہودیوں کا آج میڈیا پر زبردست قبضہ ہے، وہ اس میں آزادانہ طور پر تصرف کرتے ہیں۔ آج تعمیری صحافت کا نقدان ہے، ضرورت ہے کہ دنیا کو اسلامی تعمیری صحافت سے روشناس کرایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ جو خبریں شائع کی جا رہی ہیں ان کے پس پردہ خاص اسباب ومقاصد ہیں۔ آج پورا نظام یہودیوں کی گرفت میں ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی صورت کو مسخ کرنا ان کا بنیادی مقصد ہے، اور دنیا میں اسکے ذریعہ ایک نیا رنگ، ایک آہنگ اور ایک خاص فضا پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے بشمول مشرقی صحافت، مغربی صحافت کے نقش قدم پر ہے اور اس کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔ اور پورے نظام کو مخصوص سانچے میں ڈھالنے کی کوشش ہو رہی ہے، انھوں نے کہا کہ ہمارا تعلیم یافتہ اور ناخواندہ طبقہ باہر کی خبروں اور تجزیہ کو وحی کا درجہ دیتا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کے پاس فن ہے اور ماہرین فن واقعہ کے تعمیری پہلو کو نظر انداز کر کے اس کے تخریبی پہلو کو بہت دلفریب اور خوشنما اسلوب میں پیش کرنے پر اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں۔ اخیر میں انہوں نے کہا کہ اس صورتِ حال کے باوجود بھی دانشوروں اور یونیورسٹیوں کے حلقوں میں اسلام کی دعوت کو بڑے پیمانے پر سمجھنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اس سے متعلق سوالوں کا ایک سیلاب اُمنڈ آیا ہے کہ کیا آج بھی اسلام قیادت کی صلاحیت رکھتا ہے؟ آج عالمی پیمانے پر گلوبلائزیشن کا نظام چلا کر یہ کوشش ہو رہی ہے کہ پوری دُنیا میں مغربی تہذیب وتمدن کی چھاپ ہو اور دُنیا غیر محسوس اور لاشعوری طور پر مغربی ممالک کی اتباع اور نقالی کرے۔

اس موقع پر ڈاکٹر مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء نے فرمایا کہ میڈیا جو گل کھلا رہا ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، امریکہ یا مغربی ممالک سے جو ایک پرچہ نکلتا ہے اس کی پوری دنیا میں آؤ بھگت ہوتی ہے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے، اس پر اعتماد کیا جاتا ہے، مسلمانوں کو بدنام کرنے، ان کی تاریخ، تہذیب وتمدن اور معاشرتی تعلیمات کو داغدار اور بدنام کرنے کا گندا کام مغربی میڈیا کے ذریعہ ہو رہا ہے، اور اپنے ترقی یافتہ وسائل کی بدولت واقعہ کے تخریبی پہلو کو رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ ہندوستان کی وزارت تعلیم پر جتنا خرچ آتا ہے اس سے کہیں زیادہ انکے ایک پرچے کی نشر واشاعت پر خرچ آتا ہے انھوں نے فرمایا کہ صہیون کے بڑے دانشوروں اور روشن خیال افراد کے اجتماع میں یہ بات پاس ہوتی کہ اگر دنیا پر حکومت کرنا چاہتے ہو تو میڈیا اور بینک پر قبضہ ضروری ہے۔

مولانا کے بعد مہمان خصوصی سپریم کورٹ کے سابق جج جناب سید صغیر احمد صاحب نے کتاب کا اجراء کرنے کے بعد کہا کہ:

آئین ہند کی دفعہ ۱۹ کے بنیادی حق آزادی

رائے اور آزادی صحافت کا استعمال کرتے ہوئے جرنلزم جو چاہتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں تصویر پیش کرتے ہیں۔ آج اس بنیادی حق کو استعمال کرکے عالمی سطح پر اسلام کو بدنام کرنے اور ہمارے اس ملک کی تہذیب کو مسخ کرنے کی کوشش ہو رہی ہے لیکن اس دفعہ کا بنیادی حق اس وقت تک کافی نہیں ہوگا۔ جب تک حکومت ذرائع ابلاغ پر پابندیاں نہ عائد کرے، ٹی وی کے جو اثرات نوجوان طبقہ پر پڑ رہے۔ وہ بہت ضرر رساں ہیں۔ آج پرائیویٹ چینلس بڑھتے جا رہے ہیں، جن کے ذریعہ فحاشی عیاشی اور بدکرداری کو عام کیا جا رہا ہے۔ حکومت کو ایسے چینلس پر پابندی عائد کرنی چاہیے تاکہ ہماری اقدار، وقار اور ہماری تہذیب و تمدن متاثر نہ ہو۔ مغربی میڈیا کے مصنف نے بڑے خاص موضوع پر قلم اٹھایا ہے جس کے لئے ہم انھیں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

مہمان خصوصی کے بعد ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے فرمایا کہ قوموں کے عروج و زوال کیلئے شروع ہی سے ذرائع ابلاغ بہت مؤثر رہا ہے، اگر وہ طاقتور ہو تو قوموں کی قدریں ان کے رجحانات و خیالات بدل جاتے ہیں سوسائٹی اور معاشرہ کرپٹ ہو جاتا ہے۔ دور جاہلی میں یہ کام اشعار نے انجام دیا تھا۔ آج کا میڈیا اس اصول پر گامزن ہے کہ جھوٹ اتنا بولو کہ سچ پر غالب آجائے۔ انھوں نے کہا کہ اس غلط نامناسب اور گھناؤنے کام کئے جا رہے ہیں، خباثت یہاں تک پہونچی کہ قرآن کی بعض آیتوں کو بدل کر انٹرنیٹ میں ڈال دیا گیا۔ اور بین الاقوامی طور پر شور و ہنگامہ مچایا گیا۔ تو اس کی اصلاح کی گئی۔ آج سارا پریس اس بات پر جٹا ہوا ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ مسلمان اور خاص طور پر دیندار آدمی دہشت گرد، اور عیاش و سفاک ہوتا ہے اور یہ سب منظم منصوبے اور گھناؤنی سازش کے تحت ہو رہا ہے۔ اخیر میں انھوں نے فرمایا کہ اس صورتحال سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کتاب کے آخری ابواب میں یہ تذکرہ ہے کہ ہمارا ردعمل کیا ہو۔ وہ دن دور نہیں کہ میڈیا ہمارے مفاد میں استعمال ہوگا، مولانا نے مصنف کو اس کتاب کی تصنیف پر مبارکباد دی۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

تقریب نہایت سادگی سے اختتام کو پہونچی اس میں ندوۃ العلماء کے طلبہ اساتذہ اور شہر کے معزز مہمانان بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔

افغانستان کی طالبان حکومت میں غیر مسلموں کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گذارنے کی مکمل آزادی

افغانستان کی طالبان حکومت نے اعلان کیا ہے کہ اسلام مذہب سے کسی دوسرے مذہب کو اپنانے والے اور مذہب کی تبدیلی کے کام میں ملوث پائے جانے والے کسی بھی غیر مسلم کو موت کی سزا دی جائے گی۔

وہاں کے سینئر لیڈر مولانا محمد عمر نے یہ اعلان طالبان کے ذریعہ شریعت ریڈیو سروس میں کیا ہے اسی اثناء طالبان ملیشیا نے ایک زوردار مہم کے بعد ایک اہم ضلع لکا ولانگ پر پھر سے قبضہ کر لیا ہے مولانا محمد عمر نے دوسرے مذاہب خصوصاً عیسائی اور یہودی مذہب کے لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دے کر مسلمانوں کو اس میں دخل کرنے کا الزام لگایا ہے۔ انھوں نے ریڈیو پر کہا کہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ساری دنیا سے ان کو نیست و نابود کر دینا چاہتے ہیں۔

طالبان ملک کے ۹۵ فیصد حصہ پر مقیم ہیں اور اسلامی قوانین پر عمل کرتے ہیں، انھوں نے عورتوں کے نوکری کرنے اور آٹھ سال کے بعد لڑکیوں کو مخلوط طریقہ پر اسکول جانے پر پابندی عائد کر دی ہے اور ساتھ ہی ساتھ عورتوں کو برقع پہننے کا حکم دیا ہے نیز مردوں کیلئے داڑھی رکھنا اور مسجد میں نماز پڑھنا لازمی قرار دیا ہے، افغانستان میں غیر مشروع تفریحات پر بھی پابندی ہے اور غیر اسلامی چینیز میں ٹیلی ویژن پر دیکھنا ممنوع ہے، نیز دینی اشعار کے علاوہ دوسرے گانے وغیرہ کے سننے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی ہے اور اسلام کے خلاف کوئی بھی چینیز بیچنے والے شخص کو پانچ برس کی سزا دی جائے گی۔

طالبان کے ان سخت فتوؤں کے باوجود افغانستان میں رہنے والے دوسرے مذاہب کے ماننے والے لوگوں کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق زندگی گذارنے کی مکمل آزادی ہے، کابل میں بڑی تعداد میں سکھ اور ہندو شہر کی مختلف عبادت گاہوں میں پوجا پاٹھ کرتے ہیں اور انہیں ان کے مذہبی گیتوں کے گانے کی پوری اجازت ہے ان کو اور ان کی عبادت گاہوں کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا جاتا ہے۔

دوسری جانب طاقتور ملیشیا نے کئی گھنٹے تک چلنے والی گھمسان کی لڑائی کے بعد بامیان کے نزدیک پر وتی ضلع پر دوبارہ اپنا قبضہ کر لیا ہے۔

مطالعہ کی میز

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے۔

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ حیات اور کارنامے اور ان کے ملفوظات، ایک اجمالی خاکہ۔
مصنف: محمد حسن انصاری۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی۔
صفحات: ۱۶۸، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت ۴۰؍ روپئے۔
ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس ۹۳ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی شخصیت اور ان کی عظیم دینی علمی خدمات پر متعدد کتابیں اور رسائل منظر عام پر آچکے ہیں۔ اور برابر یہ سلسلہ جاری ہے۔

پیش نظر کتاب بھی ان کی پاکیزہ سیرت اور عظیم شخصیت کا ایک اجمالی خاکہ ہے، یہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے، حصہ اول میں حضرت مولانا کی حیات اور کارناموں کا ذکر ہے، حصہ دوم میں انکے ملفوظات جمع کئے گئے ہیں۔ نیز کتاب کے آخر میں حضرت مولانا کے مولد و مسکن سے متعلق سات چارٹ اور نقشے دیئے گئے ہیں جن کی تاریخی اہمیت ہے اور تحقیقی کام کرنے والوں کیلئے بڑی افادیت بھی ہے کتاب کا پہلا حصہ سات ابواب پر مشتمل ہے باب اول میں وطن مالوف، خاندان و پیدائش، شجرۂ نسب تعلیم و تربیت، مزاج و قد و قامت، لباس شادی اور معمولات کا تذکرہ ہے، باب دوم میں عربی زبان و ادب اور درس و تدریس، باب سوم میں دار العلوم ندوۃ العلماء سے ربط و تعلق، باب چہارم میں تصنیف و تالیف، باب پنجم میں اردو، ہندی عربی، انگریزی کی فہرست تصانیف، باب ششم میں اعزازات، مناصب اور ملکی وغیر ملکی اداروں کی رکنیت کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ اور باب ہفتم میں تاریخ اور ماہ و سال کے اعتبار سے حضرت مولاناؒ کی پاکیزہ زندگی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور حصہ دوم میں حضرت مولاناؒ کے بہت سے علمی ادبی اصلاحی اور دعوتی ملفوظات کو جمع کیا گیا ہے۔

اس طرح حضرت مولاناؒ سے عقیدت مندانہ و نیازمندانہ تعلق رکھنے والوں، ان کی شخصیت پر ریسرچ کرنے والوں اور ان کی سیرت سے واقفیت حاصل کرنے والوں کیلئے ایک مفید کتاب ہے۔

نام کتاب: نغمۂ کہکشاں
شاعر: حیرت بستوی
صفحات: ۱۴۴، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت پچاس روپئے
ملنے کا پتہ: عبد اللطیف تلطفی دار الادب اترّی بازار سدھارتھ نگر (یو۔پی)

شعر و شاعری کی دنیا میں حیرت بستوی ایک مقبول و معتبر نام ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ قرآن و سنت کے پیغام کو عام کرنے کی کوشش کی ہے جو قابل تعریف بھی ہے اور لائق تحسین بھی۔ "نغمۂ کہکشاں" ان کا ایسا مجموعہ کلام ہے جس میں انھوں نے بہت سی قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کے مفہوم کو حوالوں کے ساتھ شعر کے قالب میں ڈھال دیا ہے

یہ کتاب تین حصوں (حمد رب العالمین، نعت ختم المرسلین، مشعل شرع متین) پر منقسم ہے جن میں دعا، حمد، نعت، کے علاوہ نماز روزہ، والدین کی خدمت، عید الفطر، عید الاضحی، اور حالات حاضرہ سے متعلق کئی نظمیں ہیں، فکر آخرت کے موضوع پر "ایک دن سب کو پینا ہے جام فنا" قابل تعریف نظم ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

نظموں میں مفید باتوں کے مفہوم کو ادا کرنے کی زیادہ کوشش ــــ میں پورے طور پر فن شعریت و ادبیت کا حق ادا نہ ہو پایا ہے، یہ ایک کمی ہے، حیرت صاحب آئندہ اگر اس بات کا خیال رکھیں تو ان کی شاعری میں مزید جان پیدا ہو سکتی ہے۔

نام کتاب: بیاض اشرفی
مصنف: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
صفحات: ۲۲۶، سائز ۲۰×۳۰/۸، قیمت ۵/۴۰ روپئے
ملنے کا پتہ: کتب خانہ امداد الغرباء محلہ مفتی سہارنپور (یوپی)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی وہ بیاض ہے جس میں آپ عمر بھر بطور نوٹ مخصوص علوم اور اپنے اسلاف سے حاصل کردہ یا خدام و احباب کے پیش کردہ صدری خاندانی مجربات و عملیات جمع فرماتے رہے ہیں اور وقتاً فوقتاً تین بار جلدوں میں اپنی عام عادت کے موافق رفاہ عام کیلئے شائع فرماتے رہے ہیں جس کی ہر جلد کو آپ نے سہولت کیلئے پانچ حصوں میں تقسیم کر کے شائع فرمایا تھا۔

حصہ اول عملیات، حصہ دوم الرقاق والحکم، حصہ سوم فوائد طبیہ، حصہ چہارم الرقی والعزائم، حصہ پنجم الاشتات پر مشتمل ہے، موجودہ اشاعت میں ناظرین کی مزید سہولت کے پیش نظر تینوں جلدوں کے ہر ہر حصہ کو ملا کر کتاب ایک جگہ جمع کر کے شائع کیا گیا ہے۔ البتہ باب الاشتات حصہ پنجم کے ایک مضمون "لوح الالواح" کے علاوہ باقی سب علمی، اصلاحی، رفاہی، طبی اور سیکڑوں علماء صلحاء اطباء عاملین اور اہل تجربہ سے حاصل شدہ نایاب نسخے جمع کر دیئے گئے ہیں، امید ہے کہ یہ کتاب علماء، حکماء، ادباء، اطباء کیلئے مفید ثابت ہوگی۔

معید اشرف ندوی

● اقوام متحدہ کے ادارۂ خوراک نے انکشاف کیا ہے کہ دنیا بھر میں ۸ کروڑ ۳۰ لاکھ افراد قدرتی آفات اور مسلح تنازعات کے باعث بھوک وافلاس کا شکار ہیں۔ نیویارک ٹائمز کے مطابق عالمی ادارۂ خوراک کے ایگزیکیوٹو ڈائرکٹر نے پریس بریفنگ کے دوران بتایا کہ ایک نسل سے دوسری نسل تک بعض خاندانوں میں پیٹ بھر کے کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ رپورٹ کے مطابق سب سے زیادہ بھوک ومفلسی ایشیا اور افریقی ممالک میں ہے جہاں ایک کروڑ افراد پیٹ بھر کھانے سے محروم ہیں جن میں اکثریت خواتین اور بچوں کی ہے۔ رپورٹ کے مطابق غربت اور قدرتی آفات کے علاوہ مختلف علاقوں میں مسلح تنازعات لوگوں کو بھوک کے خاتمے کی جدوجہد سے محروم کردیتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ۸ کروڑ ۳۰ لاکھ میں سے ۷ کروڑ ۵۰ لاکھ افراد ترقی پذیر ممالک میں رہائش پذیر ہیں۔ اس وقت دنیا کے ۲۰ ممالک بدترین خشک سالی کا شکار ہیں جس میں سے گذشتہ ایک سال کے دوران ۱ کروڑ افراد متاثر ہوئے ہیں۔ ان ممالک میں افغانستان، سوڈان، ایتھوپیا، اریٹیریا، انڈونیشیا، سیرالیون اور تاجکستان شامل ہیں۔

● امریکہ سے شائع ہونے والا اخبار لاس اینجلس ٹائمز کی خبر کے مطابق ہندوستانی اور پاکستانی مسلمانوں کی تعداد، مسلمانوں کی ایک کروڑ کی مجموعی آبادی میں ۲۵ فیصد ہے جبکہ سیاہ فام مسلمانوں کی آبادی ۴۲ فیصد ہے، ۹ ہزار مسلمان امریکی فوج میں ہیں۔ اخبار نے لکھا ہے کہ امریکہ میں مسلمانوں کی آبادی ۲۰۱۰ء تک ایک کروڑ ۶۰ لاکھ ہوجائے گی۔ اور وہ تعداد میں یہودیوں سے آگے نکل جائیں گے امریکہ کی خارجہ پالیسی میں اہم کردار ادا کرنے والے یہودی مسلمانوں کی آبادی میں اس اضافہ سے پریشان ہوسکتے ہیں۔ امریکی مسلمانوں میں پہلی اور دوسری نسل جہاں پاکستان اور نائجیریا سے آئی تھی وہیں تیسری اور چوتھی نسل لبنان اور فلسطین کی ہے۔ خلیجی ملکوں کے خوشحال مسلمانوں کے بچے خصوصاً بچیاں امریکہ میں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ ویزا پر مقیم ان طالب علموں کی تعداد بھی کئی لاکھ ہے۔

● ایتھوپیائی مسلمان علماء نے کہا ہے کہ شریعت اسلامیہ کا التزام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ پر عمل ہی عصر حاضر کے موذی مرض ایڈز سے محفوظ کرسکتا ہے، ایڈز کا مرض افریقی ممالک میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ بالخصوص ایتھوپیا اس مرض کا مرکز بن چکا ہے۔ وہاں کے علماء نے کہا ہے کہ اسلامی تعلیمات ہی ایتھوپیا کو اس قاتل وبائی مرض سے محفوظ رکھ سکتی ہیں اسلامک سپریم کونسل کے رکن جناب محمد احمد صاحب نے بتایا کہ ایتھوپیا میں اٹھارہ ہزار مساجد کے خطباء اور ائمہ اپنے خطبات میں اس مرض سے بچاؤ کی اسلامی تدابیر سے جہاں پردہ اٹھا رہے ہیں وہاں وہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے پر زور بھی دے رہے ہیں ایڈز کے پھیلنے کا اہم ذریعہ زنا ہے۔ اور اسلام زنا سے منع کرتا ہے نیز اسلام صفائی اور نظافت کا درس بھی بڑی تاکید سے دیتا ہے۔ صفائی بھی ایڈز سے بچنے کا بڑا ذریعہ ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کا التزام کیا جائے اور ان پر عمل کرتے ہوئے عصر حاضر کے اس قاتل اور موذی مرض سے بچا جائے۔

● ہندی روزنامہ راشٹریہ سہارا کے مطابق کرناٹک کے ریاستی وزیر ڈی جان نے گجرات میں آئے بھیانک زلزلہ کے بارے میں ایک پرائیویٹ ٹیلی ویژن چینل کو انٹرویو دیتے ہوے کہا کہ گجرات میں عیسائیوں اور مسلمانوں پر ظلم کرنے کا نتیجہ تھا جو زلزلے کی صورت میں قدرت کا قہر نازل ہوا۔ اس خبر کے نشر ہونے پر حزب مخالف نے شدید ردعمل کا اظہار کیا جس کی بناء پر وزیر موصوف نے استعفیٰ دے دیا جو قبول کرلیا گیا۔ واضح رہے کہ وزیر موصوف کا تعلق عیسائی فرقے سے تھا۔ دوسری طرف زلزلہ سے متعلق نئی دنیا کے مطابق آج گجرات کو سنگھ پریوار ہندو راشٹر کی پہلی تجربہ گاہ بنا رکھا ہے جہاں عیسائی، مسلمانوں ہی نہیں بلکہ دلتوں پر بھی عرصہ حیات تنگ کردیا گیا ہے۔ آئے دن عبادت گاہوں پر حملے ہو رہے ہیں، بے گناہوں کا خون بہایا جاتا۔ بھائی بھائی میں امتیاز برتا جارہا ہے۔ جبکہ قدرت کی نظر میں انسان انسان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ قدرتی آفات ہمارے اعمال کی سزا اور عذاب الٰہی ہیں۔ اب اگر ہم اس سے سبق نہیں لیں گے تو قدرت کے اپنے طریقے ہیں۔ قدرت انسانوں کو بلیک بورڈ پر لکھ کر سبق نہیں سکھاتی۔ بلکہ زمینوں اور آسمانوں پر جو کچھ لکھ دیتی ہے وہ درس عبرت بن جاتا ہے۔

گجرات میں آئے زلزلہ کے بارے میں جہاں اس قسم کی رائے تھی وہاں ہندو مسلم بھائی چارے بھی دیکھنے کو ملا۔ ہندو مسلم اور عیسائی سبھی نے مذہب کی دیوار توڑ کر ایک دوسرے کو خون کا عطیہ دے کر جان بچائی۔ احمد آباد کے نگر نگم کے وی ایس ہاسپٹل میں تقریباً ایک سو مسلمان نوجوانوں نے ۲۶ جنوری ۲۰۰۱ء سے مسلسل اپنے ہندو مریض بھائیوں کو خون دے کر جان بچائی اور پوسٹ مارٹم میں برابر تعاون دیا۔

gd. No.LW/ NP/ 63
No. : (0522)330020
FORTNIGTLY N.R.I.No- UPURD 03615/24/1/2000-Tc

AMEER-E-HAYAT

6/-NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India) ISSUE : 2 Vol I No.1

Printed And Published by Athar Husain on behalf of Majlis Sahafat- Wa- Nashriat, Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow - U. P.
Editor : Shamsul Haq Nadwi

لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

جاہلیت کا ظہور نئے نئے روپ میں

فتنے کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں، اور ایک ہی فتنہ ہمیشہ نہیں ہوتا، نئے نئے فتنے سر اٹھاتے ہیں، اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے نئے نئے خطرے سامنے آتے ہیں، جاہلیت نئے نئے روپ میں سامنے آتی ہے۔ اور بڑے دم خم کے ساتھ میدان میں اترتی ہے، اقبالؒ نے غلط نہیں کہا تھا ؏

اگرچہ پیر ہے مومن جواں ہے لات و منات

بڑی خطرناک بات ہے کہ لات و منات یعنی باطل طاقتیں، اور جاہلیت قدیم زندگی اور جوش و خروش سے بھرپور ہوں، اور مؤمن میں جو سیدنا ابراہیمؑ کا وارث اور نائب ہے کہنگی اور فرسودگی، پستی اور افسردگی، کنارہ کشی اور پسپائی کی ذہنیت پیدا ہو جائے، لات و منات نئے دم خم کے ساتھ، نئی امنگوں اور ولولوں کے ساتھ نئی تیاریوں اور نئے طریقوں کے ساتھ نئے نعروں اور نئی للکاروں کے ساتھ میدان میں آئیں، اور مؤمن پر موت کی نیند طاری ہو جائے، اس کے قویٰ میں افسردگی اور اضمحلال پیدا ہو جائے، وہ زندگی کے میدان سے فرار اختیار کرے یا کنارہ کش ہو کر کسی گوشۂ عافیت کو تلاش کر لے، جہاں وہ اپنی زندگی کے دن گذار سکے، اور لات و منات خم ٹھونک کر میدان میں کھڑے ہوں، اور دعوتِ مبارزت دے رہے ہوں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(از: عصر جدید کا چیلنج اور اس کا جواب ص ۱۹)

۲۵ / فروری ۲۰۰۱ء

سالانہ ۱۳۰ / روپئے

فی شمارہ ۶ / روپئے

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

• حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھی رح

مسلمان تو گردن جھکا دینے والا. اللہ و رسولؐ کے حکموں پر مر مٹنے والا، جان و مال کو قربان کر دینے والا. اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے والا ہوتا ہے. اور اسی تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے سے وہ اللہ کا محبوب اور دوست بن جاتا ہے. یاد رکھئے کہ دنیا میں اس سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی کہ آدمی اللہ کا دوست اور محبوب بن جائے. آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے ولی کون لوگ ہوتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

یاد رکھو! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے نہ وہ مغموم ہوتے ہیں. (اللہ کے دوست) وہ ہیں جو ایمان لائے اور معاصی سے پرہیز رکھتے ہیں ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے. اللہ کی باتوں میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا یہ بڑی کامیابی ہے.

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کا محبوب بن جانا. ایمان و تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا یہ ہے فوز عظیم، لکھ پتی ہو جانا اور دنیا کا بہت مال و متاع جمع کر لینا یہ فوز عظیم نہیں ہے. اور اللہ کے جو محبوب بندے ہوتے ہیں ان کی سب سے بڑی یہ صفت بیان کی گئی ہے، کہ وہ ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں.

امام احمد بن حنبلؒ جو ائمہ اربعہ میں سے مشہور امام ہیں ان کے خوف کا یہ حال تھا کہ جب صبح کو اٹھتے تھے تو آئینہ لے کر اس میں اپنا چہرہ دیکھتے تھے. جب لوگ پوچھتے کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں تو فرماتے کہ بھائی میں ڈرتا ہوں کہ گناہوں کی وجہ سے کہیں میرا چہرہ سیاہ نہ ہو گیا ہو.

دیکھا آپ نے! باوجود انتہائی تقویٰ اختیار کرنے کے امام احمد بن حنبلؒ کا یہ حال تھا. انہیں کا ایک دوسرا واقعہ سنئے، آپ ایک مرتبہ کسی کے یہاں تقریب میں تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ سرمہ دانی رکھی ہوئی ہے. پوچھا یہ کس چیز کی بنی ہوئی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ چاندی کی ہے تو فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہاں چاندی کی سرمہ دانی استعمال ہوتی ہے اس لئے ایسے گھر میں دعوت نہیں کھاتا اور واپس جاتا ہوں یہ کہکر اٹھے اور وہاں سے چل دیئے.

یاد رکھو! ایک آدمی اگر کوئی گناہ کا کام کرتا ہے اور دوسرا اس کے ساتھ ہو جاتا ہے تو وہ بھی گناہ میں شریک سمجھا جاتا ہے اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہم اپنی برادری کو، دوستوں کو تو ناراض نہیں کر سکتے مگر اللہ اور اس کے رسولؐ کو ناراض کر دیتے ہیں.

مولانا محمد الیاس صاحبؒ جو دہلی میں تھے. تبلیغی جماعت انہیں کی طرف منسوب ہے وہ فرماتے تھے کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ شادی بیاہ میں بھائی بند کو راضی کرتے ہیں چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں سے دشمنی اور بگاڑ ہوتا ہے ایسے موقعوں پر ان کو سو طرح خوشامد کر کے راضی کرتے اور مناتے ہیں. حتیٰ کہ بڑوں کو بھی راضی کرتے ہیں ایسے وقت میں وہ بھی اکڑ جاتے ہیں کہ آج تقریب ہے ہم کچھ لے کر رہیں گے. اور آپ ان کو دے کر خوش کرتے ہیں. اسی کو مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ یہ قیامت نہیں ہے کہ برادری کو راضی کرتے ہو. مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرتے ہو.

کہاں ہے امت!! کہ خدا ناراض ہو جائے. تو پرواہ نہیں، رسولؐ ناراض ہو جائے تو پرواہ نہیں، قرآن کے خلاف کرے تو پرواہ نہیں، حدیث کے خلاف کرے تو پرواہ نہیں، کیا اسی کا نام ایمان ہے؟ اور مومن کی یہی شان ہے؟ صحابہ کرامؓ کو تو ہر وقت اسی کی فکر رہتی تھی. کہ اللہ تعالیٰ کو کیسے راضی کریں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے خوش رکھیں. ہائے افسوس! مسلمان کہاں پہنچ چکے ہیں!

(از: روح البیان ص۳۷)

بیداری

• اقبالؒ

جس بندۂ حق بیں کی خودی ہوگئی بیدار
شمشیر کی مانند ہے بُرّندہ و بُرّاق
اس کی نگہ شوق پہ ہوتی ہے نمودار
ہر ذرّہ میں پوشیدہ ہے جو قوتِ اشراق
اس مردِ خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو
تو بندۂ آفاق ہے وہ صاحبِ آفاق

تعمیر حیات

پندرہ روزہ — لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۲۵ فروری ۲۰۰۱ء .... مطابق .... یکم ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ | شمارہ نمبر ۸

نیچے بنے دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

گذارش

خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

زر تعاون

سالانہ ---=/۱۳۰ روپے
فی شمارہ ---------=/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک...... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ...... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

خط و کتابت کا پتہ

منیجر "تعمیر حیات" پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر سیکشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

اِس شمارے میں

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ = Rs. 30/=
۲۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ = Rs 40/=
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سینٹی میٹر /80

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P O Box No. 842, Madina Munawwara (K S A)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O C I S , St Cross College, Oxford Ox1 3TU-U K
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P O Box 388 Vereninging,(S Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P O Box No 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P O Box No 12525, DUBAI (U A E) P·H·NO: — 3970927
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H No 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U S A.)

Internet Web-site: http://nadwa.virtualave.net
e-mail address: airp@lw1.vsnl.net.in

ادبی شہ پارے

ع۔ ع۔ن

قربانی کی حقیقت

ہم مسلمانوں کی زندگی میں عید الاضحیٰ ایک یادگار دن ہے اس سے زیادہ قدیم کوئی دوسری عید یا یادگار دن نہیں ہے، اور اس سے زیادہ جدید اور تازہ مسرت کا دن بھی نہیں ہے، قدیم اس قدر کہ عصر نبوت سے ہزار سال پہلے اللہ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے سے کہا تھا۔

إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ — میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں، سوچ لو تم کس حد تک اس بات پر راضی ہو

بیٹے نے جواب دیا۔

يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ — ابا جان آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسے کر گذریئے، ہم کو راضی بہ رضا پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے قربانی قبول فرمالی، لیکن قربانی لی نہیں، بیٹے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے پر آمادگی پورے عزم کے ساتھ سامنے آگئی۔ لیکن یہ کہ چھری بیٹے کی گردن پر پڑتی اس کی نوبت نہیں آئی علماء نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قربانی طلب فرماتا ہے قربانی لیتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان اور اس کے پیغمبر اولوالعزم کی طاعت ایک یادگار بات بن گئی جس طرح حضرت ہاجرہ کا صفا کی پہاڑی سے مروہ کی پہاڑی تک دوڑنا اور پہاڑ پر چڑھ کر دیکھنا کہ کوئی قافلہ تو نہیں آرہا ہے کہ پیاس سے ایڑی رگڑنے والے شیر خوار بچے کو پانی کے چند قطرے فراہم کردے، اللہ کی طرف توجہ اور اس کی عطاء اور بخشش پر یقین عبادت بن گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عبدیت، عطاء خداوندی پر یقین، اس کے احکام پر کامل اعتقاد اور اس پر اللہ تعالیٰ کا انعام تمام اہل ایمان کیلئے ایک بشارت ہے۔ اور اس بشارت کو ہم ہر سال یاد کرتے ہیں اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ جس مینڈھے پر چھری چلی تھی اس کی عملی نقل کرتے ہیں، اس کو عید کا درجہ دیتے ہیں یعنی وہ دن جو بار بار لوٹے اور ہر سال آئے ذبح ہونے والے جانوروں کے تازہ خون اس روایت کو ہر سال تازگی بخشتے ہیں۔ اسی تازگی کو باقی رکھنے کیلئے مسلمانوں کو بارہا جان و مال کی قربانی دینا پڑی ہے۔ سب و شتم کا نشانہ اور طنز و تشنیع کا ہدف بننا پڑا ہے۔ مگر اللہ تبارک تعالیٰ کی حرمت و عظمت کا یہ کرشمہ ہے کہ آج صرف ایک ملک کی تنگنائی ہی میں نہیں بلکہ مشرق و مغرب، شمال و جنوب ہر براعظم کے بڑے سے بڑے شہر میں اس یادگار دن کو عید کی شکل میں منایا جاتا ہے۔ اور نام بھی اس کا عید الاضحیٰ رکھا گیا ہے، پاک ہے وہ ذات جس کی حکمرانی ہزاروں برس سے جاری ہے، اور تا قیامت جاری رہے گی۔

اہل علم اور طلباء کیلئے شروع میں جو قرآن کریم کی آیت نقل کی گئی إِنِّي أَرَىٰ .... قرآن کریم کی معجز بیانی کا ایک شاہکار ہے اس میں "أَرَىٰ" "انظُرْ" اور "تَرَىٰ" تینوں کے اندر لفظی انسجام، معجزانہ ترکیب، اور معانی کا کہکشانی تصور ایک معجزانہ ادب ہے، جو دماغ کو اپنی طرف گرویدہ کرلیتا ہے

حج کے مقاصد و منافع

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

حج کا ایک بڑا اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ ملت حنیفی کے امام اور موسس حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تجدید تعلق کیا جائے ان کی میراث کی حفاظت کی جائے ان کی زندگی کو اپنے سامنے رکھ کر اس سے اپنی زندگی کا موازنہ کیا جائے مسلمانوں کی حالت کا جائزہ لیا جائے اور ان کی زندگی میں جو غلطیاں فساد اور تحریف نظر آئے اس کو دور کیا جائے اور اس کے اصل سرچشمہ کی طرف رجوع کیا جائے اس لئے کہ حج ایک قسم کا سالانہ اجتماع ہے جس کے ذریعہ مسلمان اپنے اعمال اور اپنی زندگی کا احتساب تجربہ کرسکتے ہیں اور ان قوموں اور سوسائٹیوں کے اثرات سے چھٹکارا پاسکتے ہیں جن کے بیچ میں وہ رہتے ہیں۔

حج ملت کا ایک ایسا سالانہ اجتماع یا دوسرے الفاظ میں یہ بیٹھ ہے جس کا ملتِ اسلامی کی سچائی و پاکیزگی اور اس کی اصلی و حقیقی بنیادوں کی حفاظت میں بڑا اہم حصہ ہے اس دین کو تحریف، ابہام و التباس سے محفوظ رکھنے اس امت کو اپنے حقیقی سرچشمہ اور اپنی جڑوں سے وابستہ اور پیوست رکھنے اور ان سازشوں اور مغالطوں کا پردہ چاک کرنے میں (جن کا شکار گذشتہ قومیں رہ چکی ہیں) اس اجتماع سے جو مدد ملتی ہے وہ کسی اور چیز سے نہیں ملتی۔ اس عظیم سالانہ اجتماع اور اس کے مخصوص اعمال و مناسک کی بدولت یہ عظیم اور لافانی امت اس ابراہیمی ذوق و مزاج کی اب بھی حامل ہے (جس کو ہم پرسوز و دردمند مومنانہ عاشقانہ مخلص و یکسو اور سادہ و عمیق جیسے الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں) اور اس نے اس ورثہ کو اپنی آئندہ نسلوں تک بحفاظت پہنچانے کا کام جاری رکھا ہے اس لحاظ سے حج ایک ایسے زندہ، طاقتور اور دھڑکتے ہوئے دل کی طرح ہے جو اس امت کی رگوں میں برابر تازہ خون تقسیم کرتا رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ امت مجموعی طور پر ایک ہی وقت میں اور ایک ہی جگہ اپنا جائزہ لینے کے قابل ہے اور اس کے علماء و مصلحین کو اس کا موقع حاصل ہے کہ وہ اس کو اہل غلو کی تحریف، اہل باطل کے فریب، جاہلوں کی تاویل اور ہر قسم کے خرافات اور افسانوں سے پاک صاف کرتے رہیں اور اس کو اس کی اصل ابراہیمی شریعت محمدیؐ اور دین خالص کے معیار پر رکھ کر برابر جانچتے رہیں اس کے ذریعہ سے یہ امت اپنی دینی، عقلی اور ثقافتی وحدت کی بخوبی حفاظت کرسکتی ہے اور اس علاقائیت اور قومیت کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرسکتی ہے جو ابراہیمی وحدت اور اسلامی رنگ و محمدی رنگ و مسلک کی حریف ہے اور جس نے گذشتہ مذاہب اور مذہبی اقوام کو بھی سخت نقصان پہونچایا تھا۔

یہ امت مختلف قسم کے ماحول اور زمین کے مختلف خطوں میں رہتی ہے اور اس کو مختلف ادوار سے گذرنا پڑتا ہے کبھی اس میں زندگی و حرکت کے آثار نظر آتے ہیں، کبھی جمود و غفلت کے کبھی تشدد اور سختی کے کشمکش اور مقابلہ کے کبھی تہذیب و تمدن کے مسائل اس کے سامنے ہوتے ہیں، کبھی مادی و سیاسی ترغیبات اس کو آزمائش میں ڈالتی ہیں، کبھی مادیت اور مال و دولت کا غلبہ ہوتا ہے کبھی تنگ دستی و افلاس کا، کبھی اس پر کوئی جابر بادشاہ، ظالم حکمراں یا بے رحم سیاست داں مسلط کردیا جاتا ہے، اور کبھی اس سے مختلف اور برعکس حالات سے واسطہ پڑتا ہے، لیکن ان سب حالات میں اس کو اس کی ضرورت ہمیشہ باقی رہتی ہے کہ ایمان کی اس دبی ہوئی چنگاری کو برابر بھڑکایا جائے۔ جذبۂ عشق و محبت کو ہوا دی جائے اور ملت کے ہر جز اور ہر وحدت کو وفا و جاں نثاری کا سبق ملے، اللہ تعالیٰ نے حج کو ایک موسم بہار بنایا ہے جس میں امت کا یہ سدا بہار درخت خوب پھل پھول لاتا ہے اور مسلمانوں کا یہ عالمی خاندان اپنے پرانے لباس کو اتار کر ایک نیا اور خوشنما لباس زیب تن کرتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے جو مقاصد اسلام اور اسرار شریعت پر بڑی گہری نظر اور بصیرت رکھتے تھے اس پہلو کی بڑی اچھی وضاحت کی ہے۔ وہ "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھتے ہیں۔

"جس طرح حکومت کو ہر تھوڑے عرصہ کے

---

[1] ارکان اربعہ ص ۳۰۶ ۔ ۳۰۷ ۔

بعد ایک عام جائزہ اور معائنہ کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ کون وفادار ہے، کون باغی ہے کون فرض شناس ہے کون کام چور ہے نیز اس کے ذریعہ اس کی ایمانداری کی شہرت ہو اور اس کا نام اونچا رہے۔ اس کے کارندے اور باشندے ایک دوسرے سے تعارف حاصل کریں۔ اس طرح ملت کو حج کی ضرورت ہے تاکہ منافع دغیرہ منافع میں تیز ہو سکے اللہ تعالیٰ کے دین میں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں جوق در جوق جماعتیں حاضر ہوں۔ لوگ ایک دوسرے سے تعارف حاصل کریں اور ہر شخص اس چیز میں جو اس کے پاس نہیں ہے دوسرے سے استفادہ کرے اس لئے کہ بہترین و مرغوب اشیاء بالعموم صحبت اور رفاقت سے ایک دوسرے کو دیکھ کر ہی حاصل ہوتی ہیں۔"[1]

اس کے علاوہ حج ان وطنی، نسلی، لسانی اور علاقائی قومیتوں کے خلاف اسلامی قومیت کی جیت ہے جن کے بہت سے اسلامی ممالک (مختلف عوامل اور دباؤ کے تحت) شکار ہیں وہ اسلامی قومیت کا مظہر اور اعلان ہے یہاں پہونچ کر تمام اسلامی قومیں اپنے ان قومی و ملکی لباسوں سے آزاد ہو کر جوان کی پہچان بن گئے تھے اور جن سے بہت سی قومیں تعصب کی حد تک وابستہ ہیں۔ اسلام کا ایک قومی لباس اختیار کر لیتی ہیں جس کو دین و فقہ اور حج و عمرہ کی اصطلاح میں "احرام" کہا جاتا ہے سب عاجزی و انکساری احتیاج و لاچاری اور گریہ و زاری کے ساتھ ایک زبان میں ایک ترانہ اور ایک ہی نعرہ لگاتے ہیں۔

لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ۔"

(اے میرے اللہ! میں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، ساری تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے زیبا ہیں اور حکومت و بادشاہت بھی، تیرا کوئی شریک نہیں)

ان میں حاکم و محکوم، آقا و نوکر، امیر و فقیر اور چھوٹے بڑے کی کوئی تفریق نہیں ہوتی ان کے لباس اور صدا دونوں میں اسلامی قومیت جلوہ گر نظر آتی ہے، یہی حال حج کے دوسرے اعمال، عبادات مناسک اور شعائر و مقامات کا ہے جہاں ہر قوم و ملک کے لوگ دوش بدوش نظر آتے ہیں۔ اور قریب بعید، عرب عجم کے سارے فرق مٹ جاتے ہیں صفا مروہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان سب ساتھ دوڑتے ہیں منیٰ ساتھ سفر کرتے ہیں، عرفات ساتھ جاتے ہیں اور جبل رحمت پر ایک ساتھ حاضر ہو کر دعا کرتے ہیں۔ اور سب ایک ہی جگہ رات گذارتے ہیں۔ پھر وہاں سے سب ایک ساتھ واپس آتے ہیں، ایک ساتھ متحرک ہوتے ہیں اور ایک ساتھ ساکن ہوتے ہیں، منیٰ میں بھی ایک ساتھ قیام کرتے ہیں اور نحر (قربانی) حلق (سر منڈانا)، اور رمی (شیطان کو پتھر مارنا) کے سارے کام ایک ساتھ انجام دیتے ہیں[2]

حج میں اس کے علاوہ بھی بہت سے فوائد و منافع ہیں جن میں بہت سی باتوں سے ہم واقف ہیں اور بہت سی باتوں سے ناواقف اور شاید جن چیزوں کا ہمیں علم نہیں ہے وہ ان چیزوں سے کہیں زیادہ ہیں جن کو ہم جانتے اور سمجھتے ہیں اور جن کی طرف حکماء اسلام اور علماء راسخین نے اپنی کتابوں میں توجہ دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ"

(تاکہ وہ اپنے فوائد کیلئے آموجود ہوں)

اس موقع پر منافع کو مطلق بولا گیا ہے اور اس کے لئے نکرہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس بلیغ تعبیر سے منافع کی کثرت اور تنوع اور ہر دور میں اس کی بدلتی ہوئی قسموں، راستوں، طریقوں اور پہلوؤں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جن کا شمار ناممکن ہے[3]

---

[3] یہ مضمون حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مشہور کتاب "ارکان اربعہ" کے باب الحج سے ماخوذ ہے۔

(بقیہ) **ہم اس کوچہ کے ہر ذرہ کو.....**

حاصل کلام یہ ہے۔

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

لیجیے یہ سامنے مدینہ پاک کی فصیل ہے اور یہ فصیل کا شمالی دروازہ باب العنبریہ آ گیا ہے سارے حجاج اور تمام زائرین اسی دروازہ سے گذر کر جاتے ہیں۔ چند عرب کھڑے ہیں۔ اپنا اجازت نامہ دکھلایئے اور داخل ہو جایئے اس سے پہلے کہ داخل ہوں بارگاہ اقدس میں دعا کر لیں۔

اللّٰهم افتح لی ابواب رحمتك وارزقنی فی زیارة نبیك ما رزقته اولیائك واهل طاعتك واغفرلی وارحمنی یاخیر مسئول

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ جلد ۱ صفحہ ۶۰-۵۹

[2] ارکان اربعہ ص ۲۹-۲۸-۲۲۷

عیدِ قرباں

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ اللہ دو مہینے دس دن کی مدت بھی کوئی مدت ہے۔ بات کہتے کٹ گئی۔ اور شوال کی پہلی کی یاد ابھی مٹنے نہ پائی تھی کہ ذی الحجہ کی دسویں آگئی۔ وہ مسلمان کی پہلی سالانہ عید تھی۔ یہ دوسری اور آخری۔ وہ عید الفطر تھی یہ عید قرباں یا عید الاضحیٰ (غلط العوام میں عید الضحیٰ) وہ عید میٹھی تھی۔ آج کی عید نمکین اس روز سوئیاں پی پلائی گئی تھیں۔ آج قربانیاں ہوں گی۔ وہ جشن تھا اس کا کہ اطاعت اور ضبط نفس کے پورے تیس ۳۰ دن ختم ہوئے۔ اور نزولِ قرآن کی یادگار پورے مہینہ بھر سنائی جاتی رہی تھی۔ آج خوشی اس کی ہے کہ نصیبے والے عین مرکز اسلام میں کعبۃ اللہ کے گرد چکر پر چکر کاٹ رہے ہیں۔ طواف و زیارت کی دولتوں سے مالامال ہو رہے ہیں۔ پروانے شمع پر نثار ہو رہے ہیں، مکہ کی گلیوں میں مکانوں میں، دوکانوں میں، مسجد حرم کے صحن میں، دالانوں میں حاجیوں کا، زائروں کا ہجوم، منیٰ کے میدانوں میں خیموں میں، مکانوں میں قربانیوں کی دھوم!

پورے عشرہ کا عشرہ چاند کی پہلی سے دسویں تک وقف خیر و برکت کیلئے نزول رحمت کیلئے، جس نیکی کی بھی توفیق پا جایئے، ہمیشہ سے زیادہ معمول سے بڑھ کر ثواب لایئے، خود حاجی ہونا الگ رہا، حاجیوں کی نقل تک باعثِ اجر ان کی طرح بال بڑھایئے، ناخن نہ ترشوایئے اس کا بھی اجر لیجئے!

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔ تاریخ کی زبان سے روایت یہ سننے میں آئی ہے کہ آج سے کچھ اوپر پانچ ہزار سال قبل کلدانیہ کے ملک میں بت پرستوں کی قوم میں بت تراشوں کے گھرانے میں ایک مقبول اور بہت مقبول برگزیدہ اور نہایت برگزیدہ بندہ ابراہیم نامی آباد تھے۔ یہ کلدانیہ وہی جسے انگریزی میں کالڈیا کہتے ہیں یا آج کے جغرافیائی اصطلاح میں عراق بندہ کے امتحانات طرح طرح کے مالک کی طرف سے ہوئے، اور ابراہیم ہر آزمائش میں پورے اترے، آخر اللہ کے پیغمبر ہی تھے کچھ روز بعد حکم ہجرت کا ملا۔ سرزمین شام پر پہنچے اور پھر مصر ہوتے ہوئے حجاز کی خشک اور پتھریلی وادی میں آئے، علاقہ ویران۔ پانی کا نام نہ نشان۔ سبزہ کی جگہ ہر طرف ریگستان نیچے تپتی ہوئی زمین اوپر دہکتا ہوا آسمان۔ حکم ملا کہ یہیں ایک گھر بناؤ اس مٹی اور پتھر کا، لیکن اپنے لئے نہیں، ہماری عبادت کیلئے اور ہاں ذرا یہ کرنا کہ اسے منسوب ہماری جانب کر دینا۔ ہم گھر اور در کی قید سے ماوراء، مکان اور جہت کی نسبت سے بھی برتر و بالا، لیکن ذرا اسی کے ساتھ ہمارا نام ڈال تو دو اور ہماری ہی بسائی ہوئی دنیا کو آواز دے دو کہ اس گھر کی طرف آجایا کرو۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ فرمانبردار بندے نے پکار کر دی اور اس وقت پکار کی جب نہ تار تھا نہ ٹیلی فون، نہ وائرلیس نہ لاؤڈ اسپیکر۔ نہ لوگ نشریات (براڈ کاسٹنگ) کے قانون سے واقف تھے، نہ گھر گھر ریڈیو لگے ہوئے تھے۔ ابراہیم کی پکار خدا معلوم کس لاہوتی میٹر پر اور کس ملکوتی لہر (WAVE LENGTH) سے نشر ہوئی کہ آج تک اس کی تھرتھراہٹ فضائے کائنات میں آپ خود سن رہے ہیں۔

حج کی تاریخ میں ابھی ہفتوں کا نہیں مہینوں کا زمانہ باقی ہے کہ دربار کی حاضری کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور لوگ اپنے اپنے گھر سے چل کھڑے ہوئے، اپنے مالک و مولیٰ کے متوالے دنیا کے گوشہ گوشہ سے روئے زمین کے چپے چپے سے، کوئی کابل سے، کوئی قندھار سے، کوئی مصر سے، کوئی ایران سے، کوئی عراق سے، کوئی بخارا سے، کوئی سیلون سے، کوئی جاوا سے کوئی افریقہ کے ویرانہ سے، کوئی یورپ کے نشاط خانہ سے، غرض خلقت ہے کہ ہر چہار طرف سے امنڈتی چلی آرہی ہے، يَأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ، کوئی ریل سے، کوئی جہاز سے، کوئی موٹر پر، کوئی لاری پر، کوئی پیدل، کوئی سواری پر کوئی غریب اپنی کمر کو کسے ہوئے اور کوئی صاحب اونٹ کی پیٹھ پر جمے ہوئے۔

کعبہ اسلام کا جغرافیائی مرکز ہے، مرکز کا ربط محیط کے گوشہ گوشہ سے دائرہ کے نقطہ نقطہ سے دانا و بینا جوڑنے والے نے یوں جوڑا کہ ہر صاحب حیثیت پر عمر میں کم از کم ایک مرتبہ حج فرض کر دیا حج کا رکن اعظم ہے، نویں ذی الحجہ کو میدان عرفات میں

زی سودہ کل ہوگئی۔ اب آج کا دن اس سعادت خوشی منانے کا دن ہے۔ کلمہ گو جہاں کہیں بھی اد ہیں آج جشن منائیں گے۔ لیکن اس مسرت غفلت میں دن چڑھے تک خراٹے لینے کے ائے آج معمول سے اور سویرے اٹھیں گے سل کریں گے اجلے کپڑوں کے ساتھ بشاش ہروں کے ساتھ عیدگاہ روانہ ہوں گے اور اپس آئیں گے تو ان میں جو صاحب حیثیت ں وہ اچھے اور پاک صحیح اور تندرست جانوروں قربانی کا تحفہ اپنے پروردگار کے حضور میں یش کریں گے خود اپنی طرف سے اپنے عزیزوں کی طرف سے، بزرگوں کی طرف سے ر جب کھانے کا وقت آئے گا تو تنہا ہیں کھالیں گے بلکہ ایک تہائی مسکینوں حتاجوں اور مفلسوں کو نذر کردیں گے، ایک تہائی دوست احباب کی خدمت میں پیش کریں گے۔ جب کہیں ایک تہائی اپنے لئے رکھیں گے۔ عیدالفطر کے دن تاکید تھی کہ کوئی بدنصیب فاقہ سے نہ رہ جائے۔ عید قرباں کے دن ترغیب ہے کہ غریب سے غریب بھائی کی زبان کو کھانے پینے کی لذتوں کا کچھ تو مزہ آجائے۔

عیدالفطر سالگرہ تھی نزول قرآن کی، عید قرباں سالگرہ ہے بنیاد کعبہ کی۔ ابراہیمؑ موحّد تھے موحّدوں کے سردار۔ توحید ہی کے جرم میں آگ میں جھونکے گئے تھے، ملک سے نکالے گئے تھے، حق تھا کہ ان کی قائم کی ہوئی یادگار کے سلسلہ میں توحید ہی کا رنگ ہر رنگ پر غالب ہو اور سب سے نمایاں۔ آج آفتاب بلند ہوا کہ لگے لوگ عیدگاہ اور مسجدوں کی طرف چلنے اور لگے ہر طرف سے رب کی بڑائی کے نعرے بلند ہونے، سینوں کے اندر توحید کے ولولے، زبانوں پر تکبیر کے زمزمے۔ کیا خوب ظاہر ہے اور کیا خوب باطن اور کیا خوب قال اور کیا خوب حال! عید کے دن یاد ہوگا کہ تکبیریں صرف نماز عید کے ساتھ آمد و رفت کے راستے میں بقرعید کے موقع پر ایک نماز، ایک وقت، بلکہ ایک دن بھی اس جوش کے اظہار کیلئے کافی نہیں۔ اب کی تکبیر شروع ہوگئی۔ ۹ تاریخ کی فجر سے اور جاری رہے گی ہر نماز کے ساتھ! ابھی تین دن اور۔ یعنی ۱۳ر کی عصر تک۔ مرکز میں آج مسلمان اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے پکارے گا لبیک اللّٰہم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک۔ حاضر ہے اے مالک و مولیٰ یہ غلام حاضر ہے، شہادت دیتا ہوا حاضر ہے۔" یہ آداب حاضری دینے والوں کے ہوتے مرکز سے دور باہر والے ۹ سے ۱۳ر کی سہ پہر تک ساڑھے چار دن ہر نماز کے بعد پکاریں گے۔ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ" بڑائی تو آپ میں ہے صرف آپ میں ہے۔ صرف آپ میں ہے۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بڑائی آپ میں ہے صرف آپ میں ہے، ہمارے شکر کی مخاطب آپ ہی کی ذات۔ ہماری ہر مدح و ثنا کے سزاوار آپ ہی کے کمالات۔

مسلمان قربانی کے لئے تیاری دنوں، ہفتوں، مہینوں پیشتر سے کرے گا پاک صاف جانور، اچھا تندرست بے عیب دیکھ کر خریدے گا۔ کھلائے گا، پلائے گا، اپنے سے خوب ہلائے گا۔ اور جب اس سے تعلق انس و محبت کا، رحمت و شفقت کا قائم ہوجائے گا۔ تو اپنے اور اس کے دونوں کے مالک کے حکم سے اس تعلق پر اپنے ہاتھ سے چھری چلادے گا۔ پالے ہوئے جانور کو پیار کی نظروں سے دیکھے گا۔ آخر وقت تک کھلائے پلائے جائے گا۔ لیکن جب حکم کی تعمیل میں زمین پر لٹائے گا تو قبلہ رُخ منہ اس طرف کرکے جدھر وہ خود دن رات میں خدا معلوم کتنی بار جھکتا ہے اور گرتا ہے۔ اور زبان سے کہتا جائے گا "اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" نہیں یہ کسی دیوی دیوتا کی بھینٹ نہیں چڑھا رہا ہوں میرا رشتہ تو صرف اسی سے جڑا ہوا ہے۔ میں تو پجاری صرف اس کا ہوں جس نے پیدا کر رکھا ہے آسمان و زمین کو۔ میرا دستور زندگی تو تمام تر اس کے قانون کی پیروی ہے "اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" میری دعائیں اور میری عبادتیں میری زندگی اور میری موت نہ اپنے نفس کیلئے ہے اور نہ قوم اور اس ملک کے چھوٹے موٹے دیوی دیوتا کے لئے ہے۔ اسی کے حکم اور قانون کے تابع ہے جو پروردگار ہے ہر ملک کا ہر قوم کا، ساری مخلوقات کا، جمیع موجودات کا کل کائنات کا۔

ڈاکٹر جب مریض کو آپریشن کی میز پر لٹاتا ہے تو پہلے آپریشن والے عضو کو دوا لگا کر سُن کر دیتا ہے، یا مریض کو کلوروفارم سنگھا کر بے ہوش۔ مسلمان بھی جب جانور کو ذبح کیلئے قبلہ رُخ لٹا کر گلے پر چھری چلاتا ہے تو روح کو ایک مختصر دو لفظی نغمہ سنا مست و مدہوش کر دیتا ہے۔ بسم اللّٰہ اللّٰہ اکبر اے خاک کی مورت میں تجھے مردہ اپنی طرف سے

نہیں کر رہا ہوں میں تو خود تیری ہی طرح مخلوق تیری ہی طرح بے بس تیری ہی طرح خاکی تیری ہی طرح فانی۔ میں چھری چلا رہا ہوں اپنے اور تیرے پیدا کرنے والے کا نام لے کر اپنے اور تیرے مالک کے قانون کے ماتحت زندگی کا عطیہ بخشنے والا بھی وہی۔ اسے واپس لینے والا بھی وہی۔ جان ایک روز ڈالی بھی اسی نے اور آج نکالی بھی اسی نے۔ بڑائی کا حقدار حکم چلانے والا صرف وہی!۔ سنتے ہیں کہ فوج کے سپاہی جنگ کے میدان میں فوجی بینڈ اور وطنی ترانہ کی آواز سن کر ایسے مست ہو جاتے ہیں کہ جان کی پروا نہیں رہ جاتی ہے اور بندوق کی گولیوں، توپ کے گولوں، سنگینوں کے وار کیلئے بے تکلف اپنے سر و سینہ کو پیش کر دیتے ہیں۔ اللہ کے نام کی کشش کیا روح کیلئے اتنی بھی نہیں، جاننے والے تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ روح اس اسم پاک سے ایسی مست و بے خود ہو جاتی ہے کہ خود حالت طرب میں ہنسی خوشی باہر آ جاتی ہے۔ گو جسم دیکھنے والوں کی نظر میں تڑپتا لوٹتا رہے، آخر کلوروفارم کا کام آپریشن میں بھی تو یہی ہوتا ہے کہ رگوں پر رگیں جسم کی کٹتی رہیں۔ خون پر خون بہتا رہے لیکن مریض کا احساس اذیت و کرب مردہ ہو جاتا ہے۔ اللہ ٹھنڈی رکھے حضرت اکبر کی تربت کو کیا خوب فرما گئے ہیں ؎

احساس ہی ایذا کا نہ ہوا میں فریاد و فغاں کیا کرتا
آنکھ اپنی لڑی تھی قاتل سے جس وقت تہ خنجر تھا گلا

کہتے ہیں کہ ایک بار ان ہی کعبہ کی تعمیر کرنے والے آگ میں کود پڑنے والے حج کی پکار کرنے والے ابراہیمؑ نے بھی قربانی پیش کی تھی یہ قربانی بکرے کی نہ تھی، مینڈھے کی نہ تھی، اونٹ کی بھی نہ تھی، چہیتے اور لاڈلے نور نظر اسمٰعیلؑ کی تھی خواب میں حکم محبوب ترین ہستی کی قربانی کا ملا۔ پیغمبر کے خواب بھی الہامی ہوتے ہیں۔ صبح اٹھ مشورہ اسمٰعیلؑ سے کیا۔ اس سے کیا جو آنکھوں کا تارا، بڑھاپے کا سہارا تھا۔ مشورہ خود اسی کے ذبح کے باب میں اسی سے کیا۔ دنیا کی تاریخ میں کب کسی عزیز نے عزیز سے اس کے قتل و ذبح کے باب میں مشورہ کیا ہے؟ کب کسی شفیق اور عاشق زار باپ نے اپنے لخت جگر کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے؟ ہر صاحب اولاد ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچے۔ بیٹا بھی کس باپ کا تھا۔ فوراً آمادہ ہو گیا اور عرض کیا" ابا جان آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے گا۔ ایسا نہ ہو کہ عین وقت میرا چہرہ دیکھ کر آپ کی ہمت جواب دے جائے۔ باپ نے آنکھوں پر پٹی باندھ خدا معلوم دل پہ کون سے پتھر کی سل رکھ کر حلق پر چھری چلائی، معاً قدرت حق سے نور نظر کی جگہ ایک جنت کے مینڈھے نے لے لی۔ اور چھری کو پھیرنے والے نے پھیری اسمٰعیلؑ کے گلے پر لیکن چلی وہ اس غیبی مینڈھے کے حلق پر اور اسمٰعیل علیہ السلام وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ کا پروانہ بشارت پا کر زندہ جاوید ہو گئے۔

آج کی قربانیاں یادگار ہیں اسی ذبح عظیم کی زمانہ قبل اسلام کو چھوڑیئے خود ادھر ساڑھے تیرہ سو برس کے اندر جتنی قربانیاں ہندوستان اور افغانستان، ترکی و ایران مصر و عرب اور ساری دنیائے اسلام کے اندر ہو چکی ہیں ان کا حساب و شمار ہے کسی حساب لگانے والے اور شمار کرنے والے کے بس کی بات؟ اللہ خود جسے بڑی قربانی کہہ کر پکارے کون اس کی بڑائی کی تھاہ پا سکے؟ کون اس کی وسعت و عظمت کی پیمائش کر پائے۔

آج کہنے کو عید نہیں بقرعید ہے لیکن سماں بڑی حد تک اسی عید کا قائم ہے وہی گھروں میں دھوم دھام وہی عیدگاہ میں اژدحام عید سے بڑھ کر دعوتوں کے چرچے۔ عید سے کہیں بڑھ کر چٹ پٹے گرما گرم کبابوں کے مزے۔ ادھر ران بھن رہی ہے، ادھر کلیجی تلی جا رہی ہے۔ کہیں کہیں سرخ پھندے سیخ پر لگ رہے ہیں، کہیں قورمہ اور قلیہ کے دیگچے اتر رہے ہیں۔ کھانوں کی وہ خوشبو کہ بے بھوک کے بھوک لگ آئے۔ کھانے والوں کی یہ آرزو کہ کوئی مفلس سا مفلس بھی دروازہ پر آ کر محروم واپس نہ جاتے، گدا گری شریعت کے قانون میں ماورا۔ لیکن عید بقرعید کے موقع پر مناسب حدود کے اندر اس کلیہ میں استثناء۔ گھر گھر آج پیش ہو رہی ہیں عیدیاں اور مبارکبادیں اور فضا میں گونج رہی ہیں اللہ اکبر کی صدائیں،

(نشریات ماجد ص۱۴۲)

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

دُعائے مغفرت

دفتر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کارکن احمد میاں کی ہمشیرہ کا طویل علالت کے بعد ۱۳ جنوری ۲۰۰۱ء کو مکارم نگر لکھنؤ میں انتقال ہو گیا
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ
اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے
قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

دیارِ محبوب کو دیکھ کر

ہم اس کوچہ کے ہر ذرّہ کو اپنا دل سمجھتے ہیں

● مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

لے ہی پہونچی بےخودی شوقِ بزمِ یار تک
کہ مجھے ایک اک قدم ایک ایک منزل ہوگیا (جگر)

جس مبارک ساعت کا نہ معلوم کب سے انتظار تھا جس مقدس دیار کے دیدار کو آنکھیں ترستی تھیں جس پُر نور آبادی کی تلاش میں نظریں ہر طرف پڑ رہی تھیں، جس کا انتظار ہلالِ عید کے انتظار سے کم نہ تھا سو مشتاقانِ دید کی نظروں نے اس کو جالیا۔ انتظار کی زنجیر ٹوٹی اور منزل مقصود، کوچۂ حبیبؐ کے در و دیوار سامنے آگئے۔ ہلال عید کی خوشی اس خوشی کے آگے گرد ہے۔ نظر کے سامنے اور بالکل سامنے وہ چھوٹی سی آبادی مگر رحمت سے بھرپور ہے۔

جس کو آنکھیں ڈھونڈتی تھیں اور دل بیتاب تھا
آگیا وہ مظہرِ حسن و جمال آ ہی گیا

باغات اور باغات کے کنارے وہ خوبصورت سے گھر جا بجا مسجدیں اور مسجدوں کے سر بہ فلک منارے اور ان سب سے ممتاز، سب سے دلکش جاذب منظر یہ سامنے مسجد نبویؐ کے منارے اور گنبد خضرا سو اس کا کیا کہنا اس کی دلآویزی کا ذکر تو کسی زبان کی طاقت نہیں۔ تمام مکانوں سے بلند ہر عمارت سے اونچے یہی منارے آبادی میں سب سے پہلے یہی نظر آئے پھیلی ہوئی آبادی اور وسط میں مسجد نبویؐ، پانچ منارے اس میں گنبد خضرا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انگوٹھی میں نگ ہو، چاروں طرف پروانے ہوں بیچ میں ایک شمع، ایک چاند اور چاروں طرف تارے۔

مادی نظر میں ایک آبادی دوسری آبادیوں کی طرح اور اینٹ پتھر کے مکانات مگر دل ہے کہ امڈا آتا ہے نظریں ہیں سو جم کر رہ گئیں، رعب و ہیبت ہر ایک نفس پر طاری، مارے مسرت کے آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب، دلوں میں سکون قرار، بدن میں تھرتھری، قدموں میں لغزش زبانوں پر درود و سلام، نظریں ہیں سو فرش راہ، سب کی کیفیت جدا جدا، سب کے حالات الگ الگ کوئی نظر پڑتے ہی بلبلا اٹھا کسی پر سکتہ طاری ہوگیا۔ کوئی سر پکڑے کھڑا ہے تو کسی کے ہاتھ بہر دعا بلند ہوگئے۔

خیال تو کیجئے یہ سامنے جو دیارِ پاک نظر آرہا ہے یہ کون سی بستی ہے، کیا حقیقت میں یہی پاک طیبہ ہے جس کے دیدار کو لاکھوں آنکھیں ترس گئیں مگر دیدار نصیب نہ ہوسکا۔ جس کی حسرت میں نہ معلوم کتنوں نے جان دے ڈالی، ہزاروں شعراء نے نعتیں کہیں، دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے ہزاروں آرزوئیں ناکام رہیں، آج اس کا دیدار یہ گنہگار آنکھیں کر رہی ہیں اسی کے دیدار میں تو شہیدیؔ نے یہاں پہونچ کر جان دی اور ان کی دیرینہ تمنا پوری ہوئی۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

زہے قسمت آج وہ دیارِ پاک نظروں کے سامنے ہے جہاں آج سے تیرہ سو برس پہلے خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چلا پھرا کرتے تھے جہاں صحابہ کرامؓ کے چلنے پھرنے کی آوازیں ابھی تک آتی ہیں ؎

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے وہ پھر رہے ہیں یہ آرہے ہیں وہ جا رہے ہیں (جگر)

یہ خاک پاک جہاں فرشتے بھی آنے پر فخر کریں حضرت جبرئیلؑ یہیں تو وحی لیکر آتے تھے یہی وہ خطۂ پاک ہے جہاں سے اسلام نکلا۔ اور چار دانگ عالم میں پھیل گیا، یہ مرکز اسلام یہ مہبط وحی آقائے نامدار کے جسم اطہر کا امین ہے۔ اس کم عمری میں لاکھوں بار اس کی عظمت کے الفاظ سنے، ہزاروں بار خواہشات نے زور کیا مگر ناکامی تمنا سامنے آئی آرزوئیں ہزار بار مچلیں جس کے ہجر میں ان گنت راتیں آنکھوں کاٹیں، بےچینی و اضطراب میں لاتعداد دن بیتے آج وصال کی گھڑی نصیب ہو رہی ہے تو قسمت پر ناز کیوں نہ ہو اور زبان سے یہ کیوں نہ نکلے ؎

حبذا روزِ سعادت مرحبا یوم الوصال
باغ من گل میکند امروز بعد از چند سال

دل کو کون سنبھالے عقل کا کام نہیں ہوش سو وہ بےہوش ہے دل سینہ سے نکلا آتا ہے راستہ کی اونچ نیچ کی پرواہ نہ صعوبتوں کا خیال نہ لباس و تن کا ہوش آرزوئیں ہزاریں اور آج اُن کے پورا کرنے کا وقت آیا۔

ھذا الذی کانت الایام تنتظر
فلیوف اللہ اقوام بھا نذروا

آج ہم دیارِ محبوب میں ہیں، اللہ اللہ اس کے در و دیوار، خاک اور خاک کے ذرّوں سے محبوبیت ٹپک رہی ہے۔

یہاں پہونچ کر وطن کی یاد ہے نہ وطن والوں سے محبت ہے، محبت ہے تو یہیں والوں سے ہے ؎

ہم اس کوچہ کے ہر ذرہ کو اپنا دل سمجھتے ہیں

(باقی صـ پر)

گجرات کے زلزلے کا درد ہر انسانی دل کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا

شر انگیز بیانوں سے ہوشیار رہنے کی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی اپیل

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ گجرات کے زلزلہ سے ملک قوم کو جو نقصان پہنچا ہے اس کا احساس اور درد ملک کے ہر باشندے کو ہے اس کی کھلی علامت یہ ہے کہ ملک کے طول و عرض میں گجراتی بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کی فضا بن گئی ہے اور جگہ جگہ تعاون و امداد کی اپیلیں کی جارہی ہیں اور امداد اکٹھا کرکے بھیجی جارہی ہے۔

اس سلسلے میں ندوۃ العلماء سے طلباء و اساتذہ کا تعاون لے کر جو وفد گجرات گیا ہے اس نے جہاں زلزلہ کی ہولناکی اور تباہی کے اندازہ سے مطلع کیا ہے وہاں اس نے اس مسرت کی بات کی بھی اطلاع دی ہے کہ زلزلہ کے مصیبت زدگان کی مدد میں ہندو مسلمان دونوں شانہ بشانہ مل کر کام کررہے ہیں

ایسی ضرورت ہوتے ہوئے بعض بعض شدت پسند لوگوں کے ایسے بیانات آنا جن سے آپس میں خلیج بڑھے گی، ملک کی یکجہتی کو نقصان پہونچانے والی بات ہے، مثلاً یہ بیان کہ گجرات کی اس مصیبت میں عیسائی فرقے کے ذمہ داروں کی مدد نہ قبول کریں گے۔ اور الہ آباد سے بعض شدت پسند لیڈروں کے بیانات جو بابری مسجد کے مسئلہ کے عدالت میں زیر بحث ہونے کے باوجود مسلم دشمنی کی تلخ انداز میں آئے۔

بابری مسجد کے گرائے جانے سے مسلمانوں کو جو دکھ پہنچا ہے۔ اس کا مداوا کرنے کے بجائے مسجد کی جگہ زبردستی مندر بنانے کی دھمکیوں سے اس دکھ کو بڑھانا قومی مصیبت کی اس گھڑی میں، قوم کے اتحاد کو نقصان پہنچانا ہے اور ملک میں فرقہ وارانہ تلخی اور بے چینی بڑھانا ہے اور یہ ہندو مذہب کے اصول کے خلاف ہے جس میں ہر مذہب کے پاس و لحاظ کی تلقین ہے، جب یہ مسئلہ کہ بابری مسجد کی جگہ مندر تھا یا نہیں تھا۔ طے کرنا عدالت عالیہ کے سپرد ہوچکا ہے تو کم از کم اس کے فیصلہ کا انتظار ضروری ہے، مسلمانوں کے مشترکہ پلیٹ فارم آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اسی رویہ کو اختیار کیا ہے۔ اور حکومت کے ذمہ داروں سے گفتگو کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

ہمارے ہندو بھائیوں کو مسلمانوں کی اس مجبوری کو سمجھنا چاہیئے کہ ان کے مذہب میں مسجد اصلاً اس جگہ کو کہتے ہیں جس کو جائز طور پر نماز پڑھنے کیلئے مقرر کردیا گیا ہو عمارت گرادینے سے بھی اس کی حیثیت نہیں بدلتی، مسلمانوں کے یہاں اس کی حیثیت مسجد ہی کی بنی رہے گی۔

اسلام حقیقت پسندانہ اور امن پسند مذہب ہے اس میں اپنی مذہبی بات کو زبردستی منوانے کی اجازت نہیں ہے وہ دوسرے مذہب والے کو اپنے مذہب پر قائم رہنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا پورا حق دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ وہ اپنے مذہب کے جائز حق سے دستبردار ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔

ملک کے خیرخواہوں کو اس طرف توجہ دینی چاہیئے ایک طرف زلزلہ جیسی آفت سے نمٹنے کا کام کیا جارہا ہے۔ دوسری طرف ملک کے مختلف فرقوں کے درمیان کشمکش اور تناؤ بڑھایا جارہا ہے جس کو روکنے کی ضرورت ہے۔

بقیہ — ص ۱۶ — کا

(IDEOLOGICAL) میں ہوا ہے۔ اس لئے بعض اسلامی تحریکیں بنیادی طور پر سیاسی مقاصد کیلئے جدوجہد کررہی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ صرف مایوسی کے باعث تشدد کی راہ پر چل نکلے ہیں۔ اس صورت حال کی وجہ سے اسلام کا حوالہ بھی اکثر ایک آئیڈیالوجی کے طور پر دیا جاتا ہے۔ یہ بات اس لحاظ سے تو درست ہے کہ اسلام بھی دنیا کے امور چلانے کیلئے تصورات کا ایک مجموعہ پیش کرتا ہے لیکن ہمیں اپنے عقیدے کا حوالہ ایک آئیڈیالوجی کے طور پر دینے سے گریز کرنا چاہیئے اس لئے کہ اس اصطلاح سے سیاست اور ایسے دنیاوی تصور کا گمان ہوتا ہے جس میں آخرت شامل نہیں (جاری)

خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

● شمس الحق ندوی

صبح کے خنک جھونکوں میں حرم پاک سے اذان کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ اور قرب و جوار کی پہاڑیوں سے ٹکرا ٹکرا کر اپنی دھیمی دھیمی لے ان چٹانوں کو سنا رہی تھی جن کو کبھی سارے عالم کیلئے رحمت الٰہی کا سرچشمہ اور وحی کا مرکز بننے کا شرف حاصل تھا، سحر کے لطیف و سبک جھونکے اس کو خانۂ کعبہ کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا اور اللہ کے مخلص بندوں کے دلوں میں اتار کر مستِ ذکر مئے جام کر رہے تھے، کعبہ کے چاروں طرف مسلمانوں کی صفیں نماز کیلئے کھڑی ہو چکی تھیں، کچھ صفیں تو حرم پاک کے اندر بالکل بیت اللہ کے روبرو تھیں اور بہت سی صفیں ایسی تھیں جو کعبہ کو آنکھوں سے تو دیکھ رہی تھیں لیکن ان کا رخ اور دلوں کی نگاہ ادھر ہی کو تھی۔ اونچے اونچے پہاڑوں کے پیچھے، طویل و عریض سمندروں کے پار، شہروں گاؤں، بیابانوں، محلوں اور جھونپڑیوں، جیلوں اور کالی کوٹھریوں، جھلسا دینے والے صحراؤں اور برف سے دبے ہوئے سرد علاقوں غرض ہر کہیں یہ صفیں کعبہ کا رخ کرکے کھڑی تھیں اور دنیا میں جہاں بھی مسلمان موجود ہیں۔ رہتی دنیا تک کھڑی ہوتی رہیں گی۔

مکہ کے لوگ سحری سے فارغ ہو کر حرم پاک کی طرف کشاں کشاں چل پڑے، روزے کی نیت سے اتنا کھا لیا تھا کہ کھڑا ہونا مشکل ہو رہا تھا۔ انھیں میں حوادث روزگار کا ستایا ہوا ایک ایسا بھی شخص تھا کہ بھوک کے مارے اس کا اٹھنا دوبھر ہو رہا تھا۔ اس کی رات فاقے میں گذری تھی دن بھر کا روزہ، بغیر سحری کے رہا۔ اس سے پہلا دن بھی فاقے ہی میں گذرا تھا۔ نماز ختم ہوئی لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مگر یہ غریب اپنی جگہ پر بیٹھا کچھ سوچتا رہا فکر اپنی نہیں تھی مسلسل فاقوں نے اس کو بھوک کا عادی بنا دیا تھا۔ اس کی ایمانی و روحانی قوت نے دنیا کو اس کی نگاہوں میں ہیچ اور اس کے حسن و جمال کو حقیر و بے حقیقت سا بنا دیا تھا۔ فکر ان فاقہ زدوں اور بھوک کے ستائے ہوؤں کی تھی جن کا یہ کفیل تھا، جن کے جسم عریاں و برہنہ پیٹ خالی اور بھوک کی بھٹی میں جل رہے تھے۔ اس مردِ خدا کی جگہ اگر کوئی دوسرا ان مصائب و آلام اور پیہم فاقوں سے دوچار ہوتا۔ اور امراء و رؤساء کو غرباء سے بے خبر بے محابا خرچ کرتے اور ہزاروں روپئے بیجا خرچ کرتے دیکھتا تو یقیناً دنیا سے بغاوت کر دیتا۔ اس کو اپنے زمانے کے لوگوں سے نفرت ہو جاتی، لیکن اس بھلے مانس کو خدا کی ذات پر اعتماد و بھروسہ تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ اس کا دینا اور نہ دینا حکمت و مصلحت سے خالی نہیں۔ لینا اور دینا لوگوں کے بس میں نہیں ہے، جو اس کے مقدر میں ہے ـــــ وہ اس کے ضعف و ناتوانی کے باوجود آکر رہے گا۔ اور جو دوسروں کے لئے مقدر ہے وہ قوت و طاقت سے بھی حاصل نہ ہو سکے گا۔ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے گھر آیا قمیص اتار کر لبابہ کو آواز دی گندے اور پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک عورت نکلی قمیص اس کو دے دی اور چیتھڑے کو خود پہن لیا۔ عورت نے کمزور و لرزتی ہوئی آواز میں کہا ابو غیاث! تین دن سے ہم لوگوں نے کچھ نہیں کھایا، یہ روزے اور گرمی کے دن ہیں۔ تم صابر و شاکر ہو تو میں بھی صبر کا دامن نہ چھوڑوں گی۔ مگر گھر کے بوڑھے اور کمسن بچیاں تو تاب برداشت نہیں رکھتیں، بھوک نے انھیں نڈھال کر دیا ہے تم خدا سے مدد چاہو، نکلو کوشش کرو شاید کچھ مل جائے افطار کے لئے رکھ لیں۔

ابو غیاث کا دل بھر آیا۔ بولے اچھا کچھ کروں گا۔ جب رات اپنے سیاہ دامن کو پوری طرح سمیٹ چکی اور سورج کی سنہری کرنیں کوہ و بیاباں غاروں اور وادیوں کو منور کرنے لگیں تو امید و یاس کی ملی جلی کیفیت میں وہ اِدھر اُدھر پھرنے لگے۔ سورج کی گرمی بڑھتی گئی۔ دوپہر ہو گئی۔ لوگ سورج کی تپش اور لو کے گرم گرم جھونکوں سے بچنے کیلئے گھروں میں داخل ہو گئے۔ ابو غیاث کو کچھ ہاتھ نہ لگا، گرمی بڑھتی ہی گئی۔ پاؤں جواب دے گئے آنکھیں چندھیانے لگیں۔ مایوس ہو کر ایک دیوار کے سائے میں پڑ گئے اب سب سے بڑی تمنا یہ رہ گئی تھی کہ موت آجائے اور ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جائیں خیالات و پریشانی کی اسی دنیا میں گم سم اپنی انگلیوں سے زمین کو کرید رہے تھے کہ ہاتھ ایک لمبی اور نرم چیز سے مس ہوا دیکھا اور غور کیا تو مٹی کی

تھہ میں دبے ہوئے سانپ کی دم نظر آئی، معاذ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ کھینچ لیا لیکن موت کی تمنا نے اسے کر بیٹنے ہی پر آمادہ کیا۔ معاً خیال آیا کہ مومن کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑنا چاہیئے بلکہ دعا کرنی چاہیئے کہ اگر زندہ رہنا بہتر ہو تو زندگی نصیب ہو۔ موت بہتر ہو تو اللہ تعالیٰ موت دے دیں۔ اپنے اس خیال پر چونک پڑے زبان سے استغفر اللہ نکلا مگر نگاہ سانپ ہی پر رہی چلتا ہے نہ حرکت کرتا ہے اسے پاؤں سے چھوا تو بھی ٹس سے مس نہ ہوا، بالآخر کھودا تو اس کی کھنکھناہٹ و جھنکار نے پتہ دیا کہ سانپ نہیں بلکہ دیناروں کی تھیلی ہے۔ بھوک پیاس جاتی رہی۔ اعصاب میں غیر معمولی طاقت محسوس ہونے لگی خوش ہوئے کہ اب اپنے گھر والوں کے لئے راحت و آرام کا پیام لے کر جائیں گے سوچنے لگے کہ ان کے لئے کیا خریدیں۔ پھر چونکے اور اپنے دین و ایمان کا جائزہ لینے لگے۔ فضا میں یہ آواز سنائی دی کہ پرائے مال کو تم نہیں خرچ کر سکتے۔ ایک سال تک اس کا اعلان کرو جب اس کا مالک نہ ملے تب یہ تمہارے لئے حلال ہوگا جو شام کے کھانے کی فکر میں سرگرداں تھا اسے سال بھر کا انتظار کتنا کٹھن کام تھا۔ مایوسی نے ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دیئے سوچنے لگے فاقوں کا مارا میرا خاندان سال آئندہ زندہ رہے گا بھی یا نہیں۔ طرح طرح کے خیالات کا ہجوم ہوا، میں نے تھیلی نہ اٹھائی ہوتی تو یہ ذمہ داری مجھ پر کیوں پڑتی، کیا وہیں رکھ دوں، مگر آدمی پڑھے لکھے تھے، جانتے تھے کہ پڑی ہوئی چیز اٹھانے کے بعد اعلان ضروری ہے۔ اگر وہاں رکھ دے اور ضائع ہو جائے تو عند اللہ باز پرس اسی سے ہوگی۔

خیالات کے اس ہجوم میں فضا میں پھر ایک آواز گونجی یہ اللہ کی دی ہوئی روزی ہے لے لو اور بھوک سے دم توڑتے ہوئے متعلقین کو موت سے بچاؤ ان بھوکوں کا پیٹ بھرو۔ ان کے کھلے ہوئے جسموں کی ستر پوشی کرو۔ پھر خدا تم کو دے گا۔ تو واپس کر دینا یہ آواز ختم نہ ہوئی تھی کہ دوسری آواز سنائی دینے لگی کہ نہیں نہیں! حکم خداوندی کے خلاف ورزی نہ کرو پرائے مال میں خیانت جائز نہیں۔

چھپ چھپا کر گھر میں داخل ہوئے کہ مالکان کے ملنے تک اس تھیلی کو حفاظت سے رکھ دیں لیکن لبابہ کی نگاہوں سے اپنے آپ کو بچا نہ سکے، لبانہ نے پوچھا ابوغیاث کیا لائے۔

ہچکچاتے ہوئے جواب دیا کچھ نہیں۔ اس سے قبل لبابہ سے کوئی بات چھپانے کی عادت نہ تھی لبابہ بھانپ گئی۔ بولی نہیں کچھ تو ہے مجبوراً ساری داستان سنائی۔ لبابہ بھی دینداری اور تقویٰ میں کچھ کم نہ تھی تاہم مرد کے عزم و ثبات سے تو کم ہی تھی۔ کہا اس میں سے کچھ نکالو۔ اور کھانے پینے کا کچھ انتظام کرو۔ ہم اس کے ضرورتمند ہیں۔ ایسی صورت میں تو مردار کھانا بھی جائز ہے۔ ابوغیاث کی قوت ایمانی متاثر نہ ہوئی ڈانٹ کر کہا ہرگز نہیں۔ اگر تم نے اس کو ہاتھ لگایا اور کسی کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو تم کو طلاق دے دوں گا۔

لبابہ کو غصہ اور تلملاہٹ میں چھوڑ کر تھیلی کے مالک کی تلاش میں نکل پڑے کہ شاید مل جائے اور میں حلال طریقے سے اس سے کچھ حاصل کروں حرم پاک میں پہونچ کر ایک طبری نوجوان طالبعلم سے ملاقات ہوئی۔ اس نے اپنا مقصد بیان کیا تو کہا ہاں کل ایک خراسانی آواز لگا رہا تھا کہ ایک ہزار دینار کی میری ایک تھیلی گر گئی ہے جو اس کو لائے گا خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔ مکہ کا ایک بوڑھا شخص اس کے پاس آکر کہنے لگا کہ آپ کی تھیلی غائب ہو گئی ہے۔ یہاں کے لوگ بہت پریشان حال اور محتاج ہیں۔ شاید کسی ایسے خراسانی شخص کو وہ تھیلی ملی ہو جو غریب ہو اور حلال طریقے سے آپ سے کچھ لینا چاہے تو کیا آپ اس کو کچھ دیں گے۔ خراسانی بولا کتنا لینا چاہتا ہے۔

بڑے میاں نے جواب دیا دسواں حصہ، خراسانی انکار کر گیا۔ اور خدا کے دربار میں دامن پکڑنے کی دھمکی دی۔

طبری طالب علم کا بیان ہے کہ اس گفتگو سے مجھ کو اندازہ ہو گیا کہ تھیلی اسی بوڑھے شخص کو ملی ہے جب وہ مایوس ہو کر اپنے گھر کی طرف لوٹا تو میں بھی اس کے ساتھ چل پڑا۔ گھر پہنچ کر لبابہ کو بلا کر کہا تھیلی کا مالک تو مل گیا میں نے بلطائف حیل اس سے کچھ لینے کی کوشش کی مگر وہ نہیں راضی ہوا۔ بتاؤ اب کیا کریں واپس کرنا تو اب ضروری ہو گیا ہے۔

عورت بولی پچاس سال سے ہم تمہارے ساتھ مصیبت کاٹ رہے ہیں تمہاری چار بیٹیاں دو بہنیں ہیں اور میری ماں نویں شخص تم ہو۔ ابوغیاث! خدائے عز و جل اس سے بہت بلند و برتر ہے کہ اپنے ایک بندے کو جو نو افراد کی کفالت کر رہا ہے اس کو پڑی ہوئی چیز کو خرچ کر دینے پر سزا دے۔ تم نے نہ چوری کی ہے نہ غصب کیا ہے، خدا کی رحمت نے تمہارے

سامنے یہ نعمت ڈال دی ہے تم اس کی ناقدری کرو تو گھر کے ان بھوکوں کے بارے میں بھی خدا تم سے باز پرس کرے گا۔ لبابہ ایک ڈھانچہ کی شکل میں سامنے کھڑی جلد خشک ہو کر ہڈیوں سے چمٹ گئی تھی صرف جان ہی جان باقی تھی گھر کی دوسری عورتوں کی بھوک پیاس کی بھی یاد آ گئی۔

ابوغیاث کا دل بھر آیا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ابوغیاث کے آنسوؤں سے لبابہ کو امید ہو چلی کہ شاید اب کچھ مل جائے ابوغیاث کے عزم میں بھی کچھ تزلزل سا پیدا ہوا۔ لیکن پھر پچاس سال کے صبر و توکل کا خیال آیا۔ ایک دن کے آرام کے واسطے ابوغیاث اپنی پچاس سالہ زندگی کو داغدار بنانے پر آمادہ نہ ہو سکے۔ موت و قبر خدا کے روبرو حاضری کا منظر یاد آیا تو چونک پڑے کہ خائن بن کر خدا کے حضور میں کیا منھ دکھاؤں گا۔ ایک چیخ ماری اور کہا ہرگز نہیں پھر دونوں خاموش ہو گئے سورج غروب ہوا مغرب کی اذان ہوئی جب لوگ قسم قسم کے لذیذ کھانوں سے افطار کر رہے تھے تو ابوغیاث چند کھجوریں اور کچھ ٹکڑے لے کر گھر والوں کے ساتھ افطار کرنے کو بیٹھ گئے۔ امراء وغرباء سے بے خبر۔ ان کے ذہن اس سے خالی تھے کہ رمضان صدقات وخیرات کا مہینہ ہے۔ روزہ تو اسی لئے خدا نے فرض کیا ہے کہ انسان بھوکا پیاسا رہ کر مسلسل فاقہ کرنے والوں کی تکلیف کو محسوس کرے اور احسان کی قدر پہچانے خواہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔ جتنے پر انسان قادر ہو۔ ابراہیم حربی کو روزانہ ایک ہی روٹی ملتی تھی اس میں ایک لقمہ بچا لینا روز کا معمول تھا جب ہفتہ پورا ہوتا جمعہ کا دن آجاتا تو ٹکڑے خود کھا لیتے۔ اس دن کی روٹی کسی مستحق فقیر کو صدقہ دے دیتے۔ شیخ ابوغیاث ماحول کی اس بے حسی پر کڑھتے اور آزردہ خاطر ہوتے۔ ان چند ٹکڑوں اور کھجوروں کو کھا کر۔ آج چوتھا دن بھی فاقہ سے گذار دیا دوسرے دن جب صبح نمودار ہوئی تو خراسانی نے پھر آواز لگائی۔ ابوغیاث بڑھے اور کل کی طرح پھر بات کی۔ اور آج صرف دس دینار مانگے مگر خراسانی آمادہ نہ ہوا۔ اور دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ تیسرے دن پھر یہی صورت پیش آئی اور آج شیخ نے صرف ایک دینار مانگا کہ وہ غریب نصف دینار کا مشکیزہ خرید کر پانی پلا کر روزی کمائے گا۔ آدھے دینار کی بکری خرید کر گھر والوں کو دے گا۔ مگر خراسانی کا دل کسی طرح نہ پسیجا۔ ابوغیاث کی امید کا یہ آخری دھاگہ بھی ٹوٹ گیا۔ گھر کی بھوکی پیاسی عورتوں کا خیال آیا تو دل میں آیا کہ اس ضدی کو تھیلی نہ دیں یا کم از کم ایک دینار لے لیں اور باقی اس کو دے دیں لیکن خیال آ گیا قیامت کے حساب وکتاب اور حشر ونشر کا سوچنے لگا کہ کیا اس مختصر اور تھوڑے سے فائدے کے بدلے ہمیشہ کی مشقت مول لے لے۔ دنیا کی ساری لذتیں قیامت کی ایک ادنیٰ تکلیف کو نہ بھلا سکیں گی اور جنت کی بہاروں کا ایک جھونکا دنیا کی تمام مصیبتوں کو بھلا دے گا۔ ارادہ سے باز رہے حضورؐ کا یہ قول یاد آ گیا کہ جو شخص اللہ کے لئے کسی حرام چیز سے بچے گا۔ اللہ اس کو اس سے بہتر بدلہ دے گا۔ خراسانی سے کہا آؤ اپنی تھیلی لے لو۔ طبری طالب علم بھی ان دونوں کے ساتھ چل پڑا، گھر پر پہونچ کر چیتھڑوں کی موٹی تہہ میں لپٹی ہوئی تھیلی الماری سے نکال کر خراسان کے حوالہ کر دی خراسانی نے زور لگا کر اس کی مضبوط گرہوں کو کھولا اور اپنے دامن پر ڈال کر الٹتے پلٹتے ہوئے کہا ہاں یہ میرے ہی دینار ہیں۔

لبابہ اپنی بیٹیوں سمیت دروازے کی درازسے بڑی حسرت کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہی تھی اس کی نگاہیں اس طرح تھیلی پر جمی ہوئی تھیں جیسے بھوکا کھانے کی ہڈیوں کو لے جا کر دیکھتا اور ان نعمتوں کا متمنی رہتا ہے جو اس کا پیٹ بھر دیں مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ خراسانی شکریہ تو کیا ادا کرتا اس نے شیخ کی طرف دیکھا تک نہیں تھیلی سنبھال اور ایک دو تین ہو گیا۔ لبابہ کا یہ حال ہوا کہ جیسے اکلوتا بچہ اٹھ گیا ہو، امید کا یہ آخری سہارا ٹوٹتے ہی بھوک سے پریشان عورتیں منھ کے بل گر پڑیں۔ تھوڑی دیر بعد پھر ایک آواز ابوغیاث کے کانوں سے ٹکرائی دروازے پر پہونچے تو خراسانی کھڑا تھا بغیر کسی ادنیٰ جھنجھلاہٹ کے واپسی کا سبب پوچھا خراسانی بولا میرے والد کا انتقال ہو گیا انھوں نے وصیت کی تھی کہ میرے چھوڑے ہوئے دیناروں کا تیسرا حصہ اس کو دے دوگے جو تمہارے نزدیک سب سے زیادہ مستحق ہو۔ اور میرا اونٹ بیچ کر حج کرنا میں نے جب سے خراسان چھوڑا ہے مجھے آپ سے زیادہ مستحق کوئی نہیں ملا اس کو قبول فرمائیے

اللہ تعالیٰ برکت دے۔

میری نوجوان وہاں سے جا چکا تھا شیخ نے اس کو بلایا اور فرمایا تم تین دن سے ہمارے ساتھ ہو۔ میری زبوں حالی کا تم کو علم ہو چکا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بغیر اشراف کے اگر ہدیہ ملے تو اس کو قبول کرو ورنہ اللہ تعالیٰ محروم کر دے گا ہدیہ میں ساتھ رہنے والے کا بھی حق ہوتا ہے شیخ نے فرمایا میں نے آج تک اتنا مال رکھا ہی نہیں اور نہ اس کی تمنا ہوئی۔ میرے پاس یہی ایک قمیص ہے۔ سب گھر والے باری باری نماز پڑھتے ہیں اس کے بعد میں اس کو پہن کر نکلتا ہوں۔ اور دوپہر تک مزدوری کرتا ہوں۔ ظہر کی نماز بھی اسی طرح ہر فرد باری باری ادا کرتا ہے۔

شیخ نے گھر کی تمام عورتوں کو بلایا مجھے بھی اپنے پہلو میں بیٹھنے کا حکم دیا اور کہا اپنے دامن پھیلاؤ تو میں نے تو اپنا دامن پھیلا لیا۔ مگر ان عورتوں کے کپڑے اتنے لمبے نہ تھے کہ دامن پھیلائیں۔ انھوں نے اپنے اپنے ہاتھ پھیلائے سو سو دینار سب کے حصہ میں آئے۔

آج افطار کے وقت شیخ کے گھر بھی اچھا دسترخوان لگا اور سب گھر والوں کے چہروں پر بشاشت تھی۔ شیخ نے لبابہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ بڑا رحیم و کریم ہے میں نے حرام کا ایک سو دینار چھوڑا تو خدا نے حلال کے ایک ہزار دینار دیئے چند ہی لقمے کھائے کہ شیخ اس ارادے سے اٹھے کہ کوئی فقیر مل جائے تو اس کو بھی شریک کرلیں۔ یہ سب اس مکی مدنی جگر گوشہ عبداللہ کے اس پیغام ابدی کا کرشمہ ہے۔ جو وہ قیامت تک کیلئے دے گیا ہے۔ اس میں اضافہ و ترمیم کی کسی کو مجال نہیں۔

"یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا"

(بقیہ)

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

جس میں سرگرم و فعال مسلمان موجود نہ ہوں۔ سو سال پہلے جو تعداد کے اعتبار سے دنیا کا ساتواں حصہ تھے اب ان کی تعداد دنیا کی آبادی کا بیس فیصدی ہے۔

اب لندن۔ پیرس، روم، ویانا، لزبن زغرب، نیویارک اور لاس اینجلس جیسے شہروں میں نمائندہ مساجد قائم ہیں۔ مزدور کارکنوں کی نقل مکانی اور مغربی یونیورسٹیوں کی دلکشی کی بدولت لاکھوں مسلمان یورپ اور امریکہ میں سرگرم عمل ہیں۔ ہر کہیں اسلام دوسرا سب سے بڑا مذہبی گروہ بنتا جا رہا ہے۔ آج کوئی اخبار یا ٹی وی چینل ایسا نہیں جس میں اسلامی موضوعات نہ ہوں اور صرف حال ہی میں یہ ممکن ہوا ہے کہ تمام یورپی زبانوں میں کلاسیکل اسلامی لٹریچر دستیاب ہیں۔ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کا سب سے زیادہ ترجمہ کیا جا رہا ہے اور زمین پر جس کی تلاوت سب سے زیادہ کی جاتی ہے۔

چونکہ یہ سب کچھ ۲۰ ویں نظریاتی صدی

(باقی صـ ۱۲ـ پر)

زلزلہ زدگان کیلئے سعودی عرب کا گرانقدر عطیہ

خادم الحرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز السعود کی جانب سے دو جہازوں میں غذائی سامان ٹینٹ کمبل اور دیگر ضروری اشیاء جو ممبئی ہوائی اڈہ پر ۳۱ر جنوری کو پہونچے ہندوستان میں سعودی عرب کے سفیر شیخ عبدالرحمٰن ناصر العوہلی نے ان اشیاء کو ہندوستانی افسران کے سپرد کیا تاکہ گجرات کے زلزلہ سے متاثرین کو فوری مدد پہونچائی جا سکے، سامان کی قیمت کا تخمینہ پانچ لاکھ بیانوے ہزار آٹھ سو چالیس امریکن ڈالر ہے۔

خادم الحرمین شاہ فہد بن عبدالعزیز شاہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز السعود، نائب وزیر اعظم و کمانڈر نیشنل گارڈ پرنس سلطان بن عبدالعزیز السعود نائب وزیر اعظم و وزیر دفاع و شہری پرواز نیز حکومتِ سعودیہ عربیہ نے صدر جمہوریہ ہندوستان جناب کے۔ آر۔ نرائنن سے اس قومی المیہ پر سعودی عرب کے عوام کی طرف سے گہرے رنج کا اظہار اپنے پیغام میں کیا اور متاثرین کے خاندان سے ہمدردی نیز جو لوگ اس زلزلہ کی زد میں آکر جاں بحق ہوئے ان کے لئے دعائے خیر کی گئی۔ اللہ تعالیٰ سے ہندوستانی عوام کو اس کے آفات ناگہانی سے محفوظ رہنے کی دعا کی گئی۔

سعودی عرب کے اعانۃ اسلامیہ کے منتظم نے بھی ایک جہاز ضروری اشیاء کے ساتھ جو ۲ر فروری کو ہندوستان پہونچا زلزلہ سے متاثر ہونے والوں کیلئے بھیجا ہے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

مولانا نذر الحفیظ ندوی

دوسری جنگ عظیم کے بعد اگرچہ یکے بعد دیگرے مسلم ممالک آزاد ہوتے گئے لیکن استعماری طاقتوں کے پھیلائے ہوئے سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی ارتداد کے جال میں وہ دوبارہ پھنس گئے ان طاقتوں نے تمام مسلمان ممالک پر بد ترین قسم کی آمرانہ اور ملحدانہ حکومتیں مسلط کر دیں جنھوں نے مسلم عوام کو مادی ترقی اور اسلامی قدروں سے محروم کر دیا۔ الا ماشاء اللہ چنانچہ بڑے پیمانے پر اقتصادی بدحالی، سیاسی استبداد اور ایمانی آزمائشوں سے بچنے کی خاطر مسلمانوں نے یورپ و امریکہ کا رُخ کیا پہلے ارادہ تھا کہ کچھ عرصہ ملازمت کر کے واپس وطن چلے جائیں گے لیکن اقتصادی طور سے مسلمان مہاجروں کو خوشحالی سے واسطہ پڑا تو انھوں نے اپنی بیوی اور بچوں کو بھی بلا لیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد انھیں بنیادی شہری حقوق حاصل ہو گئے جن کے نتیجہ میں ان مسلمانوں کو مزید اقتصادی و سماجی استقرار و اطمینان حاصل ہو گیا۔ ان بنیادی حقوق میں سے یہ بھی تھا کہ یہ مہاجرین مکانات کے مالک بن سکتے ہیں جائداد کی خرید و فروخت کر سکتے ہیں ووٹ بھی دے سکتے ہیں اس لئے کہ ٹیکس دیتے ہیں۔

سماجی و اقتصادی استقرار کے بعد ان مسلمانوں کو خیال آیا کہ اسلام میں ہماری شناخت اور تشخص امتیاز ہے اس لئے مسجد کا ہونا ضروری ہے چنانچہ انھوں نے اپنے علاقوں میں مسجدیں تعمیر کیں اس کے بعد اسلامی مراکز کی تعمیر شروع کر دی، مسلم تنظیمیں دینی مدارس اور انجمنیں قائم ہونے لگیں۔ دعوتی سرگرمیوں کے نئے میدان کی تلاش میں تبلیغی جماعتوں نے بڑی کثرت سے اپنی جماعتیں روانہ کیں[1] وہاں سے برصغیر اور عرب ممالک میں جماعتیں روانہ کی گئیں' ان کے علاوہ بھی توفیق الٰہی سے بہت سے افراد اور گم نام داعیوں نے امریکہ و یورپ کے زندانوں میں اسلامی دعوت کا کام شروع کیا اور ان پر محنت کی، اسلام دشمن پروپیگنڈے اور مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے وحشیانہ مظالم نے بھی غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کیلئے جگہ بنائی' اس وقت صرف یورپی[2] ممالک میں مجموعی طور پر دو کروڑ اور امریکہ میں اسّی لاکھ کی تعداد میں مسلمان موجود ہیں[3] امریکہ میں ایک ہزار مساجد تین سو سے زائد اسلامی مراکز اور ایک سو اڑتالیس دینی مدارس ہیں۔ سرگرم اسلامی تنظیمیں اور فعال دینی جماعتوں کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں جو مسلمان مغربی ملکوں میں آئے ان کی ایک تعداد ایسی بھی تھی جو اپنی شناخت سے محروم ہو گئی اور وہ مغربی سانچوں میں ڈھل گئی لیکن خاصی تعداد مسلمانوں کی ایسی تھی جس نے ایک مدت مغربی معاشرہ میں گذارنے کے بعد اپنے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔ جب انھیں اولاد کی گمراہی کا احساس اور زبردست معنوی خسارے کا اندازہ ہوا۔ اور انھوں نے اپنی آنکھوں سے اسلام اور مسلم دشمنی کے مناظر اور مغربی معاشرہ کے شیرازہ کو بکھرتا، جنسی انارکی اور اخلاقی فساد کو سیلاب و طوفان کی طرح پھیلتے دیکھا مسلم ممالک اور برصغیر سے جانے والے داعیوں، دینی جماعتوں کی بکثرت آمد و رفت نے بھی مغرب میں مقیم مسلمانوں کے اندر دعوتی قندیلوں کو روشن کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پہلے دورۂ یورپ (۱۹۶۳ء) سے جو لکھے تھے ان میں انھوں نے لکھا تھا کہ یہاں آکر اندازہ ہوا کہ جب تک خود مغربی ملکوں میں تبدیلی نہیں ہوگی اس وقت تک مشرقی ملکوں میں تبدیلی نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ تمام مشرقی ممالک کے سوتے مغربی ممالک کے پاس ہیں، مولاناؒ نے مغربی معاشرہ کے اخلاقی زوال کے پس پردہ کارفرما یہودی عزائم اور ان کی انسانیت دشمن تخریبی سرگرمیوں کے نتائج کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہودیوں کا اپنے مفسدانہ مقاصد میں کامیابی الٰہی نظام عدل اور اس کے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ صفت کے خلاف ہے چونکہ انسانیت کو قیامت تک باقی رہنا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا آخری دین ہی غالب ہوگا۔ اور انجام کار اسلام کے حلقہ بگوشوں ہی کیلئے ہے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پیشینگوئیاں اس طرح پوری ہو رہی ہیں کہ خود مغربی ملکوں کے دانشوروں اور مفکروں کے نقطۂ نظر میں تبدیلی آرہی ہے، اپنے ہی ہاتھوں پھیلائے ہوئے عالمگیر وباؤں کے خلاف ان کے اندر فکر و تشویش اور ندامت کے ساتھ جھنجھلاہٹ پائی

---

[1] تازہ اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سو بیس ملکوں میں تبلیغی جماعتوں کی آمد و رفت ہو رہی ہے۔

[2] فرانس میں یہ سینتالیس لاکھ، انگلستان میں بیس لاکھ، جرمنی میں پندرہ لاکھ مسلمان بستے ہیں۔

[3] ان میں امریکی گاؤں کا تناسب ۴۲ فیصد ہے ہر سال گیارہ ہزار اسلام قبول کرنے والے امریکیوں میں ۸۵ فیصدی گاؤں کی ہوتی ہے اسلام کی پناہ میں آنے والی خواتین کا تناسب ۶۸ فیصدی ہے۔

اتی ہے۔ وہ حیران و پریشان ہیں کہ اس دلدل سے کیسے نکلیں۔

امریکی حکومت کے سابق مشیر برائے قومی سلامتی مسٹر برجینکسی اپنی کتاب OUT OF CENTRAL میں لکھتے ہیں: وہ سماج جس میں ہر چیز کی اجازت ہوتی ہے اور ہر چیز کو حاصل کیا جا سکتا ہے، وہ ایسا معاشرہ ہے جس کا اخلاقی معیار سب سے زیادہ پست ہوتا ہے ایسے معاشرہ میں انسان اپنی تمام تر خواہشات کی تکمیل پر اپنی جد و جہد کو مرکوز کر دیتا ہے اور وہ ہر قیمت پر اس کو پوری کرتا ہے۔

مشہور امریکی مؤرخ آرتھر چلینجز اپنی کتاب U.S.A میں لکھتا ہے کہ امریکی معاشرہ میں متعدد تہذیبوں اور ثقافتوں کو ختم کرنے اور اس کے قالب میں ڈھالنے کا تجربہ ناکام ہو چکا ہے اس لئے کہ مغرب اپنے اخلاقی قدروں سے محروم ہو چکا ہے۔

سابق امریکی صدر نکسن نے بھی مغربی دنیا کی حقیقی ترقی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہماری تہذیب کو جن مشکلات کا سامنا ہے ان کا خلاصہ اور روح یہ ہے کہ مادّی اعتبار سے ہماری تہذیب اس وقت باقی رہ سکتی ہے جبکہ اپنی کھوئی ہوئی روحانیت دوبارہ حاصل کرلے۔

مشہور مفکر ڈاکٹر الیکسس کیرل اپنی عالمی شہرت کی حامل کتاب MANT 4E UNKIWOWN میں لکھتا ہے "موجودہ مغربی تہذیب و تمدن نے انسانی قدروں اور ان کی تمام خصوصیات کو تباہ و برباد کر دیا ہے موجودہ مغربی تہذیب ہماری نفسیات سے کسی طرح ہم آہنگ نہیں ہے۔ اس کا وجود ہماری فطرت اور خصوصیات کو سمجھے بغیر عمل میں آیا ہے اگرچہ ہماری جد و جہد نے اس کو وجود بخشا ہے لیکن اس کے باوجود ہماری حقیقی خواہشات اور فطری خصوصیات سے بیگانہ ہے۔

وہ آگے چل کر لکھتا ہے: بنیادی حقیقت یہ پیش نظر رہنی چاہیئے کہ اصل انسان ہے اس کی فطرت سے ہم آہنگ ہر چیز ہونی چاہیئے۔ لیکن معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے، جس دنیا کا اس انسان نے انکشاف کیا ہے اس میں وہ خود بیگانہ بن کر رہ گیا ہے۔ وہ اپنی دنیا کی تنظیم اس لئے نہیں کر سکا کہ وہ اس کی فطرت سے عملی طور پر ناواقف ہے۔ اس بنا پر جو مہیب ترقی اس نے حاصل کی ہے اور جس طرح جمادات نے زندگی کے علوم پر امتیاز اور تفوق اور برتری حاصل کی ہے وہ ان سانحوں اور المیوں میں سے ایک ہے، جس کا سامنا انسان کو کرنا پڑ رہا ہے وہ ماحول اور ایجادات جن کو ہماری عقلوں نے پیدا اور تیار کیا وہ ہماری روح اور اخلاق سے ہم آہنگ نہیں اور نہ ہی ہمارے قد و قامت پر راس آ رہا ہے ہم مغربی لوگ اخلاقی اور فکری طور پر انتہائی درجہ پست سطح پہ گر چکے ہیں، ہم گھٹیا اور بد قسمت لوگ ہیں، وہ قومیں اور گروہ جو صنعتی ترقی کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ چکی ہیں اور انھوں نے غیر معمولی سرعت کے ساتھ یہ منزل حاصل کی ہے وہ برابر کمزور سے کمزور تر ہوتی جا رہی ہیں اور جتنی سرعت سے انھوں نے ترقی کی تھی اس سے کہیں زیادہ تیزی سے دوسروں کی بہ نسبت پستی کے غاروں اور بربریت و حیوانیت کے گڑھوں میں گریں گی اور انہیں اس کا احساس تک نہ ہوگا"۔

امریکی معاشرہ کے بکھرتے ہوئے شیرازے اور پوری ریاستہائے متحدہ امریکہ پر چھائی ہوئی افراتفری کی فضا کی عکاسی کرتے ہوئے مشہور امریکی جریدہ U.S. NEWS کے چیف ایڈیٹر مارٹیمر بی ودکرمین MARTIMER B.V UCKERMAN ۱۸ راگست ۱۹۹۴ء کے شمارہ میں لکھتے ہیں:

امریکہ کی سماجی زندگی کا تانا بانا تیزی سے بکھر کر ایک قومی سد راہ بنتا جا رہا ہے اور یہ کہ ۴ میں سے ۳ امریکی یہ سوچتے ہیں کہ ان کا اخلاقی اور روحانی پیمانہ بہت نیچے گر چکا ہے۔ اور تین میں سے دو کا یہ خیال ہے کہ یہ ملک راہ راست سے بُری طرح بھٹک گیا ہے یہاں تک کہ صدر مملکت بل کلنٹن خود اپنی بدچلنی کی وجہ سے رائے دہندگان کی نظر میں پندرہ پوائنٹ نیچے گر گئے ہیں افراتفری سے ملک کی فضا پر چھائی ہوئی ہے منشیات کی عادت نے عائلی زندگی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ تعلیمی معیار نیچے گرتا جا رہا ہے۔ پبلک مقامات نشہ خور اور ٹھگوں کے اڈے بن گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے سماجی حقوق اور انفرادی آزادی کے فرق کو کھو دیا ہے، ہر جگہ مقابلے کا مزاج نظر آتا ہے کالے گوروں سے برسرپیکار ہیں خواتین خاندانی امارات کے خلاف جنگ کر رہی ہیں صنف نازک نسوانیت کی دھجیاں اڑا رہی ہیں۔ بچے والدین سے بیزار ہیں۔ مائیں ازدواجی زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہیں، باپ بچوں کی ذمہ داریوں سے آزاد ہونا چاہتا ہے۔ عبادت گذار گرجا گھروں سے ناراض ہیں، طلباء یونیورسٹی کے خلاف ہنگامہ آرا ہیں۔ گویا ملک میں عوامی خیر خواہی کے کلچر کے بجائے عوامی شکایات کا کلچر ابھر آیا ہے، ہر ایک کشتہ ہوس ہے۔ جو محروم ہیں وہ اپنے کو اہل ثروت کا شکار سمجھتے ہیں جرائم تسلیم شدہ حقیقت بن گئے ہیں کیونکہ انہیں بچپن کی ناشاد زندگی کا تاثر مان لیا گیا ہے۔ غرض کہ وہ انسانی خصلتیں جن پر امریکہ فخر کیا کرتا تھا۔ یعنی محنت، خود ساختہ ڈسپلن اور احساس ذمہ داری اب قصہ پارینہ ہو چکے ہیں۔ نئی نسل سکون اور خاندانی و اخلاقی روایات سے محروم

ہوچکی ہے نوری نفع اس کا متاعِ حیات بن گیا ہے، ذاتی محرکات، جنسی خصوصیات کا ابھار بڑے پیمانہ پر ہو رہا ہے ذرائع ابلاغ ٹی وی اور فحش گانے انکے جذبات کو برانگیختہ کر رہے ہیں جن سے امریکی اخلاقیات نے ہمیشہ نفرت کی ہے مثلاً تشدد، حرام کاری، نشہ پسندی اور شراب نوشی، اس کے برخلاف اخلاقی حسن دین وایمان، عائلی زندگی اور حکومت وقت کا احترام ختم ہوچکا ہے، سرمایہ داری اور تاجرانہ ذہنیت نے عائلی زندگی، پڑوسیوں سے میل جول آپسی ربط وضبط اور اتحاد عمل کو ختم کردیا ہے۔ قوم ان حالات سے بیزار ہوچکی ہے، وقت آگیا ہے کہ زندگی کو ایک نیا موڑ دیا جائے۔ تعلیم اور معاشیات میں تعمیری نشوونما ہو، مزدوروں میں ہنرمندی اور ذمہ داری کا احساس بڑھے اور اخلاق کو اولیت کا درجہ ملے۔ قوم سماجی اور اخلاقی پستیوں سے نکلنے کا مطالبہ کر رہی ہے، لوگ اخلاقی برتری حاصل کرنے کیلئے بے تاب ہیں۔ تاکہ عہد قدیم کی سادگی کی طرف لوٹنا مشکل ہے۔ گھڑی کی سوئی پیچھے نہیں کی جا سکتی۔ لیکن بربادیوں سے نکلنے کیلئے جو خلش آج ہمیں بے تاب کر رہی ہے اگر اس کا احترام نہیں کیا گیا تو کل یہ خوف وہراس کی شکل اختیار کرے گی اور برسوں دہشت گردی کی اور رعب خوف کی اجارہ داری ہوجائے تو عقل اور برداشت دونوں کیلئے خطرہ ہو جاتا ہے ہم اس وقت اس ماحول میں داخل ہوچکے ہیں۔ یہ ہمارے لئے عظیم خطرہ ہے۔"

اس عظیم خطرہ کا احساس صرف یو۔ایس نیوز کے چیف ایڈیٹر کو نہیں اور نہ ہی یہ برِاعظم امریکہ کے لوگوں کا خطرہ ہے۔ بلکہ پوری مغربی دنیا کی اکثریت کا یہ تاثر ہے[1] جس کی ترجمانی یو ایس نیوز کے ایڈیٹر نے کی ہے۔ اس عظیم خطرہ اور روحانی خلا کا احساس اتنا عام ہوچکا ہے کہ دولتمندوں کی اولاد اک گونہ بیخودی کی تلاش میں "دم مارو دم اور مٹ جائے غم" کیلئے کبر یلے کیڑے کی طرح پوری دنیا میں رینگتی دکھائی دیتی ہیں۔ دوسری طرف مغربی ملکوں کے ٹی وی پروگراموں میں روحانی پروگرام کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ مغربی دنیا کے ہر شخص کو ایک عقیدہ اور ایک نظریۂ حیات کی تلاش ہے، تلاش وجستجو کا یہ عمل ایک صدی پر محیط، ہزاروں حساس انسان امن وسکون کی تلاش میں سرگرداں ہیں ؎

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ بر کف
بامید آں کہ روزے بشکار خواہی آمد

رسل، دیب، مریم، مرتضیٰ دہلین، عمر فاروق عبداللہ، خالد یوسف اسلام اور مراد ہوف مین جیسے ہزاروں جنہیں لوگ روحانی تسکین کیلئے اسلام کی طرف راغب ہوئے، انہیں یہ متاعِ بے بہا کہیں نہیں ملی۔

خود جرمن دانشور مراد ہوف مین نے مغربی دنیا میں پائے جانے والے اس مذہبی خلا کا جو جائزہ لیا ہے وہ بڑا چشم کشا، بصیرت افروز اور ظلمت شب میں امید کی کرن ہے، مراد ہوف مین نے انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز کے زیر اہتمام ۲۴ اور ۲۷ فروری ۲۰۰۰ء کو اسلام آباد، لاہور اور کراچی میں لیکچر دیئے، ہم ان کے لیکچر کا ایک حصہ ترجمان القرآن لاہور کے شکریہ کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

مراد ہوف مین نے اپنے لیکچر کے آغاز میں مغرب میں رائج اقتصادی اور سیاسی فلسفے اور نظریات کا جائزہ لیکر بتایا کہ خود مغرب کے دانشور اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ مذہب کو ترک کرکے جنت ارضی کے بجائے ہمیں ناقابل یقین حد تک وحشیانہ عالمی جنگوں، کیمیائی اور ایٹمی جنگی اسلحہ، قتل وغارت اور نسلی صفائی جیسے مصائب اور تباہیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر انسان مذہب کی بازیافت نہ کر سکا تو بنی نوع انسان نہ صرف اپنے آپ کو تباہ کرلے گی بلکہ اپنے کرۂ ارض کو بھی لے ڈوبے گی۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈینیل بیکل نے اپنی تصنیف "سرمایہ داری کے ثقافتی تضادات" میں اس بات کی تلقین کی ہے کہ انسان کی تعمیر نو کیلئے کسی نہ کسی طرح کا مذہب اپنانا ضروری ہے، خواہ اسے خود ہی کیوں نہ ایجاد کرنا پڑے۔ امریکہ کے ایک سابق سفارت کار رو آفلس نے پیش گوئی کی ہے کہ مغربی دنیا کمیونزم کی طرح مسمار ہوگی اس لئے کہ یہ اعلیٰ بغیر روح سے محروم ہے۔ دونوں دانشوروں نے اس بدیہی حقیقت کو دریافت کرلیا ہے کہ کوئی انسانی تہذیب کبھی روحانیت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

مراد ہوف مین مغربی دنیا کا جائزہ لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مغربی مستشرقین کے نزدیک اسلام کے سیاسی کردار کے خاتمے کے بعد اس کی کوئی امید نہیں تھی کہ بیسویں صدی کے ساتویں دہائی میں اسلام نمایاں طور پر عالمی سطح پر ابھرے گا۔ وہ اسلام جس پر چار سو سال سے جمود کی حالت طاری رہی ہو اور جس کے تمام ماننے والوں کو یورپی اقوام نے اپنی نوآبادیات میں شامل کرلیا ہو۔ لیکن اسی اسلامی دنیا سے ایسے ممتاز داعی اٹھ رہے ہیں جو بڑی خود اعتمادی سے مغربی ملکوں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ ان کے تیار کئے ہوئے لٹریچر کو ہر جگہ بڑی دلچسپی سے پڑھا جا رہا ہے۔ آج آئس لینڈ اور کوہ سے کولمبیا تک دنیا کا کوئی ایسا ملک نہیں

(باقی صـ۱۶ پر)

۱؎ بلکہ جہاں جہاں مغربی کلچر نے ڈیرے ڈالے ہیں وہاں یہ عظیم خطرہ پایا جا رہا ہے، ڈش انٹینا اور انٹرنیٹ نے اس خطرہ کو عالمگیر بنا دیا ہے۔

مسلمان نوجوانوں نے انسانیت کی لاج رکھ لی

گجرات کے زلزلہ سے نئی تاریخ رقم ہوئی

● معصوم مُرادآبادی

ایک مسلم نوجوان کا چہرہ ٹی وی کے اسکرین پر نمودار ہوتا ہے۔ وہ پورے اعتماد سے چلّاتا ہے "مجھے یقین ہے اب احمد آباد میں کبھی فساد نہیں ہوگا"۔ پاس میں کھڑا ایک ہندو نوجوان پوری شدت سے اس کی تائید کرتا ہے۔ "ہاں اب یہاں کوئی لفڑا نہیں ہونے والا"۔ یہ منظر آنکھوں سے اوجھل ہونے کے بعد کئی ایسے مناظر سامنے آتے ہیں جن سے ان بیانوں کی بازگشت سُنائی دیتی ہے۔

ایک اسپتال کے باہر ہندو اور مسلمان اپنے اپنے کیمپ لگائے ہوئے ہیں وہ لاشوں کو ان کے کاندھوں پر ڈھو رہے ہیں۔ زخمیوں کو اسپتال کے اندر لے جا رہے ہیں اور زخموں سے چور لوگوں کے حلق میں پانی انڈیل رہے ہیں۔ کسی کو کچھ کھلا رہے ہیں تو کسی درد سے کراہتے انسان کی ڈھارس بندھا رہے ہیں۔ ان کی کوشش یہی ہے کہ کسی طرح وہ کسی ضرورت مند کے کام آجائیں، کسی کی جان بچالیں، کسی کے زخموں کا مرہم بن جائیں کسی کے درد کا مداوا ہوجائیں ضرورت مند کا مذہب اور عقیدہ کیا ہے اس سے انھیں کوئی سروکار نہیں۔

یہ وہی احمد آباد ہے جو برسوں فرقہ واریت کے جہنم میں جلا ہے۔ جہاں مہینوں کرفیو نے حکمرانی کی ہے جہاں فوج اور پولیس کے دستوں نے برسوں ہندو اور مسلم علاقوں میں دونوں کو ایک دوسرے سے بچانے کیلئے پہرے دیئے ہیں۔

آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ ۲۶؍جنوری کو گجرات میں آئے قیامت خیز زلزلہ میں متاثرین کو امداد پہونچانے کا پہلا کام ان مسلم نوجوانوں نے شروع کیا تھا۔ جو ایک اسپتال میں زخموں سے چور لوگوں کو اپنا خون دے رہے تھے ایک ایک نوجوان نے دن میں چار چار بار اپنا خون دیا اور اپنے ہندو ہم وطنوں کی جانیں بچائیں۔

جس وقت گجرات کی صوبائی حکومت اور مرکز کی باجپئی سرکار کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے۔ ان مسلم نوجوانوں نے اپنے اصل فرض کو پہچانا اور انسانیت کی آبرو اپنی جان پر کھیل کر بچائی۔

ان نوجوانوں نے کسی کی ترغیب کے بغیر اپنا کام اس وقت شروع کر دیا تھا جب حکومت اور باقی دنیا گجرات میں ریلیف پہنچانے کے منصوبے بنا رہی تھی۔ جس وقت گجرات کی صوبائی حکومت اور مرکز کی باجپئی سرکار کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے، ان مسلم نوجوانوں نے اپنے اصل فرض کو پہچانا اور انسانیت کی آبرو اپنی جان پر کھیل کر بچائی۔ یہ نوجوان اپنی جانوں کی پرواکئے بغیر اس لافانی جذبے سے سرشار تھے کہ ان کے جسم کا سارا خون نکال کر ان تڑپتے بلبلاتے اور چیختے چلاتے لوگوں کی زندگیاں بچالی جائیں جن پر زلزلہ قہر بن کر نازل ہوا ہے۔

احمد آباد میونسپل کارپوریشن کے وی ایس اسپتال میں ۲۶ جنوری سے ہی ۱۰۰ سے زیادہ مسلم نوجوان ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے۔ یہ نوجوان زلزلے والے روز سے سوئے نہیں تھے۔ ان کا تعلق بہرام پور، جمال پور، اور شہر کے کاگڑ یواڑ علاقوں سے تھا۔ ان نوجوانوں نے اپنا خون دے کر زلزلہ سے متاثر ہندوؤں کی جانیں بچائیں۔

جمال پور کے ایک مسلم نوجوان اسلم باگچی نے کہا "سو مسلم نوجوان یہاں ۲۶؍جنوری سے ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔ کم از کم ۳۵؍نوجوان نے تو کئی مرتبہ خون عطیہ کیا تاکہ وی ایس اسپتال میں خون کی کمی نہ آنے پائے۔ یہاں زلزلہ متاثرین کا آنا مسلسل جاری ہے "ان میں سے بیشتر ہندو ہیں" یہ پوچھے جانے پر کہ ہندو متاثرین جب آپ کو ہسپتال میں دیکھتے ہیں تو ان کا پہلا ردّعمل کیا ہوتا ہے تو انھوں کہا "بلاشبہ انھیں ہمیں دیکھ کر اطمینان ہوجاتا ہے میں نے تو پھر بھی کسی طرح سے تھوڑی آنکھ جھپک لی ہے۔ لیکن میرے دوستوں کو یہ بھی نصیب نہیں ہوا۔ ان میں سے بعض تو

۲۴ گھنٹوں سے سوئے بھی نہیں ہیں۔ وی ایس ہسپتال کے اسسٹنٹ میٹرون لیلاوتی ڈینئل نے کہا: زلزلے نے دلوں کے فاصلے ختم کر دیئے ہیں۔ ہسپتال میں زیر علاج ۱۵۲ متاثرین میں سے بیشتر شدید زخمی تھے جن کے سروں اور جسم کے دیگر حصوں میں چوٹیں آئی تھیں اور سرجری کی ضرورت تھی۔ اگر مسلم نوجوان رضاکارانہ طور پر اپنا خون عطیہ نہیں کرتے تو زخمیوں کی حالت بہت زیادہ تشویشناک ہوجاتی۔

مسلم نوجوانوں کے اس بے مثال جذبہ خیر سگالی سے متاثر ہوکر ہندوؤں نے یہاں کی شاہی مسجد کی صفائی ستھرائی کا کام انجام دیا۔ اور مسلمانوں کو اس میں نماز ادا کرنے کی دعوت دی۔ یہ مسجد ایک گھنی ہندو آبادی میں واقع ہے اور کچھ لوگوں نے یہاں ۱۹۹۲ء کے بعد نمازیوں کی آمد پر اس لئے روک لگادی تھی کہ کہیں کوئی جھگڑا نہ کھڑا ہوجائے۔ احمد آباد کے حالات ہی ایسے تھے کہ ہندو اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کے علاقوں میں جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔

ہندوؤں نے اس مسجد کی صفائی کی اور خود مسلمانوں کو نماز پڑھنے کیلئے دعوت دی۔ یہ مسجد احمد آباد کے نہایت حساس علاقوں میں ایک کھڑیا علاقے میں واقع ہے۔ اس سے پہلے مسلمانوں نے زلزلہ سے تباہ شدہ علاقوں میں بڑی تعداد میں اپنے ہندو برادران وطن کی مدد کی تھی۔ اب مسلمان کھڑیا شاہی مسجد میں پنج وقتہ نماز ادا کر رہے ہیں۔

مسلم نوجوانوں کے ذریعہ ہندو متاثرین کو خون دیئے جانے کی خبر کچھ اخبارات نے نمایاں سرخیوں کے ساتھ شائع کی کچھ اخبارات ایسے بھی تھے جنھوں نے اس خبر کو نظر انداز کر دیا۔

ہندی روزنامہ "امر اُجالا" نے ۲۶ رجنوری کے شمارے میں صفحہ اول پر یہ خبر "ہندوؤں کی رگوں میں مسلمانوں کا خون" کی سرخی کے ساتھ نہایت نمایاں شائع کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ گجرات میں زلزلہ کی تباہی کا شکار مریضوں کو بچانے کیلئے احمد آباد کے مسلم نوجوان اپنی جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ اور آپریشن کیسوں کیلئے برابر اپنا خون اپنی خوشی اور آمادگی کے ساتھ دے رہے ہیں۔ ان کے خون سے سینکڑوں زخمیوں کو نئی زندگی ملی ہے۔ اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ انگریزی روزنامہ "اسٹیٹسمین" نئی دہلی نے یہ خبر قدرے تفصیل کے ساتھ شائع کی ہے اس نے لکھا ہے کہ زلزلے کی تباہی نے ہندو، مسلمان، اور عیسائی کے درمیان تمام امتیازات مٹا دیئے ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کو اپنے خون سے زندگی دینے میں مصروف ہیں سینکڑوں مسلم نوجوان میونسپل کارپوریشن کے اسپتال میں مستقل ڈیرہ ڈالے ہیں۔ اور ۲۶ رجنوری سے اب تک سو بھی نہیں سکے ہیں، احمد آباد کے پرانے شہر کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے ان مسلم نوجوانوں نے اپنا خون دے کر اب تک سینکڑوں ہندوؤں کو نئی زندگی دی ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ نوجوان بار بار اپنے خون کا عطیہ پوری آمادگی کے ساتھ دے رہے ہیں۔ اخبار نے لکھا ہے کہ جب ہندو زخمیوں نے سینکڑوں مسلم نوجوانوں کو اپنی خدمت میں سرگرم دیکھا تو انھیں بے حد سکون و طمانیت ہوا۔ اسپتال کی اسسٹنٹ میٹرن لیلاوتی ڈینیل نے بتایا کہ اگر یہ مسلم نوجوان اپنا خون نہ دیتے تو اسپتال کیلئے مریضوں کی زندگی بچانا ممکن نہ تھا۔ ایک سوشل ورکر ہرش کپاڈیہ نے بتایا کہ یہ مسلم نوجوان محض خون ہی نہیں دے رہے ہیں۔ بلکہ زخمیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے علاوہ ان کے رشتہ داروں کو غذا اور دوسری سہولتیں فراہم کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ خبر نہایت حوصلہ افزا اور اطمینان بخش ہونے کے علاوہ سمجھدار ذہنوں کو دعوت فکر دے رہی ہے، خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو گجرات اور ملک کے دوسرے علاقوں میں فرقہ وارانہ خلیج پیدا کرنے میں اپنا سارا زور صرف کر رہے ہیں ہمارے سویم سیوک پردھان منتری مسلمانوں کے اس عمل کو نہ جانے کون سے جذبے کا "پرکٹی کرن" قرار دیں گے۔ البتہ ان کے پریوار کے سرگرم ممبران کو افسوس ضرور ہوگا کہ ان کی وہ تمام محنت رائیگاں ہوئی جو انھوں نے عیسائی اور مسلم مخالف فضا پیدا کرنے کیلئے کی تھی۔ بلاتفریق مذہب و عقیدہ برے وقت میں ایک دوسرے کے کام آنے کا یہ رجحان پورے ملک میں تیز سے تیز تر ہونا چاہئے۔ اور اس میں مسلمانوں کو ہر جگہ نہ صرف پہل کرنی چاہئے۔ بلکہ انسانی خدمت کے میدان میں انھیں پیش پیش رہنا ضروری ہے۔ تاکہ فرقہ واریت کی آگ بھڑکا کر اس پر اقتدار کی روٹیاں سینکنے والے عناصر کے منصوبے خاک ہوں۔

(بہ شکریہ خبر دار دہلی۔ ۱۶ رفروری ۲۰۰۱ء)

دعائے مغفرت

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طالب علم کفیل احمد کی والدہ کا ۵۵ سال کی عمر میں ۵ رفروری ۲۰۰۱ء کو اچانک انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون
اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔
قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اسلام مساوات کا عملی نمونہ

[illegible]

تحریر: محمد العودان —— ترجمہ: سید مسعود حسن حسنی ندوی

نسیم کے مرکز دعوت میں ایک چینی نژاد کیوی فینچ نے اسلام قبول کیا، اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا نام عبد الرحمٰن کیوی رکھا گیا ان کے ساتھ ۱۵۱ لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے بھائی عبد الرحمٰن کیوی سے پہلا سوال ان کے اسلام کے بارے میں کیا تو انھوں نے کہا کہ میں اسلام سے بہت ہی کم واقف تھا بلکہ میرے ذہن میں اسلام کے بارے میں بڑی خراب تصویر تھی، لیکن جب سعودی عربیہ آیا تو کمپنی نے (جس میں میں ملازم تھا) میری رہائش کا بندوبست تنظیم کے محلہ میں کیا، مسلم اور عرب محلہ میں رہنے کی وجہ سے مسلمانوں سے میرا ملنا جلنا ہوا، چنانچہ اسلام کے بارے میں مجھے معلومات حاصل ہونے لگیں اور خود مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ پھر میرا یہ حال ہوگیا کہ اس کا انتظار کرتا رہتا تھا کہ کوئی ایسا شخص ملے جو اسلام کے بارے میں مزید کچھ بتائے، اللہ تعالیٰ نے ایک سعودی بھائی جس کا نام حامد تھا کو ہمارے لئے مسخر کردیا، اس نے اور اس کے ایک ساتھی نے ہمیں اور ہمارے چینی ساتھیوں کو رات کے کھانے پر مدعو کیا، کھانے کے بعد اسلام کے بارے میں گفتگو ہونے لگی، ہم کو بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوئیں جن کے بارے میں ہم نہیں جانتے تھے کہ اسلام ان باتوں کا بھی حکم دیتا ہے بلکہ اس کے برعکس ہم یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کا ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں، اس ملاقات کے بعد انھوں نے ہمیں چھوڑا نہیں بلکہ وہ بار بار ہمارے پاس آتے اور دعوت دیتے، متعدد ملاقاتوں کے بعد ہمارا تردد دور ہوگیا۔ اور دل منشرح ہوگیا اور میں نے ان سے صفائی کے ساتھ کہا کہ کیا میں اسلام میں داخل ہوسکتا ہوں تو ان سب نے ایک آواز ہوکر کہا۔ ہاں! اسلام میں آپ

> وہ کہتے ہیں! چین میں ہم سنتے تھے کہ اسلام بہت ہی سخت مذہب ہے لیکن ہم نے اس کو فطرت کے مطابق پایا

داخل ہوسکتے ہیں، صرف کلمۂ شہادت پڑھنے کی بات ہے، ہم سب نے کلمۂ شہادت پڑھا، اور اس طرح اسلام کے دائرہ میں داخل ہوگئے۔

اس کے بعد اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے احساسات کے بارے میں ہم نے ان سے دریافت کیا؟ انھوں نے جواب دیا! کہ جس وقت میں چین میں تھا تو وہاں بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنتا تھا کہ اسلام بہت سخت دین ہے۔ اور وہ ہر چیز کو حرام قرار دیتا ہے۔ اسلام کے بارے میں ہماری معلومات بہت ناقص تھیں چین میں رہنے والوں کی اکثریت بودھ مذہب کی پیروکار ہے لیکن اصلاً وہ لادین ہیں۔ (حقیقتاً ان کا کوئی مذہب نہیں) میرے سعودی عرب آنے کے بعد اور سعودیوں کی

> چینی ایسی زندگی گذار رہے ہیں جو روحانیت سے خالی ہے اور وہ کسی بھی مذہب کو قبول کرسکتے ہیں۔

جانب سے بہتر معاملہ ہونے اور سعودی بھائیوں سے ملاقات کرتے رہنے کی وجہ سے میرے اور میرے ساتھیوں کے اندر یہ احساس پیدا ہوا کہ مسلمان ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے ہیں اور اپنے دین میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں وہ سب بھائی بھائی ہیں۔ اس تجربہ کو میرے اسلام لانے میں بڑا دخل ہے اس کے ساتھ ساتھ اسلام کی عظیم تاریخ نے بھی میرے دل میں اسلام کی عظمت بٹھائی۔ اور دین سے واقف کرانے میں مسلمانوں میں جو دلچسپی اور جذبہ ہے اس نے مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو بہت متاثر کیا اس طرح ہمارے ذہنوں میں اسلام کے سلسلہ میں جو غلط تصورات تھے ان لوگوں کی گفتگو سے وہ زائل ہوگئے، اور میرے

نئے اسلام لانا آسان ہوگیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد میں اس بات سے واقف ہوگیا کہ یہ دین (اسلام) صرف پاک چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے۔ اور گندی و خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے، وہ مساوات کی دعوت دیتا ہے۔ اور مسلمانوں کی زندگی اس کی آئینہ دار ہے۔ اقتصادی لحاظ سے اس کی واضح مثال زکوٰۃ ہے، اور اس کے علاوہ اس کی دولت تقسیم ہوتی ہے۔ اور اس سے فقراء اور اہل حوائج کی مدد ہوتی ہے۔ اس دین سے اپنا انتساب کرنے میں میں فخر محسوس کرتا ہوں۔ پہلے میں اپنے کو غریب الوطن محسوس کرتا تھا لیکن اب میں اپنے کو اپنے اہل اور بھائیوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔ اس لئے کہ ہم تمام کے تمام مسلمان ہیں اور ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔

دین کا کردار

اس کے بعد ہم نے بھائی عبدالرحمٰن کیولی سے ان کے خاندان کے بارے میں دریافت کیا اور یہ بھی دریافت کیا کہ کیا ان کو ان کے اسلام قبول کرنے کی خبر ہے تو انھوں نے جواب دیا! کہ انھوں نے اپنے والدین کو خط کے ذریعہ اطلاع بھیج دی ہے۔ شروع شروع میں تو دونوں بہت گھبرائے، لیکن جب میں نے ان دونوں سے اسلام کے سلسلہ میں گفتگو کی تو ان دونوں کو اپنے مسلمان رہنے پر راضی کرلیا۔ جہاں تک میرے والد کا تعلق ہے تو وہ اپنے دین کے بہت سخت پابند ہیں چنانچہ اخیر میں میں نے ان سے کہا کہ میں نے اپنے لئے اس دین کو پسند کیا ہے اور میں اس سے خوب واقف ہوں۔

پھر میں نے ان سے سوال کیا کہ وہ اپنے خاندان کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے۔ اور ان کا خاندان ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا۔ جبکہ ان کو ان کے اسلام کا علم ہو چکا ہے تو انھوں نے جواب دیا! وہ لوگ مجھ سے یہ چاہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ محبت کا، سچائی کا، امانت داری کا معاملہ کروں، اور میں ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کروں گا، کیونکہ دین اسلام مجھ کو اسی کا حکم دیتا ہے، جب میں اسلام کی تعلیمات کو عملاً اپنے والدین کے سامنے پیش کروں گا تو مجھ کو کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ جلد ہی وہ دیکھ لیں گے اور سمجھ بھی لیں گے کہ میں نے اچھے دین کو اختیار کیا ہے۔

جس وقت میں نے ان سے داعیوں کیلئے مشورہ اور نصیحت کی درخواست کی اور چینی حلقوں میں جو داعی ہیں ان کیلئے ان کا کیا مشورہ ہے؟ تو ان کا جواب تھا!

چینی ایسی زندگی گذار رہے ہیں جس میں روحانیت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اکثریت کسی متعین دین پر عمل پیرا نہیں ہے، اور وہ کسی بھی مذہب کو قبول کرسکتے ہیں۔ اسی وجہ سے میں داعیوں کو چین آنے کی دعوت دے رہا ہوں تاکہ چینیوں کے رہن سہن اور ان کی معاشرت سے واقفیت حاصل کی جائے۔ اور پہلے ان سے واقف ہوا جائے پھر حکمت سے ان کو دین اسلام کی دعوت دی جائے۔

۲۱۵ افراد نے اسلام قبول کرلیا

اس وقت سے جب سے میں نے اسلام قبول کیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو چینی زبان میں اسلام کی دعوت دی اور دعوت کا کام کرنے والوں کی بات کا چینی زبان میں ترجمہ کیا، میرے علاوہ کوئی ایسا داعی نہیں ہے جس کو چینی زبان پر عبور حاصل ہو، اور اللہ ہی کی تعریف ہے کہ بہت ہی تھوڑی مدت میں سات سو سے زائد چینی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اور اس وقت نئے چینی مسلمانوں کی تعداد ۲۱۵ تک پہونچ چکی ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے، جبکہ میں تنہا ہوں میں ہی داعی کے انگریزی کلمات کو چینی زبان میں منتقل کرتا ہوں تاکہ میرے ساتھی داعی کی باتوں کو سمجھ سکیں اور یہی دعوت کا مقصد ہے کہ بات پوری طرح سمجھا دی جائے۔ (بشکریہ الدعوۃ)

قربانی کے مسائل :

س :۔ قربانی کس پر واجب ہے ؟

ج :۔ قربانی ہر اس مسلمان عاقل، بالغ مقیم پر واجب ہے جس کی ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مال حاجات اصلیہ سے زائد ہو۔

س :۔ کیا قربانی واجب ہونے کیلئے مال پر سال کا گذرنا شرط ہے ؟

ج :۔ قربانی واجب ہونے کیلئے مال پر سال کا گذرنا شرط نہیں ہے۔

س :۔ ایک شخص قربانی کی استطاعت رکھتا ہے پھر بھی نہیں کرتا تو کیا اس پر کچھ وعید ہے ؟

ج :۔ ہاں اس کے لئے سخت وعید ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قربانی کی استطاعت رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے (یعنی وہ خدا کے حضور میں حاضری کے لائق نہیں ہے)۔

س :۔ کیا عید الاضحیٰ کے دن یہ مستحب ہے کہ عید کی نماز تک کھانے پینے سے رکا رہے، یہ حکم کس کیلئے ہے، جو قربانی کرنے والا ہے اس کے لئے یا سب کے لئے ؟

ج :۔ یہ صرف قربانی کرنے والے کے لئے نہیں ہے بلکہ سب کے لئے مستحب ہے کہ روزہ دار کی طرح رہیں اور عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد کھائیں۔ اور اگر خود قربانی کی ہے تو اپنی قربانی سے کھائیں۔

س :۔ ایک شخص پر قربانی واجب تھی لیکن اس نے قربانی نہیں کی۔ یہاں تک کہ دن گذر گئے تو اب وہ کیا کرے ؟

ج :۔ ایک بکری کی قیمت صدقہ کر دے اگر قربانی کیلئے جانور لیا ہے تو اس کو اختیار ہے، چاہے تو اس کو صدقہ کر دے۔ یا اس کی قیمت خیرات کر دے۔

س :۔ چرم قربانی خود استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

ج :۔ خود استعمال کر سکتے ہیں، لیکن اگر اس کو فروخت کر دیا ہے تو اب قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے۔ اس کو خود استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔

س :۔ اگر بچہ صاحب نصاب ہو تو اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں ؟

ج :۔ بچہ پر قربانی واجب نہیں ہے۔ اگرچہ وہ صاحب نصاب ہو۔

س :۔ ایک شخص قربانی کا گوشت تقسیم نہیں کرتا، بلکہ فریزر میں رکھ کر کھاتا ہے، شرعاً اس کا یہ عمل کیسا ہے ؟

ج :۔ اس کا یہ عمل خلاف اولیٰ ہے، کیونکہ افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے میں تقسیم کرے۔ ایک حصہ اپنے اہل و عیال کیلئے رکھے، ایک حصہ احباب وغیرہ میں تقسیم کرے ایک حصہ فقراء و مساکین میں تقسیم کرے۔

س :۔ کیا اس جانور کی قربانی کر سکتے ہیں جو ایک آنکھ سے دیکھتا ہو۔ اسے دوسری آنکھ سے نہ دکھائی دیتا ہو ؟

ج :۔ نہیں ! ایسے جانور کی قربانی نہیں کر سکتے ہیں۔

س :۔ کیا اس جانور کی قربانی کر سکتے ہیں جس کے کان کٹے ہوں ؟

ج :۔ نہیں ایسے جانور کی قربانی نہیں کر سکتے ہیں، جس کے کان کٹے ہوں۔

س :۔ کیا بیوی کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے ؟

ج :۔ واجب نہیں ہے۔

عالمِ اسلام

• مختار احمد ندوی ضیاء العلوم رائے بریلی

برطانیہ میں اسلامی تربیت کے مدارس کا قیام

برطانیہ کے نومسلم داعیٔ اسلام یوسف اسلام کا کہنا ہے کہ انھوں نے برطانیہ میں مسلمانوں کی نئی نسل کی اسلامی تربیت کیلئے متعدد مدارس قائم کئے ہیں جن کا مقصد تعلیم کے ساتھ اسلامی تربیت اور ذہن سازی کی خدمت انجام دینا ہے ۔

انھوں نے کہا کہ اسلام نے عورت کو پورے حقوق عطا کئے ہیں. وہ دعوت کے میدان میں بھی اہم رول ادا کر سکتی ہے، اسے حصول علم میراث، کرنے کے کام اور عبادت کے سارے حقوق حاصل ہیں. انھوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے مسجد میں ایک جگہ خاص کر دی تھی. جہاں آ کر وہ مردوں کی طرح نماز پڑھتی تھیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلے پر ایک عورت نے اعتراض کیا جو مہر کی تعیین کے سلسلہ میں تھا تو انھوں نے اپنی رائے بدل دی تھی ۔ انھوں نے کہا کہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں عورت کو تمام حقوق حاصل ہیں حتی کہ اجتہادی اور فکری امور میں بھی رائے دینے کا حق ہے اور اس کی رائے اہمیت رکھتی ہے ۔

انھوں نے کہا کہ اسلام عدل، رحمت، مساوات اور دوسروں کے ساتھ خیر سگالی کا برتاؤ کرنے کا دین ہے، مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ان گرانقدر خصوصیات اور اعلیٰ اصولوں کو جو اسلام کا خاصہ ہیں دوسروں کے سامنے کھول کر بیان کریں، یوسف اسلام نے اپنے قبولِ اسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے اپنے اسلام کا اعلان "لندن" میں ۱۹۷۷ء میں "المرکز الثقافی الاسلامی" میں کیا تھا، قبول اسلام سے قبل ان کا نام "سٹیفنس" تھا، اور ان کو گانے اور موسیقی سے خاصی دلچسپی تھی۔ وہ دین کے مسئلہ پر سنجیدگی سے غور نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ ادیان کے سلسلہ میں ان کے ذہن میں ایسے ایسے سوالات اٹھتے تھے جو دوسرے نوجوانوں کے ذہن میں اٹھتے تھے ۔ جن کا تشفی بخش جواب ملنے پر آدمی دین اختیار کر لیتا

آسٹریا میں اسرائیلی اور امریکی مصنوعات کا بائیکاٹ

مقبوضہ فلسطین میں اسرائیلی زیادتیوں کے بعد اسرائیلی اور امریکی سامان کے بائیکاٹ کی جو لہر چلی ہے اس میں "آسٹریا" کے مسلمان پوری طرح شریک ہیں ۔

ایک تاجر نے بیان کیا کہ کئی مہینوں سے میں نے اپنی دوکان کیلئے امریکا اور اسرائیل کا کوئی سامان نہیں خریدا. اس کے باوجود فائدہ دو چند ہے، کسٹمر بھی پوری طرح اس بائیکاٹ کی تائید کر رہے ہیں۔ "زہیر" جو کہ "آسٹریا" کے ایک محلہ میں اشیاء خوردنی کی دوکان چلاتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ فلسطینیوں کے قاتلوں کا معاون امریکا ہے معیشت کو کسی طرح کے تعاون سے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے ۔

زہیر نے ۱۹۹۱ء ہی سے امریکی مصنوعات کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ اور اسرائیلی سامان کا بھی بائیکاٹ کیا ان کے اس عمل کو عرب اور مسلمان گاہکوں نے جن سے یومیہ سیکڑوں روپیہ کی آمدنی ہوتی ہے بنظر استحسان دیکھا وہ اس بات کی خوشی محسوس کر رہے ہیں کہ وہ بائیکاٹ کا عملی نمونہ پیش کر رہے ہیں ۔ اور دوسرے لوگ ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں ۔

اس میدان میں زہیر تنہا نہیں ہیں بلکہ انتفاضہ انتفاضہ کے بعد امریکی مصنوعات کے بائیکاٹ کا ایک رجحان چل پڑا ہے، بہت سے عرب اور مسلمان تاجر امریکی سامان کی تجارت سے گریز کر رہے ہیں ۔ آسٹریائی مسلمان تاجروں کی دوکانوں میں امریکی مصنوعات نام کی رہ گئی ہیں عربی اور اسلامی حلقوں میں امریکی مشروبات مثلاً "کوکا کولا" اور اس جیسی دوسری چیزوں کا پینا عیب سمجھا جانے لگا ہے ۔ اس کی جگہ ترکی اور آسٹریائی مشروبات نے لی ہے "کوکا کولا" "پیپسی" اور "سپرایٹ" کے بجائے "یلجین" "بیکس" "غازوز" جو ترکی مشروبات ہیں کثرت سے بک رہی ہیں مشرقی مشروبات میں چائے اور دودھ بھی کثرت سے فروخت ہو رہا ہے

زہیر بڑے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر ہم سختی کے ساتھ امریکی سازو سامان کی خریداری سے رک گئے تو ہم امریکی سیاست دانوں کو مجبور کر دیں گے کہ مشرق وسطیٰ کے بارے میں اپنی پالیسی بدلیں امریکی مصنوعات اور سامان کے بائیکاٹ کا سلسلہ اور عربی گھرانے میں پہنچا ہے وہاں کام کرنے والی تنظیمیں بھی اسی سے دلچسپی لے رہی ہیں مزید یہ کہ پورے آسٹریا میں ستر سے زائد مسجدوں اور عیدگاہوں کے ائمہ نے بھی اپنے خطبوں میں اس بائیکاٹ کی اہمیت کو بیان کیا ہے ۔

ڈاکٹر علامہ یوسف القرضاوی نے امریکی مصنوعات کی خریداری کی حرمت کا جو فتویٰ ٹیلیویژن پر دیا ہے اسے بھی آسٹریا کے عرب اور مسلم حلقوں میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے ،

ممتاز ماہر تعلیم دینی حمیت اور ملی غیرت کے حامل ریاض الدین احمد کا امریکہ میں انتقال

دینی تعلیمی کونسل کے لئے مولانا علی میاںؒ کے بعد دوسرا بڑا غم

دینی تعلیمی کونسل کے نائب صدر ممتاز ماہر تعلیم اسلامیہ مجیدیہ کالج الہ آباد کے سابق پرنسپل دینی حمیت اور ملی غیرت کے لئے مشہور ریاض الدین احمد کا امریکہ میں فروری سال ۲۰۰۱ء میں انتقال ہوگیا۔ ان کی عمر ۹۰ سال سے متجاوز تھی وہ اس وقت امریکہ میں اپنے بیٹے ڈاکٹر انور عبداللہ کے پاس مقیم تھے۔ کچھ ہی دنوں بعد ہندوستان واپس آنے والے تھے کہ وقت موعود آگیا اور وطن کی سرزمین سے ہزاروں میل دور پردیس میں انھوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

دینی تعلیمی کونسل کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی نے بڑے رنج و غم کے ساتھ اُن کی طویل دینی اور ملی اور تعلیمی خدمات کا ذکر کیا۔

انھوں نے ایک تعزیتی پیغام میں ریاض الدین احمد کو ممتاز ماہر تعلیم اور دینی تعلیمی کونسل کے نائب صدر کی حیثیت سے یاد کرتے ہوئے دیرینہ روابط کی روشنی میں ناقابل تلافی خلا سے تعبیر کیا ہے انھوں نے بتایا ہے کہ مرحوم ریاض الدین احمد دینی تعلیمی کونسل کی تنظیم و تحریک میں شروع سے شریک رہے اور اپنے تعلیمی تجربات اور دینی علمی ذہن و فکر سے نازک مرحلوں میں رہنمائی کرتے رہے۔ انھوں نے بڑی دردمندی کے ساتھ دینی تعلیمی اور دعوتی کام کرنے والوں سے گذارش کی ہے کہ وہ مرحوم ریاض الدین صاحب کے لئے ایصال ثواب کریں اور آخرت میں بلندی درجات کی دعا کریں۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے مزید کہا کہ ریاض الدین احمد مرحوم اقلیتی تعلیمی اداروں کی ایسوسی ایشن کے جنرل سکریٹری رہ چکے تھے، اور اس وقت اس تنظیم کے بھی نائب صدر تھے۔ عصری تعلیمی اداروں کی تنظیم اور اُن سے مسائل سے متعلق اس ادارہ کے توسط سے بھی مرحوم کی خدمات اور فکرمندی کی ایک طویل تاریخ ہے جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

دینی تعلیمی کونسل اور اقلیتی تعلیمی اداروں کی ایسوسی ایشن کا ایک مشترکہ تعزیتی جلسہ کونسل کے دفتر میں اس افسوسناک خبر کے فوراً بعد منعقد ہوا۔ جس میں سکریٹری ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے کہا کہ ریاض الدین احمد صاحب مرحوم کا سانحہ دوسرا بڑا غم ہے جو کہ دینی تعلیمی کونسل کو حضرت مولانا علی میاںؒ کی رحلت کے ایک سال بعد پیش آیا ہے۔ حضرت مولاناؒ سے ان کا گہرا تعلق تھا۔ وہ مولاناؒ کے انتہائی عقیدتمند اور خود حضرت مولاناؒ ان کی بے شمار صلاحیتوں اور اُن کی دینی دردمندی اور ملی غیرت کے قدرداں اور معترف تھے۔ ڈاکٹر عثمانی نے بتایا کہ دینی تعلیمی کونسل کے قیام کے وقت مرحوم ریاض الدین احمد صاحب پہلی صف کے اکابرین میں شامل تھے۔ علماء کرام اُن کا احترام کرتے تھے کہ عدیل عباسی مرحوم جو اس تحریک و تنظیم کے اصل داعی اور بانی تھے وہ کہا کرتے تھے کہ "ریاض صاحب سے مجھے بڑی تقویت پہنچتی رہتی ہے اللہ نے انھیں بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے"۔

ریاض الدین احمد مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے نامور فرزندوں میں شمار کئے جاتے تھے مسلم عصری تعلیمی اداروں میں تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے ساتھ وہاں کی فضا میں اسلامی روح کو بیدار کرنے کی فکر اُن کے ذہن پر ہر لمحہ محیط رہتی تھی۔

ڈاکٹر عثمانی نے بتایا کہ ریاض الدین صاحب مرحوم کو اُردو، عربی، فارسی، اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل تھا جس کا اظہار اُن کے مضامین رپورٹوں اور خطبات میں اکثر ہوتا تھا۔ انھوں نے قرآن پاک کا مطالعہ بہت گہرائی سے کیا تھا احادیث نبوی اور دینی علوم کے بنیادی اور اہم موضوعات اُن کے شب و روز کے مطالعہ میں شامل تھے۔ ان کے اندر تصنیفی صلاحیتوں کے جوہر نمایاں تھے۔ یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں کے حالات کا مشاہدہ کرنے اور ہندوستانی مسلمانوں کا فکری جائزہ لینے کے بعد انھوں نے قرآن کا تعلیمی منصوبہ مرتب کیا جو ہر جگہ پسند کیا گیا اور اس کے مطابق ملک بیرون ملک اس سے استفادہ کی غرض سے اجتماعات منعقد کئے گئے "قرآن آپ سے مخاطب ہے" اُن کی ایسی تصنیف ہے جس کی اہمیت اور معنویت کو علمی حلقوں میں سراہا گیا۔ قرآن کے مطالعہ سے اُن کے سامنے سائنسی انکشافات واضح ہوئے اور وہ بھی اُن کی تحریروں کے ذریعہ نمایاں ہوتے رہے،

ڈاکٹر عثمانی نے بتایا کہ اُن کی فکر کا اصل مرکز دینی تعلیمی کونسل کی تحریک تھی اور کونسل کیلئے اُن کی شخصیت غیر معمولی اثاثہ تھی۔ جس سے ہم اس وقت محروم ہوگئے۔

تعزیتی جلسہ کے بعد جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی کی ہدایت پر ایصالِ ثواب کے بعد دفاتر بند کر دیئے گئے۔

بش انتظامیہ کے تئیں امریکی مسلمانوں کا موقف

ترجمہ: محمد وثیق ندوی

امریکی صدر ڈبلو جارج بش کی منصب برداری کی متعدد تقریبات میں مسلمانوں نے شرکت کی ہے۔ بش نے امریکہ کے صدر کی حیثیت سے اپنے پہلے صدارتی خطاب میں امریکہ میں پائے جانے والے تین بنیادی مذاہب میں اسلام کو شمار کیا ہے۔ اور امریکن معاشرہ کو اخلاقی اقدار و مبادیات جن کی آئندہ برسوں میں امریکی سوسائٹی کو ضرورت پڑے گی سے روشناس کرانے میں مساجد و مدارس کا جو رول اور کردار رہا ہے اس کو بھی سراہا ہے۔

دوسری طرف مسلم لیڈران نے ذمہ داروں افسروں اور کانگریس اور ڈیموکریٹک پارٹی کے قائدین کو مبارکباد دینے اور مسلم مسائل سے متعلق گفتگو کرنے کیلئے بش کابینہ کے اراکین کی حلف برداری اور استقبالیہ تقریبات میں شرکت کر رہے ہیں، جیسا کہ بش کے اقتدار سنبھالنے کی تقریب میں شرکت کیلئے مسلم قائدین کو مدعو کیا گیا۔

تجزیہ نگاروں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ گذشتہ اکتوبر میں بش کی حمایت و تائید میں بڑی امریکن مسلم تنظیموں کی جانب سے پاس کی جانے والی قرارداد جس کی وجہ سے ۷۲ فیصدی مسلم ووٹروں نے بش کو ووٹ دیا، کے بعد نئی امریکی انتظامیہ اور امریکی مسلمانوں کے درمیان قربت پیدا ہو گئی ہے۔

بعض تبصرہ نگاروں کے نزدیک نئے امریکی عملہ میں عربی نژاد سابق کانگریسی رکن سینیٹر ابراہام جو اپنے وزارت کے عہد میں عربوں اور امریکی مسلمانوں کے تئیں نرم گوشہ رکھنے میں مشہور تھے کو عہدہ پر فائز کرنا عرب اور امریکی مسلمانوں کے احسان کا ایک طرح کا جواب ہے جبکہ بعض دوسرے تجزیہ نگاروں کے نزدیک نئی امریکی انتظامیہ میں یہودیوں کی عدم موجودگی ایک نہایت اہم معنی خیز پہلو ہے۔

اس سے دوسری اقلیتوں کے لوگوں مثلاً ایشیا، افریقہ، اور عرب کے لوگوں کے لئے بش انتظامیہ کا دروازہ کھلا رہنے کا اشارہ ملتا ہے۔

"کیر تنظیم" کے سکریٹری نہاد عوض نے نئی انتظامیہ کے رجحانات پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ رائے قائم کی ہے کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کا تناسب اور ان کی بڑھتی ہوئی سیاسی سرگرمی یہ دونوں چیزیں مستقبل قریب میں کسی بھی امریکی حکومت پر یہ دباؤ ڈالنے کی پوزیشن میں ہوں گی کہ وہ فیصلے لیتے وقت۔ اور قراردادیں منظور کرتے وقت مسلمانوں کے مسائل اور ان کے حقوق و مفاد کا پورا خیال رکھے۔

کیر تنظیم کی مجلس عاملہ کے صدر عمر احمد نے "آئندہ ہماری ترجیحات کیا ہوں" اس کیلئے مندرجہ ذیل دو نکاتی لائحہ عمل طے کیا ہے،

۱۔ امریکی مسلمانوں کی سیاسی پوزیشن کی حفاظت جس نے فیصلہ کن مقام حاصل کر لیا ہے۔
۲۔ سیاسی، تنظیمی اور ملازمتی سطح پر مسلمانوں کی حصہ داری کی ہمت افزائی

(المجتمع)

محمد فرمان نیپالی

الحمدللہ رمضان المبارک کی تعطیل کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء کا نیا تعلیمی سال شروع ہوگیا، یوں تو اسلامی تقویم کے مطابق نئے اسلامی سال کی ابتدا محرم الحرام سے ہوتی ہے لیکن تعلیمی لحاظ سے مدارس اسلامیہ کے سالِ نو کا آغاز شوال سے ہوتا ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء جو ایک دینی فکری ادارہ ہے یہ بھی ۶ر شوال کو باقاعدہ کھل گیا۔ ۱۰ر شوال تک جدید طلباء کے داخلے ہوتے رہے، پھر اس کے بعد ۱۰ر شوال سے قدیم طلباء کے داخلے شروع ہوئے، ماشاءاللہ داخلے بھی مکمل ہوئے، تعلیم کا آغاز بھی ہوگیا دیکھتے ہی دیکھتے طلباء کی جمعیۃ الاصلاح نے اپنی سرگرمیاں شروع کردیں چنانچہ اس کے افتتاحی جلسے بھی ہوئے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے،

ذی قعدہ کی آٹھویں تاریخ تھی نماز مغرب کے بعد کی گھڑی تھی کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے پرشکوہ "جمالیہ" ہال میں جمعیۃ الاصلاح کا افتتاحی جلسہ منعقد ہوا ہے۔ ہال اپنی کشادگی کے باوجود کھچا کھچ بھر جاتا ہے، اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم اس مجلس کے صدر ہوتے ہیں اور مجمع پر سکوت طاری رہتا ہے کہ ناظم جمعیۃ الاصلاح محمد طاہر الاعظمی کی زبان سے نکلے ہوئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے الفاظ اس سکوت کا پردہ چاک کرتے ہیں تو پھر کیا ہوتا ہے۔ الفاظ و تعبیرات کا سیلِ رواں، تلاوتِ قرآن کریم سے ایک عجیب سماں اور ترانہ ندوۃ العلماء کے چند بند، اس کے بعد ناظم جمعیۃ الاصلاح کا تعارف ندوہ اور تعارف جمعیۃ الاصلاح سے لبریز پُرمغز مقالہ، ڈائس پر جہاں ــــ ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، معتمد تعلیمات مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی اور مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی تشریف رکھتے ہیں۔ تو وہیں مُربیٔ الاصلاح مولانا شمس الحق ندوی صاحب ایڈیٹر تعمیر حیات اور جملہ اساتذۂ کرام اور مہمانانِ عظام جلوہ افروز ہیں۔

مولانا عبداللہ عباس ندوی صاحب اسٹیج پر تشریف لاکر طلباء کو گرانقدر نصیحتوں سے نوازتے ہیں کہ عزیزو! محنت سے کام لو، ہمت نہ ہارو، مایوس مت ہو، کیونکہ مایوسی و ناامیدی کفر ہے۔ وما يقنط من رحمة ربه الا الضالون اپنے رب کی رحمت سے صرف راہ سے ہٹے ہوئے لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں، ــ عزیزو: تمہارا ماضی تابناک ہے اور انشاءاللہ تمہارا مستقبل بھی روشن رہے گا، عزیزو: مغربی اقوام کو دیکھو کہ وہ اپنے کام کے سلسلہ میں جان کی بازی تک لگاتے ہیں ان کا کوئی وقت ضائع نہیں ہوتا حتی کہ کھانا کھانے کا وقت بہت قلیل ہوتا ہے ان کے اندر کام کرنے کا جذبہ اور اس کی لگن ہے جس کی وجہ سے امریکہ اور دیگر یورپی ممالک فخر کرتے ہیں۔ لہٰذا آج کے نوجوانوں کو ان سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کی پرواہ کئے بغیر اپنے کام میں منہمک رہنے کی ضرورت ہے۔

صدر جلسہ ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے مختصر مگر جامع تقریر کی آپ نے فرمایا کہ معتمد تعلیمات نے آپ کے سامنے اصولی باتیں بیان کی ہیں جن پر آپ عمل کرکے کامیاب اور فائز المرام ہوسکتے ہیں۔

مولانا نے فرمایا کہ آپ درسی کتابوں میں مہارت حاصل کرنے کے علاوہ غیر درسی کتب کا بھی مطالعہ کرتے رہیں، تقریر و تحریر پر بھی قدرت ہو۔ بغیر اس کے آپ کی تعلیم ناقص رہے گی، تقریر و تحریر پر قادر نہ ہوکر آپ دوسروں کو فائدہ نہیں پہونچا سکیں گے۔ مہتمم دارالعلوم مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

انجمن الاصلاح رواق سلیمانی

فروری کی دسویں تاریخ تھی مغرب بعد کا وقت تھا۔ ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ڈائس پر موجود تھے، تلاوت کلام پاک کیلئے برادرم محمد علی شفیق کو دعوت دی گئی۔ انھوں نے تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز کیا۔ حسبِ سابق ترانۂ ندوہ کے چند بند برادرم راحت عزیز نے اپنے رفقاء کے ساتھ پیش کئے، اس کے بعد ناظم انجمن محمد سلمان نسیم نے ایک مبسوط مقالہ بھی پڑھا۔ بالآخر وہ وقت بھی آیا جس کے لئے

دن گنے جاتے تھے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎
دن گنے جاتے تھے جس دن کے لئے

ناظم ندوۃ العلماء نے تاریخ کے حوالہ سے ایک پُرزور تقریر کی جس میں آپ نے مجاہدین کی پامردی کو واضح کیا آپ نے فرمایا کہ عقبہ بن نافع نے جب مشرقی افریقہ کو فتح کیا تو انھوں نے غیر معمولی جہاد کیا۔ طارق بن زیاد نے جب اندلس کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تو کشتیاں جلاکر اپنے آپ کو خدمتِ اسلام اور سرزمینِ اسپین میں دین کا ڈنکا بجانے کیلئے اپنے آپ کو وقف کردیا۔

مولانا نے گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آج دنیا میں دو طرح کے انسان پائے جاتے ہیں۔ ایک لازم یعنی صرف اپنے منافع اور مصالح کو پیش نظر رکھنے والا دوسرا متعدی یعنی دوسروں کو فائدہ پہونچانے والا، لہٰذا عزیزو آپ متعدی بنیں تاکہ دوسروں کی آپ رہنمائی کرسکیں، ہر انسان کافی صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے، صلاحیتوں کی مثال ایک تخم کی طرح ہے، اگر آدمی اس تخم کی دیکھ بھال کرتا ہے تو وہ ضائع نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک دن ثمردار درخت بن جائے گا۔ اور آپ کی صلاحیت اسی وقت رنگ لائے گی جب آپ الاصلاح کے جلسوں میں شریک ہوں گے۔ اور اس کی اہمیت کو سمجھیں گے۔

حضرت ناظم صاحب زید مجدہٗ ہی کی دُعا پر جلسہ ختم ہوا۔

النادی العربی کا افتتاح

اس بزم کے تعارف کے لئے یہ دو مصرعے پیشِ خدمت ہیں۔

یہ بزم ہے ان شاہینوں کی فطرت میں ہے جنکی سلطانی
یہ قلب و نظر کی دنیا ہے، ہر نقش ہے اس کا لافانی

مورخہ ۸ر فروری کو ساڑھے گیارہ بجے جمالیہ ہال میں یہ جلسہ منعقد ہوا، جس کی صدارت معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا عبداللہ عباس ندوی زید مجدہٗ نے کی، اس جلسہ میں النادی العربی کے الامین العام محمد سلمان نسیم نے نظامت کے فرائض انجام دیتے ہوئے النادی اور دارالعلوم میں النادی سے متعلق شعبہ جات کا مفصل تعارف کرایا۔ جلسہ میں مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، مولانا سعید الرحمان اعظمی ندوی، پروفیسر محمد یونس نگرامی، مولانا سید واضح رشید ندوی اور مولانا نذر الحفیظ ندوی کے علاوہ دیگر اساتذہ کرام تشریف رکھتے تھے۔

مہتمم دارالعلوم نے النادی العربی کی اہمیت اور اس کے فوائد نیز عربی زبان کا مقام و مرتبہ اور زمانۂ حاضر میں اس کی اہمیت و مقبولیت اور ضرورت پر روشنی ڈالی! مولانا نے فرمایا کہ عربی زبان قرآن و حدیث کی زبان ہے۔ اس میں مہارت تامہ کے بغیر دینِ اسلام کو سمجھنا اور جاننا ممکن نہیں، فی زمانہ اس کی اہمیت اور بڑھ گئی، مولانا نے بلاغت کے تعلق سے فرمایا کہ قرآن فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اہل عرب خود بلیغ تھے، انھیں اپنی بلاغت پر ناز تھا۔ لیکن قرآن کی بلاغت کے سامنے وہ بالکل گونگے بن گئے۔

اخیر میں مخدوم گرامی قدر مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی نے عربی زبان وادب کے بنیادی قواعد، اصول وضوابط سے لیکر اخیر تک کے اسرار و رموز پر مختصر روشنی ڈالی۔

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: مکتوبات مشاہیر
بنام: نواب عزیزالہی خاں حسن پوری مرحوم
مرتب: مولانا محب الحق پروہی.
صفحات: ۱۹۴، سائز ۱۸×۲۲/۸ قیمت ۷۵/- روپئے
ملنے کا پتہ: ادارہ ادبیات دلّی ۵۸۰۳ صدر بازار دہلی۔ (انڈیا)

مکتوبات میں دو شخصیتیں ہر حیثیت سے قابلِ لحاظ ہوا کرتی ہیں۔ ایک کاتب دوسرے مکتوب الیہ۔ اس مجموعہ کے کاتب علماء، صلحاء، صحافی اور دانشور حضرات ہیں اور مکتوب الیہ نواب عزیزالہی خاں حسن پوری مرحوم ہیں۔

مولوی محب الحق صاحب نے نواب عزیزالہی خاں حسن پوری مرحوم کے نام بعض مشاہیر اہل علم کے مکاتیب کا انتخاب کرکے ان پر ضروری حواشی بھی لکھے ہیں۔ ان مکاتیب میں جہاں ایک طرف علمی ادبی اور اخلاقی مسائل پر تبصرہ ہے وہیں دوسری طرف ان مکاتیب سے لکھنے والی بزرگ ہستیوں کے علاوہ خود مکتوب الیہ کی سیرت واخلاق اور علمی وادبی مذاق کے بارے میں بھی اچھی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

کتاب کے شروع میں تقریباً پچاس مشاہیر علماء اور بزرگوں کے سوانحی حالات بھی اختصار کے ساتھ لکھے گئے ہیں جن میں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، شاہ وصی اللہ الہ آبادیؒ، حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ، حضرت مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، کے نام قابل ذکر ہیں۔

اُمید ہے کہ یہ کتاب عندالناس مقبول ہوگی۔

نام کتاب: ناگپور کا مسلم معاشرہ (آزادی کے بعد)
مصنف: ڈاکٹر محمد شرف الدین ساحل
صفحات: ۲۲۴، سائز ۱۸×۲۲/۸ قیمت ۱۰۰/- روپئے
ملنے کا پتہ: رحیم اسٹورس، حیدری روڈ، مومن پورہ ناگپور،

زیر نظر کتاب میں آزادی کے بعد ۱۹۴۷ء سے ۲۰۰۰ء تک ناگپور کے مسلم معاشرہ کا دینی تعلیمی، سیاسی، تجارتی، صنعتی، اخلاقی، سماجی اور اقتصادی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ناگپور کے مسلمانوں میں بیداری ہے اور دینی تعلیمی اور صنعتی اعتبار سے اچھا کردار ادا کر رہے ہیں، اور ماضی کی طرف نظر رکھکر اپنی خامیوں کو دور کرکے مزید استحکام کیلئے آئندہ کے لئے بہترین لائحہ عمل بھی طے کر رہے ہیں، کتاب کے آخر میں پینتالیس شخصیات کے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ جنہوں نے موجودہ معاشرہ کو مستحکم بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا، جن میں محمد یوسف شریف (بیرسٹر)، ڈاکٹر سید فیروز الدین، مولانا عبدالکریم پاریکھ، مولانا امیر الدین ملک اور مفتی عبدالقدیر کے نام قابل ذکر ہیں۔

یہ کتاب دینی، تعلیمی، سماجی اور رفاہی کام کرنے والوں کو دعوت مطالعہ اور دعوتِ عمل دیتی ہے۔

نام کتاب: سرمایۂ نجات
شاعر: ڈاکٹر محبوب راہی
صفحات: ۲۵۶، سائز ۱۸×۲۲/۸ قیمت ۱۲۵/- روپئے
ملنے کا پتہ: ایم ایم ایجنسی، بارسی ٹاکلی، ضلع اکولہ (مہاراشٹر)

"سرمایۂ نجات" ڈاکٹر محبوب راہی کا مجموعہ کلام ہے جس میں حمد، مناجات، نعت، سلام، منقبت اور اصلاحی نظمیں ہیں۔

ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دل خدا تعالیٰ کی خشیت، رسولؐ سے سچی عقیدت ومحبت اور عام مسلمانوں کیلئے جذبۂ ہمدردی سے معمور ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں اگر یہ سب قبول ہوجائے تو یقیناً راہی صاحب کیلئے "سرمایۂ نجات" ہو جائے۔

یہ مجموعہ کلام "ادب برائے ادب" اور "ادب برائے زندگی" کے بعد "ادب برائے ایمان" کے مطالعہ کیلئے مفید ثابت ہوگا۔

نمونہ کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

میں ظلمتوں میں بھٹک رہا ہوں مرے خدا مجھ کو نور دیدے
بصیرت زندگی عطا کر کچھ عاقبت کا شعور دیدے
نگاہِ لطف و کرم ہو مجھ پر خدائے برتر خدائے برتر
کہ میں سراپا گناہ پیکر خدائے برتر خدائے برتر
معاف کردے گناہ اس کے نہیں ہے یہ سرکشی میں رہا کوئی
لگادے راہی کو راہ حق پر خدائے برتر خدائے برتر

نعت

• پروفیسر سید طفیل احمد مدنی

بہ مجبوری شہ خوباں کی محفل چھوڑ آیا ہوں
میں خالی جسم لایا ہوں مگر دل چھوڑ آیا ہوں
بتاؤں کیسے کیا منزل بہ منزل چھوڑ آیا ہوں
کہیں آنسو کہیں سجدے کہیں دل چھوڑ آیا ہوں
ہوا کرتی ہے ہر دم جس جگہ انوار کی بارش
وہ محفل چھوڑ آیا ہوں وہ منزل چھوڑ آیا ہوں
منور جس کے پرتو سے ہیں سینے اہل ایماں کے
مدینے میں اک ایسا بدر کامل چھوڑ آیا ہوں
جواب بھی چھیڑتے ہیں میرے ہر تار رگ جاں کو
وہی نغمے وہی شورِ عنادل چھوڑ آیا ہوں
جمال و نور و نکہت سے سجی اس بزم رحمت میں
پُر از حُبِّ نبیؐ اک قلب بسمل چھوڑ آیا ہوں
تمنا ہے کہ پھر اک بار اپنی موت سے پہلے
اسی ساحل پہ جا اتروں جو ساحل چھوڑ آیا ہوں
طفیلؔ اس کا مزا کیسے بتاؤں اپنے یاروں کو
وہاں جو لطفِ اوراد و نوافل چھوڑ آیا ہوں

شہرِ مدینہ

(نعت نمبر)

• ڈاکٹر محبوب علی محشرؔ

شہرِ مدینہ، نازِ حرم، نازِ کبریا
خاکِ مدینہ، رشکِ فلک، رشکِ مہ لقا
بیتِ حرم ہے خلدِ زمیں، نازِ مصطفیٰؐ
تقسیم کرتی صبح و مسا، نعمتِ خدا
باغِ مدینہ، مثلِ جناں، رشکِ دو جہاں
چلتی بہار ہے کہ جہاں، رحمتِ خدا
بوئے مدینہ، رشکِ ارم، دافعِ الم
آبِ مدینہ، آبِ شفا، آبِ طاہرہ
لطف و کرم کی جستجو، محشرؔ کو دم بہ دم
پاتے ہیں فیض جبکہ وہاں بادشہ، گدا۔

لام اے ظلِ رحمانی سلام اے نورِ یزدانی

• حفیظؔ جالندھری (مرحوم)

لام اے آمنہ کے لال اے محبوبِ سبحانی سلام اے فخرِ موجوداتِ فخرِ نوعِ انسانی
لام اے ظلِ رحمانی سلام اے نورِ یزدانی ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی
لام اے سرِّ وحدت اے سراجِ بزمِ یزدانی زہے یہ عزت افزائی زہے تشریف ارزانی
ے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں شریکِ حال قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی
لام اے صاحبِ خلقِ عظیم انساں کو سکھلا دے یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی
ی صورت تری سیرت ترا نقشہ ترا جلوہ تبسم گفتگو بندہ نوازی خندہ پیشانی
رتبہ فقر و فخری رتبہ ہے تیری قناعت کا مگر قدموں تلے ہے فرِّ کسریٰ و خاقانی
انہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
یں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی
فیظؔ بے نوا بھی ہے گدائے دامنِ دولت عقیدت کی جبیں تیری مروت سے ہے نورانی
در ہو مرا سر ہو مرا دل ہو ترا گھر ہو تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

سلام اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

Regd No.LW/NP/...
Fax No : (0522)330020

FORTNIGTLY

Guest Haous : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India) Rs.6/- Vol I No I

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Majlis Sahafat- Wa- Nashriat, Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow - U. P.
Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

دو دنیائیں

دونوں دنیائیں اسی کرہ پر واقع ہیں۔ ایک دوسرے کی معاصر، ایک دوسرے کی ہمسایہ، لیکن دونوں ایک دوسرے سے بیگانہ، ایک دوسرے سے نا آشنا، ایک دوسرے سے متضاد، ایک دوسرے سے بے نیاز، ہر ایک دوسرے سے روٹھی ہوئی، چھوٹی ہوئی، ہر ایک دوسرے سے اتنی مختلف کہ ایک انسان کی دو بستیاں نہیں معلوم ہوتیں، الگ الگ انسانوں کے مسکن اور دو جداگانہ تہذیبوں کے مرکز معلوم ہوتے ہیں، ان کے جسموں کا باہمی فاصلہ بہت مختصر، لیکن ان کے ذہنوں اور ان کی روحوں کا فاصلہ نا قابل قیاس اور نا قابل پیمائش، ایک میں ایمان وعقیدہ، امن وسکون، اطمینان واعتماد، قناعت واستغناء محبت والفت، انسانیت کے لطافت، زندگی کی حرارت، قلب کا گداز، روح کا سوز و ساز، زندگی کے کارواں کی نرم روی وسبک گامی، جرس حیات کی شیریں نوائی وسامعہ نوازی، فطرت کی سادگی اور اس کا حسن، خالق ومخلوق دونوں سے مخلصانہ ارتباط، جسم وروح کا صحیح اتحاد۔

دوسری جگہ بے یقینی وناامیدی، معاشرہ کا اضطراب وانتشار، اغراض ومفادات کا تصادم، سیاسی جماعتوں کی رقابتیں، طبقات کی کشمکش، جنگ کے مہیب بادل، بے اعتمادی وبدگمانی کی تاریک فضا، حصول دولت اور ترقی وتوسیع تجارت کا جنون، ایک نہ بجھنے والی پیاس، ایک نہ مٹنے والی بھوک، جمادات کی سی بے حسی وبے ضمیری، مشینوں کی بے دردی وبے نوری، قلب وروح کی موت، انسانیت کا زوال، قافلۂ حیات کی تیز رفتاری وہنگامہ خیزی، صورت زندگی کی بلند آہنگی، اور قیامت خیزی، زندگی کی اصل لذت اور انسانیت کی حقیقی لطافت کا فقدان، خالق ومخلوق دونوں سے غرضمندانہ اور سطحی تعلق، روح وجسم کی کشمکش۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(از: طوفان سے ساحل تک ص ۹)

۱۰/ مارچ ۲۰۰۱ء
سالانہ / ۱۳۰ روپئے
فی شمارہ / ۶ روپئے

اندھیرے میں امید کی روشنی

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۶ر جولائی ۱۹۶۴ء میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ممبئی کے عمائدین اور چیدہ مجمع کے سامنے گفتگو کے انداز میں کچھ ہدایات فرمائیں۔ جو ہندوستانی مسلمانوں کے لئے چشم کشا نصائح کا درجہ رکھتی ہیں۔

آج کل سب سے زیادہ ہماری مجلسوں میں جس موضوع پر گفتگو ہوتی ہے وہ موضوع ہندوستان کے موجودہ حالات ہیں جہاں چار مسلمان بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، وہاں ضرور اس موضوع پر گفتگو ہوتی ہے اور یہ بالکل قدرتی بات ہے۔ اپنے حالات کا احساس، حالات کا جائزہ، اس پر تبصرہ اور تذکرہ اس پر اظہار خیال' یہ زندگی کی علامت ہے۔ اور کوئی زندہ انسان بھی اس سے خالی نہیں رہ سکتا۔ لیکن ان حالات سے دو نتیجے نکالے جاسکتے ہیں۔ ایک نتیجہ تو مایوسی۔ دل شکستگی اور کوئی ایسی صورت اختیار کرنا کہ جس سے آدمی ان حالات سے بالکل ہی نجات پا جائے کسی قسم کی کوئی تشویش اور کوئی بات باقی ہی نہ رہ جائے اس کیلئے آسان راستہ یہ سمجھا جاتا ہے، کہ یہ ملک چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں آباد ہو جائیں۔

یہ ایک نتیجہ ہے جو کمزور طبیعتیں نکالا کرتی ہیں اور خاص طور پر وہ طبیعتیں جو یہ سمجھتی ہیں کہ حالات اور واقعات کی ڈوری گویا ہمارے ہی ہاتھ میں ہے، یا ہمارے جیسے کسی دوسرے انسان کے ہاتھ میں ہے لیکن یہ نتیجہ مسلمانوں کے ذہن سے مسلمانوں کے ایمان ویقین سے۔ اس کی ذہنی تربیت سے بہت بعید ہے۔ اگر ہم یہ جان لیں کہ حالات کی ڈوری ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ کسی اور کے ہاتھ میں ہے اور اس کے کچھ آئین ہیں اس کی طرف سے کچھ اعلانات ہیں، کچھ تعلیمات ہیں کچھ وعدے ہیں، کچھ شرطیں ہیں، کچھ قوانین ہیں اور کچھ اس کی سُنّتیں ہیں تو پھر اس مایوسی اور پریشانی کی اور یہ جو ذہنیت ہے فرار کی' حالات کے سامنے سپر ڈال دینے کی یا جہاں یہ حالات پیش آرہے ہیں وہ جگہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جانے کی یہ سب ذہنیتیں باقی نہیں رہ سکتیں۔

اسی طرح ہندوستان کے موجودہ حالات میں پہلی بات تو مجھے یہ کہنی ہے کہ یہاں کے حالات سے بھی دونوں نتیجے نکالے جاسکتے ہیں ایک نتیجہ تو وہ ہے جو قرینِ قیاس ہے عقل و ذہانت کا فیصلہ ہے کہ ہندوستان میں ہمارا کوئی مستقبل نہیں، ہر جگہ فسادات ہوں گے، قتل عام ہوگا خوں ریزی کا بازار گرم ہوگا۔ کارخانے لوٹے جائیں گے۔ مسلمانوں کی عزت و ناموس پامال ہوں گے۔ اور اس ملک میں یا تو شودر بن جائیں گے یا خدانخواستہ ارتداد اختیار کرلیں گے۔ ایک نتیجہ تو یہ ہے۔ لیکن یہ نتیجہ ہے ان ذہنوں کی پیداوار اور خاصہ، جن کی ذہانت صرف واقعات اور حالات تک محدود ہے۔ ایک اور نتیجہ یہ ہے کہ ہم ہندوستان میں ایک خاص کام سے بھیجے گئے ہیں، ہمارے ذمہ ایک خاص پیغام ہے، ایک مہم سپرد کی گئی ہے۔ اس مہم کی تکمیل کرنی ہے اور کسی ایک زمانے میں اس مہم کی تکمیل کافی بھی نہیں ہے۔ جب تک انسان اس ملک میں ہے یہ مہم بھی باقی ہے۔ ہمیں اس ملک میں اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو بلانا ہے، ہمیں آخرت کی یاد تازہ کرنی ہے ہمیں بتانا ہے کہ کھانے پینے کے علاوہ بھی کچھ مقاصد اور کچھ حقائق ہیں، ہمیں بتانا ہے کہ کوئی ہے جو یہاں کا نظم ونسق چلا رہا ہے، ہم جانوروں کی طرح پیٹ پالنے اور زندگی کے دن پورے کرنے کیلئے نہیں آئے ہیں، بندگی کیلئے آئے ہیں، یہ کام ہر زمانے میں رہے گا۔ اور ابھی تک کوئی قوم اور کوئی نسل ایسی پیدا بھی نہیں ہوئی جو ہم سے یہ چارج لے لے۔ تو ہمارے ہی اوپر یہ سب کام منحصر ہیں اور بُرا بھلا ہم ہی کو یہ خدمت انجام دینا ہے۔ یہ رحمتِ خداوندی اور حکمتِ الٰہی کے خلاف ہے کہ ہمارا یہاں سے بالکل خاتمہ کر دیا جائے ؎

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش سرِ کلیم و خلیل

یعنی اس کی اذانیں حضرت ابراہیم علیہ السلام

(باقی صـ ۲۹ پر)

پندرہ روزہ — لکھنؤ

تعمیر حیات

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۱۰ر مارچ ۲۰۰۱ء .... مطابق .... ۱۴ر ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ | شمارہ نمبر ۹

زر تعاون

سالانہ ---- =/۱۳۰ روپئے
فی شمارہ ---------- =/۶ روپئے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک...... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ...... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

نیچے بنے دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب

ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپئے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

خط وکتابت کا پتہ

منیجر "تعمیر حیات" پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِس شُمارے میں

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs 30
۲۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سنٹی میٹر =/۵۰

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P O Box No 842, Madina Munawwara (K S A.)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O C I S , St Cross College, Oxford Ox1 3TU-U K
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P O Box 388, Vereninging,(S Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P O Box No 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P O Box No 12525, DUBAI (U A E) P-H NO: — 3970927
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H No 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U S A.)

Internet Web-site: http://nadwa.virtualave.ne.
e-mail address: airp@lw1.vsnl.net.in

اداریہ

شمس الحق ندوی

ہندوستانی مسلمانوں کا خمیر.....

ہمارے ملک میں ہندو مسلم کشمکش اور ایک دوسرے سے بدگمانی کا ماحول عرصہ سے پایا جارہا ہے اس کے متعدد اسباب ہیں جن کے ازالہ کی کوشش نہیں کی گئی۔ ایک غلط فہمی جو عام غیر مسلموں کے ذہن میں پیدا کی گئی جو ان کو کھٹکتی رہتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان باہر سے آگئے اور ان کو ہندوستان سے وہ قلبی لگاؤ نہیں ہے جو اصل باشندوں کو ہوتا ہے مسلمانوں نے اس ملک کی مختلف جہتوں سے جو خدمت کی ہے وہ تاریخ کا مستقل باب ہے مسلمانوں نے اس ملک میں حق و صداقت، عدل و انصاف، اخوت و مساوات، پیار و محبت کی قندیلیں روشن کیں اور ان سب کا سرچشمہ توحید و رسالت کا پیغام ہے ان کے فرمانروا اگر ملک کے نظم و نسق، اقتصادیات و معاشیات کو فروغ دیتے رہے۔ تو ان کے علماء علوم و فنون کے دریا بہاتے رہے۔ صوفیا اور اہل خانقاہ اپنی خوش گفتاری و شیریں کلامی سے دلوں کو اس طرح موہتے رہے کہ ان کو اپنی زندگی کے پہلے طور طریق سے عار معلوم ہوتا، اور وہ ان قدروں کو سینے سے لگاتے جو انھیں انسانیت کا سبق پڑھاتیں اور ان کو شرف و بلندی کا تاج عطا کرتیں، زیادہ واضح الفاظ میں یہ کہ وہ اسلام کے ہو رہتے اس وقت ہندوستان میں جو مسلمان موجود ہیں ان میں اکثر باہر سے آئے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ہندوستانی ہیں اور ان کے پرکھوں نے اسلام کی صاف ستھری تعلیمات کو دیکھ کر اپنی پچھلی خرافات کا قلادہ اتار پھینکا تھا۔ اور اسلام کا خوبصورت ہار اپنے گلے میں ڈال لیا تھا۔ لہٰذا یہ تصور دینا کہ یہ باہر سے آکر قابض ہو گئے ہیں۔ انتہائی غلط اور محض تعصب پر مبنی ہے ان کا خمیر اسی ملک کی مٹی سے بنا ہے اور وہ اس کے باسی اور معمار ہیں۔ ہاں مرور زمانہ کے ساتھ ان مسلمانوں سے عوامی سطح پر یہ زبردست غلطی ہوئی کہ انھوں نے اسلام کی جن تعلیمات کو اپنایا اور گلے لگایا تھا، محنت و توجہ کے ساتھ اپنے دوسرے بھائیوں کو اس سے روشناس نہیں کرایا اس کی حقیقت ان کو نہیں سمجھائی اور اسلام کی جیتی جاگتی تصویر اپنے عمل و کردار سے نہیں پیش کی جس کے نتیجہ میں ہمارے ہندو بھائیوں کے ذہن پر یہی اثر قائم رہا کہ یہ باہر کے لوگ ہیں جو ہمارے ملک پر قابض ہیں ان کے اس خیال کو بعض ان ناخوشگوار واقعات سے بھی تقویت ہوئی جو بعض بادشاہوں اور فاتحین کی وجہ سے پیش آئے۔ اور ان میں اسلامی قدروں کا مظاہرہ نہیں ہو سکا جس سے فائدہ اٹھا کر انگریزوں نے ایسی تاریخ مرتب کرائی جس میں ایسے گڑھے ہوئے واقعات بھر دیئے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کشیدگی کو بڑھاوا دے کر انگریزوں کو حکومت کرنے کا موقع فراہم کرتے رہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ "ہر حکومت کی تاریخ میں اچھے برے، منصفانہ اور ظالمانہ دونوں قسم کے واقعات ملتے ہیں اس کلیہ سے ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت بھی خالی نہیں۔ مگر ملک کی بھلائی اس میں نہیں ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر مسلمانوں کی حکومت کی کچھ واقعی برائیاں اور کچھ گڑھ کر مفروضہ افسانے یکجا کئے جائیں، اور وہ انجمنوں کے جلسوں تماشہ کے ناٹکوں میں اس طرح بار بار دہرائے جائیں کہ وہ بچہ بچہ کی زبان پر چڑھ جائیں اور دونوں قوموں کے درمیان غیر مختتم تلخی اور بدگمانی و ناگواری اور عداوت راسخ ہو جائے۔ ہمارے ہندو بھائی انگریزوں کی سازش کے بری طرح شکار ہوئے اور ان کا مسلمانوں کے بارے میں یہ ذہن بن گیا کہ یہ لوگ صرف گوشت خور اور خونخوار ہوتے ہیں ہم اپنے پڑھے لکھے انصاف پسند اہل قلم سے گذارش کرتے ہیں کہ تاریخ کے واقعات اور اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کی رواداری اور وسعت قلبی کے واقعات کو نمایاں کریں تاکہ نفسیاتی خلیج کو پاٹا جا سکے اور تمام

اہل ملک مل جل کر ملک کی بھلائی اور اہل ملک کے ساتھ محبت و بھائی چارگی کا جذبہ پیدا کریں اور ہر فرقہ کے لوگ اپنے اپنے مذہب پر اس طرح عمل کریں کہ ایک دوسرے کی دل آزاری نہ ہو، ہمارے ملک میں مختلف مذاہب کے ماننے والے سیکڑوں سال سے ایک ساتھ رہتے آئے ہیں، آزادی کے بعد ہمارے ملک کے سیکولر قانون نے بھی کسی کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی کی اجازت نہیں دی ہے لہٰذا ایک دوسرے کو چھیڑنے اور اشتعال پیدا کرنے کی فضا کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیئے۔

ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے اس حقیقت کے اظہار میں تکلف نہ کریں گے۔ کہ ہم نے اپنے غیر مسلم بھائیوں سے اپنا صحیح تعارف نہیں کرایا، ہم نے سماج و سوسائٹی میں اپنی اس امتیازی شان کا مظاہرہ نہیں کیا جو اسلام نے ہم کو عطا کیا ہے، اور جس کو خلفائے راشدین نے اپنے دور حکومت میں دیگر قوموں کے ساتھ برتا ہے، ان کے حقوق کی حفاظت کی ہے، ان کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کیا ہے، ان کی ہر طرح سے حفاظت کی ہے اور جب کبھی ایسا موقع آیا ہے کہ وہ حفاظت کرنے کے حال میں نہیں تھے، تو انھوں نے جزیہ کی رقم یہ کہکر واپس کر دی ہے کہ یہ رقم ہم نے تمہاری حفاظت کیلئے لی تھی اب ہم حفاظت نہیں کر سکتے ہم کو یہاں سے جانا ہے لہٰذا تم اپنی رقم واپس لے لو، اس حسن سلوک سے غیر مسلم رو رو کر کہتے تھے، جاؤ خدا تمہیں واپس پھر لائے۔

ہم کو چاہیئے تھا کہ ہم معاملات میں لین دین میں کاروبار تجارت میں، دفتروں اور ساتھ کام کرنے والے برادران وطن کے سامنے اسلامی تعلیم کی بھی تصویر پیش کرتے، جو دھوکہ دہی وعدہ خلافی جھوٹ، کام چوری اور بدمعاملگی کی اجازت نہیں دیتی۔ اور دوسروں کے ساتھ اچھے اخلاق، محبت وانسانیت دوستی، دوسروں کے دکھ درد میں کام آنے اور سہارا دینے کی تعلیم دیتی ہے دوسروں کی بہن بیٹیوں کی عزت و آبرو اور جان و مال کی حفاظت ہی نہیں بلکہ اگر وہ پریشان حال ہیں اور بھوکے پیاسے ہیں تو ان کی مدد اور خدمت کی تعلیم دیتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کیا ہم کو یہ سبق نہیں دیتیں کہ ہم اپنے پاس پڑوس میں رہنے والے بھائیوں کے ساتھ حسن اخلاق کا مظاہرہ کریں، اور ان کو اپنے عمل سے یہ یقین دلائیں کہ ہمارے گاؤں، محلہ اور شہر میں رہنے والے مسلمان بھائی ہمارے لئے باعث رحمت ہیں ان کے ہوتے ہوئے ان کی قدر و استطاعت میں ہمیں کوئی تکلیف و نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ان کے ہوتے ہوئے ہماری بہن بیٹیوں کی طرف کوئی غلط نگاہ نہیں اٹھا سکتا، ہم مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ کوئی بھی کمزور پریشان حال ہو، ہم جتنا کچھ کر سکتے ہیں اس کی خدمت کریں چاہے وہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو۔

اسلام دین فطرت ہے ایک مکمل دین اور مستقل تہذیب ہے اس کی عمارت مکمل ہے اس میں کوئی چیز کم یا زائد نہیں ہے نو مسلم یورپین محمد اسد لیوپولڈ ویس کے الفاظ میں اپنے سامنے ایک ایسی مکمل عمارت دیکھتا ہوں جس کو بہت دقت نظر اور مہارت فن سے بنایا گیا ہے جس کے سارے اجزاء ہم آہنگ اور باہم پیوست ہوں، نہ اس میں کوئی چیز زائد ہو نہ کم ایک توازن و تناسب جس کو دیکھ کر آدمی میں یہ شعور پیدا ہو کہ اسلام کی تعلیمات میں جو کچھ بھی ہے وہ برمحل ہے [1]

---

[1] سید سلیمان ندویؒ نے طوفان سے ساحل تک

(بقیہ) فلسطین کا قضیہ

حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں وہ سارے عرب ممالک پر مشتمل ہے اگر فوراً نہیں تو بدیر ہی۔ اور اس نے لفظ اسرائیل کی تشریح حسب ذیل کی۔

سعودی عرب	A	A SAUDIA
عراق	I	IRAQ
مصر	E	EGYPT
شام	S	SYRIA
لبنان	L	LIBNAN
ہاشمی مملکت	R	REINOHACHMI

حکومت اسرائیل کے سابق صدر نے طلبہ کے ایک بڑے جلسہ میں دوران تقریر کہا کہ اسرائیل کے موجودہ حدود کو اصلی حدود سمجھنا غلطی ہے، ہم پر فرض ہے کہ اپنی مملکت کے اختیارات اور اپنے ملک کی تجارت کو جاپان سے لے کر اسپین تک وسیع کریں یہودی نوجوانوں کو اس مقصد کے حصول کیلئے پوری تیاری کرنی چاہیئے۔

علم اور ایمان

علم انسان کو انسان بنا دیتا ہے
علم بے مایہ کو سلطان بنا دیتا ہے
علم اللہ جسے دے اسے ایمان بھی دے
ورنہ یہ وہ ہے کہ شیطان بنا دیتا ہے

فلسطین کا قضیہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد ایک مسلمان کو اگر کسی مقام سے محبت ہوسکتی ہے تو وہ سوائے فلسطین کے اور کون مقام ہوسکتا ہے وہاں مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے اور ان تین مسجدوں میں سے ایک ہے کہ جن کے لئے سفر کرنا اور جہاں کی برکات سے مستفید ہونا مسلمانوں کیلئے فخر اور درجات علیا کے حصول کا ذریعہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا تشد الرحال الا الیٰ

ثلاث مساجد مسجد الحرام ومسجدی ھذا والمسجد الاقصیٰ، او کما قالؐ!

انبیاء علیہم السلام کی ایک بڑی تعداد کی تاریخ اسی بیت المقدس سے متعلق ملتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی پہلی منزل بھی یہی بابرکت جگہ ہے، یہ وہ جگہ ہے جس کیلئے مسلمانوں نے بڑی بڑی قربانیاں دیں غیر مسلم قوموں کے اختیار سے حتی الوسع اس کو دور رکھا، سلطان صلاح الدین کی تاریخ اسی مقام سے متعلق اور اس کے لئے ایثار اور جانبازی سے بنتی ہے۔

ہمارے لئے یہ جگہ نئی نہیں کہ ہم اسکے ساتھ اپنا تعلق بتانے کے محتاج ہوں یا ہم اس سے اس قدر غافل ہوں کہ اس کو سمجھنا چاہیں صدیوں مسلمان حکومتوں کو اس مبارک جگہ کی حفاظت کرنے کا شرف حاصل رہا ہے اور یہ اور یہ بات یقیناً قابل صد افتخار ہے۔

مسلمانوں سے قبل اس جگہ کے دعویدار یہودی، عیسائی رہ چکے ہیں یہاں انھوں نے صدیوں حکومتیں کیں لیکن مسلمان قوم جب دنیا میں آئی تو اس کا آنا ہی گویا اعلان عام تھا کہ اب اللہ کے گھروں کی پاسبان اللہ کے مطیع اور فرمانبردار بندے ہی ہوسکتے ہیں وہ بڑے بڑے باطل پرست ان کیلئے راستہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور مسلمانوں نے زمام حکومت سنبھالی اور اس مرکز اسلام کی حفاظت اور پاسبانی کو اپنا وطیرہ بنایا۔ لیکن یہود و نصاریٰ مسلمانوں کی تولیت سے راضی نہ تھے برابر کوشاں رہے کہ ان کے ناپاک قدم پھر اس بابرکت زمین میں پہنچ جائیں، لیکن مسلمان سلاطین نے ان کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ آخری دور میں نصاریٰ مسلمانوں کی شکست سے مایوس اور یہود دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے، ادھر عام بے دینی اور الحاد نے جب یورپ کو زیر و زبر کر دیا تو اس کا سیلاب بلاخیز حب جاہ و مال کے سوا ہر شئے کو بہالے گیا اور یہودی قوم اب یورپ میں بھی مقہور و ذلیل سمجھی جانے لگی اور بعض حکومتوں (مثلاً پولینڈ، آسٹریا اور زمانہ قیصریت کا روس) نے تو یہودیوں کے لئے زمین تنگ کر دی غیر مسلم دنیا میں مسائل اب دینی و مذہبی نہیں رہے بلکہ سیاسی اور مادی مقاصد کے حصول تک محدود رہ گئے ایسے حالات میں بھی جو یہودی فلسطین میں رہتے تھے وہ

دوسرے غیر مسلموں کی طرح مسلم حکومتوں کی امان میں آرام و آسائش کی زندگی گذارتے رہے ان کی تعداد پچھلی صدی تک فلسطین میں ۸ ہزار سے زیادہ نہ تھی اسی تعداد سے جس کا ملک میں کوئی وزن نہیں محسوس کیا جاسکتا تھا مسلمانوں کو دھوکہ ہوا یہ ان کی حسن نیتی تھی کہ وہ دوسری قوموں سے اچھا معاملہ کرکے یہ سمجھتے رہے کہ ان کی طرح دوسری قومیں بھی ان کے حق میں شرافت کا ثبوت دے سکتی ہیں اور یہود بھی احسان شناس ہوسکتے ہیں، بہرحال یہودی جبکہ تمام دنیا میں مصیبت و عداوت کا شکار ہورہے تھے فلسطین میں مسلمانوں کے دامن حکومت میں آرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان یہودیوں کیلئے جب یورپ کی زمین تنگ ہونے لگی تو انھوں نے اپنے قومی مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا اور اس غور و فکر کا سبب وہ کتاب تھی جو ایک یہودی مصنف برتھود ہرزل نے ۱۸۹۵ء میں تصنیف کی اور پھر یہ دعوت لے کر کھڑا ہوا۔ کہ دنیا میں ایک ایسی جگہ ہونی چاہیئے جو یہودیوں کا وطن قومی بن سکے۔ اور وہ وہاں امن سے رہ سکیں اور جہاں بھی یہودی ستائے جائیں اس وطن میں منتقل ہو جایا کریں۔ اس مقصد کے لئے اس شخص نے انتھک جدوجہد کی اور کانفرنس پر کانفرنس کرکے یہودی شعور بیدار کیا اس نے دنیا کی مختلف حکومتوں سے امداد و اعانت کا مطالبہ کیا اور ۱۸۹۷ء سے ۱۹۱۱ء تک دس کانفرنسیں کروائیں۔

پہلی کانفرنس بازل (سوئزرلینڈ) میں اس میں جو تجاویز طے کی گئی تھیں ان میں سے چند تھیں (فلسطین میں نو آبادیاتی نظام کا زراعتی صنعتی اور تجارتی کاموں میں اجراء کیا جائے، یہودی عنصر کی تنظیم کی جائے اور ان کے آپس کے روابط مضبوط

کئے جائیں تاکہ وہ مقامی اور عالمی ادارے قائم کر سکیں، قومی شعور پیدا کیا جائے عبرانی زبان کی تعلیم دی جائے۔ مدرسے قائم کئے جائیں اور اقتصادی ترقی کیلئے فنڈ کھولا جائے، مال و سرمایہ مہیا کرکے بڑی بڑی اسکیمیں چلائی جائیں اور صہیونی تحریک کی غرض اس وقت یہ متعین کی گئی تھی کہ یہ فلسطین میں یہودیوں کے قومی وطن کو معرض وجود میں لانے کی کوشش ہے یہ وطن ساری حکومتوں کی طرف سے محفوظ و مامون ہوگا۔ اور عالمی طور پر تسلیم شدہ ہوگا۔ (المسلمون ص ۲۷۲)

ہرتزل جد و جہد کرتا رہا یہودیوں کی ایک معقول تعداد نے اس کی معاونت بھی کی اس نے سلطان عبدالحمید والیٔ ترکی سے بھی اقامت وطن کے لئے گفتگو کی اور ان کو اچھا خاصہ مادی معاوضہ دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن سلطان موصوف سے معاملہ طے نہ ہو سکا اور اسی اثناء میں انگریزوں نے لارڈ کرومر کے ذریعہ جزیرہ نمائے سینا کی پیش کش کی اور ۱۹۰۳ء میں ایک تحقیقاتی وفد جزیرہ نمائے سینا گیا جس نے واپس آکر زمین کی عمرانی صلاحیتوں کے بارے میں مایوس کن رپورٹ پیش کی جس پر یہ تجویز ختم ہوگئی۔

چیمبرلین نے اسی سال مشرقی افریقہ میں ایک وسیع رقبے کی پیش کش کی جس کو ۱۹۰۵ء کی یہودی کانفرنس نے یہ کہکر ٹھکرا دیا کہ بیت المقدس سے اس علاقہ کو کوئی واسطہ نہیں اور ہم بیت المقدس چاہتے ہیں۔ ۱۹۰۴ء میں تھیوڈر ہرتزل مرگیا۔ اس کے مرنے کے بعد وطن قائم کرنے کی جد و جہد سرد پڑ گئی اور اس میں وہ سابقہ زور اور قوت باقی نہ رہ سکی، پہلی جنگ عظیم کے قبل تک ان کوششوں کو صرف ایک آرزو کہا جا سکتا تھا اور فلسطین میں یہودی قوت کو مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک نہایت کمزور تناسب کے علاوہ دوسرا درجہ نہیں دیا جا سکتا تھا۔

تھا پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی اور ترکی حکومت نے جو سارے عالم عربی پر حکومت کر رہی تھی جرمنی کا ساتھ دے دیا۔ دونوں ملکوں نے اتحادیوں کے مقابلے میں شکست کھائی۔ اور برطانیہ، فرانس و اٹلی نے سارے عرب کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ عرب ممالک میں یہودیوں کے سرپرست برطانیہ کو جب تصرف کرنے کا موقع ملا تو یہودی قوم نے ایک نیا لیڈر آگلا یہ شخص ڈاکٹر حائم ویزمان مانچسٹر یونیورسٹی کا پروفیسر تھا۔ اس نے جنگ کے بعد مہلک ہتھیار ایجاد کرکے برطانیہ کی نظروں میں اپنا مقام بنا لیا تھا۔ اس کا شکریہ برطانیہ کو بہرحال ادا کرنا تھا، اور بالآخر ۱۹۱۷ء میں برطانی وزیر خارجہ نے اعلان کیا کہ حکومت برطانیہ یہودیوں کیلئے ایک وطن قائم کرنا ضروری سمجھتی ہے اور وہ اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے میں کوتاہی نہ کرے گی۔

ادھر فلسطین برطانی اقتدار میں آگیا تھا ادھر یہودیوں کا مطالبہ تھا کہ فلسطین کے اندر ان کا مطلوبہ وطن بنایا جائے۔ اور پھر برطانیہ کو اپنی احسان شناسی اور ایفائے عہد کا خیال تھا ایسا کہا جانا مشکل تھا کہ فلسطین کی آبادی کو علی الاعلان مجبور کرکے ان کے شہر اور آبادیاں یہودیوں کا مسکن بنا دی جائیں۔ یہ علی الاعلان ایک قوم کی اچھی خاصی آبادی کو قتل کر دینے کے مرادف تھا اس لئے برطانیہ نے خاموش طریقے سے مسلمانوں کو قانون کے ذریعہ تنگ کرنا اور یہودیوں کو مراعات دینا اور فلسطین کی طرف سارے عالم سے یہودیوں کی ہجرت کو مرغوب بنا کر پیش کرنا، مسلمان زمینداروں کاشتکاروں صناعوں کو ٹیکسوں اور سخت اور تکلیف دہ قوانین سے زیر بار کرنا اور یہودیوں کو انہی گنجائشوں سے اپنے کاروبار، جائداد بڑھانے پھیلانے اور قدم جمانے کا موقع مہیا کرنا اختیار کیا۔ اس طرح یہودی آبادی بڑھتی گئی اور عربوں کے لئے فلسطین کی زمین بھاری ہوتی چلی گئی، جب یہ جبر و تشدد کی جد و جہد کھلے طور پر محسوس کی جانے لگی تو عربوں نے احتجاج کیا، عرب حکومتوں کو دہائی دی لیکن عرب حکومتیں کچھ نہ کر سکیں وہ سب انگریزوں کے زیر اقتدار تھیں، وعدہ کرتی تھیں لیکن اگلا قدم کوئی نہ اٹھاتا بالآخر جب فلسطینی عربوں کو عرب حکومتوں سے مایوسی ہوئی تو انھوں نے جو کچھ اسلحہ اکٹھا ہو سکے ان سے یہودیوں کا مقابلہ اور اپنے قومی بقاء کیلئے جد و جہد شروع کر دی اس کے نتیجہ میں مسلح جھڑپیں ہوئیں جس پر انگریزوں نے اصلاح اور قیام امن کے نام پر عرب قائدین کو حراست میں لے لیا اور کوشش کرنے والوں کو سخت سزائیں دیں اور یہودیوں کے ساتھ رعایت کرتے رہے۔

اس کے نتیجہ میں سارے عالم عربی بلکہ عالم اسلامی میں احتجاج شروع ہوگیا۔ اور دیگر عرب ممالک کے عوام کی طرف سے اعانت شروع ہوگئی۔ دوسری طرف عرب مجاہدوں کو مقابلہ سے باز رکھنے کے لئے سامراجی طاقتوں کے زیر اثر لیڈروں نے ایک جماعت قائم کی جس نے مدافعت اور اعانت کا وعدہ کیا لیکن آخر تک قابل ذکر کام نہیں کیا، صرف اقدام کا وعدہ اور بعض ابتدائی کوششوں تک محدود رہا اور اسی دوران دوسری جنگ عظیم شروع ہوگئی، اور اس میدان میں عارضی طور پر خاموشی طاری ہوگئی لیکن جنگ عظیم کے ختم ہوتے ہی مطالبات اور جد و جہد نے پھر سر اٹھایا اور مسلمانوں کی رائے عامہ نے پورا پورا تعاون شروع کیا لیکن عرب حکومتیں جو برطانیہ کے زیر اقتدار تھیں خاموش طریقہ سے اپنی اپنی پبلک کے لئے مانع بنی رہیں لیکن اس کے باوجود شیخ حسن البنا (مصر) کی کوششوں سے اخوان المسلمین نے فلسطین کے قضیہ میں حصہ لینا شروع کر دیا اور ان کی امداد سے عرب مجاہدوں

کو کافی تقویت پہونچی اور سارے ملک میں مقابلہ اور جد و جہد کا سلسلہ قائم رہا۔ ادھر انگریزوں نے یہ حالت دیکھ کر تقسیم فلسطین کی تجویز پیش کر دی۔ لیکن تقسیم فلسطین کی یہ تجویز کس انصاف اور کس قانون کے ماتحت معقول تجویز تصور کی جا سکتی تھی۔ عربوں نے اس کا سخت انکار کیا لیکن جب انگریزوں نے اس تجویز کو ترک کرنا نہ چاہا تو فلسطین کے عربوں نے شام و مصر کے رضا کاروں کی مدد سے ایک قومی فوج بنا کر منظم مقابلہ شروع کر دیا۔ اور جن مقامات کو برطانی مراعات سے یہودیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ عرب عوامی فوج نے ان کو بتدریج واپس لینا شروع کر دیا۔ عرب حکومتوں کیلئے اس طرح الگ رہ کر تماشہ دیکھنے میں بدنامی تھی لہذا انھوں نے جنگ میں حصہ لینا تو شروع کیا لیکن برطانی احکامات کی تابعداری کے ساتھ ساتھ ان کی پالیسی یہ تھی کہ عرب مجاہد عوام کو جنگ سے روک دیا جائے۔ ان کو ناتجربہ کار کہہ کر یا خیانت کے الزامات عائد کر کے اور اخوان المسلمین کے رضا کاروں کو فلسطین میں داخل ہونے سے باقاعدہ طریقے سے روک دیا جائے لیکن اس کے باوجود ان مجاہدین کی ایک بڑی تعداد فلسطین میں خفیہ طریقے سے تھوڑی تھوڑی کر کے پہونچ گئی، یہ جانباز اور مخلص رضا کار مجاہدین یہودی فوجوں کو یکے بعد دیگرے شکست دیتے چلے گئے اور عرب حکومتوں کی فوجوں نے لڑنے کے بجائے جنگ کا مظاہرہ کرنے کی پالیسی اختیار کی اور باقاعدہ طریقے سے قلعوں کو فتح کر کے یہودی اقتدار میں بکمال خاموشی منتقل کرنے کی پالیسی پر عمل کیا، عوامی فوجوں کو حکومتی فوجوں میں سے صرف گنے چنے چند افراد کا اور فلسطینی عوام میں نڈر اور باہمت عنصر کا تعاون حاصل رہا جس کی مدد سے وہ یہودیوں کی محدود تعداد کو پسپائی پر آہستہ آہستہ مجبور کرتے رہے اور قریب تھا کہ یہودی مرکز تل ابیب پر عرب فوج کا قبضہ ہو جائے اور یہودی فتنہ طاقت کے ذریعہ اسی سرزمین پر سلا دیا جائے لیکن انگریزوں نے بڑھ کر وار کیا وہ ایک زبردست سیاسی وار تھا وہ عارضی صلح کی تجویز تھی جس کی انگریزوں کے زیر اثر عرب لیگ نے تائید کی اور دیکھتے دیکھتے عرب ممالک نے جنگ رکوا دی اور فتح کی قوی امید پر پردہ ڈال دیا گیا عرب مجاہدین و رضا کار واپس آنے پر مجبور کر دیئے گئے اس کے بعد کیا ہوا؟ — مذاکرات اور وقت گذاری اور کچھ نہیں۔ اور پھر یہودی اقتدار ایک ناقابل تنسیخ حقیقت سمجھ کر بحال رکھا گیا۔ ملک فلسطین کا وہ سرسبز خطہ کہ جس پر فلسطین کی اقتصادیات اور عمرانیات کا انحصار ہے۔ یہودی حکومت کو منتقل ہوتا چلا گیا اور عرب منہ دیکھتے رہے۔ اور مفاہمت کی کوشش کرتے رہے اور یہودیوں نے اپنی سلطنت بیت المقدس کے شہر کے محلوں سے جا ملائی اور آہستہ آہستہ عرب آبادیوں کو دھکے دے دے کر پیچھے کھسکاتے رہے انگریز عرب عوام کو اقتصادی بدحالیوں اور پریشانیوں میں گھیرے رہے، عرب جائدادیں یہودیوں کیلئے بڑے بڑے دام دیکر خریدتے رہے اور عرب اقتصادی بدحالی سے پریشان ہو ہو کر فلسطین چھوڑتے رہے۔

اس یہودی وطن کا جب اس طرح پر عرب ملک کے سینہ کو چاک کر کے پیوند جوڑا گیا تو فلسطین کے عرب عوام کی لاکھوں کی تعداد ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئی آج وہ عرب ملکوں میں بے سہارا پڑی ہے۔ تھوڑی بہت جو مدد عرب پہونچاتے ہیں اس پر صبر کرتی ہے یا متحدہ اقوام کے ادارہ اعانۃ المہاجرین ان کے دلوں کے ایمان کی دولت چھیننے کے ساتھ ساتھ جوان کی ذرا ذرا سی ذلیل انداز سے کفالت کرتی ہے وہ ان مہاجرین کے لئے اب زندگی کا سہارا ہے، ادھر یہودی و عربی سرحدوں پر جو عرب آبادیوں کی پٹی ہے، اس کے عرب عوام کئی کئی روز فاقہ کرتے ہیں لیکن جہاد کی روح ان میں اب بھی اس قدر ہے کہ یہودی حملوں کا جی کھول کر مقابلہ کرتے ہیں اور عرب علاقے کیلئے صرف وہی ایک روک ہیں۔

جب باہر کے لوگوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ تم ہمارے کھانے کا خواہ انتظام کرو۔ لیکن خدا را ہم کو اسلحہ مہیا کر دو کہ ہم اس یہودی دشمن کو سرحد سے آگے نہ بڑھنے دیں۔ ان لوگوں کی تھوڑی بہت اقتصادی مدد عرب کرتے ہیں لیکن اب تک کوئی مستقل یا قابل اعتماد انتظام نہیں کیا گیا جو ان کیلئے دائمی سہارا بن سکے۔ اگر اقتصادی بدحالیوں نے ان کا دامن نہ چھوڑا۔ اور یہ مجاہدین ہمت ہار گئے تو یہودی مملکت کی توسیع کو روکنا مشکل ہے۔ یہودی قومی وطن قائم ہونے کے بعد یہودیوں کی یاس امید سے بدل چکی ہے اور اس قوم کا مطالبہ کبھی زمانے دنیا کے کسی حصے میں صرف وطن قائم کرانا تھا۔ اب اس ہمت و جرأت پر اتر آئی ہے کہ خیبر و مدینہ کی واپسی کا دعویٰ کرتی ہے اور اس کو اپنا قدیم وطن بتاتی ہے اور ان کی واپسی مستقبل میں اپنی جد و جہد کا مرکز شمار کرتی ہے، یہود کی اس جرأت کے سمجھنے کیلئے کافی ہوگا اگر ایک امریکن یہودی اخبار کی وہ تحریر یہاں نقل کی جائے جو اس نے لفظ اسرائیل کی تشریح میں درج کی ہے۔ اس نے لکھا کہ یہود جو

(باقی صلا پر)

اقبال کے کلام میں قرآنی تلمیحات کی ندرت

از: محمد بدیع الزماں پھلواری شریف۔ پٹنہ

تلمیحات کے معنی ہیں کم از کم الفاظ سے بلاغت پیدا کی جائے اور طویل مضمون اور کتابوں اور علمی مسئلوں اور اصولوں کو بیان کرنے میں جو وقت ضائع کرنا پڑتا ہے اس سے تلمیحوں اور اصطلاحوں کے ذریعے بچا جائے جس زبان میں تلمیحات کم ہیں یا بالکل ہی نہیں ہیں وہ بلاغت سے گری ہوئی خیال کی جاتی ہیں۔

تلمیحات کے ذریعہ کسی زبان، واقعات اور تاریخ، اس کے بولنے والوں کے مذہبی عقائد ان کے اوہام، ان کے معاشرتی حالات اور ان کی رسوم اور مشاغل معلوم ہوتے ہیں۔ کسی قوم نے جس طرح تمدنی منزلیں رفتہ رفتہ طے کی ہیں اور جو تبدیلیاں اس کی زندگی میں یکے بعد دیگرے ہوتی رہی ہیں اس کی زبان کی تلمیحات کے مطالعہ سے سب نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔ الغرض تلمیحات شائستہ قوموں کی ادبیات کی جان ہیں کیوں کہ ان معنی خیز اشاروں سے شاعر یا ادیب اپنے کلام اور تحریر میں بلاغت کی روح پھونکتا ہے

تلمیحات کے بہت سے ماخذ ہیں جیسے دیو مالا، مذہبی قصے اور عقائد کی کتابیں، تاریخی واقعات، عام فرضی قصے اور افسانے، ڈراما یا ناٹک کی کتابیں وغیرہ۔ اردو زبان میں دو طرح کی تلمیحات ہیں ایک ادبی تلمیحات یعنی وہ تلمیحیں جو اردو نثر و نظم میں مستعمل ہیں۔ دوسری عام تلمیحات جو عام طور سے بول چال میں داخل ہیں۔

اس مضمون میں اقبال کے کلام میں مذہبی عقائد کی کتاب یعنی قرآنی تلمیحات کا ذکر لایا جارہا ہے، ایسے تو اقبال کے قبل بھی اردو شعراء نے بہت سی قرآنی تلمیحات جن میں قرآنی قصے بھی شامل ہیں اپنے کلام میں استعمال کیا ہے مگر کسی نے قرآن کی کسی آیت کو مصرعہ نہیں بنایا۔

دوسرے اقبال کے کلام میں بہت سی ایسی قرآنی تلمیحات ہیں جو ایک یا دو الفاظ میں ہیں جن میں بعض صرف ایک بار قرآن میں وارد ہیں اور جنھیں اقبال کے قبل عمومی طور پر کسی شاعر نے استعمال نہیں کیا۔ ایسے تو قرآنی قصے بھی قرآنی تلمیحات میں داخل ہیں۔ مگر ان قصوں میں ہر قصہ پر اقبال کے اتنے سارے اشعار ہیں کہ طوالت کی وجہ سے انہیں پیش نہیں کیا جارہا ہے، اس لئے اس مضمون میں صرف وہ قرآنی تلمیحات پیش کی جارہی ہیں جو آیت کی شکل میں ہیں، یا ایک یا دو لفظ میں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان دونوں قسم کی اقبال کے کلام میں اتنی ہی تلمیحات ہیں۔ یہاں بھی طوالت کی وجہ سے سب کو پیش کرنے سے احتراز کیا گیا ہے۔

پہلے وہ قرآنی تلمیحات پیش خدمت ہیں جو اقبال کے کلام میں آیت کی شکل میں بطور مصرعہ آئی ہیں۔ یہاں بھی طوالت کی وجہ سے بعض تلمیح میں پوری آیت کا ترجمہ نقل نہ کرکے ان کے قرآنی حوالے سورۃ کے نمبر شمار اور آیت کے نمبر شمار کے ساتھ دیئے جارہے ہیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ: اس تلمیح سے اقبال کے کلام میں صرف ایک ہی درج ذیل شعر "بال جبریل" کی غزل ۵۹ کا ہے:

علم کا موجود اور، فقر کا "موجود" اور
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ

"اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے (شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ) اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی خدا نہیں ہے۔ (آل عمران ۱۸)

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ: اس تلمیح سے اقبال کے کلام میں صرف ایک ہی درج ذیل شعر "بانگ درا" کی غزلیات حصہ سوم کی آخری غزل کا ہے جس کے دوسرے مصرعہ میں انھوں نے "لسان العصر" اکبر الہ آبادی کے ایک مصرعہ کی تضمین کی ہے:

یہ "لسان العصر" کا پیغام ہے
"اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ یاد رکھ"

اس نقرے کے معنی ہیں "فی الواقع اللہ کا وعدہ سچا ہے" یہ نقرہ ہو بہو انہی الفاظ میں سورۃ یونس: ۵۵، الروم: ۶۰، لقمٰن: ۳۳، فاطر: ۵، المومن ۵۵، الجاثیہ ۳۲، اور الاحقاف ۱۷ میں وارد ہے۔ علاوہ ازیں "وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا" کا نقرہ بھی سورۃ النساء ۱۲۲، یونس ۴، لقمٰن ۹ میں وارد ہوا ہے، اور سورۃ الروم ۶ میں انہی معنوں میں صرف "وَعْدَ اللّٰهِ" بھی وارد ہے،

ان سبھی آیات میں خدائے تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کا اعادہ کیا ہے کہ روز حشر وہ نیک عمل کرنے والوں کو جزا، اور کفر کی راہ اختیار کرنے والوں کو سزا دے گا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یہ تلمیح

سورۂ الم نشرح کی درج ذیل آیت ۴ میں وارد ہوئی ہے۔ فرمایا گیا "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اے نبیؐ) اور تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا۔

اقبال نے اس تلمیح کو اپنے کلام میں صرف ایک بار "بانگِ درا" کی نظم جواب شکوہ کے درج ذیل چونتیسویں بند میں استعمال کیا ہے،

دشت میں، دامنِ کہسار میں، میدان میں ہے
بحر میں موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراقش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے

یہ سورۂ الم نشرح مکی ہے جب کوئی شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس شخص (رسول اللہؐ) کے ساتھ گنتی کے چند آدمی ہوں اور وہ بھی شہر مکہ تک محدود ہوں، اس شخص کا آوازہ دنیا بھر میں کیسے بلند ہو سکتا ہے اور اسے ناموری کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر آج دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں مسلمانوں کی بستی موجود نہ ہو اور ہر روز پانچ وقت اذان کی آواز نہ گونجتی ہو۔

حدیث میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا: میرا رب اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح تمہارا رفع ذکر کیا؟ میں نے عرض کیا "اللہ ہی بہتر جانتا ہے"۔ انھوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا۔" (ابن جریر، ابن ابی حاتم، مسند ابو یعلیٰ، ابن حبان)

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى: یہ تلمیح اقبال کے کلام میں صرف ایک بار "ضربِ کلیم" کی نظم "ذکر و فکر" کے درج ذیل شعر میں آئی ہے ؎

مقامِ فکر ہے پیمائشِ زمان و مکان
مقامِ ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ

اقبال نے یہ تلمیح حدیث سے اخذ کی ہے اور احادیث میں یہ اصطلاح سورۃ الاعلیٰ کی اس پہلی آیت سے لی گئی ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى
(اے نبیؐ) اپنے رب برتر کی تسبیح کرو،

احادیث میں حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہؐ نے سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى پڑھنے کا حکم اسی آیت کی بنا پر دیا تھا اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ رکوع میں پڑھنے کا جو طریقہ مقرر فرمایا تھا وہ سورۃ الواقعہ کی آخری آیت ۹۶ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ (پس اے نبی، اپنے ربِ عظیم کے نام کی تسبیح کرو) پر مبنی ہے۔
(مسند ابی داؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، ابن المنذر)

سورۃ الواقعہ کی متذکرہ بالا آیت سورۃ الحاقہ کی آیت ۵۲ میں بھی ہوبہو انہی الفاظ میں وارد ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ: اس تلمیح سے اقبال کے کلام میں صرف ایک ہی درج ذیل شعر "ضربِ کلیم" کی نظم "توحید" کا ہے ؎

میں نے اے میرِ سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
قُلْ هُوَ اللّٰهُ کی شمشیر سے خالی ہے نیام

اقبال نے سورۃ الاخلاص کی پہلی آیت "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" سے دو اصطلاحیں وضع کی ہیں۔ ایک "قُلْ هُوَ اللّٰهُ" اور دوسری "هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" اور دونوں کو الگ الگ شعر میں اس کی برجستگی سے استعمال کیا ہے کہ ہر اصطلاح شعر کی موضوع کی مناسبت سے پوری آیت کے معنی کا حق ادا کرتی ہے دوسری اصطلاح "هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" آگے آرہی ہے،

"اللہ" عربوں کیلئے کوئی اجنبی لفظ نہ تھا، قدیم زمانہ سے وہ خالقِ کائنات کیلئے یہی لفظ استعمال کرتے آرہے تھے اور اپنے دوسرے معبودوں پر اس کا اطلاق نہیں کرتے تھے، جن کیلئے ان کے ہاں "اِلٰہ" کا لفظ رائج ہے، مشرکین مکی دور میں بار بار رسول اللہؐ سے یہ سوال کرتے تھے کہ آخر تمہارا رب کون اور کیسا ہے جس کی طرف تم دعوت دیتے ہو۔ اس لئے آپؐ کو مخاطب فرما کر خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔ "قُلْ" یعنی کہو کہ: "هُوَ اللّٰهُ" یعنی یہ وہی اللہ ہے جسے تم بھی جانتے ہو۔ یعنی یہ تمہارا "اِلٰہ" نہیں اور "اِلٰہ" کی تردید میں اس کے بعد ہی فرمایا گیا "هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" یعنی وہ اپنی صفات میں یکتا و اکیلا ہے تاکہ پھر وہ "اَللّٰهُ" کے ساتھ "اِلٰہ" کی بات نہ لائیں۔

اس بات کا ثبوت مشرکین مکہ "اَللّٰهُ" کے قائل تھے اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے جب ابرہہ نے جو حبش کی عیسائی بادشاہت میں یمن کا گورنر تھا اور رفتہ رفتہ یمن کا خود مختار بن بیٹھا۔ ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء میں خانۂ کعبہ کو ڈھانے کیلئے مکہ پر حملہ کیا تو باوجود اس کے کہ خانہ کعبہ میں ۳۶۰ "اِلٰہ" موجود تھے مگر مشرکین نے ان سب کو چھوڑ کر صرف اللہ سے اس کی حفاظت کی دعائیں مانگی تھیں، جن کی تفصیل سورۃ الفیل کی تفسیر میں ملتی ہے۔

متذکرہ بالا شعر میں "میرِ سپہ" سے اقبال کی مراد مسلم رہنما، ملا، خانقاہوں کے پیر، مکتبوں کے مدرس، مصلح قوم اور ہر وہ شخص ہے جو میرِ سپہ بنا بیٹھا ہے۔ جنھیں اقبال یہ باور کراتے ہیں کہ فتح و نصرت کیلئے جو تمہارا بھروسہ صرف اللہ پر ہونا چاہیئے تھا نہ کہ صرف جنگی ساز و سامان پر۔ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ" کی شمشیر سے اقبال یہ نکتہ ذہن نشین کرلتے ہیں کہ جب یہ نیام میں آجاتی ہے یعنی جب یہ کلمۂ طیبہ دل میں گھر کر لیتا ہے تو حق و باطل کے کارزار میں ایک سپاہی یا میرِ سپہ میں یہ کلمہ کیا سرور پیدا کرتا ہے۔ ایک حدیث میں اس طرح مروی ہے کہ فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہ:

"ایک شخص کو رسول اللہؐ نے ایک مہم کا سپہ سالار بنا کر بھیجا مگر وہ پورے سفر پر نماز کی قرأت قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پر ختم کرتے تھے۔ جب وہ واپس آئے تو لوگوں نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ وہ ایسا کیوں کرتے تھے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ: ان ہی سے پوچھو" جب ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ: "میں ایسا اس لئے کرتا ہوں چونکہ اس میں خدائے ذوالجلال کی صفات مضمر ہیں۔ جو ہمیں بہت محبوب ہیں۔" حضورؐ نے جب یہ بات سنی تو لوگوں سے فرمایا" ان کو خبر دے دو کہ اللہ تعالیٰ انھیں محبوب رکھتا ہے"۔

نظم" توحید" کے متذکرہ بالا شعر ہی کے معنوں میں" بالِ جبریل" کی غزل ۱۲ (دوم) کا یہ شعر بھی ہے ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ: یہ تلمیح اقبال کے کلام میں صرف ایک بار" بانگِ درا" کی نظم شکوہ کے درج ذیل دسویں بند میں آئی ہے:

کون سی قوم فقط تیری طلب گار ہوئی؟
اور تیرے لئے زحمت کشِ پیکار ہوئی؟
کس کی شمشیر جہانگیر، جہاندار ہوئی؟
کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی؟
کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے ہیں
منھ کے بل گر کے ھُوَ اللّٰہُ اَحَد کہتے تھے

قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ: اس کے لغوی معنیٰ ہیں:" اللہ کے حکم سے اُٹھ!" اس فقرہ سے اقبال کے کلام میں" ضربِ کلیم" کی درج ذیل نظم" قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ" ہے:

جہاں اگرچہ دگرگوں ہے، قُم باذن اللہ
وہی زمیں وہی گردوں ہے، قم باذن اللہ
کیا نوائے انا الحق کو آتشیں جس نے
تری رگوں میں وہی خوں ہے، قم باذن اللہ
غمیں نہ ہو کہ پراگندہ ہے شعور ترا
فرنگیوں کا یہ افسوں ہے قم باذن اللہ

مسلمانوں کو اس اصطلاح سے اقبال یہ باور کراتے ہیں کہ تیری رگوں میں سرگرم عمل ہونے کیلئے حسین ابن منصور حلاج کی طرح وہی خون موجود ہے جس نے نوائے" انا الحق" کو آتشیں کر دیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ فرنگی یعنی مغربی تعلیم نے تیرے مذہبی عقائد کو پراگندہ اور بے شعور کر دیا ہے، مگر تو اللہ اور رسول اللہؐ کی زندگی بخش تعلیمات سے اس پراگندگی و بے ربطگی کو دور کر کے سرگرم عمل ہو کر فرنگیوں کے اس افسوں یعنی جادو کو باطل کر سکتا ہے۔

قم باذن اللہ کی اصطلاح سے کلام میں صرف ایک ہی منفرد شعر" بالِ جبریل" کی نظم" خانقاہ" کا یہ ہے ؎

قم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ: یہ کلمہ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت ۳۵ میں وارد ہے جس کے معنیٰ ہیں اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔

اس کلمۂ طیبہ کی تشریح سورۂ ابراہیم کی آیت ۲۴ اور ۲۵ میں اور اس کی ضد کلمۂ خبیثہ کا ذکر اس کی اگلی آیت ۲۶ میں تمثیلی پیرایۂ بیان میں وارد ہوا ہے، کلمۂ طیبہ سے مراد وہ قولِ حق اور عقیدۂ صالحہ ہے جو سراسر حقیقت اور راستی پر مبنی ہے، یہ ایک ایسا بارآور اور نتیجہ خیز کلمہ ہے کہ جو شخص یا قوم اسے بنیاد بنا کر اپنی زندگی کا نظام اس پر تعمیر کرے اس کو ہر آن اس کے مفید نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ برعکس اس کے جیسا آیت ۲۶ میں ارشاد ہے، کلمۂ خبیثہ کی مثال ایک بدذات درخت کی سی ہے جو زمین کی سطح سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے اس کیلئے استحکام نہیں ہے۔

اللہ کی دو شانیں ہیں۔ شانِ جلال و شانِ جمال، لَآ اِلٰہَ اس کی شانِ جلال کا مظہر ہے اور اِلَّا اللّٰہُ کی شانِ جمال کا جس سے ہستی باری کا اثبات ہوتا ہے۔ یہی دونوں اسلام کی اصل روح ہیں اور انسانی زندگی کی تکمیل کیلئے یہی دو چیزیں ضروری ہیں۔

اس تلمیح سے اقبال کے کلام میں کل آٹھ اشعار ہیں، سات اشعار" ضربِ کلیم" کی نظم" لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" میں ہیں اور آٹھواں شعر" بالِ جبریل" کی غزل ۲۳ کا یہ ہے:

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا: اس کے معنیٰ ہیں" میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے" یہ اصطلاح قرآن میں سورۂ طٰہٰ کی آیت ۱۴ میں وارد ہے، اقبال نے اسی لئے" لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا مخفف مان کر جس درج ذیل شعر میں استعمال کیا ہے، اس اصطلاح سے پورے کلمۂ طیبہ کا جواز فراہم کر دیا ہے۔ اس تلمیح سے اقبال کے کلام میں صرف ایک ہی شعر" بالِ جبریل" کی غزل ۲۲ کا ہے۔ جس کے دوسرے مصرعے میں اقبال نے سورۂ الحجرات کی آیت ۱۴ اور ۱۵ کی منظوم ترجمانی کی ہے ؎

تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لَآ اِلٰہَ اِلَّا
لغتِ غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ: اس کے معنیٰ ہیں" اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے"۔ یہ فقرہ ہو بہو قرآن کی سورۃ البقرہ کی آیت ۲۵۵، سورۃ آلِ عمران کی آیات ۲، ۶ اور ۱۸، سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۶، سورۃ المؤمنون کی آیت ۱۱۶، سورۃ القصص کی آیات ۷۰، اور ۸۸، سورۃ المومن کی آیت ۶۵ اور سورۃ الحشر کی آیت ۲۳ میں وارد ہے۔

اس تلمیح سے اقبال کے کلام میں کل دو درج ذیل اشعار ہیں، پہلا شعر" بالِ جبریل" کی غزل ۹ (اول) کا ہے اور دوسرا" ارمغانِ حجاز" کی نظم" مسعود مرحوم" کا ہے۔

و الذکر نظم سر سید احمد خاں کے پوتے سر راس مسعود پر مرثیہ ہے:

ستا دیا ہے ساقی نے عالمِ من و تو
پلا کے مجھ کو مئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُو

جہاں کی روحِ رواں لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُو
مسیح و میخ و چلیپا یہ ماجرا کیا ہے؟

دوسرے شعر کے دوسرے مصرعہ میں اقبال نے سورۂ آلِ عمران کے رکوع ۵ اور ۶ اور سورۃ النساء کے رکوع ۲۲ کی طرف دھیان مبذول کرایا ہے، جہاں حضرت عیسیٰؑ کے صلیب چڑھائے جانے کا ذکر وارد ہوا ہے۔ اسی پر "بانگِ درا" کی نظم "سرگذشتِ آدم" کا یہ شعر بھی ہے ؎

کبھی صلیب پر اپنوں نے مجھ کو لٹکایا
کیا فلک کو سفر چھوڑ کر زمیں میں نے

نوٹ:- اقبال نے کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو مخفف کر کے کئی درج ذیل اصطلاحیں وضع کی ہیں:

١- لَآ اِلٰہَ: اس اصطلاح سے اقبال کے کلام میں بارہ اشعار ہیں جو "بانگِ درا" کی نظم "تضمین بر شعر انیسی شاملو"، "بالِ جبریل" کی غزلیات ۸ (دوم) ۲۲ اور ۴۸ اور نظم "مسجدِ قرطبہ" کے چوتھے بند اور "ضربِ کلیم" کی نظمیں "تصوف"، "نکتۂ توحید"، "حکیم نطشہ"، "جاوید سے"، "مسجدِ قوت الاسلام" اور "محرابِ گل افغان" کے انیسویں بند اور "ارمغانِ حجاز" کی ایک رباعی میں ہیں۔

٢- لَآ وَ اِلَّا: اقبال نے لَآ اِلٰہَ کے لئے "لَا" اور اِلَّا اللّٰہُ کیلئے اِلَّا لاکر دو اصطلاحیں وضع کی ہیں، جنھیں انھوں نے اپنے کلام میں الگ الگ معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ان کے کل دو اشعار ہیں، پہلا شعر "بالِ جبریل" کی غزل ۱ (دوم) میں اور دوسرا "ضربِ کلیم" کی نظم "لَا وَ اِلَّا" میں ہے۔

٣- لَا وَ اِلَّا اللّٰہ: یہاں بھی اقبال نے لَآ اِلٰہَ کی جگہ صرف لَا کو الگ بطور اصطلاح استعمال کیا ہے، اور اِلَّا اللّٰہُ کو الگ۔ ان دونوں اصطلاحوں سے اقبال کے کلام میں صرف ایک ہی شعر "بانگِ درا" کی نظم "سوامی رام تیرتھ" میں ہے۔

(جاری)

ایک قدیم ندوی محمد شبیر صاحب کی وفات

ڈاکٹر مولانا عبد اللہ عباس ندوی

ذی الحجہ ۵؍ اور ۶؍ کی درمیانی شب میں نصف شب کے بعد مولوی محمد شبیر صاحب ندوی اپنی زندگی کے ایام پورے کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ مرحوم حضرت مفکر اسلام مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ کے ان خاص شاگردوں میں تھے جو حضرت مولانا کے ابتدائی زمانۂ تدریس میں شریک درس تھے اور زندگی بھر حضرت کے دامن سے وابستہ رہے اور ان کے دست گرفتہ بھی تھے۔ برہا برس سے تلاوت و مناجات صبح گاہی کے پابند رہے، سادہ لیکن صاف ستھری اور با اصول اور با وضع زندگی گذاری، سنہ ۱۹۴۳ء میں فراغت سے چند ماہ پہلے ایک ناگوار حادثۂ اسٹرائک میں دار العلوم سے جدا ہوئے اور مرحوم ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب نے ان کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں سرپرستی کی اور اس وقت سے شب جمعہ ۶؍ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ تک اسی دیار کے ہو کر رہ گئے۔ جہاں جامعہ قائم ہے اور بعد نماز جمعہ سپرد خاک ہوئے اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت اور رحمت کا معاملہ فرمائے۔ زندگی کے آخری چند سال علالت کی حالت میں گذرے جو انشاء اللہ کفارۂ سیئات کا ذریعہ ہوگا۔ باوجود ندوے سے باہر رہنے کے ندوے کا تعلق قائم رکھا، جامعہ ملیہ کی خدمت دل و جان سے اور انتہائی دیانتداری کے ساتھ انجام دیتے رہے جس شعبہ کے ذمہ دار بنائے گئے اس کا حق دل و جان سے ادا کیا یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب ندوے کے پچاسی سالہ جشن کو منائے کیا گیا تو حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی نظر شبیر صاحب پر گئی اور دو مہینہ چھٹی لیکر وہ انتظامی امور میں دل و جان سے لگ گئے، کانفرنس کا ڈائس صرف اپنی تنہا رائے اور ڈیزائن سے ایسا تیار کرایا کہ بہت سے تجربہ کار انجینئروں نے اس کا اعتراف کیا۔

مرحوم نے اپنے پسماندگان میں اہلیہ رفیقۂ حیات اور دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں اور سبھوں کو اخلاص عمل جد و جہد، اور حلال روزی حاصل کرنے کی تربیت دی۔ ان کے بڑے لڑکے احمد ندیم میرے خویش ہیں اور اب وہی اپنے خاندان کی دیکھ بھال کا فریضہ انجام دیں گے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی ہر طرح سے مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔ مرحوم نے جامعہ ملیہ اور اپنی ذات سے متعلق بہت سچائی اور ایمانداری کے ساتھ چند مقالات لکھے تھے جن کو مجلس علمی نئی دہلی نے شائع کیا تھا وہ جامعہ ملیہ کو جس کی خدمت میں پوری زندگی گذاری "دیارِ شوق" کہتے تھے اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی تاریخ کے چند اوراق اسی نام سے مرتب کئے گئے ہیں۔ جس میں صداقت و راست گفتاری کے ساتھ ندوے کا ادبی ماحول کا بھی اثر ہے اور لائق مطالعہ کتاب ہے۔

حرفِ دانش

اچھی صورت دل کو متاثر کرتی ہے، جبکہ اچھی سیرت روح کو جیت لیتی ہے۔

(مولانا جلال الدین رومیؒ)

واقعۂ ہجرت

اسلامی کیلنڈر کا نقطۂ آغاز

ڈاکٹر محمد نسیم صدیقی ندوی (ابوظبی)

بلاشبہ اللہ جل شانہ کے ارادہ کا نام وجود ہے، ہمارا پختہ ایمان ہے کہ اس گنبد مینائی کی ادنیٰ ترین گردش و جنبش میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت و مصلحت ضرور پوشیدہ ہوتی ہے، جس کا ادراک کرنے سے ہماری عقل اور ظاہر بیں نگاہیں یکسر قاصر رہتی ہیں، واقعۂ ہجرت بھی بظاہر کاروانِ اسلام کی پسپائی اور فرار نظر آتا ہے، اللہ کے حکم پر اپنے گھر بار، مال و متاع اور وطن عزیز کو بے سروسامانی کے عالم میں الوداع کہہ کر دیارِ غیر میں ازسرِ نو آشیانہ بنانا کوئی معمولی قربانی نہ تھی مگر بعد کے نتائج نے ثابت کر دیا کہ ہجرت کی پشت پر اللہ جل شانہ کی اعلیٰ ترین حکمتیں پوشیدہ تھیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اسی "خون صد ہزار انجم" سے (یعنی مہاجرین صحابہ کرامؓ کی قربانیوں کے طفیل) اسلام کی وہ سحر تازہ نمودار ہوئی جس نے خریطۂ عالم کو یکسر بدل کر رکھ دیا، اور دنیا کا گوشہ گوشہ نور اسلام سے معمور ہو گیا۔ علامہ شبلیؒ نے (اللہ انھیں کروٹ کروٹ جنت نعیم نصیب فرمائے) داستان ہجرت کو نہایت بلیغ اور دلآویز پیرایے میں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "آفتاب کی روشنی دور پہونچ کر تیز ہوتی ہے، شمیم گل باغ سے نکل کر عطر فشاں بنتی ہے، آفتاب اسلام طلوع مکہ سے ہوا لیکن اس کی کرنیں مدینہ کے افق پر چمکیں"۔

یہ اللہ جل شانہ کی دور رس حکمت کی ہی جلوہ فرمائی تھی کہ مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں صرف ایمانیات کو دلوں میں راسخ کرنے پر محنت کی گئی، کیونکہ مکہ ہی کی سرزمین اس کے لئے سازگار تھی، تاریخ شاہد ہے کہ عقیدہ کی پختگی ہمیشہ باطل سے تصادم کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے اور مکہ میں کامل تیرہ سال تک اسلام باطل قوتوں سے برسرِ پیکار رہا۔ اور جب سرخیلانِ اسلام نے اس مہم کو اپنی جسمانی بلکہ بسا اوقات جانی قربانیوں کا نذرانہ پیش کرکے بحسن و خوبی سر کر لیا تو اب ان کو احکام اور دستورِ حیات عطا کرنے کے لئے مدینہ کی زرخیز زمین کا انتخاب کیا گیا، چنانچہ مکہ کے تیرہ سالہ ایمانیات کی پختگی اور مدینہ کے دس سالہ نزول احکام کا زمانہ ہے۔

اسلامی کیلنڈر کا پہلا مہینہ محرم الحرام

ہر سال ہم کو اسی تاریخ ساز واقعۂ ہجرت کی یاد تازہ کراتا ہے، اسلامی سال کا آغاز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے ہوا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے بہت درست لکھا ہے کہ "سنہ ہجری کا آغاز بلاشبہ ایک عظیم یادگار ہے مگر یہ دنیا کی دوسری قوموں کی یادگاروں کی طرح قوت و کامرانی کی یادگار نہیں بلکہ کمزوروں کی فتح مندیوں کی یادگار ہے، طاقت و حکومت کے جاہ و جلال کی یادگار نہیں، محکومی اور بیچارگی کے ثبات اور استقلال کی یادگار ہے، یہ فتح مکہ کی یادگار نہیں، جہاں آپ فاتحانہ داخل ہوئے، بلکہ یہ فتح مدینہ کی یادگار ہے، جسے غربت اور بے سروسامانی کی روح ہجرت نے فتح کیا۔ یہ دراصل دل کی اور فکر و نظر کی عظیم فتح کی یادگار ہے، اس ہجرت نے دنیا کے نقشہ ہی کو بدل کر رکھ دیا"۔

مسلمان جب مکہ سے ہجرت کر رہے تھے تو کفار قریش ہنستے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ مٹھی بھر بے آسرا غریب کچھ نہیں کر سکتے مگر آٹھ سال کے بعد یہی بے آسرا لوگ دس ہزار کی تعداد میں واپس ہوئے تو اہل مکہ کے لئے رحمۃ للعالمینؐ کے سایۂ رحمت کے سوا کوئی اور سایہ نہ تھا۔ پورا مکہ لرزہ براندام تھا کہ آج ہماری کردنی بھرپور انتقام کا دن ہے، لیکن تمام توقعات کے برخلاف رحمت عالم کی شفقت بھری آواز فضا کے پراسرار سکوت کو توڑتے ہوئے بلند ہوئی "آج تم سب کے لئے عام معافی ہے"۔ اور بلاشبہ یہ ہجرت ہی کا ثمرہ شیریں تھا کہ مکہ کی پوری آبادی حلقہ بگوش اسلام ہو گئی۔ اور کعبہ بتوں سے پاک ہو گیا۔

قمری سال اور اس کے مہینوں کے موجودہ نام ظہور اسلام سے قبل بھی ملک عرب میں رائج تھے۔ چونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ ربیع الاول کو ہجرت فرمائی تھی اس لئے پہلا ہجری سال صرف ساڑھے نو مہینوں پر ہی ختم ہو گیا۔ اور پھر محرم سے دوسرے ہجری سال کا آغاز ہوا۔ دیگر اقوام عالم کی طرح مسلمانوں کے لئے بھی ایک مخصوص تقویم مقرر کرنے کا مسئلہ عہد فاروقی میں زیر بحث آیا تو اس سلسلہ میں مختلف باتیں سامنے آئیں، بالآخر حضرت عمر فاروقؓ نے اکابر صحابہ کرامؓ

ے شورہ سے واقعۂ ہجرت کو ایک یادگار
دینی دن کی مناسبت سے ہجری سال کا
نقطۂ آغاز قرار دیا۔

اس لئے آج تمام اسلامیانِ عالم کا
یہ دینی فریضہ ہے کہ وہ اپنے معاشی، معاشرتی
سیاسی و اقتصادی غرض روزمرہ کے ہر کام
میں تقویم ہجری کا اتباع کریں۔ مگر قلم کا جگر
شق ہوتا ہے۔ اس حقیقت کا اظہار کرتے
ہوئے کہ اعدائے اسلام کی عالمی پیمانہ پر
ایک منظم سازش کا شکار ہو کر آج ہم اپنے اس
دینی اور تاریخی امتیاز سے بیگانہ ہو کر رہ گئے
ہیں۔ یاد رکھئے دنیا میں سرد جنگ کے خاتمہ اور
کمیونزم کے زوال کے بعد اب باطل طاقتوں
اور فرعونی قوتوں کو سب سے بڑا خطرہ اسلام سے
درپیش ہے، اسی باعث انھوں نے دنیا
کے مختلف خطوں میں اسلامیانِ عالم کو اپنے
جور و ستم اور ظلم و تشدد کا نشانہ بنا رکھا ہے
خواہ وہ فلسطین ہو یا عراق، بوسنیا ہو یا اڈیشہ یا
اللھم شتت شملھم ومزق جمعھم

اسلامی تقویم کے ہر سالِ نو کا آغاز ہمارے
لئے عبرت و بصیرت کے بہت سے گوشے
وا کرتا ہے، سالِ گذشتہ میں جن تقصیرات
کا صدور ہم سے ہوا ہے، سالِ نو میں نہ صرف
ان کی تلافی مافات کا عزم کیا جائے بلکہ
یہ پختہ عہد بھی کیا جائے۔ کہ اب اس سال
ہماری زندگی تمام تر احکام الٰہی اور سنت
رسول کے تابع رہے گی، آخرت کی جوابدہی
کا خوف ہمہ وقت پیش نظر رہے گا۔ اللہ
کی رضا و خوشنودی ہمارے ہر عمل کا محور رہے گی
اسی کے ساتھ بارگاہِ ایزدی میں پورے خشوع
کے ساتھ یہ دعا بھی کرتے رہنا چاہیئے کہ یہ
نیا سال اسلامیانِ عالم کو اعدائے وقت
کے ہاتھوں درپیش مسائل و مشکلات کے
خاتمہ کا سال ثابت ہو۔ اور کرۂ ارض کے ہر
خطہ میں آباد مسلمانوں کے لئے امن و آشتی
اور راحت و سکون کا گہوارہ بن جائے۔
وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

دعوت و تبلیغ کی راہ میں

• ڈاکٹر محبوب راہی

پہلے تو راہ حق میں مصیبت بھی آئے گی
پھر کامیابیوں کی بشارت بھی آئے گی

گھر بیٹھے کیسے منزل عزت بھی آئے گی
ہجرت اگر کروگے تو نصرت بھی آئے گی

نکلوگے گھر سے، نکلے گا اندر کا ہر بگاڑ
اخلاق بھی بنیں گے شرافت بھی آئے گی

دنیا کی عظمتوں کی کروگے اگر نفی
دل میں تمہارے دین کی عظمت بھی آئے گی

دوزخ سے درد و کرب کی مل جائے گی نجات
ہر گام اک سکون کی جنت بھی آئے گی

قدموں میں ہوں گے قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج
ہاتھوں میں پھر عنانِ حکومت بھی آئے گی

عزت اسے ملے گی جو گھر سے نکل گیا
پھر گھر میں خیر آئے گا برکت بھی آئے گی

سر کو عزیزو پہلے جھکانا تو سیکھ لو
آئے گی سرکشانے کی نوبت بھی آئے گی

تبلیغ دیں کی راہ اے راہی کٹھن تو ہے
لیکن اسی پہ منزل راحت بھی آئے گی

(بقیہ)
محرم کی حقیقت

اہل سنت کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ
یوم عاشورا کو فرقہ رافضیہ کی ایجاد کی ہوئی
بدعتوں سے اجتناب کریں اور جس چیز کا
نبی کریمؐ نے حکم دیا ہے اس کی پیروی کریں اسی
میں مسلمانوں کی فلاح و نجات مضمر ہے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

مولانا نذر الحفیظ ندوی

(دوسری قسط)

مذہب کا مستقبل؟

صورتحال کچھ بھی ہو، یہ حقیقت اپنی جگہ اہم ہے کہ تیسرے ہزاریہ کے آغاز پر صرف دو نقطہائے نظر باقی رہ گئے ہیں جو مغرب کے انسان کے دل و دماغ کو اپنی طرف متوجہ کرسکتے ہیں، یعنی جدیدیت کے بعد سیکولرازم اور اسلام ان کے علاوہ کوئی تیسرا نظر نہیں آتا، اگرچہ مغربی دانشوروں میں خال خال ایسے افراد بھی ہیں جو بدھ مت میں کشش محسوس کرتے ہیں، مگر وہ شاید کسی دوسرے جنم میں موقع ملنے کا انتظار کریں گے۔ لہٰذا اب نہایت اہم سوال یہ ہے کہ مستقبل کس کا ہوگا؟ علاوہ ازیں کوئی نتیجہ نکالنے سے پہلے اس سوال کا جواب ڈھونڈنا ہوگا کہ کیا ۲۱ ویں صدی مذہبی ہوگی یا نہیں؟

موجودہ دور میں بہ ظاہر یہ منظر آتا ہے کہ مذاہب معاشرے سے خارج ہو رہے ہیں اور یہ کیفیت امریکہ سے زیادہ یورپ میں پائی جاتی ہے لوگ گروہ در گروہ مسیحی چرچوں کو خیرباد کہہ رہے ہیں۔ یہ چرچ بھی ہمارے عہد کی روح اور فیشنوں کے مطابق یکے بعد دیگرے مصالحتیں کرتے چلے جا رہے ہیں، لہٰذا ہم جنس پرستوں کے پادری پیدا ہو چکے ہیں، لوگ جب اور جیسے چاہیں استقامل کی اجازت لے سکتے ہیں، خواتین بشپ بھی ہیں۔ اور روزہ رکھنے کی عملاً کوئی مدت مقرر نہیں، یقین کیجئے اس طرح چرچ تیزی سے منحرف ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اب یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ مسیحیت پر ایمان رکھنے والوں کی اکثریت (حتیٰ کہ بعض پروٹسٹنٹ پادری بھی) مسیح کی الوہیت اور موت کے بعد دوبارہ بعثت میں یقین نہیں رکھتی۔

بہرحال یہ صورت حال کی مکمل تصویر نہیں ابھی تک نئی ردیوں کا تابع، بے قاعدہ مذہب ادھر ادھر پھیلا ہوا ہے۔ مذہب مسلسل چرچوں سے ہٹ کر اپنے وجود کیلئے نئے سہارے تلاش کر رہا ہے آپ مغربی دنیا کی کسی بک شاپ میں چلے جائیے، آپ دیکھیں گے کہ مذہب کے مقابلے میں اسرار و رموز اور طلسمات پر مشتمل کتب کا سیکشن کہیں بڑا ہوگا۔ لوگ آج بھی یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان کا مستقبل کیا ہے؟ وہ ہر قسم کے رازوں کو جاننا اور خوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بنیادی طور پر انھیں مذہبی خواہشوں نے تمام صنعتوں کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا ہے لوگ کسی بھی چیز کا تجربہ کرنے کیلئے آمادہ ہیں۔ خواہ وہ دشمن پرستی ہو یا جنتر منتر شیطان پرستی (SATANN CULT) یا ہندگرو۔

میری تشخیص یہ ہے کہ یہ لوگ جن کی اکثریت نئی نسلوں سے تعلق رکھتی ہے، عبوری طور پر مذہب کیلئے سرگرداں ہیں۔ بے معنویت اور روحانیت سے خالی زندگی سے ان کا دل اچاٹ ہو چکا ہے۔ اور وہ اس حقیقت کی تلاش میں ہیں کہ کیا واقعی کوئی دنیا ایسی ہے جس میں ہر چیز چلی جاتی ہے؟ ان کی پرورش پابندیوں سے آزاد ماحول میں ہوئی ہے اور ان کے دلوں میں قیادت، حقیقی اقدار اور حق و باطل کے قابل اعتماد معیارات کو پالینے کی شدید خواہش موجزن ہے۔

مختصر یہ کہ ان لوگوں میں بے پناہ مذہبی امکانات موجود ہیں، جو اکیسویں صدی کو مذہبی دور میں بدل سکتے ہیں۔ چنانچہ سوال یہ ہے کہ کیا ماضی کی نسبت آج عیسائیت کے مقابلے میں اسلام کو بہتر متبادل تصور کیا جائے گا یا نہیں؟ اور کیا اس وقت رائج نجی نوعیت کے مذہب کے مقابلے میں اجتماعی عبادت کو ترجیح دی جائے گی یا نہیں؟

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے میری سوچی سمجھی رائے ہے کہ یورپ میں مسیحیت ناقابل اصلاح ہے اسی طرح مجھے یقین ہے کہ اہل مغرب ایک نیا مصنوعی مذہب بنانے کیلئے بھی اپنی کوششوں کو یکجا نہیں کرسکتے ایسا مذہب چل نہیں سکے گا۔ اس لئے کہ مذہب کیلئے ایک ایسی ہستی کا تصور ناگزیر ہے جو شک و شبہ سے بالا ہو۔ صرف وحی کا الہام پر ہی مذہب کی تعمیر ممکن ہے۔

جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے میں زیادہ پرامید ہوں۔ نوجوان نسل آپس کے تعلقات کو عزیز رکھتی ہے اور بڑھاپے میں تنہائی اور مجرد زندگی کے تصور کے بارے میں بہت فکرمند ہے فی الواقع یہ نوجوانوں کے لئے ایک اہم اثاثہ ہے کہ اسلام اپنے ساتھ خاندان، امت اور اخوت کے تصورات لاتا ہے۔

اسلامی معاشرے میں مغربی مسیحیوں کے درمیان اچھے ہمسائے سے محبت کے تصور کے مقابلے

میں اخوت کا رشتہ کہیں زیادہ حقیقی طور پر قائم ہے۔ اگر مغربی معاشروں کی جذباتی سرد مہری ایک حقیقت ہے تو اسلامی امت کی محبت اور گرمجوشی ہم عصر مغربی بچوں کی ایک بنیادی ضرورت پورا کرسکتی ہے۔

کمپیوٹر دور کی دوڑ میں، فطرت، جنسی لحاظ سے مشتعل ماحول اور مغربی زندگی میں مقابلے کی وحشیانہ دوڑ جو اسکول سے ملازمت اور ملازمت سے جنسی تعلقات تک جاری رہتی ہے اور زیادہ سے زیادہ کے حصول کی تگ و دو نے ایک ایسی صورت حال پیدا کردی ہے جس میں ہر عام امریکی کم از کم ایک بار نفسیاتی معالج سے مشورے پر مجبور ہے۔ ایسے لوگ اس بدیہی حقیقت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مسلمانوں کی اکثریت اپنی ذات میں مطمئن ہے، نفسیاتی بوجھ سے بے نیاز ہے اور عجلت پسند نہیں۔ مختصر یہ کہ وہ اپنے خدا کی رضا پر راضی اور اپنے ماحول اور اپنی ذات سے مطمئن لوگ ہیں۔ ان تمام اسباب کی بنا پر میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ بہت سے لوگ جو اپنی روزمرہ زندگی کی بھاگ دوڑ سے تنگ آچکے ہیں اسلام کے بارے میں زیادہ جاننے کی جانب مائل ہوں گے۔

اسلام کے امکانات :

۱۔ اس سوال کا جواب کہ کیا لوگ اسلام کو دریافت کرسکیں گے یا نہیں، اس بات پر منحصر ہے کہ مسلمان اسلام کو درست طور پر پیش کرتے ہیں یا اس کی غلط ترجمانی کرنے لگتے ہیں، گو کہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی جنہیں چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلاتا ہے، سان فرانسسکو کے جیفری لینگ کی طرح بہت سے نومسلم صرف قرآن کریم پڑھ کر مسلمانوں کے حلقے میں شامل ہوگئے حالانکہ اس سے قبل ان کا مسلمانوں سے کوئی رابطہ نہیں تھا لیکن بحیثیت مجموعی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو داعی کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

۲۔ پہلے میں اس بات پر بحث کرچکا ہوں گا کہ مسلمانوں کو اشاعتِ اسلام کیلئے کیا کرنا چاہیئے؟ اس تجویز کو اس ایک جملے میں سمیٹا جاسکتا ہے: اسلام کو مغربی معاشرے اور تہذیب کی صحت مندی کیلئے ایک اہم علاج کے طور پر پیش کیجئے۔ ان امراض کے مداوا کے طور پر جو مغرب کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پورے اعتماد اور فعال انداز میں دعوت پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ معذرت خواہانہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے، دعوت کا انداز ایسا نہیں ہونا چاہیئے جیسے کوئی کوئی چیز طلب کی جارہی ہے، بلکہ ایسا ہونا چاہیئے جو کسی کو کچھ پیش کرتے وقت اختیار کیا جاتا ہے، اور دینے کے لئے ان باتوں کے علاوہ جن کا ذکر میں قبل ازیں کرچکا ہوں، ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔

(الف) مسلمانوں کا تصور اللہ بے مثل خدائے واحد کا تصور جو بیک وقت ہر کہیں موجود ہے لیکن سب سے ماورا ہے جسے حدود زمان و مکان میں مقید نہیں کیا جاسکتا۔ وہ واحد ہستی جو مطلق وجود رکھتی ہے۔ اللہ کا یہ واحد تصور ہے جو جدید تعلیم یافتہ انسان کو مطمئن کرسکتا ہے۔ توحید یعنی ہر قسم کی آلائش سے پاک یہ تصور کہ اللہ ایک ہے، ہمارا بڑا اثاثہ ہے۔

(ب) دنیا کی کوئی تہذیب خاندان کا ڈھانچہ ٹوٹ جانے کے بعد دیر تک زندہ نہیں رہ سکتی موجودہ دور میں بالفعل خاندان شدید حملے کی زد میں ہے اور ریاست بھی اس میں شامل ہے جو رشتہ ازدواج کے بغیر تعلقات کو فروغ دینے کیلئے ہر ممکن کام کررہی ہے۔ طلاق کی شرح خوفناک حد تک بڑھ چکی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں آدھے گھر مجرد افراد چلا رہے ہیں جن میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جو بچہ تو چاہتی ہیں لیکن شوہر نہیں۔ بچوں کی بڑی تعداد جو باپ کے بغیر پرورش پارہی ہے۔ بہت سے بچے جس قدر عدم توازن کا شکار ہیں اس کا اندازہ تشدد کے بڑھتے ہوئے رجحان سے کیا جاسکتا ہے۔ ان کے دل میں بزرگوں اور خاندان کا احترام اتنا کم ہوچکا ہے کہ اب امریکہ میں ناپسندیدہ والدین سے نجات کیلئے بچے قانونی دعویٰ بھی کرسکتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ مسلمان خاندان گلوبلائزیشن اور اقتصادی مجبوریوں اور ٹیلی ویژن کے زیر اثر شدید دباؤ میں ہیں، تاہم عمومی طور پر مسلمان خاندان مضبوط تانے بانے میں منسلک ہیں اور عام مغربی گھرانوں کے مقابلے میں زیادہ تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے اس اثاثے کا تحفظ کرنا چاہیئے۔

(ج) مغربی معاشرے کو اپنے وجود میں دوسرا بڑا خطرہ ہر قسم کی منشیات سے درپیش ہے، جن میں سگریٹ، شراب، کوکین، ایس ڈی اور دوسری نشہ آور ادویہ شامل ہیں، بلکہ ٹی وی اور انٹرنیٹ کو بھی ان میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ کسی مبالغے کے بغیر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نشہ مغربی معاشرے کے پورے وجود میں سرایت کرچکا ہے۔ بڑے صدمے کی بات ہے کہ لوگ جام، گولی اور خاص سگریٹ کے بغیر جی نہیں سکتے۔ ایسے لوگ بالفعل شرک کی ایک جدید قسم پر عمل پیرا ہیں وہ خدا کے سوا کسی دوسری چیز کے غلام بن چکے ہیں اور اگر کہیں انہیں روزے کے قواعد کی پابندی کرنی پڑے تو یہ بات واضح ہوجاتی کہ وہ ایسا نہیں کرسکیں گے اس لئے کہ وہ اپنے وجود کے مالک نہیں رہے۔

مسلمان اس امر پر فخر کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے وجود میں سنجیدہ فطرت ہیں۔ وہ ہر لمحہ مستعد اور چوکس رہتے ہیں اور کبھی کمزور نہیں ہوتے، نشہ نشے سے زیر اثر مہلک حادثات کے قصور وار ہوتے ہیں، شاید ہی کوئی دوسری بات اتنی صراحت کے ساتھ یہ ثابت کر سکے گی کہ اسلام ایک متبادل طرز حیات ہے جو مغرب کو حالت نیم خوابیدگی میں تباہی سے بچا سکتا ہے۔

(د) تمام مغربی معاشروں کو اپنے اندر مختلف قسم کے گروہی تعصبات، نسل پرستی شاؤنزم اور دوسرے مذاہب کے خلاف امتیازی سلوک جیسے خطرات لاحق ہیں، ان کی غلامی کی تاریخ کا آج بھی امریکہ میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، ماضی قریب تک جتنی جنگیں یورپ اور امریکہ میں لڑی گئیں وہ اسی قسم کے تعصبات کی وجہ سے برپا ہوئیں۔

اس پس منظر میں جب ذمہ دار مغربیوں کو معلوم ہوگا کہ اسلام فکری اور عملی دونوں اعتبار سے ایک ایسا مذہب ہے جس نے رنگ و نسل کے بجائے تقویٰ کو معیار بنا کر ہر انسان کو امت میں قبول کرے اور خلوص دل سے دوسرے مذاہب کو برداشت کر کے نسل پرستی اور کثیر المذاہب معاشرے کے مسئلہ کو حل کر دیا ہے، تو وہ اسے جنت گم گشتہ خیال کریں گے۔ جب میلکم ایکس کو معلوم ہوا کہ امت میں سب نسلیں شامل ہو سکتی ہیں، تو اس کے لئے یہ ایک بڑا انکشاف تھا۔

آیئے ہم اس قدر کو عملی زندگی کا حصہ بناتے ہوئے اپنی صفوں میں رنگ، نسل، زبان اور اسی طرح کے دوسرے امتیازات کو مٹا ڈالیں اور اس سے بہترین فائدہ اٹھائیں۔ امریکہ کے لاکھوں افریقی النسل لوگوں نے اسلام قبول کیا کہ حضرت بلالؓ سیاہ فام تھے، دوسرے لوگوں کو بھی انہی مقاصد کے تحت کیوں نہ ان کی پیروی پر آمادہ کیا جائے؟ بین المذاہب رواداری کا منشور بھی اسی طرح مساوی افادیت کا حامل ہے جیسے سورۃ المائدہ کی آیت ۱۴۸ اور سورۃ البقرہ کی آیت ۲۶۵ میں بیان کیا گیا۔ یہ بنیادی رواداری جس پر عالمی مسیحی اتحاد کی تحریک سے پہلے ۱۴ سو برس تک عمل کیا گیا۔ مغربی لوگوں کی نظر میں اس قدر غیر معمولی ہے کہ وہ اس کی تحسین کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

ہماری جانب سے اس بات کی نشاندہی کرنے کی ضرورت ہے کہ ترکوں کی حکمرانی کے دور میں پانچ سو برس تک یونان آرتھوڈکس رہا لیکن سوال یہ ہے کہ آٹھ سو برس تک اسپین میں بسنے والے مسلمان کہاں گئے۔

(ہ) نوجوان نسل اپنے آپ کو آزاد محسوس کرتی ہے اور اپنی آزادی برقرار رکھنا چاہتی ہے، وہ وراثت میں ملنے والی پیشوائی پادریوں کی مذہبی رسوم پراسرار عقائد اور ہر اس چیز سے نفرت کرتے ہیں جو انہیں چرچ کے اداروں کی یاد دلاتی ہے۔

ایسے لوگ اس وقت خوشگوار حیرت میں گم ہو جاتے ہیں جب انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام چرچ، پوپ، رسوم اور تجسیم خداوندی، تثلیث، صلیب پر نجات اور ورثے میں ملنے والے گناہوں جیسے پریشان کن تصورات کو تسلیم نہیں کرتا جب انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں سے زیادہ پابندیوں سے آزاد اہل ایمان کوئی اور نہیں تو وہ حیرت کا اظہار کرتے ہیں ان کے لئے یہ باعث حیرت ہے کہ وہ کوئی درمیانی وسیلہ قبول نہیں کرتے، خواہ وہ پادریوں اور سینٹ کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو، وہ اپنی عبادات میں مکمل انفرادی حیثیت میں اللہ کے روبرو پیش ہوتے ہیں، وہ یقیناً اس خبر سے بھی متاثر ہوں گے کہ ہر مسلمان اپنے مرتبے سے قطع نظر امام کے فرائض انجام دینے کا اہل ہے۔

(و) شاید یہ بات آپ کو سن کر حیرانی ہو کہ جنسی معاملات میں مسلمانوں کا ضابطہ آج کل بہت سے نوجوانوں کو مثبت طور پر متاثر کرتا ہے جو "اقدار کی قدامت پسندی" کے جدید نظریے کی جانب جھکاؤ رکھتے ہیں متعدد مغربی خواتین جو گلیوں، بازاروں میں سامان جنس کے طور پر مردوں کا نشانہ بننے کو توہین آمیز سمجھتی ہیں۔ ان مسلمان عورتوں کی مداح ہیں جن کا لباس اور رکھ رکھاؤ واضح اشارہ دیتا ہے کہ وہ کوئی ارزاں جنس نہیں ہیں، فحش لٹریچر اور فلموں، فیشن شو، حسن کے مقابلوں اور عریاں جنسی اشتہارات سے عورت کا استحصال کیا جا رہا ہے، اس صورت حال میں آزادی نسواں کی حامی بہت سی مغربی عورتیں بھی اب سمجھنے لگی ہیں کہ یہ مسلمان بہنیں بھی اسی مقصد یعنی عورت کے وقار کے لئے جدوجہد کر رہی ہیں اور وہ یہ کام زیادہ کامیابی سے انجام دے رہی ہیں۔

اسقاط حمل کے بارے میں مسلمانوں کے اس موقف کو کہ اس کی اجازت صرف اسی صورت میں دی جا سکتی ہے جب ماں کی زندگی خطرے میں ہو۔ "حامی حیات" مغربی حلقوں میں بڑی عزت کا مقام دیا جاتا ہے، یہ حلقے اس امر پر نالاں ہیں کہ کیتھولک بشپ بھی ہر طرح کی وجوہ کی بنیاد پر اسقاط حمل کی اجازت دینے لگے ہیں۔ یہ سمجھا جاتا ہے

کہ اسلام بچے کی زندگی کے حق میں واضح موقف کا حامل ہے۔

مغرب کی خاموش اکثریت ہم جنس پرستی کے خلاف بھی مسلمانوں کے موقف کا احترام کرتی ہے، یہ خاموش اکثریت مغرب کی نئی پالیسی کی مذمت کرتی ہے جس کے تحت ایک ہی جنس کے افراد کے درمیان تعلقات کو ایک طرز زندگی سمجھ کر قبول کرلیا گیا ہے۔ مغرب کے بہت سے دانشوروں کو خدشہ ہے کہ عوامی سطح پر ہم جنس پرستی کا مرتبہ بڑھانا جس میں ہم جنسوں کی شادیاں بھی شامل ہیں، انحطاط اور زوال تہذیب کی علامت ہے، یہ لوگ اس بات پر شرم محسوس کرتے ہیں کہ سان فرانسسکو میں شہر کے دو حصے ہم جنس پرستوں پر مشتمل ہیں، اس میں کوئی تعجب نہیں کہ ایسے لوگ مسلم رویے کو پسند کرتے ہیں جس کے تحت بظاہر "پیدائشی" ہم جنس پرستوں کو قابل رحم سمجھا جاتا ہے جبکہ ہم جنس پرستی کو زندگی کا معمول تسلیم کرنے سے انکار کیا جاتا ہے۔

مغرب میں بیک وقت دو انتہائی رویے نظر آتے ہیں، ایک جانب جنس سے مکمل اجتناب ہے تو دوسری جانب بے لگام جنسی آزادی اسی لئے مغرب کے صاحب نظر لوگ مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے متاثر ہیں جو جنسی جبلت کی حقیقت اور آدمی کی ضروریات کے بارے میں زیادہ متوازن اور بامعنی ہے۔ اسلامی شادی کے تقدس کو عیسائیت کی سی سطح پر نہیں لے جاتا بلکہ عقل سلیم کے مطابق یہ سمجھتا ہے کہ یہ معاہدہ غیر مستقل بھی ثابت ہو سکتا ہے اس کے ساتھ اسلام فریقین کے درمیان متاہل زندگی کو عبادت قرار دیتا ہے۔

(س) اقتصادیات کے میدان میں بھی اسلام کو باعثِ رحمت سمجھا جاسکتا ہے۔ پہلی نظر میں ربا کی ممانعت بے معنی اور ناقابل عمل لگتی ہے لیکن بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممانعت نجی کاروبار کو، جس پر سرمایہ دار[illegible] کی عمارت تعمیر کی گئی ہے تحفظ فراہم کرسکتی ہے جب سرمایہ بیشتر نقصان سے محفوظ کاروبار میں صرف کیا جانے لگتا ہے تو اسلام نفع و نقصان کی بنیاد پر کاروبار پر زور دیتا ہے اور سرمائے کے جمود کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

(ح) اسلام کے چند اور پہلو بھی مغربی لوگوں کے لئے کشش رکھتے ہیں جن میں صحت کے اعتبار سے رمضان کے روزے بھی شامل ہیں۔

لیکن آخری تجزیے میں یہ عوام مغرب اور مشرق کے درمیان سب سے زیادہ اہم اختلاف کی صورت میں سمٹ جاتے ہیں یعنی زندگی کی کوالٹی جس کے بارے میں مقدار اور معیار کے اعتبار سے دونوں کے رویے مختلف ہیں مغرب واضح طور پر مقداری پہلو کو اس حد تک عزیز رکھتا ہے کہ جب تک کسی چیز کی مقدار یا اس کے شمار کا تعین نہ کیا جائے۔ وہ اس کے نزدیک کسی قدر و قیمت کی حامل نہیں، فی الحقیقت مغرب میں ان مقدار سے انکار کا رجحان عام ہے، جن کی مادی مقدار (مادی پہلو) کا تعین نہیں کیا جاسکتا اور وہ صرف روحانی سچائیاں ہیں۔

اسلامی دنیا بیشتر مشرق نئی نئی اشیاء صرف کے استعمال سے حاصل ہونے والی خوشیوں کی طرف راغب ہے جو کہ ٹیلی ویژن کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ رہی ہیں، لیکن آج بھی اس خطے میں زندگی کی کوالٹی کے پہلوؤں کو مقداری پہلو کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، اسلام زندگی کی کوالٹی کو جس میں سکون قلب، فرصت، غور و فکر، دوست داری اور مہمان نوازی شامل ہیں خصوصی اہمیت دیتا ہے، یہ حقیقت مغرب کے بہت سے لوگوں کے لئے باعثِ توجہ ہونی چاہئے، جو احمقانہ مادیت سے خوفزدہ ہیں

(جاری)

سیرت نبوی پر اپنے طرز کی ایک منفرد کتاب

"چند دن نبی رحمت کے ساتھ"

● حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ العالی

چند دن۔ حیات مستعار سے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آپ کی سنت مطہرہ کے سایہ میں گذر جائیں تو یہ بڑا بار ہے یہی دل کی تمنا ہے اسی کی حسرت و آرزو ہے۔ یہی ایک مومن کا اثاثہ اور یہی اس کی دولت اور سرمایہ ہے۔ اس راز کو آشکار کرنے والے مولانا محمد الیاس ندوی نے محبت و فدائیت کے پھولوں کی ڈالی سجائی ہے جو اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سامنے پیش کی ہے۔

عزیز موصوف ایک جواں سال و جواں قلم مؤلف ہیں اور اس کے ساتھ جواں بخت بھی ہیں۔ انھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں صرف تعلیم ہی نہیں حاصل کی بلکہ مخدوم و مربی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی بھی حاصل ہے۔ حُبِ نبوی کی دولت ان کے حصہ میں آئی اور سیرت نبوی کے وسیع مطالعہ سے جو نقش ان کے ذہن پر اترا اس کو نوک قلم سے مجسم بنا کر ایک رسالہ کی شکل میں پیش کیا ہے جس میں مدینہ منورہ کی بستی کا ایک منظر ہے، کاشانۂ نبوت اور مسجد نبوی کا وہ نقشہ ہے جو تاریخ و سیر کی کتابوں میں ملتا ہے، کھجور کے تنوں اور پتوں سے بنا ہوا حجرۂ رسول کریم اور مٹی کے فرش اور گھاس پھوس کی چھت پر قائم مسجد نبوی پتھر اور کنکر سے تعمیر کیا ہوا چبوترہ محبت کی نگاہ میں ایک قصر سلطانی نہیں ہزاروں قلعوں سے زیادہ پر رونق ملا کر فلک بوس عمارتوں سے اونچا ہے وہ شہر جس میں "شہر خوباں" کا کاشانہ ہے جو آسمانی عظمت کا شامیانہ معلوم ہوتا ہے، وہ چبوترہ جس پر فاقہ کش و مفلوک الحال مزدور پیشہ صحابہ کرامؓ قیام پذیر تھے۔ تاریخ نے اس کو ایک عظیم دانشگاہ قرار دیا ہے۔ جس کا معلم معلم انسانیت آبروئے بشریت، امی لقب مگر پیکر دانش و حکمت تھا۔ اللہ کا ہزاروں سلام ہو اس کی ذات والاصفات پر۔

مولانا محمد الیاس ندوی استاد جامعہ اسلامیہ بھٹکل (کرناٹک) نے بہت حسین پیرائے میں، حسین اسلوب میں اور حسین طرز نگارش میں یہ مختصر کتاب مرتب کی ہے جو ضخیم کتابوں پر بھاری ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کا وہ حصہ آگیا ہے جو ایک متبع سنت کیلئے بیش بہا خزانہ ہے زبان شستہ بیان میں روانی اور اسلوب میں محبت کی دلآویزی ہے، عروس جمیل کے لئے جس لباس حریر لازمی ہے اسی طرح سرور کائنات کا ذکر، دل کی آواز، محبت کا نغمہ اور عشق کا جذبہ چاہتا ہے "چند دن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ" ایک سو صفحہ کا یہ کتابچہ عشق و محبت کا دیباچہ ہے، اور اس میں دعوت دین بھی ہے اور اپنے جذبۂ فدائیت کے تسکین کا سامان بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے مولانا موصوف نے پہلے ٹیپو سلطان کی سرفروشانہ زندگی اور باغیرت شخصیت پر ایک مکمل دستاویز تیار کی ہے اور احادیث نبویہ میں جن مقامات شہر اور عمارتوں کا ذکر آتا ہے، ان کو ارض الحدیث کے عنوان سے ایک ریسرچ کے طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جو عنقریب اسلامی کتب خانہ کی زینت میں اضافہ کا سبب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد الیاس ندوی کو ان بیش بہا خدمات کی انجام دہی کیلئے سلامت با کرامت رکھے۔

ناشر: مکتبۃ الحسنات ۱۳۴۱/۲۲ کوچہ چیلان دریا گنج نئی دہلی

ملنے کا پتہ: دارالعلم ۱۳، محمد علی روڈ بھٹکل ۵۸۱۳۲۰

یہ خدا کے رسولؐ کی بات ہے

● ڈاکٹر محبوب راہی

جو مہک رہا ہے جہاں تہاں اسی گل اسی پھول کی بات ہے
یہ خدا کے نبی کا ہے تذکرہ یہ خدا کے رسولؐ کی بات ہے
ہے قرآن خزینۂ بے بہا ہر اک حرف جس کا جہاں نماں
کوئی لفظ جس میں نہ بیش و کم نہ کوئی فضول کی بات ہے
سر عرش جو لکھا ہوا تھا دنیا و دیں سے وہی کیا
وہی خیر قدر سبک بات ہے وہی عرض و طول کی بات ہے
چلو ہاں چلیں کہ ادا ہی کب ہے عمل ہو ادب سے سر کو جھکا کے چل
ہے دیارِ نبیؐ کا معاملہ یہ درِ رسولؐ کی بات ہے

دعائے مغفرت

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ حدیث مولانا نیاز احمد صاحب کے بھائی کی اہلیہ کا ۱۰ / فروری ۲۰۰۲ء کو مئو میں اچانک انتقال ہوگیا

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

گوشۂ خواتین

ماہِ محرّم کی حقیقت

• عاتکہ ہاشم

شعائر اسلام کی حفاظت کرنا خصوصًا ان بڑی عبادات کی نگہداشت کرنا جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان عملیہ قرار دیا ہے اور جن پر اسلام کی عظیم الشان بنیاد رکھی گئی ہے، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج بیت اللہ شریف، معاشرے کے تمام افراد کی تربیت کرنا تاکہ وہ ان شعائر کا احترام کریں اور ان کی عزت وتوقیر بجالائیں، دلوں میں شعائر اسلام سے محبت رچ بس جائے اور مسلمانوں کو اخلاص وامانت کی تعلیم دینا ان کو صحیح اور مناسب انداز سے دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی ترغیب دینا اور جو افراد ان کے حقوق کو ادا کرنے میں کوتاہی سے کام لے رہے ہیں، ان کو تاکید کرنا اگرچہ یہ عبادات وشعائر خود بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور لوگوں کے دلوں کو ایمان سے منور کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں، لہٰذا جس طرح ماہِ رمضان کی لوگ تعظیم کرتے ہیں کیونکہ اس میں قرآن کریم نازل ہوا۔ اور اسی ماہ مبارک میں ایسی بابرکت رات ہے جو کہ ہزاروں راتوں سے افضل ہے، اس طرح محرم الحرام بھی ایسا مہینہ ہے جس میں عشرۂ محرم کی بڑی فضیلت احادیث نبویؐ میں آئی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہترین روزہ رمضان کے بعد محرم کا ہے اور بہترین نماز فرض کے بعد تہجد کی ہے، کسی نے آپؐ سے دریافت کیا یارسول اللہؐ عاشورا کے روزہ کی کیا فضیلت ہے آپؐ نے فرمایا: عاشورا کا روزہ گذشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اسی لئے آپؐ محرم کی دسویں کو خود بھی روزہ رکھتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ آپ تو یہودیوں کی مخالفت کرتے ہیں اور اس دن تو یہودی روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہودی اس لئے روزہ رکھتے ہیں کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ظلم سے نجات ملی اور موسیٰ علیہ السلام ہمارے بھی نبی تھے لہٰذا ہم زیادہ حقدار ہیں کہ اس دن روزہ رکھیں، لیکن یہودی ایک روزہ رکھتے ہیں۔ اگر میں آئندہ سال حیات رہا تو انکی مخالفت میں دو روزے رکھوں گا۔

یوم عاشورا کی بہت سی خصوصیات جہاں انبیاء علیہم السلام کی طرف نسبت رکھتی ہیں وہیں عاشورا کے دن نواسۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بھی واقعہ پیش آیا۔ لیکن افسوس کہ لوگوں نے اس میں بدعات وخرافات نکال لی ہیں جو ناواقفیت کی بنا پر اسلام کے ساتھ چسپاں ہوگئی ہیں جن کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے، اہل سنت والجماعت کا ان بدعات وخرافات سے کسی بھی نوع کا تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اسلامی شریعت میں حادثہ کربلا کے سلسلہ میں کوئی ہدایت موجود ہے۔ مگر جیسے جیسے دور رسالت سے دوری ہوتی گئی بہت سے غیر شرعی مراسم مسلمانوں میں پیدا ہوتے گئے رافضیوں کی کوششوں اور ان کے اثرات کے باعث ماہ محرم میں بہت سی بدعتیں مسلمانوں میں پھیل گئیں اگر اس سلسلہ میں ماضی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو واقعہ کربلا کے تقریبًا تین ساڑھے تین سو سال تک بھی مروّجہ رسوم وبدعات کا کوئی وجود نہ تھا، چنانچہ تعزیہ رکھنا، ماتم کرنا، نوحہ کرنا، گریہ وزاری کرنا اس ماہ میں شادی بیاہ کو منحوس سمجھنا یہ سب شیعوں کے عقائد وخیالات کے سبب سے ہیں اور شیعوں نے ان افعال شرکیہ میں ناواقف سُنّیوں کو بھی شریک کرلیا ہے وہ بھی حضرت حسینؓ کی محبت میں آکر بری اور غیر شرعی باتوں کا شکار ہوگئے ہیں، جبکہ احادیث نبویہ آثار صحابہؓ اقوال سلف صالحینؒ ماتم حسینؓ اور کربلا کی یادگار قائم کرنے والوں کے بارے میں سخت مخالف رہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی أهل الجاهلية، جو رخساروں کو پیٹے، گریبان چاک کرے اور دور جاہلیت جیسی نوحہ خوانی کرے اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسی طرح نہج البلاغۃ جو شیعوں کی مستند کتاب ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت حسنؓ وحسینؓ کی شہادت کے بعد خاندان کے کسی فرد نے آہ وبکا، نوحہ خوانی اور اس طرح کے غلط رسومات کو فروغ نہیں دیا ہے،

ہمارا مقصد ان ناواقف سنی عوام کی اصلاح ہے جو تعزیہ داری کرتے ہیں یا شیعوں کی ماتمی مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں اور محرم کی دیگر رسموں کو مناتے ہیں اگر آپ امت کے فتاویٰ پر نظر کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امت کے

مختلف عقائد و خیالات رکھنے والے عالموں میں
سے کسی نے بھی ان مراسم کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ
بعض نے ناجائز بعض نے مکروہ تحریمی اور اکثر
نے حرام اور مشرکانہ فعل لکھا ہے۔ نہایت
افسوسناک بات ہے کہ شیعوں کی دیکھا دیکھی
یا باہمی رواداری اور مصلحت پسندی میں ان
کاموں کو کیا جائے جن کا دین سے ذرہ برابر
بھی کوئی تعلق نہیں ہے حضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لوجاز ان یتخذ یوم موتہ یوم مصیبۃ
لکان یوم الاثنین اولیٰ بذالک اذا
قبض اللہ تعالیٰ نبیہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم وکذالک ابوبکر الصدیق
قبض فیہ"

اگر حسینؓ کی یوم وفات کو یوم ماتم کہنا جائز
ہوتا تو اس سے کہیں زیادہ حقدار دوشنبہ کا دن
ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات فرمائی اور اسی دن
حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوئی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ارشاد ہے کہ محرم میں
تعزیہ بنانا اور بناوٹی قبر بنانا ان پر منت چڑھانا
اور ربیع الثانی کے مہینے میں مہندی روشن کرنا
اور اس پر منتیں چڑھانا شرک ہے (فتاویٰ عزیزیہ ص۱۴۱)
درحقیقت ماتم اور گریہ وزاری ہر حالت میں منع
ہے جیسا کہ حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو غسل دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ یا رسول اللہ اگر
آپ نے ہمیں چیخنے چلانے سے منع نہ کیا ہوتا
تو آج ہم آپ کی وفات پر اتنا روتے کہ بدن
کی تمام رطوبت ختم ہو جاتی۔

بے شک سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی شہادت کا واقعہ تو ہمیں اعلیٰ درجہ کا سبق
دیتا ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اسے گمراہی
کا ذریعہ بنالیا صحیح حدیثوں سے صرف اتنا ثابت
ہے کہ اس ماہ میں روزے رکھنا چاہیئے، تعزیہ کا
حکم نہ تو قرآن مجید میں ہے اور نہ حدیثوں میں ہے
نہ صحابہؓ نے ایسا کیا نہ تابعین اور نہ چاروں اماموں میں
سے کسی نے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت
سنہ ۶۱ھ میں ہوئی اس کے انیس سال بعد
سنہ ۸۰ھ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے
اور سنہ ۱۵۰ھ میں انتقال ہوا۔ لیکن ستر سال
کی عمر میں کسی محرم میں نہ آپ نے تعزیہ داری
کی اور نہ اس کا حکم دیا۔ تحقیق کرنے سے معلوم
ہوتا ہے سنہ ۳۴۱ھ میں تعزیہ داری اور ماتم
کا رواج "معز الدولہ" حاکم عراق کے حکم سے جاری
کیا گیا۔ دسویں محرم کو تمام بازار بند کرکے ماتم
کرنے کا حکم حکومت کی طرف سے دیا گیا اور
ہندوستان میں یہ بدعت امیر تیمور لنگ
(جو مذہباً شیعہ تھا) کے زمانہ میں سنہ ۸۰۱ھ سے
شروع ہوئی اور سنہ ۹۶۲ھ میں ہمایوں بادشاہ
بیرم خاں کو بھیج کر چھیالیس ۴۶ تولہ کا زمردیں تعزیہ
منگوایا۔ یہ ہے پہلا تعزیہ جو ہندوستان
میں آیا پھر یہ رسم چل پڑی اور شیعوں کی اس
تعزیہ پرستی میں بھولے بھالے سنی حضرات
بھی پھنس گئے۔ تب سے اب تک یہ رواج
ترقی پذیر ہے

افسوس صد افسوس کہ فرقہ روافض کے
نقل میں بھولے بھالے اکثر مسلمانوں نے
اپنے کردار کو پست سے پست تر کر لیا اور حضرت
حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیتؓ کی
تحقیر اور تذلیل کو اپنا نصب العین بنالیا اور اس
طرح محبت حسینؓ و اہل بیت کا دعویٰ کرتے
ہیں جو کہ غیر اسلامی فعل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمَن يَبْتَغِ
غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ
فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ" (سورہ آل عمران)
(یعنی جو بھی اسلام کے سوا کوئی اور طریقہ اختیار کریگا
اس کو قبول نہ کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں خسارہ
اٹھانے والوں میں سے ہوگا)

بہر حال تعزیہ کو شرک و بدعت کہنے
اور اس کو گمراہ کن مذہبی رسم قرار دینے میں
سارے علماء (باوجود دوسرے نظریاتی اختلافات
کے) متفق ہیں۔ (باقی ص۱۵ پر)

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

س :۔ ایک شخص نے زندگی میں کبھی نماز نہیں پڑھی تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

ج :۔ ہاں اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

س :۔ کیا ایک شخص بیماری کے سبب بیٹھ کر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے ؟

ج :۔ مجبوری کے سبب نماز جنازہ بیٹھ کر پڑھنا درست ہے۔

س :۔ موت کی تمنا کرنا شرعاً کیسا ہے ؟

ج :۔ کسی بیماری، تنگ دستی یا دنیاوی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا کرنے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ گنہگار ہو تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے گا اور اگر نیک ہوگا تو مزید نیک اعمال کرے گا۔ (بخاری ومسلم)

س :۔ کیا موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھنے کے بارے میں روایت سے ثبوت ہے؟

ج :۔ روایت سے اس بات کا ثبوت ہے کہ موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھنا چاہیے حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبیؐ کو وفات سے تین روز پیشتر یہ فرماتے سنا ہے کہ سنو تم میں سے کسی کو موت نہ آئے۔ مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنے والا ہو۔

س :۔ کیا عورتیں جنازہ اٹھا سکتی ہیں ؟

ج :۔ نہیں! جنازہ خواہ مرد کا ہو یا عورت کا۔ اسے صرف مرد اٹھائیں گے، عورتیں نہیں اٹھائیں گی۔

س :۔ میت کو غسل دینے کا شرعاً کیا ثواب ہے ؟

ج :۔ حضرت معاویہ بن خدیجؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا جس شخص نے کسی میت کو غسل دیا اسے کفن پہنایا اور اس کے جنازہ کے ساتھ گیا تو وہ اس طرح لوٹتا ہے کہ اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں (احمد)

س :۔ میت کو قبر میں اتارتے وقت کون سی دعا پڑھنا چاہیے ؟

ج :۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت کو قبر میں رکھو تو یہ دعا پڑھو۔ بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ (نسائی)

ترجمہ : اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ کے رسول کی ملت پر

س :۔ جاں کنی کے وقت مرنے والے کے قریب سورۂ یٰسٓ پڑھنے کے بارے میں کیا حدیث سے کوئی ثبوت ہے ؟

ج :۔ ہاں! ایسا کرنا مستحب ہے حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ یٰسٓ قرآن کا دل ہے، کوئی شخص اسے اللہ کی رضامندی اور آخرت (کی نجات) حاصل کرنے کی نیت سے تلاوت کرتا ہے تو ضرور بخش دیا جاتا ہے، اس کی اپنے مردوں پر تلاوت کرو۔ (احمد، ابو داؤد، نسائی)

س :۔ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں

ج :۔ احناف کے یہاں شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا لیکن اس کی نماز جنازہ ہر میت کی طرح پڑھنا ضروری ہے

اعلان ملکیت ودیگر تفصیلات فارم ۴ رول ۸

مقام اشاعت : مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء بادشاہ باغ لکھنؤ

مدت اشاعت : پندرہ روزہ

مدیر مسئول : شمس الحق ندوی

قومیت : ہندوستانی

پتہ : دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

پرنٹر پبلشر کا نام : اطہر حسین

قومیت : ہندوستانی

پتہ : ۱۲ رمضان پلی متصل حرا پبلک اسکول رنگ روڈ دوبگا۔ پوسٹ کاکوری لکھنؤ

مالک کا نام : مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

میں اطہر حسین تصدیق کرتا ہوں کہ متذکرہ بالا امور میرے علم ویقین سے صحیح ہیں۔

حیدرآباد میں دو علمی تقریبات

میں

ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی شرکت

رپورٹ: ———— نمائندہ تعمیر حیات

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی میموریل سینٹر اور المعہد الاسلامی حیدرآباد کی دعوت پر ندوۃ العلماء سے ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ اور استاذ دارالعلوم مولانا نذرالحفیظ ندوی نے حیدرآباد کا سفر کیا تاکہ اول الذکر کی جنرل لائبریری کے افتتاح اور ثانی الذکر کی نئی عمارت کے سنگ بنیاد کی تقریب میں شرکت کرسکیں چنانچہ مورخہ ۱۷ فروری کی شام کو میموریل سینٹر کی لائبریری کا افتتاح ہوا، اور ۱۸ فروری کی دوپہر کو المعہد الاسلامی کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

۱۷ فروری کی شام کو مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی میموریل سینٹر کی لائبریری کے افتتاح کے موقع پر حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ نے خطاب فرمایا اور لائبریری کے قیام کو ذہن سازی اور دعوتی مقاصد کی تکمیل کیلئے ایک مفید قدم قرار دیا۔ مولانا نذرالحفیظ ندوی نے مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی اس دلچسپی کا ذکر کیا جو ملت اسلامیہ کے افراد کے ذہن کو اسلام کی تعلیمات پر گامزن ہونے اور اس کے راہ اعتدال پر واپس لانے کیلئے لٹریچر کی اشاعت کو ذریعہ بنائے ہوئے تھی، یہ بہت اچھی بات ہے کہ مولانا کے نام سے موسوم یہ سینٹر یہ اہم کام انجام دے رہا ہے۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اس لائبریری کا افتتاح کرتے ہوئے توجہ دلائی کہ لٹریچر اور ذرائع ابلاغ کو موجودہ زمانہ میں جس طرح ایک فعال ذریعہ بنالیا گیا ہے اور اس کے ذریعہ جو اثرات ڈالے جاتے ہیں وہ بہت زیادہ کارگر ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعہ ذہنوں میں انقلاب لایا جاتا ہے مولانا نے مستشرقین اور مغرب کے مفکرین کی علمی و تحقیقی جدوجہد کا ذکر کرتے بتایا کہ یہ لوگ اپنی ان صلاحیتوں سے کام لے رہے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مسلسل مہم چلا رہے ہیں، مسلمانوں کا جدید تعلیم یافتہ، جدید طرز پر لکھی ہوئی کتابوں سے متاثر ہوتا ہے اور خود اپنے مذہب سے بدگمانی میں مبتلا ہوجاتا ہے بلکہ اس کا دشمن بن جاتا ہے، ضرورت ہے کہ مفید اور طاقتور صالح تعمیری لٹریچر کی تیاری سے ان شکوک کا ازالہ کیا جائے جو مغرب کی شک آفریں تہذیب و ثقافت نے عالمگیر پیمانے پر پیدا کردیا ہے، مولانا نے فرمایا کہ ہم کو امت کے افراد کو ایسا لٹریچر دینے اور اس کو اسلام کی طرف راغب کرنے کی ضرورت ہے جو مضر اثرات کا مداوا کرسکیں اور مفید اثرات پیدا کرسکیں، مولانا نے امید ظاہر کی کہ یہ کام اس لائبریری کے ذریعہ بخوبی انجام پائے گا یہ ہمارے دور کی بنیادی ضرورت ہے۔

میموریل سینٹر کے ذمہ دار جناب غلام محمد صاحب انجینئر نے شکریہ ادا کیا، مولانا سید راشد نسیم نے جلسہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور ندوۃ العلماء کے وفد کو خوش آمدید کہا۔

۱۸ فروری کو ٹولی چوکی کے مقام پر المعہد الاسلامی کے نئے کیمپس کی سنگ بنیاد کے موقع پر جو جلسہ ہوا اس کو مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ، مولانا نذرالحفیظ ندوی اور مفسر قرآن مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ نے خطاب کیا، جلسہ کے آغاز میں معہد کے ناظم مولانا سید راشد نسیم ندوی نے درسگاہ کا تعارف کراتے ہوئے اس کے اغراض و مقاصد اور عزائم پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ آج مولانا علی میاں علیہ الرحمہ ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن آپ کی فکر اور آپ کا مشن باقی ہے آپ کی یہ دوری قالب کی دوری تو ہوسکتی ہے لیکن قلب کی دوری نہیں، چنانچہ اسی وجہ سے ہم لوگوں نے اس مرکز کو قائم کیا ہے تاکہ یہاں سے حضرت مولانا کی مختلف الجہات، علمی، اصلاحی، تبلیغی اور دعوتی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکیں آپ کی تصانیف کی نہ صرف نشر و اشاعت بلکہ علاقائی زبانوں میں ان کی منتقلی کا کام کیا جائے گا۔ المعہد الاسلامی کے ناظم نے مزید کہا کہ درسگاہ دراصل ندوۃ العلماء کے نصاب اور نقطۂ نظر اور اس کے نصاب سے ہم آہنگی کے ساتھ قائم کی گئی ہے، یہ ادارہ اس علاقہ و شہر میں ندوۃ العلماء کا نمائندہ ادارہ ہوگا۔ اور ان تعلیمی اور تربیتی مقاصد کو پورا کرے گا، جن کو ندوۃ العلماء نے آج سے ایک صدی قبل ہی سے اپنایا تھا اور اس کے تحت نئی نسل کی تعلیم و تربیت کا فرض وقت کے تقاضوں اور مسلمانوں کو ملی زندگی کے مطالبات

سامنے رکھ کر انجام دیا۔ اس درسگاہ نے ندوۃ العلماء کے نصاب اور نظام کو اپناتے ہوئے کام کرنے ارادہ کیا ہے اور ہم کو اس بات پر یقین ہے کہ ملت اسلامیہ کے لئے جدید دور میں ایسے ہی جامع نقطۂ نظر کے مطابق یہ کام انجام دے گا۔ اس نے اپنے پیش نظر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے کام اور پیغام کو رکھا ہے۔ اس کی روشنی میں یہ ادارہ آگے بڑھے گا۔ اور انشاء اللہ یہ جنوبی ہند کے اس علاقہ کی اہم ضرورت کی تکمیل کا ایک ذریعہ ثابت ہوگا۔ ناظم المعہد الاسلامی نے بتایا کہ الحمدللہ اس علاقہ کے اہل فکر حضرات سے پورا تعاون مل رہا ہے

مولانا عبدالکریم پاریکھ اور مولانا نذر الحفیظ ندوی نے ذمہ داران ادارہ کے ان نیک مقاصد اور ارادوں کی تحسین کی اور اس بات کی پوری تائید کی کہ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے تعلیم و تربیت اور ارشاد و دعوت کے کاموں کیلئے جس فکر مندی اور جذبۂ عمل کا ثبوت دیا اور جو حکیمانہ انداز اختیار فرمایا اور جس طرح مخلصانہ خدمات انجام دیں اس نے ہم سب کے لئے بڑی مفید راہ عمل تعین کر دی ہے ہم کو اب اس راہ پر چل کر دین و ملت اور ملک و قوم دونوں کی خیر خواہی کا ثبوت دینا ہے۔ ان دونوں حضرات نے امید ظاہر کی کہ یہ ادارہ اس علاقہ میں اپنی انفرادیت اور افادیت کا ثبوت فراہم کرے گا۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ ندوۃ العلماء کو ایک سو سال سے زیادہ ہو چکے ہیں اس کے عظیم بانیوں نے اسی وقت محسوس کر لیا تھا کہ مغربی علم و تمدن نے ملت اسلامیہ کے لئے نئے چیلنج کھڑے کر دیئے ہیں۔ ان کے مقابلے کے لئے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہے ان کو مسلمانوں کی دینی درسگاہوں کو قبول کرنا چاہیئے اور ملت کو مغرب کی ذہنی غلامی سے بھی بچانا چاہیئے۔ اس کے لئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے کردار اور اپنے فکر و عمل سے اس کی عملی مثال پیش کی کہ ایک طرف تو علوم دینیہ میں وہ پختگی ہو کہ ملت کو اس کی ضرورت کے لئے ممتاز و لائق علماء تیار ہوں دوسری طرف ہمارے یہ علماء زمانہ کے رخ اور اس کے تقاضوں کو سمجھیں اور اس کیلئے ضروری وسائل اختیار کریں، تیسرے یہ کہ باطل طاقتوں نے اسلام اور ملت اسلامیہ کو جس طرح اپنے معاندانہ ذہنی رجحانات کا نشانہ بنایا ہے اس کا مقابلہ کر سکیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے کو ان مختلف پہلوؤں میں ہی کو شاں بنایا۔ چنانچہ ایک طرف انھوں نے علوم دینیہ کی اعلیٰ تحصیل کا کام بھی کیا دوسری مغرب کے اسلام مخالف ذہن کے اثرات کو روکنے اور ختم کرنے کے لئے تصنیف و تالیف اور خطابت و گفتگو کے ذریعہ مفید ترین خدمت انجام دی، دوسری طرف پورے عالم اسلام میں اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہونچانے والے ذہن کے اثرات کو روکنے اور ختم کرنے کیلئے اپنی علمی، ادبی صلاحیتوں کو پوری طرح استعمال کیا۔ اور تصنیف و تالیف اور خطابت و گفتگو کے ذریعہ بڑی خدمات انجام دیں اور اس کام کے لئے اہل اور قابل افراد تیار کرنے کی طرف پوری توجہ دی۔ یہ بڑی مسرت کی بات ہے کہ حیدرآباد میں جو مسلمانوں کا ایک اہم شہر اور ان کے تہذیبی و ثقافتی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے ایک ایسا ادارہ قائم کیا ہے جو ندوۃ العلماء کے عظیم مقصد اور طریقۂ کار کو اپنے لئے نمونہ بنا کر کام کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ جس کے لئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت ایک قابل تقلید مثال ہے میں ندوۃ العلماء کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ ندوۃ العلماء کی طرف سے جو ممکنہ تعاون ہے انشاء اللہ اس کو دیا جائے گا۔

امیر جماعت تبلیغ جناب نعیم اللہ خاں صاحب کی دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ اس کے فوراً بعد مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی مدظلہ نے سنگ بنیاد رکھا۔

حیدرآباد آمد کے پہلے ہی دن دارالعلوم سبیل السلام میں ماحولیات کے موضوع پر ایک سمپوزیم کے انعقاد کا پروگرام ہوا جس میں مہمان خصوصی پروفیسر ڈاکٹر شمیم جیراجپوری وائس چانسلر مولانا آزاد یونیورسٹی تھے جلسہ سے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب اور مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ نے خطاب کیا۔ آغاز میں ناظم دارالعلوم سبیل السلام مولانا محمد رضوان القاسمی نے ماحولیات کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کی اور شرکائے مجلس کا تعارف کرایا۔

حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی مدظلہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ سائنسی انکشافات ایجادات اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کی ربوبیت و خالقیت کا مظہر ہیں، خدا کی اس کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیاں اور پورا آسمانی و زمینی نظام اس کے وجود اور صناعی کا واضح ثبوت ہیں سائنسی تحقیقات اور مختلف علوم و فنون کی ترقی سے انسانیت کی صلاح و فلاح اور ترقی و بہبودی مقصود ہو تو اس کے بہترین نتائج سامنے آتے ہیں اور اگر ان علوم و فنون کو تخریبی مقاصد کے تابع بنایا جائے۔ تو اس سے انسانیت تباہ و برباد اور نظام عالم فساد و انتشار سے دوچار ہو جاتا ہے صدر اجلاس نے ماحولیات و سائنس اور اسلامی نقطۂ نظر پر اپنی جامع اور مؤثر تقریر میں بتایا کہ اللہ کے دین اور شریعت سے منھ موڑ کر انسان زندگی گزارے تو پھر اس کی تمام تر علمی و سائنسی ترقیاں بے سود ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان، سورج و چاند اور کائنات کی

تمام چیزیں انسان کے فائدے کے لئے بنائی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ تمام سائنسی ایجادات مخلوق کی نفع رسانی کیلئے استعمال ہوں اگر اس سے ذاتی انحراف پایا جائے گا تو یہ نظام فطرت سے بغاوت متصور ہوگا. مولانا نے مزید کہا کہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے ماحول کو صاف بنائیں اور اعلیٰ انسانی و اخلاقی اقدار کو اپنائیں. انسانی ہمدردی اور تعاون کی فضا قائم کریں اور حقوق کی ادائیگی کرتے ہوئے صاف ستھری زندگی گذاریں تو ایک معقول و معتدل اور صحت مند معاشرہ وجود میں آسکتا ہے اور انسانوں کو انسانیت نواز ماحول اور شریفانہ سماج پیش کر سکتا ہے اور اس کے نتیجہ میں دنیا و آخرت کی سربلندی نصیب ہو سکتی ہے اس طرح کی مثال معاشرے کی تشکیل نہ صرف انسانوں بلکہ حکومتوں کی بھی ذمہ داری ہے .

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ .

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد پہلی بار حیدرآباد تشریف لائے تھے اسلئے بڑا رجوع رہا ہر طرف سے اصرار تھا کہ ان کے یہاں پروگرام ہو، اور انھیں بھی استفادے کا موقع دیا جائے اتنے بڑے شہر کیلئے تین دن کا وقت یہاں کے لوگوں کے شوق و تمنا کی تکمیل کیلئے ناکافی تھا. اسی بنا پر دونوں وقت پروگرام ہوتے رہے. اتوار ۱۸ فروری کو شام انسانیت کا جلسہ بعد مغرب پرکاشم ہال گاندھی بھون میں رکھا گیا. جہاں بڑی تعداد میں مسلم اور غیر مسلم حضرات موجود تھے، سرکاری افسران بھی تھے. مولانا اس جلسہ میں مہمان خصوصی تھے مولانا محمد رضوان القاسمی نے جلسہ کے مقاصد پر روشنی ڈالی. انیس چشتی صاحب نے پیام انسانیت کے پلیٹ فارم کے تحت ہونے والے جلسوں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اس مشن سے تعلق پر مؤثر انداز میں روشنی ڈالی. اور اس وقت اس طرح کے جلسوں کی جو اہمیت ہے اس کو واضح کیا حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ نے اپنے مختصر مگر جامع تقریر میں فرمایا کہ "آج کے دور میں انسان شعور و احساس سے عاری ہو گیا ہے وہ صرف اقتدار تعصب اور دولت کے حصول کیلئے سرگرداں ہے لیکن وہ بے خبر ہے کہ اس کے خود غرضانہ رویہ سے انسانی سوسائٹی پر کتنے مضر اثرات مرتب ہو رہے ہیں، مولانا نے ملک کے موجودہ حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت یہ ملک جنگل بنتا جا رہا ہے اسے پھر سے باغ بنانے کی ضرورت ہے، انسان سے جب بھی انسانیت کی بات کی جاتی ہے تو وہ سنتا ہے اور اس کا اثر لیتا ہے. مولانا نے اس ملک کو ایسی کشتی سے تشبیہہ دی جس کے اپر اور لور کلاس میں دونوں طبقوں میں رہنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کشمکش کی سلامتی کی فکر کریں اور مشترکہ طور پر کوشش کر کے اس کو منزل مقصود تک پہونچائیں. اس کیلئے ضرورت ہے کہ ہم سب مشترکہ حکمت عملی اختیار کریں . رشوت ستانی اور بدعنوانی کو سب مل کر ختم کریں اور ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی کو ختم کر کے باہمی ہمدردی اور تعاون کی فضا پیدا کرنا ہوگا .

قیام حیدرآباد کے آخری دن ممتاز عالم دین مولانا حمید الدین عاقل حسامی کے زیر اہتمام چلنے والے دار العلوم کے اساتذہ و طلبہ سے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے خطاب کیا. انھوں نے اپنے خطاب "علم کی اہمیت اور علماء کی ذمہ داریوں" پر روشنی ڈالی اور مدارس کے کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ مدارس سارے عالم کے لئے پاور ہاؤس کی حیثیت رکھتے ہیں. اگر یہ مدارس نہ ہوں تو اسلام کا تحفظ مشکل ہو جائے، اور نئی نسل کے دین و ایمان کی حفاظت خطرے میں پڑ جائے. جامعہ کے معتمد جناب محمد رحیم الدین انصاری اور مولانا نور الدین اعظمی نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا.

مولانا مدظلہ نے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے زیر نگرانی چلنے والے اس ادارہ المعہد العالی کا بھی معائنہ کیا اور اس میں "دینی دعوت اور عصر حاضر میں اس کی اہمیت" پر خطاب فرمایا.

تبلیغی مرکز ملے پلی کی شاندار اور وسیع مسجد میں بعد نماز مغرب مولانا مدظلہ نے خطاب فرمایا جس میں اچھے مسلمان بننے اور دوسروں تک دعوت کو پہونچانے اور نئی نسل کے ایمان کی فکر پر زور دیا.

۱۹ فروری کی شام کو حضرت مولانا کی قیادت میں یہ وفد بنگلور روانہ ہو گیا جہاں اس وفد نے تین دن کا انتہائی مصروف وقت گذارا. یہ وفد میسور بھی گیا.

(سفر بنگلور و میسور کی رپورٹ آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں.)

دعائے مغفرت

دار العلوم ندوۃ العلماء سے گذشتہ سال فارغ ہونے والے ایک طالب علم عبد السلام کے والد جناب عبد السبحان صاحب (مٹیا برج کلکتہ) کا ۲۲ ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۷ فروری ۲۰۰۶ء کی صبح بعد نماز فجر انتقال ہو گیا.

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ .

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے .

ندوۃ العلماء کے ہونہار طالب علم محمد زبیر بھٹکلی کا انتقال

عبدالعلیم الخطیب بھٹکلی

۲۸ر ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۳ر فروری ۲۰۰۱ء کی شب میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ہونہار طالب علم حافظ محمد زبیر ندوی بھٹکلی کا اچانک انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ان کا تعلق بھٹکل کے ایک مشہور خاندان سے تھا۔ ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن کی تکمیل دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ایک مشہور شاخ جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں ہوئی۔ پھر اگلے مراحل کی تکمیل کیلئے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے اور یہاں کے معہد خصوصی سے اپنا علمی سفر شروع کیا عالیہ رابعہ تک آٹھ سال کے عرصہ میں عالمیت مکمل کی اس دوران ایک سال کا عرصہ انھوں نے لکھیم پور میں واقع ندوہ کی ایک شاخ میں گزارا ندوہ میں قیام کے دوران طلباء اور اساتذہ سے ان کا بہت مخلصانہ ربط رہا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمہ اللہ کی حیات میں برابر ان کی مجلسوں میں شرکت کرتے اور ان کی باتوں کو نوٹ کرکے دوسروں کو سناتے رہتے تھے، ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کرنے والے اپنے ہم وطن طلباء کو بھٹکل سے ندوہ کے آنے اور واپس لے جانے نیز نئے طلباء کی داخلہ کی کارروائیوں کو مکمل کرنے کا کام اپنی ذمہ داری سمجھ کر انجام دیتے تھے اسی طرح چھٹیوں میں جب گھر جاتے تو محلہ کے لوگوں سے ملاقات کرنا نوجوانوں کو جوڑنا مکاتب و مدارس کا جائزہ لینا، دعوتی کام میں حصہ لینا ان کا معمول بن گیا تھا۔ اکثر و بیشتر اپنی چھٹیوں کا کچھ حصہ دعوت و تبلیغ کی محنت میں لگادیتے تھے۔ ندوہ میں تعلیم کے ساتھ ساتھ یہاں کی دوسری علمی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور دوسروں کی بھی ہمت افزائی کرتے تھے، عالیہ رابعہ کی تکمیل کے بعد امسال وقت کی کمی کے باعث فضیلت ثانی میں بخاری شریف وغیرہ کی سماعت کی خصوصی اجازت لی تھی اور قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں سے اپنے دل و دماغ کو معطر و منور کر رہے تھے کہ اچانک وقت موعود آپہونچا سیرت کی کتاب "نبی رحمت" کا مطالعہ کرتے ہوئے فوراً جان جان آفریں کے سپرد کردی اور ہم سے رخصت ہوگئے۔ نماز جنازہ ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے پڑھائی اور تدفین تک خود مع تمام اساتذہ وذمہ داران کے مکمل طور پر سامنے رہے۔ انتقال کے وقت مولانا مدظلہ بنگلور میں تھے فون سے اطلاع دی گئی تو وہیں سے ان کے والد سے رابطہ قائم کرکے تعزیت کی بنگلور سے اسی دن براہ بمبئی واپسی تھی چنانچہ نماز جنازہ کے وقت لکھنؤ پہنچ گئے تھے معتمد تعلیم مولانا عبداللہ عباس ندوی اور مہتمم دارالعلوم مولانا سعیدالرحمن اعظمی ندوی نے بھی فون پر ان کے والد صاحب سے تعزیت فرمائی۔

دوسرے دن بعد نماز عشاء دارالعلوم کے ہوسٹل رواق عبدالحی کے وسیع ہال میں طلبہ کی طرف سے مرحوم کی یاد میں تعزیتی جلسہ بھی منعقد ہوا جس میں طلباء کے علاوہ مختلف اساتذہ کرام وذمہ داران خصوصاً مولانا عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء اور مولانا سعیدالرحمن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، نے بھی شرکت فرمائی اور اپنے اپنے جذبات واحساسات کا مختلف انداز میں اظہار کیا اور مرحوم کے نمایاں اوصاف وکردار، اخلاص وللّٰہیت، تواضع وخاکساری کا ذکر فرماتے ہوئے ان کے انتقال کو اہم سانحہ قرار دیا جلسہ میں مولانا نذرالحفیظ صاحب ندوی، مولانا محمد خالد صاحب غازی پوری ندوی ومولوی محمد امین ندوی، مولوی عبدالسلام ندوی نے بھی اپنے تأثرات بیان کئے۔ اس دن دارالعلوم میں چھٹی کردی گئی تھی۔ طلباء پر اپنے ایک مخلص دوست کی جدائی کا غیر معمولی اثر تھا۔ اساتذہ وطلبہ کے علاوہ دارالعلوم کے احاطہ میں رہنے والے سبھی ملازمین اور دوکانداروں نے بھی جنازہ اور تدفین میں شرکت کی۔ شہر کے لوگ بھی اچھی خاصی تعداد میں آگئے تھے، خاص طور سے ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب جن کو ندوہ اور اہل ندوہ سے گہرا تعلق ہے۔ اپنی معذوری کے باوجود جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

پانی اور طلاق

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے پانی مانگا، وہ پیالے میں پانی لائی، ابھی وہ لا ہی رہی تھی کہ کسی بات پر رنجیدہ ہوکر اس کے شوہر نے کہا میں یہ پانی نہیں پیوں گا۔ اگر میں اس پانی کو پیوں تو تجھے طلاق، اور اگر تو پئے تو طلاق، اور اگر اس پانی کو کوئی دوسرا پئے تو طلاق، اور اگر زمین پر بہائے تو طلاق، وہ عورت بے چاری بہت پریشان ہوگئی کہ اب طلاق سے بچنے کی کوئی صورت نہیں، اس مسئلہ کو لیکر وہ عورت حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس گئی اور پورا واقعہ بیان کیا، امام صاحب نے فرمایا فوراً جاؤ اور اس پیالہ میں کپڑا ڈال کر پانی کو اس کپڑے میں جذب کرکے اسے دھوپ میں سکھادو۔ اس طرح طلاق نہیں پڑے گی۔

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے !

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: میری تمام سرگذشت (سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ)
مصنف: ڈاکٹر محمد نفیس حسن، متوسط حجم ۱۹۱ صفحات، کاغذ سفید اور قیمتی، قیمت ۱۲۵/روپئے
ملنے کا پتہ: ۔ ۲۵۴۵/دوسری منزل، تراہا بہرام خاں، دریا گنج۔ دہلی ۲

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوت و نشاط کے زمانہ تک دہلی میں فراش خانہ کے اس مکان میں قیام فرمایا کرتے تھے جس میں ان کے چچازاد بھائی جناب مولانا سید ابو بکر حسنی صاحب مقیم تھے، یہ گھر حضرت کے خاندان کے افراد سے ہمیشہ آباد رہا اور یہاں آکر تمام اہل علم اعیان شہر، اور طالبان علم حضرت سے ملاقات کیلئے آیا کرتے تھے۔ مولانا سید ابو بکر حسنی صاحب سے قریب ترین نوجوانوں میں اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر محمد نفیس حسن بھی تھے جو اس وقت نوجوان طالب علم تھے، بلند ڈگریاں انھوں نے بعد میں حاصل کیں مگر سب سے بڑی ڈگری، سب سے بڑا اعزاز اور دنیا و آخرت میں سرخرو رکھنے والی خوبی یہ ہوئی کہ ان کا حضرت مولانا سے عقلی، ذہنی، اور دینی اعتبار سے تعلق ہوگیا۔ حضرت کا کوئی سفر دہلی کی طرف ہوتا ان کو اطلاع دی جاتی۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ حاضر باش رہنے کی کوشش کرتے اور جس طرح حضرت کے افراد خاندان کے نوجوان عقیدت و نیاز مندی، محبت و سرگرمی کے ساتھ پیش خدمت رہتے بعینہ اسی طرح محمد نفیس حسن صاحب بھی رہا کرتے تھے۔

حضرت کی وفات (۲۲/رمضان ۱۴۲۰ھ) میں ہوئی تو اس کا اثر عالم اسلام پر جو پڑا وہ سب کو معلوم ہے، بارہ چودہ مہینے کے درمیان آپ سے متعلق بیسیوں تعزیتی جلسے، سمینار انڈونیشیا، اور ملیشیا سے لیکر مراکش اور الجزائر تک ہوئے، جس کی مثال اس صدی میں نہیں ملتی سوائے اپنوں کے جو سب کچھ کہنا چاہتے ہیں مگر اب تک وہ نہیں کہہ سکے جس کو سوانح حیات کا درجہ دیا جائے۔ ڈاکٹر محمد نفیس حسن کا شمار بھی حضرت کے قریب ترین افراد میں ہے اور انہوں نے اپنی خداداد ہمت، علمی صلاحیت مشاہدات، اور حضرت کے خود نوشت سوانح بعض رسائل و مجلات اور مولانا عبداللہ عباس ندوی کی میر کارواں سے ایک مختصر لیکن جامع مجمل مگر مفصل سے بہتر و مختصر انداز میں اپنے احساسات اور معلومات کو کتابی شکل میں مرتب کیا جس پر حضرتؒ کے بھانجے اور جانشین مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے پیش لفظ تحریر فرمایا۔ اور مولانا عبداللہ عباس ندوی نے اپنے رنگ میں اپنے احساسات کی ترجمانی کی اور سب سے زیادہ قابل قدر عالمانہ اور ادیبانہ مقدمہ جناب سید حامد صاحب چانسلر ہمدرد دہلی سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے تحریر فرمایا جس میں عقیدت و محبت کا اظہار بھی ہے۔ اور مخلصانہ خدشات کی نشاندہی بھی، جو اس کتاب کیلئے باعث زینت ہے، اس میں نہ قصیدہ خوانی ہے اور نہ وہ کیفیت خدانخواستہ پائی جاتی ہے جو کچھ لوگ اپنے اندرونی امراض قلب کی بنا پر سیاہ عینک لگا کر آفتاب کی شعاعوں کی طرف دیکھتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد نفیس حسن نے یہ مختصر سوانح لکھ کر اردو ادب کو ایک تحفہ دیا ہے، جس کی ہم سب کو قدر کرنی چاہیئے۔ اس کتاب میں اگر کوئی بات تفہیم طلب ہے تو یہ کہ کتاب کا نام کچھ ایسا ہے جس سے پہلی نظر میں کتاب کا ٹائٹل دیکھنے والے کو یہ غلط فہمی ہوگی کہ یہ مولانا کی خود نوشت سوانح ہے حالانکہ یہ تالیف ڈاکٹر نفیس حسن صاحب کی ہے، سید حامد صاحب نے اس کو تصنیف قرار دیا ہے، جس کا کوئی علمی سبب ہوگا یا کوئی بہت گہرا ربط انہوں نے پایا ہوگا ورنہ درحقیقت کاروان زندگی میر کارواں، اور بعض رسائل کے اقتباسات سے یہ کتاب قابلیت کے ساتھ تالیف کی گئی۔

کتاب کا نام جیسا کہ اوپر عرض کیا اگر صرف "تمام سرگذشت" یعنی "میری" اس عنوان سے نکال دیا جاتا تو زیادہ معنویت پیدا ہو جاتی۔ اور غلط فہمی نہ ہوتی۔

خدا کرے کہ ڈاکٹر محمد نفیس حسن اپنے ادبی کاوشوں کو بڑھاتے رہیں۔
اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ
ہے چشم دل کے واسطے کاجل مطالعہ

(بقیہ)

اندھیرے میں روشنی کی کرن

حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت محمّد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغاموں کا اعلان کرتی ہیں تو ان اذانوں کی اگر ضرورت ہے تو موذن کی بھی ضرورت ہے. آپ حضرات جب موذن رکھتے ہیں تو کیا اس کو کھانے کو نہیں دیتے؟ عزّت سے نہیں رکھتے؟ چھوٹی سی تنخواہ کا اِنتظام نہیں کرتے؟ اسی طرح اللہ کو اگر اس ملک میں موذن رکھنا ہے تو وہ اپنے شایانِ شان بندوبست فرمائیں گے. اس کی عزّت بھی دوسری ہے. اس کی حفاظت بھی دوسری ہے. اس کا معاش اور رزق بھی دوسرا ہے. اس کی ہر چیز زیادہ وسیع، زیادہ پائیدار، زیادہ قابلِ اطمینان اور زیادہ مستحکم ہے۔

ایک بات تو یہ ہے جو میں کہنا چاہتا ہوں، خاص طور پر کلکتہ، ممبئی، مدراس اور ایسے ہی دوسرے مرکزی مقامات پر یہ بات کہنے کی ضرورت ہے، دوسری بات نامکمل رہے گی. بالکل تشنہ رہے گی. بلکہ ممکن ہے غلط اعتماد پیدا ہو. اس کے ساتھ اگر میں دوسری بات نہ کہوں، وہ یہ کہ جس چیز میں آپ کی حفاظت کا راز ہے اس راز کو سمجھ لیجئے. ہوشیار پرندہ وہ ہوتا ہے جو اپنے آشیانے کو دیکھتا رہتا ہے اور جس شاخ پر اس نے آشیانہ لگایا ہے وہ شاخ شاخِ نازک تو نہیں ہے؟ ٹوٹ تو نہیں رہی ہے؟ اس پر تیشہ تو نہیں چل رہا ہے؟ باغباں اس کو کاٹ تو نہیں رہا ہے؟ نادان سے نادان پرندہ بھی دیکھتا رہتا ہے کہ جس شاخ پر اس نے گھونسلہ لگایا ہے یہ کیوں کو بسایا ہے وہ شاخ قائم بھی ہے یا نہیں؟

آپ کی زندگی کا آشیانہ جس شاخ پر ہے وہ شاخ آپ کی افادیت ہے. آپ کا پیغام ہے، دین کے ساتھ انسانیت کے ساتھ آپ کا تعلق ہے. اس ملک کی آبادی کیلئے آپ کی زندگی کا مفید ہونا ہے. مقصد کے ماتحت آپ کی زندگی کا اِس ملک میں گزرنا ہے. آپ کے مال سے. کارخانوں اور فیکٹریوں سے. تجربوں اور محنتوں سے، اس مقصد کا پورا ہونا ہے. اگر آپ ہیں اور وہ مقصد نہیں ہے، یا آپ ہیں اور وہ مقصد پورا نہیں ہو رہا ہے آپ ہیں اور اس ملک کے لئے مفید نہیں ہیں کوئی خاص پیغام اس آبادی کو نہیں دے رہے ہیں، بالکل گم ہو گئے ہیں، جو دھارا بہہ رہا تھا یہاں حیوانی زندگی کا دھارا، پیٹ پالنے کا دھارا. اسی میں آپ نے بھی اپنے آپ کو پوری طرح ڈال دیا ہے. بے عذر تنکے کی طرح حوالے کر دیا ہے، زندگی کا مقصد یہی بنا دیا ہے، دکانیں قائم ہوئیں، ملیں کھولیں، اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ کا منظر آپ کا بھی ہو۔ رَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا کا نقشہ آپ کا بھی ہو۔ دنیا کی زندگی پر بالکل راضی مست، کچھ اور نہیں چاہیئے۔

پس اگر زندگی کا یہی نقشہ آپ کا بھی بن جائے، تو وہ شاخ محفوظ نہیں ہے جس پر آپ کی زندگی کا آشیانہ ہے. اور وہ شرط پوری نہیں ہو رہی ہے جس پر نہ صرف یہاں، بلکہ ہر جگہ آپ کی حفاظت کا وعدہ ہے صاف صاف کہا ہے:

" لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ"

شکست مت پڑو، ہمت نہ ہارو اور غم نہ کرو، تم ہی سربلند رہوگے. اگر ایمان کی صفت رکھتے ہو۔

پروفیسر محمد یونس نگرامی ندوی کا حادثۂ وفات

۱۰ر مارچ کا تعمیر حیات پریس میں ہی تھا کہ اچانک پروفیسر محمد یونس نگرامی ندوی جو بڑے متحرک و فعال، ملی اور ملکی مسائل سے ایک محب وطن کی حیثیت سے پوری دلچسپی رکھتے تھے، ۴ر مارچ ۲۰۰۱ء کو انتقال فرماگئے۔ انا للہ و إنا اليه راجعون

وہ علیل تو عرصہ سے چل رہے تھے لیکن ہمت و حوصلہ کے مالک تھے، برابر کام کرتے رہتے تھے نشیط و حشاش بشاش رہا کرتے تھے ادھر ایک ہفتہ سے طبیعت زیادہ خراب ہوئی اور پی جی آئی میں داخل کئے گئے مگر صحت سنبھل نہ سکی اور آخری وقت آگیا۔ انتقال سے چند گھنٹے قبل گھر لائے گئے اور ۴ر مارچ صبح ۱۰ بج کر ۱۸ منٹ پر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

قارئین کرام سے دعاے مغفرت کی درخواست ہے۔ مرحوم دار لعلوم ندوۃ العلماء کے سابق شیخ التفسیر مولانا محمد اویس صاحب ندوی مرحوم کے فرزند ارجمند تھے۔ تفصیل آئندہ شمارہ میں پیش کی جاسکے گی۔

منتصر

معید اشرف ندوی

● رابطہ عالم اسلامی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ امت اسلامیہ کو در پیش مسائل اور مشکلات کے حل کیلئے پروگرام تشکیل دیتی رہتی ہے جن میں مفکرین اور اہل علم لوگ شریک ہو کر ان مسائل کے حل کے بارے میں غور وفکر کرتے ہیں ہر سال حج کے موقع پر رابطہ عالم اسلامی کی دعوت پر بہت سے علماء اور اہل علم جب مکہ مکرمہ حاضری دیتے ہیں تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رابطہ کی انتظامیہ امت اسلامیہ کی درپیش مشکلات کو دور کرنے کیلئے ان سے تجاویز طلب کرتی ہے ۔

حج کے موقع ترتیب دیئے گئے پروگراموں کی منظوری شاہ فہد بن عبدالعزیز دیتے ہیں اور ان کی موافقت کے بعد ان کا اعلان کیا جاتا ہے ایسے ہی پروگراموں میں سے ایک پروگرام اس سال حج کے موقع پر بھی ترتیب دیا گیا ہے جس کی منظوری ملک فہد بن عبدالعزیز کی طرف سے مل چکی ہے ۔

رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری جناب ڈاکٹر عبداللہ الصالح العبید نے ملک فہد بن عبدالعزیز کے لئے اس بات پر ممنونیت کا ظہار کیا ہے کہ انھوں نے ۱۴۲۱ھ میں حج کے موقع پر "امت اسلامیہ اور گلوبلائزیشن" کے موضوع پر ایک اہم کانفرنس کے انعقاد کی اجازت مرحمت فرمائی ہے ۔

رابطہ کی زیر نگرانی منعقد ہونے والی یہ چوتھی کانفرنس ہے جس کا موضوع "امت اسلامیہ اور گلوبلائزیشن" رکھا گیا ہے ۔ جس میں بڑے بڑے مفکرین، علماء اور اہل علم و فضل شرکت فرمائیں گے ۔

اس کانفرنس میں جو مسائل زیر بحث پیش آئیں گے وہ مندرجہ ذیل ہیں ۔

۱۔ شریعت اسلامیہ کا نفاذ اور دعوت اسلامی
۲۔ امت اسلامیہ کے موجودہ حالات وواقعات ۔
۳۔ موجودہ دور کی ضرورتیں ۔
۴۔ دینی تعلیم وتربیت اور گلوبلائزیشن ۔
۵۔ مسلمان خاتون کے حالات ۔
۶۔ مسلمان عورت کی زندگی میں تبدیلیاں
۷۔ مساجد کی آباد کاری
۸۔ مسلمان اقلیات کا تعاون ۔
۹۔ مسلمان اقلیات کا ماحول اور معاشرہ ۔
۱۰۔ جدید مسائل کا اسلامی حل ۔
۱۱۔ مسلمانوں کو درپیش مشکلات کا اسلامی حل ۔
۱۲۔ جدید مسائل اور اسلام ۔

ڈاکٹر عبداللہ الصالح العبید نے اپنے پیغام میں بتایا کہ "امت اسلامیہ اور گلوبلائزیشن" کے موضوع پر ہونے والی اس کانفرنس میں مسلمان حکومتوں کیلئے آپس میں رابطہ تیز کرنے کے لئے بھی سفارشات تیار کی جائیں گی ۔ تاکہ اسلامی حکومتیں آپس میں مل بیٹھ کر مشترکہ لائحہ عمل تیار کریں ۔

● سعودی عرب نے ایران کے ساتھ دفاعی معاہدہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ اسلامی ملکوں کے درمیان قریبی تعلقات کو فروغ دیا جاسکے ، سعودی عرب کے وزیر داخلہ شہزادہ نائیف نے کہا کہ سعودی عرب اور ایران کے درمیان جلد معاہدہ طے پا جائے گا ۔ شہزادہ نائیف نے سعودی پریس ایجنسی کو بتایا کہ دونوں ملکوں کے درمیان اس دفاعی معاہدے پر اس سال حج سے پہلے دستخط ہو جائیں گے انھوں نے کہا کہ اس معاہدہ پر دستخط کی تاریخ کے تعین کیلئے ایرانی حکومت سے رابطہ قائم ہے ، اس معاہدے کا مقصد علاقائی اور دفاعی معاہدے کے علاوہ جرائم دہشت گردی اور منشیات کی اسمگلنگ کے خلاف مشترکہ حکمت عملی اختیار کرنا ہے ۔ سعودی عرب اور ایران کے درمیان دفاعی معاہدے کی تیاری کو خصوصی اہمیت دی جا رہی ہے ۔

● لندن (ریڈیو رپورٹ) امریکا کو جو انسانی حقوق کا عالمی حمایت والا کہلاتا ہے ۔ اقوام متحدہ کے آزاد ماہرین کے پینل نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا مجرم گردانا ہے بی . بی . سی کے مطابق پینل نے کہا ہے کہ اذیت رسانی سے متعلق اقوام متحدہ کے کنونشن کی امریکا شاید ہی پاسداری کرتا ہے ۔ پینل کے مطابق دنیا میں سب سے زیادہ لوگ امریکا میں گرفتار کئے جاتے ہیں تقریباً ۲ لاکھ مرد وزن اور بچے امریکی جیلوں میں بند ہیں جنھیں کنٹرول میں رکھنے کے لئے بجلی کے جھٹکوں یا کیمیائی ادویات کا استعمال کرایا جاتا ہے جو نہایت ہی افسوسناک ہے انھوں نے کہا کہ امریکا ایسا ملک ہے جو دوسرے ملکوں کو عالمی کنونشن کا پابند رہنے کا سبق تو دیتا ہے لیکن خود دوہرا معیار اپنانے کی واحد مثال ہے ۔

دعائے مغفرت

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے درجہ عالیہ ثانیہ کے طالب علم محمد صہیب صدیقی کی والدہ محترمہ کا ۲۲ فروری کو نتیجہ پور بہنسوا میں انتقال ہو گیا ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

جب کنیڈین لڑکی کا دل ایمان کی حلاوت سے سرشار ہو گیا

تحریر:- سلمان بن محمد عمری
ترجمہ: سید مسعود حسن حسنی

کسی بھی نوجوان لڑکے یا لڑکی کے اسلام قبول کرنے کی خبر باعث مسرت ہوتی ہے، لیکن اس مسرت میں اس وقت مزید اضافہ ہو جاتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ وہ مسلمان ہونے والا اللہ کے فضل سے صرف مسلمان ہی نہیں ہوا ہے بلکہ داعی بھی بن گیا۔

لندن سے نکلنے والے ایک اخبار نے ایک کنیڈین لڑکی کا جس نے ٢٢ ستمبر ١٩٩٨ء کو اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تھا قصہ شائع کیا ہے جس میں اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کی داستان سنائی ہے کہ کس طرح اس نے سعودی عرب کے شہر تبوک کے فوجی اسپتال میں ١٩٩٦ء میں اسلام قبول کیا۔

جو قصہ اخبار میں بیان کیا گیا ہے وہ انسان میں شوق پیدا کرنے والا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی یاد دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک آدمی کو بھی راہ راست پر لے آئے تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹ سے بھی بہتر ہے۔

حقیقت میں ہدایت اور دعوت کا کام بڑا عظیم کام ہے اور اس کا شرف جس کو حاصل ہو اس کے لئے وہ بہت بڑا شرف و انعام ہے داعی کی زندگی بڑی خوشگوار زندگی ہے، ہم الحمد للہ مسلمان معاشرہ میں اور اللہ کے دین کے ماحول میں اسلامی حکومت کے سایہ میں زندگی گذار رہے ہیں، اور یہاں بہت سی ایسی نعمتیں ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا، اور اسی طرح جس راحت کی زندگی ہم گذار رہے ہیں انہیں بھی شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان (راحتوں اور آسائشوں) میں ہم ایسے منہمک ہیں کہ ہمیں اس کی فکر ہی نہیں ہے کہ ہماری زندگی اس مسلم معاشرہ میں گزر رہی ہے جس پر شریعتِ اسلامیہ کا انطباق ہوتا ہے، یہ سماج اپنی اسلامی خصوصیات کے ساتھ خود اسلام کی دعوت دینے والا ہے۔ اور باہر سے جو لوگ آتے ہیں ان کے لئے یہ تصویر اور یہ حقیقت متاثر کن ہوتی ہے اس کی وجہ سے بعد میں وہ سچے اور مخلص مسلمان ہو کر حق کا داعیانہ کردار ادا کرتے ہیں۔

میں نے اس نوجوان لڑکی میں اطاعت اور ایمان کی چاشنی پائی ہے (محسوس کی ہے) اور وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کا صحیح طور پر نفاذ چاہتی ہے اور اللہ سے قریب ہونے کی ضرورت کا اسے احساس ہے، نیز اطمینان اور پائیداری کی تلاش میں میں نے اسے سرگرداں پایا ہے۔ جب سے اس نے اسلام کا اعلان کیا ہے اسے بہت سے تجربات کا سامنا کرنا پڑا ہے اور اس نے اپنے دعوتی سفر کی ابتدا اپنے اہل معاشرہ ہی سے کی ہے۔ اس لڑکی کے اسلام قبول کرنے میں جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے، اسلامی زندگی کا حصہ رہا ہے۔ اس نے متعدد تاریخی مساجد کی زیارت کی، ان میں دمشق کی 'الجامع الاموی' بھی ہے جس کی زیارت نے اس کے اندر اسلام سے واقفیت حاصل کرنے میں دلچسپی پیدا کی، اور اس نقطہ کو ہمیں نہ ہی بھلانا چاہیئے، اور نہ ہی اس سے غفلت برتنی چاہیئے مسجدیں خود دعوت کا ذریعہ ہیں، دنیا کے تمام گوشوں میں اس کے بنانے کا اہتمام کرنا چاہیئے کیونکہ نفوس میں اس کا گہرا اثر ہوتا ہے۔

یہاں پر نومسلمہ مریم فیشر نے ایک نقطہ کی طرف اشارہ کیا ہے، مریم فیشر اس کنیڈین لڑکی کا نام ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ اسلام سے دلچسپی میں اہم نقطہ مسلمانوں کا نیویارک کے ایرپورٹ پر نماز کا ادا کرنا ہے اس نے زور دیکر یہ کہا کہ اس کا (اس منظر نے) اس پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ اس نے بتایا کہ اذان کے سننے سے اس کے آنسو جاری ہو جاتے تھے، یہ سیاق ہمیں بتاتا ہے کہ اسلامی زندگی جس وقت بھی اس کے اصول وضوابط کے مطابق ہم گذاریں گے چاہے ہم یہاں ہوں یا کہیں بھی ہوں وہ حق کی دعوت کا ذریعہ بنے گی۔

مریم کا کہنا ہے کہ حرم مکی میں تراویح کی نماز کا مشاہدہ انسانی زندگی پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے اس طرح ہندوستان میں مسلمان لڑکیاں جب قرآن پڑھتی ہیں تو وہ منظر بڑا ہی متاثر کن ہوتا ہے۔ یہ سب ایسے نکات ہیں جن پر ہمیں عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ اور اس کی اہمیت اور اس کی تعلیم کو عام کرنا چاہیئے۔ کنیڈین لڑکی کا قصہ بہت سے قصوں میں سے ایک ہے، دعوتی عمل کے پیش نظر اس کی فکر بھی کرنی چاہیئے، اور اس پر غور وخوض بھی کرنا چاہیئے۔ (بشکریہ العالم الاسلامی)

دعائے مغفرت

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طالب علم عزیر احمد بستوی کے والد ماجد حاجی غلام حضرت صاحب ١١ر فروری سنہ ٢٠٠١ء مطابق ١٦ر ذیقعدہ ١٤٢١ھ کو تقریباً ٧٥ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)۔
اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔
قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

Regd. No.LW/ NP/ 63
Fax No (0522)330020

FORTNIGTLY

R.N.I.No- UPURD ...
Guest Haous : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India) Rs.6/- Vol I No.1

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Majlis Sahafat- Wa- Nashriat,
Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow - U. P.
Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

بندہ کا انتہائے کمال

اسلام تسلیم و تفویض کا مترادف ہے کہ اپنے کو اسی ایک کے حوالہ کر دیا جائے تکویناً اس کی رضا پر راضی اور تشریعاً اس کے اوامر و احکام کی پابندی اختیار کی جائے اور تمام عمر انقیاد و تسلیم کی مخلصانہ جد و جہد کے وظیفے میں گذر جائے کہ زندگی و جان خلق و امر (أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ) دونوں لحاظ سے جان بخشنے والے خالق و آمر کی ملک ہے، اور بندہ کا انتہائے کمال یہ ہے کہ دینے والے آقا کے لئے خود کو مٹادے کہ اس مٹنے کا نتیجہ ابھرنا اور اس فنا کا حاصل بقاء ہے۔

اسلام کی جو حقیقت سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک سے ظاہر ہوئی یہی تھی کہ اپنی جانوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حوالہ کر دیا جائے، اپنے ظاہری و باطنی امور کو اسی قاضی الامور کو سونپ دیا جائے، مخلوق سے قطعاً بے نیاز ہو کر اسی غنی مطلق کا نیاز مند اور سارے سہاروں کو چھوڑ کر اسی کا سہارا قبول کیا جائے کہ وہ ذات وحدہٗ لاشریک ہی وہ رکن شدید ہے جس کی پناہ کے بعد خوف نہیں، اور جس کی مدد کے بعد ناکامی نہیں، ہمارے تمام امور اسی سے طے پا رہے ہیں، ہمارے تمام کاموں میں اس سے جان اور ہمارے تمام اسباب میں اسی سے تاثیر آرہی ہے، ہمارے اعمال و افعال کی حرکت اسی سے ہے، اور ہمارے ارادوں کی رنگ آمیزیاں اور تنوع اسی کے دم سے ہیں۔ وہی ذات اقدس کونین کے ہر ہنگامہ اور ہماری ہر جنبش کا باعث و سبب ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ
(از: سلوک سلیمانی اول ص ۴۵۰)

۲۵/مارچ ۲۰۰۲ء | سالانہ/۱۳۰ روپئے | فی شمارہ/۶ روپئے

نسخۂ کیمیا اور ید بیضا

مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

ماضی قریب کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک جگہ سخت وبا پھوٹ پڑی اور لوگوں میں تیزی سے دہشت اور سراسیمگی پھیلنے لگی، ایسی حالت میں ایک صاحب گھبرائے ہوئے ایک صاحب دل کے پاس آئے اور اپنی گھبراہٹ اور اندیشہ کا اظہار کرنے لگے۔ ان صاحب نے ان کی حالت دیکھ کر کہا کہ آخر اس قدر پریشانی کی کیا بات ہے، گھوڑا تو نہیں چھوٹ گیا ہے؟ ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر گھوڑے کی لگام ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ یہ چیز دیکھ رہا ہے، سُن رہا ہے اور اس کی مرضی اور مشیت اور حکمت کے مطابق سارے کام ہو رہے ہیں، وہ رحیم بھی ہے، علیم بھی ہے، حکیم بھی ہے اور قدیر بھی ہے تو پھر گھبرانے، پریشان ہونے اور ہمت ہارنے کا کیا موقع ہے؟

ان صاحب کا بیان ہے کہ اس مختصر جملہ نے آنکھیں کھول دیں اور ایسا محسوس ہوا جیسے دل کا سارا بوجھ اتر گیا ہے۔

ہمارے موجودہ حالات، مسائل، دشواریوں خطرات اور اندیشوں کیلئے یہ ایک ایسا نسخۂ کیمیا اور ید بیضا ہے جس کے سامنے قوت اور مایوسی کے مہیب سے مہیب بادل ایک لمحہ کیلئے نہیں ٹھہر سکتے اور جس کے سامنے بڑی حفاظتی تدبیریں اور انتظامات اور مادی وسائل و اسباب بالکل ہیچ اور بے اثر نظر آتے ہیں یہ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ کی طاقت ہے، جس کے بعد حالات بدلنے بلکہ زمین و آسمان بدل جانے میں کسی تاخیر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، لیکن اس طاقت کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور اس کی حمایت حاصل کرنے کیلئے سب سے زیادہ دو چیزوں کی ضرورت ہے (۱) اعتماد علی اللہ اور تعلق مع اللہ خدا پر اعتماد کہ وہ ہم کو ضائع نہیں فرمائے گا کسی ظالم اور جابر حکومت کو ہم پر مسلط نہیں کرے گا۔ ہم کو ذلت اور غلامی سے محفوظ رکھے گا قرآن مجید کا ارشاد ہے: اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔ ترجمہ: وہی ہے جو مضطر کی پکار سنتا ہے اور مصیبت دور کرتا ہے اور تم کو زمین پر اپنا خلیفہ اور وارث مقرر کرتا ہے۔" ایک جگہ ارشاد ہے: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ــــ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ ترجمہ: "کہا تمہارے رب نے مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا، بیشک جو لوگ میری عبادت سے ترفع کرتے ہیں وہ جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل ہو کر۔ اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ انا عند حسن ظن عبدی بی (میں اپنے بندہ کے نیک گمان کے مطابق ہوں)

دوسری حدیث میں آتا ہے کہ اگر بندہ اپنی تدبیروں پر بھروسہ کرتا ہے اور اپنی سمجھ کے بل بوتے پر اپنے لئے راستہ بناتا جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو اس کی فکر نہیں ہوتی۔ اور حدیث کے الفاظ میں فلا یبالی بأی واد هلك ــــ اس کو اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کس وادی میں جا کر ہلاک ہو گیا۔

یہ چند آیات اور احادیث ہی تک محدود نہیں سارا قرآن اور حدیث اعتماد و توکل کی اہمیت اور اس کی برکتوں اور اثرات کے ذکر اور اس کے خلاف کرنے پر وعیدوں سے بھرا ہوا ہے اور اس پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ توحید و رسالت کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اس کی معلوم ہوتی ہے۔

دوسری چیز تعلق مع اللہ ہے جو اس اعتماد کے ساتھ لازم و ملزوم ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ تعلق مع اللہ کے بغیر اعتماد علی اللہ کا حصول بھی ممکن نہیں۔ جب تک خدا سے رشتہ درست نہ ہوگا نیت ٹھیک نہ ہوگی اعمال کا محاسبہ نہ ہوگا۔ خدا سے محبت و خشیت کا تعلق پیدا نہ ہوگا۔ اس وقت تک اس پر اعتماد اور اسکے وعدوں پر کلی یقین کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ لیکن اس میں شک نہیں کیا جا سکتا کہ تعلق مع اللہ کا سب سے بڑا ظہور اسی اعتماد علی اللہ کی صورت میں ہوتا ہے اور اس کے کرشمے اس کے قلب میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔

اگر تعلق مع اللہ کا اندازہ کرنا ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ اس میں اعتماد و یقین کا کتنا حصہ شامل ہے اور اس کی مقدار اور اس کی سطح کیا ہے یہی اس کا سب سے بڑا پیمانہ، سب سے بڑا مظہر اور سب سے اعلیٰ مقام ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب وادی غیر ذی زرع کی طرف جانے لگے تو حضرت ہاجرہ نے پہلا یہی سوال کیا کہ کیا آپ کو

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۲۵/ مارچ ۲۰۰۱ء .... مطابق .... ۲۹/ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ | شمارہ نمبر ۱۰/۱۱

نگران اعلیٰ

مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء

مدیر اعلیٰ

شمس الحق ندوی

مدیر معاون

سید محمود حسن حسنی ندوی

نیچے بنے دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

زر تعاون

سالانہ ---- =/۱۳۰ روپے

فی شمارہ --------- =/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ...... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ...... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

خط وکتابت کا پتہ

منیجر "تعمیر حیات" پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر کشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

اس شمارے میں

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs 30/=
۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs 40/=
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوتا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سینٹی میٹر 80/=

بیرون ملک نمائندے

ملک	پتہ
مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No 842, Madina Munawwara (K S A)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O C I S, St. Cross College, Oxford Ox1 3TU-U K
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O Box 388, Vereninging,(S Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O Box No 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O Box No 12525, DUBAI (U A E) PH NO: — 3970927
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H No 109 Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 38-Conklin Ave Woodmere NEW YORK 11598 (U S A)

Internet Web-site: http://nadwa.virtualave.net
e-mail address: airp@lw1.vsnl.net.in

یہ عاجز راقم سطور اپنے دیرینہ ساتھی اور رفیق درس محمد شبیر صاحب ندوی مرحوم کی وفات پر اپنے احساسات غم کا چند سطروں میں کر کے فارغ ہوا تھا کہ ایک عظیم حادثہ اور دل کو ہلا دینے والی موت سامنے آ گئی۔ میری مراد پروفیسر محمد یونس نگرامی ندوی کی وفات ہے۔ ایک پرجوش اور عمل پیہم کا پیکر، دینی شخصیات کا معتمد علیہ اور محب، دنیوی اہل مناصب کا مزاج آشنا، ذہانت، صلاحیت کام کرنے کا سلیقہ رکھنے والا ہنرمند انسان اس دنیا سے روپوش ہو گیا۔ موت برحق ہے اور موت سے زیادہ یقین پیدا کرنے والا کوئی تجربہ انسانوں کے سامنے نہیں آیا۔ لیکن احساس غم اپنی جگہ بجا ہے۔ ندوہ اپنے ایک فرزند اور ہر دلعزیز، ہر لحظہ سرگرم عمل شخصیت سے محروم ہو گیا محمد یونس نگرامی اللہ تعالی کے آغوش رحمت میں منتقل ہو گئے کوئی لمبی عمر نہیں پائی، لیکن اپنے علم و عمل کے طویل نشانات اپنے پیچھے چھوڑ گئے ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ کے رکن تھے۔ لکھنؤ یونیورسٹی کے پروفیسر تھے۔ مسلم انٹلکچول فورم کے بانی اور روح رواں تھے۔ ہندوستان کی سیاسی نبض پر انگلیاں رکھنے والے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے ہندوستان میں مشیر، متعدد کتابوں کے مصنف، خود ڈاکٹریٹ کئے ہوئے تھے اور بیسوں کو ڈاکٹر بنانے والے محقق اور صاحب قلم تھے۔ عمر بھی ساٹھ کے لگ بھگ تھی۔ قوت ونشاط میں کوئی سقم یا کمی نہیں تھی۔ جگر اور گردے کی خرابی موت کا حیلہ ثابت ہوئی۔ اور ایک جیتا جاگتا انسان تھا ہر لحظہ حرکت، ہر آن سرگرم، بے چین طبیعت، آگے قدم بڑھانے کی دھن جس کے جگر و دماغ پر محیط تھی۔

ان کے والد ماجد ندوہ کے شیخ التفسیر مولانا محمد اویس نگرامی ندوی حضرت مولانا سید سلیمان ندوی کے قرآنی علوم میں شاگرد رشید تھے، تقوی اور خشیت الہی کے پیکر تھے، ان کو دیکھ کر ان کی عالمانہ شان و بان اور حسن سیرت و صورت کا اثر ہر ایک دیکھنے والے کے دل و دماغ پر پڑتا تھا۔ حضرت مولانا محمد اویس نگرامی کے ایک بزرگ خاندان مولانا عبدالرحمن نگرامی ایک خدا رسیدہ اور درد آشنا دل رکھنے والے بزرگ تھے، جن کی صحبت میں اثر تھا۔ بے نمازی بھی اگر ان سے قریب ہوا تو نہ صرف یہ کہ پابند صوم وصلوۃ ہو گیا بلکہ تہجد گذار بن گیا۔ میرے استاذ گرامی مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی ان کے خاص شاگرد تھے جنہوں نے تعلیم ندوہ سے پہلے جامعہ ملیہ میں حاصل کی تھی لیکن اپنی نفقہ و بصیرت، احادیث نبویہ کی تخریج میں محدثانہ شان رکھتے تھے، اردو کے بہترین انشاء پرداز اور فن بحث و نظر میں ممتاز تھے۔ اسی طرح ان کے بے شمار شاگرد تھے۔ ان میں حسن نیت اور اخلاص عمل کی دولت مشترک تھی، حضرت مولانا عبدالرحمن نگرامی کا انتقال عین جوانی کے زمانہ میں ہوا علامہ سید سلیمان ندوی نے ان کی وفات پر جو تعزیتی مضمون لکھا تھا۔ اور جو وفیات کے مجموعہ میں موجود ہے اس کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ سید صاحب نے اپنے قلم کو خون میں ڈبو کر اس حادثہ پر اپنے حسرت و غم کا اظہار کیا ہے اسی طرح مخدومی مولانا عبدالماجد دریابادی نے مسلسل اس زمانہ کے مقالات میں ان کا ذکر کیا تھا۔ یونس مرحوم کی وفات پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر ہمارے قلم میں بھی طاقت ہوتی اور اپنے احساسات کو بیان کرنے کے لئے قرطاس و قلم سے کام لے سکتا تو آج وہ حادثہ پیش آیا ہے جس کا حق یہ تھا کہ خون کی روشنائی سے اس حادثہ کا ذکر کرتا۔

مرحوم نے بقرعید سے دو روز پہلے وفات پائی۔ ان کی وصیت کے مطابق حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء (مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی) نے ان کی جنازہ کی نماز پڑھائی اور اپنے والدین کے جوار میں عیش باغ کے احاطہ میں پہونچ گئے۔

اللھم اغفر لہ وتب علیہ وبدل سیاٰتہ حسنات انک انت الرؤف الرحیم۔

خلفائے راشدینؓ

اور

ان کا منصب و مقام

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

جن لوگوں نے قرآن کا کچھ بھی مطالعہ کیا ہے اور سیرت و حدیث سے کچھ بھی واقف ہیں وہ اس بات سے ضرور واقف ہوں گے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کی بعثت کے مقاصد اور آپ کے اصلاحی و تربیتی کام اور جس طرح کا انقلاب آپ دنیا میں برپا کرنا اور جو نیا معاشرہ آپ وجود میں لانا چاہتے تھے اس کا دائرہ نہ آپ کی زندگی تک محدود تھا اور نہ جزیرۃ العرب کے حدود تک۔ قرآن مجید نے ایک طرف آپ کی نبوت و بعثت کے عالمگیر ہونے اور پوری نوع انسانی کو اس کا مخاطب ہونے کا اعلان ان الفاظ میں کیا ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ۔

(سورۃ الاعراف: ۱۵۸)

"اے محمد! کہو کہ اے انسانوں! میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔"

دوسری طرف آپ کی دعوت اور آپ کے کارِ نبوت کی تکمیل اور اس کے عروج و ارتقاء کی آخری منزل اور نقطہ پر پہونچنے کی پیشین گوئی اس انداز سے فرمائی جس سے یہ نتیجہ قدرتی طور پر نکلتا ہے کہ آپ کی دعوت اور جد و جہد ایک چراغ کی وقتی اور عارضی بھڑک اور کسی گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بجلی کی چمک کے مرادف نہیں۔ بلکہ یہ ایک ایسا چراغ ہے جو بالآخر ساری دنیا کو روشن کر کے اور اپنی درخشانی و تابانی کے نقطۂ عروج پر پہنچکر رہے گا۔ اور آپ کا لایا ہوا دین مستقبل قریب میں تمام ادیان پر غالب آجائے گا۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (سورۃ الصف ۸-۹)

"یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا۔ خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو"۔

ان واضح اعلانات و حقائق کے بالمقابل جن سے نبوتِ محمدیؐ کے زمانی اور مکانی رقبے کے لامحدود ہونے کا ثبوت ملتا ہے، یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سابقین اور افرادِ نوعِ انسانی کی طرح ایک محدود و معین جسمانی زندگی لے کر آئے تھے اور موت و حیات کے طبعی اور عالمگیر قانون سے آپ بھی اس طرح مستثنیٰ نہ تھے جیسے کہ دنیا کے باقی انسان قرآنِ مجید میں صاف لفظوں میں کہا گیا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔

"محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول بھی گذر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔"

دوسری جگہ فرمایا گیا۔

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے"۔

یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ ایسی تسلیم شدہ حقیقتیں ہیں جن میں سے کسی کا بھی کوئی ایسا شخص انکار نہیں کر سکتا جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور اپنے کو مسلمان کہتا ہے آپ کا کام آپ کی زندگی پر ختم نہیں ہوتا۔ آپ کی زندگی کے بعد بھی اس کا جاری رہنا ضروری ہے۔ علمی طور پر بھی یہ ایک حقیقت ہے اور جو شخص تاریخ سے کچھ بھی راہ رسم رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت تک اسلام جزیرۃ العرب کے ایک مخصوص رقبہ تک محدود تھا، خود پورے عرب میں بھی نہیں پھیلا تھا۔ پڑوسی ملکوں میں نہ اس کی روشنی مشرقی سلطنت ایران کے وسیع حلقۂ اثر میں پہنچی تھی

...زی شہنشاہی بازنطینی سلطنت سے کے ...یع مقبوضات میں نہ اسلام کو اپنی غیر معمولی ...لاحی وتربیتی اخلاقی واجتماعی، معاشرتی وتمدنی ...انونی وسیاسی صلاحیتوں کے اظہار کا ...قع ملا تھا۔ اور نہ اس کی بنیاد پر ایک پوری ...ندگی کی تشکیل اور ایک مکمل معاشرہ کے ...م اور اس کے ذریعہ زندگی کے مسائل کو حل ...رنے کا کوئی وسیع تجربہ کیا گیا تھا۔ نہ دنیا کو اس ...موقع ملا تھا کہ وہ مختلف قوموں، تہذیبوں ...وانین مزاجوں اور طبائع۔ نسل ورنگ انتظامی ...اقتصادی اختلافات کی موجودگی میں اسلامی ...صول وتعلیمات کی صداقت اور محمد رسول اللہ ...صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی ہوئی جماعت ...کی قابلیت کا کوئی تجربہ کر سکے، عرب کے ...ایک محدود علاقہ کو چھوڑ کر جس میں گنتی کے ...چند شہر اور مرکزی مقامات تھے، خدا کی ساری ...زمین مطلق العنان بادشاہوں کے ظلم وسفا کی ...بے مقصد جنگوں کی غارت گری اور خون آشامی (جن میں سے ایران وبازنطینی سلطنت کی ٹکر زیب کا تازہ واقعہ تھا) طبقۂ حکام کی دولت پرستانی اور تعدی امراء ورؤسا کی نفس پرستی وعیش کوشی عمال کی بدانتظامی اور بے عنوانی کا پرواز ازِ سلطنت کی نااہلی اور فرض ناشناسی علم ودین کے ٹھیکیداروں (احبار ورہبان) کی ابلہ فریبی اور نفس پروری سے تاراج اور پائمال ہو رہی تھی اور کسی بھی انسان کو اپنی فطری صلاحیتوں کی نشو ونما دینے اور ترقی کی آخری منزل تک پہونچانے اور علم وعقل کو آزادانہ طریقہ پر اپنا کام کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ ابھی دنیا نے شرک وبت پرستی، خرافات اور اوہام سے نجات اور اپنے جیسے انسانوں کی ابدی غلامی سے آزادی اور خدائے واحد کی پرستش اور غلامی اور دین ودنیا کی سعادت وترقی کی بشارت ہی سنی تھی۔ اور ایک محدود اور مختصر رقبہ میں دین توحید اور انسانیت کے شرف واحترام کا تجربہ ہی کیا تھا کہ آپ کی زندگی کی وہ مدت پوری ہو گئی جو خدا نے مقرر فرمائی تھی اور آپ کو طلبی کا پیغام آگیا۔ اب اس مقصد کی تکمیل کا جس کے لئے آپ کو مبعوث کیا گیا تھا اور اس نعمت میں دنیا کے زیادہ سے زیادہ انسانوں کو شریک کرنے کے لئے جس کو لے کر آپ دنیا میں آئے تھے اس کے سوا کیا شکل تھی کہ یہ کام آپ کے ان لائق جانشینوں کے سپرد کیا جائے جن کو آپ نے اپنی ۲۳ برس کی نبوت کی زندگی میں تیار کیا تھا اور جو ایک طرف آپ کے سب سے زیادہ معتمد علیہ سفر اور حضر اور جلوت وخلوت میں آپ کے سب سے زیادہ قریب آپ کے مزاج ومذاق سے سب سے زیادہ آشنا اور جلوت وخلوت میں سب سے زیادہ ذہین وزیرک اور دوسری طرف مسلمانوں کی نگاہوں میں سب سے زیادہ معتبر ومحترم اور آپ کی جانشینی کے اہل وحقدار تھے اور جن کے ساتھ آپ کا زندگی بھر کا طرزِ عمل اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ وہ آپ کی نظر میں اس نازک ذمہ داری کو قبول کرنے کے پوری طرح اہل ہیں پھر واقعات ان کے کارنامے ان کے زمانہ کی وسیع فتوحات اشاعتِ اسلام کی محیر العقول وسعت ان کا زہد وارتقاء، ان کی بے نفسی اور بے لوثی۔ ان کا ایثار وقربانی جاہ واقتدار اور عیش وتنعم کے بہترین وسائل ومواقع سے بالکل فائدہ نہ اٹھانا دریا میں اترنا اور پھر دامن تر نہ ہونا اسلام کی تعلیمات کو پورے عزم اور خلوص کے ساتھ نافذ کرنا صاف بتلاتا ہے کہ وہ جانشینی کے ہر طرح سے اہل اور اس نازک اور پیچیدہ ذمہ داری کیلئے جس کی مثال بے نفس داعیوں۔ پیشوایانِ مذہب اور بانیان سلطنت۔ اور کار پردازان حکومت دونوں کی تاریخ میں یکساں طریقہ پر نایاب ہے ہر طرح موزوں تھے۔

نبوت کی اس جانشینی کا نام "خلافت" اور تقدیر الٰہی کے مطابق جو لوگ اسلام کے ابتدائی عہد میں اس منصب رفیع پر فائز ہوئے ان کا نام اسلام کی تاریخ اور مسلمانوں کے عرف اور اصلاح میں "خلفائے راشدین" یہ خلافت درحقیقت نبوت کے تنظیمی انتظامی واصلاحی دعوتی فرائض کی تکمیل کا نام ہے اور اس طرح ہم اس کو تاریخی طور پر سیرت نبوی ہی کا ایک باب اور آپ ہی کی نبوت اور تربیت کا ایک معجزہ اور اس کا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ اور اس کارنامہ کی اشاعت وتبلیغ اس کو صحیح رنگ میں پیش کرنا اور اس کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنا ہمارے نزدیک سیرت ہی کی ایک خدمت، اور نبوت محمدی کے اعجاز کو نمایاں کرنے کی ایک کوشش ہے کہ درختوں اور پھولوں خوشنمائی وشادابی اور حسن تربیت، باغبان کی محنت اور شاگردوں اور ساختہ پرداختہ انسانوں کی کارگذاری اپنے مقصد سے عشق اور وفاداری اور صحیح راستہ پر انکی استقامت واستواری، استاد اور مربی ہی کی تعلیم وتربیت اور اس کی مردم گری اور کیمیا سازی کی دلیل ہے، یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کو علم وعمل کے میدان میں جو کچھ حاصل ہوا اور وہ جاہلیت کی پست سطح سے علم وعرفان کی جن بلندیوں تک پہونچے وہ نسبت نبوت محمدی ہی کا فیضان اور آپ کی تعلیم وتربیت کا کرشمہ تھا اس حقیقت کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (سورۂ جمعہ)

" وہی ہے جس نے اُمّیوں کے اندر ایک رسول خود انھیں میں سے اٹھایا جو انھیں اس کی آیات سُناتا ہے ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔"

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر ان چاروں خلفاء کو مختلف حالات، مسائل مشکلات اور تجربوں کا سامنا کرنا پڑا انسانی زندگی تغیر پذیر ہے۔ اسلامی معاشرہ بھی نئے نئے عوامل سے متاثر ہوا تھا۔ حجاز اور دارالخلافہ مدینہ یا کوفہ کے بدلتے ہوئے حالات اور اثر قبول کرنے والی طبیعتوں سے غیر متاثر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لئے ان خلفاء کے فیصلوں، مسائل کے حل اور طرز عمل میں اختلاف و تنوع کا ظاہر ہونا قدرتی عمل ہے جن میں اجتہادی اختلافات بھی رونما ہوئے۔ ابتدائی دو خلفاء (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے ساتھ مسلمانوں کا جس طاعت و انقیاد اور جس احترام و اعتماد کا معاملہ تھا۔ اور ان کے زمانے میں اسلام جس طرح دنیا میں پیش قدمی کر رہا تھا۔ اور ہر معاملہ میں کامیابی اور اقبال مندی ان کا ساتھ دے رہی تھی اس طرح پچھلے دو خلفاء (حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ) کے دور میں پیش نہیں آیا خصوصیت کے ساتھ ان اسباب اور تبدیلیوں کی بناء پر جن کی طرف اس کتاب میں اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت علیؓ کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ان کے زمانے میں اسلامی فتوحات کا قدم آگے نہیں بڑھا۔ اور مادی و سیاسی حیثیت سے بظاہر اسلامی قلمرو میں کوئی وسعت اور ترقی نہیں ہوئی لیکن حالات کے ہر اختلافات کے باوجود دیانت داری کے ساتھ تاریخ کا مطالعہ کرنے والا محسوس کرے گا کہ ان چاروں خلفاء میں ایک ہی روح کام کر رہی تھی۔ ان چاروں پر ایک ہی نقطۂ نظر غالب اور حاوی تھا۔ اور وہ اسلامی احکام کی پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ سے زیادہ اتباع اور آپ کے دلی منشاء کے پورا کرنے کی مخلصانہ کوشش اپنے بارے میں انتہائی زہد و ایثار سے کام لینا اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں اپنے فہم و اجتہاد اور اپنے امکان و استطاعت کے بقدر کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھنا خلافت کی جو عظیم و نازک ذمہ داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا ان کے پیش رو خلیفہ نے یا مسلمانوں نے ان کے سپرد کی تھی اس پر سختی اور مضبوطی سے قائم رہنا۔ اور اس کے راستے میں جان دینے سے بھی دریغ نہ کرنا۔ یہ وہ مشترک روح ہے جو ان چاروں خلفاء کے قالبوں میں نظر آتی ہے اور جس کے بارے میں ان کے درمیان کوئی اصولی تضاد یا اختلاف پایا نہیں جاتا۔ یہی وہ روح ہے جو خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ کے اس بے لوچ رویہ میں جلوہ گر نظر آتی ہے جو انھوں نے زکوٰۃ روکنے والوں اور ارتداد اختیار کرنے والوں کے مقابلہ اور جیش اسامہ کے روانہ کرنے میں اختیار کی۔ یہی روح حضرت عمرؓ کے زہد اسلامی تعلیمات اور احکام کے نفاذ میں شدت اس بارے کسی کی پرواہ نہ کرنے اور امراء و عمال کے عزل و منصب میں کارفرما نظر آتی ہے۔ یہی روح خلیفۂ سوم حضرت عثمانؓ کے منصب خلافت سے دست بردار نہ ہونے اور اپنی جان کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کا خون بہانے سے انکار کر دینے میں صاف جھلکتی ہے۔ یہی روح خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ کے بے لچک فیصلوں۔ خلافت کے نبوی مزاج و منہاج اور اس کے اصول و معیار سے انحراف کرنے والوں کے مقابلہ میں صف آراء ہونے اعمال سلطنت کے انتخاب۔ ملوکیت اور عجمی سلطنتوں کی تقلید سے مکمل احتراز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پیش رو خلفاء کی فقیرانہ اور زاہدانہ زندگی پر مضبوطی سے قائم رہنے۔ غلط مطالبوں اور مغالطوں کے سامنے قطعاً سپر انداز نہ ہوتے اور اسی راہ میں جان دے دینے کے کارنامے صاف طور پر نظر آتی ہے، اس طرح یہ چاروں خلفاء ایک ہی صداقت کے ترجمان ایک ہی روح کے مظہر اور ایک ہی منظر کے مسافر نظر آتے ہیں اور غور سے دیکھنے والے انصاف پسند کو ان میں خواہ کتنا تنوع نظر آئے (جو زندگی اور آزادی کی علامت ہے) کوئی تقابل اور تضاد نظر نہیں آئے گا اسی طرح اردو کے مشہور شاعر مولانا ظفر علی خاں کا یہ کہنا ایک تاریخی حقیقت ہے ؎

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

(بقیہ)

نگارشات

علماء یہ بتانے آرہے ہیں کہ حضورؐ آخری نبی تھے اور یہ سب نالائق خارج از اسلام ہیں۔"

یہ تحریر جس میں تھوڑا سا طنز ہے، غیر ضروری ہے۔

بہر حال یہ مختصر تصنیف غیر معمولی ہے اور پڑھنے والے پر بے حد اچھا اثر چھوڑتی ہے

دعائے مغفرت

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں علیا اولیٰ کے طالب علم محمد نجم الدین کے والد جناب اسحاق انصاری صاحب کا نیپال میں ۳ مارچ ۲۰۰۱ء کو انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ڈاکٹر محمد یونس نگرامی کا حادثۂ وفات

● حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ذی الحجہ کی ۸ تاریخ کو جو بلاد عربیہ میں ۹ ذی الحجہ
یوم عرفہ کا دن تھا۔ ڈاکٹر محمد یونس نگرامی ندوی نے
اس دنیائے فانی سے رخصت ہوکر عالم باقی کو کوچ
کیا۔ وہ شکر اور بلڈ پریشر کے پرانے مریض تھے
لیکن اپنی کمزور صحت کے باوجود اپنی علمی و ملی
ذمہ داریوں میں پوری طرح مشغول رہتے تھے،
اور اچانک ان کو یرقان کی شکایت ہوگئی جس نے
جلد خطرہ کی شکل اختیار کرلی اور وہ باوجود شہر کے
اعلیٰ سے اعلیٰ اسپتال میں علاج کرانے کے ایک
عشرہ سے زیادہ مرض کا مقابلہ نہ کرسکے اور اپنے
مالک حقیقی سے جاملے۔

ڈاکٹر یونس صاحب ایک علمی و دینی
خاندان کے چشم و چراغ تھے ان کے دادا مولانا
محمد ادریس صاحب نگرامی ضلع لکھنؤ کے مردم خیز
قصبہ نگرام میں ایک بڑے عالم اور داعی کی
حیثیت سے مشہور ہوئے اور قرب و جوار کے
مسلمانوں میں ان کا دینی و علمی فیض پھیلا پھر ان کے
صاحبزادہ اور ڈاکٹر صاحب کے والد مولانا محمد
اویس صاحب نگرامی ندوی نے علمی و دینی
شہرت حاصل کی انھوں نے ندوۃ العلماء میں
تعلیم حاصل کی اور بطور خصوصی علامہ سید سلیمان
صاحب ندویؒ کے فیض صحبت سے فائدہ
اٹھایا۔ مولانا محمد اویس صاحب نگرامی ندوی
رحمۃ اللہ علیہ کو علم التفسیر میں خصوصی امتیاز حاصل تھا
وہ ندوۃ العلماء میں استاد ہوکر شیخ التفسیر کے
منصب پر فائز ہوئے پھر انہی کی سرپرستی میں
ان کے صاحبزادہ ڈاکٹر محمد یونس نگرامی ندوی نے
تعلیم حاصل کی، پہلے دینی تعلیم میں ندوۃ العلماء سے
عالمیت کی تکمیل کی پھر اپنے شہر کی عصری یونیورسٹی سے
ایم اے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی پھر یونیورسٹی
ہی میں لکچرر ہوئے۔ اور جلد ہی پروفیسر کا منصب
مل گیا۔ شہر کے علمی و ادبی اداروں میں ان کو قدر کی نگاہ
سے دیکھا گیا۔ ان میں سے کئی اداروں کے رکن بھی
منتخب ہوئے۔ اور بعض کے چیرمین ہوئے جن میں
یوپی کی اردو اکیڈمی اور خود ان کی قائم کردہ انجمن
جمعیۃ المثقفین المسلمین قابل ذکر ہیں۔ وہ ندوۃ العلماء
کی مجلس انتظامیہ کے بھی رکن منتخب ہوئے۔
ندوۃ العلماء ان کا مادر علمی بھی تھا اور بعض خصوصی
مسائل میں اپنے مفید مشوروں اور تعاون سے
مدد دی اور بعض موقعوں پر انھوں نے منتظمین
ندوۃ العلماء اور حکومتی انتظامیہ کے درمیان حسب
ضرورت وساطت کا بھی فریضہ انجام دیا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کو حضرت مولانا سید
ابوالحسن علی صاحب حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے
خصوصی تعلق تھا۔ یہ تعلق ان کے بزرگوں سے بھی
رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے دادا صاحب کے
زمانہ سے یہ ربط چلا آرہا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ
ڈاکٹر صاحب کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے
شاگردی کا ربط بھی حاصل ہوا۔ ان سب اسباب
کی بناء پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کو اپنے خورد عزیز
کی طرح سمجھتے اور خیال کرتے تھے۔

ڈاکٹر یونس صاحب کی نظر ملت اسلامیہ
ہندیہ کے مسائل پر اچھی تھی وہ اخبارات کا
مطالعہ اس توجہ کے ساتھ کرتے تھے اور یہ دیکھتے
تھے کہ ملک کے ہندو فرقہ وارانہ انتہاپسندی کا
ذہن رکھنے والوں کی طرف سے ملت اسلامیہ کیلئے
نقصان دہ کیا چیزیں ہیں اور ان کی طرف سے کیا عملی اقدام
کئے جارہے ہیں وہ ایسی خبروں اور بیانات کو جو
مسلم ملت کیلئے تخریبی اثرات کے حامل ہیں نوٹ
کرتے تھے اور ان کو ترتیب دیکر پندرہ روزہ الرائد
کے شمارے میں پابندی سے شائع کرتے تھے
اس طرح الرائد کے قارئین کو معلومات یکجا مل جاتی
تھیں۔ انھوں نے ثقافتی و علمی معلومات پر کئی
سیمینار بھی منعقد کرائے۔ اور اردو کی ترقی کیلئے بھی
متعدد منصوبے تیار کئے اور ان پر عمل کرایا۔ اس
کے لئے یوپی کی نیم سرکاری انجمن فخرالدین علی احمد
میموریل سوسائٹی کے پروگرام میں اور۔ اردو
اکیڈمی اترپردیش کے پروگرام میں شامل
کرائے اور پھر ان کو انجام بھی دلوایا۔ وہ فخرالدین علی احمد
میموریل سوسائٹی کے بڑے فعال رکن تھے اور
دوسری نیم سرکاری انجمن اور اردو اکیڈمی کے
چیرمین بھی رہے، دونوں اداروں میں وہ اپنی
فعالیت کی وجہ سے بڑے اثرانداز رہے اور
متعدد جرأتمندانہ اقدام کئے اس میں اردو کے
صاحب اسلوب ادیب مولانا عبدالماجد
دریابادیؒ اور مولانا عبدالحی حسنیؒ پر بھی متعدد
علمی سیمینار منعقد کرائے۔ ڈاکٹر محمد یونس صاحب
نے اپنی اصل تعلیم دینی درسگاہوں میں حاصل کی
پھر اس میں عصری تعلیم کا اضافہ کیا اور ڈی لٹ
تک ڈگری حاصل کی انھوں نے اپنی سمجھ اور فعالیت

سے کہ ذریعہ یونیورسٹی میں اچھا اثر ورسوخ حاصل کرلیا تھا دوسری طرف ملک کے سیاسی قائدین اور حکام وقت کی نظر میں بھی بڑی حیثیت کے مالک تھے چنانچہ بعض ان مسائل میں جو مقامی اہل اقتدار کے ذریعہ حل نہ ہوسکے اس سلسلہ میں وہ مرکزی اہل اقتدار سے رابطہ قائم کرنے میں دشواری محسوس نہیں کرتے تھے اور اس طریقہ سے بعض مشکل مسائل کے حل میں اہل ضرورت کو ان کی مدد حاصل ہوتی۔

وہ قلم وزبان دونوں کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ان کی تحریریں شگفتہ اور مفید مواد پر مشتمل ہوتی تھیں۔ وہ عالم دین بھی تھے، ادیب اور دانشور بھی تھے۔ انھوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ڈاکٹر محمد یونس صاحب کی صلاحیتوں میں تنوع تھا۔ انھوں نے مختلف موقعوں پر اپنی اچھی صلاحیت کا ثبوت دیا۔ اپنے ملک کے اندر اہل علم اور اہل اقتدار دونوں حلقوں سے ان کا ربط تھا اس کے ساتھ ساتھ بیرون ملک میں بھی ان کو تعارف حاصل ہوگیا تھا۔ انھوں نے اولاً جامعہ ملیہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ایک سال گذارا تھا پھر حجاز ونجد کے اپنے سفروں کے ذریعہ ربط پیدا کیا تھا سعودی عرب کے اسلامی امور کے وزیر ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن الترکی اور رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف اور ڈاکٹر عبید الصالح سے انکو تعارف حاصل تھا اور اس تعارف سے انھیں بعض مفید کام انجام دینے میں مدد ملی، رابطہ عالم اسلامی کا سکریٹریٹ ہندوستانی مسلمانوں کے بعض امور میں ان سے بھی معلومات حاصل کرتا تھا۔ اور اس سلسلہ میں ان کو مشیر بنالیا تھا۔

ندوۃ العلماء سے ان کا تعلق یقینی تھا ان کے والد اور دوسرے اعزہ نے ندوہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ والد تو بعد میں ندوہ کے شیخ التفسیر ہوئے اور ندوہ کے مجلس انتظامی کے رکن بھی تھے۔ یہ رکنیت بعد میں ڈاکٹر محمد یونس کو بھی حاصل ہوئی اور انھوں نے ندوہ کے مفاد میں اچھا تعاون کیا۔

ڈاکٹر محمد یونس صاحب اور ان کے والد ماجد مولانا محمد اویس صاحب نگرامی کا ربط حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور ان کے عزیزوں سے ایک طرح سے خاندانی ربط وتعلق کی شکل کا تھا۔ اور اس طرح کے ربط وتعلق کو دونوں طرف سے برابر قائم رکھا گیا۔ اسی کا یہ اثر تھا کہ ڈاکٹر محمد یونس صاحب کا ربط ہم سے بھی خاصا رہا۔ وہ اسی محبانہ تعلق سے ملتے اور ندوہ اور ملت اسلامی کے مسائل میں تعاون دیتے اور علمی وادبی کاموں میں شرکت کرتے تھے۔ اس طرح ان سے قریبی ربط قائم ہوگیا تھا۔ اور تعلق بڑھ گیا تھا۔ اس طرح ان کے انتقال کا سانحہ ہم لوگوں کیلئے خاندانی سانحہ کی طرح تھا۔

ڈاکٹر محمد یونس صاحب کی صلاحیتوں اور ان کے ذریعہ سماجی اور علمی کاموں میں مفید حصہ لینے کے پیش نظر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ترقی کرکے ملک کے ممتاز اور اہم شخصیت کا انعام حاصل کریں گے۔ اور ممکن ہے کہ وہ ایسے منصب تک پہنچیں جس سے ملک وقوم اور خاص طور پر مسلمانوں کو اپنے ملی معاملات میں خاصی بڑی مدد حاصل ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کیلئے یہی عمر لکھی ہوئی تھی جس کو پوراکر کے وہ اس طرح دنیا سے رخصت ہوئے کہ لوگوں کو یہ واقعہ اچانک واقعہ محسوس ہوا۔ اور ان سے علمی، سماجی، اور ملی کاموں میں جو مزید فائدوں کی امید کی جاتی تھی۔ وہ اچانک ختم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی بیش از بیش مغفرت فرمائے اور ان کے چھوڑے ہوئے مفید کاموں کیلئے دوسروں کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اپنی آنکھوں سے گلستاں میں یہ منظر دیکھے

● ذوالنورین رہبر لکھنوی

ان کے شہر میں کچھ ایسے بھی منظر دیکھے — آستینوں سے نکلتے ہوئے خنجر دیکھے
آئینہ بن کے مجھے جرم کا احساس ہوا — یوں سمجھ لیجئے ہر ہاتھ میں پتھر دیکھے
حق ہی کہتے رہے اور حق کے سوا کچھ نہ کہا — ہم نے ایسے بھی مجاہد تہہ خنجر دیکھے
جن کی ٹھوکر میں رہا تاج شہنشاہی بھی — ہم نے ایسے بھی زمانے میں قلندر دیکھے
تم جو قطرہ بھی نہ سمجھو تو تمہاری مرضی — ڈوبتے ہم نے تو اشکوں میں سمندر دیکھے
اس کا ممکن ہی نہیں پھر تو سلامت رہنا — میرا دعویٰ ہے کوئی آئینہ بن کر دیکھے
عیب اوروں کے بیاں کرنے سے پہلے انساں — جھانک کر اپنے گریبان کے اندر دیکھے
ہر طرف صحن گلستاں سے دھواں اٹھتا ہے — اب کوئی کون یہاں کیا پس منظر دیکھے
موسم گل کا خزاں میں ہمیں احساس ہوا — اپنی آنکھوں سے گلستاں میں یہ منظر دیکھے

جن سے دشوارئ منزل کا ہوا ہے احساس
ہم نے اس دور میں کچھ ایسے بھی رہبر دیکھے

مصائب کی یورش آفات کا تسلسل

شمس الحق الندوی

ہماری آج کی دنیا میں جو بظاہر ترقی اور علم و فن کی دنیا ہے اکتشافات و ایجادات کی دنیا ہے۔ فن طب اور سرجری نے بھی ناقابل قیاس حدود کو پار کرلیا ہے مگر حیات انسانی کی حفاظت اور اس کی بقاء ہر آن ہر لمحہ خطرے میں ہے، واقعات و حوادث کچھ اس طرح پیش آرہے ہیں کہ عقل انسانی حیران ہے۔

قحط سالی، سمندری طوفان کی ہلاکت خیزی، زلزلہ، سواریوں کی بھیانک ٹکر، جہازوں کا گرنا اور نہایت بے کسی کے عالم میں انسانی جانوں کا تلف ہوجانا، عمارتوں کا منہدم ہوجانا، مٹی کے تودوں اور پہاڑوں کی چٹانوں کے تلے دب کر مرجانا۔ علاوہ ازیں قتل و غارتگری اور انسانی خون کی ارزانی ایسی عام ہوگئی ہے جیسے اب انسان کی کوئی قیمت ہی باقی نہیں رہ گئی ہے وہ گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا جاتا ہے ایسا کیوں ہورہا ہے؟ مصائب کی یہ یورش اور آفات کا یہ لامتناہی تسلسل کیوں ہے۔ اس کے پیچھے کون سی طاقت کام کررہی ہے اس پر ہم کبھی غور نہیں کرتے۔ جب کوئی واقعہ اور حادثہ پیش آتا ہے تو ہم اس کا سبب و علت بیان کرکے مطمئن ہوجاتے ہیں اور اپنی پرانی روش پر قائم رہتے ہیں۔ مکان اس لئے گرا کہ بوسیدہ ہوگیا تھا۔ سواری اس لئے ٹکرائی کہ ڈرائیور کو نیند آگئی تھی۔ جہاز اس لئے گرا کہ کسی پرزے نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ سمندر میں طوفان اس لئے آیا کہ ہوا کا دباؤ کم ہوگیا تھا۔ ریل اس لئے ٹکرائی کہ سگنل غلط دے دیا گیا تھا۔ مریض اس لئے جانبر نہ ہوسکا کہ ساری ترقیوں کے باوجود مرض کی صحیح تشخیص نہ ہوسکی تھی یا بروقت طبی امداد نہیں پہونچ سکی تھی۔ ایک شخص تندرست و توانا تھا اچانک حالت بگڑی اور اس نے دم توڑ دیا۔ ایسا کیوں ہورہا ہے؟ ان تمام واقعات کے پس پردہ کون سی طاقت کام کررہی ہے؟ اس کا جواب سائنسدانوں کے پاس نہیں، علوم عصریہ کے لال بجھکڑوں کے پاس نہیں، اس کا جواب تو فقط علم نبوت کی روشنی میں مل سکتا ہے لیکن ہم اس کی طرف رجوع نہیں کرتے، بس ظاہری اسباب و علل بیان کرکے خاموش ہورہتے ہیں اور زندگی کی گاڑی اپنی پرانی روش پر چلتی رہتی ہے۔ ڈگمگاتی ہے جھٹکے کھاتی ہے۔ لوگ گرتے اور مرتے رہتے ہیں مگر کسی کو یہ معلوم کرنے کی فکر نہیں ہوتی کہ گاڑی کا کون سا پرزہ ڈھیلا ہے جس سے جھٹکے لگ رہے ہیں اور لوگ گر اور مر رہے ہیں حالات کی سنگینی اپنا آخری رول ادا کرنے کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ زندگی کی گاڑی اپنے ڈھیلے پرزوں کے ساتھ پوری ہولناکیوں کے ساتھ دوڑ رہی ہے، نہیں کہا جاسکتا کہ کس لمحہ اور آن پوری گاڑی ٹوٹ کر چکنا چور ہوجائے گی۔ قیامت کا صور پھونکنے والا فرشتہ صور منہ سے لگائے کھڑا ہے۔ نگاہیں اس کی آسمان کی طرف لگی ہیں کہ حکم ہو اور صور پھونک دے اور زندگی کی گاڑی کو ایسا جھٹکا لگے کہ چاند سورج ستارے، زمین و آسمان، پہاڑ، دریا سب کو ہلا کر بلکہ توڑ کر اور گرا کر رکھ دے یا آگ کردے۔ اور

"إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ"

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب تارے جھڑ پڑیں گے۔ اور جب دریا بہہ کر (ایک دوسرے) میں مل جائیں گے۔

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ۔

(جب سورج لپیٹ لیا جائے گا۔ اور جب تارے بے نور ہوجائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے) کا منظر سامنے آجائے اور کہا جائے لات حین مناص۔ ہاتف غیبی آواز دے رہا ہے کہ تم اس کی طرف آجاؤ جس کے قبضہ میں یہ سب کچھ ہے تم اس کے بھیجے ہوئے رسول نے زندگی کی تاریک راہوں میں چلنے کے لئے روشنی کا جو چراغ جلایا ہے اس کی روشنی میں چلنا شروع کردو۔ تمہاری گاڑی کے ڈھیلے پرزے درست ہوجائیں گے۔ گرنے اور ٹوٹنے کا خدشہ جاتا رہے گا۔

ہم یکسو ہوکر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم جن بلاؤں میں گرفتار ہیں وہ ہماری اپنی لائی ہوئی بلائیں ہیں۔ خالق کائنات جو اس عالم رنگ و بو کا حقیقی مالک و فرمانروا ہے فرماتا ہے:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا

كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ

تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہوتی ہے وہ تمہارے عمل کا نتیجہ ہوتی ہے (یہ بھی ایسی حالت میں ہے) کہ اللہ تعالیٰ بہت کچھ درگذر سے کام لیتا ہے۔

اس مالک حقیقی نے جہاں اپنی اطاعت وفرمانبرداری اپنے حکموں کی بجاآوری اور اپنے رسولؐ کی تعلیمات پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

"اور جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو۔ اور جس سے منع کردیں (اس سے) باز رہو۔

وہیں اس بات کی بھی تعلیم دی ہے مجھ سے مانگو، سکھ دکھ میں مجھ کو پکارو، بھول چوک غلطی اور گناہ کے بعد میری طرف رجوع کرو توبہ، واستغفار کرو، معافی کے طلبگار بنو، مجھ سے عافیت مانگو، رزق میں کشادگی وخوشحالی مانگو، میری پکڑ سے پناہ مانگو۔ اس نے فرمایا میں اپنے اس بندے سے زیادہ خوش ہوتا ہوں جو مجھ سے عافیت طلب کرتا ہے اس نے اپنا پتہ بتایا۔ اپنے رسولؐ کے ذریعہ کہلوایا۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔

اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہدو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیئے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔

وہ کتنا رحیم وکریم ہے کہ خود ہی اپنا پتہ بھی بتاتا ہے اور خود ہی مانگنے کا طریقہ بھی بتارہا ہے کہتا ہے کہ اس طرح مانگو۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ (البقرہ-۲۰۱)

کیا فی الدنیا حسنة میں دنیا کی ہر بھلائی، صحت وعافیت، بلائے ناگہانی سے حفاظت امراض وآفات، تنگئی رزق، خوف دشمن، کاروبار میں برکت عمل صالح کی توفیق ساری چیزیں نہیں آگئیں، بندوں کو اس پر غور کرنا چاہیئے دوسری جگہ دوسرے انداز سے بھول چوک کی معافی طلب کرنا اس طرح بتایا۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۝

اے ہمارے پروردگار ہم کو نہ پکڑ اگر چہ ہم بھول جائیں یا چوک جائیں، اے ہمارے پروردگار نہ رکھ ہم پر بوجھ جیسے تونے ان لوگوں پر رکھا جو ہم سے پہلے تھے اور مت اٹھوا ہم سے وہ جس کی ہمیں طاقت نہیں اور معاف کر ہمیں، اور بخش اور رحم کر ہم پر تو ہمارا سہارا ہے ہماری مدد کر نہ ماننے والوں پر۔

"رَبَّنَا لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ" میں ناقابل برداشت بیماری مصیبت اور ظالموں کا ظلم آگیا۔ جب آقا یہ مانگنا خود سکھارہا ہے تو پھر اس کی قبولیت میں کیا شک، لیکن بندہ یقین کے ساتھ سچے دل سے مانگے تو! ۔ ایک اور آیت میں اپنی اولاد واہل کنبہ کی صلاح وفلاح اور آنکھوں کی ٹھنڈک مانگنے کا طریقہ اس طرح بتایا۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

اے ہمارے پروردگار ہماری بیویوں اور اولاد سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی کر اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

کیا آنکھوں کی ٹھنڈک میں اولاد کا صالح ہونا، نیک خو اور خوش اطوار ہونا ماں باپ کی نافرمانی سے بچنا اور خدمت گذاری کیلئے ہمہ وقت حاضر رہنا شامل نہیں لیکن کب اور کتنی بار ہم یہ دعا مانگتے ہیں، لڑکوں کی سرکشی اور بے راہ روی کی شکایت تو ہم کرتے ہیں اور جگہ جگہ اس کا رونا روتے ہیں لیکن کیا کبھی اپنے آقا کے سکھائے ہوئے اس طریقے کے مطابق اس سے مانگتے اور اس کے سامنے روتے ہیں، پھر کاہے کا رونا روتے ہیں، اور ایک جگہ حضرت یوسفؑ کی زبان سے کہلوایا۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے تو میرا کارساز ہے دنیا اور آخرت میں مار مجھکو اپنا فرمانبردار اور ملا مجھ کو نیکوں سے۔

کیا جب ہم اپنے مولا کو اپنا ولی اور کارساز یقین کرکے اس سے لو لگائیں گے مسلمان ہونے کی حالت میں موت اور صالحین کے زمرہ میں شامل ہونے کی التجا کریں گے تو وہ ہم کو آفات اور بلیات سے بچائے گا نہیں؟ آفات و بلیات میں گھر جانے کے بعد اس سے نجات

عمل کرنے کا طریقہ حضرت یونسؑ کی زبان
ے اس طرح ادا کرایا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ o

تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور
ے شک میں قصوروار ہوں۔

ترمذی شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جو مصیبت زدہ بھی
یہ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کریگا
ایک شخص نے سوال کیا۔ اللہ کے رسول یہ دعا
حضرت یونس علیہ السلام کیلئے خاص تھی یا
تمام مسلمانوں کیلئے ہے۔ آپ نے فرمایا کیا
تم نے اس آیت پر غور نہیں کیا۔

وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ

ہم نے اسے غم سے نجات دی (دیکھو) اسی
طرح ہم ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔

ہم اپنے حال پر غور کریں اگر ہم ایمان میں
پکے ہیں اور اپنے خدا پر یقین رکھتے ہوئے
اس سے یہ دعا کریں گے تو وہ قبول نہ کریگا
جب کہ وہ خود ہی فرما رہا ہے وکذلک
ننجی المومنین۔ مگر افسوس کہ ہم نے
مانگنا چھوڑ دیا۔ صرف شکوہ شکایت اور
مصیبتوں کے اسباب وعلل کی تلاش اپنا شعار
بنالیا ہے پھر نصرت خداوندی کیسے آئے
بلائیں کیونکر دور ہوں۔ ایمان لانے کے بعد
بھی مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود
ہم ہر آن خطرہ میں ہوتے ہیں کہ ہمارا ازلی دشمن
ہم کو راہ سے ہٹا نہ دے ضلالت وگمراہی کے
غار میں گرا نہ دے۔ کچھ حالات کا بہانہ بناکر
کبھی کوئی اور چال لاکر ہمارے کریم وبندہ نواز
آقا نے ہم کو سکھایا کہ تم ہم سے اس طرح بھی
مانگا کرو کہ تم کو ثبات واستقامت کی توفیق بھی
تو ہمیں دیتے ہیں فرمایا کہو۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

"خدایا ہمیں سیدھے راستے پر لگا دینے کے بعد ہمارے
دلوں کو ڈانواڈول نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت
عطا فرما یقیناً تو ہی ہے کہ تجھ سے بڑا بخشش میں
کوئی نہیں۔

اہل باطل اور اہل حق کی کشمکش ازل سے
چلی آرہی ہے۔ اہل باطل ہمیشہ اہل حق کے درپے
آزار رہے ہیں ہندوستان میں خصوصاً یہی
اہل باطل کی کشمکش ہیبتناک فسادات کی
شکل میں ظاہر ہوتی رہتی ہے، ہمارے آقا نے
ہم سے کہا ان حالات میں ہماری طرف اسی
طرح رجوع کرو اور مانگو۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔

اے ہمارے آقا ہمیں ستمگروں کیلئے فتنہ نہ بنا دے
اور اے ہمارے رب ہمارے قصوروں سے درگذر فرما
بیشک تو ہی زبردست اور دانا ہے۔

ہم پٹ پٹا کر، نوحہ وماتم کرکے یا کچھ سیاسی
بیانات دے کر اور تدابیر اختیار کرکے بیٹھ
رہتے ہیں لیکن کیا کبھی تنہائیوں میں بیٹھ کر
اور دل کی گہرائیوں سے اپنے آقائے حقیقی کو
پکارتے ہیں جس نے ان حالات میں مانگنے
کا وہ ڈھنگ بتایا ہے جو ابھی گذرا ہے
ہماری مدد کیسے ہو۔ یہ دنیا سرائے فانی ہے
یہاں کی ہر شئے آنی جانی ہے اسی پر ہمارا
ایمان اور عقیدہ ہے مگر عملی زندگی میں ہم
اس سرائے فانی کے ساتھ سرائے جاودانی
کا معاملہ کرتے ہیں اس میں منہمک ومشغول
ہو کر اس کی لذتوں میں ڈوب کر اپنے کریم آقا کو بھول
جاتے ہیں اور یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ اس نے ہم کو
ہوشیار اور متنبہ کیا ہے کہ یہ دنیا جس کی قیمت
ہمارے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے
اس میں کشش ورعنائی ہم نے اس لئے رکھی ہے
کہ دیکھیں تم میں کون اچھا عمل کرتا ہے۔ فرمایا:

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔

جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کیلئے
آرائش بنایا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان
میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے۔

اس تنبیہ کے بعد بھی ہمارا یہ حال ہے کہ
سامنے مسجد میں جماعت ہو رہی ہوتی ہے اور ہم اپنے
گھر میں بیٹھے ٹیلی ویژن دیکھتے یا ریڈیو سن رہے
ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رات
کو عشاء کے بعد جلد سوجایا کرو تاکہ صبح سویرے
اٹھو اور نماز پڑھو، عشاء کے بعد ادھر ادھر کی
باتوں میں نہ لگو۔ اور ہمارا یہ حال ہے کہ رات
دیر گئے تک ٹیلی ویژن دیکھتے دیکھتے سوتے
ہیں۔ اور صبح دن چڑھے بیدار ہوتے ہیں سوتے
وقت دعا اور نماز تو کیا گناہ کرتے کرتے سوتے
ہیں اور گنہگار ہی اٹھتے ہیں کہ نماز کی توفیق
نہیں ملتی۔ جب ہمارا حال اپنے کریم آقا کے
ساتھ یہ ہوگا تو پھر آفتوں اور بلاؤں کا آنا
یقینی ہے، بعض قوموں پر سوتے ہی میں
عذاب آیا کہ رجوع وانابت اور توبہ واستغفار
کا بھی موقع (نعوذ باللہ) نہ ملا۔ ہمارے اس
زمانے میں کثرت سے ایسے واقعات پیش آتے
ہیں۔ مگر ہم اس سے سبق نہیں لیتے۔ اپنی اصلاح
اور خدا کی طرف رجوع وانابت کی فکر نہیں
کرتے شاید ذہن میں یہ وسوسہ آئے کہ بہت
سے صالحین وخوش اطوار لوگ بھی تو اس کا

شکار ہوتے ہیں ایسا کیوں ہے۔ اس کا جواب
آقا نے خود فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔
وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا
مِنكُمْ خَاصَّةً
اور اس فتنہ سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہیں
لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گنہگار ہیں۔
صالحین ظالموں کا ہاتھ نہیں پکڑتے، ان کی
اصلاح و ہدایت کی فکر نہیں کرتے اس لئے
وہ گیہوں کے ساتھ گھن کی طرح پس جاتے ہیں
اور ایک جگہ زمانہ کو تاریخ ماضی کو بطور ثبوت
و شہادت پیش کرتے ہوئے اس طرح فرمایا۔
وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ
إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ
زمانہ شاہد ہے کہ انسان نقصان میں ہے مگر وہ
لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور
آپس میں حق (بات) کی تلقین کرتے رہے اور
صبر کی تاکید کرتے رہے۔

خود نیک اور مطیع ہوں اور معاشرہ بگڑا
ہوا ہو، ماحول گندہ ہو اس کی اصلاح کی فکر
نہ کریں۔ دعوت و ارشاد کا فریضہ انجام نہ دیں
تواصی بالحق و تواصی بالصبر کے کام میں نہ لگیں
تو آنے والی بلاؤں اور برسنے والی آفتوں
اور سزاؤں سے کیونکر بچ سکتے ہیں۔ ہم جب
گھر سے نکلتے ہیں تو اپنی عمدہ کار پر بھروسہ
ہوتا ہے۔ اپنی جیب میں بھری ہوئی رقم اور
وسائل ظاہری پر اعتماد ہوتا ہے لہٰذا کوئی
فکر نہیں کرتے حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب گھر سے نکلو تو اپنے
کو آقا کی پناہ و امان میں دے کر نکلو۔ کہو۔
بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ
اللہ کے نام سے میں نے بھروسہ کیا اللہ پر اور بحالی
قوت نہیں ہے مگر اللہ کیلئے۔

فرمایا یہ بھی دعا کر لو۔
اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا
الْبِرَّ وَالتَّقْوَى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى
اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا
وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ اللَّهُمَّ أَنْتَ
الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ
فِي الْأَهْلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ
وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ
وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ
وَالْوَلَدِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ
وَدَعْوَةِ الْمَظْلُومِ۔
اے اللہ ہم تم سے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ
اور تیری خوشنودی کے کام چاہتے ہیں اے اللہ
ہم پر یہ سفر آسان کر دے اور اس کا فاصلہ طے
کر دے اے اللہ تو سفر میں رفیق اور گھر والوں
میں نائب ہے۔ اے اللہ میں تیری پناہ سفر کی
مشقت اور ناگوار منظر سے اور مال واہل و
اولاد میں بری واپسی سے اور اچھائی کے بعد
برائی سے اور مظلوم کی بد دعا سے مانگتا ہوں۔

جب ہم خود کو اپنے آقا کے حوالے کر کے اور
اس کی حفاظت و امان کے طالب بن کر نکلیں
گے تو وہ ہماری حفاظت فرمائے گا۔ حفاظت
کیلئے مقرر فرشتے ہماری دیکھ بھال کیلئے
موجود رہیں گے۔ ایسا نہ ہوگا تو کسی حادثے کا
شکار ہو سکتے ہیں یا واپسی پر کوئی بھی رنج
وغم کی بات سن سکتے ہیں۔ اور اگر یہ نہ بھی
ہو تو خیر و برکت سے محرومی رہے گی۔ اللہ
کے رسولؐ نے فرمایا جب تم کسی بستی میں
داخل ہو تو اس طرح دعا کر لیا کرو تاکہ وہاں
کے شر اور فتنہ سے محفوظ رہو۔ اور خیر و بھلائی
میں حصہ پاؤ۔ فرمایا کہو۔
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذِهِ
الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَأَعُوذُ
بِكَ مِنْ شَرِّ هَذِهِ الْقَرْيَةِ وَشَرِّ
مَا فِيهَا اللَّهُمَّ حَبِّبْنَا إِلَى أَهْلِهَا
وَحَبِّبْ صَالِحِي أَهْلِهَا إِلَيْنَا۔
اے اللہ میں تجھ سے اس بستی کی بھلائی اور اس
کے اندر کی بھلائی مانگتا ہوں اور تجھ سے اس
اور اس کے اندر کی برائی سے پناہ مانگتا ہو
اے اللہ ہماری وہاں کے رہنے والوں کے دلوں
محبت ڈال دے۔ اور وہاں کے اچھے رہنے والو
کی ہم کو محبت دے۔

جس نئے ملک یا شہر یا بستی میں انسان
داخل ہو رہا ہے وہاں بہت سی کشش و رعنا
کی چیزیں ہوں گی جو اس مسافر کے دل کو اپ
طرف کھینچ سکتی ہیں۔ خلوص دل سے اس دع
کے پڑھنے سے اس کی حفاظت ہوگی لیکن
ہم ایسا کرتے نہیں جس کے برے نتائج فورا
ہمارے سامنے آتے ہیں۔ باہر جا کر آدمی بہت
سے ان گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے جن سے اپنے
وطن عزیز میں محفوظ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ
کا معمول تھا اور اپنے اصحاب کو ہدایت فرماتے
کہ جب سواری پر سوار ہو تو کہا کرو۔
سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا
كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا
لَمُنقَلِبُونَ
پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے
قابو میں دیا اور وہ (اگر اسکی قدرت نہ ہوتی ہم
قبضہ کی نہ تھی اور ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف
پلٹ کر جانے والے ہیں۔
سواری چاہے جانور ہو یا لوہے لکڑی کی
اس کو ہمارے قبضہ میں اللہ ہی نے دیا ہے

ں کے بدکنے ٹوٹنے پھوٹنے یا ٹکرانے یا
ی غار اور دریا میں گرنے سے حفاظت
ی اسی کی طرف سے ہوتی ہے۔ لہٰذا جب
ندہ دعا کرے گا تو سواری کو اللہ تعالیٰ
سی حادثہ کا شکار ہونے سے بچائے گا
ایات میں آتا ہے۔ آپ نے فرمایا آدمی
ب اپنے گھر میں داخل ہو تو کہے۔

اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ
خَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا
عَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا۔

اے اللہ میں آپ سے (گھر میں) داخل اور خارج ہونے کی بہتری مانگتا ہوں ہم اللہ کے نام پر داخل ہوئے اور ہم نے اللہ پر جو ہمارا رب ہے توکل کیا۔

خیر المولج میں خیر و عافیت کے ساتھ داخلہ اور گھر میں خیر و برکت اولاد اور اہل و عیال کی صلاح و خیر اور نیکی و اطاعت شعاری، خیر و برکت، حفاظت و عافیت سبھی کچھ آتا ہے، مگر ہم کو اس کا بہت کم دھیان رہتا ہے جس کے نتیجے میں ہم بڑی خیر سے محروم ہو گئے ہیں جو مشاہدہ میں کم آتی ہے اور کبھی کسی بڑے حادثے کا شکار ہو جاتے ہیں جیسے چوری ڈاکہ دیگر ملک یا گھر کے ماحول میں انتشار رہتا ہے انسان جب سو رہا ہے تو اس کے عقل و شعور والے قوی بھی اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں گویا انسان مردہ ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں سونے والا کبھی بھی حادثے کا شکار ہو سکتا ہے، مکان ک میں کوئی زہریلا کیڑا چلا جائے، سانپ بچھو ڈس لے، دشمن قتل کر دے، کچھ آسیب و جنون کا اثر ہو۔ آپ نے فرمایا جب سونے لگو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ اس طرح اپنے کو خدا کے حوالے کر کے سویا کرو، فرمایا۔

اللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ
وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَالْجَأْتُ
ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَّرَھْبَۃً اِلَیْکَ
لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ
اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ
وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔

اے اللہ میں نے اپنا رخ تیری طرف کر دیا۔ اور اپنا معاملہ تجھے سپرد کر دیا۔ اور اپنی پیٹھ تیری طرف رکھ دی، تیری طرف رغبت اور خوف سے تیرے سوا کوئی ٹھکانہ اور پناہ نہیں۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور اس نبی پر جس کو تو نے بھیجا۔

جب بندہ دعا کر کے سوئے گا۔ تو خدا کی حفاظت میں رہے گا۔ پھر جب سو کر بیدار ہوگا تو اپنے کریم آقا کی حمد و پاکی بیان کرے کہ اس نے شر سے محفوظ رکھا۔ پھر سے نئی زندگی عطا کی کہ سونے کی حالت میں انسان گویا مردہ ہی ہوتا ہے لہٰذا کہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا
وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔

اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد جلایا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

جب صبح کا تڑکا ہوتا ہے تو انسانی زندگی متحرک ہو جاتی ہے چلت پھرت کاروبار کی ہماہمی شروع ہو جاتی ہے، آنے جانے میں خطرہ، کسی بلا و مصیبت میں پڑ جانے کا خطرہ کسی گناہ و معصیت میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ فرمایا جب صبح ہو اپنے رب سے دعا مانگ لیا کرو،

اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا الْیَوْمِ
فَتْحَہٗ وَنَصْرَہٗ وَنُوْرَہٗ وَبَرَکَتَہٗ
وَھُدَاہُ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا
فِیْہِ وَشَرِّ مَا بَعْدَہٗ

ہم نے اور ملک نے اللہ کیلئے صبح کی اے اللہ میں تجھ سے اس دن کی خیر و فتح و نصرت نور و برکت اور ہدایت مانگتا ہوں اور تیری اس دن کے شر اور اس دن کے بعد کے شر سے پناہ مانگتا ہوں،

جب بندہ اپنے آقا سے اپنا تعلق اس طرح استوار کرے گا تو اس کی طرف سے شرور و فتن سے بچانے کا بھی سامان ہوگا یہی دعا شام کو بھی کرے گا، جب سورج غروب ہو جائے کہے۔

اَمْسَیْنَا وَاَمْسَی الْمُلْکُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ
اللَّیْلَۃِ فَتْحَھَا وَنُوْرَھَا وَبَرَکَتَھَا
وَھُدَاھَا وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا
وَشَرِّ مَا بَعْدَھَا۔

ہم نے اور ملک نے اللہ کیلئے شام کی اے اللہ میں تجھ سے اس رات کی خیر و برکت و ہدایت مانگتا ہوں اور تیری اس رات کے شر اور اس رات کے بعد کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

یہاں ان دعاؤں کا ذکر کیا گیا ہے جو مختلف اوقات میں حفاظت و سلامتی کے لئے مانگی جاتی ہیں حفاظت و سلامتی کی اور بہت سی دعائیں ہیں جن کا اہتمام کرنا چاہئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورۃ اخلاص (قل ھو اللہ احد الخ) سورۃ الناس (قل اعوذ برب الناس) سورۃ فلق (قل اعوذ برب الفلق الخ) تینوں صورتوں کو صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھ لیا کرے وہ ہر قسم کی آفت سے محفوظ رہے گا۔ انشاء اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ ہر صبح شام تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے تو اسے کوئی چیز ضرر نہ پہنچائے گی۔ اور کوئی

ناگہانی بلاؤں سے بھی بچے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں لگا رہتا تھا۔ اور بکثرت آپ کو یہ دعا کرتے سنتا تھا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ

اے میرے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر سے اور غم سے اور کم ہمتی اور کاہلی اور بزدلی سے اور بخیلی اور کنجوسی اور قرض کے بار سے اور لوگوں کے دباؤ سے۔

اللہ کے رسولؐ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کے بقا، صحت وعافیت کی دعا مانگتے اور اچانک سزا وگرفت سے پناہ مانگا کرتے تھے، آپ فرماتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَمِنْ فُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَمِنْ سَخَطِكَ

اے میرے اللہ میں آپ کی نعمت کے ختم ہوجانے آپ کی عافیت کے سلب ہوجانے آپ کے اچانک غضب سے اور آپ کی تمام ناراضیوں سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

ایک دوسری دعا اس طرح فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَدَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّيْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ

اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں دب کر، گر کر، ڈوب کر، جل کر مرنے سے، اور بہت زیادہ بڑھاپے سے۔

اور ہمارا حال یہ ہے کہ نعمت وعافیت کے حصول کے بعد اکڑتے اور اتراتے ہیں اور اس کو اپنی عقل وصلاحیت کا ثمرہ سمجھتے ہیں۔ اس کی بقا کی دعا کرنا تو الگ رہا شکر بھی ادا نہیں کرتے۔ پھر اگر کوئی آفت آتی ہے تو اس سے بچاؤ کیونکر ہو، دعاؤں کا اہتمام اور اس کا ذوق خود رحمت خداوندی کی دلیل ہے حدیث شریف میں آتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

دعا عبادت کا مغز ہے۔

آقا جب اپنے بندوں کو نوازنا چاہتا ہے تو ان کو دعا کا سلیقہ عطا فرما دیتا ہے اور پھر یہ دعا زندگی کے مسائل سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ بخشتی ہے، اللہ تعالیٰ پر اعتماد بڑھتا ہے اور اس کے ساتھ قوت عمل بھی بیدار ہوتی ہے دعا ان بُرے اعمال سے بچنے کے لئے ڈھال کا کام کرتی ہے جو حوادث کا سبب بنتے ہیں۔ لہٰذا ہم کو چاہیئے کہ دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی امان میں آجائیں۔ اب تک جو کچھ کہا گیا۔ اس میں امن وعافیت طلبی، آفت ناگہانی، بے بسی و بے کسی، بخل وکاہلی سے حفاظت کی طلب وگذارش کا تذکرہ ہے اپنے آقا سے۔

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح اشیاء دواؤں اور غذاؤں کے اثرات ہوتے ہیں، اسی طرح اعمال کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ برے اعمال کے اثرات بے برکتی، گھریلو جھگڑوں و بیماریوں بلاؤں اور آفتوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور اچھے اعمال کے اثرات خیر و برکت امن وامان، سکون واطمینان اور توفیق خیر کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہر وقت اپنا احتساب کرنا چاہیئے، جائزہ لیتے رہنا چاہیئے کہ ہم کوئی غلط کام تو نہیں کر رہے ہیں ظلم وزیادتی حق تلفی وقطع رحمی (باہمی تعلقات کو توڑنا)، بد خلقی، بد اطواری، فحش کاری اور بے حیائی سے اپنے کو بچانا چاہیئے۔ کہ ان سب اعمال کے اثرات آفتوں اور مصیبتوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں، جس کا ہم اس وقت مشاہدہ کر رہے ہیں۔

محبت وبھائی چارگی دیانت وراست بازی انصاف وسچائی، شعائر اسلام کی پاسداری، شکر نعمت وممنونیت، یہ اعمال خیر وبرکت، صحت وعافیت امن واطمینان، سکون ورحمت بلاؤں اور آفتوں سے حفاظت کا سامان بنتے ہیں جن سے ہم اس وقت محروم ہیں، اس کی روشنی میں ہم کو دیگر مواقع کی جو دعائیں منقول ہیں ان کا اہتمام کرنا چاہیئے کہ یہی مومن کی شان اور ایمان کا تقاضہ ومطالبہ ہے، اگر ہم ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کے غیبی انتظامات فرمائے گا۔ تاریخ میں اس کی ہزاروں مثالیں ہیں بطور نمونہ ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں کہ اس مختصر مضمون میں زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت سفینہؓ رومیوں کی لڑائی یا کسی دوسرے موقع پر راستہ بھول گئے اتفاق سے ایک شیر سامنے آگیا انھوں نے اس شیر سے فرمایا میں حضورؐ کا غلام ہوں، میں راستہ بھول گیا ہوں، اس کے بعد وہ شیر کتے کی طرح دُم ہلاتا ہوا ان کے ساتھ ہولیا۔ جہاں کوئی خطرہ کی بات پیش آتی وہ دوڑ کر اُس طرف جاتا اور پلٹ کر پھر ان کے پاس آجاتا۔ اور اسی طرح دُم ہلاتا ہوا ساتھ چلتا حتیٰ کہ لشکر تک ان کو پہونچا کر واپس چلا گیا [1]

صالحین اور نیکوکار بندوں کے ساتھ یہ

---

[1] مسلمانوں کی پریشانی کا بہترین علاج (بحوالہ مشکوٰۃ) مؤلفہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث۔

واقعات برابر پیش آتے رہتے ہیں اور اب بھی پیش آتے ہیں۔ ان کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔ رب کریم اور زبان نبوت نے جو کچھ فرمادیا ہے اس میں شک کی گنجائش ہی کیا۔ اور تاریخ اس کی شاہد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے اور ہماری خطاؤں سے درگذر فرماکر زمانے کے شرور و فتن اور آفات و بلیات سے ہماری حفاظت فرمائے۔ خلاصہ یہ کہ خدا کو پکارے بغیر اس سے لو لگائے بغیر کمزور انسان کا کہیں ٹھکانہ نہیں، ذیل کی آیت میں قرآن مجید نے اسی حقیقت کو بیان کیا ہے پڑھئے قرآن کیا کہتا ہے۔

قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ (فرقان)

کہدو کہ اگر تم (خدا کو) نہیں پکارتے تو میرا پروردگار بھی تمہاری کچھ پروا نہیں کرتا۔

پھر فرماتا ہے۔

اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (البقرہ)

مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

یہ حقیقت کہ آقا خود ہماری فریاد کو کھڑا اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ مومن کے لئے مژدۂ جانفزا ہے ؎

اس سے بڑھ کر اور کیا میرے لئے انعام ہے
آپ خود سنتے ہیں آکر جو مرا پیغام ہے[1]

---

[1] مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ۔

انسانیت نواز تھا پیغام بوالحسنؒ

● مولانا شمس تبریز خان

دنیائے علم و فضل کے اے شاہِ ذی وقار
ہے تیرے غم میں عالَمِ اسلام سوگوار

ہیں اہل دل کے قلب و جگر زخمی و فگار
اہل نظر کی آنکھ ہے ہر سمت اشکبار

ہے چاک چاک آج گریبانِ احتیاط
دامن ہوا ہے صبر و تحمل کا تارتار

ہر غنچہ دل گرفتہ ہے ہر گل اداس ہے
رخصت ہے تیرے ساتھ ہی اب موسمِ بہار

قائم تھا اس کے دم سے بھرم اپنی قوم کا
تھا بوالحسنؒ کی ذات سے ملت کا اعتبار

انسانیت نواز تھا پیغامِ بوالحسنؒ
جس سے فضائے ہند سراسر تھی مشکبار

تیری زباں سے نکلے ہیں کیا دُرِّ شاہوار
تیرے قلم نے کتنے کھلائے ہیں لالہ زار

تیری کتابِ علم کا ہر حرف معتبر
تیری کتابِ زیست کا ہر لفظ پُر وقار

اسلوب نرم رو ترا موجِ نسیم تھا
اور گاہے تند و تیز کہ گرتا ہو آبشار

خوشبوئے فکر سے تری مہکے ہیں گلستاں
پہنچی صدائے حق تری از ہند تا تاتار

مہر و وفا کی بزم میں شبنم سے بھی لطیف
جور و جفا کے رزم میں شمشیرِ ذوالفقار

خُلقِ محمدیؐ کی جھلک اس کے خُلق میں
شانِ علیؓ، علی کی ادا سے تھا آشکار

غیرت میں گر وہ پیروِ آلِ حسینؓ تھا
اخلاق میں وہ خلقِ حسنؓ کا تھا جلوہ زار

اے آنکہ بود حُسنِ حسنؓ در جمالِ تو
اے شانِ بوالحسن ز جبینِ تو آشکار

گونجے تری اذاں سے ہیں مشرق کے بام و در
مغرب کی وادیاں بھی نہیں اس سے برکنار

تیری اذاں سے مشرق و مغرب کے معرکے
تیری فغاں سے ہے حق و باطل میں کارزار

تیری صدا سے تیز دلِ مشرق کا لہو
تیری نوا ہے نعرۂ تکبیر کی پکار

اللہ! جانشینِ علیؒ پھر عطا کرے
اسلامیوں کو بخش دے کھویا ہوا وقار

سایہ فگن ہو رحمتِ حق بوالحسنؒ پہ اب!
اور ان پہ فضلِ خاص ہو اے ربِّ کردگار

(بقیہ) تعزیتی جلسے

ان کے علاوہ سلطان پور، فیض آباد، ممتاز انٹر کالج، دفتر جمعیۃ علماء اتر پردیش، ارم ایجوکیشنل سوسائٹی، رضوان لائبریری تمبور، مئو ناتھ بھنجن، ثاقب ایجوکیشنل لائبریری، سرور میموریل ہائی اسکول، امیر الدولہ اسلامیہ کالج، انڈین یونین مسلم لیگ، ریاستی کانگریس کمیٹی، راشٹریہ لوک دل، بزم اردو لکھنؤ، انجمن پیام انسانیت، انجمن اصلاح المسلمین، سنی یوتھ فیڈریشن، بابری مسجد ایکشن کمیٹی، اور گولڈن آبیشیکل کمیٹی میں تعزیتی جلسے ہوئے اور مرحوم کو یاد کیا گیا۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے!

از: ——— محمد نعیم الہ آبادی

رب کائنات نے اس آسمان کے نیچے ہر قسم کی چیزیں نوع بنوع کی اشیاء اور الگ الگ مزاج ومزاق اور مختلف طبیعت و ذوق کے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے۔ ان میں سے کسی کو بادشاہی عطا کی تو کسی کو فقیری، کسی کو صحت مند بنایا تو کسی کو بیمار، کسی کو ایمان کی دولت عطا فرمائی تو کسی کو بے ایمانی کی نحوست دی، کسی کو خطا کار تو کسی کو نیکو کار، کسی کو عیش وعشرت میں رکھا تو کسی کو نان جویں کا محتاج بنایا، کسی کے اندر زر اندوزی کی ہوس رکھی تو کسی کو دنیا سے بیزاری عطا کی ——— غرض ہر ایک اپنی اپنی کوشش و دھن میں ہمہ وقت کوشاں و فکر مند اور رواں دواں ہے، اور ساتھ ہی ساتھ ہر ایک کے پاس مادی خواہشات اور نفسانی لذات کی ایک طویل ترین فہرست ہے جس کی تکمیل میں شب وروز منہمک ومصروف اور ان تمام خواہشوں میں جاہ و مال کی خواہش بیحد محبوب و مرغوب کہ اگر آج ایک خواہش بر آئی تو کل دوسری نئی خواہش جنم لیتی ہے۔ قصہ مختصر انسان انہی انہیں خواہشات میں غلطاں و پیچاں ہے اور اسی کی تکمیل میں صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر بالآخر یوں ہی تمام ہوتی ہے۔ آرزوؤں اور خواہشوں کی تکمیل تو کیا ہوتی بلکہ بہت سی آرزوئیں تو سینے میں دفن ہو کر شہر خموشاں پہنچ جاتی ہیں۔ کیا خوب کہا ہے غالب نے ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

تمام ارمانوں اور خواہشوں میں سب سے بڑی اور لامتناہی خواہش مال کی ہے کہ اگر کسی کے پاس رہنے کا ٹھکانہ ہے تو کل کو خواہش ہوتی ہے کہ پختہ مکان پھر حویلی وغیرہ، اگر آج سائیکل سے سفر کرتا ہے تو کل موٹر سائیکل و موٹر گاڑی کی تمنا، الغرض روز بروز آرزوؤں اور تمناؤں کی دنیا وسیع سے وسیع تر ہوتی رہتی ہے اور انہیں کی تکمیل وتعمیل میں پوری زندگی کی چکّی چلتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان اسی میں پھنس کر اپنے اس تخلیقی مقصد سے بہت دور نکل جاتا ہے، جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور جو اس کا محور اور مقصد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ یعنی اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

واضح رہے قرآن و حدیث میں حصول مال کی مذمت و تعریف میں دونوں طرح کی آیات وروایات وارد ہوئیں ہیں اور یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں کہ کسی چیز کی مذمت و تعریف ذات کی نہیں ہوتی بلکہ اس سے پیدا ہونے والے عوارض و نتائج اور اس پر صرف ہونے والے ثمرات کی ہوتی ہے اسی سے معلوم ہوا کہ حلال مال کا حاصل کرنا اور اس کا صحیح مصرف پر خرچ کرنا یہ مستحسن اور ممدوح ہے اور اسی طرح حرام مال کا حصول اور غیر مصرف پر استعمال مکروہ و مذموم ہے۔

دنیا طلبی و زر اندوزی جس قوم و فرد کو بھا جائے گی، تو وہ ہر وہ پینترے کھیلے گی جو اس راہ میں اختیار کئے جاتے ہیں اور جن کی لوازمات پوری کرنا اس کا سب سے پہلا زینہ ہے، وہ ہے اہل مال و ثروت کے پاس آنا جانا اور ان سے اپنے روابط مستحکم کرنا یہی اس کا پہلا زینہ اور پہلی منزل ہے۔

اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر نظر ڈالیں اور حضرات صحابہؓ کے اعمال وافعال کی طرف توجہ کریں تو معلوم ہوگا کہ حضرات صحابہؓ کس قدر دنیا و اہل دنیا سے متنفر رہتے تھے اور ان کے قرب سے کس قدر گریزاں تھے کہ وہ بھوکے پیاسے رہ کر بھی استغناء و توکل کو اپنے ہاتھوں سے نہیں چھوڑتے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ امراء طالب اور غرباء مطلوب ہو گئے امراء ان کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگے۔ اور وہ ان کو منھ نہ لگاتے تھے، یہ تماشہ بھی کس قدر عجیب تھا کہ امیر غریب اور غریب امیر تھا۔ اور کس بلا کا استغناء و بے نیازی انھیں حاصل تھی، جس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوتا ہے۔

”عبد العزیز بن مروان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا کہ اپنی حاجات کو مجھ سے بیان کیجئے، حضرت ابن عمرؓ نے ان کو اس کے جواب میں لکھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ ان لوگوں سے ابتداء کرو جو تمہاری کفالت میں ہوں لہٰذا میں تم سے کسی چیز کا سوال نہ کروں گا باقی اس رزق سے جسے اللہ تعالیٰ مجھے تمہارے ذریعہ دلائیں رد بھی نہ کروں گا۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو اس طرح کی ہزاروں مثالیں ملیں گی، یہ حضرات تقویٰ وطہارت، خاکساری ومسکنت، دولت و ثروت کی گرد سے دور خلوص وللہیت کے منبع و مرکز اور توکل و قناعت کی دولت سے کس قدر مالا مال تھے۔ اور اسی طرح ان کے پیروکار حضرات اکابر و اسلاف کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو سینکڑوں

واقعات اس طرح کے نظر آئیں گے کہ بادشاہوں اور
بادشاہت کو ٹھوکروں پر اڑا دیا۔ اور انھوں نے کبھی بھی
دنیا اور اہل دنیا کو قابل افتخار اور باعث عزت نہیں سمجھا
بلکہ انھوں نے فقیری میں بادشاہی کرکے دکھلا دیا۔ اور
کتنے فقراء ایسے گذرے کہ ان کے جھونپڑے کے سامنے
شاہی تاج جھکتا نظر آیا۔ لیکن کوئی فقیر ایسا نہیں گذرا
جس نے شاہوں کے سامنے کاسۂ گدائی کی ہو۔ ان
حضرات کا فقر بھی فقر اختیاری تھا نہ کہ اضطراری اور
ان کے افلاس کا سبب یہ نہ تھا کہ ان کو کچھ ملتا نہ تھا،
حق تعالیٰ نے ان کو بہت کچھ مال و دولت عطا فرمایا تھا
مگر وہ اپنے پاس رکھتے ہی نہ تھے ۔ حضرات صحابہؓ
کی حالت تو یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب
ملک شام میں پہنچے تو حضرت ابوعبیدہؓ کے خیمے میں اترے
کیونکہ وہ عساکر اسلامیہ کے افسر اعلیٰ تھے۔ اور ان سے
پوچھا کہ اے ابوعبیدہؓ تمہارے پاس کچھ کھانے کو بھی ہے
انھوں نے روٹی کے سوکھے ٹکڑے سامنے رکھ دیئے
اور پانی لاکر رکھ دیا، یہ حال دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ
رونے لگے اور فرمایا اے ابوعبیدہؓ اب تو اللہ تعالیٰ نے
مسلمانوں پر فتوحات سے وسعت کردی ہے پھر تم
ملک شام میں ہو اب تم تنگ زندگی کیوں گذارتے ہو
انھوں نے عرض کیا اے امیر المومنین دنیا تو محض زاد ہے
آخرت میں پہنچنے کیلئے جس کیلئے یہ بھی کافی ہے،
تو زیادہ سے کیا کریں گے۔

ایک مرتبہ خود حضرت عمرؓ سے عرض کیا گیا تھا
کہ اب فتوحات میں وسعت ہوگئی ہے آپ اتنی تنگ
زندگی کیوں گذارتے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہمارے بہت
سے بھائی اس فقر کی حالت میں شہید ہوگئے، انھوں
نے خدا کے راستے میں عمل زیادہ کیا ۔ اور دنیا سے فائدہ
حاصل نہیں کیا۔ ان کا سارا ثواب آخرت میں ذخیرہ رہا
اور ہم لوگوں نے فتوحات حاصل کرکے بہت کچھ مال و
دولت حاصل کرلیا ہے۔ اور ہماری محنت کا کچھ ثمرہ یہاں
مل گیا ہے۔ اب مجھے اس مال و دولت سے منتفع ہوتے
ڈر لگتا ہے کہ قیامت میں کہیں یہ نہ کہدیا جائے کہ :

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ (سورۂ احقاف ۲۰)

(تم نے حیات دنیا میں مزے اڑا لئے ہیں اور طیبات سے
سے تمتع حاصل کرلیا ہے۔ اور اب یہاں تم کو عذاب
ذلت کی سزا دی جائے گی اس لئے کہ تم بڑا بننا چاہتے
تھے)

مذکورہ واقعات سے اندازہ کیجئے کہ حضرات
صحابہؓ کس طرح فقر اختیار کئے ہوتے تھے۔ اور بیشک یہ
انھیں حضرات کا حصہ تھا۔ لیکن ان واقعات کا
مطلب یہ نہیں کہ مال طیب حاصل ہی نہ کیا جائے،
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی منفعت بھی بیان فرمائی
ایک موقع پر حضرت عمرو بن عاصؓ سے فرمایا

یا عمرو نعما بالمال الصالح للرجل الصالح

یعنی مال طیب کا حاصل کرنا معیوب نہیں
بلکہ ممدوح ہے۔ کلام تو مصرف و طریق تحصیل میں ہے
کہ کسب مال کی ہوس نہ ہو، بلکہ بقدر ضرورت کافی ہے
اور اسی پر قناعت و توکل کرے اور بالخصوص امراء
و رؤساء کی حاشیہ برداری تملق و چاپلوسی سے
اجتناب کلی کرے، اور تحصیل مال کیلئے اپنے عزیز دین
کو ذلیل نہ کرے، کیا خوب کہا ہے علامہ اقبال نے ؎

خودی کو نہ دے سیم و زر کے عوض
نہیں شعلہ دیتے شرر کے عوض

بالخصوص عالم دین کو مال و اسباب سے کس
قدر اجتناب کرنا چاہیئے اہل ثروت سے ان کا قرب
کتنا نقصان دہ ہے، حدیث شریف میں آیا ہے

"حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بیشک میری امت میں سے کچھ لوگ تفقہ
فی الدین حاصل کریں گے۔ اور قرآن پڑھیں گے۔
اور کہیں گے کہ ہم امیروں کے پاس آتے ہیں پس
ان کی دنیا سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور اپنے دین کو بچائے
رکھتے ہیں حالانکہ یہ ناممکن ہے، جیسا کہ خار دار
سے نہیں حاصل کیا جاسکتا مگر کانٹا اسی طرح
ان امراء کے قرب سے نہیں حاصل کیا جاسکتا مگر
خطایا جس کا حاصل یہ ہو کہ ان کے قرب سے
خطاء کو کسب کریں گے"۔

اور ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا:۔

"برا ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازے پر ہو
اور کیا ہی اچھا ہے وہ امیر جو فقراء کے دروازے پر
ہو اس لئے کہ اول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دنیا کا طالب
ہے اور ثانی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آخرت کا قرب
چاہتا ہے"۔

مذکورہ حدیثوں کے پیش نظر ذرا ہم اپنا محاسبہ
کریں اور سوچیں کہ ہم ان حدیثوں پر کہاں تک عامل ہیں؟
اور کیا ہم ان وعیدوں کے مصداق تو نہیں؟ نیز ہم کس طرح
مالداروں سے چپکتے ہیں اور ان سے دنیا حاصل کرنے کے واسطے
کس کس طرح ان کی چاپلوسی کرتے ہیں۔ ذرا ہم اپنے اسلاف کی
زندگی کا مطالعہ کریں کہ انھوں نے دنیا سے کس طرح بیزاری
اختیار کی، حتی کہ فاقے پر فاقے کئے مگر کسی اہل دولت
و ثروت کا دست نگر نہ بنے، دنیا داروں اور بادشاہوں
کی حیثیت ان کے نزدیک مچھر کے پر سے بھی کم تھی۔ سچ ہے کہ
؎ مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی ۔

جب ہمارا یہ طرز عمل تھا تو دنیا ناک رگڑ کر ہمارے پاس
آتی تھی اور ہم ٹھوکروں پر اڑا دیتے تھے۔ اور آج ہم اسی
کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، ہمارا اصل مقصود و نصب العین تو
آخرت ہے نہ کہ دنیا جس کی حقیقت ایک مچھر کے پر
کے برابر بھی نہیں، اپنے اسلاف کے اسوہ کو دیکھیں اور
انہیں کو مشعل راہ بنائیں، نیز قناعت و استغناء اختیار کریں یہی اہل
مومن کی شان و شوکت ہے اور اسی میں عافیت و خیریت ہے اس لئے
اہل ایمان کا طریقہ امیری نہیں بلکہ فقیری ہے، ہمیں اسی میں نام و کمال
پیدا کرنا چاہیئے، کیا خوب کہا علامہ اقبال نے ؎
مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے ؏ خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

● مولانا ندیم الحفیظ ندوی

(قسط ۳)

راہ کی رکاوٹیں:

۱۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا اسلام کو متعدد وجوہ کی بنا پر مغرب کی بیشتر کمزوریوں کے لئے تریاق سمجھا جا سکتا ہے، اور سمجھا جانا چاہیئے چنانچہ اسلام ۲۱ ویں صدی کی رہنما آئیڈیالوجی بن سکتا ہے۔

لیکن بعض عوامل ایسے بھی ہیں جو مخالف سمت میں کام کر رہے ہیں، مسلمان ابھی تک کسی جگہ ایک حقیقی معاشی نظام قائم نہیں کر سکے جمہوریت، انسانی حقوق اور عورتوں کے حقوق سے جیسے فیصلہ کن مسائل پر بھی مسلمانوں کی پوزیشن ابھی تک ابہام کا شکار ہے اور ان کے تعلیمی نظام کئی پہلوؤں سے اب تک دور وسطیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔ علاوہ ازیں اکثر مسلمانوں کا طرز عمل دعوت و تبلیغ کی کوششوں کو بے اثر کر دیتا ہے، مغرب میں آکر بسنے والے بہت سے مسلمان، خصوصاً جوان بڑھ یں، اپنے عقیدے کو پیش کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، نتیجتاً وہ کم تر درجے کی بستیوں (GHETTOS) میں نسلی گروہوں کی صورت میں رہنے لگتے ہیں، اپنے وطن کی ثقافت اس کی خوراک، لباس، موسیقی، معاشرتی رسم و رواج اور زبان کے تحفظ کے لئے وہ اپنے قومی تصورات اور رسم و رواج کے مجموعے کو اسلام کے طور پر پیش کرنے لگتے ہیں۔

اس سے بھی بڑھ کر ان تارکین وطن کی اصل دلچسپی اپنے آبائی ملک سے ہوتی ہے، جہاں وہ جلد سے جلد لوٹ جانا چاہتے ہیں، جرمنی میں آباد ایک ترک جو ترکی میں اسلام کا احیاء چاہتا ہے، بلاشبہ یہاں ملک میں دعوت کے کاموں کے لئے کسی کام کا نہیں رہتا۔

جہاں تک ان چند لوگوں کا تعلق ہے جو مغرب میں اشاعت اسلام کی کوشش کر رہے ہیں، اور اسے اتنا بے لچک، قانونی اور فقہی بنا ڈالتے ہیں کہ مغربی لوگ روحانیت کے عدم وجود سے چونک اٹھتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ ظاہری شکل و صورت کو اصل پر فوقیت دی گئی ہے۔ اور اکثر فروعی مسائل کو بنیادی اور مرکزی موضوعات کے برابر اہمیت دی جاتی ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر یہاں مسلم کارکن اپنے مغربی پڑوسیوں پر مذہب کے حوالے سے بہت کم اثر انداز ہوتے ہیں۔

۳۔ اس کے علاوہ ایک اور بڑا عامل جو اسلام کو غالب آنے سے روکتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان آسانی حقائق سے منہ موڑنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے، ایک بیمار آدمی کو (اور مغرب بیمار ہے) نہ صرف یہ کہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ وہ بیمار ہے، بلکہ اسے تجویز کردہ گولی میز پر رکھ دینے کے بجائے اسے نگلنا بھی چاہیئے، بصیرت کی اہمیت اپنی جگہ لیکن یہ عمل کی متبادل نہیں بن سکتی، جرمنی کے ایک صدر کے بقول ہمارا مسئلہ علم کا نہیں اطلاق کا ہے۔

قرآن میں ان قدیم اقوام کی کہانیاں بکثرت بیان کی گئی ہیں جنھوں نے نوشتہ دیوار پڑھنے سے انکار کر دیا اور تنبیہات پر کان نہ دھرا حتیٰ کہ ان کی تہذیب المناک انجام کو پہنچ گئی عین ممکن ہے کہ ہمعصر مغربی دنیا بھی تباہی تک پہنچنے سے قبل اپنا راستہ تبدیل کرنے اور اسلامی طرز زندگی اختیار کرنے کا حوصلہ اور عزم پیدا نہ کر سکے۔ اگر ایسا ہوا تو حال ہی میں کمیونزم پر فتح پانے کے بعد مغرب پر بھی خود فراموشی کی ایک ایسی کیفیت طاری ہو جائے گی جس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہیں، مغربی دنیا اپنے اندرونی تضادات کا شکار ہے اور ان تضادات میں سب سے زیادہ مہلک یہ ہے کہ انسان کو دیوتا بنا لیا گیا ہے۔

ہلاکت مغرب کا ناگزیر انجام ہے اگر مغربی دنیا اس انجام سے بچنا چاہتی ہے تو اسے چاہیئے کہ از سر نو وجود باری تعالیٰ کی مقدس اور الہامی حقیقت کو تسلیم کرے اور قرآنی اقدار اور احکام الٰہی کے مطابق جنھیں اللہ کے آخری نبی کی سنت سے مستحکم کر دیا گیا ہے زندگی بسر کرنا شروع کر دے۔ واللہ اعلم!

ایک اندازہ کے مطابق اس وقت امریکہ میں آباد مسلمانوں میں سے چالیس فیصدی نومسلم ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جنھیں اپنے نسلی ورثہ کی گمشدہ کڑیوں کو جوڑنے کی فکر نے

اسلام سے قریب کر دیا تو کچھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے سبب مسلمان ہوئے ایک بڑی تعداد عیسائی عقائد کے تضاد اور اس کے غیر فطری ہونے کے سبب عیسائیت سے متنفر اور اسلام سے قریب ہوئی۔ رسالہ یو۔ایس اے ٹوڈے U.S.A TODAY نے قبول اسلام کے اس عمل کو ایک ایسے طوفان سے تعبیر کیا ہے جس نے امریکیوں کے ذہن و دماغ میں ایک عالمگیر دین میں جلد از جلد شامل ہونے اور اس کے فرد بننے کی طوفانی خواہش بیدا کر دی ہے۔ لیکن مغربی ممالک میں اسلام کسی تحریک یا پروپیگنڈہ کے ذریعہ نہیں بلکہ ایک عوامی پکار کے ذریعہ داخل ہو رہا ہے۔ یہودی اور عیسائی تنظیمیں اس پکار سے خائف بھی ہیں اور اس کے پھیلتے ہوئے اثرات کا اعتراف بھی کرتی ہیں۔

یہ پکار ایک مجبوری کا نتیجہ ہے جو خود راستہ کھولتی جا رہی ہے جو اخلاقی بحران مغربی قوموں کو درپیش ہے اس کا حل تلاش کرتے کرتے یہ قومیں تھک چکی ہیں۔ خلیجی جنگ کے بعد امریکی صدر بش نے ایک تقریر میں کہا تھا کہ اگرچہ یہ عظیم جنگ انھوں جیت لی ہے مگر انسداد فحاشیات کے معاملہ میں وہ جنگ ہار چکے ہیں[1]۔ لیکن امریکی مسلمانوں نے اس سلسلہ میں جو خدمت انجام دی ہے اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔" یہ حقیقت ہے کہ امریکہ میں نہیں تمام مغربی ملکوں میں بسنے والے مسلمان من حیث الملت نشانات سے بچتے ہیں اور حلال و حرام کا فرق قائم رکھے ہوئے ہیں اس بنا پر یورپ و امریکہ کے بازاروں میں ہر جگہ حرام و حلال کی مفصل فہرست آویزاں ملے گی۔

مغربی ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کے کردار کا درخشاں پہلو خواہشات نفسانی اور بے حیائی سے احتیاط ہے امریکی عوام میں جنسی بے حیائی اس طرح عروج پر ہے کہ خود امریکی مفکر کے قلم سے ایک کتاب نکلی ہے جس کا نام اس نے جل کر کنڈوم نیشن CONDOOM NATION رکھا ہے۔

۱۹۹۵ء میں ایک کانفرنس عالمی ادارہ صحت کی طرف سے ہوئی تھی اس میں اسقاط حمل کو قانونی درجہ دینے کا منصوبہ تھا۔ لیکن امریکی کرسچین ایسوسی ایشن نے جم کر مخالفت کی جبکہ عرب ممالک اور پاکستان نے صرف خاموشی اختیار کی نتیجہ یہ ہوا کہ کانفرنس کو اپنا موقف بدلنا پڑا۔ اور پھر ممالک کو یہ سفارش کرنی پڑی کہ اگر وہ چاہیں تو اسقاط حمل کو قانونی حیثیت دے سکتے ہیں امریکی عوام فحاشی کے اس سیلاب بلاخیز سے عاجزی اور اخباروں کے ذریعہ اپنی ناخوشی اور بے بسی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

حساس امریکی لوگ اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اسلامی مراکز پر اسلام لانے والوں کا نظارہ اکثر پیش آتا ہے، بعض اوقات ایسے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بھی مرکز پر نظر آتی ہیں جن کا مقصد اسلامی زندگی کا جائزہ لینا ہی ہوتا ہے۔ یہ نماز باجماعت سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ بعض نئے امریکی مسلمان اپنے کردار سے بہت جلد قومی ہیرو بن جاتے ہیں، مثلاً باسکٹ بال کے چمپین حکیم علاجیوان، مائک ٹائسن عبدالعزیز اور برطانوی مغنی یوسف اسلام وغیرہ۔

(۱) زیادہ صحیح الفاظ میں زندگی کے تمام میدانوں میں شکست فاش کھا چکے ہیں لیکن "شرم ہم کو مگر نہیں آتی"۔

احترام کلام پاک کا ایک نمونہ یہ بھی ہے

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کلام پاک کی تلاوت کی بڑی فضیلت بتائی ہے اور اس کو ایک بڑی عبادت قرار دیا ہے، اور اس کتاب کی تعظیم پر بھی بڑا زور دیا ہے، اس سلسلہ میں بیان فرمایا کہ سلطان محمود غزنوی انار اللہ برہانہٗ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ پوچھا خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا، جواب دیا ایک رات میں کسی قصبہ میں مہمان تھا جس مکان میں ٹھہرا تھا وہاں طاق پر قرآن پاک کا ایک ورق رکھا ہوا تھا، میں نے خیال کیا یہاں ورق مصحف رکھا ہوا ہے سونا نہ چاہیئے پھر دل میں خیال آیا کہ ورق مصحف کو کہیں اور رکھوا دوں اور خود یہاں آرام کروں پھر سوچا کہ یہ بڑی بے ادبی ہوگی کہ اپنے آرام کی خاطر ورق مقدس کی جگہ تبدیل کر دوں، اس ورق کو پھر دوسری جگہ نہ بھیجا اور تمام رات جاگتا رہا، میں نے کلام پاک کے ساتھ جو ادب کیا اسی کے بدلہ میں خدا تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا۔

(بزم صوفیہ ص۲۸ بحوالہ دلائل العارفین)

دعائے مغفرت

تعمیر حیات کے قدرداں اور مشہور ادیب محمد امین مسعود صاحب کا دل کا دورہ پڑنے سے لکھنؤ میں ۱۱ مارچ ۲۰۰۱ء کو تقریباً ۸۵ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مرحوم شریف النفس اور ملنسار انسان تھے وہ دینی و دعوتی کاموں میں بھی حصہ لیتے تھے

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س :۔ ایک شخص آئے دن بذریعہ ٹرین یا بس سفر کرتاہے۔ اکثر دوران سفر دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے کبھی قبلہ درست نہیں، رکوع وسجود کیلئے مناسب جگہ نہیں، ایسے حالات میں کیا یہ ممکن ہے کہ مذکور شخص منزل مقصود پر پہونچ کر فرض سے سبکدوش ہو خواہ قضا ہی کرنا پڑے ؟

ج :۔ نمازیں دوران سفر از روئے شرع مطلوب ہیں جس حد تک قدرت ہو شرائط نماز اور فرائض نماز پوری کرے، گھر جاکر نمازوں کی قضا کرنے پر عنداللہ ماخوذ ہوگا۔

س :۔ ظہر کی نماز پڑھانے کیلئے امام کو سنت پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

ج :۔ امام کو چاہیئے کہ ظہر کی سنتیں پڑھکر نماز پڑھائے، فرض نماز پڑھانے کے لئے سنتوں کا پڑھنا واجب نہیں ہے مگر مسنون ضرور ہے۔

س :۔ زید کی حالت بہت زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے نماز قضا ہوتی رہتی تھی اب انتقال ہوگیا ہے، زید کی کوئی وصیت قضا نمازوں کے سلسلہ میں نہیں ہے ایسی صورت میں جو نمازیں قضا ہوگئیں ہیں کیا وارثین اس کا فدیہ دے سکتے ہیں ؟

ج :۔ میت کی طرف سے نمازوں کا فدیہ وجوباً نہیں دیا جائے گا۔ اور نہ اس کی طرف سے قضا کی جائے گی۔ اگر وارثین اپنی طرف سے فدیہ دیدیں تو امید ہے کہ کفارہ ادا ہوجائے گا۔

س :۔ کیا نابالغ لڑکا اذان دے سکتا ہے؟

ج :۔ نابالغ لڑکا اگر سمجھدار ہے اور اذان کی ادائیگی پوری صحت کے ساتھ کر رہا ہے تو اذان دے سکتا ہے۔

س :۔ یہ مشہور ہے کہ جمعہ یا رمضان میں مرنے والے مسلمانوں سے قبر میں سوال وجواب نہیں ہوتا ہے کیا یہ صحیح ہے ؟

ج :۔ جمعہ کے دن یا رمضان کے مہینہ میں اگر کسی مسلمان کا انتقال ہوجائے تب بھی اس سے حساب کتاب کیا جائے گا۔ قبر میں سوال وجواب ہوگا۔ یہ غلط بات ہے جو مشہور ہوگئی ہے کہ قبر میں اس سے سوال وجواب نہیں ہوگا۔

س :۔ شدید مجبوری کے باعث کسی کی نمازیں چھوٹ گئیں اور اس کا انتقال ہوگیا۔ اب مرحوم کی قضا نمازوں کے کفارہ کی کیا صورت ہوگی ؟

ج :۔ ہر نماز کے بدلہ اگر ورثا ایک کیلو سات سو گرام گیہوں یا تین کیلو چار سو گرام جو یا اس کی قیمت اپنی خوشی سے نکال دیں تو عنداللہ مقبولیت کی امید ہے۔

س :۔ ذبح کرتے وقت جانور کا رخ قبلہ کی طرف کرنا کیسا ہے ؟

ج :۔ مسنون ہے۔ بغیر عذر قبلہ کی جانب منہ نہ کرنا خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

س :۔ ایک شخص قرآت سے پہلے رکوع میں چلا جاتا ہے اور حالت رکوع میں قرآت مکمل کرتا ہے کیا یہ درست ہے ؟

ج :۔ نہیں! قرآت کے مکمل ہونے سے پہلے رکوع کرنا اور قرآت کو رکوع میں مکمل کرنا مکروہ ہے۔

معیداشرف ندوی

● سعودی حکومت کے زیر انتظام اس سال تقریباً تیس لاکھ فرزندان توحید نے اپنا فریضۂ حج ادا کیا۔ اس دوران خادم الحرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز اور ولی عہد شہزادہ عبداللہ نے اپنے ایک پیغام میں کہا کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے متحد ہو جانا چاہئے۔ انہوں نے اپنے پیغام میں کہا کہ سعودی عرب اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں اپنی پالیسی پر قائم رہے گا۔ اور خاص طور سے فلسطینیوں کی حمایت کرتا رہے گا جو آزاد ریاست کے قیام کی جدوجہد میں مصروف ہیں ان کے حقوق کو تسلیم کیا جانا چاہئے۔

● جاپان کی وزیر خارجہ نے اسلام کے حوالے سے حکومت کو ایک تفصیلی رپورٹ پیش کی ہے جن میں چند اہم سفارشات پیش کی ہیں ان میں اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ اسلام کو وسیع النظری کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی جائے اور اس سلسلہ میں اسلامی ممالک کے ساتھ تعلقات کو مزید مضبوط کیا جائے۔ اس کے علاوہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مختلف موضوعات پر حکومت کے زیر نگرانی ریسرچ کیا جائے اور اس طرح ابتدائی پرائمری اور سکنڈری اسکول کی سطح پر اسلامیات کے موضوع کو داخل نصاب کیا جائے امید ہے کہ اس کے اچھے نتائج ملک میں برآمد ہوں گے۔ اور اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں دور ہوں گی۔

● ڈنمارک کو مغربی یورپ میں علمی اور صنعتی اعتبار سے ایک اہم مقام حاصل ہے یورپ کے دیگر ملکوں کی طرح ڈنمارک میں بھی مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے چنانچہ اس وقت ڈنمارک میں ایک لاکھ تیس ہزار کے قریب مسلمان آباد ہیں اسی طرح جہاں سنہ کی دہائی..... میں صرف ایک مسجد پائی جاتی تھی وہاں حالیہ اعداد وشمار کے مطابق سارے ملک میں ۶۷ مساجد پائی جاتی ہیں اور ۱۶ اسلامی مدارس کا قیام عمل میں لایا جا چکا ہے اور ملک میں سب سے بڑی مسجد رابطہ عالم اسلامی کے تحت قائم کی گئی ہے جس میں بیک وقت ڈیڑھ ہزار مسلمان نماز ادا کر سکتے ہیں۔

● اقوام متحدہ کی معاشی اور سماجی کونسل نے کیوبا، شام سعودی عرب اور لیبیا کو انسانی حقوق کمیشن کا رکن منتخب کر لیا ہے۔ واشنگٹن پوسٹ کے مطابق یہ وہ ممالک ہیں جن پر خود انسانی حقوق کمیشن انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے حوالے سے تنقید کرتا رہا ہے، ۵۳ رکنی کمیشن کے لئے ۱۴ ملکوں کا انتخاب کیا گیا ہے واضح رہے کہ امریکہ لیبیا، شام کو دہشت گردی میں تعاون کرنے والے ممالک کی فہرست میں شمار کرتا ہے جب کہ سعودی عرب پر اس کے عدالتی نظام کے باعث تنقید کی جاتی ہے۔

دیکھ کر رنگ چمن ہو نہ پریشاں مالی
کوکب غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
علامہ اقبال

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی یاد میں

رائے بریلی میں کل ہند جلسہ پیام انسانیت

● سید محمود حسن حسنی

۲۷ر فروری سنہ ۲۰۱۰ء کو رائے بریلی میں جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی وطن ہے انھیں کی یاد میں کل ہند سطح کا ایک عظیم الشان جلسۂ پیام انسانیت منعقد ہوا جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی جو کسی ایک مذہب اور مسلک کے ماننے والے نہیں تھے۔ بلکہ مختلف مذاہب و ادیان کے پیرو کار اور عوام و خواص سبھی طبقہ کے لوگ تھے۔ اس جلسہ کو کامیاب بنانے کیلئے شہر رائے بریلی کے ایم. ایل. اے اکھلیش سنگھ، صغیر خان اور ان کے ساتھیوں نے بڑی دلچسپی دکھائی، یہ اجلاس وصی نقوی نیشنل انٹر کالج گراؤنڈ میں منعقد کیا گیا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ناظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ اچھا انسان ہی ملک کو صحیح سمت پر لے جا سکتا ہے۔ اور اچھا انسان وہ ہے جو اپنے چھوٹے سے حق کیلئے بھی دوسرے انسان کو تکلیف نہ دے۔ انھوں نے مزید کہا کہ اسلامی تعلیمات تو یہ بتاتی ہیں کہ انسان تو اشرف المخلوقات ہے وہ غیر انسان جس کے اندر اللہ نے جان رکھی ہے اسے بھی اذیت اور تکلیف دینے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے روکا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف کے ذخیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کو اللہ نے اس پر سزا دی کہ اس کی بلی اس عورت کی لاپرواہی کی وجہ سے مر گئی تھی، اور اور ایک بدکار عورت کی اس پر مغفرت کر دی گئی کہ اس عورت نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلا دیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ زمین والوں پر رحم اور مہربانی سے پیش آؤ تو اللہ کی تمہارے ساتھ مہربانی ہوگی۔

انھوں نے اپنے مفاد کے حصول کیلئے دوسروں کا نقصان پہونچانے والوں اور خون کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ انسان نہیں بھیڑیا ہو گئے ہیں۔ انھوں نے ملک کی سلامتی اور ترقی کیلئے محبت، بھائی چارگی، اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کو اولین ضرورت قرار دیا۔ انھوں نے کہا کہ پڑوس کا حق ہوتا ہے ساتھ رہنے والے اور ساتھ سفر کرنے والے کا حق ہوتا ہے، خواہ وہ کسی برادری کا ہو یا کسی قوم کا ہو۔ اسلام نے راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانے پر بھی اجر رکھا ہے تاکہ کوئی بھی رہگزر ٹھوکر نہ کھائے اور نہ پھسلے، انھوں نے فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے والوں پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ راستہ میں کانٹا بچھانے کا کام کر رہے ہیں یہ لوگ نہ ہی اپنے تئیں مخلص ہیں اور نہ ہی ملک کے خیر خواہ ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اللہ کو ظلم سے زیادہ ناپسند کوئی چیز نہیں اور جب ظلم حد سے بڑھنے لگتا ہے اور اترا ہٹ بڑھ جاتی ہے تو پھر اللہ کا غیظ و غضب نازل ہوتا ہے، زلزلے، طوفان، سخت قسم کی وبائیں انھیں سب کا نتیجہ ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ضرور سزا دیتا ہے، بس دیر سویر کا فرق ہوتا ہے لیکن سزا مل کر رہتی ہے۔ ظلم و زیادتی ہاتھ سے بھی ہوتی ہے اور زبان سے بھی، دونوں کو قابو میں رکھنا چاہیئے اللہ کے یہاں پکڑ دونوں پر ہے،

ملک کے معروف مقرر اور داعی اور کل ہند تحریک پیام انسانیت کے صدر مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب نے اپنی طویل تقریر میں کہا کہ ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ گنتی کے چند عرب تاجر آج سے تیرہ سو سال پہلے کشتیوں کے ذریعہ پہونچے تھے۔ کچھ گجرات کے ساحل پر اور کچھ کیرالا کے ساحل پر اترے تھے، آج اس عربی پیغام کو قبول کرنے والے اور اسلام سے رشتہ جوڑنے والے یہاں کروڑوں کی تعداد میں لوگ زندگی گذار رہے ہیں۔ آخر یہ کیسے ہوا؟ یہ سب ان کے اخلاق، ایمانداری، اور بات کی سچائی سے ہوا، جس سے یہاں کی قومیں متاثر ہوئیں اور حلقہ بگوش اسلام ہوئیں،

انھوں نے کہاکہ یہ انسانیت کا تقاضا ہے کہ ہم اگر کھا رہے ہوں تو پاس پڑوس پر بھی نظر دوڑالیں کہ وہاں چولھا جل رہا ہے یا نہیں۔ اگر ہم کپڑے پہن رہے ہیں تو اِدھر اُدھر اتنا دیکھ لیں کہ دوسرا ننگا تو نہیں ہے، انھوں نے کہاکہ یہ کہاں کا انصاف اور انسانیت ہے کہ ہم شادی کرتے ہیں تو لڑکی والوں کو قرض کے بوجھ سے دبا دیتے ہیں اور ایسے ایسے مطالبے کرتے ہیں کہ سر شرم سے جھک جائے،

مشہور صحافی کلدیپ نیّر نے بابری مسجد کی شہادت کو انسانیت کا خون کرنے سے تعبیر کرتے ہوئے کہاکہ ملک کے عظیم رہنما گاندھی جی کو ۳۰ر جنوری ۱۹۴۸ء میں گوڈسے نے قتل کیا تھا۔ لیکن حقیقت میں ان کا قتل ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو اجودھیا میں ان کے کارسیوکوں کے ذریعہ ہوا۔ جنھوں نے بابری مسجد گرانے کا گھناؤنا جرم کیا تھا۔ انھوں نے فرقہ وارانہ منافرت کی شدید الفاظ میں مذمت کی۔

مجلس استقبالیہ کے صدر مسٹر اکھلیش سنگھ ایم ایل اے نے صاف اور واضح لہجہ میں کہاکہ اسلام ایک صاف ستھرا مذہب ہے۔ اور وہ جہاں پھیلا اپنی اچھی تعلیمات اور پاکیزہ اخلاق کے ذریعہ پھیلا ہے، انھوں نے کہاکہ میرا قرآن پڑھنے کا معمول ہے اور اس کا ہم پر اثر ہے، انھوں نے صاف اور دو ٹوک لہجہ میں کہاکہ ہماری آئیڈیل شخصیتیں بس دو ہیں، شروع میں سوامی وویکانند جی سے متأثر تھا، ان کو میں نے خوب پڑھا تھا۔ لیکن جب سے میں نے مولانا علی میاں ندویؒ کی کتابیں پڑھیں تو اب میں بس ان سے متأثر ہوں۔

لکھنؤ سے آئے ہوئے مہمان چھیدی لال ساتھی سابق ایم ایل سی نے کہاکہ میں نے ڈاکٹر فریدی کے ساتھ کام کیا ہے اور میں نے مولانا علی میاںؒ کو قریب سے دیکھا ہے، وہ اسلام کا ایک عملی نمونہ تھے، انھوں نے اسلام کے نظریۂ مساوات کی کھل کر تعریف کی اور کہاکہ یہی چیز ہے جو دوسروں کو اسلام سے قریب کرتی ہے، اچاریہ شنکر سوامی نے کہاکہ مولانا علی میاںؒ کی زندگی سے اسلام کو صحیح طور پر سمجھنے کا موقع ملا۔ وہ صرف انسانیت ہی کے پیامبر نہیں تھے بلکہ انسانیت اور روحانیت دونوں کے وہ داعی تھے۔ رائے بریلی کیلئے اس سے بڑھ کر فخر کی کیا بات ہوگی کہ وہ یہاں پیدا ہوئے اور یہیں آرام کر رہے ہیں۔

اس تاریخی جلسہ کو پونہ کے جناب انیس چشتی صاحب جنرل سکریٹری کل ہند تحریک پیام انسانیت، مولانا سید اسحاق حسینی کنوینر کل ہند تحریک پیام انسانیت نے بھی خطاب کیا، دیگر خطاب کرنے والوں میں سیٹھ محمد سلیم، ڈاکٹر نیتھن، یو پی سنگھ، اور مولانا آس محمد گلزار قاسمی بھی تھے۔

اس عظیم الشان جلسہ میں مسلمانوں کے علاوہ بڑی تعداد میں غیر مسلموں نے بھی شرکت کی۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں، محفل انجم بھی نہیں
علامہ اقبالؒ

ڈاکٹر محمد یونس نگرامی کے انتقال پر تعزیتی جلسے

محمد فرمان نیپالی

ندوۃ العلماء میں تعزیتی جلسہ

مورخہ ۸ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ کو پروفیسر محمد یونس نگرامی ندوی کے سانحۂ وفات پر دارالعلوم ندوۃ العلماء کی وسیع مسجد میں بعد نماز عشاء ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ کا آغاز برادرم عبدالہادی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کہا: آج ہم اپنے سے رخصت ہونے والے بھائی کے محاسن اور خوبیوں کا تذکرہ کرنے اور ان کی دعائے مغفرت کیلئے جمع ہوئے ہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اذکروا محاسن موتاکم یعنی اپنے سے رخصت ہونے والے بھائیوں کی خوبیوں کو بیان کیا کرو تاکہ تم ان خوبیوں کو اپنا کر فلاح و بہبود سے ہمکنار ہو۔ مولانا نے کہا کہ پروفیسر محمد یونس نگرامی ایک نامور ادیب، بارسوخ انسان اور اچھے قلمکار تھے۔ انھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی، اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ بھی اسی مقصد کے پیش نظر گئے اور وہاں استفادہ کیا، انھوں نے اپنی محنت اور کوشش ہی کی وجہ سے بہت سی سرکاری ڈگریاں حاصل کیں انھوں نے مزید کہا کہ مرحوم کا خاندان بزرگوں کا خاندان ہے۔ اس خاندان کے اندر اللہ اور اس کے رسول کی محبت جاگزیں ہے وہ خاندان سنت رسول کا پابند ہے ان کے انتقال سے اہل خاندان، اہل علم اور عوام و خواص کو بڑا صدمہ پہونچا ہے۔

تقریر کے آخر میں مولانا نے کہا کہ یہ دنیوی قاعدہ ہے کہ جو پہلے آتا ہے وہ پہلے جاتا ہے لیکن قدرت کا فیصلہ اس کے برخلاف ہے جب کسی کی موت کا وقت آتا ہے۔ تو وہ نہ ایک لمحے کیلئے پیچھے جاتا ہے اور نہ آگے بڑھتا ہے، لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو ذخیرۂ ثواب کرتے رہنا چاہیئے۔

جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے کہا کہ مرحوم کے تعلقات دارالعلوم ندوۃ العلماء سے متعدد نوعیتوں کے تھے۔ ایک تو یہ کہ انھوں نے یہاں تعلیم حاصل کی، دوسرے یہ کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سابق شیخ التفسیر مولانا محمد اویس نگرامی کے فرزند ارجمند بھی تھے، ان کا خاندان علم و دین کا خاندان ہے۔ ان کے اندر دعوت کا جذبہ تھا۔ اسی کے پیش نظر انھوں نے اپنے علاقہ نگرام میں مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ ان کے والد بھی اس کیلئے بہت متفکر رہا کرتے تھے۔ ناظم ندوۃ العلماء نے کہا کہ ندوہ کو جب بھی حکومتی سطح پر کسی مسئلہ میں گفتگو کی ضرورت پڑتی تو ندوہ کے ذمہ داران ان سے بھی تعاون لیتے کیوں کہ انھیں اس سلسلہ میں بات کرنے کا سلیقہ تھا۔ پروفیسر صاحب کو عربی اردو اور انگریزی تینوں زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے نکلنے والے پندرہ روزہ عربی جریدۃ "الرائد" میں "نافذۃ علی الہند" کے عنوان سے آپ ہندوستان کی صورت حال بالتفصیل لکھا کرتے تھے۔ دارالعلوم کے اساتذہ سے ان کو بڑا ربط تھا۔ وہ مثبت انداز میں کام کرتے تھے پارٹی بندی سے بہت دور تھے۔ ان کے انتقال سے ذمہ داران ندوہ کو خاص طور سے بڑا دھچکا لگا ہے اور ایک خلا پیدا ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس خلا کو پُر کرے اور خیر خلف لخیر سلف کا محاورہ صادق آئے۔ ناظم ندوۃ العلماء کی دعا پر جلسہ کا اختتام عمل میں آیا۔

اس جلسہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا سید الرحمٰن اعظمی ندوی، مولانا سید واضح رشید ندوی، مولانا شمس الحق ندوی ایڈیٹر تعمیر حیات اور مولانا محمود الازہار ندوی اور دیگر اساتذہ کرام و طلباء دارالعلوم نے شرکت کی، نظامت کے فرائض مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری نے انجام دیئے۔

رابطہ عالم اسلامی کا تعزیتی جلسہ

رابطہ عالم اسلامی کے صدر ڈاکٹر عبداللہ محسن الترکی نے جمعیۃ المثقفین المسلمین کے سربراہ اور رابطہ کی جانب سے ہند، نیپال سری لنکا اور بنگلہ دیش کے علمی و دینی امور سے متعلق مشیر پروفیسر محمد یونس نگرامی ندوی کے انتقال کی خبر سن کر خصوصی طور پر خراج عقیدت پیش کیا۔ چونکہ ایام حج میں رابطہ کے دفاتر بند رہتے ہیں اس لئے خصوصی طور پر دفتر کھلوایا اور ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا۔ جلسہ میں پروفیسر نگرامی کے دعوتی و علمی کارناموں کا ذکر کیا گیا رابطہ کے صدر ڈاکٹر عبداللہ محسن الترکی نے کہا کہ عالم اسلام کیلئے ان کے دل میں تڑپ تھی۔ اور اسلام مخالف افراد کا وہ جس خوبصورتی کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے اس کی کوئی نظیر

نہیں، اس جلسہ میں رابطہ عالم اسلامی کے اہم ذمہ داروں نے شرکت کی، اس موقع پر رابطہ نے پروفیسر نگرامی کی زوجہ کے نام ایک فیکس بھی کیا۔

اسلامک سینٹر ٹوکیو جاپان میں تعزیتی جلسہ

اسی طرح ایک جلسہ اسلامک سینٹر ٹوکیو جاپان میں منعقد ہوا۔ جہاں سال گذشتہ ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے ساتھ پروفیسر نگرامی نے بھی دورہ کیا تھا۔ ٹوکیو اسلامک سینٹر میں بھی ایک جلسہ ہوا، جس میں آپ کے محاسن اور خوبیوں کا تذکرہ کیا گیا۔ اور ان کے اس مقالہ کی تعریف کی گئی جو انھوں نے اس موقع پر ہونے والے سیمینار میں پڑھا تھا۔ واضح رہے کہ پورے عالم اسلام کی طرف سے رابطہ کے ایماء پر پروفیسر نگرامی نے اس سیمینار میں ایک جائزہ پیش کیا تھا۔

امریکہ میں ایک تعزیتی جلسہ

کیلی فورنیا (امریکہ) میں بھی پروفیسر نگرامی کے سانحۂ وفات پر ایک تعزیتی جلسہ ہوا، جس میں ان کی دینی، فکری اور تصنیفی کاوشوں کو سراہا گیا اور کہا گیا کہ انھوں نے اپنی کم عمری میں بڑا کام کر ڈالا!

دبئی اور متحدہ عرب امارات میں تعزیتی جلسہ

اسی طرح پروفیسر یونس نگرامی کی وفات پر دبئی اور متحدہ عرب امارات میں کئی جلسے ہوئے جس میں وہاں کے ذمہ داروں نے پروفیسر صاحب کی صحافتی خدمات کو سراہا جو عالم کے اخبارات میں آپ عالم اسلام کا تجزیہ پیش کرتے تھے اور ہندوستان کے سیاسی، سماجی، علمی اور ثقافتی امور سے متعلق خصوصی رپورٹیں بھیجتے تھے۔

نیپال میں تعزیتی جلسے

مدرسہ عربیہ نور العلوم مدھولیانول پراسی نیپال شاخ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بھی پروفیسر یونس نگرامی صاحب کے انتقال پر ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں مدرسہ کے سرپرست مولانا مبارک حسین ندوی قاسمی نے مرحوم کی زندگی پر بالتفصیل ۔۔۔ روشنی ڈالی اور اور کہا کہ مرحوم کی زندگی خدمت اسلام سے عبارت تھی۔ وہ اسلام کے تئیں کسی طرح کے تساہل کو انگیز نہیں کرتے تھے۔ جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے مدرسہ کے مہتمم مولانا محمد عثمان صاحب ندوی نے کہا کہ پروفیسر صاحب ایک اچھے ادیب اور بارسوخ انسان تھے قدرت الٰہی نے انھیں زبان وبیان دونوں صفات سے نواز اتھا۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں تعزیتی جلسہ

۵ر مارچ سنہ ۲۰۰۱ء کو جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبۂ عربی میں پروفیسر یونس صاحب کے سانحۂ ارتحال پر ایک تعزیتی جلسہ ہوا۔ جلسہ میں کہا گیا کہ پروفیسر یونس نگرامی کی شخصیت دین ودانش کا حسین امتزاج اور قدیم وجدید کا دلکش مرقع تھی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک معتدل ومتوازن عالم متحرک وفعال دانشور اور علم وفضل کے روشن چراغ تھے۔ واضح رہے کہ شعبۂ عربی کے تحت اس جلسہ کا اعلان ہوا تھا لیکن حقیقت میں یہ جلسہ لسانیات والسنہ کی پوری فیکلٹی اور دار الحکومت دہلی کے نمائندہ گان اہل علم کا جلسہ بن گیا۔

جامعہ سلفیہ سراج العلوم جھنڈانگر میں تعزیتی جلسہ

جامعہ سلفیہ سراج العلوم جھنڈانگر کے سربراہ مولانا شمیم احمد ندوی اور ماہنامہ "نور توحید" کے چیف ایڈیٹر مولانا عبد اللہ مدنی نے بھی تعزیتی جلسے منعقد کئے جن میں دونوں حضرات نے پروفیسر صاحب کی وفات پر اظہار تاسف کرتے ہوئے ان کے علمی کارناموں کو سراہا۔

مدرسہ دار التعلیم والصنعت میں تعزیتی جلسہ

مدرسہ دار التعلیم والصنعت جاجموکانپور شاخ دار العلوم ندوۃ العلماء میں پروفیسر محمد یونس صاحب کی وفات پر ایک تعزیتی جلسہ ہوا، جس میں مدرسہ کے سکریٹری حاجی محمد اسحاق صاحب نے اس علمی، دینی، فکری، تحریکی اور رفاہی خسارہ پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اور پسماندگان کیلئے صبر جمیل اور راست کیلئے نعم البدل ہونے کی دعا کی۔

فاؤنڈیشن فار سوشل کیئر کا تعزیتی جلسہ

فاؤنڈیشن کے صدر مولانا ظہیر احمد صدیقی ندوی کی صدارت میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا۔ جس میں پروفیسر نگرامی کی رحلت پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ صدر فاؤنڈیشن نے مرحوم سے اپنے دیرینہ تعلق کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ پروفیسر مرحوم ایک زندہ دل، بیدار مغز اور حوصلہ مند، بیباک دانشور تھے۔ ان کی رحلت سے نہ صرف لکھنؤ کے علمی وادبی حلقوں میں خلا پیدا ہوا ہے بلکہ ان کی رحلت نے عالم اسلام بالخصوص اسلامیان ہند کو ناقابل تلافی نقصان پہونچا ہے۔

(باقی صہ ۱۷ پر)

ایک تعارف

نگارشاتِ یاسمین

شمس الحق ندوی

نگارشات یاسمین پر جناب سید حامد صاحب نے اپنے نجی خط میں اس طرح تبصرہ کیا ہے۔

"تحریر ہر سطر میں کئی بار اردو ادب سے مصنفہ کے شغف اور بہرہ یابی کی شہادت دے رہی ہے نثر ایسی شگفتہ ہے کہ گمان نہیں ہوتا کہ یہ موتی کاوش سے ٹانکے گئے ہیں۔ ٹانکے کہاں گئے ہیں۔ یہاں تو کیفیت موتی رولنے کی ہے مصنفہ کے عبارت کی بے ساختگی اور ذوقِ زندگی کی داد نہ دینا قدر ناشناسی ہوگی، پڑھنے والے عبارت کی رواں دواں قلم برداشتہ بے ساختگی سے حظ اندوز ہوتا ہے۔ اور اُسے بہت سی نئی باتیں بھی معلوم ہوتی ہیں"

جناب مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

"تحریر میں شوخی اور تازگی ہے، روانی ایسی ہے جیسے رم جھم بارش ہو رہی ہے، بناوٹ اور تصنع بالکل نہیں ہے، تحقیقی مقالات کا پھیکا پن اور فلسفیانہ خیالات کا کھردرا پن کہیں نہیں ملتا، اپنی باتیں، اپنے گھر اور ماحول کی باتیں دلکش اور سادہ انداز میں اس طرح بیان کی ہیں کہ پڑھنے والا اپنے کو ہر ماحول سے قریب محسوس کرتا ہے، یہ لڑکی اپنے باپ اور چچا کی طرح وسیع مطالعہ کی مالک ہے اس کے مقالات میں روایتی (کلاسیکل) اور تخیلاتی (رومانٹک) تلمیحات ملتی ہیں۔ غالب کے اشعار اور تلمیحات سے تحریر اس درجہ رچی بسی ہوئی ہے کہ ہم اس کو غالب پسند کے بجائے غالب زدہ کہہ سکتے ہیں۔

اس لڑکی نے رشید صاحب کا ورثہ پایا ہے رکھ رکھاؤ میں فرق نہیں آیا ہے، اپنے گھر کی باتیں کرتی ہے تو اس کا خلوص بڑھ جاتا ہے، اور لہجے میں گداز آجاتا ہے، سر سید یا رشید صاحب کا خاکہ لکھتی ہے تو بہت اچھے اور خوبصورت فقرے اس کے قلم پر آجاتے ہیں۔ اپنے بیاہے جانے کا قصہ بھی سناتی ہے جس میں صداقت کے ساتھ بھولا پن بھی نظر آتا ہے"۔

یہ تنقید نگار ہر دو حضرات کی تحریر پر اضافہ کرنا مشکل پا رہا ہے۔ کوئی شک نہیں یہ کتاب جو بالکل ضخیم نہیں ہے، پڑھنے والے کو اپنی لذت سے اس طرح مسحور کرتی ہے کہ ایک ہی نشست میں اس کو پڑھنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ طرز بیاں اردو میں تقریباً منفرد ہے۔

اس لڑکی کے باپ اور مرحوم دادا دونوں ندوہ کے بڑے جانے بوجھے محبوب افراد میں ہیں، دادا محمد سمیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو ندوہ کے استاذ الاساتذہ کہلاتے تھے۔ ندوہ ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ علم اس نے دادا سے وراثت میں پایا ہے۔ باپ نے مزاج کی حس دی اس طرح اس کی شراب دو آتشہ ہو گئی۔

یہ لڑکی ندوہ کی بیٹی ہے اور تعلیم اس نے مسلم یونیورسٹی میں پائی۔ یہ اس کے بچپن کے ماحول کے اثرات ہیں کہ دین سے اس کا شغف اور رسولؐ سے اس کی محبت بہت زیادہ ہے سرکار دو عالم نے عورتوں کے ساتھ جو حسن سلوک کی تعلیم دی ہے اس کا بیان بے حد جذباتی ہے جیسے اس کی پوری روح اس میں سمائی جا رہی ہے، مجھے بہت خوشگوار تعجب ہوا ہے جب اس نے حدیثِ رسول لکھی کہ تین لڑکیوں کی پرورش کرنے والا جنت میں جائیگا دو کا پرورش کرنے والا بھی جنت میں جائیگا۔ اور شاید حضورؐ نے ایک لڑکی کے لئے بھی ایسا فرمایا ہے۔

دو ایک باتیں محل نظر بھی ہیں جس میں صرف اس کی شوخی کا دخل ہے لیکن بد ذوقی نہیں پہلی جس پر مولانا عبداللہ عباس نے گرفت کی ہے۔ جب اس نے طالبان کیلئے لکھا۔

"ممکن ہے طالبان ٹائپ کی ایک قوم بھی پیدا ہو جاتی جو سر راہ مردوں کی داڑھی اور پاجامہ کی لمبائی ناپتے اور وہیں کے وہیں سزا بھی دے دیتے۔ عورتیں تو خیر جہنم رسید ہی ہو جاتیں۔ پردہ اور برقعہ تو سر آنکھوں پر مگر تعلیم سے محروم کرنا تو رسولؐ کے حکم کی خالص خلاف ورزی ہے"

دوسری یہ بات جو اس نے قادیانیوں کے لئے لکھی۔

"ردّ قادیانیت میں بڑے بڑے جلسے ہو رہے ہیں، تقریریں ہو رہی ہیں اور عربی

(باقی صفحہ پر)

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: ملت اسلامیہ کی محسن شخصیات
مصنف: مولانا حکیم محمد اسلام صاحب انصاری
صفحات: ۲۴۰، سائز ۱۸×۲۲/۸، خوبصورت ٹائیٹل
عمدہ کاغذ وطباعت دستی کتابت، قیمت ۶۰/- روپیے
ملنے کا پتہ: جامعہ عربیہ نورالاسلام شاہ پیر گیٹ میرٹھ (یوپی)

زیر نظر کتاب میں مولانا حکیم محمد اسلام صاحب نے ہندوستان کی قابل ذکر تاریخ ساز چھیالیس ۴۶ اہم شخصیتوں کی سیرت وسوانح ان کی دینی علمی اصلاحی وتدریسی خدمات اور ان کے کارہائے نمایاں کا عام فہم زبان میں — اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ جن سے برصغیر کی ملت اسلامیہ ذہنی وابستگی اور قلبی عقیدتمندی کے ساتھ زیادہ مانوس ہے جن میں حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ علامہ فضل حق خیر آبادیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب دیوبندیؒ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

مولانا نے زیادہ سے زیادہ عوامی افادہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے ایمان افروز تذکروں کو نہایت سادہ اور آسان انداز میں یکجا کر کے مکمل علم وعرفان سجائی ہے۔

یہ کتاب مبلغین ومعلمین کیلئے ایک قیمتی تحفہ بھی ہے اور لائق مطالعہ بھی۔

نام کتاب: سیرت بانی دارالعلوم
مؤلف: علامہ سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
صفحات: ۱۳۲، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت درج نہیں۔
ملنے کا پتہ: مکتبہ رشیدیہ عائشہ منزل، نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی ۷۴۲۰۰

پیش نظر کتاب میں عالم ربانی علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر اور عظیم متکلم ومجاہد بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی علمی، اصلاحی، خدمات اور ان کی زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے،

یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے، باب اول میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی سوانح حیات کا سرسری ذکر ہے، باب دوم میں تصنیفات وتالیفات باب سوم میں غیر مسلموں کے مناظرے، باب چہارم میں دارالعلوم دیوبند، اور باب پنجم میں مولانا کی مؤمنانہ فراست کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

نام کتاب: تذکرہ حضرت مولانا سید احمد خاں صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
مرتب: مفتی محمد روشن شاہ قاسمی
صفحات: ۶۲، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت ۲۰/- روپیے۔
ملنے کا پتہ: ادارہ اشاعت دینیات (پرائیوٹ) لمیٹڈ ۱۶۸/۲ جھا ہاؤس حضرت نظام الدین نئی دہلی ۱۱۰۰۱۳ (انڈیا)

حضرت مولانا سید احمد خاں صاحب تبلیغی جماعت کے قدیم داعیوں میں تھے، علم وعمل میں بھی تفوق رکھتے تھے اور عرب وعجم میں دعوت وتبلیغ کا بڑا کام کیا تھا۔

اس کتاب میں ان کے مختصر حالات کے علاوہ قیمتی ملفوظات، خطبات اور مکتوبات بھی ہیں چونکہ مولانا کا تعلق تبلیغی جماعت سے بہت قدیم تھا۔ اور انھوں نے بڑی جد وجہد سے دعوت کا فریضہ انجام دیا تھا۔ اس لئے ان کی ہر بات طویل تجربے پر مبنی اور نہایت قابل قدر ہے۔

کتاب کے آخر میں خواتین سے متعلق فضائل کے باب میں ۲۸ احادیث نقل کی گئیں ہیں جن میں سے اکثر موضوع اور من گھڑت ہیں۔ بعض لوگوں نے انھیں مولانا کی طرف نسبت کرکے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا تھا۔ اور مولانا کو اس کا علم بھی نہیں تھا، چنانچہ مولانا نے اس پمفلٹ کی تردید کی ہے اور مذکرہ روایتوں کو من گھڑت بتایا ہے۔ اس لئے ان روایتوں پر عمل نہ کیا جائے۔

بہرحال یہ کتاب دعوت وتبلیغ میں لگے ہوئے لوگوں کیلئے خصوصاً اور عام مسلمانوں کیلئے عموماً بہترین تحفہ ہے۔

لمحۂ فکریہ

مسلمانوں میں اسراف کی جو وبا آئی ہوئی ہے شادیوں اور دیگر تقریبات میں جس طرح اسراف وتبذیر جاری ہے۔ غیر اسلامی رسوم کی پابندی کی جارہی ہے وہ کسی بھی قوم وملت کیلئے تباہی وبربادی کا پیش خیمہ ہے جس قوم کے لاکھوں لوگ نان جویں کے محتاج ہوں اور ستر پوشی کے لباس سے عاری ہوں۔ اہل ثروت اللہ کی عطا کردہ دولت کا بے جا استعمال کر رہے ہوں۔ ایسی صورت میں اس قوم کے مستقبل کا کیا ہوگا؟

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

(بقیہ)
نسخۂ کیمیا اور ید بیضاء

اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے، جب ان کو یہ بات معلوم ہوگئی تو بڑے اطمینان بلکہ بڑے ناز و اعتماد کے ساتھ فرمایا۔ اِذًا لَا یُضَیِّعُنَا تب تو وہ ہمیں ضائع نہ فرمائے گا۔

حضرت موسیٰؑ اور ان کے ہمراہیوں کو جب فرعون کے خونخوار لشکر نے دریا کے کنارے گھیر لیا اور بظاہر نجات کی صورت باقی نہ رہی۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ نے کس اعتماد کے اور کس محبت کے ساتھ فرمایا۔

قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ

ہرگز نہیں میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔

اور بدر کے موقع پر جب مسلمانوں کے پیر اکھڑنے لگے اور ایسا نظر آنے لگا کہ مٹھی بھر جماعت جو پوری انسانیت اور سارے زمانوں کے لئے روشنی کی واحد اور آخری کرن تھی کہیں ڈوب نہ جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس درد کس اعتماد اور کس تعلق و دلسوزی کے ساتھ دعا فرماتے ہوئے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ لَنْ تُعْبَدْ۔ اے اللہ اگر یہ جماعت بھی فنا ہوگئی تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔

ان تینوں اور اہم ترین اور عجیب واقعات میں تعلق مع اللہ، یقین و اعتماد اور محبت و دلسوزی کی ایسی جلوہ گری ہے کہ کسی ایک کو دوسرے سے علیحدہ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اور یہی وہ عناصر ہیں جن کے بعد انسان کا رشتہ خالق کائنات اور مسبب الاسباب سے اس طرح جڑ جاتا ہے کہ

پھر کوئی بیرونی قوت اور شورش اور بڑی سے بڑی آزمائش اس کو کمزور نہیں کر سکتی۔

اس کے علاوہ "نفس مطمئنہ" کے حصول کیلئے ان دونوں چیزوں سے بڑھ کر کوئی اور ذریعہ نہیں قلب کے انتشار، خوف، بددلی، شکست حوصلگی پست ہمتی اور اوہام اور وساوس کو دور کرنے کیلئے اس سے زیادہ زود اثر کوئی دوسری چیز نہیں قرآن مجید کا صاف ارشاد ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

خوب یاد رکھو اللہ ہی کی یاد سے دل اطمینان پاتے ہیں۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔

اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کیلئے کافی ہے۔

بیم دلی مایوسی اور اضطراب دراصل وہ موہوم بدلیاں ہیں جو دل کی کدورتوں معصیتوں اور خدا سے بے تعلقی یا اس تعلق کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے دل پر چھا جاتی ہیں، خارج میں ان کا اکثر کوئی وجود نہیں ہوتا، دل کو ایک خدا کی یاد پر مرکوز کرنے اور اس کی قدرت کاملہ اور رحمت واسعہ کے استحضار کے بعد خود بخود یہ بدلیاں چھٹنے لگتی ہیں اور امید و یقین کی شعاعوں سے آئینۂ دل جگمگا اٹھتا ہے۔ اندھیرے کے ساتھ جتنی مہیب صورتیں موہوم شکلیں اندیشے اور غلط نظریے قائم ہوگئے تھے، اور جو مفروضات حقائق بن گئے تھے اور دل کو پریشان کر رہے تھے۔ حباب کی طرح غائب ہونے لگتے ہیں اور دل کی گہرائی اور بیرونی سطح اس سے پاک ہو جاتی ہے۔

ان اثرات کی مقدار یا دکی کمیت سے زیادہ کیفیت پر قال سے زیادہ حال پر اور ظاہر سے زیادہ باطن پر منحصر ہے لیکن اپنے حالات اور اپنی سطح کے موافق ہر شخص کو اس میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملتا ہے اور اس کو نفس مطمئنہ کے دروازہ پر پہونچا دیتا ہے۔

یہ تعلق اور اعتماد ہماری مشکلات کا حل بھی ہے کامیابی کی کلید بھی ہے اور خوف و حزن کا علاج بھی ہے، دوا بھی ہے، ہتھیار بھی ہے، ذریعہ بھی ہے، اور مقصود بھی ہے

اس کے لئے کہیں دور جانے کی حاجت نہیں اس کو دل کے نہاں خانہ میں تلاش کرنا چاہیئے یہ غنچہ اسی گلشن میں کھلتا ہے اور اسی چمن میں ملتا ہے بس دل کے اس دروازہ کو جو عرصہ سے مقفل پڑا ہوا ہے اور جس میں سوائے گندی چیزوں اور کیڑے مکوڑوں کے اور کچھ نہیں ہے، کھولنے اور پاک کرنے اور خدا کی روشنی سے منور کرنے کی ضرورت ہے

تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن درآ

(بقیہ)
قبول اسلام کے بعد.....

جیسے تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابوں کا برازیلی زبان میں نہ ہونا بھی ہے۔

اور اخیر میں میں اپنی گفتگو اس خواہش کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ میں دین اسلام کی تعلیم حاصل کروں اگرچہ ایک ہی سال ہو تاکہ برازیلی زبان میں دعوت اسلامی کی نشر و اشاعت کر سکوں اور برازیلیوں پر جو کہ غفلت میں ہیں یہ واضح کر سکوں کہ اسلام، عدل، مساوات انسان کا اپنے بھائی انسان کے تئیں احترام کا جذبہ جیسے مفاہیم کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ آخر میں اخبار العالم الاسلامی کا مشکور ہوں کہ اس نے ہمیں اپنا تعارف کرانے کا اور دین حنیف کے تئیں اپنے احساسات کو بیان کرنے کا موقع دیا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری تمنا ہے کہ کسی اسلامی ملک میں ایک سال اسلامی علوم سیکھنے کا موقع ملے

قبول اسلام کے بعد برازیلی راہب کے تاثرات

تحریر: جواس یاسر حسین — ترجمہ: سید مسعود حسن حسنی

برازیل میں اسلامی تعلیمات سے متأثر
ہو کر ایک راہب نے اسلام قبول کرلیا ہے
سلام سے پہلے ان کا نام (اسرائیل گوس لوئیس
سانت) تھا۔ اور اسلام قبول کرنے کے بعد
سماعیل محمد کے نام سے وہ جانے جاتے ہیں۔
ان کی عمر ۵۵ سال ہے۔ انھوں نے یونیورسٹی
کی تعلیم کے بعد برازیل کے متعدد کلیساؤں میں
انجیلی فرقہ کی تعلیم حاصل کی جو یہ ایک
مسیحی فرقہ ہے۔

سوال :۔ اسلام سے پہلے کس دین سے
آپ وابستہ رہے۔ اور کلیسا میں آپ کا کیا
کردار تھا؟

جواب :۔ اسلام سے پہلے میں مسیحی فرقہ
انجیلیہ سے وابستہ رہا، جہاں تک کلیسا میں
میرے کردار کا تعلق ہے تو میں نے تقریبا
۱۵ سال کے عرصہ تک راہب کے فرائض
انجام دیئے۔

سوال :۔ کیا آپ کے پاس اسلام
قبول کرنے سے پہلے اسلام کے بارے میں
کچھ معلومات تھیں؟

جواب :۔ میرے ذہن میں اسلام کی
ایک تصویر تھی جو راہب کی حیثیت سے
میرے ذہن میں اپنے مطالعہ کے دوران بنی
تھی، اور اس مطالعہ کی بنیاد پر میں محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو نبی نہیں مانتا تھا۔ بلکہ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کو ایک انقلابی شخصیت تصور کرتا تھا۔

سوال :۔ آپ نے اسلام سے کیسے واقفیت
حاصل کی؟

جواب :۔ دعوت اسلامی کے مرکز سے برازیلی
زبان میں جو بعض کتابیں مجھے حاصل ہوئیں
ان کے مطالعے سے مجھے اسلام سے واقفیت
حاصل ہوئی۔ مطالعہ، غور و فکر اور حقیقت
کی جستجو کی کوشش کے تیسرے ہی دن میرا
سینہ اسلام کے سلسلہ میں منشرح ہوگیا
اور میں نے سمجھ لیا کہ اسلام ہی دین حق ہے
اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں
ہے۔ پھر میں لاطینی امریکہ کے دعوت اسلامی کے
مرکز میں اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کردیا۔

سوال :۔ وہ کون سے امور ہیں جنہوں نے
آپ کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا؟

جواب :۔ سب سے زیادہ میں عقیدہ کی
کتابوں سے متأثر ہوا۔ عقیدہ کی کتابوں
میں ارکان ایمان کا جو باب ہے اس نے
خاص طور پر مجھ پر اثر ڈالا۔

سوال :۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد
آپ نے کیسا محسوس کیا؟

جواب :۔ عملی طور پر اسلام میں سرگرمی
کی ضرورت کو میں نے محسوس کیا۔ اور مجھ پر یہ
بات واضح ہوگئی۔ کہ تین مہینہ میں اسلام کے
بارے میں مجھے جو معلومات حاصل ہوئیں،
کئی سال تک وہ مسیحیت میں رہتے ہوئے
عیسائیت کے بارے میں مجھے حاصل نہ ہوسکی تھیں

سوال :۔ اسلام قبول کرنے کے بعد کیا آپ کو
چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا ہے؟

جواب :۔ ان چیلنجوں میں سے سب سے پہلے
اپنے گھر والوں کے چیلنج کا مجھے سامنا کرنا پڑا جس
میں سات پادری ہیں، اور جو میرے پادری
دوست تھے وہ میرے گھر آئے اور مالی
پیش کش کی، اور مجھے چھ ہزار برازیلی ریال
جو تین ہزار ڈالر کے مساوی ہیں تنخواہ کی
پیش کش کی اس کے ساتھ ایک گھر اور گاڑی
بھی، میرے ساتھ ان کا یہ معاملہ محض اس وجہ
سے تھا کہ میں دین حق چھوڑ دوں۔

سوال :۔ کیا کچھ معاشرتی مشکلات بھی تھیں
جن کا آپ کو اسلام قبول کرنے کے بعد سامنا
کرنا پڑا؟

جواب :۔ ہاں مسلم داعی ہونے ___ کی وجہ
سے اپنے دوستوں کے ساتھ کچھ چیلنجوں کا
سامنا کرنا پڑا۔

سوال :۔ کیا آپ کے خاندان میں کسی نے
اسلام قبول کیا ہے؟

جواب :۔ میرے اسلام قبول کرنے کے ایک
سال بعد ہی میرے خاندان کے ۷ افراد نے
اسلام قبول کرلیا جن میں میری بیوی، میرے
بچے اور میرے بھائی کی بیوی ہیں جبکہ
میرے بھائی راہب ہیں

سوال :۔ برازیل میں برازیلی مسلمانوں کو کن
مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

جواب :۔ بہت سی مشکلات ہیں۔ جن میں
زبان کی مشکل کے علاوہ اسلامی کتابوں کا

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

egd No.LW/ NP/ 63
x No. (0522)330020

FORTNIGTLY

N.R.I.No- UPURD 03615/24/1/2000-Tc
Guest Haous : 323864

MEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India) Rs.6/- Vol I No.1

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Majlis Sahafat- Wa- Nashriat,
Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow - U. P.
Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

علم کا اصلی پھل

میں نے دیکھا ہے کہ فقہ اور سماع حدیث میں انہماک و مشغولیت قلب میں صلاحیت پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں، اس کی تدبیر یہی ہے کہ اس کے ساتھ مؤثر واقعات اور سلف صالحین کے حالات کا مطالعہ بھی شامل کیا جائے، حرام و حلال کا خالی علم قلب میں رقت پیدا کرنے کے لئے کچھ زیادہ سود مند نہیں، قلوب میں رقت پیدا ہوتی ہے مؤثر احادیث و حکایات سے اور سلف صالحین کے حالات سے، اس لئے کہ ان نقول و روایات کا جو مقصود ہے وہ ان کو حاصل تھا، احکام پر ان کا عمل شکلی اور ظاہری نہ تھا بلکہ ان کا اصلی ذوق اور لب لباب حاصل تھا، اور یہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں وہ عملی تجربہ اور خود آزمائش کرنے کے بعد ہے، میں نے دیکھا ہے عموماً محدثین اور طلبۂ فن حدیث کی ساری توجہ اونچی سندِ حدیث اور کثرتِ مرویات کی طرف ہوتی ہے، اسی طرح عام فقہاء کی تمام تر توجہ جدلیات اور حریف کو زیر کرنے والے علم کی طرف ہوتی ہے، بھلا ان چیزوں کے ساتھ قلب میں کیا گداز اور رقت پیدا ہوسکتی ہے، سلف کی ایک جماعت کسی نیک اور بزرگ شخص سے محض اس کے طور طریقہ کو دیکھنے کے لئے ملنے جاتی تھی، علم کے استفادہ کے لئے نہیں، اس لئے کہ یہ طور و طریقہ اس کے علم کا اصلی پھل تھا، اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لو اور فقہ و حدیث کی تحصیل میں سلف صالحین اور زہادِ امت کی سیرت کا مطالعہ ضرور شامل کرو تاکہ اس سے تمہارے دل میں رقت پیدا ہو۔

علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

(از: تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ ص ۲۴۶ بحوالہ صید الخاطر ج ۲ ص ۳۰۴)

فی شمارہ ۶/ روپئے — سالانہ ۳۰/ اروپئے —

شرم کی باتیں بیان کرنی ہوں تو آپ لطیف اشارہ سے کام لیتے

تحریر:۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ:۔ شمس الحق ندوی

تسلسل کے لئے ۲۵ر نومبر ۲۰۰۰ء کا شمارہ ملاحظہ فرمائیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی جب صحابۂ کرامؓ کو ایسی بات بتانا چاہتے جس کو کھول کر بیان کرنے میں شرم محسوس ہو تو پہلے بہت لطیف اشارہ و کنایہ سے کام لیتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں تمہارے لئے باپ کی طرح ہوں جس طرح باپ اپنے لڑکے کو سکھاتا ہے، میں اسی طرح تم کو تعلیم دیتا ہوں (دیکھو) جب قضائے حاجت کو جایا کرو تو اس حالت میں نہ منہ قبلہ کی طرف کیا کرو نہ بیٹھ کیا کرو۔ اور استنجا، پاک کرنے میں تین پتھر استعمال کیا کرو آپؐ نے گوبر یا مینگنی، بوسیدہ ہڈی سے استنجا، پاک کرنے سے منع فرمایا ہے (ابو داؤد۔ ابن ماجہ وغیرہ)

شرم کی باتوں میں آپ کا صرف بیان کر دینے اور اشارہ پر اکتفا کرنا:

شرم کی باتوں کو بتانے میں آپؐ کبھی صاف مسئلہ بیان کر دینے اور اشارہ کر دینے پر اکتفا فرماتے تھے۔

[1] آپؐ نے استنجا کیلئے غائط کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے معنی آبادی سے دور ویرانہ کی نشیبی زمین کے ہیں لوگوں سے پردہ کی غرض سے آدمی دور نشیبی جگہ قضاء حاجت کیلئے بیٹھتا ہے اس لئے آپؐ نے بطور اشارہ غائط کا لفظ استعمال فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے "کہ اسماء بنت شکلؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے بعد غسل کے بارے میں سوال کیا؟ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے جس کو (مدت حیض کے ختم پر) غسل کرنا ہو پانی اور سدرہ[1] لیکر پاکی حاصل کرے اور اچھی طرح (مل کر) حاصل کرے پھر اس پر پانی ڈالے اور خوب ملے کہ بالوں کی جڑ تک پانی پہنچ جائے پھر اس پر پانی انڈیلے پھر خوشبو لگا ہوا روئی کا ٹکڑا لے اور اس سے صاف کرے

حضرت اسماءؓ نے فرمایا اس سے کس طرح پاکی حاصل کرے گی؟ آپؐ نے بتایا کہ (صراحت نہ فرما کر) سبحان اللہ، سبحان اللہ فرمایا: اور فرمایا کہ اس سے پاکی حاصل کرے۔

حضرت عائشہؓ نے آہستہ سے ان سے فرمایا خون نکلنے کی جگہ کو صاف کرو۔

ان خاتون نے غسل جنابت کے بارے میں سوال کیا؟ پانی لے اور اچھی طرح پاکی حاصل کرے یا خوب صاف کرے پھر اس کے اوپر پانی بہائے، اور خوب ملے، کہ بالوں کی جڑ تک پانی پہونچ جائے۔ اور اس کے اوپر پانی انڈیلے۔

[1] سدرہ وہاں ایک پودہ کا پتہ ہوتا ہے جو میل نکالنے اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانے میں معاون ہوتا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا انصاری عورتیں کتنی اچھی ہیں کہ دینی باتوں کو معلوم کرنے میں شرماتی نہیں ہیں۔

حدیث بالا سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں

۱۔ تعجب کے وقت معلم کا سبحان اللہ کہنا (جس کا مفہوم یہ ہے کہ اتنی موٹی بات سمجھ میں نہیں آئی)

۲۔ شرم گاہ سے متعلق مسائل میں اشارہ اور کنایہ سے کام لینا۔

۳۔ عورت کا عالم سے ایسی باتوں کا معلوم کرنا جو ضروری ہوں۔

۴۔ بے حیائی پیدا کرنے والی باتوں کے موقع پر اشارہ اور کنایہ سے کام لینا۔

۵۔ سوال کرنے والے کو سمجھانے کیلئے جواب کا دہرانا۔ پوچھنے والی خاتون نے جب پہلی بار کے جواب دینے سے نہیں سمجھا تو آپ نے دوبارہ سمجھایا اس لئے کہ عورتوں سے اس طرح آمنے سامنے بات کرنے میں حیا معلوم ہوتی ہے، لہٰذا آپ نے رخ پھیر کر جواب دیتے ہوئے گویا اصل جگہ کی طرف اشارہ کر دیا جس کو حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں اور پوچھنے والی کو سمجھانے کی ذمہ داری لی اور چپکے سے ان کو بتا دیا۔

۶۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عالم کی موجودگی ہی میں جس نے بات کو سمجھ لیا ہے جب یہ اندازہ ہو کہ عالم اس سے خوش ہوں گے تو وہ سائل کو سمجھا دے جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کی موجودگی ہی میں ان خاتون کو چپکے سے سمجھا دیا۔

۷۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جن سے مسئلہ پوچھا گیا ہے ان کے ہوتے ہوئے دوسرا سمجھا دے جیسے حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کے ہوتے ہوئے سمجھایا۔

۸۔ بات کا ٹھیک سے بیان کر دینا اور اسے سائل کے سمجھنے کو بھانپ جانا چاہیے وہ بار بار نہ کہے۔

(باقی ص۳۰ پر)

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۱۰ر اپریل ۲۰۰۱ء .... مطابق .... ۱۵ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر (۱۱)

نیچے بنے دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

زر تعاون

سالانہ ---=/۱۳۰ روپے

فی شمارہ ---------=/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک......۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ......۱۵ ڈالر

☆☆☆

گزارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر سیکشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/=

۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs 40/=

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سینٹی میٹر ‎80/=

بیرون ملک نمائندے

Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No. 842, Madina Munawwara (K.S.A.)	مدینہ منورہ
Mr. M. AKRAM NADWI O.C.I.S., St. Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K	برطانیہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O. Box 388, Vereninging, (S. Africa)	ساؤتھ افریقہ
Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O. Box No. 10894, DOHA-QATAR	قطر
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O. Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.) P.H. No: — 3970927	دبئی
Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H. No. 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)	پاکستان
Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)	امریکہ

Website: nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

پرانی دنیا کا نیا سال

آج سے ٹھیک چودہ سو اکتیس سال پہلے مکہ مکرمہ سے ایک قافلہ نکلا تھا ایک ہیر قافلہ تھے۔ اللہ کا ان پر درود و سلام ہو
ے ان کے رفیق و جاں نثار ہمسفر تھے۔ اللہ ان سے راضی رہے اور ان کو اپنے درجات قرب سے راضی رکھے۔ تیسرے
ِ خدمت گذار غلام لقب آقا نصب تھے اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے۔ نہ کوئی زادِ سفر تھا نہ بوریا بستر، نہ کھانے پینے کا کوئی
وقطرہ موجود تھا۔ چلے تھے یوں کہ مالک کا حکم یہی تھا گھر کے باہر دشمنوں کا جگھٹا۔ راستہ پہاڑیوں کا۔ ایک پہاڑ کے بعد دوسرا
ایک وادی کے بعد دوسری وادی۔ راستہ خطروں سے بھرا ہوا امن و امان مفقود، ہر قدم پر خوف و دہشت کے اسباب موجود،
سفر تھے رہبر انسانیت، فخر بشریت، آبروئے آدم و آدمیت محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رفیق سفر تھے انبیاء کے بعد
ی سب سے بڑی شخصیت یعنی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اور جن کا لقب غلام تھا، لیکن وہ سب کے آقا تھے، کیوں کہ رسولؐ
لیفۂ رسولؐ کے خدمت گذار تھے، ان کا نام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ قافلہ جو اس وقت چلا تھا آج بھی چل رہا ہے، اور جس
خطرات اس وقت درپیش تھے اسی طرح خطرات آج بھی اس قافلہ کے پیچھے چلنے والوں کو اور ان کے ماننے والوں کو
یش ہیں، جس طرح اس وقت دشمنوں کی یورش تھی وہ آج بھی موجود ہے۔ مگر یہ قافلہ صرف جاندار ہی نہیں بلکہ جاں بخش
تھا۔ وہ آگ لگانے نہیں آگ بجھانے اٹھا تھا۔ وہ انسان کو زمین پر انسان بن کر چلنا سکھلانے کا پیغام اپنے ساتھ
لاتا تھا۔ وہ غلام و آقا کو انسان ہونے کی حیثیت سے یکساں سمجھتا تھا۔ اس قافلہ کے رہبر صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو ایک
ے بڑے جانور سے زیادہ حقیر سمجھتے تھے، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔

"وقال: (یؤتی بالدنیا یوم القیامة فی صورة عجوز شمطاء زرقاء أنیابها، مشوّه خلقها)
اور فرمایا کہ قیامت کے دن دنیا سامنے لائی جائے گی بڑے بڑے نکیلے ڈراؤنے دانتوں والی مسخ شدہ چڑیل شکل کی
یا ہوگی ــــ مطلب یہ ہے کہ نہایت ہی کریہہ بدنظر ڈراؤنی شکل والی بڈھی عورت کی شکل میں دنیا پیش کی جائے گی، بقول
ت سعدیؒ کے "عروس ہزار داماد" پرانی دنیا جو کسی کی وفادار نہیں رہی، کہا جاتا ہے کہ بیزنطینی حکومت چھ ہزار برس رہی
ساسانی شہنشاہیت کا تین ہزار برس تک سکہ چلتا رہا۔ اور اسی طرح رومی یا یہ تخت کے کھنڈر آج بھی بتا رہے ہیں کہ دنیا کئی ہزار
ل تک ان کو چلاتی رہی پھر سب سے منہ موڑ لیا۔ عرب آئے، عجم آئے، ترک آئے۔ اور سب اپنی اپنی مدت پوری کر کے زمین دوز
گئے۔ اور یہ بڑھیا سب کو چبا بیٹھی۔ اسی پرانی دنیا کا نیا سال شروع ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ بھی تاریخ کا جزو بن جائے گا جس طرح
ل صدیوں کے لوگ پچھلی صدی کے عباقرہ اپنی اپنی جھلک دکھا کر تاریخ کا قصہ بن گئے۔

ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ
ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً رَسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ
أَحَادِيثَ فَبُعْدًا لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ (المومنون ۴۲-۴۴)

پھر ان (عاد و ثمود) کے ہلاک ہونے کے بعد ہم نے اور امتوں کو پیدا کیا۔ کوئی امت (ان امتوں میں سے) اپنی مدت معینہ سے (ہلاک ہونے میں) نہ پیش دستی کر سکی تھی اور نہ (اس مدت سے) وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے پھر (ان کے پاس) ہم نے اپنے پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے بھیجا۔ جب کسی امت کے پاس اس امت کا (خاص) رسول آیا۔ انھوں نے اس کو جھٹلایا سو ہم نے (بھی ہلاک کرنے میں) ایک کے بعد ایک کا نمبر لگا دیا۔ اور ہم نے ان کی کہانیاں بنا دیں، سو خدا کی مار ان لوگوں پر جو (انبیاء کے سمجھانے پر بھی) ایمان نہ لاتے تھے۔

غرض دنیا کا قافلہ رواں دواں پہلے بھی تھا۔ اور آج بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا تاریخ کا دھارا چلتا رہے گا، جو چیز اس کو چھو گئی پرانی ہو گئی۔ اور اسلام انہی آندھیوں جھکڑوں، اور طوفانوں کی گود میں پلا ہے پلتا رہے گا۔ بڑھتا رہے گا۔ اور زمین و آسمان کی وسعتوں پر چھاتا رہے گا۔ خواہ کسی کو یہ پسند آئے یا ناپسند ہو۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ لہٰذا اللہ کا پیدا کردہ نظام کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔

قاضی سوار بن عبد اللہ کا ایک فیصلہ

منصور ہی کے عہد کے ایک اور قاضی سوار بن عبد اللہ بھی تھے، ان کی حد درجہ جرأت و دلیری اور انصاف پسندی کا ایک واقعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے جو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بیان کیا ہے۔ علامہ سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں۔ عبد اللہ بن صالح سے مروی ہے کہ منصور نے بصرہ کے قاضی سوار بن عبد اللہ کو لکھا کہ فلاں زمین کا مقدمہ جس میں فلاں اور فلاں فوجی افسر جھگڑ رہے ہیں۔ وہ زمین فوجی افسر کو دلوایئے۔ قاضی نے لکھا کہ میرے نزدیک یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ زمین تاجر کی ہے۔ اس لئے جب تک اس ——— کے بر خلاف کوئی گواہ نہ ہو، میں اس سے کیسے چھین سکتا ہوں۔ منصور نے پھر لکھا کہ وہ زمین ضرور اس فوجی افسر کو دلوایئے۔ قاضی نے جواب میں لکھا کہ خدا میں کسی طرح اسے تاجر سے نہیں لے سکتا۔ جب یہ جواب منصور کے پاس پہنچا تو کہنے لگا۔

خدا میں نے زمین کو عدل سے بھر دیا، حتی کہ میرے قاضی بھی مجھ سے حق بات میں اختلاف کرتے ہیں۔

اعلان

قارئین تعمیر حیات کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اب دفتر تعمیر حیات میں فون کا کنکشن مل گیا ہے دفتر کے اوقات ۸ تا ۱۲ بجے فون سے تعمیر حیات سے متعلق رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ مگر اپنا خریداری نمبر نام و ضلع ضرور بتائیں فون:

Office Ph. No-787250

میرے مطالعۂ قرآن کی سرگذشت

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

میں نے بچپن میں ناظرہ قرآن مجید اسی طرح ڑھا جیسے مسلمان گھرانوں میں اب تک دستور رہا ہے، قرآن مجید پختہ ہو جانے کے بعد اس کی تلاوت رتا تھا، لیکن باوجود بزرگوں کی تاکید کے کبھی اس پابندی نہیں کرسکا، جب میری عربی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور کچھ عربی کی شُد بُد ہوئی تو رآن مجید کی آیتیں کچھ کچھ سمجھنے لگا، میرے استاذ شیخ لیل بن محمد عرب قرآن مجید کا بڑا پاکیزہ ذوق کھتے تھے اُن کو اس کا بڑا شغف تھا اس زمانہ میں ہ اکثر ہماری مسجد میں صبح کی نماز پڑھاتے تھے، ان کا نسبی تعلق عرب کے اس قبیلے سے تھا جس کے تعلق حدیث میں آتا ہے اتاکم اھل الیمن رق أفئدۃ والین قلوبا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ت اور اثر پذیری کی دولت سے حصۂ وافر طا فرمایا تھا، قرآن مجید پڑھتے تھے تو قابو میں ہیں رہتے، آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے تھے آواز گلوگیر ہو جاتی تھی، ان کے اندر درد کوٹ کوٹ کر بھرا تھا آواز بھی بڑی دردناک اور لہجہ بڑا پرتاثیر تھا، مجھے خوب یاد ہے کہ فجر کی نماز میں وہ آخر پارہ کی کوئی بڑی سورہ شروع کرتے لیکن فرطِ تاثر اور شدت گریہ سے اس کو مکمل کرنے کی نوبت کم آتی اور سامعین کو حسرت رہ جاتی کہ وہ پوری سورہ نہیں سن سکے۔

میری تعلیم قرآن کا آغاز بھی انہی کے یہاں ہوا۔ شیخ پر توحید کا بڑا غلبہ تھا۔ اور وہ بڑا کھرا اور صاف عقیدہ رکھتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی اسی عقیدہ کا قائل بنانا چاہتے تھے، یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ایسے صحیح العقیدہ آدمی سے پڑھنے کا موقع عطا فرمایا، سورۂ زمر جس میں توحید کی بڑی صاف اور طاقتور تعلیم ہے اُن کی محبوب اور منتخب سورۃ تھی، جب ہم لوگ عربی میں کچھ چلنے لگے تو انھوں اس سورۃ کا درس شروع کیا اس کے بعد سورۂ مومن و سورۂ شوریٰ پڑھائی عرب صاحب کو چند خاص رکوعوں سے خاص عشق تھا جو خاص جوش اور لطف سے پڑھتے تھے۔ ان میں سے سورۂ آل عمران کا آخری رکوع: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ جس کے متعلق صحیح حدیثوں میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب پچھلے کو تہجد میں اٹھتے تھے تو نماز سے پہلے ان آیتوں کو پڑھتے تھے۔ اور سورۂ رحمٰن کا آخری رکوع — وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا خاص طور پر یاد ہیں اور عرب صاحب کا پر درد اور پر تاثیر لہجہ گویا کانوں میں گونج رہا ہے، عرب صاحب سے سنتے سنتے ہم کو بھی یہ رکوع اچھے معلوم ہونے لگے۔ اور اس طرح سے قرآن مجید سے ایک ذوقی تعلق پیدا ہوا،

جب عربی کی استعداد پیدا ہوگئی تو تلاوت میں کچھ جی لگنے لگا۔ اس وقت ہمارے خاندان میں کچھ ایسے خاص حالات پیش آئے تھے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں کی خود تفسیر ہوتی تھی اور یہ صاف نظر آتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون مجازات بڑا عالمگیر و ہمہ گیر ہے، قوموں اور جماعتوں کے عروج و زوال میں اُن کے اعمال و کردار کا بہت بڑا دخل ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ ایک بڑی ابدی صداقت ہے اس وقت قرآن مجید کی تلاوت میں یہ صاف محسوس ہونے لگا کہ یہ ایک زندہ کتاب ہے اور اس میں زندہ انسانوں ہی کے حالات و واقعات ہیں۔ یہ زندگی کا ایک مرقع ہے جس میں ہر شخص اپنی تصویر پا سکتا ہے اور اپنے کو تلاش کر سکتا ہے، سورۂ انبیاء کی یہ آیت لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ کی مختلف تفسیریں ہیں ان میں سے ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ فیه حدیثکم (اس میں تمہارا تذکرہ ہے) اسی بنا پر ایک جلیل القدر تابعی حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن یہ آیت سن کر قرآن شریف منگوایا اور کہا لاؤ دیکھو میرا اس کتاب میں کن الفاظ میں تذکرہ ہے کچھ ورق گردانی کے بعد وہ اس آیت پر جاکر رک گئے۔ اور انھوں نے کہا کہ مجھے اپنا تذکرہ مل گیا۔ وہ آیت یہ تھی۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

(سورہ توبہ ع)

اس میں مجھے صاف نظر آتا تھا کہ اس عجیب و غریب کتاب میں قوموں خاندانوں اور افراد کا تذکرہ اور ان کے عروج و زوال، اسباب اور وجوہ ہیں اپنی کم ہمتی اور کوتاہی علم کی وجہ سے

چونکہ قوموں کی تاریخ پر نظر نہیں تھی اور واقفیت کا دائرہ محدود تھا۔ اس لئے اپنے خاندان اور حلقۂ تعارف کے اندر قرآن کی صداقت صاف نظر آتی تھی اس انکشاف سے قرآن مجید سے دلچسپی اور وابستگی میں صاف اضافہ ہوا، اس زمانہ میں مجھے یاد آتا ہے کہ سورۂ مائدہ، سورۂ انعام سورۂ اعراف خاص طور پر لطف لیکر پڑھتا تھا۔

میری تعلیم کے سلسلہ میں ایک عجیب اتفاق ہوا جس کو میں محض حسن اتفاق ہی نہیں تائید غیبی کہوں گا کہ میں نے ایک ایک فن کی علیٰحدہ علیٰحدہ تحصیل کی اور مخلوط نصاب پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا، ہمارے صاحب نظر اور صاحب ذوق استاذ خلیل عرب صاحب نے سب سے پہلے عربی ادب کی تکمیل کرائی چنانچہ عربی زبان کی ابتدائی ریڈر مطالعہ العربیہ سے نہج البلاغۃ وحماسہ اور دلائل الاعجاز تک تین سال تک کاملاً عربی ادب اور اس کے متعلقات ہی پڑھتا رہا، صحیح الذوق استاذ کے فیض صحبت اور عربی ادب کی شبانہ روز مصاحبت سے عربی زبان وادب سے ایسی مناسبت ہوگئی کہ اس کی حلاوت اور لذت محسوس ہونے لگی اور کسی لطیف کلام کی لطافت کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہ رہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید کا اعجاز وجدانی و ذوقی طور پر محسوس ہونے لگا۔ اور وہ ایک ایسی بدیہی حقیقت بن گئی جس کیلئے قطعاً کسی خارجی شہادت کی ضرورت باقی نہ رہی اس کا ایک ایک لفظ پکار پکار کر کہتا ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور ساری دنیا کا انکار اور شک بھی اس پر اثر انداز نہیں ہوسکتا، عربی زبان وادب کے اشتغال کا یہ فیض کچھ کم فیض نہیں کہ اس سے قرآن مجید کا صحیح ذوق پیدا ہو، اور اس کے سارے ادبی ذخیرہ میں نرالا پن اور البیلاپن صاف نظر آنے لگا۔ اس فیض کے لئے میں اپنے محسن استاذ اور اپنے مربی اور مشفق بھائی کا مدۃ العمر ممنون احسان رہوں گا۔

روح پدرم شاد کہ فرمود بہ استاذ
فرزند مرا عشق بیاموز دگر ہیچ !!

میرے خیال میں ہمارے عربی مدارس میں جس طرح عربی زبان وادب کی تعلیم دی جاتی ہے اس سے یہ نتیجہ حاصل نہیں ہوسکتا، زبان کا صحیح ذوق پیدا کرنے اور اس کا لذت آشنا بنانے سے قدیم نصاب کی وہ بے جان اور وہ بے رونق کتابیں نیز معانی وبیان کی وہ تالیفات بالکل قاصر ہیں جو عربیت کے دور انحطاط میں تالیف ہوئیں، اور جن کی مصنف عجمیت کے زخم خوردہ ہیں ان کتابوں کی بنیاد اور فن بلاغت کے دلائل کے سہارے پہلے قرآن مجید کا اعجاز اور اس کی لطافت وبلاغت کا سمجھنا تقریباً ناممکن ہے اور اگر اس میں کوئی استثناء ہے تو محض خارق عادت اور الشاذ کالمعدوم کے حکم میں ہے،

ادب کے نصاب کی تکمیل کے بعد کو شیخ خلیل عرب کا طبع زاد اور خود ایجاد تھا مجھے خوش قسمتی سے علامہ تقی الدین ہلالی مراکشی کی صحبت میسر آئی جو عربیت اور نحو میں عصر حاضر کے یگانہ اشخاص میں سے تھے اور ان کو امام فن کہنا بجا ہوگا۔ ادب کے بعد میں نے کچھ فقہ کی تعلیم حاصل کی اور دو سال دار العلوم ندوۃ العلماء میں مولانا حیدر حسن خاں صاحب کے درس میں حدیث کی تکمیل کی، اسی زمانہ میں کچھ تفسیر بیضاوی کا حصہ مولانا سے پڑھا جو درس نظامی کے بڑے فاضل استاذ اور کہنہ مشق مدرس تھے، کچھ عرصہ کیلئے میں نے لاہور جاکر مولانا عبید اللہ صاحب سندھیؒ کے طرز پر ان کے شاگرد رشید مولانا احمد علی صاحبؒ کے تفسیر کے درس میں شرکت کی، اس درس پر قرآن مجید سے سیاسی نکات کے استنباط کا ذوق غالب تھا اس طرز سے مجھ کو زیادہ مناسبت نہیں ہوئی لیکن مولانا کے اخلاق ان کی زاہدانہ زندگی اور ان کے جذبۂ توحید سے بہت نفع ہوا۔

لاہور سے آنے کے بعد اور حدیث سے فارغ ہونے کے بعد کا زمانہ کلیۃً تفسیر کے مطا... میں گذرا، میں یہ کہنا بھول گیا تھا کہ میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی بعض مختصر تفسیر... اور مولانا حمید الدین فراہیؒ کے رسائل بھی پڑھے اب سارا وقت قدیم تفاسیر کے مطالعہ میں گذر... لگا۔ زیادہ تر خود مطالعہ کرتا تھا اور جو اشکال پیش آتا اس کو دوسری کتابوں سے حل کرنے کی کوشش کرتا۔ اس زمانہ میں تفسیر جلالین نیز علامہ بغویؒ کی ضخیم تفسیر معالم التنزیل، علامہ زمخش... کی کشاف کا لفظاً لفظاً پڑھا، علامہ نسفی کی مدارک کا نصف حصہ تو مجھے یاد ہے لفظاً لفظاً پڑھا دوسرے حصہ پر نظر ڈالی،

تفسیر کے مطالعہ کے سلسلہ میں ایک عجیب تجربہ یہ ہوا کہ ہر شخص کی کسی ایک کتاب سے تشفی نہیں ہوسکتی، ذہن وعقلیت کے مدارج اتنے مختلف اور متضاد ہیں کہ ایک شخص سب کو بیک وقت مطمئن نہیں کرسکتا، بعض اوقات ایک غبی آدمی کو ایک شبہ پیش آتا ہے ذہین آدمی کا ذہن بھی اس شبہ کی طرف منتقل نہیں ہوتا وہ اس سے تعرض کئے بغیر گذر جاتا ہے میرے بعض اشکالات معروف تفسیروں سے حل نہیں ہوئے کسی حاشیہ یا کسی غیر معروف تفسیر میں ان کا جواب مل گیا۔ اس سلسلہ کی تفصیلات موجب تطویل ہیں۔

جب دار العلوم ندوۃ العلماء میں قرآن مجید کا درس میری حقیر ذات سے متعلق ہوا تو تفسیر... زیادہ گہرا مطالعہ کرنے کا موقع ملا، اس زمانہ میں علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی سے بڑی مدد ملی ایک تجربہ یہ ہوا کہ تفسیر کبیر ہمارے جدید حلقوں میں جس قدر بدنام ہے یہاں تک کہا گیا ہے فیہ کل شئی الا التفسیر...

حقارت کی وہ ہرگز مستحق نہیں بہت سے
، باوجود اس میں بعض بڑی کام کی باتیں ہیں
، ایسی چیزیں ہیں جو عام کتابوں میں نہیں
س زمانۂ تدریس میں اگرچہ احیاناً بعض اور
ں کے دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔ مثلاً ابوحیان
لمحیط لیکن ان کا ذہن پر کوئی خاص اثر
علامہ رشید رضا کی تفسیر المنار بھی قابلِ
دہ ہے اور اس سے بھی جدید مباحث میں
سکتی ہے، مدرسانہ نقطۂ نظر سے جمل
یدثابت ہوئی اعراب القرآن سے بھی کافی
ں۔

اس وقت تک مولانا عبدالماجد دریابادیؒ
یر ماجدی شائع نہیں ہوئی تھی، انگریزی
ن کے حواشی تیار ہو رہے تھے، مجھے محض
لات کے سلسلہ میں جن کا تعلق قدیم
خ اور دوسرے مذاہب وصحف سے تھا،
ھی استفادہ کے لئے دریاباد جانے کا اتفاق
ادر بعض بڑی کام کی باتیں معلوم ہوئیں
یہ معلومات تفسیر ماجدی میں منتشر ہیں، اور
ن مجید کے طالب علم کے لئے اس کا مطالعہ
یت مفید ہے، خصوصاً ان لوگوں کے لئے
کے پاس اصل مآخذ کی طرف رجوع کرنے کا وقت
ریعہ نہ ہو۔

زمانۂ تدریس کے بعد جب اپنی بعض علمی
رتوں کی بناء پر تفسیر طبری کے دیکھنے کا
اق ہوا تو آنکھیں کھل گئیں اور معلوم ہوا کہ
صرف تفسیر بلکہ تاریخ وادب کا بھی ایک
سیع کتب خانہ ہے جس کا کسی کے پاس موجود
نا ایک نعمت عظمیٰ ہے، عرب جاہلیت کے
ادات عقائد معاشرت اور احکام قرآنی
ماحول اور پس منظر جاننے کے لئے اس سے
یادہ مستند اور وسیع ذخیرہ نہیں۔

اس سلسلہ میں بڑی کوتاہی وناسپاسی ہوگی اگر ایک ایسی کتاب کا ذکر نہ کیا جائے جو اگرچہ کوئی مفصل تفسیر نہیں ہے لیکن فہم قرآن کا بہت بڑا نمونہ ہے اور تفسیر کے طالب علموں کے لئے ایک نادر تحفہ ہے شاید بہت سے قارئین کا ذہن متوجہ نہ ہو، یہ حضرت شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا ترجمہ ہے اس کی قدر ان لوگوں کو ہو سکتی ہے جو تفسیر کا تفصیلی اور اعلیٰ مطالعہ کر چکے ہوں اور ان کو مشکلات قرآن کا اندازہ ہو، اور یہ معلوم ہو کہ اہل تفسیر کو قرآن مجید کے بعض مطالب کے ادا کرنے میں اور اس کے بعض مفردات کی شرح وتفسیر میں کیسی کیسی دقتیں پیش آئی ہیں اس کے بعد جب وہ شاہ صاحب کا ترجمہ پڑھیں گے تو ان کو اندازہ ہوگا کہ شاہ صاحب نے کس خوبی اور کامیابی کے ساتھ ان مشکلات کو عبور کیا ہے اور ان قرآنی الفاظ کے لئے وہ اردو کے کیسے موزوں الفاظ لے آئے ہیں جو بعض اوقات بالکل الہامی معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے مثال کے طور پر صرف ایک آیت پیش کرتا ہوں سورۂ شعراء کی آیت ہے۔ قالوا بعزة فرعون انا لنحن الغالبون عربی میں عزت کا لفظ نہ صرف غلبہ کا مرادف اور نہ صرف شرف کا اور یہ دونوں لفظ مل کر بھی اس موقع پر اس مفہوم کو ادا نہیں کر سکتے۔ زمخشری جیسے صاحب ذوق اور راسخ الفن ادیب کو بھی اس کا پورا مترادف نہیں مل سکا، شاہ صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے اس میں اس لفظ کی صحیح اسپرٹ آگئی ہے وہ فرماتے ہیں "اور بولے کہ فرعون کے اقبال سے ہم ہی زبر رہے"۔ یہی اس آیت کا صحیح ترجمہ ہے۔ شاہ صاحب کے بعد جس نے بھی اس ترجمہ کو اختیار کیا سب نے شاہ صاحب کے تتبع میں اختیار کیا یہ ایک مثال ہے، شاہ صاحب کے ترجمہ میں ایسے نوادر اور جواہرات بہت ملتے ہیں، ہمارے استاذ مولانا حیدر حسین خان صاحبؒ فرماتے تھے کہ مظاہر علوم سہارنپور کے بانی مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سب تفسیریں پڑھانے کے بعد آخر میں شاہ صاحب کا ترجمہ پڑھاتے تھے۔

ان علمی تجربات میں اب اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ قرآن مجید کے فہم کا اصل دروازہ جب کھلتا ہے جب آدمی بغیر کسی انسانی حجاب کے اس کلام کے ذریعہ صاحب کلام سے ہمکلام ہو، اس کا راستہ قرآن مجید کی بکثرت تلاوت ہے اور نوافل یا ان بندگانِ خدا کی صحبت جو اس کتاب کے حقیقی لذت آشنا اور حقیقت شناس ہیں اور جن کے رگ وپے میں یہ کلام بس گیا ہے، ضرورت اس کی ہے کہ پڑھنے والا اس کتاب سے براہ راست تعارف وانس حاصل کرے اور اس کو ایسا محسوس ہو کہ وہ براہ راست مخاطب ہے، شاعر نے کچھ غلط نہیں کہا کہ ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

(بشکریہ: ماہنامہ صبح صادق لکھنؤ جنوری ۱۹۵۶ء)

(بقیہ)

بنگلور اور میسور کا دعوتی سفر

ملک کے اندر جو تعصب کی ہوا چل رہی ہے۔ مردم شماری فارم اس کی منہ بولتی تصویر ہے۔ مولانا نے کہا کہ مسلمانوں کو یہ فارم بھرتی کراتے وقت ہوشیار اور چوکنا رہنا چاہیئے۔ اپنا مذہب مسلم درج کرائیں اور مادری زبان اردو درج کرائی جائے کیونکہ اس فارم کا حساب کتاب کمپیوٹر کے ذریعہ کیا جائے گا۔ ایک چھوٹی سی غلطی بھی ہمیں مسلم زمرہ سے ہٹا کر دیگر زمرہ میں شامل کر سکتی ہے۔

تصنیفات حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

● مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ذیل کا مضمون حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا وہ خطبہ صدارت ہے جو انھوں نے دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ عربی کے زیر اہتمام بعنوان "حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی علمی خدمات" منعقدہ سیمینار میں ۱۹ر مارچ ۲۰۰۱ء کو پڑھا۔ افادۂ عام کی غرض سے ہم اسے ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی سیدنا رسول اللہ محمد، وعلیٰ آلہ وصحبہ و بعد

حضرات! ہندوستان کے صدر مقام دہلی میں اور اس اہم یونیورسٹی دہلی یونیورسٹی کے ایک شعبہ کی طرف سے یہ سیمینار جو ہندوستان کی ایک گوناگوں علمی شخصیت کی علمی کاوشوں کی قدردانی اور ان کی خصوصیات کا جائزہ لینے اور واضح کرنے کیلئے کیا جا رہا ہے، علم دوستی اور قدردانی کی ایک اچھی علامت ہے۔

حضرات! قوموں کی عظمت اور وقار کی تعمیر ان کارناموں سے ہوتی ہے جو ان کے فرزندوں کے ذریعہ ان کے ملکوں کی تعمیر و ترقی کے میدانوں میں انجام پاتے ہیں، ملکوں اور ان کی تہذیبوں کی تاریخ انہی کارناموں سے بنتی ہے اور دنیا میں انہی سے ان کا امتیازی مقام بنتا ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے عالم دین اور بزرگ شخصیت تھے، سماجی و ملی، علمی اور تہذیبی تینوں سطح پر انھوں نے بڑا کام انجام دیا ہے، انسانیت اور خاص طور پر مسلمانوں کی علمی و مذہبی ترقی کیلئے اہم خدمات انجام دی ہیں جن کو ملک میں اور ملک کے باہر بھی تسلیم کیا جاتا ہے اور قدر کی جاتی ہے، علمی لحاظ سے وہ ایک بلند پایہ عالم اور ایک کامیاب مصنف، سماجی لحاظ سے ایک مصلح و مربی اور مذہبی لحاظ سے ایک عظیم المرتبت بزرگ اور مقبول عام خطیب تھے۔

اسی کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ملک کے لئے وطن دوست اور اس کی ترقی کی فکر رکھنے والے تھے وہ اس کے حق کو ادا کرنے کی کوشش بھی کرتے تھے۔ چنانچہ اپنی کتابوں میں اسی حق شناسی کے ضمن میں انھوں نے ہندوستان کی علمی و تمدنی ترقیات کا کھلے دل سے ذکر کیا اور باہر کی دنیا کو ان سے روشناس کرایا۔ اس سلسلہ میں ان کا مجموعۂ مضامین "المسلمون فی الهند" اور "الدعوة الاسلامية وتطوراتها فی الهند" اور مختلف مقالات اور تقریریں دیکھی جا سکتی ہیں جن کے ذریعہ ہندوستان کا تعارف انھوں نے عرب ممالک میں کرایا، اسی کے ساتھ اپنے ملک ہندوستان کے باشندوں کو بھی اپنی اعلیٰ اقدار پر قائم رہنے اور ان کے سلسلہ میں جو کوتاہی ان کو نظر آتی اس کو دور کرنے کیلئے باقاعدہ مہم چلائی اور اس کیلئے پیام انسانیت فورم قائم کیا، جس کے جلسے وہ ملک کے بڑے بڑے شہروں میں منعقد کرتے تھے، جن میں مذہب کے فرق اور طبقاتی اختلاف سے اوپر ہو کر اعلیٰ انسانی خصوصیات کی طرف جن کو ہر مذہب میں سراہا گیا ہے توجہ دلاتے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریک کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوتے تھے، اور ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو مدد ملتی تھی، جس کا اعتراف مختلف مذاہب کے دانشوروں نے جن میں عدالتوں کے جج اور یونیورسٹیوں کے پروفیسر حضرات شامل ہیں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس موضوع کی تقریریں ان کے پیام انسانیت اور مقام انسانیت کے کتابچوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو یہ دیکھ کر دکھ ہوتا تھا کہ جو عام شہری کا اخلاق اور کردار ہے وہ ملک سے کم ہوتا جا رہا ہے وہ کہتے تھے کہ زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ دلانے والے بھی بہت کم ہو گئے ہیں۔ یہ ملک کو نقصان پہونچانے والی بات ہے۔ ملک کی طاقت و عظمت اس کے کردار سے ہے کردار کا زوال ہوتا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ قوم و ملک دونوں زوال کی طرف جا رہے ہیں

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کا بہت توجہ سے مطالعہ کیا تھا، انھوں نے ہندوستان کی تاریخ، یورپ کی تاریخ، عربوں اور مسلمانوں کی تاریخ اور غیر مذاہب کی تاریخ کا مطالعہ ان کے اپنے اپنے فرق کے ساتھ کیا تھا، اور اپنے اس مطالعہ سے قوموں کے عروج و زوال کے اسباب کو سمجھا تھا اور اس کی بناء پر ان کے حساس قلب نے بہت اثر لیا تھا وہ چاہتے تھے کہ تاریخ کے وہ ادوار جو شاندار ہیں واپس آئیں، اس کو انھوں نے اپنی تصنیفات میں زور دیکر ظاہر کیا ہے، خاص طور پر مسلمانوں کے تمدنی و ثقافتی عروج کی تاریخ کو جس کو وہ ایک

انی خصوصیات کی تاریخ محسوس کرتے تھے
ی اعلیٰ خصوصیات نے دوسرے ملکوں
ں کو جو فائدہ پہونچایا اور انسانی و تمدنی
، ان ملکوں کی تہذیب تمدن کو جو فائدہ پہنچا
کا ذکر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفات
ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریر و تحریر کے
لمانوں کو خاص طور پر متوجہ کرتے تھے کہ تم کو
نے یہ خصوصیت عطا کی ہے کہ تم پوری
ت کی خیر خواہی کرنے والے ہو، تمام
ں کو بہتر احوال و اخلاق کی طرف لانے کے
یں جو ممکن کوشش ہو اس کو اختیار کرو۔
رحمۃ اللہ علیہ کہتے اور لکھتے تھے کہ اسلام امن
انی ہمدردی کا مذہب ہے، قرآن وحدیث
ں کے لئے کوشش کرنے کی تلقین آئی ہے
ں کو اس کی رو سے فتح حاصل کرتے سے
فع پہونچانے والا ہونا چاہیئے۔ مولانا رحمۃ اللہ
ں کام کو ایک مشن کی طرح کرتے تھے۔ وہ
ستانی اہل اقدار سے ملتے تو ان کو بھی اعلیٰ انسانی
ختیار کرنے کی اور ملک و قوم کی خیر خواہی کرنے
ن کرتے۔ انھوں نے اندرا گاندھی کے دور اقتدار
کو نصیحت کی کہ عوام کے ساتھ سختی کے بجائے
ر رعایت کا طریقہ اختیار کریں۔ راجیو گاندھی
ر اقتدار میں ان کو نصیحت کی کہ ہندوستان
ب مذاہب کا گہوارہ ہے، ہر مذہب والے کو
رب کی ہدایات پر عمل کرنے کی سہولت کو
ر رکھا جائے۔ اس سلسلہ میں اسلامی شریعت
لمان عورت کیلئے جو ضابطہ ہے اس پر عمل کرنے
ں کا حق تسلیم کیا جائے۔ بابری مسجد کا مسئلہ تازہ
شروع ہوا تھا مولانا نے ان کو توجہ دلائی تھی
رمت کی طرف سے اس بات کا اعلان کریں
زادی کے وقت عبادت گاہوں اور یادگاروں
حیثیت تھی وہی حیثیت قائم رکھی جائے گی،

اس میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا کہ مسئلہ کے طول پکڑنے سے قبل اس کا تدارک کر لیا جائے، تاکہ کوئی خراب صورت نہ پیدا ہو۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستانی قائدین کے سامنے فرقہ وارانہ تشدد کیلئے آگ سے مثال دی اور کہا کہ آگ کا قاعدہ ہے کہ کھانے کو اس کو جب کوئی چیز نہیں ملتی تو وہ خود اپنے کو کھا لیتی ہے اس لئے فرقہ وارانہ تشدد سے سب کا نقصان ہے۔ اس مثال کو خاص طور سے وی، پی، سنگھ نے بہت سراہا۔

نرسمہاراؤ کے دور اقتدار میں ان سے ملاقات پر ان کو توجہ دلائی کہ ہندوستان کی آزادی کے حاصل کرنے والوں کو قوم کا اخلاقی کردار بنانے کی بھی فکر تھی، وہ فکر آج ملک سے ختم ہو چکی ہے اس کے لئے آپ لوگوں کو توجہ کرنا چاہیئے۔ اقتدار اور دولت کی ہوس اس وقت سب پر طاری ہے، یہ ملک کے لئے بہت خطرہ کی بات ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ دلائی کہ آپ لوگ ملک میں نکلئے اور لوگوں کو اعلیٰ اخلاق اختیار کرنے کی تلقین کیجئے تاکہ ملک درست راستہ پر چلے، اور عظیم ملک بن سکے۔

وزیر اعظم اٹل بہاری باجپئی مولانا کی آخری علالت میں مزاج پرسی کے لئے آئے تو اس وقت جبکہ مولانا کو بولنے میں بھی دقت ہو رہی تھی یہی کہتے رہے کہ باجپئی جی! ملک کو بچائیے، ملک بڑے خطرہ میں ہے، مال اور اقتدار کی محبت نے تمام اقدار کو پس پشت ڈال دیا ہے، ملک کو بچائیے۔

پیام انسانیت کے جلسوں میں بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ ذاتی اغراض اور مال کی ہوس سے بلند ہو کر اعلیٰ اقدار اختیار کرنے کی دعوت دیتے، اور افسوس کا اظہار کرتے کہ اس وقت جائز ناجائز کا لحاظ ختم ہو چکا ہے، ہر ایک ملک کو نہیں صرف اپنے ذاتی نفع کو دیکھتا ہے، خواہ ملک کا بڑے سے بڑا نقصان ہو جائے، یہ اچھی علامت نہیں ہے، برائی دور کرنے اور اچھے اقدار اختیار کرنے کی مولانا کی یہ فکر صرف وطنی دائرہ کے اندر رہتے ہوتے ہی نہ تھی بلکہ ایک مسلمان عالم دین کی حیثیت سے مسلمانوں کی درستگی کی فکر خاص طور پر کرتے تھے۔ اس کے لئے اصلاح معاشرہ کے عنوان سے کوشش کرتے، اور تقریر کرتے، اور مضامین لکھتے تھے، وہ مسلمانوں کو توجہ دلاتے تھے کہ اسلام نے جو اعلیٰ اقدار تم کو دی ہیں ان کو بھلاتے جا رہے ہو اور اخلاقی لحاظ سے گرتے جا رہے ہو، اپنے کو سنبھالو، تم کو اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ ساری انسانیت کو غلط راہ سے بچانا ہے، اور اعلیٰ اقدار کی طرف لانا ہے اس کیلئے تاریخ کے واقعات سے مثالیں دیتے تھے کہ مسلمانوں نے جب کبھی اپنی اعلیٰ اقدار سے پہلوتہی کی تو ان کو نقصان ہوا، اور ذلت ہوئی اور جب اعلیٰ اقدار کو اختیار کیا تو عزت بھی حاصل ہوئی، اور ملکوں اور قوموں کو تباہی سے بچایا، تم کو نیکی کا اور اعلیٰ مقاصد کا پیامبر ہونا چاہیئے۔ تمہارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سکھایا ہے، قرآن مجید میں جگہ جگہ تلقین کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب انسانوں کا رب ہے سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے، سب پر لازم ہے کہ وہ اپنے مالک اور اپنے پروردگار کو پہچانیں، اور اس کی زمین پر انسانوں اور آپس کی محبت اور ہمدردی اور اپنے رب کی بندگی کے ساتھ زندگی گزاریں، اور ترقی کریں اور خوش رہیں، دانشوروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی فکر رکھیں اور اس کیلئے کوشش کریں

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں اور مضامین کے ذریعہ اپنے کام اور پیغام کو پھیلایا، اور تقریروں اور مضامین کے ذریعہ بھی اپنی بات عوام تک پہونچائی

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تقریریں اور مضامین عموماً کتابچوں اور کتابوں کی صورت میں لوگوں تک پہونچتی تھیں اسی طرح مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا فکر اور کام مطبوعہ شکل میں محفوظ ہوتا رہا۔ اس کا جائزہ لینے پر پتہ چلتا ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی فکر و عمل کے میدان متعدد رہے۔ ان میں ایک مسلمانوں کو ان کے مذہب کی قدروں اور تعلیمات کی پابندی کرنے پر متوجہ کرنے اور اسلام کی تعلیمات اور قدروں کی تشریح اور وضاحت کرنے کا رہا، دوسرا میدان مذہب و طبقہ کے فرق سے بلند ہو کر ہم وطنوں کو ملک کی ترقی و بہتری کی فکر کرنے کی اور باہمی تعاون و ہمدردی اور انسانی قدروں کا پاس و لحاظ کرنے کی تلقین کرنے کا تھا۔ تیسرا میدان زعماء قوم اور اصحاب اقتدار کو منصفانہ اور بے غرضانہ قیادت اور خدمت قوم کی طرف متوجہ کرنے کا تھا۔ اس سلسلہ میں ہندوستانی قائدین کے علاوہ عرب اور اسلامی ممالک کے قائدین سب ہی مولانا کے مخاطب بنے

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر و تحریر میں قرآن و حدیث کی تعلیمات اور مخلص اہل فکر کے افکار کے مستند حوالوں کے ذریعہ اپنی باتوں کو مؤثر بنایا، مولانا کی کتابوں میں سے متعدد تصنیفات مسلمانوں کی غیر معمولی شخصیات کی سوانح پر ہیں اور متعدد تصنیفات مسلمان قوموں کے اخلاقی و فکری جائزوں پر مشتمل ہیں۔ اور متعدد تصنیفات اصلاح و تربیت کے موضوعات پر مشتمل ہیں۔ اور متعدد تصنیفات اگرچہ خالص علمی و فکری مواد پر مشتمل ہیں۔ لیکن ان میں بھی مولانا کا اسلوب اصلاحی و تربیتی رہا ہے۔

اردو میں مولانا کی سب سے اہم اور مؤثر کتاب حضرت سید احمد شہیدؒ کی سیرت تھی جو مولانا نے اپنی نوعمری میں لکھی تھی اس کتاب نے برطانوی دور اقتدار میں ہندوستانی مسلمانوں کے شکست خوردہ ذہنوں میں حوصلہ و جذبہ پیدا کرنے کا کام کیا، اور برطانوی سامراج کی حکمرانی کے خلاف اور باعزت اور اعلیٰ قدروں کے ساتھ زندگی گزارنے کی آزادی کی امنگ پیدا کی۔ یہ کتاب گذشتہ صدی کی چوتھی دہائی کے آغاز میں شائع ہوئی اور مسلمانوں کے دانشور طبقہ میں بہت مقبول ہوئی۔

عربی میں مولانا کی کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" نے سب سے زیادہ خراج تحسین حاصل کیا۔ اس کو عربوں نے پوری صدی کی صرف دو چار کتابوں میں سے ایک قرار دیا، اس میں مغربی سامراج کی تہذیب قیادت کے سامنے جو احساس کمتری پیدا ہو گیا تھا اس کا ازالہ مدلل اور تاریخی جائزے کے ذریعہ کیا گیا ہے، اس کتاب نے بین الاقوامی سطح پر شہرت و مقبولیت حاصل کی، اور عربی، اردو، انگریزی اور متعدد بین الاقوامی زبانوں میں شائع ہوئی۔ مولانا کی دوسری اہم عربی تصنیف "الصراع بین الفکرة الإسلامیة والفکرة الغربیة" ہے جو عالم اسلام کی سیاسی و فکری قیادت کے بے لاگ اور طاقتور جائزے پر مشتمل ہے، اس میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مغربی تہذیب کے مقابلہ میں مغلوب قوموں کا تین رجحانات میں تقسیم ہو جانا دکھایا گیا ہے۔ ایک رجحان ان قائدین کا ہے جنھوں نے مغربی سیاست و اقدار کے سامنے پوری طرح سر تسلیم خم کر دیا اور اپنی قوم کو ان کے سانچے میں زبردستی ڈھالنے کی کوشش کی، دوسرا رجحان وہ ہے جس نے مغربی تہذیب افکار کو بالکلیہ مسترد کر دیا اور اپنے پسماندہ نظام زندگی کے اندر محدود رہنے کی کوشش کی، تیسرا رجحان وہ ہے جس نے دونوں طرف کی اچھی اور مفید باتوں کو اپنانے اور ناقابل عمل باتوں کو مسترد کرنے کا طریقہ اختیار کیا، یہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تینوں کی مثالیں اور ان کے اسباب وضاحت سے بیان کئے ہیں۔ اور مفید و متوازن طریقہ اختیار کرنے کی دعوت دی

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دینی موضوعات پر بھی اہم اور ٹھوس مواد پر مشتمل تصنیفات تیار کی ہیں اور مسلمانوں کے دینی اور علمی اور ثقافتی کارناموں کی تاریخ پر مشتمل ایک سلسلہ بھی تیار کیا جو مسلمانوں کی سیاسی اتھل پتھل سے ہٹ کر خالص پرامن اور تعمیری کاموں پر مشتمل ہے، یہ کتاب چھ ضخیم جلدوں میں ہے، اور عربی اردو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں شائع اور مقبول ہوئی اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اہم ترین تصنیفات میں شمار کی جاتی ہے۔ مذکورہ تصنیفات کے علاوہ ادب و علم کے مختلف موضوعات پر مولانا کی متعدد کتابیں ہیں جو اپنے اپنے موضوع پر اولین حیثیت کی مالک ہیں۔

اس طرح مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جو سرمایۂ علمی چھوڑا ہے وہ بڑا متنوع، مؤثر اور جامع سرمایۂ علمی ہے، ہم کو مسرت ہے کہ ہمارا یہ سیمینار اس کا جائزہ پیش کرے گا جو ہمارے علمی و فکری مذاق رکھنے والوں کے لئے ایک مفید اور دلچسپ سرمایہ ثابت ہوگا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سیمینار کو کامیاب اور مفید بنائے۔ (آمین)

دعائے مغفرت

جناب ابوالحسن صدیقی کا اپنے وطن نرائن پور غازیپور میں گذشتہ ہفتے طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔

وہ چھپن برس کے تھے مرحوم مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری کے تایازاد بھائی تھے اور خلیق، ملنسار اور مرنجاں مرنج طبیعت کے حامل تھے، قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تحریر:۔ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
ترجمہ:۔ محمد احمد بستوی

آج نئی دنیا میں مادی عقل نے جو بنیادی تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں وہ یہ ہے کہ عقل فوری طور پر حاصل ہونے والے نفع کی منطق کے تابع ہے، گلوبلائزیشن (GLOBALISATION) اور عالمگیریت کا نظام بہت سے خلاف شرع تصرفات اور ایسے امور کا سبب بنا ہے جن کا اخلاقی قدروں سے ذرا بھی واسطہ نہیں ہے، اور اس کے ساتھ ہی بشری قوتوں اور انسانی وسائل کو استعمال کر کے اقتصادی اور تجارتی میدانوں میں خود سری اور ڈکٹیٹر شپ کا مزاج پیدا کرنے والی بے قابو خواہشات کا بھی باعث ہوا ہے، گلوبلائزیشن کا نظام مادی تہذیب کے پرستاروں، منحرف شدہ آئیڈیالوجی (IDEOLOGY) اور نقطۂ نظر کے حاملین کے مخصوص گروپ ہی کی ذاتی مصالح کی تکمیل کرتا ہے اور اس آئیڈیالوجی سے بہت سے سادہ لوح حضرات جو اسے معتبر قرار دیتے ہیں دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس وقت اسلامی شناخت مٹانے اور اس کی امتیازی حیثیت ختم کرنے کی زبردست کوششیں جاری ہیں، جسے ایک مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام میدانوں میں بروئے کار لاتا ہے، اور ان تربیتی نظاموں اور پروگراموں کو یکسر بدل دینے کی سازشیں رچی جا رہی ہیں جو کتاب سنت کی روشنی میں اسلام کو مطلوب ہیں، اور عالمی سطح پر گوناگوں ثقافتی پروگراموں کی بھرمار کرنے والے نعرے دیئے جا رہے ہیں جو معاشرہ کی تشکیل جدید اور اسے پسماندگی، ناخواندگی، محتاجی اور امراض سے نجات دلانے اور ان تمام اقتصادی کمر آلکل اجتماعی پریشانیوں اور نسلی امتیازات سے نکالنے کا یقین دلاتے ہیں جن سے تیسری دنیا کے باشندے آج دوچار ہیں، مگر اس حقیقت سے سب ہی واقف ہیں کہ یہ بلند بانگ نعرے اور زوردار دعوے مادی کو درپیش مشکلات کو حل کرنے اور عالمی کیمپوں کو پیش آمدہ بحران کو دور کرنے میں کچھ بھی کارگر نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ یہ عالمی مسائل برابر بڑھتے اور پھیلتے چلے جا رہے ہیں اور دور تک ان کا کوئی حل یا ان سے گلوخلاصی کی کوئی سبیل نظر نہیں آ رہی ہے، وقتاً فوقتاً مختلف شکلوں میں پیش کئے جانے والے معاشرتی فارمولوں اور تہذیب جدید کی نئی شکلوں سے مغربی عوام اور مادیت کے داعیوں کے دل برداشتہ ہونے کا سب سے اہم سبب یہی ہے۔

بہت سے مغرب کے تعلیم یافتہ لوگ بلکہ عوام بھی اس میدان میں مختلف تجربوں کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جو بھی اجتماعی فکر اقتصادی اور علمی تشکیل ان کے سامنے رکھی جاتی ہے وہ صرف زبانی جمع خرچ اور خوش آئند باتیں ہی ہوتی ہیں۔ جو کسی بھی حال میں ذہنی اور روحانی مشکلات کو حل کر کے روح کو تسکین نہیں دے سکتی ہیں اس نتیجہ کے بعد ہی سے اسلام اور انسانی تہذیب اور پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر و تشکیل کیلئے اسلامی نظام حیات کے مطالعہ پر توجہ مبذول ہوئی۔ اور لوگ اسلام کی طرف آنے لگے۔ مغرب مشرق میں مختلف جماعتیں اسلامی تربیت کے اصول و افکار کا بنظر غائر مطالعہ کر رہی ہیں اور اسلامی عقیدے کو گلے لگانے، ایمان و یقین کے سانچے میں ڈھل جانے اور اسلامی تہذیب کے زیر سایہ رہ کر زندگی گذارنے میں شوق و رغبت کا اظہار کر رہی ہیں۔

آج مغربی انسان قلبی سکون و اطمینان کی تلاش میں عقیدے اور ایمان کے راستے کی طرف لوٹ کر آ رہا ہے، جہاں اُسے اپنی متاعِ گم شدہ کی بازیابی اور اس کو دل کا سکون ملتا ہے۔ اور وہ دل کی گہرائیوں سے اللہ کی حمد و ثنا کے ترانے گاتا ہے کہ اللہ نے اُسے زندگی کی خوش بختی، حقائق اور اصل مقصد تخلیق کی معرفت کا زریں موقع عنایت فرمایا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کیلئے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔ خداوند قدوس نے اس کو محرومی سے سعادت کی طرف اور تاریکیوں سے نور کی طرف نکال کر کتنا بہرہ ور فرمایا۔ خیر و شر معروف و منکر کی تمیز دے کر اسے کس قدر اعزاز بخشا، برائیوں سے نکال کر اچھائیوں کی طرف اور مادیت کی

سرکشی سے نکال کر امن وعافیت کے دامن
میں لا پہونچایا اور ذکر الٰہی پر اعتماد اور فرائض
وواجبات کی ادائیگی کا بہترین موقع عطا
فرمایا۔ جو زندگی میں خوشگواری، وقت میں
برکت و کامیابی اور مصائب وامراض کے
ازالہ کا ضامن ہے، اور جس کی بنیاد پر انسان
اپنے رب کا محبوب بن جاتا ہے پھر اللہ ہی
اس کا نگراں، محافظ، حامی و ناصر ہو جاتا ہے
پھر اسے نہ کسی قسم کا خوف دامن گیر ہوتا ہے
اور نہ غم، نہ پشیمانی اسے لاحق ہوتی ہے اور
نہ اکتاہٹ وآزردگی، یہی نصرت الٰہی اور
توفیق ربانی ہے جس سے ہر لمحہ وہ فیض یاب
ہوتا رہتا ہے "إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا
رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا
تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ
أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا
بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ
نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ" جن لوگوں
نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس
پر ثابت قدم رہے۔ یقیناً ان پر فرشتے
نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو
نہ غم کرو، اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی
بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم
اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور
آخرت میں بھی۔

یہی اصل نفع اور اصل مطلوب و مقصود ہے
اہل ایمان کو اسی میں ایک دوسرے سے
سبقت لے جانے کی کوشش کرنی چاہیئے،
اور ارباب عقل و دانش کو اسی کی طرف لپکنا
چاہیئے اور جہاں تک فوری نفع اور عارضی
دولت کا مسئلہ ہے تو وہ تو صرف فریب خوردہ
ذہنیت اور محروم لوگوں کا مقدر ہے، جن کو
خواہشات نفسانی اور اغراض و مقاصد
ہلاکت کے گھر یعنی جہنم کی طرف لیے چلے
جا رہے ہیں جس میں وہ جھلسائے جائیں گے
اور وہ بدترین جائے قرار ہے۔ •••

(بقیہ)
مفکر اسلام کی علمی خدمات

فیکلٹی میں شامل ہو گیا جس کے ساتھ اردو اور فارسی
بھی تھی، بعد میں تینوں شعبے الگ ہو گئے۔

سیمینار میں دہلی یونیورسٹی کے شعبہ فارسی و
اردو نے بھی مکمل تعاون دیا۔ پروفیسر وصی احمد صدیقی
نے جو ایک اجلاس کی صدارت کر رہے تھے منتظمین
کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ یا تو مقالہ نگار
کو پورا وقت دیا جائے یا یہ شرط لگائی جائے کہ
مقالہ اتنا مختصر ہو کہ مقررہ وقت کے اندر ختم
ہو جائے، کیونکہ دوران سیمینار یہ بات بہت
محسوس کی گئی کہ کسی مقالہ نگار کو اصل بات کہنے
کا موقع نہیں مل رہا ہے اور بار بار گھڑی کی
طرف توجہ مبذول کرائی جا رہی ہے۔

سیمینار میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے
والی خواتین نے بھی شرکت کی جس کے آخر میں
ڈاکٹر محسن عثمانی نے پروفیسر ڈاکٹر عبدالباری
شبنم سبحانی شعبۂ اردو کے ڈاکٹر عبدالحق،
ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، ڈاکٹر نعمان خاں
نے تأثرات پیش کئے، پروفیسر سید محمد اجتبیٰ
ندوی، پروفیسر نقی بن جعفری، ڈاکٹر سید
جہانگیر، پروفیسر شفیق احمد خاں ندوی مولانا
نذر الحفیظ ندوی، مولانا سید محمد واضح رشید ندوی
مولانا عتیق احمد بستوی، پروفیسر ضیاء الحسن ندوی
پروفیسر بدرالدین الحافظ، ڈاکٹر سرور عالم ندوی
ڈاکٹر اور پروفیسر ایمارٹ امیرحسن عابدی، ڈاکٹر
منظور احمد، ڈاکٹر علیم اشرف خاں، ڈاکٹر نفیس احمد
ڈاکٹر ولی اختر، ڈاکٹر عبدالرحمان جیلانی وغیرہ
سیمینار میں مقالے پیش کئے۔ سیمینار جو قاری
عبدالباسط کی تلاوت سے شروع ہوا تھا مولانا
سید محمد رابع حسنی ندوی کی دعا پر ختم ہوا جس میں
اللہ تعالیٰ سے دعا کی گئی کہ سیمینار کے مقصد کو پورا
کرنے اور تجاویز پر عمل درآمد کیلئے وسائل پیدا کر

عالم اسلام

اسلامی ملکوں کی مشترکہ منڈی

نذر الحفیظ ندوی

مغربی ملکوں نے اپنی ترقی اور پوری دنیا کو غلام بنانے کیلئے گروپ نمبر ۷، یورپی مشترکہ منڈی اور ناٹو جیسی تنظیمیں بنا رکھی ہیں، ناٹو کی حیثیت فوجی ہے جبکہ یورپی مشترکہ منڈی کی نوعیت اقتصادی ہے۔ صنعتی ترقی کے لئے آٹھ صنعتی ملکوں نے گروپ سیون کی تشکیل کی ہے جس میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، اٹلی، جاپان جرمنی اور کناڈا شامل ہیں۔ اس طرز پر ترک رہنما نجم الدین اربکان نے آٹھ اسلامی ملکوں کو ملا کر اسلامی گروپ نمبر ۸ کی تشکیل کی تھی، انہوں نے اقتدار میں آتے ہی ملیشیا، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، پاکستان، مصر، ایران اور نائجیریا کا دورہ کیا۔ ان کے سامنے آٹھ مسلم ممالک کی صنعتی، اقتصادی اور تعلیمی سماجی ترقی کے بارے میں تفصیل سے ان ملکوں کے سربراہوں سے گفتگو کی، ایران کے ساتھ ترکی نے پیٹرول اور گیس کی سپلائی کا معاہدہ بھی کیا۔ لیکن مغربی ملکوں نے اس گروپ کی تشکیل پر آسمان سر پر اٹھالیا۔ اور اس کوشش کو اسلامی اتحاد کا نام دیکر اس کے خلاف طوفان برپا کردیا، اربکان کی وزارت کے خلاف اندرونی اور بیرونی سازشیں ہونے لگیں، ترک ناداؤں (فوج) نے بالآخر تختہ پلٹ دیا۔ اور سیکولرازم کا نام لیکر مغربی استعمار کی وکالت کا حق ادا کردیا، اربکان کی وزارت تو چلی گئی لیکن اسلامی گروپ نمبر ۸ کا وجود باقی رہ گیا۔ اس کے متعدد اجلاس ابتک ہوچکے ہیں، بنیادی منصوبے تیار ہوکر تنفیذ کی راہ دیکھ رہے ہیں اس درمیان میں ترک ناداؤں نے پھر اسلام کے نام سے گھبرا کر یہ مطالبہ کردیا کہ اسلامی گروپ نمبر ۸ کے بجائے صرف گروپ نمبر ۸ رکھا جائے گویا۔ اس نام پر تمام مسائل کے حل کا انحصار ہے، ہم ذیل میں اس اسلامی گروپ ۸ کا تعارف پیش کررہے ہیں۔

گذشتہ فروری میں گروپ نمبر ۸ کی تیسری چوٹی کانفرنس قاہرہ میں منعقد ہوئی، مبصرین نے اس کانفرنس کے فیصلوں کو ایسی سنجیدہ تعمیری اور ٹھوس کوشش سے تعبیر کیاہے، جس میں آٹھ اسلامی ملکوں کے درمیان اقتصادی وسماجی تعاون کے بارے میں انقلابی قدم اٹھایا گیاہے، اس اجلاس میں یہ بھی متفقہ طور پر طے کیا گیاہے کہ ان ممالک کے درمیان آئندہ پانچ سال کے اندر تجارتی تبادلوں کو ساڑھے تین فیصدی سے بڑھا کر سات فیصدی کردیا جائے۔ اس مقصد کے لئے مشترکہ تجارتی کمپنی قائم کی گئی ہے اس کے ساتھ ممبر ممالک کے درمیان معلومات اور بیانات کے تبادلے کئے جائیں اور ان سے استفادہ کیلئے ایک بڑا مرکز قائم کیا جائے۔ اجلاس نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ اس گروپ کے درمیان روابط مزید مستحکم بنائے جائیں مبصرین کو توقع ہے کہ اس کانفرنس کے مثبت نتائج نکلیں گے۔ اور جلد ہی عملی قدم اٹھائے جائیں گے اس لئے کہ پانچ سال سے گروپ نمبر ۸ کی منظور کردہ تجاویز اور منصوبوں کی تنفیذ نہیں ہوسکی ہے جبکہ اس گروپ میں شامل بعض ممبران کی تجارتی سرگرمیاں مغربی ملکوں کے ساتھ ترقی کررہی ہیں مثال کے طور پر مصر نے یورپی گروپ کے ساتھ تجارتی سرگرمیوں کو بہت ترقی دی ہے۔ یورپی مشترکہ منڈی کے ساتھ اس نے تجارتی معاہدہ پر دستخط بھی کردیئے ہیں، ترکی نے اسرائیل کے ساتھ آزاد تجارتی منطقہ قائم کرنے پر سمجھوتہ کرلیا ہے، دوسری طرف یورپی مشترکہ منڈی کے ساتھ تجارتی سمجھوتے کی کوشش کررہاہے، نجم الدین اربکان کے بعد اندیشہ یہ ہونے لگا کہ کہیں خدانخواستہ اسلامی گروپ ۸ کا وجود بھی خطرے میں نہ پڑجائے، لیکن مصر، پاکستان اور ایران کا اصرار ہے کہ یہ تنظیم باقی رکھی جائے، البتہ نام کے تبدیلی میں کوئی مضائقہ نہیں، چنانچہ اب اسلامی گروپ ۸ سے اس تنظیم کو یاد کیا جاتاہے۔

اسلامی دنیا کے مبصرین کو توقع ہے کہ اس گروپ کے قیام سے مشترکہ اسلامی منڈی کے قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکے گا کہ مغربی ملکوں کی اجارہ داری کا خاتمہ اس طرح ممکن ہے ورنہ گاٹ معاہدہ کی زنجیروں میں جکڑ جانے کے بعد مسلم ممالک کی غلامی کا بدترین دور شروع ہوجائے گا۔

گروپ ۸ کا تعارف :- اس گروپ کا مرکزی ڈھانچہ آٹھ اسلامی ممالک کے سربراہوں پر مشتمل ہے وہ اس تنظیم کے ذریعہ باہم مشورہ کرتے ہیں اور سال میں ایک یا دو بار جمع ہوکر فیصلے کرتے ہیں اب تک اس تنظیم کے آٹھ جلسے ہوچکے ہیں۔

پہلے اجلاس میں جو چوٹی کانفرنس میں دو سیاسی دستاویز تیار کئے۔ پہلے دستاویز میں اسلامی

ملکوں کے آٹھ بنیادی ارکان کے تنظیمی ڈھانچہ کا بیان تھا، دوسرے میں استنبول چوٹی کانفرنس کا اختتامی اعلانیہ تھا۔ اس اعلان کو بنیادی اعلان قرار دیکر اس کے مندرجہ ذیل مقاصد تعین کئے گئے۔

مجلس وزراء: اس میں آٹھ ملکوں کے وزرائے خارجہ ہوں گے۔ ہر سال یہ وزراء دوبار جمع ہوکر آٹھوں ممالک میں کام کرنے والے ذمہ داروں کی رپورٹوں اور تجاویز پر غور کریں گے، وقت ضرورت ہنگامی میٹنگ بھی طلب کی جاسکتی ہے۔

اعلیٰ اختیاری کمیٹی: گروپ کے ممالک سے تعلق رکھنے والے وزراء کی سطح کے افسران پر مشتمل ہوگی جو سال میں دوبار جمع ہوں گے اور اپنے اپنے ملکوں کے وزرائے اعظم کو رپورٹ پیش کریں گے اس کمیٹی کو یہ بھی حق تفویض کیا گیا ہے کہ وہ حسب ضرورت کمیٹی کی تشکیل کرے تاکہ گروپ ملکوں کے درمیان منصوبوں اور تعاون کے طریقوں کے بارے میں غور اور فیصلے کرسکے۔

اب تک اس اعلیٰ اختیاری کمیٹی نے پانچ اجلاس کئے ہیں اور اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل ممبر ملکوں کو خاص میدانوں میں جو کام سپرد کیا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ بنگلہ دیش: دیہی ترقی (۲) انڈونیشیا: انسانی وسائل کی ترقی (۳) مصر: تجارت (۴) ایران معلومات مواصلات، سائنس ٹکنالوجی (۵) ملیشیا: سرمایہ کاری، مالی امداد، بینک کاری، بچت اسکیم (۶) نائیجیریا: زراعت، (۷) پاکستان صنعت، (۸) ترکی: صحت۔

اس گروپ نے تنقید کئے تھے، ۶۵ منصوبے تجویز کئے ہیں تاکہ ممبر ممالک ان میدانوں میں ایک دوسرے کی امداد کریں اور اپنے تجربات سے دوسروں کو فائدہ پہونچائیں، اعلیٰ اختیاری کمیٹی نے ۶۵ میں سے ۲۵ منصوبوں کا انتخاب کرکے فوری طور پر چھ منصوبوں کو نافذ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ تجارت کے میدان میں ایک بین الاقوامی مشترکہ تجارتی کمپنی قائم کردی گئی۔ دوسرے نمبر پر انسانی وسائل کی ترقی، کام کے مواقع مہیا کرنا، تیسرے نمبر پر صنعتی اور زرعی ترقی کے لئے مالی امداد، سرمایہ کاری، بچت اسکیم، اسلامی کفالت کا پروگرام، چوتھے نمبر پر زرعی ترقی کے لئے ساحلی علاقوں میں مچھلیوں کی افزائش کا نظام نافذ کرانا۔ پانچویں نمبر پر ٹیلی مواصلات معلومات، صنعت ٹکنالوجی سے متعلق معلوماتی مراکز کا قیام اسلامی ملکوں میں صنعتی کارخانوں کے قیام کے ذریعہ تمام اسلامی ملکوں کو خودکفیل بنانے کا پروگرام

گروپ کا اقتصادی جائزہ

اس گروپ کو عام طور سے ترقی پذیر ملکوں میں شامل کیا جاتا ہے بجز ملیشیا کے، کہ اس کی اقتصادی حالت گروپ کے تمام ممالک میں سب سے افضل ہے اس کی مقامی صنعتی پیداوار کا تناسب ۴۰ فیصدی ہے، جو مسلم ملکوں میں سب سے زیادہ ہے، انڈونیشیا گروپ کے ممالک میں آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا ملک ہے، اس کی مجموعی آبادی ۴ء۲۰۳ ملین ہے پاکستان کا نمبر اس کے بعد ہے اس کی آبادی ۱۴۴ ملین ہے تیسرے نمبر پر بنگلہ دیش کی آبادی ۷ء۱۲۳ ملین ہے۔ اس گروپ میں سب سے کم آبادی ملیشیا کی ہے یعنی صرف ۲۱ ملین پورے گروپ کی کل آبادی ۷ء۸۷۰ ملین ہے جو پورے عالم اسلام کی آبادی کا نصف ہے۔

غیر ملکی قرضوں کی لعنت میں گروپ کا ہر ملک کم وبیش گرفتار ہے سب سے زیادہ گرفتار بلا انڈونیشیا ہے جس کے سر پر ۱۳۶ ارب ڈالر کا غیر معمولی بوجھ ہے۔

قرض کے پس پردہ ایک بنیادی سبب سود ہار تو حکومت کا کرپشن بھی ہے، ترکی دوسرے نمبر پر ہے اس پر ۲ء۱۹ ارب ڈالر کا قرض ہے ملیشیا جیسے خوشحال ملک کو بھی یہودی ساہوکاروں اور سود خوروں نے نہیں بخشا اور ترقی کے نام پر سینتالیس ارب ڈالر کا قرض زبردستی اس کے سر منڈھ دیا۔ ایران اس لحاظ سے اس گروپ میں بہتر پوزیشن میں ہے کہ اس پر ۱ء۱۵ ارب ڈالر کا قرض ہے، یہ بات امید افزا ہے کہ ملیشیا بیرونی ملکوں کو سالانہ بہتر ارب ڈالر کا سامان برآمد کرتا ہے۔ اس کے بعد انڈونیشیا کا نمبر آتا ہے جو ۸ء۴۸ ارب ڈالر کا سامان باہر بھیجتا ہے اس میں کپڑا اور ربر کی مصنوعات کو اوّلیت حاصل ہے، ترکی ۹ء۲۵ ارب اور مصر ۱ء۳ ارب ڈالر کا سامان برآمد کرتا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایشین ٹائیگرس کے سات ملکوں میں ملیشیا اور انڈونیشیا نے اپنے یہاں جو صنعتی کارخانے قائم کئے ہیں ان کا بنیادی مقصد بیرونی ملکوں کو اپنی مصنوعات فراہم کرنا ہے۔ اسی کے ساتھ بچت کھاتوں کے ذریعہ سرمایہ کاری کرنے میں ملیشیا کا نمبر تمام مسلم ملکوں میں پہلا ہے، اس نے عوامی بچت سے جو کارخانے قائم کئے ہیں اس کی مصنوعات کا بڑا ۴ حصہ وہ بیرونی ملکوں کو بھیجتا ہے اور اسلامی اصول تجارت کے مطابق سرمایہ کاروں کو چالیس سے سینتالیس فیصدی منافع دیتا ہے مثال کے طور پر ملیشیا وہ پہلا اسلامی ملک ہے جہاں کے ملازمین سرکاری اور پرائیویٹ اداروں میں اپنی آمدنی کا دس فیصدی حج کیلئے جمع کرتے ہیں، حج کے فریضہ سے فراغت کے بعد بھی اتنی رقم باقی رہ جاتی ہے جس سے تجارتی منصوبوں میں سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔ اس وقت ایک سو دس ایسے منصوبے حکومت کی نگرانی میں چل رہے ہیں

انڈونیشیا اپنی مصنوعات کا اکتیس ۳۱ فیصدی باہر بھیجتا ہے، اس کے باشندے بھی بچت کے معاملہ میں ملیشیا کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں۔

اس مثبت جائزہ کے بعد ان آٹھ اسلامی ملکوں میں بیکاری اور افراط زر کے بھی مسائل ہیں جو باعث پریشانی ہیں جیسا کہ سنہ ۱۹۹۸ء کے اقتصادی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گروپ میں مصر ایسا ملک ہے جہاں افراط زر کی شرح ۳،۶، بنگلہ دیش میں ۵ر۳، ملیشیا میں ار۹، سالانہ ہے، ترکی اور انڈونیشیا کا حال سب سے بدتر ہے کہ ترکی میں ۲ر۷۴ اور انڈونیشیا ۷۳ر۱ فیصدی ہے،

جہاں تک اس گروپ کے ملکوں میں انسانی وسائل کی ترقی کا تعلق ہے تو اقوام متحدہ نے سنہ ۲۰۰۰ء میں جو اعداد و شمار جاری کئے تھے اس کے اعتبار سے اس گروپ کے چھ ممالک میں درمیانی اور دو ملکوں میں بہت پست سطح ہے۔

گروپ ۸ کے ممالک عام طور پر آزاد اقتصادی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ اس کی بنا پر ان کے درمیان تجارتی اور اقتصادی میدانوں میں ترقی کے بڑے مواقع ہیں لیکن اس کے باوجود ان گروپ کے بیشتر ارکان یورپی و امریکی تجارتی منڈیوں سے وابستگی رکھنے کو ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ اس سے ان کا خسارہ ہی خسارہ ہے، اربکان کے جانے کے بعد اس گروپ کی سرگرمی بہت سست رفتار ہے، ممبر ملکوں کے درمیان سرگرم تجارت میں قابل لحاظ اضافہ نہیں ہوا ہے، ملیشیا اور پاکستان اس میدان میں اہم کردار ادا کر سکتے تھے، لیکن انور ابراہیم کے زوال اور پاکستان کے سیاسی انتشار کی بنا پر فی الحال کوئی سرگرم جد و جہد کے آثار دکھائی نہیں دیتے لیکن اسلامی ملکوں میں یہ تڑپ موجود ہے

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

(بقیہ) شب گریزاں ہوگی آخر . . . . .

راہبہ جس نے اپنی زندگی کا مقصد نصرانیت کی تبلیغ قرار دے رکھا تھا۔ دعوتی مقصد سے ایک عرب نوجوان کے گھر جاتی ہے تاکہ مسیحیت کی تبلیغ کر سکے، وہ نوجوان تھوڑی سی مہلت لیتے ہیں پھر اہتمام سے وضو کر کے خوشبو لگا کے قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگتے ہیں۔ وہ خاتون اس اہتمام کو نوٹ کرتی ہے اور تلاوت کے وقت کی کیفیت کو محسوس کرتی ہے۔ ان کی آنکھوں سے گرتے ہوئے آنسو، پُرسوز لہجہ اور پُرشکوہ الفاظ سنتی ہے اسے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کسی نئی دنیا میں ہو اور اس کے سامنے فرشتہ آسمانی کلام سنا رہا ہو۔ وہ مبلغہ اس روحانی ماحول سے مرعوب ہو جاتی ہے۔ جب وہ نوجوان تلاوت سے فارغ ہوتے ہیں تو یہ مسیحی مبلغہ جو ایک مسلمان نوجوان کا شکار کرنے آئی تھی خود اسلام کا شکار ہو جاتی ہے۔

● ایک لندنی خاتون کو ردّی کی ٹوکری میں ایک کاغذ ملتا ہے جس پر قرآن کی چند آیات درج ہیں، اُن کا ترجمہ بھی ہے، وہ ان آیات کو پڑھتی ہے، اس کی جستجو اور طلب بڑھ جاتی ہے وہ پتہ چلاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو قرآن مجید ہے، دوسرے ہی دن وہ اسلام کے آغوش میں پہنچ جاتی ہے۔

● گناہوں کے دلدل میں پھنسی ایک رقاصہ پیرس کی شاہراہ پر ایک عرب خاتون کو سر سے پاؤں تک لباس میں دیکھتی ہے سوال کرتی ہے آپ تو مقدس مریم کی روح لگتی ہیں۔ آپ کون ہیں۔ وہ اپنے کو مسلمان بتاتی ہے اور کہتی ہے کہ اسلام ہی نے ہم کو یہ لباس عطا کیا ہے۔ یہ رقاصہ رنگ روغن اور فیشن سے بے پروا معصوم و دلکش اور مقدس صورت سے مرعوب ہو جاتی ہے۔ آنکھوں میں نمی آجاتی ہے وہ بے اختیار اس عرب خاتون کے پیچھے چلنے لگتی ہے، اس کی قیام گاہ پر جاتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے کہ ہمارے معاشرہ نے عورتوں کو جتنا ذلیل و رسوا کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کلمہ پڑھتی ہے اور بیت اللہ کا رُخ کرتی ہے اور وہیں کی ہو کر رہ جاتی ہے۔

● وہ پیرس کا مشہور سرجن ہے، اس کے مریضوں میں الجزائر کی ایک بزرگ خاتون ہیں جن کا جسم زخموں سے چور ہے، لیکن کوئی خیریت دریافت کرتا ہے تو وہ بڑے سکون و اطمینان اور مسرت کے ساتھ الحمدللہ کہتی ہے۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے ان کے چہرے پر ایک عجیب چمک ظاہر ہوتی ہے۔ شدید تکلیف کے باوجود آہ اور کراہ نہیں کرتی اور نہ ہی مایوسی ظاہر کرتی ہے۔ فرانسیسی سرجن حیرت سے اس مریضہ کو دیکھتا ہے کہ اس کے پائے استقلال میں ذرّہ برابر لغزش نہیں، پہاڑ سے زیادہ وہ ثابت قدم ہے وہ یہ بھی نوٹ کرتا ہے کہ شدید تکلیف کے باوجود یہ ضعیفہ اشاروں ہی اشاروں میں ہاتھ باندھتی اور کچھ زیر لب پڑھتی جاتی ہے، ایسے عالم میں اس پر عجیب نورانی کیفیت ہوتی ہے آخر اس سرجن سے رہا نہیں جاتا۔ وہ اس کوہ پیکر انسان سے اس اطمینان و سکون کی وجہ دریافت کرتا ہے، الحمدللہ کے معنیٰ کے بارے میں معلوم کرتا ہے۔ دوسرے ہی دن بغیر کسی سرجری کے دل و دماغ میں ایمان داخل ہو جاتا ہے۔

(جاری)

میرے علی بھائی!

پروفیسر عطیہ خلیل عرب چیئر پرسن شعبہ عربی جامعہ کراچی

علمی دینی اور عربی زبان و اسلامی ادب کے ستون، فقید المثال، معتبر داعی اسلام، ادیب خوش بیان مقرر عارف باللہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ایک شخص نہیں بلکہ ایک پوری علمی و دینی کائنات کا نام ہے، مسلمانان ہند کے لئے ان کا وجود حصن حصین (مضبوط قلعہ) کا درجہ رکھتا تھا یعنی بقول شاعر؎

وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد
ولکنہ بنیان قوم تھدما

شاعر کہتا ہے کہ (قیس کی موت کسی فرد واحد کی موت نہیں بلکہ اس کی موت سے تو پوری قوم کی بنیادیں متزلزل ہوگئیں)

یا یوں کہیئے؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ہمارے خاندان کا علی میاں کے گھرانے سے دیرینہ علمی، دینی اور گھریلو رشتہ و تعلق ہے، نسلاً بعد نسل یہ رشتہ انشاء اللہ قائم رہے گا۔ دار العلوم ندوۃ العلماء ایک تاریخی اور تاریخ ساز بین الاقوامی دینی و تعلیمی ادارہ ہی نہیں بلکہ اسلامی تربیت گاہ بھی ہے، یہاں عظیم ترین اہل علم نے عربی زبان اور دینی علوم کی سرپرستی اور نشر و اشاعت کے فرائض انجام دیئے ہیں، ہمارا اس دار العلوم سے قلبی، روحانی اور آبائی تعلق ہے جبکہ ہمارے دادا جو عربی النسل تھے وہ اس کے شیخ الحدیث اور نانا سید امیر علی ملیح آبادی شیخ التفسیر رہے اور والد مرحوم علامہ خلیل عرب اپنے وقت کے شیخ الادب العربی تھے۔

شخصیت

علی بھائی میرے والد کے محبوب و مایۂ ناز شاگرد اور ان کے فاضل اجل والد حضرت مولانا سید عبدالحی حسنی مصنف "نزہۃ الخواطر" میرے دادا شیخ محمد بن حسین الانصاری اور میرے نانا مرحوم سید امیر علی ملیح آبادی صاحب تفسیر مواہب الرحمن کے شاگرد تھے (میری والدہ ان کی اکلوتی صاحبزادی تھیں) ہمارے خاندان کیلئے خاص طور پر میرے لئے دوہرا غم ہے، وہ اب میرے والد کی جگہ سرپرست و قدرداں تھے۔

ندوۃ العلماء میرا گھرانہ اور ان کا خاندان اور ندوی اساتذہ و طلبہ میرے جسم و جان کا حصہ ہیں اور رہیں گے۔ دنیا ان کو بڑے بڑے القاب سے یاد کرتی ہے اور بلاشبہ وہ عظیم تر و شریف ترین، کریم النفس، مجاہد فی سبیل اللہ خانوادۂ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور ہر قسم کی عزت و تکریم کے مستحق رہیں گے، لیکن میری قوت سامعہ نے علی بھائی اپنی بہن اور بھائی محمد بن خلیل عرب سے سُنا اور بچپن ہی سے علی بھائی کہا اور اپنے خاندان کے علم کا واحد وارث تسلیم کیا۔ اب میں واقعی یتیم ہوگئی ہوں، اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ راجِعُوْن۔

ھیہات لایاتی الزمان بمثلہ
ان الزمان لمثلہ لبخیل

اس لئے کہ بقول متمم بن نویرۃ الیربوعی:

الی الصبر آیات اراھا فانسنی
اری کل حبل بعد حبلک اقطعا

علی بھائی کی میرے نام ہر تحریر خواہر عزیز اختی الفاضلہ سے شروع ہوتی ہے یا کتاب دی تو للاخت العزیزہ عطیہ بنت استاذنا الجلیل خلیل عرب من اخیھا ابی الحسن علی ندوی لکھ کر دی، ہم اپنی قلبی کیفیت کیا لکھیں، کیونکر لکھیں، ہم کو لگتا ہے نہ صرف ہم بلکہ علمی دنیا ایک ایسی ہستی سے محروم ہوگئی جو سلف صالحین کا نمونہ اور قرون اولیٰ کے اہل دل، اہل ایمان کامل کی یادگار تھی۔

والد مرحوم علی بھائی کو اور علی بھائی والد کو کس قدر عزیز رکھتے تھے اس کا اندازہ کرنا ممکن نہیں، ان کے غم نے ہم کو نڈھال کردیا وہ ہم پر اس قدر شفقت کرتے اور ایسی حوصلہ افزائی کرتے تھے جس کی مثال نہیں، ہم کسی قابل نہیں۔ والد مرحوم سے بے انتہا محبت رکھتے اور ان کی وفات کے بعد ہماری خبرگیری اور ہمارا خیال رکھتے تھے۔ بڑی بڑی صبر آزما مشکلات میں ہمیں سہارا دیا کبھی تنہا نہ چھوڑا، اپنی تحریر و تقریر میں ادب، احترام اور خلوص و محبت ہی نہیں بلکہ احسان مندانہ جذبات کے ساتھ عربی اردو ہر زبان میں والد کو یاد رکھا اور انہی کے حوالے سے ہمیں کبھی فراموش نہیں کیا، حال ہی میں عرب دنیا کو ایشیا کی مسلم خواتین کی نمائندگی کے لئے ایک بین الاقوامی دینی اجتماع میں کسی خاتون کی ضرورت تھی، علی بھائی سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے میرا انتخاب کیا، میں نے میٹنگ سے واپس آکر شارقہ سے ان کو فون کیا اور اپنی بے بضاعتی کا اعتراف کیا۔ اس پر فرمایا "عزیزہ آپ کا ہم پر بڑا حق ہے، ہم اپنے استاذ و محسن و مربی آپ کے والد ماجد کا حق نہیں ادا کرسکتے۔" ہر موقع پر علی بھائی نے مجھے حوصلہ دیا، پورا ندوۃ العلماء ان کے احترام و تقلید میں میرا قدرداں ہے

اور ان کے غم میں ان کے عقیدت مند دنیا کے ہر خطے میں بے قرار ہیں بجا کہ اجل محتوم اور قضائے مبرم سے کسی کو مفر نہیں ہم ان کی زندگی میں ہر مسئلہ حل کر لیا کرتے تھے، ان کا غم برداشت نہیں ہوتا۔ آخری بار رمضان المبارک کی ۱۸ یا ۱۹ تاریخ کو ہم نے لکھنؤ سے فون پر علی بھائی کی آواز سنی، بڑا ضعف تھا۔ فرمایا: "خواہر عزیز! ہمارے لئے دعا کیجئے۔ طبیعت ناساز ہے"۔ یہ سن کر ہمارا دل لرز اٹھا اور ہم فکر مند ہو گئے، ہم نے برادر عزیز فضل ربی ندوی اور عزیزم قاری رشید الحسن کو بتایا اور سبھی نے تشویش کا اظہار کیا۔ ہمارا دل ڈوبنے لگا۔ لیکن ان کا خالق حقیقی بھی تو ان سے پیار کرتا ہے قرآن کریم جس پر علی بھائی نے آخر دم تک عمل کیا اور سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے اپنے رب سے جا ملے وہ جنتی تھے اور نفس مطمئنہ کی جو علامت قرآن کریم میں ملتی ہے اسی طرح مومنانہ شان سے داعی اجل کو لبیک کہا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ہمیں اس موقع پر الخنساء ارثی العرب کا شعر یاد آتا ہے جو ہمارے دلی جذبات کا ترجمان ہے۔

دفعت بك الخطوب وانت حى

فمن ذا يد فع الخطب الجليلا

(اے بھائی! جب تک تو زندہ رہا میں ہر غم تیرے سہارے اٹھا لیا کرتی تھی لیکن تیرے غم کا جو پہاڑ مجھ پر ٹوٹا ہے وہ کون اٹھائے گا)

اسلامی دنیا اور مسلم امت علی بھائی کی ہمیشہ احسان مند رہے گی۔ اور ان کی بے لوث علمی و دینی خدمات ان کی یادگار ہی نہیں بلکہ ملت کا قابل فخر سرمایہ اور اس کی رہنمائی کا سامان رہیں گی، عربی ہو یا اردو ان کی تقریر و تحریر میں روانی اور سحر آفرینی تھی۔

حق تو یہ ہے کہ زندگی بھر علی بھائی اسوۂ حسنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے رہے اور مسلم امت کی کردار سازی اصلاح معاشرہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا ہی ان کا مقصد حیات تھا کہ یہی اہل ایمان واہل تقویٰ کی پہچان ہے، دنیا سے بے نیاز انسانیت کی خیر و فلاح کیلئے دیس پردیس ہر جگہ بلکہ دنیا کے کونے کونے میں زبان و قلم سے جہاد کرتے رہے۔

بین الاقوامی سطح پر مشرق و مغرب میں ان کے شاگردوں کے بھی شاگرد لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں جو ان کے مشن دعوت حق اور تدریس و تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں علی بھائی کے لاکھوں روحانی عقیدت مند ہیں، ان کی روحانیت بے نفسی تواضع وانکساری للّٰہیت عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ان کے عمل نے اللہ رب العزت کے کرم سے ان کو اخلاقی و روحانی پیشوا کا مرتبہ عطا کر دیا۔

بعض غیر مسلم بھی ان کی انسانیت دوستی کے قائل اور عقیدت مند رہے ہیں، علی بھائی دنیا بھر میں متعدد تعلیمی و تبلیغی مراکز کے بانی اور صدر ہونے کے ساتھ ساتھ کئی ممالک برطانیہ، امریکا نیز عرب و ہند و پاک کی جامعات کے معزز رکن تھے، ان کی عربی کتب عرب اور غیر عرب دنیا کی جامعات کے نصاب میں شامل ہیں۔ اور ان کی زندگی میں ان پر تحقیقی مقالات لکھے گئے، وہ رابطہ ادب اسلامی کے بانی و صدر تھے۔ بلا مبالغہ بیسویں صدی کے اکابرین میں ان کی مثال نہیں ملے گی۔

علی بھائی علم و عمل کے ایسے چراغ ہر جگہ روشن کر گئے ہیں جو ہمارے لئے مشعل راہ رہیں گے اور اسی طرح علی بھائی اپنی کتب میں اپنے قائم کردہ بے شمار دینی مدارس اور دینی اداروں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ وہ آج بھی لاکھوں دلوں کی دھڑکن اور آنکھوں کی بصیرت ہیں۔

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

علی میاں امت مسلمہ کے محسن تھے یہی وجہ ہے کہ آج دنیا بھر کے مسلمان خود کو یتیم محسوس کر رہے ہیں

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اس صدی کے عظیم انسانوں اور جدید اسلامی احیاء کے جلیل القدر بانیوں میں سے ایک تھے ان کے انتقال سے عالم اسلام اپنے ایک گرانقدر محسن سے محروم ہو گیا۔ مولانا علی میاںؒ نے دعوت و تبلیغ کا کام اپنے طالب علمی کے دور سے شروع کر دیا تھا۔ ندوۃ العلماء ان کی علمی اور دعوتی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت سے بھی ان کا زندگی کے مختلف ادوار میں تعلق رہا اخوان المسلمون اور اسلامی احیاء کی تمام ہی اہم تحریکوں سے ان کا گہرا تعلق تھا۔ میں ان کی وفات کو بالکل اسی طرح محسوس کر رہا ہوں۔ جس طرح اپنے والد محترم اور مشفق استاذ اور رہنماؤں کی شفقت اور سرپرستی سے محرومی کو محسوس کیا تھا۔ مولانا علی میاں میرے اور میری نسل کے مسلمانوں ہی کے نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کے محسن تھے ان کی زندگی میں اسلاف اور بزرگوں کی جھلک نمایاں ہوتی تھی۔ اور وہ ایک خلق کے لئے چشمہ نور و ہدایت تھے۔ ان کا تعلق صرف بھارت سے نہیں پوری دنیا کے مسلمانوں سے تھا۔ اور ہم سب ان کے اٹھ جانے سے اپنے آپ کو ایک بار پھر یتیم ہوتا محسوس کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ مولانا علی میاں کو جنت کے اعلیٰ ترین درجات میں جگہ دے اور ان کے تمام لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ ●●

نورِ یقین

علامہ اقبال

حرم کو بندۂ لات و منات کیا جانے

ثبات چیز ہے کیا بے ثبات کیا جانے

جلال بجنۂ محمود و اشگاف سہی

کمال ضرب الٰہ سومنات کیا جانے

قمار خانۂ عقل و خرد کی ذریت

ادائے صوم نوائے صلوٰۃ کیا جانے

وہ دل جو نور یقیں سے خالی ہے

قبیح سحر حسنِ معجزات کیا جانے

مضراب اور خار و گل

ع۔ ع۔ ن

جناب اظہر غوری کے کلام کے دو مجموعے اب تک شائع ہو چکے ہیں "مضراب" نظموں کا مجموعہ ہے اور "خار و گل" غزلوں کا گلدستہ۔ شاعری اور بے راہ روی ایک مشہور بات ہے، "بے راہ رو" کو قرآنی زبان میں "غاوی" کہا گیا ہے۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ○ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ○ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ○ (شعراء : ۲۲۴)

اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ (شاعر) لوگ (خیالی مضامین) ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں۔ اور زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔

شاعری کے تجربات سے حرف بہ حرف قرآن کریم کی تصدیق ہوتی ہے۔ شعر میں جان جھوٹ اور مبالغے سے پیدا کی جاتی ہے۔ الفاظ اور افکار کے درمیان جو مصنوعی ربط پیدا کردے وہ اچھا شاعر سمجھا جاتا ہے اور اس کا فن کامیاب اور اس کی فکر نایاب سمجھی جاتی ہے لیکن قرآن نے جہاں ایسے شعراء کا ذکر کیا ہے۔ "ہر وادی میں بھٹکنے والے" اور جو خود نہ کرتے ہوں وہ دوسروں کو سنانے والے ہیں اور بکثرت ہیں اور ہر دور کی بزم شعر و ادب میں نمایاں رہے ہیں انہی کے پہلو بہ پہلو ایسے فنکار اور اصحاب علم و معرفت پیدا ہوئے ہیں، جن کو قرآن نے اس زمرے سے الگ کر دیا ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا ○

ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے انھوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا۔

اس آخری زمرہ میں جن کا ذکر کتاب حکیم میں اِلَّا الَّذِيْنَ سے آیا ہے۔ جناب والا ابو مسعود محمد اظہر خاں ندوی بھی ہیں۔ اظہر ان کا تخلص اور غوری خاندانی نام ہے، ضلع سلطانپور (یوپی) کے قصبہ حمزہ پور پٹھان ان کا وطن ہے، اور ندوۃ العلماء اور لکھنؤ یونیورسٹی دونوں اسلامی اور عصری (بالترتیب) دانش گاہوں سے فیض اٹھایا ہے اٹھارہ کتابوں کے مصنف ہیں ان کے اشعار پڑھئے تو محسوس ہوگا کہ ایک مرصع کلام ہے اور گویا آپ ایک صاحب دل، صاحب کیف اور صاحب ایمان کا وعظ سن رہے ہیں وجد کی سی کیفیت طاری ہے، دماغ اگر ان کے حسن تلاش، فن عروض پر دستگاہ اور شعر گوئی کی صلاحیت کا معترف ہوتا ہے تو دل انکی باتیں سن کر اپنی کوتاہیوں پر شرمندہ اور ان کی دردمندی کا معترف ہوجاتا ہے، نظم میں ابتدائیات کے بعد پہلا باب ہے "نغمۂ انگور"

جس کی ابتدا ہوتی ہے، حمد باری سے جس کے قافیے میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ اللّٰه اکبر، سبحان اللّٰه الحمد للّٰه۔ اللّٰه اکبر، اللّٰه اکبر، لاحول ولا قوۃ الا باللّٰه، استغفر اللّٰه اور جل جلالہٗ ہے مشاعرہ کا نہیں بلکہ مسجد کا ماحول سامنے آجاتا ہے، جیسے کہ محراب مسجد میں خشوع و خضوع سے کھڑا ہے ہاتھ بندھے ہیں، آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی ہیں اور زبان پر اس کی یہ اشعار جاری ہیں ؎

کسے ہے چون و چرا کی جرأت کرم ترا ہے عتاب تیرا
کسے ہے دم مارنے کی طاقت ثواب تیرا عذاب تیرا

چمن چمن میں ہے تیرا نغمہ، کلی کلی میں ترا تبسم
شفق شفق تجھ سے رنگ بکھرا سبق سبق ہے گلاب تیرا

نفس نفس ہے رہین منت، کرم کا محتاج لمحہ لمحہ
مجال کس کی سہارا پائے ذرا سا بھی اجتناب تیرا

ان اشعار کو سن کر آپ کا دل پسیجے گا اور زبان سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه نکلے گا اور اسی قافیے پر دوسری غزل ؎

فروغ حسن اجل لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه
قرار قلب و جگر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

اور پھر عظمت خداوندی کا اظہار زبان سے نہیں بلکہ روئیں روئیں سے اللّٰه اکبر کی صدا نکلنے لگی اور شاعر آپ کے کان میں یہ آواز دے رہا ہوگا ؎

مکان و لامکاں اللّٰه اکبر
ہے سر کون کن فکاں اللّٰه اکبر
ہیں اس کے دست قدرت کے کرشمے
زمین و آسماں اللّٰه اکبر

اس نظم کا دوسرا بند ؎

یہ رحمت کا سماں اللّٰه اکبر
کہاں ہم اور کہاں اللّٰه اکبر

اور اسی طرح تیسرا چوتھا پانچواں چھٹا بند

پڑھتے وقت آپ محسوس کریں گے کہ آپ محراب مسجد میں کھڑے ہیں اللہ کی کبریائی یاد کر رہے ہیں اور زبان پر اللہ اکبر کے ساتھ سبحان اللہ، اور الحمد للہ اور اللہ اکبر لاحول ولاقوۃ الا باللہ استغفر اللہ اور جل جلالہ سے جسم کا ہر ذرہ تسبیح پڑھ رہا ہے۔ کتاب کا دوسرا باب خشوع و خضوع پر محیط ہے، سرکار رسالت پناہ، آپ کے اوصاف، آپ پر درود و سلام آپ کی محبت میں سرشاری، آپ کی سنت پر چلنے کی تمنا اس طرح موجزن ہے کہ زبان پر بے اختیار آئے گا ؎

سلام اس پر کہ جس کا نام جزو خاص ایماں ہے
سلام اس پر محبت جس کی پیوست رگِ جاں ہے

آگے ورق الٹئے تو صدیق اکبرؓ کی جلالت شان، فاروق اعظمؓ کی عظمت کا نشان، عثمان غنیؓ کی جود و سخا کا دریا رواں اور علی مرتضیٰؓ کی شان علم و شجاعت کا میدان نظر آئے گا۔

شاعر صرف شاعر ہی نہیں بلکہ عالم اور دینی ادبیات پر نظر رکھنے والے صاحب علم و آگہی ہیں اس لئے عربی اشعار کے ترجمے بھی نظم میں پورے حسن و جمال کے ساتھ موجود ہیں، شاعر یقینی عالم دل دردمند کے مالک فن شاعری پر عبور رکھنے والے صاحب قلم ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ عالم اسلام سے بھی بے خبر نہیں ہیں۔ سید قطب شہیدؒ اور ان کو شہید کرنے والے ظالم سے بھی واقف ہیں۔ اپنے تاثرات انھوں نے چھپائے نہیں ہیں شاعری پر قدرت اور الفاظ کی بندش میں عبارت کا اندازہ ان کی ان نظموں سے ہوتا ہے جو "الفاظ" اور "اجنبی" کے عنوان سے انھوں نے نقل کئے ہیں ان کا شعلۂ فکر انقلاب لے انقلاب والی نظم قم باذن اللہ کہنے کا جوش دلوں میں گرمی اور فکر میں درخشانی پیدا کرتا ہے، مولانا آزاد کی یاد میں ایک نظم ہے ڈاکٹر فریدی پر چار نظمیں ہیں، ندوہ کے اساتذہ میں مولانا ابوالعرفان خاں ندوی پر ایک مستقل قطعہ ہے اور حضرت مولانا علی میاںؒ کے عنوان سے جو نظم ہے اس میں ان کی عقیدت اور محبت کا اعتراف دل و دماغ کی وسعتوں کے ساتھ جلوہ گر ہے جس میں وہ لکھتے ہیں ؎

آبروئے رتبہ دین و شریعت تجھ سے ہے
مسند ارشاد و تلقین و ہدایت تجھ سے ہے
آج قائم تجھ سے ہے ناموس علم دین و حق
یادگار بزم اصحاب فضیلت تجھ سے ہے

شاعر عالی مقام اظہر غوری صاحب نے ۱۵۲ غزلوں کا مجموعہ "خار و گل" ملت کے حضور پیش کیا ہے شاعر نے کس ماحول میں اور کن ذہنی اور اجتماعی الجھنوں کے ساتھ اس کو مرتب کیا ہے اس کی قدر تو ہر وہ شخص کرے گا جس کو علم و ادب کی آگہی نصیب ہے مگر وہ حقیقی الجھن اور جس دشوار رہ گذر کو طے کر کے شاعر نے اپنا یہ کلام دانشوران شعر و ادب کے حضور پیش کیا ہے اسکو وہ "خود ناگفتنی" کا عنوان دے کر اپنے پیش لفظ میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں :

"ایک ایسے شخص کیلئے جو شعر و ادب کے میدان سے باقاعدہ وابستہ نہ ہو اور سازگار ماحول اور ذہنی یکسوئی سے بھی محروم ہو، ادبی تخلیقات میں حصہ لینا ایک دشوار طلب کام ہے تاہم اپنے ذوق کی تسکین کیلئے قارئین کی خدمت میں "خار و گل" پیش کرتے ہوئے جسارت کے ساتھ یک گونہ مسرت کا احساس بھی ہو رہا ہے۔ اس میں شامل ۱۵۲ غزلیں برسوں میں کہی گئی ہیں لیکن اس طرح کہ کسی سال دس بیس غزلیں ہو گئیں تو کئی کئی سال تک ایک شعر کہنے کی نوبت بھی نہ آسکی۔ آلام روزگار کے مسائل و مشکلات اور بحران کے نتیجہ میں پیدا شدہ مصروفتیں کہاں دم لینے دیتی ہیں بہرحال جو کچھ اور جیسا کچھ ہے قارئین کے سامنے پیش ہے۔

میرا تعلق بنیادی طور پر عربی لٹریچر اور شاعری سے رہا ہے اس لئے بہت سے اشعار میں عربی اشعار کی جھلک نظر آئے گی۔ جو شاید قارئین کیلئے دلچسپی کی چیز ہو۔"

مظہر امام صاحب نے اپنے فاضلانہ مقدمہ میں شاعر کے صحیح رخ کو کامیابی کے ساتھ واضح کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"اظہر غوری کی شاعری ایک سنبھلی ہوئی طبیعت اور صحت مند افتاد ذہنی کی پیداوار ہے ان کے اسلوب میں روانی شگفتگی اور دل گداختگی ہے... وہ ہر طرح کی زمین اور بحر میں اظہار کی یکساں قدرت رکھتے ہیں"

غزلوں میں صرف گل و بلبل، چاک گریباں بلبل عندلیب نہیں ہے اس کے اندر معنویت ہے، سوز ہے اور فکر و جدان کی رونمائی ہے ایک جگہ وہ لکھتے ہیں ؎

بت بنا کر پوجا ایسا بھی وہ پتھر نہ تھا
اور میں اک عام سا انسان تھا آزر نہ تھا
بار اس کا آج تک سر سے مرے اترا نہیں
وہ ہم اک انسان کا جو یوں بھی میرے سر نہ تھا۔

ڈاکٹر سید عبدالباری نے بالکل سچ لکھا ہے کہ:

"اظہر غوری غزل کے مزاج شناس ہیں اور اس کی معروف علامتوں، استعاروں اور کنایوں میں گفتگو کرنے کا آرٹ جانتے ہیں۔ ان کے یہاں ایسے اشعار

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

دہلی یونیورسٹی میں

حضرت مولانا علی میاں کی علمی خدمات پر مذاکرہ

سعودی سفیر ناصر العوہلی اور سیّد حامد کی شرکت

رپورٹ : حسین امین

مفکر اسلام" مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی علمی خدمات" کے موضوع پر دہلی یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے زیر اہتمام ایک دو روزہ سیمینار کے نتیجے میں جہاں حضرت مولانا کی مختلف تصنیفات اسلوب نگارش، ایک مؤرخ، محقق اور مصنف کی حیثیت سے اُن کی شخصیت پر، ایک داعی اور مبلغ کی حیثیت سے ان کی عالمگیر سرگرمیوں اور تمام دیگر ملحوظات سے بلند ہوکر ایک عالم باعمل کی حیثیت سے دنیائے انسانیت کیلئے بے لوث خدمات نیز فکری قیادت سے متعلق مقالات کے ذریعہ خاصہ ٹھوس مواد تیار ہوا۔ وہیں اس احساس کے تحت کہ ہر چند کہ مولانا علی میاں کی زندگی اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر کچھ کتابیں اور مضامین سامنے آچکے ہیں۔ لیکن اور بھی وسیع پیمانہ پر کام کرنے کی ضرورت ہے اکثر علمی شخصیات کے دل کی ترجمانی اس فیصلے میں ہوئی کہ مولانا علی میاں کی ایک دو جلدوں پر مشتمل سوانح عمری تیار کرائی جائے اور ان کے نام سے ہندوستان کی کسی بھی یونیورسٹی میں ایک چیئر قائم کرنے کیلئے یو.جی.سی سے درخواست کی جائے۔ اور اسکالرشپ جاری کیا جائے یا کامیاب طلبہ کو تمغہ دیا جائے۔ شعبۂ عربی دہلی یونیورسٹی کے سربراہ اور ایک ممتاز عالم و مصنف پروفیسر محسن عثمانی کی کاوشوں کے نتیجے میں ۱۹، ۲۰ر مارچ سنہ ۲۰۰۱ء کو یونیورسٹی کے ایک ہال میں منعقدہ سیمینار کی جس میں سفیر مملکت سعودی عرب برائے ہند عالی جناب عبدالرحمن الناصر العوہلی نہ صرف اعزازی مہمان تھے بلکہ عالم عرب کی نمائندگی بھی کر رہے تھے۔ افتتاحی اور اختتامی اجلاس کی صدارت مولانا علی میاںؒ کے جانشین ناظم ندوۃ العلماء اور ایک ممتاز عالم دین اور مصنف مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے کی اور ہمدرد یونیورسٹی دہلی کے چانسلر، ملی رہنما علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر سید حامد صاحب نے کلیدی خطبہ پیش کیا۔ مولانا عبدالکریم پاریکھ، اور مولانا عبداللہ عباس ندوی نے سیمینار میں اپنے تأثرات پیش کیے۔

سیمینار میں جس میں شعبۂ عربی دہلی یونیورسٹی کی طرف سے ندوۃ العلماء کے معتمد مالیات اور ایک ممتاز اہل قلم پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب کو سعودی عرب کے سفیر عزت مآب جناب عبدالرحمن الناصر العوہلی کے ہاتھوں ایک ایوارڈ سے نوازا گیا جو مولانا علی میاںؒ کی ایک درجن سے زیادہ تصنیفات پر ان کے پُر مغز تبصروں کے اعتراف میں تھا۔ مندرجہ ذیل قراردادیں منظور کی گئیں جو پروفیسر شریف الحسن قاسمی صدر شعبۂ فارسی دہلی یونیورسٹی، پروفیسر عبدالحق شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی، پروفیسر شفیق احمد ندوی صدر شعبۂ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ، ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی ریڈر شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ڈاکٹر محسن عثمانی صدر شعبۂ عربی دہلی یونیورسٹی اور ڈاکٹر علیم اشرف خاں شعبۂ فارسی دہلی یونیورسٹی پر مشتمل ایک ۶ رکنی کمیٹی نے تیار کی تھیں جنہیں ڈاکٹر علیم اشرف نے پیش کیا۔

قراردادیں۔ ● مولانا علی میاںؒ کی کثیر الجہات شخصیت پر ایک مفصل اور مبسوط کتاب سوانح کی شکل میں مرتب کرائی جائے جو ایک یا دو جلدوں پر مشتمل ہو۔ ● ندوۃ العلماء میں مولانا علی میاں کی شخصیت پر تحقیقی کام کرنے کے لئے ایک مرکز قائم کیا جائے جس میں موضوع سے متعلق کتابیں اور رسالوں کے خاص نمبر محفوظ کئے جائیں ● ندوۃ العلماء میں ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد کیا جائے۔ ● مولانا علی میاں کے نام پر ہندوستان کی کسی بھی یونیورسٹی میں ایک چیئر قائم کرنے کیلئے یو جی سی سے درخواست کی جائے

● مولانا علی میاںؒ کی تصانیف ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں اور تحقیقی مرکزوں میں فراہم کی جائیں تاکہ وسیع پیمانے پر ان کی شخصیت سے لوگ واقف ہوسکیں اس کام میں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ اہم رول ادا کرسکتی ہے۔ ● مولانا علی میاںؒ کی عربی تصنیفات یونیورسٹی کے نصاب میں داخل کی جائیں اور مولانا علی میاں کے نام سے عربی طلباء کو اسکالرشپ دیا جائے یا ایم اے فائنل امتیازی نمبروں سے پاس کرنے والے طالب علم کو علی میاں ندویؒ میڈل دیا جائے۔

دو روزہ سیمینار (جو ۱۹ر مارچ اور ۲۰ر مارچ ۲۰۰۱ء

ہوا۔ عربی اور اردو میں مولانا علی میاں کی مختلف
منیفات پر بھرپور مقالے پڑھے گئے، بعض
مقالہ نگاروں نے اور سید حامد صاحب نے اپنے
کلیدی خطبے میں مولانا علی میاں کی بھرپور سوانح
حیات لکھے جانے اور ان کے نام سے شعبہ عربی
دہلی یونیورسٹی میں چیئر قائم کئے جانے کی تجاویز
بھی رکھی تھیں۔

سعودی سفیر شیخ عبدالرحمن الناصر العوہلی
نے گویا عالم عرب کی نمائندگی کی اور مولانا علی میاں
کی عربوں میں قدر و منزلت اور ان کی شخصیت
کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے جذبات
کی شدت سے آبدیدہ ہوگئے اور دیر تک
گلوگیر آواز میں بولتے رہے۔ انھوں نے مولانا
علی میاں کو اسلام کا مشعل بردار اور گذشتہ
صدی کا سب سے اہم مصنف اور رہنما قرار دیا۔
اور کہا کہ علی میاں نے مسلمانوں کے مسائل پر
توجہ دی۔ اپنی تحریروں سے مسلمانوں کو بیدار
کیا۔ ان کی نگارشات پوری امت کے لئے
ایک قیمتی سرمایہ ہیں ان کو عربوں سے بڑی
محبت تھی ان کے لئے اپنے جذبات اور تاثرات
کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ ہم ان کو اپنا سمجھتے ہیں۔
ان کو فیصل ایوارڈ سے نوازا گیا جو بمشکل قبول
کیا۔ یہ رابطہ عالم اسلامی کے بانی رکن تھے، مدینہ
یونیورسٹی کی مجلس عاملہ کے رکن تھے، ان کی تصنیفی
خدمات امت مسلمہ کو ہمیشہ حوصلہ دیتی رہیں گی۔

سید حامد نے کلیدی خطبہ میں مولانا کی
شخصیت کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور
کہا کہ ان کی دھیمی آواز میں بھی بڑی گرج ہوتی تھی
۔ مولانا کی ذات میں علم و
تقوی جمع ہوگئے تھے، انھوں نے پوری انسانیت
کی فلاح اور معاشرت کی اصلاح پر توجہ دی اور
پیام انسانیت کی تحریک کے ایسے نقش چھوڑے
جن پر سب کو چلتے رہنا چاہیئے۔ اور بھید بھاؤ سے
بلا تفریق مذہب وملت سب سے محبت کرنے کے
پیغام پر عمل کرنا چاہیئے۔

ممتاز عالم دین مولانا عبدالکریم پاریکھ نے
مولانا علی میاں کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں
پر روشنی ڈالی۔ ملک کے خراب حالات میں جو تقسیم
کے بعد پیدا ہوئے تھے ان میں مسلمانوں کو بچانے
کا کام کرنے والوں میں علی میاں کا نام سرفہرست
تھا۔ جنھوں نے امت اسلامی اور عالم اسلامی کے
لئے فکرمندی کی چادر اوڑھ رکھی تھی،
ہندوستان میں ابنائے وطن کے خیالات مسلمانوں
کے بارے میں اچھے نہیں تھے۔ جس میں میڈیا کا
اور خود ہمارا بھی ہاتھ تھا۔ مولانا کے ساتھ گویا الہامی
بات ہوئی کہ پیام انسانیت کا طریقہ اپنایا۔ مولانا
پاریکھ نے علی میاں کا لٹریچر پڑھنے اور اپنی
سوچ بدلنے پر زور دیا۔ اور کہا کہ کسی بدلے کی
بھاؤنا سے کام کرنا غلط ہے۔ ابنائے وطن سے
رابطہ قائم کرنا اور ان کو قرآن سے واقف کرانا
ضروری ہے۔ یہ امت تو شہادت دینے ہی کے لئے
ہے۔ انھوں نے زور دیا کہ علی میاں کی کتابوں
کی اشاعت اور ترویج میں حصہ لیا جائے۔ انھوں نے
یاد دلایا کہ علی میاں نے پیام انسانیت کے
پلیٹ فارم سے بڑے بڑوں کو پکارا تھا۔ اور کہا
تھا کہ زمین پر جب فساد ہوتا ہے تو سمجھدار لوگ
گھر میں کیوں بیٹھے رہتے ہیں۔ ظالم کا ہاتھ کیوں نہیں
پکڑتے۔ یہ بات انھوں نے شنکر اچاریہ سے بھی
کہی اور کہا کہ جس کسی نے ایک انسان کو بھی قتل کیا
گویا اس نے ساری انسانیت کا قتل کیا۔ ساری
انسانیت ایک امت ہے اور اس کا رب بھی
ایک خدا ہے۔

صدارتی تقریر میں مولانا سید محمد رابع حسنی
ندوی نے سمینار کو علم دوستی اور قدردانی کی
علامت بتایا اور کہا کہ قوموں کی عزت ان
کارناموں سے ہوتی ہے جو اس کے فرزند انجام
دیتے ہیں۔ علی میاں ایک بزرگ اور بڑے
عالم تھے جنھوں نے علمی اور مذہبی میدان میں بڑا
کام کیا۔ وہ ایک محقق، مؤرخ مقبول خطیب
اور کامیاب مصنف مانے جاتے تھے۔ ان کا یہ موقف
بھی تھا کہ اپنے ملک کا حق بھی ادا کرتے تھے، علمی
اور تمدنی ترقی پر زور دیتے تھے، اپنے ملک کو
باہری دنیا اور عرب ملکوں میں متعارف کرایا۔ اپنے
ملک کے لوگوں کی کوتاہیوں کی طرف پیام انسانیت
کے پلیٹ فارم سے توجہ دلائی اور اس کے اچھے
اثرات مرتب ہوئے۔ انھوں نے تاریخ کے
مطالعہ سے قوموں کے عروج و زوال کو سمجھا تھا
اور چاہتے تھے کہ تاریخ کا شاندار ماضی پھر
واپس آئے۔ انھوں نے ملک کے حکمرانوں اندرا
گاندھی، راجیو گاندھی، وی۔پی سنگھ، دیو گوڑا
سب کو نصیحت کی کہ ملک میں مختلف مذہب
ہیں ہر ایک کا خیال رکھا جائے، باجپئی جی
جب ان کی عیادت کو ندوہ پہنچے تو اگرچہ مولانا
ٹھیک سے بول نہیں پا رہے تھے لیکن کسی طرح
ان سے کہا کہ ملک تباہ ہو رہا ہے اسے بچائیے،
بدعنوانیوں کو ختم کرائیے۔

اس موقع پر ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے پروفیسر
وصی احمد صدیقی کا تعارف کرایا۔ دہلی یونیورسٹی کے
پرو وائس چانسلر پروفیسر سی آر بابو نے افتتاحی جلسے میں
مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ اور سفیر سعودی عرب کی توجہ
شعبہ عربی کی طرف مبذول کراتے ہوئے اس کی ترقی
میں تعاون کی اپیل کی۔ انھوں نے وائس چانسلر کی
طرف سے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ ڈاکٹر محمد نعمان خاں
نے شعبہ عربی کا ایک خاکہ پیش کیا۔ یہ یونیورسٹی
۱۹۲۲ء میں قائم ہوئی تھی سینٹ اسٹیفنس کالج میں
عربی مطالعات کا آغاز ہوا۔ ۱۹۵۰ء میں یہ شعبہ آرٹس

(باقی ص ۱۴ پر)

معید اشرف ندوی

● منیٰ (مکہ مکرمہ) میں تعمیر کئے گئے دنیا کے سب سے بڑے مشینی مذبح نے اپنا کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس مذبح کی تعمیر پر تقریباً ۴۷ کروڑ سعودی ریال کی لاگت آئی ہے اور یہ پانچ لاکھ مربع میٹر پر قائم ہے۔ اس مذبح کا سارا نظام کمپیوٹرائزڈ ہے اسی نظام کے تحت حاجی صرف پانچ منٹ میں قربانی دینے کے کام سے فارغ ہو سکتا ہے اور پندرہ منٹ میں گوشت کا پیکٹ حاصل کرکے واپس جا سکتے ہیں۔ اس پروجیکٹ میں فی الحال ۴ یونٹس تعمیر کئے گئے ہیں۔

شرعی احکام کے مطابق جانور کو ہاتھ سے ذبح کرنے کے بعد مشین میں ڈال دیا جاتا ہے جانور کی کھال اتارنے کے بعد اس کے مختلف اعضاء الگ کرکے پیک کرنے تک کے سارے عمل آٹومیٹک پروگرام کے تحت ہوتا ہے اس میں صرف بکروں کی قربانی ہوتی ہے، بڑے جانوروں کی قربانی قدیم مذبح میں ہوتی ہے۔

● لکھنؤ سے شائع ہونے والا ہندی روزنامہ راشٹریہ سہارا کے مطابق تہلکہ ڈاٹ کام کی وجہ سے پارلیمنٹ کا بجٹ اجلاس کی کارروائی تقریباً ایک ہفتہ نہ ہو سکی جس کی وجہ سے سرکار کو ۵ کروڑ ۹۲ لاکھ ۴۸ ہزار روپیہ کا نقصان ہوا۔ کیونکہ پارلیمنٹ کے ایک گھنٹے کی کارروائی پر ۹ لاکھ ۹۲ ہزار اور ایک دن کی کارروائی پر ۴۷ لاکھ ۵۶ ہزار روپیوں کا خرچ آتا ہے اور ایک منٹ پر ۱۶ ہزار ۵۶۸ روپیہ کا صرفہ آتا ہے۔

● سعودی حکومت نے ۲۷ اسلامی ملکوں کے مستحقین افراد اور مہاجرین کو قربانی کا گوشت تقسیم کیا۔

اس سال حج کے دوران منیٰ میں ۶ لاکھ ۳ ہزار ۳ سو ۹۳ بھیڑیں اور ۶ ہزار ایک سو ۳۶ بڑے جانور قربان کئے گئے۔

یہ بات اسلامی ترقیاتی ملک کے صدر نے اخبار کو جاری ایک پریس ریلیز میں بتائی۔

انھوں نے مزید کہا کہ قربانی کے ۱۶ ہزار ایک سو ۶۹ جانوروں کا گوشت مسجد الحرام کے قریب رہنے والے غرباء اور منیٰ میں حجاج کو تقسیم کیا گیا۔ اور قربانی کے دو ہزار ۴ سو ۸۸ جانوروں کا گوشت بذریعہ طیارہ دیگر اسلامی ملکوں کو بھیجا گیا۔

● فلسطین کے صدر یاسر عرفات نے فلسطینی پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ فلسطین کو اسرائیلی مظالم سے بچانے کیلئے مداخلت کرے اور اپنی افواج علاقے میں بھیجے انھوں نے عالمی رہنماؤں سے بھی کہا کہ وہ فلسطینیوں کے مصائب پر آج خاموش کیوں ہے جبکہ فلسطینیوں کے علاقوں کی ناکہ بندی کے باعث تقریباً ۳ ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔

انھوں نے کہا کہ فلسطینی اسرائیل کی سلامتی کے تقاضوں کو سمجھتا ہے لیکن اسرائیل بھی ہمارے حق کو تسلیم کرے۔ ہم اسی آزاد فلسطینی مملکت کے خواہاں ہیں جس کا دارالحکومت بیت المقدس ہے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

● مولانا نذر الحفیظ ندوی

(۴)

..یہودی دماغ اور عیسائی وسائل کے گٹھ جوڑ
کے نتیجہ میں عالمی سطح پر انسانی معاشرہ کو جو
[غ]یر معمولی اور بھیانک نقصانات ہو رہے ہیں
اور جس طرح شیطان نے میڈیا کو اپنا ترجمان
بنالیا ہے اس کے سنگین اور دوررس اثرات
کا تصور کرتے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔
[ا]یک مسلمان کی آنکھوں کی نیند اڑجاتی ہے! اور
وہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کا منظر
دیکھ کر بے چین ہوجاتا ہے، لیکن اس کے
ساتھ اس کا بھی وہ اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی صفت ارحم الراحمین ہی نے اس دنیا کو اب
تک کسی بڑی تباہی سے بچا رکھا ہے ورنہ ابلیسی
نظام نے قرآنی تعبیر میں ایسی زبردست تدابیر
اختیار کی ہیں کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے کھسک
جائیں ومکروا مکرھم وعند اللہ
مکرھم، وان کان مکرھم
لتزول منہ الجبال۔

استعماری طاقتوں نے برصغیر کے
مسلمانوں کو ایک سو سال سے زائد مدت تک
خاکستر کرنے پر اپنے سارے وسائل جھونک
دیئے۔ ہزاروں علماء اور نوجوانوں کو تختۂ دار
پر لٹکادیا، منظم طور پر نسل کشی کے ساتھ ساتھ
تعلیم کے تیزاب میں مسلمانوں کی خودی کو ڈال کر
پگھلانے کی زبردست جد وجہد کی۔ اسلامی
دنیا کی آزادی کے بعد یہی دونوں مقاصد حکمراں
طبقے نے اپنالئے، عالم اسلام کی سطح پر دیکھیں
تو استعماری طاقتوں نے اپنے سارے وسائل
مسلمانوں کی نسل کشی اور ان کی ذہنی اقتصادی
اور تہذیبی ارتداد پر مرکوز کردی پھر ان کے
جانے کے بعد ان کے جانشینوں نے ان دونوں
مذموم مقاصد کی تنفیذ ہی کو اپنا محور قرار دیا اور
اب مسلم ممالک کے حکمراں مغربی ملکوں کے تعاون
سے مسلمانوں کو ان کے تشخص وامتیاز اور اسلامی
شناخت سے محروم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔
اسلام کے نام ہی سے دونوں کو زبردست
الرجی ہے۔ دنیا میں جہاں کہیں اسلام کی روشنی
نظر آتی یا دین واخلاق کے سوتے پھوٹتے
دکھائی دیتے ہیں۔ یہ دونوں طاقتیں ان کے
اوپر زبردست بندھ باندھ دیتی ہیں اور
اپنے سارے وسائل اس کے خلاف لگادیتی
ہیں تاکہ کہیں سے بھی روشنی نہ آنے پائے اور
ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرے کا راج ہو۔ افغانستان
بوسنیا، کشمیر اور چیچنیا کے انسانوں کے
ساتھ صرف اس لئے ظلم ووحشت اور درندگی
کے کھیل کھیلے گئے کہ وہ مسلمان تھے لیکن
اس عالمگیر فساد اور ظلمات بَعْضُهَا
فوق بعض میں بھی نور کی کرنیں اللہ تعالیٰ
دکھاتا ہے، تاریکیوں سے روشنی کی طرف
اللہ تعالیٰ ہی لے جاتا ہے اِنَّكَ لاتهدی
من اَحْبَبْتَ ولكن الله يهدی من يشاء
کا قرآنی مظاہرہ ہر سرزمین پر ہوتا رہتا ہے۔
گھٹا ٹوپ اندھیرے اور طوفانی ہواؤں میں
بھی ایمانی قندیلیں روشن ہوتی رہتی ہیں
اور واللہ مُتِمّ نورہ ولو کرہ
الکافرون کے مناظر ہر جگہ نظر آتے
ہیں۔ ہزاروں مثالوں میں سے چند پیش کی
جارہی ہیں۔ یہ یقین دلانے کیلئے کہ ہر سحر خونِ
صد ہزار انجم سے پیدا ہوتی ہے اور ہر
تاتاری یورش کے بعد کعبہ کو نئے نئے
پاسباں مل جاتے ہیں۔

● ایک امریکی شہر میں تبلیغی جماعت
باہر سے آئی تھی دو کاروں میں ایئر پورٹ
سے تبلیغی مرکز یہ جماعت روانہ ہوگئی، ایک
کار پیچھے رہ گئی دوسری کار آگے بڑھ گئی، پیچھے
رہنے والی کار راستہ بھٹک گئی، مغرب کی نماز
کے لئے وقت تنگ ہونے لگا تو ایک میدان
میں گاڑی روک کر یہ جماعت نماز ادا کرنے لگی
وہاں موجود کچھ امریکی نوجوان کھیل چھوڑ کر اس
عجیب وغریب جماعت کو دیکھنے لگے۔ ان کی حرکات
وسکنات اور رکوع وسجود انہیں عجیب سے
لگے۔ بعد میں استفسار کیا کہ آپ لوگ کیا
کر رہے تھے؟ جماعت والوں نے اسلام کا
تعارف سادہ انداز میں کرایا پندرہ بیس منٹ
کی اس گفتگو کے بعد تین نوجوان نے اسلام
قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی قریبی ہوٹل جاکر
انھوں نے غسل کیا، نئے کپڑے بدلے اور اسلام
قبول کرلیا۔ جیسے ہی یہ کام ختم ہوا۔ دوسری
کار کے لوگ جماعت کی تلاش کرتے ہوئے
آگئے ـــــ اس طرح یہ قافلہ جب اپنے
مرکز پہنچا تو تین نومسلموں کا اضافہ ہوچکا تھا۔

● مانٹریال (کناڈا) کی ایک پچیس سالہ

(باقی صـــــ پر)

س :۔ تعویذ لکھنا یا پہننا درست ہے یا نہیں ؟
ج :۔ تعویذ اگر ادعیہ ماثورہ یا آیات قرآنیہ پر مبنی ہے تو ایسے تعویذ کا استعمال درست ہے لیکن احترام کا پورا خیال رکھا جائے۔ اگر ایسے کلمات لکھے گئے ہیں جو قرآنی آیات یا ادعیہ ماثورہ کے تو نہیں ہیں لیکن اللہ ہی سے استمداد ہے اور غیر اللہ سے استمداد نہیں ہے تو وہ بھی جائز ہیں۔ لیکن اگر تعویذ ایسے کلمات پر مشتمل ہے جس میں غیر اللہ سے استمداد ہے یا شرکیہ کلام ہیں تو ان کا استعمال جائز نہیں۔
س :۔ جن دواؤں میں الکوحل ملی ہوتی ہے کیا شرعًا ان کا استعمال درست ہے ؟
ج :۔ علاجًا ان دواؤں کا استعمال درست ہے۔
س :۔ ایصال ثواب کا صحیح طریقہ کیا ہے ؟
ج :۔ ایصال ثواب کا مروجہ طریقہ مثلاً تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ شرعی طریقہ نہیں ہے ایصال ثواب کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن مجید تلاوت کرکے یا صدقہ وخیرات کرکے ثواب حاصل ہو اس کو میت کو پہونچائے۔ اس میں دن تاریخ کی قید اور نام ونمود نہیں ہونا چاہئے۔ اگر نام ونمود کی خاطر کرے گا تو ثواب نہیں ملے گا۔
س :۔ کیا غائبانہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں ؟
ج :۔ احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتے ہیں۔
س :۔ کیا تالاب کی مچھلیوں کو اندرون تالاب بیچ سکتے ہیں ؟
ج :۔ نہیں! تالاب کی مچھلیوں کو جبکہ تالاب یا پانی کے اندر ہی ہیں نہیں بیچ سکتے ہیں کیونکہ تالاب میں کتنی مچھلیاں ہیں معلوم نہیں ہے، اور شرعًا مجہول بیع کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔
س :۔ کبھی روپئے چینج (CHANGE) کرانے کی ضرورت پڑتی ہے تو چینج (CHANGE) کرنے والا کہتا ہے کہ کچھ کم لو تو چینج کریں گے کیا یہ جائز ہے ؟
ج :۔ نہیں! کمی زیادتی جائز نہ ہوگی کیونکہ یہ سود ہوجائے گا۔
س :۔ کیا مسجد کی چھت پر امام کے رہنے کے لئے کمرہ بنا سکتے ہیں ؟
ج :۔ نہیں! مسجد کی چھت پر امام کے رہنے کیلئے یا کرایہ پر دینے کیلئے کمرہ بنانا درست نہیں ہے
س :۔ بیمہ کمپنی میں ملازمت کرنا شرعًا کیسا ہے ؟
ج :۔ بیمہ کمپنی میں (اس کے موجودہ سانچہ میں) ملازمت کرنا جائز نہیں ہے، تنخواہ لینا یا کمیشن پر کام کرنا دونوں ناجائز ہیں۔
س :۔ شادی میں لڑکی والوں کے یہاں بارات لے کر جانا کیسا ہے ؟
ج :۔ آج کل بارات کی جو مروجہ شکل ہے جس میں کثیر تعداد میں لڑکی والوں کی عدم رضامندی کے باوجود لوگ جاتے ہیں درست نہیں ہے۔ البتہ اگر بارات گانے بجانے اور دیگر فضولیات سے پاک اور اتنی تعداد ہو جس پر فریقین راضی ہوں تو اس کی گنجائش ہے۔
س :۔ اگر ایک شخص اپنی لڑکی کی شادی میں کچھ لوگوں کو مدعو کرتا ہے تو اس میں مدعوئین کا شریک ہونا کیسا ہے ؟
ج :۔ اگر دعوت میں اسراف اور تقریب میں منکرات نہیں ہوں تو شرکت درست ہے۔
س :۔ نکاح کے بعد چھوہارے لٹائے جاتے ہیں یہ شرعًا درست ہے ؟
ج :۔ نکاح کے بعد چھوہارے یا کھجور لٹانا یا تقسیم کرنا درست ہے۔
س :۔ کیا سودی رقم سے کنواں یا ہینڈ پائپ وغیرہ لگوا سکتے ہیں ؟
ج :۔ سودی رقم رفاہی کاموں میں لگانا درست نہیں ہے، لہٰذا کنواں، ہینڈ پائپ وغیرہ میں لگانا درست نہ ہوگا۔ مذکورہ رقم صرف فقراء کو بلانیت ثواب دے دے۔
س :۔ برتھ ڈے (BIRTHDAY) منانا شرعًا درست ہے یا نہیں؟
ج :۔ برتھ ڈے منانا شرعًا درست نہیں ہے یہ عیسائیوں کی تقلید ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ من تشبہ بقوم فھو منھم کی روایت سے سخت مخالفت واضح ہے۔
س :۔ لاٹری کھیلنا کیسا ہے ؟
ج :۔ لاٹری کھیلنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جوا ہے اور اس کی حرمت بصراحت قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے: إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔
س :۔ کیا آم کے باغ کی بیع بور آنے کے بعد کی جاسکتی ہے؟
ج :۔ آم کے کارآمد ہونے سے پہلے درختوں پر آم کی بیع وشراء جائز نہیں ہے، بور آنے پر آم کی بیع وشراء درست نہیں ہے۔
س :۔ کیا ہاتھ میں لال دھاگا باندھنا درست ہے؟
ج :۔ ہاتھ میں لال دھاگا باندھنا درست نہیں ہے یہ ہنود کا رسم ہے اس سے احتراز لازمی ہے من تشبہ بقوم فھو منھم سے مخالفت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا دورۂ کرناٹک

بنگلور اور میسور کا ایک دعوتی سفر

● بقلم: نمائندہ تعمیر حیات

حیدر آباد کے تین روزہ طوفانی دورے کے بعد سفر کا دوسرا مرحلہ بنگلور کے سفر کا تھا۔ وہاں کے مخلصین خصوصاً مولانا مصطفیٰ رفاعی ندوی صاحب کا فون اور فیکس اور خطوط برابر آتے رہے۔ اور اصرار بڑھتا رہا۔ حضرت مفکر اسلامؒ کی وفات کے بعد ابھی تک ان کے جانشین ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب مدظلہ کا سفر نہیں ہوا تھا۔ اس لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ حیدر آباد کے بعد بنگلور کا سفر بھی کر لیا جائے گے کے مزید پروگرام کی بنا پر وشاکھاپٹنم کا سفر ملتوی کر کے بنگلور کی روانگی کا فیصلہ ہوا چنانچہ حیدر آباد سے ۱۹ر فروری کو روانہ ہو کر ۲۰ر کو بنگلور پہونچنا ہوا۔ ۲۰ر فروری سے ۲۳ر فروری تک بنگلور اور میسور کے پروگرام طے کئے گئے۔ اس سفر میں داعی الی اللہ، مفسر قرآن مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ بھی تھے۔ اس لئے مولانا رفاعی صاحب نے اپنے رفقاء ومعاونین کے مشورے سے دونوں حضرات کے بعض پروگرام مشترک اور بعض الگ الگ رکھے تاکہ کم وقت میں ان دونوں بزرگوں سے لوگ زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔

بنگلور کے اخبارات میں ان دونوں حضرات کی آمد پر جو سہ روزہ پروگرام رکھے گئے، ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

آمد خیر مقدم

جانشین حضرت مفکر اسلامؒ حضرت مولانا شاہ سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ۲۰ر فروری کی صبح حیدر آباد بنگلور ایکسپریس سے بنگلور تشریف لا رہے ہیں قیام دارالعلوم سبیل الرشاد میں ہوگا۔ مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب بھی تشریف لا رہے ہیں

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے پروگرام

۲۰ر فروری ۲۰۰۱ء بروز منگل

● صبح گیارہ تا ایک بجے طلبائے دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور سے خطاب / عصر کی نماز مسجد سلطان شاہ شیواجی نگر بنگلور اور دعاء / بعد نماز مغرب مسجد اسلام آباد بسونگڈی بنگلور میں خطاب عام

۲۱ر فروری ۲۰۰۱ء بروز چہارشنبہ

● صبح گیارہ تا ایک بجے مجلس ملفوظات / عصر تا مغرب مدرسہ اصلاح البنات بنگلور میں دعاء / بعد نماز مغرب مسجد سر اسماعیل سیٹھ فریزر ٹاؤن میں خطاب عام

۲۲ر فروری ۲۰۰۱ء بروز جمعرات

● صبح ۱۱ر تا ایک بجے طلبائے دارالعلوم صدیقیہ میسور سے خطاب / بعد نماز مغرب مسجد خاکی شاہ میسور میں خطاب عام

۲۳ر فروری ۲۰۰۱ء بروز جمعہ

● موتی مسجد ٹاسکر ٹاؤن بنگلور میں خطاب جمعہ

حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کے پروگرام

۲۰ر فروری ۲۰۰۱ء بروز منگل

● صبح گیارہ تا ایک بجے طلبائے دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور سے خطاب، دوپہر تین بجے تا ساڑھے چار بجے خواتین سے خطاب بمقام انجمن اسلامیہ مدرسہ نسواں کا کبن روڈ بنگلور ۵۱ / بعد نماز مغرب مسجد اسلام آباد بسونگڈی میں خطاب

۲۱ر فروری ۲۰۰۱ء بروز چہارشنبہ

● دوپہر تین تا ساڑھے چار بجے خواتین سے خطاب بمقام مدرسہ اصلاح البنات ٹیانری روڈ بنگلور ۵ / بعد نماز مغرب مسجد سر اسماعیل سیٹھ میں خطاب

۲۲ر فروری ۲۰۰۱ء بروز جمعرات

● صبح ۱۱ر تا ایک بجے طلبائے دارالعلوم صدیقیہ میسور سے خطاب دوپہر تین بجے تا ساڑھے چار بجے یتیم خانہ نسواں اشوک روڈ میسور میں

۲۳ر فروری ۲۰۰۱ء بروز جمعہ

● نورانی مسجد الیاس نگر بنگلور ۸، میں خطاب جمعہ

بنگلور اور میسور کے یہ سفر بھی حیدرآباد کی طرح دعوتی خطابات اور اجتماعی و انفرادی ملاقاتوں سے بھرے ہوئے تھے وہاں کے اخبارات نے ان تقریروں اور جلسوں کی تفصیلی رپورٹ دی، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ کی شخصیت کے بارے میں ایک تعارفی مقالہ بھی شائع کیا جو ڈاکٹر سید راشد نسیم ندوی کے قلم سے تھا۔ روزنامہ سیاست میں اکبر زاہد نے ایک تفصیلی انٹرویو بھی شائع کیا جو ہم ان کالموں میں افادہ عام کی غرض سے پیش کر رہے ہیں اس انٹرویو کے علاوہ حضرت کی تقریر کے خلاصے اور اقتباسات بھی اخبارات نے نمایاں طریقے پر شائع کیا۔ یہ اخباری تراشے آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔

شکر ادا کرنے والا، اللہ کا پسندیدہ بندہ ہے

علم غور و فکر و شکر کے راستے پر لے جاتا ہے سبیل الرشاد میں مولانا رابع ندوی کا خطاب

بنگلور ۲۰ر فروری (سیاست نیوز) اللہ کے کلام سے زیادہ عظیم کوئی اور کلام نہیں ہے یہ اتنا عظیم کلام ہے کہ یہ زمین اور اس کی فضائیں اس کو برداشت نہیں کر سکتیں اگر پہاڑ پر یہ کلام نازل ہوتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ایسے کلام کو خدا نے حضورؐ پر نازل کیا تاکہ انسان اس کلام سے فائدہ اٹھائے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے دارالعلوم سبیل الرشاد کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان اس کی نشانیوں پر غور کرے یہ سارا نظام اللہ کا بنایا ہوا نظام ہے اللہ کی ان بے شمار نعمتوں سے انسان جو فائدہ اٹھا رہا ہے اس کو سمجھے گا تو وہ زبان سے اللہ کا شکر بجالائے گا۔ اور جو اللہ کا شکر بجالائے گا وہ اللہ کا پسندیدہ بندہ بنے گا۔ اگر انسان اللہ کی نشانیوں پر غور نہیں کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو سمجھ نہیں سکے گا۔ اور نہ ہی اس کا شکر بجالائے گا جس سے خود انسان کا نقصان ہے جو اس کی نشانیوں کا اعتراف کریں گے۔ تو اللہ انھیں معاف کرے گا اور شکر کا صحیح طریقہ عبادت اور اطاعت ہے۔ مولانا نے طلباء سے خطاب کے دوران بتایا کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا طریقہ ہمیں علم سکھاتا ہے علم خود غور و فکر کے راستہ پر چلاتا ہے حقیقت کو سمجھنے کے راستہ پر چلاتا ہے۔ اور اسی علم پر غور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا اور اسے آسان بنا دیا ہے تاکہ عام انسان بھی سمجھ سکے۔ مولانا نے شکر کے معنی بتاتے ہوئے کہا کہ اپنی زبان سے، اپنے جسم سے اپنے عمل سے اس بات کا اظہار کرنا ہے کہ ہم اللہ کو ماننے والے ہیں۔ انھوں نے طلباء کو اللہ کی آیات پر غور کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے کہا کہ یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے خطاب سے پہلے مولانا عبدالکریم پاریکھ نے درس قرآن دیا۔

علماء عصری علوم سیکھنے سکھانے کے خلاف نہیں

— مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی —

بنگلور۔ ۲۰ر فروری (منیر احمد) دینی مدارس میں عصری تعلیم پڑھنے پڑھانے کو علماء معیوب نہیں سمجھتے اور نہ ہی وہ موجودہ مسائل اور تقاضوں سے منھ موڑ رہے ہیں۔ جانشین حضرت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے آج یہاں ایک ملاقات کے دوران ان خیالات کا اظہار کیا۔ مولانا نے بتایا کہ دینی مدارس میں پولیٹیکل سائنس، سماجی تعلیم اور انگریزی تعلیم پڑھائی جاتی ہے لیکن اس نصاب کو مستقل طور پر پڑھانے کی سہولت نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ عصری اور دینی علوم کو ایک ساتھ ملایا نہیں جا سکتا لیکن علماء عصری تعلیم سیکھنے اور سکھانے کے خلاف بالکل نہیں ہیں۔ ان سے کیا گیا سوال کہ اکثر یہ شکایت عام ہے کہ علماء موجودہ تقاضوں اور چیلنجوں سے منھ موڑ لیتے ہیں؟ مولانا نے کہا کہ ایسا بالکل نہیں ہے۔ چیلنجوں کی نوعیت کے اعتبار سے کام کرنے کی ضرورت ہے، علماء سب کچھ اپنے آپ نہیں کر سکتے اس کے لئے اپوزیشن والے لوگوں کی ضرورت ہے۔ دوسری لائن کی قیادت کو آگے آنے کی آواز دیتے ہوئے مولانا نے بتایا کہ دوسری لائن مسائل کا حل تلاش کرتے کرتے خود آگے آئے گی۔ ایک سوال پر کہ کیا مولانا علی میاںؒ کی کمی محسوس کی جا رہی ہے؟ مولانا رابع ندوی نے کہا کہ یقیناً مولانا علی میاںؒ کی سرپرستی کی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ مولانا ہی کی رہنمائی میں کام کرنے کی کوشش جاری ہے۔ ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے کہا کہ ندوۃ العلماء کی پہچان اب بھی وہی ہے۔ اکثر لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ دینی مدارس میں منفی کام ہوتے ہیں سرکاری مقاصد کو نہیں سمجھتے۔ ایسا سوچنا بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ ملک میں جاری مردم شماری کے تعلق سے کئے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے موصوف نے کہا کہ اس کام پر لگے کارندے اگر صحیح طریقے سے کام کریں گے تو مردم شماری بھی صحیح ہوگی، ورنہ حکومت کو صحیح اطلاع نہیں ملے گی۔ انھوں نے کہا کہ پڑھا لکھا طبقہ بھی ایسے پیچیدہ فارم کو صحیح طریقہ سے بھرتی نہیں کر سکے گا۔ مولانا نے بتایا کہ یہ فارم مرتب کرنے والوں نے کچھ ایسے طریقہ سے فارم تیار کیا ہے کہ عام مسلمان کشمکش میں مبتلا ہیں۔ دراصل ایک خطرناک صورت حال ہے۔

(باقی ص ۹ پر)

مطالعہ کی میز

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

• نام کتاب: سوانح حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ
مؤلف:- مولانا مفتی محمد پالنپوری
صفحات: ۳۳۳، سائز $\frac{18\times22}{8}$، قیمت ۸۰/روپئے
ملنے کا پتہ:- ادارہ اشاعت دینیات نظام الدین نئی دہلی

دعوت و تبلیغ کے حلقہ میں مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ وہ فکر الیاسی، دعوت یوسفی اور تدبر انعامی کا حسین امتزاج اور تبلیغی تحریک کے ایک اہم ترجمان تھے۔ ان کی تقریریں قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے مزین ہوا کرتی تھیں جن میں امت کیلئے ہدایت کا بڑا سامان اور پیغام ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح وہ خود اپنی ذات میں عابدانہ مخلصانہ اور داعیانہ شان رکھتے تھے۔

مفتی محمد پالن پوری صاحبؒ لائق مبارکباد ہیں جنھوں نے مولانا محمد عمر صاحبؒ کی سوانح بہ قلم اٹھایا اور زیر نظر کتاب میں بڑے اچھے اسلوب اور عام فہم انداز میں ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب کا عنوان ہے "دعوت و تبلیغ کی بنیاد و تحریک پر ایک نظر" دوسرے باب میں "ولادت و طفولیت اور تعلیم و تربیت" کا تذکرہ ہے۔ تیسرے باب میں "میدان دعوت و تبلیغ کا انتخاب اور اپنی قوم سے اس عمل کا آغاز" کا ذکر ہے۔ چوتھے پانچویں، چھٹے، ساتویں اور آٹھویں باب میں "دہلی مرکز نظام الدین میں قیام" اقوال زریں • افادات علمیہ • دین اور دعوت • بیرون ملک کے اسفار اور • داعی کے اوصاف ولیل و نہار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس طرح کتاب میں جہاں ایک طرف مولانا موصوف کی سیرت کا تذکرہ ہے وہیں دوسری طرف دعوت و تبلیغ میں لگے ہوئے لوگوں کیلئے بہت سے اقوال و احوال اور اصول و ضوابط بھی بیان کر دیئے گئے ہیں جن میں دعوت و تبلیغ کی وہ اصل روح آگئی ہے جو ہر طرح کی بے احتیاطیوں اور غلو سے پاک ہے اور دعوت میں لگے ہوئے لوگوں کو اعتدال کے ساتھ کام کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

امید ہے کہ یہ کتاب علمی اور دعوتی حلقہ میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

• نام کتاب: عبرت انگیز واقعات
مرتب: مولانا محمود حسن غازی القاسمی
صفحات: ۱۶۸، سائز $\frac{18\times22}{8}$
خوبصورت سرورق، عمدہ کاغذ، بہترین کمپوزنگ
قیمت درج نہیں۔
ملنے کا پتہ: دارالکتاب دیوبند ۲۴۷۵۵۴ (یوپی)

عمدہ حکایات و واقعات انسانی زندگی میں بعض اوقات بہت اچھے نتائج پیدا کر دیتے ہیں۔ اور انسان کی دنیا بدل جاتی ہے۔

زیر نظر کتاب "عبرت انگیز واقعات" میں بہت سے دینی، علمی، اصلاحی ایسے سچے اور مفید واقعات نقل کئے گئے ہیں جن میں عبرت بھی ہے اور نصیحت بھی۔

مؤلف کتاب مولانا محمود حسن غازی القاسمی نے اپنے مطالعہ کے دوران بہت سے واقعات پڑھے اور جن واقعات سے متأثر ہوئے وہ ان کو صفحۂ قرطاس پر رقم کرتے گئے اور ساتھ ہی وجہ تأثر بھی قلم بند کر دیا۔ اس طرح واقعات کا ایک ذخیرہ مع فوائد و نتائج ہو گیا۔ اور اب یہ کشکول عبرت و نصیحت "مضمون، عبارت، اور زبان و بیان ہر لحاظ سے اس لائق ہے کہ اہل علم اور عوام و خواص سبھی لوگ فائدہ اٹھائیں۔

امید ہے کہ یہ کتاب مقبول عندالناس ہوگی،

• نام کتاب: دستک، شاعر: قمر رسولپوری
صفحات: ۱۶۰، سائز $\frac{18\times22}{8}$، قیمت ۱۰۰/روپئے
خوبصورت ٹائٹل، عمدہ کاغذ، بہترین طباعت
ملنے کا پتہ:- ادارہ ادبیات عالیہ۔ زمین رسول پور ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

قمر رسول پوری اردو کے ایک خوش فکر اور اچھے شاعر ہیں ان کے کلام میں دینی عنصر کے ساتھ ادبیت کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

"دستک" ان کا ایسا مجموعۂ کلام ہے جس میں حمد، نعت، اور منقبت کے علاوہ بہت سی اچھی نظمیں اور صاف ستھری غزلیں بھی ہیں جنھیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ قمر صاحب کی شعر و سخن پر اچھی نظر ہے اور شاعری کی تمام اوصاف پر عبور رکھتے ہیں نمونہ کے طور پر دو شعر ملاحظہ فرمائیں

خدا کا نام لیکر آندھیوں میں شمع روشن کر
یہ انداز عزائم زندگی میں کام دیتے ہیں۔

پھر مسئلہ نہ کوئی بھی ہوگا حیات کا
جوڑے رہو گے رب سے جو رشتہ حیات کا

امید ہے کہ شعر و سخن کی دنیا میں یہ کتاب ذوق و شوق کے ساتھ پڑھی جائے گی۔

(بقیہ)
درس حدیث

۹۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سائل کو ہر پہلو سے سمجھانا شرط نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں گذرا حضرت عائشہؓ نے اصل حقیقت کو واضح کیا۔

۱۰۔ سائل کے ساتھ نرمی سے پیش آنا۔ اور نہ سمجھنے پر معذور سمجھنا۔

۱۱۔ عیب کا چھپانا اصل ہے خواہ وہ فطری بات ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ آپ نے خوب پاک کرنے کا لفظ استعمال کیا بدبو دور کرنے کا لفظ نہیں استعمال فرمایا۔

۱۲۔ شرم کی باتوں میں سائل کی طرف رخ نہ کرنا جیسا کہ حدیث میں گذرا۔

۱۳۔ معلم کا اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا جیسا کہ ہادیِ اعظمؐ نے فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی تعلیم اور وعظ کا بھی اہتمام فرماتے تھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی ضرورت و مسائل کے حساب سے ان کو بھی تعلیم و تلقین اور وعظ و نصیحت کا اہتمام فرماتے تھے اپنی بعض مجلس عورتوں ہی کے لئے خاص فرما دیتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ میں گواہ ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوگانۂ عید ادا فرمایا۔ خطبہ سے پہلے ابن عباسؓ نے فرمایا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر فرمائی۔ (تقریر ختم ہوئی تو) آپ نے محسوس فرمایا کہ عورتوں کو نہیں سنائی دیا۔ چنانچہ آپ عورتوں کے مجمع کے پاس آئے اور ان کو نصیحت کی اور وعظ فرمایا آپ نے ان کو صدقہ کا حکم دیا، حضرت بلالؓ کپڑا پھیلائے ہوئے تھے اور عورتیں انگوٹھیاں، کان کی بالیاں (غرض یہ کہ جس کے پاس جو تھا حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈال رہی تھیں) (بخاری و مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ کے رسولؐ آپ مردوں ہی کو وعظ و نصیحت فرماتے ہیں۔ ایک دن ہم عورتوں کے لئے مقرر فرما دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا فلاں فلاں دن تم لوگ جمع ہو جایا کرو۔ چنانچہ عورتیں جمع ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اللہ نے آپ کو جو کچھ سکھایا تھا انھیں بتایا۔ پھر فرمایا! تم میں سے جن عورتوں کے تین بچے انتقال کر جاتے ہیں وہ اس کے لئے آگ سے پردہ بن جاتے ہیں، ایک عورت نے سوال کیا دو ہوں تو، دو ہوں تو، دو ہوں تو، آپؐ نے فرمایا۔ دو ہوں تو بھی، دو ہوں تو بھی، دو ہوں تو بھی،

(بقیہ)
مضراب اور خاروگل

جا بجا جواہرات کی طرح بکھرے ہوئے ہیں جو نوک پلک سے درست تیکھے اور تیز نشتر کی مانند کام کرنے والے اور تغزل کے رنگ و روغن سے آراستہ ہیں۔"

ان دونوں مجموعوں کی طباعت سفید قیمتی کاغذ، اچھی کتابت، مناسب گٹ اَپ قابلِ تحسین ہے۔ البتہ مضراب (مجموعہ) میں جہاں عربی اشعار کو سامنے رکھ کر نظمیں کہی گئی ہیں وہاں محسوس ہوتا ہے کہ صفحہ ۱۹ پر ابن فرضی اندلسی کی دعا میں مصنف کی خطا ہے یا کاتب کی غلطی کہ ابن الفارض کی جگہ ابن فرضی چھپ گیا ہے ابن الفارض سیف الدولہ کے چچازاد بھائی متنبی کے معاصر ایک صاحب دل شاعر تھے جن کا ذکر تاریخ ادب عربی کی ہر کتاب میں موجود ہے ان کے متعدد قصائد اور اشعار راقم کے حافظہ میں بھی موجود ہیں، اگر ابن فرضی کوئی اور ہیں تو ان کا معمولی سا تعارف حاشیہ پر کر دیا جاتا تو میری طرح بہت سے لوگوں کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔

(نوٹ:۔ یہ تبصرہ تقریباً ایک سال پہلے لکھا گیا تھا اس کے بعد تبصرہ نگار نے کسی بھی کتاب یا مقالہ یا نظم پر تبصرہ نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے)

حرفِ دانش

جس کے پاس دولت ہو اس کے بہت سے دشمن ہوتے ہیں، اور جس کے پاس علم ہو اس کے دوست ہی دوست ہوتے ہیں۔ (حضرت علیؓ)

آدمی کا مقام

● عبدالقیوم فرقت لکھنوی

ماہ و انجم اُسے کرتے ہیں سلام
کیا سمجھتے ہو آدمی کا مقام
کس کو حاصل ہے اس جہاں میں دوام
چند روزہ ہے ہر کسی کا قیام
مانتا ہوں کہ کچھ نہیں پھر بھی
ہے عجب چیز زندگی کا نظام
ڈھونڈ لایا ہے اُن کو پردوں سے
جب تصور ہوا ہے محوِ خرام
دل میں اپنے بس اک تمنا تھی
بے رُخی سے سہی کریں تو کلام
کچھ بُرا تو نہیں ہے دنیا میں
موت رکھ لیں اگر حیات کا نام
جس کی فطرت میں ہو کم آمیزی
کیسے فرقت کرے ہر اک سے کلام

رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمۃ کا

سنگ بنیاد

دینی اور عصری تعلیم کے میدان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاج تعارف نہیں، اس نے اپنے قیام کے روز اول سے لیکر اب تک گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دور نظامت میں اس نے ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے کارکنان، اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہندو بیرون ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ اور قیام گاہوں کی تنگی کے پیش نظر معہد دارالعلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دارالعلوم ندوۃ العلماء سے دس کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ میں ایک وسیع آراضی حاصل کر کے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کر دیا گیا تھا جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ثانوی درجات کی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

لیکن طلباء کیلئے دارالاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی۔

الحمد للہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے مورخہ ۲۷ جولائی ۲۰۰۰ء کو رکھا۔

معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں دس طلباء سہولت کے ساتھ قیام کر سکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی پوری عمارت میں چار سو طلباء اور چار نگراں حضرات کے لئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے، لیکن موجودہ ہوش ربا گرانی میں تعمیری کاموں بھی ہر اگلے دن میٹریل کا دام اور لیبر چارج بڑھتا جا رہا ہے اور کام بڑا ہے۔

اہل خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے ان سے امید کی جاتی ہے کہ اس دارالاقامہ کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)

Regd No.LW/ NP/ 63
Fax No. (0522)330020
FORTNIGTLY
N.R.I.No- UPURD 03615/24/1/2000-Tc
Office Ph. No-787250
Guest Haous : 323864

MEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India) Rs.6/- Vol.I No.1

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Majlis Sahafat- Wa- Nashriat, Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow - U. P.
Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے

اس دین کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اصول مقرر اور مقدر کر دیا ہے کہ اس کے لئے زندہ اشخاص برابر پیدا ہوتے رہیں گے۔ کوئی درخت اس وقت تک سرسبز وشاداب اور زندہ درخت نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ وہ باثمر نہ ہو۔ اس میں نئی نئی پتیاں اور نئے نئے شگوفے نہ کھلتے رہتے ہوں۔ یہ دین زندہ ہے -- اور زندہ انسانوں کے لئے ہے، اور اس کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے۔ وہ دین مٹ گئے، ختم ہو گئے، جنھوں نے روحانیت کے میدان میں، علم کے میدان میں، فکر کے میدان میں، قیادت کے میدان میں، زندہ اشخاص پیدا کرنے بند کر دیئے۔ انسان زندہ اشخاص سے متأثر ہوتا ہے۔ چراغ سے چراغ جلتا رہا ہے اور چراغ سے چراغ جلنا چاہیے، اور جلتے رہنا چاہیے۔ اور اگر اس امت کو باقی رہنا ہے تو اس امت کے لئے ضروری ہے کہ وہ زندہ اشخاص پیدا کرے، اس کا درختِ علم، اس کا درختِ فکر، اس کا درختِ اصلاح، اور اس کا درخت روحانیت نئے نئے برگ وبار لاتا رہے، نئے نئے شگوفے کھلاتا رہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "میری امت بارانِ رحمت کی طرح ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ابتدائی قطرے مردہ زمین کے لئے زیادہ حیات بخش ہیں یا بعد کے۔

میں اب بھی اس پر عقیدہ رکھتا ہوں کہ اسلاف کے کارنامے، اسلاف کا خلوص وصداقت، اسلاف کا تعلق مع اللہ، اسلاف کی استقامت اور اسلاف کی قربانیاں بعد کی نسلوں کے لئے بہترین سرمایہ ہیں۔ اور وہ حیات وزندگی کا پیغام دینے والی ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(از دعوتِ فکر وعمل ص ۲۰۸)

تحریر: شیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ: شمس الحق ندوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سوال کرنے اور بحث کرنے میں نامناسب باتیں محسوس کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوتے جس کا اندازہ ذیل کی حدیثوں سے ہوتا ہے۔

عمرو بن شعیب اپنے والد اور دادا عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: (ایک دن) حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے پاس آئے۔ وہ حضرات اس وقت تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ (ان کی اس بحث پر) آپ کو اتنا غصہ آیا کہ (چہرۂ مبارک غصہ سے ایسا سرخ ہوگیا) جیسے روئے مبارک پر انار کے دانے توڑ دیئے گئے ہوں، آپ نے فرمایا تم کو اس کا حکم دیا گیا؟! تم اس کیلئے پیدا کئے گئے ہو؟! (آپ کا مقصد یہ تھا کہ تمہارا مقصد تخلیق تقدیر میں بحث کرنا نہیں تم اس کے مکلف نہیں بنائے گئے ہو کہ اس میں بحث کرو) قرآن کریم کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے ٹکراتے ہو تمہارے پہلے کی قومیں اسی طرح کی بحثوں سے ہلاک ہوئی ہیں (ابن ماجہ)

عبد اللہ بن عمرؓ نے (جو اس مجلس میں نہیں تھے) کہا کہ آپ کی کسی مجلس سے غائب ہونے کو میں نے ایسا اچھا نہیں سمجھا جیسا اس مجلس سے غائب ہونے کو (جس پر آپ اس قدر ناراض ہوئے) (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس ایسے وقت تشریف لائے جب ہم لوگ تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ (ہماری اس بحث سے) آپ اتنا غصہ ہوئے کہ چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دونوں رخساروں پر انار کے دانے نچوڑ دیئے گئے ہیں، آپ نے فرمایا کیا تم کو اس کا حکم دیا گیا ہے؟! کیا میں تمہارے پاس اس کے لئے بھیجا گیا ہوں؟! تم سے پہلے کی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ تقدیر کی بحث میں پڑیں) میں تم کو سختی سے منع کرتا ہوں کہ تقدیر کی بحث میں نہ پڑو۔"

تعلیم و تبلیغ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریر سے کام لینا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتابت کو بھی تعلیم کا وسیلہ بناتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کاتبوں کی تعداد پندرہ سے زائد تھی جو آپ سے قرآن کریم لکھا کرتے تھے۔ کچھ کاتب خطوط نویسی کیلئے مخصوص تھے جو دور دراز علاقوں اور بادشاہوں کو دعوت اسلام دینے کیلئے لکھے جاتے تھے، کچھ کاتب دوسرے معاملات لکھنے کیلئے مقرر تھے جن کی تفصیل اپنے عہد کے علامہ عبد الحی کتانی کی کتاب "التراتیب الاداریۃ" میں دیکھی جاسکتی ہے۔

آپ کے سامنے کتابت کرنے ... میں خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور ... کے علاوہ زید بن ثابتؓ، ابی بن ... بن العوامؓ، خالد بن سعیدؓ، اور ان ... بن سعید بن العاصؓ، حنظلہ بن الربیع ... بن ابی سفیانؓ وغیرہ تھے۔ رضی اللہ عنہم ... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ... آپ ان حضرات کو بلاتے اور ... آپ کی زبان مبارک سے براہ راست ... لکھتے۔

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ بعض صحابہؓ کو کتابت حدیث کا بھی حکم ... حضرت عبد بن عمرو بن العاص رضی اللہ ... روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ ... سے جو کچھ بھی سنتا تھا لکھ لیا کرتا تھا ... کہ اس کو یاد کرلوں، قریش نے مجھ ... اور کہا کیا ہر بات جو رسول صلی اللہ علیہ ... سنتے ہو لکھ لیتے ہو! حضور صلی اللہ علیہ ... انسان ہیں کبھی غصہ اور کبھی خوشی ... بات کرتے ہیں؟ اس کے بعد میں نے ... کردیا۔

بعد میں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ ... تذکرہ کیا۔ (ہماری بات سن کر) آپ ... انگلی سے دہن مبارک کی طرف ... کہا تم لکھا کرو۔ اس ذات کی قسم جس ... میں میری جان ہے اس سے حق ... ہے۔" (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ... روایت ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ نے ... صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ نصیب ...

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۲۵ اپریل ۲۰۰۱ء ...... مطابق ...... ۳۰ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر (۱۲)

نیچے بنے دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین اور ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

زر تعاون

سالانہ ---- =/۱۳۰ روپے

فی شمارہ ---------- =/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ...... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ...... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

گزارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پارکیہ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر کتابت مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs 30/=
۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs 40/=
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سنٹی میٹر 80/=

بیرون ملک نمائندے

ملک	نمائندہ
مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No 842, Madina Munawwara (K.S.A.)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O.C.I.S., St. Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O. Box 388, Vereninging, (S. Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O. Box No. 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O. Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.) P.H NO: — 3970327
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H. No. 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave. Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)

Website: nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

اسلامی وجود کا ثبوت

اسلامک فقہ اکیڈمی کا تیرھواں اجلاس لکھنؤ سے قریب جامعہ سید احمد شہیدؒ کے احاطہ میں منعقد ہوا۔ ۱۳ سے ۱۵ اپریل ۲۰۰۲ء تک ملک اور ملک سے باہر کے آئے ہوئے فقہاء جمع ہوئے، اور اس میں "نجاست اور طہارت کا اسلامی مسئلہ" "انقلاب ماہیت کے تناظر میں" جدید مواصلات کے ذریعہ معاملات اور استثمار بابوال الزکوٰۃ پر عالمانہ بحثیں ہوئیں نیز انٹرنیٹ کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات کو سامنے رکھ کر اسلامی فقہ کی روشنی میں مسلم علماء نے اپنی آرا پیش کیں، اکیڈمی کے بانی و روح رواں جناب مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار و صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ کی سرپرستی میں گذشتہ اجلاسوں کی طرح یہ اجلاس بھی کامیاب رہا اس کی پاس کردہ تجاویز جدید فقہی مسائل کے سلسلہ میں تمام مسلم حلقوں میں قبول کی جائیں گی اور آئندہ نسلیں جن کے سامنے نئے پیدا ہونے والے مسائل آئیں گے، وہ بھی اس طرز کو اپنائیں گے، حالات ہر زمانہ میں یکساں نہیں رہتے، انکشافات اور تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔ علماء سلف نے بھی اپنے زمانہ میں ان مسائل کے شرعی حل نکالے جو اُن کے زمانہ میں پیش آئے تھے اسی طرح اس دور کے علماء کے سامنے اور آئندہ نسل کے سامنے جو مسائل آئیں گے ان کو آئندہ نسل میں پیدا ہونے والے اہل علم دین و شریعت کی روح کے مطابق حل کریں گے۔

اس سیمینار کے میزبان مولانا سید سلمان الحسینی ندوی اور اس کے روح رواں قاضی مولانا مجاہدالاسلام صاحب صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ کی دعوت پر راقم بھی افتتاحی اجلاس میں شریک تھا۔ یہ فقہی تحقیقات اگرچہ اس عاجز کا براہ راست موضوع نہیں رہا ہے اور دماغ پر عالم اسلام کے موجودہ حالات چھائے ہوئے ہیں اور پوری اسلامی برادری اپنے دینی معاملات میں جس کرب واذیت سے گذر رہی ہے اس سے اعصاب متاثر ہیں اور یہ دیکھ رہا ہے کہ جس طرح فرعون نے "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" کا نعرہ لگایا تھا آج دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہونے کا دعویٰ کرنے والا امریکہ اور اس کے پیچھے یہود اس طرح کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ مواصلات، مالیات اور ذرائع اطلاعات پر قابض ہونے کے بعد مذہب اور عقائد کو ختم کرکے تمام اقوام عالم کو اپنے طریقہ حیات کا پابند بنانا چاہتے ہیں اور جس کو وہ "المرحلة الأخيرة للثقافة العولمية" یا اپنے الفاظ میں (FINAL CULTRAL FACE OF GLOBLIZATION) کہہ رہے ہیں۔ اس کو اگر اللہ نے اپنی قدرت قاہرہ سے فرعون کی طرح غرق نہیں کیا تو اس کا مطلب "عالمی سول کوڈ" کی شکل اختیار کر سکتا ہے جس میں افراد کے لئے سوچنے اور اپنی فکر پر قائم رہنے اور اپنے آباء و اجداد کے مذاہب پر پابند رہنا ناممکن ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں اپنا حقیر مطالعہ عربی اور انگریزی کے ذریعہ حاصل ہو رہا ہے، دل کو دہلا رہا ہے اور سوائے اس کے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف انابت اور دعاء و ابتہال سے کشائش طلب کی جائے ظاہری اسباب بہت ہی دل شکن اور دل کو تھو نسا دینے والے ہیں۔ بظاہر اتنے سخت اور مہلک وباء کی موجودگی میں بعض نئے فقہی مسائل جزوی اور فروعی معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا سیمینار میں شرکت کرتے ہی اللہ تعالیٰ نے ذہن میں یہ بات ڈالی ہے کہ ہماری اس طرح کی کوششیں ایک طرح سے علمی محاذ پر ...

کا جواب بن سکتی ہیں اور مسلمان تمام خطرات میں گھرے ہونے کے باوجود احکام شریعت کو اپنے سینے سے لگائے رہیں گے اور ان کی یہ جدوجہد ایک طرح کا جواب ہے کہ جو لوگ ہمیں کلیۃً کتاب و سنت سے توڑنا چاہتے ہیں۔ اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے ہماری نسلوں کو محروم کرنا چاہتے ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ یہ کتاب و سنت تو بڑی چیز ہے، کتاب و سنت پر قیاس کرکے جو مسائل دریافت ہوں گے ان کی پیروی سے بھی دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں اور مجموعی طور پر مسلمان اپنے دین کا کسی بڑی سے بڑی چیز سے سودا نہیں کر سکتے۔ وہ آخر دم تک حلت و حرمت کے مسائل شریعت اسلامیہ سے حل کرتے رہے ہیں اور حل کرتے رہیں گے اور یہ کاوشیں جو بظاہر جزوی اور فروعی معلوم ہوتے ہیں، کلی اور اجتماعی نتائج پیدا کرنے کی اہل ہیں۔

اس تصور نے راقم کو بڑی تشفی دی اور ڈھارس بندھائی اور محسوس کیا کہ جو حضرات اس سلسلہ میں اپنی کاوشیں صرف کر رہے ہیں۔ ان کو احترام و قدردانی کی نگاہ سے ہمیں دیکھنا چاہیئے۔

(بقیہ) دارالعلوم کی کارکردگی کا جائزہ

کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والوں نے اپنا حق ادا کیا۔ اس سے ندوۃ العلماء کے مقاصد کو مدد ملی، اور اس کا کام بڑھا، یہ سب کام کرنے والوں کا جذبہ لائق قدردانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین صلہ عطا فرمائے۔

ذرا کچھ سوچ اے غافل ہلاکت خیز یہ جھٹکا

از: ـــــــ (مولانا) حبیب اللہ صاحب پالن پوری

نشاطِ سازِ محفل لٹ گیا اب آہِ سوزاں ہے — جو کل تک بزمِ خنداں تھی وہ آج عبرت کا ساماں ہے
دلوں میں درد و غم ہے آنکھ بھی آنسو بہاتی ہے — چمن کی نرگسِ بیدار بھی اب چشم گریاں ہے
بموں کی طرح پھٹ پھٹ کر در و دیوار گرتی ہیں — قیامت کی گرج سر پر لئے کچھ بھوج لرزاں ہے
وہ گھر کہتے تھے جس کو آج تک دولت کا کاشانہ — وہ گھر خود قبر بن کر صورتِ شمشان ویراں ہے
ادھر ملبے کے وحشتناک کھنڈر میں دبی لاشیں — ادھر گل کا، گل و گلزار بھی اجڑا بیاباں ہے
بھیانک نالہ و شیون غضب کا نوحہ ماتم — خدا بیزار تقلیدِ فرنگی دشمن جاں ہے
چمن بے آبرو ہے باغباں کی کم نگاہی سے — سمن ہو سبزہ ہو گل ہو رہین برقِ سوزاں ہے
گناہوں کا تسلسل اور بہیم طور چنگیزی — گنہ اور سینہ زوری قہر کی تصویر عریاں ہے
کسی کے دل کی درد و غم بھری آہوں کی سوزش نے — جلا کر راکھ کر ڈالا یہ وہ شہر پریشاں ہے
فرشتہ تجھکو سمجھاتا ہے انجامِ ستم کیا ہے — دعائے خونچکاں سے عرش و کرسی خود بھی لرزاں ہے
ذرا کچھ سوچ اے غافل ہلاکت خیز یہ جھٹکا — خدا ہم کو بچائے کیا سزائے ظلم و عدواں ہے

حضورِ حق جھکا کر سر دعا کر دل سے رو رو کر
دعا جب چشمِ تر سے ہو تو گویا ابر نیساں ہے

اعلان:- قارئین تعمیر حیات کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اب دفتر تعمیر حیات میں ٹیلی فون لگ گیا ہے۔
لہٰذا صبح ۸½ بجے سے ۱۲½ بجے تک بذریعہ ٹیلی فون تعمیر حیات سے متعلق رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ مگر اپنا خریداری نمبر، نام اور ضلع ضرور بتائیں۔
Office Ph. No-787250

حضرات! حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نہ رہنے سے سب سے زیادہ میرے لئے خسارہ کی بات ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسے ہمدرد و محب عطا فرمائے جن سے مجھے بڑی تقویت حاصل ہے ان میں سرفہرست جناب مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء ہیں، جو باوجود اپنی صحت کی کمزوری کے مجاز مقدس کے قیام کی قربانی دے کر سفر کرتے اور مجھ کو اپنی مدد بلکہ سرپرستی سے نوازتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ میں معتمد مال پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب کا بھی بہت مشکور ہوں کہ انھوں نے مجھ کو محبانہ تعاون دیا، اور مہتمم دارالعلوم مولانا سعید الرحمٰن صاحب نے بھی محبانہ تعلق رکھا ان کے علاوہ متعدد محبین اور ذمہ داران شعبہ جات ہیں جن سے مجھے قیمتی تعاون ملتا ہے، سب کا ذکر نام بنام مشکل ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین،

میرے مطالعۂ حدیث کی سرگذشت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

میں جب اپنے استاد شیخ خلیل بن محمد عرب سے ادب کی کتابیں پڑھتا تھا اسی وقت انھوں نے ادب کے نصاب کے علاوہ دو اور سبق شروع کرا رکھے تھے، ایک قرآن مجید کی چند سورتیں جن میں سورۂ زمر خاص اہمیت رکھتی تھی، دوسرے مسلم کی کتاب الجہاد، ان دونوں چیزوں سے استاد محترم کو خاص مناسبت اور ذوق تھا، یہ میرا حدیث سے پہلا تعارف ہے۔

ترتیب اور سنہ تو اب یاد نہیں ابھی طالب علمی کی تکمیل نہیں ہوئی تھی اور ایک ایسا وقفہ آگیا تھا کہ باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا تھا اور بے ضابطہ مطالعہ کا مشغلہ جاری تھا کہ اپنے گاؤں میں اصلاح اور وعظ کے سلسلہ میں حافظ منذری کی کتاب الترغیب والترہیب کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پیش آئی جو اپنے گھر کے کتب خانے میں موجود تھی اس کو بار بار پڑھ کر سنایا۔ اسی زمانے میں اپنے ضلع کے مشہور مردم خیز قصبہ سلون جانا ہوا، جہاں مولانا شاہ حکیم عطا صاحبؒ (جو بعد میں دارالعلوم کے شیخ الحدیث ہوئے) کا منتخب کتب خانہ دیکھنے کا موقع ملا۔ اس کتب خانہ سے بعض خاص علماء و محدثین کو تصنیفات کا شوق پیدا ہوا جس میں علامہ ابن جوزی اور حافظ ابن رجب حنبلیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں اسی زمانہ میں محمد بن نصر مروزیؒ (تلمیذ امام احمد بن حنبلؒ) کی کتاب قیام اللیل دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کتاب نے طبیعت پر ایسا اثر ڈالا کہ وہ محسن کتابوں میں شمار کرنے کی مستحق ہوئی میرا تاثر ہے کہ ابتدائے شباب میں اس طرح کی کتابیں جن میں مؤثر واقعات اور روایات ہوں اور جن سے عبادت کا ذوق پیدا ہو ایک مرشد کا کام دیتی ہیں

میرے حدیث کی تعلیم کا باقاعدہ سلسلہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں شروع ہوا۔ جہاں مولانا حیدر حسن خاں صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے مدرس اعلیٰ اور دارالعلوم کے مہتمم تھے۔ مولانا حیدر حسن خاں صاحب حدیث کے جید اساتذہ میں سے تھے وہ حدیث میں استاذ الہند شیخ حسین ابن محسن انصاری یمانی کے شاگرد تھے اور ان کے اثر سے ان پر یمنی طرز بحث اور تحقیق غالب تھا وہ اگرچہ متصلب حنفی تھے لیکن ان کا طرز تدریس خالص محدثانہ تھا، وہ عقلی بحثوں کا سہارا لئے بغیر رجال اور اصول حدیث سے بحث کرتے تھے اور مذہب حنفی کیلئے کتب صحاح سے ادلّہ تلاش کرنے کی کوشش کرتے تھے ان کے درس کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ طلباء کو فن حدیث کی کتابوں اور محدثین کی تصنیفات سے براہ راست واقفیت ہوتی تھی اور جرح و تعدیل کی کتابوں سے خود کام لینے کی عادت پڑتی تھی، وہ خود بھی محنت کرتے تھے اور طلباء سے محنت کرواتے تھے ان کا درس ہمیشہ ایسی جگہ ہوتا تھا جہاں حدیث کا مختصر کتب خانہ ہوتا اثناء درس میں یہ کتب خانہ ان کے گرد پھیل جاتا اور طلباء کے ذریعہ سے اس کتب خانہ کو کھنگالتے رہتے، اس کا نتیجہ تھا کہ ان کے حلقۂ درس کا طالب علم حدیث، رجال، اصول کی کتابوں اور شروح سے خوب آشنا ہو جاتا۔ اور اس کو یہ معلوم ہو جاتا کہ کس مسئلہ پر اس کو مواد کہاں سے مل سکتا ہے اور کس مسئلہ کے لئے اس کو کیا کتابیں دیکھنا چاہئیں، پھر اس کی معلومات اور اس کا مطالعہ چند گنے بندھے مصنفین اور نصاب کی کتابوں میں محدود نہ رہتا اور وہ کسی علمی یا درسی تعصب کا شکار نہ ہوتا میں نے یہ طریقہ درس کہیں اور نہیں دیکھا۔ اور میرے خیال میں علمی حیثیت سے اس سے زیادہ مفید اور ترقی یافتہ طریقۂ درس نہیں ہے۔

میرا قیام اکثر مولانا کے ساتھ ہی رہتا۔ اور میں ان کے کتب خانہ کا مہتمم اور ان کے مسودات کا ناقل اور مرتب بھی تھا اور ان کے حکم پر رجال کی کتابوں سے مواد بھی فراہم کرتا۔ اس سے مجھے بڑا علمی فائدہ ہوا۔ اور مجھے علمی ترقی کا میدان ہاتھ آگیا میرے رفقاء درس میں بھی متعدد ایسے تھے جن میں بہت اچھا علمی ذوق پیدا ہوگیا تھا۔ اگر وہ حدیث سے استفادہ کرتے تو بڑے کامیاب مدرس بن سکتے تھے ان رفقاء میں میرے محترم رفیق مولانا عبدالسلام صاحب قدوائی خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن سے مولانا کو خاص خصوصیت تھی، میرے کچھ ہی عرصہ کے بعد مولوی عبدالرشید صاحب نعمانی مولانا کے حلقۂ تلمیذ میں شامل ہوئے اور ان کو مولانا سے استفادہ کرنے کا خوب موقع ملا۔ اور مولانا سے انھوں نے وہ اختصاص پیدا کیا جو ان کے تلامذہ میں سے کم لوگوں کو نصیب ہوا ہوگا۔

میرا درس و مطالعہ حدیث کا یہ سلسلہ دو سال تک جاری رہا۔ اس زمانہ میں تعلیمی اور اخلاقی حیثیت سے حدیث کے جس حصہ کا سب سے

زیادہ اثر بڑا وہ ترمذی کی کتاب الزہد والرقاق، اور ابوداؤد کی کتاب الادعیہ ہے، افسوس ہے کہ یہ ابواب ہمارے مدارس میں بہت روا روی اور سرسری طور پر پڑھائے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہی ابواب باضافہ کتاب الایمان وکتاب العلم سیرت کی تعمیر کا سب سے بڑا ذریعہ اور تربیت واصلاح کا سب سے مؤثر سامان ہے۔

اپنے گھر کے کتب خانہ میں میں نے زاد المعاد کا ایک نسخہ دیکھا تھا اور میرے برادر معظم اتالیق ڈاکٹر سید عبد العلی صاحب علیہ الرحمہ اس کے مطالعہ کی بڑی ترغیب دیتے تھے۔

مجھے بہت عرصہ تک اس سے استفادہ کا موقع ملا اور اکثر وہ نسخہ میرے سفر حضر کا ساتھی رہا میں اس کتاب کا بھی بڑا احسان مند ہوں اور حدیث کے طالب علم اور اصلاح وتربیت کے شائقین سے اس کے مطالعہ کی پُر زور سفارش کرتا ہوں۔ میں نے مدینہ طیبہ کے قیام میں اس کی تجرید کا بھی کام شروع کیا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ اس میں سیرت وواقعات کا حصہ علاحدہ سنن وآداب کا حصہ علاحدہ اور احکام ومسائل کا حصہ علاحدہ کردیا جائے یہ سب چیزیں اس کتاب میں باہم مخلوط ہیں۔ میرے بہت سے کاموں کی طرح یہ بھی کام ادھورا رہ گیا۔ اگر کوئی صاحب ہمت اس انداز پر اس کتاب کو مرتب کردیں تو بڑی مفید ہوگی!

مضمون ختم ہونے سے پہلے اپنے دو تجربوں اور تأثر کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں، ایک تجربہ اور تأثر تو یہ ہے کہ اس زمانہ میں خلافیات کے بجائے حدیث کے اس حصہ پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے جس کا تعلق معاشرت واخلاق ایمانی و احتساب اور تہذیب نفس اور معاملات سے ہے یہی چیز درحقیقت مقاصد بعثت میں شامل ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

ترجمہ: وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقلمندی۔ اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے صریح بھول میں (سورۂ جمعہ)

اس مقصد کے لئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبول کتاب ریاض الصالحین سے بہتر اور مؤثر کتاب نہیں دیکھی۔ ضرورت ہے کہ یہ کتاب مدارس کے نصاب درس میں بھی داخل ہو اور یوں بھی اپنی اصلاح یا لوگوں کے نفع کیلئے ہمیشہ پیش نظر رہے۔

دوسرا تجربہ اور تأثر یہ ہے کہ اسلام میں اکثر فتنے شکوک وشبہات اور اختلافات ان حدیثوں سے پیدا ہوئے ہیں جو موضوع اور ضعیف ہیں۔ درحقیقت موضوع اور ضعیف حدیثوں میں نور نبوت اصلاح وتربیت کی حقیقی طاقت اور اور اللہ کی طرف سے وہ تائید وحفاظت نہیں ہے جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے ساتھ موعود ہے پھر اس کے اندر بکثرت وہ عنصر ہے جس کو عقلیں آسانی سے ہضم نہیں کرسکتیں اور مختلف شبہات کی تخم ریزی ہوتی ہے میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ فضائل اعمال تک میں صرف احادیث صحیحہ پر اکتفا کی جائے اور ان احادیث کو پیش کیا جائے جن پر محدثین نے بالاتفاق کلام کیا ہے یا جو ان مجموعوں میں بند ہیں جن کو عام شہرت اور تلقی امت کا درجہ حاصل ہے، بڑے تجربوں کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں اور آخر میں یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ صحیحین کو خصوصیت کے ساتھ اور پھر باقی صحاح کو بالعموم حدیث کے پورے ذخیرہ میں امتیاز حاصل ہے اور وہ کتابیں جن کے ساتھ امت نے اس درجہ کا اعتنا نہیں کیا اُن کے ہم پلہ نہیں ہوسکتیں۔ خصوصیت کے ساتھ اس دور فتن میں جس میں طبیعتوں میں بکثرت زیغ وضلال پایا جاتا ہے احادیث وروایات کے بارے میں اس احتیاط کو ملحوظ رکھنے کی بڑی ضرورت ہے۔

(بقیہ)
آزادیٔ رائے ایک دلفریب نعرہ

اور جو اللہ کے غضب میں گھر گئے ہیں۔

ہم ہر اُس آزادیٔ فکر ورائے کو ٹھکراتے ہیں جس کا انجام گمراہی اور جس کا نتیجہ ذلت وخواری ہو جو اللہ کے آخری دین اور شریعت مطہرہ کو مذمت واستہزاء اور زہر آلود تیروں کا نشانہ بناتی ہو۔

دعائے مغفرت

تعمیر حیات کے قدرداں مرزا محمد حلیم صاحب (پروپرائٹر مرزا کور اینڈ ٹریول لکھنؤ) کی والدہ محترمہ کا طویل علالت کے بعد ۸۰ سال کی عمر میں ۱۰ اپریل ۲۰۰۰ء کو انتقال ہوگیا۔ تدفین لکھنؤ کے ملا تی اڈہ کے قبرستان میں ہوئی اور نماز جنازہ مولانا عبد العلیم فاروقی نے پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی کارکردگی کا مختصر جائزہ

● حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

۲۲ محرم ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۷ اپریل ۲۰۰۱ء کو حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم مجلس شوریٰ کی میٹنگ کے موقع پر ارکان ندوۃ العلماء کی موجودگی میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی کارکردگی کے بارے میں جو رپورٹ پیش کی وہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ (ادارہ)

"الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین" وبعد:

محترم ارکان مجلس انتظامی! اللہ تعالیٰ کا بیحد کرم اور احسان ہے کہ ندوۃ العلماء کا یہ تعلیمی دعوتی قافلہ اس سال گذشتہ عیسوی تاریخ کی صدی پوری عبور کر کے اکیسویں صدی میں داخل ہوا۔ اور اسی کے ساتھ ندوۃ العلماء کے قیام پر ۱۰۸ سال، اور اس کے دارالعلوم کے قیام پر ۱۰۳ سال پورے ہوئے، ہمارا یہ تعلیم و تربیت کا عظیم ادارہ سو سال قبل جب قائم ہوا تھا ہندوستان برطانوی سامراج کی غلامی کی سختیاں جھیل رہا تھا اور اس کے مسلمان باشندے اپنی عظمت دیرینہ کے چھلے جانے کے دور سے گذر رہے تھے اس میں اسلام کی عظمت دعزت کے لئے کوئی منصوبہ بڑی توقعات کے ساتھ مشکل ہی سے شروع کیا جا سکتا تھا۔ مزید یہ کہ اس ملک میں برطانوی استعمار نے تعلیم کا جو منصوبہ شروع کیا تھا اس میں اس ملک کے باشندوں کے دماغوں کی غلامی کی پوری تدبیر کی جا رہی تھی اس سے مسلمانوں کے تحفظ کے لئے وسطی اور جنوبی ہندوستان کے کئی مقامات میں جن میں دیوبند، سہارنپور، اور جنوبی ہند پھر لکھنؤ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، بعض دینی تعلیم گاہیں قائم کی گئیں، جن کے ذریعہ علوم شریعت اسلامی کے حامل اور ان کی بنیاد پر اسلامی زندگی کو استوار کرنے اور دعوت دینے والے علماء تیار کرنے کی کوشش کی گئی، ان کی تعداد اگرچہ ملت کے مجموعہ کے لئے بقدر نمک ہی مشکل سے بنتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ یہ بمقدار نمک جماعت اس ملک میں اسلامیت کے بقاء کا ذریعہ بنی۔ اور وہ برابر اپنے ضروری مقصد علم وعمل کو قائم رکھے ہوئے ہے ان علماء دین نے ملک کی تحریک آزادی کا پرچم بھی بلند کیا اور قربانیاں دیں اس سب کی اہمیت و کارکردگی روز روشن کی طرح عیاں ہے یہی دور تھا کہ علم و ہنر کے میدان میں ایک تاریخی انقلاب کا آغاز ہوا تھا جس پر مغربی ملحدانہ ذہن کی چھاپ تھی چنانچہ اس کے مدنظر علماء اسلام کی ایک منتخب جماعت نے ملک کے دیگر مسلم دانشوروں کو ساتھ لیکر ایسے علماء کی تیاری کا بیڑہ اٹھایا جو قدیم و جدید کو ہم آمیز کریں۔ اور علوم دینیہ میں پختگی کے ساتھ زندگی کے عصری تقاضوں کے سمجھنے والے اور ان کے مطابق علم وعمل کے معاصر ذرائع کو اختیار کرنے کی صلاحیت رکھنے والے بھی ہوں۔ یہی وہ منصوبہ تھا جس کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کے لئے ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں لایا گیا تھا، ندوۃ العلماء نے وسائل کی انتہائی کمی اور سامراجی حالات کی سختی اور اپنی مالی بے بضاعتی کے باوجود کام شروع کیا، اور اپنے مقصد کے لئے قابل قدر خدمت انجام دی، اس کوشش کے نتائج ان جامع الصفات شخصیات کی صورت میں ظاہر ہوئے جو اس عظیم ادارہ نے دنیا کو دیں اس منصوبہ کے تحت تیار ہونے والوں کی پہلی نسل میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالباری ندوی، مولانا مسعود علی ندوی، مولانا ڈاکٹر عبدالعلی حسنی، اور ان جیسی عظیم شخصیتیں ہوئیں، دوسری نسل ان کے شاگردوں کی ہوئی، جن میں مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی، مولانا مسعود عالم ندوی مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی، مولانا محمد ناظم ندوی، مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی، مولانا محمد عمران خاں ندوی، مولانا محمد اویس نگرامی ندوی و دیگر زعمائے دین وملت ہوئے، پھر اس نسل کے شاگردوں میں مولانا معین اللہ ندوی، مولانا حبیب اللہ ندوی، مولانا عبداللہ عباس ندوی مولانا ابوالعرفان خاں ندوی، اور ان کے معاصر رفقاء ہوئے۔ پھر ان کے شاگردوں کی نسل میں

مولانا سید محمد الحسنی، مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی
مولانا واضح رشید ندوی، مولانا حبیب ریحان خاں
ندوی، پروفیسر سید احتشام احمد ندوی، پروفیسر
محمد راشد ندوی، مولانا محمد اسحاق جلیس ندوی،
مولانا ڈاکٹر سید لقمان ندوی، مولانا ناصر علی ندوی اور
ان کے رفقاء ہوئے پھر مولانا شہاب الدین بنگلوری
ندوی، پروفیسر ڈاکٹر یونس نگرامی ندوی اور
ان کے دیگر رفقاء ہوئے۔

یہ مذکورہ بالا چند نام بطور نمونہ ہیں جو علمی،
تعلیمی دعوتی اور تنظیمی میدانوں میں اپنی اپنی صلاحیتوں
کے مطابق بڑے بڑے کاموں کے انجام دینے کی
شہرت وعظمت کے حامل ہوئے۔

ندوۃ العلماء نے اپنے اختیار کردہ نصاب
درس کو قدیم بنیادی اسلامی علوم میں پختگی
کے ساتھ عصر جدید کے مفید اور تسلیم شدہ علوم کو
شامل کر کے مرتب کیا اور وقت کے تغیر کے ساتھ
غیر بنیادی علوم کو لائق تغیر سمجھا۔ اسی کے ساتھ
ساتھ دعوت کے کام کے لئے زبان اور معلوماتی
علوم کو شامل نصاب کیا۔

ندوۃ العلماء اپنے قیام کے وقت سے تقریباً
۳۵ سال تک سالانہ کانفرنس کا بھی اہتمام کرتا رہا
تھا۔ جو ملک کے مختلف شہروں میں بدل بدل کر
کی جاتی تھیں اور ان میں ملک کے عظیم القدر علماء
اور ملک کی ممتاز شخصیتیں شریک ہوتی تھیں
اور یہ کوشش ہوتی تھی کہ مسلمانوں کے مختلف
مسلکوں کے زعماء اپنے آپسی اختلافات کو نظر انداز
کر کے ایک ساتھ بیٹھیں، اور مسلمانوں کے
مسائل اور ملی تقاضوں کے حل پر غور کریں۔ ان
کانفرنسوں سے ندوۃ العلماء کے اعلیٰ مقاصد کا تعارف
ہوتا تھا۔ اور ان کے تحت امت کے تعلیمی و اصلاحی
مسائل پر غور ہوتا تھا۔ اور نصاب تعلیم کو جامع
اور مفید تر بنانے کی تجویزیں پیش ہوتی تھیں
اور مسلمانوں کے مختلف طبقات میں ہم آہنگی پیدا
کرنے کی دعوت دی جاتی تھی۔ یہ وہ وقت تھا
جس میں مسلمانوں میں مسلکی جھگڑوں کا ایک
سلسلہ قائم ہو گیا تھا حتیٰ کہ بعض وقت کفار کی
عدالتوں میں مقدمے پہونچتے تھے الحمدللہ اس
سلسلہ میں ندوۃ العلماء کو کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں
ندوۃ العلماء کے یہ جلسے بڑے مبارک اور مفید ہوتے
تھے لیکن حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے پھر یہ
جلسے رک گئے۔ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور نظامت میں اس کی
طرف توجہ کی اور ایک بڑی کانفرنس کا انعقاد کیا۔
یہ اجتماع بین الاقوامی سطح پر ہوا اس کا موضوع
تبلیغ و دعوت اسلامی تھا۔ اور یہ ۱۹۷۵ء میں
۸۵ سالہ اجتماع کے عنوان سے ہوا۔ الحمدللہ
بہت ہی کامیاب طریقہ پر انجام پایا۔ اس میں
بیرونی ممالک سے ۷۰ سے زیادہ علماء و مقتدر
حضرات شریک ہوئے۔ پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ
کی اسلامی دنیا میں شہرت کی بناء پر تھوڑے
تھوڑے وقفوں سے بین الاقوامی سطح پر
کئی اجتماعات منعقد ہوئے۔ اور ادب اسلامی
کے موضوع پر عالمی انجمن کا قیام عمل میں آیا۔
جس کا صدر مقام ندوۃ العلماء لکھنؤ اور صدر
تاحین حیات حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ منتخب
ہوئے اس کی شاخیں دنیا کے تقریباً دس
ملکوں میں قائم ہوئیں، یہ انجمن الحمدللہ مفید
طریقہ سے کام کر رہی ہے۔ اب اس کے صدر
ایک عرب فاضل ہیں جو ریاض میں رہتے ہیں،
اور انجمن کا صدر دفتر انہی کے جائے قیام ریاض
میں ہے۔ انجمن کے اول نائب صدر ہمارے
ندوۃ العلماء سے منتخب ہوئے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات
نیز ان کی سرپرستی میں جو عربی مجلات شروع
کئے گئے ان سے بھی ندوہ کے بین الاقوامی تعارف
اور تقویت میں اضافہ ہوا۔ دارالعلوم میں تعلیم حاصل
کرنے والے طلباء کی تعداد جو پہلے سو سے دو سو کے
اندر رہتی تھی، دس گنے سے زائد ہو گئی جو ثانوی
شعبہ کو ملا کر اس وقت ڈھائی ہزار رہے ہے۔ اس
کے علاوہ بطور مزید اس کی شاخیں لکھنؤ و اطراف
لکھنؤ میں دو درجن کے قریب قائم ہوئیں مزید
یہ کہ خود دارالعلوم ندوۃ العلماء کا دائرۂ تعلیم وسیع
اور متنوع ہوا۔ اور کئی شعبوں میں اس کو تقسیم
کیا گیا۔ جن میں ابتدائی و ثانوی کے علاوہ
كلية الشريعة وأصول الدين، كلية
اللغة العربية وآدابها، المعهد العالي
للدعوة والفكر الإسلامي، المعهد العالي
للقضاء والإفتاء تعلیمی لحاظ سے اور کئی مجالس
علمی و دعوتی و تربیتی و صحافتی لحاظ سے قائم
ہوئیں، جن میں میڈیا سیکشن جس میں انٹرنیٹ
بھی ہے۔ صحافت جو عربی، اردو انگریزی تینوں
زبانوں میں ہے، اصلاح معاشرہ اور پیام انسانیت
جیسے شعبے شامل ہیں۔ طلبہ کی تعداد کو دیکھتے ہوئے
جبکہ ان کے لئے ایک ہی ہوسٹل تھا بتدریج مزید
پانچ نئے ہوسٹل تعمیر ہوئے، کتب خانہ، تعلیمی عمارت
کے ہال میں تھا۔ اس کے لئے علیحدہ پانچ منزلہ
شاندار عمارت تیار ہوئی۔ اس کے علاوہ ضرورت
کی کئی نئی عمارتیں بنائی گئیں۔

نصاب تعلیم کے دائرے میں متعدد نئی کتب
نصاب تیار ہوئیں جو مختلف موضوعات کو بہتر
طریقہ سے سمجھانے اور پڑھانے کا ذریعہ قرار پائیں
اور ان کو مختلف مدارس اور یونیورسٹیوں نے
قبول کیا۔

اس کے نصاب درس اور نظام تعلیم و
تربیت کو ہند و بیرون ہند میں رفتہ رفتہ
اختیار کیا جانے لگا اور الحمدللہ اب یہ پوزیشن

ہے کہ ندوہ کے طریقہ کار اور نصاب و نظام کے مطابق تقریباً دو سو سے زیادہ مدرسے اطراف ملک میں کام کر رہے ہیں، ان کے علاوہ کئی مدرسے نیپال میں، کئی بنگلہ دیش میں، کئی ملیشیا میں، اور کئی تھائی لینڈ میں قائم ہو چکے ہیں، جن میں اکثر کو ندوۃ العلماء کے فضلاء ہی نے قائم کیا ہے اور الحمد للہ ان کی اپنے اپنے ملکوں اور علاقوں میں قدر ہے۔

یہاں پر یہ بات ظاہر کرنا بیجا نہ ہوگا کہ ندوۃ العلماء کے مقصود طریقہ کار کی وسیع مقبولیت اور اس کے اثر سے اس کے نہج پر مدرسوں کا قیام اور وابستگی بطور خاص گذشتہ ۳۸ سال کے عرصہ کے دوران عمل میں آئی۔ اور یہ پورا دور گذشتہ سال کے اختتام تک اس کے گوہر شب چراغ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظامت کا رہا۔ اور اس کے ثمرات تا حال حاصل کر رہے ہیں۔

حضرات! حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دور نظامت کی مذکورہ بالا ترقیات کے تذکرہ کے ساتھ یہ بات بھی لائق تذکرہ ہے کہ ان کے اس دور نظامت میں ان کے خاص معاون ندوہ ہی کے فرزند مولانا معین اللہ صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ رہے، وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی رہ چکے تھے، بعد میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پوری طرح وابستہ اور ان کے نائب رہے اور تاحیات ندوہ کی ترقیات میں خاص معاون رہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے محب و معاون ہمارے معتمد تعلیم جناب مولانا عبداللہ عباس ندوی ہوئے اور ان کا تعاون ندوۃ العلماء کو برابر حاصل ہے۔

حضرات! ندوۃ العلماء کے مقاصد و کارکردگی کے عمومی تذکرے، پھر اس کی آخری مدت کی ترقیات کے تذکرے کے بعد اس گزرے ہوئے سال کے جائزہ کے طور پر عرض ہے کہ یہ سال جو گذشتہ جلسہ انتظامی سے حالیہ جلسہ انتظامی تک کا گذرا کئی اہم کاموں پر مشتمل رہا۔

جیسا کہ آپ نے اس رپورٹ میں سنا کہ طلباء کی تعداد الحمد للہ بہت بڑھی ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ برابر روز افزوں ہے، چنانچہ احاطہ ندوۃ العلماء میں مزید ہوسٹل تعمیر ہو جانے کے بعد بھی طلباء کے قیام کی جگہیں اور تعلیم کے وسیع اور مختلف شعبوں میں تقسیم ہونے کی بناء پر درسگاہیں ناکافی ہونے لگی ہیں، اس کی وجہ سے ضرورت سمجھی گئی کہ وسط شہر سے ۱۲ کلومیٹر پر حاصل شدہ زمین سکروری میں ثانوی درجات منتقل کر دیئے جائیں۔ اور وہاں تعلیم و قیام طلباء کے لئے عمارت تعمیر کر دی جائے، اس کو گذشتہ سے پیوستہ مجلس انتظامی نے پاس کر دیا تھا۔ چنانچہ اس پر عمل ہو رہا ہے۔ اس سے احاطہ کے اندر کی تنگی کچھ کم ہو سکے گی۔

یہ ثانوی درجات جو لکھنؤ سے بارہ کلومیٹر پر منتقل کئے گئے ان کے لئے درسگاہ اور طلبہ کی اقامت گاہ کی تعمیر کی جو ضرورت تھی اس کے مطابق الحمد للہ درسگاہ کی عمارت ضرورت کی مقدار کے مطابق تیار ہو گئی ہے اور اس میں درجات منتقل کر دیئے گئے ہیں، دارالاقامہ کی عمارت کی بھی پہلی منزل بن گئی ہے عنقریب مقیم طلباء اس میں منتقل ہو جائیں گے، دارالاقامہ کا نام مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم کرنا تجویز ہوا ہے اس نسبت سے بھی اہل تعلق نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا ہے۔ اس کے قریب مسجد بھی مولانا کے ایک محب بنوا رہے ہیں، اس کو انھوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ الحمد للہ سال رواں اس کام میں خاصی پیش رفت ہوئی اور ترقی سامنے آئی۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہم بے حد شکر گذار ہیں۔

ایک ضرورت عرصہ سے یہ محسوس کی جا رہی ہے کہ ندوۃ العلماء کے عملہ کے اکثر افراد کے لئے احاطہ کے اندر قیام کی جو گنجائش نکالی گئی اس سے ان کے بچوں اور دیگر طلباء اور دارالاقامہ کے درمیان اختلاط نیز عملہ کی فیملیوں کا دارالاقامہ کے قریب ہونا مسائل پیدا کرتا ہے۔ ضرورت ہے کہ ان میں سے بھی بیشتر کے لئے احاطہ سے باہر نظم کیا جائے تاکہ احاطہ کے اندر کی فضا زیادہ تعلیمی بن سکے۔ اس سلسلہ میں گذشتہ مجلس انتظامی نے باہر نظم کرنے کی تجویز پاس کی تھی لیکن اس ضرورت کی تکمیل بڑے مصارف کی محتاج ہے، جس کا بندوبست فوری طور پر آسان نہیں،

حضرات! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ندوۃ العلماء ایک جامع تعلیمی تحریک کے ساتھ ساتھ اصلاحی دعوتی اور اجتماعی اصلاح کا مقصد رکھنے والی انجمن بھی ہے، وہ اپنے ان مختلف مقاصد کے لئے انہیں کے دائروں میں خدمت انجام دینے کی کوشش کرتا ہے مسلمانوں میں تعلیم کے جامع اور زمانہ کے تقاضوں کا خیال رکھنے والے نظام کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مسلکی اختلافات سے پیدا ہونے والی دوری کو کم کرنے کی کوششوں کے ساتھ اصلاح معاشرہ کا کام بھی اس نے اپنے ذمہ لیا ہے اس کے لئے خاص طور پر چند سال سے ایک علیٰحدہ شعبہ و دفتر قائم کیا ہے، جس کے ذریعہ سے ان خرابیوں کی طرف جو معاشرہ کو اخلاقی لحاظ سے برباد کر رہی ہیں۔ لوگوں کو توجہ دلانے اور ان سے

خبردار کرنے کا کام اجتماعات کے ذریعہ۔ اور فولڈروں کی اشاعت کے ذریعہ کیا جاتا ہے، اس میں شرک اور توحید کا فرق، مسلم تقریبات کے موقع پر ہونے والی برائیوں کی مضرت اور ملی اور اجتماعی تقاضوں کا خیال کرنے کی طرف توجہ دہانی اور اخلاق و اعمال کے بگاڑ کو ختم کرنے کی کوشش کے طور پر لٹریچر کی اشاعت اور تقسیم کا کام کیا گیا۔ اصلاح معاشرہ کی ایک باقاعدہ کمیٹی بھی تشکیل دی گئی ہے جو ان کاموں کی نگرانی کرتی ہے۔ اس کے دفتر سے سال رواں جو کتابچے شائع کئے گئے ان کی تعداد دو۔ اور جو فولڈر شائع کئے گئے ان کی تعداد دس ہے، یہ فولڈر دارالعلوم کی شاخوں کو برابر روانہ کئے جاتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ دیگر اداروں اور تنظیموں کو بھی بھیجے جاتے ہیں اور اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں جو کوششیں دوسرے لوگ کر رہے ہیں ان میں بھی کمیٹی کے لوگ شرکت کرتے ہیں۔

دوسرا شعبہ اصلاح عقائد کا ہے اس میں خاص طور پر قادیانیت کے فتنہ کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت پڑ رہی ہے، ادھر چند سالوں سے قادیانیت قریب کے اضلاع اور خاص طور پر لکھنؤ اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں میں بہت سرگرم ہے، اس کے سدباب کے لئے لکھنؤ، رائے بریلی روڈ پر موہن لال گنج میں ۱۲ ستمبر ۲۰۰۰ء کو قادیانیت کے خلاف ایک بڑی کانفرنس کا انعقاد دارالمبلغین کے ذمہ دار مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب نے کیا جس میں تقریباً ۵۰ ہزار کے مجمع نے شرکت کی۔ اس میں ندوۃ العلماء نے بھی سرگرم حصہ لیا۔ اور یہاں کے اساتذہ اور طلباء نے اسے کامیاب بنانے کی بھرپور کوشش کی، نیز یہاں کے اساتذہ اور طلبہ ہر جمعہ کو وفد کی شکل میں قادیانیت سے متأثر مختلف دیہاتوں کا دورہ کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو اس فتنہ سے خبردار کرتے ہیں۔ دارالعلوم کی طرف سے اس کام کے لئے پوری سہولت بہم پہونچائی جاتی ہے اور پورا تعاون کیا جاتا ہے، راجستھان کے قصبہ راس ضلع پالی کا بھی دورہ کرایا گیا جس پر قادیانیت اور وشو ہندو پریشد کا خاص حملہ ہے، اور الحمدللہ ان کوششوں کے اچھے اور حوصلہ افزا نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

لکھنؤ اور قرب وجوار کے جن علاقوں کا دورہ کیا گیا ان میں خاص طور سے کنکھا، سینڈی، اجیرلی، بجنور، ماتی، نٹکرا اور چندرادلی قابل ذکر ہیں۔ بعض مقامات کا دورہ ایک سے زائد بار کیا گیا ماتی کا دورہ متعدد بار ہوا۔

اس سلسلہ میں جو کتابچے اور رسالے شعبہ دعوت و ارشاد کی طرف سے شائع کرائے گئے ان کی تعداد پانچ ہے جو اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں شائع کرا کے لوگوں میں مفت تقسیم کرائے گئے۔

آزادی ہند کے بعد ہندو مسلم منافرت کو ختم کرنے یا کم از کم کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے "پیام انسانیت" کی تحریک شروع کی تھی اس کے ذریعہ مولانا بڑے بڑے شہروں میں ہندو مسلم و دیگر مذاہب کے دانشوروں کو جمع کر کے ان سے خطاب کرتے اور انھیں انسانیت اور آپسی اخلاق اور حسن کردار کی ضرورت کی طرف توجہ دلاتے اس کی وجہ سے ہندو دانشوروں کے ذہنوں میں مسلمانوں سے نفرت کا جو جذبہ ہے وہ کم ہوتا تھا۔ اور آپسی ہمدردی کی ضرورت کا احساس پیدا ہوتا تھا۔ یہ اس ملک کی بڑی ضرورت ہے، یہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے مفید ہے بلکہ پورے ملک کے باشندوں کے لئے مفید ہے کہ سب کا انسانی ہمدردی اور شہری ربط پرامن اور تعمیری ہو۔ اس سے ملک کو فائدہ پہونچتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے بہت سے شہروں میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے جلسے کئے اور ان سے فائدہ ہوا۔

ان کے بعد اس کام کو جاری رکھنا ندوہ کے پروگرام میں سمجھا گیا۔ اور اس کے لئے "حلقۂ پیام انسانیت" قائم ہوا۔ جو ندوہ کا شعبہ تو نہیں بنایا گیا۔ البتہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس کام سے گہری دلچسپی کی بناء پر ہم ذمہ داران ندوہ کو اپنا یہ فرض معلوم ہوا کہ اس کام کو جاری رکھنے میں پوری دلچسپی لیں چنانچہ ندوہ کے احاطہ میں اس کے لئے ایک کمرہ دفتر کے طور پر مہیا کیا گیا ہے اور ایک استاد کو اس کا کنوینر بنایا گیا ہے۔ اور کچھ تھوڑا سا صرفہ بھی کر دیا جاتا ہے۔ الحمدللہ اس دفتر کے پاس ہندی انگریزی میں پیام انسانیت کے موضوع پر لٹریچر بھی ہو گیا ہے جو لوگوں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ اور جگہ جگہ حسب استطاعت مخلوط اجتماع کر کے پیام انسانیت کی دعوت بھی دی جاتی ہے۔

مغربی تہذیب نے ذہنوں میں جو انارکی پیدا کی ہے اس کے درست کرنے کے لئے ایسا لٹریچر جو ذہنوں کو اسلام کی حقانیت کا معترف بنانے والا اور مسائل حاضرہ میں صحیح رہنمائی کرنے والا ہو۔ حضرت مولانا نے اس کے لئے "مجلس تحقیقات و نشریات اسلام" نام کا ادارہ قائم کر کے کتابیں تیار کیں۔ اور دوسروں سے کروائیں، اور شائع کیں، یہ ادارہ اپنی مستقل حیثیت رکھتا ہے لیکن ندوہ سے جڑا

ہواہے، اس کے ساتھ بھی ندوہ پورا تعاون کر رہاہے،
مذکورہ کام کو تقویت پہونچانے کے سلسلہ میں ندوہ نے ایک میڈیا سنٹر بھی قائم کیا ہے جس کے ذریعہ اخبارات و رسائل میں اسلامی امور میں شک پیدا کرنے والی باتوں کی خبر رکھنے کا کام لیا جاتا ہے، اور حسب ضرورت مراسلوں یا مقالوں کے ذریعہ ہندی و انگریزی میں ضروری وضاحت کی جاتی ہے، الحمدللہ اس کے ذریعہ کئی بہت بروقت اور مفید کام انجام دیئے گئے ہیں، اور سب اہل تعلق اس کو بہت مفید قرار دے رہے ہیں، اسی کے ساتھ انٹرنیٹ کا بھی انتظام کیا گیا ہے جس کے ذریعہ بین الاقوامی سطح پر اسلام کی نصرت کا اور ندوہ کے لئے مفید اور دعوتی کام کے تعارف کا کام بھی لیا جارہا ہے۔

یہ وہ بعض ضروری کام ہیں جو الحمدللہ توجہ کے ساتھ تعلیمی شعبہ کے متنوع اور وسیع کام کے ساتھ ساتھ الگ سے انجام دیئے جارہے ہیں، اور سال رواں الحمدللہ ان میں اچھی پیش رفت ہوئی ہے،

مذکورہ بالا ابلاغ و دعوت کے کاموں کی عمومی نگرانی ناظر عام ندوۃ العلماء و رکن مجلس انتظامی جناب مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی صاحب کے سپرد کی گئی ہے۔

حضرات! گذشتہ مجلس انتظامی سے حالیہ مجلس انتظامی کے درمیان کا سال تعلیمی لحاظ سے بھی الحمدللہ پرسکون گذرا، دارالعلوم کے تمام تعلیمی شعبے الحمدللہ بخوبی کام کرتے رہے، مہتمم صاحب دارالعلوم نے فکر رکھی، اور شعبوں کے ذمہ دار حضرات نے بھی اپنی اپنی جگہ توجہ کی، تقریباً دو ہزار طلبہ نے دارالعلوم کے احاطے کے اندر امتحان دیا۔ اور شہر کے اندر واقع شاخوں میں تقریباً ڈھائی ہزار طلبہ نے امتحان دیا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی سے محروم ہونے کے بعد کا یہ پہلا سال تھا، اور خاص طور پر یہ میں جس پر آپ حضرات نے خصوصی بار ڈالا ہے۔ آپ حضرات کی ہمدردی اور تعاون کا بڑا محتاج تھا، میں شکر گذار ہوں کہ دارالعلوم اور ندوۃ العلماء سے محبت و تعلق رکھنے والوں نے جن میں آپ حضرات شامل ہیں، حسب سابق ہی تعلق و ہمدردی کا ثبوت دیا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو تعلق تھا اس کو اس کی نئی شکل میں باقی رکھا، ندوۃ العلماء کے خدام کو اس سے بڑی تقویت رہی، امید ہے کہ آپ سب اہل تعلق سے یہ محبت و ہمدردی ہم خدام کو ملتی رہے گی۔

شاید اسی تعلق کی بات ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف ممالک سے اور خود ہندوستان کے مختلف اطراف سے اپنے یہاں بلانے کی جو خواہشیں تھیں اور ان کی علالت کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی تھیں، ان میں اکثر نے مجھ کو ان سے قریبی تعلق کی بناء پر طلب کیا اور دوستوں نے ان دعوتوں کو ندوۃ العلماء کے لئے بھی مفید قرار دیا، چنانچہ میں نے وہ فرمائشیں پوری کرنے کی کوشش کی، اسی طرح سال رواں مجھے بہت سفر کرنے پڑے، میں اولاً جاپان گیا، پھر جنوبی افریقہ گیا۔ پھر برطانیہ گیا، اور آخر میں مراکش جانا ہوا۔ اور درمیان درمیان میں نیپال، مدراس پھر حیدرآباد، پھر بنگلور، گجرات، پٹنہ، بھٹکل، ممبئی کے سفر کرنا ہوئے، اس کے علاوہ لکھنؤ کے قریب کے شہروں میں جانا ہوا سب جگہ میں نے ندوہ کی نمائندگی کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس میں ندوہ کے لئے فائدہ مقدر فرمائے۔

حضرت مولانا کا ندوۃ العلماء سے ایسا عملی ربط رہا تھا کہ ندوہ اور مولانا کا نام کم از کم باہر کی دنیا میں ایک دوسرے سے مربوط سمجھا جانے لگا تھا حضرت مولاناؒ کی تصنیفات اور عالمی اجتماعات میں ان کی تقریروں سے نہ صرف ان کا تعارف وسیع ہوا۔ بلکہ ندوہ سے مولانا کے ربط سے ندوہ کو اس کا حصہ ملا اور مولانا کی وفات پر جگہ جگہ ندوہ سے بھی تعزیت کی گئی۔

مولاناؒ کی وفات کو پوری دنیا میں مسلمانوں کا بڑا سانحہ سمجھا گیا، اور جگہ جگہ جلسۂ تعزیت اور سیمینار ہوئے اور رسالوں کے خصوصی نمبر نکلے، علی گڑھ یونیورسٹی کے دو شعبوں نے علیحدہ علیحدہ مولاناؒ پر سیمینار کئے، دہلی یونیورسٹی کے شعبہ عربی نے سیمینار کیا۔ ملیح آباد میں جامعہ سید احمد شہیدؒ میں سیمینار ہوا۔ برطانیہ میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے اسلامک سنٹر اور ڈیوزبری کے ایک مسلم ادارہ نے علیحدہ علیحدہ سیمینار کئے ہندوستان میں تعمیر حیات، البعث الاسلامی، الرائد اور انگریزی ترجمان فریگرینس نے اپنے اپنے ضخیم خصوصی نمبر نکالے دارالعلوم حیدرآباد کے عربی مجلے نے ضخیم نمبر نکالا، دارالعلوم اسلامیہ بستی نے بھی ضخیم نمبر نکالا، اور بھی متعدد رسالوں نے نمبر نکالے۔

اس کے علاوہ مولاناؒ کے لئے دو جگہ سے ایوارڈ کا اعلان ہوا۔ ایک دہلی کے آبجیکٹیو اسٹڈیز نے شاہ ولی اللہ ایوارڈ کے نام سے اعلان کیا اور مجھ کو بلا کر حوالہ کیا۔ دوسرے ایوارڈ کا رباط مراکش کے مؤتمر اسلامی کے ثقافتی شعبہ ایسسکو نے اعلان کیا جس کی تقریب میں مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی نے جا کر حصہ لیا۔ اور بحیثیت نمائندہ کے ایوارڈ وصول کیا۔

مولاناؒ کو خراج عقیدت پیش کرنے کا یہ سلسلہ سال بھر چلتا رہا جس کا فائدہ ندوہ سے تعلق کی وجہ سے ندوہ کو بھی پہونچا، ندوۃ العلماء سے تعلق رکھنے والوں نے مولاناؒ سے اپنے تعلق کی وجہ سے ندوۃ العلماء سے اپنی دلچسپی اسی جذبہ کے ساتھ برقرار رکھی جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں تھا، اور ندوۃ العلماء

(باقی ص ۱۶ پر)

تحریر: مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی

ترجمہ: محمد احمد بستوی

" آزادئ رائے " ایک دلفریب اصطلاح ہے جس کی اساس نہ تو عقیدہ اور اخلاق پر ہے اور نہ وہ کسی علمی یا فکری و فلسفی نظریہ کی دین ہے، یہ دراصل ایمانی عقائد اور آسمانی تعلیمات میں شکوک و شبہات اور گمراہی و مغالطہ کی تخم ریزی کیلئے ایک مؤثر ذریعہ کے طور پر مغرب کی ایجاد کردہ ہے، بلکہ سچ پوچھئے تو یہ پوری شریعت اسلامیہ کے بارے میں شکوک و شبہات کی دیواریں کھڑی کرنے کا ایک خوبصورت طریقہ ہے، مغرب اپنے یہاں آنے والے مسلم نوجوانوں کو علم و تہذیب، ثقافت و کلچر، نئی تہذیب و افکار اور جدید علوم کے پیرہن میں یہ سبق ازبر کرا رہا ہے کہ عقلمند ذکی و فطین انسان کا امتیاز صرف فکر و رائے کی آزادی ہی ہے" آزادئ رائے سے مغرب کی مراد یہ ہے کہ آدمی تمام انفرادی و اجتماعی امور و معاملات میں اپنی ایک رائے رکھتا ہو جس کی وہ موقع اور بے موقع وضاحت بھی کرتا رہے، دوسروں کو اپنی بلند فکری، اصابتِ رائے، دانشمندی اور ہوشمندی اور ذہانت کا یقین بھی دلاتا رہے اسی کی بدولت وہ مسلمان جو مادی اور اجنبی معاشروں میں رہتا ہے، بہت سے بنیادی عقیدوں اور شرعی مسائل میں انفرادی رائے رکھنے لگتا ہے، اور اس سے کج فکری، کم عقلی اور نادانی کی عجیب و غریب حرکتیں صادر ہونے لگتی ہیں۔

مغرب زدہ مسلمانوں کی جماعت کے بہت سے ایسے نام نہاد دانشوروں کا ہم نے مشاہدہ کیا ہے جو فکر اسلامی کے قائدین اور اسلامی تہذیب کے پیشواؤں پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور انہیں اسلامی امور و معاملات میں اصلاح و ترمیم اور فقہ اسلامی کی تہذیبِ جدید اور علمی و سائنسی ایجادات کی روشنی میں تشکیلِ جدید کی تجویز مان لینے کی صلاح دیتے ہیں اور انہیں یہ باور کراتے ہیں کہ اگر انھوں نے ایسا نہیں کیا تو تہذیبی پسماندگی ان کی رفیق اور اقتصادی کمزوری تا زندگی ان کے ساتھ لازم ہو جائے گی۔

بعض کم علم، کج عقل اور بے بصیرت پرستارانِ مغرب نے تو بہت سے مسلمہ فطری حقائق اور شرعی مسائل کا انکار کرکے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا، انھوں نے سب سے پہلے مسلم خواتین، اسلامی پردہ اور اسلامی لباس کو اپنا ہدف بنایا، مسلم خاتون کو کھلی ہوئی آوارگی، ہر قسم کی بری عادتوں اور بے حیائیوں میں مردوں کے شانہ بہ شانہ چلنے کی دعوت دی، اسلامی پردہ اور تن پوش لباس کا مذاق اڑایا، علمائے شریعت پر رجعت پرستی، قدامت پسندی اور دقیانوسیت کا الزام لگایا اور مسلمانوں کی پسماندگی کا سب سے بڑا سبب انھیں کو بتایا جبکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ایسی فکر رکھنے والے افراد مذہب اسلام کا مطالعہ کسی محدود نقطۂ نظر سے یا کسی خاص ذہنیت کے آئینے میں کرتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ آج کے دور میں جبکہ پوری دنیا ایک گوشہ میں سمٹ کر ایک شہر اور ایک بستی کی شکل اختیار کر چکی ہے جہاں دوریاں اور فاصلے ناپید ہو چکے ہیں، اسلام آؤٹ آف ڈیٹ (OUT OF DATE) ہو چکا ہے پھر ایسے دور میں اسلام انسان کی قیادت اور رہبری کے فرائض کس طرح انجام دے سکتا ہے، اور چودہ صدی سے بھی زائد پرانی شریعت کی اندھی تقلید کا کس طرح پابند بنا سکتا ہے۔

فکر و رائے کی آزادی کا مطلب و مقصد یہی ہے جس کا مطالبہ تمام مسلم معاشروں میں کیا جا رہا ہے کہ کسی بھی حال میں یہ اصول ان سے چھوٹنے نہ پائے۔ اس آزادی کے علمبردار چیخ چیخ کر یہ اعلان کر رہے ہیں کہ "اسلام تو آزادی کا مذہب ہے، حدود و قیود اور بندشوں کا مذہب نہیں، اس پروپیگنڈے سے ان کا مقصد صرف مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالنا اور ان باتوں کی طرف رجھانا ہے جن کا مذہب اسلام سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے، بعد ازاں یہ اپنے مغربی آقاؤں کو اپنی رفاقت و مودت کا یقین دلاتے ہیں اور ان کی خدمت میں غلامی، محکومی اور عبودیت کا ٹیکس بھی پیش کرتے ہیں۔ آزادئ رائے کا مطلب صرف اور صرف مادہ پرست مغرب کے آگے جھکنا اور اس اسلام دشمن گمراہ و باطل گروپ کی اطاعت قبول کرنا ہے جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور ذلت و خواری، محتاجی و مغلوبی مسلط کر دی ہے

(باقی صـ۸ پر)

مغربی زاویۂ نگاہ: کتنا حقیقی اور کتنا خیالی

تحریر: مولانا سید واضح رشید ندوی
ترجمہ: محمد فرمان نیپالی

ایک مقالہ نگار نے ایک مشہور انگریزی اخبار میں لکھا ہے کہ عالم عربی میں قوموں کی بیداری اور اپنی حکومتوں سے اپنے مطالبات منوانے کی صلاحیت معدوم ہوگئی ہے اس لئے کہ وہاں کے عوام پر حکومتوں کا مکمل کنٹرول ہے اور اہل حکومت نے بیداری اور انقلاب برپا کرنے والے اسباب ختم کردیئے ہیں۔ ذرائع ابلاغ پر قابض ہونے کی وجہ سے انھوں نے ان تمام راستوں کو بند کردیا ہے جن سے یہ قومیں حقائق سے بے خبر رہتی ہیں، یہ تصور عالم عربی کے موجودہ حالات کی روشنی میں قائم کیا گیا ہے اور اکثر ملکوں کے بارے میں یہ تصور حقیقت کے مطابق ہے خاص طور سے ان ملکوں میں جہاں حکومتیں ۔ سراغ رساں ایجنسیوں، عدلیہ، ذرائع ابلاغ نظام تعلیم اور ذہنی تربیت کے وسائل کو خود سنبھالے ہوئے ہیں، انہی وسائل کا اثر ہے کہ لوگ اپنی ذمہ داریوں سے غافل و بے پرواہ ہیں۔ ان کی اظہار رائے کی قوت اور فہم وادراک محدود ہوکر رہ گئی ہے، اور دانشورانِ قوم اور ماہرینِ فن کا بحران ہے، اور تعلیم و تربیت کے نظم و نسق کی صلاحیت جمود و تعطل کا شکار ہوگئی ہے۔

ایک دوسرے مقالہ نگار نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حکمران قوم کے نظریہ کے بموجب خارجی دنیا سے قوموں کا انقطاع (بائیکاٹ) اور ان کو یقین دہانی کا تصور اب قصۂ پارینہ بن چکا ہے، یہ الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے۔ اس میں داخلی وسائل پر خارجی وسائل غالب آچکے ہیں۔ اور یہ خارجی وسائل کنٹرول سے باہر ہیں، آج دنیا کے کسی حصہ میں جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو میڈیا بعینہ اس کی تصویر دنیا کے دوسرے حصہ میں پہونچا دیتا ہے، خاص طور پر وہ حادثہ انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن کے آزاد چینل کے ذریعہ دنیا کے چپہ چپہ میں پھیل جاتا ہے

آج ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ نے دنیا کو ایسی وسعتوں اور مسافتوں کے باوجود ایک محلہ کی حیثیت دے دی ہے لیکن خطرہ کی بات یہ ہے کہ جس طرح علم کے ساتھ تحریف اور تضلیل کا معاملہ کیا گیا، اسی طرح میڈیا کے استعمال میں بھی یہ معاندانہ رویہ اختیار کیا جارہا ہے ذاتی رجحانات و خیالات اور انفرادی افکار و نظریات پر مشتمل رپورٹیں کثرت سے پیش کی جاتی ہیں ۔ جن کی حقیقت کا علم کافی نقصان اٹھانے کے بعد ہوتا ہے، اس میں اسلام اور مسلمانوں کو جن کے ہاتھ میں یہ وسائل نہیں ہیں۔ زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے، جس کی مثال تاریخ کے اوراق میں مشکل سے ملے گی ۔

چند سال قبل قرآنی آیات کو مشتبہ کرنے کے لئے انٹرنیٹ کے ذریعہ خود ساختہ کلام پیش کرنے کی سازش کی گئی تھی، جس پر مسلمانوں نے احتجاج کیا اور اسلامی تنظیموں نے اس کی شدید مذمت کی تو اس اہانت آمیز کلام کو انٹرنیٹ سے باہر نکال دیا گیا۔ اب قرآن کے مشابہ ایک کتاب تصنیف کرکے ایک نئی سازش کی گئی ہے جس کی سنگینی سے جامعہ ازہر مصر نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے۔ اسی کے تئیں رابطہ عالم اسلامی کی جانب سے شائع ہونے والے اخبار "العالم الاسلامی" میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ "جامعہ ازہر مصر کی اسلامی ریسرچ اکیڈمی نے افریقہ، ایشیا اور یورپ کے تمام علمی اداروں، اکیڈمیوں اور دعوت و ارشاد کے مراکز کے ذمہ داران کو متنبہ کیا ہے کہ وہ اس محرف کتاب کے خطرہ سے واقف ہوں جس کا فرضی نام "الفرقان" ہے، اور جو اپنی طباعت ابواب کی ترتیب و تنسیق اور معانی و مفاہیم کی تفہیم و تشریح میں قرآن کریم کے مشابہ ہے، جامعہ ازہر نے پر زور طور پر یہ بات کہی ہے کہ تینوں براعظموں میں نئی نسل کی ایسی ذہن سازی کرنا ضروری ہے کہ جس سے وہاں کے نوجوان شرپسند دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں، فریب کاریوں اور ملمع سازیوں سے مرعوب نہ ہوں، جامعہ ازہر کے ذمہ داروں نے کہا کہ اس فرضی کتاب کا مقصد مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کرنا اور ان کے عقائد و عبادات اور دینی شریعت کو خلط ملط کرکے پیش کرنا ہے تاکہ حق و باطل کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہے اور مسلمان شریعت اسلامیہ پر اچھی طرح عمل نہ کرسکیں،

اس سے قبل انہی دشمنانِ اسلام نے تحریف کی کوشش کی تھی اور غیر عرب علاقوں میں ایسے نسخے عام کئے گئے تھے جو محرف تھے، انٹرنیٹ کے عام ہونے سے پہلے یہ کوشش پھر کی گئی۔ آج مغربی میڈیا اور ذرائع ابلاغ نے اسلامی دنیا کی تصویر کو بگاڑنے میں کوئی

کسر نہیں اٹھا رکھی ہے، کتابوں کے ذریعہ اخباری تبصروں کے ذریعہ، انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ ایسے مسائل اٹھائے جاتے رہتے ہیں جن سے اسلام کی غلط ترجمانی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تصادم کی شکل پیدا ہوتی ہے یا مسلمانوں میں ردِّ عمل پیدا ہوتا ہے، افغانستان میں گوتم بدھ کے مجسموں کو توڑنے کے عمل کو میڈیا نے جس طرح نمایاں کیا وہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے مختلف ملکوں میں اسلامی ذہن رکھنے والوں کو جن مظالم سے گزرنا پڑ رہا ہے اور خود اسرائیل انسانی حقوق کی اس وقت جس طرح خلاف ورزی کرتا رہتا ہے، روسی جمہوریہ کے مسلم علاقوں میں انسانی حقوق کی جس طرح پامالی ہو رہی ہے ترکی اور دوسرے سیکولر ملکوں میں جس طرح مساجد، مدارس اور علماء پر مظالم ہو رہے ہیں ان کو چھوڑ کر میڈیا کو صرف افغانستان کے مجسموں کی فکر لاحق تھی اور وہ اس عصر کا اہم موضوع تھا، اس کے مسلسل معاندانہ پروپیگنڈہ میں دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے خلاف ردِّ عمل پیدا ہوا۔

عالم اسلام سے انتقام لینے کا جذبہ یورپ کو تلبیس و تدلیس، عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور غیر مسلموں کے ذہنوں میں مسلمانوں سے نفرت پیدا کرنے پر ابھارتا رہتا ہے، چنانچہ اس کی یہ کوشش مرورِ زمانہ کے ساتھ تیز تر ہوتی چلی گئی۔ انہی مقاصد کے پیش نظر آج بھی یورپ عالم اسلام کے جملہ معاملات میں دخل اندازی کر رہا ہے، جس کا اصل مقصد اس میں انتشار پیدا کر کے اپنی منفعت و مصلحت کا حصول ہے اتنے ہی پر بس نہیں بلکہ وہ عالم اسلام پر حکومت کرنا اور قبضہ جمانا چاہتا ہے اور وہاں پیش آنے والے واقعات کی گمراہ کن اور جھوٹی تاویل کرتا ہے۔ اگر حالات پُر امن اور سازگار ہوتے ہیں تو اس ماحول میں تصادم و تعارض پیدا کرتا ہے تاکہ عالمِ اسلام پُر امن زندگی نہ بسر کر سکے۔ اور اس کے حالات مزید بدتر ہوتے چلے جائیں، ایسی صورت حال میں میڈیا اہم رول ادا کرتا ہے اور عوام کو یہ باور کراتا ہے کہ مسلمان ہی دہشت پسند ہیں اور مذہبِ اسلام دہشت گردی کا حامل ہے اور اگر وہاں کسی طرح کی کوئی محاذ آرائی نہیں ہوتی ہے تو امریکی خفیہ ایجنسیاں عالمِ اسلام کے مستقبل کا بھیانک تصور پیش کرتی ہیں۔ اور ایسے واقعات کی پیش گوئی کرتی ہیں۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ دراصل یہ افکار و نظریات اس وجہ سے پیدا ہوئے ہیں کہ یورپ کا ان ذرائع ابلاغ پر قبضہ ہے۔

اسی نوعیت کی ایک رپورٹ حال ہی میں C-I-A نے شائع کی ہے جس میں اس نے پندرہ سال کے اندر عالمِ اسلام کی بھیانک تصویر پیش کی ہے اس رپورٹ میں عرب نوجوانوں کی مالی پسماندگی ان کے مابین تشدد کے رجحانات اور اندرونی و بیرونی پیش آمدہ واقعات میں اضافہ کی پیشگوئی کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ بیرون ممالک سے مثبت دعوت کو اخذ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے وہ اپنے معاشرہ میں رہنا پسند کریں گے جس میں ظلم و زیادتی اور جرائم کے واقعات ہوں گے، اس رپورٹ میں مصر و شام، شمالی افریقہ اور وسطی ایشیا کے علاقے زیر بحث آئے۔ رپورٹ میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اس وقت عالمِ اسلام اپنی قوموں کے معاملات کی انجام دہی بخوبی نہیں کر سکے گا جس کی وجہ سے انھیں اقتصادی و معاشی بحران سے دوچار ہونا پڑے گا چنانچہ اس وقت ایک قسم کا انقلاب برپا ہوگا اور قبائلی و نسلی اور جماعتی نعرے بلند تر ہوتے چلے جائیں گے۔

اس رپورٹ میں اس بات پر زور دے کر کہا گیا ہے کہ عالم عربی اس وقت کسی سیاسی اصلاح و ترمیم کو قبول نہیں کرے گا اور عوام کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں ناکام رہے گا۔ بیکاری عام ہو جائے گی اور مصر و شام کے علاقوں میں تشدد کے واقعات ہوں گے اور قسم قسم کی تحریکیں وجود میں آئیں گی اور وہاں کی حکومتوں کے خلاف بغاوت ہوگی،

اس رپورٹ میں تو عالم عربی اور خاص طور پر خلیجی ملکوں سے متعلق غیر متوقع افکار و نظریات کی پیش گوئی کی گئی جو اس وقت خلاف قیاس ہیں لیکن اس سے اس کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات کو پیدا کرنے کیلئے یورپ سازشیں کرے گا۔ تاکہ یہ خواب حقیقت بن جائے۔ اس رپورٹ کے تیار کرنے والوں نے یورپ کے مستقبل کے مسائل اور موجودہ دور میں پیش آنے والے اس کے اقتصادی و معاشی مسائل کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، حالانکہ یورپ کے اہل فکر خود اپنے مستقبل کے بارے میں فکرمند ہیں اور خود امریکہ اقتصادی بحران کا شکار ہے اور طبقاتی اور نسلی خطرات سے دوچار ہے،

اسی طرح تہذیب و تمدن کے تصادم سے متعلق ایک پیش گوئی یورپ کے ایک مفکر و دانشور نے چند سال قبل کی تھی، جس کی کوئی بنیاد نہیں تھی لیکن ذرائع ابلاغ نے اس کو حقیقت حال میں تبدیل کر دیا اور اس بے بنیاد اور موہوم فکر کو تمام پرچوں اور رسالوں نے

شائع کیا۔ اور میڈیا میں وہ مباحثہ کا موضوع بنا رہا، بعض انگریزی مجلات نے اس موضوع پر خصوصی شمارے نکالے۔

۱۹۹۲ء کی بات ہے کہ سموئیل ہنٹنگٹن (SAMUVEL HONTINGTON) پروفیسر شعبۂ سیاسیات اور پرنسپل پالیسی اسٹڈی برائے ہارڈورڈ یونیورسٹی نے "بعنوان تہذیب و تمدن کی کشمکش" ایک محاضرہ دیا جس پر زبردست ردّ عمل ہوا تھا۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ ان تمام سازشوں سے قبل روسی کمیونزم کے انہدام کے بعد ہی سے عالمی ذرائع ابلاغ نے اسلام اور "اسلامی بنیاد پرستی" کے اصول وضوابط کے خطرہ سے آگاہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

ان رپورٹوں، خبروں اور افکار ونظریات کا تعلق رائے عامہ کو موہوم خطرہ کی طرف متوجہ کرنے اور اشتعال انگیزی پیدا کرنے، عالم اسلام میں شدید ردّ عمل پیدا کرنے اور پوری دنیا میں مسلمانوں کے شعور و وجدان کی حدت و تیزی اور عالم اسلام سے متعلق یورپ کی خودساختہ سازشوں کے خلاف مسلمانوں کے جذبہ کو جانچنے اور پرکھنے کے سوا کچھ نہیں ہے، جب یہ رپورٹیں منظر عام پر آتی ہیں تو تحقیقات کے مختلف نقطہائے نظر سامنے آتے ہیں لیکن ردّ عمل کے بعد ان کی حیثیت بے بنیاد اور وہمی خیالی ہو جاتی ہے۔

یورپ کی کچھ سازشیں اتنی طاقتور ہیں کہ ان کی تیاری میں اس کو بہت مشقتیں اٹھانی پڑیں، مثلاً تحریف قرآن کی ناپاک سازش، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے تعلق کو ختم کرنے کا منصوبہ، اتحاد بین المسلمین کو افتراق میں بدلنے کی فکر، احادیث نبویہ اور تاریخ اسلام پر عدم اعتماد کا خفیہ مکر وفریب اور مسلمانوں کی دینی غیرت و حمیّت کو مجروح کرنا، غرضیکہ یورپ اپنی سازشوں اور منصوبوں کے ثبوت میں قسم قسم کے حربے استعمال کر رہا ہے اور ان کے ذریعہ عالم اسلام کے نظام کو متاثر کر رہا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی "شیطانی آیات" نامی کتاب بھی تھی جس کو عالمی شہرت حاصل ہوئی اور وہ ایک عالمی موضوع بن گئی۔ اس کی جس طرح یورپ میں پذیرائی ہوئی اور میڈیا نے اس کو اہم موضوع بنا کر پیش کیا۔ اور مسلمانوں کے ردّ عمل کو غلط انداز سے پیش کر کے رائے عامہ کو متاثر کیا وہ کسی پر مخفی نہیں۔

یورپی مفکرین اور صحافیوں کے متعلق بنیادی طور پر غور کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ حقیقت اور تصور، واقعہ اور خواب دونوں حالتوں میں زندگی گذار رہے ہیں، کہیں حقیقت پسند اور کہیں تمنّاؤں کے غلام، وہ مطالعہ و تحقیق اور دریافت کائنات کی وجہ سے حقیقت پسند واقع ہوئے ہیں جبکہ وہ دوسری طرف اپنی خیالی تصوراتی باتوں کے ذریعہ دنیا کے انسانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

ایسی صورت حال میں ان کے ذرائع سے موصول خبروں اور تبصروں اور تحقیقات پر دونوں حالتوں کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اور یہ غور کر لینا چاہیئے کہ اس کا مصدر حقیقت پسندی ہے یا تصور پسندی، اور یہ فکر کا نتیجہ ہے یا خیال کا۔

بے لاگ عدل

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ اپنے فیصلوں میں خلیفۂ وقت کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان کے بے لاگ عدل کا اندازہ صرف اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے، کہ ایک بار انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ دیا، علامہ شبلی نعمانی" نے اس واقعہ کو قاضی شریح" بحیثیت قاضی تقرری کے سلسلہ میں درج کیا ہے، یعنی بحیثیت ثالث ان کے اس بے لاگ فیصلہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو کوفہ کا قاضی مقرر کیا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قاضیوں کا انتخاب اکثر عملی امتحان اور ذاتی تجربہ کے بعد کیا کرتے تھے، علامہ شبلی نعمانی" لکھتے ہیں:۔

"قاضی شریح" کی تقرری کا یہ واقعہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پسند کی شرط پر ایک گھوڑا خریدا اور امتحان کے لئے ایک سوار کو دیا، گھوڑا سواری میں چوٹ کھا کر داغی ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو واپس کرنا چاہا، گھوڑے کے مالک نے انکار کیا، اس پر نزاع ہوئی، اور شریح" ثالث مقرر کئے گئے، انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر گھوڑے کے مالک سے اجازت لے کر سواری کی گئی تھی تو گھوڑا واپس کیا جا سکتا ہے، ورنہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حق یہی ہے، اور اسی وقت شریح" کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا"

(مسلمان قاضیوں کا بے لاگ عدل بحوالہ الفاروق)

امریکہ

جہاں مسلمان بستے ہیں

نذر الحفیظ ندوی

امریکی معاشرہ دنیا کے مختلف ملکوں، قوموں، نسلوں، رنگوں، زبانوں اور مذہب سے تعلق رکھنے والوں کا ایسا سنگم ہے جس کی مثال کسی اور براعظم میں نہیں ملتی یہ ملک جو بذات خود ایک براعظم ہے، سرد جنگ کے بعد پوری دنیا کو غلامی کا طوق پہنانے پر کمربستہ ہے اور چاہتا ہے کہ روئے زمین پر بسنے والی تمام قوموں کو اپنی تہذیب ثقافت کے رنگ میں رنگ دے،

امریکی معاشرہ کے اس عجیب غریب معجون مرکب میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً آٹھ ملین ہے جو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے پچاس صوبوں میں پھیلی ہوئی ہے، مسیحیت اور یہودیت کے بالمقابل مسلمانوں کا وجود ثانوی حیثیت رکھتا ہے، یہودی اقلیت اگرچہ ساڑھے پانچ ملین کی تعداد میں رہتی ہے، لیکن امریکی معاشرہ ہی نہیں پوری دنیا پر حاوی ہے، امریکی معیشت اور ذرائع ابلاغ پر قابض و متصرف ہونے کی بنا پر یہودیوں نے مسیحیوں کی اکثریت کو اچھوت بنا کر خود اپنے ملک میں رکھ دیا ہے، مسلمانوں کو تو وہ اپنا ازلی دشمن سمجھتے ہیں اس [illegible] ان کی پوری کوشش اور تمام تر صلاحیتیں اس بات پر مرکوز ہو کر رہ گئی ہیں کہ امریکی معاشرہ میں انھیں بالکل الگ تھلگ کر دیا جائے۔ بلکہ پورے امریکی براعظم سے انھیں نکال باہر کر دیا جائے واشنگٹن پوسٹ میں ایک یہودی مقالہ نگار لکھتا ہے کہ تمام مغربی ممالک اور امریکہ کے دانشور اس خیال کو حقیقت کی شکل میں دیکھنے لگے ہیں کہ مستقبل میں اسلام ہی ان کا اصل دشمن ہوگا اس مقصد ہی کو پیش نظر رکھ کر ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں دھماکہ کرایا گیا۔ تاکہ مسلمان کے بجائے اسلام کو مجرم ثابت کیا جائے۔ اس کے لئے کئی سال سے یہودی منصوبے بنا رہے تھے۔ لیکن اتنے زبردست پروپیگنڈے کے باوجود یہودی اپنے مذموم مقاصد میں ناکام رہے ہے، امریکی عام طور پر زیادہ تر وقت گھر سے باہر کام میں گذارتا ہے، جب گھر آتا ہے تو وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھ جاتا ہے تاکہ اپنے گھر اور باہر کی دنیا کا مشاہدہ کرے، جب وہ مختلف ٹی وی چینلوں کو دیکھتا ہے تو اصلی حقائق کا انکشاف ہوتا ہے، عالم عربی سے جو امریکی فوجی اسلام قبول کر کے امریکہ واپس گئے ہیں ان کے بیانات اور مشاہدات کو جب امریکی دیکھتے اور سنتے ہیں تو انھیں اندازہ ہو جاتا ہے کہ امریکہ میں بسنے والے مسلمانوں کی زندگی صاف ستھری ہے، اور وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اپنی ذمہ داریاں بہتر طریقہ سے نبھا رہے ہیں، امریکہ کی دانشگاہوں تحقیقی مراکز اور علمی و سائنسی اداروں میں ان کے کارنامے ناقابل ذراموش ہیں، روزمرہ کی زندگی میں بھی دوسری اقلیتوں سے ممتاز اور نمایاں ہیں عام طور پر ان مسلمانوں کے بارے میں امریکی شہریوں اور پولیس کا تاثر یہ ہے کہ مسلمان امن پسند شہری ہوتے ہیں اور محبت و ہمدردی سے پیش آتے ہیں، خلیجی جنگ کے بعد امریکی فوجیوں کی ایک تعداد سعودی عرب اور کویت میں مقیم ہے یہاں براہ راست جب ان کا واسطہ مسلمانوں سے پڑا اور انھوں نے اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کیا تو انھیں یہودی پروپگنڈے اور اسلام دشمنی کا اندازہ ہوا۔ اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ امریکی فوجیوں کی ایک تعداد نے اسلام قبول کر لیا اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے بلکہ اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے بوسنیا اور کوسووا میں مسلمانوں پر امریکی چودھری کی قیادت اور اقوام متحدہ کے پرچم تلے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے تو امریکی اور یورپی فوجیوں ہی پر نہیں عام لوگوں پر اس کا اثر یہ ہوا کہ اسلام اور مسلمانوں کے تئیں ہمدردی کے جذبات پیدا ہونے لگے اور یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اصل تشدد پسند یورپ و امریکہ کے لوگ ہیں۔ اور وہی انسانی حقوق کو سب سے زیادہ پامال کر رہے ہیں۔

امریکہ میں بسنے والے مسلمانوں کی تعداد کا تذکرہ کرتے ہوئے انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا نے لکھا ہے کہ امریکی مسلمانوں کی کل تعداد آٹھ ملین ہے اس میں مختلف قومیتوں اور نسلوں کے لوگوں کا تناسب اس طرح ہے۔ کالے مسلمان ۴۲٪ ایشیائی مسلمان ۲۵٪ عرب مسلمان ۵ء۱۲٪ دیگر ملکوں کے مسلمان ۵ء۲۵٪ مشہور رسالہ یو۔ایس اے ٹوڈے کا کہنا ہے سنہ ۲۰۱۶ء تک امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ۱۲ ملین ہو جائے گی۔

جہاں تک امریکی براعظم میں مسلمانوں کی آمد کی تاریخ کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ مسلمانوں ہی نے

امریکی براعظم کا انکشاف کیا تھا، کہا جاتا ہے کہ اندلس میں جب مسلمانوں کا زوال ہوا اور عیسائی بادشاہ فرڈینینڈ اور ملکہ ازابیلا نے جبراً مسلمانوں کو عیسائی بنانا شروع کیا تو مسلمانوں نے مختلف ملکوں کا رخ کیا۔ اسپین کے مسلمان جہازرانوں نے بھی اپنے خاندانوں کے ساتھ کشتیوں کا لنگر اٹھایا۔ اور وہ بھٹکتے ہوئے امریکی ساحل پر لنگر انداز ہوئے۔ وہ جب وہاں پہونچے تو کولمبس بحر اٹلانٹک کی طرف کوچ کر چکا تھا۔ مغربی ذرائع مسلمانوں کی آمد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۱۵۲۹ء میں اسپین سے ایک وفد امریکہ آیا تھا۔ اس میں اصطفانیکو مغربی بھی تھا۔ لیکن یہ ذرائع اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے امریکی تاریخ بنانے میں کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام دیا ہے البتہ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اٹھارہویں صدی کے اوائل میں مسلمانوں کی بڑی تعداد مختلف ملکوں سے ہجرت کرکے امریکہ آئی تھی سوسا فلوریڈا اور جنوبی کیرولینا مسلمان مہاجرین کے لئے پناہ گاہ بن گئے۔ ان مہاجرین میں اسپین کے مسلمان بھی تھے۔ جو ظلم و تشدد سے بظاہر عیسائی بن گئے تھے۔ لیکن امریکی سرزمین پر جب انھیں آزادی سے سانس لینا نصیب ہوا تو اپنے قدیم مذہب کی طرف واپس آگئے، پھر انیسویں صدی کے اواخر میں عثمانی خلافت کی طرف سے مسلمان علماء اور ماہرین کی ایک جماعت امریکہ بھیجی گئی تھی، ان لوگوں کو اس سرزمین کی آب و ہوا راس آگئی تو انھوں نے یہیں قیام کرنا پسند کیا۔ عثمانی خلافت کے زوال کے بعد بہت سے اسلامی ملکوں سے مسلمانوں نے بڑی تعداد میں امریکہ کی سرزمین کا رخ کیا۔ ان میں بوسنیا، البانیہ، ترکی اور روسی جمہوریتوں کے مسلمان تھے جہاں اشتراکی انقلاب نے مسلمانوں کی زندگی تلخ بنادی تھی، جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کو غلام بنا کر لایا گیا، سفید فام انگریزوں نے امریکہ کے مختلف حصوں میں انھیں تجارتی مال کی طرح تقسیم کردیا۔ تاریخی کتابوں میں تذکرہ ہے کہ ان ہی افریقی مسلمانوں میں سے ایک نے قرآن مجید کو انگریزی میں پہلی بار ترجمہ کیا۔ فلاڈلفیا میں سب سے پہلے ۱۸۵۳ء میں یہ قرآن مجید شائع ہوا۔ ۱۸۶۳ء میں جب الباما یونیورسٹی کی لائبریری آتش زدگی میں خاک ہوگئی تو تنہا یہ نسخہ قرآن مجید کا بچ گیا۔ یہ آتشزنی امریکی خانہ جنگی کا نتیجہ تھی۔

تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق پوری ریاستہائے متحدہ امریکہ میں مساجد کی تعداد بارہ سو [۱۲۰۰] ہے ان میں سے پچاس مسجدیں صرف نیویارک میں ہیں، شکاگو میں ساٹھ [۶۰]، اور لاس اینجلز میں پچیس ۲۵ مسجدیں ہیں ۱۹۱۱ء میں سب سے پہلے شمالی ڈکوٹہ میں روز نام کی مسجد تعمیر کی گئی تھی لیکن ۱۹۷۹ء میں یہ تاریخی مسجد منہدم ہوگئی۔ اس کے ساتھ ایک تاریخ بھی ختم ہوگئی۔ اس وقت البانوی مسلمانوں کی تعمیر کی ہوئی دو مسجدیں کونیٹیکیٹ کے صوبہ میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک مسجد ۱۹۱۵ء میں دوسری ۱۹۱۹ء میں تعمیر کی گئی تھی۔

دوسری عالمی جنگ عظیم کے بعد جب امریکہ نے پوری دنیا سے عام طور پر اور اسلامی ملکوں سے خاص طور پر تعلقات استوار کرنے شروع کئے تو واشنگٹن اور نیویارک میں مسلم ملکوں کے قونصل خانے اور سفارت خانے قائم ہوئے تو مسلمان ڈپلومیٹس کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ اور مسلمان مہاجرین کی تعداد بھی بڑھی تو ان کی دینی و سماجی سرگرمیوں میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ ۱۹۲۵ء میں اسلامی سنٹر بنا، وہاں مسجد بھی بنائی گئی۔ ازہر کی طرف سے امام کا تقرر ہوا۔ منہاٹن میں سترہ ملین ڈالر کی لاگت سے ایک بڑی مسجد کی تعمیر کی گئی جس کے اخراجات کا بڑا حصہ سعودی عرب نے برداشت کیا۔ اس وقت سعودی عرب کی حکومت اور اس کے زیر اہتمام ادارے رابطہ عالم اسلامی وزارت اوقاف ندوۃ الشباب الاسلامی اقراء فاؤنڈیشن، حرمین فاؤنڈیشن، نیز سعودی امراء اور اہل خیر تجار کی طرف سے خاص طور سے اسلامی سرگرمیوں کے لئے، مالی مدد کی جارہی ہے، سعودی عرب کے علاوہ کویت، قطر، عرب امارات ملیشیا، اور نائجیریا بھی حکومتی اور شخصی سطح پر تعاون کر رہے ہیں، مسلمانوں کی مختلف دینی اور تعلیمی تنظیمیں اور جماعتیں اپنے طور پر بھی سرگرم عمل ہیں۔ اس وقت امریکی مسلمانوں کی دینی، تعلیمی تربیتی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی سرگرمیوں میں جو تنظیمیں انتہائی فعال اور سرگرم ہیں اور بڑے پیمانے پر ان کا اثر و رسوخ ہے ان کی تعداد چودہ [۱۴] ہے۔ اس وقت ایک سو [۱۰۰] امام صرف امامت کے لئے مخصوص ہیں۔ ان کا کام پانچ وقتہ امامت کے علاوہ قرآن و حدیث کا درس اور تعلیم و تدریس بھی ہے۔ امریکی جیلوں میں اخلاقی اور دینی تعلیم و تربیت کے لئے جو ائمہ اور مبلغین کام کر رہے ہیں ان کی تعداد پچھتر [۷۵] ہے، امریکی جیلوں میں اس وقت اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہو رہا ہے، عام طور پر کالے امریکی جرائم میں زیادہ تناسب رکھتے ہیں، مبلغین نے ان پر توجہ زیادہ مرکوز کردی تو دو سال کے اندر ایک لاکھ ساٹھ ہزار اسلام کے دائرے میں یہ کالے داخل ہوگئے، ان کی زندگی بھی یکسر تبدیل ہوگئی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مشہور مکہ باز محمد علی کلے کی وجہ سے امریکی کالوں نے

اسلام کو بڑی تعداد میں قبول کرنے کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ ان کی زندگی میں اس انقلاب سے خود امریکہ کا عام معاشرہ متاثر ہو رہا ہے۔

اسپین سے جو مہاجرین ہجرت کر کے آئے تھے انھوں نے امریکہ کی سرزمین پر اپنے دینی شعائر پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح بعض ملکوں سے عیسائی بھی اپنے ہم مذہبوں کے ظلم وستم سے تنگ آکر امریکہ میں بس گئے۔ نازیوں نے جب یہودی اقلیت کو تنگ کیا تو انھوں نے بھی امریکہ کو اپنا مرکز بنالیا، لیکن انھوں نے عیسائیوں کے تعاون سے مسلمانوں کو کالے لوگ قرار دیا اور یہودیوں اور عیسائیوں کو ایسا سفید فام انسان قرار دیا جو پوری دنیا پر حکمرانی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے اثر سے امریکی دستور بھی متاثر ہو کر معاشرہ میں اور سیاسی میدانوں میں عرب اسرائیل کشمکش ہونے لگی۔ امریکی سینٹ نے کھلم کھلا یہودیوں کے حق میں اپنا وزن ڈال دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان پس منظر میں چلے گئے، امریکی وزارتِ دفاع پنٹاگن نے جو شناختی کارڈ اپنے فوجیوں کے لئے جاری کیا اس میں مذہب کے خانے میں صرف مسیحی اور یہودی تھے اسلام کا ذکر بھی نہیں اور نہ ہی اسلامی شعار کا نام ونشان تھا دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکی فوجی عبداللہ انگرام نے امریکی صدر سے پہلی بار یہ درخواست کی کہ سرکاری طور پر اسلام کو تسلیم کیا جائے۔ امریکی صدر ہی نہیں یورپی امریکی قوم کو بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ عبداللہ نے دوسری جنگ عظیم میں غیر معمولی کارنامے انجام دیئے ہیں اس لئے امریکی صدر نے سرکاری طور پر اس درخواست کو قبول کرنے کا اعلان کیا۔ دوسرے مرحلے میں امریکی فوج میں مسلمان امام کی باقاعدہ تقرری کے لئے جد وجہد کی گئی تو وہ بھی کامیابی سے ہمکنار ہوگئی۔ چنانچہ ۱۹۷۳ء سے امریکی فوج کے مسلمان ملازمین کے لئے ائمہ مقرر ہونے لگے اب سرکاری طور پر عیدین کی نمازوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ امریکی ذرائع ابلاغ ان دونوں نمازوں اور ان مواقع پر امام کے خطبوں کو امریکی عوام تک پہونچاتے ہیں۔ اس کے نتائج بھی اچھے مرتب ہو رہے ہیں کہ پوری ریاستہائے متحدہ امریکہ سے اسلام کے بارے میں حقائق معلوم کرنے کے بارے میں ٹیلیفون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آتے ہیں اور مختلف صوبوں میں موجود اسلامی مراکز پر اسلام سے متعلق معلومات حاصل کرنے والوں کی بھیڑ لگ جاتی ہے، عالم عربی سے واپس جانے والے امریکی فوجی مسلمانوں کی تعداد میں روزافزوں اضافے سے ایک طرف پنٹاگن پریشان ہے تو دوسری طرف امریکی سینٹ نے یہ رپورٹ اپنے ممبروں میں تقسیم کی ہے کہ امریکی ہر روز خاصی تعداد میں اسلام کے دائرے میں داخل ہو رہے ہیں اس کے برعکس کوئی ایک مسلمان بھی آج تک عیسائی یا یہودی مذہب میں داخل نہیں ہوا۔ مغربی میڈیا میں یہ سوال گردش کر رہا ہے کہ جس مذہب کو دشمن نمبر ایک قرار دیا گیا ہے اس کا مقابلہ کیسے کیا جائے گا۔ دوسرا سوال یہ کیا جا رہا ہے کہ یہودی شاطروں کی تمام تر سازشوں اور مالی وسیاسی اثر ورسوخ اور بے مثال مکروہ پروپیگنڈے کے باوجود مسلمانوں کی واضح تائید وحمایت سے بش کامیاب ہو گئے ہیں جس کے دور رس اثرات مشرق وسطیٰ کی سیاست پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ پہلا اور فوری اثر تو یہ ہوا کہ بش نے امریکی تاریخ میں پہلی بار وہائٹ ہاؤس میں ایک خاص سکشن مسلمانوں سے متعلق قائم کرنے کا حکم دیا ہے انھوں نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کے مسلمان جس طرح امریکی معاشرہ میں تعمیری کردار ادا کر رہے ہیں اس کی بنا پر یہ ضروری ہے کہ امریکی حکومت ان کے ساتھ تعاون کرے اور وہ جو تعلیمی اور سماجی بہبود کے ادارے چلاتے ہیں ان میں مدد کرے۔ یہ مرکز امریکی مسلمانوں کے ساتھ روابط قائم کرنے میں ہمزہ وصل کا کام کرے گا۔

واشنگٹن ٹائمز نے لکھا ہے کہ صدر بش کی دلی خواہش یہ ہے کہ امریکی سماج میں جو جماعتیں سماجی فلاح وبہبود کے کام کر رہی ہیں ان سے براہِ راست رابطہ رکھیں۔ بش نے تمام امریکی مسلمانوں ہی نہیں ان کی اپنی پارٹی کا یہ بنیادی مطالبہ عملی طور پر تسلیم کر لیا کہ اسقاط حمل کو غیر قانونی قرار دیا۔ اور اس سلسلہ میں جو امداد دی جاتی تھی ان سب پر پابندی لگادی جس کی سب سے زیادہ مذمت یہودیوں نے کی ہے۔ اس کے بعد ہی سے یہودی میڈیا نے بش کی شخصیت اور ان کی پالیسی کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دیا ہے۔ اس انتخاب میں امریکی مسلمانوں نے جس تناسب سے بش کو ووٹ دیا ہے وہ ۸۵٪ تک پہونچ گیا۔ امریکہ کی چار بڑی تنظیموں کے نمائندوں سے بش نے انتخابات سے پہلے ملاقات کی تھی اور ان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ امریکہ کی مشرق وسطیٰ سے متعلق پالیسی میں بنیادی تبدیلی کریں گے اور امریکی مسلمانوں کے خلاف جو خفیہ قانون بنایا گیا ہے اس کو ختم کرائیں گے۔ امریکی صدارت کی تاریخ میں پہلی بار امریکی مسلمانوں نے متفقہ فیصلہ کر کے بش کے حق میں ووٹ دیا۔ اس کی بنا پر یہودیوں کے سارے عزائم خاک میں مل گئے، بش کی آمد کے بعد رائے عامہ کے جائزہ سے یہ خوشگوار انکشاف ہوا ہے کہ ۶۳.۵٪ نے فلسطینی حکومت کے قیام کی تائید کی ہے جبکہ اس سے پہلے صرف ۱۵٪ امریکی اس کی تائید کرتے تھے، بیت المقدس

(باقی منتظر)

دینی شذرات

● نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

مفسر قرآن مولانا عبد الماجد دریابادیؒ کے بھتیجے مرحوم و مغفور حکیم عبد القوی صاحبؒ کے بارے میں ہمارے مخدوم و مربی مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ فرماتے تھے کہ انھوں نے مولانا دریابادیؒ کے قلم سے قلم ملا دیا ہے انھیں حکیم صاحبؒ کے نواسہ مولوی نعیم الرحمٰن صدیقی نے اپنے بزرگوں کا علمی و دینی ورثہ پایا ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے ان کو قلم پکڑنا آگیا ہے۔ ادارہ کی فرمائش پر انھوں نے دو دینی شذرات لکھے ہیں جسے ہم مسرت کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

۱۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا اور آپ کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاک ہر پہلو اور ہر زاویہ سے کامل و مکمل ترین ہے۔ آپؐ کی سیرت طیبہ کا ہر واقعہ ہمارے لئے چراغِ راہ ہے ہمارا اور آپ کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کسی ایک علاقہ، کسی ایک قوم، کسی ایک نسل اور کسی مخصوص زمانہ کے واسطہ نہیں ہے بلکہ دنیا کے تمام انسانوں کیلئے پاکیزہ ترین اور قرآن مجید کے الفاظ میں "اسوہ حسنہ" ہے۔ آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس عالم آب و گل نے نیز اپنی آنکھ سے "بعد از خدا بزرگ" کا صحیح مصداق اور تنہا پیکر صرف اور صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھا ہے۔ آپ اس کے قائل ہیں کہ کرۂ ارض کا وہ دُرِّ یتیمؐ علم و عقل، اخلاق و عبادات، صفات و عادات، حسن و معاملات، حسنِ سیرت حسنِ صورت غرض کہ جتنے بھی فضائلِ آدمیت اور کمالاتِ انسانی ہیں سب کے سب اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ آپ یہ مانتے ہیں کہ عرب کے اس نبی اُمّی کی مکمل پیروی اور اقتدا ہی کا نام اسلام ہے۔

پھر یہ کیسا اندھیر ہے کہ اس اُسوۂ کاملہ کے ہوتے ہوئے آپ کی نگاہیں اغیار کی طرف اٹھتی ہیں؟ پیارے نبیؐ اپنی نمازیں کس طرح ادا فرماتے تھے؟ کیا آپ نے بھی اس طرح نماز پڑھی ہے؟ اگر پڑھی بھی ہے تو کتنی بار؟ روزہ اللہ کے حبیبؐ کو کتنا محبوب تھا؟ کیا آپ بھی روزہ کو اپنے لئے آسان سمجھتے ہیں؟ کیا آپ نے کبھی یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ سرورِ کائناتؐ کی خوراک کس قدر سادہ ہوتی تھی؟ اور کتنی مقدار غذا کی آپؐ تناول فرماتے تھے؟ فاتح کونینؐ کتنے فاقے کیا کرتے تھے؟ کیا آپ بھی فاقہ کیلئے آمادہ اور تیار رہتے ہیں؟ آپ دن بھر میں کتنی مرتبہ معدہ کی خدمت کرتے ہیں؟ کیا اس کی کوئی روایت سیرت رسولؐ سے آپ کو ملی ہے؟ کیا آپ کا لباس پیراہن نبویؐ سے کوئی مناسبت رکھتا ہے؟ آپ نے اپنے جسم پر جو قسم قسم کے کپڑے پہن رکھے ہیں اور شرافت کا معیار جو خوش پوشاکی کو قرار دے رکھا ہے کیا اس کی کوئی دلیل آپ کو سنت نبویؐ سے ملی ہے؟ کیا آپ نے کبھی اس کی فکر کی کہ فخر موجوداتؐ نے مکان کی تعمیر کے سلسلہ میں کیا ہدایات دی ہیں؟ اور کس طرح کے مکان میں سردار دو جہاںؐ کی سکونت تھی؟ اس کے برعکس آپ اپنے مکان کی تعمیر میں خداوند قدوس کی عطا کی ہوئی دولت جس طرح خرچ کرتے ہیں کیا وہ اسراف و تبذیر کے زمرہ میں داخل نہیں ہے؟ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع یہی ہے؟

غور کیجئے کہ آپ کی خرید و فروخت، لین دین، خوشی غمی، رہن سہن، عادات و اطوار رسم و رواج، میل ملاپ کے طریقے معلم اعظمؐ کے بتائے ہوئے طریقوں سے کس حد تک مناسبت اور ملابست رکھتے ہیں؟

آپ کا معیار زندگی اور طرز معاشرت جتنا پُر پیچ اور تصنع ہے، اللہ کے سچے رسولؐ اور آپ کے اصحاب کرامؓ کا طریقۂ زندگی اتنا ہی آسان اور سادہ تھا۔ آپ اپنے کو اس طرز پر ڈھالنے میں پس و پیش کیوں کرتے ہیں؟

۲۔ ہم اور آپ اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہم کو اپنے پسندیدہ دین کا نام لیوا بنایا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ خالق کائنات نے اپنے دین "اسلام" کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں کو مبعوث فرمایا۔ ان بندوں کو شریعت کی اصطلاح میں انبیاءؑ (ان پر اللہ کی سلامتی اور درود ہو) کہتے ہیں۔ آپ کا ایمان ہے کہ ان کے محبوب بندوں نے پیامِ الٰہی بے کم و کاست ہم تک پہونچا دیا۔ آپ اس بات کو مانتے ہیں کہ ہم سب کو فوز و فلاح اسلام کے احکام پر مکمل طور پر عمل کرنے میں ہے۔

لیکن ذرا سوچئے کہ جب آپ کے گھر، آپ کے خاندان، آپ کے محلہ اور آپ کی بستی میں بڑی تعداد نماز نہیں پڑھتی ہے تو ان کے ساتھ آپ کا رویہ کیا ہوتا ہے؟ رمضان کے مبارک مہینہ میں روزہ خوروں سے آپ کس طرح پیش آتے ہیں؟ وہ زردار جو زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کرتے ان کے متعلق آپ کا برتاؤ کیا ہے؟ وہ متمول حضرات جو فریضۂ حج نہیں ادا کرتے ہیں آپ ان سے کیا معاملہ کرتے ہیں؟

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلام جیسے پاکیزہ مذہب میں دروغ گوئی، مکرسازی، فریب دہی، وعدہ خلافی، بدمعاملگی، غبن، خیانت، چوری جیسی برائیوں کی بیخ کنی کی گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان برائیوں پر عمل کرنے والے آپ کے نزدیک کس حیثیت کے حامل ہیں؟ آپ نے ضرور پڑھا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ترکہ اور میراث میں عورتوں کا کیا حصہ رکھا ہے۔ ان کے حصہ کو ہڑپ کرنے والوں اور ان کے حقوق کو غصب کرنے والوں کے ساتھ آپ کیا سلوک کرتے ہیں؟ آپ کو یقیناً معلوم ہوگا کہ سود اور سود خوروں کے بارے میں خدائے قہار نے اپنی سچی کتاب میں سخت ترین احکامات نازل کئے ہیں۔ اس کے بعد بھی آپ سود خوروں اور سود کے سلسلہ میں کیا نظریات رکھتے ہیں؟ آپ نے مطالعہ کیا ہوگا کہ اسلامی شریعت میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے کے لئے کتنی شدید وعید ہے۔ اس کے باوجود آپ کی نگاہ میں رشوت دینے والے اور لینے والے کس مرتبہ کے حامل ہیں؟

سوچئے اور خوب سوچئے! پھر یہ فیصلہ کیجئے کہ ہماری عبادات، معاشرت، معاملات اخلاق اور زندگی کا کون سا شعبہ کس حد تک اُسوۂ حسنہ سے ہم آہنگ ہے؟

(بقیہ)

عالم اسلام

● اسپانیہ میں مقیم جمہوریہ کانگو کے دو پناہ گزینوں نے سبتہ شہر کی شیخ مبارک مسجد کے امام کے سامنے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا ہے۔

یہ دونوں پناہ گزین ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے اپنے ملک کانگو کو چھوڑ کر اسپانیہ چلے آئے تھے، تاکہ یہاں چین وسکون کی سانس لے سکیں، یہاں پر بھی انھیں اپنے رنگ کی وجہ سے ذلت وحقارت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس شہر میں اللہ تعالیٰ نے ان کے سینوں کو اسلام کے لئے کھول دیا۔ چنانچہ مسجد کے امام کے اخلاق اور حسن سلوک سے متأثر ہو کر اسلام کا اعلان کر دیا۔

ان دونوں نے اپنے اسلام کا اعلان مسجد کے نمازیوں کے ایک بڑے مجمع کے سامنے کیا۔ ان میں سے ایک نے اپنا نام حسن اور دوسرے نے ابراہیم رکھا ہے۔

● برطانوی داعی خالد کوین کی رپورٹ کے مطابق مغرب میں جہاں ایک طرف اسلام کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جا رہا ہے اس کی تصویر مسخ کی جا رہی ہے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں طرح طرح کے شکوک وشبہات اور منفی تصورات عام کئے جا رہے ہیں تو وہیں دوسری طرف مغرب کے لاکھوں لوگ حق کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور وہاں اس وقت سب سے بڑی ضرورت اسلام کی ہے، مذکورہ رپورٹ کے مطابق مشرقی برطانیہ کے جیل خانوں میں پینتیس ۳۵ قیدیوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

(بقیہ)

امریکہ۔ جہاں مسلمان بستے ہیں

کے شہر قدس میں امریکی سفارت خانہ کی منتقلی کی مخالفت ۵۷ بزنے کی جبکہ پہلے یہ تناسب صرف ۲۳ء۵ بز تھا امریکی وزارت خارجہ نے دو ہفتے قبل مشرق وسطیٰ سے متعلق جو بیان جاری کیا ہے اس میں اس نے کسی فریق پر دباؤ ڈالنے سے معذرت کی ہے۔

دعائے مغفرت

تعمیر حیات کے کارکن سید اشرف ندوی کے قریبی عزیز جناب سید سفیر احمد اشرفی کا مورخہ ۱۲ راپریل ۲۰۰۰ء کو تقریباً ۹۶ سال کی عمر میں آبائی وطن پورے شاہ کامگار (فیض آباد) میں مختصر علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن

مرحوم کا تصوف سے گہرا تعلق تھا اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کو بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے تھے۔

مرحوم کی کتاب اشرف التواریخ بر تاریخ اسلام کے مصنف مولانا شاہ معین الدین ندوی اور مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہما اللہ تعالیٰ کے مقدمے ہیں۔

مرحوم کی بال بال مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے، قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

عالم اسلام

● محمد وثیق ندوی

● اللہ کے فضل و کرم اور مخلص داعیوں کی کوششوں کے نتیجہ میں سینیگال کے ایک گاؤں "فاس کاہون" کے رہنے والوں نے اسلام قبول کرلیا، یہ گاؤں ایسی جگہ پر واقع ہے جہاں سے مختلف ملکوں کے تجارتی قافلے گزرتے ہیں اس گاؤں کا جائے وقوع بڑی اقتصادی اور اجتماعی اہمیت کا حامل ہے، یہ گاؤں بت پرستی اور عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کا اڈہ تھا، یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک مخلص داعی محمد صدیۃ اللہ سومونو کو توفیق دی چنانچہ انھوں نے وہاں ایک مسجد اور ایک اسلامی مدرسہ قائم کیا۔ اور دعوت اسلامی کا کام شروع کیا اور وہاں کے باشندوں کو اسلامی تعلیمات سے واقف کرایا یہاں تک کہ پورے گاؤں والوں نے اسلام کا اعلان کردیا۔

اس مخلص داعی نے ۱۹۵۲ء میں اپنی دعوتی سرگرمیوں کا آغاز کیا تھا۔ آج الحمدللہ اس گاؤں میں ایک کاروباری ٹریننگ سینٹر ہے، اسپتال ہے اور ایک بڑا اسلامی مدرسہ ہے جس میں بارہ کمرے اور ایک بڑی مسجد ہے۔

● امریکہ کے اٹلانٹا شہر میں واقع ذرائع مواصلات کمپنی میں ۱۳ صومالی مسلم ملازمین دوبارہ اپنے کام پر واپس آگئے ہیں، یاد رہے ان ملازمین نے ڈیوٹی کے دوران ادائیگی نماز کیلئے نہ جانے دینے کے احتجاج میں دو ہفتے سے کمپنی میں کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس دوران وہاں کی مقامی مسلم تنظیموں اور اداروں نے ان کا مالی تعاون کیا جبکہ امریکن مسلم رابطہ مجلس نے کمپنی کے ڈائریکٹر سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا اور بات چیت کے بعد کمپنی کے ڈائریکٹر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ملازمین کو ڈیوٹی کے دوران ادائیگی نماز کے لئے جانے دے تاکہ مذہبی تفریق کے ارتکاب سے محفوظ رہے اور اس بات پر بھی راضی کرلیا کہ ان ہڑتالی ملازمین کو دوبارہ ان کے کاموں پر لگایا جائے۔ اور جتنے دن وہ ہراساں و پریشاں رہے اس کا معاوضہ بھی دیا جائے چنانچہ کمپنی نے مسلم ملازمین کو دوبارہ ان کے کاموں پر بحال کردیا اور ماضی کے برخلاف اس مرتبہ ان کے واسطے ادائیگی نماز کیلئے ایک خاص جگہ کا انتظام بھی کردیا ہے۔

● پولینڈ کی تنظیم برائے اصلاحیات و ثقافت نے قرآن کریم اور اسلام کے بنیادی مصادر کتب کا پولینڈی زبان میں ترجمہ کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ قدم اس حکمت عملی کے تحت اٹھایا گیا ہے جو نومسلموں کا لحاظ کرتے ہوئے مرتب کی گئی ہے۔ تنظیم نے اپنا چھٹا سالانہ اجلاس پولینڈ کی راجدھانی وارسا میں منعقد کیا تھا جس میں پولینڈ میں اسلامی دعوت کا جائزہ لیا گیا۔

● سینیگالی پارلیمنٹ کے ممبر اباد یرا یتام نے سینیگال کے صدر کو ایک خط پیش کیا ہے جس میں انھوں نے صدر سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ سنیگال میں ایک اسلامی مجلس اعلیٰ قائم کی جائے اور دینی امور سے متعلق ایک وزارت تشکیل دی جائے۔ ساتھ ہی ساتھ ملک کی انتظامیہ میں اور اقتصادیات کے میدان میں سنگالی مسلمانوں کیلئے ایک خاص پروگرام وضع کیا جائے۔ نائب نے اپنے مطالبات کی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ سامراجی عہد میں سنگال کے مسلمانوں کے لئے ایسا نظام تھا جو ان کے حقوق (معاملات و تشخصات کی حفاظت کرتا تھا۔ اور اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ پہلے کے مقابلہ میں موجودہ وقت میں حکومت کی جانب سے تسلیم شدہ ایک قانونی نمائندہ کی مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے جو ان کا انتظام کرے اور ان کو نظم و ضبط، اتحاد و اتفاق کے اصولوں سے روشناس کرائے۔ اسی بنیاد پر نائب نے ایک اسلامی مجلس اعلیٰ اور دینی امور سے متعلق ایک وزارت کی تشکیل کا مطالبہ کیا ہے جیسا کہ موریتانیہ گیمبیا اور ساحل العاج ملکوں میں ہے۔

● جرمن کے شہر بون میں اپریل کی ۱۳ر۱۴ر ۱۵ر تاریخ کو "اسلام کا تعارف" کے موضوع پر ایک کانفرنس منعقد ہونے جارہی ہے جس کا انتظام یونین برائے یورپین مسلم کارکنان کررہی ہے اور اس کانفرنس میں شریعت اسلامیہ سے متعلق اہم موضوعات پر بحث ہوگی، مثلاً اسلام اور دوسرے مذاہب کے عقائد، قرآن کا علمی اعجاز، تعدد ازدواج، نظام وراثت وغیرہ۔ اس کانفرنس میں یورپ کے متعدد مسلم مفکرین اور داعیوں کی شرکت متوقع ہے۔ (باقی صفحہ ۲۲ پر)

س:۔ ٹینٹ ہاؤس جس کا سارا سامان کرایہ پر جاتا ہے اور معقول آمدنی ہوتی ہے تو اس کے کاروبار پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں کرایہ کے سامان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ اس سے حاصل شدہ رقم پر اگر وہ صاحب نصاب نہ تھا۔ اب صاحب نصاب ہوا ہے تو حولان حول ہو جائے یعنی سال گزر جائے تو اس آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

س:۔ سوتیلی ماں، ماموں، سگی خالہ، سگی بہن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں مذکورین کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، چونکہ اس میں صلہ رحمی بھی ہے اس لئے افضل ہے۔

س:۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر وتر کی نماز چھوڑ دے تو کیا اس پر قضاء واجب ہے؟

ج:۔ ہاں اگر کوئی شخص بھول کر بھی وتر کی نماز چھوڑ دے تو قضاء لازم ہے تو جان بوجھ کر چھوڑنے والے پر بدرجۂ اولیٰ لازم ہوگی۔

س:۔ کیا وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز نفل پڑھنا حضورؐ سے ثابت ہے یا نہیں؟

ج:۔ وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھنا حضورؐ سے ثابت ہے، ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضورؐ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے لہٰذا اگر کبھی کبھی ایسا اتباعِ سنت میں کر لیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

س:۔ کیا نماز تہجد پڑھنے کیلئے عشاء کے وقت ترک وتر لازم ہے؟ اور اگر تہجد کے مقصد سے عشاء کے وقت وتر کی نماز نہ پڑھی لیکن بیدار نہ ہو سکا جس کی وجہ سے تہجد فوت ہو گئی تو کیا وتر کی قضاء واجب ہے؟

ج:۔ جو شخص تہجد کا پابند ہو اس کے لئے عشاء کے وقت وتر پڑھنا لازم نہیں ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ تہجد کے بعد وتر پڑھے اور اگر عشاء کے بعد وتر پڑھ لی اور پھر تہجد پڑھا تو یہ بھی درست ہے وتر کے دہرانے کی ضرورت نہیں، جس شخص کو نماز تہجد میں اٹھنے کا اطمینان نہ ہو اس کو چاہیئے کہ عشاء کے ساتھ وتر پڑھ لے۔ اگر اللہ توفیق دے تو بعد کو تہجد پڑھے۔

س:۔ نوٹ یا پوسٹ کارڈ (تصویر والے) جیب میں رکھ کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

ج:۔ تصویر والے نوٹ یا پوسٹ کارڈ جیب میں ضرورتاً رکھ کر نماز پڑھنے سے کوئی خرابی نہیں آتی۔

س:۔ فرض نماز کے بعد فوراً سنت پڑھنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر کی گنجائش ہے؟

ج:۔ فرض نماز کے بعد فوراً سنت پڑھنا ضروری نہیں اذکار ماثورۃ کی مقدار تاخیر کر سکتا ہے اس سے زیادہ تاخیر نہ کرنا چاہیئے۔

س:۔ سنن ونوافل مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا گھر میں؟

ج:۔ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا اولیٰ و افضل ہے

س:۔ جن نمازوں کے بعد سنن مؤکدہ ہیں اس میں امام اگر زیادہ دیر تک دعا مانگتا ہے تو اس کی تابعداری کرنی چاہیئے یا نہیں؟

ج:۔ جن نمازوں کے بعد سنن مؤکدہ ہیں ان میں فرضوں کے بعد زیادہ تاخیر کو بعض کتابوں میں مکروہ لکھا ہے مگر وہ درست نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ امام جتنی دیر تک دعا مانگتا ہے اس کے ساتھ مقتدی بھی شریک رہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر مقتدی کو کوئی فوری ضرورت ہو تو وہ دعا میں شریک نہ ہو۔ اور اگر شریک ہو جائے تو دورانِ دعا بھی جا سکتا ہے۔

س:۔ کیا صبح کی نماز سے پہلے نفل نماز پڑھ سکتے ہیں؟

ج:۔ نہیں! طلوع صبح صادق کے بعد سوائے سنت فجر کے نوافل نہیں پڑھ سکتے ہیں۔

حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی کی حجاز واپسی

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ العالی جنوری ہی میں حجاز مقدس سے دارالعلوم تشریف لا چکے تھے اور اپنی صحت کی خرابی کے باوجود دارالعلوم کے جملہ امور سے دلچسپی لیتے رہے۔ اور مجلس انتظامیہ کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے بعد حجاز واپس تشریف لے گئے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

نذر الحفیظ ندوی

(۵)

• یہ ایک کیمرہ مین ہے، بین الاقوامی
رت کے حامل رسالہ ٹائم میں کام کرتا ہے۔
یکیوں کے قومی ہیرو جارج واشنگٹن کا پرپوتا
ے، مسلمانوں خصوصاً عربوں کے خلاف نفرت
کے دل و دماغ میں مغربی میڈیا نے بھر دی
ہے۔ وہ اپنے پیشے سے مجبور ہو کر لبنان جاتا
ہے، افغانستان جاتا ہے تاکہ وہاں کے
نگی مناظر کی تصاویر اپنے رسالہ کو بھیج سکے
ہاں مسلمانوں سے ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ ان کے
صورات شیشے جیسا چکنا چور ہو جاتے ہیں مغربی
پروپیگنڈہ کی حقیقت عریاں ہو جاتی ہے،
وہ بوسنیا جاتا ہے وہاں دیکھتا ہے کہ اس
کے ہم مذہب امریکی چودھری کی نگرانی اور
اقوام متحدہ کے پرچم تلے مسلمانوں پر ظلم وستم
کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں۔ ضعیف و
ناتواں مسلمان بچیوں اور عصمت مآب
خواتین سے زیور عصمت اتاری جا رہی ہے
یہ خوفناک مناظر دیکھ کر مسیحیت سے نفرت
ہونے لگتی ہے وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر
رونے لگتا ہے، خود سے یہ سوال کرتا ہے
کہ کیا ان نہتے انسانوں پر مسلمان ہونے کی
بنا پر دنیا ظلم کر رہی ہے، وہ ایک مسلم
دوست کی تدفین میں شرکت کیلئے جاتا
ہے تو وہاں مختلف ملکوں کے مسلمانوں کو
دیکھتا ہے جو صرف اسلامی اخوت کے
رشتہ کی وجہ سے تدفین کیلئے آئے ہوئے
ہیں وہ یہ منظر دیکھ کر بے قابو ہو جاتا ہے
اور یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اسلام ہی
ایک ایسا مذہب ہے جو دنیا کے تمام
امراض کا علاج کر سکتا ہے۔ لا الٰہ الا
اللہ محمد رسول اللہ۔

• یہ دیکھئے اسلام کا ایک دیوانہ
ہے جو اپنے وطن روس سے اسلام کی راہ
میں بے وطن کیا گیا ہے۔ بیوی بچوں سے
محروم ہوا۔ ان پر غم کرنے اور ان کا مرثیہ
کہنے کے بجائے اس نے تسکین قلب کا
سامان اس طرح فراہم کیا ہے کہ جاپان سے
جیسے صنعتی شہنشاہ کو اسلام کے پرچم تلے
لانے پر تل گیا ہے۔ اس کا مشغلہ صرف یہ
ہے کہ وہ ٹوٹی پھوٹی جاپانی زبان میں اپنے
ملاقاتیوں سے کلمہ طیبہ پڑھنے کا مطالبہ کرتا
ہے اور ان کا ایک اسلامی نام رکھ دیتا ہے
وہ اپنے مخاطب سے یہ نہیں کہتا کہ آپ اسلام
قبول کر لیجئے۔ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ جاپانی
بہترین قوم ہیں۔ ہم جس طرح یہ جملہ ادا کریں
آپ بھی اس طرح ان الفاظ کو ادا کریں۔
مخاطب سادگی سے ان جملوں کو سوچے سمجھے
بغیر ادا کر دیتا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ ان
الفاظ میں کیسی نورانیت ہے، چند دنوں کے
کے بعد یہ کلمہ طیبہ کی نورانیت قلب کو منور
کر دیتی ہے اور وہ اسلام قبول کر لیتا ہے
ٹوکیو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر ان سے اسلام
کے متعلق معلومات حاصل کرنے گئے تو اسلام
قبول کر کے واپس ہوئے۔ دوسرے دن انھوں
نے اس روسی مبلغ کو اپنی یونیورسٹی میں اسلام پر
لیکچر دینے کیلئے مدعو کیا۔ وہاں پندرہ پروفیسر
موجود تھے ان سے کہتا ہے کہ آپ الفاظ کو ایسا
ہی دہرائیے جس طرح ہم کہہ رہے ہیں، تین چار
بار یہ عمل کرایا جاتا ہے پھر ہر ایک کا ایک
اسلامی نام رکھ دیا جاتا ہے لیجئے کام ختم لیکچر مکمل
ہو گیا، یہ ایک دن کی کمائی ہے۔

• جاپان کے ایک شاہی خاندان کا ایک
ذمہ دار شخص اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ تفریحی مقصد
سے ٹوکیو سے باہر قومی شاہراہ پر جا رہا ہے ایک
خوبصورت چشمہ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے
یہ شاہی قافلہ رکا تو اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ سفید
لباس میں ملبوس اٹھ بیٹھ رہے ہیں ان کی پیشانی
پر عجیب و غریب چمک ہے، ایک شخص سب سے
آگے ہے باقی آدمی اس کی پیروی کر رہے ہیں
یہ عجیب و غریب منظر تھا اس کیلئے۔ یہ ایک تبلیغی
جماعت تھی جو نماز کے لئے راستہ میں ٹھہر گئی
تھی۔ ترجمان کے ذریعہ بات چیت ہوتی ہے،
سادہ گفتگو، بے تکلف اور مخلصانہ دعوت نے
اس کو اسیر کر لیا اور کعبہ کو ایک نیا پاسبان جاپان
کے بت خانے سے مل گیا۔(۱)

(۱) جاپانی بدھ مت کے پیرو ہیں۔ بدھ ہی سے
بت نکلا ہے ۱۹۹۷ء کی رپورٹ کے مطابق روزانہ ایک سو
جاپانیوں کے قبول اسلام کا تناسب ہے، ٹوکیو کا اسلامی
سینٹر ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کرنے کے بارے میں منصوبہ
بنا رہا ہے۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے
اقبال

سیرت نبوی کے موضوع پر ایک منفرد کتاب

اسوۂ حسنہ کے آئینے میں

• شمس الحق ندوی

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کیلئے کائنات انسانی کے واسطے عمدہ نمونہ اور بہترین مثال بناکر مبعوث فرمایا۔ اور یہ ارشاد فرمایا "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" یعنی تمہارے (عمل اور زندگی گزارنے کیلئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر بہترین نمونہ ہے اس نمونہ پر چل کر دنیا و آخرت کی سعادت فوز و فلاح اور نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہی وہ اسوۂ حسنہ ہے جسے صحابہ کرامؓ نے اپنے لئے مشعلِ راہ بناکر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشنودی اور دنیا کی سربلندی حاصل کی اور یہ قانون رہتی دنیا تک موجود رہے گا۔ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا" کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تابعداری اختیار کرے گا وہ بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔"

اسی مفہوم کو جناب مولانا سیدالرحمٰن اعظمی ندوی صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اس کتاب پر نہایت عمدہ اور بڑے مؤثر انداز میں تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہی وہ اسوۂ حسنہ ہے جس کی تابناک اور طاقتور روشنی مسلمانوں کی زندگی کے تمام گوشوں کو منور اور مجلّٰی کرتی ہے۔

یہ کتاب تین حصوں میں منقسم ہے پہلے حصے کا جلی عنوان "مختصر مقالات سیرت" ہے جس کے ذیلی عنوانات یہ ہیں • سیرت رسولؐ اور عصر حاضر کے مسائل کا حل • لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ • انسان کی تعمیر میں پیغمبر اسلام کی معجزانہ صلاحیت • راہ نبوت ایک اسلامی تحفہ • کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں • رسول اکرمؐ کی اخلاقی تعلیم • زندہ قوم کی علامت • رمضان کا آخری عشرہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم • عملی نمونہ اور مثالی زندگی • اخلاق ایک لازوال طاقت وغیرہ؛

دوسرے حصہ کا جلی عنوان "چند فدائیان رسول صلی اللہ علیہ وسلم" ہے جس میں مولانا محترم نے امین امت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے جذبۂ عشق و جہاد اور ان کی راہ خدا میں جاں نثاری کا تذکرہ کیا ہے۔ اور مداح رسول حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شعری خصوصیات بیان کی ہیں اسی کے ساتھ غزوۂ تبوک میں حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عباسؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبیداللہؓ، حضرت عاصم بن عدیؓ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانی اور مالی قربانیوں اور جذبۂ جود و سخا کا تذکرہ بڑے دلکش انداز میں کیا ہے۔

"سیرتِ طیبہ ادب اور تاریخ کے آئینے میں" تیسرے حصہ کا جلی عنوان ہے جس کے ذیلی عنوانات یہ ہیں، مسنون دعاؤں میں ادب کی جلوہ گری ہندوستان میں عربی زبان میں فن سیرت نگاری • حدیث نبوی کے قصے اور ان کا اخیر میں سیرت کے ایک بڑے جلسے میں اس موضوع پر کی گئی مولانا کی ایک برجستہ تقریر بھی شامل ہے، اس کا موضوع ہے "سیرت طیبہ کا پیغام عام مسلمانوں کے نام۔" اور "عصر حاضر میں مطالعہ سیرت کی اہمیت" کے موضوع ایک دلکش تحریر ہے جو مطالعہ سیرت کا شوق و رغبت دلاتی ہے، نیز مصنف کتاب نے اس باب میں سیرت نگار نبوی مولانا قاضی سلیمان منصورپوری کی "رحمۃ للعالمین" اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی "السیرۃ النبویۃ" پر دو علیحدہ علیحدہ تاثراتی مقالے بھی شامل کئے ہیں۔

مذکورہ تمام مشتملات سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا موصوف نے کتنی عرق ریزی اور جد و جہد سے یہ کتاب تیار کی ہے اور بتایا ہے کہ آج دنیا کے اندر جتنے مسائل ہیں چاہے انفرادی ہوں یا اجتماعی، سیاسی ہوں یا اقتصادی، تعلیمی ہوں یا معاشرتی سب کا حل سیرت نبوی میں ہی مل سکتا ہے۔

معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی مدظلہ العالی اپنے گرانقدر مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

"پیش نظر مقالات سیرت جس کا نام "اسوۂ حسنہ کے آئینے میں" رکھا ہے، اصلاحی اور دعوتی مضامین پر مشتمل ہے، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تمام انسانوں کیلئے نمونہ ہے جس کی پیروی کی جا سکے۔ اسی کو اسوۂ حسنہ کہتے ہیں۔

(باقی ص ۳۰ پر)

منتصر

معید اشرف ندوی

• جنیوا میں انسانی حقوق کی عالمی کمیٹی کے
ویں اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے سعودی
ارت خارجہ میں سیاسی امور کے معاون
کریٹری نے کہا کہ سعودی قوانین کے مطابق غیر
سلم تارکین وطن کو ان کی مذہبی رسومات کی ادائیگی
سے روکنے والوں کے لئے سزائیں مقرر کی گئی ہیں
انھوں نے کہا کہ بعض لوگ اسلام میں انسانی
حقوں کے مفہوم سے یا تو ناواقف ہیں یا اسے سمجھنے
میں لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں معاون سکریٹری
نے کہا کہ ملک کے موجودہ قوانین کے مطابق تمام
شہریوں کو اور تارکین وطن کو برابر کے حقوق حاصل
ہیں اور بلا امتیاز انھیں اپنے اجتماعات کرنے اور
خیالات کا اظہار کرنے کی پوری آزادی ہے انھوں
نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک
میں مقیم سات ملین سے زائد تارکین وطن کو بغیر کسی
روک یا بغیر کسی ٹیکس کی ادائیگی کے اپنی تمام تر
آمدنی اپنے ملکوں کو بھیجنے میں آزادی حاصل
ہے اور اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۹۹ء تک
تارکین وطن ۱۷ ارب ڈالر اپنے ملکوں کو منتقل کر
چکے ہیں اس کے علاوہ ملک کے نئے قوانین کے
مطابق تارکین وطن اور غیر ملکیوں کو ملک میں
املاک خریدنے کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

انھوں نے کہا کہ انسانی تاریخ کا جائزہ
لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ آج سے تقریباً
۱۵ سو سال پہلے اسلام نے بنی نوع انسان پر مظالم
کو روکنے کے لئے عملی طور پر اقدام کیا اور اب
وقت آگیا ہے کہ دنیا کی تمام تہذیبیں اور ممالک
مل جل کر انسان کو اس کا صحیح مقام دلانے کے لئے
اپنی مشترکہ کوششوں کا آغاز کریں۔

• اسپین کے شہر بارسلونا میں مسلمان
خواتین نے پہلی بار عالمی سطح پر ایک کانفرنس
منعقد کی جس میں یورپ کے مختلف ملکوں سے
دو سو سے زیادہ مسلم خواتین نے شرکت کی۔ اس
کانفرنس کا مقصد دعوت و تبلیغ کے میدان میں
مسلم خواتین کے کردار کو نمایاں کرنا ہے اور مساجد
و اسلامی مراکز کے دعوتی کردار کو مزید موثر
بنانے پر زور دیا گیا اور یورپ میں قائم دینی مدارس
میں دین اسلام کی تدریس کو جاری کرنے کے
منصوبہ پر بھی سنجیدگی سے غور کیا گیا اور کانفرنس
میں مغربی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مسلمان عورت
کی غلط تصویر کشی کے سلسلے کو ختم کرنے کے
منصوبے پر بھی غور و خوض کیا گیا۔

• نیویارک ٹائمس سروس کی ایک حالیہ
رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ۱۹۷۵ء تک اسپین
میں سو فیصد کیتھولک آبادی تھی لیکن اس وقت
سے مسلمانوں کی تعداد میں بدستور اضافے کے
باعث وہاں مسلمانوں کی تعداد آج پانچ لاکھ
سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔

تفصیلات کے مطابق مسلمانوں کی
عظمت رفتہ کی سرزمین اسپین (قرطبہ) اپنے
روشن ماضی کی طرف رواں دواں ہے رپورٹ
کے مطابق اسپین کی تمام مساجد و مدارس گرجا
گھروں میں بدل دیئے گئے تھے۔ اور ان مساجد
کے مینار اللہ اکبر کی آوازیں سننے کو ترس گئے تھے
لیکن آج وہاں کثیر تعداد میں مساجد میں، مدارس
قائم ہو رہے ہیں۔ نیویارک ٹائمس کے مطابق
امریکی افواج میں بھی مسلمانوں کی تعداد دس ہزار
تک پہنچ گئی ہے۔

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور تصوف
مصنف: شمیم طارق، صفحات: ۴۰
سائز ۲۰×۳۰/۱۶، قیمت ۲۰/- روپے
ملنے کا پتہ: فرینڈس آف لٹریچر اینڈ جرنلزم ۳۱۷/۱۷، پائپ روڈ (ویسٹ) ممبئی نمبر ۴۰۰۰۰۸

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی بافیض اور علمی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں ایک پہلو تصوف و سلوک سے ان کا خصوصی تعلق بھی ہے۔

محترم شمیم طارق صاحب بظاہر شعر و ادب تنقید و تحقیق اور صحافت کے میدان ہیں لیکن بباطن وہ راہ تصوف و سلوک کے قریبی کوچہ نوردوں میں سے بھی ہیں۔ انھوں نے جہاں اس کتاب میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی تحریروں کی روشنی میں تصوف کی حقیقت کا جائزہ لیا ہے۔ اور تصوف کی اہمیت و افادیت بیان کرتے ہوئے تصوف کے بارے میں خام خیالات اور جاہلانہ تصورات کا ازالہ کیا ہے وہیں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عابدانہ زاہدانہ اور صوفیانہ زندگی پر تفصیل سے بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے۔

درحقیقت حضرت مولاناؒ نے تصوف کے سلسلہ میں جاہلانہ افراط و تفریط سے بچ کر شریعت و طریقت کو ایک دوسرے کا رفیق بنایا۔ اور طریقت کو شریعت کا رقیب تسلیم کرنے کے بجائے اس کا لب لباب اور دین کی روح تسلیم کرنے پر اصرار کیا۔ یہی حقیقت بھی ہے اور تمام اکابرین سلسلہ اور شیوخ طریقت اسی پر اصرار کرتے رہے ہیں۔

اس کتاب میں بعض جماعتوں کا بھی تذکرہ آیا ہے مگر اتنے شائستہ انداز میں کہ کسی کی توہین بھی نہیں ہوتی اور حضرت مولاناؒ کا موقف بھی واضح ہو جاتا ہے، یہ کتاب تحقیقی استدلال اور زبان و اسلوب ہر حیثیت سے انتہائی قابل قدر ہے اور اہل علم کے لئے خاصے کی چیز ہے۔

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد بہت ساری غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے، تصوف کی حقیقت اور ضرورت پر روشنی پڑتی ہے اور یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ تصوف مختصر لفظوں میں انسان کو انسان بنانے اور اخلاق و ایمان کے ساتھ ان میں قوت عمل بھر دینے کا کام کرتا ہے، آج ہمیں اسی کی ضرورت ہے۔

ہماری دعا ہے کہ یہ علمی کتاب جماعتی مصلحتوں سے بلند ہو کر پڑھی جائے۔

نام کتاب: بیت بازی
مرتب: ابن غوری، صفحات: ۶۴
سائز ۲۰×۳۰/۱۶، قیمت ۱۵/- روپئے
ملنے کا پتہ: مولانا محمد علی جوہر اسٹریٹ نلگنڈہ ۵۰۸۰۰۱

شعر کہنا اور شعر پڑھنا انسان کے دماغ نکھارتا ہے اور ذہن کو پاکیزگی عطا کرتا ہے، وجہ ہے کہ قدیم زمانہ سے شاعری ایک اچھا ف تصور کیا جاتا ہے اور اب بھی اس کی اہمیت و افادیت مسلم طور پر باقی ہے اور دینی و عصری تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء شعر و ادب سے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں۔ اور تعلیم کے د بیت بازی کے ذریعہ اپنے شعری شعور کو بیدا کرتے ہیں۔

اس زاویہ سے ایسا کوئی مجموعۂ اشعار نہیں آیا تھا جو طلباء کی اس ضرورت کو پورا کرسکے ابن غوری صاحب قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں اس طرف پیش قدمی کی۔ اور "بیت بازی" کے نام سے پانچ سو اشعار کا ایک ایسا مجموعہ مرتب کر ہے جس میں انھوں نے عام فہم، دلگداز اور معیار اشعار جمع کر دیئے ہیں۔

شعری نمائندگی قلی۔ غالب۔ اقبال۔ حالی ولی۔ داغ۔ ناسخ۔ جگر۔ فیض سے جگن ناتھ آزاد تک ہر دور سے کی گئی ہے، رباعیات بھی لی گئی ہیں چونکہ زیادہ تر اشعار بیت بازی میں الف، نون اور یاء پر ختم ہوتے ہیں۔ اور یہ سب علامہ اقبال کے ہیں۔

جوش کے اشعار کی کمی محسوس ہوئی جبکہ وہ الفاظ کے جادوگر تھے۔ اور فراق اور فیض کو جگہ دی گئی ہے سمجھ میں نہ آیا۔ ٹ ث۔ ص ظ غ وغیرہ کے ضمن میں نمبرات تو درج ہیں، جگہ بھی خالی ہے لیکن اشعار نہ وجہ نہ معلوم ہو سکی۔ بہتر ہوتا کہ طباعت سے قبل اس پر غور کر لیا جاتا۔

امید ہے کہ اہل ذوق عموماً اور طلباء خصوصاً اس مجموعہ سے استفادہ کریں گے۔

رپورٹ

ایک تعلیمی دورہ

• ڈاکٹر ھارون رشید صدیقی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب ناظم ندوۃ العلماء کے حکم سے ایک سہ رکنی وفد سیوان روانہ ہوا، اس وفد میں بندہ ہارون رشید صدیقی معائن مکاتب دار العلوم، مولانا آفتاب عالم صاحب ندوی اور مولانا فخر الحسن صاحب ندوی اساتذہ دار العلوم تھے، یہ وفد ۲۸ر فروری ۲۰۱۱ء کی صبح کو سیوان پہونچا، استقبال میں سمرا سے دو جیپیں آئی تھیں، پہلے سیوان کے مدرسہ سراج العلوم میں حاضری ہوئی ہمارے اچانک پہنچنے پر طلبہ و اساتذہ نے بڑی خوشی کا اظہار کیا، مدرسہ کا نظم وضبط دیکھ کر دلی خوشی ہوئی، مہتمم مدرسہ جناب مولانا محمد مظہر صاحب نے مدرسہ کا معائنہ کرایا۔ اس مدرسہ میں درس نظامی کے لحاظ سے متوسطات تک تعلیم ہوتی ہے، درجہ حفظ بھی قائم ہے یہاں سے روانہ ہو کر مدرسہ اسلامیہ احسانیہ سمرا میں حاضری ہوئی۔ یہ مدرسہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے قیام سے پہلے وجود میں آیا تھا اس وقت اس مدرسہ کا دار العلوم سے الحاق ہے۔ یہاں دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب کے مطابق ابتدائیہ سے عالیہ اولیٰ تک کی تعلیم ہے، درجہ حفظ بھی ہے، اصلاً اسی مدرسہ کے بعض مسائل کے حل کے لئے اس وفد کا سفر ہوا تھا۔

مدرسہ کے صدر مدرس جناب ظہیر احمد صاحب ندوی اور ڈاکٹر منظر الحق صاحب اور ان دونوں حضرات کے منتخب کردہ کچھ مخصوص حضرات کے ساتھ مسجد کے ایک گوشے میں میٹنگ شروع ہوئی، جو عشاء تک چلتی رہی۔

یکم مارچ کی صبح کو فجر کی نماز کے بعد مولوی عطاء اللہ صاحب کی دعوت پر مدرسہ انوار الاسلام مادھو پور کی زیارت کو جانا ہوا۔ اس مدرسہ کا بھی دار العلوم سے الحاق ہے اور ابتدائیہ سے عالیہ اولیٰ تک تعلیم ہوتی ہے، درجہ حفظ بھی قائم ہے۔ اس مدرسہ کے روح رواں مرزا قیام الدین صاحب عمر و سن دراز ہونے کے باوجود بڑے چاق و چوبند اور نشیط نظر آئے، تھوڑے سے وقت میں حساب و کتاب، درجات تعلیم، بورڈنگیں ان کا نظم ایک ایک چیز دکھا ڈالی اور مدرسہ سے متعلق ماضی کی مختصر تاریخ بیان کردی۔ مدرسہ کے لوگ مزید وقت چاہتے تھے، لیکن ہم لوگوں کے سامنے کئی کام تھے اس لئے معذرت کردی گئی۔ اور مدرسہ کے حسن انتظام پر خوشی کا اظہار کر کے روانہ ہو گئے۔ اور موضع جگملوا میں جناب انجینئر شمیم احمد صاحب ناظم مدرسہ احسانیہ کے مکان پر حاضری ہوئی اس حاضری کا مقصد ان کو منصب نظامت سے مستعفی ہونے سے باز رکھنا تھا۔ جناب شمیم احمد صاحب اگرچہ انجینئر ہیں مگر وضع قطع بات چیت سے مولوی اور بزرگ لگتے ہیں۔ وہ تبلیغی جماعت کے سرگرم کارکن اور اپنے علاقہ کے با اثر لوگوں میں ہیں ان سے مطالبہ کیا گیا کہ آپ اپنی کمیٹی کی میٹنگ ممکن ہو تو بقر عید سے قبل ورنہ اس کے فوراً بعد کیجئے اور ناگواریوں کو برداشت کرتے ہوئے دلجمعی سے کام کیجئے۔

جگملوا سے ہم لوگ پھر سمرا آگئے اور باقی مسائل کیلئے پھر مجلس شوریٰ شروع ہوئی جو ظہر تک چلی. عصر کے بعد طلبہ نے اپنے پروگرام میں شرکت کی دعوت دی جس میں تلاوت و نعت خوانی کے بعد اردو، عربی، انگریزی اور ہندی میں معیاری تقریریں پیش کی گئیں۔ انداز بیان دار العلوم ندوۃ العلماء کے طلبہ جیسا ہی تھا، آخر میں مجھ سے کچھ کہنے کو کہا گیا۔ میں نے مختصر وقت میں یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ عزت کا معیار نہ دولت ہے نہ حکومت، نہ طاقت ہے نہ کثرت، عزت کا معیار تو بس ایمان ہے۔ ایمان ساتھ ہے تو اس دنیا میں جس حال میں بھی ہو اس کو ذلت و رسوائی سے منسوب کیا جانا صحیح نہیں ہے، مغرب سے کچھ پہلے جلسہ ختم کر کے مدرسہ کی زمین اور دوسری متنازعہ فیہ زمینوں کا معائنہ کیا گیا۔ مغرب بعد طلبہ نے بیت بازی کے مقابلہ میں شرکت کی دعوت دی۔ بیت بازی کا مقابلہ بہت پسند آیا. اشعار کا انتخاب اور پڑھنے کا انداز قابل داد تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ دار العلوم کی الاصلاح کا مقابلہ ہے۔ پھر مجھ سے کچھ کہنے کا مطالبہ ہوا. میں نے اشعار کے حسن انتخاب کو سراہا، اشعار کی افادیت پر روشنی ڈالی اور بیت بازی کی تیاری کی تدبیر بتا کر بات ختم کردی اور دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اس طرح عزت و اکرام کے ساتھ یہ تعلیمی دورہ تمام ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمام دینی مدارس کو ہر قسم کے شر سے محفوظ فرمائے

(بقیہ)

درسِ حدیث

لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کو مکہ پہنچنے سے روکا، اور اس پر اپنے رسولؐ اور مومنین کو قبضہ دے دیا۔ اب میرے بعد وہ کسی کیلئے حلال نہیں ہوگا۔ اب نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا نہ اس کے خاردار جھاڑیوں کو کاٹا جائے۔ نہ یہاں کی گری پڑی چیز کا اٹھانا جائز ہوگا، مگر اس شخص کیلئے جو اس کا اعلان کرنے والا ہو اور جس کا کوئی آدمی قتل کر دیا جائے اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے فدیہ لے چاہے قتل کرے۔ حضرت عباسؓ نے کہا۔ حضور اذخر (ایک قسم کی گھاس ہے) کی اجازت دے دیجئے اس کو ہم لوگ قبروں اور گھروں میں استعمال کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذخر کی اجازت دے دی۔

یہ سن کر ابوشاہ نامی یمن کا ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا اللہ کے رسولؐ آپ ہم کو لکھوا دیجئے حضورؐ نے فرمایا ابوشاہ کو لکھ کر دے دو۔

میں نے اوزاعی سے پوچھا (راوی کے قول اللہ کے رسول ہمارے لئے لکھوا دیجئے سے کیا مراد تھا؟) فرمایا وہ خطبہ مراد تھا جس کو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ (یعنی کوئی ایسی لکھی ہوئی چیز جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہو) تو انھوں نے جواب دیا نہیں سوائے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کے یا فہم و فراست جو کسی مسلمان کو حاصل ہوتی ہے، یا پھر جو کچھ اس کتابچہ میں ہے۔ (جس میں انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث لکھی تھیں۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اس کتابچہ میں کیا ہے؟ جواب دیا عقل، اور قیدی کو آزاد کرنا، اور یہ ارشاد کہ کافر کے بدلہ میں سے مومن کو نہ قتل کیا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام سے دور دراز علاقوں اور بادشاہوں کو خطوط بھیجے، جس میں سے بعض میں اسلام اور ایمان باللہ کی دعوت تھی۔ اور بعض ایسے خطوط تھے جن میں مسلمانوں کیلئے احکام اور اسلامی قوانین لکھے گئے تھے ان خطوط کی عبارتیں اور ان کے الفاظ کتب سیرۃ، حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ خطوط مستقل کتابوں کی شکل میں بھی جمع کئے گئے ہیں، جس میں کچھ تو چھپ چکے ہیں اور عام ہیں انھیں میں سے کتاب "اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین" ہے جن کو ابن طولون دمشقی نے جمع کیا ہے جن کی وفات سنہ ۹۵۳ھ میں ہوئی ہے۔

(البقیہ)

اسوۂ حسنہ کے آئینے میں

اور یہی فرق ہے اسلام کی دعوت دینے والے رسولؐ اور جوگیانہ فلسفے کے علمبرداروں میں کہ ان کی پیروی ناممکن ہے کیونکہ وہ حدود بشریت سے بہت دور ہیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ممکن ہے کیونکہ وہ بشریت کے تمام فضائل و خصائص سے معمور ہیں۔"

یہ کتاب شگفتگی بیان اور حسنِ تعبیر میں اپنی مثال آپ ہے اور عوام و خواص سب کے لئے ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے نفع کو عام فرمائے اور پڑھنے والوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

نوٹ:۔ تین سو چوراسی (۳۸۴) صفحات پر مشتمل یہ کتاب خوبصورت ٹائٹل، عمدہ کاغذ اور دستی کتابت سے مزین ہے ذیل کے پتہ پر حاصل کریں

"مکتبۂ فردوس" مکارم نگر، بروليہ لکھنؤ"

نعتِ پاک

بڑی شان والی مبارک ہے محفل

● مجیب بستوی

عقیدت کے پھولوں سے محفل سجائے
بڑی شان والی مبارک ہے محفل
گرے کنگرے منہ کے بل بت گرے سب
چلیں آمنہ کے دلارے کو لیکر
تھے معراج کی شب میں اللہ اکبر
درودوں کی ڈالی سلاموں کے گجرے
مری نعت ہو مغفرت کا بہانہ
سیہ کار، عاصی، گنہگار ہوں میں

ہیں یادِ محمدؐ میں ہم گنگنائے
ہمیں جس میں خیرالامم یاد آئے
محمدؐ جو دنیا میں تشریف لائے
حلیمہ مسرت کی شمعیں جلائے
ملک تا فلک اپنے پر کو بچھائے
لئے ہم درِ پاک پر مسکرائے
جو ہوں اے خدا تیری رحمت کے سائے
مجھے کالی کملی میں لیکے چھپائے

مجیب یہ زمانے پہ لازم ہے کیسا
پڑھے ان کا کلمہ جہاں کو پڑھائے

رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

کا

سنگِ بنیاد

دینی اور عصری تعلیم کے میدان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاجِ تعارف نہیں اس نے اپنے قیام کے روزِ اول سے لیکر اب تک گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے دورِ نظامت میں اس نے ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے کارکنان اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہند و بیرونِ ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیرِ تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ اور قیام گاہوں کی تنگی کے پیشِ نظر معہد دارالعلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دارالعلوم ندوۃ العلماء سے دس کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ میں ایک وسیع آراضی حاصل کر کے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کر دیا گیا تھا جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ثانوی درجات کی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

لیکن طلباء کیلئے دارالاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی۔

الحمدللہ اس اہم ضرورت کے پیشِ نظر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نامِ نامی اسمِ گرامی سے منسوب "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دستِ مبارک سے مورخہ ۲۷ر جولائی ۲۰۰۰ء کو رکھا۔

معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں دس طلباء سہولت کے ساتھ قیام کر سکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی پوری عمارت میں چار سو طلباء اور چار نگراں حضرات کے لئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے، لیکن موجودہ ہوش ربا گرانی میں تعمیری کاموں بھی ہر اگلے دن میٹریل کا دام اور لیبر چارج بڑھتا جا رہا ہے اور کام بڑا ہے۔

اہلِ خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے ان سے امید کی جاتی ہے کہ اس دارالاقامہ کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)

Regd. No.LW/ NP/ 63
Fax No. (0522)330020

FORTNIGTLY

R.N.I.No- UP URD 03615/24/1/2000-Tc
Office Ph. No-787250
Guest Haous : 323864

MEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India) Rs.6/- Vol.I No.1

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Majlis Sahafat- Wa- Nashriat, Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow - U. P.
Editor: Shamsul Haq Nadwi

بے ایمانی

دنیا کی ہر شریعت اور قانون کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ ہر شخص کی چیز اسی کی ملکیت ہے، اور وہی اس میں تصرّف کا حق رکھتا ہے، کسی دوسرے کو حق نہیں کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی ملکیت سے فائدہ اٹھائے، اسی اصول کی بنا پر ہر شخص کی ملکیتیں محفوظ اور مامون ہیں، اور دنیا کے امن کا نظام قائم ہے، اب جو کوئی حق کے بغیر چوری سے یا دھوکے سے یا زبردستی سے کسی ملکیت پر قبضہ جمانا چاہتا ہے، وہ فطرت کے نظام عدل کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے، اسلام نے اس نظام عدل کو اصول کی حیثیت سے ایک ہی مختصر سی آیت میں بیان کر دیا ہے، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ۔ (سورۃ ا-۵) اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طریقہ سے مت کھاؤ اس آیت نے ان تمام طریقوں کا جو ایمانداری کے خلاف ہیں اور جن کی جزئیات کی کوئی حد نہیں ہے چار لفظوں میں خاتمہ کر دیا ہے یعنی خواہ کسی کی چیز کوئی دھوکہ اور فریب سے لے یا زور وظلم سے لے یا غصب کرے یا چوری کرے یا اس میں خیانت کرے رشوت لے، سود کھائے، غرض جن ناجائز طریق سے بھی کوئی دوسرے کا مال لے، اس آیت کے عموم اور اطلاق کے اندر وہ داخل ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا

تحریر: شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ | ترجمہ: شمس الحق ندوی

خارجہ بن زید بن ثابتؓ اپنے والد زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ یہود کی کتاب سے کچھ سیکھ لو اور آپ نے فرمایا کہ مجھے یہود کی طرف سے اپنی کتاب (یعنی قرآن) کے بارے میں اطمینان نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں نصف ماہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے [illegible] سیکھ لیا اور جب [illegible] سیکھ لیا تو اس کے بعد جب آپ یہود کو خط لکھنا چاہتے تو میں ہی ان کو خط لکھتا اور جب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھتے تو ان کا خط آپ کو میں ہی پڑھ کر سناتا۔"

(بخاری و ترمذی)

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح فرمایا ہے یہ حدیث [illegible] نے ثابت بن عبید سے اور انھوں نے زید بن ثابت سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ کے میدان میں کام کرنے کے لئے دوسری قوموں کی زبان سے کام لینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے ثابت ہے اور تعلیم کے لئے یہ بھی آپ کا ایک انداز تھا۔ اور ہمارے اس دور کی زبانیں جو کائناتی علوم کی کنجی ہیں مجموعی اور تکنیکی سے باہم قریب ہو جانے اور دوسری قوموں کے ساتھ ترقی کرنے کے لئے ضروری ہو گئی ہیں یہ زبانیں باہمی تعارف کے لئے جو زندگی گزارنے اور قوموں کے باہم اختلاط کے وقت انسانی حقوق کی حفاظت کے لئے بھی [illegible] رکھتی ہیں نہایت [illegible] ہیں۔ شیخ صفی الدین حلی جو کئی زبانیں جانتے تھے چند اشعار میں اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے۔

بقدر لغات المرء یکثر نفعہ
وتلک لہ عند الملمات أعوان
فبادر إلی حفظ اللغات مسارعا
فکل لسان فی الحقیقۃ إنسان

آدمی جتنی زیادہ زبانیں جانتا ہے اس کا فائدہ بھی اسی کے بقدر عام ہوتا ہے اور یہ زبان دانی مسائل و پریشانیوں کے وقت بہت معاون ہوتی ہے تم زبانوں کو سیکھنے کی جلد کوشش کرو کہ ہر زبان حقیقتاً انسان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی عملی مثال سے تعلیم دینا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم معلم و استاذ تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو انسانوں کو اپنے آخری و دائمی دین و شریعت کو سکھانے کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا میں اللہ کے دین سے بڑھ کر اور اس سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں [illegible] اس کے پھیلانے اور سکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے سب سے زیادہ افضل نبی و رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا۔

آپ اپنے انداز و طریق تعلیم کے اعتبار سے بھی معلم تھے، علم و آگہی کے اعتبار سے بھی [illegible] قول کے اعتبار سے بھی معلم تھے۔ اور اپنے تمام اخلاق و احوال کے اعتبار سے بھی آپ کی ذات اقدس کا کمال بے مثال اساتذہ کو یہ سبق دیتا ہے کہ آپ ہی کے انداز کو اپنائیں اور آپ ہی کی اعلیٰ روش پر چلیں۔

معلم کی سب سے ضروری صفت یہ ہونی چاہئے کہ اس کے اندر تمام خوبیاں [illegible] ہونی چاہئیں۔ عقل، فضل، علم، حکمت [illegible] سکنات و حرکات، تیزی و صلاحیت [illegible] و حرکت، اچھا انداز کلام، اچھی خوشبو، صاف ستھرا لباس، دیکھنے میں دیدہ زیب [illegible] انتظامی امور کو انجام دینے میں [illegible]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں [illegible] پورے حسن و کمال کے ساتھ پائی جاتی [illegible] اپنی ذات میں طالب علم اور مسترشد کے لئے ایک مثالی معلم تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کے مقاصد اپنے مختلف انداز میں [illegible] اس لئے کہ یہ تمام چیزیں اس بات کی [illegible] کرتی ہیں کہ مسلمان اس کلام ربانی [illegible] اُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) کو [illegible] والا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر [illegible] جامع کمال، تمام طریقوں میں [illegible] اور تعلیم و تربیت کا حاصل ہے [illegible] آپ کو زبردست اور بے مثال [illegible]

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۱۰ رمئی ۲۰۰۱ء .... مطابق .... ۱۵ رصفر المظفر ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر (۱۳)

زرتعاون

سالانہ ---=/۱۳۰ روپے
فی شمارہ ----------=/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ...۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ......۱۵ ڈالر

☆☆☆

نیچے بنے دائرہ میں سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

نمبر

گذارش

خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پارکیہ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپوزیشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

اس شمارے میں

خونِ بشر کی ارزانی

پرانے اخبارات کی فائلوں میں ایک مضمون تلاش کر رہا تھا کہ گذشتہ سال کا ایک روزنامہ لگا ہوں کے سامنے آگیا جس کی سرخی یہ تھی کہ "اسّی جنگجو مارے گئے اور آٹھ فوجی ہلاک ہوئے" اندر کے صفحہ میں کسی بس کے ندی میں گرنے کے حادثہ کا ذکر تھا جس میں چھتیس آدمیوں کے ہلاک ہونے کی خبر تھی۔ دوسرا پرچہ اٹھا کر دیکھا تو اس میں بھی یہ اطلاع تھی کہ اتنے جنگجو مارے گئے اور اتنے اسلحہ اور ہتھیار، بم گولے اور رائفلیں برآمد ہوئیں اور دو فوجی جوان اس مڈبھیڑ میں کام آئے، پھر کسی اخبار کو پلٹا۔ اس میں بھی مارے جانے اور قتل ہونے والوں کی تعداد بیان کی گئی۔ اس کے علاوہ خبریں جن میں کسی دُلہن کے جلائے جانے اور جہیز کم لانے کی سزا میں ہلاک کئے جانے کی خبریں ہوتی ہیں۔ ان کا تسلسل بھی ختم نہیں ہوتا۔ ابھی گذشتہ ہفتہ کے ایک پرچہ میں اسی طرح کی خبریں شائع ہوئیں ہیں اور نہ جانے کب سے یہ سلسلہ جاری ہے اور اب تک کتنے گھائل ہو چکے، کتنی عورتیں بیوہ ہو چکیں، کتنے بچے یتیم ہو چکے۔ اگر سب کو جوڑا جائے اور دو چار سال کے اخبارات سے اعداد و شمار جمع کئے جائیں تو معلوم ہوگا کہ مشرقی ممالک میں سب سے زیادہ ارزاں اور سب سے زیادہ بے قیمت چیز انسان کی جان ہے۔ بچے اور بوڑھے تو شاذ و نادر مارے جاتے ہیں یا ان کو زہر دے کر مارا جاتا ہے، وہ نوجوان جن کی رگوں میں جوانی کا گرم گرم خون جوش مار رہا ہوتا ہے، ایک عرصہ تک تعلیم اور ٹریننگ میں اپنی عمر گذار چکے ہوتے ہیں ان کا قتل عام خواہ کسی نام سے ہو ایک ایسا المیہ ہے جس کی نظیر شاید ہی کہیں ملتی ہو۔ بڑی بڑی جنگوں میں بلاشبہ سپاہی اور پبلک کے افراد ہلاک ہوتے ہیں۔ لیکن یہ روزمرہ کا معمول بن جائے اور ہر دن خونِ بشریت کی ناقدری ہو۔ اس میں غالباً آج کی دنیا سب سے آگے ہے پھر یہ بھی ایک معمہ ہے کہ سالہا سال سے سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں جنگجو اور جنگجو افراد پر حملہ آور قتل ہو رہے ہیں مگر ان کی تعداد کم نہیں ہوتی یہاں تک کہ اب کسی دن کا واقعہ بھی نیا نہیں معلوم ہوتا۔ جن لوگوں کے خون بہائے گئے خواہ جس نام پر بہائے گئے۔ وہ بھی تو ہمارے آپ کے جیسے انسان تھے، وہ جوان بھی ہمارے ہی نوجوان تھے ان کو بھی دنیا میں زندہ رہنے کا حق تھا۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر یہ تمام حوادث جن کی روز خبریں آتی ہیں ان کی مجموعی تعداد کتنی تھی اور ان کا خون بہائے جانے کا حاصل کیا ہوا۔؟ جو لوگ آج یا کل سے پہلے یا ہفتہ دو ہفتہ پہلے مارے گئے ان کے نام بھی کسی کو معلوم نہیں، اور ان کے کارنامے بھی کسی کو بتائے نہیں گئے۔

ہم مسلمانوں کے لئے تو یہ بات پہلے اور بہت پہلے ڈیڑھ ہزار برس پہلے قرآن کے ذریعہ معلوم ہو گئی تھی کہ یہ خاک اور آب، آگ اور ہوا، کا مجموعہ دنیا میں فساد برپا کرے گا۔ اور خون بہائے گا۔ لیکن اسی میں کچھ انسان بھی پیدا ہوں گے جن کو انسان کا خالق جانتا تھا۔ اور وہ ایسے لوگوں کی روک تھام میں آگے بڑھیں گے۔ جن سے دنیا قائم ہے اور قائم رہے گی ورنہ حکومت طلبی کا نشہ اور حکمرانی کا شوق ایک خاندان کے لئے یا ایک فرد کے لئے لاکھوں کی جان پانی کی طرح بہا سکتا ہے "فساد فی الارض" اور "سفک دماء" کی سرشت کا اظہار جس قدر آج کل ہو رہا ہے شاید ہی کبھی ہوا ہو۔

ارادۂ الٰہی اور مادّی اسباب

کے سلسلے میں

انبیاءؑ اور ان کے مخالفین کا فرق

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

قرآن کا — جو وہ واحد کتاب ہے، جس نے انبیاءؑ کی تاریخ، ان کے حالاتِ زندگی اور پیمبرانہ خبروں کو محفوظ رکھا ہے، پڑھنے والا تسلسل اور وضاحت کے ساتھ یہ دیکھے گا کہ انبیاءؑ کی بعثت ہمیشہ بڑے تاریک اور مخالف دور میں ہوئی ہے، مادّی لحاظ سے وہ کمزور اور بے سروسامان تھے اور ملک و مال، دوست اور ساتھی، اور دوسرے وہ تمام مادّی اسباب جن پر انسانوں کو ناز ہوتا ہے، ان کے مخالفین کے پاس تھے، اور ان کے ماتحت تھے، انبیاءؑ کا سرمایہ وہ مضبوط ایمان ہوتا ہے، جس تک شک کی رسائی بھی نہیں، اخلاص کامل ہوتا ہے، جس میں طمع و نفاق کی ذرا بھی آمیزش نہیں ہوتی، اللہ پر بھروسہ، اس کی طرف رجوع، اس کی چوکھٹ پر افتادگی، عمل صالح، تقویٰ، حسن سیرت، اخلاق فاضلہ ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر (مذکورہ صفات کی اہمیت برقرار رکھتے ہوئے) وہ صحیح ایمانی دعوت ہوتی ہے جس کی کامیابی کی ضمانت خود خدا نے کی ہے،

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ (المومن ـ ۵۱)

ہم اپنے پیغمبروں اور ان کی جو ایمان لائے دُنیا کی زندگی میں اور اس دن جب گواہ کھڑے ہوں گے، ضرور مدد کریں گے،

كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (المجادلہ ـ ۲۱)

اللہ نے طے کر رکھا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب آئیں گے، اللہ یقیناً قوی اور غالب ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ، وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ (الصّٰفّٰت ـ ۱۷۱-۱۷۳)

ہماری بات طے ہو چکی ہے اپنے بندوں اور رسولوں کے لئے کہ وہی کامیاب ہوں گے اور ہماری فوج ہی غالب ہوگی۔

متعیّن و مقصود موضوع

قرآن کے پڑھنے والے کے سامنے یہ بھی آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے جو قصے ان کی دعوت کی خبریں اور اس سلسلہ میں پیش آنے والے مقابلوں، جنگوں، اور سازشوں اور قوم کی متفقہ دشمنی اور متحدہ محاذ آرائی کا جو نقشہ کھینچا ہے اور اس خطرناک لڑائی کا جو نتیجہ بیان کیا ہے، وہ ہمیشہ ایک نہتے مرد فقیر اور ایک سرمایہ دار اور ذی اثر قوم کے درمیان یا کسی جابر بادشاہ سے ہوئی اور پھر نبوی دعوت اور اس کے علمبردار اپنے فقر و کمزوری کے باوجود کامیاب اور ذی اثر سرمایہ دار اور جابر بادشاہ اپنی قوت اور سطوت کے باوصف ہمیشہ ناکام رہے یا اس دعوت کو ماننے پر مجبور ہو گئے۔ وہ ایک مقصود مطلوب چیز ہے، یہ ایک مشترک حقیقت محض ایک اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ ایک دائمی سنت الٰہی اور ایک طے شدہ بات ہے، اور ظاہر ہے کہ اللہ کی قدرت کاملہ اچانک حادثات اور بخت اور اتفاق سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی جو نادانوں اور بے عقلوں کی منطق اور تسکین کا سامان ہے،

اور یہ واقعات بار بار دہرائے گئے ہیں ان کے ذریعہ اس قدرت کاملہ پر ایمان کی دعوت دی گئی ہے جس نے اسباب کو پیدا کیا اور جو اسباب کی مالک، ان میں اپنی مرضی سے تصرف کرنے والی اور انھیں مؤثر یا غیر مؤثر کرنے والی ہے، اور وہ قدرت جیسا کہ ہم نے سابقہ خطبہ میں کہا کہ اسباب کو پیدا کر کے خود معطل اور کمزور نہیں ہوئی، اور اپنے ارادے سے اسے دوسروں کو دینے کے بعد خود اس سے محروم نہیں ہوئی، اور نہ وہ تخلیق و ایجاد اور غلبہ و کامرانی کے لئے ان اسباب کی محتاج ہی ہے۔

یہ واقعات حق کی قوت، اس کے باقی رکھنے کی صلاحیت اور باطل کی کمزوری اور اس کی شکست بنیادی پر دال ہیں اور ایمان کی دعوت دیتے ہیں۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ (سبا ـ ۴۹)

آپ کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل نہ اب شروع ہوگا نہ اس کی بازگشت ہوگی۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ

فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ (الانبیاء - ۱۸)

بلکہ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں اور وہ اس کی سرکوبی کرتا ہے، اور پھر وہ مٹ جاتا ہے اور تمہارے لئے اس میں جو تم کہتے ہو ہلاکت ہے۔

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ٥ (الرّعد - ۱۷)

جھاگ یونہی ختم ہو جاتا ہے اور جو لوگوں کو نفع دیتا ہے وہ زمین پر باقی رہتا ہے، اس طرح اللہ مثالیں دیتا ہے۔

تجربہ اور اللہ کی رحمت کی ترغیب

اس طرح کے قرآنی قصے اللہ اور اس کی مدد پر توکل کی (زمانہ کے تمام اختلافات کے باوجود) دعوت ہیں، اور تمام ناسازگار و مخالف فضا اور حالات میں بھی دعوت، حسن سیرت اور عمل صالح پر اعتماد بحال کر دیتے ہیں، خدائی نصرت کے معجزانہ کارنامے اور قدرت الٰہیہ کے عجائبات کے تذکرے قرآن میں بہ تکرار آتے رہتے ہیں۔ جب قرآن کسی نبی کو خدائی مدد، فتح مبین، قبولیت دعا اور دشمن پر غلبہ کا ذکر کرتا ہے، تو وہ اس نبی کے ماننے والوں اور اس کی دعوت کے حامیوں کو اس تجربہ کی دعوت بھی دیتا اور انھیں رحمت الٰہی سے پر امید کر دیتا ہے، جیسے ایوبؑ نبی پر خدا کے عطیے کے ذکر کے بعد ارشاد ہوا :-

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ (الانبیاء : ۸۴)

یہ ہماری رحمت سے ہوا۔ اور عبادت گذاروں کے لئے تنبیہ ہے،

حضرت یونسؑ کے بارے میں فرمایا گیا :-

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ (الانبیاء : ۸۸)

ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اُسے غم سے نجات دی اور ہم ایسے ہی مؤمنین کو نجات دیتے ہیں۔

سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (الصّٰفّٰت ۱۲۰-۱۲۱)

موسیٰؑ و ہارونؑ پر سلامتی ہو ہم اسی طرح نیکوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

سَلٰمٌ عَلٰى اِلْ يَاسِيْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (الصّٰفّٰت ۱۳۰-۱۳۱)

الیاس پر سلام ہو، ہم اسی طرح نیکوکاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔

قصۂ لوطؑ کے ذکر کے بعد فرمایا گیا :-

نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا كَذٰلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ (القمر : ۳۵)

یہ بطور ہماری نعمت کے ہوا جو شکر کرتا ہے اسے ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

اس لئے قرآن کے بڑے حصے پر مشتمل یہ قصے تفریحی قصے یا تاریخی کہانیاں نہیں، بلکہ وہ ذکر موعظت، ترغیب، دعوت وارشاد رہنمائی اور تقویت وتشجیع کی حیثیت رکھتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (یوسف : ۱۱۱)

ان کے قصوں میں عقل والوں کے لئے سامان عبرت ہے، یہ کوئی گڑھی ہوئی بات نہیں بلکہ اپنے سے پہلے واقعہ کی تصدیق، ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والی قوم کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاۗءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (هود : ۱۲۰)

اور ہم انبیاء کی تمام خبریں آپ کو دیتے ہیں جس کے ذریعہ آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور آپ کے پاس اس بارے میں حق آچکا جو نصیحت اور مومنین کے لئے یاد کرنے کی چیز ہے۔

تمام انبیاءؑ کے ساتھ اللہ کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ تمام انبیاءؑ کے ساتھ رہا ہے، مثلاً حضرت نوحؑ کی قوم نے جب ان سے کہا :-

اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ (الشعراء ۱۱۱)

کیا ہم تم پر ایمان لائیں، حالانکہ ذلیل لوگ تمہاری پیروی کرتے ہیں۔

حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ سے عجز کے ساتھ اپنے ضعف کی شکایت کی :-

اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (القمر : ۱۰)

میں شکست کھا رہا ہوں میری مدد کر!

حضرت لوطؑ نے قوم سے کہا :-

لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ (ہود : ۸۰)

کاش تمہارے مقابلہ کی مجھے طاقت ہوتی یا کسی مضبوط چیز کا سہارا لیتا۔

اور حضرت شعیبؑ کی قوم نے ان سے کہا :-

مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ (ھود : ۹۱)

تم جو کہتے ہو اس کا بیشتر حصہ نہیں سمجھ پاتے اور ہم تمہیں اپنے درمیان کمزور پاتے ہیں۔ اور اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر چکے ہوتے اور تم ہم پر غالب آنے والے نہیں۔

اور فرعون اپنے اور حضرت موسیٰؑ کے بارے میں صراحت اور بے شرمی کے ساتھ کہتا ہے :—

وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ۝ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِّن ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ (الزخرف: ۵۱تا۵۳)

اور فرعون نے اپنی قوم میں اعلان کیا اور کہا کہ اے قوم کیا میرے پاس مصر کی سلطنت نہیں؟ اور یہ نہریں میرے قدموں کے نیچے بہہ رہی ہیں کیا تم غور نہیں کرتے؟ کیا میں اس سے بہتر نہیں جو ذلیل ہے، اور بولنے پر بھی قادر نہیں اور اگر وہ سچا ہے تو اس کے پاس سونے کے کنگن کیوں نہیں آئے یا اس کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں آئے۔

انبیاء جن قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے، وہ بڑی قوت و قدرت والی بڑے ساز و سامان کی مالک اور بڑی خوشحال قومیں تھیں حضرت ہودؑ کا قول اپنی امت کے بارے میں گذر چکا۔

وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُم بِمَا تَعْلَمُونَ ۝ أَمَدَّكُم بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ۝ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ (الشعراء ۱۳۲-۱۳۴)

ڈرو اس شخص سے جس نے وہ کچھ تمہیں دیا ہے جو تم جانتے ہو، تمہیں جانور دیئے، اولادیں دیں، باغ دیئے اور چشمے۔

اور حضرت صالحؑ نے اپنی امت سے اس طرح فرمایا :—

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ۝ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ۝ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ ۝ (الشعراء ۱۴۴تا۱۴۹)

تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس کام سے بدلہ نہیں مانگتا، میرا بدلہ (خدا) رب العالمین کے ذمہ ہے، کیا جو چیزیں (تمہیں یہاں میسر) ہیں ان میں تم بے خوف چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ یعنی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف و نازک ہوتے ہیں۔ اور تکلف سے پہاڑوں میں تراش خراش کر کے گھر بناتے ہو۔

اور شعیبؑ نے اپنی قوم سے کہا "إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ" (ہود: ۸۴) میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں لیکن خدا کی عطا کردہ اس خوشحالی کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کا جواب قرآن کی زبان سے سنیئے۔

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝ (الانعام: ۶)

کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا جنہیں زمین میں ہم نے وہ طاقت دے رکھی تھی، جو تمہیں نہیں دی، اور ہم نے ان پر آسمان کے دہانے کھول دیئے، اور ان کے نیچے نہریں بھی بہائیں، پھر ان کے گناہوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا۔ اور ان کے بعد دوسری نسل کو کھڑا کر دیا۔

مادیت کے لئے سب سے بڑا چیلنج اور اسباب کی خدائی کے خلاف سب سے بڑی بغاوت

حضرت ابراہیمؑ کا قصہ جو قرآن مجید میں بار بار بیان ہوا ہے وہ مادی اسباب کی ذاتی تاثیر کے خلاف سب سے بڑا چیلنج، ان اسباب اور ان کے ماننے والوں کی قوت کا مذاق اڑانے والا اور ان کی کمزوری اور غیر مفید ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے گویا حضرت ابراہیمؑ مادیت اور اس کے حاملین کے استخفاف و استہزاء پر مامور ہو کر آئے تھے۔ جو اس کی تقدیس کرتے اس کا کلمہ پڑھتے، اور اس پر ہر طرح بھروسہ کرتے تھے، ان کو حقیر سمجھنے اور خدا کی مدد سے ان پر فتح پانے اور ان کی تذلیل میں خاص لذت، قلبی تسکین اور روحانی غذا حاصل ہوتی تھی، اور گویا وہ اپنے ایمان و توحید کے طویل اور بابرکت سفر میں ہر قدم پر مادیت کو اپنے قدموں سے روندنے، اپنے عزم سے اسے مسخر کرنے کا التزام کر کے شک پر ایمان کی، مادہ پر روح کی، نظام شرک پر توحید کی نئی فتح کا سر و سامان کر رہے تھے۔

اپنی طویل زندگی میں انہوں نے اپنے ماحول کی قوت و بادشاہت، مادہ اور معدہ کی عبادت، باطل خداؤں اور دھمکانے والی طاقتوں کے خلاف ہمیشہ علم بغاوت بلند رکھا، اس کا راز یہ تھا کہ ان کے وقت کی دنیا مادی اسباب کی شدت سے قائل اور اس پر حد سے زیادہ اعتماد کر بیٹھی تھی حتی کہ وہ اسے مستقل اور ذاتی طور پر مؤثر سمجھنے لگی تھی اور اسے خدا کے ساتھ ایک خدا کی حیثیت دیدی تھی۔

مادیت کی یہ غلامی، تقدس اور اس پر اعتماد نے ان کی بت پرستی کے پہلو میں ایک نئی بت پرستی کی شکل اختیار کر لی تھی جس میں وہ پہلے سے ڈوبے ہوئے۔ اور ان کی بندگی میں پھنسے ہوئے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کی زندگی دونوں بت پرستیوں کے خلاف بغاوت اور اعلان جنگ، خالص توحید کی دعوت اور اللہ کی بسیط و محیط قدرت کا اعلان اور اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ عدم سے چیزوں کو

وجود میں لاتا ہے، اور وہ اسباب کا خالق بھی ہے، اور ان کی زمام کار بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ اسباب سے تاثیر سلب کرسکتا، اور اشیاء کی خاصیت و افادیت کو روک سکتا، اور ان کا الٹا اثر پیدا کرسکتا، اور ان کو جس کا چاہے تابع و فرمان بنا سکتا ہے۔

لوگوں نے اس "بغاوت" کے جرم میں آگ کا الاؤ تیار کیا اور یہ تجویز پاس کی کہ :-

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْآ اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (الانبیاء : ۶۸)

اسے جلادو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو۔

حضرت ابراہیمؑ کو یقین کامل تھا کہ آگ اللہ کے ارادے کی تابع ہے اور جلانا اس کی ایسی صفت نہیں جو اس سے الگ نہ ہوسکے، بلکہ یہ اس میں بطور امانت رکھی ہوئی ایک خاصیت ہے جس کی لگام کبھی ڈھیلی چھوڑ دی جاتی ہے اور کبھی کھینچ لی جاتی ہے، اور اسے ٹھنڈک اور سلامتی بنادیا جاتا ہے، چنانچہ آپ اس "نار نمرود" میں مومنانہ شان کے ساتھ مطمئن اور پُراعتماد انداز میں کود پڑے، اور نتیجہ آپ کے یقین کے تابع ہی رہا۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (الانبیاء : ۶۹-۷۰)

ہم نے حکم دیا اے آگ ابراہیم کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔ اور وہ لوگ اسے نقصان پہونچانا چاہتے تھے، تو ہم نے انہی کو ناکام کردیا۔

لوگوں کا یہ خیال بھی تھا کہ زندگی بغیر سرسبزی، خوشحالی اور پانی کی فراوانی کے ممکن نہیں، اس لئے وہ اپنی آل و اولاد اور اپنے رہنے بسنے کے لئے ایسی زرخیز زمین حاصل کرتے تھے، جن میں پانی کی افراط اور شادابی کی فراوانی ہو اور جہاں صنعت و تجارت کی سہولتیں حاصل ہوں

حضرت ابراہیمؑ نے اس چلی ہوئی عادت اور عام رسم و رواج، اور اسباب پر تکیہ کرنے کے خلاف بھی قدم اٹھایا اور چھوٹے سے خاندان کے لئے (جو ایک ماں اور بیٹے پر مشتمل تھا) ایک بے آب و گیاہ وادی پسند کی جس میں نہ زراعت ممکن تھی، نہ تجارت اور جو دنیا اور اس کی تجارتی منڈیوں سے بالکل کٹی ہوئی اور سرمایہ کے مرکزوں سے بہت دور تھی۔

آپؑ نے اللہ سے رزق میں وسعت کی دعا کی کہ وہ دلوں کو اس وادی کی طرف مائل کردے اور یہاں تک پھل اور میوے بغیر کسی معروف طریقے کے پہنچائے، آپ نے کہا :-

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ (ابراہیم : ۳۷)

اے رب میں نے اپنے خاندان کو ایک ناقابل کاشت وادی میں تیرے معزز گھر کے قریب بسایا ہے، اے رب تاکہ وہ نماز قائم کریں تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر اور انھیں پھل میسر کر شاید وہ شکر ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول کی اور انھیں رزق، امن و عافیت کی ضمانت دی اور ان کے شہر کو ہر قسم کے پھلوں اور خیر و برکت کے خزانوں کا مرکز بنایا۔

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (القصص : ۵۷)

کیا ہم نے ان کے لئے ایک پُرامن حرم مہیا نہیں کردیا جس کی طرف ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں۔ اور جو ہماری طرف سے بطور رزق کے تھے۔ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ (القریش : ۳، ۴)

تو انھیں اس گھر کے خدا کی عبادت کرنا چاہیے، جس نے انھیں بھوک کے بعد کھانا کھلایا اور خوف کے بعد امن نصیب کیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے انھیں ایسی خشک زمین پر اتارا تھا جہاں پیاس بجھانے اور حلق تر کرنے کے لئے پانی کا نام و نشان تک نہ تھا، لیکن ریت کے ذرّوں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا اور وہ اس وقت سے اب تک اس طرح جاری ہے کہ لوگ اسے جی بھر کر پیتے اور اپنے ملکوں کو لے جاتے ہیں، حضرت ابراہیمؑ نے اپنے گھر والوں کو چٹیل میدان میں لا چھوڑا تھا، مگر وہ ایسا مرکزی مقام بن گیا جس کے لئے اطراف عالم کے لوگ عزم سفر کرتے اور رختِ سفر باندھ کر آتے ہیں، دنیا کے گوشہ گوشہ سے منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے پہونچتے ہیں اور دُور دراز علاقوں سے آتے ہیں۔

اس طرح حضرت ابراہیمؑ کی زندگی اپنے زمانہ کی پھیلی ہوئی اور حد سے بڑھی ہوئی مادیت، اسباب کی عبادت اور ان کی بندگی کے لئے چیلنج اور اللہ اور اس کی قدرت مطلقہ، اس کے غالب ارادے پر ایمان کی زندہ مثال تھی اور اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا کہ اس نے ان کے سامنے اسباب کو جھکادیا اور ان پر حیرت انگیز نوازشیں کیں[1]

(جاری)

---

[1] یہ حصہ مصنف کے مضمون مندرجہ "المسلمون" ص ۱۸۰، ۱۸۱ عدد ۷، ۸ سنہ ۱۳۸۱ھ سے ماخوذ ہے۔

شریعت اسلامی کی پیروی ہمارے دین و ایمان کا بنیادی مسئلہ ہے

• حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مندرجہ ذیل مضمون حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء کا وہ خطبۂ صدارت ہے جو انہوں نے تیرھویں فقہی سیمینار کے موقع پر مورخہ ۱۳،۱۴،۱۵ اپریل ۲۰۰۱ء کو جامعہ سید احمد شہیدؒ کٹولی ملیح آباد لکھنؤ میں پڑھا تھا۔ افادۂ عام کی غرض سے ہم اسے ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ خاتم انبیائہ الکریم محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین، امابعد:

محترم حضرات! میرے لئے بڑی مسرت کی بات ہے کہ میں فقہ اکیڈمی کے اس وقیع اور اہم اجتماع میں حاضر ہوں اور آپ سے مخاطبت کا شرف حاصل کر رہا ہوں فقہ اکیڈمی کے ناظم قاضی شریعت جناب مولانا مجاہد الاسلام صاحب قاسمی اور ان کے رفقاء کار ان اجتماعات کے ذریعہ جو کوشش کر رہے ہیں وہ بہت قابل قدر رہے، ہم کو امید ہے کہ ان اجتماعات کے ذریعہ شریعت اسلامی کی وضاحت اور اس کے سلسلہ میں اٹھائے جانے والے سوالات کا جواب شریعت اسلامی کے اعلیٰ اور محکم اصولوں کے تحت بہت اچھے طریقہ سے دیا جاسکے گا، اور اس سے شریعت اسلامی کی نصرت کا کام انجام پائے گا۔

حضرات! فقہ اکیڈمی کا یہ تیرہواں فقہی سیمینار ہے جو جامعۃ الامام السید احمد الشہیدؒ کٹولی ملیح آباد ضلع لکھنؤ میں اس کے ناظم مولانا سید سلمان حسینی ندوی کی دعوت پر منعقد کیا جا رہا ہے، اس میں جو مسائل زیر غور و بحث لائے جا رہے ہیں ان کا گہرا تعلق موجودہ تمدن کے لائے ہوئے حالات سے ہے، ان حالات کے بعض پہلوؤں کے سلسلہ میں جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے ذہنوں میں کچھ سوالات ہیں، ان میں سے بعض تو ترقی یافتہ تمدنی وسائل سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض نئے سماجی حالات اور مالی معاملات کے سلسلہ کے ہیں، ان سوالات کے تعلق سے پڑھے لکھے ذہنوں کو مناسب وضاحت سے واقف کرانا اور کوئی اشکال ہو تو اس کا مناسب حل بتانا ایک ضروری کام ہے۔

تمدن و علم کی ترقی کے موجودہ عہد میں نئے ابھرنے والے سوالات کا جواب اور مشکلات کا حل پیش کرنا علوم شرعیہ میں پوری دستگاہ رکھنے والوں کا اہم فریضہ ہے اور یہ کوئی ناممکن کام نہیں ہے، اس سلسلہ میں ہمارے سامنے فقہ اسلامی کی تدوین کے زمانہ میں تمدنی زندگی سے ابھرنے والے مسائل پر شریعت اسلامی کی تطبیق کی شاندار مثالیں موجود ہیں، تدوین فقہ اسلامی کا یہ عہد اپنے بعض پہلوؤں میں موجود عہد سے اس کی بعض تمدنی و سماجی تبدیلیوں میں ملتا جلتا ہے اسلام کے عہد اول میں سیدھے سادے عربوں کو رومی اور ساسانی علم و تمدن سے آراستہ سماجی زندگی سے سابقہ پڑا تھا اور عرب و مسلمان فضلاء نے بالکل اجنبی اور پیچیدہ مسائل اور تقاضوں کو شریعت اسلامی کا صحیح راستہ دکھایا اور اس پر چلایا، اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا سماج محدود دادی سماج کے دائرہ سے نکل کر ترقی یافتہ بلکہ نہایت ترقی یافتہ سماج کی شکل میں ابھرا جس میں مالی نظام کے سارے تقاضوں کا حل تھا، اور انتظامی نظام کے لئے بھی یا اس کی ضرورت کے مطابق شریعت اسلامی کی پوری ہدایات حاصل ہوتی تھیں، اس عظیم عہد کے بعد سے موجودہ عہد تک ہمارے علماء عظام و اسلاف کرام کی رہنمائی ہماری ضرورت کو پورا کرتی رہی ہے اب عہد حاضر کے چند تمدنی و سماجی حالات نے کچھ نئے سوالات پیدا کئے ہیں۔ ان کے لئے ہمیں

ہمارے عہد کے علماء و مفکرین کو شریعت
اسلامی کی روشنی میں مناسب جواب دینا
ہے. ان میں ایک تو آلات ربط اور انٹرنیٹ
کا استعمال ہے. ان کو دینی و مذہبی مقاصد
میں کس حد تک استعمال کیا جاسکتا ہے؟
بیع و شراء اور عقود و معاملات و شہادت
کے سلسلہ میں ان سے استفادہ کس حد تک صحیح
قرار دیا جاسکتا ہے؟ اور اس سلسلہ میں فقہی لحاظ
سے جو شرائط رکھے گئے ہیں وہ کس حد تک پورے
ہوتے یا ہوسکتے ہیں؟ ظاہر کہ اب ترقی یافتہ
ذہن اور وسائل ربط و تعلق انسانوں کی عام زندگی
میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور ان سے اس طرح فائدہ
اٹھایا جانے لگا ہے جس طرح آپس میں براہ راست
رابطہ قائم ہونے کی صورت میں ہوتا ہے تو ایسی
صورت میں شریعت اسلامی کی روشنی میں عقود
و معاملات کو ان کے ذریعہ کس حد تک عمل میں
لایا جاسکتا ہے، جبکہ دیگر تمام پڑھے لکھے
حضرات اپنے تمام دیگر ذمہ دارانہ معاملات
میں ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

قدیم عہد میں مادہ کے عناصر بہت کم
تھے اور ان کی تحتی خصوصیات بھی محدود تعداد
میں تھیں، موجودہ ترقی یافتہ دور کی تحقیق و جستجو
سے ان دونوں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا ہے نیز ان
کی تحلیل و تجزیہ کے عمل نے بھی بڑی ترقی کی ہے۔
ان میں قلب ماہیت کی بھی مختلف صورتیں سامنے
آئی ہیں۔ گندی اور نجس اشیاء کی تحلیل و تنقیہ کا
عمل بھی خاصا ہونے لگا ہے اور موجودہ زندگی کی
مختلف ضرورتوں میں اس کا رواج ہوتا چلا جا رہا
ہے لہٰذا فقہ اسلامی کو اس کے مختلف پہلوؤں
اور شکلوں پر نظر ڈال کر شریعت اسلامی کی رہنمائی
حاصل کرنا ہے۔

زکوٰۃ سے حاصل ہونے والی رقوم کے مصارف
متعین طریقہ سے بتائے گئے ہیں جن پر عمل کیا
جاتا ہے، لیکن موجودہ عہد اپنے سابقہ عہد سے
بایں طور مختلف ہے کہ قدیم عہد میں جہاں مسلمانوں
کی معتد بہ تعداد ہوتی تھی وہاں حکومت مسلمانوں
کی ہی ہوتی تھی۔ وہ حکومت غریبوں کی غربت
دور کرنے کی بڑی حد تک ذمہ دار ہوتی تھی،
اس طریقہ سے اموال زکوٰۃ صرف ان لوگوں میں
تقسیم ہوتے تھے جو حکومت وقت کی عنایات
سے مستفید نہ ہوسکتے تھے، لیکن اب یہ فرق
ہوا ہے کہ جہاں مسلمانوں کی حکومتیں نہیں
ہیں وہاں بھی مسلمان خاصی تعداد میں ہیں، ان کے
تمام دینی و سماجی معاملات خود مسلمانوں کو حل
کرنا ہوتا ہے، ایسے ملکوں یا علاقوں میں ان کو
صرف عوامی تعاون سے کام چلانا پڑتا ہے، ایسے
علاقوں میں عموماً زکوٰۃ سے زیادہ کام لیا جاتا ہے
لیکن اس کے مصارف متعین ہیں۔ ان کی
پابندی کے ساتھ کیا بعض ایسی شکلیں ہوسکتی
ہیں جن میں زکوٰۃ کے اموال سے عام مسلمانوں
کے معیار کو بہتر بنانے اور ان کے لئے مال
زکوٰۃ سے استفادہ کی نئی شکلیں اختیار کرنے
کے مواقع نکالے جاسکتے ہوں نئے تمدنی نظام
میں وہ کون سے موقعے ہوسکتے ہیں۔ جن کو
اختیار کرکے اموال زکوٰۃ سے مزید فائدہ اٹھایا
جاسکتا ہے، اور مسلمان عوام کو مزید مالی سہارا
دیا جاسکتا ہے؟ غور و تحقیق سے ایسی شکلیں
معلوم کی جاسکتی ہیں جو شریعت اسلامی کی
تعلیمات سے ٹکراتی نہ ہوں اور مفید اور
قابل عمل ہوں۔

فقہ اسلامی کے اس سیمینار میں جبری شادی کی
مختلف صورتیں بھی جو ملک اور بیرون ملک میں پیش
آرہی ہیں زیر غور لائی جائیں گی۔ شادیوں میں لڑکے
اور لڑکی کا راضی اور متفق ہونا اہم جزء ہے۔ اسی
کے ساتھ ساتھ لڑکے و لڑکی کا خام تجربہ، زندگی اور
اشیاء پر نظر کا غیر پختہ ہونا بھی عموماً اس بات
کا مقتضی ہوتا ہے کہ ماں باپ کو اللہ تعالیٰ نے بچوں
کے سرپرست و خیر طلب ہونے کے باعث رہنمائی
اور توجہ دہانی کا جو حق دیا ہے اس کو عمل میں لایا جائے
اور یہ ضرورت مخلوط ماحول میں جیسا کہ یورپ
میں یا اس کی نقل کرنے والے مشرقی ممالک میں ہے،
زیادہ بڑھ جاتی ہے اور بعض وقت اسلام و
ایمان پر باقی رہنے اور اس سے محروم ہوجانے
کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے ایسی صورت میں جبر
کی حد کیا ہونا چاہیئے! یا ماں باپ کو کیا صورت
اختیار کرنا چاہیئے؟ اس بات کو مسئلہ کے
مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے کر طے کرنا ہوگا.
کہ زوجین کی زندگی کی خوش دلی اور راحت
کا بھی انتظام ہو، اور ان کے دینی و اخلاقی
کردار و مقام کو بھی نقصان نہ پہونچے، یہ معاملہ
بہت غور و فکر کا ہے۔ اسے بہت سوچ
سمجھ کر حل کرنا ہوگا۔

حضرات! شریعت اسلامی کی پیروی کا
مسئلہ ہمارے دین و ایمان کا بنیادی مسئلہ ہے،
اس کو ہماری تمدنی و ثقافتی و انتظامی ضرورتوں
سے ہم آہنگ بنانے کا کام وحی الٰہی کے ذریعہ
حاصل شدہ ہدایات کو نظر انداز کرتے ہوئے
نہیں کیا جاسکتا، وحی الٰہی اور سنت نبوی کے
ذریعہ حاصل شدہ ہدایات میں اگر کوئی ہدایت
ہماری محدود سمجھ کے دائرہ میں کسی وقت نہ آتی ہو
تو بھی اس سے انکار یا اس کو بدلنے کی کوشش
ہمارے ایمانی فریضہ کے خلاف ہوگا۔ آزادی
فکر و عمل کے جو نظریات یورپ نے ہم کو
دیئے ہیں، اور زندگی کے جن معاملات کو
زندگی کی لازمی ضرورتوں میں قرار دیا ہے،
اور مساوات کا جو تصور ہمارے سامنے پیش کیا ہے

اب کہاں پاؤں گا تجھ سا باکمال اے بوالحسنؒ

● مولانا محمد علی حسن فہمی اناوی

اب کہاں پاؤں گا تجھ سا باکمال اے بوالحسن
کون ہوگا تیرا جیسا آہ! اب زیب چمن

تو نے عالم میں کیئے روشن تنادیل علوم — آسمانِ علم پر چمکا دیئے تو نے نجوم
اہل ہند و پاک ارباب حجاز و شام و روم — پی رہے تھے جام تجھ سے معرفت کا جھوم جھوم
ہے عجم سے تا عرب پھیلی ہوئی تیری کرن
اب کہاں پاؤں گا تجھ سا باکمال اے بوالحسن

کشتِ زار ندوہ کو زرخیز تو نے کر دیا — اس چمن کا ہر شجر گلریز تو نے کر دیا
ہر کلی ہر گل کو دل آویز تو نے کر دیا — پتی پتی کو شمیم آمیز تو نے کر دیا
تجھ سے پھیلی ہے جہاں میں بوئے گلہائے چمن
اب کہاں پاؤں گا تجھ سا باکمال اے بوالحسن

علم قرآں میں تو تھا اپنے زمانے کا امام — تھا حدیثوں کے فنوں میں بھی ترا ممتاز نام
اور معانی اور ادب میں بھی ہے تیرا اک مقام — ہے عظیم الشان تو تاریخ داں بھی لا کلام
تھا سمندر علم کا سینے میں تیرے موجزن
اب کہاں پاؤں گا تجھ سا باکمال اے بوالحسن

کس قدر تجھ پر ہوا ہے فضل ربِ ذوالجلال — زندگی بھی موت بھی اس نے عطا کی بے مثال
زندگی تو فانی ہی تھی علم بخشا لا زوال — ختم تجھ پر کر دیا ہے اس صدی کا ہر کمال
کتنی تجھ پر بخششیں تھیں اے امام علم و فن
اب کہاں پاؤں گا تجھ سا باکمال اے بوالحسن

آگیا حکم خدا لبیک کہہ کر چل دیا — اپنی آغوش کرم میں اب خدا نے لے لیا
جنت الفردوس میں اس نے تجھے پہونچا دیا — جو ترا حق تھا وہ حق تجھ کو عطا اس نے کیا
ہے دعائے فہمی رحمت تجھ پہ ہو سایہ فگن
اب کہاں پاؤں گا تجھ سا باکمال اے بوالحسن

ہم کو ان کا بھی جائزہ لینا ہوگا۔ کہ وہ انسان کی عمومی ضرورت نیز دین کے متعینہ پیمانوں سے کہاں تک ہم آہنگ ہیں، ہم کو آنکھ بند کر کے ان کی صدائے بازگشت نہیں بننا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ہم کو اپنی نئی ضرورتوں کے مناسب حل معلوم کرنا ہے۔ اور ان کے سلسلہ میں ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات کا قابل اطمینان جواب بھی پیش کرنا ہے۔ اس کام کو ہمارے مؤقر علماء شریعت، شریعت سے اپنی گہری واقفیت کی مدد سے انشاء اللہ بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارا یہ سیمینار مفید کام انجام دے سکے گا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

(بقیہ)
مطالعہ کی میز پر

تربیت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ انسانیت کے اس پورے مرقع میں بلکہ پوری کائنات میں پیغمبروں کو چھوڑ کر اس سے زیادہ حسین وجمیل، اس سے زیادہ دلکش و دل آویز تصویر نہیں ملتی، جو ان کی زندگی میں نظر آتی ہے، مولانا اعظمی صاحبؒ نے راویوں کے حالات میں ان کے پاکیزہ کردار و اخلاق اور نمایاں کارناموں پر بھی روشنی ڈالی ہے تاکہ تعلیم و تربیت اور دعوت و اصلاح کے میدان میں داعیوں، معلموں اور مربیوں کے لئے بھی یہ کتاب نمونہ ثابت ہو۔ کتاب کی جملہ خصوصیات سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب عوام و خواص سبھی کے لئے نافع ہے اور مسلمانوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیمتی تحفہ ہے اللہ تعالیٰ کتاب کے افادہ کو عام فرمائے۔ صاحب کتاب اور مترجم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور شرف قبولیت سے نوازے۔

علمائے سلف کی جرأتِ حق گوئی و بے باکی

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی

ایمان کامل اور یقین محکم سود و زیاں کے اندیشہ سے بالاتر ہوتا ہے اور جلال حق کے سامنے بڑی سے بڑی قوت وعظمت پرکاہ سے زیادہ بے حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ کسی نے شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے پوچھا کہ آپ کو سلطان وقت کے درمیان میں بے باکی سے گفتگو کرتے وقت کوئی خوف لاحق نہیں ہوتا؟ فرمایا کہ "اللہ کی ہیبت ایسی پیش نظر رہتی ہے کہ اس کے مقابلہ میں مجھے سلطان بلی کی طرح معلوم ہوتا ہے۔

اسلام نے اعلان حق کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا گیا۔ "جو کچھ آپ کو وحی اس کو آشکارا طور پر سنا دیجئے اور مشرکین کی مطلق پروا نہ کیجئے۔" (سورۂ حجر-۶)
حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "بہترین جہاد ظالم حکمراں کے سامنے حق بات کہنا ہے۔" اور تاکید فرمائی کہ "تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دینا چاہیئے۔ اور اگر ہاتھ سے اسکی طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے اس پر نکیر کرنی چاہیئے۔ اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کم از کم دل سے اس کو برا سمجھنا چاہیئے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔" صحابۂ کرامؓ نے جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اس حکم کی تعمیل کی۔ اور دعوت حق کی راہ میں عزیمت و استقامت کی تابندہ مثال قائم کی۔

اعلان حق کی راہ میں کسی خطرہ کی پرواہ نہیں

حضرت ابوذر غفاریؓ کی حق گوئی تاریخ میں یادگار ہے وہ اعلان حق کی راہ میں کسی خطرہ کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ بارہا اس کی پاداش میں اتنی مار کھاتے کہ بے دم ہو جاتے تھے۔ ان کی حق گوئی کی تعریف دربار رسالتؐ میں ان الفاظ سے کی گئی: "آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابوذر سے زیادہ حق گو کوئی نہیں۔"
(جامع الترمذی مناقب ابوذر)

چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب وہ شام میں تھے تو وہاں کے مسلمانوں میں جو غیر اسلامی شان پیدا ہو رہی تھی۔ اس پر انھوں نے بے محابہ دارو گیری اور اس بات میں حضرت معاویہؓ جیسے صاحب اثر امیر کی بھی پرواہ نہ کی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت طویل خطبہ دیا جس میں فرمایا "ہوشیار رہنا کسی کی ہیبت تم کو اس حق بات کے کہنے سے باز نہ رکھے جو تم کو معلوم ہے۔" یہ سن کر ابو سعید رو دیئے اور فرمایا "افسوس ہم نے ایسی باتیں دیکھیں اور ہیبت میں آ گئے۔"

آخرت کی بازپرس کا خوف

اسلامی تاریخ کا ایک عہد سعادت وہ تھا جب خود خلیفۂ وقت لوگوں کو حق گوئی کی تاکید کرتا اور چاہتا تھا کہ اس کے کاموں میں اگر کوئی غلطی ہو جائے تو لوگ برملا اسے متنبہ کر دیں۔ تاکہ وہ اپنی اصلاح کر کے آخرت کی بازپرس سے محفوظ ہو جائے چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے خلافت کے بعد سب سے پہلا اعلان یہ کیا کہ "لوگو میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں اور تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھے کام کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر برائی کروں تو مجھے درست کر دو۔"

اب ہم سنیں گے اور اطاعت بھی کریں گے

اسی طرح دوسرے خلیفۂ راشد حضرت عمرؓ نے بھرے مجمع میں لوگوں سے یہ سوال کیا کہ اگر میں سیدھی راہ سے ہٹ جاؤں اور کج روی اختیار کروں تو تم کیا کرو گے؟ مجمع سے کئی آوازیں آئیں "اگر تم کج رو ہو جاؤ گے تو ہم تمہیں سیدھا کر دیں گے۔" یہ سن کر آپؓ نے فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جو مجھے سیدھا کر سکتے ہیں۔

اس عہد روح پرور میں تنقید کی آزادی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا "اسمعوا واطیعوا" (یعنی اے لوگو سنو اور اطاعت کرو) بھرے مجمع میں سے ایک بدو اٹھا اور بولا "لا نسمع ولا نطیع" (ہم نہ تو آپ کی سنیں گے اور نہ اطاعت کریں گے) جب تک آپ یہ نہ بتا دیں کہ آپ کے جسم کا اتنا لمبا کرتا کیسے بن گیا جب کہ مال غنیمت کی جو چادریں تقسیم ہوئی تھیں ان میں کوئی اتنی بڑی نہ تھی کہ آپ کا کرتا تیار ہو سکے، حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اپنے فرزند حضرت عبداللہ کو اشارہ فرمایا کہ تم اس کا جواب دو۔ انھوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں نے اپنے حصہ کی چادر بھی امیر المومنین ابا جان کو دیدی تھی اور اس طرح یہ کرتا دو چادروں سے مل کر تیار

ہوا ہے۔ یہ سن کر اس بدو نے کہا کہ "اب آپ فرمائیے ہم آپ کا حکم سنیں گے بھی اور اطاعت بھی کریں گے۔"

خیر القرون کی فصل بہار عہد رسالت کے بعد سے زمانہ اتباع تابعین تک قائم رہی اس طویل مدت میں اخلاق و کردار کی معراج کے جو روشن اور نادر نمونے منصۂ شہود پر آئے وہ رہتی دنیا تک بنی نوع انسانیت کیلئے قندیل راہ بنے رہیں گے، راقم سطور کا جی چاہتا ہے کہ اس دفتر پارینہ کی بازخوانی سے اپنے ساتھ قارئین تعمیر حیات کے سینے کا داغ بھی تازہ کر دوں

جب انکی زبان اظہار حق سے باز نہ آئی

حضرت حسن بصریؒ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے وہ اپنی ضرب المثل فصاحت و بلاغت، تبحر علمی اور پرتاثیر تقریر کے ساتھ فضائل اخلاق میں بھی ممتاز تھے۔ وہ حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار انھوں نے خلیفۂ وقت یزید بن عبد الملک پر بھی برملا تنقید کی اسی طرح یزید بن المہلب اور ابن الاشعث کی شورش کے زمانہ میں کسی نے اس کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "نہ اس کا ساتھ دو نہ اس کا" ایک شامی نے عرض کیا" اور نہ امیر المومنین کا؟" یہ سن کر آپ کو غصہ آگیا، پھر ہاتھ اٹھا کر کہا" ہاں ہاں نہ امیر المومنین کا"۔ حجاج کی سفاکی اور خون آشامی مشہور ہے۔ مگر حسن بصریؒ کی زبان اس کے زمانہ میں بھی اظہار حق سے باز نہ آئی۔ (طبقات ابن سعد ۱/۱۱۹)

ہر شخص خود اپنی ذات کا ذمہ دار ہے

امام عبد اللہ بن عمرو دوسری صدی ہجری کے ایک مشہور محدث اور فقیہ گزرے ہیں ایک بار انھوں نے ایام حج میں خلیفہ ہارون الرشید کو سعی (صفا و مروہ کے درمیان) میں روک کر اس کی بدعنوانیوں پر سخت سرزنش کی۔

شیخ نے فرمایا۔ "ہارون! کیا تم ان حاجیوں کی تعداد شمار کر سکتے ہو؟"

خلیفہ نے جواب دیا۔ "بھلا انھیں کون شمار کر سکتا ہے۔"

یہ سن کر شیخ نے فرمایا۔ "اچھا کان کھول کر سن لو۔ ان میں سے ہر ہر شخص خود اپنی ذات کا ذمہ دار ہے، لیکن تم خدا کے نزدیک ان تمام بندگان خدا کے ذمہ دار ہو بخدا جب انسان خود اپنے مال میں اسراف کرتا ہے تو وہ لائق تعزیر قرار پاتا ہے۔ تو پھر اگر وہ عام مسلمانوں کے مال میں فضول خرچی کا مرتکب ہو تو اس کی سزا کس قدر بڑی ہوگی۔ (مرآۃ الجنان ۱/۳۶۷)

زہد و قناعت

حافظ قبیصہ بن عقبہ (المتوفی ۲۱۵ھ) اپنے علم و فضل کے ساتھ گوناگوں اخلاقی محاسن کا مجموعہ تھے۔ ارباب سطوت و شوکت کے سامنے حق بات کہہ گزرنے سے کبھی باز نہ رہتے تھے۔ ایک بار امیر ابو دلف کا دلف اپنے خدم و حشم کے ساتھ ان سے ملاقات کرنے ان کے گھر گیا لیکن وہ باہر نہیں نکلے، کسی نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا "حضرت جبل کا شاہزادہ باہر کھڑا ہے اور باہر نہیں نکلتے؟" راوی کا بیان ہے کہ شیخ اس عالم میں باہر تشریف لائے کہ ان کی لنگی کے ایک خشک روٹی کا ٹکڑا لٹک رہا تھا۔ اور فرمایا "جو روٹی کے اس ٹکڑے پر قانع اور مطمئن ہو اسے شاہزادۂ جبل سے کیا غرض؟

یہ واقعہ جرأت و بے باکی کے ساتھ قناعت و استغنا کی بھی بہترین مثال ہے۔

قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں

خلیفہ مامون الرشید کے آخری عہد حکومت میں خلق قرآن کا فتنہ گرم ہو چکا تھا۔ معتزلہ کے اثر سے مامون کو اس مسئلہ میں بے حد غلو تھا چنانچہ وقت کے تمام مشاہیر علماء اور فقہاء اس فتنہ کی زد میں آئے جیسا کہ معلوم ہے کہ اس ابتلاء و آزمائش کا سب سے بڑا نشانہ امام احمد بن حنبل کی ذات تھی لیکن مامون اور اس کے بعد معتصم انتہائی جبر و تشدد کے باوجود امام موصوف سے اس باطل عقیدہ کا اعتراف نہ کرا سکے۔

معتصم باللہ کے عہد خلافت میں یہ فتنہ حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اس نے اپنے تمام ممالک محروسہ میں فرامین جاری کر دیئے تھے کہ علمائے وقت سے زبردستی عقیدۂ خلق قرآن کا اقرار کرا لیا جائے۔ چنانچہ جو اصحاب علم و فضل میدان عزیمت و ہمت کے مرد نہ تھے۔ انھوں نے رخصت پر عمل کرتے ہوئے سر تسلیم خم کر دیا لیکن بہت سے اصحاب دعوت و عزیمت ایسے بھی تھے جنھوں نے خلق قرآن کے اقرار کے بدلہ میں طوق سلاسل اور دار و رسن کو ترجیح دی۔ ان ہی اصحاب عزیمت میں ایک اہم شخصیت حافظ ابو نعیم کی بھی تھی۔

مشہور مورخ خطیب بغدادی نے اس فتنہ میں حافظ ابو نعیم کے ابتلاء کی پوری تفصیل لکھی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو نعیم کوفہ ہی میں تھے کہ فرمان خلافت کے تحت والی کوفہ نے علماء کو طلب کیا۔ چنانچہ ابو نعیم بھی تشریف

(بقیہ صـ۳۰ پر)

عزت وشرافت کا واحد راستہ

…ر: مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی —— ترجمہ: محمد فرمان نیپالی

غار حرا سے اسلامی دعوت کی روشنی نکلی پورے عالم انسانیت میں دیکھتے دیکھتے پھیل …ی تاکہ انسانیت کے ہر طبقہ اور ہر گروہ چاہے غلام …یا آقا، خواندہ ہو یا ناخواندہ، مہذب وشائستہ …یا تہذیب وتمدن سے ناآشنا، سب کو …ی صداقت کے راستہ پر گامزن کرسکے۔ …خصوص انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے …یقے پر لگائے جن پر خداوند قدوس کی بے شمار …تیں ہیں چنانچہ یہ دعوت دارارقم میں چپکے چپکے …مناطیسی کشش سے آہن پاروں میں جمع کرتی رہی …ز کار یہ ٹکڑے جمع ہوکر ایک طاقت بن گئے …رچہ مکہ مکرمہ کی باطل طاقتوں کے مقابلے میں ان …کوئی حیثیت نہیں تھی جو تمام تر وسائل واسباب …لیس تھیں، اسی اثناء آپ کو حکم ملا کہ "فَاصْدَعْ …بِمَا تُؤْمَرُ" آپ کو جس کا حکم ملا ہے اس کا …بانگ دہل اعلان کردیجئے، یہ اعلان کرنا …تھا کہ حق کی دعوت مکہ کی وادیوں سے نکل کر …دور دراز علاقوں میں پھیل گئی، چنانچہ اس …دعوت کی حقانیت سے دشت وجبل گونج …اٹھے اور اس کی آواز مدینہ میں بھی سنی گئی، انصار …کے چند نوجوانوں نے اس پر لبیک بھی کہا، پھر …انصار کے گھر گھر میں یہ مبارک دعوت پھیل گئی …اور مدینہ منورہ دعوت وتبلیغ کی اشاعت …کا مرکز بن گیا، پھر داعی الی اللہ، مرشد انسانیت …ہادی ملت سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند برگزیدہ اور ممتاز افراد کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی جنھوں نے آپ کی دعوت کو ابتدائی مرحلہ میں قبول کرلیا تھا۔ لہٰذا وہاں قرار حاصل ہوا اور روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔

عرب قوم ایک ایسی قوم تھی جو دنیا سے کنارہ کش اور اپنے دائرہ میں محدود تھیں، جس کے پیش نظر صرف خاندانی مفاخر اور قبائلی کارنامے تھے، معمولی معمولی باتوں پر جان پر کھیل جاتے، جان کی قربانی ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی، ان تمام اوصاف وکمالات کے باوجود دنیا کی متمدن قومیں ان کو حاشیۂ خیال میں بھی نہیں لاتی تھیں، بازنطینی اور ساسانی جیسی دنیا کی دو عظیم حکومتوں نے اسے تقسیم کررکھا تھا اور خود ان کے دل میں یہ خیال بھی نہیں آسکتا تھا کہ کوئی ان کی طرف نگاہ اٹھائے گا، ان میں سے کسی کو مخاطب کرنا اور گفتگو کرنا دور کی بات ہے، مشہور مؤرخ کارلائل نے عربوں کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "وہ ایسے لوگ تھے جو صحرا نوردی کیا کرتے تھے اور کئی صدیوں تک کسی نے ان کی طرف توجہ بھی نہیں کی جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو وہ چشم زدن میں علوم ومعارف کے اندر دنیا کے مرکز توجہ بن گئے، بے حیثیت تھے وہ باحیثیت بن گئے ذلت وخواری کے بعد انھیں عزت نصیب ہوئی۔ ابھی ایک صدی گزرنے نہ پائی تھی کہ ایک عالم ان کے علوم ومعارف سے روشن ہوگیا۔ اور دور دور تک اس کی روشنی پھیل گئی، کیوں کہ جب صداقت وعظمت کا انکار ناممکن ہو تو حقیقت پوری طرح نکھر کر سامنے آئے گی، اور جب بھی حق کو اس کی اصل روح سے حیات نو ملتی رہے گی اور اس میں باطل کی آمیزش نہیں ہوگی تو حق ہی کو سربلندی نصیب ہوگی الإسلام يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى عليهم۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی دعوت سب سے بڑی حقیقت اور سب سے بڑا حق بھی تھی، کیونکہ اس کی روشنی مکہ کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بھی ختم نہیں ہوئی اور نہ اس کی آواز ان کی انتھک کوششوں کے باوجود کمزور پڑی جس کے خاتمہ کیلئے اہل مکہ نے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا تھا۔

اسی حقیقت کے پیش نظر یہ دعوت اتنی برق رفتاری سے آگے بڑھی کہ دنیا کی تاریخ دعوت ورسالت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، یہی وہ دعوت ہے جو دارارقم میں محصور تھی اور جسے ابنائے وطن کی طرف سے مختلف قسم کی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، لیکن حیرت ہوتی ہے کہ اس دعوت کا حامل کیسے دنیا کے بادشاہوں کو دعوت دینے پر قادر ہوا اور کیسے یہ ممکن ہوا کہ وہ پورے ایمان ویقین قوت وہمت کے ساتھ دنیا کے ظالم وجابر سلاطین کو اس طرح مخاطب کرے جیسے ایک بھائی اپنے بھائی سے باتیں کرتا ہے یا جیسے کوئی ناصح نصیحت چاہنے والوں سے مخاطب ہوتا ہے یا راہبر راہ حق سے دور شخص سے خطاب کرتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ آپ کو ان کے بڑے بڑے القاب اور بھاری بھرکم ناموں نے مرعوب نہیں کیا، اور نہ ان کے لامحدود جنگی وسائل نے آپ کو خوفزدہ کیا، اور نہ ان کے لاتعداد سپاہ نے آپ کو ہراساں کیا، اور

نہ آپ پر ترقی یافتہ آداب و اطوار نے اثر ڈالا، اور نہ آپ تہذیب و تمدن کی چمک دمک اور اسکی دلکشی و رعنائی سے متاثر ہوئے بلکہ براہِ راست آپؐ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
من محمد عبد اللہ ورسولہ إلی ھرقل عظیم الروم وسلام علی من اتبع الھدیٰ أمابعد. فإنی أدعوك بدعایة الاسلام أسلم تسلم یؤتك اللہ أجرك مرتین فإن تولیت فإن علیك إثم الیریسیین

رواہ البخاری ج ۱ ص ۵ ترجمہ: اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمدؐ کا خط شاہِ روم ہرقل کے نام! مذہب اسلام قبول کر لو تو عذاب سے محفوظ رہوگے اور اللہ تمہیں دوگنا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر تمہارے ماتحتوں کا گناہ ہوگا

اس طرح آپؐ نے دنیا کے تمام حکمرانوں کے نام خطوط ارسال کئے۔ اور حکمرانوں کے مرتبہ کا خیال رکھتے ہوئے انھیں خطوط لکھے، اور ان خطوط کو پیش کرنے کیلئے اسی کے لائق مناسب صحابہؓ کا انتخاب کیا۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کفار مکہ کو کوہِ نور سے دعوت جارہی تھی، اور داعی بلند مقام پر کھڑے ہوکر ان سے باتیں کر رہا تھا۔ جس کی نظر پہاڑ کے دونوں طرف تھی اور وہ کہہ رہا تھا اگر حلقہ بگوش اسلام ہوجاؤگے تو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہو گے۔ کیوں کہ یہ مال و دولت کا انبار، یہ فلک بوس عمارتیں، لامحدود وسائل و ذرائع اور یہ جنگی ساز و سامان اسی وقت نفع بخش ہوسکتے ہیں جب تم اس دعوت پر لبیک کہوگے جس کی دعوت انسانیت کے آخری نبی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، جن لوگوں نے قبول کیا اور اسے گلے سے لگایا دنیا و آخرت میں وہ کامیاب اور فائز المرام رہے اور جن لوگوں نے اسکو قدر کی نگاہ سے دیکھا وہ بھی امکان بھر کامیاب رہے اور جن لوگوں نے اس کی بے حرمتی کی اور اس کے پیغام کو پسِ پشت ڈال دیا اور اس کی جماعت کو پراگندہ کیا تو انھوں نے دنیا و آخرت دونوں جہاں میں نقصان اور خسارہ اٹھایا۔ اسی دعوت کا اثر تھا کہ ایک ایسی جماعت تیار ہوگئی جو دعوت الی اللہ کی نشر و اشاعت کیلئے جان کی بازی لگاتی تھی۔ کفر و شرک کے ایوان میں کلمۂ توحید بلند کرتی تھی اور اس راستہ میں ہر طرح کی تکلیف برداشت کرتی تھی۔ بالآخر ایک ایسا بھی وقت آیا کہ اللہ رب العزت نے اس دعوت کو بادشاہوں اور حکمرانوں تک پہونچانے کا موقع فراہم کیا جیسا کہ یہ واضح ہے کہ عرب قوم ایک بے حیثیت و بے معنیٰ قوم تھی، لیکن جب آپؐ نے اس کو سنوار کر اس کی خود شناسی اور خدا شناسی کی دولت سے مالا مال کیا تو عالمی طاقتیں اس سے خوف کھانے لگیں، جیسا کہ ابوسفیان نے اس بات کو تاڑتے ہوئے کہا تھا کہ "لقد أمِرَ أمْرُ ابن أبي کبشة إنّہ یخافہ ملك بني الأصفر"۔ ابن ابی کبشہ کا معاملہ بہت بڑھ گیا ہے اس سے تو شاہِ روم بھی ڈرتا ہے (بخاری شریف ج ۱ ص ۵)

آج امت مسلمہ کی عموماً پوری دنیا میں جو ناقدری ہورہی ہے۔ ایسا اس وجہ سے ہے کہ وہ نبوت و رسالت سے ناآشنا اور دعوت الی اللہ سے دست بردار ہوتی جارہی ہے جبکہ اقوام متحدہ میں اس کے بہت سے پرچم لہرا رہے ہیں اور مسلمان بادشاہوں اور بڑی مسلم حکومتوں کے پاس بڑے بڑے نام اور بھاری بھرکم القاب موجود ہیں جیسے امیر المومنین، مجاہد اعظم، خلیفۂ وقت، کیا کسی کے اندر یہ ہمت ہے کہ وہ اس دعوت اور اس پیغام کو امریکہ، روس، فرانس اور جرمنی وغیرہ ملکوں کے حکمرانوں تک پہونچائے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وقت کے حکمرانوں کو پہونچایا تھا۔

یہ امر مسلّم ہے کہ جب یہ امت پیغامِ نبویؐ کی حامل ہوگی اور پوری دنیا میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے گی تو ہر ممکن عروج و ارتقاء اسے نصیب ہوگا۔ خواہ افراد کی شکل میں ہو یا جماعتی شکل میں، کیونکہ عالیشان اور فلک بوس عمارتوں اور اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کذب بیانی دھوکہ دہی، مکر و فریب، خواہش نفس ہوس رانی و بداخلاقی پر مبنی تہذیب و تمدن میں یورپ کی تقلید اس امت کی ترقی کیلئے سودمند نہیں کیونکہ ہماری ترقی اور فلاح و کامیابی مشرق و مغرب کی طوطی جیسی نقل اور اندھی تقلید میں نہیں بلکہ سلفِ صالحین کے شاندار ماضی کی طرف رجوع کرنے میں ہے اسی کو علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنے خوبصورت الفاظ میں ادا کیا ہے کہ "یورپ کا کوئی ماضی نہیں اس لئے مستقبل کے اندھیروں میں جدھر چاہے ٹھوکریں کھاتا پھرے، لیکن اسلام کا ماضی اتنا شاندار ہے کہ مسلمانوں کی ترقی آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹنے میں ہے یہاں تک کہ ہٹتے ہٹتے خیر القرون یعنی عہد صحابہؓ بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک جا پہونچیں"۔ یہی ہمارا اصل کامیابی کا راز ہے اس کے ذریعہ ہم پوری انسانیت کیلئے نمونہ بن سکتے ہیں اور قیادت و سیادت کے منصب پر سرفراز ہوسکتے ہیں:

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے اسلاف کے کارناموں کو دیکھ کر روشنی حاصل کریں اور اپنے اندر ایمان و یقین کے ذریعہ خود اعتمادی

(باقی صـ ۲۰ پر)

آدمی نامہ

نظیر اکبرآبادی ———

مَالَکُمْ لَاتَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَاراً وَقَدْ خَلَقَکُمْ اَطْوَاراً (سورہ نوح ۱۳-۱۴) تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہو حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا ہے۔

" آدمی نامہ نظیر اکبرآبادی کی ایک مشہور ترین نظم ہے، اس کو پڑھ کر اردو داں شاعر کی ذہانت اور موزونی طبع کی داد دیتے ہیں، لیکن شاید ہی کسی کا ذہن اس طرف منتقل ہوا ہو کہ عالم انسانیت کی کوئی حقیقت ایسی نہیں ہے جس کو خالق کائنات نے بتا نہ دیا ہو، اور انتہائی ایجاز کے ساتھ ایک آیت میں وہ سب کچھ کہہ دیا جو ہمارے بڑے سے بڑے ذہین اور فنکار ادا نہیں کر سکے۔ اوپر کی آیت دیکھئے اس میں فرمایا گیا" خَلَقَکُمْ اَطْوَاراً " تم کو طرح طرح سے بنایا، اس مختصر لفظ میں وہ سب باتیں آگئیں جو نظیر اکبرآبادی نے آدمی نامہ میں کہا ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ۔ کس کس طرح سے پیدا کیا، کن کن مراحل سے وجود انسانی کا ظہور ہوا۔ جہاں سب آنکھ والے ہوئے وہاں مادر زاد نابینا بھی ہوا، اور دوسرے عیوب کے ساتھ پیدا ہونے والے انسان دنیا میں موجود ہیں۔ اس ایک لفظ میں بنی نوع آدم کا ہر دور اور ہر طور سامنے آگیا، اس کی ایک چھوٹی سی مثال نظیر اکبرآبادی کی نظم میں پڑھیے۔ اگر چہ یہ نظم بہت پرانی ہے اور سیکڑوں بار لوگوں نے پڑھی اور سنی ہے مگر" خَلَقَکُمْ اَطْوَاراً " والی بات اس کی گہرائی اور وسعت، عمومیت اور شمولیت کو اس طرح کی پچاس نظمیں بھی ادا نہیں کر سکی ہیں۔ مگر! افسوس کہ انسانی طبیعت عظمت خداوندی کی طرف کم مائل ہوتی ہے۔" مَالَکُمْ لَاتَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَاراً " تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہو۔

نظیر اکبرآبادی کا آدمی نامہ پڑھیے اور دیکھئے کہ ایک لفظ "اطواراً" کو انہوں نے کس کس طرح سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، پھر بھی وہ تمام باتیں نہ آسکیں جو قرآن کے ایک لفظ میں ہیں۔

دنیا میں بادشاہ ہے سو ہے وہ بھی آدمی — اور مفلس وگدا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
زردار بینوا ہے سو ہے وہ بھی آدمی — نعمت جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

ابدال وقطب وغوث ولی آدمی ہوئے — منکر بھی آدمی ہوئے اور کفر کے بھرے
کیا کیا کرشمے کشف وکرامات کے کئے — حتی کہ اپنے زور وریاضت کے زور سے
خالق سے جا ملا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

فرعون نے کیا تھا جو دعویٰ خدائی کا — شداد بھی بہشت بنا کر ہوا خدا
نمرود بھی خدا ہی کہتا تھا برملا — یہ بات ہے سمجھنے کی آگے کہوں میں کیا
یاں تو جو ہو چکا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی نار ہے اور آدمی ہی نور — یاں آدمی ہی پاس ہے اور آدمی ہی دور
کل آدمی کا حسن وقبح ہے یاں ظہور — شیطان بھی آدمی ہے جو کرتا ہے مکروزور
اور ہادی رہنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی

مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں — بنتے ہیں آدمی ہی امام اور خطبہ خواں
پڑھتے ہیں آدمی ہی قرآن اور نمازیاں — اور آدمی ہی ان کے چراتے ہیں جوتیاں
جو ان کو تاڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی پہ جان کو وارے ہے آدمی — اور آدمی ہی تیغ سے مارے ہے آدمی
پگڑی بھی آدمی کی اتارے ہے آدمی — چلا کے آدمی کو پکارے ہے آدمی
اور سن کے دوڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

ناچے ہے آدمی ہی بجا تالیوں کو یار اور آدمی ہی ڈالے ہے اپنی ازار اتار
ننگا کھڑا اچھلتا ہے ہو کر ذلیل وخوار سب آدمی ہی ہنستے ہیں دیکھ اس کو بار بار
اور وہ جو مسخرا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

چلتا ہے آدمی ہی مسافر ہو لے کے مال اور آدمی ہی مارے ہے پھانسی گلے میں ڈال
یاں آدمی ہی صید ہے اور آدمی ہی جال سچا بھی آدمی ہی نکلتا ہے میرے لال
اور جھوٹ سے بھرا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی شادی ہے اور آدمی ہی بیاہ قاضی وکیل آدمی اور آدمی گواہ
تاشے بجاتے آدمی چلتے ہیں خوامخواہ دوڑے ہیں آدمی ہی مشعلیں جلا کے واہ
اور بیاہنے چڑھا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی نقیب ہو بولے ہے بار بار اور آدمی ہی پیادے ہیں اور آدمی سوار
حقہ صراحی جاتیاں دوڑیں بغل میں مار کاندھے پہ رکھ کے پالکی ہیں آدمی کہار
اور اس پہ جو چڑھا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

بیٹھے ہیں آدمی ہی دکانیں لگا لگا کہتا ہے کوئی لو کوئی کہتا ہے لا رے لا
اور آدمی ہی پھرتے ہیں سر پہ لئے خوانچا کس کس طرح سے بیچتے ہیں چیزیں بنا بنا
اور مول لے رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی قہر سے لڑتے ہیں گھور گھور اور آدمی ہی دیکھ انھیں بھاگتے ہیں دور
چاکر غلام آدمی او ر آدمی مزدور یاں تک کہ آدمی ہی اٹھاتے ہیں جا ضرور
اور جس نے وہ پھرا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی لعل جواہر ہے بے بہا اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہے ہو گیا
کالا بھی آدمی ہے اور الٹا ہے جوں توا گورا بھی آدمی ہے کہ ٹکڑا سا چاند کا
بدشکل وبدنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی

اک آدمی ہیں جن کی یہ کچھ زرق برق ہیں روپے کے ان کے پاؤں ہیں سونے کے فرق ہیں
جھمکے تمام غرب سے لے تا بہ شرق ہیں کمخواب تاش شال دوشالوں میں غرق ہیں
او رچیتھڑوں لگا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

حیران ہوں یارو دیکھو تو کیا یہ سوانگ ہے اور آدمی ہی چور ہے اور آپ ہی تھانگ ہے
ہے چھینا جھپٹی اور کہیں مانگ تانگ ہے دیکھا تو آدمی ہی یہاں مثل رانگ ہے
فولاد سے گڑھا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

مرنے میں آدمی ہی کفن کرتے ہیں تیار نہلا دھلا اٹھاتے ہیں کاندھے پہ کر سوار
کلمہ بھی پڑھتے جاتے ہیں روتے ہیں زار زار سب آدمی ہی کرتے ہیں موے کا کاروبار
اور وہ جو مر گیا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

اشراف اور کمینے سے لے شاہ تا وزیر ہیں آدمی ہی صاحب عزت بھی اور حقیر
یاں آدمی مرید ہیں اور آدمی ہی پیر اچھا بھی آدمی ہی کہاتا ہے اے نظیر
اور سب میں جو برا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

زمبابوے

افریقہ کا ملک جہاں اسلام پہلی صدی میں پہونچا

تحریر: خلف احمد محمود ——— ترجمہ: ——— محمد وثیق ندوی

زمبابوے براعظم افریقہ کا ایک ملک ہے جس کی راجدھانی ہراری ہے اس کو پہلے برطانیہ کے مشہور سامراجی سیسل رودس کی طرف منسوب کرتے ہوئے جنوبی رودیسیا کہا جاتا تھا جہاں تک زمبابوے نام کا تعلق ہے تو یہ افریقہ کے ایک مشہور دریا کا نام ہے، اس مضمون میں ہم زمبابوے کی مسلم آبادی پر روشنی ڈالیں گے۔

جائے وقوع اور ایریا:

جمہوریہ زمبابوے افریقہ کے جنوب میں واقع ہے جس کی مشرق میں موزمبیق، مغرب میں بتسوانا، شمال میں زامبیا اور جنوب میں جنوبی افریقہ سے سرحدیں ملتی ہیں۔ اس جائے وقوع کی وجہ سے زمبابوے بحر ہند یا بحر اٹلانٹک سے منقطع ہے، اس کو بحر ہند پہونچنے کے لئے پڑوسی ملکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے، اس کا ایریا تقریباً ٣٩٠ ہزار ٧٥١ کلومیٹر مربع ہے۔

آبادی:

زمبابوے کی مجموعی آبادی دس ملین ہے زمبابوے کے باشندوں کی اکثریت کا تعلق افریقہ کے بانتو قبائل سے ہے زمبابوے کی مجموعی آبادی میں سے ٩٥ فیصدی افریقن ہیں اس کے علاوہ دوسری اقلیتیں بھی پائی جاتی ہیں، مثلاً گورے لوگ جن کی تعداد تقریباً ڈھائی لاکھ ہے اور ایشین اقلیت جن کی تعداد تقریباً تیس ہزار ہے۔

زمباوے میں اسلام کی آمد

قدیم تاریخ اور آثار قدیمہ کی بعض تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمباوے میں اسلام پہلی صدی ہجری میں پہونچ چکا تھا۔ اس بات کی تائید زمباوے میں واقع ایک مسجد کے باقی ماندہ نشانات سے ہوتی ہے جس کی تاریخ تعمیر سن ٩٥ ہجری ہے اس کے علاوہ زمباوے میں بہت سے ایسے گھرانے اور خاندان موجود ہیں جن کی رگوں میں افریقی خون کے ساتھ ساتھ عربی خون بھی ابتدائی دور سے جاری ہے کیوں کہ پہلی صدی ہجری میں زمباوے میں ایک ترقی یافتہ اسلامی تہذیب و تمدن وجود میں آگئی تھی اور اس افریقی ملک میں مسلسل اسلامی تہذیب و تمدن کی روشنی پھیلتی رہی یہاں تک کہ ١٨٨٨ء میں زمباوے مغربی سامراج کا شکار ہو گیا۔

مسلمانان زمباوے کی تعداد

مغربی سامراج کے جھوٹے، باطل اور کھوکھلے دعوؤں میں ایک یہ بھی ہے کہ براعظم افریقہ میں اسلام کے داخل ہونے کا سبب مغربی سامراج ہی ہے۔ اس لئے مغربی سامراج نے اس براعظم میں اسلام کے منتقل ہونے کی سہولتیں مہیا کیں، تمدن کے طور پر اس کو اختیار کیا اور ایک سیاسی طاقت و قوت سمجھ کر اس نے اسلام کی مخالفت نہیں کی لیکن تاریخی حقائق اور زمباوے میں ہوئے نئے انکشافات و تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے یہ دعوے سراپا جھوٹ، کھوکھلے اور بے بنیاد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ سامراج نہ ہوتا تو آج افریقہ میں اسلام کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ جیسا کہ ڈاکٹر جمال ہمدانی نے اپنی کتاب "العالم الاسلامی المعاصر" میں اس کی صراحت کی ہے، یہی بات بالکل واضح طور پر زمباوے پر صادق آتی ہے، چنانچہ ١٨٨٨ء تک زمباوے کی کل آبادی دو ملین سے کم تھی، مسلمانان زمباوے کی تعداد ایک ملین سے زیادہ تھی، اس افریقی ملک پر مغربی سامراج کے غلبہ اور تسلط کی ابتدا اس وقت سے ہوتی ہے جبکہ ١٨٨٨ء میں سیسل رودس نے زمباوے کے بادشاہ کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا، یہ دوستی مغربی سامراج کے ملک میں قدم جمانے کا سبب بنی اس کے بعد سامراجیوں نے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیئے۔

مسلمانان زمباوے اور مغربی سامراج

مغربی سامراج نے ١٨٨٨ء میں زمباوے میں داخل ہونے کے بعد سے مسلمانوں کے خلاف ظلم و بربریت اور جبر و تشدد کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مسلمانوں کے اثر کو ختم کرنے، ان کی طاقت و قوت توڑنے اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے مجرمانہ و ظالمانہ کارروائیاں کیں اور وحشیانہ طریقے اختیار کئے، مسلمانوں کی زمینیں اور جائیدادیں لوٹ لیں اور چٹیل و بے آب و گیاہ علاقوں میں ان کو محصور کر دیا اور سخت ترین مشکل حالات میں کانوں میں کام کرنے پر مجبور کیا۔ لیکن ان سب [illegible]

رانہ کارروائیوں کے باوجود مسلمانوں نے مغربی
امراج کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا اور نہ کمزور
ے، بلکہ آزادی کی جد وجہد جاری رکھی
ہاں تک کہ زمباوے نے آزادی حاصل کرلی،

سلامی تشخص کو باقی رکھنے کی کوششیں

اقلیت میں ہونے کے باوجود زمباوے کے
سلمان اپنے اسلامی تشخص اور انفرادیت
و باقی رکھنے کے لئے مسلسل جد وجہد کرتے رہے
در ہر ممکن ذرائع و وسائل اور طریقے اختیار کئے
نانچہ اس مقصد کے تحت زمباوے کے
سلمانوں نے متعدد اسلامی ادارے اور تنظیمیں
ائم کیں۔ جیسے جمعیت علماء اسلام مجلس اعلیٰ
برائے اسلامی امور اور ڈبلی کمیشن برائے مسلمانان
زمباوے اور اس کے ساتھ ساتھ دعوت وارشاد
اور تعلیم و تربیت کے میدان میں کام کرنے والی
متعدد تنظیمیں بھی تشکیل دیں۔

مسلمانان زمباوے کے ان انجمنوں، اداروں
اور تنظیموں کے قائم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اپنی
اسلامی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ
اپنے بچوں میں اسلامی تعلیم کو رائج کریں، اس لئے کہ
برطانوی سامراج نے مسلمانان زمباوے کے
بچوں کو تعلیم سے محروم کردیا تھا۔ ان کی اسلامی
درسگاہوں کو بند کردیا تھا۔ اور اپنے کالجوں اور
اسکولوں سے ان کو باہر نکال دیا تھا۔ لیکن
اس وقت زمباوے کے مسلمان اس کی کوشش
کر رہے ہیں کہ وہ اسلامی تعلیم کو رائج کریں
اس کے لئے وہ مختلف عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں
کیلئے سیکڑوں اسلامی مدارس قائم کر رہے
ہیں، زمباوے یونیورسٹی میں اسلامیات اور
عربی زبان کا ایک سینٹر بھی قائم کیا گیا جس کا
مقصد مسلمانوں میں عربی زبان کو فروغ دینا ہے،

اسی طرح مسلمانان زمباوے نے حکومت
سے اس کی اجازت حاصل کرلی ہے کہ جس علاقہ میں
۵۰ مسلم گھرانے ہوں وہاں مسلمان اپنا ایک
عربی اسلامی مدرسہ اور ساتھ میں ایک مسجد بھی
تعمیر کرسکتے ہیں، مسجدیں اور مدارس تو بن
چکے ہیں لیکن عربی زبان کے اساتذہ اور مدرسین
کی ان مدارس میں کمی کا مسئلہ درپیش ہے،

مساجد:

زمباوے میں اس وقت تقریباً سو (۱۰۰) عام مسجدیں
اور سیکڑوں خاص مسجدیں پنجوقتہ نمازوں کیلئے
موجود ہیں اور ہر مسجد کے ساتھ ایک قرآنی
مدرسہ بھی موجود ہے۔ تاکہ مسلم بچے اور بچیاں
قرآن کریم حفظ کرسکیں اور عربی زبان کو بحیثیت
قرآن کی زبان سیکھ سکیں۔

مسلمانان زمباوے کی اہم ضرورت

زمباوے کے مسلمانوں کو اس وقت اسلامی
اور عربی ممالک کی توجہ اور مزید تعاون کی ضرورت
ہے، تعاون مندرجہ ذیل شکلوں میں کیا جاسکتا ہے

۱۔ عربی اور اسلامی ملکوں میں منعقد ہونے والی
اسلامی کانفرنسوں میں زمباوے کے مسلم نمائندوں
کو شرکت کی دعوت دی جائے۔

۲۔ بڑی اسلامی یونیورسٹیوں میں عربی
زبان اور اسلامی علوم وفنون کے حصول کے لئے
طلباء زمباوے کو زیادہ سے زیادہ اسکالرشپ
دی جائے۔

۳۔ زمباوے میں قائم اسلامی مدارس کے لئے
عربی جاننے والے اساتذہ فراہم کئے جائیں تاکہ
وہ زمباوے کے مسلمانوں میں عربی زبان کو
رائج کریں۔

۴۔ قرآن شریف کے ترجمے کے ساتھ ساتھ
اہم بنیادی اسلامی کتب لٹریچر فراہم کئے جائیں۔

۵۔ زمباوے میں داعیوں اور مبلغوں کو بھیجا
جائے تاکہ وہ وہاں مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات
سے متعارف کرائیں۔ ایسی بھی رپورٹیں اور
اشارے مل رہے ہیں کہ وہاں کی اکثریت
کے افراد بڑی تعداد میں اسلام لانے کے لئے
تیار ہیں اور اسلام لا رہے ہیں۔ انھیں
ایسے علم ومربی افراد کی ضرورت ہے جو ان کی
اسلام کی طرف راہنمائی کریں۔ اور اسلامی
تعلیمات سے واقف کرائیں۔ (الرابطہ)

(بقیہ)
دینی ودعوتی دورہ

کی تعلیم کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ معاشرہ
کی تشکیل وتکمیل تعلیم نسواں کے بغیر ادھوری
ہے۔ اس وقت لڑکیوں کا تعلیمی تناسب
انتہائی افسوسناک۔ اور انحطاط کا شکار ہے
لہٰذا لڑکیوں کو زیور علم سے آراستہ کیا
جائے۔ ان کے علاوہ دیگر اکابر علماء نے اپنے
بیانات میں تعلیم نسواں کے فروغ پر زور دیا۔
جلسہ کا اختتام صدر محترم کی دعا پر ہوا۔

(بقیہ)
عزت وشرافت کا واحد راستہ

کو بحال کریں، اور مادہ پرستوں کے دلوں میں ایمانی
روح پھونکیں، جو روحانی خلا، اخلاقی گراوٹ اور
عقائد میں شکوک وشبہات، دلوں میں اضطراب
وبے چینی سے دوچار ہیں، یہ ایک خطرناک خلا ہے
جس کو مسلمان ہی پر کرسکتے ہیں لیکن جیسا کہ
دوسری اقوام میں اپنے مقام کو پہونچائیں، حکومتوں
اور سربراہان مملکت کے نزدیک اپنے وزن اور اہمیت
قیمت کو سمجھیں۔ کیونکہ جب کوئی شخص اپنی
عزت آپ نہیں کرتا دوسرے لوگ بھی اس کی
عزت نہیں کرتے، جو خود فراموشی میں مبتلا ہوجاتا
ہے، اس کا اعتراف زمانہ نہیں کرتا۔

س:۔ امام مصلے کی طرف بڑھ رہا ہے ابھی مصلے پر پہنچا نہیں ہے تو کیا اس وقت اقامت کہنا درست ہے؟

ج:۔ اگر اقامت کہنے والا یہ سمجھ رہا ہے کہ امام صاحب حجرے سے نکل کر مصلے کی جانب نماز پڑھانے جارہے ہیں تو اقامت مصلے پر پہنچنے سے قبل بھی کہنا درست ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ امام صاحب جب مصلے پر کھڑے ہوں تو اسی وقت اقامت شروع کی جائے۔

س:۔ نابالغ لڑکے کی اذان درست ہے یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں اگر نابالغ لڑکا (صبی یعقل یعنی سمجھدار) ہے تو اس کی دی ہوئی اذان درست ہو جائے گی، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر لڑکا ناسمجھ ہے تو اذان معتبر نہ ہوگی دہرانا پڑے گی۔

س:۔ ہاتھ یا بدن کے کسی حصہ پر امام صاحب نے اپنا نام گدوایا جیسا کہ ہندو گدواتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے ایسے امام کی امامت درست ہے یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں جسم کے کسی حصہ پر نام وغیرہ گدوانا جائز نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے امام نے شرعاً بہت شنیع اور گناہ کے کام کا ارتکاب کیا ہے انھیں توبہ و استغفار کرنا چاہیئے اور آئندہ ایسے افعال سے کلی طور پر احتراز کرنا چاہیئے اور توبہ اور استغفار سے پہلے اس امام کے پیچھے نماز جائز تو ہے مگر مکروہ ہوگی۔

س:۔ حالت نماز میں کتنا ستر کا حصہ کھل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی؟

ج:۔ کسی بھی عضو کا چوتھائی حصہ کھل جائے اور ایک رکن کی مدت ادا کرنے تک کھلا رہے تو نماز باطل ہو جائے گی اور یہ اس وقت ہے جب ایک ہی جگہ سے اتنا کھل جائے اور اگر دو جگہ سے تھوڑا تھوڑا کھل جائے تو اگر ایک عضو میں دو جگہ سے کھل جائے تو دونوں کو ملا کر اگر اس عضو کے چوتھائی کے بقدر ہو جائے تو نماز باطل ہو جائے گی اور اگر ایک عضو میں ایک جگہ سے اور دوسرے عضو میں دوسری جگہ سے تھوڑا تھوڑا کھلا رہے تو ان دونوں عضو میں جو چھوٹا عضو ہے اگر اس کے اعتبار سے چوتھائی کے بقدر ہو جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

س:۔ بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگ جائے تو اس کو صاف کرنا چاہئے یا نہیں؟

ج:۔ پیشانی پر لگی ہوئی مٹی بحالت سجدہ صاف کرنا مکروہ ہے، نماز کے بعد پونچھنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ صاف کرنا بہتر ہے تاکہ ریا و نمود کا شائبہ نہ رہے۔

س:۔ کیا صبح کی نماز سے پہلے نفل پڑھ سکتے ہیں؟

ج:۔ نہیں! صبح صادق کے بعد سوائے سنت فجر کے نوافل نہیں پڑھ سکتے ہیں۔

س:۔ اگر کوئی عورت اپنی عزت بچانے کیلئے اپنی جان قربان کردے تو کیا یہ خودکشی ہوگی؟

ج:۔ اگر اپنی آبرو بچانے کے لئے جان دی تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ معاف فرمادیں گے۔

س:۔ سنا ہے کہ جب آدمی مرجائے تو اس کا جنازہ ہلکا ہوگا تو وہ نیکوکار ہوگا اور جس کا جنازہ بھاری ہوگا وہ گنہگار ہوگا؟

ج:۔ یہ خیال غلط ہے، یہ شرعاً معیار نہیں ہے۔

س:۔ کیا زکوٰۃ کی رقم مستحقین کو اشیاء کی شکل میں بھی دی جاسکتی ہے؟

ج:۔ ہاں! دی جاسکتی ہے۔

دعائے مغفرت

● دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طالب علم عبدالرحیم حسن بوکرن (راجستھان) کی والدہ محترمہ کا ۹؍محرم الحرام سنہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۸؍اپریل سنہ ۲۰۰۶ء کو انتقال ہوگیا۔

● جامعہ امداد العلوم وڈالی ضلع سابرکانٹھا گجرات کے شیخ الحدیث مولانا قاری عبدالستار صاحب اسلام پوری کے بڑے بھائی یوسف صاحب کا ۱۱؍اپریل سنہ ۲۰۰۶ء کو سفر حج سے واپسی کے موقع پر ہوائی جہاز میں انتقال ہوگیا۔ موصوف کو دبئی میں دفن کیا گیا۔

● رانی پور صوبہ بہار کی باوقار شخصیت الحاج عبدالوحید صاحب ۱۵؍اپریل سنہ ۲۰۰۶ء کو انتقال فرماگئے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ؁

نماز جنازہ مرحوم کے چھوٹے فرزند قاری حفظ الرحمن ندوی نے پڑھائی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے قارئین تعمیر حیات سے ایصال ثواب و دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دون [illegible] میں

جلسہ پیام انسانیت

● عبدالرب

حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی ناظم ندوۃ العلماء کی صدارت میں پیام انسانیت کا یہ جلسہ شہر قاضی مولانا محمد احمد صاحب مولوی رسال الدین حقانی ندوی، قاری عبدالصمد صاحب اور دیگر معزز حضرات کی پیہم کوششوں سے دون پریس کلب میں ۳۱ مارچ کو منعقد ہوا، جس میں شہر کے مختلف مذاہب کے معزز حضرات اور عوام و خواص کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

صدر جلسہ حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین پر پیدا کیا پھر ان میں جو فرق رکھا اس کو متعارف کرانے کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔

بھائیو! ہم سب تو بھائی بھائی ہیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کے موقع پر فرمایا تھا کہ اے لوگو تم سب بھائی بھائی ہو کالا ہو یا گورا ہو کہیں کا بھی رہنے والا ہو، تم سب آدم کی اولاد ہو آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔ اس طرح ہم سب برابر ہیں۔

آج ہمارا حال یہ ہو گیا ہے کہ اپنے مال کی محبت میں اغراض کی محبت میں تمام رشتے بھول جاتے ہیں، انسانیت کی حدود کو توڑ دیتے ہیں، ہم پر جو دوسرے کا حق ہوتا ہے وہ بھول جاتے ہیں۔ یہ خود غرضی وہ چیز ہے جس کی کوئی حد نہیں ہوتی، یہ تمام حقوق کو بھائی چارگی اور پریم و پیار کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔

آج دفتروں میں بازاروں میں، ہسپتالوں میں ہر جگہ رشوت عام ہے۔ بغیر رشوت کے کوئی کام نہیں ہوتا چاہے کوئی کتنا ہی پریشان ہو مصیبت زدہ ہو، بیمار ہو، پہلے رشوت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر یہ چیز بڑھتی گئی تو انسان جانور کی طرح ہو جائے گا۔ جانوروں کو اپنے پیٹ سے مطلب ہوتا ہے اپنے چارہ سے مطلب ہوتا ہے کسی کی حق تلفی اور نفع و نقصان سے اسے کوئی مطلب نہیں۔

ہمیں ایک دوسرے کا خیال رکھنا چاہیے۔ جہاں تک ہو سکے ہمدردی کرنی چاہیے۔ انگریزی سامراجیت کو ہم سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ انھوں نے ہندوستانیوں کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ ان سے کام لیتے پھر آخر میں لوٹ کر چلے گئے، انھیں محبت و بھائی چارگی سے اخوت و ہمدردی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

امام ابوحنیفہؒ کے پڑوس میں ایک یہودی تھا اس کو کسی بنا پر گرفتار کر لیا گیا امام صاحب کو جب یہ خبر ہوئی تو بغیر کسی تاخیر کے اس کو چھڑا کر لے آئے۔ قرآن شریف میں بلکہ ہر مذہب میں آپسی ہمدردی، بھائی چارہ، ایک دوسرے کے حق کو ادا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

اور پھر یہ ملک جمہوری ملک ہے جمہوریت کا مطلب ہی یہ ہے کہ سب کے حقوق ادا ہوں یہاں تو انسانیت سب سے زیادہ ہونی چاہیے تھی۔ لیکن افسوس! آج ہم اور آپ دیکھ رہے ہیں ہسپتالوں میں دفاتر میں کیا ہو رہا ہے رشوت کے بغیر چارہ نہیں حتیٰ کہ سیاست میں بھی یہ چیز داخل ہو گئی ہے۔

یاد رکھئے! جب ہوس بڑھتی ہے تو نفرت بڑھتی ہے۔ بھائی بھائی کی جیب کاٹنے لگتا ہے، چوری ڈکیتی عام ہو جاتی ہے حتیٰ کہ ڈاکٹر آدھے آپریشن چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اور من مانی فیس کا مطالبہ کرتے ہیں۔

یاد رکھئے! ملک پتھروں کا نام نہیں ہے دفاتر کا نام نہیں ہے، ملک نام ہے انسانوں کا کوئی شریف انسان کرپشن میں نہیں رہ سکتا وہ حقیقی شرافت و عزت کی زندگی جینا چاہتا ہے۔ آج لوگ جھوٹی عزت کیلئے لڑتے ہیں۔

کوئی کتنا ہی پریشان ہو مرض سے تڑپ رہا ہو ظلم سے کراہ رہا ہو، ایکسیڈنٹ سے تڑپ رہا ہو مخدوش دیکھ کر اس کی کوئی ہمدردی نہیں کرتا۔ کہیں ہم سے پوچھ نہ ہو۔ یا ہم سے بیجا تفصیلات نہ معلوم کی جائیں یہ نظام کی خرابی اور انسانیت کی کمی کی بات ہے۔

انسان سماج کی صورت میں رہتا ہے۔ وہ تنہا نہیں رہ سکتا۔ وہ مجبور ہے اکٹھا رہنے پر

چونکہ انسانوں سے ایک دوسرے کی ضروریات وابستہ ہوتی ہیں۔

باہر کے ممالک ایک دوسرے کے تعاون سے چل رہے ہیں۔ افریقہ اس کے خلاف ہے اس لئے وہاں کا چین وسکون ختم ہو کر رہ گیا۔ یہی بات یہاں بھی پیدا ہوتی جارہی ہے۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ باجپئی جی سے کہتے رہے ملک تباہی کے راستہ پر جارہا ہے اس کو بچانے کی فکر کیجئے، خودغرضی انسان کو وہاں تک پہونچا دیتی ہے جہاں تک اس کا پہونچنا اس کو حدود انسانیت سے باہر کردیتا ہے، حضرت مولاناؒ نے نرسمہاراؤ جی سے اسی انداز کی باتیں کی تھیں۔ انسانیت جاگ جائے گی تو ملک نہال ہوجائے گا۔ ابھی یہاں ایسے لوگ ہیں جو ملک کو سنبھال سکتے ہیں۔ یہ سب کا مشترک مسئلہ ہے، اور جو لوگ نفس پرستی کا شکار ہیں ان کو روکنے کی ضرورت ہے، حضرت کا یہ پیغام باقی رہنا چاہیئے۔

ادارۃ الشباب الاسلامی دہرہ دون کے صدر جناب مولانا عبداللہ صاحب حسنی ندوی نے عوام کو خطاب کرتے ہوئے کہا! آج ہمارے سامنے بہت سارے مسائل ہیں۔ ہمارے ملک میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے، کمی ہے تو بس انسانیت کی، ہمارے ملک میں انسانیت سوگئی ہے مری نہیں ہے۔ اس کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کو جگانے کے لئے جو کچھ بھی کرنا پڑے کرنا ہوگا۔

انسان بنانے والے کے سندیش کو صحیح طور پر سمجھنا ہوگا۔ ہم سب آدم وحوا کی اولاد ہیں۔ سب بھائی بھائی ہیں، ہمارے درمیان اُنس ہونا چاہیئے۔ ایک دوسرے سے محبت ہونی چاہیئے ایک دوسرے کے کام آنا چاہیئے۔

افسوس! آج کسی آفس میں جائیے کہیں بھی جائیے وہاں انسانیت نہیں دیکھی جاتی بلکہ وہاں روپئے دیکھ کر کام کیا جاتا ہے۔ مزید کہا کہ:

آج ٹی وی کے ذریعہ فسادات دکھائے جاتے ہیں۔ لیکن مانوتا اور مانوتا کا سندیش نشر نہیں کیا جاتا۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ ملک کو اگر باقی رکھنا ہے تو محبت و بھائی چارگی آپس میں پریم و پیار کا چراغ روشن کرنا ہوگا۔

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری نے اپنے پیغام میں کہا: ملک کی آزادی کے بعد تین بنیادوں پر ملک کی تعمیر ہوئی، سیکولر ڈیموکریسی۔ عدم تشدد۔ یہ تینوں چیزیں انسانیت کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ ان کا تعلق دریاؤں، پہاڑوں، چاند سورج سے نہیں ہے۔

ایک موقع پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہ نے آپ کی حالت دیکھ کر فرمایا تھا: کلا واللہ ما یخزیك اللہ ابدا إنك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقري الضيف وتعين على نوائب الحق۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا رسوا نہیں کرے گا کیوں؟

اس لئے کہ آپ صلہ رحمی کرنے والے ہیں بھائی چارگی کو عام کرنے والے ہیں دوسروں کے کام آتے ہیں، کمزوروں کا ساتھ دیتے ہیں، مہمانوں کی مہمانی کرتے ہیں، لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

آپؐ نے اپنے ایک سندیش میں کہا تھا: الراحمون یرحمهم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے اے لوگو! تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔

اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے کہا:

جیسے آپ کے اس صوبہ اترانچل سے گنگا جمنا ٹھاٹھیں مارتے ہوئے وادیوں کو شہروں کو گاؤں والوں کو بلا تفریق اونچ نیچ سب کو سیراب کرتے ہوئے بہتا چلا جاتا ہے اسی طرح ہمارے اندر ایسی انسانیت ہونی چاہیئے

گورنر کا پیغام

پیام انسانیت کے اس پروگرام میں صوبہ اترانچل کے گورنر سرجیت سنگھ برنالا کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ مگر وہ اپنی غیر معمولی مصروفیت کی بنا پر نہ آسکے۔ انھوں نے جلسہ کے کارکنان کو مبارکباد دیتے ہوئے عوام کے نام اپنے پیغام میں کہا!

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے قائم کردہ پیام انسانیت فورم کے زیر اہتمام شہر قاضی دہرہ دون جناب مولانا محمد احمد صاحب قاسمی کی پیہم کوششوں سے دون پریس کلب میں ۱۳ مارچ ۲۰۰۱ء کو تحریک پیام انسانیت کا ایک خصوصی پروگرام منعقد کیا جارہا ہے، مجھے افسوس ہے کہ پہلے سے طے شدہ پروگرام میں غیر معمولی مصروفیت کے سبب سے اس پروگرام میں شرکت نہیں کرسکا۔

Surjit Singh Barnala
Governor, Uttaranchal

RAJ BHAWAN
Dehradun-248 003
26-3-2001

پیغام

مجھے یہ جان کر بیحد مسرت ہوئی کہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی کے قائم کردہ پیام انسانیت فورم کے زیر اہتمام شہر قاضی دہرہ دون جناب مولانا محمد احمد قاسمی کی پیہم کوششوں سے دہرہ دون پریس کلب میں ۳۱ مارچ ۲۰۰۱ کو تحریک پیام انسانیت کا ایک خصوصی پروگرام منعقد کیا جا رہا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ پہلے سے طے شدہ پروگرام میں غیر معمولی مصروفیت کے سبب سے میں اس پروگرام میں شرکت نہیں کر سکوں گا۔

دنیا کے تمام مذاہب میں انسانیت کے تحفظ پر زور دیا گیا ہے۔ ہمیں جذبۂ انسانیت کو زندہ رکھنا ہے اور مستحکم کرنا ہے۔ حضرت مولانا علی میاں نے اس سلسلہ میں ٹھیک کہا ہے کہ "آج بھی انسانیت مری نہیں ہے۔ سوئی ہوئی ہے۔ آئیے ہم آپ سب مل کر سوئی ہوئی انسانیت کو جگائیں۔ پہلے اپنے اندر جگائیں۔ پھر باہر جگائیں"

مجھے قوی امید ہے کہ تحریک پیام انسانیت کا جلسہ جس اعلیٰ مقصد کو لیکر منعقد کیا جا رہا ہے۔ اس میں پوری کامیابی حاصل ہوگی اور لوگوں کو سچا اور اچھا انسان بننے کی تحریک ملے گی۔ اس جلسہ کی کامیابی کے لئے میں اپنی طرف سے نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

سرجیت سنگھ برنالہ

دنیا کے تمام مذاہب میں انسانیت کے تحفظ پر زور دیا گیا ہے ہمیں جذبۂ انسانیت کو زندہ اور مستحکم رکھنا ہے، حضرت مولانا علی میاںؒ نے اس سلسلہ میں ٹھیک ہی کہا ہے کہ آج بھی انسانیت مری نہیں ہے سوئی ہوئی ہے۔ آئیے ہم اور آپ سب مل کر سوئی ہوئی انسانیت کو جگائیں۔ پہلے اپنے اندر پھر باہر جگائیں۔

مجھے قوی امید ہے کہ تحریک پیام انسانیت کا جلسہ جس اعلیٰ مقصد کو لیکر منعقد کیا جا رہا ہے اس میں پوری کامیابی حاصل ہوگی۔ اور لوگوں کو سچا اور اچھا انسان بننے کی تحریک ملے گی۔ اس جلسہ کی کامیابی کے لئے نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

بیت العلوم ہریانہ میں خطاب

صوبہ ہریانہ کے تاریخی و مشہور ادارہ جامعہ بیت العلوم پیلی مزرعہ پینا نگر ہریانہ میں بتاریخ یکم اپریل ۲۰۰۱ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ناظم حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی کی معیت میں ایک وفد جامعہ ھٰذا میں پہونچا۔ ابتداءً شعبۂ کمپیوٹر کا معائنہ کرنے کے بعد جلسہ گاہ میں حاضر ہو کر جامعہ کے طلباء کا مختصر سا پروگرام سنا اور پھر حضرت ناظم صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

ہمارے یہ ادارے جیسے جامعہ اسلامیہ بیت العلوم ہے اللہ نے مولانا محمد الیاس صاحب کو توفیق دی ہے کہ انھوں نے اس بات کی کوشش فرمائی کہ مسلمانوں کی یہ نئی نسل ایمان کے ساتھ اور رضائے الٰہی کی تڑپ کے ساتھ اور علوم دینیہ سے واقفیت کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ سے بھی آراستہ ہو سکے۔ جو امت کی رہنمائی کا کام انجام دے سکے۔ حقیقی بات یہ ہے کہ علوم دینیہ حاصل کرنے کے بعد علوم دینیہ کی خدمات آدمی رضا کارانہ طور پر کرے اور بقدر ضرورت اس سے فائدہ اٹھائے، لیکن اگر پہلے ہی سے یہ طے کرلے کہ ہم اس کو اپنے معاش کا ذریعہ بنائیں گے تو یہ قطعاً صحیح نہیں ہے، معاش کا ذریعہ اگر کوئی دوسرا اختیار کرے تو یہ بہتر ہے۔ اور یہ بات خوش آئند ہے کہ طلباء کو ایسی صنعت وغیرہ سکھا دی جائے جس کو وہ دنیاوی معاملات کے لئے استعمال کر سکیں اور علوم دینیہ صرف اور صرف دعوت کیلئے، تربیت کے لئے، اور تعلیمی کاموں کیلئے استعمال کریں، تو یہ بالکل صحیح استعمال ہوگا۔

عزیزو! آپ کو مبارک ہو کہ آپ علوم دینیہ بھی حاصل کر رہے ہیں اور ہنر بھی سیکھ رہے ہیں جہاں تک ہنر کا تعلق ہے تو اس سے آپ اپنی زندگی کو خوشگوار اور باعزت گذار سکیں گے۔ اور علوم دینیہ کے ذریعہ آخرت کی زندگی سے لطف اندوز ہو سکیں۔

مختصر

معید اشرف ندوی

● نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق پچھلے دس سال میں امریکی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مسلمان طلبا، اور طالبات کی تعداد میں ــــــ نمایاں اضافہ ہوا ہے. اگرچہ اب بھی ان کی تعداد حقیر کل تعداد کا بمشکل ایک فیصد ہے امریکی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پوری دنیا سے مسلمان طلبہ و طالبات آرہے ہیں، ان میں ایک تعداد افریقی امریکیوں کی ہے. رپورٹ کے مطابق جتنی تیزی سے مسلمان طلبہ وطالبات کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے، کسی دوسرے مذہبی گروپ کا نہیں ہو رہا ہے. رپورٹ کے مطابق مسلمان طلبہ وطالبات جمعہ کی نماز کے وقت کلاسوں سے غیر حاضر ہونے کی خصوصی اجازت طلب کرتے ہیں۔ ان کے ہاسٹلوں میں رمضان کے دوران انہیں افطار وسحر کے لئے خصوصی کھانے کا اہتمام کرکے دیا جاتا ہے۔ اور ہاسٹلوں کی انتظامیہ اس کام میں تعاون کرتی ہے جنوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پہلی دفعہ جز وقتی امام ملازم رکھے گئے ہیں جو مسلمان طلبہ کو امامت کراتے ہیں، ۵۷ کالجوں میں ہاسٹلوں کے اندر نماز باجماعت کیلئے پہلی دفعہ کمرے یا برآمدے مخصوص کردیئے گئے ہیں۔ ایم. آئی. ٹی یونیورسٹی میں نماز کیلئے جو جگہ مخصوص کی گئی ہے اس میں ایسے بیسن (BASIN) اب نصب کئے گئے ہیں جن پر کھڑے ہوکر وضو کرنا آسان ہو خاص طور سے پاؤں دھونے میں دقت نہ ہو. اس سے پہلے اس شکل کے (BASINS) کا کوئی تصور وہاں موجود نہ تھا اور جب مسلمان طلبہ وطالبات وضو کرتے ہوئے اپنے پاؤں (BASINS) پر دھوتے تھے تو دوسرے طلبہ و طالبات اعتراض کرتے تھے. نیو ہیمپشائر میں ہینوور کے مقام پر "ڈارٹ ماؤتھ" کالج میں ایک الگ ڈائننگ ہال بنایا گیا ہے جہاں مکمل طور پر حلال کھانا دیا جائیگا واشنگٹن کی ہارورڈ یونیورسٹی کے طالب علم الطاف حسین نے جو امریکہ کی مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے صدر ہیں. اخبار کو بتایا کہ مسلمان طلبہ وطالبات اپنے جائز مطالبات منوانے اور مذہبی تقاضوں کی تکمیل کے لئے سہولتیں طلب کرنے کی کامیاب کوشش کررہے ہیں. الطاف حسین نے بتایا کہ ہماری تنظیم کی ۵۰۰ برانچیں پورے امریکہ میں کھل چکی ہیں. رپورٹ کے مطابق عیسائیوں کے بعض اقلیتی فرقوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ، بدھ مذہب کے پیروکار زرتشتی طلبہ وطالبات کے درمیان عمل وتعامل کا ایک نیا تعلق ان تعلیمی اداروں میں قائم ہو رہا ہے اور ان میں ایسی سوسائٹیاں قائم ہو رہی ہیں جہاں کثیر المذاہب اجتماعات منعقد ہوتے ہیں۔ اور طلبہ وطالبات اپنے اپنے مذہبی تصورات پر تبادلۂ خیالات کرتے ہیں اور اس عمل کے نتیجے میں ان کے درمیان مفاہمت اور خوشگوار تعلقات قائم ہو رہے ہیں۔

● مصر کے جامع ازہر میں اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا انسائیکلوپیڈیا تیار کیا ہے۔

اس انسائیکلوپیڈیا میں ایک لاکھ ستر ہزار سے زائد احادیث موجود ہیں، اس انسائیکلوپیڈیا کو کئی جلدوں میں جاری کیا گیا...... اور ہر جلد ایک ہزار احادیث پر مشتمل ہے، اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کو بیک وقت دو زبانوں عربی اور فارسی میں جاری کیا گیا ہے، اس کام کی نگرانی سنت اور سیرت کمیٹی کر رہی ہے۔

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : تدبر حدیث
مؤلف : مولانا سید محمد لقمان اعظمی ندوی
مترجم : مولانا شمس الحق ندوی
صفحات : ۴۰۸، سائز ۲۲×۱۸/۸، خوبصورت ٹائٹل بہترین کمپوزنگ، عمدہ کاغذ، قیمت -/۱۲۵ روپیے
ملنے کا پتہ :- مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز ڈی ۳۰۷ دعوت نگر ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰

صحابہ کرامؓ اور محدثین عظامؒ نے علم حدیث کی جو گرانقدر خدمت انجام دی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور احوال واقعات امت تک پہونچانے میں کارہائے نمایاں انجام دے کر مسلمانوں پر جو احسان کیا ہے وہ کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرے کی تعمیر وتشکیل کے لئے جن اعلیٰ اخلاقی قدروں اور اصولوں اور مبادیات پر مشتمل احکام عطا فرمائے ہیں، محدثین اور علمائے دین ہر دور میں ان کو اپنی نسلوں کے سامنے پیش کرتے رہے اور آج بھی نئی نسل کے دل ودماغ میں دینی، اخلاقی اور تربیتی اصولوں کو راسخ کرنے کی ضرورت موجودہ دور کے رجحانات کو سامنے رکھتے ہوئے شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔

مولانا محمد لقمان اعظمیؒ ندوی نے اس ضرورت کے پیش نظر "تدبر حدیث" (دراسات فی الحدیث) میں ایسی چالیسؒ احادیث کی شرح کی خدمت انجام دے کر اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں پہنچے[1] جن سے اسلامی معاشرے کی تعمیر وتشکیل میں رہنمائی ملتی ہے جو بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد نسائی، ابن ماجہ، البیہقی فی شعب الایمان، مسند احمد، دارمی، شرح السنہ سے منقول ہیں۔
ان احادیث کی شرح میں انھوں نے ائمہ سلف کی آرار کی کتابوں سے روشنی حاصل کی ہے، مزید تفصیلات بھی پیش کی ہیں تاکہ حدیث نبویؐ کے اندر جو حقائق اور معانی پنہاں ہیں وہ جدید اسلوب میں نوجوانوں کے ذہنوں میں اتارے جائیں۔ یہ کتاب ان چالیسؒ احادیث پر مشتمل ہے جن کے جلی عنوانات یہ ہیں:—
● انسانی اعمال پر نیت کے اثرات ● ایمان کی حقیقت ● اخلاق ● اجتماعی زندگی کے اصول وآداب ● انسانی حقوق کی اہمیت ● اسلام میں انسانی جدوجہد اور مال کا درجہ ● ذمہ داری امانت کی اہمیت ● عدل وانصاف ● علم اور عمل صالح ● عمل صالح کی فضیلت ● خوف خدا اور فکر آخرت وغیرہم

مذکورہ عنوانات کے تحت جو حدیثیں پیش کی گئی ہیں ان کا مطالعہ کرنے سے عہد نبوی کی سماجی زندگی کی تصویر سامنے آتی ہے اور فضائل ومکارم اخلاق سے محبت اور شرور ورذائل سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ ہر حدیث کی شرح ان کے معانی ومضامین اور فکری گوشوں کو اجاگر کرکے ان کے عام مفہوم کی وضاحت کے بعد فقہی احکام کو اجمالی اور عام فہم انداز میں بیان کر دیا گیا ہے۔ جس سے کتاب کا تربیتی پہلو ابھر کر سامنے آگیا ہے۔

دراصل تدبر حدیث مولانا سید محمد لقمان اعظمیؒ ندوی کی عربی کتاب "دراسات فی الحدیث" کا اردو ترجمہ ہے، اس کا پہلا حصہ نومبر ۱۹۹۶ء میں شائع ہو چکا ہے، جس میں کتاب کی صحیح اور حقیقی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ اس سے یہ بات بھی صاف اور واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ قرآن وحدیث ہی اسلام کی اصل اساس وبنیاد ہیں۔ ان میں سے کسی ایک سے بھی سرمو انحراف وبے نیازی سراسر گمراہی ہے، زیر نظر کتاب مولانا اعظمی کے اسی سلسلہ "دراسات فی الحدیث" کا دوسرا حصہ ہے جس کا سلیس اردو ترجمہ مولانا شمس الحق ندوی ایڈیٹر "تعمیر حیات" دار العلوم ندوۃ العلماء نے عام فہم اور دلکش انداز میں کرکے بالاقساط "تعمیر حیات" میں شائع کیا جس میں بڑے سوز اور دردمندی کے ساتھ تعلیم وتربیت تزکیۂ نفس، اصلاح معاشرہ اور اصلاح حال کے پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

کتاب کے آخر میں ان جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے اجمالی حالات درج کئے گئے ہیں جنھوں نے یہ حدیثیں روایت کی ہیں اور جن کی زندگیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی تعلیم و

(باقی ص ۱۲ پر)

---

[1] افسوس کہ مولانا موصوف کا انتقال ۷ر جنوری ۲۰۰۱ء کو اس وقت ہوا جبکہ کتاب زیر طبع تھی۔ اور وہ کتاب کو دیکھ نہ سکے۔

تعلیم سے انسان بنتا ہے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کا ایک دینی و دعوتی دورہ

نمائندہ : ــــــ تعمیر حیات

ادارۃ الشباب الاسلامی کے جلسہ سے خطاب

صوبہ اترانچل میں دار العلوم ندوۃ العلماء کی شاخ ادارۃ الشباب الاسلامی جو حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی کی سرپرستی میں پانچ سال قبل وجود میں آیا تھا جس نے بہت قلیل مدت میں اپنے حسن انتظام و اعلیٰ تعلیمی معیار کی بنا پر غیر معمولی ترقی حاصل کر لی ہے۔

ادارۃ الشباب الاسلامی کا پہلا پنج سالہ جلسہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کی صدارت میں ٤ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ کو منعقد ہوا، جس میں دہرہ دون کے گرد و نواح سہارنپور اور جھنجھل پور کے علماء کرام کے علاوہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے حضرات اساتذہ کرام مولانا عبد اللہ حسنی ندوی، مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری، حاجی عبد الرزاق صاحب اور مولانا شبیر احمد ندوی بھی شریک ہوئے

اجلاس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ پھر ادارۃ الشباب الاسلامی کے طلباء نے تعلیمی پروگرام پیش کیا اس کے بعد مہتمم ادارۃ الشباب الاسلامی جناب رسال الدین احمد حقانی ندوی نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔

پھر اخیر میں صدر جلسہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے علم دین کی اہمیت و افادیت پر بصیرت افروز خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

تعلیم انسان کی خصوصیت ہے، تعلیم سے انسان انسان بنتا ہے، تعلیم کے بغیر انسان کی حیثیت ایک جانور کی سی ہوتی ہے۔

مولانا نے فرمایا آج کی سب سے اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ تمام مسلمان اپنی اولاد کے بارے میں فکر کریں تا کہ ان کی اولاد بھی آگے چل کر دین حنیف پر باقی رہ سکے۔

مولانا محمد خالد صاحب ندوی نے اپنی تقریر میں عوام و خواص کو دینی تعلیم کی روشنی میں اعلیٰ اخلاق اختیار کرنے اور شرک بدعت سے اجتناب کرنے پر زور دیا۔ اور آئندہ نسل کی دینی تعلیم کے حصول کی طرف توجہ دلائی۔

ادارہ کے سرپرست مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی نے کارکنان کو اپنے مفید مشوروں سے نوازا اور تعلیم و تربیت کو مزید معیاری بنانے کی تلقین کی۔

افتتاح جامعہ فاطمۃ الزھراء للبنات

٣١ر مارچ سنہ ۲۰۰۱ء کو حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ مظفر آباد ضلع سہارنپور تشریف لائے، اس کے بعد مرکز "احیاء الفکر الاسلامی" کے تحت چلنے والے "جامعہ فاطمۃ الزھراء للبنات" کے ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مدارس اسلامیہ مراکز دینیہ کے قیام کو وقت کا اہم فریضہ قرار دیا اور مرکز کے قیام پر شکر گذاری اور اس کو اللہ کی نعمت سمجھنے کی تلقین کی اس کے بعد بارگاہ خداوندی میں مرکز کی مقبولیت کی دعا فرمائی اور مرکز کی مرکزی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ سنگ بنیاد کی اس تقریب میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی، مولانا محمد کلیم صدیقی کے علاوہ دیگر علماء کرام نے شرکت کی۔

ادارۃ الصدیق بہٹ کا سنگ بنیاد اور جلسۂ عام

٣١ر مارچ سنہ ۲۰۰۱ء کو ادارۃ الصدیقؓ کے سنگ بنیاد کے موقع پر قصبہ بہٹ ضلع سہارنپور میں ایک اہم دینی تعلیمی اجتماع منعقد ہوا جس کی صدارت ندوۃ العلماء کے ناظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے فرمائی اس اجلاس میں ملک کے ممتاز علماء اور دینی و عصری تعلیم گاہوں کے ذمہ داران نے شرکت فرما کر ادارۃ الصدیق کے قیام کی پر زور تائید کی جس کا قیام مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء کی سرپرستی اور مولانا عظمت اللہ قاسمی اور مولوی عزیز اللہ ندوی کی پیہم کوششوں کے نتیجہ میں لڑکیوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی تہذیب و ثقافت کے لئے عمل میں آیا۔

اجلاس میں شریک مردوں اور عورتوں کے کثیر مجمع کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے فرمایا کہ دینی مدارس بڑی اہمیت کے حامل ہیں، یہ برائیوں کو ختم کرنے میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں ان کی قدر کرنی چاہیئے۔

ادارۃ الصدیق بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ امت کا ہر فرد تعلیم یافتہ اور کم از کم بنیادی معلومات سے بہرہ ور ہو تا کہ ان کا ایمان و اسلام اور وحدانیت کا صحیح عقیدہ محفوظ رہ سکے اس کے تئیں ہم میں سے ہر ایک فرد کو کوشش کرنا ہے۔

مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی نے خواتین

(باقی صـ۲۰ پر)

نذر الحفیظ ندوی

● ڈینیل ٹیس اور کیرٹس اپنے کروڑ پتی خاندانوں کے اکلوتے فرزند ہیں ایک کی عمر بارہ، دوسرے کی تیرہ سال ہے۔ لیکن دونوں جرائم کی دنیا میں بڑے بڑے شاطر اور گھاگ مجرموں اور پیشہ ور قاتلوں کے بھی کان کاٹتے ہیں۔ ان کے خوشحال والدین نے لاکھوں ڈالر اپنے فرزند پر خرچ کر دیئے کہ وہ سدھر جائیں، ماہر نفسیات اور ماہرین تعلیم اور چوٹی کے مسیحی مبلغوں سے بھی انھوں نے مدد لی کہ وہ سنبھل جائیں لیکن بے سود۔ کسی نے ایک اسلامی مدرسہ کی نشاندہی کی۔ غرض مند مجنوں ہوتا ہے۔ والدین نے مجبور ہو کر اس اسلامی مدرسہ سے رجوع کیا اور اپنے اپنے بچوں کا سارا کچا چٹھا مدرسہ کے مربی عبدالباقی کے سامنے رکھ دیا اور پچاس پچاس ہزار ڈالر بھی۔ یہ ڈالر تو عبدالباقی نے واپس کر دیئے۔ البتہ دونوں لڑکوں کو رکھ لیا۔ پہلے ہی دن ان مدرسہ کے لڑکوں کے ساتھ مار پیٹ کے گیارہ واقعات پیش آئے۔ باوجود یہ کہ دونوں لڑکوں نے کسی بھی حکم کو ماننے سے قطعی انکار کر دیا تھا۔ لیکن عبدالباقی مایوس نہیں ہوئے۔ انھوں نے شفقت و محبت کا ایسا معاملہ کیا کہ تیسرے ہی دن یہ لوہا موم ہو گیا، چوتھے دن نمازوں میں شریک ہونے لگا۔ اور ایک ماہ میں پانچ پارے قرآن مجید یاد کر کے سُنا دیے۔ تین ماہ کے بعد دونوں کروڑ پتی خاندانوں نے اسلام کے مدرسہ میں یہ کہکر ہمیشہ کیلئے داخلہ لے لیا کہ جس مذہب نے ہمارے بچوں کو انسان بنایا ہم بھی اس کو قبول کرتے ہیں۔

استاد عبدالباقی بتاتے ہیں کہ صرف دو سال کی مدت میں سولہ مسیحی خاندانوں نے اسلام قبول کر لیا کہ ان کے فرزندوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ عبدالباقی کے بقول امریکہ میں قائم اسلامی مدارس دعوت کے میدان میں ایسا کام کر رہے ہیں جس کے دوررس اثرات ہوں گے، امریکی بچوں کے سرپرستوں نے بڑی صفائی سے امریکی نظام تعلیم و تربیت پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ہم ان اسلامی مدارس کی قدر کرتے ہیں جہاں انسانوں کو نئے سانچے میں ڈھالا جاتا ہے انھیں جنسیات کی تعلیم نہیں دی جاتی اور نہ ہی انھیں جرائم سکھائے جاتے ہیں عبدالباقی کی رپورٹ کے مطابق امریکی معاشرہ میں اخلاقی فساد کے عام ہونے کے باوجود اب بھی ایسے خاندان اور افراد موجود ہیں جو شراب و شباب کے قریب نہیں جاتے، جن کی روحیں بے چین اور مضطرب قلب سکون کے متلاشی ہیں۔ ٹی وی پر روحانی پروگراموں کی غیر معمولی مقبولیت نے مغربی معاشرہ کے افلاس کو پہلے سے کہیں زیادہ نمایاں کر دیا ہے، اسلام سے بغض و کراہیت کے سوتے اب خشک ہونے لگے ہیں۔ اب مسیحی خاندان اپنے مسخ شدہ مذہب اور گرجا کی کمزور گرفت سے آزاد ہو کر اسلام کے قریب آرہے ہیں۔ اسلامی مدارس جو اصلاً مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کے لئے قائم کئے گئے ہیں وہ اسلامی دعوت غیر مسلموں میں پھیلانے کا ذریعہ بن رہے ہیں(۱)

● ان سطور کا راقم قیام قاہرہ کے زمانہ میں (۱۹۷۵ء تا ۱۹۸۲ء) ایک گمنام داعی الی اللہ انجینئر محمد توفیق کی دعوتی سرگرمیوں کا تذکرہ کئی بار سن چکا تھا، مصر کے ساحلی شہر اسکندریہ صرف اس مقصد سے جانا ہوا کہ اللہ کے اس بندے کو دیکھا جائے جو گھر بیٹھے ہوئے ہزاروں میل دور جیل میں محبوس مجرموں کو اسلام کے دائرے میں لانے میں بڑی خاموشی سے مشغول ہے۔ انجینئر صاحب نے بتایا کہ وہ امام حسن البنا کے فیض یافتہ ہیں۔ مزید تعلیم کیلئے امریکہ گئے تو دعوتی جذبہ موجزن تھا۔ امریکی معاشرہ کے مختلف طبقات سے ملنے سے اندازہ ہوا کہ اسلام کے چشمۂ حیواں کی تلاش میں بہت سے آہوان صحرا سرگرداں ہیں۔ کوئی ان کو سوتے تک لے جانے والا نہیں۔ امریکی جیلوں میں دعوتی مقاصد سے جانا ہوا۔ تھوڑی سی محنت کے بڑے حوصلہ افزا نتائج نکلے۔ ہم نے امریکہ کے زمانہ قیام میں مختلف جیلوں میں کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ مصر واپسی کے بعد ان سے خط و کتابت جاری رہی، ہم نے بذریعہ ڈاک مراسلاتی کورس کی طرح قیدیوں کی ذہنی تربیت کا کام جاری رکھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ دو تین ماہ کے اندر ہی یہ قیدی اسلام قبول کر لیتے، اسلام قبول کرنے والے ہمیں نئے قیدیوں کے نام اور

(۱) ہمارے ملک میں بعض مقامات پر ایسے مدارس میں غیر مسلم بچوں کے داخلہ سے بڑے حوصلہ افزا نتائج نکل رہے ہیں۔

ان کے جرائم کی نوعیت اور سزا کے بارے میں تفصیلی معلومات ارسال کرتے اور خود بھی داعی کا کردار ادا کرنے لگتے۔ اکثر جیل کے نگراں ہم کو مطلع کرتے اور مدد کی درخواست کرتے خصوصاً ان مجرموں کے بارے میں جو جیل کے نظام کے لئے مسئلہ بن جاتے، ہم ایسے تمام قیدیوں کو بڑی حکمت سے ذاتی خطوط لکھتے اور اسلام کا تعارف کراتے، مزید کتابوں کا مطالبہ کرتے تو بجائے کتاب بھیجنے کے خطوط ہی کے ذریعہ ان کی ذہنی تربیت کرتے جب جیل کے حکام ان قیدیوں کو نیک چلنی کی وجہ سے رہا کرتے تو ہم امریکہ میں مقیم اپنے دوستوں کو ان نومسلموں کے بارے میں مطلع کرکے ان سے ان کی سرپرستی کی درخواست کرتے۔ انجینئر صاحب نے بہت اصرار کے بعد بتایا کہ اب تک ڈیڑھ لاکھ قیدی اسلام قبول کرچکے ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں۔ انجینئر صاحب نے تاکید کی کہ اس واقعہ کو شائع نہ کریں، ان کی زندگی تک تو ہم نے ان کے حکم کی تعمیل کی چند سال قبل ان کی وفات ہوچکی ہے۔ جون ۱۹۷۹ء میں ہماری یہ گفتگو ہوئی تھی باوثوق ذرائع کے مطابق انجینئر صاحب کی وفات تک امریکی جیلوں میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد دو لاکھ بیس ہزار ہوچکی تھی۔ دوسرے ذرائع سے بھی اس کی تصدیق ہوچکی ہے۔ امریکی جیل کے متعلق ایک سرکاری رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ بیس سال کے اندر پانچ لاکھ قیدیوں کے حالات میں سدھار ہونے کے بعد انھیں معافی دیدی گئی اور باعزت زندگی گذارنے کے لئے ان کو مالی مدد فراہم کی گئی۔ اس رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قیدیوں کی اصلاح کیلئے مسلمان عالموں کی جدوجہد سے بہت سے مسائل حل ہوگئے، اس لئے انتظامیہ انہیں مزید سہولتیں فراہم کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے (۱) (جاری)
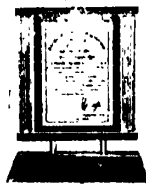
(۱) انجینئر توفیق کی طرح اللہ کے بہت سے گمنام بندے فرانس، برطانیہ اور دوسرے یورپی ملکوں میں اس مبارک کام میں بغیر کسی پروپیگنڈے کے مشغول ہیں۔ ہندوستان میں بھی یہ کام ہو رہا ہے مگر انتہائی محدود پیمانے پر۔

زندگی کی روح

اکبر الہ آبادی

سب جانتے ہیں علم سے ہے زندگی کی روح
بے علم ہے اگر تو وہ انساں ہے ناتمام
بے علم بے ہنر ہے جو دنیا میں کوئی قوم
نیچر کا اقتضا ہے رہیں بن کے وہ غلام
تعلیم اگر نہیں ہے زمانے کے حسب حال
پھر کیا امید دولت و آرام واحترام

بمبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" سے

بمبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیرِ حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں اُن کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائیگی۔

(بقیہ)
درسِ حدیث

اللہ تعالیٰ کے اس قول میں سنایا گیا۔
إِنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ
اخلاق تمہارے بہت (عالی) ہیں۔
یہ کوئی اچنبھے کی بات نہ ہوگی کہ آپ کے حسن سیرت کو تعلیم کے طریقوں میں نہ شمار کیا جائے۔ آپ سے بڑھ کر کس معلم نے انسانیت پر اثر ڈالا ہے۔ اور اس کے دین و شریعت کو رنگ و زبان کے اختلاف کے باوجود قبول کیا ہے اور اس کو اپنی زندگی کے تمام حالات و معاملات میں اس کو آئیڈیل و نمونہ بنایا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

موقع و مناسبت کے اعتبار سے آپ کے طریقۂ تعلیم و تربیت کے یہ کچھ نمونے پیش کئے گئے ورنہ کتب احادیث میں اس کے اور بہت سے نمونے موجود ہیں۔

(بقیہ) علمائے سلف کی جرأت حق گوئی

لے گئے ان سے پہلے ابن ابی حنیفہؒ، احمد بن یونسؒ اور ابوغسانؒ وغیرہ پہونچ چکے تھے، والی نے سب سے ابن ابی حنیفہؒ سے اقرار کرنے کیلئے کہا انھوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی پھر اس نے ابونعیم کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "دیکھو انھوں نے (یعنی ابن ابی حنیفہ) نے بھی اقرار عقیدہ کرلیا ہے۔ یہ سن کر حافظ ابونعیم نے بڑی بے باکی کے ساتھ فرمایا کہ "میں نے کوفہ میں کم و بیش سات سو شیوخ کو یہ کہتے سنا ہے کہ "القرآن کلام اللہ غیر مخلوق" (قرآن خدا کا کلام غیر مخلوق ہے) اور یہی میرا بھی عقیدہ ہے خواہ میری گردن سر سے جدا کردی جائے میں اس عقیدہ سے باز نہیں آسکتا۔"

استدراک

• (مولانا) عبد اللہ عباس ندوی

۱۰ راپریل ۲۰۰۱ء کے شمارہ میں میرا ایک تبصرہ جناب اظہر غوری کے کلام "مضراب" و "خار و گل" پر شائع ہوا تھا، اس میں میں نے ابن الفرضی کو ابن الفارض سمجھ کر کاتب یا شاعر کے تسامح کا ذکر کیا تھا۔ مولانا غوری نے مجھے "وفیات الاعیان" سے ابن الفرضی نام کے ایک عالم و فقیہ کا ترجمۂ حیات فوٹو اسٹیٹ کے ساتھ بھیجا ہے جو شاعر بھی تھے۔

میرے علم و حافظہ میں ابن الفارض (صوفی شاعر) کا تصور تھا۔ اس لئے ابن الفرضی سے اپنی ناواقفیت کا اعتراف کرتا ہوں۔ اور غوری صاحب کا شکر گذار ہوں کہ انھوں نے ان سے متعارف کرایا۔

اس لئے ان سطور سے رجوع کرتا ہوں جو تبصرہ میں میرے قلم سے نکل گئی تھیں۔

رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمۃ

کا

سنگِ بنیاد

دینی اور عصری تعلیم کے میدان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاج تعارف نہیں اس نے اپنے قیام کے روز اول سے لیکر اب تک گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے دور نظامت میں اس نے ایک عالم اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے کارکنان اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہند و بیرون ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ و قیام گاہوں کی تنگی کے پیش نظر معہد دارالعلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ... کے فاصلے پر واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ میں ایک وسیع آراضی حاصل کرکے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کر دیا گیا تھا جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ثانوی درجات کی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

لیکن طلباء کیلئے دارالاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی الحمدللہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی" کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے بروز ... ۲۰ جولائی سنہ ۲۰۰۰ء کو رکھا۔

معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس (۴۰) کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں دس طلباء سہولت کے ساتھ قیام کر سکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی" کی پوری عمارت میں چار سو (۴۰۰) طلباء اور چار نگراں حضرات کے لئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی" کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ لیکن موجودہ روز افزوں گرانی میں تعمیری کاموں میں بھی ہر اگلے دن میٹریل کا دام اور لیبر چارج بڑھتا جا رہا ہے اور کام بڑا ہے۔

اہل خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے ان سے امید کی جاتی ہے کہ اس دارالاقامہ کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کرا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)

R.N.I.No- UP URD 03615/24/1/2000-Tc

Regd. LW/ NP/ 63
Fax No. (0522)330020

FORTNIGTLY

Office Ph. No-787250
Guest Haous : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India) Rs.6/- Vol 1 No.1

...ted And Published by *Athar Husain* on behalf of Majlis Sahafat- Wa- Nashriat,
Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow - U. P.
Editor : *Shamsul Haq Nadwi*

محبتِ رسولؐ کا تقاضا

— حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

اسلام کا کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بغیر "محمد رسول اللہ" کے مکمل نہیں ہوتا، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کے ساتھ اُس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مطلب ہے، اللہ رب العزت کی طرف سے وہ جو احکام اور شریعت لائے اس کو ماننا اور اس کے حکموں پر چلنا۔ اسلام میں حق کا راستہ یہی متعین کیا گیا ہے کہ خدا کو رب واحد مانا جائے اور اسکی طرف سے جو حکم اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے اس کو مانا جائے۔

ہر مسلمان کو بتایا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو انہی احکام کا پابند بنائے اور سچا اور صحیح مسلمان بنے، آج مسلمانوں میں جو انحطاط اور کمزوری آگئی ہے وہ دراصل حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے احکام سے ہٹ جانے اور غفلت برتنے سے پیدا ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا" (احزاب) کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں اچھا نمونہ ہے، اور یہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کو اور آخرت کے دن کی جوابدہی سے امید رکھتا اور اس نے اللہ کو یاد کیا ہو۔ اسی طرح ہر مسلمان کی زندگی کیلئے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور طریقۂ حیات کو نمونہ قرار دیا گیا ہے، جن کی پیروی ہر مسلمان پر واجب ہے، ان کی پیروی دراصل اس وقت ہو سکتی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو ہمارا دل پوری طرح جانتا اور مانتا ہو، ہم کو ان سے سچی محبت ہو، ان کی خوشی ہمارے لیے نعمت کا درجہ رکھتی ہو، اور ان کا رنج ہمارے لیے سوہانِ روح ہو، ہم ہر وقت یہ فکر رکھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا پسند تھا اور کیا ناپسند، آپ کس بات سے خوش ہوتے تھے، کس بات سے ناخوش اور یہ کہ ہم آپ کی خوشی کا کام کیسے کر سکتے ہیں۔ اور آپ کے ناخوشی کے کام سے کیسے بچ سکتے ہیں، صحابۂ کرام کو جو آپ سے محبت تھی اور جو تعلق تھا اس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام سے یہ محبت کرا کے قیامت تک ساری امت مسلمہ کو یہ بتا دیا کہ اللہ کے اس آخری اور عظیم رسول سے محبت کیسے کی جاتی ہے اسکی خوشی کا کام کیسے کیا جاتا ہے:

آپ سے سچی محبت کا یہی معیار ہے کہ دیکھا جائے کہ ہماری زندگی میں آپ کے طریقہ و سنت کی پیروی کہاں تک ہے دعویٰ کرنا آسان ہے محبت و تعلق کا لفظی اور دکھاوے کا اظہار آسان ہے، اس اظہار کیلئے پیسے اور دولت صرف کر دینا بھی آسان ہے، آدمی جس طرح اپنی بہت سی خواہشوں پر پیسے صرف کر دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے دعوے اور دکھاوے پر بھی صرف کر لیتا ہے، روشنی جلسہ جلوس بھی آسان کام ہیں اس سب میں دل بھی لگتا ہے اور مزہ آتا ہے۔ لیکن جس میں جی لگتا ہو اور معلوم ہو جائے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کی بات نہیں، آپ کا یہ طریقہ نہیں، پھر اس کو آدمی چھوڑ دے اور اس کے مزے سے اپنے کو بچا لے۔ یہی وہ مشکل کام ہے جو ہماری زندگی سے نکلتا جا رہا ہے اور جو سنت ہے جس سے اللہ کے رسول خوش ہوں گے اس کو اختیار کرے خواہ اس میں کوئی مزہ نہ ہو کوئی دکھاوا نہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور خوشنودی آپ کے احکام پر عمل کر دکھانے سے اور آپ کی سنت کی پیروی سے ہوگی۔

ہم دیکھیں کہ آپ خوشی کے موقعوں پر کیا کرتے تھے، رنج کے موقعوں پر کیا کرتے تھے، اپنے پروردگار کی عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری کیسی کرتے تھے پھر اپنی بیویوں سے کیسے پیش آتے تھے، بچوں کے ساتھ کیسا سلوک تھا ساتھیوں اور رفقاء کا کیسا خیال کرتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ کیا معاملہ تھا، کیسی رحمدلی تھی، کیسا اخلاق تھا، لوگوں کے حقوق کیسے ادا کرتے تھے، غریبوں کی کیسی مدد کرتے تھے۔ پریشان حال لوگوں کے کیسا کام آتے تھے، اسراف اور فضول خرچی سے بچتے اور ضرورتمندوں کی مدد کرتے تھے وہ اپنے ماننے والوں اور محبت کرنے والوں سے کیسا مطالبہ کرتے تھے، ایک صحابیؓ نے جن سے آپؐ ایک موقع پر بہت خوش ہوئے عرض کیا حضورؐ میرے لیے آخرت میں اپنی رفاقت کی دعا کیجئے آپ نے فرمایا کہ سجدوں سے یعنی پروردگار کی خوب عبادت کرنے سے میری مدد کرو یعنی میری دعا کو تقویت پہونچاؤ۔ آپ نے جھوٹ سے اور غیبت سے اور دوسروں کی دل آزاری سے بہت سختی سے منع کیا ہے حتیٰ کہ ایک حدیث میں فرمایا کہ قیامت میں ایسا بھی شخص لایا جائے گا جس نے خوب عبادت کی ہوگی لیکن لوگوں کی دل آزاری کی ہوگی، کسی کو مارا ہوگا، کسی پر الزام لگایا ہوگا جب اس کا حساب ہوگا تو جن کی اس نے دل آزاری کی ہوگی ان کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی حتیٰ کہ اس کا دامن اس کی اپنی نیکیوں سے خالی ہو جائے گا اور اس کو آگ میں جانا پڑے گا۔

ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کا ثبوت دینا چاہیئے اور آپ کے بتلائے ہوئے اخلاق اور اتباع سنت کو اختیار کرنا چاہیئے۔ یہی اس محبت کا حق ہے اور آپ کی خوشنودی حاصل کرنے

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۲۵ مئی ۲۰۰۱ء .... مطابق .... یکم ربیع الاول ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر ۱۴

نیچے بنے دائرہ میں سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

نمبر

ارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

ررتعاور

سالانہ ----- =/۱۳۰ روپے

فی شمارہ ---------- =/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک...... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ...... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پارکیہ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر سیکشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30
۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سنٹی میٹر =/۵۰

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P O Box No 842, Madina Munawwara (K S.A.)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O C I S , St Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K.
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P O Box388, Vereninging,(S. Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P O BoxNo 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P O BoxNo 12525, DUBAI (U.A.E.) P-H-NO: – 3970927
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H No 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 38-Conklin Ave. Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)

Website: nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

اداریہ

شمس الحق ندوی

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں

قریش اور دیگر قبائل عرب کی شرکت میں کعبہ کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی۔ اب مسئلہ حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کرنے کا تھا اور یہ بہت بڑا شرف تھا۔ لہٰذا ہر قبیلہ کی آرزو اور چاہت یہ تھی کہ یہ شرف اسی کو حاصل ہو، اس شرف سے تنازل یا دست برداری عربوں کی اونچی ناک کے لئے بڑا نیچا کام تھی، معاملہ بہت نازک تھا، بات بڑھتی گئی۔ نوبت خون خرابہ کی سرحد کو چھو رہی تھی، کالے پتھر کے لئے سرخ خون کی ندی بہنے والی تھی۔ اس یتیم کے اکیلے ہاتھوں نے اس طوفان کا رخ پلٹ دیا جوان میں صادق و امین کے نام سے مشہور ہو چکا تھا۔ اور سارے قبائل عرب میں اس کے حسن کردار، صدق و امانت، عفت و شرافت کے چرچے ہی نہیں بلکہ دلوں میں اس کا ادب و احترام جاگزیں ہو چکا تھا۔ عمر کے چالیس سال پورے ہو چکے تھے۔ آپ مکہ کی گھاٹیوں اور اندر کی وادیوں سے گذرتے تو شجر و حجر سے آواز آتی "السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم" آپ اپنے داہنے بائیں اور پیچھے مڑ کر دیکھتے تو درختوں اور پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔ غارِ حرا کی تنہائی کی سرگوشیاں جاری تھیں کہ عمر کا اکتالیسواں سال شروع ہوا اور سر مبارک پر "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ" الخ فرما کر رحمۃ للعالمین کا تاج رکھ دیا گیا۔

اب تک جو سرگوشیاں تھیں وہ اپنی ذات کی حد تک محدود تھیں، یہاں سے ذمہ داری ڈالی جا رہی ہے کہ "اَدَّبَنِيْ رَبِّيْ فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبِيْ" کی جو دولت بے بہا عطا ہوئی ہے اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کے الفاظ میں "حراء کے دامن سے صدق و امانت کا آفتاب چڑھا چڑھ کر انسانیت کے اس حاشیہ کے سامنے اُٹھ گیا جس سے سچ جانا جاتا ہے۔"

مگر علامہ سید سلیمان ندویؒ کے الفاظ میں "نبوت کا تو رخ صدیوں سے زیر نقاب تھا۔ توحید کی دعوت ایک بیگانہ آواز تھی جو مسافرانہ بے کسی کے عالم میں محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بلند ہوئی۔ پورب پچھم دائیں بائیں ہر طرف اس صدائے حق کو نا مانوس سمجھا گیا۔ آواز دینے والے نے حسرت سے چاروں طرف دیکھا اور ہر طرف اس کو وہی بیگانگی اجنبیت اور مسافرانہ بے کسی کا منظر نظر آیا۔" بات اس پر ختم نہ ہوئی بلکہ وہ جو لوگوں کی طرف رحمت خداوندی کے پھول مالے لیکر بڑھا تھا لوگ اس کی طرف اینٹ پتھر لے کر دوڑ پڑے۔ ان سنگ دل اور سیاہ سینہ لوگوں نے اس نور مجسم اور رحمت کامل کو جانچنے پرکھنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جو کچھ کر سکتے تھے سب کچھ کر آزمایا، عزت پر، آبرو پر، جسم پر، جان پر، حملوں کی کون سی قسم تھی جس کو انھوں نے باقی نہ چھوڑا ہو۔ یقیناً ان کے ترکش میں کوئی تیر ایسا نہ تھا جو چلنے سے رہ گیا۔ سر پر خاک ڈالی گئی، راہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ پشت مبارک پر آلائشوں سے بھری ہوئی اوجھ نمازکی حالت میں رکھی گئی، چہرۂ مبارک پر بلغم تھوکا گیا، گردن مبارک میں پھندا لگایا گیا۔ یہ سب اس کے ساتھ ہوا جو انسان تو انسان جانور کے دکھ کو بھی دیکھ کر تڑپ جاتا تھا۔ مگر پھر ہوا کیا۔ یہاں پھر علامہ سید سلیمان ندویؒ کے الفاظ ہی پڑھئے۔ "رفتہ رفتہ یہ اجنبیت دور ہوئی، بیگانگی کافور ہوئی۔ آواز کی کشش اور نوائے حق کی بانسری نے دلوں میں اثر کیا کان والے سننے لگے۔ اور جو سنتے تھے سر دھننے لگے۔ یہاں تک کہ وہ دن آیا کہ سارا عرب اس کیف سے معمور اور اس شراب سے مخمور ہو گیا"

دکھی انسانیت کی قسمت جاگی ظلم وستم کی گرم بازاری سرد پڑی، ظلمت وجہالت کافور ہوئی اور امن وسکون کی بادِ بہاری چلنے لگی۔ اور انسانی معاشرہ ایک خار گلدستہ بن گیا جس کا ہر پھول اور ہر پتی اس کے لئے باعثِ زینت تھی۔ نوعِ انسانی کے تمام افراد ایک خاندان میں تبدیل ہو گئے۔ نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت تھی نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر فوقیت تھی۔ وہاں اگر کسی کو کسی پر فضیلت تھی تو محض تقویٰ کی بناء پر۔

اس صادق وامین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لے لوگو! بیشک اللہ نے تم سے جاہلیت کے عیب کو دور فرمادیا۔ اور آباء واجداد پر فخر کرنے کی رسم ختم کردی۔ انسانوں کی دو ہی قسمیں ہیں نیک اور خدا سے ڈرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں شریف، دوسرے بدعمل بدبخت اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ذلیل۔ (ابن ابی حاتم)

ربیع الاوّل کی مناسبت سے اس وقت جبکہ اس نبی اُمّی اور صادق المصدوق کی یاد میں جلسے جلوسوں کی ہما ہمی اور چہل پہل ہے۔ کیا ہمارا یہ فرض نہیں کہ ہم اس پر غور کریں کہ آپ نے وہ سب کچھ جھیل کر جس کی صرف ایک جھلک اوپر کی سطروں میں دکھائی گئی ہے، ہم کو کتنی عظیم الشان نعمت سے بہرہ ور کیا ہے۔ اگر وہ نہ آتے تو ہم اپنے مالک وخالق کو کیسے پہچانتے، ہم پر اس خالقِ مطلق اور خدائے برحق نے مسجود ملائک بنا کر جو عظیم ذمہ داری ڈالی ہے اس کو کیسے جانتے۔ ہماری زندگی کا مقصد حقیقی کیا ہے۔ اس کو کیسے جانتے، ایک دوسرے سے پیار و محبت، حقوق کی ادائیگی، رشتہ ناطوں کا پاس ولحاظ، چھوٹے بڑے کا فرق اور اس کے آداب، زندگی کے جھمیلوں میں، نرم گرم حالات میں زندگی کی درست وصحیح راہ پر چلنے کی روشنی کہاں سے ملتی۔ ایک پاکیزہ اور صاف ستھرے معاشرہ کی وہ تصویر کیسے ہم کو نصیب ہوتی جو اصحاب رسولؐ کی زندگی میں ہم کو ملتی ہے اور ہمارے لئے روشنی کے مینار کا کام دیتی ہے، کیا ہم پر یہ فرض نہیں کہ اپنے گھر اور ماحول میں زندگی کے وہ رنگ ڈھنگ پیدا کریں جو انھوں اطاعت رسولؐ اور محبت رسولؐ کا حق ادا کر کے ہم کو دکھا دیا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ جھیلا اور برداشت کیا تھا وہ انسانوں کی فلاح وبہبود ہی کے لئے تھا؟ اگر واقعۃً یہی ہے تو کیا آج ہماری بداعمالیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو اس سے کہیں زیادہ تکلیف نہ پہنچتی ہوگی جتنی اینٹ پتھر برسانے والوں سے پہنچی تھی۔ آسمان وزمین پر لرزہ طاری کر دینے والا کتنا حیرتناک منظر تھا کہ آگ میں پھاندنے والوں کی جو کمریں پکڑ پکڑ کر گھسیٹ رہا تھا وہی کمر کے بل گرایا جاتا تھا پتھر مار مار کر گرایا جاتا تھا۔ اس مبارک موقع پر چاہیئے تو یہ کہ ہم اپنا اور اپنے معاشرہ کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ہمارے اپنے ہاتھوں آپ کی تعلیمات اور سنتیں کس طرح پامال ہو رہی ہیں۔ اصحاب رسولؐ جن کا ذکر آچکا ہے۔ وعدہ کے سچے اور عہد کے پکے تھے اور ہم وعدہ خلاف اور عہد کے کچے ہم قوال وہ فعال، ہم الفاظ کے بادشاہ وہ حق وصداقت کے شاہکار، ہم گفتار وہ کردار ہم صورت وہ حقیقت آج ہم جو آپ کے پیغام ورسالت کے اصل امین ومخاطب اور آپ کے شیدائی کہلاتے ہیں اتنے غافل وبے فکر ہیں کہ اس دن کو اس مبارک مہینہ کو جو انسانیت کی طلوع صبح صادق کا دن اور مہینہ ہے ہر قسم تکلف اسراف اور بناوٹ وسجاوٹ میں لاکھوں روپئے خرچ کر کے اپنی محبت کو محبت رسولؐ کا حق ادا کر دینا سمجھتے ہیں ہم ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ اس وقت میلے کا سا جو سماں ہوتا ہے تفریح اور تماشے اور بے حجابی کا جو دلخراش منظر ہوتا ہے کیا اس سے محبت رسولؐ کا حق ادا ہوتا ہے۔

کیا اچھا ہوتا کہ اس موقع پر ہم تجدید عہد کرتے اپنی زندگیوں کا جائزہ لیتے، دیکھتے کہ ہمارے اپنے اندر گھر اور معاشرہ کے اندر آپ کے چلن کا کتنا چلن ہے۔ ہم آپ کے اس ارشاد کو یاد کرتے، سوچتے اور غور کرتے کہ اس کے زندہ کرنے کے لئے ہم کتنی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا (من أحیا سنتی عند فساد أمتی فله اجر مأة شهيد) جس نے ہمارے چلن کو ہمارے طرز زندگی کو اس وقت زندہ کیا ہو اور عمل کیا جب امت میں فساد و بگاڑ عام ہو رہا ہو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

اس مبارک موقع پر آج اس کی کتنی شدید ضرورت ہے کہ علماء امت اور واعظین قوم سواد امت کے اندر بناوٹ وسجاوٹ کی فضول خرچی کی طرف سے ذہنوں کو موڑ کر جس سے یقیناً آپ کی روح شاد ہونے کے بجائے ناشاد ہوگی۔ آپ کے چلن کو اپنانے اور معاشرہ میں اس کو رواج دینے کی تلقین کرتے، قوم کے اندر اس غیرت محمدی کو بیدار کرتے جس کو آپ کی صفات میں اس طرح بیان کیا گیا ہے فاذ تعدی الحق لم يقسم لغضبه شئی حتى ينصر له۔

ایک نیک اور پارسا اور عبادت گذار خاتون جن سے غلطی سے چوری کا جرم سرزد ہو گیا اور ہاتھ کاٹنے کی سزا نافذ ہونے والی ہے جب ان کی سفارش کی جاتی ہے تو آپ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو جاتا ہے اور یہاں تک فرما دیتے ہیں کہ لَوْ أَنَّ فاطمه بنت محمد سرقت لقطعت يدها۔ اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتیں تو ان کا ہاتھ کاٹا جاتا۔ مزید فرمایا تھا کہ تم سے پہلے کی قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ اگر ان میں

کوئی معزز شخص قانون شریعت کو توڑتا تھا تو چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اور کوئی معمولی حیثیت کا آدمی ہوتا تو اس کو سزا دی جاتی تھی۔

آج کے بعد کل ہے۔ زندگی کے بعد موت ہے وہ دن دور نہیں جب ہر امتی خدا اور نبیؐ کے حضور کھڑا ہوگا۔ اور سامنے اعمال نامہ کھلا ہوگا اس وقت کیا عالم ہوگا۔ ندامت و شرمندگی کا کوئی اس کا اندازہ لگا سکتا ہے؟ کچھ یہی احساس تھا جس نے اقبال مرحوم کی زبان سے اپنے مالک سے معافی اور نبی کے سامنے رسوا ہونے سے بچنے کی یہ دعا کی۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
یا اگر بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر¹

لہٰذا ہم کو زندگی کے ہر شعبہ میں حکم شریعت اور سنت رسولؐ کو زندہ کرنے کی فکر کرنی چاہیئے ہر سال ماہ ربیع الاول ہمارے لئے یہی پیغام لے کر آتا ہے۔ لیکن کیا ہم میلاد کے جلسوں میں اپنے اندر کچھ تبدیلی لانے کی فکر کرتے ہیں علماء تقریر کرتے ہیں، چلے جاتے ہیں۔ مجلس مشاعرہ منعقد ہوتی ہے اور اس طرح ختم ہوتی ہے کہ بہت سے نمازیوں کی فجر کی نماز بھی غائب ہو جاتی ہے اور جو سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں۔ ان کا تو ذکر ہی کیا

کاش ہم اس وقت کے ایمان سوز حالات کو دھیان میں رکھ کر اس مبارک موقع پر اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کرتے کہ اب سے ہم اپنے نبیؐ کا چلن اپنائیں گے جن کے چھوٹ جانے ہی سے ہم دنیا و آخرت دونوں جہان کے خسارے و نقصان سے دوچار ہیں۔ اور ذلت و رسوائی ہمارا حصہ بن چکی ہے۔ اقبالؔ مرحوم نے جواب شکوہ میں ربِ کریم کی بے پناہ رحمت و نوازش کو اطاعت رسولؐ پہ منحصر کرکے دو مصرعوں میں اس طرح بیان کر دیا ہے

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اقبالؔ کے یہ الفاظ ربِ کریم کے اس ارشاد کے ترجمان اور اس کا واضح بیان ہیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۂ آل عمران : ۳۱)

(اے پیغمبرؐ لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا۔

اے اللہ کاغذ اور قلم کے ان نقوش کو تو ہی دلوں میں اتار دے اور زندگی میں جاری و ساری فرما دے۔ آمین یا رب العالمین۔

¹اے ہمارے مالک تیری ذات ہر دو عالم سے غنی و بے نیاز ہے تیرا خطا کار گنہگار بندہ ہوں، قیامت کے دن میرا عذر قبول کرکے معاف فرما دے۔ اور اگر ہمارے حساب لینے ہی کا فیصلہ فرمائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپا کر ہمارا حساب لے۔ (ہمیں ان سے بڑی شرم آئے گی)

رحمت کا آئینہ

محمد قمر الدین قمر رام نگری

خلقِ حسن ہے، آپؐ کی عظمت کا آئینہ
معراج ہے بلندی و رفعت کا آئینہ

محبوب رکھتا ہے جسے خود ربِ ذوالجلال
ہیں آپؐ وہ خدا کی محبت کا آئینہ

دشمن سے بھی نہ بدلہ لیا آپ نے کبھی
دل آپ کا تھا رحمت و رافت کا آئینہ

پتھر جنھوں نے مارے انہیں بھی دعائیں دیں
تھے آپ خلق و عفو و مروت کا آئینہ

ہر ہر عمل تھا آپ کا اک اسوۂ جمیل
کل زندگی تھی دین و شریعت کا آئینہ

مضمر ہے جس میں دونوں جہاں کی فلاح و خیر
ہر قول آپ کا ہے وہ حکمت کا آئینہ

ظلم و ستم مٹانے کو تشریف لائے آپؐ
تھے آپ عدل و حق و صداقت کا آئینہ

آتے ہی اُن کے ہوگئیں کافور ظلمتیں
ختم الرسل تھے مہرِ ہدایت کا آئینہ

واللہ سراپا نور تھے پیکر تھے نور کا
چہرہ تھا جن کا نورِ نبوت کا آئینہ

اس آئینے میں آپؐ ہیں اک عکسِ بے مثال
ہے کائناتِ خالقِ قدرت کا آئینہ

قرآں ہیں ایک زندہ و ناطق مرے حضورؐ
بیشک رسولِ پاکؐ ہیں رحمت کا آئینہ

کامل ہے ان کا ایماں وہ جائیں گے خلد میں
دل جن کا ہے حضورؐ کی الفت کا آئینہ

بوبکرؓ ہوں عمرؓ ہوں، وہ عثمانؓ ہوں یا علیؓ
واللہ ہیں نبی کی نیابت کا آئینہ

حسنؓ و حسینؓ ہیں چمنِ مصطفیٰ کے پھول
اور حق کی راہ میں ہیں شہادت کا آئینہ

رحمت برستی رہتی ہے آٹھوں پہر جہاں
شہرِ نبیؐ مدینہ ہے جنت کا آئینہ

ہے نعت گوئی مقصدِ شعر و سخن قمرؔ
اور میرا فن حضورؐ کی مدحت کا آئینہ

اسلامی شریعت اور عائلی زندگی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ذیل کا مضمون حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء کا وہ خطبہ ہے جو ۷/اپریل ۲۰۰۱ء کو دہلی میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ایک اہم جلسہ کے لئے لکھا گیا تھا، جس میں مرد و عورت کے مابین ان کی مشترک زندگی کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور شریعت کی روشنی میں خواتین کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں، دعوت فکر و عمل دی گئی ہے، افادۂ عام کی غرض سے ہم اس خطبہ کو ذیل میں پیش کر رہے ہیں ——— (ادارہ)

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد والہ وصحبہ أجمعین۔

محترم حضرات وخواتین اسلام!

مسلم پرسنل لاء بورڈ کے تعاون سے طلب کردہ یہ مذاکرۂ علمی اس بات کا مناسب موقع ہے، کہ اس میں خواتین اسلام کی طرف سے اٹھائے جانے والے مسائل کو زیر غور لایا جائے اور ہماری غیر اسلامی زندگی نے جو خرابیاں پیدا کر دی ہیں، اور موجودہ تمدنی و سماجی تغیرات نے جو سوالات اٹھائے ہیں ان کے سلسلہ میں شریعت اسلامی کیا حل پیش کرتی ہے ان کو معلوم کیا جائے اور ان سے فائدہ اٹھایا جائے، ہم اس ملک میں جو برصغیر کے دیگر پڑوسی ممالک کی طرح سماجی زندگی کے ملتے جلتے حالات رکھنے والا ملک ہے یہاں کی آبادی متعدد و متفرق مذہبی لسانی اور ثقافتی اکائیوں پر مشتمل ہے، اور اس پر مستزاد یہ کہ سمندر پار کی سامراجی طاقت نے اپنے دو سو سالہ دور اقتدار میں زندگی کے لئے بعض ایسے مسائل بھی کھڑے کر دیئے ہیں جن کے تحت ذہنی سماجی اور تمدنی دائروں میں پیدا ہونے والے سوالات نے بعض ذہنوں پر اثر ڈالا ہے، وہ اثر سماجی و تمدنی زندگی کے بعض پہلوؤں میں شریعت اسلامی کے دیئے ہوئے طریقۂ کار اور بنائے ہوئے طرز عمل سے دور کرنے والا ہے، ہم کو ان پہلوؤں کے متعلق اٹھائے جانے والے سوالات کا شریعت اسلامی کی ہدایات کو سامنے رکھتے ہوئے جائزہ لینا اور قابل حل معاملات کا حل پیش کرنا چاہئے۔

اللہ تعالی نے مرد و عورت کو ایک ہی درخت کی دو شاخوں کی حیثیت سے کی ہے، اور اہمیت وعزت کے لحاظ سے دونوں کو یکساں مقام دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جسمانی ساخت اور اپنی مخصوص ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لحاظ سے ان دونوں کے مابین جو فرق ہے اس کی بھی رعایت رکھی ہے پھر انتظامی دائرے میں دونوں کے منصبوں کی ترتیب بھی قائم کی ہے، جن کا لحاظ کرنا دونوں کے مشترک میدان کار میں ضروری فریضہ ہے، یہ مشترک میدان بڑی حد تک عائلی زندگی کا ہے اور فرق ان میں انتظامی اور دونوں ـــ میں ـــ ـــ ـــ ترتیب سینئر اور جونیئر کی ہے، جس کو دوسرے لفظوں میں بڑا اور چھوٹا کہا جا سکتا ہے۔ اس ترتیب میں دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کی تحقیر اور دوسرے کی غیر منصفانہ تعظیم نہیں ہے جس طرح بڑے بھائی کے مقابلہ میں چھوٹے بھائی کو چھوٹا بھائی قرار دینا اس کی تحقیر قرار نہیں دی جاتی۔

قرآن مجید نے دونوں کے مابین فرق کے حوالے سے وجہ بیان کی ہے کہ بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَا أَنْفَقُوْا:

ترجمہ: کیوں کہ اللہ نے بعض کو بعض کے مقابلہ میں زائد حیثیت عطا کی ہے اور اس لئے بھی کہ خرچ کا بوجھ مردوں نے اٹھایا ہے۔

اسی طرح عائلی زندگی میں انتظامی و کفالتی بنیاد پر ایک کو بڑا اور دوسروں کو چھوٹا ماننا بے انصافی نہیں قرار دی جا سکتی ہے۔ چنانچہ مرد کو جسمانی لحاظ سے زیادہ قوی اور عائلی اخراجات کا بوجھ اٹھانے کی بنا پر سینئر (بڑا) اور دوسرے کو جونیئر (چھوٹا) ہی ماننا واقعہ کے مطابق ہے اور یہ ترتیب ہماری تمدنی و سماجی زندگی کے متعدد پہلوؤں میں بھی لائی جاتی ہے کہ گروپ کے متعدد ارکان

میں ایک کو ذمہ داری کی بناء پر بڑا قرار دینا ہوتا ہے۔

مرد وعورت کے درمیان جسمانی اور مزاجی لحاظ سے جو فرق ہے اس کے ضمن میں یہ بات بھی سامنے لانے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بچہ کی پیدائش کے وقت سے کئی سال بعد تک اس کی ہمہ وقت نگہداشت کے لئے عورت کو بحیثیت ماں کے زیادہ فعال جذبۂ رحم و رعایت عطا کیا ہے، جس کا بدل محض عقلی سوجھ بوجھ نہیں ہوسکتی اور وہ بچہ کی پرورش کے لئے ماں کی والہانہ فکر کی جگہ نہیں لے سکتی۔ بچہ کی نگہداشت اور فکر جیسے کام کے لئے جذبۂ نرمی و ہمدردی کا فطری اور جبلی ہونا ضروری ہے اور وہ بھی اس سطح پر جس کی ضرورت بچہ کی پرورش اور نگہداشت کے لئے مطلوب ہے مرد میں یہ جذبہ کم اور سرسری ملے گا، اسی فرق کو اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کے درمیان رکھا ہے اس فرق کی تعبیر اس طرح بھی کی جاسکتی ہے کہ مرد میں غیر جذباتی انداز اختیار کرنے کی صلاحیت زیادہ رکھی گئی ہے۔ جبکہ عورت میں جذبۂ شفقت و رعایت کا مزاج زیادہ رکھا گیا ہے، اسی طرح رحم و شفقت و رعایت کا یہ مزاج ایسے معاملات میں جن میں خالص عاقلانہ اور غیر جذباتی انداز کی ضرورت ہوتی ہے، کمتر مفید اور کم کامیاب ہوتا ہے اسی کی بناء پر شہادت کے موقع پر ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی شہادت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ ایک عورت کی شہادت میں غیر جذباتی ہونے کی جو کمی ہے وہ دوسری عورت کی شرکت سے پوری ہوجائے۔

حضرات وخواتین ملت! مرد وعورت کے مابین مشترکہ زندگی کے بعض پہلوؤں میں شریعت اسلامی نے جو فرق رکھا ہے ان مذکورہ بالا امور کو سامنے رکھتے ہوئے ہی دیکھنا چاہئے ان امور سے ہٹ کر جو معاملہ کیا جاتا ہے اور اس کے جو نتائج ہوتے ہیں وہ دراصل ہم خود انسانوں کی کوتاہی یا خود غرضی اور زیادتی کی وجہ سے ہوتے ہیں، اس کو درست کرنے کے لئے ہم کو ان کا جائزہ بھی لینا ہوگا۔ اور ان کی اصلاح کی کوشش بھی کرنی ہوگی۔

دراصل ہماری عائلی زندگی میں جو متعدد خرابیاں اور زیادتیاں پائی جاتی ہیں ان کا تعلق عموماً شریعت اسلامی کی تعلیمات سے روگردانی سے ہے، ان کا جائزہ لینے پر یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ ایک طرف تو شریعت اسلامی کی روایات کو نظر انداز کر دینے کی وجہ سے وجود میں آئی ہیں، دوسری طرف وہ غیر اسلامی سماجوں کی نقل سے پیدا ہوئی ہیں، اور ان کو اسلامی شریعت سے منسوب کرنے کا کام غیر مسلم پروپیگنڈے اور یورپ کی طرف سے عورت کی بے محابا آزادی کی دعوت نے انجام دیا ہے، اسلامی شریعت نے تو عورت کے ساتھ بڑی رعایت اور حفاظت کا انتظام کیا ہے، لڑکی کی پیدائش پر زیادہ خوش ہونے اور زیادہ فائدہ سمجھنے کی ہدایت کی گئی ہے اور لڑکی کی پرورش پر ماں باپ کو زیادہ اجر کی امید دلائی گئی ہے، پھر شادی کا وقت آنے پر ازدواجی تقریب کے تمام اخراجات شریعت نے شوہر کے ذمہ رکھے ہیں، بیوی پر اس سلسلہ میں کوئی اخراجات نہیں رکھے ہیں، تقریب کے اخراجات کے علاوہ مہر کے نام سے ایک وقیع نذرانہ ادا کرنے کی پابندی بھی مرد کے ذمہ رکھی ہے، جس کی رو سے معتد بہ رقم مرد کی طرف سے اپنی بیوی کو شادی کے موقع سے دینا ہوتی ہے، اچھا تو یہ ہے کہ وہ فوراً دی جائے، بصورت دشواری تاخیر سے دینے کا قطعی وعدہ کرنا ضروری ہوتا ہے، اور اس کو ایسا ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اس کی ادائیگی کی نیت اور وعدہ نہ ہو تو نکاح کا عمل بھی صحیح نہیں قرار پاتا اور فطری بات ہے کہ جب مرد ازدواجی تقریب کے اخراجات مع مہر کی رقم کی ادائیگی کی ذمہ داری پوری کرے گا تو اس کا یہ ازدواجی تعلق قیمتی اور مضبوط ہوگا اور وہ اس کو بے تکلف یا عاجلانہ طلاق کے ذریعہ ختم نہیں کرسکتا وہ دس مرتبہ سوچے گا کہ طلاق دینے میں اس کا کس قدر نقصان ہے جب کہ طلاق دینے کے بعد نئے رشتۂ ازدواج کے لئے اس کو دوبارہ اتنے ہی اخراجات کا بار اٹھانا ہے۔

لہٰذا شریعت پر صحیح عمل کرنے میں عاجلانہ طریقہ سے طلاق دینے کا عمل آسان نہیں رہ جاتا۔ نتیجۂ طلاق کا عمل بہت ہی کم اور انتہائی مجبوری کے موقعوں پر ہی وجود میں آئیگا۔ اور مجبوری کے حالات میں طلاق دینے کی گنجائش ہونا انسان کی اہم ضرورت ہے کیوں کہ زوجین کے مابین اگر ناقابل برداشت صورت پیدا ہو جائے تو اگر قاعدہ سے علیٰحدگی نہیں کی جاتی تو بے قاعدہ اور دوسرے کی جان لے کے یہ علیٰحدگی وجود میں آئیگی۔ اور بیوی کا معاملہ یہ ہے کہ طلاق ہوجانے پر اس کی ذمہ داری اس کے ماں باپ پر پھر لوٹ آتی ہے۔ ماں باپ نہ ہوں تو اس کے قریب ترین اعزہ پر عائد ہوتی ہے۔

اسلامی شریعت میں بیوی کی تمام انسانی ضروریات کو پورا کرنا تنہا اس کے شوہر کے ذمہ رکھا گیا ہے۔ بیوی کے ذمہ اس سلسلہ کے کوئی

اخراجات نہیں ہیں، اور بیوی کی جو ذاتی آمدنی ہوتی ہے یا وہ جو کچھ میکے سے لائی ہوتی ہے، وہ سب تنہا اس کی ملکیت ہوتی ہے اس پر اس کے شوہر کا کوئی حق نہیں ہوتا ہے سوائے اس کے کہ بیوی اپنے شوہر کو اس میں سے کچھ ہدیہ کردے، عورت پر اپنے اخراجات کے سلسلہ میں پیدائش سے لے کر انتقال تک خود اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی، شادی سے قبل اس کی پوری کفالت اس کے ماں باپ کے ذمہ اور شادی کے بعد اس کے شوہر کے ذمہ ہوتی ہے اس کے لئے عورت کو کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں ہوتی البتہ شادی کے بعد وہ اس کے عوض میں اپنے شوہر کے آرام اور پسند کا خیال رکھنے کی پابند ہوتی ہے، شوہر کے مفادات کا لحاظ رکھنے کی بھی اس پر ذمہ داری ہوتی ہے، اور ظاہر ہے کہ ازدواجی تعلق قائم کرنے کے وقت ہی سے دونوں ایک دوسرے کے مفادات کا لحاظ رکھنے کی ذمہ داری تسلیم کر چکے ہوتے ہیں، مذکورہ بالا شکل میں شکایت اگر ہو تو مرد کو ہوسکتی ہے کہ گویا سارا بار اس پر ہے کہ سب اس کو کرنا ہے اور اگر عورت کی کفالت کرنے والا اتفاقاً کوئی نہ رہ جائے مثلاً والدین میں سے کوئی نہ ہو اور شوہر سے بھی اس کا انقطاع ہوگیا ہو تو اس کی فکر اسلامی حکومت کے ذمہ ہے پھر خود عورت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی ضروریات کے لئے تقریباً وہ تمام کام کرسکتی ہے جو شرعی لحاظ سے جائز اور محتاط حدود میں رہتے ہوئے کئے جاسکتے ہوں۔ جائز حدود میں رہتے ہوئے ایسے سب کام وہ شوہر کی کفالت حاصل ہونے کی صورت میں بھی کرسکتی ہے لیکن اس کو اپنے شوہر کی موافقت کے بعد کرنا ہوگا۔ شریعت کی طرف سے اس کی اجازت دی گئی ہے بشرطیکہ اس سے بچوں کی پرورش اور عائلی ضرورتوں کو پورا کرنے میں خلل واقع نہ ہو۔

مزید یہ کہ بیرونی دائرہ میں کسی کام کو اختیار کرنے میں حیا سوز کام اور خلاف شریعت طریقہ اختیار کرنا منع ہے خواہ یہ صورت شادی سے قبل ہو یا شادی کے بعد۔ اسلامی تاریخ بلکہ عہد اوّل میں اس کی خاصی مثالیں ہیں کہ عورت نے جائز حدود میں رہتے ہوئے زندگی کے مختلف پہلوؤں میں کام کئے اور مختلف خدمات انجام دی ہیں اور اس کو برا نہیں سمجھا گیا۔

شریعت اسلامی میں طلاق کو مجبوری کا عمل قرار دیا گیا ہے اور اس کے لئے احتیاط کا طریقہ اپنانے کا حکم دیا گیا ہے اس کو شوہر بیوی کے مابین ناقابلِ اصلاح ناچاقی کی صورت میں ایک حل قرار دیا گیا ہے۔ اوّلاً دونوں کے درمیان اصلاح کی کوشش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بدرجۂ مجبوری دونوں کے مابین علیٰحدگی کی یہ شکل رکھی گئی ہے کہ پہلے دونوں کے خاندانوں میں سے ایک ایک شخص مل کر اصلاح حال کی کوشش کریں، کامیابی نہ ہو تو پھر بہتر یہ ہے کہ بتدریج ایک ایک ماہ کرکے ایک ایک طلاق دی جائے۔ لیکن حالات اگر فوری علیٰحدگی کے متقاضی ہوں تو ایک ہی مرتبہ میں تینوں طلاقیں دی جاسکتی ہیں یہ مرد کے لئے ہے اور عورت کو ضرورت ہو تو وہ قاضی کے توسط سے علیٰحدگی کرواسکتی ہے۔

مذکورہ بالا طریقہ سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ اسلامی شریعت نے عورت کو پورا حق اور باعزت مقام عطا کیا ہے۔ اس نے اس کو زندگی کے بیشتر پہلوؤں میں جو مساویانہ درجہ دیا ہے اس کی مثال دوسرے مذاہب میں بھی نہیں ملتی، حتیٰ کہ موجودہ ترقی یافتہ تمدنوں میں امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں عورت کی آزادی اور مساویانہ درجہ کے جو دعوے کئے جاتے ہیں اور جس کے پروپیگنڈے سے بعض مسلمان خواتین کو اسلامی شریعت کے دیئے ہوئے حقوق کم معلوم ہوتے ہیں، اگر ان کا جائزہ لیا جائے تو عجیب، غریب انکشافات سامنے آتے ہیں وہاں زندگی کے چھوٹے چھوٹے اور خادمانہ کاموں میں زیادہ تر عورت کو لگایا جاتا ہے، اور اس کی کم عمری میں ہی آزادی کے بہانے اس کو سنہرا خواب دکھا کر اس کا ظالمانہ استحصال کیا جاتا ہے پھر شادی ہوجانے پر بکثرت واقعات شوہر کی طرف سے بیوی کو پیٹنے اور ظلم کرنے کے سامنے آتے ہیں، اس میں امریکہ، فرانس، اور دیگر ممالک کے واقعات بڑھے ہوئے ہیں، ان ہی واقعات کے ضمن میں عورت کی طرف سے بھی انتقامی جذبہ کے متعدد واقعات سامنے آتے رہتے ہیں، کہ اس نے شوہر سے ناراض ہوکر خاص ملاقات کے اوقات میں شوہر کو قتل کردیا، شوہر کی طرف سے بیوی کے مصارف برداشت کرنا تو اس تمدن کی زندگی میں کم سے کم ہوگیا ہے چنانچہ شوہر کی طرح بیوی کو بھی مصارف کے حصول کے لئے الگ سے کام کرنا ضروری ہوتا ہے، مزید یہ بات بھی ہے کہ ایک کی دوسرے کے ساتھ محبانہ وابستگی بھی تقریباً ختم ہوگئی ہے، دونوں اپنی اپنی دلچسپی کے لئے اپنے اپنے دوست بنالیتے ہیں، اس میں دوسرا دخل نہیں دیتا پھر دونوں رضامند

رغبت سے کسی سے بھی جوڑ کرلیں اس کو قانون بھی نہیں منع کرتا، اس کی وجہ سے عام طور پر وہاں میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور صورت حال نا قابل برداشت ہونے پر سوائے طلاق کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ سے وہاں طلاق کا تناسب مشرق کے مقابلہ میں زیادہ اور مسلمانوں کے معاشرہ کے مقابلہ میں تو بہت ہی زیادہ ہے، ہمارے مشرقی معاشرے میں اس کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔

اور جہاں تک تعدد ازدواج کا تعلق ہے تو اس کی اجازت بھی شریعت اسلامی نے جنسی انارکی اور آزادانہ مرد و زن کا تعلق جس سے عائلی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے روکنے اور عائلی نظام کو منضبط رکھنے کے لئے دی ہے، تعدد ازدواج کا اسلامی قانون ایسی خرابی و روکتا اور عائلی زندگی کو شائستہ بناتا ہے۔

اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلام پر تعدد ازدواج کے نام سے اعتراض کیا جاتا ہے جب کہ جائزہ بتاتا ہے کہ تعدد ازدواج غیر مسلم معاشروں میں مسلم معاشرہ کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

اور رہا غیر قانونی تعدد ازدواج تو وہ غیر مسلم معاشرہ میں خاص طور پر امریکہ و یورپ میں بہت عام ہے، وہاں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو اپنی بیوی کے علاوہ متعدد خواتین سے فائدہ نہ اٹھاتا ہو، وہاں ناجائز جنسی عمل کو، اگر دونوں فریق رضامند ہوں، تو بالکل جائز سمجھا جاتا ہے، اور اگر اس کو قانونی حدود میں اختیار کیا جائے تو تعدد ازدواج کے عنوان سے وہ جرم قرار پاتا ہے۔ دراصل ان متمدن ملکوں میں جو آزادئ نسواں کا نعرہ لگاتے رہتے ہیں اور مساوات مرد و زن کے بڑے دعویدار ہیں عورتوں کا جو استحصال ہے اور ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی جو مقدار ہے وہ ان کے دعویٰ کو سراسر دھوکہ ثابت کرتی ہے۔

اس سلسلہ میں امریکہ کو لے لیجئے جو عورت کی آزادی اور مساوات کا سب سے بڑا داعی ہے، وہاں زندگی کے چھوٹے کاموں کے لئے عورت کو مخصوص کرلیا گیا ہے، ہوٹلوں میں خدمت ہو، دفتروں کی معمولی کلرکی ہو، افسروں کی معاونت ہو، حتی کہ جوتوں میں پالش لگانے اور ٹیکسیوں کی ڈرائیوری اور طرح طرح کے محنت کے کام عورتوں سے لئے جاتے ہیں، اور بلند اور معزز مناصب میں باوجودیکہ عورتوں کو بھی تعلیمی لحاظ سے پورا امتیاز حاصل ہوتا ہے، بہت کم موقع دیا جاتا ہے، وہاں گذشتہ صدی کی ساتویں دہائی کے ایک جائزہ سے جو اعداد و شمار ملے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

ملک کے ۲۲۹ کلیدی مناصب میں صرف ۳۰ منصب عورتوں کو حاصل ہوئے، یعنی صرف ۱۳ فیصد۔

اور غیر قانونی تعدد ازدواج کا فائدہ اٹھانے والوں کے سلسلہ میں حسب ذیل وضاحت پائی گئی، امریکی معاشرہ ایک کھلا معاشرہ ہے، صرف دس فیصد عصمت دری کے واقعات درج کرائے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

اوسطاً ہر سال ایک لاکھ تیس ہزار عورتوں کی عصمت دری کی جاتی ہے، آبادی کے ۲۶ فیصد مرد اور ۵۰ فیصد عورتیں شادی کے بعد بھی چالیس سال کی عمر تک دوسروں کے ساتھ جنسی عمل میں مصروف رہتے ہیں، رسالہ ٹائم ۱۷/ اکتوبر ۱۹۹۴ء کے جائزہ کے مطابق ۲۰ فیصد امریکی شادی شدہ مرد ایک فیصد دیگر عورت سے، ۲۱ فیصد دو سے چار تک سے، ۲۳ فیصد ۵ سے ۱۰ تک سے، ۱۶ فیصد ۱۱ سے ۲۰ تک سے، ۲۷ فیصد ۲۱ سے زیادہ عورتوں سے جنسی تعلقات رکھتے ہیں، اس کے بعد بھی اسلام کا تعدد ازدواج بدنام ہے جس میں شرائط اور تعداد کی حد بندی کے ساتھ اجازت دی گئی ہے۔

اگر کسی کی بیوی بیوی کی حیثیت سے مرد کی ضرورت کے لائق نہیں رہی تو وہ اگر قانونی بندھن کے ذریعہ اپنا مقصد حاصل نہ کر سکے گا جس میں وہ شریفانہ اور معقول پابندیوں سے گھرا ہوگا تو پھر عصمت دری یا مغربی نظریہ کے مطابق برضاء و رغبت جہاں اور جو چاہے گا کرے گا۔

مغربی روشن خیال معاشرے میں آزادی اور عورتوں کے حقوق کے نام پر جو خاندانی ابتری اور بربادی کے واقعات بڑی تعداد میں سامنے آرہے ہیں ان سے ہم کو بھی سبق لینا ہے۔

مذکورہ بالا صورت حال آج کی متمدن دنیا کی عائلی اور اخلاقی زندگی کے متعلق شائع ہونے والے جائزوں سے سامنے آئی ہے، اس کے مقابلہ میں اسلام نے مرد و عورت دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا جو ذمہ دار بنایا ہے، اور پیچیدہ حالات کا جو حل پیش کیا ہے، وہ ایک دوسرے کے لحاظ اور آپس میں محبت پر مشتمل ہے،

جس کو خود مسلمانوں کے اپنے بگڑے ہوئے، سماج کی خرابیوں اور مغرب کی آزادی، اور مساوات کے غیر فطری نعروں کے اثر نے ایک حد تک خراب بھی کیا ہے ہم کو اوّلاً ان کی درستگی کی فکر کرنا چاہئے، اور اس کے بعد اگر کسی معاملہ میں کوئی نا استواری محسوس ہو تو اس کو واقفینِ شریعت سے ان کی واقفیت کے دائرہ میں حل کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے اس سیمینار میں عورت و مرد کے حقوق اور عائلی زندگی کے معاملات میں محسوس کی جانے والی کمزوریوں اور زیادتیوں کے بارے میں جو معاشرے کی کوتاہیوں کی بنا پر ہوتی ہے اوّلاً اسلام کی ہدایات اور اس کی دی ہوئی رعایتوں کو سامنے رکھتے ہوئے غور کرنا چاہئے اور ان کے ازالہ کی تدابیر جو ہوسکتی ہوں ان کو زیرِ غور لانا چاہئے، ان تدابیر میں ایک اہم تدبیر اصلاح معاشرہ کی بھرپور کوشش ہے کہ اوّلاً شریعت اسلامی کی ہدایات پر عمل ہو، اور مسلمان عوام کو شریعت کی رہنمائی اور اجازتوں سے روشناس کرانے کی کوشش ہو جو کہ افسوس ہے کہ روشن خیال طبقے کی بے توجہی اور جاہل طبقہ کی جہالت کی وجہ سے نظر انداز ہو رہی ہے، تیسرے اسلام مخالف طبقات کی طرف سے اسلامی شریعت کی شبیہہ بگاڑنے کی جو کوششیں ہو رہی ہیں ان کا پردہ فاش کرنے کی کوشش ہو، تاکہ اسلامی شریعت کے بارے میں غلط فہمی دور ہو۔ اس کے بعد عہد جدید کے تقاضوں سے کوئی نئی بات جو شریعت اسلامی کی تشریحات میں تا حال نہیں مل رہی ہو شریعت اسلامی کے ماہرین کے ذریعہ حاصل کی جائیں اور اس بات کو پوری طرح پیش نظر رکھا جائے کہ مسلمان کے مسلمان ہونے کی یہ شرط ہے کہ قرآن وحدیث سے اگر کوئی حکم ثابت ہے تو خواہ اپنی پسند اور مرضی کے خلاف ہو ماننا لازمی ہے مسائل کا حل اس کو مانتے ہوئے کرنا ہوگا۔

بہرحال امید ہے کہ ہمارا یہ سیمینار واقعی غور کے قابل پہلوؤں کو زیرِ غور لائے گا، اور اس طرح ایک بہت اچھے طرزِ عمل کا آغاز ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں ہماری محترم خواتین کی حق شناسی اور معاملہ فہمی اصلاحِ حال کا ماحول پیدا کرنے میں معاون بن سکے گی۔ اس سلسلہ میں ہمارے علماء اور مصلحین امت کی ذمہ داری کچھ زیادہ ہے کیوں کہ ان کو شریعت کا علم زیادہ ہے بہرحال ہم سب مل کر توجہ دیں تو انشاء اللہ اچھے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

ورودِ مسعود سرکارِ دو عالمؐ

رباب رشیدی

سحر کا رنگ پھیکا تھا مرے سرکارؐ سے پہلے ہر اک آئینہ دھندلا تھا مرے سرکارؐ سے پہلے
غمِ دل بے مداوا تھا مرے سرکارؐ سے پہلے کہاں کوئی سہارا تھا مرے سرکارؐ سے پہلے
قیامت کا اندھیرا تھا مرے سرکارؐ سے پہلے

مکمل رہبری کب تھی مرے سرکارؐ سے پہلے شریعت آخری کب تھی مرے سرکارؐ سے پہلے
اخوت باہمی کب تھی مرے سرکارؐ سے پہلے مسرت دائمی کب تھی مرے سرکارؐ سے پہلے
حقیقی زندگی کب تھی مرے سرکارؐ سے پہلے

مرے سرکارؐ آئے بجھتی آنکھوں میں چمک آئی سلاموں کی صدا آئی، درودوں کی مہک آئی
زمین پر راہ میں آنکھیں بچھانے کو دھنک آئی خوشی صہبائے شبنم بن کے پھولوں سے چھلک آئی
دعاؤں میں اثر آیا، سحر تعبیر تک آئی

وَرودِ رحمۃ للعلمیں انسان کی مخدومی وَرودِ رحمۃ للعلمیں باطل کی محرومی
وَرودِ رحمۃ للعلمیں تسکین مظلومی وَرودِ رحمۃ للعلمیں فطرت کی منظومی
وَرودِ رحمۃ للعلمیں ظلمت کی معدومی

حضورؐ آئے نئی صبحوں کا روشن کارواں لے کر حضورؐ آئے جمال روح کی رعنائیاں لے کر
حضورؐ آئے عزائم کی متاعِ جاوداں لے کر حضورؐ آئے عمل کے راستے میں کہکشاں لے کر
حضورؐ آئے زمیں پر سطوت ہفت آسماں لے کر

حضورؐ آئے یتیموں نے سہاروں کی فضا پائی حضورؐ آئے اندھیروں نے امیدوں کی ضیا پائی
حضورؐ آئے ضعیفوں نے نویدِ جاں فزا پائی حضور آئے غریبوں نے کرم کی انتہا پائی
حضورؐ آئے تو مایوسوں نے جینے کی ادا پائی

سلام ان پر کہ جن کے ذکر کو بخشی گئی رفعت سلام ان پر کہ جن کا نام نامی عرش کی زینت
سلام ان پر ملک کرتے ہیں جن کی رات دن مدحت سلام ان پر خدا کے بعد ہیں جو سب سے باعظمت
سلام ان پر کہ جو خلق مجسم، پیکرِ رحمت

(دوسری و آخری قسط)

ارادۂ الٰہی اور مادی اسباب

کے سلسلے میں

انبیاء اور ان کے مخالفین کا فرق

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت موسیٰ کا واقعہ تنگ اور محدود مادی ذہنیت کے لئے چیلنج

قصۂ حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت موسیٰؑ کا قصہ بھی اس عقل مادی کے لئے ایک کھلے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے جو اسباب و حوادث کو خود مختار ابدی اور جامد قانون سمجھتی ہے اور ایسی قاہر طاقت خیال کرتی ہے جو حاکم ہیں محکوم نہیں۔

یہ قصہ ان لوگوں کو بڑی آزمائش میں ڈال دیتا ہے جن کی فکر و نظر ماورائے اسباب یا اسباب سے اوپر نہیں جاتی یہاں میں اپنے ایک سابق مقالے سے مدد لوں گا جس میں حضرت موسیٰؑ کے قرآنی قصے اور اس کی عبرت و بصیرت کا جائزہ لیا گیا تھا۔ اس میں کہا گیا تھا:-

"حضرت موسیٰ مصر کے ایک تاریک اور گھٹے ہوئے ماحول میں پیدا ہوتے ہیں جو بنی اسرائیل کو پورے طور پر گھیر چکا اور ان کے لئے نجات کے تمام راستے بند کر چکا تھا، حال مایوس کن، مستقبل تاریک، تعداد تھوڑی، وسائل معدوم، قوم بے عزت، دشمن بالا دست، حکومت ظالم، یہ چیزیں ان کی راہ میں حائل تھیں نہ کوئی ان کا دفاع کرنے والا تھا، نہ کوئی بچانے والا، بنی اسرائیل کی حیثیت اس قوم کی سی تھی جس کا انجام معلوم و طے شدہ ہو اور وہ بدبختی اور فنا کے لئے پیدا ہوئی ہو — ان حالات میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوتے ہیں اور ان کی ولادت و زندگی فلسفۂ اسباب اور وقت کے نظام کے لئے سراپا چیلنج ثابت ہوتی ہے فرعون نے چاہا کہ وہ پیدا نہ ہوں مگر وہ پیدا ہو کر رہے، اس نے خواہش کی کہ زندہ نہ رہیں مگر زندہ بھی رہے اور لکڑی کے ایک بند صندوق میں دریائے نیل کے گہرے پانی میں معجزانہ طور پر زندہ رہے۔

آپ دشمن کی گود میں پرورش پاتے اور قاتل کی حفاظت میں پروان چڑھتے ہیں۔ آپ بھاگتے اور نجات پاتے اور ایک درخت کے سائے میں محزون و لاچار ہو کر جا بیٹھتے ہیں اور پھر معزز جہانی، اور پسند کی شادی سے متمتع ہوتے ہیں اہل و عیال کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں۔ راستے میں ناواقفیت اور رات کی تاریکی سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بیوی کو ولادت پیش آتی ہے، اور ان کے لئے آگ کی تلاش ہوتی ہے، اور وہ ایسا نور پا لیتے ہیں جس کے ذریعہ بنی اسرائیل کی قسمت چمک جاتی ہے اور عالم راہ یاب ہو جاتا ہے نبی ایک عورت کی ضرورت اور مدد کا سامان ڈھونڈتا ہے تو وہ پوری انسانیت کی مدد اور ضرورت کا سامان پا لیتا ہے اور نبوت و پیمبری سے سرفراز کر دیا جاتا ہے

وہ فرعون کے خدم و حشم سے بھرے ہوئے دربار میں داخل ہوتے ہیں، حالانکہ وہ کل مطلوب و مفرور ملزم کی حیثیت میں تھے، جس پر فرد جرم لگ چکی اور مقدمہ دائر ہو چکا تھا، اور ان کی زبان میں لکنت اور ارادوں میں تذبذب تھا۔ لیکن آج وہ فرعون اور فرعونیوں کو اپنی دعوت و ایمان، اور حجت و بیان سے مغلوب کر لیتے ہیں۔ اور فرعون ساحروں کی مدد سے اعجاز موسوی کو دبانا چاہتا ہے، جسے وہ ایک کرتب اور جادو سمجھتا ہے، لیکن ساحر عاجز اور قائل ہو جاتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں:-

آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ۔ (الشعراء ۴۷-۴۸)

ہم رب العالمین رب موسیٰ و ہارون پر ایمان لائے۔

انھیں اسرائیلیوں کو لیکر راتوں رات ظلم کی سرزمین سے نجات کی سرزمین کی طرف

کوچ کا حکم ملتا ہے اور فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کرتا ہے، صبح جب ہوتی ہے تو حضرت موسیٰؑ سمندر کو اپنے سامنے ٹھاٹھیں مارتے دیکھتے اور دشمن کو اپنے پیچھے یلغار کرتے دیکھتے ہیں اور سمندر میں گھس پڑتے ہیں، سمندر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور ہر ٹکڑا ایک بڑے پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے، حضرت موسیٰؑ اور قوم سمندر پار کر لیتی ہے۔ ان کے دیکھا دیکھی فرعون بھی اپنی فوج کے ساتھ سمندر میں اترتا اور غضب ناک سمندر کا لقمہ بن جاتا ہے، اس طرح فرعون اور اس کی قوی جماعت ہلاک ہوتی اور بنی اسرائیل کی محتاج اور کمزور قوم ان کی جگہ لیتی ہے۔[1]

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (الاعراف: ۱۳۷)

اور ہم نے اس قوم کو زمین کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دی ہے، مالک بنا دیا جو کمزور بنادی گئی تھی، اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل کے لئے پوری ہو کر رہی۔ ان کے صبر کے نتیجے میں، اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی کارستانیوں کو مٹا کر رکھ دیا اور جو کچھ وہ انگور کی بیلیں چڑھاتے تھے۔

قصہ حضرت یوسفؑ اور معروف طریقوں سے اس کی دوری

حضرت یوسفؑ کا قصہ بھی اپنی ندرت و غرابت اور حوادث کے متعین طبعی اسباب، قانون اور علت و معلول کے نام قانون کی کارفرمائی کے خلاف ایک تاریخی شہادت ہے، انھیں بھائیوں کے حسد اور فریب، کنویں کی اندھیاری میں ایک مدت تک قیام، قافلہ والوں کی غلامی سے سابقہ پڑا جس میں ہلاکت، تکلیف، اور بے عزتی کا قوی اندیشہ تھا، لیکن وہ ان سب سے صحیح سالم بچ نکلتے اور زندہ رہتے ہیں۔

انھیں عصمت و عفت، وفاداری اور شرافت کا ایک سخت امتحان دینا پڑتا ہے، جس میں وہ قوی محرکات اور تہییجات، حسن و شباب اور فریق ثانی کی طرف سے طلب و اصرار (جسے اقتدار بھی حاصل تھا۔ اور جس کا ان پر احسان بھی تھا) سے دوچار ہوتے اور سنگین الزام اور اخلاقی جرم میں اس زمانہ میں جیل میں داخل ہوتے ہیں جبکہ وہ جرم کی علامت تھی، اور جہاں اخلاقی مجرم ہی رکھے جاتے تھے، وہ قیاس آرائی اور شہر میں پھیلی ہوئی افواہوں کا پسندیدہ موضوع بھی بن جاتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ سب اپنے شہر سے دور اس جگہ ہوتا ہے بلکہ ان کا اس قوم سے تعلق ہے، جس سے مصری شدید نفرت و حقارت کا برتاؤ کرتے تھے، اور اسرائیلی ہونے کے معنی تھے کہ عزت و اقتدار میں اس کا کوئی حصہ نہیں، ان پر ایک ایسی نسل سے ہونے کا جنم داغ ہے جس کے لئے غلامی مقدر ہو چکی ہے۔ یہ سب حادثات ان کی گمنامی و بدنامی، اور ہر عزت و اعتماد سے محرومی، اور مصری معاشرے کے کسی بھی معزز و محترم مقام (چہ جائیکہ حکومت و سیادت و منصب جلیل جس کے حقدار صرف شرفا ہی تھے) محرومی کا سبب ہو سکتے تھے نہ کہ اس کے بعد وہ مصر کے بادشاہ ہوتے اور ان کے فیصلے نافذ ہوتے اور لوگوں پر ان کا رعب و ادب ہوتا، لیکن اس کے برعکس لوگوں نے کھلی آنکھوں سے حضرت یوسفؑ کو مصر کے تخت حکومت پر بیٹھتے اور اقتدار سنبھالتے دیکھا۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاۗءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاۗءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (یوسف: ۵۶)

اور اس طرح ہم نے زمین پر یوسف کے قدم جمائے کہ وہ جہاں چاہے رہ سکے، ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت پہونچا دیتے ہیں اور نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

قصہ یوسفؑ اور سیرت نبویؐ میں مماثلت

خاتم النبیینؐ اور قریش کے وہ افراد جو ان پر ایمان لائے اور جنھوں نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے تھے، وہ بھی ایسے ہی تاریک حالات و مشکلات سے دوچار تھے اور انھیں بھی تعداد کی کمی، موقف کی کمزوری، اسباب کی نایابی۔ خاندان کی ملامت اور قوم کی شدید مخالفت و مقاطعہ، گھراؤ، دباؤ اور راہ خدا سے بندش، اور مومنین کی مظلومیت (جنھیں وہ بددین، اور احمق کہتے تھے) رسولؐ کے قتل کی سازش، مستقل خوف و خطرہ کا سامنا تھا، جس کا قرآن سے زیادہ معنی خیز بیان اور اس سے بہتر تصویر کشی ممکن نہیں۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ (انفال: ۲۶)

وہ وقت یاد کرو جب تم بہت تھوڑے اور زمین میں کمزور و ضعیف تھے اور تمہیں ڈر لگا رہتا تھا کہ لوگ تمہیں کہیں اچک نہ لیں۔

---

[1] مصنف کے عربی مضمون "توراۃ فی التفکیر" سے ماخوذ جو اس نے عربی کے نامور رسالہ "المسلمون" کے لئے لکھا تھا۔

رسول اللہ کو مدد غیبی اور عظیم مستقبل کی بشارت

ان تاریک حالات میں جو نہ کوئی اُمید بندھاتے اور نہ کسی مستقبل کی بشارت دیتے ہیں اور نہ جن میں روشنی کی کوئی کرن دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ سے حضرت یوسفؑ کا قصہ بیان کیا۔ رسولؐ اللہ کی سیرت قصۂ یوسفؑ سے بہت ہی مشابہ ہے قبیلۂ قریش کے معاملات برادرانِ یوسف کے معاملات کے ہم شکل نظر آتے ہیں یہاں بھی شروع میں حسد اور جنگ سے آغاز ہوتا ہے، اور آخر میں اس کی انتہا اعتراف، تعظیم اور ندامت پر ہوتی ہے ابتدا دوری اور قطع تعلق سے اور جور و ستم سے ہوتی ہے۔ اور انتہا، تسلیم، اور التجائے رحم پر ہوتی ہے۔

حضرت یوسفؑ کے سلسلہ میں کنویں کی تاریکی اور ہجرت نبویؐ میں غار ثور کا مرحلہ اور ابن یعقوبؑ کی داستان میں قید و بند کا باب ابن عبد المطلب کی سیرت کے شعب ابی طالب والے باب ایک دوسرے کے بہت مشابہ ہیں۔

دونوں کے دشمنوں کی طرف سے یہ اعلان و اظہار یکساں ہے کہ:۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ (یوسف: ۹۱)

بخدا اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور ہم ہی خطاوار تھے۔

اور دونوں سرداروں نے قوم کو یکساں اور نرم و شریفانہ جواب ہی دیئے۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (یوسف: ۹۲)

آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم والا ہے۔

قرآن نے اس عظیم قصے کو اس طرح شروع کیا ہے:۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ (یوسف: ۳)

ہم آپ سے ایک بہترین قصہ کہنے جا رہے ہیں اس سبب سے کہ ہم نے آپ پر قرآن اُتارا ہے۔ اور اگرچہ آپ اس سے پہلے غافلوں میں تھے۔

اور قصہ کو ختم اس طرح کیا گیا ہے:۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (یوسف: ۱۱۱)

ان کے قصہ میں اہل عقل کے لئے عبرت ہے یہ کوئی گڑھی ہوئی بات نہیں، بلکہ اپنے سے سابق قصہ کی تصدیق اور ہر چیز کی تفصیل اور مومن قوم کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

اس طرح یہ سورۃ مکہ کے بوجھل اور تاریک ماحول میں اتر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک عظیم و تابناک اور شاندار مستقبل کی بشارت ثابت ہوئی گویا حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ آپ کا قصہ ہے، اور مخالف ماحول میں کنایۃً صراحت سے ہمیشہ بلیغ مانا گیا ہے۔

انبیاءؑ کی کامیابی اُمت کی کامیابی

پھر اللہ نے آنحضرتؐ سے حضرت موسیٰؑ اور فرعون اور اس کے ساتھیوں کا قصہ بیان کیا ہے جو قصہ سورۂ قصص میں آیا اس میں حضرت موسیٰؑ کی کامیابی اور فرعون کی چالوں سے آگاہی اور سلامتی اور رسالت عظمیٰ اور نبوت سے سرفرازی (جب کہ وہ صرف اپنی زوجہ کے تاپنے کے لئے آگ کی تلاش میں تھے) دشمن کی کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات کا بیان ہوا ہے، یہ حضرت یوسفؑ کے قصہ سے اس کے سوا بالکل مشابہ ہے کہ اس میں بنی اسرائیل کی نجات، ان کی کامیابی اور سیادت کا قصہ زائد طور پر بیان ہوا ہے۔

اس قصہ کا افتتاح ایک بڑی معرکہ آرا تمہید کے ساتھ ہوا ہے، جس میں قریشی مخالفین کے دل دہلا دینے اور اس کمزور مومن جماعت کے مستقبل کے تصور سے مرعوب کر دینے کیلئے کافی سامان ہے، جسے قریشی خاطر میں نہیں لاتے تھے اور اسے نگل جانے کی فکر میں تھے۔ فرمایا گیا:۔

طٰسٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَاۗىِٕفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَاۗءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَاۗءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَي الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ (القصص: ۱تا۶)

یہ کھلی کتاب کی آیتیں ہیں، ہم آپ کو موسیٰ و فرعون کا ٹھیک ٹھیک قصہ مومن قوم کی خاطر بتا رہے ہیں فرعون نے زمین (مصر) میں بڑا بننے کی کوشش کی اور اس کے

باشندوں کو تقسیم کر دیا۔ اور ایک طبقہ کو اس نے کمزور کرنا شروع کر دیا۔ وہ ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا اور لڑکیوں کو چھوڑ دیتا تھا۔ وہ مفسدوں میں سے تھا۔ ہم خاص طور پر ان لوگوں پر احسان کرنا چاہتے ہیں جو زمین میں کمزور بنا دیئے گئے ہیں اور انھیں امام اور وارث بنا دینا۔ اور زمین پر ان کے قدم جما دینا چاہتے ہیں اور فرعون وہامان اور ان کے لاؤ لشکر کو جس انجام بد سے وہ ڈرتے تھے اسے دکھا دینا چاہتے ہیں۔

داعیوں اور مومن وصالح کام کرنے والوں کے لئے قوت و اعتماد کا سرچشمہ

یہ بلیغ و مؤثر قصے قلب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت و تسلی کے لئے ہوتے تھے جیسا کہ فرمایا گیا:۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ (ہود: ۱۲۰)

اور رسولوں کی خبروں میں سے ہم ہر وہ خبر آپ کو دیتے ہیں جس سے آپ کے قلب کو تقویت دیں اور آپ کے پاس اس سلسلہ میں حق اور مومنین کے لئے نصیحت اور یاد دہانی آچکی ہے۔

یہ سچے قصے داعیوں اور منہاج نبوت پر کام کرنے والوں، اور ایمان و عمل صالح اور تقویٰ کی طرف بلانے والوں، مصیبت پر صبر کرنے والوں، جہاد پر قائم رہنے والوں، اور اللہ کے راستہ میں جاگنے والوں کے لئے ہمیشہ قوت و ثابت قدمی کا اور روشنی پیدا کرنے والی امید، فوز و فلاح اور مخالفوں کے مقابلہ پر فتح و ظفر کے قوی یقین کا سرچشمہ و خزانہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے قصہ میں فرمایا ہے:۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ (الاعراف: ۱۳۷)

اور بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کے نتیجہ میں آپ کے رب کی اچھی بات پوری ہوئی اور جو فرعون اور اس کی قوم کر رہی تھی، اور جو وہ بیلیں چڑھاتے تھے اسے ہم نے نیست و نابود کر دیا۔

اور یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ نمایاں کامیابیوں کی توجیہ کرتے ہوئے فرمایا۔

قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (یوسف: ۹۰)

کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان کیا، جو بھی تقویٰ اور صبر اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

یہ جان لینا چاہئے کہ یہ اللہ کی وہ سنت ہے، جس میں کبھی استثناء نہیں ہوتا اور انبیاء کے منہاج و طریقہ پر دعوت اور کوشش، ایمان و عمل و صالح، صبر و طاعت اور اچھی و پاکیزہ سیرت ایسا مبارک درخت ہے، جو خدا کے حکم سے ہمیشہ سدا بہار اور ثمر دار رہتا ہے، اور ایک کمزور ترین فرد بھی ان صفات کے ذریعہ قوی ہو جاتا ہے، اور کوئی بھی اقلیت اگر ان اخلاق فاضلہ کی حامل ہو تو وہ اکثریت ہے۔

كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (البقرہ: ۲۴۹)

کتنی ہی چھوٹی جماعتیں، بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (آل عمران: ۱۳۹)

نہ ہمت ہارو اور نہ غمگین ہو، تمہیں سر بلند ہوگے اگر تم مومن ہو۔

یہ قصے نسل در نسل قوت و عبرت کا سرچشمہ، اپنے قوی ایمانی طرز اور اس کی دلیل ہونے کی وجہ سے بنے رہے کہ انبیاء کی دعوت ہی کو فتح و ظفر ملتی ہے اور اللہ کو پسندیدہ سیرت و صفات ہی کے ساتھ فوز و فلاح وابستہ ہیں، خواہ اس کے اسباب کتنے ہی مخالف، اس کی مخالف قوتیں کتنی ہی نبرد آزما اور مادی طور پر اس دعوت کے حامل کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ (آل عمران: ۱۳)

تمہارے لئے ان دو جماعتوں میں نشانی تھی ایک جماعت تو اللہ کی راستے میں جہاد کر رہی تھی۔ اور دوسری کافر تھی۔ اور وہ مسلمانوں کو چشم دید طور پر اپنے سے دوگنا دیکھ رہی تھی، اور اللہ اپنی مدد سے جس کو چاہتا ہے تائید کرتا ہے۔ اس میں عقل والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

انبیاء کی دعوت پر ایمان یا پھر ہلاکت و تباہی

انبیاء کی سیرت جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کبھی تفصیل اور کبھی اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے اور بہ تکرار اس کا ذکر کیا ہے، اس کے درمیان ایک ایسا متفقہ نقطہ پایا جاتا ہے جس میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا اور

وہ ہے ان کا تمام رکاوٹوں کے باوجود کامیاب، اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں کامراں ہونا، اور اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں، یا تو یہ مخالفین ایمان لے آتے اور ان کی دعوت قبول کر لیتے اور اس کے مخلص فدائی بن جاتے ہیں، یا پھر ہلاک اور تباہ و برباد کر دیئے جاتے ہیں۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام: ۴۵)

پھر کٹ گئی جڑ ظالموں کی اور سب تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔

انفرادی اور قومی مصالح کی کوئی قیمت نہیں

جو دعوت انسانیت کی سعادت و نجات کا مدار ہے، اس کی عند اللہ یہ قیمت ہے کہ اس کے لئے نوامیس فطرت اور قوانین قدرت بھی توڑ دیئے جاتے ہیں۔ اور اس کے لیئے وہ کچھ کیا جاتا ہے جس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور فردی یا اجتماعی مصلحتیں یا سیادت و غلبہ کی خواہش اور وہ بے معنی قیادتیں جو نہ خیر کو اٹھاتیں اور نہ شر کو گراتی ہیں، اور ان سے اسلام و انسانیت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اور ان کا شر و فساد اور کفر و فسق کی طاقتوں سے کوئی جھگڑا نہیں، ان کی ساری دوڑ دھوپ اور لڑائی اس کے لئے ہوتی ہے کہ ہونے والے تمام گناہ اور فساد ان کی نگرانی، سرپرستی اور ان کے سایۂ اقتدار میں ہوں جن کا فائدہ انھیں پہنچے، تو ایسی انفرادی و اجتماعی کوششوں کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت اور مچھر کے پَر کے برابر بھی حیثیت نہیں اور اللہ کو اس کی کچھ پروا نہیں کہ وہ کس وادی میں مرتی اور کون سا دشمن ان پر غلبہ پاتا ہے، اور ان کا خاتمہ کب ہوتا ہے۔

ایسی ہی کوششوں کے مقابلے میں سرکش و جابر اور بے رحم بغاوتیں اُٹھ کھڑی ہوتی اور ایسے مشکلات و مسائل سامنے آجاتے ہیں جن کی ابتداء و انتہا معلوم نہیں ہوتی۔

ایک پھیلا ہوا غلط خیال

آج مسلم قوموں اور عالم اسلامی میں یہ خیال مقبول و مروج ہے اور اس پر سب کا ایمان راسخ ہے کہ سیرت و اخلاق کے مقابلے میں مادی طاقت ہی فیصلہ کن میزان اور معیار ہے بہت سے اچھے اچھے دینداروں حتی کہ دین کے داعیوں کا بھی نعرہ ہو گیا ہے کہ "مادی طاقت سب سے پہلے"۔

یہی وہ طریقۂ فکر ہے جس کا ابطال و تردید انبیاء و مرسلین کی سیرت، ان کے ساتھ پیش آنے والے حوادث اور ان کے ہاتھ سے ظاہر ہونے والے عجائب و معجزات، ان پر اللہ کی نصرت، فتح کے انعام اور ان کے دشمنوں سے انتقام میں موجود ہے۔

یہاں ایک بار پھر اپنے رسالہ "نور ق فی التفکیر"[1] سے ایک اقتباس مستعار لیتا ہوں۔

"ایک طویل مدت سے ہم اپنی ذات اپنی قیمت و حیثیت کو (دنیا کے نقشہ میں) مادی "طاقت" "صلاحیت" "وسائل" "خام مواد" "ملکی پیداوار" "عددی طاقت" "جنگی پوزیشن" سے تولنے اور ناپنے کے عادی ہو گئے ہیں اور ہم کہیں اپنا پلڑا بھاری اور کہیں ہلکا پاتے ہیں اور اس سے خوش یا افسردہ ہوتے ہیں۔

ایک عرصے سے مغرب کی قیادت و سیادت پر ہمارا ایمان سا ہو گیا ہے، اور گویا ہم نے مان لیا ہے کہ یہ تقدیر مبرم، امر محکم اور اٹل قانون ہے، جس میں کوئی تبدیلی اور انقلاب نہیں آسکتا، اور اس طرح وہ قدیم قول پھر زندہ ہو گیا کہ "اگر تم سے کہا جائے کہ تاتاریوں نے کہیں شکست کھائی تو بھی اس کو باور نہ کرنا"۔

ہم اب مغربی اقتدار اور مغرب کے قائدانہ صلاحیت کو چیلنج کرنے کے بارے میں کبھی سوچتے بھی نہیں، اور اگر کبھی "علم و تحقیق" سے آنکھ بچا کر اور عقل و فہم کو نظر انداز کر کے سوچتے بھی ہیں تو ہم اپنے وسائل و امکانات جنگی طاقت، اسلحہ کی پیداوار اور ایٹمی طاقت کی پوزیشن کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو ناامیدی اور بدفالی گھیر لیتی ہے اور ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ ہم محکومی و غلامی، زندگی کے دھارے سے دور رہنے، مغرب کا دست نگر اور دو بڑی طاقتوں میں سے کسی ایک سے وابستہ رہنے ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں"۔

ایمان و اطاعت، مومن کا ہتھیار اور کامیابی کی کنجی

لیکن اللہ نے قرآن میں انبیاء کی سیرت اور ان کے دشمنوں کا جو انجام بتایا اور جس کی ہم نے اپنے مقالے میں کچھ درخشندہ مثالیں پیش کی ہیں، وہ اس انداز فکر سے پوری طرح ٹکراتی ہیں اور ہم پر یہ واضح کرتی ہیں کہ انبیاء کی کامیابی کا راز اور جن کامیاب ہتھیاروں سے انھوں نے اپنے مخالفین کا مقابلہ کیا اور ان کی چھوٹی سی کمزور جماعت کامیاب اور دنیا کی امامت و ہدایت کے منصب پر فائز ہو گئی وہ "ایمان" "اطاعت" "دعوت الی اللہ" تھی۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (الم سجدہ: ۲۴)

اور ہم نے ان میں سے امام بنائے جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے تھے ایسا ان کے صبر اور ہماری آیتوں پر یقین کے سبب ہوا۔

[1] ثورة في التفكير ۳۰۲

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (یونس: ۸۷)

اور ہم نے حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی کو وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کو مصر میں بساؤ اور اپنے گھروں کو مسجدوں کی شکل دو۔ اور نماز قائم کرو اور مومنوں کو بشارت دے دیجئے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (سورہ محمد: ۷)

اے وہ جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے قدم جما دے گا۔

فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ (سورہ محمد: ۳۵)

تو کمزور نہ پڑو اور امن کی طرف بلاؤ تمہیں غالب رہوگے۔ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے، اور تمہارے اعمال میں کٹوتی نہیں کرے گا۔

امتِ مسلمہ کا مستقبل انبیاءؑ کی سیرت سے وابستہ

ان سچے حکیمانہ قصوں کا یہی پیغام اور سبق ہے، جو ہمیں انبیاءؑ کی زندگی اور ان کی پاکیزہ سیرت سے ملتا ہے، یہی وہ سیدھا اور صحیح راستہ ہے، جس پر بلا استثناء تمام انبیاءؑ چلتے رہے، اور قرآن نے جس کے نقوش محفوظ رکھے ہیں، کمزور قوموں کے لئے اگر کوئی امید کا راستہ ہوسکتا ہے تو یہی ہے، اور صاحبِ دعوت و عقیدہ قوموں کا مستقبل اسی طور طریق سے وابستہ ہے، اور اللہ ہی حق کہتا اور وہی راستہ دکھاتا ہے۔

(بقیہ)
ردّ قادیانیت

جسے انھوں نے بہتر طور پر انجام دیا۔ ساتھ ہی درمیان درمیان قادیانیوں کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا اور آخر میں دعوت وارشاد کا تعارف کرایا۔

آخری روز کے جلسہ میں درج ذیل تجاویز پاس ہوئیں۔

۱۔ چونکہ ساری دنیا کے علماء اسلام اور رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے قادیانیت کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ ائمہ مساجد سے تعلق پیدا کرکے ان کے ذریعے سے مناسب و مہذب الفاظ میں علماء کے اس فیصلہ کے اعلان کا اہتمام کرے گا۔

۲۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ ہر پڑھے لکھے مسلمان تک جو زبان وہ جانتا ہے اس زبان میں اس کو ایک پمفلٹ پہنچائے گا جس میں قادیانیت کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہو،

۳۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ اسے قادیانی متاثر کررہے ہیں اس سے رابطہ قائم کرکے ہمدردی اور دلی قلق کے ساتھ اس کو سمجھانے کی کوشش کی فکر کرے گا۔

۴۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ جو شخص قادیانیت اختیار کرے گا، اور پھر افہام و تفہیم کے باوجود باز نہ آئے گا۔ تو مسلمانوں سے اپیل کی جائے گی کہ اس کا مکمل مقاطعہ کریں۔

۵۔ یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قرب وجوار کے غریب مسلمان بچوں کا جائزہ لے کر ان کی دینی تعلیم و تربیت کی فکر کرے گا، اور ایسے نادار بھائیوں پر حتی الامکان توجہ دے گا جن کی غربت کے سبب قادیانی ان کو اپنا شکار بنا رہے ہیں۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے گا جب موم جدھر چاہے اُدھر موڑ
(اکبر الہ آبادی)

ڈائیلاگ

مسائل کے حل کا مؤثر ذریعہ

تحریر: مولانا سید واضح رشید ندوی ——— ترجمہ: محمد وثیق ندوی

باہمی مذاکرات اور پُرامن بات چیت مسائل کے حل کرنے، جماعتوں، قوموں اور حکومتوں کے اختلافات و نزاعات کا تصفیہ کرنے اور ملکوں کے درمیان سمجھوتہ کرانے کا بہترین وسیلہ ہیں اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ گفت گو اور مذاکرات کا حقیقی مقصد سمجھوتہ، اتفاق رائے اور یکجہتی کی فضا پیدا کرنا ہو۔ ماضی اور حال میں مذاکرات اور گفت و شنید کے ذریعہ بہت سے ایسے مشکل اور پیچیدہ مسائل حل ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے بے گناہوں اور معصوموں کے خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ مذاکرات کے ہی ذریعہ سخت ترین دشمن کشت و خونریزی سے اور قتل و غارت گری کے بعد ایک دوسرے کے دوست اور معاون و مددگار بن گئے، اس کی ایک مثال امریکہ اور چین کی ہے اور مصر و اسرائیل کی ہے انتہائی خفیہ اور رازدارانہ طریقہ پر کمیونسٹ چین اور امریکہ کے درمیان جو عرصہ دراز سے محاذ آرائی اور مقابلہ آرائی کے دور سے گذر رہے تھے اس سے دونوں ملکوں کے درمیان تعاون اور اشتراک عمل کا سلسلہ شروع ہو گیا اور تعلقات استوار ہو گئے۔ اور مذاکرات اور بات چیت ہی کے ذریعہ ویتنام کا مسئلہ حل ہوا کیونکہ امریکہ نے مسئلہ کو پُرامن طریقہ پر حل کرنے اور جنگ ختم کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

عصر حاضر میں بہت سی متحارب طاقتوں نے مذاکرات اور پُرامن گفتگو کے ذریعہ ظلم و تشدد اور کشت و خونریزی کے راستے کو چھوڑ کر ایک دوسرے کی طرف دوستی اور تعاون کا ہاتھ بڑھایا، جب کوئی فریق کسی مسئلہ میں اپنے نظریہ پر ڈٹا رہتا ہے، خودسری و انانیت اور نخوت و پندار کا غلبہ ہو جاتا ہے تو پھر باہمی کشمکش اور شکوک و شبہات کا دور شروع ہو جاتا ہے، الزام تراشیاں اور ایک دوسرے کو ملزم گرداننا شیوہ بن جاتا ہے ایک دوسرے سے بچنے اور چوکنا اور محتاط رہنے کی کوششوں میں تیزی آجاتی ہے اور دن بدن فریقین کے درمیان اختلافات کی خلیج بڑھتی جاتی ہے، شکوک و شبہات میں اضافہ ہونے لگتا ہے اور دشمنی و نفرت میں شدت اور حدت پیدا ہو جاتی ہے۔

اس وقت مذاکرات اور بات چیت کا طریقہ علاقائی یا بین الاقوامی مسائل حل کرنے اور اختلافات و نزاعات کا تصفیہ کرنے کا بہترین و نفع بخش طریقہ سمجھا جاتا ہے چنانچہ مذاکرات و بات چیت کے لئے اور باہمی سمجھوتہ اور مشترکہ تعاون کی غرض سے بین الاقوامی اور عالمی پیمانے پر اور ملکی سطح پر کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں، ملاقاتوں اور تبادلۂ خیال کا نظم کیا جا رہا ہے اور سیاسی قائدین ایک ملک سے دوسرے ملک کا دورہ کر رہے ہیں، ان ملاقاتوں اور دوروں اور نظریات و افکار کے تبادلہ کی وجہ سے مختلف ملکوں کے درمیان اختلافات اور کشمکش میں کمی آرہی ہے دوریاں ختم ہو رہی ہیں اور تعاون کی فضا قائم ہو رہی ہے، حالانکہ ان کی پالیسیاں ایک دوسرے سے مختلف، سیاسی اور اقتصادی حکمت عملیاں اور مکاتب فکر مختلف، طریقہ کار مختلف، سوچنے اور سمجھنے کے ڈھنگ الگ الگ، فکری نظریات مختلف اور قومی اور ملکی مصالح ایک دوسرے سے متعارض ہیں۔ لیکن ان سب کے باوجود مذاکرات اور لیڈروں اور قائدین کی ملاقاتوں اور دوروں کی وجہ سے زندگی کے مختلف میدانوں میں اشتراک عمل کی راہیں ہموار ہو رہی ہیں اور مشترکہ تعاون کے دروازے وا ہو رہے ہیں۔

اشتراک عمل اور باہمی تعاون و امداد موجودہ زندگی کا شعار بن گیا ہے، آج پوری دنیا زندگی کے متعدد شعبوں میں مشترکہ تعاون، سیاسی و اقتصادی معاہدوں اور سمجھوتوں اور لیڈران و قائدین کے دوروں اور ملاقاتوں اور سفارتی تعلقات کی وجہ سے ایک بستی میں تبدیل ہو گئی ہے اور جو تجارتی و صنعتی پابندیاں و رکاوٹیں حائل تھیں دور ہو گئیں ہیں۔ ایکسپورٹ، امپورٹ اور برآمدات و درآمدات کی پابندیاں ختم ہو رہی ہیں۔ افکار و نظریات کا تبادلہ ہو رہا ہے گویا کہ پوری دنیا میں فروعی یا علاقائی اختلافات کے ساتھ ایک ہی نظام رائج ہے اور جزدی اختلافات کے ساتھ مشرق و مغرب میں ایک ہی تہذیب و تمدن کا دور دورہ ہے، اگر کوئی شخص ایک ملک سے دوسرے ملک کا دورہ کرے تو اسے

ترقی پذیر معاشروں کی زندگی اور معیشت میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آئے گا۔ اس تہذیب تمدن کے اثر سے وہ پسماندہ طبقات بھی محفوظ نہیں ہیں جن کے افراد وسائل کی کم مائیگی کے باوجود اس ترقی پذیر تہذیب تمدن کے لوازمات کا اہتمام کرتے ہیں، اب تہذیبوں اور ثقافتوں کے ٹکراؤ کا نظریہ جسے ایک مغربی مفکر نے پیش کیا تھا اور جو موضوع بحث بنا رہا موہوم ہو گیا ہے۔ چنانچہ موجودہ زندگی کی جو صورت حال ہے اس میں اس ٹکراؤ کا وجود نہیں ہے، تجارتی اور صنعتی معاہدوں جن کی بنیاد پر ایک ملک کی مصنوعات و پیداوار کو دوسرے ملک میں آسانی اور آزادی کے ساتھ منتقل کر سکتے ہیں اس ٹکراؤ کی مسافت کم ہو گئی ہے اور صارفین اپنی ضروریات، تقاضوں اور پسند کے مطابق عمدہ سے عمدہ اور بہتر سے بہتر اشیاء آزادی کے ساتھ اختیار کر سکتے ہیں، ان پر کسی طرح کی پابندیاں عائد نہیں ہو سکتیں، اسی طرح ایک عالمی نظام کے وجود کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہو رہا ہے صرف دیوار برلن نہیں گری ہے بلکہ مختلف ملکوں اور تہذیبوں کے درمیان قائم دیواریں منہدم ہو رہی ہیں۔ سیاسیات، اقتصادیات اور تجارت و صنعت میں یہ تعاون اور یہ آزادی اور سہولتیں بھی باہمی مذاکرات، بات چیت، نظریات و افکار کے تبادلہ اور موجودہ انسانی سوسائٹی کی متعدد یونٹوں میں سمجھوتے اور اتفاق رائے کا نتیجہ ہیں

اس سمجھوتے کی بنیاد پر دوسرے میدانوں میں اختلافات کی خلیج کو پاٹا جا سکتا ہے جہاں آج کشمکش جاری ہے جو انسانیت کے انجام کار کے لئے خطرہ ہے۔

وہ میدان جہاں آج سمجھوتے، اتفاق رائے اور یکجہتی کی ضرورت ہے، جہاں آج بغض و کینہ حسد و نفرت اور دشمنی ختم کرنے کی ضرورت ہے اور جس میدان میں انسانی طاقتیں توانائیاں ضائع ہو رہی ہیں، اور جس کی وجہ سے حکومتوں، ملکوں، قوموں، طبقوں اور جماعتوں کے مابین رسا کشی اور کشمکش جاری ہے وہ مذہبی، دینی عقائد کا میدان ہے، ان عقائد کی طرف دعوت دینے کی آزادی کا مسئلہ ہے، دینی و مذہبی تعلیمات پر عمل کرنے، اپنانے اور برتنے کا مسئلہ ہے حالانکہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں اس کی صراحت ہے، اور اس آزادی کی عالمی معاشرہ کو بھی ضرورت ہے جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے ہیں

آج کی دنیا مذاکرات پر یقین رکھتی ہے، مسائل کو بات چیت کے ذریعہ حل کرنے پر بھروسہ کرتی ہے اور عصر حاضر میں بہت سے مشکل اور پیچیدہ مسائل حل کر لئے گئے ہیں اور متعدد میدانوں میں ٹکراؤ اور کشمکش کے عناصر کا خاتمہ کر دیا گیا ہے، لیکن صلیبی یورپ نے اسلام کے خلاف جو جنگ شروع کی تھی وہ آج بھی اسی طرح جاری ہے، بلکہ اس میں اور زیادہ شدت اور تیزی آگئی ہے، صرف یہی نہیں کہ یورپ اسلام کے خلاف جنگ کر رہا ہے اور اپنے دائرہ اثر میں سمجھوتے اور دوریاں ختم کر کے نزدیکیاں پیدا کرنے والے طریقوں پر عمل نہیں کر رہا ہے بلکہ سیاسی اور اقتصادی مصالح کی خاطر جو ممالک اس کے زیر اثر ہیں ان سب کو اسلام کے خلاف اکساتا رہتا ہے جو یورپ کی نظر میں دہشت گردی کا مذہب ہے، جنگ کرنے کے لئے اکساتا رہتا ہے اور ان سب کو اس بات پر آمادہ کر رہا ہے کہ دہشت گردی کے اڈوں اور سرچشموں کے نام پر دینی مدارس اور اسلامی اقتصادی پروجیکٹوں اور منصوبوں کو تباہ و برباد کر دیا جائے، حتی کہ زکوٰۃ جمع کرنے اور اس کو تقسیم کرنے کو دقیانوسیت اور قدامت پسندی کا عمل سمجھا جا رہا ہے اور دہشت گردی کا ایک عنصر گردانا جا رہا ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے جو امدادی پروگرام اور منصوبے ہیں مثلاً یتیموں کی پرورش و نگہداشت، فقراء اور محتاجوں کی مدد اور بچوں کو اسلام کی تعلیم دینے جیسے اسلامی پروگرام بھی یورپین ممالک کے سربراہوں اور لیڈروں کی نظر میں دہشت گردانہ عمل ہیں۔

اس جنگ کا دائرہ اثر اتنا وسیع ہو گیا ہے کہ مسلم اکثریت والے ہر اس ملک کا عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے جہاں اسلامی شریعت کے نفاذ و تطبیق کی کوششیں کی جاتی ہیں، اور اس کے زندگی کے خاص نظریہ کو اپنانے کی کوشش کی جاتی ہے، اور اسی کے ساتھ قرآن و حدیث اور علوم اسلامیہ کے خلاف عرصۂ دراز سے علمی جنگ جاری ہے، ذرائع ابلاغ نشریات و اطلاعات اور اشاعتی اداروں کے ذریعہ تحریف و تضلیل اور دجالیت کی کوششیں جاری ہیں اور ایسی کتابیں، خبریں اور رپورٹیں شائع ہو رہی ہیں جس سے مسلمانوں میں ردعمل پیدا ہو رہا ہے کیونکہ یہ کتابیں اور رپورٹیں اقدامی مواد پر مشتمل ہوتی ہیں۔ چنانچہ مسلمان اس وقت جنگ کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں جو کہ کئی صدیوں سے رکی نہیں ہے۔

بلا شبہ اس موقف میں جس پر صدیاں گذر گئیں، اور جس سے یورپ کو کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اور نہ مسلمانوں کی ایمانی حرارت کم کر سکا بلکہ اس سے نوجوانوں میں یورپ مخالف جوش و جذبہ پیدا ہو گیا ہے اس سے اسلام کی طرف ایک مظلوم مذہب کی حیثیت سے لوگوں کے رجحان و میلان میں اضافہ ہوا۔ اور اس کی

مقبولیت بڑھ گئی ہے اس موقف میں نظر ثانی کی ضرورت ہے، اور دوسرے میدانوں کی طرح اس میدان میں مذاکرات اور باہمی گفتگو اور بات چیت کے طریقہ کو اپنانے کی ضرورت ہے لیکن اس کے لئے شرط اولین یہ ہے کہ یورپ ظلم و تشدد اور جنگ سے باز آئے اور مذاکرات مساوی فریقین کی طرح ہوں۔

آج کل یورپ کے بعض قائدین مسلمانوں کے ساتھ بات چیت اور مذاکرات کی دعوت دے رہے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں کئی ملکوں میں مذاکرات اور گفت و شنید کے کئی دور بھی ہو چکے ہیں جن میں مسلم دانشوروں اور یورپ کے نمائندوں نے شرکت کی ہے لیکن یہ مذاکرات پہلے سے قائم جمود و تعطل اور سردمہری پر کوئی اثر نہیں ڈال سکے۔ بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے معاندین جن کا اسلامی دہشت گردی کا سایہ پیچھا کر رہا ہے۔ وہ مسلمانوں کے ہر عمل کو دہشت گردی قرار دے رہا ہے اور دنیا کو اس کے خطرے سے ڈرا رہے ہیں، اس معاندانہ رویّہ کی وجہ سے جو عالمی سیاست بن گیا ہے ــــــ مسلمان دنیا کے ہر گوشے میں نسل کشی، قتل و غارت گری اور ہلاکت و بربادی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں

مذاکرات کی دعوت ۱۹۷۶ء میں ایک فرانسیسی مؤلف روجیہ جارودی نے اپنے اسلام لانے سے پہلے دی تھی لیکن مذاکرات اور بات چیت کی دعوت اگرچہ اس زمانہ کے مزاج اور تقاضہ کے مطابق تھی جس میں مسائل حل کرنے کی دعوت دی گئی تھی مقبول نہ ہو سکی اس لئے کہ یورپ مسلمانوں کے ساتھ مذکرات کرنے کے لئے تیار نہ تھا کیونکہ اسلام دشمنی اور حسد اور کینہ یورپ کو وراثت میں ملا ہے، اور یورپ اس "ورثہ" سے دستبردار ہونا بھی نہیں چاہتا اور اس لئے بھی کہ یوروپین لائبریریاں اسلام دشمن مؤرخین اور مؤلفین کی کتابوں سے بھری پڑی ہیں اس نظریہ اور طرز فکر میں تبدیلی اس وقت ممکن ہو سکتی ہے جبکہ ان آلودہ نباروں کی صفائی کردی جائے، مذاکرات کی دعوت کے برعکس صموئیل ہنٹنگٹن کی ثقافتوں کے ٹکراؤ کی دعوت کی خوب پذیرائی ہوئی، چنانچہ یوروپین اہل قلم نے اس پر خوب بحث کی کیونکہ یہ دعوت یورپ کے مزاج و فکر سے ہم آہنگ تھی۔ اور اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدن کے بارے میں یورپ کا جو موقف ہے اس کے موافق تھی، یہ حقیقت ہے کہ یورپ ابھی تک اس صلیبی ذہنیت اور فکر سے آزاد نہیں ہو سکا ہے جو پوپ اور پادریوں نے گیارہویں صدی میں اس پر فرض کردی تھی، حالانکہ بعض پادریوں کو اس ذہنیت کی کمزوری کا احساس ہو چلا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ پادریوں کی ایک جماعت نے اسلامی ملکوں کا دورہ کرکے صلیبی جنگوں سے معذرت کی ہے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ سمجھوتہ کی دعوت دی ہے، لیکن یہ جماعت ایک چھوٹی سی اقلیت کی نمائندہ ہے، یورپ کی رائے عامہ کی نمائندگی نہیں کر رہی ہے۔

مذاکرات اور سمجھوتے کی جو آوازیں اٹھ رہی ہیں ان میں برطانیہ کے ولی عہد کی بھی آواز ہے جس نے اس ضروری سمجھوتے کی شکل کا ادراک کرلیا ہے، چنانچہ ولی عہد نے اسلام کے نظام عدل و انصاف اور مساوات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا! اس کو سمجھنے کے لئے بڑی جد و جہد کی ضرورت ہے کیونکہ یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بہت زیادہ لکھا جا چکا ہے، ابھی حال ہی میں جرمنی کے لیڈروں نے اور یورپ نے بھی مذاکرات اور گفت و شنید کے ذریعہ ایسے سمجھوتوں کی ضرورت پر زور دیا ہے اور دوسرے حلقوں سے بھی مذاکرات سمجھوتوں اور اتفاق رائے کی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ اگرچہ ابھی ان آوازوں میں وسعت نہیں آئی ہے پھر بھی اسلام مخالف تحریکات و رجحانات کا مقابلہ کرنے کے راستے میں ایک ابتداء اور پہل ہے۔

اس رجحان میں قوت اور وسعت اس وقت ممکن ہو سکتی ہے جبکہ یورپ میں ایسے مراکز اور سینٹر قائم کئے جائیں جہاں صلیبی آلودگیوں سے عقل و ذہن کو پاک و صاف کرکے اور موروثی حسد اور کینہ سے ہٹ کر اسلام کا حقیقی مطالعہ کیا جائے۔ جو لوگ اس کھلے اور صاف ذہن سے اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں اسلام ان کو اپنی طرف مائل کرلیتا ہے، نتیجۃً ان کو اس حقیقت کا بخوبی ادراک ہو جاتا ہے کہ اسلام عدل و انصاف اور رحمت کا دین ہے اور اس مادی دور میں زندگی کی حقیقی خوشحالی اور سعادت مندی اور اطمینان و چین و سکون کی نعمت صرف اسلامی تعلیمات ہی پر عمل کرکے حاصل ہو سکتی ہے،

(بقیہ)
مغرب میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں

علامہ ندوی اکیڈمی کے جنرل سکریٹری جناب سرور احمد صاحب نے پروفیسر سلمان ندوی کی اس پر مغز تقریر پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور اعلان کیا کہ اکیڈمی کی جانب سے اس طرح کے لکچرز کا اہتمام جاری رہے گا۔ اور انھوں نے اکیڈمی نے مختلف منصوبوں کے اعلان کا بھی اعادہ کیا۔

علامہ ندوی اکیڈمی کے چیئرمین مولانا محمد عیسیٰ منصوری صاحب کی دعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔

مغرب میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں

"علامہ ندوی اکیڈمی لندن کی جانب سے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی میموریل لکچرز" میں پروفیسر سلمان ندوی ڈربن یونیورسٹی کا خطاب

• محمد اکرم ندوی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں قائم کی گئی۔ علامہ ندوی اکیڈمی (لندن) کی جانب سے ۶/ مئی ۲۰۰۱ء کی شام کو ساڑھے پانچ بجے اسلامک کلچرل سینٹر لندن میں "مولانا سید ابوالحسن علی ندوی میموریل لکچرز" کے سلسلہ کا آغاز "اسلام اور مغرب" کے موضوع پر پروفیسر سید سلمان ندوی کے لکچر سے ہوا۔ اس پروگرام کی صدارت اسلامک کلچرل سینٹر کے ڈائرکٹر جنرل ڈاکٹر احمد بن محمد الدبیان نے کی۔

اسلامک کلچرل سینٹر کے مصری امام شیخ ادلیس کی تلاوت سے نشست کا آغاز ہوا۔ لندن کے مشہور دانشور ڈاکٹر لطیف صاحب نے پروگرام کے شروع میں بڑی محبت وعقیدت سے حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کیا۔ ذات نبوتؐ سے حضرت مولاناؒ کے تعلق ومحبت کو سراہا۔ اور ان کی تصنیف "نبی رحمت" کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا۔

اسلامک کلچرل سینٹر کے ڈائرکٹر شیخ احمد الدبیان نے عالم عرب وعالم اسلام میں حضرت مولاناؒ کی خدمات کی تعریف کی انھوں نے بتایا کہ آج سے بیس سال پہلے جب ہم سعودی عرب کے سکنڈری اسکول میں زیر تعلیم تھے اس وقت سعودی اخبارات میں "ادب اسلامی" کے عنوان سے ایک بحث چھڑی ہوئی تھی، یہ موضوع بالکل نیا تھا۔ اس تحریک کا آغاز "ادب برائے ادب" کے رجحان کی مخالفت میں ہوا تھا۔ اس نئی تحریک کا مقصد یہ تھا کہ ایک مسلمان ادیب ومصنف کو اسلامی تعلیمات واخلاقیات کا پابند ہونا چاہیئے۔ ہم جانتے تھے کہ جس شخص نے سب سے پہلے اس کی دعوت دی وہ ہندوستان کے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، اس کے بعد سے مولاناؒ کی شخصیت ہمارے لئے مانوس ہوگئی، تھی، ہم ان کی تصنیفات سے ستفید ہوتے اور سعودی عرب میں ان کی آمد پر ان کے خطاب میں شرکت کرتے۔

اس کے بعد پروفیسر سید سلمان ندوی نے اپنے لکچر کا آغاز کیا۔ جلسہ گاہ حاضرین سے بھرا ہوا تھا جو برطانیہ کے مختلف شہروں سے بڑے شوق سے حاضر ہوئے تھے، شرکاء کی زیادہ تعداد علماء اور دانشوروں پر مشتمل تھی۔ پروفیسر ندوی کا لکچر بہت ہی علمی اور فکر انگیز تھا۔ پروفیسر ندوی نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ ندوہ کا قیام خود ہندوستان کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ تھا۔ اور شروع ہی سے عالم عرب میں ندوہ کا تعارف ہوگیا تھا۔ لیکن مولانا علی میاں ندویؒ نے عالم عرب پر جو اثرات ڈالے ہیں اس کی نظیر نہیں۔ وہ صحیح معنیٰ میں شیخ العرب والعجم تھے پروفیسر ندوی نے فرمایا کہ آج کا موضوع مولانا مرحوم کی فکر وپیغام سے کس قدر ہم آہنگ ہے مولاناؒ نے یورپ اور امریکہ کے مسلمانوں کو بارہا مخاطب بنایا ہے۔ مولاناؒ کی کتاب "اسلامیت ومغربیت کی کشمکش" مولانا کی فکر وپیغام کی آئینہ دار ہے۔

پروفیسر ندوی نے بتایا کہ مغرب میں حضرت مولانا مرحوم کے پیغام کا خلاصہ ان تین نقاط میں ہے۔ (۱) مادی ترقیات جو بذات خود خوشی وفخر کی چیز نہیں (۲) یہاں کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس معاشرہ سے خود کو الگ نہ رکھیں بلکہ یہاں کی فکر وتہذیب وتاریخ کا مطالعہ کرکے اس کی صحیح تعمیر میں مؤثر کردار ادا کریں۔ (۳) مسلمان یہاں خود نہیں آئے ہیں بلکہ ان کو بھیجا گیا ہے۔

پروفیسر ندوی نے یورپ سے اسلام کے تعلق کی تاریخ کا علمی وفکری انداز سے جائزہ لیا۔ اور بتایا کہ یورپ کا اسلام سے سامنا محاذ جنگ میں ہوا، جبکہ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت شام ومصر کے ممالک کو فتح کرتے ہوئے

شمالی افریقہ اور اسپین کو زیرنگیں کرکے فرانس میں داخل ہوئی۔ صلیبی جنگوں نے اس محاذ آرائی کو مزید مستحکم کیا۔ سقوط قسطنطنیہ نے رومی تہذیب کی آخری علامت ختم کردی۔

پروفیسر ندوی نے مزید بتایا کہ جنگی فتوحات اور دوردراز کے علاقوں کا نظم ونسق سنبھالنے کے ساتھ مسلمانوں نے علوم وفنون کے میدان میں زبردست ترقی کی۔ یورپ نے فلسفہ ومنطق اور دیگر علوم عقلیہ یونان سے نہیں بلکہ عربوں سے لئے۔

پروفیسر ندوی نے تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ صلیبی جنگیں اور بعد میں مغربی استعمار کی کارروائیاں جذبۂ انتقام کا نتیجہ تھیں۔ اسی عہد میں استشراق کی ابتدا ہوئی جس کا مقصد قرآن کریم اور پیغمبر اسلام کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنا تھا۔ مستشرقین کی ایک دوسری جماعت عیسائی مبلغین کی تھی جو اسلام کو مسخ کرکے پیش کرنا چاہتے تھے۔ ایک تیسری جماعت صرف معاشی ضرورت کے لئے اسلامیات سے وابستہ تھی، مغرب کا تعلیمی نظام اسلامی ملکوں میں غالب ہورہا تھا۔ اور آہستہ آہستہ پرانے تعلیمی نظام کی جگہ لے رہا تھا۔ قوموں کو تبدیل کرنے کے لئے نظام تعلیم کی تبدیلی سے زیادہ مؤثر کوئی حربہ نہیں۔ اس نئی صورت حال کے نتیجہ میں عالم اسلام میں دو طرح کے ردعمل ظاہر ہوئے۔ برصغیر میں ایک طرف دیوبند کی تحریک تھی اور دوسری طرف علی گڑھ کی تحریک ان دونوں کے درمیان ندوۃ العلماء کی شکل میں ایک معتدل تحریک میدان عمل میں آئی۔ پروفیسر ندوی نے اس موقع پر مستشرقین کی بعض مفید خدمات کو سراہا۔ اور علامہ سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا حوالہ دیا کہ "مغرب سے آنے والی ہر چیز ضروری نہیں کہ بری ہو اور مشرق سے رونما ہونے والی ہر چیز ضروری نہیں کہ اچھی ہو" اس معتدل تحریک کی بنیاد تھی خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدِرَ۔ پروفیسر ندوی نے منکرین اسلام کی ایک فہرست پیش کرکے بتایا کہ ان لوگوں نے کس طرح مسلم معاشرہ کے تحفظ واصلاح کی جنگ لڑی۔

وہ محاذ آج اسی طرح قائم ہے۔ میرے والد علامہ سید سلیمان ندوی ۱۹۲۰ء میں خلافت کے وفد میں انگلینڈ آئے تھے اس وقت کے ان کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ صورت حال اسی طرح برقرار رہے۔

مغرب کے مسلمان باشندوں کو لائحہ عمل پیش کرتے ہوئے پروفیسر ندوی نے زور دیا کہ علماء اور ائمہ مساجد انگریزی زبان پر قدرت پیدا کریں کیونکہ نئی نسل ان کی زبان نہیں سمجھتی۔ اگر ہم نے یہ موقع کھودیا تو نتائج بہت سنگین ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے اور برابر اضافہ جاری ہے مسجدوں اور مدرسوں کی تعداد بڑھی ہے۔ لیکن ہم نے بہت کچھ کھویا بھی ہے اس معاشرہ میں ہمیں اپنے تشخص کے بقاء کے لئے پوری جدوجہد کرنی ہے۔ ہمارے مذہبی تشخص کے بغیر ہمارا کوئی وجود نہیں۔

فصیح وبلیغ انگلش میں اس عالمانہ ومفکرانہ خطاب نے سامعین کو بے حد متاثر کیا۔ ہر طرف سے مطالبہ تھا کہ پروفیسر ندوی مزید وقت نکالیں اور مختلف جگہوں پر لکچر دیں، چنانچہ پروفیسر ندوی نے بعض دعوتیں قبول بھی کیں۔ (باقی ص۲۱ پر)

علمائے سلف کی جرأتِ حق گوئی و بے باکی

از: ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی

(٢)

انھیں کبھی رعبِ شاہی مرعوب نہ کرسکا

حافظ یحییٰ مصمودیؒ امام مالکؒ کے عزیز ترین شاگرد اور مؤطا کے مستند ترین راوی شمار ہوتے ہیں، وہ مسائل شریعت میں اپنی رائے کا برملا اظہار کرتے تھے، انھیں کبھی رعب شاہی مرعوب نہیں کرسکا۔ ایک بار اندلس کے اموی حکمراں عبد الرحمٰن بن حکم ماہ رمضان المبارک میں کفارۂ صوم کا مرتکب ہوگیا۔ فکر دامنگیر ہوئی اس نے شہر کے تمام فقہاء کو بلاکر پوچھا کہ اس غلطی کا کفارہ کیا ہے؟ یحییٰ مصمودی نے فرمایا کہ "امیر کو پے درپے دو مہینے کے روزے رکھنے چاہئیں" دربار خلافت سے واپس آنے کے بعد لوگوں نے عرض کیا کہ امام مالک تو اس مسئلہ میں خیار کے قائل ہیں یعنی ان کے نزدیک کفارۂ صوم میں روزہ دار کو اختیار ہے، چاہے غلام آزاد کرے، یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ پھر آخر آپ نے دو ماہ کے روزے ہی پر کیوں اصرار کیا۔ یہ سن کر شیخ یحییٰ نے اس کا یہ حکیمانہ جواب دیا کہ:

"اگر ہم نے حاکم کیلئے یہ دروازہ کھول دیا تو اس کے لئے بہت آسان ہوگا۔ روزانہ روزہ شکنی کرے اور کفارہ میں غلام آزاد کرے، لیکن میں نے اس کے لئے یہ مشکل صورت اختیار کی تاکہ آئندہ وہ اس کی جرأت نہ کرسکے۔" (ابن خلکان ٣/١١٤)

مسلمانوں کے مال میں اسراف بے جا دیکھا نہ جاسکا

اندلس کے مشہور اموی حکمراں عبد الرحمٰن الناصر نے جب اپنے یادگار زمانہ شہر مدینۃ الزہراء کی تعمیر میں بے حساب دولت صرف کرڈالی اور محل شاہی میں سونے کی اینٹیں لگانی چاہیں تو قاضی قرطبہ منذر بن سعید سے عام مسلمانوں کے مال میں خلیفہ کا یہ اسراف بے جا دیکھا نہ جاسکا اور ایک دن انھوں نے جمعہ کے خطبہ میں اس پر سخت تنقید کی اور خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھے یہ گمان نہ تھا کہ شیطان اس حد تک آپ پر مسلط ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو کفار اور خدا کے باغیوں تک پہنچا دے۔"

یہ سن کر الناصر کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور اس نے قاضی موصوف کو درمیان میں ٹوکتے ہوئے کہا۔ "غور تو کیجئے آپ کیا کہہ رہے ہیں، آپ نے مجھے کفار کے مقام تک پہنچا دیا۔" قاضی موصوف نے اسی طرح پر زور لب و لہجہ میں جواب دیا" ہاں میں بالکل درست کہہ رہا ہوں۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

ترجمہ:" اگر ایسا نہ ہوتا کہ لوگ ایک امت بن جائیں تو ہم اللہ سے بغاوت اور کفر کرنے والوں کے مکانات کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتے۔ جس پر وہ چڑھتے اور انکے گھروں کیلئے دروازے اور مسہریاں بنا دیتے جن پر وہ آرام کرتے" (سورۂ زخرف ـ ٣)

اس وقت خلیفہ الناصر پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ خشیت الٰہی سے اس کا سر جھک گیا۔ اور اس نے فوراً منارہ کو گراکر چاندی کی اینٹوں کی جگہ مٹی سے اس کو دوبارہ بنانے کا حکم دیا (تاریخ اندلس ٢/٢٨٦)

حق گوئی و بیباکی کا حیرت انگیز واقعہ

شیخ عز الدین بن عبد السلام کا شمار ساتویں صدی ہجری کی بہت باکمال اور باعظمت شخصیتوں میں ہوتا ہے وہ اپنے علم و تقویٰ اور دعوت و اصلاح کے ساتھ حق گوئی و بیباکی میں نادرۂ روزگار تھے۔ ان کی جرأت کا ایک حیرت انگیز واقعہ علامہ سبکیؒ نے نقل کیا ہے کہ عید کے دن قلعہ میں دربار شاہی منعقد تھا۔ بادشاہ پورے تزک و احتشام کے ساتھ سریر آرا تھا دو رویہ افواج شاہی دست بستہ کھڑی تھیں امراء حاضر ہوہوکر آداب و تسلیم بجالاتے اور زمین بوس ہوتے تھے۔

اس بھرے دربار میں دفعتہً شیخ عز الدین بن عبد السلام نے بادشاہ کو نام لے کر خطاب کیا:

"ایوب! تم خدا کو کیا جواب دوگے جب پوچھا جائے گا کہ ہم نے تم کو مصر کی سلطنت اس لئے دی تھی کہ شراب آزادی سے پی جائے؟"

بادشاہ نے کہا" کیا یہ واقعہ ہے؟"

شیخ نے بلند آواز سے فرمایا: ہاں فلاں میخانہ میں شراب آزادی سے بک رہی ہے اور دوسرے ناگفتہ بہ کام بھی ہو رہے ہیں، اور تم یہاں بیٹھے داد عیش دے رہے ہو"

(باقی ص ٢٥ پر)

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

نذر الحفیظ ندوی

(۷)

● آپ کیوں اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں. آپ کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا دین ومذہب کیا ہے ؟ میرا نام ملیک ہے. فلپائن میرا وطن ہے ۔ عیسائیت میرا دین ہے. میرا نام رام چندر ہے ۔ میں ہندو ہوں، جنوبی ہند سے تعلق رکھتا ہوں ۔ میری تعلیم ایم۔ اے تک ہے ۔ سال بھر سے آپ کے ملک میں رہتا ہوں مجھ کو آپ کی نماز بہت بھلی لگتی ہے ۔رمضان کے زمانہ میں سب لوگ ایک ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں ۔ حالانکہ دس بارہ ملکوں کے مسلمان آپ کے فرم میں کام کرتے ہیں ۔ آپ کے یہاں جتنے مسلمان کام کرتے ہیں اگرچہ ان کی زبان الگ الگ ہیں لیکن وہ سب ایک دوسرے کے حقیقی بھائی لگتے ہیں ۔ مگر ہمارے ہم مذہب آپس میں مل جل کر نہیں بیٹھتے ان کے درمیان مساوات نہیں، ایسے سوالات وجوابات ہر ہفتے جدہ، کویت ، دبئی اور ریاض کے اسلامی مراکز پر اسلام قبول کرنے والوں کے درمیان ہوا کرتے ہیں ۔ اگر آپ فجر بعد جدہ ریڈیو کا عربی پروگرام سنیں تو ہر ہفتے آٹھ دس اسلام قبول کرنے والوں کے انٹرویو آپ سن سکتے ہیں ۔ جو لوگ اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں پہلے انہیں اسلام سے متعلق مکمل معلومات فراہم کی جاتی ہیں ۔ قبول اسلام کے بعد بنیادی فرائض سے ان کو واقف کرایا جاتا ہے ۔ اور متوقع آزمائشوں سے بھی ان کو متنبہ کر دیا جاتا ہے ۔ جب وہ اسلام کے متعلق ہر طرح اطمینان کر لیتے ہیں تب انہیں کلمہ کی تلقین کی جاتی ہے اور ان سے دستاویز پر دستخط لئے جاتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اس طرح کے قصے بکثرت سعودی عرب، کویت عرب امارات اور قطر کے علاوہ ملیشیا انڈونیشیا ، اور تھائی لینڈ میں پیش آرہے ہیں ، ملیشیا میں مقیم چینیوں اور ہندوؤں کے درمیان اسلام قبول کرنے والوں کا تناسب تمام ملکوں سے بڑھا ہوا ہے ۔

یورپ وامریکہ کے معاشرہ میں اسلام کس طرح اپنی جگہ

بنا رہا ہے اور کن دروازوں سے وہ داخل ہو رہا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے امریکی روزنامہ لاس انجلز ٹائمس اپنی ایک سروے رپورٹ میں لکھتا ہے کہ شمالی امریکہ میں دین اسلام دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں زیادہ تیزی سے پھیل رہا ہے ۔ اخبار کے مطابق امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد اسی لاکھ تک بتائی جاتی ہے ۔ لیکن اخبار کے مطابق یہ اندازہ سائنٹفک سروے پر مبنی نہیں ہے ۔ اخبار کے سروے میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد پانچ لاکھ بیان کی گئی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی صراحت کی گئی ہے کہ یہ تعداد صرف ان مسلمانوں کی ہے جو امریکی مسجدوں میں پابندی سے نماز باجماعت ادا کرتے ہیں سروے کرنے والوں نے امریکہ کی ایک ہزار چھیالیس مسجدوں کے منتظمین سے معلوم کیا کہ ان کی مساجد میں پابندی کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے والوں کی تعداد کیا ہے، تو یہ بات ظاہر ہوئی کہ ایسے مسلمانوں کی تعداد فی مسجد ۴۶۵ ہے جبکہ سروے ہی میں یہ بات کہی گئی ہے کہ مسلمانوں کی مجموعی تعداد کا دس فیصدی حصہ پابندی سے مسجد میں نماز باجماعت ادا کرتا ہے ۔ لہٰذا مسلمانوں کی کل تعداد پچاس لاکھ سے کم نہیں، لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ جو نوّے فیصدی مسلمان مسجدوں میں پابندی سے نماز کیلئے نہیں جاتے وہ نماز سے بالکل محروم ہیں ۔ چنانچہ بہت سے مسلمان یا تو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں یا محلہ کی مختلف نمازگاہوں میں نماز باجماعت ادا کر لیتے ہیں ۔ اخبار کا کہنا ہے کہ امریکہ میں ہر سال کم از کم سوا لاکھ مسلمانوں کا اضافہ ہو رہا ہے جن میں نو مسلموں کی تعداد بھی کم نہیں ۔

(بقیہ)

علمائے سلف کی جرأت

بادشاہ نے کہا "جناب والا ! اس میں میرا کوئی دخل نہیں ہے ۔ یہ میرے والد کے زمانہ سے ہو رہا ہے"۔ شیخ نے فرمایا "پھر تم بھی ان ہی لوگوں میں سے ہو جن کا جواب یہ ہوتا ہے" اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰی أُمَّةٍ " (یعنی یہ ہمارے باپ دادا کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے) یہ سن کر سلطان نے فوراً اس میخانہ کی بندش کا حکم جاری کیا (طبقات الشافعیہ للسبکی ج ۵ تذکرہ عزالدین بن عبدالسلام)

شعبۂ دعوت وارشاد ندوۃ العلماء کی جانب سے

ایک تربیتی کیمپ برائے ردّ قادیانیت کا انعقاد

(ادارہ)

موجودہ حالات کے پیش نظر ندوۃ العلماء کے شعبۂ دعوت وارشاد نے ۵تا ۷ / مئی ۲۰۰۰ء کو ایک تربیتی کیمپ برائے ردّ قادیانیت کا نظم کیا جس میں لکھنؤ کے قریبی اضلاع کے مدارس ملحقہ سے ایک ایک مدرس کو دعوت دی گئی تھی چنانچہ سیتاپور، بارہ بنکی، فیض آباد، رائے بریلی، کانپور اور لکھنؤ کے متعدد مدارس کے تقریباً تیس نمائندوں نے اس کیمپ میں حصہ لیا اور المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی کے طلبا بھی شریک کیمپ ہوئے۔

اس کیمپ کا انعقاد ناظم عام ندوۃ العلماء مولانا محمد حمزہ حسنی کی توجہ اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کے حکم پر ہوا، ترتیب یوں رکھی گئی تھی کہ تینوں دن تمام مندوبین پورے وقت مشغول رہیں۔ یومیہ پروگرام اس طرح تھے۔ ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک تقریریں ۱۱ بجے سے ایک بجے تک مطالعہ ۴:۳۰ بجے سے ۵ بجے تک مناقشہ ومناظرہ، مغرب سے عشاء تک تقریریں اور بعد عشاء کے بعد خصوصی مذاکرہ۔ کیمپ کے سارے پروگرام دارالعلوم ندوۃ العلماء میں معہد القرآن کے درمیانی ہال میں ہوئے، جبکہ مطالعہ کا نظم کتب خانہ شبلی نعمانی میں کیا گیا تھا۔

افتتاحی تقریر حضرت ناظم صاحب کی ہوئی. آپ نے فرمایا کہ ردّ قادیانیت کا کام ہمارا نیا نہیں ہے، ندوۃ العلماء کے پہلے ناظم حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام میں اپنی زندگی کھپا دی تھی وہ اس فتنہ کو بڑی اہمیت دیتے تھے، آپ نے شرکائے کیمپ کو لگن کے ساتھ اس کام کی تیاری کی دعوت دی آپ نے ثابت کیا کہ اس فتنہ کو انگریزی استعمار کی پشت پناہی حاصل تھی۔

مغرب بعد کی تقریر میں مولانا محمد عارف سنبھلی صاحب استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے ثابت کیا کہ اس فتنۂ قادیانیت کے پیچھے انگریز بھی تھے۔ اور بعض ہندو پنڈت بھی. آپ نے واضح کیا کہ اس قتین (غلام احمد قادیانی) کے ابتدائی دور کے وہی عقائد تھے جو اہل سنت کے ہیں. لیکن دوسرے دور میں اپنے شیطانی الہامات کی بنیاد پر اپنے عقائد بدل ڈالے اور بے چارے عوام الناس کو بے وقوف بنایا جب کہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ تنسیخ اعمال میں ہوتی ہے نہ کہ عقائد میں۔ طلباء اور مندوبین کے اکثر سوالات کے جوابات مولانا موصوف ہی نے دیئے۔

دوسرے روز مولانا عبد اللہ حسنی صاحب ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے قادیانیت کے دجل وفریب سے آگاہ کیا اور اہل کیمپ کو ان کے مقابلہ پر ابھارا. اور کیمپ کی سرگرمیوں پر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ مغرب بعد مولانا محمد خالد غازی پوری ندوی نے حیات مسیح کو بہت ہی مدلل انداز میں پیش کیا افسوس کہ ان کی تقریر کے دوران بجلی چلی گئی جس سے جلسہ روک دیا گیا لیکن دوسرے روز آپ نے اپنی تقریر مکمل کی اور واضح کیا کہ کس طرح قادیانی لوگ "متوفیک" اور "رافعک" جیسے الفاظ کے معنی من گھڑت بیان کرتے ہیں. انھوں نے ثابت کیا کہ صحیح احادیث میں بیان شدہ حضرت مسیح کی علامات میں سے کوئی بھی تو مرزا پر صادق نہیں آتی. یہ اپنے کو مہدی بھی بتاتا ہے جبکہ حضرت مہدی کا نام احمد ہوگا. اور یہ غلام احمد ہے۔ ان کے باپ کا نام عبد اللہ ہوگا. اس کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ ہے، ان کی ماں کا نام آمنہ ہوگا. اس کی ماں کا نام چراغ بی بی عرف گھسیٹی ہے۔ وہ عرب میں ہوں گے، یہ قادیان میں پیدا ہوا وغیرہ۔

حضرت مولانا محبوب الرحمن صاحب ازہری نے اس کے ایسے ایسے پول کھولے کہ لوگ حیران رہ گئے۔ آخری تقریر میں جناب مولانا سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے بھی اس طرف توجہ دلائی کہ یہ کام ہمارا نیا نہیں ہے بلکہ اس کام میں ہم اپنے ناظم وبانی ندوۃ العلماء مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کے طریقہ پر ہیں، پھر آپ نے مختلف فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے سب کے مقابلہ کی تیاری پر زور دیا اور فرمایا کہ آپ نام ونمود کی پرواکئے بغیر خاموشی سے کام میں لگے رہیئے انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

دوسرے روز دن میں مولانا سید سلمان الحسینی نے اپنے خطاب میں کہا کہ قادیانیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، قادیانی دوسرے غیر مسلموں کی طرح غیر مسلم ہیں لیکن اس کے پیچھے یہودیت ہے، عالم اسلام جب تک یہودیت پر ضرب کاری نہ لگائے گا یہودیت اسی طرح کے فتنوں کو جنم دیتی رہے گی۔ تمام جلسوں میں معہد القرآن کا درمیانی ہال طلبہ واساتذہ سے بالکل بھر جاتا تھا۔ اور کافی لوگ باہر کھڑے ہوتے تھے۔

تمام نشستوں کا نظم مطالعہ کی نگرانی، مناقشوں کا اہتمام اور جلسوں کی نظامت ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی صاحب کے سپرد تھی

(باقی ص ۱۸ پر)

معید اشرف ندوی

● سعودی وزیر داخلہ شہزادہ نائف بن عبدالعزیز نے اپنے حالیہ ایرانی دورے کے موقع پر اخباری نمائندوں سے بات کرتے ہوئے کہا کہ سعودی عرب نے امریکہ کو متنبہ کیا ہے کہ اس کی جانب سے اسرائیل کی ناجائز حمایت سے عرب اور مسلم ممالک نے فلسطین کے مسئلے کو حل کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ انھوں نے اس موقع پر مزید کہا کہ اسرائیل کے لئے امریکی حمایت کے باعث عرب اپنے اختلافات ختم کرکے تمام مسلمانوں کے ساتھ متحد ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ اس کے جلد نتائج برآمد ہوں گے۔ اس موقع پر ایرانی صدر نے اسرائیل پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا تعاون فلسطینیوں کا قتل عام رکوا سکتا ہے۔

● نئی دہلی سے شائع ہونے والا اخبار ''ہندوستان ٹائمز'' اور حیدرآباد سے ''دی ہندو'' میں مسلمانوں کے حوالے سے مغرب کی دو خبریں آئی ہیں پہلی خبر نیویارک کی ہے کہ امریکہ کی ایک یونیورسٹی نے سروے کراکے یہ معلوم کرنا چاہا ہے کہ امریکہ میں مسلمانوں کی پوزیشن کیا ہے، سروے کے مطابق پورے امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ستر لاکھ کے قریب پہونچ گئی ہے جو امریکی یہودیوں سے زیادہ ہے یہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کی تعداد ہے جبکہ عام مسلمانوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اور تمام ریاستوں میں مساجد کی تعداد ۱۲۰۹ ہے۔ ان میں سے اکثر کی تعمیر ۱۹۷۰ء کے بعد ہوئی۔ دوسری خبر لندن سے آئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ لندن پولیس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنی فورس میں مسلمانوں کی مذہبی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام کرے گی۔ حلال گوشت کی فراہمی اور نماز کے لئے علیحدہ کمروں کا انتظام کیا جائے گا واضح رہے کہ لندن پولیس دوسرے اقلیتی مذاہب کو بھی یہ سہولت دے رہی ہے۔

● عیسائیوں کے پیشوا پوپ جان پال سینٹ پال کے گرجا گھر جانے سے پہلے دمشق کی مسجد امیہ میں جاکر وہاں کے علماء سے ملاقات کی اور وہاں حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مشرق وسطیٰ کے تمام مسلمانوں مسیحیوں اور یہودیوں کو ایک دوسرے کی تعظیم اور رواداری کے جذبہ سے مل جل کر رہنا چاہیئے تاکہ خطہ میں دیرپا امن قائم ہو سکے۔ انھوں نے کہا کہ اس مقدس سرزمین پر بسنے والے تمام لوگوں کو باہمی تعاون، اعتماد، بلاخوف وخطر اپنے جائز حقوق کی بازیابی اور ایک دوسرے کے احترام کے جذبہ کے ساتھ کام کرنا چاہیئے تاکہ اس خطہ میں مزید خون خرابہ نہ ہو۔ پوپ جان پال دوم نے مشرق وسطیٰ میں دیرپا امن کے قیام کے لئے فریقین کے درمیان مذاکرات اور ٹھوس اقدامات پر زور دیا ہے۔ پوپ جان پال دوم نے دمشق پہنچنے پر مشرق وسطیٰ میں پائیدار اور حقیقی امن کے قیام کی پرزور اپیل کی۔ شام کے صدر نے پوپ جان پال کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان پر زور دیا کہ وہ فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی مظالم بند کرانے کے لئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں۔

● اسلامی ترقیاتی بینک سائنس وٹیکنالوجی کے شعبے میں نوجوان محققین کو مالی وانتظامی امداد دے گا۔ اس حوالے سے پروگرام کی منظوری دے دی گئی ہے جو پہلے سال تجرباتی طور پر پندرہ منصوبوں پر تحقیق کیلئے ۲ لاکھ ۲۵ ہزار ڈالر کی امداد دی جائے گی مالی امداد اسلامی کانفرنس کے رکن ممالک کے نوجوانوں کو زراعت انفارمیشن ٹیکنالوجی (آئی ٹی) توانائی ٹیکسٹائل ـــ اور دیگر شعبوں میں ریسرچ کیلئے دی جائے گی۔

الٰہ آباد کے مہا کمبھ میلہ میں جلسۂ پیامِ انسانیت

رپورٹ ــــــ ایم عبدالواحد قاسمی

ہندوستان جسے ایک سیکولر اسٹیٹ کی حیثیت حاصل ہے درحقیقت مختلف اقوام وملل کے مذاہب کا اور انس محبت کا ایک عجیب وغریب گہوارہ رہا ہے، اس کی خاک کے ذرّوں میں مذہب اس طرح سے رچ بس گیا ہے کہ اس سے اس کی ہر ایک چیز چھینی جاسکتی ہے مگر مذہب سے اسے دستبردار نہیں کیا جاسکتا ہے، الٰہ آباد جسے خدا کی نگری کہا جاتا ہے وہاں عرصہ دراز سے ایک بڑا میلہ ہر سال منعقد ہوتا ہے، اس سال بھی یہ میلہ "مہا کمبھ میلہ" کے عنوان سے منعقد ہوا، اس میں جہاں دیگر مذہبی رسومات ادا کی گئیں اور جو پروگرام ہوئے ان میں تقریروں کے پروگرام بھی تھے جلسوں میں جہاں بعض مقرروں نے بڑی جوشیلی اور جارحانہ تقریریں کیں جو اس مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں، جو ہندوستان کی خصوصیت رہا ہے وہیں پیام انسانیت کے فورم سے انسانیت اور الفت ومحبت کا درس بھی دیا گیا۔

۱۹ر دسمبر ۲۰۰۰ء کو مولانا محمد شعیب کوٹی صاحب کی صدارت میں ایک اجتماع منعقد کیا گیا جس میں انگریزی اور ہندی پریس کے مطابق دس ہزار لوگوں نے شرکت کی اس جلسہ میں مولانا نے (اسلام کا پیغام اس میلینیم کے کمبھ میلے کے نام) کے موضوع پر بڑی بلیغ تقریر فرمائی، مجمع میں دو ایک مسلمانوں کے علاوہ سب ہندو بھائی تھے، اس کے بعد ڈاکٹر سرفراز عالم صاحب نے اس اجلاس میں پیام انسانیت کے موضوع پر بڑی مؤثر تقریر کی، انہوں نے اپنے بیان میں کہا، کہ ہمارے دیش کی دھرتی پر ہزاروں سال سے بہتی ہوئی گنگا کی موجیں ہمیں ایک پیغام دے رہی ہیں جسے ہم نے دل کے کان سے سننے کی کبھی کوشش نہیں کی، وہ اپنی خموش زبان سے کہہ رہی ہیں کہ اے انسان دیکھ ہزاروں برس سے لاکھوں انسان روز صبح اپنے گندے بدن میرے اندر ڈبو دیتے ہیں، میں نے ان کو ایسا کرنے سے کبھی نہیں روکا میری پَوِترتا (پاکی) اور مقدس انا ان کے خلاف کبھی نہیں جاگی میرے پَوِتر جل (پاک پانی) کے ہر قطرے نے ان کے بدن سہلائے، اسے دھلا کر اور پاک کر کے واپس کر دیا، سیکڑوں شہر کے ہزاروں گندے نالے میری گہرائیوں میں اترے، میں نے اپنے آنچلوں میں سب کو تھام لیا اور یہ میری حسن تدبیر ہے کہ نہ میرا دامن ان گندگیوں سے آلودہ ہوا اور نہ میں نے اس گندگی کو اپنے پاس باقی رہنے دیا، کیا انسانی دنیا میں ایسا کوئی ساگر ہے جو انسانی قلب کی نجاستوں کو پاک وصاف کر سکے، ہاں وہ دھرم کا ساگر ہے، وہ مذہب کا سمندر ہے جہاں پہونچ کر انسانی قلب و روح کی گندگیاں دھل جاتی ہیں، جس کے سامنے نہ کوئی کالا ہے نہ گورا ہے نہ چھوٹا ہے نہ بڑا، نہ پاپی ہے نہ پرہیزگار، نہ اچھوت ہے نہ برہمن، اس کا سینہ سب کے لئے کھلا ہے مذہب سب کی خیر خواہی چاہتا ہے، آخر ہم کیسے مذہبی لوگ ہیں، کہ ہم ہر اس انسان کو اپنے سے الگ کر دیتے ہیں، جو ہمارا عقیدہ نہ ہو، ہر اس انسان کو ہم نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، جو ہمارے علاوہ کوئی اور شناخت رکھتا ہو، ہم کتنے کم نظر اور کتنے تنگ ظرف ہو چکے ہیں، کہ ہمارے دامنِ دل میں غیر کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔

انھوں نے تقریر مختصر کرتے ہوئے میزبانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بات ختم کر دی، یہ جلسہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت کامیاب ثابت ہوا، جلسہ میں پیام انسانیت فورم کی جانب سے کئی سو پمفلٹ شرکاء کے اندر تقسیم کئے گئے۔ مختلف جگہوں پر سخت سردی کے پیش نظر لکڑی کے الاؤ جلوائے گئے۔ غریبوں میں لحاف اور کمبل بھی تقسیم کئے گئے۔ اور بھی مختلف نوعیتوں سے لوگوں کی مدد کی گئی۔ اس طرح غیر مسلموں میں انسانیت نوازی کی ایک اچھی فضا قائم ہوئی۔ اس خوشگوار فضا سے متاثر ہو کر مولانا محمد شعیب کوٹی صاحب کو دوبارہ پھر ممبئی سے بلوایا گیا۔ اور ایک دوسرا جلسۂ پیامِ انسانیت پھر منعقد کیا گیا جس میں انھوں نے انسانیت کی خدمت ومحبت کرنے کی تلقین کی۔ اور پیام انسانیت کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالی، اور اس سلسلہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

> لاکھ ستارے ہر طرف ظلمتِ شب جہاں جہاں
> ایک طلوع آفتاب دشت وچمن سحر سحر
>
> جگر مرادآبادی

شمس الحق ندوی

نام کتاب : وصیۃ الآداب
مرتب : مولانا قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی
صفحات : ۱۴۴ ۔ سائز ۲۳×۱۸/۸
خوبصورت ٹائٹل عمدہ کتابت ، سستا کاغذ
قیمت درج نہیں ہے ۔
ملنے کا پتہ : مکتبہ دارالمعارف ۶۶/۴۰۷ بخشی بازار ۔ الٰہ آباد ۔ (یوپی)

علم دین اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے ، یہ دولت جسے نصیب ہو جائے وہ بہت بڑی قسمت والا ہے ۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا (آپ کہئے کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر دیجئے) اس سے علم کا فضل و شرف ظاہر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کی زیادتی کے لئے دعا کا امر نہیں فرمایا سوائے علم کے ۔ اور یہاں علم سے مراد شرعی و دینی علم ہے ۔ اس لئے علم دین کو حاصل کرتے میں طالب علم کو آداب کا مکمل خیال رکھنا چاہیئے اور جو طالب علم ، علم آلات علم ، قلم ، کاغذ ، کتابوں اور اساتذہ کا جتنا زیادہ ادب و احترام کرے گا اور جس قدر لایعنی باتوں اور لغویات سے اجتناب کرے گا اس کو اسی قدر زیادہ فائدہ ہوگا ۔

اس موضوع پر مولانا قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی کی کتاب " وصیۃ الآداب " ایک انفرادی حیثیت رکھتی ہے جسے اصلاً انھوں نے اپنے بیٹوں کے لئے لکھی تھی لیکن یہ کتاب درحقیقت مدارس دینیہ کے طلبہ و اساتذہ اور علماء کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے ۔ اس لئے مدارس دینیہ سے متعلق اصحاب علم و دین کو ضرور پڑھنا چاہیئے ۔

مولانا قمر الزماں صاحب حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خویش و تربیت یافتہ اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمند اور صاحب حلقہ بزرگ ہیں ۔ لہٰذا ان کی اس کتاب میں اس کا پورا رنگ جھلکتا ہے ۔

کتاب کے اندر علم کی اہمیت و فضیلت اور قدر و قیمت ، طالب علم اور اہل علم کا مقام علم دین حاصل کرنے میں اخلاص و للّٰہیت تقویٰ و طہارت اور حلال چیزوں اور اچھی عادتوں کو اختیار کرنے ، بری باتوں اور مالدار لوگوں سے اجتناب کرنے اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے پر زور دیا گیا ہے ۔ اس کے علاوہ سلف صالحین کے حوالے سے بہت سی اصلاحی باتیں اور سبق آموز نصیحتیں بھی درج کی ہیں ۔

یہ کتاب مطالعہ کرنے والوں کے لئے مفید و بصیرت افروز ہے ۔ اور معلمین و مربین کے لئے اصلاح و تربیت کے میدان میں بڑی چشم کشا ہے ۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر طالب علم اور معلم و مربی اس کو پڑھے اور اس کے مطابق اپنے شب و روز گذارے ۔

نام کتاب : فیضان الملقب بہ عینان تجریان
مؤلف : مولانا محبوب احمد بن مولانا محمد قمر الزماں صاحب
صفحات : ۱۴۴ ، سائز ۲۳×۱۸/۸
خوبصورت سرورق ، قیمت درج نہیں ۔
ملنے کا پتہ : مکتبہ دارالمعارف ۶۶/۴۰۷ بخشی بازار ۔ الٰہ آباد (یو۔پی) ۲۱۱۰۰۳

مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی اور عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ کی پاکیزہ زندگیاں ، زہد و تقویٰ ، عبادت و ریاضت ، اخلاص و اخلاق ، انکسار و تواضع روحانیت و للّٰہیت سے مزین تھیں انھوں نے جس پر اپنی مومنانہ نظریں ڈال دیں اس کی ظاہری و باطنی زندگی میں نکھار پیدا ہو گیا ۔ ان کی آغوش تربیت میں جو آگیا اس کی روح کو مزکیٰ اور اس کے قلب کو مجلیٰ کر دیا ۔ اور ہزاروں لوگوں کی دنیا و آخرت سنوار دی ۔

زیر نظر کتاب "فیضان" الملقب بہ عینان تجریان (یعنی وہ دو نہریں جنھوں نے اپنے علم و عمل سے لاکھوں دلوں کو سیراب کیا) میں انہی دونوں بزرگوں کے حالات زندگی اختصار کے ساتھ مولانا محبوب احمد صاحب نے بیان کئے ہیں ۔ اس کتاب میں ان کے بچپن کے حالات بھی ہیں ، تعلیم و تربیت ، تصوف و سلوک تزکیہ و احسان ، تقویٰ و طہارت ، اصلاح عام و خاص کا تذکرہ بھی ہے ان کی عابدانہ ، زاہدانہ اور مومنانہ صفات کا بیان بھی ہے سن اور ایک دل دادہ انسان کے لئے اصلاح حال اور روحانی غذا کا بڑا سامان بھی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ کتاب کو قبولیت سے نوازے اور اس کے افادہ کو عام فرمائے ۔ (آمین)

س: کیا اگر کتا ہاتھ پر زبان لگا دے تو ہاتھ کا دھونا لازمی ہے؟

ج: ہاں! جس جگہ کتے کا لعاب لگے اس کا پاک وصاف کرنا لازمی ہے کیونکہ اس کا لعاب نجس ہوتا ہے۔

س: اذان کے بعد جو دعا مانگتے ہیں اس میں ہاتھ اٹھائیں گے یا نہیں؟

ج: اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانا منقول نہیں ہے۔ صرف زبان سے دعاء ماثور پڑھ لے۔

س: ہماری مسجد میں جمعہ کی اذان دو شخص دیتے ہیں، پہلی اذان مسجد کے مؤذن صاحب دیتے ہیں۔ دوسری اذان جو خطبہ سے پہلے دی جاتی ہے وہ دوسرے صاحب دیتے ہیں جبکہ مؤذن صاحب موجود رہتے ہیں کیا یہ شرعاً درست ہے؟

ج: درست ہے بشرطیکہ اس سے مؤذن کی دل شکنی نہ ہوتی ہو۔

س: کیا برش اور ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کرنے سے مسواک کا ثواب مل جاتا ہے؟

ج: بہتر تو یہی ہے کہ ادائے سنت کے لئے مسواک کا استعمال کیا جائے، لیکن برش کرنے سے بھی بعض اہل علم کے نزدیک مسواک کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

س: کیا سر پر وِگ (یعنی مصنوعی بال) کا استعمال کر سکتے ہیں؟

ج: نہیں! مصنوعی بالوں کا استعمال جائز نہیں ہے۔

س: اگر کوئی شخص وگ (یعنی مصنوعی بال) کا استعمال کرتا ہو تو کیا ان بالوں پر دوران وضو مسح کرنے سے وضو ہو جائے گا؟

ج: مسح وگ (مصنوعی بالوں) کو اتار کر کرنا چاہیئے۔ اگر ان پر مسح کیا تو وضو نہیں ہوگا۔

س: کیا کسی کی برہنہ تصویر دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

ج: برہنہ تصویر دیکھنا گناہ ہے، لیکن اس سے وضو ٹوٹتا نہیں ہے۔

س: ایک شخص کاروبار کرتا ہے لیکن جب اذان ہو جاتی ہے تو نماز نہیں پڑھتا تو اس کا نماز کے وقت کاروبار کرنا کیسا ہے؟ اور جو رقم اس نے نماز کے وقت کمائی وہ حلال ہے یا حرام؟

ج: کمائی تو حرام نہیں ہے مگر کاروبار میں اس طرح مشغول رہنا کہ نماز فوت ہو جائے ناجائز ہے۔

س: اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سوچنے لگا کہ کون سی سورہ ملائے اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی کہ جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے تو کیا اس صورت میں بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

ج: ہاں! صورت مسئولہ میں سجدہ سہو واجب ہے۔

دعائے مغفرت

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا حسب اللہ صاحب ندوی کے والد ماجد کا ۱۸ مئی ۲۰۰۲ء کو طویل عمر میں اپنے وطن چمپارن میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

● تعمیر حیات کے قدرداں عبدالودود خاں (موضع ڈومنی مئو۔ پوسٹ سوراواں ضلع الہ آباد) کا یکم صفر ۱۴۲۳ھ کو طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؁

اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے۔

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

(بقیہ) محبت رسول کا تقاضا

کا اور آخرت میں کامیابی کا یہی ذریعہ ہے آپ کی محبت کے اظہار میں ان باتوں سے بھی بچنا چاہیئے جن کو آپ نے منع کیا ہے، اس میں صرف چمک دمک کے لیے بے تحاشہ روپیہ خرچ کرنا کہ اسکو کچھ بچا کر مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کی جا سکتی ہو۔ تقریبات میں دھوم دھڑکا ناجائز حرکتیں اس طرح ایسے اعمال میں مبتلا ہونا جو حرام ہیں، گندے ہیں، معیوب ہیں ان کے ساتھ اگر محبت رسول کا مظاہرہ کرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش نہیں کر سکتا ہاں اس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کیلئے ان کے لائے ہوئے دین کو مضبوط کرنا اچھے اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے جس کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں رہکر بڑی تکلیفیں اٹھائیں ہیں یہی اہم کام ہے ہم کو تو سچی محبت کا ثبوت اس وقت دیں گے کہ ہر موقع پر اور موقع نکال کر اچھی عادتوں اور اچھی باتوں کو پیدا کریں اور پھیلائیں، سیرت کے جلسوں میں بھی یہ باتیں کہیں۔

رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمۃ

کا

سنگ بنیاد

دینی اور عصری تعلیم کے میدان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاج تعارف نہیں اس نے اپنے قیام کے روز اول سے لیکر اب تک گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دور نظامت میں اس نے ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے کارکنان اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہند و بیرون ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ اور قیام گاہوں کی تنگی کے پیش نظر معہد دارالعلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دارالعلوم ندوۃ العلماء سے دس کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ میں ایک وسیع آراضی حاصل کر کے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کر دیا گیا تھا جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ثانوی درجات کی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

لیکن طلباء کیلئے دارالاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی۔

الحمدللہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے مورخہ ۲۷ جولائی ۲۰۰۰ء کو رکھا۔

معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں دس طلباء سہولت کے ساتھ قیام کر سکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی پوری عمارت میں چار سو طلباء اور چار نگراں حضرات کے لئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے، لیکن موجودہ ہوش ربا گرانی میں تعمیری ساموں بھی ہر اگلے دن میٹریل کا دام اور لیبر چارج بڑھتا جا رہا ہے اور کام بڑا ہے۔

اہل خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے ان سے امید کی جاتی ہے کہ اس دارالاقامہ کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)

ملک کی طاقت کا حقیقی سرچشمہ

ملک کی طاقت کا حقیقی سرچشمہ اور جینے اور پھلنے پھولنے کے لئے اس کا سب سے بڑا سہارا ایسے حق گو اور بے لاگ انسانوں کا وجود ہے جو بڑے سے بڑے نازک اور جذباتی موقع پر ظلم کو ظلم، ناانصافی کو ناانصافی اور غلطی کو غلطی کہہ سکتے ہیں اگر آپ واقعی کسی قوم کی بیداری اور اسکی زندگی کی صلاحیتوں کو جانچنا چاہتے ہیں اور یہ اندازہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ قوم یا ملک انسانیت اور اخلاق، اور علم وفن کی امانت کی حفاظت کی کہاں تک اہل ہے۔ تو یہ دیکھئے کہ اس میں کتنے ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو تنقید کے موقع پر اپنے پرائے کی تمیز نہ کرتے ہوں، جو صریح غلطی کے موقع پر بڑی سے بڑی اکثریت اور بڑی سے بڑی طاقتور حکومت کو برملا ٹوک دیتے ہوں، جو مظلوموں اور کمزوروں کے لئے سینہ سپر بن جاتے ہوں اور بگڑے ہوئے حالات میں عیش کے ایوانوں کو چھوڑ کر دیوانوں کی طرح پھرنے لگتے ہوں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے ہوں، جن کو آئندہ کے فوائد اور وقت کے مصالح سچی بات کہنے سے باز نہ رکھتے ہوں جو حق کی حمایت اور اعلان میں اپنی قوم کا معتوب بننے کو اپنی قوم کا محبوب بننے پر ہزار بار ترجیح دیتے ہوں، جب سارے ملک میں زیادتی، حق تلفی، جانب داری اور مصلحت پرستی کی ہوا چل رہی ہو، تو وہ اپنا کھانا پینا بھول جائیں اور حالات کو درست کرنے کیلئے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھیں، جو وقت کے مسئلہ کے سامنے تمام مسائل کو بالائے طاق رکھ دیں، ہر طرح کے اختلافات کو بھلا دیں۔ بلا تمیز قومیت وملت انسانی جان وآبرو کی حفاظت کیلئے جان کی بازی لگا دیں، اگر یہ افراد اس قوم کی تعداد کے مناسب اور ضرورت کے مطابق پائے جاتے ہیں تو اس قوم اور اس کے مستقبل کی طرف سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰ر جون ۲۰۰۱ء
سالانہ ۱۳۰ر روپے
فی شمارہ ۶ر روپے

پوری زندگی عبادت ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(سورۃ الانعام: ۱۶۲-۱۶۳)

اے محمدؐ! یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت، میری قربانی، اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین ہی کے لئے ہے، جس (کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے، اور میں سب سے اول فرماں بردار ہوں۔

اول تو عبادت کا مفہوم سمجھ لیں۔ عبادت کا مفہوم کیا ہے؟ عبادت کا مفہوم ہے کسی کام کو اللہ کی خوشی کے لئے، اللہ کے حکم کے مطابق، اجر وثواب کی لالچ میں کرنا، ہر وہ عمل جو اللہ کی خوشی کے لئے اور اتنا ہی کافی نہیں بلکہ اللہ کے حکم کے اور شریعت کی تعلیم کے مطابق، اور اگر اس میں کوئی سنت ثابت ہے تو اس سنت کے مطابق اس کو ادا کرنا، اجر وثواب کی امید پر، اور اس پر جو وعدے ہیں، ان پر یقین کے ساتھ انجام دینا عبادت ہے، اور یہ بات ہر عادت کو عبادت بنا دیتی ہے، اور یہ روح نکل جائے تو ہر عبادت خالی عادت، اور محض رسم، اور نفس کی پیروی رہ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک جامع چیز ارشاد فرماتا ہے کہ:
''کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ بے شک میری نماز، میری عبادت، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے۔''

پہلے مذاہب کی تقسیم یہ تھی۔ (اللہ کی طرف سے تو نہ تھی) کہ مذاہب والوں نے اپنے انحطاط وتنزل اور انحراف کے زمانہ میں، جب مذاہب میں تحریف ہوئی اور خارجی اثرات غالب آ گئے وہ ماحول جن قوموں سے یہ منتقل ہو کر آئے تھے جنھوں نے اس دین کو قبول کیا تھا، ان کی تہذیب کی ضمیات، جس کو دیو مالا کہتے ہیں (Athology) اور نسلی اثرات مذہب پر غالب آئے تو انھوں نے مذہب میں یہ تقسیم کی، کہ عبادت تو اللہ کے لئے اور باقی زندگی آزاد، اس میں جیسی مصلحت ہو ویسا کیا جائے گا، جیسا قانون ہو اس پر چلا جائے گا، اور اس میں ہم آزاد رہیں گے، اور اس میں ہماری نیت کوئی اللہ کو راضی اور خوش کرنے کی نہیں ہے، بلکہ ضرورت پورا کرنے کی ہے۔

یہاں تک کہ پھر یہ تقسیم ہوئی (جس کو مسیحی تاریخ کا یہ پرانا فقرہ ادا کرتا ہے) کہ جو اللہ کا ہے وہ اللہ کو دے دو، اور جو قیصر کا ہے [illegible] دو، انھوں نے مذہب میں (گویا [illegible] تقسیم [illegible] ظاہر ہے کہ ''تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ [illegible] ایسی تقسیم ہوگی تو اللہ کا حصہ [illegible] زیادہ نکلے گا، اس لئے کہ اس [illegible] طور پر پڑتا ہے، اور اس کا [illegible] صحیح نہ ہونے کی بنا پر، اور [illegible] ہیں، طاقت کے، اور [illegible] ہوتے ہیں، اور اس کو راضی [illegible] زیادہ محسوس ہوتا ہے مادی [illegible]

نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ [illegible] (جو اسلام سے پہلے کا [illegible] وہ) عقائد وعبادات کے [illegible] میں محدود ہو کر رہ گئی، اور [illegible] داری بن گئی، مادہ پرستی کی [illegible] پرستی کی زندگی ہو کر رہ گئی۔ [illegible] معاشرہ میں، اپنے [illegible] مذہب تو عیسائی تھا مگر [illegible] گئے، جس میں فائدہ دیکھتے [illegible] مذہب کے بالکل خلاف ہو [illegible] گیا، سمٹتا سمٹتا جیسے صفحہ پر [illegible] کر رہ گیا، چرچ میں جائیں تو [illegible] چرچ میں جائیں تو صرف [illegible] دیر کے لئے جائیں؟ اور وہاں [illegible] تر ہوتیں، یوں کرو، اس [illegible] اقرار کرو گناہوں کا، [illegible] طرح بیٹھو، اور گانا بجانا [illegible] پڑھا جا رہا ہے، بس۔ اور اس [illegible] آزاد [illegible]!

([illegible] ۳۰ [illegible])

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۱۰ر جون سنہ ۲۰۰۱ء ...... مطابق ...... ۱۷ر ربیع الاول سنہ ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر ۱۵

نیچے بنے دائرہ میں سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ 130/= روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

زر تعاون

سالانہ ---=/۱۳۰ روپے

فی شمارہ ---------=/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک...... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ...... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

گزارش

خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپوزنگ سیکشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

شرائط ایجنسی

١۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

٢۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زرضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

٣۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

١۔تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs 30

٢۔تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs 40

٣۔کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

٤۔اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے

٥۔انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر =/80

بیرون ملک کے نمائندے

مدینہ منورہ

r.TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
) Box No.842
dina Munawwara(K.S.A)

r M.AKRAM NADWI Sb.
C I S.St Cross College.
xford Ox1 3TU-U.K

r M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
) Box No.388Vereninging.(S.Africa)

r.ABDUL HAI NADWI Sb.
) Box.No.10894, Doha-Qatar

r.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
) Box No.12525, Dubai(U.A.E)
.No 3970927

r.ATAULLAH Sb.
ctor A-50 Near Sau Quater
No 109 Town Ship kaurangi
rachi-31(Pakistan)

.A.M.SIDDQUI Sb.
Conklin Ave.Woodmere
w York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

اداریہ

(مولانا) سید محمد رابع ندوی

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات طیبہ ہر مسلمان کے لئے قابل اتباع نمونہ ہیں

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے صرف ہادی ہی بنا کر نہیں بھیجا بلکہ ان کو انسانیت وشرافت اور زندگی کے لئے صلاح وفلاح اور صفات حسنہ کا نمونہ بھی بنا کر بھیجا۔ مزید یہ کہ انسانیت کو راہ راست اور معیار اعلیٰ پر لانے کے لئے ایسی کاوش کے ساتھ بھیجا جس سے انسانوں کو جانوروں جیسی بے مہار زندگی سے نکل کر انسانیت کو خیر وکامیابی کی زندگی میں داخل ہونے کی راہ ملی۔ اور اس وقت دنیا کی بیشتر خوبیاں اور فائدے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رہنمائی ہی کے نتیجہ میں حاصل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بنیاد پر ان کو رحمۃ للعالمینی کی صفت عطا فرمائی۔ اور ان کی حیات طیبہ کو انسانی شرافت اور خوبی کا ایسا نمونہ بنایا جسکو اختیار کرنے سے زندگی بھی درست ہوتی ہے، اور پروردگار کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی ہے، اور جسکے نتیجہ میں دنیاوی زندگی میں کی جانے والی کوششوں کا صلہ آخرت میں کامیابی کی صورت میں ملے گی۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝

کہ تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ میں اچھا نمونہ ہے یہ اس شخص کیلئے ہے جو اللہ سے امید قائم کرتا ہے اور آخرت میں (اللہ تعالیٰ کی رحمت کی) امید کرتا ہے اور اس نے اللہ کو بہت یاد کیا ہے۔

اور فرمایا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۝

کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

دنیا کی یہ محدود زندگی گذر جانے کے بعد آخرت کی جو لامتناہی زندگی ملے گی اس میں ہمارے اس دنیاوی زندگی کے اعمال وافعال، وہاں جزا وسزا کے فیصلے کے لئے تولے جائیں گے، ان میں وزن اللہ کے حکم کی تعمیل کا دیکھا جائیگا۔ اور اسکے حکموں کی تعمیل اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے اور کئے ہوئے طریقوں کے اتباع کے لحاظ سے سمجھی جائے گی، ہماری زندگی، ہمارے اعمال، ہمارے رسولؐ کے اسوہ سے جس قدر قریب یا مطابق

ہوں گے اسی کے بقدر وہ ہم کو آخرت میں کامیابی اور راحت دلائیں گے۔

اللہ کے رسولؐ سے محبت اور ان کے اعمال واخلاق کو اپنی زندگی کے لئے نمونہ بنانا ہی اللہ تعالیٰ سے محبت اور اطاعت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، اور کسی سے محبت سچی اسی وقت مانی جاتی ہے جب محبوب کی ہر بات اچھی لگتی ہو اور محبت کرنے والا اسکی نقل کی کوشش کرتا ہے، ورنہ وہ محبت محض دعوائے محبت قرار پاتی ہے جس کو سچا نہیں سمجھا جاتا۔

ہم مسلمانوں کو اپنی اپنی زندگی کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ ہم اللہ کے رسولؐ سے واقعی محبت کرتے ہیں یا ہم کو شیطان دھوکہ دے رہا ہے، اور شیطان ایسا کرتا ہے کہ وہ انسان کے نفس کے اندر گھس کر اسکو بہکاتا ہے اور انسان کا نفس جب بہک جاتا ہے تو انسان کا سارا عمل بہک جاتا ہے، خواہ اسکو یہ دھوکہ دیا گیا ہو کہ تمہارا عمل نہیں بہکا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو انسانی زندگی کے مختلف حالات سے گذروایا ہے غربت سے، امارت سے، دوستیوں سے، دشمنوں سے، جنگ کے حالات سے، مسرت کے حالات سے، غم کے حالات سے، خوشی کے حالات سے، اولاد کے پیدا ہونے کی مسرت سے، اور اولاد کے انتقال کر جانے کے رنج سے، ایسے حالات سے جن سے شکر گذاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، ایسے حالات سے جن میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے، غصہ دلانے والے حالات سے جن میں اللہ کے رسولؐ اگر اللہ کے حکم اور رضا کے مخالف معاملہ ہوتا تو غصہ کرتے اور اگر محض اپنی ذات کی بات ہوتی تو صبر وتحمل سے کام لے کر نظر انداز کر دیتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری حصہ میں ایک مرتبہ فرمایا کہ بھائیو! اگر کسی کو مجھ سے کوئی تکلیف پہونچی ہو تو یا تو معاف کر دے یا اس کا انتقام لے لے، قیامت کیلئے اسے اٹھا نہ رکھے وہاں کا بوجھ میں نہیں اٹھانا چاہتا۔ تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ آپؐ نے اپنی سواری کی طرف کوڑا اہلایا تھا میں قریب تھا میری پیٹھ پر لگ گیا تھا، آپؐ نے یہ سن کر برا نہیں مانا بلکہ اپنی پیٹھ کھول دی اور فرمایا انتقام لے لو تا کہ یہاں کا معاملہ یہیں ختم ہو جائے۔ صحابی تو صحابی تھے نیت انتقام کی کہاں ہو سکتی تھی بڑھ کر پیٹھ کو چوم لیا اور کہا کہ دراصل میں یہی چاہتا تھا۔ دیکھئے رسولؐ کا کردار کہ یہ بھی نہیں سوچا کہ ایک امتی اپنے رسول سے انتقام لے لیگا اور ایک ایسی معمولی بات پر جو بلا ارادہ ہو گئی تھی، آپ نے ناگواری کا ذرا بھی اظہار نہ فرمایا بلکہ انتقام دینے کو تیار ہو گئے۔ دوسری طرف صحابیؓ کا کردار کہ انتقام کی نیت ہی نہ تھی محض اظہار محبت کے لئے پیٹھ کھلوانا اور اسکو چوم لینا مقصود تھا، حضورؐ اپنے بچپن ہی سے مختلف دشوار گذار حالات سے گذرے بلکہ دراصل ان کو ان حالات سے گذروایا گیا تا کہ ہر طرح کے حالات کیلئے نمونہ بنیں۔

آپؐ شروع زندگی ہی میں غربت اور بے چارگی کے حالات سے گذرے کہ والد صاحب کا انتقال آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی ہو گیا، آپؐ پیدا ہوئے تو یتیمی کی حالت میں پیدا ہوئے، باپ کا سایہ نہیں ماں غم زدہ اور بے سہارا، پھر والدہ کا انتقال بھی ابھی آپؐ بالکل بچے تھے کہ ہو گیا، دادا جنہوں نے باپ کی جگہ لے لی تھی وہ بھی آپؐ بالکل کم عمری میں تھے کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا، آپؐ کے سرپرست صرف چچا رہ گئے تھے جن کے خود کئی صاحبزادے تھے، آمدنی بہت قلیل تھی گذارا مشکل سے ہوتا تھا، یہ سب زحمتیں آپؐ نے آغاز جوانی میں ہی برداشت کیں، اور اس کے باوجود صبر اور سنجیدگی متانت اور نیک نفسی کا معیار قائم کر دیا کہ قریش نے صادق اور امین کا خطاب دیا کہ نہایت سچے، دیانتدار نوجوان ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فراغت اور کشائش بھی

عطا فرمائی کہ جوان ہوکر آپ کاروبار تجارت میں شریک ہوئے اور خوشحالی ملی، اس میں آپ سنجیدگی سخاوت اور غریب اشخاص کے ساتھ ہمدردی کرنے کی صفات سے آراستہ رہے اور اپنے رب کا شکر ادا کرتے رہے، پھر جب نبی قرار دئے گئے اور آپؐ نے دین کی دعوت کا کام شروع کیا تو مخالفتوں سے سابقہ پڑا بلکہ سخت زیادتیاں کی جانے لگیں، آپؐ پر گندگی تک ڈالی گئی، لیکن آپؐ نے کبھی اس کا انتقام نہیں لیا اور نہ مخالفت کرنے والوں پر غصہ کیا، بس اپنے پروردگار سے دعا کرتے رہے، مکہ والوں نے جب بہت پریشان کیا تو طائف گئے وہاں جاکر دعوت دی وہاں کے لوگوں نے سخت اذیتیں پہونچائیں جسم لہولہان ہوگیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آگئی فرشتہ کو بھیجا کہ دریافت کرو کہ آپؐ چاہیں تو ابھی ان لوگوں پر عذاب لے آیا جائے آپؐ نے فرمایا نہیں، یہ لوگ نہیں تو شاید ان کی بعد میں آنے والی اولاد اچھا معاملہ کرے، میں تو صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہوں وہ اگر مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی بات کا غم نہیں۔ مدینہ میں منافقین نے اتنا پریشان کیا کہ برداشت سے باہر ہونے لگتا، لیکن آپ برابر اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے رہے اور ان کا معاملہ اپنے رب کے سپرد کرتے رہے۔

آپؐ کی صفات طیبہ کا ذکر کرنے والے کہتے ہیں کہ آپؐ نے کبھی کسی کو مارا نہیں نہ گھر کے کسی فرد کو نہ کسی خادم کو، آپ کسی پر غصہ نہ کرتے تھے، ہاں اگر حق کے خلاف کوئی بات کی جائے تو آپ کو بے حد غصہ آجاتا مجلس میں آتے تو کسی کو ہٹاتے نہیں اور نہ بیچ میں گھس کر بیٹھتے بلکہ جہاں جگہ ہوتی وہیں بیٹھ جاتے، یہ بات الگ تھی کہ پھر وہی جگہ مجلس کی مرکزی جگہ بن جاتی۔ ملاقاتی اگر دور سے آیا ہوتا اور اجنبی ہوتا تو اسکی بات صبر کے ساتھ سنتے اور پوری بات کرنے دیتے اور ہمدردی کا جواب دیتے، کبھی کوئی سائل اس طرح مانگتا کہ پریشان کردیتا لیکن آپؐ صرف نرم بات کہتے کہ اس وقت ہمارے پاس کچھ دینے کو نہیں ہے اگر ہوتا تو دے دیتے، اور اگر آپؐ کے پاس ہوتا تو مانگنے والے کو اپنی بڑی سے بڑی چیز دے دیتے اور فرماتے کہ میں بخیل نہیں ہوں۔

ہر وقت اپنے پرودگار کی ناراضی سے ڈرتے رہتے، ذرا تیز ہوا چلتی تو ڈرتے کہ کہیں اللہ کی پکڑ یا عذاب تو نہیں، فوراً استغفار کرتے، نماز پڑھتے اور اللہ کی رضا چاہتے، اللہ کی عبادت میں رات کا بڑا حصہ گذار دیتے کہ پیروں میں ورم ہوجاتا، اور جب کہنے والا کہتا کہ آپ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں تو فرماتے کہ کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گذار بندہ نہ بنوں، اس طرح ہمارے حضورؐ نے نرم گرم ہر طرح کے حالات کا سامنا کیا اور ایمان والوں کے لئے صبر و شکر کا بہترین نمونہ پیش کردیا، عبادت میں اور اپنے پرودگار کی خوشنودی حاصل کرنے میں اعلیٰ معیار قائم کردیا، انسانوں کے ساتھ ہمدردی اور حُسن اخلاق کا شاندار نبوی اسوہ قائم کردیا۔

اور ہم سب انسانوں کو ہمارے پروردگار نے حکم دیا کہ اس عظیم اور رحمۃ للعالمین رسول کی پوری پیروی کریں کہ اس میں ہماری کامیابی اور نجات ہے، اور ہم کو اس کا حساب آخرت میں اپنے پروردگار کے سامنے دینا ہے اس کے لئے ہماری اسی دنیا کی زندگی کو ہمارے لئے میدان عمل بتایا گیا ہے، اسی میں ہم کو اپنے عمل سے ثابت کرنا ہے کہ ہم کو اپنے پرودگار سے محبت ہے یا نہیں، ہم اسکی رضا چاہتے ہیں یا نہیں، اور جبکہ اسکے لئے اسکے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ تو ہم کو آخرت میں کامیابی اور اپنے پروردگار کی رضا اسی کے بقدر ملے گی جس قدر ہم اپنے رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرینگے اور ان کے اسوۂ طیبہ کی نقل کرینگے اور ان سے محبت کا صحیح ثبوت دینگے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جب اقدار کی کوئی بنیاد ہی نہیں تو مفاہمت کیسے ممکن ہو؟

تحریر: مولانا سید واضح رشید ندوی —— ترجمہ: محمد احمد بستوی

انسانی معاشرہ اور سماج ہر دور میں چند حقیقتوں اور معروف قدروں کا پابند رہا ہے، جن میں کسی قسم کا تغیّر و تبدّل نہیں ہوا۔ جیسے عفت و پاکدامنی، سخاوت و فیّاضی صدق و راستی، وفا شعاری اور ایثار، ہر دور میں مہذّب انسان ان کا لحاظ رکھتا آیا ہے اور ان کو اپنا کر فخر بھی کرتا آیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ذات کے ساتھ ہر طرح کی بدسلوکی تو گوارا کر سکتا ہے لیکن وہ چیز جو غیرت، خودداری وفاداری، سچائی اور بلند ہمتی کے منافی ہو۔ اُسے برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ کیوں کہ یہ اوصاف انسانی شعائر اور اس کی اہم خصوصیات وامتیازات میں سے ہیں۔

مختلف مذاہب نے ان ثابت شدہ حقائق کی تائید و آبیاری کی، کبر و نخوت، خود پسندی اور منفی عصبیت کی آلودگیوں سے اسے صاف کیا، تاکہ یہ ذاتی تصورات معاشرہ کی تعمیر کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔ تمام مذاہب ایثار، غیرت و خودداری کے ساتھ تواضع اور سخاوت و فیاضی کے داعی ہیں، حیا اور پاکدامنی، عفت و عصمت جملہ مذاہب کی مشترکہ قدروں اور اخلاقی قانون کا اہم عنصر ہیں، منقول اقوال میں ہے: "جب حیاء نہ رہے تو جو جی چاہے وہ کرو"۔ جو صفت حیاء سے عاری ہوتا ہے وہ آوارہ، بداخلاق اور گستاخ سمجھا جاتا ہے، حتیٰ کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی یہ تصور پایا جاتا تھا۔

جدید تہذیب کے علمبرداروں کی پوری کوشش ان قدروں کے پامال کرنے اور ان کے منافی امور اپنانے پر لگی ہوتی ہے اس لئے کہ ان کا نظریۂ ارتقاء ثابت شدہ امور وحقائق کو ماننے کے خلاف ہے۔ ہر چیز ان کی نگاہ میں تبدیلی کی محتاج ہے، حسن و قبح ان کی نظر میں کوئی ثابت شدہ چیز نہیں بلکہ ان کے نزدیک ہر دور کا اور ہر معاشرہ کا انسان اپنے تصور و خیال کے مطابق حسن و قبح، مفید وغیر مفید، اور نافع وغیر نافع کا تعین کرنے کا حق رکھتا ہے، ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز کسی زمانہ اور معاشرہ میں سودمند اور نفع بخش ہو، مگر دوسرے زمانہ و معاشرہ میں وہ مضر قرار پائے۔

جمہوریت (DEMOCRACY) کی دعوت دینے والوں کا خیال ہے کہ انسان کی رائے اور خواہشات ہی قانون کی اساس و بنیاد ہیں اسی کے مطابق قانون وضع کئے جانے چاہئیں، سوشلزم واشتراکیت (SOCIALISM) کے حاملین تمام ثابت شدہ اقدار کے منکر ہیں، اور تجدد پسند طبقہ ہر پرانی چیز چھوڑ دینے حتیٰ کہ معاشرتی رسم و رواج، اخلاقی ذمہ داریوں سے بھی دستکش ہو جانے کی دعوت دیتا ہے۔ اور ہر وہ چیز جو معاشرہ میں رائج ہو اور جسے قبول عام حاصل ہو چکا ہو اُسے چھوڑ دینا ان کی فکر سے میل کھاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے: انسان ہی ہر قانون و ضابطہ کا سرچشمہ اور اساس ہے اور اُسے حق ہے کہ جو قانون چاہے وضع کرے، یہ لوگ ایک عام دائرہ کا تعین کرتے ہیں، پھر اس کے عمومی تصور کی روشنی میں قوانین و ضوابط طے کرتے ہیں، اس لئے کوئی ایسا قانون و قاعدہ بنانا ممکن نہیں جو شہر یا وطن یا ملک کے مفاد (جس کا تعین وہ کرتے ہیں) کے خلاف ورزی کی اجازت دے اور جس سے ملک کی سیاست کے خلاف عمل کرنے کی گنجائش نکلے یا جس میں ان قوانین کی مخالفت لازم آئے جن کی صراحت ان کے طے شدہ آئین و دستور میں ہے۔ جو بھی ان قوانین و اصول کی خلاف ورزی کرتا ہے اُسے عدلیہ کے روبرو پیش کر کے سزا دلوائی جاتی ہے، البتہ ممبران پارلیمنٹ کو قانون میں اصلاح و ترمیم کا حق حاصل رہتا ہے اور اس طرح کی تبدیلیاں اور اصلاحات جمہوری ملک کے قوانین میں ہوتی رہتی ہیں۔

موجودہ زمانہ میں قوانین میں ردو بدل کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا ہے، یہاں تک کہ انسانی تصور کے ثابت شدہ حقائق پر بھی اس کا اثر پڑنے لگا ہے، چنانچہ کئی یوروپین ممالک کے قوانین میں شراب نوشی، قمار بازی، اور موروثی ازدواجی تعلقات کی بابت ترمیمات ہوئی ہیں جس کے نتیجہ میں گذشتہ ادوار میں جو ناجائز اور مبغوض تھا اُسے سند جواز اور مقبولیت مل گئی، قانون سازوں کی فکر کا محور یہ ہے کہ جس عمل کو بھی قبول عام حاصل ہو جائے اس کی تکمیل میں اگر قانونی پیچیدگیاں اور رکاوٹیں حائل

ہوں تو کوئی نیا قانون وضع کرکے اُسے دور کردینا چاہیئے، تاکہ کسی کو اپنے نفس اور انسانی معاملے کی خلاف ورزی نہ کرنی پڑے۔

اس نقطۂ نظر کی روشنی میں خیر شر اور شر خیر بنتا جارہا ہے، بدی نیکی اور نیکی بدی کا روپ دھار رہی ہے، چونکہ یورپ میں ادیان و مذاہب، تہذیب و تمدن کے ہم رکاب اور پیرو ہیں۔ اس لئے متدین طبقہ بھی اس نظریہ و خیال کا ہم نوا بنتا جارہا ہے۔ کہ جو بھی چیز قبول عام حاصل کرے اور جس کا چلن عام ہوجائے۔ اگرچہ وہ دینی فکر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اُسے دینی اعتبار سے جائز قرار دیا جائے۔ جیسا کہ قانونی اعتبار سے اُسے جواز ملا ہوا ہے۔

تہذیب نو کی فکری اساس میں بہت سے تناقضات و تعارضات ہیں جن کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب ان کا نفاذ عمل میں آتا ہے۔ ایک طرف مغرب اپنے ملکوں میں فکر رائے عمل و پیشہ اور آمدنی و کمائی کی آزادی کی دعوت دیتا ہے، دوسری طرف ایسی سیاست کھیلتا ہے جو دوسرے ملکوں میں آزادی کو اس کی تمام قسموں سمیت سلب کرلیتی ہے، مغرب کی آزادی کا تصور صرف اخلاق کے دائرہ میں محدود ہے، سیاست اور مذہب پر اس کا انطباق نہیں ہوتا۔ اسی طرح ثقافت کے بارے میں مغرب اپنی ثقافت رائج کرنے پر مصر ہے۔ مگر دوسروں کی ثقافت کا سخت مخالف ہے، مذہب کے بارے میں بھی اس کا یہی رویہ اور طرز عمل ہے، وہ دشمنی اور تعصب بالکل مغرب پوری دنیا میں نصرانیت کی ترویج کی کوشش کرتا ہے، اور جب مغربی ممالک کے اقتصادی ادارے عیسائی بنانے کی مہم میں مالی تعاون فراہم کرے عیسائی مشن کا جال بچھانے اور مشنری اسکولوں۔ مسیحی امتیازات کی حامل ویلفیئر سوسائٹیوں (WELFARE SOCIETIES) کے قیام میں حصہ لیتے ہیں۔ اس کے اہل قلم دوسرے مذاہب پر تنقیدی کتابوں کی اشاعت ان کے عقائد اور دوسری تہذیبوں کو مسخ کرکے پیش کرتے ہیں، تو مغرب اسے دقیانوسی اور رجعت پسندانہ عمل کا نام نہیں دیتا بلکہ وہ اسے آزاد خیالی اور اظہار رائے قرار دیتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اس کا جواب دیتا ہے تو یہ جواب آزادئ اظہار رائے کے خلاف ہوجاتا ہے۔ اسلامی عمل اسلامی تنظیموں اور مسلمانوں کی اسلامی تعلیمات اور اخلاقی قدروں کی اتباع کرنے کی دعوت کو رجعت پسندی اور دقیانوسیت کہا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر اسے دہشت گردی سے موسوم کیا جاتا ہے

آزاد خیالی (LIBERALIASM)

جس کی دعوت اباحیت، ذاتی اور پرائیوٹ معاملات میں دخل اندازی نہ کرنا کسی اصول کے ماننے پر کسی کو مجبور نہ کرنا کسی عمل کو بہتر سمجھ کر کسی پر لازم نہ کرنا۔ اور نہ ہی کسی عمل کو برا سمجھ کر اس سے روکنا ہے۔ بیرونی دنیا میں مانے جانے والے دیگر عقائد اور دعوتوں کے تئیں مغرب کے رویہ اور موقف کو قطعاً سند جواز فراہم نہیں کرتی۔

اس آزاد خیالی کا تقاضا یہ ہے کہ خیر کی طرف بلانا، نیک اعمال پر عمل کرنا اور اس کی طرف بلانا، برے اعمال سے بچنا اور اس سے باز رکھنا چھوڑ دیا جائے۔ اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے دوسروں کے داخلی و ذاتی امور میں دخل اندازی ہوتی ہو، کیوں کہ مغرب فرد کی مطلق آزادی کا داعی ہے، کسی کی سرگرمیوں اور اس کے طرز زندگی پر کسی بھی قسم کی پابندی نہ لگانے کا علمبردار ہے۔ اُس کا کہنا ہے کہ ہر فرد آزاد ہے جو کرنا چاہے کرے، جو طرز زندگی اپنے لئے بہتر سمجھے اپنائے اسے اُس کا ذہن قبول نہ کرے چھوڑ دے، کسی کو اس کا حق نہیں کہ جس چیز کو وہ اچھا اور بہتر سمجھے اُسے اُس پر تھوپنے کی کوشش کرے، جو اُسے بہتر نہیں خیال کرتا، لیکن یہی آزادی کا داعی مغرب دوسرے ملکوں پر اپنے تصورات تھوپنے پر مصر ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مغرب ثابت شدہ امور میں سے اسلام دشمنی اور اچھی قدروں کی پامالی کے سوا کسی چیز کو نہیں مانتا، اور شخصی زندگی، قومی زندگی میں کسی بھی قسم کی پابندی عائد کرنا نہیں چاہتا۔ وہ طرز عمل، اخلاقی مکاتب فکر میں مکمل آزادی کا خواہاں ہے، حالانکہ ظلم و زیادتی، بدزبانی و بدکلامی، رحمت و شفقت، نرمی و مہربانی، محبت و مودت، ادب و اخلاق اور عظمت و بلندی کے معانی و مطالب طے شدہ اور مقرر ہیں، چنانچہ ظلم و زیادتی کرنے والے کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ بہت نرمی اور احسان کرنے والا ہے، اور نہ ہی بد اخلاق و بے ادب کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ بہت با اخلاق اور باادب ہے، اسی طرح زندگی اور اُسے برتنے اور لوگوں کے ساتھ رہنے سہنے کے انسانی موقف و نظریات کے سلسلہ میں کچھ ثابت شدہ تصورات و خیالات ہیں۔ مادیت کا پرستار مغرب، جو ان تمام حدود و قیود سے آزادی کا نعرہ لگاتا ہے ان ثابت شدہ امور کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس تضاد کی بنا پر مغرب اور مشرق کے درمیان مصالحت کس بنیاد پر ہوسکتی ہے؟ کسی بھی ایسے انسان کے ساتھ گذارا کیسے ہوسکتا ہے جس کے نزدیک ثابت شدہ قدریں اور قابل تسلیم نمونے نہ ہوں۔ جب ایک فریق چند تصورات کا پابند ہو اور

(باقی ص۱۵ پر)

عربی اشعار کے غلط انتسابات

جناب مولانا عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء

ایک زمانۂ دراز سے ایک مناجات کو جو کسی غیر عرب بزرگ کی لکھی ہوئی ہے وہ حضرت ابوبکرؓ کی طرف منسوب کردی گئی ہے۔ اس مناجات کے اشعار فارسی فکر اور عجمی انداز بیان کے ساتھ نحوی غلطیوں کا مجموعہ ہیں۔ عربی اشعار حماسہ، متنبی، بحتری، ابوتمام اور اس طرح کے بہتیرے دواوین آپ کے سامنے ہیں کسی میں آپ نے غزل کے انداز کا مطلع اور آخر میں مقطع نہیں دیکھا ہوگا۔ جس میں شاعر نے اپنا نام یا قلمی شاعرانہ نام جس کو تخلص کہتے ہیں نظم کیا ہو۔ مگر اس مناجات میں ایک تو فارسی انداز بیان ہے اور حافظ و جامی کی غزلوں کی طرح آخری شعروں میں شاعر کا نام بھی ہے۔ حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا لقب صدیق تھا تخلص نہیں تھا۔ لیکن اس مناجات میں یہ نام بطور تخلص کے آیا ہے۔ جو سیدنا حضرت ابوبکرؓ کے تواضع سے بہت بعید ہے کہ وہ اپنے آپ کو کہیں ؎

أین موسیٰ أین عیسیٰ أین یحییٰ أین نوح
أنتَ یاصدیقُ عاصٍ تُبْ إلی المولی الجلیل

ایک صاحب علم جناب محمد صدیق انور صدیقی نے اس نظم کا منظوم ترجمہ کیا ہے اور اس کو انہوں نے حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کی خدمت میں برائے دعا ارسال کیا تھا حضرتؒ نے اس خط کی رسید عطا فرمائی اور کہا اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے۔ اس مناجات پر آمین کہنا بزرگوں کا شیوہ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انھوں نے "دعائے صدیق اکبر" کی تصدیق کی ہو، دعا اچھی چیز ہے اور جو بھی کرے عنداللہ مقبول ہوگی اور ہر مسلمان کو تحسین کرنا اور آمین کہنا چاہئے۔ مگر یہ کہ ایسے عجمی کلام کو دعائے صدیقی سمجھنا عربیت سے نابلد ہونے کی دلیل ہے۔

ابھی صدیق انور صاحب کے طویل مکتوب سے فارغ ہی ہوا تھا کہ ایک عزیز مکرم مولوی رئیس الشاکری کا مجموعہ کلام جس کا نام "حرا" ہے مجھے مطالعہ کے لئے مصنف نے عنایت فرمایا موصوف ادیب، ادیب ماہر، عالم، فاضل ندوہ لکھنؤ ہیں، شعر اچھے کہتے ہیں، طبیعت میں روانی ہے، اور اشعار آبدار ہوتے ہیں۔ مگر اس کو کیا کروں کہ وہ بھی اسی طرح کی ایک غلط فہمی میں مبتلا ہوئے اور صفحہ ۱۸۷ پر یہ عنوان دیکھا۔ "تضمین بر قصیدۂ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ" ان کی تضمین دلآویز ہے لیکن جن اشعار پر تضمین کی گئی ہے وہ غلطیوں سے بھر پور ہے پہلا ہی شعر ہے ؎

إن نَلتِ یاریحَ الصبا یومًا إلی أرضِ الحرم
بلِّغ سلامی روضۃً فیھا النبی المحترم

"نالَ" کا صلہ "إلی" "پہونچنے یا پانے کے معنیٰ میں کوئی عرب نہیں استعمال کرسکتا ہے اور غیر عرب جو عربی سے واقف ہے وہ نہیں کہے گا کہ "نِلتُ إلی المدینۃ" بلکہ نال" بغیر صلہ کسی چیز کے پاجانے اور کسی شئی کے حاصل ہونے کے لئے بولا جاتا ہے جیسے فلانٌ نالَ ھدفہ یا فلانٌ نالَ حُبَّ أبیہ، ریح الصبایعنی نسیم سحر کو مخاطب کرنا کسی عرب شاعر سے نہیں سنا گیا۔ بلّغ کے لفظ سے کسی مؤنث کو مخاطب کرنا عجمیت کی دلیل ہے اسی طرح احادیث نبویہ میں تاریخ اسلام میں کہیں آپ نے یہ نہیں دیکھا ہوگا کہ قبر کو روضہ کہا جائے، چمن یا باغیچہ قبر کو کہنا عجمی تخیل ہے جو حضرت امام زین العابدین ہی نہیں بلکہ کوئی بھی اس زمانہ کا شخص نہیں کہہ سکتا اور اسی طرح کی متعدد غلطیاں اور خود ساختگی اس قصیدہ میں ہے اور آخری شعر مقطع کا ہے۔

یارحمۃً للعالمین أدرِک لزینِ العابدین
محبوسٌ أیدی الظالمین فی الموکب المُزدَحَم

اس شعر سے معلوم ہوا کہ حضرت علی بن حسین کا تخلص "زین العابدین" تھا اور وہ اپنے آپ کو اپنی زبان سے زین العابدین کہتے تھے جبکہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کے ماننے والوں نے ان کو اس لقب سے یاد کیا غرض یہ دونوں قصیدے غالباً کوئی مولوی صدیق صاحب اور مولوی زین العابدین صاحب رہے ہوں گے اللہ ان کو بخشے۔ لوگوں نے خوبصورت حروف میں طبع کرا کے بین السطور میں اس کا ترجمہ چھاپ کر جا بجا آویزاں کردیا۔ مقصود حقیقت کا اظہار ہے نہ کہ جناب رئیس الشاکری اور جناب صدیق انور صدیقی پر کوئی الزام۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیم کا مسئلہ

ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی

طویل عرصہ کی غلامی اور آزادی کے بعد بھی تعلیم کے مسئلہ میں محتاجی نے ان کی فکر اور سوچ بلکہ تدبیر کو بھی بڑی الجھن میں مبتلا کر دیا ہے۔ اگر چہ سر سید احمد خاں کی قابل قدر عملی جدو جہد اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کوشش بظاہر علیحدہ علیحدہ نوعیت کی معلوم ہوتی ہے، لیکن غور سے دیکھا جائے تو دونوں کی کوشش ٹرین کی دو پٹریوں کی طرح ہے جس پر ملت کی سربلندی اور اس کے تشخص کی گاڑی بحفاظت چلتی رہی۔ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا یا اس کی اہمیت کو کم کرنے کی بات جن لوگوں کے ذہنوں میں ہے اگر چہ وہ مخلص لوگ ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایسا قوموں کی تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔

انگریزوں اور عیسائیوں کی طویل تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہیں قدامت پرستی اور جدیدیت کی دو پٹریوں کے سفر میں بڑی بڑی پریشانیوں سے گذرنا پڑا بلکہ خوں آشام جنگیں ان کی تاریخ کا حصہ ہیں، اور آج بھی کیتھولک اور پروٹسٹینٹ میں جو محاذ آرائی جاری ہے اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ کبھی تعلیم کے سلسلہ میں ان کا نظریہ آکسفورڈ اور کیمبرج تھا تو دراصل وہ خانقاہی نظام تھا جہاں صاحب فکر پیدا کئے جاتے تھے، آج بھی اگر کوئی دیکھے تو تعلیم کے میدان میں اسی طبقہ نے ساری دنیا میں انقلاب برپا کر رکھا ہے۔ جنگلوں، پہاڑوں، دیہاتوں اور خونخوار قبائل میں تعلیم کے راستے سے وہ تبدیلی پیدا کی ہے کہ دنیا حیرت زدہ ہے۔ آج بھی ہر روشن خیال اور صاحبِ حیثیت شخص بلا لحاظ مذہب و ملت انہیں کے اداروں میں تعلیم دلانا فخر کی بات سمجھتا ہے۔ اس نظام نے طلسماتی طور پر ہماری سوچ کو متاثر کیا، اور ہم آج بھی اس ذریعہ سے ذہنی اور فکری ارتداد کو خوشی سے گوارہ کرنے کے لئے تیار نظر آتے ہیں، اس لئے کہ اس تعلیمی نظام سے ہم اپنے دنیوی مستقبل کو معتبر اور یقینی سمجھتے ہیں۔ ایک طرف مسلمانوں کو دقیانوسیت کا طعنہ دیا جاتا ہے لیکن ان کے مربیوں کا کوئی لباس دیکھے تو پادریوں کا لباس اور ننس کا، اگر معاف کیا جائے تو، سر سے پیر تک کے لباس پر ہمیں کوئی چیز قابلِ اعتراض نظر نہیں آتی، کوئی ان سے نہیں کہتا کہ صدیوں پرانا لباس چھوڑ دو، اس لباس کو آج عزت و احترام سے گوارہ کیا جاتا ہے۔

لیکن مسلم معاشرہ میں تعلیمی معیار کی کمزوریوں کی وجہ سے لباس سے لیکر اسلامی تہذیب، اسلامی اقدار یہاں تک کہ دین و شریعت پر مسلمان قائدین معترض دکھائی دیتے ہیں، بین السطور یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی جدید تعلیمی پستی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ جن لوگوں نے تعلیمی معیار کو عیسائیوں کی تقلید میں آگے بڑھانے کا عزم کیا انہوں نے از خود اسلامی شعائر، اسلامی اقدار اور دین کی بنیادی تعلیم سے صرف نظر کر لیا، نتیجہ یہ ہے کہ کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھول گیا۔

اسلامی تہذیب میں عار کی کوئی چیز نہیں تھی، تعلیم کے مسئلہ میں اس کا نقطۂ نظر بالکل واضح اور صاف ہے، وہ جدید اور قدیم کی اصطلاح کو تسلیم نہیں کرتا، بدقسمتی سے کچھ لوگوں کے طرزِ عمل یا ناواقفیت یا ناتجربہ کاری سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلام کے متعلق غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے، اور وہ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اگر کلی طور پر پورے مغربی نظام تعلیم کو اپنایا نہیں گیا تو ان کی تعلیمی پستی دور نہیں ہوسکتی، بلکہ اس حد تک غلو بڑھ گیا ہے کہ دوسری پٹری اکھاڑے بغیر یہ مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے، اس لئے کہ دوسری پٹری کے متعلق انہیں یہ خیال ہے کہ وہ ملّا پیدا کرتے ہیں جو سوسائٹی پر ایک بوجھ ہیں۔ یہ از کار رفتہ چیز ہے یعنی چوب مسجد جو نہ قابلِ فروختنی ہے نہ سوختنی۔ جدید ترقی میں یہ سب بڑی رکاوٹ ہیں۔

ننس اور پادریوں کے متعلق ان کے لباس کے قدیم ہونے کے باوجود ایسا کوئی اعتراض نہیں ہے، اگر چہ ان کا قبلہ سینٹ پال ہے لیکن اس تعلیم کی مارکیٹ ویلو زیادہ ہے۔ تاریخ میں تہذیبی کشمکش کی جنگ جو عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی، اور مسلمان اپنی اسلامی تہذیب کے ساتھ بار بار غالب آئے، اور دوسروں پر حکمراں بھی رہے وہ تاریخ ہمارے ذہنوں میں محفوظ نہیں رہی ہے،

اس لئے یہ احساس آج کل کچھ زیادہ ہے کہ دینی تعلیم کے مروجہ اداروں کو سائنس سے روشناس کرایا جائے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو شروع سے سائنس پڑھتے ہیں ذہین خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں، سوسائٹی میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں، دولت کی بھی فراوانی ہے، ان کا دین اسلام کے مسئلہ یا اسلامی تہذیب کے جاری رکھنے یا اسلامی معاشرہ کے قیام میں کوئی نمایاں حصہ نہیں ہے۔ وہ جج یا وزیر یا اعلیٰ عہدوں پر تو فائز ہو سکتے ہیں، انہیں اچھی رقم تو مل سکتی ہے لیکن اسلام کے لئے کارہائے نمایاں کا کوئی قابل ذکر کارنامہ شاذ و نادر ریکارڈ پر ہے۔

دینی تعلیم کے اداروں ہی سے ۱۴۰۰ برس تک سلطنتوں کو چلانے والے ملتے رہے، اسلام کے ائمہ اور محققین ملتے رہے، دور حاضر میں ادیب، شاعر، علماء مجتہدین کی نمایاں شخصیتیں انہیں اداروں سے نکلیں۔ مولانا شبلی نعمانیؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا علی میاں ندویؒ اور دیگر سینکڑوں شخصیتیں ہیں جن کی عالمی حیثیت ہے جو زمانہ پر اثر انداز ہوئے جنہیں جدید ترین اور اہم ترین یونیورسٹیوں نے تسلیم کیا، ان کا اعزاز کرنے پر لوگ مجبور ہوئے۔

دراصل مسئلہ قدیم اور جدید کا نہیں ہے، تقسیم کار اور اعلیٰ معیار کا تناسب (Sense of Proportion) کا ہے، یعنی چار بنیادی محاذوں پر کتنی سرمایہ کاری کی جائے؟ اور اس کے لئے ذی استعداد اساتذہ کی خدمات حاصل کی جائیں، ان کے تعلیمی اداروں کو کتنا عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے؟ اور کن کن چیزوں سے فائدہ اٹھایا جائے؟

بنیادی طور پر تعلیم کے چار نمایاں محاذ ہیں، ہر ایک کی اپنی اہمیت اور افادیت ہے، اگر مربوط طور پر ایک دوسرے کی اہمیت کم کئے بغیر کام ہو تو وہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے جو لوگوں کو بے چین کئے ہوئے ہے، اگر لوگوں نے ایک دوسرے کی نفی کی، یا دوسری پٹری بچھانے کی کوشش کی تو خطرہ یہ ہے کہ اصل مقصد ہی فوت ہو جائے۔

پہلا تعلیمی محاذ ہے پرائمری دینی و عصری تعلیم کے مدرسے اور اسکول اور تعلیم بالغان، اس کا ۸۰ فیصد تعلق گاؤں، دیہات اور قصبات سے ہے، اور ۲۰ فیصد شہروں سے۔

دوسرا تعلیمی محاذ ہے عصری تعلیم (Modern Education) جونیر سے لیکر یونیورسٹی تک عصری تعلیم، اس میں انگلش میڈیم، انجینئرنگ، میڈیکل، کمپیوٹر، ایم اے بی اے، کامرس سب شامل ہیں۔

تیسرا تعلیمی محاذ ہے دینی مدارس، قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور دوسرے دینی علوم جن پر اسلام کی اساس ہے، جن کے بغیر اسلام کا کوئی تصور ممکن نہیں۔

چوتھا محاذ ہے لڑکیوں کی تعلیم۔ لڑکیوں کی دینی اور عصری تعلیم کا نظام جس کی طرف سے عام طور پر غفلت برتی گئی، انتہائی ضروری ہے، اگر گھر کے اندر دین نہیں تو باہر سے اس کا داخل ہونا آسان نہیں ہے، نئی نسلوں میں دینی پختگی کا عمل اسی وقت ممکن ہے جب خواتین دینی تعلیم سے آراستہ ہوں، اگر انہیں عصری تعلیم بھی دی گئی تو وہ بچوں میں اعلیٰ استعداد پیدا کرنے میں بہت مؤثر رول ادا کریں گی۔ جو نسل تیار ہوگی وہ ہر اعتبار سے ذی استعداد ہوگی، اس میں نہ احساس کمتری ہوگا، نہ اس میں مرعوبیت ہوگی۔ بلکہ وہ اسلام کی بہترین داعی ہوگی، دراصل مسلمان تعلیم کے میدان میں عدم توازن کا شکار ہیں، ان کی ۸-۱۰ فیصد تعداد عصری تعلیم حاصل کر رہی ہے، جس پر زبردست سرمایہ کاری ہو رہی ہے، مشکل سے ۲ یا ۳ فیصد تعداد خالص دینی مدارس میں جاتی ہے، ان میں بھی اکثریت غریب گھرانوں اور بیشتر کم درجہ کی صلاحیت والی ہوتی ہے۔ انہیں دیکھ کر یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ دینی تعلیم کم درجہ کی چیز ہے، اس کی مارکیٹ ویلیو نہیں ہے، حالانکہ بنیادی بات یہ ہے کہ خود مسلمانوں نے دینی مدارس کو جو ترقی دینی چاہئے اور جتنا اس پر سرمایہ خرچ کرنا چاہئے وہ نہیں کیا۔ اس لئے اس کی تحقیر یا اس سے مایوسی کا کوئی جواز نہیں ہے۔

مسلمانوں کے ذہنوں میں غیر شعوری طور پر یہ بات بٹھائی جارہی ہے کہ دینی مدارس میں اگر سائنس داخل کردی جائیگی تو وہ زیادہ کارآمد ہوں گے، حالانکہ جو لوگ عصری اداروں میں تعلیم حاصل کررہے ہیں وہ نہ اپنی ملت کے لئے کوئی بڑا کام کر رہے ہیں نہ مسلم معاشرہ کے لئے، ان میں سے بیشتر تعداد اپنی ذات یا خاندان تک محدود (Self Centred) ہے، تمام دینی مدارس مسلمان تاجروں کے مالی تعاون خصوصاً زکوٰۃ کی رقم سے چل رہے ہیں، اگر یہ زکوٰۃ کی رقم نہ ہوتی تو ان میں سے بیشتر بند ہو جاتے، پھر سب کچھ وہی ہوتا جو اندلس، افریقہ، یورپ، روس اور دنیا کے دوسرے علاقوں میں ہوا۔

اس لئے اسلام کے استحکام اور اس کی اشاعت اور سربلندی کے لئے دینی مدارس کا قیام لازمی ہے۔

اس طرح اگر ان چاروں محاذوں، تناسب کے ساتھ کام ہو، اور سب کو ناگزیر کچھ کر مربوط رکھا جائے، اور ایک دوسرے کو رقیب سمجھنے کے بجائے رفیق سمجھا جائے تو حالات بہت تیزی سے بدل جائیں گے۔

عقیدۂ توحید کی حفاظت میں نماز کی اہمیت و تاثیر

شمس الحق ندوی

توحید کے بعد دین اسلام میں چار بنیادی ارکان ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج روزہ سال میں ایک ماہ ایک مرتبہ فرض ہے، زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے وہ بھی سب پر نہیں ان پر جو صاحب نصاب ہیں۔ حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ ان میں نماز کا لفظ اتنا عام ہے اور اس قدر بولا دیکھا اور دن میں ایک نہیں پانچ پانچ مرتبہ اس کی صدا لگائی جاتی ہے اور فضا میں اس صدا کے گونجتے ہی مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد مسجد کی طرف چل پڑتی ہے۔ عقیدۂ توحید یعنی دین اسلام کو قبول کرنے کے بعد جو عبادت بار بار نگاہوں میں پھرتی یا اکثر دیکھنے میں آتی ہے وہ نماز ہی ہے۔ اکثر کا لفظ ہم نے اس لئے لکھا کہ بہت سے علاقوں یا کالونیوں میں جہاں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے اور وہ غیر اسلامی ماحول میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان کو نماز کی اہمیت کا علم ہی نہیں ہوتا۔ اور کسی درجہ میں ہوتا بھی ہے تو ماحول کے اثر سے وہ اس کی طرف سے لاپرواہی اور غفلت برتتے ہیں۔ بلکہ کچھ ماڈرن لوگ تو نعوذ باللہ مسلمان ہونے کے باوجود اس کو قدامت پرستی یا ملائیت تصور کرکے پڑھتے ہی نہیں ہیں ایسی جگہوں پر نماز کا وہ منظر سامنے نہیں آتا جس کا اوپر ذکر ہوا جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایسے ماحول میں پروان چڑھنے والے بچے سرے سے نہ یہ کہ اپنے دین سے بیگانہ ہوتے ہیں بلکہ ماحول سے متاثر ہوکر غیر قوموں کے مذہب یا رسم و رواج کو اپنا لیتے ہیں اس طرح وہ سرے سے خود عقیدۂ توحید تک سے محروم ہو جاتے ہیں، نماز اور دیگر اسلامی شعائر کا تو ذکر ہی کیا؟

مثال کے طور پر ایک واقعہ کا ذکر کردینا نماز کی اہمیت کو ظاہر کرنے اور ایسے ماحول میں رہنے والے مسلمان والدین کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔

ہمارے بہت قریب کے دوست نے یہ عبرتناک واقعہ سنایا کہ ایک کالونی میں جہاں غیر مسلموں کی اکثریت تھی۔ وہاں ایک مسلمان خاندان رہتا تھا جو نماز نہیں پڑھتا تھا جب وہ نماز ہی نہیں پڑھتا تھا تو کسی اور عنوان سے اللہ و رسول یا دین اسلام کا کیا تذکرہ ہوتا۔ (اس قصہ سے نماز کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے) جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی ایک کمسن بچی جو اسکول میں پڑھنے جاتی تھی۔ اور کالونی کے گھروں میں بھی اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ آیا جایا کرتی تھی گھر میں تو اس نے کچھ دیکھا نہیں تھا، وہاں دیکھا کہ کوئی مورتی رکھی ہے، جس کی گھر والے اور اس کی ہم عمر لڑکیاں پوجا کرتی ہیں۔ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوتی ہیں۔ اس مسلمان بچی کو یہ بات پسند آئی لہٰذا وہ ایک مورتی اپنی ایک سہیلی کے ساتھ بازار سے خرید لائی اور گھر کے ایک کونے میں جہاں ماں باپ کی آمد و رفت کم ہوتی تھی وہاں مورتی رکھ دیا۔ اور خاص خاص اوقات میں ماں باپ سے نظر بچا کر اس کی پوجا کرتی تھی۔

اتفاق سے ایک دن ماں کی نظر پڑ گئی، یہ منظر دیکھ کر وہ حیرت میں پڑ گئی۔ اس لئے کہ بہرحال عقیدۂ توحید تو دل میں تھا ہی۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے۔ لہٰذا خاموشی کو ترجیح دی اور لڑکی کو اپنے دیکھنے کا علم تک نہ ہونے دیا۔ اس کا ذکر اس نے اپنے شوہر سے کیا اس کو بھی حیرت ہوئی اور نظر بچا کر اس نے بھی ایک مرتبہ اس منظر کا مشاہدہ کیا اور سخت فکرمند ہوا۔ بہرحال ایمان کی رمق تو باقی تھی۔ اس حیرتناک واقعہ سے میاں، بیوی دونوں شدید الجھن میں پڑے اور بچی کے ایمان و عقیدہ کی فکر ہوئی

دونوں غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس میں بچی کی کوئی غلطی نہیں ہے، غلطی ہم لوگوں کی ہے کہ نہ ہم لوگ نماز پڑھتے ہیں نہ دین و ایمان کی باتیں کرتے ہیں تو بچی نے جو دیکھا اس کو اپنی سہیلیوں کی نقل میں اختیار کیا لہٰذا بچی کو کچھ تنبیہ کرنے کے بجائے طے کیا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ ہم تم نماز پڑھنے لگیں، گھر میں اللہ و رسول کا ذکر ہو اس سے یہ بچی خود بخود مورتی پوجا کو چھوڑ دے گی، چنانچہ یہی ہوا ماں باپ نے جب نماز پڑھنا شروع کیا۔ اور اللہ و رسولؐ کا ذکر گھر میں ہونے لگا تو بچی نے مورتی پوجا چھوڑ دی اور دین کی باتیں معلوم کرنے لگی۔ یہ ہے نماز کی اہمیت کہ چاہے وہ کتنی ہی بے جان ادا کی جائے لیکن اپنا اثر دکھاتی ہے اور ماحول پر اثر ڈالتی ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ نے نماز کی اس اہمیت کو بڑی اچھی مثال کے ذریعہ بیان کیا ہے جو دو دو چار کی طرح ذہن میں اتر جاتی ہے "بقاء شریعت کا راز" کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔

"مثلاً پانچ وقت کی نمازیں ایسی ہیں جیسے کسی دریچہ کمال میں پانچ کیلیں لگی ہوں۔ اگر یہ کیلیں الگ ہو جائیں تو وہ دریچہ کمال سے جدا ہو کر گر جائے"۔ جیسے خود ابلیس گر گیا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ پانچ نمازیں کس طرح پانچ کیلوں کی طرح ہیں جن سے کمال کا یہ دریچہ تھا ہوا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا پہچاننا انسان کی طاقت میں نہیں، یہ درحقیقت ایسا ہی ہے جیسے اشیاء اور ادویہ کے خواص عقل اس کی وجہ دریافت نہیں کر سکتی جیسے "سنگ مقناطیس" لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا سبب کیا ہے نماز کی اہمیت کا یہی راز ہے کہ وہ چاہے جس طرح ادا کی جائے دن میں پانچ مرتبہ اس کا ادا کرنا توحید رب (ایک خدا) کے عقیدہ کو تھامے رہتا ہے اس کے ہوتے ہوئے مسلمان شرک و بت پرستی کا شکار نہیں ہو سکتا وہ معصوم بچے جن پر ابھی نماز فرض بھی نہیں ہے ان کے تجسس ذہنوں میں جو بچہ کی فطرت وخمیر میں شامل ہے، غیر شعوری طور پر اس کے اندر ایک خدا کا تصور پیدا کرتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا بالکل معصوم بچے ماں باپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر جس حال میں بھی ہوتے ہیں مصلے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ماں باپ کی نقل کرتے ہیں پھر بڑے ہونے پر یہی چیز ان کے اندر دبی ہوئی صلاحیت کو ابھارتی ہے اور کفر و شرک سے بچاتی ہے۔ اور خود بہت سے بڑی عمر کے مسلمان مرد و عورت جو نماز نہیں بھی پڑھتے۔ نماز کا یہ ماحول ان کے اندر توحید رب کے عقیدہ کو تھامے رہتا ہے[1]

شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ ایک دوسری بڑی بلیغ مثال کے ذریعہ اس کو اس طرح واضح کرتے ہیں "اس کو ایسا سمجھو کہ ایک شخص نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر محل تعمیر کیا۔ وہاں انواع واقسام کی نعمتیں جمع کیں۔ جب اس کا آخیر وقت ہوا تو اس نے لڑکے کو وصیت کی کہ اس محل میں جو ترمیم و تصرف چاہنا کرنا لیکن اس خوشبودار گھاس کا ایک حصہ جو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں وہ چاہے خشک ہو جائے اس کو باہر نہ کرنا جب پہاڑ کی چوٹی پر بہار آئی تو پہاڑ و میدان سب سرسبز ہو گئے۔ بہت سی تازہ اور خوشبودار گھاس پیدا ہو گئی جو اس پرانی گھاس سے زیادہ تر و تازہ تھی اس میں سے بہت سی گھاس اور پھول اس محل میں آئے جن کی خوشبو نے سارے محل کو معطر کر دیا۔ اور ان کے سامنے اس پرانی سوکھی ہوئی گھاس کی خوشبو دب گئی۔ لڑکے نے سوچا کہ میرے والد نے یہ پرانی گھاس اس محل میں اس لئے رکھی تھی کہ اس کی خوشبو پھیلے اور یہ جگہ اس سے معطر ہو، اب یہ سوکھی گھاس کس کام آئے گی۔ اس نے حکم دیا کہ اس گھاس کو باہر پھینک دیا جائے۔ جس وقت محل اس گھاس سے خالی ہو گیا ایک کالے سانپ نے سوراخ سے سر نکالا اور لڑکے کو ڈس لیا اور اس کا کام تمام ہو گیا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ اس گھاس کے دو فائدے تھے: ایک یہ کہ وہ خوشبودے اور دوسرے اس میں یہ خاصیت تھی کہ وہ جہاں ہوتی ہے سانپ اس کے قریب نہیں جا سکتا گویا وہ سانپ کا تریاق تھا۔ یہ خاصیت کسی کو معلوم نہیں تھی۔ لڑکے کو اپنی ذہانت پر ناز تھا۔ وہ سمجھا کہ جو اس کے معلومات کے دائرے میں نہ ہو گویا کہ قدرت خداوندی کے خزانہ میں موجود نہیں ہے،

اس کو اس آیت کا مفہوم نہیں معلوم تھا۔ "وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا"

وہ اپنی ذہانت کے غرہ میں مارا گیا[2]

یہی حال نماز کی تاثیر کا ہے وہ جیسی بھی ٹوٹی پھوٹی ادا ہو عقیدۂ توحید کو زندہ رکھتی ہے اور شرک و بت پرستی سے بچاتی ہے، جن کا اختیار کرنے والا ہمیشہ ہمیش جہنم ہی میں رہے گا۔ لہٰذا نماز کی پابندی کا ہر مسلمان کو اہتمام کرنا چاہیئے کہ اگر یہ نہ کیا گیا تو ہمارے گرد و پیش کا ماحول ہماری نئی نسل کو زندہ اثر اور مورتی کی پوجا کی راہ پر لے جائیگا جس کی ایک کھلی ہوئی اور واضح مثال کا واقعہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

باقی جہاں تک نماز کی فضیلت، اہمیت اس پر اجر و ثواب اور "نماز کا مسلمان کی معراج" ہونے کا تعلق ہے بندے اور رب کے درمیان اس کا جو ربط و تعلق اور لطف و مزہ ہے اس کی تفصیل کے لئے ہم قاری کو نہایت خلوص کے ساتھ مشورہ دیں گے کہ وہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء کتاب "ارکان اربعہ" کو (بالخصوص نماز کا باب) ضرور پڑھیں۔ جب یہ کتاب طبع ہو کر آئی اور لوگوں کے ہاتھوں میں پہونچی تو بعض بڑے علماء اور بزرگوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ آپ کی کتاب پڑھ کر ہماری نماز کی کیفیت بدل گئی۔ نماز کے لئے تیاری، وضو، پھر مسجد کی طرف چلنے اور صف اول اور تکبیر تحریمہ میں شریک ہونے کے کیا فضائل ہیں اس کی تفصیل طویل ہے اس وقت تو ہم صرف یہ عرض کرنا

---

[1] تاریخ دعوت و عزیمت جلد سوم ص ۳۰۵

[2] تاریخ دعوت و عزیمت جلد سوم ص ۳۰۶

چاہتے ہیں کہ نماز جیسی بھی ادا ہو عقیدۂ توحید کو باقی رکھنے اور دینی شعائر کی حفاظت میں اس کا کتنا بڑا دخل ہے قرآن کریم میں اس کی بار بار تاکید آئی ہے اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ کفر اور اسلام میں حدّ فاصل نماز ہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی وہ کافر ہو گیا) علماء نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ نماز چھوڑ کر گویا اس نے کافروں کا کام کیا۔ تمام عبادتوں میں نماز ہی وہ فرض عبادت ہے جو چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ ادا کر کے کفر سے دور رکھتی ہے اور اس سے محفوظ رکھتی۔ امید ہے کہ یہ مختصر مضمون ہمارے قارئین کے ذہنوں میں نماز کی اہمیت کو اچھی طرح بٹھائے گا۔ اور وہ اس کا خود بھی اہتمام کریں گے۔ اور دوسرے بھائی بہنوں کو اس پر آمادہ بھی کریں گے اس وقت دنیا کا جو ماحول بن رہا ہے وہ سراسر الحاد و بے دینی کا ماحول ہے۔ اگر ہم نے اس کی فکر نہ کی تو ہماری آنے والی نسل ایمان سے بھی محروم ہو جائے گی۔

اخیر میں حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے دم واپسیں کے وقت کی دعا نقل کرتا ہوں کہ امت مسلمہ اس وقت جن حالات سے دوچار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے فضل کا معاملہ فرمائے۔

اللّٰھمّ اصلح امّۃ محمّد
اللّٰھمّ ارحم امّۃ محمّد
اللّٰھمّ اغفر لامّۃ محمّد
اللّٰھمّ تجاوز عن امّۃ محمّد
اللّٰھمّ اغث امّۃ محمّد
اللّٰھمّ انصر من نصر دین محمّد
اللّٰھمّ فرّج عن امّۃ محمّد
فرجًا عاجلًا اللّٰھمّ اخذل
من خذل دین محمّد
برحمتك یا ارحم الرّاحمین

"اے اللہ امت محمدیہ پر رحم فرما۔ اے اللہ امت محمدیہ کو معاف فرما دے۔ اے اللہ امت محمدیہ سے درگذر فرما۔ اے اللہ امت محمدیہ کی فریاد سن لے۔ اے اللہ تو اس کا حامی و مددگار ہو جا۔ جو امت محمدیہ کا حامی و مددگار ہو۔ اے اللہ تو امت محمدیہ سے مصائب کو جلد دور فرما۔ اے اللہ اس کو ذلیل و رسوا فرما جو دین محمدی کو پامال کرے (یا اس کی کوشش کرے) اے سب رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے (مولا) تو رحم فرما۔

(آمین یا رب العالمین)

(بقیہ) مفاہمت کیسے ممکن ہو؟

دوسرا ان کا مخالف۔ تو ان میں اتفاق کی سبیل کیا ہو سکتی ہے اور جب ایک فریق چند ثابت شدہ تصورات کا منکر ہو اور دوسرا ان کا قائل و متبع، تو پھر دونوں میں ہم آہنگی اور سمجھوتہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

یورپ کے مفکرین حکام، سیاسی قائدین کے ساتھ معاملہ کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ اور دشواری یہی ہے اور اس کو دور کئے بغیر سمجھوتہ اور اتفاق رائے بس ایک خواب و خیال ہی ہے۔ اتفاق کی شکل صرف غلامی ہے اور یہی غلامی یورپ کو مطلوب ہے، اور نئے نظام کا مطلب و مقصد یہی ہے کہ ساری دنیا اپنے اقدار چھوڑ کر مغربی تصورات کی پابند ہو جائے۔

(بقیہ) شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

جو صرف قرآن کا معجزہ ہے۔ افسوس ہے کہ دنیا اس نور سے محروم ہے فلم کے آخری حصہ میں نو مسلموں نے مغربی سوسائٹی کی مشکلات و مسائل اور ان کے اسلامی حل کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ غیر اسلامی سوسائٹی جس جنسی انارکی اخلاقی فساد، مالی بحران، اور اعصابی امراض میں گرفتار ہے ان سے نجات صرف اسلام ہی دے سکتا ہے

جنت کا راستہ

خطاب : ——— ● حضرت مولانا محمد ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

اصلاح معاشرہ کے عنوان سے ایک جلسہ رسول پور آنط ہردوئی میں ۲۲ر نومبر سنہ ۲۰۰۰ء کو منعقد ہوا تھا جس میں حضرت مولانا محمد ابرار الحق صاحب ناظم اشرف المدارس ہردوئی اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے خطاب فرمایا تھا۔ ذیل میں ہم حضرت مولانا محمد ابرار الحق صاحب کا خطاب افادۂ عام کی غرض سے پیش کر رہے ہیں اس کے اندر اصلاح حال کا پیغام بھی ہے اور اعمال صالحہ کی ترغیب بھی۔ اور سنتوں کی تعلیم بھی ہے۔ اور جنت کا شوق بھی دلایا گیا ہے

ادارہ حافظ مصباح الدین صاحب کا ممنون ہے کہ انھوں نے یہ اہم خطاب ٹیپ ریکارڈ سے نقل کراکر ادارہ کو دیا۔ (ادارہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بعد! اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا

میرے عزیزو اور دوستو! یہ جو اجتماعات ہوتے ہیں، دینی جلسے ہوتے ہیں اور دینی مدارس ہیں، دینی جد و جہد ہے اور تعلیم و تصنیف ان سب کا مقصد کیا ہے؟ ان سب کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور دنیا اور آخرت سنور جائے دراصل دنیا سے جو جاتا ہے اس کے ساتھ اس کے اعمال جاتے ہیں وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جنت یا جہنم کا مستحق ہوتا ہے۔ جتنے حضرات تشریف فرما ہیں ان کا مقصد عظیم کیا ہے! یہی کہ جب ہم دنیا سے جائیں تو جنت پہونچیں اور جہنم سے بچ جائیں۔ لہٰذا اس کے لئے ہمیں یہیں اللہ کو راضی کرنے والے اعمال صالحہ اختیار کرنے ہوں گے۔

میرے عزیزو اور دوستو! ہر انسان کا ایک مقصد ہوتا ہے، ہم لوگ یہاں سے اس جلسہ سے اپنے اپنے گھروں کو واپس جائیں گے تو تین باتیں ہر ایک کے ذہن میں ہوں گی تین صورتیں ہیں اس کی گھروں کو واپس جانا ہے تو کیا عزت کے ساتھ جائیں یا ذلت کے ساتھ ،، ایک یہ کلفت و پریشانی کے ساتھ جائیں یا راحت و آرام کے ساتھ۔ عزت و ذلت کا مفہوم اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ وہ ایک مثال سے سمجھ میں آجائے گی ایک شخص بس میں جا رہا ہے، ۴ر ۶ر ۸ اوباش قسم کے لوگ داخل ہو گئے، اس میں کچھ اچھلنے والے، کچھ شرارت کرنے والے لوگ ہیں دونوں ایک جگہ جا رہے تھے، پیچھے سے کسی نے چپت لگادی وہ مڑ کے دیکھتا ہے، دوسرے نے ادھر سے چپت لگادی، پھر ادھر دیکھتا ہے تو تیسرے نے چپت لگادی، آٹھ سات ایک طرح کے لوگ اور یہ بیچارہ اکیلا، تو سفر تو ہو رہا ہے لیکن ذلت کے ساتھ۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ بس میں لٹک کر کے جلئے کھڑا ہو کر کے جلئے، سفر تو ہو رہا ہے، عزت ہے، کوئی کچھ نہیں کہہ رہا ہے لیکن کلفت و پریشانی کے ساتھ سفر ہو رہا ہے، اس لئے کہ لٹک کے جا رہا ہے، تکلیف کے ساتھ جا رہا ہے تیسری بات یہ ہے کہ یہاں سے جو آپ لوگ واپس جائیں، تو دیر میں پہونچیں یا جلدی، بس میں جائیں تو ہر ایک یہی چاہے گا کہ بس بخیریت جائے پنچر وغیرہ نہ ہو، ہر شخص چاہتا ہے کہ عزت اور راحت کے ساتھ جائیں، عجلت کے ساتھ اپنے گھر پہونچیں، ہر مقصد کے لئے یہ تین باتیں ذہن میں ہوتی ہیں۔ اسی لئے مومنین کا جو مقصد ہے، مقصد عظیم ہے، یعنی جنت میں پہونچنا اس کے بھی دو راستے ہیں۔ میرے عزیزو! ایک عزت سے پہونچیں، ایک ذلت سے پہونچیں ایک راحت سے پہونچیں، ایک کلفت سے پہونچیں، ایک عجلت سے پہونچیں اور جلدی پہونچیں، اس لئے میرے عزیز دوستو! ایک تو

جانے کی صورت یہ ہے کہ جب دنیا سے جائیں تو قبر ہی سے سختی کا معاملہ شروع ہو جائے۔ ایسی صورت ہوگی، بعض لوگ قبر کے عذاب میں مبتلا ہوں گے، قبر میں تکلیف ہے، برزخ میں تکلیف ہے، میدان محشر میں جب اس کا اٹھنا ہو وہاں سے وہ سفر کرے اور جب وہ پل صراط پر سے گر جائے اور جہنم میں پہونچ جائے اور پھر اُس کی سفارش ہو، انبیاء کرام کی سفارش ہو، حفاظ کرام کی سفارش ہو، شہدائے کرام کی سفارش ہو پھر جنت میں پہونچے، ایک طریقہ جنت میں پہونچنے کا یہ ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے جیسے ہی دنیا سے رخصت ہو قبر ہی سے آرام شروع ہو جائے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ تو میرے عزیز دوستو! قبر میں بھی آرام و راحت ہے، برزخ میں بھی آرام و راحت ہے، میدان محشر میں بھی آرام و راحت ہے اور جب پل صراط سے گذرنا ہو تو ایک راکٹ اور بجلی کی طرح اس پر سے تیز رفتاری کے ساتھ پار ہو کر جنت میں پہونچے گا۔ ایک یہ طریقہ ہے، کون سا طریقہ چاہتے ہو، پہلا طریقہ یا دوسرا طریقہ، تکلیف و مصیبت اور پریشانی کے ساتھ جنت پہونچے یا آرام و راحت اور عزت کے ساتھ جنت پہونچے، یقیناً سبھی لوگ راحت کے ساتھ جنت پہونچنا چاہتے ہیں۔

میرے عزیز دوستو! عزت سے پہونچے، راحت سے پہونچے، عجلت سے پہونچے، جنت ہمارا مقصد ہے، اس کا طریقہ قرآن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ بتا دیا ہے کہ میرے احکام کی پابندی کرو، اور میرے رسولؐ کی سنت کو اختیار کرو، عمل صالح کو لازم پکڑو، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا (سورۂ کہف)

جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح اختیار کیا، اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور وہاں سے مکان بدلنا نہ چاہیں گے۔ وہ جنت میں اللہ کے مہمان ہوں گے،

میرے عزیز دوستو! ایک شخص نے سوال کیا، اس میں تو عزت، راحت، عجلت کا ذکر نہیں ہے، میں نے کہا اچھا بتلاؤ تم اپنے مہمان کو کس طرح لاتے ہو، عزت سے لاتے ہو یا ذلت سے لاتے ہو، کہا عزت سے لاتے ہیں، عجلت سے لاتے ہو خود تو رکشے پر چلتے ہو مہمان کو کار پہ لاتے ہو، اور عجلت کے ساتھ لاتے ہو، جلد سے جلد چاہتے ہو، تو اب اگر کوئی کسی رئیس کا مہمان ہو تو کتنی عزت ہوگی، کتنی راحت ہوگی اور کتنی عجلت ہوگی، اور اگر وہ بادشاہ کا مہمان ہو تو کتنی عزت، کتنی راحت، کتنی عجلت ہوگی؛

میرے عزیز دوستو! اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے نیک، صالح فرمانبردار بندے کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں۔ اور یہ اس کو عزت و راحت عطا فرماتے ہیں اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کیا ہے اس کے رسولؐ کی سنتوں کو گلے لگایا ہے اور اپنی زندگی کے تمام کاموں میں سنت کو زندہ رکھا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے "جزاء الاعمال" میں سنت و اطاعت کے سلسلہ میں، ہر قسم کے فائدے لکھے ہیں، ان میں سے ایک بڑا فائدہ رزق کی برکت کا ہے یعنی سنتوں پر عمل کرنے سے رزق میں بڑی برکت ہوتی ہے۔

آج کل معاش کے اعتبار سے لوگ بہت پریشان ہیں، گناہوں کی وجہ سے معاشی تنگی میں مبتلا ہیں اور تدبیریں کرتے ہیں، کاروبار کرتے ہیں سارے کے سارے، لیکن جو چیز انسان کے معاش کی درستگی کے لئے بتائی گئی ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ تقویٰ اختیار کرو۔ (وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ) ترجمہ:۔ اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے وہ کر دے اس کا گذارہ اور روزی دے اس کو جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہو اس لئے اللہ سے ڈرو، گناہ سے بچو، گناہ سے رزق میں تنگی ہو جایا کرتی ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص سورۂ واقعہ مغرب کے بعد پابندی سے پڑھے تو فاقہ نہیں ہوگا۔

میرے عزیز دوستو! دنیا کے سفر کے لئے جائداد کی ضرورت ہوتی ہے، آخرت کے سفر کے لئے سنت پر عمل کی ضرورت ہوتی ہے اگر سنت پر عمل کرو گے تو عزت، راحت عجلت کے ساتھ جنت پہونچو گے

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اعمال صالحہ اختیار کرنے سنتوں کو زندہ کرنے، اور رزق حلال حاصل کرنے کی توفیق سے نوازے۔ اور اپنے خاص فضل و رحمت سے جنت الفردوس عطا فرمائے

(نوٹ) مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی تقریر کافی عرصہ قبل تعمیر حیات میں شائع ہو چکی ہے۔

ذکرِ رسولؐ کی عظمت و رفعت

حافظ محمد ثانی

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (القرآن)
اور اے نبیؐ ہم نے آپؐ کے ذکر کو بلند کر دیا۔

یکر سیاہی نورِ رُخِ آفتاب سے
لکھنا ہے وصفِ حسنِ رسالت مآبؐ کا

جس طرح دینِ اسلام اپنی تعلیمات کی ابدیت اور جامعیت کے لحاظ سے دیگر مذاہبِ عالم پر ممتاز ہے اسی طرح رحمت للعالمین، پیکرِ خلقِ عظیم شفیع المذنبین، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تعلیمات کے نمونۂ عمل ہونے کے لحاظ سے دیگر انبیاءؑ و رُسل پر ممتاز و منفرد مقام حاصل ہے

رسولوں میں محمد مصطفیٰؐ تم سب سے برتر ہو
قسیمِ آبِ کوثر ہو، شفیعِ روزِ محشر ہو
(منشی روپ کشور نامی سہارن پوری)

یہ پیغمبرِ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہی ہے کہ آپ کے علاوہ کسی اور پیغمبر کی زندگی کے چند خاص واقعات کے سوا انکی سوانحِ حیات اور اخلاق و سیرت محفوظ نہیں۔

فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں اتنا لکھا جاچکا ہے کہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اتنا کسی اور شخصیت کے بارے میں نہیں لکھا گیا آپؐ کی حیات طیبہ کے ایک ایک گوشہ کو مؤرخین اور اربابِ سیر نے دنیائے اسلام کے سامنے پیش کیا۔ جوں جوں زمانہ نے ترقی کی اسی رفتار سے آپؐ کی ذات سراپا کمالات کی اہمیت بڑھتی رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لیکر عصرِ حاضر تک ہر زمانہ، ہر ملک اور ہر زبان میں آپؐ کی سیرت اور حیاتِ طیبہ پر ہزاروں کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔

مسلم اربابِ سیر اور تاریخ نگاروں کو چھوڑ دیں کہ ان کا تو دین وایمان ہی سرورِ کونینؐ کی غلامی ہے۔ غیر مسلموں نے ہندو، سکھ، عیسائی بدھسٹ اور دیگر غیر مسلم اقوام نے آپؐ کی سیرت طیبہ کو اجاگر کیا۔ اور عظیم الفاظ میں آپؐ کو خراجِ تحسین پیش کیا جو تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔

سب مانتے ہیں ان کو مسیحا نفس کہ وہ
عرش سے اُترے تھے دستِ شفا کے ساتھ

معروف ہندو شاعر منوہر لال دلکؔ کہتے ہیں!

کیا دل سے بیاں ہو ترے اخلاق کی توصیف
عالم ہوا مدّاح ترے لُطف و کرم کا

ہندو شاعر مجبور جلالوی، منشی لالہ چھتر ومل اپنی نعت میں معترفِ صد تحسین و آفرین نظر آتے ہیں!

نبیٔ برحق تم ہو اور رحمۃ للعالمیں تم ہو
رسالت ختم ہے تم پر کہ ختم المرسلیں تم ہو

نہ ہو کیوں کر دماغ اہلِ زمیں کا عرشِ اعظم پر
کہ تم فخرِ بنی آدم ہو اور فخرِ زمیں تم ہو

تمہیں مجبورِ سب داد سخن کیونکر نہ دیں دل سے
کہ دل اور جان سے مدحت سرائے شاہِ دیں تم ہو
(نورِ سخن ص ۱۹۷ / نور احمد میرٹھی)

منشی شِشو پرشاد کہتے ہیں!

فدئے ذرے اس در کے کیا سیّارے کیا شمس و قمر
جلوہ آرا شش جہت میں ہے ضیائے مصطفیٰؐ

شافعِ محشر ملا ہے کس پیمبر کو خطاب
کون محبوبِ الٰہی ہے سوائے مصطفیٰؐ

آدمی کیا! مدح کر سکتے نہیں جن و ملک
حق تعالیٰ آپ کرتا ہے ثنائے مصطفیٰؐ

آسماں پر لوگ کہتے ہیں جنہیں شمس و قمر
زیب ہے کہیئے کہ ہیں یہ نقشِ پائے مصطفیٰؐ
(نورِ سخن ص ۲۳۴ و ص ۲۳۵)

انگریزی زبان میں پروفیسر ڈی۔ ایس مارگولیوتھ (D.S. MARGOLIOTH) کی کتاب "MUHAMMAD AND THE RISE OF ISLAM" سے جو ۱۹۰۵ء میں نیویارک سے "ہیروز آف دی نیشن" کے سلسلہ میں شائع ہوئی زیادہ زہریلی کتاب سیرت پر انگریزی زبان میں نہیں لکھی گئی۔ اس شخص نے ہر واقعہ کے متعلق انتہائی سند بہم پہونچاکر اس کو بگاڑ کر دکھانے کی ہر ممکن کوشش کی تاہم وہ بھی اپنی مذکورہ کتاب کے مقدمہ میں اس حقیقت کے اعتراف سے باز نہ رہ سکا اور اس کی کتاب کے مقدمہ کا ابتدائی جملہ ضرب المثل اور ایک آفاقی حقیقت کی حیثیت رکھتا ہے۔

اپنی کتاب کا آغاز کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہے!

"محمدؐ کے سوانح نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابلِ عزت و تکریم ہے۔"

انسائیکلوپیڈیا امریکانا اعتراف حقیقت کے طور پر لکھتا ہے!

"MUHAMMAD WAS BORN

WITHIN THE FULL LIGHT OF HISTORY" پورے تاریخ کی کھلی روشنی میں پیدا ہوئے
(THE ENCYCLOPEDIA AMERICANA (1961) VOL 19. P. 292)

ہارٹ مائیکل (HAURT.M) لکھتا ہے!

قارئین میں سے ممکن ہے کچھ لوگوں کو تعجب ہو کہ میں نے جہاں کی مؤثر ترین شخصیات میں محمد کو نمبر فہرست کیوں رکھا ہے۔ اور مجھ سے وجہ طلب کریں گے حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں صرف وہی ایک انسان تھے جو دینی اور دنیاوی اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامیاب و کامران اور سرفراز ٹھہرے دیکھئے۔

AUTHOR OF "THE LOO" ARANKING OF THE MOST INFLUENTIAL PERSONS IN HISTORY- HART PUBLISHING Co NEW YORK 1978

مسٹر شانتارام پیغمبر اسلام کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں!

"میں نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ مشاہیر کی سوانح حیات پڑھنے میں صرف کیا ہے میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت محمد ایک عظیم انسان ہیں کہ جن کے مقابلہ کا انسان روئے زمین پر نظر نہیں آتا۔ (محمد کا جیون چرتر/ مسٹر شانتارام)

جان ڈیون پورٹ (JANN DEVENPORT) نے ۱۸۶۹ء میں انگریزی زبان میں سیرت طیبہ پر ایک کتاب بعنوان: "APOLOGY FOR MUHAMMAD AND THE QURAN" تصنیف کی جس کی ابتدا انھوں نے ان الفاظ سے کی ہے"

اس میں شبہ نہیں کہ تمام مصنفین اور فاتحین میں ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے حالات زندگی محمد کے حالات زندگی سے زیادہ تر مفصل اور سچے ہوں"۔

بیروت کے مسیحی اخبار "الوطن" نے ۱۹۱۱ء میں دنیا کے سامنے یہ سوال پیش کیا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟ اس کے جواب میں ایک عیسائی عالم داؤد مجاعص نے لکھا!

"دنیا کا سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس برس کے مختصر عرصہ میں ایک نئے مذہب، ایک نئے فلسفہ، ایک نئی شریعت اور ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی، جنگ کا قانون بدل دیا اور ایک نئی قوم پیدا کر دی اور ایک نئی طویل العمر سلطنت قائم کر دی۔ ان تمام کارناموں کے باوجود وہ امی اور ناخواندہ تھا۔

وہ کون؟!!!

محمد بن عبداللہ قریشی عرب اور اسلام کے پیغمبر!

اے گیلیوم (A.GUILLUMM) قمطراز ہے!

"تاریخ انسانی میں محمد کا مقام سب سے بلند اور منفرد ہے" (ISLAM)

فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاولیبان (DR.G.LEBON) لکھتے ہیں!

"اگر اشخاص کی زندگی بزرگی، اور وقعت کا اندازہ ان کے کارناموں سے لگایا جاسکتا ہے تو ہم کہیں گے کہ حضرت محمد کی شخصیت رجال التاریخ میں سب سے عظیم شخصیت گزری ہے۔ دیکھئے۔ (تمدن عرب ترجمہ CIVILIZATION DEPARABES)

ای ڈرمنگھم (E-DERMENGEM) اپنی کتاب "LIFE OF MUHAMMED" میں رقمطراز ہے!

"محمد اس اعتبار سے دنیا کے واحد پیغمبر ہیں جن کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے ان کی زندگی کا کوئی گوشہ چھپا ہوا نہیں ہے بلکہ منور اور روشن ہے"!

مائیکل ایچ ہارٹ (M-H-HAURT) پیغمبر اسلامؐ کو دنیا کے انتہائی با اثر افراد میں سرفہرست قرار دیتے ہیں!

"محمد دنیا کے انتہائی با اثر افراد میں سرفہرست ہیں تاریخ میں محمدؐ وہ واحد انسان ہیں جو مذہبی اور دینی اور دنیاوی اعتبار سے کامیاب رہے"
(محمد پیغمبر اسلام/ پروفیسر راما کرشنا راؤ)

ممتاز ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد اپنی کتاب "عرب کا چاند" میں نبی اکرمؐ کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"دنیا کی ان جلیل القدر ہستیوں میں جن کے اسمائے گرامی ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کئے جاسکتے ہیں رحمت للعالمین، شفیع المذنبین، سید المرسلین خاتم النبیین، باعث فخر موجودات، سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کئی اعتبار سے ایک خاص امتیاز حاصل ہے!

مزید لکھتے ہیں!

داعی اسلام حضور انورؐ کو مصلحان عالم کی ایک بڑی تعداد پر اس خصوصیت امتیازی میں ایک خاص شرف و برتری حاصل ہے کہ آپ کا قول و فعل یکساں تھا۔ قول و فعل کا تطابق ایک ایسا مایہ ناز وصف اور کمیاب جنس ہے کہ بازار جہاں کی بڑی بڑی نادرۂ روزگار اور شہرۂ آفاق ہستیوں کی سوانح حیات میں بھی نایاب ہے، لیکن حضور انورؐ کا دامن ایسے بہت سے گوہرہائے نایاب سے لبریز تھا۔ جن کی درخشندگی سے کائنات کا ہر گوشہ روشن ہو سکتا ہے۔"

جی ڈبلیو لیٹنر (G.W.LEITNER) "MUHAMMADANISM RELIGIOUS. SYSTEMS OF THE WORLD" میں لکھتا ہے!

حقیقت یہ ہے کہ محمدؐ کی شخصیت اور ذات میں ایک ایسی کشش اور جاذبیت ہے جو کسی دور میں کم نہیں ہوگی، بلکہ کشش اور جاذبیت میں بنی نوع انسان کیلئے اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔"

لین پول (LANE POOL) لکھتا ہے !

روئے زمین پر محمدؐ جیسا دوراندیش اور صاحب بصیرت انسان کوئی دوسرا دکھائی نہیں دیتا۔

(STUDIES IN MOSQUE)

والٹیر (VOLTAIR) آپؐ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے !

"اس سے بڑا انسان، انسانیت نواز دنیا کبھی پیدا نہ کر سکے گی (PHYLOSOPHICAL DICTIONARY)

جن کے یہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت نہیں ہے وہاں بھی مختلف زبانوں میں اب تک تقریباً پندرہ سو کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

یہ رحمت للعالمینؐ کی ذات بابرکات ہی کی عظمت ہے کہ صرف مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی آپؐ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

معروف ہندو شاعر شیش چندر سکسینہ کہتے ہیں!

یہ ذات مقدس تو ہر انسان کو ہے محبوب
مسلم ہی نہیں وابستہ دامانِ محمدؐ سے

رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری کہتے ہیں!

معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام
وہ امت اسلام میں محدود نہیں

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر شاعرانہ انداز میں کہتے ہیں!

عشق کسی سے ہو جائے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں

رو ہندر رو ہندر جین کہتے ہیں!

آپؐ کے ماننے والوں میں ضروری تو نہیں
صرف شامل ہوں مسلمان رسولِ اکرمؐ
گوپی امن ناتھ کو بھی فخر ہے کہ۔

شفیعِ اُمم رحمتِ عالمیں ہے
فقط وہ متاعِ مسلماں نہیں ہے

یہ آپؐ کی حیات طیبہ اور اخلاق حسنہ کی جاذبیت اور متاثر کن ہونے کی بین دلیل ہے کہ اس کے ادراک اور علم ہو جانے کے بعد غیر مسلم بھی اپنے تعصبات کے حصار میں قید نہیں رہ سکتا، چنانچہ عصر حاضر میں جب سیاسی اور مذہبی مفاد پرستیوں سے ہٹ کر علمی و تحقیقی سطح پر دنیائے کفر کا رابطہ اسلام اور عالم اسلام سے ہوا تو پیغمبر اسلامؐ کی عظمت کے اعتراف اور آپؐ کی ذات سے عقیدت کے اظہار کے جذبے نے یہاں کے محققین اور دانشوروں کی تحریروں کو بھی تعصبات کی زنجیروں سے رہائی دلائی۔

یورپ میں ایسی تحریروں کا آغاز فرانسیسی عالم بولین ولیئرز (BOULAINVILLIERS, H.S) کی سیرت طیبہ پر لکھی گئی تصنیف۔

(i) HISTOREPES ARABES- AVED LAVIE. DE MAHOMED (AMERSTERDAM. 1731)

(ii) VIE DE MAHOMED (1730)

سے ہوتا ہے۔

جبکہ برصغیر پاک ہند میں سیرتِ خیر الانام پیغمبر اسلامؐ پر تصنیفات اور نگارشات کی ابتدا انیسویں صدی کے آخر میں ہوئی جس کی مثال ہندو سیرت نگار "لالہ دنیا رام گولاٹی" کی کتاب "سوانح عمری محمدؐ" ہے۔ یہ کتاب واشنگٹن اِرونگ (WASHINGTON IRVING) کی کتاب "LIFE OF MAHOMET (NEW YORK 1811) کا اردو ترجمہ ہے۔

وہ غیر مسلم مفکرین جنہوں نے مذہبی تعصب کے لبادے کو اتار کر سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا علمی سطح پر مطالعہ کیا۔ وہ آپ کی عظمت کے معترف نظر آتے ہیں۔

کیا دل سے بیاں ہو تیرے اخلاق کی توصیف
عالم ہوا مداح ترے لطف و کرم کا

ایک مطالعہ

دعوتِ اسلام، اقوامِ عالم اور برادرانِ وطن کے درمیان

مصنف: پروفیسر محسن عثمانی ندوی ——— از: ——— پروفیسر وصی احمد صدیقی

پروفیسر محسن عثمانی ندوی نے اپنی اس بہترین
کتاب کا انتساب اُن لوگوں کے نام کیا ہے، جو
صاحبانِ فکر و نظر ہیں۔ اِدھر اُدھر ورق گردانی
کرکے بالائے طاق نہیں رکھتے۔ اول سے
آخر تک اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔

انتساب کا یہ انداز بہت دلچسپ ہے
مگر مجھے یقین ہے کہ پروفیسر صاحب نے عام کتابوں
کے بارے میں یہ بات کہی ہے، وہ کتابیں جو خواہ کتنی
عالمانہ ہو معلومات سے بھری ہوں اگر طرزِ تحریر سے
پڑھنے والے کے دل میں کشش نہیں پیدا کرتیں تو
کیوں وہ پوری کتاب پڑھے گا۔ وہ اپنی پسندیدہ کتابیں
ڈھونڈھے گا اور پڑھنے کا لطف اٹھائے گا۔

یہ کتاب تو کوئی صاحبِ ذوق بغیر آخر تک
پڑھے چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ میں اپنا حال لکھتا ہوں
کہ جب کتاب ختم ہوئی تو افسوس ہوا کہ یہ کیوں
ختم ہوگئی۔ اس کتاب میں جن لوگوں کا
بیان آیا ہے اُن کے صرف تصور سے انسانی دل و
دماغ میں بلندی پیدا ہوتی ہے۔ لگتا ہے کہ زمین
ایک مبارک اور پاک دنیا سے آئے ہوؤں سے
آباد ہوئی ہے۔ ایک ایسے اقلیم کی سیر ہو رہی ہے
جس کے باشندے فرشتے نہیں انسان ہیں مگر
ایسے انسان جن کی کمندیں فرشتہ صید ہیں اور
جو یزداں گیر ہیں۔ کیسے آفاقی کیسے مثالی یہ لوگ
ہیں جدھر دیکھئے شوکت اور جمال کا رنگ ملے گا
ہر جگہ نیکی کی فتح بدی پر ملے گی۔ اور ماضی اور
حال پر محیط ہونے کے ساتھ کیا مستقبل ہوگا۔
اُس کی پیشین گوئی بین السطور میں ملے گی گو یہ
بھی خلش پیدا ہوتی ہے کہ ان کارناموں کا احیاء
ناممکن تو نہیں مشکل ضرور ہے۔ ان باکمالوں نے
اپنے زمانے پر جو اثرات مرتب کئے ہیں ایسا اثر
ڈالنے والے لوگ نہیں ملیں گے۔ کتاب تاریخی
واقعات ہی پر مشتمل ہے مگر تاریخ کی نہیں اس میں
اعلیٰ درجہ کی صناعی ہے اور تاریخی دیانت۔ کہیں
نیکی کو نیک تر اور بدی کو بدتر دکھانے کے لئے
قلم کا زور نہیں دکھایا ہے۔ یہ تو صرف پیرایہ بیان
ہے جو کتاب کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنے دیتا۔ کہیں
دل کو دماغ پر اور جذبہ کو فکر پر حاوی نہیں
ہونے دیا ہے۔ مگر ٹھوس واقعات نے صوفیانہ
ادراک کی شکل ضرور لے لی ہے۔

میں پھر دہراؤں گا کہ نتائج اور احساسات
جو اس کتاب میں بیان ہوئے ہیں وہ ذوقِ سلیم
اور علم کی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں فطری اور
حسین ہیں۔ مگر کہیں دیانت کی ڈگر سے الگ
نہیں ہوئے ہیں۔

مصنف نے راستہ دیکھنے اور دکھانے
کے لئے جو چراغ ہاتھ میں لیا ہے اس کو کلام پاک
نے اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ مبارک درخت
زیتون کا تیل ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ اور جس
کے فانوس سے مختلف نور چھن رہے ہیں۔ اللہ
نے اپنی صفت "جاننے والے" کے ایک پرتو اپنے
بندہ کو بھی نوازا ہے۔

اس کتاب پر مقدمہ جناب مولانا محمد کلیم
صدیقی صاحب کا تحریر کردہ ہے جو انتہائی
اثر انگیز اور علمی ہے، جس کا ماحصل یہ ہے
کہ مشکلات و مسائل کا حل زندگی کے مسدود
راہوں کو کھولنے کا واحد طریقہ اللہ کی رضا کے
لئے نبیؐ کے طریق یعنی دعوت الی اللہ کو اپنی
شناخت اور مقصد زندگی بنا کر اس کے لئے
استطاعت بھر کوشش اور مجاہدہ کرنا ہے
انھوں نے نتیجہ نکالا ہے کہ ملت کی ساری
زبوں حالی محکومیت اور مرعوبیت کی بنیادی
وجہ ماضی قریب میں اس عظیم فریضہ دعوت
سے غفلت اور اس عظیم صفت کا استخفاف
ہے۔ پورا مقدمہ اس اجمال کی تفصیل ہے۔

مصنف کتاب نے جو انداز بیان اختیار
کیا ہے وہ بڑا ہی دلچسپ ہے، علمی زبان
ایسی پرلطف بھی ہو سکتی ہے اور نثر میں
نظم کی موسیقی پیدا کی جا سکتی ہے، یہ کمال
مصنف نے غیر شعوری طور پر دکھایا ہے۔
پروفیسر صاحب حضرت مولانا علی میاں
رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اقبال سے بے حد متأثر
ہیں اور شاعر مشرق کے اشعار کے ٹکڑوں کو
اس طرح استعمال کیا ہے کہ جیسے وہ نگینہ کی
طرح جڑ گئے ہوں، عقلی اور منطقی طور پر دعوت
کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھنے کے لئے اُن کا
یقین ہے کہ حیات اور کائنات کے بارے میں
اسلام کے نظریہ سے واقفیت ضروری ہے، جو قومیں
فیضانِ سماوی سے محروم ہیں حیات اور کائنات

کا سرِّ مکتوم ان کی سمجھ میں نہیں آسکا اور زندگی
کی اُلجھی ہوئی ڈور آن سے سلجھ نہیں سکی۔ پھر انھوں
نے ابلیس کا چیلنج ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"جب تونے مجھے گمراہ کردیا تو میں بھی تیری
سیدھی راہ میں ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔ پھر
ان کے پاس آن کے آگے سے اور آن کے پیچھے سے
آؤں گا اور ان کے داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے،
اور تو اکثر آدمیوں کو شکر گزار نہیں پائے گا۔"

آدم اور ابلیس کی جنگ جاری ہے، آدم
کی کمک پر اللہ نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا۔
سرکارِ دو عالم کے تشریف لانے کے بعد انسان کو
ابلیس کی شر سے بچانے اور ہدایت دکھانے کی
ذمہ داری امّتِ مسلمہ پر ڈالی گئی ہے اور اس
ذمہ داری کا نام دعوت و تبلیغ ہے۔

مصنف نے لکھا ہے کہ یہ پوری کتاب غیر مسلموں
میں دعوت کی اہمیت اُس کی تاریخ۔ حال کے جائزے
اور مستقبل میں کام کے لائحہ عمل سے متعلق ہے، مصنف
کا یہی مقصد ہے مگر اس کا فیض تو خود مسلمان
اٹھائیں گے، وہ دیکھیں گے کہ اللہ کا پیغام پہنچانے
اور اس کی طرف بلانے کا کام صرف ان ہی لوگوں پر
محدود نہیں جن کے چہروں کے گرد نور کا ہالہ ہو، بیان
اور عمل دونوں میں ہم آہنگی ہونی چاہیئے جو بہت کے
اخلاص اور علم کے بھرپور ہونے نے ہر داعی الی الخیر
کے قابو کا ہے۔ کتاب تاریخ کی نہیں ہے کیونکہ کسی
خاص زمانہ میں واقع شدہ کاموں کا بیان نہیں
پوری کتاب مختلف موضوعات کے تحت ہے
جو الگ الگ ہونے کے باوجود یکساں ہیں۔
سب کی فضا یکساں۔ سب کا پیغام یکساں، فلسفہ
تاریخ سے یقیناً مناسبت رکھتی ہے۔ ابتدا اساسِ
دعوت۔ قرآن، سیرت نبوی اور حیات صحابہؓ سے
ہے۔ بڑا ہی دل کو چھونے والا انداز ہے اور نہایت
منطقی ہے۔ دعوت کے لئے ایک گروہ کا ہونا
لازمی ہے۔ سب سے گفت گو دعوتی گفتگو ہونی
چاہیئے۔ دعوت کی راہ میں استقامت ہونی
چاہیئے۔ حکمت کو اختیار کرنا چاہیئے اور نرمی
سے بات کرنی چاہیئے۔ ایسے ہی موضوعات ہیں اور
سب کے لئے کلام پاک کی آیتوں کو نقل کیا ہے۔
پھر احادیث کا بیان ہے۔ حضورؐ نے اپنے لئے
فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال پروانوں کی
سی ہے کہ وہ آگ میں جلتے جارہے ہیں اور میں
تم کو نکال نکال کر بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔
قرآن اور حدیث کے مبارک بیان کے بعد
سلاطین اور امراء کو دعوتِ اسلام کا بیان ہے
خطوط جو مختلف بادشاہوں اور سرداروں کے
نام حضورؐ نے بھیجے۔ کیسے ان بادشاہوں نے ان
خطوط کے ساتھ معاملہ کیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ
کی گفت گو شاہِ عمان سے اور ابوسفیان سے
ہرقل کی گفت گو تاریخ میں افسانہ کا لطف
پیدا کرتی ہے۔

پھر فاضل مصنف نے صحابہ کرامؓ کے
کارناموں کو بیان کیا ہے اور دعوت اسلام
کے نمونے پیش کئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ
سے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ تک بیشتر اصحاب
کا بیان ہے۔ وہ مبارک بیان جن پر تاریخ
گواہ ہے اور جن میں کہیں مبالغہ نہیں۔

یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ گو لوگ بدل
جاتے ہیں۔ کیسے مسلمان عظیم سلطنتوں کے
بانی ہو گئے۔ کیوں عیسائیوں نے اپنے دین پر
دین اسلام کو ترجیح دی، جب کہیں جبر کا
شائبہ بھی نہ تھا۔ فاضل مصنف نے اُن کو
نکتہ وار گنایا ہے۔ ایران کے متکبر بادشاہ
نے نامہ مبارک کے ٹکڑے کر دیئے، کیسے اُس کی
سلطنت کے ٹکڑے ہوگئے، کیسے مجوس ایمان
لائے۔ وسط ایشیا کے باشندوں میں اسلام
کیسے پھیلا۔ بربری قبائل کیسے ایمان لائے۔
تاتاری جن کے ظلم کی نظیر تاریخ میں نہ تھی
اور حضرت انسان کی قبا کو جنھوں نے چاک کردیا
تھا، کیسے کعبہ کے پاسبان ہو گئے۔ پھر ترکی
اور مشرقی یورپ کی باری آئی۔ کیسے ہسپانیہ
میں اسلام پہونچا۔ کیسے اسلام نے چین
تک کی مسافت طے کی۔ انڈونیشیا اور ملیشیا
کے باشندوں نے اسلام قبول کیا۔ تاریخ اور
جغرافیہ کا ایسا مرکّب مشکل سے کسی کتاب میں
ملے گا۔ پڑھنے والا یکسانیت صرف پیغام میں
محسوس کرتا ہے بیان میں نہیں۔

اب ڈاکٹر صاحب اپنے ملک میں اسلام
کے آنے کو بیان کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ
کیسے صوفیائے کرامؒ نے جدّوجہد کی، کیسے مسلمان
تاجروں نے تبلیغی کوششیں کیں۔ کس طرح
اسلام کے انسانی مساوات کے عقیدہ نے دلوں
کو چھو لیا۔

تاریخ کا دور ختم ہوا۔ اب عصر حاضر کی باری
آتی ہے۔ کیسا نفیس شعر مولانا نے لکھا ہے۔

اے فروغِ دیدہ امکاں بیا
اے سوارِ اشہبِ دوراں بیا

اس باب کو ڈاکٹر صاحب نے بڑی تفصیل
سے لکھا ہے۔ کیسے اُسوہ رسولؐ سامنے تھا کہ حضورؐ
نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کا اسلام قبول کیا لیکن
لوٹ کا مال قبول نہیں کیا۔ فاتح وہ لوگ تھے
جنھوں نے دلوں کو فتح کیا تھا۔ حضرت خواجہ
معین الدین چشتیؒ کے بارے میں جو مصرعہ لکھا ہے
وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا

بیان آخر میں آیا ہے کہ کس طرح ڈاکٹر امبیڈکر کو انھوں
دعوت اسلام دی۔ ہر جگہ پیغمبر رحمت کی سنت
کا بیان ہے اور ہر جگہ یہ تلقین۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

ایسے تو پوری کتاب سراسر مغز ہے۔ لیکن
علامہ اقبال نے جو پیغام ہر داعی کو دیا ہے اُسے
مصنف کتاب "حاصل غزل" سمجھ سکتے ہیں اور
کتاب کے پڑھنے والے بھی۔ انھوں نے کہا ہے کہ
اپنی دعوت کو مؤثر بنانے کے لئے داعی کو چاہیئے کہ
تزکیہ نفس اور روحانی قوتوں کے حصول کا پورا
اہتمام کرے تاکہ دعوت مخاطب کے دل پر اثرانداز
ہو سکے۔ یہ مشورہ کئی صفحوں پر ہے مگر ماحصل یہ ہے
کہ خالص عقلی دلیل کارآمد نہیں، اس سلسلے میں
امام غزالیؒ نے جو کہا ہے وہ بڑی عبرت کا
حامل ہے۔

مجھے یقین ہے کہ صوفیہ ہی اللہ کے
راستے کے سالک ہیں۔ اُن کی سیرت بہترین
سیرت ہے ان کا طریق سب سے مستقیم اور اُن
کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح
ہیں۔ ان کے تمام ظاہری و باطنی حرکات و
سکنات مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں اور
نور نبوتؐ سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی
نور نہیں۔ علامہ اقبال نے مثالیں دے کر اس نکتہ
کو واضح کیا ہے۔ مرشدانِ کامل کی۔ یہاں میں
صرف ایک مثال نقل کروں گا۔ کہ حضرت مولانا
نظام الدین بانی درسِ نظامیہ جیسے عالمِ وقت
نے سید عبدالرزاق بانسویؒ کا دامن پکڑا جو
امی تھے۔ اور دیہاتی لہجہ میں بات کرتے تھے۔
یہ سب حضرات اس شعر کے مصداق تھے ؎

سر دیں مارا خبر او را نظر
او درونِ خانہ ما بیرونِ در

کتاب کے آخری باب دعوتِ اسلامی کے مستقبل
ایک خواب ایک آرزو اور نئی منصوبہ بندی کے
تحت ہیں۔ یہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ
آرزوئیں مصنف کے دل سے اٹھی ہیں۔ اور
پڑھنے والوں کے دل میں جگہ پاگئی ہیں۔ بیان کا
سلیقہ تعریف سے ماورا ہے۔

اس تحریر لکھنے والے کو اس بات کا اقرار ہے
کہ اس کی نظر سے ایسی کتاب نہیں گزری تھی۔ اس
کتاب کا چھ مہینے کے اندر ہی دوسرا ایڈیشن شائع
ہوا ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علمی
حلقوں میں اس کی کیسی پذیرائی ہوئی ہے۔ ابھی
انشاء اللہ اس کے بہت سے ایڈیشن نکلیں گے
ملتِ اسلامیہ کو خاکستر سے تشبیہ دینا تو مناسب
نہیں مگر مصنف کتاب کو چنگاری سے ضرور
تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ انشاء اللہ یہ شعلۂ مستعجل
نہ ہوگا۔ میں کتاب کی تعریف کا حق نہیں ادا
کر سکا ہوں۔ یہ مضمون لمبا ہو گیا ہے مگر کیا
کیا جائے۔

داماں نگہ تنگ گلِ حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

حق نہ ادا کر پانے کے لئے اپنے عجز کے اظہار
کے ساتھ میں اقبال کے شعر پر اس تحریر کو
ختم کرتا ہوں ؎

گماں مبر کہ بہ پایاں رسید کارِ مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

(بقیہ)
علمائے سلف کی جرأت حق گوئی

آپ کو شریعت کی پرواہ نہیں

سلطان سکندر لودھی کی شہزادگی کے
زمانہ میں ہندو کروکشیتر کے کنڈ میں آکر اشنان
کیا کرتے تھے جو ایک مذہبی میلہ بن گیا تھا۔
سکندر لودھی نے اس کو روک دینے کی کوشش
کی اس کے لئے اس نے علماء کی ایک مجلس طلب
کی جس میں ملک العلماء عبداللہ اجودھنی بھی شریک
ہوئے، تمام موجود علماء نے ان کی طرف اشارہ
کرکے کہا کہ ان ہی کی رائے اس بارے میں حرف
آخر ہے۔ چنانچہ سکندر لودھی، مولانا عبداللہ اجودھنی
کی طرف مخاطب ہوا۔ تو انھوں نے پوچھا کہ کروکشیتر
کیا چیز ہے؟ کب سے یہ رسم جاری ہے؟ جواب ملا
"قدیم رسم ہے"۔ مولانا عبداللہ نے فتویٰ دیا کہ
"کسی قدیم معبد کو تباہ کرنا جائز نہیں ہے"۔
سکندر لودھی نے اس فتویٰ کو اپنی منشاء کے
خلاف پایا۔ اور غصہ سے خنجر بکف ہو کر کہنے لگا۔ "یہ
جانبدارانہ فتویٰ ہے، میں پہلے تجھے ماروں گا۔
پھر کروکشیتر کو تباہ کروں گا۔" مولانا اجودھنی نے
بڑی دلیری سے جواب دیا:

"اللہ جل شانہٗ کے حکم کے بغیر
کوئی نہیں مرتا۔ جب کوئی شخص کسی
ظالم کے پاس آتا ہے تو وہ اپنی موت
کے لئے پہلے سے تیار ہو کر آتا ہے
ہرچہ باد آباد۔ آپ نے مجھ سے دریافت
کیا میں نے شرعی مسئلہ بیان
کر دیا۔ اگر آپ کو شریعت کی پرواہ
نہیں ہے تو پھر پوچھنے کی حاجت
ہی کیا تھی۔"

یہ سن کر سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا
جب مجلس برخاست ہو گئی تو سکندر لودھی نے
مولانا سے کہا:

"میاں عبداللہ آپ گاہے گاہے
مجھ سے ملاقات کرتے رہیں"۔

(واقعات مشتاقی ص ۶۶)

(تیسری و آخری قسط)

علمائے سلف کی جرأتِ حق گوئی و بے باکی

از: ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی

جرأت مندانہ اقدام

اسی سلسلۃ الذہب (حق گو علماء) کی ایک اہم کڑی صحیح مسلم کے شارح امام محی الدین نووی بھی ہیں، جنھوں نے مصر کے نامور ترک فرمانروا الملک الظاہر بیبرس کو باشندگان شام پر مظالم کے سلسلہ میں نہ صرف بڑے جرأتمندانہ خطوط لکھے بلکہ اس سے مل کر بالمشافہ گفتگو بھی کی، ان مکاتیب کا یہاں نقل کرنا موجب طوالت ہے لیکن ذیل میں سلطان سے ان کی ملاقات کا ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

شاہ ظاہر تاتاریوں سے جنگ کرنے کے لئے مصر سے نکلا اور شام پہونچا اس نے وہاں کے علماء سے یہ فتویٰ حاصل کیا کہ اس جنگ کی تیاری کیلئے رعیت کے اموال پر قبضہ کیا جاسکتا ہے جب علماء کا یہ فتویٰ شاہ کے پاس پہونچا تو اس نے دریافت کیا کہ علماء میں سے کوئی باقی تو نہیں رہا۔ لوگوں نے کہا کہ صرف شیخ محی الدین نووی نے دستخط نہیں کئے ہیں۔ چنانچہ شاہ نے امام نووی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ آئے تو ان سے کہا "دوسرے علماء کی طرح آپ بھی دستخط ثبت فرمادیں" شیخ نے انکار کیا۔ ظاہر نے پوچھا، آپ دستخط سے انکار کیوں کر رہے ہیں؟" امام نووی نے نہایت جرأت وبیباکی کے ساتھ فرمایا:

"میں جانتا ہوں کہ تم امیر بندقدار کے غلام تھے اور تمہارے پاس کچھ نہ تھا پھر اللہ نے تم پر احسان کیا اور تمہیں بادشاہت عطا کی۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے پاس ایک ہزار غلام ہیں اور ہر غلام کے پاس سونے کا کمر بند (BELT) ہے۔ دوسو باندیاں ہیں اور ہر باندی کے پاس زیورات کا ایک بکس ہے جب تم یہ تمام دولت صرف کرلوگے اور تمہارے غلاموں اور باندیوں کے پاس سوت کے کمربند اور معمولی لباس کے سوا کچھ نہ بچے گا تب میں تمہیں فتویٰ دوں گا کہ رعیت کے مال پر ہاتھ ڈالو۔"

یہ سن کر ملک ظاہر غصہ سے بے قابو ہوگیا اور حکم دیا کہ تم میرے شہر دمشق سے فوراً نکل جاؤ۔

امام نووی نے فرمایا: بہتر ہے۔ یہ کہہ کر وہ شام کے ایک گاؤں "نویٰ" میں جاکر مقیم ہوگئے شیخ کے جانے کے بعد دوسرے فقہاء نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ محی الدین ہمارے کبار علماء وصلحاء میں شمار ہوتے ہیں اور عوام پر ان کا بہت زیادہ اثر ہے۔ ان کا دمشق سے اس طرح نکل جانا مناسب نہیں ہے یہ سن کر سلطان بیبرس نے امام نووی کی واپسی کا حکم صادر کیا لیکن جب بادشاہ کا فرمان شیخ موصوف کو ملا تو انھوں نے واپسی سے انکار کردیا اور فرمایا: "جب تک ظاہر دمشق میں موجود ہے میں وہاں نہیں جاسکتا۔ اس واقعہ کے ٹھیک ایک ماہ بعد ظاہر کا انتقال ہوگیا۔

جب سلطان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

جرأت، بیباکی، حق پرستی اور صاف گوئی کی ایسی بصیرت افروز مثالیں ہندوستان کے اسلامی عہد میں بھی کثرت سے ملتی ہیں، مالوہ اور مانڈو کے سلطان محمود خلجی کا معمول تھا کہ وہ اپنے لباس اور غذا کے لئے خود کوئی کام کرتا تھا وہ وہی چاول گیہوں اور کپڑے استعمال کرتا جو اس کو جائز طریقہ سے حاصل ہوتے تھے، سفر میں لکڑی کے تختوں پر بوئی ہوئی سبزیاں اس کے ساتھ رہتیں۔

ایک بار وہ احمد آباد بیدر پر حملہ آور ہوا جس کا فرمانروا بہمنی خاندان کا نظام شاہ تھا اس حملہ کے بعد احمد آباد کے ایک بزرگ مولانا شمس الدین حق گو کرمانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان خلجی نے اس ملاقات کے دوران کہا "میرے پاس ترکاری ختم ہوگئی ہے۔ اس سے بہت پریشانی ہے۔ لکڑی کے تختوں پر ترکاری پیدا کرتا ہوں مگر وہ شاہی باورچی خانہ کیلئے کافی نہیں ہوتی۔ اگر کسی شخص کے پاس حلال آمدنی سے خریدی ہوئی زمین موجود ہو تو مجھے بتائیے تاکہ میں اس کو اچھی قیمت دے کر سبزیاں خریدوں"۔

یہ سن کر مولانا شمس الدین حق گو نے فرمایا: "اے سلطان! ایسی بات نہ کرو جس کو سن کر تمہارا مذاق اڑایا جائے، مسلمانوں کے ملک میں آکر ان کے مال واسباب کو تباہ وغارت کرنا ان کے گھروں اور آبادیوں کو ویران کرنا اور اس کے بعد ترکاریوں کی خرید وفروخت میں حلال وحرام کا یہ خیال قابل مضحکہ نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ طرز عمل خدا ترسی سے بہت دور ہے۔" یہ حق بات سن کر سلطان محمود خلجی کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس نے کہا: مولانا آپ بجا فرماتے ہیں۔" (تاریخ فرشتہ ۲۴۶/۱)

(باقی ص ۲۳ پر)

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

نذر الحفیظ ندوی

لندن کے مشہور اخبار لندن ٹائمس نے ٩ نومبر ١٩٩٣ء میں ایک رپورٹ شائع کی تھی جس کی ایک سرخی یہ تھی کہ مغربی میڈیا کی معاندانہ روش کے باوجود اسلام مغربی دلوں کو فتح کر رہا ہے۔ اس مضمون میں کہا گیا ہے کہ جس بھاری تعداد میں برطانوی باشندے آج کل اسلام قبول کر رہے ہیں اس کی کوئی نظیر ماضی میں نہیں ملتی۔ اور اندازہ یہ ہے کہ آئندہ بیس سال میں برطانوی نومسلموں کی تعداد ان مسلمانوں سے زیادہ ہو جائے گی، جو دوسرے ملکوں سے آکر وہاں آباد ہو رہے ہیں۔

لندن ٹائمس کی اس رپورٹ کے مطابق دلچسپ بات یہ ہے کہ ان نومسلموں میں خواتین کی تعداد مردوں کے مقابلے میں چار گنا زیادہ ہے۔ اخبار لکھتا ہے کہ یہ بھی ستم ظریفی کی بات ہے کہ اکثر برطانوی نومسلم عورتیں ہیں۔ حالانکہ مغرب میں یہ نظریہ وسیع پیمانہ پر پھیلا ہوا ہے کہ اسلام عورتوں سے گھٹیا سلوک کرتا ہے۔

لندن ٹائمس کے اس شمارے میں بہت سی خواتین کے انٹرویو بھی شائع ہوئے ہیں جو برطانوی افراد ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ اور انھوں نے بصیرت کے ساتھ اسلام قبول کیا ہے۔ متعدد انٹرویو کو نقل کرنے کے بعد اخبار لکھتا ہے کہ بہت سی نومسلم خواتین نے اسلام اور مغرب کا تقابل کرتے ہوئے یہ تبصرہ کیا کہ اسلام میں عورت کو زیادہ تقدیس اور عظمت حاصل ہے جو مغربی عورتوں کو حاصل نہیں۔ ان کے نزدیک مغرب کی "تحریک آزادیٔ نسواں" کا اس کے سوا کوئی نتیجہ نہیں کہ عورت دوہرے بوجھ تلے دب گئی (١)

ان دو اخباروں کی رپورٹوں سے ہلکا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہم مسلمانوں کی بے عملی کے باوجود اللہ تعالیٰ پردۂ غیب سے کس طرح اشاعتِ اسلام کے اسباب پیدا فرما رہے ہیں۔

فرانس کے مختلف شہروں کے بارے میں فرانسیسی وزارت داخلہ کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے اس کی تصدیق وہاں کی مسلم تنظیموں نے بھی کی ہے۔

فرانس میں پندرہ سال کے اندر دس ہزار فرانسیسی باشندوں نے اسلام قبول کیا اس میں خواتین کا تناسب ٦٧ فیصدی ہے باقی مرد ہیں۔ ان میں سائنسداں، انجینئر، صحافی، سفارت کار، مبلغ پادری، دانشور، مفکر، پروفیسر ادیب، وزیر، ماہر نفسیات، فلم اسٹار اور فوجی افسران شامل ہیں۔ ریاض سعودی عرب سے شائع ہونے والے رسالہ "الدعوۃ" کی ایک رپورٹ سے یہ دلچسپ انکشاف ہوتا ہے کہ فرانسیسی وزارت داخلہ نے اپنی ایک رپورٹ میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ جس محلہ میں مسلمان مساجد تعمیر کرتے ہیں وہاں جرائم حیرت انگیز حد تک کم ہو جاتے ہیں

فرانس کے ایک صنعتی شہر میں مقیم مسلمانوں نے وہاں کی کارپوریشن سے مسجد تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی لیکن شہر کے میئر نے درخواست مسترد کر دی، چار سال تک یہ درخواستیں مسترد ہوتی رہیں۔ اس صورتحال کو دیکھ کر مسلمانوں نے ایک تجارتی کمپلکس تعمیر کر کے ایک بڑے ہال میں نماز شروع کر دی، فرانسیسی خفیہ پولیس نے وزارت داخلہ کو رپورٹ دی کہ جب سے مسلمانوں نے یہاں نماز شروع کی ہے اس وقت سے اس علاقہ میں جرائم کم ہو گئے ہیں۔ فرانسیسی وزارت داخلہ نے اس بنیاد پر ان تمام محلوں میں ہونے والے جرائم کا سروے کرایا جہاں مسجدیں ہیں رپورٹ نے یہ انکشاف کیا کہ عام طور سے مساجد کی تعمیر کے بعد جرائم میں حیرت انگیز کمی آگئی، کیوں؟ اس کی وجہ ہمیں نہیں معلوم اس رپورٹ کو بنیاد بنا کر فرانسیسی وزارت داخلہ نے مساجد کی تعمیر کی عام اجازت دے دی (١) اور سرکاری سطح پر اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ فرانس اور یورپی ممالک جرائم

---

(١) تازہ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ برطانیہ میں آٹھ سال کے اندر دس ہزار برطانوی باشندوں نے اسلام قبول کیا، اس میں خواتین کا تناسب ٦٢ فیصدی ہے۔

(١) لیکن ہماری حکومت کو مساجد کی تعمیر میں آئی ایس آئی کا ہاتھ دکھائی دیتا ہے اور ان مساجد کے منارے بندوق کی طرح نظر آتے ہیں
يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ

پر وقت ابوپانے کیلئے کروڑوں ڈالر خرچ کرتے ہیں پھر بھی وہ ناکام رہتے ہیں۔ اس رپورٹ کے بعد ہی فرانسیسی جیلوں کی انتظامیہ نے مسلمان داعیوں کو جیلوں میں محبوس قیدیوں کی اصلاح کیلئے مدعو کرنا شروع کر دیا۔ اس کے نتائج بھی بہت جلد سامنے آنے لگے، دوسری طرف فرانسیسی مسلمانوں نے اپنے بچوں کی تعلیمی ترقی کے لئے ایسا نظام بنایا کہ وہ تعلیم کے میدانوں میں ممتاز نمبرات سے پاس ہونے لگے اور اہم کلیدی عہدوں پر ان کو متعین کیا جانے لگا۔(۱)

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

ابھی حال ہی میں لندن میں احمد عبدالرحمٰن نامی ایک داعی نے ایک ڈاکومنٹری فلم تیار کی ہے جس میں انھوں نے سینتالیس نومسلموں سے سوالات کئے ہیں کہ ان کے قبول اسلام کی وجہ کیا ہوئی، اس فلم میں سولہ امریکی اور یورپی ملکوں کے نومسلموں کا انٹرویو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔

فلم کے پہلے حصے میں بتایا گیا ہے کہ عام طور پر مغربی ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کیا شبہات پائے جاتے ہیں مغربی میڈیا کس طرح اپنی ساری توانائی کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مرکوز کر دیتا ہے۔ لیکن اتنی شدید عداوت و مخالفت کے باوجود اسلام کیوں پھیل رہا ہے اور بغیر کسی حکومتی سرپرستی اور ادنیٰ ترغیب و تشویق کے لوگ کیوں اسلام قبول کر رہے ہیں، اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے ایک برطانوی سابق سفیر نے۔ جس نے قبول اسلام کے بعد اپنا نام حسن رکھا۔ لکھا ہے کہ "مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی تھی کہ اتنی شدید مخالفت اور عداوت کے باوجود آخر لوگ اسلام کیوں قبول کرتے ہیں۔ اس مذہب میں آخر کونسی ایسی کشش ہے کہ لوگ خود بخود اس کی طرف بے اختیار کھنچے چلے جاتے ہیں اس سوال پر غور کرنے سے مجھے یہی جواب ملا کہ اسلام ہی وہ آخری مذہب ہے جو تمام انسانوں کی ہدایت اور ان کی حقیقی کامیابی کا ضامن ہے، یہ مذہب چونکہ انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے اور انسانی مشکلات و مسائل سے وہ آنکھیں بند نہیں کرتا بلکہ ان کا صحیح حل پیش کرتا ہے، مضطرب اور بے چین انسانوں کو ذہنی اور قلبی سکون و اطمینان عطا کرتا ہے اس لئے لوگ اگر کثرت سے اس کو قبول کر رہے ہیں تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔۔۔۔

سابق برطانوی سفیر نے مسلم اور غیر مسلم ممالک میں قیام کے دوران جو بنیادی فرق محسوس کیا وہ ان کے الفاظ میں یہ تھا کہ مسلم ممالک میں ہم نے عام طور پر امن و امان پایا۔ مسلم سوسائٹی کو بھی مطمئن اور مسرور دیکھا۔ اس کے برعکس غیر مسلم ملکوں میں عام طور سے ہم کو لوگوں کے چہروں پر غم اور رنج کی پرچھائیں نظر آئی۔ ایک سابق فرانسیسی سفیر نے بھی جنھوں نے سعودی عرب، کویت اور عرب امارات میں خاصا وقت گذارا ہے۔ ایسے ہی تاثرات ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں ریاض اور جدہ میں تنہا بغیر کسی محافظ کے گھومتا تھا، ہزاروں ڈالر ہماری جیب میں ہوتے، ہماری قیام گاہ کے دروازے بھی عام طور سے کھلے رہتے کبھی کوئی چوری نہیں ہوئی نہ کسی نے خرید و فروخت میں ہمیں دھوکہ دیا۔ ناواقفیت میں ہم نے زیادہ پیسے دیدیئے۔ جو دوکاندار نے واپس کر دیئے، جب ہم واپس پیرس پہونچے تو پہلے ہی دن جیب کتروں نے ایئرپورٹ پر ہماری جیب سے پیسے اڑا لئے دوسرے دن ہماری بیوی کا پرس چرا لیا تیسرے ہفتے ہمارے فلیٹ میں چوری ہو گئی ہم نے تھوڑے سے غور و فکر اور اسلام کے مطالعہ کے بعد اسلام قبول کر لیا اس لئے کہ مسیحیت ایک بے جان لاشہ ہے، زندگی سے اس کا کوئی ربط و تعلق نہیں۔ اس کی واضح دلیل اگر آپ چاہتے ہیں تو ان لوگوں کو دیکھئے جو پابندی سے گرجا گھروں کو جاتے ہیں، فرانس میں صرف چار فیصدی لوگ اتوار کو گرجا گھر جاتے ہیں، جرمنی میں چھ فیصدی لوگ اور برطانیہ میں سات فیصدی لیکن مسلمان ہر روز اپنی مسجدوں میں پانچ وقت جاتے ہیں اور ہر جگہ نمازیوں کا تناسب ساٹھ ستر فیصدی سے زیادہ ہے، دوسری بنیادی خصوصیت مسلمانوں کی یہ ہے کہ اپنے مذہب سے ان کا زندہ تعلق ہے۔ اور اسلام ان کے چوبیس گھنٹے کی زندگی میں بڑی حد تک دخیل ہے ہم نے مغربی ملکوں کے لوگوں کو نجی مجلسوں میں عام طور سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسیحیت پر سے

(۱) امریکی صدر کلنٹن کے حالیہ دورے میں ان کے ہمراہ ماہرین کی جو ٹیم آئی تھی ان میں پانچ مسلمان تھے۔ ایک امریکی وزارت زراعت کے ماہر دوسرے صدر کلنٹن کی تقریر لکھنے والے تیسرے امریکی سفیر، چوتھے مالیاتی مشیر، پانچویں ایک خاتون تھیں۔

ہم لوگوں کا اعتماد اٹھ گیا ہے۔ ہمارے مسیحی مبلغین ہر طرح کی مالی اور اخلاقی جرائم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اس ڈاکومنٹری فلم میں اسلام قبول کرنے والوں نے قبول اسلام کی جو وجہ بتائی ہے اس میں قدر مشترک سب کی نظر میں یہی ہے کہ تنہا اسلام ہی وہ زندہ مذہب ہے جو پوری انسانیت کو ہلاکت و بربادی سے بچا سکتا ہے۔ آکسفورڈ میں اسلامک سینٹر کے ڈاکٹر گراہم کا کہنا ہے کہ اب اسلام مشرق و مغرب کا قضیہ نہیں رہا۔ وہ ایک مکمل معاشرہ کا داعی ہے۔ اسلام توحید کا سب سے بڑا داعی ہے۔

برطانی شہر ویلز کے ایک سابق مسیحی مبلغ کہتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے سے پہلے ایک متعصب مسیحی تھا، یہودیوں سے مجھے اتنی زبردست ہمدردی تھی کہ ان کی مدد کے لئے میں اسرائیل گیا۔ یہودیوں اور فلسطینی مسلمانوں سے میل جول کے بعد چند ہی دنوں میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ مسلمان مظلوم ہیں، ان کی زمین یہودیوں نے غصب کی ہے، یہودی بڑے ظالم، قسی القلب اور متکبر ہیں، بداخلاق ہیں، انسانیت سے قطعی عاری ہیں، مکر و فریب سے ان کی پوری زندگی عبارت ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو ہم نے اخلاقی لحاظ سے بہت بلند پایا۔ اسرائیل سے دوسرے ہی ہفتہ میں واپس آ گیا۔ میں نے اسلام اور مسلمانوں سے متعلق پڑھنا شروع کیا تو اندازہ ہوا کہ مغربی میڈیا نے کس طرح ہمارے ذہنوں کو مسموم کر دیا تھا۔ ایک ماہ بعد ہم نے اسلام قبول کر لیا۔

فلم کے ایک حصہ میں بتایا گیا ہے کہ عام طور پر اسلام قبول کرنے والوں کی زندگی یکسر تبدیل ہو گئی۔ خصوصاً مغربی ماحول کی پروردہ خواتین نے اسلام کی عائد کردہ پابندیوں کو بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔ اس لئے کہ جرمن خاتون حناء کے بقول اسلام نے خواتین کو جو حقوق دیئے ہیں وہ کسی مذہب نے نہیں دیئے۔ اسلام میں خاندان کا شیرازہ یکجا رہتا ہے۔ بلجیم کی نومسلمہ رابعہ کہتی ہیں کہ مسلمان خاندانوں میں خواتین کا بڑا احترام کیا جاتا ہے، جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی ہے ماں اور دادی کی حیثیت سے اس کا احترام اور تقدیس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اسلام کی بنیادی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک سابق فرانسیسی مسیحی مبلغہ نے بتایا کہ جب ہم نماز میں ہوتے ہیں تو براہ راست اپنے خالق سے ہم کلام ہوتے ہیں، ہمارے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا جیسا کہ مسیحی مذہب میں پادری واسطہ ہوتا ہے۔ امریکی نومسلمہ عائشہ صوفیا کہتی ہیں کہ اسلام میں قضا و قدر پر ایمان لانا ایسی خوبی ہے کہ مغربی لوگ اگر اس پر ایمان لے آئیں تو ان کے تمام عقلی، قلبی اور اعصابی امراض کا یکسر خاتمہ ہو جائے۔ ایک دوسرے نومسلم نے (جو یہودی تھے اور فری میسن تنظیم نے اپنی سرگرم جد و جہد کی وجہ سے اس کے خاص معتمد علیہ اور ممتاز ارکان میں ان کا شمار ہونے لگا تھا) اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا نام رکن الدین رکھا۔ انھوں نے قرآن مجید کے متعلق اپنے تاثرات ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ جب میں نے پہلی بار قرآن مجید پڑھا تو وہ معجزہ معلوم ہوا۔ اس کا نور میرے قلب میں داخل ہو گیا۔ اور مجھے زندگی میں پہلی بار سکون محسوس ہوا۔ اور یہی احساس میرے قبول اسلام کا سبب بنا۔ جو شخص بھی قلبی سکون کا متلاشی ہو اس کو میں قرآن مجید پڑھنے کی دعوت دیتا ہوں۔ جو شخص ایک بار بھی قرآن مجید پڑھ لے گا وہ اس بات سے انکار نہیں کر سکے گا۔ کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ میں نے ذہنی سکون کی تلاش میں دنیا بھر کے چکر لگائے اور لاکھوں ڈالر خرچ کئے لیکن قرآن مجید نے مجھے جو دولت عطا کی اس کی کوئی قیمت نہیں لگا سکتا میری زندگی قرآن مجید پڑھنے سے یکسر تبدیل ہو گئی

(باقی صفحہ ... پر)

س:۔ مرد کن کن دھاتوں کی انگوٹھی پہن سکتا ہے۔

ج:۔ مرد چاندی کے علاوہ کسی دھات کی انگوٹھی نہیں پہن سکتا ہے۔

س:۔ ٹرین، بس، وغیرہ کی دیواریں لکڑی لوہے اور پلاسٹک کی ہوتی ہیں کیا حالت سفر میں ان پر تیمم کرنا درست ہے؟

ج:۔ اگر ان دیواروں پر گرد وغبار جما ہوا ہے تو ان پر تیمم کرنا درست ہے، اگر ایسا نہیں تو درست نہیں ہے۔

س:۔ اگر کسی شخص نے سجدۂ تلاوت میں قہقہہ لگایا تو وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں سجدۂ تلاوت تو معتبر نہ ہوگا لیکن وضو نہیں ٹوٹے گا۔

س:۔ کیا حالت رکوع میں عورت و مرد میں کچھ فرق رہے گا؟

ج:۔ عورت رکوع میں مردوں کی طرح پشت کو برابر نہ کرے بلکہ کچھ جھکے زیادہ نہ جھکے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر گھٹنوں پر رکھے، مردوں کی طرح انگلیاں کھول کر گھٹنے نہ پکڑے اور گھٹنوں کو قدرے جھکائے اور کہنیوں کو پہلوؤں سے ملائے۔

س:۔ اگر کوئی شخص رشوت اور سود کے ذریعہ حاصل کی گئی ناجائز اور حرام دولت سے مسجد تعمیر کرے تو کیا اس مسجد کا شمار بھی صدقہ جاریہ میں ہوگا؟

ج:۔ رشوت اور سود کو صدقہ جاریہ سمجھنا کفر ہے حرام کی کمائی سے کوئی بھی عبادت کی جائے وہ قبول نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ کرنے والے کے لئے موجب لعنت ہوتی ہے۔

س:۔ ایک شخص بینک میں کام کرتا ہے اس کی امامت کیسی ہے؟

ج:۔ مذکورہ امام کی امامت مکروہ تحریمی ہے،

س:۔ نماز تہجد مع الجماعت پڑھنا کیسا ہے؟

ج:۔ نماز تہجد الگ الگ ادا کرے باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔ اگر کبھی بلا کسی اہتمام کے جمع ہوجائیں اور جماعت سے پڑھ لیں تو اس صورت میں مکروہ نہیں ہے۔

س:۔ کیا مقتدی صف میں جگہ ہونے کے باوجود پیچھے کھڑا ہو سکتا ہے؟

ج:۔ مقتدی کو صف میں جگہ ہونے کے باوجود پیچھے نہیں کھڑا ہونا چاہئے۔ جگہ ہونے کی صورت میں پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اگر جگہ نہ ہو تو مفتی بہ قول یہ ہے کہ تنہا کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اگلی صف سے ایک شخص کو کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کرلے مگر اس شخص کو اس مسئلہ سے واقفیت ہو ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی نماز فاسد کر بیٹھے۔

س:۔ ایک باوضو شخص نے سگریٹ پی تو کیا اس پر نماز پڑھنے کے لئے دوبارہ وضو کرنا ہوگا؟

ج:۔ سگریٹ نوشی سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ البتہ منہ کی بدبو پوری طرح دور کرنا لازمی ہے۔

مولانا ولی اعظم ندوی انتقال فرما گئے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور موجودہ ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے عقیدتمند، دارالعلوم کے اساتذہ اور دیگر احباب سے مخلصانہ ربط، ندوۃ العلماء کے ہر جلسہ کے انتظامی اور دیگر کاموں سے دلچسپی رکھنے والے اور مادرِ علمی کی ہر خدمت کے لئے جو ان کی استطاعت میں ہوتی ہمہ تن تیار رہنے والے مولانا ولی اعظم ندوی کا طویل علالت کے بعد ۲۵ رمئی ۲۰۰۰ء کو انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مولانا بڑے ملنسار و خوش گفتار تھے، دوسروں کی خدمت میں ان کو مزا آتا تھا۔ دینی کاموں خصوصاً تعلیمی امور میں خاموشی کے ساتھ حصہ لیتے، نماز جنازہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں طلبہ و اساتذہ نیز شہر کے لوگوں کی بڑی تعداد نے بعد نماز ظہر پڑھی، عیش باغ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، نماز جنازہ کی امامت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے کی۔

پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی نگہبانی فرمائے۔

قارئین کرام سے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے (ادارہ)

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : خطبات اکابر
مرتب : مولانا شکیل احمد رشادی قاسمی
صفحات : ۶۴، سائز ۱۸×۲۲، خوبصورت ٹائٹل عمدہ کاغذ، بہترین کمپوزنگ۔ قیمت -/۱۵ روپئے
ملنے کا پتہ : - مکتبہ شکیل ۵ ہم کے رکے اسٹریٹ السور بنگلور ۸

یہ کتاب چھ علمائے دین کے گرانقدر دینی و اصلاحی خطبات کا گلدستہ ہے جس میں مراتب علم، کلمہ طیبہ کے تقاضے، ایمان وعمل صالح، پاکیزہ زندگی، ایمان کی طاقت، دعوت کی اہمیت مقصد حیات کے عنوانات پر مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، قاری ظہیر احمد صاحبؒ، مولانا محمد عمر پالنپوریؒ، مولانا زین العابدین، مولانا سید احمد خاں ملکی اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے نہایت آسان اور عام فہم انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

یہ کتاب عوام وخواص سب کے لئے مفید ہے۔

نام کتاب : اصلاح
مصنف : عبد اللہ صدیقی
صفحات : ۵۶، سائز ۱۸×۲۲، قیمت -/۱۰ روپئے
ملنے کا پتہ : - ادارہ اسلامی فکر دبیر پورہ حیدرآباد

آج کل ہمارے دینی اداروں اور دعوتی حلقوں میں معروفات (نیک کام کرنے) پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور منکرات (برائیوں) سے بچنے کی تلقین کم کی جاتی ہے جبکہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) دونوں ہی کا برابر حکم دیا گیا ہے۔ یہ ایک کمی ہے جس کی وجہ سے تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں تمام قسم کی محنتیں ہونے کے باوجود جو نتیجہ نکلنا چاہیئے وہ نہیں نکل رہا ہے۔

زیر نظر کتاب میں ہمارے دینی ودعوتی امور میں اس قسم کی بعض کمیوں اور خامیوں پر توجہ دلائی گئی ہے، کتاب مفید ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، البتہ کتاب کی ترتیب اور طرز تحریر علمی وادبی نہیں ہے، اور بہت سی جگہوں پر پروف کی غلطیاں ہیں نیز فہرست عناوین، مقدمہ، اور تعارفی پیش لفظ سے کتاب خالی ہے۔ اگر آئندہ ایڈیشن میں ان تمام خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جائے تو بہتر ہوگا۔

نام رسالہ : ماہنامہ اچھا ساتھی
اڈیٹر : مولانا سراج الدین ندوی
صفحات : ۶۸، ڈیمائی سائز، عمدہ کتابت، روشن طباعت، سالانہ زر تعاون -/۱۰۰ روپئے فی شمارہ -/۹ روپئے۔
ملنے کا پتہ : - ماہنامہ اچھا ساتھی سرکڑا، بجنور (یوپی) ۲۴۶۷۶۱

بچپن ہی سے بچوں کی تعلیم وتربیت پر دھیان دینا اور ان کو اچھے اخلاق و آداب سے آراستہ کرنا والدین کی اہم ذمہ داری ہے، انھیں جہاں اچھے اساتذہ اور مفید درسی کتابوں کے ذریعہ تعلیم دلانا ضروری ہے وہیں ان کی ذہنی دلچسپی اور تربیت کے لئے آسان غیر درسی کتابیں اور مفید اسلامی رسالے بھی پڑھوانا چاہیئے۔

مولانا سراج الدین ندوی صاحب لائق مبارکباد ہیں کہ وہ بچوں کی ذہنی دلچسپی اور تربیت کے لئے ماہنامہ "اچھا ساتھی" کے نام سے ایک رسالہ بارہ سال سے ہر ماہ شائع کر رہے ہیں جس میں بچوں کی عمر کے معیار کے مطابق مختصر اور آسان دینی مضامین، سبق آموز کہانیاں، پاکیزہ و بامقصد منظومات گدگدانے والے لطائف، انعامی مقابلے بچوں کی تحریریں، دلچسپ مشغلے اور بہت سے مفید کالم ہوتے ہیں۔

اگر یہ رسالہ ہر مسلمان گھر میں پہنچے گا تو یقیناً بچوں کے اندر اسلامی رجحان پیدا ہوگا اور ان کا اسلامی شعور بیدار ہوگا۔

امید ہے کہ اپنے بچوں کے لئے روشن مستقبل کے خواہاں والدین اس رسالہ کو ضرور جاری کرائیں گے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(بقیہ) پوری زندگی عبادت ہے

لیکن اسلام نے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بالکل پلٹ دیا، اور پوری زندگی کو اللہ کی طاعت اور اللہ کی عبودیت میں ڈھال دیا، اور اللہ کی عبودیت ... پوری زندگی کو تحلیل کر دیا، کہ اب سب کچھ اللہ کا ہے۔ غیر اللہ کا کچھ نہیں، بے شک تمہیں کھانے پینے کی آزادی حدود کے اندر کہ" قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ" کھاؤ پیو، حلال و پاک چیزیں، لیکن جو کام کرو، اول تو اللہ کے احکام دیکھ کر کے کرو، پھر اللہ کی رضامندی کی نیت کر کے کرو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری زندگی عبادت بن جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت صاف لفظوں میں کہا "اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ میری "صلوٰۃ" (جو عبادت کا سب سے بڑا نمائندہ ہے) میری بندگی، میرا زہد، میری قربانی، میری زندگی اور موت سب اللہ کے لئے ہے۔

یہ بہت بڑی چیز ہے، پوری زندگی کے لئے کافی ہے، کہ جن کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبودیت میں اپنی محبوبیت میں ڈھال دیا تھا، بالکل اس کو ... بنا دیا تھا، وہ اللہ کا ... ہے۔ پھر اس کی زبان سے ... تا کہ قیامت تک کے ... ہیں، اور اس کو اپنے لئے مشعل ... ۔

... (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ... صلاتی "میری نماز، میری عبادت،" و نُسُكِي" میری قربانی۔

"نُسُك" کا لفظ بھی بہت وسیع ہے، میرا زہد، میرا تقویٰ، میرا کسی چیز کو چھوڑ دینا، اور نہ کرنا، اور میری قربانی۔" وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ" جینا اور مرنا،" لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" سب اللہ کے لئے ہے۔

کون سا اللہ؟ اور میں کیوں یہ کرتا ہوں؟ "لَاشَرِيْكَ لَهٗ" کوئی شریک نہیں اس کا، تو کسی عبادت میں کوئی شریک نہ ہونا چاہئے "لَا شَرِيْكَ لَهٗ" یہاں ایک نگینہ کی طرح آ گیا ہے، کہ نماز، روزہ اور کھانے پینے کو کیوں اللہ کے سپرد کرتا ہوں، اس لئے اس کا کوئی شریک ہی نہیں، اگر کوئی شریک ہوتا تو میں کہتا، کہ نماز اللہ کی گا اور کھانا دوسرے کا، لیکن جب اس کا کوئی شریک ہے ہی نہیں، حقیقت میں اس کا وجود ہی نہیں ہے، تو اپنی کوئی چیز دوسرے کو کیوں دوں، سب اللہ کا ہے، پھر جب وہ وحدہٗ لاشریک ہے تو میری زندگی بھی ایک اکائی ہونی چاہئے، میری زندگی بھی اکائیوں میں تقسیم نہ ہونی چاہئے، اور اگر زندگی بھی رضائے الٰہی کے لئے ہو جائے تو وہ ایک اکائی بن جاتی ہے، اور وہ ایک اکائی ہے...... بندگی!

"لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ" فرماتے ہیں کہ مجھے اسی کا حکم دیا گیا، اور میں پہلا اس کو ماننے والا ہوں اور پہلا سر جھکا دینے والا ہوں۔

یہ آیات بہت جامع ہیں اور اپنے اندر زندگی کا پورا دستور العمل رکھتی ہیں، اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے مشعل ہدایت ہیں!

(قرآنی افادات ص۱۵۷تا۱۶۱)

نعت پاک

تسنیم فاروقی

دنیا کا کوئی زور چلا ہے نہ چلے گا
سرکار کا دامن نہ چھٹا ہے نہ چھٹے گا

ہوتی ہے شب و روز کی تشکیل یہیں سے
گنبد نہ کوئی ایسا نہ بنا ہے نہ بنے گا

ہلچل ہے فرشتوں میں کہ آتے ہیں محمدؐ
عرش ایسا کبھی اور سجا ہے نہ سجے گا

ہجرت کا سویرا تھا کہ جاگ اٹھے دو عالم
دنیا میں گجر ایسا بجا ہے نہ بجے گا

ہم گنبد خضرا کی قسم کھائے ہوئے ہیں
سر اپنا کہیں اور جھکا ہے نہ جھکے گا

ہیں دونوں جہاں اس کے اجالے سے منور
دھرتی پہ چراغ ایسا جلا ہے نہ جلے گا

یہ شہرِ حرم شہر حرم شہر حرم ہے
شہر ایسا کوئی اور بسا ہے نہ بسے گا

صدیقؓ کو معراج کے منظر میں پرکھیئے
سچ ایسا کسی نے نہ کہا ہے نہ کہے گا

طوفان بھی مجبور تھے تعمیل عمرؓ میں
خط یوں کسی حاکم نے لکھا ہے نہ لکھے گا

عثمانؓ کو اک تاج عطا ہو گا خدا سے
سر ایسے کسی کا نہ کٹا ہے نہ کٹے گا

اسلام کے لشکر کا جری ہو کہ ہو فاتح
حیدرؓ سے شجاعت میں بڑھا ہے نہ بڑھے گا

جانا ہے بہت دور کوئی اس کا جتن کر
تسنیم یہاں کوئی رہا ہے نہ رہے گا

رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمۃ

کا

سنگِ بنیاد

دینی اور عصری تعلیم کے میدان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاجِ تعارف نہیں، اس نے اپنے قیام کے روز اول سے لیکر اب تک گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دور نظامت میں اس نے ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے کارکنان، اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہندو بیرون ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ اور قیام گاہوں کی تنگی کے پیش نظر معہد دارالعلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دارالعلوم ندوۃ العلماء سے دس کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ میں ایک وسیع آراضی حاصل کر کے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کر دیا گیا تھا جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ثانوی درجات کی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

لیکن طلباء کیلئے دارالاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی۔

الحمدللہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے مورخہ ۲۷ر جولائی ۲۰۰۰ء کو رکھا۔

معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں دس طلباء سہولت کے ساتھ قیام کر سکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی پوری عمارت میں چار سو طلباء اور چار نگراں حضرات کے لئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے، لیکن موجودہ ہوش ربا گرانی میں تعمیری کاموں بھی ہر اگلے دن میٹریل کا دام اور لیبر چارج بڑھتا جا رہا ہے اور کام بڑا ہے۔

اہل خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے ان سے امید کی جاتی ہے کہ اس دارالاقامہ کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)

نوٹ :- چیک یا ڈرافٹ ناظم ندوۃ العلماء کے نام بنائیں۔

NAZIM NADWATUL ULAMA

منی آرڈر اور مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضرور کریں اور ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں

ناظم
ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳
ندوہ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷

NAZIM
NADWATULULAMA
P. B. NO. 93 - NADWA
LUCKNOW - 226007

حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے ہر پہلو کے لئے مکمّل نمونہ

وہ تمام اشخاص جو کسی مذہب کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہوں ناممکن ہے کہ وہ کسی ایک ہی صنف انسانی سے متعلق ہوں، اس دنیا کی بنیاد ہی اختلاف عمل پر ہے۔ باہمی تعاون اور مختلف پیشوں اور کاموں ہی کے ذریعہ سے یہ دنیا چل رہی ہے۔ اس میں بادشاہ یا رئیس جمہور اور حکام بھی ضروری ہیں اور محکوم مطیع اور فرمانبردار رعایا بھی، امن وامان کے قیام کے لئے قاضیوں اور ججوں کا ہونا بھی ضروری ہے اور فوجوں کے سپہ سالاروں اور افسروں کا بھی، غریب بھی ہیں اور دولت مند بھی، رات کے عابد و زاہد بھی ہیں اور دن کے سپاہی اور مجاہد بھی، اہل وعیال بھی ہیں اور دوست واحباب بھی، تاجر اور سوداگر بھی ہیں اور امام اور پیشوا بھی، غرض اس دنیا کا نظم ونسق ان مختلف اصناف کے وجود اور قیام ہی پر موقوف ہے اور ان تمام اصناف کو اپنی اپنی زندگی کے لئے عملی مجسمہ اور نمونہ کی ضرورت ہے۔ اسلام ان تمام انسانوں کو سنت نبوی کی اتباع کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ مختلف طبقات انسانی کے لئے اپنے پیغمبر کی عملی سیرت میں نمونے اور مثالیں رکھتا ہے، جو ان میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ ہدایت کا چراغ بن سکتا ہے، اس سے صاف اسی نظریہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام کی سیرت میں جامعیت ہے یعنی انسانوں کے ہر طبقہ اور صنف کے لئے اس کی سیرت پاک میں نصیحت پذیری اور عمل کے لئے درس اور سبق موجود ہیں، ایک حاکم کے لئے محکوم کی زندگی اور ایک محکوم کے لئے حاکم کی زندگی، ایک دولت مند کے لئے غریب کی زندگی اور ایک غریب کے لئے دولت مند کی زندگی کامل مثال اور نمونہ نہیں بن سکتی۔ اسی لئے ضرورت تھی کہ عالمگیر اور دائمی پیغمبر کی زندگی ان تمام مختلف مناظر کے رنگ برنگ پھولوں کا گلدستہ ہو۔

علامہ سید سلیمان ندوی

([illegible] ص ۱۲)

اخلاق و رجحانات پر نماز کا اثر

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ"
"بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے"۔

نماز اخلاق رزیلہ، برائی و بے حیائی کے کاموں اور وقتی لذت پسندی اور ہوس پرستی کو ختم کرنے میں جو تاثیر رکھتی ہے، وہ کلمۂ توحید کے سوا کسی اور چیز میں نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز انسان کا رخ تبدیل کر دیتی ہے اور اس کو ایک نیا ذوق نئی طلب اور نیا ذہن عطا کرتی ہے، وہ اس کو حقیر و پست کاموں سے نکال کر بلند کاموں کی طرف لے جاتی ہے "تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ" اس کے دل میں ایمان کی محبت اور ایمان کا شوق پیدا کرتی ہے، اور کفر و فسق و نافرمانی کو اس کے لئے مکروہ و مبغوض بنا دیتی ہے۔ "تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ"!

لیکن یہ سب اسی وقت ہو سکتا ہے جب یہ نماز حقیقی ہو، "أن تعبد اللہ کأنك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك" (اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے) کی کیفیت سے سرشار ہو اور وہ زندگی اور حرارت اور قوت سے لبریز ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر چیز میں ایک چیز "لازم" اور ایک "متعدی" ہوتی ہے، "لازم" تو یہ ہے کہ اس کا عمل اسی تک محدود رہ جائے اس سے تجاوز نہ ہو، نماز کا "لازم" یہ ہے کہ نماز میں "کأنہ" ہر ایک کا منظر ہو، احسان کی صفت نماز کے اندر پیدا ہو جائے، اگر یہ (نمازی) خدا کو نہ دیکھے تو خدا اسے دیکھ رہا ہے، یہ خیال دل میں پیدا ہو جائے، یہ نماز "لازمی" ہے!

اور ایک نماز "متعدی" بھی ہے، اور وہ کس طرح؟ دو طرح سے نماز متعدی ہے، ایک نماز پڑھنے والے کے اعتبار سے متعدی ہے اور دوسرے کے لحاظ سے بھی متعدی ہے، نماز کا تعدیہ یہ ہے کہ "اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ" نماز جب ختم ہو جاتی ہے تب بھی متعدی رہتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ وہ نماز، نمازی پڑھنے والے کو "فحشاء" سے روکتی ہے، متعدی نماز سے اس بات کی توقع ہو جاتی ہے کہ وہ نماز پڑھنے والے کو گناہ سے روکے گی، تو متعدی نماز کے لئے یہ معیار مقرر کیا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ" کہ نماز ہو تو گناہ نہ ہو اور اگر نماز پڑھنے کے بعد نفس کی ترغیب رہی اور گناہ کی طرف چل پڑا تو یہ نماز لازمی ہے، متعدی نہیں ہے، اگر نماز پڑھنے والا گناہ سے رک گیا تو یہ نماز متعدی ہے، نماز پڑھنے والے کے اعتبار سے۔

پھر اگر یہ نماز میں زیادہ متعدی کی صفات ہوں تو یہ اس پر ہی انحصار نہیں ہے کہ وہ نماز خود گناہ سے روکتی ہے، بلکہ [illegible] نماز صحیح ہو جائے، تو یہ نماز وہاں کے ماحول سے ٹکراتی ہے اور وہاں کے ماحول اور نماز کے مابین جنگ ہوتی ہے، پھر یہ نماز اصلاح [illegible] اور احتساب پر آمادہ کرتی ہے۔

اسی لئے آپ دیکھئے کہ حضرت شعیبؑ نے جب اپنی قوم کو توحید اور تقویٰ و طہارت [illegible] کرنے کی دعوت دی اور ظلم و حق تلفی اور ناپ [illegible] کے انجام سے ان کو ڈرایا تو انھوں نے حضرت شعیبؑ کی زندگی میں جستجو کی اور دیکھا کہ ان میں [illegible] فرق ہے؟ یہ جو حلال و حرام میں اور فساد [illegible] میں اور خدا کی اطاعت اور معصیت [illegible] وغیر مسئلہ پر فرق کو معلوم کیا، تو ان میں [illegible] والوں نے سمجھ لیا کہ ان میں یہ چیز [illegible] ان کی نماز ہے، وہ یہ سمجھ گئے اور کہنے [illegible]
"یَا شُعَیْبُ أَصَلٰوتُكَ تَأْمُرُكَ [illegible]"
کہ اے شعیبؑ کیا تمہاری نماز اس [illegible]
قرآن نے ان کے اس سوال کی تردید [illegible]

اس سے یہ معلوم ہوا کہ [illegible] پیدا ہوتی ہیں، یہ متعدی ہوتے [illegible] ہے، پہلا متعدی پہلو یہ ہے [illegible] والے کو بے حیائی کے کاموں سے [illegible] پھر دوسرا متعدی پہلو یہ ہے [illegible] دوسروں کو برائی سے روکنے [illegible] ورنہ حضرت شعیبؑ کی قوم ان کو [illegible] لیکن یہ پہچان لینا کہ اس نماز [illegible] ہی حضرت شعیبؑ کو ہم سے الگ [illegible] ہے۔ یہ متعدی پہلو ہے۔

(قرآنی افادات ص۱۶۲ تا ص[illegible])

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ [illegible] تھی
اسی کو آج ترستے ہیں ہیں منبر و [illegible]ب

پندرہ روزہ — لکھنؤ

تعمیر حیات

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ — ۲۵ر جون سنہ ۲۰۰۱ء .... مطابق .... ۳ر ربیع الثانی سنہ ۱۴۲۲ھ — شمارہ نمبر ۱۶

نیچے بنے دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (چیٹ یا سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

زر تعاون

سالانہ ---=/۱۳۰ روپے
فی شمارہ --------=/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ......۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ......۱۵ ڈالر

☆☆☆

خط وکتابت کا پتہ

منیجر "تعمیر حیات" پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر سیکشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

اس شمارے میں

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کانی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/=

۲۔ تعمیر حیات کانی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs. 40/=

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر Rs 80/=

بیرون ممالک کے نمائندے

مدینہ منورہ

Mr.TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O Box No.842
Mdina Munawwara(K.S.A)

برطانیہ

Mr.M.AKRAM NADWI Sb.
O C I.S.St Cross College.
Oxford Ox1 3TU-U.K

ساؤتھ افریقہ

Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P.O.Box No.388 Vereninging.(S.Africa)

قطر

Mr.ABDUL HAI NADWI Sb.
P.O.Box.No.10894, Doha-Qatar

دبئی

Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P.O.Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph:No.3970927

پاکستان

Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ

Dr.A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave. Woodmere
New York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address:
nadwa@sancharnet.in

انسانی قدریں

ہم غور کرتے ہیں تو یہ ناقابلِ انکار اور روز روشن کی طرح عیاں حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں، ایک پہلو تو پیدائشی اور فطری ہے جو ہر انسان میں یکساں پایا جاتا ہے اور از خود اس پہلو کو اپنانے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ کسی تحریک و ترغیب اور دعوت و تشویق کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں پیش آتی، انسان اس کو از خود اپناتا اور اس کے تقاضے کو پورا کرتا ہے بالکل اس طرح جس طرح پانی ڈھال کی طرف بہتا ہے یا پودا اوپر کی طرف بڑھتا ہے۔ یہ پہلو ہے انسان کی طبعی ضروریات و بشری تقاضوں کا، جیسے کھانے پینے اور زندگی گذارنے کے دوسرے اسباب و وسائل کے حصول کا فکرمند ہونا اور اس کے لئے بلا کسی دعوت و ترغیب کے کوشش کرنا۔ زندگی کا یہ پہلو مومن و کافر سب کے لئے یکساں ہے اس میں کفر و ایمان کا کوئی فرق و امتیاز نہیں، سارے طبعی تقاضے مومن و کافر سب میں یکساں پائے جاتے ہیں، یہ وہ پہلو ہے کہ اس کے لئے کوئی ادارہ قائم کرنے، لوگوں کو کمانے اور حصول رزق کے لئے دیگر اسبابِ معاش کو اپنانے کے لئے کوئی تحریک چلانے کی ضرورت نہیں، اس کا احساس و جذبہ انسان میں پیدائشی پایا جاتا ہے ہر انسان از خود اس پر عمل کرتا ہے۔

دوسرا پہلو ایمان کا پہلو ہے یہ خاص ہے مومن بندوں کے ساتھ۔ اس پہلو کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق سے احکام لے اور اس پر عمل کرے۔ انسان حرام و حلال میں تمیز کرے۔ معاش کے لئے حصول کا طریقہ کیا ہو؟ کن طریقوں سے جائز و درست ہے؟ اور کن طریقوں کو اپنانے سے اسلامی غیرت و حمیت کو ٹھیس پہنچتی ہے، انسان کی زندگی کا مقصد اصلی کیا ہے؟ ایک انسان کا دوسرے انسان پر کیا حق ہے؟ وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرے، لین دین، کاروبار، گھر اور بازار میں کس طرح رہے، باپ ہے تو اولاد کی تعلیم و تربیت کی اس پر کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اولاد ہے تو ماں باپ کے اس پر کیا حقوق ہیں؟ شوہر ہے تو بیوی کے ساتھ کیا سلوک کرے؟ بیوی ہے تو شوہر کے حقوق کا کس طرح پاس لحاظ کرے؟ حاکم ہے تو محکوم پر کیسی شفقت و عنایت کا معاملہ کرے؟ محکوم ہے تو آقا کے حکموں کی بجا آوری میں کیسا مستعد رہے؟ غرض یہ کہ پورے نظام معاشرت میں اس کا کیا کردار ہو؟ زندگی کے ہر ہر عمل میں اپنے خالق و مالک کی رضا جوئی و خوشنودی کا کیسا خیال رکھے؟ انسانی حقوق کا معاملہ ہو تو جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے بھی۔

لن یؤمن أحدکم حتی یحب لاخیه مایحب لنفسه دوسروں کے دکھ درد میں کام آئے محتاجوں اور ضرورتمندوں کی خبر گیری کرے، یہ وہ انسانی قدریں ہیں جن کی دعوت و تبلیغ کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی میں انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا راز پنہاں ہے، اس کی ذات سے قول و عمل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده۔

انبیاء کرام اس دوسرے ہی پہلو کا شعور بیدار کرنے اور جگ ریت میں بدمست و کھوئے ہوئے انسانوں کو ہوشیار کرنے کے لئے آتے ہیں کہ جب جب بھی انسان زندگی کے پہلے رخ پر لگ کر ایمان کے پہلو سے غافل ہوا ہے۔ دنیا میں بڑا فساد و بگاڑ پیدا ہوا ہے۔ اور اس کی پاداش میں بڑی بڑی قومیں اور صاحب سطوت و جبروت بادشاہتیں حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئی ہیں۔ قرآن کریم نے ایسے بہت سے واقعات بیان کئے ہیں کہ سجا سجایا ملک چھوڑ کر آن کی آن میں غائب ہو گئے، کسی وصیت و ہدایت کا بھی موقع نہ ملا۔ فرعون و نمرود کا واقعہ سب جانتے ہیں قوم عاد و ثمود جیسی زبردست قوموں کی بربادی کا حال کسے نہیں معلوم کہ منٹوں میں کھجور کے تنوں کی طرح ڈھیر تھے، کأنهم اعجاز نخل خاوية۔ دوسرے پہلو کی طرف توجہ دینا اور انسانوں میں اس کا شعور بیدار کرنا اب یہ امت مسلمہ کے ذمہ ہے کہ سلسلۂ نبوت ختم ہونے کے بعد یہی امت دعوت ہے، اگر یہ امت اپنے دعوتی کام کو چھوڑ کر دوسری قوموں کے ساتھ مادیت کی ریس میں شامل ہو جاتی ہے تو نہ صرف اس کا اپنا وجود و تشخص ختم ہو جائے گا بلکہ دنیا نہایت ہیبتناک حالات سے دوچار ہوگی۔ فکر و تشویش کی بات یہ نہیں کہ دنیا میں مادیت کا غلبہ بڑھ گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں اخلاقی انارکی اور افراتفری کا عالم بپا ہے۔

بلکہ فکر و تشویش کی بات یہ ہے کہ جو امت اس عالم کی محاسب و نگراں تھی وہ بھی اپنا کام چھوڑ کر مادیت کے سیلاب میں بہی چلی جا رہی ہے۔ لہٰذا آج کے ماحول میں ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں، اور اپنے اخلاق و کردار کا معیار اتنا اونچا کریں کہ نظر پڑتے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ ٹکسالِ محمدیؐ کے ڈھلے ہوئے سکے ہیں جن کا کوئی ثانی نہیں، وہی معراج انسانیت ہیں اور وہی فلاح دارین کی ضمانت ہیں۔

مردم گری اور انسان سازی میں اُستاد کی اہمیت

● حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مورخہ ۲۲ر مارچ سنہ ۲۰۰۱ء کو مدرسۃ الفلاح اندور تشریف لے گئے تھے حضرت کے ہمراہ جناب مولانا سید محمد واضح رشید ندوی مدظلہٗ ایڈیٹر الرائد، اور جناب بھائی عبدالرزاق صاحب (خادم خاص حضرت رحمۃ اللہ علیہ تھے)، حضرت ناظم صاحب مدظلہٗ نے اساتذہ و کارکنان کے سامنے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی جو ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔ ادارہ تعمیر حیات مولوی عبداللہ ندوی اندوری کا ممنون ہے کہ انھوں نے یہ تقریر ٹیپ ریکارڈ سے نقل کرا کر روانہ کی۔ (ادارہ)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم محمد وآلہ واصحابہ اجمعین امابعد!

عزیزو اور ساتھیو! آپ لوگوں پر یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام و فضل ہے، میں بھی آپ لوگوں کے گروپ سے تعلق رکھتا ہوں، میں نے تدریسی مشغلہ اختیار کیا اور اس مشغلہ میں نصف صدی میری گذری، اس لئے تعلیم و تدریس کے سلسلہ کی معلومات و تجربات مجھے ان لوگوں سے زیادہ ہیں جنھوں نے تعلیم و تدریس کا کام کم مدت کیا ہے، تھوڑا کیا ہے یا ابھی کر رہے ہیں۔ اس کی دو نوعیتیں ہیں۔ تدریس کے کام کی ایک تو اس کا دینی مقام ہے، اللہ تعالیٰ یہ کام جو حقیقت میں اللہ کے رسولوں کا کام ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صفت تعلیم کی صفت تھی، "ویعلمھم الکتاب والحکمۃ" اور یہ صفت ہمارے علماء کرام کو وراثت میں ملی ہے، خاص طور سے ان علماء کرام یا ان مسلمانوں کو جو دینی علوم کی تدریس کا کام کر رہے ہیں، یا تدریس و تعلیم کے سلسلہ میں کسی مشغلہ میں ہیں تو ان کو ایک طریقہ سے نیابت و خلافت حاصل ہے اللہ کے نبیؐ کی جو کام اللہ نے نبیؐ کے ذمہ کیا تھا وہ کام اللہ تعالیٰ نے آپ کے اُمتیوں کو عطا فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اُمتیوں کو اس وقت عطا ہوا کہ جب وہ اس کام کو کریں۔ اگر وہ اس کام کو نہ کریں تو گویا وہ نائب نہیں ہیں اور ان کو یہ کام عطا نہیں ہوا۔ جو کام نبیؐ کرتا ہو وہ کام اُمتی کو مل جائے کتنی بڑی سعادت اور کتنی بڑی نعمت ہے، اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے، اگر اس کی دینی حیثیت دیکھی جائے تو بڑی عظیم حیثیت ہے، لیکن کوئی بھی کام دنیا کا ہو، دین کا ہو، وہ اپنے آداب کے ساتھ اپنے طور وطریق کے ساتھ کرنا پڑتا ہے جو اس کے لئے مقرر ہو، کوئی بھی کام ہو، صنعتی کام ہو، یا خدمت کا کام ہو، جو اس کے آداب ہیں، جو اس کا طریقہ ہے اس کے مطابق آدمی کام کرے گا، تو وہ کام انجام پائے گا۔ اگر طریقہ نہ ہو تو کام کیسے انجام پائے گا۔ ایک شخص جو اپنے شعبہ کا سربراہ ہے تو وہ کرسی پر بیٹھے گا زیادہ تر، اور وہ احکام دے گا دوسروں سے کام لے گا، لیکن ایک وہ شخص ہے جو افسر نہیں ہے، وہ چاہے کہ کرسی پر بیٹھ کر حکم دینے لگے۔ اور کام نہ کرے، ظاہر ہے وہ اپنے طور سے کام انجام نہیں دے رہا ہے، تو اس طرح کوئی کام بھی ہو اس کی نوعیتیں الگ الگ ہوتی ہیں، تو تعلیم کی نوعیت اور تعلیم کا طریقہ اور خاص طور پر دینی تعلیم کا طریقہ اپنی جگہ متعین ہے، جب ہم نبیؐ کی نیابت کریں گے، تو نبیؐ کے اختیار کئے ہوئے اخلاق و عادات بھی اپنانا ہوں گے اور جتنا بھی ہم اس کو اپنائیں گے اتنا ہی ہم اچھا کام انجام دے سکتے ہیں، اور اس میں ہم جتنی کوتاہی کریں گے اتنا ہی ہمارا کام ناقص ہوگا۔ تو ایک تو ہمیں یہ احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ ہمت عطا فرمائی اور یہ فضل فرمایا کہ ہم کو اس کام پر اللہ نے لگایا۔ اللہ کی توفیق ہوئی اور ہم نے وہ کام اختیار کیا۔ جو کام نبیؐ کا ہے اور ہمیں اللہ نے گویا نبیؐ کی نیابت و خلافت عطا فرمائی۔ یہ کتنا بڑا اعزاز ہے، اس پر آدمی کو شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور فخر اگر کر سکتا ہے تو فخر کرنا چاہئے۔

ایک انعام مل جائے یا کوئی تمغۂ امتیاز مل جائے حکومت کی طرف سے یا کسی کی طرف سے تو آدمی خوش ہوتا ہے، اس کے چہرے سے

خوشی ظاہر ہوتی ہے، دل کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ آدمی کے چہرے پر ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ملے آدمی کو خوشی نہ ہو، یہ نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے اللہ جو ربّ العالمین ہے اس کے قبضہ میں ساری دنیا و آخرت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہی رازق ہے، وہ دے تو ملتا ہے، نہ دے تو نہیں ملتا ہے، وہ کسی کو نواز دے کسی کو انعام دے تو کتنی بڑی خوشی و نعمت کی بات ہے۔ ایک تو اس بات پر خوش ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ نعمت اور یہ فضل عطا فرمایا۔ جو ہر شخص کو عطا نہیں کیا گیا کہ اپنے دین کی تعلیم کے لئے جو نبیؐ سے اللہ نے لیا۔ اور اس کے لئے نبیؐ بھیجا، آپ کو اس فہرست میں اللہ نے قبول فرمایا، یہ فہرست اس کام کو کرنے والوں کی ہے، ایک تو اس بات کی خوشی ہونی چاہیئے، اور جب خوشی ہوتی ہے تو آدمی کو اس کی قدر بھی ہوتی ہے، آپ کو کوئی انعام ملے تو اس کو رکھیں گے، اور لوگوں کو دکھائیں گے، اس کی حفاظت کریں گے، قدر کریں گے، دوسری چیز قدر کی ہوتی ہے، تو اس نعمت کی قدر کرنی چاہیئے۔ قدر کیا ہے، کہ آپ خوشی سے انجام دیں، پھر جو اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے، توفیق ہے آپ اس کو قدر کے ساتھ کریں گے تو اس کا اجر آخرت میں مقرر ہوتا چلا جائے گا اللہ کی نعمت کی قدر کیا ہے وہ شکر ہے، شکر کہتے ہی اس کو ہیں کہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کی قدر کرے، شکر کو اللہ تعالیٰ نے بڑی اہمیت دی ہے اور مومن کو شاکر فرمایا گیا ہے، اور ایمان اور عمل صالح کو شکر گذاری قرار دیا گیا ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت عبادت فرماتے تھے، آپؐ کے پیر سوج جاتے تھے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں آپ کیوں اتنی محنت کرتے ہیں، تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں، تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنا ہی شکر ہے۔

اور قدر کیسے ہوتی ہے کہ اس کا جو حق ہے وہ ادا کرے، اور اس کے ساتھ معاملہ ایسا ہو جو قدر کا ہو اور پسند کا معاملہ ہو، تو یہ کام جو تعلیم کا کام ہے اس کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ اللہ کی نعمت ہے، آپ کے ساتھ۔ کہ بہت سے دنیا میں آپ کے ساتھی ہیں اور بھائی ہیں، ہر ایک کو یہ نعمت نہیں ملی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کام کے لئے انتخاب فرمایا یہ تو خوشی کی بات ہے، پھر یہ کہ اس پر شکر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اور اس کے لائق جو توجہ ہونی چاہیئے تو یہ توجہ کرنا ہے، یہ تو اس کا دینی فائدہ ہے، جو اللہ کو پسند آئے گا اس کی جزا آخرت میں ملے گی وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا۔ کہ وہاں کتنی بڑی جگہ مل رہی ہے، اور جس چیز کو ہم نے زیادہ سمجھا نہیں تھا اس کی قدر نہیں کی تھی، آج اس کی قیمت کیا ہے، یہاں کسی چیز کی قیمت نہیں صرف عمل کی قیمت ہے، وہاں کیا قیمت اور کیا درجہ ہے، وہاں جاکر معلوم ہوگا۔ دوسری دنیاوی حیثیت سے آپ دیکھیں تو دنیا میں تعلیم و تدریس کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، اس لئے استاد کا دنیا میں جو وقار ہے، کافروں میں دنیاداروں میں سب کے نزدیک جو وقار اور جو عظمت مدرس کی ہوتی ہے استاد کی ہوتی ہے وہ کسی کی نہیں ہوتی، ساری نالائقیوں کے باوجود استاد کی عزت ہوتی ہے، صدر جمہوریہ سے زیادہ اس کو معزز سمجھا جاتا ہے چاہے اصولی لحاظ سے دستوری لحاظ سے اس کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہو، لیکن دلوں میں اس کی وقعت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ عربی شاعر نے کہا تھا ؎

قُم لِلْمُعَلِّمِ وَاَوفِه التَّبجِيلَا
كَادَ المُعَلِّمُ اَن يَكُونَ رَسُولَا

اپنے استاد کا ادب کرو، استاد کیا چیز ہے تم جانتے ہو، استاد قریب تھا کہ نبی ہو جائے نبی کے قریب تک پہنچ چکا ہے۔

تو پہلی بات جو ہم نے آپ کے سامنے کہی کہ اہل دنیا بھی استاد کو قابل قدر سمجھتے ہیں کیوں، اس لئے کہ وہ نسل تیار کرتا ہے، آپ بڑے سے بڑا کارخانہ لگائیں، مال تیار کریں گے اچھی اچھی چیز آپ تیار کریں گے، بہر حال وہ مال ہے لیکن ایسا کارخانہ جو آدمی بنائے، آدمی تیار کرے اس کارخانہ کا مقابلہ کسی کارخانہ سے نہیں کیا جاسکتا، تو استاد کیا ہے، استاد حقیقت میں آدمی تیار کرتا ہے۔ اور یہ دنیا کے اندر جو کچھ ہے وہ آدمی کی وجہ سے ہے، نہ محلات کی وجہ سے ہے نہ قصر کی وجہ سے ہے نہ تمدن کی وجہ سے ہے کسی چیز سے نہیں ہے، سب کے ہم آہنگ جو فیگر ہے وہ آدمی ہے ساری رونق و عظمت ثروت و دولت یہ کس سے ہے اور اہل دنیا بھی اس بات کو سمجھتے ہیں جو بیوقوف لوگ ہیں وہ نہ سمجھیں، لیکن جو قومیں پڑھی لکھی ہیں ظاہر ہے اُن کے یہاں آدمی کی قیمت بہت ہے، امریکہ وغیرہ میں جس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے اس وقت لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ملک کی دولت میں اتنا اضافہ ہو گیا۔ ایک آدمی بڑھا۔ ایک آدمی بڑھا تو کیا ہوگا۔ اس آدمی سے دنیا کیلئے کیا اثر پڑے گا۔ اور کس قدر دولت اس سے آئے گی۔ اور کام بھی بنے گا، اور کتنا کام بھی انجام پائے گا، ایک آدمی بڑھا تو ملک کی دولت بڑھ گئی، وہ آدمی سے حساب لگاتے ہیں۔ یہ آدمی اپنی زندگی میں ملک کو کتنا دے گا اس کے کام سے اس کی کوششوں سے ملک کو

کتنا فائدہ ہوگا، کسان ہوگا تو کتنا غلہ پیدا کرے گا، یہ اگر کارخانہ میں جائے گا، صناع بنے گا تو کارخانہ سے کتنا مال مزید نکلے گا، ایک آدمی بڑھا ہے تو اسی اعتبار سے اس کے نتائج بڑھیں گے۔ یہ اپنی زندگی میں کتنا کام انجام دے گا، جیسا لوگ حساب لگاتے ہیں کہ یہ آدمی زندگی بھر میں کتنے ٹن غلہ کھائے گا۔ کتنے ٹن کھانا کھائے گا، بمتفرق طریقے سے یہ آدمی کتنے ٹن غلہ پیدا کرے گا، کتنے ٹن پانی نکالے گا زمین سے، وہ آدمی کو دولت سمجھتے ہیں۔ آدمی ہی کی وجہ سے دنیا کی رونق ہے جو ترقی ہے وہ آدمی کی وجہ سے تو استاد کیا ہے استاد آدمی تیار کرتا ہے، استاد وہ کارخانہ دار ہے، وہ صناع ہے، وہ کاریگر ہے، جو آدمی بناتا ہے یعنی گوشت و پوست کا آدمی نہیں بلکہ کردار کا آدمی، گوشت و پوست تو آدمی کو پیدائش سے ملتا ہے، اس میں معلم کچھ نہیں کر سکتا، معلم کیا کرے گا، آدمی کا کردار بنائے گا۔ اس کے کردار پر انحصار ہے دنیا کی ساری ترقی اور سارے کام کا۔ اگر آدمی پست ہمت ہے بیٹھا ہوا ہے، کچھ نہیں کرتا تو کچھ اس سے فائدہ نہیں پہونچے گا، اگر اس میں قوت کارکردگی ہے، ہمت ہے، محنت ہے، فن ہے، صلاحیت ہے دنیا کو کہاں سے کہاں لے جائے گا۔ اور آدمی کو آپ سمجھنا چاہیں، دنیا کی تاریخ دیکھیں کہ ایک ایک آدمی نے دنیا کو کیا کیا دیا ہے، پورے پورے ملک میں تبدیلی کر دی ہے، اور پورے ملک کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ جب اس نے اپنی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جو اللہ نے اس کو قوت دی ہے، جو سمجھ دی ہے، جو قوت کارکردگی دی ہے۔ اس کو صحیح خرچ کیا تو کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ لیکن اسکی کارکردگی، سمجھ اور اس عمل میں کتنا حصہ مدرس کا ہے، کتنا حصہ اس کا ہے، اس نے تو اس کے کردار کو اخلاق کو بنایا ہے، اس نے تو اس کو فن سکھایا ہے، اس نے تو اس کی معلومات بڑھائی ہیں، اس نے تو اس میں صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے آپ دیکھیں گے بات ختم ہوتی ہے مدرس پر استاد پر، استاد کا کام دنیا میں سب سے اعلیٰ کام ہے، اور سب سے زیادہ فائدہ مند کام ہے کہ وہ نسل تیار کرتا ہے تو دنیاوی اعتبار سے آپ دیکھیں گے تو استاد کی بڑی اہمیت ہے، لیکن جو اہمیت ہے وہ اسی وقت سامنے آئے گی جب استاد اپنے فرض کو پہچانے اپنے فرض کے مطابق کام کرے تب اس کا فائدہ ہے ورنہ آدمی صرف بیٹھا رہے یا لیٹا رہے تو کچھ نہیں ہوگا، اٹھے گا کام کرے گا۔ جب ہی تو ہوگا۔ تو دینی لحاظ سے آپ کو اللہ نے جو نعمت بھی عطا فرمائی ہے اور دنیاوی اعتبار سے آپ کی اہمیت سب سے زیادہ ہے، تعلیمی نظام کو دیکھئے بہت بڑے عقلا کے مقولے پڑھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ استاد کو کیا اہمیت دیتے تھے، کیوں اس لئے کہ وہ آدمی تیار کرتا ہے، وہ آدمی ملک کے کام آتا ہے، وہ عزت بناتا ہے، وہ دولت بناتا ہے، اس کو استاد تیار کرتا ہے اس لئے آپ لوگوں کو خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے اب یہ ہے کہ آپ اپنی اہمیت کو اپنی افادیت کو خود ثابت کریں۔ آپ کتنا فائدہ پہونچا سکتے ہیں آپ کتنا کام انجام دے سکتے ہیں، کس قدر آپ اپنے فرض منصبی کو پورا کر سکتے ہیں، جیسا کہ ہم نے کہا کہ کوئی آدمی بھی کتنا ہی کاریگر ہو باصلاحیت ہو، بیٹھا رہے کام نہ کرے اس کی صلاحیت کا کیا ہوگا، کچھ نہیں ہوگا، جتنی وہ توجہ کرے گا اپنی صلاحیت کو صحیح استعمال کرے گا، اسی لحاظ سے اس کا فائدہ ہوگا، تو اساتذہ کا مسئلہ یہی ہے، استاد چاہے تو بہترین نسل تیار کر سکتا ہے، اور آپ بڑے بڑے علماء اور مفکرین اور بڑی بڑی شخصیتوں کے حالات کا اگر مطالعہ کریں ان کی سوانح پڑھیں تو آپ دیکھیں گے، کئی جگہ ایسا تذکرہ ملے گا، کہ ہم میں جو خصوصیات ہیں وہ فلاں استاد کی وجہ سے ہیں جنھوں نے خاص توجہ کی تھی، اور ہمیں بنانے کی کوشش کی تھی ہم میں جو خصوصیت ہے جس کی وجہ سے لوگ قدر کرتے ہیں، یہ فلاں استاد کی محنت کا نتیجہ ہے یہ حقیقت ہے کیسے نہ لکھیں، اپنے استادوں کو یاد کرتے ہیں، خاص طور سے ایسے استاد کو جس نے توجہ کی ہو محنت کی ہو، اس استاد کو زندگی بھر یاد رکھتے ہیں کہ جس کی وجہ سے اس کی شخصیت بنی، ہم نے پڑھا ہے، سوانح میں پڑھا ہے، اپنے استادوں میں ہی کسی استاد کا ذکر کیا ہے کہ انھوں نے خاص توجہ کی تھی، اسی وجہ سے یہ خصوصیات پیدا ہوئیں، ایسے استاد یاد رکھے جاتے ہیں، جو استاد توجہ سے اپنے شاگردوں کو بنانے کی اور ان میں خصوصیات اور صلاحیت پیدا کرنے کی فکر کرتے ہیں، ان استادوں کو ان کے شاگرد یاد رکھتے ہیں، ہم آپ کو ایک مثال دیتے ہیں، عربی میں عہد عباسی کے شعراء میں ایک بہت بڑا شاعر گزرا ہے جس کا کلام جس کا انتخاب آجکل لوگ پڑھتے ہیں "ابو تمام"، اور اس کا ایک شاگرد تھا "بحتری" دونوں بہت بڑے شاعر تھے، سب متفق ہیں "بحتری" نے کچھ سیکھا ہوگا "ابو تمام" سے اس کو اپنا کلام دکھایا ہوگا۔ اس سے اصلاح لی ہوگی، انھوں نے جو توجہ کی ہوگی اس سے ان کی شاعری بہتر ہوئی ہوگی، تو ایک مرتبہ ایک شخص "بحتری" کی

تعریف کر رہا تھا، کہ آپ تو بہت بڑے شاعر ہیں، آپ کے کلام کا کیا کہنا، آپ تو ابو تمام سے بھی بڑھ گئے ہیں، آپ تو اپنے استاد سے بھی بڑھ گئے ہیں، یہ بات صحیح ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اپنے استاد سے بھی بڑھ گیا تھا اپنے کلام کی خوبی میں، خلیفہ وقت کے یہاں بڑی قدر تھی حالانکہ اس کی جو ظاہری باتیں تھیں وہ اچھی نہیں تھیں، میلا رہتا تھا، جب کلام پڑھتا تھا تو تھوک نکلتا تھا، لیکن اس کے باوجود خلیفہ اس کی قدر کرتا تھا، اس کے کلام کی وجہ سے، اس زمانہ کی خلافت بہت اونچی خلافت سمجھی جاتی تھی، دنیا کے بڑے بڑے حصے پر حکمرانی تھی، وہ قدر کرتا تھا، کسی نے کہا کہ آپ تو اپنے استاد سے بھی آگے بڑھ گئے، اس نے کہا ایسی بات کہتے ہو، خدا کی قسم میں روٹی ان کی وجہ سے کما رہا ہوں، یعنی دنیا میں میری جو قدر ہے، یہ ان خصوصیات کی وجہ سے ہے جو ان کی وجہ سے مجھ کو ملی ہیں، یعنی میرا کمال، میرا کمال نہیں ہے میرے استاد کا کمال ہے، یہ جو سمجھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ استاد کی کیا قیمت ہے، کیونکہ استاد شخصیت بناتا ہے، کردار بناتا ہے وہ صلاحیت پیدا کرتا ہے جس سے آدمی دنیا کو زیر و زبر کر دے، یہ بات کہاں سے آتی ہے خود سے نہیں پیدا ہو جاتی وہ تربیت سے اور تعلیم سے پیدا ہوتی ہے، آپ سوچئے کہ استاد کی حیثیت کتنی اہم ہے، کتنی اونچی ہے وہ اگر محنت کرے، اور کوشش کرے تو ایسے شاگرد تیار کر سکتا ہے جو دنیا میں انقلاب لے آئیں، اور محنت نہ کریں تو ایسے شاگرد تیار کرے گا جن کی خاص اہمیت نہ ہوگی، دنیا میں پچاسوں آدمی ہیں، ہزاروں آدمی ہیں، لاکھوں آدمی ہیں وہ بھی ہے۔ اور

ایک اچھا طالب علم بن گیا۔ اگر آپ کی محنت سے تو سمجھئے کہ دنیا میں انقلاب آگیا، ایک آدمی بھی اپنی صلاحیت سے پورا فائدہ اٹھاتا ہے دنیا میں بڑی تبدیلی لے آتا ہے، دنیا میں بڑے بڑے لیڈر ہیں، قائد ہیں جنھوں نے تہلکہ مچا دیا، انقلاب لے آئے، وہ کسی استاد سے پڑھ کر آئے ہیں ان کی صلاحیتیں کہاں سے پیدا ہوئی اپنے اساتذہ کی وجہ سے اور اس ماحول کی وجہ سے جس میں انھوں نے سیکھا ہے، ایک آدمی بھی بن جاتا ہے اگر آپ کی محنت سے تو آپ سمجھئے کہ آپ نے انقلاب پیدا کر دیا، لیکن کیسے ہوگا، کہ آپ اپنے کو کھپائیں، اور اپنے کو اس میں لگائیں، اور سمجھیں کہ آپ پر کیا ذمہ داری ہے اور آپ کیا کر سکتے ہیں، اور جو کر سکتے ہیں وہ آپ کو کرنا چاہیئے، دھن ہو جائے آپ کو اس بات کی کہ آپ سے طلباء پڑھیں ان کو فائدہ پہونچ جائے۔ آپ کے پڑھے ہوئے طلباء باصلاحیت ہوں۔ لوگ کہیں کہ فلاں استاد کا شاگرد ہے دیکھئے کہ اس نے ایسے شاگرد پیدا کئے کہ آج ان کا شہرہ ہے، لوگ انگلیوں سے اشارہ کریں کہ فلاں استاد بہت اچھا استاد ہے اس کے پڑھائے ہوئے لڑکے معلوم نہیں کتنی ترقی کر گئے چاہے آپ کو آرام نہ ملتا ہو، چاہے آپ کو بہت سہولتیں نہ ہوں، دیکھئے آپ کا مقصد کیا ہے اگر آپ اس مقصد کو حاصل کر رہے ہیں، تو آپ کامیاب ہیں تو ایسے استاد ہوتے رہتے ہیں جن کو دھن ہو اپنے کام کی کہ کس طرح لڑکوں کو بنا دیں، اور جو وقت ہے اس کو صرف کر دیں ہم نے ایسے استاد دیکھے ہیں کہ ان کو کسی چیز کا ہوش نہیں سوائے پڑھانے کے، اور ان کا سارا لطف سارا مزہ اسی میں ہے کہ کوئی ان سے پڑھے، طالب علم ان کے پاس آئے، اور ان سے

کہے کہ ہم سمجھنا چاہتے ہیں، یہ ہم کو سمجھا دیجئے بہت شوق سے سمجھا دیں گے، اپنا قیمتی وقت صرف کر دیں گے، اس لئے کہ ان کو مزہ اسی میں آرہا ہے، کہ ان سے دوسرے کو فیض پہونچ جائے۔ دوسرے کی صلاحیت بن جائے، ایسے استاد ہوتے رہے ہیں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، وہی کامیاب استاد ہے، صرف کامیاب نہیں ہے بلکہ اس نے اپنی ذمہ داری پوری کی ہے۔ اور جب ان کو اس کا ثمرہ حاصل ہونے لگے گا اور جب ان کو اجر ملنے لگے گا تب ان کو خوشی ہوگی کہ اللہ نے ہم سے یہ کام لیا، ہم کو یہ اجر مل رہا ہے، اس کا فائدہ مل رہا ہے، دنیا میں عزت سب سے زیادہ، اور شہرت سب سے زیادہ اور آخرت میں ان کا کیا کہنا۔ اگر وہ دینی تعلیم کا کام کر رہے ہیں، اگر وہ فیض پہونچا رہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی قدر ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی قیمت ہے اگر وہ فیض نہیں پہونچا رہے ہیں، اپنی ضرورت پوری نہیں کر رہے ہیں کہ کیا کیا جائے، ہم کو تنخواہ لینی ہے، اس لئے کرنا پڑ رہا ہے ورنہ کل ہے کو ہم اتنی محنت کرتے تو ان کو کیا ملے گا۔ ان کو تو جو چاہا وہ مل گیا، لیکن اگر وہ اس بات کو سامنے رکھ کر کام کرتے کہ ہم کو طلباء تیار کرنے ہیں، ہم کو صلاحیت پیدا کرنی ہے، طلباء کو ہم سے فیض پہونچے گا تو ان کی قدر دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہے اللہ تعالیٰ کا دین پہونچانے والے، اللہ تعالیٰ کے دین کی صلاحیت پیدا کرنے والے کی ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی قیمت ہے۔

تو اس لئے ایک بات تو یہ ہے کہ آپ کو خوش ہونا چاہیئے اور فخر کرنا چاہیئے کہ اللہ نے آپ کو اتنا اہم کام اور ذمہ داری عطا فرمائی توفیق

عطا فرمائی کہ آپ اس کام میں لگے۔ دنیا کے معلوم نہیں کتنے کام ہیں، اس میں لگ سکتے تھے، ان میں یہ تخصیص نہیں تھی، اللہ نے آپ کو اس کام میں لگایا، اس پر خوش ہونا چاہئے ، دوسری بات یہ ہے کہ اس کو اسی لحاظ سے کرنا چاہئے تاکہ اس کا نتیجہ بہتر طریقہ پر نکلے اور وہ ذمہ داری آپ اس طرح پوری کریں کہ دنیا میں بھی آپ کے اس کام کی قدر ہو اور آخرت میں بھی اجر ملے ۔

آپ نے اتنے لوگوں کی صلاحیت پیدا کردی، اتنے لوگوں کو بتادیا، کتنے لوگ بن گئے چاہے کام کرتے وقت آپ کا نام نہ ہو، لیکن آپ کا نام روشن ہوجائے گا۔ اگر آپ نے آدمی تیار کئے ہیں۔ اور آدمی تیار کرنے کا کام بغیر محنت کے نہیں ہوسکتا۔ دل لگا کے محنت کریں اور بس یہ پیش نظر ہو کہ ہم سے فائدہ پہونچ جائے کسی طریقے سے، ہمارے سمجھانے سے طالب علم سمجھ جائے، ہمارے کرنے سے صحیح نتیجہ سامنے آجائے، اور نسل تیار ہو تو آپ کو بھی اندر ہی اندر خوشی ہوگی کہ ہماری محنت کا اللہ نے یہ ثمرہ دیا، اس کا یہ نتیجہ نکلا۔ اور باہر بھی آپ کی قدر ہوگی ۔ تو یہ طریقہ تعلیم و تدریس کا ہے ۔

دوسرے یہ کہ آدمی یہ سمجھ کر کام کرے کہ ہم انسانی نسل تیار کر رہے ہیں، کردار و معلومات و صلاحتیں بنا رہے ہیں اور اس کے لئے جتنی محنت کرسکتے ہیں وہ کرنی چاہئے اور جتنی یکسوئی کے ساتھ کام کرسکتے ہیں کرنا چاہئے، تیسری بات یہ کہ اس طرح کام کرنا چاہئے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچے تعلیم و تدریس کا طریقہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی نے وقت گذار لیا، پڑھادیا سکھادیا، لیکن طالب علم کے پلہ کچھ نہیں پڑا، وہ ٹھیک سے سمجھا ہی نہیں، آپ نے تو بتادیا لیکن اس کے دماغ میں اترا بھی کہ نہیں اترا، استاد کو اس کی فکر کرنی چاہئے کہ جو ہم سمجھا رہے ہیں اس کو طالب علم سمجھ بھی رہا ہے کہ نہیں، ہم جو سنا رہے ہیں وہ سن بھی رہا ہے کہ نہیں سن رہا ہے، ہم سنا کر چلے گئے جیسے کہ عربی کی ایک مثل ہے أوسطهم صفدًا واودی بالابل " کہتے ہیں کہ ایک شخص کے اونٹ چرانے کے لئے کچھ ڈاکو آئے اور اس کے اونٹ چرالے گئے، اس کو جیسے پتہ چلا، ان کے پیچھے دوڑا اور بہت تیز پیچھا کیا یہ ٹیلہ پر چڑھ گیا۔ اور ان کو خوب برا بھلا کہا ۔ گالیاں دیں، بہت کچھ کہا، چور بدمعاش جب لوٹ کر آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ اونٹ ملے۔ کہا نہیں، میں نے ان کو خوب گالیاں دیں، لیکن اونٹ وہ لے گئے ؛ اسی طرح کی بات ہے، کہ کیا آپ نے بہت کچھ، اور نتیجہ کچھ نہیں نکلا ۔ آپ نے پڑھادیا، ہم نے تو سبق پورا کردیا، ہم نے پورا گھنٹہ پڑھادیا، آپ نے پڑھایا تو لیکن اس نے پڑھا کہ نہیں پڑھا، تو نظر اس پر ہونا چاہئے، ہمارے پڑھانے سے فائدہ بھی ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا ہے۔ اصل تو نتیجہ ہوتا ہے، جب نتیجہ نہ نکلے تو آپ کی محنت کیا ہے بیکار ہے، تدریس کا ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ آپ نے گھنٹہ پورا کردیا۔ اور پڑھادیا۔ تو آپ پر کوئی الزام نہیں لگ سکتا کہ آپ نے نہیں پڑھایا لیکن آپ کے پڑھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ وقت گذاری کی، لیکن آپ کی نظر طالب علم پر رہے کہ ہمیں کسی طریقہ پر اس کے دماغ میں اتار دینا ہے، سمجھا دینا ہے تب اس کو فائدہ پہونچے گا۔

طالب علم کی نفسیات یہ ہوتی ہے مزاج یہ ہوتا ہے کہ استاد کی توجہ کے لحاظ سے اس کی توجہ ہوتی ہے، دیکھتا ہے کہ استاد ہمارے بہت توجہ کر رہے ہیں۔ انھیں فکر ہے کہ ہم کو کچھ حاصل ہوجائے اور ہمیں آجائے تو پھر متوجہ ہوجاتا ہے، انسان کی فطرت ہے کہ وہ متوجہ ہوجاتا ہے، اور اگر دیکھے کہ وقت گزاری کر رہے ہیں، ٹالنے والا کام کر رہے ہیں تو اس کا جی نہیں لگتا۔ وہ بھی ہاں ہاں کرتا رہتا ہے، اس کے دماغ میں کچھ اترتا ہی نہیں ہے۔ آپ کی توجہ پر منحصر ہے طالب علم کی توجہ، آپ جتنی فکر کریں گے، جتنی توجہ کریں گے، طالب علم اسی لحاظ سے متوجہ ہوگا ۔ آپ سے فائدہ اٹھائے گا یہ بات یاد رکھئے ۔

دوسری بات یہ کہ دور بدلتے رہتے ہیں ۔ اب یہ دور جو ہے وہ پرانے دور سے مختلف ہے پہلے تو خوب پٹائی کرتے تھے طالب علم کی، اگر وہ نہیں سمجھ رہا ہے تو خوب دھنک دیتے تھے یہ صحیح نہیں ہے، آپ مار پیٹ کر کسی سے کام کرالیں ۔ وہ جی لگا کے کام نہیں کرے گا۔ اندر سے طبیعت میں اس کے انکار ہوگا کہ کرنا پڑ رہا ہے تو وہ کام اچھا نہیں کرسکتا۔ تو طالب علم کو مار پیٹ کر سمجھا لینا، یا سبق یاد کرالینا یہ زیادہ مفید نہیں ہوتا۔ دیکھنے میں تو مفید ہوجاتا ہے پہلے اس میں زیادتی ہوتی تھی، لیکن اب دور تھا بدل گیا ہے، مارنا پیٹنا ممنوع ہوگیا ہے۔ تا[...] جو لوگ اس بات کو نہیں جانتے ان سے غلطی ہوجاتی ہے۔ اس لئے بتا رہے ہیں کہ ہوسکتا ہے آپ کو معلوم نہ ہو۔ اس کو جرم سمجھا جاتا ہے ا[...] حکومت کی طرف سے قابل سزا بھی ہے۔ طالب کی عمر بعض وقت ایسی ہوتی ہے کہ پہلے ان کو مار اور سختی چلتی تھی، لیکن نئے نظام نے اس کو بالکل ممنوع قرار دے دیا ہے، یہ زیادتی ہے لیکن قانون ہے اس لئے اس کا بھی لحا[ظ]

ب لوگ رکھیں ۔ زیادہ تر سمجھا کر، محبت کے ساتھ، پیار کے ساتھ پڑھنے کی طرف راغب کیجئے، ظاہر ہے جب پیار و محبت سے اس کو سمجھائیں گے تو وہ متوجہ ہوگا، آپ سے مانوس ہوگا۔ آپ کی خاطر وہ قربانی دے گا، آپ کی بات مانے گا، یہ مار سے زیادہ مفید ہے اور اس کا نتیجہ بھی نکلے گا، تو اس طرح طالب علم کے ساتھ معاملہ کرے، لگا ہے سمجھائے بھائی پڑھ لو، سیکھ لو، بار بار سمجھائے، تو سمجھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے تو وہ آپ کی محبت دیکھ کر توجہ کرے گا، سمجھ جائے گا، سیکھ جائے گا۔ جب آپ ان چیزوں کا خیال رکھتے ہوئے یہ خدمت انجام دیں گے تو عند اللہ بھی آپ کو بڑا مقام ملے گا۔ اور عند الناس بھی آپ کی قدر ہوگی، آپ کی قیمت سمجھی جائے گی، آپ خود اندر سے خوشی محسوس کریں گے کہ آپ کی محنت کا ثمرہ بڑا اچھا نکلا، کچھ لوگ تیار ہوگئے، کچھ آدمی بن گئے ہماری محنت سے، ہمارے یہاں خود وزیر اعلیٰ B.J.P کا آدمی ہے، اس کی سالگرہ تھی یا کوئی اور تقریب تھی، کہ ایک مسلمان ٹیچر آیا تو اس نے بڑی قدر کی، کہا کہ یہ ہمارے استاد ہیں، ان سے ہم نے بہت سیکھا، لوگ حیران رہ گئے اخبار میں آیا، کہ مسلمان ٹیچر کی اتنی قدر، اور کہا کہ یہ ہمارے استاد ہیں ان سے ہم نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ بچپن میں ان سے کچھ پڑھا ہوگا۔ وزیر اعلیٰ جس سے ملنا مشکل ہے لوگ حیران رہ گئے، کہ ایک معمولی مسلمان کو اتنی عزت دے رہا ہے، کہا کہ یہ ہمارے استاد ہیں، بٹھایا اور ہدیہ بھی دیا اور بڑا اکرام کیا۔ لوگوں نے کہا کہ دیکھئے کتنا معقول آدمی ہے کہ استاد کی اتنی عزت کی، حالانکہ استاد مسلمان ہے۔ یہ ہوتا ہے، محنت ضائع نہیں ہوتی ظاہر ہے اس نے اس کو اس طرح پڑھایا ہوگا، جس طرح اوروں کو پڑھایا۔ معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ٹیچر سبھی کو اچھی طرح پڑھاتا تھا۔ ہندو معترف ہے اس کا، اس زمانہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں رہی ہوگی، ایک معمولی طالب علم کی حیثیت سے پڑھ رہا ہوگا۔ لیکن اس کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی، کہ ہمارے استاد ہماری بڑی فکر رکھتے تھے، تو اس طرح کے واقعات سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ استاد کی کیا حیثیت ہے، کہ طالب علم ممنون منت رہتا ہے، زندگی بھر یاد رکھتا ہے، اگر کسی استاد کو اس نے دیکھا کہ اس نے توجہ سے ہم کو پڑھایا ہے اور اس کو فکر رہی ہے اس بات کی کہ ہم سیکھ جائیں تو زندگی بھر یاد رکھتا ہے چاہے وہ بادشاہ ہو جائے۔ ہارون رشید کا قصہ ہے کہ اپنے بیٹوں کو نحو کے استاد کے پاس بھیجتے تھے تو وہ ان کے بیٹے ان کی جوتیاں سیدھی کرتے تھے، ایک مرتبہ انھوں نے پوچھا۔ ہارون رشید تو بہت زبردست خلیفہ گزرا ہے۔ پوچھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ معزز آدمی کون ہے، ظاہر امیر المومنین ہیں اور کون ہو سکتا ہے، کہا کہ نہیں بلکہ وہ جس کے جوتے امیر المومنین کے لڑکے سیدھے کرتے ہیں، وہ معزز ہے، بادشاہ کے بیٹے جس کے جوتے سیدھے کریں وہ معزز ہے یا بادشاہ معزز ہے، تو استاد کی عزت بہت ہے، لیکن اس استاد کی جس سے طالب علم کو فائدہ پہونچے، مذاق میں نہیں، محض تفریح میں نہیں ہوتا یہ کام، استاد کو پڑھانے میں تھکنا پڑتا ہے، فکر کرنی پڑتی ہے اس کو اپنا محبوب مشغلہ بنا لینا ہوتا ہے، کہ ہمیں کسی طرح طالب علم کو پڑھا دینا ہے، سمجھا دینا ہے، بتا دینا ہے، اس کے لئے اپنے آرام کو قربان کرنا پڑتا ہے، اپنی تفریحات کو قربان کرنا پڑتا ہے، یونہی مفت میں نہیں مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنے اس کام کو سمجھئے، خوب محنت سے کام کیجئے، آپ کے ذریعہ سے کچھ لوگ بن گئے، کسی میں خصوصیات پیدا ہوگئیں تو آپ کامیاب ہیں، دنیا میں بھی، اور آخرت میں بھی۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العٰلمین

بمبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" سے

بمبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیرِ حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں اُن کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائیگی۔

ربیع الاوّل کے بعد ہم اپنا جائزہ لیں!

مولانا عبدالماجد دریاآبادی رحمۃ اللہ علیہ

ربیع الاوّل کا مہینہ ختم ہوگیا جس مہینہ میں دنیا کے لئے آخری اور انتہائی پیام رحمت لانے والا دنیا میں آیا تھا. اس کی آخری تاریخ آگئی اب گیارہ مہینے تک پھر اسی بابرکت مہینہ کی آمد کا انتظار دیکھنا ہوگا. اور اس درمیان میں خدا معلوم کتنی زندگیاں ختم ہوچکیں گی، قبل اس کے کہ دوسروں کو حساب دینا پڑے، ذرا آئیے ہم اور آپ مل کر خود اپنا اپنا حساب کرلیں. ہمارے سرور وسردارؐ نمازیں بہت کثرت سے پڑھتے تھے ہم نے اس مہینہ میں کوئی نماز ترک تو نہیں کی؟ فرض نمازوں کے علاوہ وہ نماز تہجد پابندی واہتمام کے ساتھ پڑھتے تھے ہم نے بھی سنتوں اور نفلوں کی پابندی پر کچھ توجہ کی؟ ان کے لئے دنیا میں سب سے زیادہ دلچسپ چیز نماز تھی ہم نے نمازوں میں کچھ دل لگایا؟ ان کے انتہائی لطف ولذت کی چیز رکوع وسجود تھی. ہم نے بھی کچھ ذوق ان سے پیدا کیا؟ وہ نماز اس طرح ادا فرماتے تھے کہ گویا پروردگار کا بالکل سامنا ہے، ہم کو نماز پڑھنے میں کچھ دھندلا سا تصور بھی اس طرح کا پیدا ہوا؟ ان کو حالتِ نماز میں گریہ دبکا ہوتا تھا، ہماری آنکھیں بھی خشیتِ الٰہی سے کبھی نم ہوئیں؟ وہ دوران نماز میں دنیا کی ہر فکر سے بالکل آزاد ہوجاتے تھے. ہم کو وسوسوں سے کچھ دیر کے لئے بھی نجات ملی؟

ماہ مبارک ربیع الاوّل میں ظاہر ہونے والا ہمارا سردار وآقا (جس پر خدائے رحمٰن ورحیم کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں) دوسروں سے کام لینے کے بجائے خود دوسروں کے کام کردیا کرتا تھا. ہم کو بھی ایسی توفیق کبھی نصیب ہوئی؟ حضورؐ سب سے نرمی اور محبت کے ساتھ پیش آتے تھے ہم نے بھی اپنا برتاؤ ایسا رکھا؟ وہ سب کے ساتھ خاکساری وفروتنی برتتے تھے، ہم نے بھی اپنے دل کو جھکایا؟ وہ اپنی مجلس میں کسی کی بدگوئی وشکوہ وشکایت کے روادارانہ تھے. ہم نے اپنی زبان کو غیبت وبدگوئی سے کہاں تک بازرکھا؟ وہ دوست ودشمن اپنے اور بیگانے سب کی خدمت کرنے والے تھے، ہم نے رحمتِ عالم کی پیروی کی کچھ بھی کوشش کی؟ وہ ہمیشہ کم کھاتے اور بعض اوقات فاقہ بھی فرماتے تھے، ہم بھی اپنی بھوک اور اپنی زبان کے چٹخارہ کو اپنے قابو میں لاسکے ہیں؟ وہ لباس بہت ہی سادہ زیب جسم فرماتے تھے، ہم نے بھی لباس کے تکلفات کو غیر ضروری سمجھنا شروع کیا ہے؟ وہ غریبوں سے میل جول رکھنا پسند فرماتے تھے. ہم کو غریبوں سے زیادہ ملنے میں کچھ تامل تو نہیں ہوتا؟ وہ بجائے نسب پر فخر کرنے کے سارا زور حسنِ عمل اور نیک کرداری پر دیتے تھے. ہم بھی اپنے دلوں میں یہ جذبہ وولولہ پیدا کرسکے ہیں؟ روپیہ پیسہ کی فکر ان کے پاس تک نہ آتی تھی، ہم بھی اپنے تئیں روپیہ پیسہ کی فکروں سے آزاد کرسکے ہیں؟ ان کا وقت دوسروں کی خیرخواہی وخبرگیری میں صرف ہوتا تھا. ہم نے بھی اپنے وقت کا کچھ حصہ اپنی ذات وتن کی پرورش کے علاوہ کسی کام کے لئے الگ کررکھا ہے؟

اگر ہم نے ان میں سے کسی چیز پر توجہ نہیں کی تو ہمارے لئے ربیع الاوّل کا آنا اور نہ آنا یکساں رہا. ہمارے لئے سرورِ عالم کا ظہور بیکار رہا. ہمارے لئے آفتاب ہدایت کا طلوع لاحاصل ہی رہا بارش ہوئی اور ہم نے اپنی کھیتی سوکھی رہنے دی، ہوا چلی اور ہم نے اپنا پھول نہ کھلنے دیا، آفتاب چمکا اور ہم نے اپنی آنکھیں بند رکھیں. اس میں قصور کس کا ہے؟ اس کی ذمہ داری کس کے سر ہے، اس کی بابت سوال خود ہم ہی سے ہوگا. یا کسی اور سے؟ پھر جس وقت ہم سے یہ سوالات ہوں گے اس وقت کے لئے کوئی معقول جواب ہمارے پاس ہے؟ اس وقت ہمارا کوئی عذر کام دے سکے گا؟ اس وقت کے لئے ہم کوئی صفائی اپنے پاس موجود رکھتے ہیں؟ اگر آج ان سوالات کو غیر ضروری سمجھ کر ہم سرسری نظر سے انھیں ٹال دینا چاہتے ہیں تو آج بے شبہ ہمیں اختیار حاصل ہے لیکن "کل" جب یہ اختیار باقی نہ رہے گا. "کل" جب غفلت کا پردہ اُٹھ چکا ہوگا. "کل" جب ہنسی اور تمسخر پر قدرت نہ باقی رہے گی. "کل" جب ہر شئے آئینہ ہوگی "کل" جب کوئی مادی قوت پناہ نہ دے سکے گی "کل" جب تلافی کا کوئی موقع باقی نہ رہے گا. "کل" جب اپنی بے بسی اور بیکسی پوری طرح روشن ہوچکے گی اس وقت....؟ اس وقت خدائے رحمٰن ورحیم ہی ہماری آپ کی مشکل کو آسان کرے.

(منقول از "سچ" لکھنؤ مورخہ ۲ر اکتوبر ۱۹۲۵ء)

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اصلاح معاشرہ

بیٹیوں کی مثالی رخصتی

● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

شادی کے بعد بیٹی کی رخصتی کا مرحلہ بہت سخت ہوتا ہے، والدین اپنے جگر گوشے کو رخصت کرتے وقت کن حالات سے دوچار ہوتے ہیں اور انھیں کیسا کرب ہوتا ہے اور اپنی بچی اور اس کے نئے گھر اور اس کے مستقبل کے تعلق سے کس درجہ متفکر ہوتے ہیں اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کی بیٹی رخصت ہو رہی ہو رخصتی کے وقت جہیز کے سامان کی کثرت و تنوع میں بھی یہ احساس شامل ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ بچی کو جو دلہن بن کر نئے گھر جا رہی ہے عزت و وقار سے دیکھا جائے گا۔ اور بچی کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اس کا شوہر ساز و سامان کی وجہ سے اس کا خیال رکھے گا سسرال والے بھی عام طور پر جہیز ہی کے ذریعہ دلہن کی قدر و قیمت کا اندازہ لگاتے ہیں۔ آج کل یہ وبا عام ہوتی جا رہی ہے۔ لڑکی کا باپ اپنی بیٹی کی خوشحال زندگی کی خواہش میں اپنی کمائی کا آخری قطرہ بھی نچوڑ کر دے دینا چاہتا ہے۔ تاکہ اس کی بچی سسرال میں باعزت زندگی گذار سکے۔ ع

مادیت نے عنان زندگی ہے موڑ دی
لینے بیگانے یہ کہتے ہیں محل کی بات ہو
سب کچھ دینے کے بعد بھی آخر بات بنتی
ہوئی نظر نہیں آ رہی ہے، مال و اسباب دیکھ کر

حرص و ہوس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اس کے بعد مزید مانگوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے بالآخر دلہن حرص و آز کی نذر ہو جاتی ہے یا کم از کم مطالبات مزید پورے نہ ہونے کی وجہ سے اس گھر میں لڑکی کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔

غیر مسلموں کی بات تو الگ ہے۔ ان کے نزدیک پیسہ ہی سب کچھ ہے۔ آخرت کا کوئی واضح تصور ان کے یہاں نہیں ہے۔ سزا و جزا، وعدہ وعید کا مبہم تصور تو پایا جاتا ہے لیکن اس کا تعلق بھی اخروی زندگی کے بجائے اسی مادی زندگی کے ساتھ سمجھا جاتا ہے لیکن ایک مسلمان جس کا ایمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور یوم آخرت پر ہو اور وہ ایسا کرے مال کی حرص و ہوس میں بھکاری بن کر منگے یا ڈاکو بن کر لوٹنا چاہے یا خود غرضی یا ابن الوقتی کا ایسا مظاہرہ کرے تو چرخ کہن بھی شرما جائے افسوسناک بات ہے، کیونکہ اسلام میں عصمت کی حفاظت کے لئے کسی باعصمت کو قبول کرنا بہت بڑی سعادت ہی نہیں بلکہ عظیم دولت ہے۔

سورۂ نور میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

بن بیاہے لڑکے لڑکیوں کا نکاح کر دو، غلام، نوکر، باندی، اگر نکاح کے لائق ہوں تو ان کا نکاح کرو، اگر وہ مفلس یعنی قلاش ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں مالدار کر دے گا۔ اور اللہ وسعت والا اور (خوب) جاننے والا ہے"

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ لڑکی والے سے جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں، اللہ عزوجل پر یقین نہیں رکھتے، اس طرح اللہ کی غیرت کو ٹھیس پہونچاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مانگ کر جہیز لینے والوں کے گھر میں بے برکتی رہتی ہے۔ اور جو لوگ جہیز پر نظر نہ رکھ کر رشتہ اچھا ڈھونڈ کر نکاح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بچی کی آمد کی برکت سے اس گھر کو مالا مال فرما دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ جہاں منھ مانگا جہیز دیا جاتا ہے لڑکی اس کی وجہ سے منھ چڑھی ہو جاتی ہے اور اکثر گھر والوں میں اس کی وجہ سے باہمی ہمدردیاں کم ہو جاتی ہیں۔ بالآخر گھر والوں میں دوری و مجبوری کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر بچی کی تعلیم و تربیت صحیح نہیں ہوتی تو معاملہ مزید خراب ہو جاتا ہے۔

اصل معاملہ گھر میں باہمی انس و محبت حسن انتظام اور خدمت و طاعت کا ہے۔ اگر لڑکی کو اس کی تعلیم نہیں دی گئی ہے اور اس کی اہمیت کو اس کے سامنے نہیں رکھا گیا ہے تو اس کے نقصانات کی تلافی ہرگز ہرگز جہیز سے نہیں کی جا سکتی ہے اس لئے کہ مسئلہ زندگی کا ہے شوہر کے ساتھ رفاقت کا ہے، زندگی کے رطب و یابس کو برداشت کرنے کا ہے، ذمہ دارانہ زندگی گذارنے کا ہے۔ اس کے لئے پہاڑوں کی صلابت آہنی عزم و استقامت کے ساتھ زمین جیسی وسعت اور تحمل کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ رخصتی کے وقت ان باتوں کی تلقین بچی کو ضرور کرنا چاہیئے۔ لیکن عام طور پر اس سلسلہ میں کوتاہی ہوتی ہے۔ بلکہ یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ آخری وقت میں جب بچی دلہن بن کر گھر سے زندگی کی شاہراہ کی طرف بڑھ رہی تو اس کی بھی ضرورت ہوگی

لیکن اسلاف کا معمول برابر یہ رہا ہے اور بڑی پابندی کے ساتھ انھوں نے اس اہم فریضہ کو ادا کیا ہے۔ آج بھی ایک باپ کو رخصت کرتے وقت اپنی بچی کو اس کی وصیت اور تلقین کرنی چاہئے۔ یہ خوش نصیب لڑکی کے نئے گھر کو جنت زار اور آئندہ زندگی کو سدا بہار بنانے کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اونچا مقام ہے۔ انھوں نے اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل کو یوں بیان فرمایا ہے؛

كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا زفوا امرأة على زوجها يامرونها بخدمة الزوج ورعاية حقه۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب کسی عورت کو رخصت کرتے ہوئے اس کے خاوند کے پاس بھیجتے تو اس کو حکم دیتے کہ اپنے خاوند کی خدمت کرے اور اس کے حق کا پورا خیال کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیٹی حفصہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دینے کے بعد نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: -

لا تستكثري النبي صلى الله عليه وسلم ولا تراجعيه في شئ ولا تهجريه وسليني ما بدالك ولا يغرنك ان كانت جارتك اوضا منك واحب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم (بخاری شریف)

بیٹی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سامان وغیرہ کا مطالبہ نہ کرنا اور نہ کسی چیز کے بارے میں آپ سے تکرار کرکے بول چال چھوڑنا اگر کسی چیز کی ضرورت پیش آئے تو مجھ سے مانگ لیا کرنا۔ اپنی سوکن کی روش اپنا کر دھوکے میں نہ پڑنا کیوں کہ وہ تم سے زیادہ خوبصورت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کی وصیت فرمائی تھی:

۱- إياك والغيرة فانها مفتاح الطلاق

پیاری بیٹی! سوکنوں پر غیرت کرنے سے پرہیز کرنا کیونکہ طلاق کی کنجی ہے۔

۲- إياك وكثرة الغضب فانه يورث البغضاء

زیادہ غصہ نہ کرنا کیونکہ یہ بغض کا سبب ہے۔

۳- وعليك بالكحل فانه أزين الزينة واطيب الطيب الماء

سرمہ ضرور لگایا کرنا اس لئے کہ یہ سب سے عمدہ زینت ہے اور بہترین خوشبو پانی ہے (یعنی صفائی ستھرائی رکھنا)

فرافصہ بن احوص نے اپنی بیٹی نائلہ کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی تو رخصتی کے وقت نصیحت کرتے ہوئے کہا: -

" پیاری بیٹی! تم ایسی عورتوں (سوکنوں) کے بیچ جا رہی ہو جو قبیلہ قریش سے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ عطر و خوشبو پر تم سے کہیں زیادہ قادر ہیں لہٰذا تم میری دو باتوں کو یاد رکھنا۔ ایک یہ کہ سرمہ برابر لگاتی رہنا، دوسری یہ کہ خوشبو کی جگہ پانی کا استعمال اتنا زیادہ کرنا تاکہ تمہارے جسم کی مہک بارش میں خوب بھیگی ہوئی مشک کی بو جیسی ہو جائے۔"

خواتین اسلام میں ایک نیک دل پاکباز خاتون ام ایاس بنت عوف گذری ہیں۔ ان کی شادی کندہ کے بادشاہ عمر بن حجر سے ہوئی تھی، جب ان کی رخصتی کا وقت آیا تو ان کی ماں امامہ بنت حارث نے ان کو تنہائی میں لے جاکر بہت جامع وصیت کی جو اس لائق ہے کہ تمام خواتین اسلام اس کو دستور حیات بنائیں! وہ کہتی ہیں!

" پیاری بیٹی! اگر فضیلت ادب کے خیال سے وصیت چھوڑی جاسکتی ہے تو تمہارے لئے بھی اس کو چھوڑنا مناسب ہے، لیکن یاد رکھو! وصیت غافل کے لئے تنبیہ اور عاقل کے لئے مدد ہے، اگر کوئی عورت خاوند سے اس لئے بے نیاز رہنا چاہتی ہے کہ اس کے والدین دولتمند اور اس کے محتاج ہیں تو تم اوروں کی نسبت زیادہ بے نیاز ہو، لیکن قانون فطرت ہے کہ عورتیں مردوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور مرد عورتوں کے لئے

پیاری بیٹی! تم اپنے مالوف مکان اور مانوس فضا سے نکل کر انجانے گھر میں اپنی زندگی کے ساتھی کے پاس جا رہی ہو جس سے ابھی مانوس نہیں ہو، کل تمہارے لئے اس ساتھی کی پوزیشن ایک نگراں اور بادشاہ کی ہوگی تم اس کی لونڈی بنی رہنا تو وہ تمہارا چست غلام بنا رہے گا۔ اس شریک حیات کے ساتھ زندگی گذارنے کے لئے دس خصلتیں یاد کرلو۔ یہ تمہارے لئے خزانہ ہیں

۱- خاوند کے ساتھ انکساری سے پیش آنا اور اس کی تھوڑی چیز کو کافی سمجھنا۔

۲- اس کی بابت اچھی طرح سن کر اس پر عمل کرنا

۳-۴- اس کی آنکھ اور ناک کے موقع محل کا خیال رکھنا یعنی تم میں کوئی ایسی چیز نہ دیکھے جو اس کو خراب معلوم ہو، اور اس کی ناک تم سے وہی بو سونگھے جو بہت عمدہ ہو۔

۵-۶- اس کے کھانے اور سونے کے وقت کا خیال رکھنا کیونکہ کھانے میں جہاں دیر ہوئی بھوک کی آگ شعلے مارنے لگتی ہے اور نیند کی کمی غضب کا سبب ہوتی ہے۔

۷-۸- اس کے مال کی نگرانی اور آل وعیال

کی دیکھ بھال تمہاری ذمہ داری ہے۔ مال کے معاملہ میں اصل کام آمد و خرچ کا بہتر معیار قائم کرنا ہے۔ اور آل و اولاد کے سلسلہ میں بنیادی چیز عمدہ تدبیر و انتظام ہے۔

۱۰-۹ تم اس کی نافرمانی نہ کرنا۔ اور نہ اس کے راز کو دوسروں سے ظاہر کرنا، اگر تم اس کے حکم پر نہیں چلو گی تو اس کو غصہ سے بھڑکا دوگی اور اگر اس کا راز دوسروں سے ظاہر کروگی تو اس کے بے وفا ہوجانے کا خطرہ ہے، یہ بھی یاد رکھو، جب وہ غمگین ہو تو اس کے سامنے خوش ہونے یا خوش ہو تو اس کے سامنے غمگین ہونے سے پرہیز کرنا (تحفۃ العروس)

آج ہمارے معاشرہ کا حال یہ ہے کہ جب بچی رخصت ہونے لگتی ہے تو پورے گھر میں کہرام مچ جاتا ہے، ماں پر غشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں، خویش و اقارب اس فضا میں رنگ بھر دیتے ہیں، کسی کو ہوش ہی نہیں رہتی کہ بچی کو آئندہ زندگی میں پیش آنے والے حالات میں جس رہنمائی کی ضرورت ہے اس کی نشاندہی کی جائے۔ اگر ایسا ہونے لگے تو بہت حد تک بیوی اور شوہر کے درمیان ناچاقیوں کا سدباب ہوسکتا ہے اور ازدواجی زندگی خوشی و مسرت، باہمی ہمدردی اور تعاون کے ساتھ مخلصانہ محبت وانس کا حسین گلدستہ بن سکتی ہے۔

دعائے مغفرت

دفتر نظامت ندوۃ العلماء کے کارکن ارشاد احمد صاحب کی چھوٹی بہن جن کی عمر تقریباً بیس سال تھی، ایک مختصر علالت کے بعد مورخہ ۶؍ جون ۲۰۰۲ء کو بلرامپور اسپتال لکھنؤ میں انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ قارئین تعمیر حیات سے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مولانا سید رشید الدین حمیدیؒ کا حادثۂ ارتحال

مشہور عالم دین اور ہندوستان کی دینی درسگاہ جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کے مہتمم مولانا رشید الدین حمیدیؒ کا ۳؍ جون ۲۰۰۲ء کو مدینہ منورہ میں ستّر سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

مولانا حمیدیؒ بہت دنوں سے سخت علیل چل رہے تھے حالت بہت نازک ہوجانے کی وجہ سے مدینہ منورہ کے ملک فہد ہاسپٹل کے انتہائی نگہداشت والے کمرہ میں رکھے گئے تھے۔

مولانا حمیدیؒ نامور عالم دین مولانا حمید الدینؒ کے فرزند اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے داماد تھے، مرحوم فروری ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی اور افتاء کی تربیت دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی تھی۔ فراغت کے بعد مدرسہ فرقانیہ گونڈہ اور مدرسہ امدادالعلوم زید پور بارہ بنکی میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۶۷ء میں مدرسہ دارالرشاد بارہ بنکی کے مہتمم اور ۱۳۹۶ء میں مدرسہ شاہی مراد آباد کے مہتمم منتخب ہوئے اور آخر تک اس منصب اہتمام پر فائز رہے۔ وہ عظیم روحانی مرشد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ تبلیغی دینی دعوت کے لئے انھوں نے بہت سے بیرونی اسفار کئے، ان کے دور اہتمام میں مدرسہ شاہی مراد آباد نے بڑی ترقی کی۔ وہ ۲۶ سال تک مہتمم رہے، مرحوم کے دور اہتمام کا سب سے نمایاں کارنامہ مدرسہ شاہی کی تعمیرات ہیں۔ دارالافتاء، محکمہ شرعیہ، کتب خانہ، ادب کے شعبوں کو بڑی ترقی ملی۔ وہ اپنے اصول اور معمولات کے بڑے پابند تھے۔ مرحوم مولانا حمیدی کے پسماندگان میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء نے مولانا رشید الدین حمیدیؒ کے انتقال پر صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے اسے ملت کا نقصان قرار دیا۔ (ادارہ)

مدارسِ اسلامیہ انسانیت کے شفا خانے ہیں

● انیس چشتی

۲۴ر دسمبر ۲۰۰۰ء کے مراٹھی روزنامہ "لوک مت" میں بلند مہاجن ۳ لکشمی اپارٹمنٹ رام داس پیٹھ اکولہ کے قلم سے ایک نہایت مفصل، سیر حاصل اور بڑی عرق ریزی سے لکھا مضمون شائع ہوا ہے جس کے عنوان کا ترجمہ اردو میں کچھ اس طرح سے کیا جاسکتا ہے: "مدرسے! یعنی اسلامی دہشت گردوں کے تربیتی مراکز"۔ ایک اندازے کے مطابق مہاراشٹر بھر میں "لوک مت" اخبار تقریباً ایک کروڑ لوگ پڑھتے ہیں، ہمیں خود اس کا تجربہ ہے اس اخبار میں راقم کے سلسلۂ مضامین کی بازگشت آج تک سنائی دیتی ہے اور غیر مسلم افراد لگاتار مضامین کی فرمائش کرتے رہتے ہیں۔

مضمون نگار نے بڑی محنت اور جانکدستی سے شماریات اور تاریخوں کے حوالے سے مدارس کی حکمت عملیوں کو اُجاگر کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ افغانستان، پاکستان اور بھارت میں جو تباہی اور فساد مچا ہوا ہے اس میں آئی ایس آئی کی تربیت سعودی عرب کا پیسہ اور امریکی ہتھیاروں کی موجودگی نے "طالبان" کو جنم دیا ہے مضمون نگار کا کہنا ہے کہ کشمیر، ممبئی اور کوئمبٹور جیسے شہروں میں جو سلسلہ وار بموں کے دھماکے ہوئے ہیں ان میں بھی ان ہی ایجنسیوں کا ہاتھ ہے

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے رابطۂ عالم اسلامی کے افتتاحی اجلاس مورخہ ، ردسمبر ۱۹۹۷ء کو عالم اسلام کے نمائندوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ: "یورپ، امریکہ اور اسرائیل کو اگر کسی سے خطرہ ہے تو وہ صرف اسلام سے ہے وہ اپنی جہانگیری قائم کرنے اور انسانیت سوز اور ظالمانہ مقاصد کی راہ میں صرف اسلام اور مسلمانوں کو مزاحم پاتے ہیں میرے محدود مطالعے کی روشنی میں جو متنوع اقسام تاریخ اور علم الاجتماع پر مشتمل ہے اسلام کے لئے اس سے زیادہ سخت زمانہ کبھی نہیں آیا۔ جبکہ مشرق و مغرب دونوں جانب سے بلاخیز اور مہلک سازشوں کا طوفان چل رہا ہے اور یہ ممالک اسلام کی قوت و نفوذ سے اس کی اثر انگیزی سے اور اس کے فکر ساز اثرات سے خائف بلکہ لرزیدہ ہیں۔

پہلے کبھی اسلام کو اس درجہ مہیب اور خطرناک نہیں سمجھا گیا تھا۔ وہ طاقتیں جو دنیا بھر کے وسائل کو اپنی مٹھی میں بند کرنا چاہتی ہیں ان کو سب سے زیادہ خطرہ اسلام سے ہے یہ ایسا وقت ہے کہ جب خطرے کی گھنٹی تیز سے تیز تر ہو رہی ہے، اس وقت ہم بیدار ہوں خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے اس درجہ تیار ہوں جس درجے کے یہ خطرے ہیں۔"

زیر بحث مراٹھی مضمون اس پروپیگنڈے اور اسلام دشمن حکمت عملی کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔ اس مراٹھی روزنامہ میں آگے چل کر لکھا گیا ہے کہ "مغربی یوپی، بہار، آسام، بنگال، آندھرا پردیش کیرالہ اور تمل ناڈو کے متعدد مدارس میں آج بھی بچوں کو اسلام کے ساتھ "جہاد" کی تلخ گھٹی پلائی جاتی ہے۔ کشمیری دہشت گردی کو کھاد پانی دیا جاتا ہے۔ شمال کی اسلامی دہشت گردی اور جنوب میں موجودہ الامۃ کے بم دھماکے، یہ سب مدرسوں میں دی جانے والی تعلیمات کی کھلی مثالیں ہیں"

مضمون نگار کا کہنا ہے کہ آئی ایس آئی نے افغانستان میں اپنی کارستانیوں کا کامیاب تجربہ کیا ہے، اب بھارت میں مدارس اور دہشت گردی کے ساتھ تال میل پیدا کرنے میں آئی ایس آئی کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اگر بروقت ان حرکتوں پر قابو نہ پایا گیا تو پورے بھارت میں اسلامی دہشت گردی بہت بڑے پیمانے پر پھیلنے کے آثار نمایاں ہیں۔"

ملک بھر کے مسلمانوں کی مذہبی ضرورت اگر نظر ہے تو ان کے ان مذہبی کاموں کے لئے صرف دو افراد ان مدرسوں سے مہیا کئے جارہے ہیں۔ شہر کی کتنی مساجد ایسی ہیں سلیقے کے امام مہیا نہیں ہیں۔ دیہاتوں کا تو ذکر ہی چھوڑ دیجئے۔ امام اور مؤذنوں کے علاوہ بھی ایسی لاتعداد ضرورتیں ہیں جہاں ان علماء کی مسلمانوں کو شدت سے کمی محسوس ہوتی ہے، بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھانے والے عوام کو مسئلے مسائل بتانے والے، روزہ، نماز، حج، نماز جنازہ، تجہیز و تکفین، زکوٰۃ، شرعی و عائلی قوانین، نکاح، طلاق، وراثت، حقوق العباد، حقوق الزوجین حقوق اللہ وغیرہ جیسے لاتعداد مسائل ہیں جنھیں عوام کو بتانے والا کوئی نہیں، پونہ شہر کی کارپوریشن حدود سے لگا ہوا ایک چھوٹا سا دیہات جیرہ وہلی نام کا ہے۔ ایک بھرے جلسے میں ایک خاتون نے نہایت بے باکی سے کھڑے ہوکر کہہ دیا کہ "ارے اب ان گاؤں والوں کی باتوں پر کیا یقین کرتے ہو۔ یہاں برسوں سے بغیر نماز جنازہ کے مُردے دفنائے جارہے ہیں"۔ اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ کوردہ علاقوں کا کیا حال ہوگا۔

مدارس کا نصاب اتنا سخت اور اتنا طویل ہوتا ہے اور وقت اتنا کم ہوتا ہے کہ طلبہ کو

سر اٹھانے کی مہلت نہیں ملتی۔ حدیث، تفسیر ادب، انشاء، تاریخ، منطق، اصول فقہ، افتاء حفظ، جغرافیہ، پھر ادب میں عربی ادب، اردو ادب لسانیات، علم اسماء الرجال، فلسفہ، تصنیف تالیف، انگریزی، فتویٰ نویسی، تحقیق اور اسی طرح کے دیگر کئی ہمالیائی علوم اور صحرائی کتابیں صرف آٹھ سال کے قلیل عرصے میں پڑھنی پڑتی ہیں۔ اس کے باوجود ہم جیسے جدید تعلیم یافتہ نابلد لوگ مدرسے والوں کو تنقید کا نشانہ بنائے رکھتے ہیں کہ تمہارے فارغین کو نہ تو انگریزی آتی ہے نہ میتھس، نہ مراٹھی آتی ہے نہ ہندی۔

مدرسوں کے ان فارغین کا ملک کے ہندو نوجوانوں پر بڑا احسان ہے وہ ایسے کہ فراغت کے بعد نہ تو یہ ملازمتوں کی لائن میں کھڑے رہتے ہیں اور نہ ہی ڈاکٹری، انجینئرنگ اور دیگر پیشہ ورانہ اور مقابلہ جاتی امتحانوں میں داخلے کے لئے برسرپیکار رہتے ہیں ــــ جس کے نتیجہ میں نہ تو انہیں کسی منڈل کمیشن کی سفارشات سے سابقہ پڑتا ہے اور نہ ہی یہ راستوں پر خودسوزی کے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان کے آباء و اجداد نے کانگریس، گاندھی جی، ولبھ بھائی پٹیل، خلافت تحریک اور پنڈت جواہر لال نہرو کا ساتھ دیکر اپنے ملک سے انگریزوں کو بے دخل کیا اور جب وزارت اور صدارت بٹنے کا موقع آیا۔ تو یہ دوبارہ اپنی خانقاہوں میں واپس چلے گئے۔ اور حکومت کو کہلا بھیجا کہ "ہم نے آزادی کی جنگ اس لئے نہیں لڑی تھی کہ مادی روپ میں اس کا صلہ حاصل کریں۔ راج دربار تمہیں ہی مبارک ہو" ان مدارس کے ایک بھی عالم نے کبھی بھی جناح اور پاکستان کی حمایت نہیں کی اس کے نتیجے میں انہیں خود مسلم لیگیوں سے ایسی ذلت اٹھانی پڑی کہ سر شرم سے جھک جاتا ہے، یقیناً اس آٹھ سالہ کورس میں اسلامی فلسفہ اور عبادات کے تحت اور اسلامی تاریخ کے ضمن میں جہاد کا ذکر ضرور آتا ہے، لیکن کسی کلاس روم میں اس پورے سبق پر سے گذرنے کے لئے دس منٹ سے زیادہ کا وقت نہیں لگتا ہوگا۔ یہ لوگ نفس کے خلاف جہاد کو جہادِ اکبر سمجھتے ہیں اور سب سے بڑا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے سچی بات بیان کرنے کو سمجھتے ہیں۔

ہمارے ملک میں ایک بڑی سازش کے تحت جو بات ہے ہی نہیں، اسے بار بار بیان کر کے ان معصوم ذہنوں کو مسموم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، ایسے شریر لوگوں کے خلاف خود ہندو اور مسلمان دونوں کو مل کر جہاد چھیڑنے کی ضرورت ہے، جہاں تک مدارس کا تعلق ہے ان کے نصابوں کی طرح ان کے مدارس کے در و دیوار بھی کھلے ہیں۔ جس بھائی کا جب جی چاہے ان مدارس میں وزٹ کر سکتا ہے، بلکہ میرا تجربہ تو یہ ہے کہ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ہمارے پاس آئیں۔ اس میں کسی مذہب کی کوئی قید نہیں ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ لوگ انہیں مشورے دیں۔ مجھ جیسے دنیادار افراد کے انھوں نے مشورے قبول کئے ہیں اور اپنے کورسوں میں کمپیوٹر شناسی ڈی۔ ٹی۔ پی اور پروگرامنگ کے کورس جاری کئے ہیں۔ انھوں نے لاکھ مخالفت کے باوجود انٹرنیٹ کے کنکشن لئے ہیں اور جدید ٹیکنالوجی اور عمومی سائنس جیسے شعبوں سے اپنے طلبہ کو روشناس کروانے کے لئے چند مدارس نے ہی سہی لیکن پہل ضرور کی ہے۔ ان مدارس کے بعض نہایت بالغ نظر افراد آر ایس ایس اور آئی ایس آئی کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ انھوں نے تمام سرکاری جگہیں اور اعلیٰ تعلیم کے داخلے اپنے ہندو نوجوان بھائیوں کے لئے چھوڑ رکھے ہیں۔ وہ کسی سرکاری گرانٹ یا سہولتوں کی وصولیابی کے لئے اپنے ہم وطن بھائیوں کے ہاتھوں پاؤوں میں بالکل نہیں آتے۔ اس عظیم قربانی کا خود مدارس والوں کو علم نہیں ہے۔

اس وقت عالمی سطح پر مدرسے والوں کو قربانی کا بکرا بنانے کے لئے ایک مبسوط مہم چل رہی ہے۔ خود اکیلے بھارت میں کئی بیرونی اسکالرز پچھلے کئی برسوں سے سرکاری اخراجات پر پی۔ ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ اور ان کا موضوع "مدارس اور دینی تعلیم ہندوستان میں" کے اردگرد رہا ہے۔ یہی پی۔ ایچ ڈیاں آگے چل کر تحقیقی رپورٹیں بنتی ہیں اور بین الاقوامی فورم میں پیش کئے جانے کے بعد مسلمانوں کی گلے کی ہڈیاں بنتی ہیں اس لئے ہمیں:

۱۔ ہمارے قریب ترین سرکاری ایجنسیوں مثلاً شعبۂ تعلیم، یونیورسٹی اور پولیس کو اعتماد میں لینا ہوگا۔

۲۔ ہماری اصل طاقت مثبت سوچ رکھنے والے ہمارے ہندو بھائی ہیں انہیں اعتماد میں لیکر ان کے سامنے اپنی ہر کارکردگی کو پیش کرنا ہوگا۔

۳۔ مسلمانوں کی طرح ہندو بھائیوں کے بھی لاتعداد مسائل ہیں۔ دلتوں اور پچھڑی ہوئی جاتیوں کے بھی مسائل ہیں۔ ان کے مسائل سے دلچسپی گویا انسانیت سے دلچسپی ہے۔ ہر مدرسے میں اس کے لئے ایک شعبہ قائم کرنا ہوگا۔

۴۔ اس ملک میں رہتے ہوئے ہمیں چودہ سو سال ہو گئے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج تک ہم اپنے برادرانِ وطن کو اذان کا مطلب تک نہیں سمجھا سکے۔ غیر مسلموں میں دین کی فہم اور اسلام کے تعارف کیلئے ایک مستقل شعبہ ہر مدرسے میں قائم کرنا ہوگا۔

۵۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب اور ذاتوں کے تعلق سے ہمارے اندر بھی بہت سی غلط فہمیاں ہیں۔ ہندو اور عیسائی جین اور بدھ اسکالروں کو مدارس میں بلا کر ان کے عقائد سے بھی طلبہ کو روشناس کرانا ہوگا۔ غلط فہمیاں دور کرنے کے لئے ممکن ہے یہ حکمت عملیاں ایک بہتر متحد معاشرہ کو جنم دینے میں مفید ثابت ہو سکیں۔

یاتِ قرآنی کی روشنی میں پردہ کا حکم

● مختار احمد ندوی بجنوری

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ اے نبی
ں بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے
ا دیجئے کہ اپنے اوپر چادروں کے گھونگھٹ ڈال
کریں، یہ بات قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی
ئیں گی۔ اور ستائی نہیں جائیں گی، جو لوگ
بی زبان کے قواعد ولغات صِلات ومحاورات
صاحت وبلاغت اور عربی ادب کی نزاکتوں
ر باریکیوں سے واقف ہیں۔ وہ خوب جانتے
ں کہ یہ آیت خاص چہروں کو چھپانے کے
ے ہے کیونکہ چہرہ دیکھنے سے ہی نفسانی جذبات
یادہ متحرک ہو سکتے ہیں اس کی حکمت یہ بتائی
ی کہ جب عورتیں اس طرح مستور رہیں گی تو
ئی ان سے بد اخلاقی کی جرأت نہ کر سکے گا۔
حابہؓ کے دور سے آج تک اس آیت کا یہی
مفہوم بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ابن عباسؓ امام
زی، محقق قاضی بیضاوی، محقق جلال الدین
مری، مفسر علامہ ابن کثیر دمشقی محدث شاہ ولی اللہ
ہلوی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا شاہ اشرف علی
ھانوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع
کستانی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور نئے
ور کے مشہور ومعروف صاحب قلم مفسر ومحقق
ولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی
ن تمام حضراتؒ نے اس آیت کا یہی مفہوم اپنی
فسیروں میں بیان فرمایا ہے۔ احادیث سے
ابت ہے کہ عہد نبوی میں عورتیں اپنے چہروں پر

اپنی چادروں سے گھونگھٹ ڈالنے لگی تھیں اور
بے پردہ رہنے کا دستور ختم ہو گیا تھا، چنانچہ
حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ بنت منذر
فرماتی ہیں کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد حالت
احرام میں جب سوار ہمارے قریب سے گذرتے تھے
تو ہم اپنی چادروں کے گھونگھٹ اپنے سروں کی
طرف سے اپنے چہروں پر ڈال لیتی تھیں، پس منظر
یہ ہے کہ ابتدائے عہد اسلام میں اس آیت کے
نازل ہونے سے پہلے کچھ منافق اور شریر لوگ
شریف عورتوں کو بھی ستانے لگے تھے اس لئے
عورتوں کیلئے پردہ لازم کر دیا گیا۔ غضِ بصر کا
حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے نبی! مومن عورتوں
سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور
اپنے ستر کی حفاظت کریں اور دوسروں کو اپنی
زیبائش نہ دکھائیں اور اپنی چادریں اپنے
سروں کی طرف سے اپنے سینوں پر ڈال لیں۔
تاکہ اس طرح گردن، سر، چہرہ اور سینہ وغیرہ مستور
رہے، مردوں کو ایک خاص حکم یہ دیا گیا کہ وہ
زنان خانوں میں بغیر اجازت اندر نہ جایا کریں
کیوں کہ اس حرکت سے عورتوں کی بے پردگی
ہو سکتی ہے۔ عورتوں کے باہر نکلنے کے بارے میں
فرمایا گیا کہ وہ زمین پر اپنے پاؤں اس طرح مارتی
ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی
ہے وہ لوگوں کو معلوم ہو جائے، یعنی ان کی چال
ایسی نہ ہو کہ زیور اور پازیب کی جھنکار سے

اجنبی لوگوں کا میلان اور توجہ ان کی طرف ہو جائے
کیونکہ اکثر اوقات زیور کی آواز صورت دیکھنے
سے بھی زیادہ نفسانی جذبات کیلئے محرک
ہوتی ہے، فقہاء نے اس آیت سے یہ استدلال
کیا ہے کہ عورت کی ہر وہ آواز اور صورت
جو لوگوں کی دلکشی اور رغبت کا سبب ہو
وہ ممنوع اور ناجائز ہے، ازواج مطہرات
کو یہ حکم دیا گیا کہ اگر دینی مسائل میں جواب
دینے کی ضرورت پیش آجائے تو اس بات کا
خیال رہے کہ غیر مردوں کو نرم اور دلکش لہجے
میں جواب نہ دیں۔ بلکہ لہجہ قدرے خشک
وسخت ہونا چاہئے تاکہ کسی کی نفسانی توجہ
نہ ہو سکے، کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت
ہے، اس سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ
عورت کو اذان دینے کی اجازت نہیں ہے
اس سے معلوم ہوا کہ عورت اتنی زور سے
قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے یا دینی وعظ
نہ کہے کہ اس کی آواز غیر مردوں تک پہونچ جائے
چنانچہ قرأت کے جلسوں یا نعتیہ مشاعروں
میں عورتوں کو شرکت کی اجازت نہیں ہے
قرآن پاک میں فرمایا گیا کہ اپنے گھروں میں وقار
کے ساتھ بیٹھی رہو۔ اور زمانۂ جاہلیت کی طرح
بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔ زمانۂ جاہلیت
میں عورتیں غیر مردوں کے ساتھ بے پردہ
پھرتی تھیں۔ اور بناؤ سنگار کرکے لوگوں
کے دل اپنی طرف مائل کرنے کے لئے اپنے حسن
کی نمائش کرتی تھیں، اسلام نے اس متعدی
برائی کا سدباب کرنے کے لئے نگاہ اور چہرہ
پر پابندی لگائی۔ اور ان کو اکثر اوقات
گھروں میں رہنے کا پابند بنا دیا تاکہ وہ اپنے
محل کی زینت رہیں۔ محفل کی زینت نہ بنیں
چنانچہ روایات میں ہے کہ اس آیت کے

نازل ہونے کے بعد تمام عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا تھا تاکہ فتنہ کا کوئی احتمال ہی باقی نہ رہے، ام نائلہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابو برزہ اسلمی باہر سے اپنے مکان پر تشریف لائے دیکھا کہ امّ ولد گھر میں موجود نہیں ہیں گھر والوں نے بتایا کہ وہ مسجد میں نماز پڑھنے گئی ہیں۔ جب وہ واپس آگئیں تو وہ بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ اب عورتوں کو جمعہ و جماعت اور جنازہ وغیرہ میں شرکت کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ راوی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ عورت کا اپنی کوٹھری میں نماز پڑھنا اپنے کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اپنے کمرہ میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم کو جنازوں میں شرکت کرنے سے روکا گیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، اسلام میں بے پردہ رہنے والی عورتوں سے بھی پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ان کے چہروں پر غیر مردوں کی نگاہیں پڑتی رہتی ہیں۔ اس طرح اپنے گھر کے بالغ نوکروں سے بھی پردہ کرنے کا حکم ہے، اس پرفتن دور میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عورت کو اپنے شوہر اپنے باپ اپنے بھائی اور اپنے بیٹے کے علاوہ دنیا کے تمام مردوں سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

اسلام نے نفسانی امراض ختم کرنے کیلئے بدنظری اور بے حجابی پر خاص طور سے پابندی لگائی ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں تمام فواحش کی جڑ اور بنیاد ہیں۔ ایک مرتبہ بارگاہ نبویؐ میں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں ایک صحابی حضرت عبداللہ ابن مکتومؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرلو معلوم ہوا کہ نابینا مرد سے بھی پردہ ضروری ہے۔ اس طرح نابینا عورت کو بھی پردہ کرنا ضروری ہے، کیوں کہ نفسانی جذبات ہر دو جگہ متحرک ہو سکتے ہیں، جس مذہب کا یہ قانون ہو کیا آپ اس سے امید رکھ سکتے ہیں کہ وہ اسکولوں اور کالجوں میں، دفتروں اور تھیٹروں میں، ہوٹلوں اور پارکوں میں مرد و عورت کے اختلاط کو جائز رکھے گا؟ یا عورت کو بے پردہ رہنے کی اجازت دے گا؟ بدنظری و بے حجابی کے جو بدترین نتائج ہیں وہ اب دنیا کے سامنے ہیں، یہ عورت کی آزادی سلب کرنے کیلئے نہیں بلکہ یہ وہ خدائی قانون ہے جو صنف نازک کا محافظ و خیر خواہ ہے مگر افسوس ہے کہ اب اکثر لوگ پردہ کی اہمیت سے غافل ہیں۔

بس آرام اپنا ہر اک چاہتا ہے

● امۃ اللہ تسنیم

زمانے کی حالت کہوں میں کہ کیا ہے
ہر اک خود پرستی میں یاں مبتلا ہے

نہ عقبیٰ کا ڈر نہ پروائے دنیا
بس آرام اپنا ہر اک چاہتا ہے

جو دینی اخوت تھی کمیاب ہے وہ
یہاں اب تو بھائی سے بھائی جدا ہے

دلوں میں ہے بغض و حسد کارفرما
ہر اک دوسرے کا برا چاہتا ہے

نہ عزت نہ دولت نہ حکمت ہے باقی
دماغوں میں لیکن تکبر بھرا ہے

بڑوں کی ہے عزت نہ چھوٹوں سے الفت
کہوں کیا زمانے کی بگڑی ہوا ہے

ہمیں ہے فقط عیب جوئی سے مطلب
جو کچھ رہ گیا ہے یہی رہ گیا ہے

گذرتی ہیں غفلت میں راتیں جہاں کی
صدائے جرس ہے نہ بانگِ درا ہے

حوادث کے گرداب میں ہم پھنسے ہیں
سفینہ کوئی دم میں اب ڈوبتا ہے

ہوا اس زمانے کی اچھی نہیں ہے
ہوا و ہوس میں ہر اک گم ہوا ہے

جسے ناز تھا اپنے ہوش و خرد پر
وہ سر آج قسمت کے آگے جھکا ہے

خبر تو نہ لے گا تو مٹ جائیں گے ہم
ہے کشتی بھنور میں مخالف ہوا ہے

نگاہِ کرم بے کسوں پر ہے لازم
الٰہی تری ذات کا آسرا ہے

پریشان تسنیم کیوں اس قدر ہے
مسلمان کا آپ حامی خدا ہے

صبر و شکر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی حالت بھی عجیب ہوتی ہے وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے اس سے خیر اور بھلائی ہی سمیٹتا ہے اور یہ مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں۔ اگر وہ تنگ دستی، بیماری اور دکھ کی حالت میں ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور کشادگی کی حالت میں ہوتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور یہ دونوں حالتیں اس کے لئے بھلائی کا سبب بنتی ہیں (صحیح مسلم)

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ ایک زمین قبرستان کے لیے وقف کی گئی اور اس میں ایک میت بھی دفن کی گئی لیکن غیر مسلموں کے اعتراض کی وجہ سے یہ متنازعہ فیہ مسئلہ بن گیا۔ اور معاملہ پولیس تک پہنچ گیا بعد میں یہ طے پایا کہ اس کے بدلے جو صاحب زمین دیں گے اس کے عوض میں حکومت ان کو نوکری دے گی۔ ایک مسلم شخص نے زمین دے دی اور قبرستان کو منتقل کر دیا گیا۔ اب مسئلہ درپیش یہ ہے کہ مذکورہ زمین جو قبرستان کے لیے وقف شدہ ہے اس کو مدرسہ میں منتقل کر دیا ہے۔ مذکورہ مسئلہ کے لیے شرع محمدی میں کیا حکم ہے؟

ج:۔ دریافت کردہ صورت میں جو زمین قبرستان کیلئے وقف کی گئی تھی اس کو مدرسہ میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے اور وہ زمین قبرستان ہی رہے گی۔

س:۔ کیا مسجد کے تعمیری فنڈ کے روپئے سے مسجد ہی کے مائک کیلئے بیٹری خرید سکتے ہیں؟

ج:۔ جی ہاں خرید سکتے ہیں والاصح ما قال الامام ظهير الدين، أن الوقف على عمارة المسجد وعلى مصالحه سواء كذا في فتح القدير (فتاویٰ ہندیہ ۲/۴۶۱)

س:۔ دو آدمی ایک ساتھ جماعت میں شریک ہوئے امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک شخص کو اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں پر شک ہوا کہ کتنی رکعتیں چھوٹی ہیں تو اس نے اپنے ساتھی کو دیکھ کر اس کے مانند نماز ختم کر لی تو نماز درست ہو جائے گی یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں نماز درست ہو گئی دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر اس نے ساتھی کی اقتداء امام کی حیثیت سے کی ہے تو نماز درست نہ ہو گی۔ "ولو نسی احد المسبوقین فقضی ملاحظا للآخر بلا اقتداء صح (درمختار مع الشامی ۱/۵۵۸)

س:۔ ایک شخص امامت کرتا ہے مگر قرآن میں غلطیاں کرتا ہے، حروف صحیح ادا نہیں ہوتے ہیں حتی کہ نمازیوں کو بعض اوقات سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا پڑھ رہا ہے صورت مسئولہ میں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیئے یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں جب امام صاحب صحیح قرأت نہیں کرتے تو مقتدیوں کو چاہیئے کہ کسی اور کو امام مقرر کرلیں جو قرآن مجید صاف اور صحیح پڑھتا ہو۔

س:۔ کیا تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیئے یا نہیں؟

ج:۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیئے، تیسری اور چوتھی رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ سمّی سرا فی اول کل رکعة (درمختار مع النسائی ص ۴۵۰)

س:۔ کیا مقتدی کا دخول نماز کے بعد امام سے پہلے نماز کے کسی فعل کا کرنا درست ہے؟

ج:۔ مقتدی کا امام سے پہلے کسی فعل کا کرنا درست نہیں ہے۔

س:۔ اگر کوئی شخص تنہا فرض نماز پڑھ رہا ہو تو قرأت جہراً کرے یا سراً؟

ج:۔ اگر سری نماز ہے تو لازماً سری قرأت کرے، اور اگر جہری نماز ہے تو اسے اختیار ہے چاہے قرأت جہراً کرے یا سراً۔ مگر قرأت بالجہر افضل ہے "وان کان منفرداً وکانت الصلاة تخافت فیها یخافت حتماً هو الصحیح وان کانت الصلاة یجهر فیها هو بالخیار والجهر افضل ولکن لا یبالغ مثل الامام کانه لا یسمع غیره کذا فی التبیین (فتاویٰ عالمگیریہ جلد اول ص ۹۸)

س:۔ کسی مسجد میں نماز باجماعت ہو رہی ہے جس میں مقتدی عموماً دو صفوں میں ہوتے ہیں پہلی صف بھرنے کے بعد دوسری صف خالی رہتی ہے کہ تیسری صف میں بچے آکر کھڑے ہو جاتے ہیں، بعد میں آنے والے نمازیوں کو دوسری صف تک پہنچنے میں بچوں کے سامنے سے گذرنا پڑتا ہے اس صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں بچوں کے سامنے سے گذرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آگے سے گذر کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے۔

س:۔ نوٹ یا پوسٹ کارڈ (تصویر والے) جیب میں رکھ کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

ج:۔ تصویر والے نوٹ یا پوسٹ کارڈ وغیرہ کو جیب میں ضرورتاً رکھ کر نماز پڑھنے سے کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔

عیسائیوں کے تسلط کے باوجود گھانا میں اسلام کی مقبولیت بڑھ رہی ہے

تحریر: عبدالسلام حمزہ ——— ترجمہ: سید مسعود حسن حسنی

گھانا میں عیسائی مذہب کے ماننے والے بڑی اکثریت میں آباد ہیں۔ اور ملک کے تمام سرکاری اداروں پر عیسائیوں ہی کا قبضہ ہے، وہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور تعلیم میں پیچھے رہنے کی وجہ سے اعلیٰ عہدوں تک نہیں پہونچ پاتے، تعلیم میں پیچھے رہنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے انگریزی تعلیم گاہوں سے اپنے بچوں کو عیسائی ہوجانے کے خوف سے دور رکھا ہے کیوں کہ تمام انگریزی تعلیم گاہیں دراصل کلیسائی ادارے ہیں چنانچہ والدین نے اپنے بچوں کو اپنے معاشرہ اور عقیدہ سے کٹ جانے اور اپنے دین سے دور ہوکر کافر ہوجانے کے مقابلہ میں علوم عصریہ سے ناواقف رہنے کو ترجیح دی، لیکن حکومتی اداروں اور تعلیمی میدان میں مسلمانوں کے کم ہونے اور ثقافتی لحاظ سے کمزور ہونے کی وجہ سے مسلمان غیر منظم ہیں اور ان کی کوئی قیادت نہیں اور نہ وہاں کی زندگی پر کوئی مؤثر رول ہے، اور نہ ہی ان کے پاس اسلام کی اشاعت کے وسائل ہیں کہ وہ اسلام کو پیش کرسکیں۔ اور اسلام پر ہونے والے حملوں کا مقابلہ کرسکیں مگر اس کے باوجود نہ ہی اسلام کمزور ہورہا ہے، اور نہ ہی اس کی قوت فوت ہورہی ہے۔ بلکہ اللہ کے فضل وکرم سے روز بروز اس کی قوت اور ترقی میں اضافہ ہورہا ہے، اور اس کا دائرہ وسیع ہورہا ہے،

افریقہ میں مسلمان بچوں کو نصرانی بنانے کی تحریک ایک ایسا معاملہ ہے جو عالم اسلام سے پوشیدہ نہیں ہے اور جو کچھ ہورہا ہے اسلامی ممالک اس سے واقف ہیں، جبکہ جرائد اور مجلات اور اسلامی اخبارات ان حقائق کو اپنے روزناموں ہفتہ واری رسالوں اور ماہناموں میں ظاہر کرنے میں کسی بھی قسم کی فروگذاشت نہیں کررہے ہیں لیکن گھانا اور تمام دنیا میں نصرانیت اپنی ساری پلاننگ اور انتھک کوشش اور بھرپور وسائل کے باوجود دعوت اسلامی کا (جو کہ وسائل کے اعتبار سے مچھر کے پر کی حیثیت رکھتی ہے) مقابلہ نہیں کرپارہی ہے، یہ عجیب بات ہے اور مسیحیت کی تبلیغ کرنے والے اہل فکر وعمل کو متحیر کئے ہوئے ہے، اسلامی داعی کے پاس اسباب کی کمی ہے، گھانا میں داعی کی حیثیت (یہ داعی چاہے خود گھانا سے متعلق ہو یا بیرونی ممالک سے اس کا تعلق ہو) اس فوجی کی طرح ہے جس کو کسی معرکہ میں بھیجا گیا ہو۔ اور اس کے پاس دشمن کے مقابلہ کے لئے دشمن کے مثل جنگی سازوسامان نہ ہو۔

اخبارات، ریڈیو اسٹیشن، ٹیلی ویژن کسی بھی چیز کو جو اسلام کے حق میں ہو نشر نہیں کرتے، اخبارات، ریڈیو اسٹیشن اور ٹیلی ویژن اسلام کے بارے میں کسی خبر کے نشر کرنے سے پہلے اس کے بارے میں پورا اطمینان کرلیتے ہیں کہ وہ ان کے مقاصد کو نقصان تو نہیں پہنچا رہی ہے اس لئے کہ ان کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کا کوئی عمل یا کردار چاہے وہ معاشرہ میں ہو یا اس کا ذکر وسائل ابلاغ کے ذریعہ ہو وہ لوگوں کے دلوں کو متأثر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے انھوں نے صحافتی وسائل میں مسلمانوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔

ادھر کچھ عرصہ سے حکومت نے جمعہ کے دن رات میں ۱۵ منٹ مسلمانوں کے لئے خاص کردیئے ہیں جس میں وہ (العقیدہ) کے عنوان کے تحت اپنے مذہب کے بارے میں کچھ نشر کرسکتے ہیں صرف اسی ایک پروگرام میں مسلمان واعظ کو اپنے عقیدہ کے پھیلانے اور لوگوں کے لئے اسلام سے ناواقف مسائل کے پھیلانے کا موقع ملتا ہے۔

ایک عیسائی سے ملاقات کے دوران ہم دونوں میں اسلام کے متعلق گفتگو شروع ہوئی تو اس نے اپنی گفتگو کے ضمن میں مذکور (العقیدہ) پروگرام کا ذکر کیا۔ اس نے مجھ سے کہا ٹیلی ویژن کی اسکرین پر (العقیدہ) کے پروگرام کے ظاہر ہونے سے پہلے میں اسلام کو منظم احکام وقواعد کا نظام نہیں سمجھتا تھا۔ اور اس نے یہ بھی کہا کہ میں ہر ہفتہ اس پروگرام کو پابندی سے دیکھتا ہوں۔ اور یہ میرا پسندیدہ پروگرام ہے۔

عیسائیوں نے اس پروگرام کو بند کروانے اور ٹیلی ویژن کے اسکرین سے دور کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر ان چند مسلمانوں نے جو ریڈیو اور ٹی وی پر کام کرتے ہیں۔ ان کی اس کوشش

کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔

عیسائیوں کی اسلام سے دلچسپی میں اضافہ

جیساکہ ہم نے ذکر کیا کہ عیسائیوں کے پاس بہت زیادہ ذرائع ہیں جو مسلمانوں کے پاس نہیں ہیں ان سب چیزوں کے باوجود مسلمان واعظ جب وعظ کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو ایک بڑی تعداد اس کے وعظ سے متأثر ہو کر اسلام قبول کر لیتی ہے، کوئی بھی دن ایسا نہیں گزرتا جو اسلام کے لئے مددگار نہ ہو پھر عجیب وغریب بات یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے والوں کا بڑا طبقہ تعلیم یافتہ اور مثقف لوگوں سے تعلق رکھتا ہے (آپ اسلام قبول کرنے والوں کو تعلیم یافتہ اور مثقف پائیں گے) جو کبھی عیسائی تھے اور کلیسا میں کسی اہم منصب سے متعلق تھے۔ یہ تمام لوگ دین اسلام قبول کرنے کے بعد خود وعظ وارشاد کا فریضہ انجام دینے لگتے ہیں اور اپنے مسیحی بھائیوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور ان کے سامنے ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جن سے ان کے عقیدہ کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے اور ان کی کتابوں میں جو کمیاں اور خامیاں ہیں ان کو ان کے سامنے بڑے واضح انداز میں بیان کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر "موسیٰ کو جو بیلی" ہیں یہ وہ شخص ہیں جنھوں نے چالیس سال سے زائد عرصہ دین اسلام میں گزارا ہے، اور ان کی ساری عمر اسلام کی دعوت پھیلانے میں گزری ہے، وہ یونیورسٹی کی مسجد کے سامنے کھڑے ہو کر وعظ کہتے ہیں اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں، اس کے نتیجہ میں عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان کی اس مقبولیت اور تاثیر کی وجہ سے اس مسجد کو جو تیس ۳۰ سال قبل تعمیر ہوئی تھی منہدم کیا گیا "ابراہیم آیستی" کا انتقال ہو چکا ہے۔ انھوں نے جب اسلام کی دعوت کا عمل شروع کیا تو ان کے خاندان نے ان کا بائیکاٹ کر دیا۔ لیکن خاندان کے بائیکاٹ سے وہ متأثر نہیں ہوئے۔ بلکہ اس سے ان کے ایمان ویقین میں اضافہ ہی ہوا۔ انھوں نے بہت سے شاگرد پیدا کئے جنھوں نے ان کی اقتداء کی اور ان کی دعوت سے متأثر ہوئے۔ اور ان کے بعد ان کے شاگردوں نے دعوت اسلامی کے جھنڈے کو تھام لیا۔

مسلمانوں کو نصرانی بنانے کی کوشش میں نصرانیت کا نیا اسلوب

جیسا کہ میں نے ان بعض اشخاص کا جنھوں نے عیسائیت سے اسلام قبول کر لیا تھا ذکر کیا اور ساتھ ساتھ ان کے اس عمل کا بھی ذکر کیا جو وہ برابر اسلام کی دعوت کے سلسلہ میں کرتے رہتے ہیں اور اس کا بھی ذکر کیا کہ انجیل کی بعض جگہوں میں جو کمیاں اور خامیاں ہیں وہ اپنے بھائیوں کے سامنے ان کمیوں اور خامیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

وعظ کے اس اسلوب نے تبشیری حملوں کو کمزور کر دیا۔ اور اس اسلوب سے مبشرین نے یہ سمجھ لیا کہ نصرانیت کی دعوت کے لئے اب ان کے پاس کوئی گنجائش نہیں ہے، تو انھوں نے خود اس اسلوب کو اپنانے کی کوشش شروع کر دی۔ جس کو مسلمانوں نے اپنا رکھا ہے، چنانچہ انھوں نے ایک جمعیت کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام (اسلام سے مرتد ہونے والوں کی تنظیم رکھا) انھوں نے دعویٰ کیا کہ جو لوگ اسلام لائے وہ اسلام سے متنفر ہو کر پھر عیسائی ہو گئے۔

انھوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ قرآن میں انھوں نے ایک ایسی آیت پائی جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمان راہِ راست پر نہیں آ سکتے ہیں یہاں تک کہ سیدھے راستہ پر آ جائیں۔ اور سیدھے راستہ کی دلیل وہ (اهدنا الصراط المستقيم) سے دیتے پھر وہ اس کی تاویل کرتے کہ مسلمان کو سیدھے راستہ کی طرف آنے کی ضرورت ہے اور سیدھے راستہ کی تعبیر میں حضرت مسیحؑ کے طریقہ کی اتباع کرنا بتاتے ہیں انھوں نے بہت سی کتابیں اور لٹریچر "ایک مسیحی" کے نام سے شائع کیا جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اشانتی کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔

نصرانی تحریک کے مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں مسلمانوں کا موقف

اس تحریک سے مسلمان داعی گھبرائے نہیں بلکہ انھوں نے اس کا قوت کے ساتھ مقابلہ کیا ان کے دعویٰ کا پول کھولا، ان داعیوں میں سے بعض نے انگریزی زبان میں بعض رسائل لکھے، اور بعض کے عربی اور مقامی زبانوں میں ترجمے ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ مگر یہ رسالے بہت ہی محدود تعداد میں چھپ سکے، میں نے ان بعض بھائیوں سے جو اس تحریک کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ملاقات کی اور ان کے ساتھ ایک جلسہ منعقد کیا پھر میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے تئیں اتحاد قائم کریں۔ ان کا مقصد ایک ہو۔ ایک جمعیت کے تحت کام ہو اور جمعیت کے کچھ اھداف اور منظم قانون و قواعد ہوں، وہ اس اجتماع سے بہت خوش ہوئے۔ اور جو میں نے نصیحت کی تھی اس پر عمل کرنے کا انھوں نے وعدہ کیا۔

(بشکریہ عالم الاسلامی)

عالم اسلام

ہر سال بیس ہزار امریکی اسلام قبول کرتے ہیں

محمد شفیق ندوی

ایک امریکی تازہ رپورٹ کے مطابق امریکہ کے اندر حالیہ برسوں میں مسلمانوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ وہاں اب مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۹۰ لاکھ تک پہنچ گئی ہے اور مساجد کی تعداد میں گذشتہ چھ سالوں کے مقابلے ۲۵ فیصد اضافہ ہوا ہے اب مسجدوں کی تعداد تقریباً ۱۲۰۹ ہو گئی ہے۔ دوسری طرف ہر سال بیس ہزار امریکی اسلام قبول کر رہے ہیں۔ رپورٹ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ امریکہ میں بہت تیزی کے ساتھ اسلام پھیل رہا ہے ہر سال انیس ہزار (۱۹۷۰۰) سات سو امریکی اسلام قبول کرتے ہیں ان میں سے چودہ (۱۴) ہزار کا تعلق سیاہ فام لوگوں سے ہوتا ہے۔

رپورٹ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ ہر ہفتہ چار سو گیارہ ہزار امریکن مسلمان جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں جس میں مردوں کا تناسب ۸۰ فیصد ہے رپورٹ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ امریکن مسلمانوں کی تہائی آبادی کا تعلق جنوب ایشیا سے ہے، اور تیس فیصد افریقی ہیں اور پچیس (۲۵) فیصد عرب اور انگریزی زبان کو خطبۂ جمعہ کے لئے بنیادی زبانوں کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

رپورٹ ہی میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ غالباً تمام مسجدیں ہفتہ واری دینی درسوں اور حلقوں کا انتظام کرتی ہیں جبکہ اکیس (۲۱) فیصد مسجدوں میں مستقل طور پر قرآن کریم اور فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے، رپورٹ میں اس کی بھی وضاحت ہے کہ ان درسوں اور حلقوں میں اکیس ہزار سات (۲۱۷۰۰) سو مسلم شریک ہوتے ہیں

انگولا میں اسلام کی پیش رفت

انگولا جنوبی افریقہ کا ایک ملک ہے، الحمد للہ! یہاں عرب تاجروں اور اس ملک کی سیر و سیاحت کرنے والے مسلمانوں کی کوششوں کے نتیجہ میں انگولا کے مسلمانوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے،

افریقی نیوز ایجنسی کے مطابق انگولا کی مجموعی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب ۲۵ فیصد ہے انگولا کی مجموعی آبادی ۱۱ ملین ہے جس میں مسلم آبادی اس وقت ۲.۷۵ ملین ہے جبکہ ۱۹۸۹ء میں مسلمانوں کی آبادی صرف دو لاکھ تھی۔

بعض تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ انگولا میں اسلام قبول کرنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کا سبب عرب تاجرین کی بڑھتی ہوئی وہ تعداد ہے جو حالیہ چند برسوں میں افریقہ کے مغربی ممالک سے رہائش کی غرض سے انگولا ہجرت کر آئی ہے۔

دوسری طرف انگولا کے متعدد شہروں میں زبردست اسلامی سرگرمیاں جاری ہیں مثلاً کہیں اسلامی تنظیمیں اور انجمنیں تشکیل دی جا رہی ہیں تو کہیں اسلامی مدارس برائے تحفیظ قرآن کریم و مساجد قائم کی جا رہی ہیں۔

انگولا کے مسلمانوں میں بنیادی اور دینی اعتبار سے سب سے زیادہ اثر و رسوخ مجلس اعلیٰ برائے اسلامی امور کو حاصل ہے اس کے ماتحت اور زیر انتظام متعدد و مختلف اسلامی امور انجام پا رہے ہیں۔

کویت میں ہر ماہ ۱۲۰ افراد اسلام قبول کرتے ہیں

کویت کی "النجاۃ" ویلفیئر سوسائٹی کی ذیلی تنظیم برائے تعارف اسلام کے سروے کے مطابق کویت میں روزانہ چار افراد اسلام قبول کرتے ہیں یعنی ہر ماہ ایک سو بیس (۱۲۰) افراد حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں بالفاظ دیگر ہر تین مہینے میں ۳۶۰ لوگ اسلام قبول کرتے ہیں۔ یہ نو مسلم ملک کے مختلف علاقوں اور جنسوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ سروے میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ اسلام لانے والوں کی اکثریت کا تعلق ہندوستان، سری لنکا، چین، فلپائن اور یورپی ممالک سے ہے۔

"لندن میں برطانوی ولی عہد کے ہاتھوں ایک اسلامی ادارہ کا افتتاح"

● برطانیہ کے ولی عہد تشارلز نے ابھی حال ہی میں لندن میں قائم "مرکز المنار للتراث الثقافی الاسلامی" ادارہ کا افتتاح کیا ہے، اس موقع پر اندرون ملک اور بیرون ملک کی اہم مسلم اور غیر مسلم شخصیات موجود تھیں، اس اسلامی ثقافتی ادارہ کا مقصد عوام الناس میں اسلام کا تعارف کرانا ... برطانیہ کی مسلم آبادی میں اپنے اسلامی تشخص اور تہذیبی و ثقافتی ورثہ کی حفاظت کا شعور بیدار کرنا۔ اور مسلم آبادی اور وہاں کی مرکزی و مقامی انگریزی اتھارٹیز اور افسران کے درمیان تعاون و یکجہتی کی فضا ہموار کرنا وغیرہ ہے۔

● سویڈن میں مسلمانوں نے ایک رجسٹرڈ زکوٰۃ کا فنڈ قائم کیا ہے جس کا مقصد مسلمانوں سے زکوٰۃ کی رقم لے کر جمع کرنا اور اسے اس کے جائز شرعی مصارف میں صرف کرنا ہے۔

(العالم الاسلامی مکۃ المکرمۃ)

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

(نویں و آخری قسط)

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

نذر الحفیظ ندوی

مغربی جرمنی کی نو مسلمہ خاتون رابعہ کہتی ہیں کہ مغربی سوسائٹی میں جو آزادی دی گئی ہے وہ سب جھوٹ اور فراڈ ہے، مغربی آزادی کا مفہوم صرف یہ ہے کہ ہر شخص من مانی زندگی گزارے لیکن حقیقی آزادی اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ملتی ہے(۱)

برطانیہ کے مشہور مغنی نے اسلام قبول کرکے اپنا نام یوسف اسلام رکھا ہے اب وہ اپنی ساری صلاحیتیں نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت پر صرف کررہے ہیں۔ اس کے ساتھ اسلامی تاریخ، سیرت نبوی سے متعلق واقعات کو ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ پیش کررہے ہیں تاکہ اسلامی تاریخ سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ہوسکے۔

امریکی کلیسا کی مرکزی تنظیم نے چھ ہزار چار سو تربیت یافتہ مسیحی مبلغوں کو اسلامی اور افریقی ملکوں میں بھیجا تاکہ وہ مسیحیت کی تبلیغ کرسکیں۔ ان کی تیاری پر دس سال کے عرصہ میں ایک کروڑ ڈالر صرف ہوئے، لیکن دو سال بعد یہ رپورٹ ملی کہ آدھے سے زیادہ کلیسائی مبلغین کعبہ کے پاسبان بن گئے اور اب وہ افریقی اور مغربی ملکوں میں اسلام کے داعی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں۔ قبول اسلام کے یہ واقعات زیادہ تر افریقی ملکوں میں پیش آئے۔

سنہ ۱۹۹۶ء میں جو رپورٹ امریکی مسلمانوں سے متعلق شائع ہوئی تھی اس میں بتایا گیا تھا کہ امریکی افواج میں مسلمان فوجیوں کی تعداد دس ہزار ہوگئی ہے۔ ان امریکی فوجیوں میں خاصی تعداد ان لوگوں کی ہے جنھوں نے سعودی عرب میں قیام کے دوران اسلام قبول کیا تھا، ان فوجیوں کی دینی رہنمائی، اخلاقی تربیت اور نمازوں کی امامت کے لئے عبدالرشید امریکی فوجی کو بطور امام و دینی مرشد کے متعین کیا گیا ان کو جو فوجی نشان دیا گیا ہے اس میں ہلال اور ستارہ بھی ہے۔ عیدین کی نماز اور خطبے پہلی بار جب سرکاری طور پر ٹی وی اور ریڈیو پر براہ راست نشر کئے گئے تو چھ ماہ کے اندر پندرہ سو فوجیوں نے عبدالرشید کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ عبدالرشید کے بقول عید کی نماز کے بعد امریکی فوجی مراکز سے ٹیلیفون کئی ہفتے تک آتے رہے جس میں وہ اسلام سے متعلق معلومات حاصل کرتے تھے۔

امریکی فوجیوں کی قابل لحاظ تعداد اور خود امریکہ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور ان کی تعمیری سرگرمیوں کا اثر تھا کہ امریکہ کی تاریخ میں پہلی بار امریکی کانگریس کی عمارت میں افطار پارٹی اور وہائٹ ہاؤس میں عید ملن تقریب منعقد کی گئی۔ اس میں ڈیڑھ سو مسلمانوں کو مدعو کیا گیا امریکی نائب صدر الگور واشنگٹن کے اسلامی مرکز گئے اور اسلام کے بارے میں اچھے اور مثبت خیالات کا اظہار کیا۔

برطانیہ جیسے اسلام دشمن اور مسلم کش ملک میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسلامی سینٹر قائم ہوا برطانی شہزادہ چارلس نے عالمی تہذیب پر اسلام کے اثرات اور انسانی سوسائٹی پر اس کے احسانات کا اعتراف کیا، برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر نے کہا کہ وہ ان دنوں قرآن مجید کا مطالعہ کررہے ہیں تاکہ برطانیہ میں آباد مسلمانوں کے عقائد اور ان کے طرز فکر اور تہذیب سے واقف ہوسکوں۔

یہ صرف مغربی ممالک سے متعلق ہزاروں واقعات میں سے چند کا اجمالی ذکر تھا۔ ورنہ افریقی اور ایشیائی ملکوں میں قبول اسلام کے واقعات بکثرت پیش آرہے ہیں۔ ان ملکوں میں تو پوری پوری بستی اور پورے قبیلہ کا قبیلہ اسلام کے دائرے میں داخل ہوجاتا ہے، افریقی ملکوں میں سب سے زیادہ مساوات کا اثر پڑتا ہے۔ ہندوستان میں طبقاتی اونچ نیچ اور دلتوں پر برہمنوں کے مظالم نے بھی اسلام قبول کرنے پر لوگوں کو آمادہ کیا، اس کے علاوہ خود ہندوؤں کے مذہبی عقائد اور رسوم نے بھی ہندومت کے خلاف ان کے ماننے والوں میں نفرت پیدا کی، متعدد واقعات ایسے بھی پیش آئے کہ بعض ہندو نوجوانوں نے اپنی ماں کی موت پر اس کو جلتے دیکھ کر اور مردہ کی بے حرمتی کی تاب نہ لاکر اسلام قبول کرلیا کہ اس مذہب میں مرنے کے بعد بھی عزت کا معاملہ کیا جاتا ہے۔

پوری دنیا میں اسلامی بیداری کی لہر کا دوسرا پہلو خود مسلمانوں سے متعلق ہے، یہ بیداری بعض مسلمان ملکوں اور دینی دعوتی جماعتوں اور بعض

---

(۱) مغربی جرمنی میں آٹھ سال کے اندر بارہ ہزار خواتین نے اسلام قبول کیا ہے۔ سابق جرمن سفیر متعین ترکی نے اسلام قبول کرکے اپنا نام مراد ہوفمین رکھا ہے اور اسلام کے دفاع اور اس کے مؤثر تعارف میں کئی کتابیں لکھیں جو بڑی دلچسپی سے پڑھی جارہی ہیں۔ سرکاری حلقوں نے اب مسلمانوں کو اس کی اجازت دے دی ہے کہ تعلیمی اداروں میں دینیات کا نصاب پڑھایا جائے۔

ممتاز داعیوں اور اہل قلم کی سرگرم جدوجہد کے نتیجہ میں پیدا ہو رہی ہے۔ مسلم ممالک میں سرفہرست مملکت سعودی عرب ہے جس نے بلاشبہ خلافت کے الغا کے بعد اسلامی دنیا کی پاسبانی کا فریضہ بڑی حد تک انجام دیا ہے اور اس خلا کو پُر کرنے کی کوشش کی جو خلافت کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں کے اندر پایا جا رہا تھا۔ دوسرے بیشتر رفاہی ادارے ہیں جن کو مخیر امراء کی سرپرستی حاصل ہے۔

۱۹۲۴ء میں مصطفی کمال نے خلافت عثمانیہ کے الغا کا جب اعلان کیا تو پورے عالم اسلام میں زبردست ردِعمل ہوا۔ اور عام طور سے مایوسی اور شکست خوردگی کا احساس مسلمانوں کو ہوا۔ اس نازک صورتحال سے نپٹنے کے لئے مسلمانوں نے انفرادی اور اجتماعی سطح پر جدوجہد کا آغاز کیا۔ ہندوستان میں تحریک خلافت نے دینی و سیاسی شعور بیدار کرنے میں بنیادی رول ادا کیا۔ دینی تعلیم کا دائرہ بھی پھیلنے لگا۔ دینی جماعتوں نے برصغیر کے مسلم نوجوانوں کے ذہنوں میں اسلام کے بارے میں پیدا ہونے والے شکوک اور ملحدانہ خیالات کو دور کر کے از سرِ نو اسلام پر اعتماد بحال کرنے کا کام کیا۔ عوام کے اندر بھی بڑے پیمانہ پر دین کی بنیادی تعلیمات کو عام کرنے کی جدوجہد کی گئی۔ برصغیر سے نکل کر یہ کام دنیا کے تمام ملکوں میں پھیل رہا ہے۔ مصر میں امام حسن البنّا اور ان کی تحریک اخوان المسلمین کے ذریعہ پورے عالم عربی میں دینی بیداری کی عام لہر پیدا ہوئی۔ فرماں روائے سعودی عرب ملک عبدالعزیز نے پہلے مرحلے میں حجاز میں امن و امان قائم کیا، پھر عوام میں پھیلے شرک و بدعات کی طرف توجہ دی، جب اللہ تعالیٰ نے سیال سونے کی دولت سے مالامال کیا تو مملکت کے تمام فرمانرواؤں نے پوری دنیا کے مسلمانوں میں دینی بیداری میں آگے بڑھ کر حصہ لیا۔ اور دنیا کے تمام خطوں میں بسنے والے مسلمانوں کی (اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں) مادی اور اخلاقی سرپرستی اور اسلامی دعوت کو عام کرنے کی طرف توجہ کی، جن ملکوں میں پہلے سے دعوتِ دین اور دینی تعلیم کا کام ہو رہا تھا۔ ان کے تعمیری اور تعلیمی منصوبوں کی تکمیل میں بے دریغ مدد دی، افریقہ، ایشیا، امریکہ، یورپ، آسٹریلیا میں اپنے نمائندوں کو بھیج کر اسلام اور مسلمانوں کے حالات کا سروے کرایا، اپنے خرچ پر مساجد مدارس تعمیر کرائے، شفاخانے اور ریڈیو اسٹیشن قائم کئے کنویں کھدوائے یتیم خانے بنوائے، کویت کے رفاہی اداروں، الہیئۃ الخیریہ، سعودی عرب کے رابطہ عالم اسلامی، جامعہ اسلامیہ، وزارت اوقاف، دارالافتاء، ندوۃ الشباب الاسلامی مؤسسۃ الحرمین، مؤسسۃ اقرا الخیریہ، مؤسسۃ الملک فیصل الخیریہ جیسے رفاہی اداروں نے پوری دنیا کے مسلمانوں کی بھی مختلف طریقوں سے مدد کی، حرمین شریفین کی تعمیر کے بعد دوسرا بڑا کارنامہ سعودی عرب کا یہ ہے کہ اس نے قرآن مجید کی طباعت اور اس کی مفت تقسیم کا مبارک کام اپنے ذمہ لیا۔ دوسری طرف تمام براعظم کے مسلمان نوجوانوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے اپنی تعلیم گاہوں کے دروازے کھول دیئے، رابطہ عالم اسلامی کے ذریعہ ساٹھ ہزار سے زائد مساجد تعمیر کرائیں، چھبیس ہزار مدارس کی تعمیر و توسیع کے لئے مدد دی، مؤسسۃ الملک فیصل الخیریہ نے دینی، دعوتی، ادبی اور علمی میدانوں میں کام کرنے والے داعیوں، مربیوں اور علماء و محققین کی حوصلہ افزائی کے لئے گراں قدر انعامات دیئے (۱) سعودی عرب کویت، قطر، عرب امارات اور لیبیا نے ملکی ترقی کے لئے مسلمان ماہرین سے مدد لی، اس سے ایک طرف مسلمانوں میں اقتصادی خوشحالی آئی دوسری طرف خود ان کے عقائد و اعمال میں بنیادی تبدیلیاں آئیں۔ تیسری طرف غیر مسلم کارکنوں اور فنی ماہرین نے عربوں کے درمیان رہ کر بغیر کسی تحفظ کے مسلمانوں کو قریب سے دیکھا، ان کے عقائد اور تہذیب کا مطالعہ و مشاہدہ کیا۔ وہاں کے امن و امان اور مساوات کی اسلامی فضا دیکھ کر تاثر قبول کیا۔ ایک تعداد نے وسیع تر اسلامی برادری سے اپنا رشتہ جوڑ لیا۔ اور ایک تعداد کے اندر اسلام کے تئیں ہمدردی کے جذبات پیدا ہوئے اور ان کے ذہنوں کی سلوٹیں دور ہوئیں۔ عرب ممالک میں سالانہ تین ہزار سے زائد اسلام قبول کرنے کا اوسط ہے اس میں خواتین کا تناسب ۲۰ فیصدی ہے (۲)

جدید ترین ذرائع ابلاغ سے بھی سعودی عرب کویت، قطر اور ترکی نے فائدہ اٹھایا ہے جس کے بڑے اور دور رس اثرات مرتب ہو رہے ہیں ۱۹۹۹ء میں حج کے شعائر کو سعودی عرب نے C.N.N اور B.B.C STAR کے ذریعہ ایک سو بیس (۱۲۰) ملکوں تک نشر کرنے کا معاہدہ کیا اس کے ساتھ اس کا بھی اہتمام کیا کہ آن ایر پروگرام میں فون کے ذریعہ اسلام کے متعلق دنیا بھر سے سوالات کئے گئے، جن کے جوابات اسی وقت

---

(۱) تین سال سے دبئی کی حکومت نے بھی سالانہ اسلامی شخصیت ایوارڈ دینے کا مبارک سلسلہ شروع کیا ہے۔

(۲) یہ خواتین عام طور سے گھریلو خادمائیں ہوتی ہیں، جو سری لنکا، فلپائن اور جنوبی ہند سے تعلق رکھتی ہیں۔

ریاض اور جدہ کے اسٹوڈیو سے ممتاز عالموں اور داعیوں نے انگریزی اور فرنچ میں دیئے، حج کے بعد کی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس عالمی پروگرام کو دیکھ کر ٹی وی مشاہدین نے یورپ وامریکہ کے اسلامی مراکز سے جو رابطہ فون کے ذریعہ قائم کیا اس کی تعداد آٹھ لاکھ سے زائد تھی، ان مشاہدین کی نصف تعداد ایسی تھی جس نے اعتراف کیا کہ اسلام کے بارے میں ان کے ذہنوں میں بڑے شکوک وشبہات تھے اور مسلمانوں کے متعلق بدگمانیاں بڑھ گئی تھیں۔ سعودی عرب، کویت، قطر، اور ترکی میں انٹرنٹ اور ٹی وی کے ذریعہ پوری دنیا میں اسلامی دعوت کو پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے، ترکی میں تین ٹیلیویژن کمپنیاں اسلامی اصول وضوابط کے مطابق اعلیٰ معیار کے ساتھ اپنا پروگرام پیش کر رہی ہیں۔ ان کا دائرہ مشرقی یورپ اور مغربی جرمن تک پھیلا ہوا ہے۔ اقتصادی اعتبار سے بھی ان کمپنیوں کو فائدہ ہو رہا ہے۔ دوسری طرف اسلامی اصولوں کے مطابق اقتصادی بنک اور تجارتی کمپنیاں اور کارخانے قائم ہو رہے ہیں۔ جنھوں نے ملک کو خودکفیل بنانے میں زبردست پیش قدمی کی ہے۔ ترکی میں تیار کئے گئے ٹی وی پروگرام کی مانگ دوسرے عرب ملکوں میں بھی ہو رہی ہے قطر کی حکومت نے ایک فضائی چینل قائم کرکے اسلامی دعوت کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اس چینل کو ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی رہنمائی اور سرپرستی حاصل ہے۔ اگرچہ اسلامی بینک اسلامی ملکوں میں زیادہ کامیاب نہ ہو سکے۔ لیکن مغربی ملکوں میں اسلامی بینکوں کا بڑا استقبال کیا جا رہا ہے۔ غیر مسلم تاجروں اور سرمایہ داروں نے ایسے بینکوں میں سرمایہ لگانے میں دلچسپی ظاہر کی ہے، مغربی ملکوں میں روز بروز ان بینکوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، بالفاظ دیگر اقتصادی میدانوں میں بھی مسلمان مغربی ملکوں میں آگے بڑھ رہے ہیں، کمپیوٹر سافٹ ویر کے دوسرے بڑے صنعت کار کیلیفورنیا میں ایک مسلمان ہیں جو بل گٹس کمپنی کے سب سے بڑے سپلائر ہیں۔

یورپ وافریقہ کے علاوہ اسلام نے جہاں اپنا راستہ بنایا اور دبے کچلے مسلمانوں میں اسلامی بیداری کی لہریں پیدا ہوئیں وہ روس ہے جو دنیا کی دوسری بڑی طاقت تھی اور اپنی آہنی دیواروں کی بدولت ستر سال تک ناقابلِ شکست سمجھی جاتی تھی، اس کی مضبوط فولادی دیواروں کو اسلام کی شعاعوں نے پگھلا کر رکھ دیا۔ اب اس سپر پاور کو اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے پڑ رہے ہیں اور چیچنیا کے نہتے مسلمانوں سے امن کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو رہا ہے۔ اس عظیم طاقت کے شیرازہ بکھرنے کی ابتداء ۱۹۷۹ء سے ہوئی، جب روسی فوجوں نے افغانستان پر یورش کی جو روسی فوجی افغانستان میں جنگ کرنے آئے وہ یا تو افغان مجاہدین کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہونچے یا پھر اسلام کی زنجیروں میں ہمیشہ کے لئے اسیر ہو گئے۔ روس نے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے روسی مسلمان فوجیوں کو اس منصوبے کے تحت بھیجا تھا کہ یا تو یہ اپنے ہم مذہب بھائیوں کو مار کر آئیں گے۔ یا ان کی لاشیں آئیں گی ہر حال میں ہماری چاندی ہوگی۔ لیکن یہ سارے منصوبے الٹے ہو گئے۔ یہ روسی مسلمان فوجی افغانستان سے واپس آئے تو نئے جذبے کے ساتھ واپس ہوئے۔ انھوں نے اپنے اپنے علاقے میں اسلامیت کی تبلیغ شروع کر دی دوسری طرف افغانستان میں زبردست جانی اور مالی خسارے نے روس کی کمر توڑ کر رکھ دی، امریکی سی، آئی، اے نے امریکی ذمہ داروں کو رپورٹ دی کہ اگر افغانستان میں جاری جہاد کو ختم کرنے کی جلد کوشش نہیں کی گئی تو روس کا شیرازہ بکھرے گا ہی، خود یورپ امریکہ کے وسیع تر مفادات متأثر ہوں گے اس لئے کہ افغانستان کی جنگ سے پوری دُنیا کے مسلمانوں میں جہاد کی روح بیدار ہو رہی ہے خصوصًا عرب ممالک سے مجاہدین افغانستان پہنچ رہے ہیں، جس سے یہ اندیشہ قوی ہوتا جا رہا ہے کہ مسلم ممالک میں قائم آمرانہ وملحدانہ حکومتوں کا زوال ہو جائے گا۔ بالفاظ دیگر ان ممالک کے جو مفادات وابستہ ہیں ان پر کاری ضرب لگے گی بالآخر روس پر دباؤ ڈال کر امریکہ نے اس کو افغانستان سے باعزت پسپائی پر مجبور کر دیا۔ اس طرح دنیا کی دوسری بڑی طاقت روس کو شکست دینے کا منصوبہ بنانے والے مردمومن جنرل ضیاء الحق شہید، جنرل اختر عبدالرحمٰن شہید کی پیشنگوئی پوری ہو گئی کہ افغانستان کی جنگ کا خاتمہ روس کی سرزمین پر ہوگا۔ اور جب پروپیگنڈے اور فوجی آمریت کی بنیاد پر قائم اشتراکی روس کی عمارت چشم زدن میں زمیں بوس ہو گئی تو یہ خوشگوار انکشاف ہوا کہ ستر سال سے روسی مسلمان اسلام کو اپنے سینوں سے لگائے ہوئے ہیں۔ اب ان کے اندر اسلامی بیداری کی لہر پیدا ہو رہی ہے۔ اسلام کی طرف از سر نو واپس آ رہے ہیں، اور یہ خون صد ہزار انجم کا فطری نتیجہ ہے[1]

(۱) روسی جمہوریتوں کی آزادی کے بعد علاقوں کے مسلمان اپنے مدارس قائم کر رہے ہیں اور اپنے نوجوانوں کو اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے عرب ممالک بھیج رہے ہیں، لیکن بہت سی ریاستیں سیاسی آزادی کے باوجود ابھی تک روسی جال سے نہیں نکل سکیں۔ اس کے علاوہ مغربی ممالک اور اسرائیل بھی ان مسلم ریاستوں کو اقتصادی اور فنی (فوجی) امداد کے جال میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ اگر عرب ممالک اور پاکستان و ترکی

اب مسلمان اس انتظار میں ہیں کہ جس طرح امریکہ کا اخلاقی زوال ہو گیا ہے اسی طرح اس کا سیاسی شیرازہ بھی بکھر جائے اور ہم تمام مسلمان اس جنازہ کی تدفین کا تماشہ دیکھیں وماذالک علی اللہ بعزیز۔

امریکہ کے اخلاقی زوال کی طرف ہم آغاز ہی میں اشارے کر چکے ہیں اس سلسلہ میں امریکی مفکرین اور دانشوروں کی شہادتیں بھی پیش کر چکے ہیں جہاں تک اقتصادی زوال کا تعلق ہے تو اس میدان میں بھی اس کے زوال کا آغاز ہو چکا ہے امریکی اقتصادیات پر نظر رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ امریکی خلیجی ملکوں کے دفاع پر سالانہ تیس سے ساٹھ ارب ڈالر خرچ کر رہا ہے تاکہ جاپان، چین، ایران، عراق اور روس پر قابو پا سکے۔ لیکن اصل فائدہ جاپان کو ہو رہا ہے۔ جس نے برقی ساز و سامان کی مصنوعات پر قبضہ کر کے امریکہ کو عالمی مارکیٹ سے نکال باہر کیا ہے۔ دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ امریکہ اسرائیل کے وجود کی حفاظت کی خاطر اتنے اخراجات کر رہا ہے تاکہ مشرق وسطیٰ سے وابستہ امریکی مفادات کو نقصان نہ پہونچے۔ اس کی بنا پر امریکہ ہر سال دو کھرب ڈالر کا مقروض ہو جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ معاشی نمو کی شرح بالکل گھٹ گئی ہے، پال کینیڈی نے ۱۹۸۷ء میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا عنوان تھا "بڑی طاقتوں کا عروج و زوال"۔ اس میں مصنف نے پیشین گوئی کی تھی کہ اس صدی کے آخر تک امریکی صدی کا خاتمہ ہو جائے گا جس کی ابتداء دوسری عالمی جنگ عظیم سے ہوئی تھی مصنف کا کہنا ہے کہ جس سرعت سے امریکہ اپنی فوجی طاقت پر ڈالر خرچ کر رہا ہے اسی تیزی سے اس کی اقتصادی طاقت کمزور ہوتی جا رہی ہے یہی حال امریکہ سے پہلے بڑی حکومتوں کا تھا۔ اس غیر متوازن پالیسی کے نتیجہ میں سرمایہ کاری کم ہو جائے گی۔ اقتصادی نمو کی شرح میں کمی اور ٹیکسوں میں زیادتی ہو جائے گی۔ اس طرح سیاسی کشمکش میں اضافہ ہو جائے گا۔ مغربی ماہرین کے مطابق اس میں شبہ ہے کہ امریکہ اکیسویں صدی کے ساتھ صحیح معاملہ کر سکے گا۔

اقتصادی تجزیہ سے اس کی تائید ہوتی ہے، مثلاً ۱۹۹۵ء میں عالمی بازار میں امریکی تجارت کا توازن تیس فیصدی تک گھٹ کر آ گیا مقامی مارکیٹ میں بھی جاپان کی وجہ سے اس کو پسپا ہونا پڑا۔ ٹیلیفون، برقی ساز و سامان، مشینریز اور رنگین ٹی وی میں جاپان امریکی بازار پر چھا گیا۔ ان میدانوں میں دس فیصدی سے پچیس فیصدی تک اور بعض میدانوں میں نوے فیصدی تک امریکی تجارت گھٹ گئی۔

عالمی سطح پر کمپنیوں کو دیکھئے تو ۱۹۸۰ء میں امریکہ میں عالمی سطح کی کمپنیوں کی تعداد چونتیس تھی۔ تنہا جاپان میں ایسی کمپنیوں کی تعداد ۵۳ تھی۔ امریکہ کے پاس پہلے سو بینک تھے جو عالمی سطح پر کام کرتے تھے۔ یہ تعداد گھٹ کر گیارہ رہ گئی ہے۔ جبکہ جاپان کے پاس اٹھائیس عالمی بینک ہیں، تیسرے نمبر پر جرمنی ہے جس کے پاس گیارہ عالمی بینک ہیں۔

اس صورت حال کو دیکھ کر ایک گروپ کہتا ہے کہ امریکہ کو چاہئے کہ اپنے وجود کو باقی رکھنے کے لئے مزید اخراجات سے نہ ڈرے، تاکہ عالمی مارکیٹ اس کے قبضہ میں رہے، دوسرا گروپ کہتا ہے کہ امریکہ کو اپنے داخلی امور سے نمٹنا چاہئے، باہر کی طرف دیکھنا نہیں چاہئے۔ اس گروپ کا یہ بھی کہنا ہے کہ ۲۰۲۵ء تک امریکہ کے اصل باشندوں کی تعداد اقلیت میں رہ جائے گی۔ دوسرے ملکوں کے لوگ (کالے) اکثریت میں ہو جائیں گے، اس لئے باہر سے آنے والوں پر پابندی عائد کر دی جائے۔ خصوصاً عربوں اور مسلمانوں پر، جن کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور ان کی وجہ سے امریکی سرزمین پر تشدد پروان چڑھ رہا ہے، امریکہ کو چاروں طرف سے خطرہ ہے، اخراجات کے مقابلے میں نفع کم ہے، اس بات کو لے کر امریکہ میں بحث و مباحثہ ہو رہا ہے۔ یہودی گروپ کہتا ہے کہ عرب اور مسلمان امریکہ کے لئے خطرہ ہیں، آئندہ جو تصادم ہوگا وہ تہذیبوں کا ہوگا۔ اس کشمکش میں مسلمان چین کے حلیف ہوں گے تاکہ امریکہ سے نمٹ سکیں، دوسرا گروپ کہتا ہے کہ تیسری دنیا سے ہمیں کوئی مطلب نہیں ہونا چاہئے، ایسی دنیا جو وباؤں اور تشدد سے بھری ہوئی ہے، ہم اسرائیل پر بلا وجہ کیوں اربوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں۔ فوجی اور اقتصادی امداد کے علاوہ اربوں ڈالر کا عوامی چندہ بھی دیا جاتا ہے، ہم نے ایک چھوٹے سے ملک کی خاطر درجنوں ملکوں کو ناراض کر لیا ہے۔ اور ہمارے دشمنوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

(از: مغربی میڈیا اور اس کے اثرات)

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

(بقیہ حاشیہ)

منصوبہ بند طریقہ سے فنی و اقتصادی اور فوجی مدد کریں اور نوجوانوں کی دینی تعلیم و تربیت کا صحیح انتظام کریں تو روسی نجہ سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب کی ایک اہم فلاحی و دینی تنظیم الحرمین فاؤنڈیشن نے گذشتہ دنوں دنیا کے مختلف ممالک خصوصاً غیر مسلم ملکوں میں کئی ہزار مساجد اور اسلامی مراکز کی تعمیر کا منصوبہ تیار کر لیا ہے اس منصوبے کے پہلے مرحلے میں ایتھوپیا اور نائجیریا میں ۳۵۹ مساجد اور اسلامی مراکز کی تعمیر شامل ہے۔

اس منصوبے کا اعلان فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر شیخ عقیل بن عبد العزیز العقیل نے ریاض میں ایک پریس کانفرنس کے دوران کیا۔ انھوں نے بتایا کہ فاؤنڈیشن کی جانب سے فی الوقت ایتھوپیا میں ۲۵۹ اور نائجیریا میں سو مساجد اور اسلامی مراکز کی تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے جس کو آئندہ چار سال میں مکمل کیا جائے گا۔ اور اب تک ایتھوپیا میں ۲۲ مساجد کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے، انھوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فاؤنڈیشن کی جانب سے متعین مبلغین اور دعاۃ کی کوششوں سے ایتھوپیا میں نئی مساجد کے علاقے میں دو سو مختلف گھروں سے تعلق رکھنے والے تقریباً ۹۴۰ افراد نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا ہے نیز انھوں نے بتایا کہ نائجیریا جو افریقہ کے جنوب میں واقع وسیع و عریض ملک ہے اس کی آبادی ۱۲۰ ملین افراد پر مشتمل ہے جن میں ساٹھ فیصد مسلمان ہیں اس ملک میں اسلامی دعوت کے کام کی سخت ضرورت ہے کیونکہ یہاں عیسائی تنظیمیں دن بدن متحرک ہوتی جا رہی ہیں اور مسلمانوں کی اکثریت جو دین کے مبادیات سے ناواقف ہے ان سے متاثر ہوتی چلی جا رہی ہے، دیگر منصوبوں کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ عقیل نے بتایا کہ فاؤنڈیشن کی جانب سے انڈونیشیا میں یتیم مسلمان بچوں کیلئے ایک عظیم اقامتی دار العلوم کی تعمیر کا عمل جاری ہے اس کیلئے ۳۰۰۰۰ مربع میٹر زمین بھی خریدی جا چکی ہے اور انشاء اللہ اس مرکز کی تکمیل کے بعد ہزاروں مسلمان یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے قیام و طعام کا مکمل انتظام ہوگا۔

● اسرائیلی فوج کے محکمہ سراغ رسانی کے سابق سربراہ کا کہنا ہے کہ فلسطینیوں کی بڑھتی ہوئی آبادی اسرائیل کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے، یہ دیگر خطرات مثلاً فلسطینی تحریک انتفاضہ صہیونی عسکری پسپائی پر مقدم ہے اس خطرہ کی بنیاد یہ ہے کہ عرب حلقہ میں قدرتی طور پر بڑھتی ہوئی آبادی کا تناسب یہودیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے اسی صورت میں یہودی اکثریت کا زیادہ عرصہ باقی رہنا ممکن نہیں ہے اور ایک یا زیادہ سے زیادہ دو نسلوں کے دوران اسرائیل کی ایک صہیونی ریاست کی حیثیت ختم ہو جائے گی۔

● واشنگٹن ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۳۹ ر لاکھ ۵۹ ہزار ۴ سو سترہ بچوں کی ولادت ہوئی جن میں ۱۳ ر لاکھ ۸ ہزار ۵ سو ۶۰ بچوں کو بن بیاہی ماؤں نے جنم دیا۔

تجزیہ نگاروں کے خیال میں اس اضافہ کا سبب جغرافیائی تبدیلیاں اور غیر شادی شدہ جوڑوں کا بچے پیدا کرنے کا رجحان ہے، مزید یہ کہ امریکہ کے صرف ۴ ر گورنروں نے شادی کے مسئلے پر توجہ دی۔ بچوں کے رجحان کی ایک ماہر خاتون نے کہا کہ متعدد جوڑے شادی کو ملتوی کر رہے ہیں لیکن بچوں کی پیدائش جاری رکھے ہوئے ہیں، بن بیاہی ماؤں کی عمریں بیس سال یا اس کے قریب ہیں سیاہ فام امریکی خواتین میں شادی کے بغیر ماں بننے کی شرح ۶۹ فیصد ہے۔

مطالعہ کی میز

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : اللہ کے اسمائے حسنیٰ
مرتب : قاضی عبید اللہ صدیقی
صفحات : ۳۲، سائز ۱۸×۲۳/۸، قیمت دس/- روپئے
ملنے کا پتہ : مدرسۃ الفلاح ۱،۴ آزادنگر اندور۔۴۵۲۰۰۱

اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات کا تعارف کرانا کسی بے بس کی بات نہیں اور نہ ہی کسی کے پاس اتنا علم ہے کہ اس کی ذات کا تصور ابھی تعارف کراسکے۔

اللہ کے بے شمار نام ہیں جن کو وہی جانتا ہے اور اس کی صفات بے انتہا کا علم اسی کو ہے سارے جہاں کا مالک وہی ہے بلکہ وہ مالک الملک ہے، قادر مطلق ہے، رزاق ہے، وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے۔ ہر چیز اس کے قبضہ وقدرت میں ہے۔ نہ اس سے بڑا کوئی ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق آقائے نامدار تاجدار مدینہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ (جن کے ساتھ ہمیں دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے) ننانوے نام ہیں جو ان کا احاطہ کرے گا (یاد کرے گا اور پڑھتا رہے گا) وہ جنت میں داخل ہوگا۔

درحقیقت اگر اخلاص کے ساتھ اسمائے حسنیٰ کو پڑھا جائے تو انشاء اللہ تمام پریشانیوں سے نجات مل سکتی ہے، اور انسان دنیاوی اعتبار سے بے شمار برکتوں کا مستحق ہوسکتا ہے۔ اور اُخروی لحاظ سے کامیاب ہوسکتا ہے۔

پیشِ نظر کتاب "اللہ کے اسمائے حسنیٰ" جناب قاضی عبید اللہ صاحب نے مرتب کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ ناموں کی تشریح وخواص دعاؤں کی مشہور ومستند کتاب حصن حصین (مؤلفہ امام محمد بن محمد بن محمد الجزری شافعی رحمۃ اللہ علیہ) سے ماخوذ ہے جس کا ترجمہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نے کیا ہے۔ ہم یہاں پر مثال کے طور پر اَللّٰہُ۔ اَلرَّحْمٰنُ اَلرَّحِیْمُ کے خواص وفوائد پیش کررہے ہیں۔

● اللّٰہ : خدا کا نام :۔ جو شخص روزانہ ایک ہزار ۱۰۰۰ مرتبہ "یَااَللّٰہُ" پڑھے گا انشاء اللہ اس کے دل سے تمام شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے۔ اور عزم ویقین کی قوت نصیب ہوگی۔ جو لاعلاج مریض بکثرت یَااَللّٰہُ کا ورد رکھے اور اس کے بعد شفاء کی دعا مانگے اس کو شفاء کامل نصیب ہوگی۔

● اَلرَّحْمٰنُ بے حد رحم کرنے والا۔
جو شخص روزانہ ہر نماز کے بعد سو ۱۰۰ مرتبہ "یَارَحْمٰنُ" پڑھے گا اس کے دل سے انشاء اللہ ہر قسم کی سختی اور غفلت دور ہوجائے گی

● اَلرَّحِیْمُ بڑا مہربان :
جو شخص روزانہ ہر نماز کے بعد سو ۱۰۰ مرتبہ "یَارَحِیْمُ" پڑھے گا تو تمام دنیوی آفتوں سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔ اور تمام مخلوق اس پر مہربان ہوجائے گی۔

اسی طرح ننانوے ۹۹ ناموں کے خواص و فوائد کتاب میں لکھے گئے ہیں جن سے ہر شخص اپنی ضرورتوں کے مطابق استفادہ کرسکتا ہے۔

اللہ کریم کی ذات سے دعا ہے کہ اس کتاب کو قبول عام بخشے اور اس سے مسلمانوں کو فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیوی اور اُخروی اعتبار سے نجات ومغفرت کا ذریعہ بنائے۔

نام کتاب : اھدنا الصراط المستقیم
مؤلف : تاج الدین اشعر رام نگری
صفحات : ۱۹۲، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت ۶۰/- روپئے
ملنے کا پتہ :۔ مکتبہ تحفظ ملت ۱/۲ رام نگر وارانسی (یوپی)

جناب تاج الدین اشعر رام نگری معروف انشاء پرداز، صاحب قلم ادیب اور کہنہ مشق شاعر ہیں ان کی ادارت میں تیس ۳۰ سال سے ایک روزنامہ "قومی مورچہ" اخبار بنارس سے نکل رہا ہے، وہ ایک حساس اور دردمند دل رکھتے ہیں اور اپنے اخبار میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے مفید مشورے بھی دیتے ہیں اور ہر جمعہ کو "کلمۃ الیوم" کے عنوان سے خالص دینی علمی اور اصلاحی اداریہ بھی لکھتے ہیں جو بہت مقبول اور مفید ثابت ہوتے ہیں، ان میں سے ستر اداریوں کو منتخب کرکے جناب تاج الدین صاحب نے اس کتاب میں جمع کردیئے ہیں جس کا نام "اھدنا الصراط المستقیم" رکھا۔ کتاب کے اندر جگہ جگہ واقعات قصص کو بطور عبرت پیش کرکے نتائج دکھلائے گئے ہیں کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے اور نوجوانوں کے لئے ایک دینی و اصلاحی تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمۃ

کا

سنگِ بنیاد

دینی اور عصری تعلیم کے میدان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاجِ تعارف نہیں، اس نے اپنے قیام کے روزِ اول سے لیکر اب تک گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دور نظامت میں اس نے ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے کارکنان، اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہند و بیرونِ ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ اور قیام گاہوں کی تنگی کے پیش نظر معہد دارالعلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دارالعلوم ندوۃ العلماء سے دس کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ میں ایک وسیع آراضی حاصل کرکے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کر دیا گیا تھا جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ثانوی درجات کی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

لیکن طلباء کیلئے دارالاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی۔

الحمدللہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نامِ نامی اسم گرامی سے منسوب "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے مورخہ ۲۷؍جولائی ۲۰۰۰ء کو رکھا۔

معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں دس طلباء سہولت کے ساتھ قیام کر سکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی پوری عمارت میں چار سو طلباء اور چار نگراں حضرات کے لئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے، لیکن موجودہ ہوش ربا گرانی میں تعمیری کاموں بھی ہر اگلے دن میٹریل کا دام اور لیبر چارج بڑھتا جا رہا ہے اور کام بڑا ہے۔

اہل خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے ان سے امید کی جاتی ہے کہ اس دارالاقامہ کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)

نوٹ:۔ چیک یا ڈرافٹ ناظم ندوۃ العلماء کے نام بنائیں۔

NAZIM NADWATUL ULAMA

منی آرڈر اور مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضرور کریں اور ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں

ناظم
ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳
ندوہ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۷

NAZIM
NADWATULULAMA
P.B. NO. 93 - NADWA
LUCKNOW - 226007

طالب دنیا

انیس احمد الہ آبادی

کاش میں کالج میں پڑھتا مدرسہ میں آگیا — اپنے ابا جان سے میں یار دھوکہ کھاگیا
خیر جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اب کیا کروں — سوچتا ہوں رات ہو جائے یہاں سے بھاگ لوں
مدرسوں سے تو ہمیشہ مجھکو وحشت تھی مگر — ہائے میری زندگی اب لگ گئی ہے داؤں پر
دیکھتے ہو اس زمانہ کو کہ کیا رفتار ہے — کرتا پاجامہ و داڑھی رکھنا تو دشوار ہے
کوٹ اور پتلون، بو شرٹ یہ مرا ہوتا لباس — دل لگاکر خوب پڑھتا کھٹ سے ہو جاتا میں پاس
کاش کر لیتا میں بی،اے انٹر تو ہوتا کامیاب — نوکری ملتی تو رشوت بھی میں لیتا بے حساب
عیش و عشرت ناز و نعمت میں یہ کٹتی زندگی — عید اور بقرعید میں کرتا خدا کی بندگی
چند دن کی زندگی ہے زندگانی پھر کہاں — لوٹ لوں میں بھی مزے دنیائے فانی پھر کہاں
اے انیس آپ ہی بتائیں میں غلط کہتا نہیں — یعنی کالج کے مقابل مدرسہ جچتا نہیں
کوئی جاکر بات یہ سمجھادے ابا جان کو — ورنہ میں سیدھا نکل جاؤنگا انگلستان کو

طالب دین

اللہ اللہ اپنی قسمت مدرسہ میں آگیا — ایسا لگتا ہے کہ دنیا ہی میں جنت پا گیا
مدرسہ کو چھوڑ کر اب میں نہ جاؤنگا کہیں — چھوڑ کر میں اپنے گھر کو پڑھنے آیا ہوں یہیں
مدرسہ کی ایک اک شئے سے مجھے اتنا ہے پیار — یعنی بوسیدہ چٹائی پھر بھی میں دل سے نثار
سارے استاذ اور طلباء سب کے چہروں پہ ہے نور — روشنی علم پھیلے گی یہاں سے دور دور
دال روٹی میں ہے وہ نورانیت مت پوچھئے — فرش پر سونے کی حقانیت مت پوچھئے
شکر ہے اللہ کا گھر میں بہت کھانے کو تھے — مدرسہ میں دل مرا روحانیت پانے کو ہے
کتنا ہے ماحول اچھا کتنی پیاری زندگی — رات دن ذکر خدا ہے ہر نفس یاد نبی
وہ حدیثوں کی شرح، تفسیر قرآن مبیں — وہ فقہ پر بحث وہ تکرار ایمان و یقیں
درجہ حفظ و قرأت میں چہچہاتے عندلیب — بیٹھ جاتا ہوں انیس اس وقت میں ان کے قریب
مسجد و محراب و منبر، درسگاہوں کا وہ نور — وہ خشوع اور وہ خضوع، وہ حال وہ کیف و سرور
یہ وہ دولت ہے کہ جس پہ سلطنت قربان ہو — بات وہ سمجھے گا جس کے دل میں کچھ ایمان ہو
میرے اللہ میرے ابا جان کو بہتر سلسلہ — تو عطا کر، مدرسہ میں ہو گیا ہے داخلہ
علم نافع تو عطا کر مجھ کو اے میرے خدا — مجھ میں کیا طاقت ترے ہی فضل کا ہے آسرا
اپنے استاذوں کا میں کرتا رہونگا احترام — جن سے مجھ کو علم ہوگا کیا ہے جائز کیا حرام
مجھ کو تو قرآن کے پاروں کا حافظ دے بنا — اور معانی کو بھی مجھ پر کھول دے میرے خدا
یا الٰہی تو عطا کر مجھ کو تقویٰ کا لباس — اور طریقہ غیر کا آنے نہ پائے میرے پاس
علم دے اور مجھ کو توفیق عمل بھی کر عطا — یا الٰہی مانگتا ہوں تجھ سے میں تیری رضا
خوب محنت سے کروں میں علم حاصل اے خدا — رب زدنی علم دین دین محمد مصطفےٰ
سنت نبوی پہ قائم رہ کے پڑھنا چاہئے — اس طرح راہ خدا میں آگے بڑھنا چاہئے
عشق مولا کے نشے میں چور رہنا چاہئے — اور گناہوں سے ہمیشہ دور رہنا چاہئے
میں نہ ہو جاؤں کہیں شہوت کی لائن سے تباہ — اے خدا ہر دم رہے مجھ پر حفاظت کی نگاہ
میں شریعت پر عمل کرتا رہوں تا زندگی — تو مرا معبود ہے تیری کروں میں بندگی
سیم و زر لعل و گہر گر پاس آجائیں تو کیا — ساری دنیا کی حکومت بھی جو پا جائیں تو کیا
دنیا و مافیہا سے بڑھ کر یہ میرا ایمان ہے — شکر ہے تیرا کہ میرے سینہ میں قرآن ہے
بے غرض ہو کر میں تیرے دین کی خدمت کروں — جان کی بھی گر ضرورت ہو تو اپنی جان دوں

کوئی یہ بتلادے جاکر میرے ابا جان کو
میں نے سینہ سے لگا رکھا ہے اب قرآن کو

محمد نام کے چار خوش نصیب محدثین

... صدی ہجری میں مصر میں چار محدثین بہت مشہور ہوئے ... چاروں کا نام محمد تھا۔ اور چاروں علم حدیث کے جلیل القدر ... ہوئے ان میں سے ایک محمد بن نصر مروزیؒ ہیں ... محمد بن جریر طبریؒ تیسرے محمد بن المنذرؒ اور چوتھے ... بن خزیمہؒ۔ ان کا ایک عجیب واقعہ حافظ ... کیا ہے۔ یہ چاروں حضرات مشترک طور سے ... میں مشغول تھے، بسااوقات ان کا علمی ... اس قدر بڑھتا کہ فاقوں تک نوبت ... ان چاروں ایک گھر میں جمع ہوکر احادیث ... کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ بالآخر طے ... ایک صاحب طلب معاش کیلئے ... غذا کا انتظام ہو سکے قرعہ ڈالا گیا ... وزیؒ کے نام نکلا۔ انھوں نے طلب ... سے پہلے نماز پڑھی اور دعا کرنی شروع ...

... کا وقت تھا اور مصر کے حکمران احمد بن ... میں آرام کر رہے تھے ان کو سوتے ... سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ... تھے کہ: محدثین کی خبر لو ان کے پاس ...

... بیدار ہوئے تو لوگوں سے تحقیق کی کہ ... کون کون ہیں؟ لوگوں نے ان حضرت ... نے اسی وقت ان کے پاس ... بھجوائے اور جس گھر میں وہ خدمت ... تھے اسے خرید کر وہاں ایک ... سے علم حدیث کا مرکز بنا کر ... بداً دیں وقف کر دیں۔

... ۱۰۳، جلد ۱۱، سن ۲۹۴ء و ... سن ۳۲۱ھ)
بحوالہ ... ص ۱۳۲)

تعمیر حیات

نماز مومن کے لئے اس محبت کرنے والی ماں سے بھی زیادہ پناہ لینے، سر چھپانے اور آرام پانے کی جگہ اور اس کی گود سے بھی زیادہ راحت رساں اور جنت بداماں ہے جو ایک یتیم، ضعیف و عاجز، بے سہارا اور لاڈلے بچہ کے لئے ہر وقت کھلی رہتی ہے اور جب بچہ کو کسی قسم کے گزند اور نقصان کا خطرہ ہوتا ہے، کوئی اس کو چھیڑتا اور پریشان کرتا ہے یا اس کو بھوک اور پیاس ستاتی ہے یا وہ کسی چیز سے سہم جاتا ہے تو فوراً ماں سے چمٹ جاتا ہے اور اس کی گود میں بیٹھ کر سمجھ لیتا ہے کہ وہ سب سے محفوظ ہو گیا، اسی طرح نماز بھی مومن کی سب سے بڑی پناہ گاہ اور جائے قرار ہے۔ وہ یہ مضبوط رسّی ہے جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان پھیلی ہوئی ہے۔ وہ جب چاہے اس رسّی کو مضبوطی سے تھام کر اپنی حفاظت کی ضمانت حاصل کر سکتا ہے۔ یہ اس کی روح کی غذا، درد کا درماں، زخم کا مرہم، بیماری سے شفاء اور اس کا سب سے بڑا ہتھیار اور سہارا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ٥ (سورہ بقرہ-۱۵۳)

اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی خاص مسئلہ کا سامنا ہوتا تھا تو آپ نماز کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی پریشانی درپیش ہوتی تو فوراً نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(ارکان اربعہ ص ۳۶)

۱۰ر جولائی ۲۰۰۱ء　　سالانہ ۱۳۰ روپے　　فی شمارہ ۶/۵۰ روپے

جب اللہ کا خوف دل میں ہوتا ہے

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارا دین ہر طرح کامل ہو چکا ہے، اور اس کے تمام شعبوں کی تکمیل ہو چکی ہے، عقائد، عبادات، معاشرت، معاملات اور اخلاق، دین کے یہ پانچ اہم جزء ہیں، اور شریعت میں جس طرح عقائد و عبادات کی اہمیت ہے اسی طرح معاملات کی صفائی کا بھی اہتمام ہے، اور قرآن و حدیث سے اس کی بہت اہمیت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کسی نے چھ رتی مال دوسرے کا ناجائز طریقے سے لے لیا یا غصب کرلیا تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سات سو نمازیں چھین کر صاحب حق کو ادا کردیں گے، صفائی معاملات بڑی زبردست چیز ہے، چاہئے کہ ہمارے آپس کے معاملات شریعت کے مطابق ہوں، نہ ہم کسی کا حق ماریں، نہ کسی کا مال بغیر اجازت صرف کریں، اور اس کا اہتمام اسی وقت پیدا ہوگا جب کہ اللہ کا خوف دل میں ہو، اصل چیز خوف خدا ہے، جب اللہ کا خوف دل میں ہوتا ہے جب ہی معاملات کی صفائی کا بھی اہتمام ہوتا ہے، اور معاشرت و اخلاق بھی درست کرنے کی فکر ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی محبت جب دل میں آجاتی ہے تو آدمی کے لئے جان و مال سب کچھ قربان کردینا آسان ہوجاتا ہے، یہ محبت ہی کا کرشمہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سب کچھ قربان کردیا، ہم ان کے حالات میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ کیسے تھے اور ان کا مقام کیا تھا؟۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے سب کچھ قربان کردیا، اور واقعی محبت کا اصلی نمونہ پیش کردیا، محبت تو محبوب کی مرضی پر مرمٹنے کا نام ہے، اور اس کا اصلی رنگ صحابۂ کرام ہی نے پیش کیا ہے، مسلمان کی اصلی شان کیا ہونی چاہئے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پیش نظر کیجئے، اللہ تعالیٰ حضور اقدس ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴾ آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہاں کا، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے، اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔

مسلمان وہی ہے جو اللہ ہی کے لئے جئے اور اللہ ہی کے لئے مرے، من مانی زندگی چھوڑ دے، اللہ کا خوف پیدا کرے، اللہ کا ذکر کرے، اللہ کی محبت قلب میں پیدا کرے، اور جانتے ہیں یہ سب چیزیں کہاں سے حاصل ہوں گی، اور یہ دولت کہاں ملے گی؟ اللہ والوں کے پاس جانے سے اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے سے یہ سب کچھ حاصل ہوگا، بزرگان دین کی صحبت کیمیا اثر رکھتی ہے، اہل اللہ کی صحبت سے انسان کا دل سنور جاتا ہے، قلب کی دنیا بدل جاتی ہے، اسی بناء پر بڑے بڑے اکابر علماء بزرگان دین کے پاس جاتے تھے، اور اپنے قلوب کا علاج کراتے تھے، اور شفا پاجاتے تھے، اور ان کے قلوب پاک و صاف ہوجاتے تھے، وہ اللہ والے ہوجاتے تھے، اللہ کے دوست بن جاتے تھے، اس لئے ضرورت ہے کہ ہمارے دلوں میں جو امراض ہیں ان کی ہم فکر کریں اور اللہ والوں کے پاس جاکر ان کا علاج کریں، اور آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے اولیاء کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: ﴿ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ، لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ، لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ، ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ یاد رکھو! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں، وہ (اللہ کے دوست) ہیں جو ایمان لائے اور معاصی سے پرہیز رکھتے ہیں، ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے، اللہ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا، یہ بڑی کامیابی ہے۔

بقیہ صفحہ

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۱۰ر جولائی سنہ ۲۰۰۱ء .... مطابق .... ۱۸ر ربیع الثانی سنہ ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر ۱۷

نیچے بنے دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

ارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

زر تعاون

سالانہ ---- =/۱۳۰ روپے

فی شمارہ ---------- =/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ...... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ..... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر کیشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

اس شمارے میں

١۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

٢۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

٣۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

١۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/=

٢۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs 40/=

٣۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

٤۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

٥۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر Rs 80/=

مدینہ منورہ

Mr.TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No.842
Mdina Munawwara(K.S.A)

Mr.M.AKRAM NADWI Sb.
O.C.I.S.St Cross College.
Oxford Ox1 3TU-U.K

Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P.O.Box No.388 Vereninging.(S.Africa)

Mr.ABDUL HAI NADWI Sb.
P.O.Box.No.10894, Doha-Qatar

Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P.O Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph No.3970927

پاکستان

Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

Dr.A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address:
nadwa@sancharnet.in

اُردو زبان سے بے توجہی ملک وملّت کا بڑا نقصان

اسلامی کے لفظ کے ساتھ جہاں ایک مسلمان کے دل ودماغ میں ایک اچھا اور انسانیت دوست اور انسانیت نواز تصور ابھرتا ہے وہیں مسلم دشمن اور اسلام سے بدگمانی رکھنے والے کے ذہن میں ایک غیر انسانی تصور ابھرتا ہے، جس کی اصل وجہ اسلام سے صحیح واقفیت نہ رکھنے والوں سے اسلام کا صحیح تعارف نہ کراسکنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں اور غیرمسلموں کے مابین پیش آنے والے اقتصادی اور سیاسی معاملات میں وقتاً فوقتاً ہونے والی کشمکش باعث بنتی ہے، انسان کی یہ کمزوری ہوتی ہے کہ وہ گہرائی میں جانے کی عموماً ضرورت محسوس نہیں کرتا صرف ظاہری معاملات اور حالات کو دیکھ کر فیصلہ کرلیتا ہے بلکہ سرسری اور نامکمل مشاہدہ سے بعض وقت بڑے بڑے نتائج نکال لیتا ہے، اور یہ بات بعض مرتبہ مزید بڑھ کر پورا ایک فلسفہ اور مکمل تصور کا شاخسانہ بن جاتی ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں تصور قائم کرنے میں غیرمسلموں کو عموماً یہی بات پیش آئی ہے اور آرہی ہے۔

آپسی زندگی میں مفادات کے ٹکراؤ اور زندگی کے مطالبات کے حصول کے سلسلہ میں آپسی کشمکش عموماً یہ فضا پیدا کرتی ہے کہ ایک کا تصور دوسرے کے بارے میں خراب ہوجاتا ہے چنانچہ برصغیر ہند وپاک میں جو کہ مختلف مذاہب مختلف نسلوں اور قوموں کا گہوارہ ہے یہ صورت حال پیش آئی اور صرف یہی نہیں کہ پیش آئی بلکہ اس نے یہاں کی نسلوں کے درمیان، یہاں کے مذہبوں کے درمیان، یہاں کی زبانوں کے درمیان اور یہاں کی تہذیبوں کے درمیان تناؤ پیدا کردیا۔ یہ تناؤ انسانیت کی قدروں اور علم وادب تک پہونچا اور اسی کا اثر ہے کہ اردو کا لفظ اور اسلام کی اصطلاح یہاں کے پڑوسی غیرمسلموں کے ذہنوں میں بدگمانی کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔

یہ کیفیت غیرمسلموں سے آگے بڑھ کر ان مسلمانوں کے ذہنوں تک بھی پہونچ رہی ہے جو ان غیرمسلم لوگوں کی سوسائٹی میں رہتے اور ان کی تعلیم وثقافت میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

اردو زبان کے ساتھ بھی اس ملک میں تقریباً یہی مشکل پیش آئی کیونکہ اردو مسلمانوں میں زیادہ رائج رہی اور مسلم حکمرانوں کے عہد میں پروان چڑھی اور اس میں اسلامی ثقافت کا لٹریچر بھی زیادہ ہے، لہٰذا وہ غیرمسلم لوگوں کی نظر میں ایک سلبی اور غیر ترجیحی زبان قرار پائی حالانکہ اردو اس ملک کی گنگا جمنی تہذیب کی علامت اور اس کی رنگارنگ تہذیبوں کا سنگم ہے اور اس کی آبیاری مسلم اور غیرمسلم دونوں نے کی ہے۔

اوّلاً مسلم عہد حکومت میں رائج سرکاری زبان فارسی اور ملک وعوام میں رائج ہندوستانی زبان کے آپسی اختلاط سے، ثانیاً دیگر ان غیرملکی زبانوں کے اختلاط سے جن سے اس ملک کی قوموں کا ربط قائم رہا مثلاً ایک طرف مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی اور سامراجی حکمراں کی زبان انگریزی، اردو نے ان چاروں زبانوں سے کسب فیض کیا اور ان سب کی خوشہ چیں بنی، اسی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی دیگر علاقائی زبانوں سے نیز مسلم حکمرانوں کے قدیمی وطن ترکستان اور ترکی سے ربط وتعلق کے اثر سے وہاں کی زبان سے بھی اقتباس واستفادہ کیا۔

اس طرح اردو زبان کی تشکیل میں جتنی زبانوں کا اثر پڑا اس کی معاصر اور پڑوسی زبانوں کی تشکیل میں نہیں پڑا اس طرح اردو ایک گلدستہ زبان بن گئی محض کسی ایک محدود ثقافت وقومیت اور کسی ایک قدیمی زبان کی نوزائیدہ نہیں ہوئی، وہ اس متنوع صفات کے حامل ملک کے لئے جتنی موزوں اور نمائندہ زبان ہے دوسری

کوئی زبان نہیں ہے۔ اس کو متنوع زبانوں سے ان کا دلکش سرمایہ الفاظ اور ان کے ذریعہ اس ملک کے متنوع احساسات و تاثرات کا سرمایہ بھی حاصل ہوا۔

اردو کے ساتھ مخالفانہ یا معاندانہ رویہ اختیار کرنا صرف ایک زبان کے ساتھ نامناسب سلوک نہیں بلکہ کئی طرح کی اور کئی پہلوؤں کے ساتھ زیادتی اور ظلم ہے جو صرف زبان ہی پر نہیں بلکہ ملک کے متنوع فطری جذبات قلب اور محسوسات ذہن کے ساتھ بھی زیادتی ہے کہ ایک مشترک اور متنوع رنگ کی تہذیب کی غمازی کرنے والی زبان کو ختم کر دیا جائے۔ ایسی متنوع مذہبوں اور نسلوں کے قوم کو ایک متنوع خصوصیتوں کی زبان سے ہٹا کر اور صرف ایک نئی تیار کی گئی زبان پر ڈال دیا جائے، جو صرف ایک فرقہ اور ایک تہذیب کی ترجمان ہے، اس کی اہمیت تسلیم اور اس کی ضرورت بھی صحیح ہے لیکن ایک تہذیب و ادب سے بھرپور زبان کو ختم کرنا زیادتی کی بات ہے لیکن افسوس ہے کہ ملک کے سیاست زدہ ذہنی تناؤ کی فضا میں اس اہم حقیقت کو محسوس نہیں کیا جا رہا ہے اور اردو جیسی زبان کو بتدریج ختم کیا جا رہا ہے اس کا خاتمہ اس ملک کی ایک عظیم تہذیبی خصوصیت کا خاتمہ بھی ہوگا جو ایک بڑا خسارہ اور نقصان ہوگا۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو علمی لحاظ سے وہ ملک کی سرکاری زبان میں اپنے لئے جو تمدنی اور علمی کمی محسوس کریں گے، وہ انگریزی ہندی اور دیگر رائج الوقت زبان سے اور جو مذہبی کمی محسوس کریں گے وہ عربی سے پوری کر لیں گے اور وہ اس طرح کسی بڑے خسارہ میں نہ رہیں گے، عربی دنیا کے ۲۵ متمدن ملکوں کی زبان ہے اور اس میں پندرہ سو سال کا تہذیبی و علمی و دینی سرمایہ ہے جو مسلمانوں کے لئے سب کچھ ہے اور وہ ان کو ہر دیگر زبان سے مستغنی بنا سکتا ہے لیکن اس ملک کے دیگر باشندوں کو اردو کے خاتمہ کے بعد اس کا نعم البدل حاصل نہ ہو سکے گا۔ اور یہ ملک کے لئے تہذیبی و تمدنی اور علمی لحاظ سے زبردست خسارہ ہے حکمراں اور دوسرے طبقہ کو سمجھنا چاہئے۔ ☆☆

رحمۃ للعالمین

رحمتِ حق ابرِ باراں رحمۃ للعالمیں
خنکیٔ دل راحتِ جاں رحمۃ للعالمیں
آپ کا ہر لفظ قرآں رحمۃ للعالمیں
آپ ہیں خورشیدِ فاراں رحمۃ للعالمیں

جانِ کن شانِ بہاراں رحمۃ للعالمیں
صاحبِ لولاک عرفاں رحمۃ للعالمیں
اے چراغِ بزمِ انساں رحمۃ للعالمیں
نورِ فطرت نورِ ساماں رحمۃ للعالمیں
ختم ہے ہر تاجور کی تاجداری آپ پر
آپ سلطانوں کے سلطاں رحمۃ للعالمیں
ہر نبی کو آپ ہی کی پیروی درکار ہے
آپ ہیں فخرِ رسولاں رحمۃ للعالمیں
گفتگو خوشبو پسینہ عطر گیسو نکہتی
گل نصیب وگل بداماں رحمۃ للعالمیں
سچ تو یہ ہے کچھ نہ ہوتا یہ زمیں یہ آسماں
آپ ہی سے ہے چراغاں رحمۃ للعالمیں
قبلۂ دل کعبۂ جاں سوزِ قالب سازِ روح
آپ ارمانوں کے ارماں رحمۃ للعالمیں
نور کے محراب وور حاضر ہیں استقبال کو
عرش پر ہوتے ہیں مہماں رحمۃ للعالمیں

آپ کا تسنیم کیا ہر امتی بے چین ہے
رحم کن بر خاکساراں رحمۃ للعالمیں

تسنیم فاروقی

غلطیوں کا احساس نہ کرنا صحیح الفطرت انسان کا شیوہ نہیں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

اپنی غلطیوں کا احساس نہ کرنا، اور اپنے تجربوں اور ناکامیوں سے فائدہ نہ اٹھانا، غلطیوں اور ناکامیوں کے اسباب وعلل کو تلاش نہ کرنا، ایک ہی غلطی بار بار کرنا، اور ایک ہی سوراخ سے بار بار ڈسا جانا ایک صحیح الفطرت اور صحیح الحواس انسان کا شیوہ نہیں ہے، اور مؤمن کو تو یہ کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا، جس کو اللہ تعالیٰ نے فراستِ ایمانی عطاء فرمائی ہے، اور عقل و تجربے سے فائدہ اٹھانے کی سب سے زیادہ دعوت دی ہے، قرآن شریف نے گروہ منافقین کی یہ کمزوری اور عیب بیان کیا ہے کہ وہ واقعات اور تجربات سے بالکل فائدہ نہیں اٹھاتے، اور سال میں کئی کئی بار آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں۔

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ (سورة التوبة : ١٢٦) کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں، مگر اس پر بھی نہ توبہ کرتے ہیں، نہ کوئی سبق لیتے ہیں۔

مؤمن کی اسی صلاحیت پر اعتماد کرتے ہوئے ایک صحیح حدیث میں یہ مضمون آیا ہے: **لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ** (مؤمن ایک ہی سوراخ سے دوبار ڈسا نہیں جاتا)۔

جاہلیت کی صحیح معرفت ضروری ہے:

مسلمانوں کو اسلام کے خلاف کرنے اور دشمنوں کا آلۂ کار بننے سے ایسی وحشت ہونی چاہئے کہ اگر خواب میں بھی کوئی واقعہ ایسا دیکھے تو اس کے منہ سے چیخ نکل جائے، اور وہ توبہ اور استغفار کرے، جاہلیت سے صرف جذباتی نفرت ہی کافی نہیں، مسلمان کے لئے جاہلیت کی صحیح معرفت ضروری ہے، وہ کبھی اس کے بارے میں دھوکہ نہ کھائے، اگر جاہلیت غلاف کعبہ اوڑھ کر، اور قرآن مجید ہاتھ میں لے کر آئے، جب بھی وہ لاحول پڑھے، اور اس سے پناہ مانگے، وہ کسی بھیس میں اس کے سامنے آئے تو وہ اس کو پہچان جائے، اور اس کو مخاطب کر کے کہے:

بہ ہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من اندازِ قدت را می شناسم

شیطان کی حکمتِ عملی:

شیطان کی حکمتِ عملی اور جنگی سیاست (STRATEGY) یہ ہے کہ وہ مسلمان میں جو کمزور پہلو دیکھتا ہے، وہ اسی سے حملہ آور ہوتا ہے، وہ ہر طبقہ اور ہر فرد پر ایک ہی طریقہ، اور ایک ہی ہتھیار نہیں آزماتا وہ دینداروں اور عابدوں کو عوام کے درجہ کے فسق و فجور کی ترغیب نہیں دیتا، کہ اس میں اس کو کامیابی کی امید نہیں، وہ ان کو ریا، تکبر، خود پسندی، حب جاہ اور حسد جیسے امراض میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے، قومی سربلندی، حکومت و اقتدار کی ہوس اور دوسروں کے بجائے اپنے ملک کے وسائل کا خود استعمال کرنا، اور اپنے اوپر خود حکومت کرنا، اور اپنی زبان اور کلچر کو فروغ دینا، ہر قیمت پر اپنے ملک کا بول بالا کرنا، یہ وہ خوشنما اور دل فریب مقاصد، اور یہ وہ دلکش اور شیریں خواب ہیں جن کے بڑے بڑے اہلِ علم، اور بعض اوقات بڑے بڑے دیندار بھی فریفتہ ہو جاتے ہیں۔

عربوں کی فریب خوردگی اور اس کی سزا:

شیطان نے عربوں کو یہی سبز باغ دکھایا، ان سے کہا کہ قرآن مجید تمہاری زبان میں نازل ہوا، اللہ کا رسول تم میں مبعوث ہوا، خانہ کعبہ اور تمام عالم کا قبلہ تمہاری سرزمین میں ہے، حرم اور رسول کی آخری آرامگاہ تمہارے ملک میں ہے، تم قرآن وحدیث اور اسلام کے اسرار وحقائق کو جیسا سمجھ سکتے ہو، دنیا میں کون سی قوم ایسا سمجھ سکتی ہے؟ پھر اس سب کے باوجود خلافت کا مرکز تم سے ہزاروں میل دور، سمندر پار قسطنطنیہ میں ہو، اور ترک تم پر حکومت کریں، جن کی نہ زبان عربی، اور نہ نسل عربی، یہ منطق ایسی تھی کہ بہت سے عربوں نے جن کو اقتدار کی تمنا تھی، اور وہ عرصہ

سے ایک عرب امپائر کا خواب دیکھ رہے تھے، نیز ان کو ترکوں سے بہت سی شکایتیں تھیں، اور ان کے احساس برتری اور حاکمانہ رویّہ سے نالاں تھے، ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا، اور وہ برطانوی شاطروں کے مقاصد کا آلۂ کار بن گئے، شریف مکہ نے مرکز اسلام میں بیٹھ کر اور شام و عراق کے عربوں نے اپنے اپنے ملکوں میں اتحادیوں کا ساتھ دیا، اور ان کے منصوبہ کی تکمیل میں معاون بن گئے، ترکوں کو شکست ہوئی، خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا، ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہوگیا، وہ حصار جس کے اندر مسلمان عزت کے ساتھ زندگی گذار رہے تھے منہدم ہوگیا، مغربی طاقتوں کو اب کسی کا ڈر نہیں رہا، اور مسلمانوں کی طرف سے کوئی انگلی ہلانے والا بھی نہیں رہا، اس کے نتیجہ میں فلسطین یہودیوں کا قومی وطن (OMENATIONAL) بنا، اسرائیل کی سلطنت قائم ہوئی، جو عربوں کی چھاتی پر کھونٹے کی طرح قائم ہے، بیت المقدس یہودیوں کے قبضہ میں چلا گیا، یہ سب اس عصبیت جاہلیہ کا کرشمہ ہے جس کا عرب شکار ہوئے، اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

قرآن و حدیث میں عصبیت جاہلیہ کی مذمت:

قرآن و حدیث کا ایک ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ کسی نسل، خون، رنگ، زبان، تہذیب کی بناء پر اندھا دھند حمایت اور جتھابندی، اس کی بنیاد پر محبت و نفرت، تعلق اور قطع تعلق، صلح و جنگ، وہ جاہلی عصبیت ہے جس کی مذمت سے قرآن و حدیث بھرے ہوئے ہیں، قرآن شریف میں ہے:

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ (سورة الفتح) جب کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کی، اور ضد بھی جاہلیت کی۔ اور صحیح حدیث میں آیا ہے:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَىٰ عَصَبِيَّةٍ وَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَىٰ عَصَبِيَّةٍ ، وَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَىٰ عَصَبِيَّةٍ (أبو داؤد)

وہ شخص جماعت مسلمین میں سے نہیں جو کسی عصبیت کی دعوت دے، وہ شخص جماعت مسلمین میں سے نہیں جو کسی عصبیت کی بنیاد پر جنگ کرے، وہ شخص جماعت مسلمین میں سے نہیں ہے جس کی موت عصبیت پر ہو۔

ایک مرتبہ ایک مہاجر اور ایک انصاری نے اپنی اپنی قوم کی دہائی دی، اور مہاجر نے یا للمهاجرين (اے مہاجرو!) اور انصاری نے یا للأنصار (اے انصاریو!) کا نعرہ لگایا، آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: "دَعُوهَا إِنَّهَا مُنْتِنَةٌ" (ان جاہلی نعروں کو چھوڑو، یہ گندی اور بدبودار چیزیں ہیں) رسول اللہ ﷺ کو ان جاہلی نسبتوں، اور ان کے نام پر اپیل کرنے، اور ان کی دہائی دینے سے ایسی نفرت تھی کہ آپؐ نے ان سے کام لینے والوں کی ہر طرح سے ہمت شکنی، اور توہین و تذلیل کی ہدایت فرمائی، اور باوجود اس کے کہ آپؐ کسی بڑے سے بڑے دشمن کے لئے بھی کوئی درشت اور ناملائم لفظ استعمال کرنا پسند نہیں کرتے تھے، آپ نے سخت ترین الفاظ استعمال کرنے کی اجازت دی، اور اس میں مطلق رورعایت کرنے اور اشارہ کنایہ سے کام لینے سے بھی منع فرمایا۔

مسلمانوں کے دینی عمل اور شعور میں تناسب نہیں:

ہمیں اس کا اعتراف کرنا چاہئے کہ ہم نے دینی جذبہ، عبادت کا ذوق اور دینی معلومات کی ترقی کی جتنی کوشش کی، اتنا شعور صحیح اور بیدار کرنے کی کوشش نہیں کی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بہت سے اسلامی ملکوں میں عمل اور شعور میں وہ تناسب نہیں جو ہونا چاہئے، ایک آدمی آپ کو بڑا دیندار، عابد و تہجد گذار ملے گا، لیکن اس کا دینی شعور بالکل ناپختہ اور طفلانہ ہوگا، بعض مرتبہ وہ دین کے بنیادی تقاضوں سے ناواقف نظر آئے گا، اور وہ ایسی غلطی کر بیٹھے گا جو کسی صاحب شعور مسلمان سے حددرجہ مستبعد ہے، یہ ممکن ہے کہ وہ جاہلیت اور اسلام کا بالکل فرق نہ سمجھتا ہو، اور وہ نہایت آسانی کے ساتھ کسی جاہلی دعوت اور کسی عیار و شاطر کا شکار ہوجائے، اور وہ اس کو اپنے مذموم مقاصد، اور اسلام کی بیخ کنی کے لئے استعمال کرے، ہوسکتا ہے کہ وہ نیک نیتی اور سادگی کے ساتھ اس کام کو انجام دے، اور اس عمل میں اور دین کے تقاضوں میں اس کو کوئی تضاد محسوس نہ ہو، تاریخ اسلام میں اس کی بہت سی مثالیں ملیں گی۔

صحابہ کرامؓ کی جامع تربیت

لیکن صحابہ کرامؓ کا معاملہ اس سے بالکل الگ تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی مکمل اور جامع تربیت فرمائی تھی، جہاں ان کے اندر عمل کا وہ جذبہ پیدا کیا تھا جس کی مثالیں دنیا کی تاریخ میں ناپید ہیں، وہاں ان کے اندر ایک ایسا شعور پیدا کردیا گیا تھا کہ وہ صحیح اور غلط، ظلم و عدل، اور جاہلیت و اسلام میں ہروقت امتیاز کرسکتے تھے، ان کا ذہن اتنا سلیم اور مستقیم بنادیا گیا تھا کہ کوئی ٹیڑھی چیز اس میں گھس نہیں سکتی تھی، جیسے کسی نلکی میں کوئی ٹیڑھی چیز ٹیڑھی ہوکر داخل نہیں ہوسکتی، اسی طرح ان کا ذہن سلیم کسی کج چیز کو قبول نہیں کرتا تھا۔

میں اس کی ایک بہت واضح اور طاقتور مثال پیش کرتا ہوں، آپ کو معلوم ہے کہ صحابہ کرامؓ کا تعلق ذاتِ نبویؐ سے کیا اور کیسا تھا؟ مختصر یہ ہے کہ توحید کے دائرہ میں رہتے ہوئے کسی انسان کو کسی انسان سے جتنی عقیدت اور تعلق ہوسکتا ہے، وہ صحابہ کرامؓ کو آپ ﷺ کی ذات مبارک سے تھا، اور جس کو فارسی کے کسی شاعر نے اس الہامی مصرعہ میں بیان کیا ہے کہ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آپؐ کے مبارک لبوں، اور زبان سے جو چیز نکلتی ہے اس کا منبع اور سرچشمہ وحی اور ہدایت الٰہی ہے، اور آپ کوئی بات اپنے نفس کے تقاضہ سے نہیں فرماتے تھے، ان کا ایمان تھا کہ ﴿وَ مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں، یہ (قرآن) تو حکمِ خدا ہے، جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔

ان خصوصیات کو سامنے رکھ کر اب یہ سنئے کہ آپؐ نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کی مجلس میں فرمایا" اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِماً أَوْ مَظْلُوماً " (اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہونے کی حالت میں بھی اور مظلوم ہونے کی حالت میں بھی) اس عقیدت اور عشق کا تقاضہ جس کا اوپر ذکر ہوا، یہ تھا کہ وہ اس ارشاد کو بے چون و چرا مان لیتے، اور آنکھ بند کر کے اس پر عمل کرتے، ایسے واضح الفاظ میں فرمادینے اور اہل زبان ہونے کے بعد ان کے کچھ دریافت کرنے اور وضاحت چاہنے کا کوئی موقعہ نہ تھا، لیکن جس انداز پر ان کی اس وقت تک تربیت ہوئی تھی، ظلم کی جو مذمت وہ اس زبان مبارک سے ابھی تک سنتے آئے تھے، اور ظالم کا ساتھ نہ دینے کی ان کو جس طرح تلقین کی گئی تھی، ان کو اس میں اور آج کے ارشاد میں ایک کھلا ہوا تضاد محسوس ہوا، وہ خاموش نہ رہ سکے، انہوں نے ادب سے عرض کیا: " يا رسول الله ! هذا نصرته مظلوماً ، فكيف أنصره ظالماً ؟ " (اے خدا کے پیغمبر! مظلوم ہونے کی حالت میں تو مدد کی جائے، ظالم ہونے کی حالت میں کیسے مدد کی جاسکتی ہے؟) آپؐ نے قطعاً اس پر اپنے کسی تکدر کا اظہار نہیں فرمایا، اور نہ ان پر سرزنش کی، بلکہ نہایت بشاشت کے ساتھ اپنے اس فرمان کی تفصیل، اور اپنے اس ارشاد کی تشریح فرمائی، فرمایا: ہاں! ظالم کی بھی مدد کی جاسکتی ہے، اور کرنا چاہئے، مگر اس کا طریقہ کیا ہے؟ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ لو، اس کو ظلم نہ کرنے دو، اب آنکھوں پر سے پردہ اٹھ گیا تھا، اور جو گرہ پڑ گئی تھی، کھل گئی تھی۔

کسی مخلوق کی ایسی اطاعت جائز نہیں جس میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو :

اس شعور کی ایک دوسری مثال سنئے، رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی عبداللہ بن حذافہؓ کی سرکردگی میں مسلمانوں کا ایک دستہ بھیجا، جس کو سیرت و تاریخ کی اصطلاح میں (سریہ) کہتے ہیں، آپؐ نے ساتھ جانے والوں کو حکم دیا کہ اپنے امیر کی پوری اطاعت کرنا، ایک موقع پر امیر نے کسی بات کا حکم دیا، اس کی تعمیل میں ذرا تاخیر ہوئی، انہوں نے اس پر غضب ناک ہوکر لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دیا، جب لکڑیاں جمع ہوگئیں، تو انہوں نے اس کو آگ دکھائی، اور ایک الاؤ روشن ہوگیا، انہوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس میں کود پڑو، انہوں نے انکار کردیا، انہوں نے کہا کہ کیا تم کو رسول اللہ ﷺ نے میری بات ماننے کا حکم نہیں دیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ بیشک دیا تھا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا، ہم نے اسی آگ سے بچنے کے لئے اسلام کو قبول کیا، اور آپ کا دامن تھاما ہے، اب ہم اس میں کیسے پھاند پڑیں؟ بات ختم ہوگئی، یہ فوج جب مدینہ پہونچی تو امیر لشکر نے آپ کی عدالت میں یہ مقدمہ پیش کیا، اور اپنے ساتھیوں کی شکایت کی، آپؐ نے ان کے عمل کی تصویب فرمائی اور فرمایا کہ اگر یہ اس آگ میں گھس جاتے تو پھر کبھی یہ نکل نہیں سکتے تھے، آپؐ نے فرمایا کہ " إنما الطاعة في المعروف " (اطاعت نیک کام ہی میں جائز ہے) آپؐ نے امت کو یہ زریں اصول دیا جو اس کی ہر دور میں رہنمائی کرتا رہا ہے، اور جس نے بڑے بڑے نازک موقعوں پر جابر اور مستبد بادشاہوں کی اندھا دھند اطاعت، اور گمراہ کن قائدوں اور رہنماؤں کی غیر مشروط پیروی، اور رفاقت سے روکا ہے، وہ اصول یہ تھا کہ " لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق " (کسی مخلوق کی ایسی اطاعت جائز نہیں جس میں خالق (خدا) کی نافرمانی ہوتی ہو، اور اس کا کوئی حکم ٹوٹتا ہو)، تاریخ اسلام میں مسلمانوں نے بڑے بڑے نازک موقعوں پر اپنے دماغی توازن، اور اپنی قوت تمیز کو برقرار رکھا، اور وہ ہر فتنہ کی آگ کا ایندھن نہیں بن سکے، ان میں ایسے ایسے جری اور ذہین مصلح اور عالم پیدا ہوئے، جنہوں نے وقت کے دھارے میں بہنے سے انکار کردیا، اور اس اصول کے ماننے سے انکار کیا کہ ؏

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

وہ واقعات جن کی تاریخ کربلا کے میدان سے شروع ہوتی ہے، اور کسی نہ کسی شکل میں اس وقت بھی اس کی جھلک نظر آسکتی ہے، یہ سب اسی زریں اصول کا نتیجہ تھا کہ " لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ "

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

قرآن مجید میں مکرر آیتیں کیوں ہیں؟

حضرت سید صاحب (علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ) کا ایک قدیم مقالہ جو جنوری ۱۹۰۹ء میں "الندوہ" میں شائع ہوا تھا ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔ یہ موضوع قرآن کریم کے انتہائی باریک اور علمی مسائل میں ہے۔ چونکہ تعمیر حیات کا مطالعہ اکثر علمائے اہل تحقیق بھی کرتے ہیں اس لئے اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ مقالہ اگرچہ بہت قدیم ہے مگر موضوع قدیم نہیں ہے "التکرار فی القرآن" کے عنوان سے ایک مصری عالم شیخ محمد محمد ابوشہبہ نے ایک مقالہ لکھا تھا۔ اور قاہرہ یونیورسٹی سے اس پر ریسرچ کا مقالہ شائع ہو چکا ہے، حضرت سید صاحبؒ نے قدیم مفسرین اور سلف کے علمائے تحقیق کی آراء کی روشنی میں اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے، موجودہ علمائے بحث و نظر اس پر مختلف پہلوؤں پر گفتگو کر رہے ہیں۔

بہرحال جن لوگوں کے سامنے قدماء کے استدلالات نہیں ہیں ان کے لئے یہ قدیم مقالہ نئی یافت ثابت ہوگا۔ (ادارہ)

ایک دن نواب صدیق حسن خاں کی تفسیر دیکھ رہا تھا کہ اس عبارت پر نظر پڑی،

وقد نبغت فی هذا الزمان طائفة تفسیر القرآن برایها وتحذف منه الآیات المتوالیات تسمی بالنیفریة،

اس زمانہ میں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے، جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتا ہے اور مکرر آیتوں کو قرآن سے خارج سمجھتا ہے۔ اس فرقہ کا نام نیفریہ (نیچری) ہے،

کیا ہندوستان میں کوئی ایسا فرقہ بھی ہے جو مکرر آیتوں کو خارج از قرآن سمجھتا ہو؟

مخالفینِ اسلام کا قرآن مجید کے اسلوب بلاغت پر ایک اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں ایک ہی قصہ مکرر سہ کرر بیان ہوتا ہے ایک ہی آیت بار بار آتی ہے، ایک ہی بات سو سو دفعہ دہرائی جاتی ہے، اس بار بار کی تکرار سے کیا حاصل؟ اس سے کلام کا لطف جاتا رہتا ہے اور کلام بدمزہ ہو جاتا ہے، پوری کتاب میں ایک بات کو ایک دفعہ کہہ دینا کافی ہے، قرآن مجید میں حضرت آدمؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ کے قصے ہر جگہ بیان کیے گئے ہیں، سورہ رحمٰن میں فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ اور سورۃ المرسلات میں وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ، ایک ایک آیت کے بعد ہے اور بعض جگہ بالکل بے جوڑ ہے،

لیکن یہ اعتراض کوئی نیا اعتراض نہیں علمائے اسلام نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں علامہ کرمانی المتوفی سنہ ۷۸۶ھ نے ایک مستقل رسالہ اس باب میں لکھا ہے، جس میں انھوں نے اپنا نظریہ یہ قرار دیا ہے، کہ قرآن میں کوئی مکرر بات نہیں جہاں جہاں قرآن مجید میں بظاہر ایک ہی معنی مکرر معلوم ہوتے ہیں۔ وہاں یہ ثابت کیا ہے، کہ ہر جگہ مختلف معنی مراد ہیں، اس لئے یہ اعتراض ہی غلط ہے کہ قرآن مجید میں ایک ہی بات بار بار آئی ہے،

مثنوی میں مولانائے رومؒ نے اس اعتراض کا ایک اور جواب دیا ہے، جو گو شاعرانہ استدلال ہے مگر نہایت لطیف ہے، وہ کہتے ہیں ہم روزانہ دن رات ایک ہی کھانا کھاتے ہیں اور ایک ہی قسم کا پانی پیتے ہیں لیکن ہم کو کبھی اس بات کی شکایت نہیں ہوتی کہ بار بار ہم کو ایک ہی کھانا اور ایک ہی قسم کا پانی کیوں پیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم کھانا

کھاتے یا پانی پیتے ہیں، تو ہم کو ایک نئی بھوک اور نئی پیاس معلوم ہوتی ہے اس لئے ہر وقت کے پانی میں ہم کو ایک نیا لطف ملتا ہے، اور ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ تو وہی پانی ہے جو ہم بار بار پی چکے، اب اس میں کیا مزہ رہا، اسی طرح جو لوگ تشنۂ ایمان ہیں اور جن کو سرچشمۂ ایمان کی تلاش ہے ان کو ہر آیت میں ایک نیا لطف حاصل ہوتا ہے، اور ایک نئی لذت ملتی ہے، اس لئے ان کو تکرار بدمزہ نہیں معلوم ہوتی۔

غرر درر میں شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ (المتوفی ۴۳۶ھ) نے اور فوز الکبیر میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی مکررات قرآن پر مفصل بحثیں کی ہیں، لیکن اصل یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو تکراریں ہیں وہ مختلف قسم کی ہیں۔ اور ان بزرگوں نے جو جوابات دیئے ہیں وہ صرف خاص خاص قسم کے کی تکراروں کے متعلق ہیں اس لئے اول ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کس کس قسم کی تکرار ہے۔

قرآن مجید کو غور سے شروع سے آخر تک پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دو قسم کی تکرار ہے، لفظی تکرار اور معنوی تکرار۔

۱۔ معنوی تکرار سے یہ مقصود ہے کہ ایک ہی مفہوم اور ایک ہی معنی کو خاص الفاظ کی پابندی کے بغیر بار بار کہنا، قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کا قصہ یا نماز کی تاکید مختلف الفاظ میں جا بجا آئی ہے، لیکن ان معنوں کے ادا کرنے کے لئے کوئی خاص عبارت نہیں اختیار کی گئی ہے، بلکہ مختلف طرز اور مختلف طریقوں سے ایک ہی مفہوم ادا کیا گیا ہے،

۲۔ لفظی تکرار سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی مفہوم کو کسی خاص عبارت اور الفاظ کے ساتھ بار بار ادا کرنا مثلاً سورۂ رحمٰن فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ کی تکرار، شریف مرتضیٰ کا جواب اسی تکرار سے متعلق ہے، ہم پہلے معنوی تکرار کو بیان کرتے ہیں۔

معنوی تکرار عموماً چند موقعوں پر ہے بعض خاص پُراثر قصوں کی تکرار مثلاً حضرت موسیٰؑ اور حضرت آدمؑ کا قصہ اور بعض خاص خاص فرائض اور عقائد کی تکرار مثلاً نماز و توحید و معاد کا بیان، خدا کے صفات و احسانات اور مظاہر قدرت کا ذکر،

تکرار قصص

قرآن مجید میں جو قصے مذکور ہیں وہ دو قسم کے ہیں بعض قصے ایسے ہیں جن کا بیان قرآن مجید میں دُہرا دُہرا کر آتا ہے، مثلاً حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے قصے، اور بعض قصے ایسے ہیں جن کا ذکر کہیں ایک موقع پر آگیا ہے، اور دوسری مرتبہ بالکل نہیں ہوا، مثلاً ذوالقرنین، اصحاب کہف، حضرت یوسفؑ، حضرت یونسؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت طالوتؑ وغیرہ کے قصے (صلوٰت اللہ علیہم اجمعین)

جن انبیاء علیہم السلام کے قصے بار بار آئے ہیں، وہ صرف چار ہیں، حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ۔

اس کے متعلق دو باتیں قابل غور ہیں، اولاً یہ کہ انہی چار انبیاء کے قصے دہرائے گئے ہیں، ثانیاً یہ کہ ان کے دہرانے کی ضرورت کیا ہے؟

سب سے پہلے ہم کو اس پر غور کرنا چاہیئے کہ قرآن مجید میں اس کثرت سے قصے کیوں مذکور ہیں، اصل یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ غیروں کے حالات اور سرگذشت سے بالطبع نصیحت حاصل کرتا اور متاثر ہوتا ہے اس بنا پر قرآن مجید اور تمام کتب سماوی میں جا بجا قصے مذکور ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قومیں خدا کی نافرمانی سے کس قدر مبتلائے آلام ہوتی ہیں اور نیک نفس قوموں کو خدا کس قدر عروج و راحت عطا کرتا ہے لیکن چونکہ اس قسم کے قصے جب تک بار بار کان میں نہ ڈالے جائیں، ان سے صحیح عبرت اور کامل اثر نہیں حاصل ہوتا۔ اس لئے قرآن مجید میں ایسے عبرتناک قصے بار بار دُہرائے جاتے ہیں۔

ایک بڑی وجہ ان قصوں کے تکرار کی یہ ہے کہ جس طرح ایک دلیل مختلف دعوؤں پر اثر کرتی ہے۔ ایک قصہ سے مختلف نتائج مستنبط ہوتے ہیں اور متعدد قوموں پر ان سے استشہاد پیش کیا جاتا ہے اس لئے ہر جگہ ان قصوں کے اعادہ سے مختلف نتائج پیدا ہوتے ہیں مثلاً حضرت موسیٰؑ کا قصہ قرآن میں بار بار آیا ہے، مگر غور کرو، ہر جگہ ایک جدید نتیجہ کی طرف اس سے اشارہ کیا گیا ہے، کہیں تو اظہار قدرت کے موقع پر حضرت موسیٰؑ کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہیں بنی اسرائیل پر خدا نے اپنے احسانات کے اظہار کے موقع پر اس قصہ کا ذکر کیا ہے کہیں نافرمان قوموں کی ہلاکت پر اس قصہ سے استشہاد کیا گیا ہے کہیں اس سے بنی اسرائیل کی شرارت اور کفران نعمت ثابت کیا گیا ہے کہیں اس قصہ کے ذریعہ سچے نبی اور جھوٹے لوگوں میں فرق بتایا گیا ہے، کہیں اس خدا نے حضرت موسیٰؑ پر اظہار احسان کیا ہے، کہیں اس سے فرعون کے کفر، غرور اور نخوت کا تذکرہ مقصود ہے کہیں اس سے انسان کی فطری کمزوری کا اظہار کیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ کے قصہ سے خدا کے احسانات انسان کی کمزوری، نفس امارہ کی شرارت، نوع انسان کی عظمت، غرور کی مذمت، مختلف باتوں پر

استدلال ہوسکتا ہے،

غرضیکہ تم اس سے نتیجہ نکال سکتے ہو کہ صرف ایک قصہ سے کس قدر مختلف نتیجے پیدا ہوسکتے ہیں، قرآن مجید میں جو ایک ہی قصہ کی بار بار تکرار ہوتی ہے، دراصل ہر جگہ اس قصہ سے ایک جدید نتیجہ کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے، اس لئے وہ تکرار غیر مفید نہیں ہوتی۔

جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے، یہاں پہنچ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام انبیاؤں سے صرف چند خاص انبیاء حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ کے واقعات کا اعادہ کیوں بار بار ہوتا ہے، اس کا حقیقی جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کے اصلی مخاطب صرف چار تھے عموماً عام انسان اور خصوصاً مشرکین عرب، یہود اور نصاریٰ، عام نوع انسان کی عبرت اور تاثیر کے لئے حضرت آدمؑ کے قصے کی تکرار کی جاتی ہے اور مشرکین عرب چونکہ حضرت ابراہیمؑ کے بے انتہا گرویدہ اور معتقد تھے، اس لئے ان کے لئے حضرت ابراہیمؑ کے واقعات سے اور یہودیوں کے لئے حضرت موسیٰؑ اور نصاریٰ کے لئے حضرت عیسیٰؑ کے قصوں کے استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ اور ان ہی چار انبیاء کے نام اور قصے بار بار آتے ہیں اور چونکہ عرب میں خصوصاً مدینہ میں یہودی زیادہ تر آباد تھے اس لئے حضرت موسیٰؑ کا نام سب سے زیادہ آیا ہے، ان کے بعد مشرکین کا درجہ ہے، جن کو حضرت ابراہیمؑ سے تعلق ہے اور آخر میں عیسائی ہیں، چنانچہ اس کی تصدیق ذیل کی تفصیل سے ہوگی۔

۱۔ حضرت موسیٰؑ کا نام قرآن مجید میں ۱۳۵ مرتبہ آیا ہے

۲۔ حضرت ابراہیمؑ کا نام قرآن مجید میں ۶۹ مرتبہ آیا ہے

۳۔ حضرت عیسیٰؑ کا نام قرآن مجید میں ۲۴ مرتبہ آیا ہے۔

فرائض و عقائد کی تکرار

اکثر فرائض اور عقائد کا بیان نہایت تکرار کے ساتھ آتا ہے اور یہ دراصل وہی چیزیں ہیں جو منتہائے اسلام ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں:

ایمان، نماز، زکوٰۃ، توحید، صفات خدا تاکید یاد خدا، اظہار قدرت خدا، مذمت شرک، قیامت، حشر، جزاء، سزا، ذکر موت ذکر دوزخ و جنت، مذمت دنیا، اخلاق و عمل صالح۔

یہی بیانات ہیں، جن کا ذکر قرآن مجید میں ہر جگہ بار بار آتا ہے خصوصاً ان میں ایمان، نماز، توحید و مذمت شرک، دوزخ و جنت کا ذکر نہایت کثرت سے ہے جن کا اندازہ ذیل کے بیان سے ہوگا۔

۱۔ مدح توحید و مذمت شرک و کفر کا ذکر۔ قرآن مجید میں ۳۵۰ مرتبہ سے زیادہ آیا ہے۔

۲۔ ایمان کا ذکر اور حکم کا ذکر قرآن مجید میں ۳۰ مرتبہ آیا ہے

۳۔ بہشت کا ذکر قرآن مجید میں تقریباً ۱۹۵ مرتبہ آیا ہے

۴۔ دوزخ کا ذکر قرآن مجید میں تقریباً ۲۰ مرتبہ آیا ہے۔

۵۔ نماز کا ذکر اور حکم قرآن مجید میں ۱۰ مرتبہ سے زیادہ آیا ہے

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ان مذکورہ بالا فرائض و عقائد کے متعلق الفوز الکبیر میں ایک بہت دلچسپ بحث لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے قرآن مجید میں جن امور کا ذکر کیا ہے وہ دو طرح کے ہیں:

اول وہ امور ہیں جو محض قانونی اور تشریعی حکم رکھتے ہیں اور جن سے مقصد صرف یہ ہے کہ مخاطب کو ان کا علم ہوجائے، مثلاً طلاق، خلع، ظہار، ایلاء، وراثت، سزائے سرقہ، قصاص شہادت، سزائے زنا وغیرہ۔

دوم وہ امور جو قانونی اور تشریعی نہیں بلکہ وہ ایسے عقائد یا اعمال ہیں جن کے متعلق خدا یہ چاہتا ہے کہ وہ انسان پر چھا جائیں۔ انسان میں سما جائیں، انسان بالکل ان میں رنگ جائے، ان کا سخت معتقد یا پابند ہوجائے، خدا ان ہی چیزوں کو بار بار کہتا ہے اور ۱۰۰، ۱۰۰۰ دفعہ دہراتا ہے تاکہ مخاطب اس قدر متاثر ہوجائے، کہ ہل نہ سکے، ایمان نماز، یا روزہ، توحید، حشر، جزاء، سزا، وغیرہ جن کا ذکر قرآن مجید میں ہر جگہ ہے، وہ اسی قسم کے امور ہیں، جن کی تکرار سے مقصود یہ ہے کہ یہ چیزیں نفس پر بالکل چھا جائیں۔

اس کی صحیح مثال یہ ہے کہ اگر ہم خیام اور حافظ کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس رندی و عاشقی کے صرف چند مضامین ہیں، جن کو وہ الٹ پھیر کر ہمیشہ باندھا کرتے ہیں۔ لیکن جب ہمارے سامنے کوئی شعر ان کا آجاتا ہے تو ہم اس سے ایک نیا لطف حاصل کرتے ہیں، قرآن مجید کی بار بار تلاوت کرنے کا اسلام نے جو حکم دیا ہے اس کا بھی یہی راز ہے

شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت یہ ہے۔

اگر پرسند مطالب فنون خمسہ چرا در قرآن عظیم مکرر گفتہ شد، چرا یک اکتفا نرفت گویم انچہ خواہم کہ سامع را افادہ نمایم دو قسم می باشد، تعلیم الا یعلم بود (غیر معلوم امر کا بتانا) پس مخاطب حکمے را نمی دانست وذہن او ادراک او نہ کردہ بود باستماع ایں کلام آں مجہول معلوم شود، وآں نادانستہ، دانستہ گردد ودیگر آنکہ مقصود گیرد استحضار صورت آں علم در مدرکۂ او باشد تا ازاں لذت فراواں گیرد و قوائے قلبیہ وادراکیہ راں

علم فانی شوند درنگ ایں علم بر ہمہ قوی غالب آید، چنانکہ معنی شعری راکہ ماآں را دانستہ ایم مکرری گوید دہر بار لذتے می یابیم دبریں لذت تکرار آں دوست می داریم لہٰذا در شریعت بہ تکرار تلاوت امر فرمودند۔ (فوز الکبیر مطبوعہ کلکتہ ص ۸۶، ۸۷)
یہ جواب حرف بحرف صحیح ہے اور اس پر کسی اضافہ کی گنجائش نہیں۔ (جاری)

گناہوں کا کفارہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی قلبی تکلیف، کوئی جسمانی بیماری، کوئی دکھ اور غم پہنچتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو معاف کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اسے ایک کانٹا چبھ جاتا ہے تو وہ بھی اس کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتا ہے۔ (متفق علیہ)

میرے آقا کے شام و سحر آئینہ

قمر سنبھلی

آئینہ آئینہ، معتبر آئینہ
ہر سخن آئینہ، ہر نظر آئینہ
زندگی کا اک اک پل ہے روشن کتاب
جس میں ذکر ان کا ہے وہ سخن معتبر
آپ آئے بصیرت کے در کھل گئے!
اک سے اک بڑھ کے ہیں اہل بیت آپ کے
ہے "سراجاً منیرا" مکمل وجود!
کب سے شوقِ حضوری ہوں دل میں لئے
اور بے تابئ دل کا کیا دوں ثبوت؟

آپ کا نقشِ ہر رہگزر آئینہ
آپ کی ذات ہے سر بہ سر آئینہ
میرے آقا کے شام و سحر آئینہ
جس میں نام ان کا ہے وہ ہنر آئینہ
ہوگئے ہم پہ سب خیر و شر آئینہ
گھر کے گھر محترم، گھر کا گھر آئینہ
سر سے پا تک ہیں خیر البشر آئینہ
کب سے ہے میرا ذوقِ سفر آئینہ
بن گیا آنکھ کا ہر گہر آئینہ

حرف حرف آپؐ کے صدقے ہوا معتبر
اُنؐ کی نسبت سے نعتِ قمر آئینہ

عذابِ قبر سے بچانے والی آٹھ چیزیں

فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ عذاب قبر سے بچنے کے لئے چار چیزوں پر عمل اور چار چیزوں سے پرہیز ضروری ہے۔ جن چیزوں پر عمل ضروری ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ نماز کی پابندی (۲) صدقے کی کثرت
۳۔ تلاوت قرآن (۴) تسبیحات کی کثرت یہ چیزیں قبر کو روشن اور وسیع کرتی ہیں۔

جن چار چیزوں سے بچنا ضروری ہیں وہ یہ ہیں (۱) جھوٹ (۲) خیانت (۳) چغلی (۴) پیشاب کے چھینٹے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پیشاب کی چھینٹوں سے بچو، عام طور پر اسی کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ تفسیر مولانا برہان الدین سنبھلی کو صدمہ

دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ تفسیر مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب کی اہلیہ صاحبہ کا طویل علالت کے بعد ۳ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق ۸ جولائی ۲۰۰۱ء شب جمعہ میں میڈیکل کالج کے اندر بعارضہ کینسر انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بعد نماز جمعہ ہزاروں سوگواروں (جن میں علماء، طلبہ، اعیان شہر شامل تھے) نے نماز جنازہ پڑھی۔ نماز جنازہ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء نے پڑھائی تدفین ڈالی گنج کے قبرستان میں ہوئی۔

مرحومہ عابدہ، صالحہ اور ملنسار خاتون تھیں۔ ان کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ ان کی پرورش اور تربیت کردہ چھ افراد (جن میں ایک لڑکی تین بھتیجیاں اور دو لڑکے) مستند عالم بنے۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔

قارئین کرام سے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

تحریر: مولانا سید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۔ ترجمہ: محمد فرمان نیپالی

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پوری دنیا کے لئے رحمت بناکر بھیجے گئے تھے۔ تو اس وقت رحمت کا تصور عقل انسانی سے ماورا تھا، کیونکہ لوگ جہالت وضلالت میں اپنی پوری زندگی بسر کر رہے تھے، بدبختی اور شقاوت ان کا وتیرہ بن چکی تھی، زندگی کی کشتی بھی اپنی ڈگر پر نہیں چل رہی تھی، اس کے افراد نامعلوم بنیادوں پر اپنے محلات تعمیر کر رہے تھے نہ انہیں عاقبت کی فکر تھی۔ اور نہ قیامت کا ڈر اور خوف، بلکہ وہ صحیح معنوں میں بتوں کی پرستش اور ان کے سامنے ناصیہ فرسائی میں اپنی زندگی گذار رہے تھے۔ ایسے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحمت کی چادر پھیلا دی اور دیکھتے دیکھتے ان کو رام کر لیا، چنانچہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے، جاہلی عادات واطوار اور مشرکانہ عقائد سے رجوع کرنے لگے، فرقہ واریت اور تعصب کا طوفان دب گیا، بھائی چارے کا ماحول پیدا ہوگیا۔ اور انسان حقیقی انسان بن گیا بہیمانہ حرکتوں سے اس نے توبہ کی، اور دین اسلام ہی کا ہوکر رہ گیا۔

اب اس معاشرہ میں کوئی ایسا انسان نہیں تھا جس پر دائرۂ حیات تنگ ہو، اور وہ خود سوات وخرافات میں کھو گیا ہو، اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا اسے فہم وادراک نہ ہو، بلکہ اب انسان ایک اللہ پر ایمان لانے والا اور اس کی وحدانیت و ربوبیت کا قائل اور اس کی انفرادیت ویکتائیت کا اقرار کرنے والا تھا۔ شریعت اسلامیہ اس کی جائے پناہ تھی اور وہ شرک وبت پرستی کو چھوڑ کر ایمان کے سایہ میں آگیا تھا۔ اور اپنی ناشائستہ حرکتوں اور فروگذاشتوں سے ندامت کے دو آنسو ٹپکانے والا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالب نے نجاشی کے سامنے جو تقریر کی تھی اس سے جاہلیت کی ناپاک حرکتوں کی تصویر سامنے آتی ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "نبی رحمت" میں سیرت ابن ہشام کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

اے بادشاہ: ہم ایک جاہلیت والی قوم تھے مردار کھاتے تھے، ہر قسم کی بے حیائیوں اور گناہوں میں آلودہ تھے، ہم میں سے جو طاقتور ہوتا وہ کمزور کو پھاڑ کھاتا، ہم اس حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جس کے خاندان وحسب ونسب سے اور جس کی سچائی، امانت داری اور عفت وپاکدامنی سے ہم پہلے ہی واقف تھے، انھوں نے ہم کو یہ دعوت دی کہ ہم صرف ایک خدا پر ایمان لائیں اور اسی کی عبادت کریں۔ اور ہم اور ہمارے باپ دادا جن بتوں اور پتھروں کو پوجتے تھے اس کو بالکل چھوڑ دیں اور اس سے قطع تعلق کرلیں، انھوں نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتہ داری کا خیال کرنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے، ناجائز وحرام باتوں اور ناحق خون سے پرہیز کرنے کا حکم دیا، بے حیائی کے کاموں، جھوٹ، فریب، یتیم کا مال کھانے، پاک دامن وپاک عورتوں پر الزام لگانے سے منع فرمایا، انھوں نے ہم کو حکم دیا کہ ہم صرف ایک خدا کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، انھوں نے ہمیں نماز کا، زکوٰۃ کا، روزہ کا حکم دیا۔ اس موقع پر انھوں نے اس طرح اور ارکان اسلام بیان کئے ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لائے، اور جو طریقہ اور تعلیم وہ اللہ کی طرف سے لیکر آئے ہیں اس کی پیروی کی، صرف ایک خدا کی عبادت اختیار کی، اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کیا، جو انھوں نے حرام کیا اس کو حرام مانا، جو انھوں نے حلال کیا، اس کو حلال تسلیم کیا، اس پر ہماری قوم ہماری دشمنی پر کمربستہ ہوگئی، اس نے ہم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں اور ہم کو اس دین سے پھیرنے کے لئے مختلف آزمائشوں میں ڈالا، کوشش کی کہ اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر ہم پھر بتوں کی عبادت اختیار کریں، اور جن جرائم کو پہلے جائز سمجھتے تھے پھر جائز اور حلال سمجھنے لگیں گے۔ جب انھوں نے ہمارے ساتھ بہت زور وزبردستی کی، ہم پر ظلم کیا، ہمارا جینا دوبھر کیا۔ اور ہمارے دین کے راستہ میں دیوار بن کر کھڑے ہوگئے۔ تو ہم آپ کے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے اور اس کے لئے آپ ہی کا انتخاب کیا، آپ کے جوار اور پناہ کی خواہش کی اے بادشاہ ہم یہاں یہ امید لیکر آئے ہیں کہ ہم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔"

یہ آغاز اسلام میں اسلام ہی کے ایک ہدایت یافتہ مسلمان کی سب سے پہلی تقریر تھی جس کو اللہ رب العزت نے اپنے نبی کے توسط سے رحمت کا حصہ وافر عطا فرمایا تھا، چنانچہ

انھوں نے بلاکسی خوف وخطرہ کے حقیقت حال
کی وضاحت کی، یہ ایک ایسی انقلاب انگیز
تقریر تھی جس نے عقلِ انسانی کو حیرت زدہ
اور حواس کو مختل کر دیا تھا پھر حق کا بول بالا
ہوا باطل کا منھ کالا ہوا۔ شرک وبت پرستی کی
تہہ بہ تہہ تاریکیاں چھٹ گئیں، انسان ایک
نظری معاشرہ میں سانس لینے لگا۔ اور وہ اللہ
رب العزت کے سامنے اپنی بے سروسامانی ،
عاجزی وانکساری، کم مائیگی اور بے بضاعتی
کا اظہار کرنے لگا، سطور بالا میں جاہلیت کی
کی تصویرکشی ایک ایسے شخص کی زبانی تھی جو زمانۂ
جاہلیت میں پروان چڑھا تھا۔ اور اس کے
حالات سے پوری طرح واقف تھا۔ لیکن جب
وہ اسلام لاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
اسے متاعِ گمشدہ مل گئی ہے ۔

نبی رحمت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا زمانہ، زمانۂ جاہلیت میں پلنے اور
بڑھنے والے انسانوں (مردوں)
پر بہت بڑا احسان تھا جس کی نظیر دوسرے
مذاہب وادیان پیش کرنے سے قاصر ہیں،
ایسا اس لئے ہوا کہ ایک آدمی کو اپنی آدمیت
کا احساس ہو، جس عظیم مشن کے لئے اللہ رب العزت
نے اس کی تخلیق فرمائی ہے۔ اس کے لئے تن من
دھن کی بازی لگادے، اللہ رب العزت نے
تمام مخلوقات پر اس کو جو افضل واعلیٰ بنایا ہے
اس کا صحیح ادراک ہو، قرآن کریم میں تمام
مخلوقات پر انسان کی فضیلت و برتری کو
صاف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ
فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ
الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ
مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا :

اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو
خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں
ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی
مخلوق پر فوقیت دی (سورۂ بنی اسرائیل ع ۷،
آیت ۷۰، تفسیر تھانوی)

چنانچہ انہی تعلیمات کا یہ اثر ہوا کہ ایک ایسی
نسل وجود میں آئی جس نے اپنے وجود سے پوری دنیا
کو فائدہ پہونچایا۔ اور اپنی افادیت کا ثبوت دیا
اس نسل کے ایمان وایقان اور اس کی ثقافت کا
ہر ایک نے صدقِ دل سے اقرار کیا۔ اور اسلامی
تاریخ کو پہلی مرتبہ ایسے نمونے دیکھنے کو ملے
کہ اگر ایک ایمان والا کسی سے محبت کرتا ہے تو
اس کی محبت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے ہوتی ہے اور
اگر اسے کسی سے بغض وعداوت ہوتی ہے تو وہ اللہ
کے لئے ہوتی ہے اور دنیا کی حقیقت اس کے
سامنے ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں، بلکہ
وہ جنت کا متلاشی رہتا ہے۔ اس کے حصول
کے لئے اپنے آپ کو نوع بنوع کے سخت سے
سخت مجاہدات اور ریاضتوں کا مکلف بناتا ہے
اس کی ایک زندہ مثال غزوۂ بدر میں ملتی ہے
جس وقت دونوں (مسلمانوں اور کافروں) کے لشکر
برسرپیکار ہوگئے۔ اور ایک دوسرے سے بالکل
قریب ہوکر جنگ ہونے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے قرآن کا یہ ارشاد سنایا "سَارِعُوا
إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا
السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ (چلو بڑھو اس جنت
کی طرف جس کی چوڑائی زمین وآسمان کے برابر ہے)
عمیر بن الحمام انصاریؓ نے یہ ارشاد سنا تو کہنے لگے
کہ یا رسول اللہ وہ جنت آسمانوں اور زمین کے
برابر ہے؟ آپ نے فرمایا :۔ ہاں کہنے لگے واہ واہ!
آپ نے فرمایا کہ یہ بات کیا کہہ رہے ہو؟ انھوں نے
کہا نہیں یا رسول اللہ اور کوئی بات نہیں، یہ میں
اس خیال سے کہہ رہا ہوں کہ شاید میری قسمت میں
بھی جنت ہو، آپ نے فرمایا کہ تمہیں یہ جنت
نصیب ہوگی۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے ترکش
سے کچھ کھجوریں نکالیں اور کھانے لگے پھر اچانک
کہنے لگے اگر میں نے ان کھجوروں کے ختم ہونے کا
انتظار کیا تو بہت دیر لگا دوں گا۔ اتنا جینے کی
تاب نہیں، یہ کہہ کر جو کھجوریں رہ گئی تھیں پھینک
دیں اور میدان جنگ میں کود پڑے اور جامِ شہادت
نوش فرمایا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پایاں
احسانات میں دوسرا بڑا احسان صنف نازک
(خواتین) کے اوپر ہے یہی آپ کی صفت
رحمۃ للعالمین کا خلاصہ ہے کسے نہیں معلوم کہ زمانۂ
جاہلیت میں عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا
جارہا تھا۔ لوگ دن دہاڑے ان کی عزتیں لوٹتے
تھے، ظلم وزیادتی کا نشانہ بناتے تھے۔ مالِ
وراثت سے ان کو محروم کردیتے تھے۔ اور
مال وراثت کو صرف والدین اور خاندان والوں
میں تقسیم کرتے تھے۔ اس صنف کی ولادت کو
نحوست کا ذریعہ سمجھتے تھے، مزید برآں اگر کوئی
بچی پیدا ہوتی تو سنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے
زندہ درگور کردیتے تھے۔ قرآن نے کس درد بھرے
انداز میں اس کا نقشہ کھینچا ہے۔
وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ
وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ يَتَوَارَىٰ
مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ
عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ
مَا يَحْكُمُونَ (سورۂ نحل ع ۱۳، آیت ۵۸ - ۵۹،
تفسیر تھانوی) اور جب ان میں سے کسی کو
عورت (بیٹی) کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ بے رونق
ہوجاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے جس

چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے اس کے عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا کہ آیا اس کو ذلت پر لئے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے خوب سن لو ان کا یہ فیصلہ بہت ہی بُرا ہے۔

آپ نے اس ظالم معاشرہ سے اس کو نکال کر عزت و شرف کا لباس پہنایا، عقائد باطلہ سے تائب کرایا، مرد و زن کے تعلقات کو خوشگوار بنایا۔ اور زندگی میں ان دونوں کی قدر و قیمت میں چار چاند لگایا، اسی کے ساتھ ہی نئی نسل کی تعمیر میں اس کے مثبت کردار کو سراہا یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے دونوں کے جملہ معاملات و سرگرمیاں خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی سب کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سورہ نحل ع ۱۹ آیت ۹۷)

جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو بالطف زندگی دیں گے۔ اور ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر بھی دیں گے۔

دوسری جگہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ :۔ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ (سورہ آل عمران ع ۱۱، آیت ۱۹۵)

سو منظور کرلیا ان کی درخواست کو ان کے رب نے اس وجہ سے میں کسی شخص کے کام کو جو تم میں سے کام کرنے والا ہے اکارت نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم آپس میں ایک دوسرے کے جز ہو۔

یہ دریائے رحمت کے چند قطرے تھے جن سے آپ نے پوری دنیا کو سیراب کیا اور انسانیت کے مقام و مرتبہ کو بحال کیا۔ اور اس

مولانا محمد عثمان معروفی کا انتقال ہوگیا

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے ترجمان ماہنامہ "مظاہر علوم" کے ایڈیٹر اور تاریخ کے ایک اچھے ماہر مولانا محمد عثمان صاحب معروفیؒ کا چند دن پہلے اچانک انتقال ہوگیا۔

مولانا معروفیؒ ادھر چند سال سے سہارنپور کے جامعہ مظاہر علوم میں مقیم تھے رسالہ کو مرتب کرنے کی پوری ذمہ داری آپ ہی پر تھی یوں تو ماہنامہ مظاہر علوم ادھر کئی سالوں سے شائع ہوکر علمی و ادبی حلقوں میں مشہور ہوگیا تھا۔ لیکن مولانا کی آمد سے اس میں مزید ترقی ہوئی۔

آپ قلم کے دھنی، حالات حاضرہ پر اچھا تبصرہ کرنے والے اور عالم اسلامی کے حالات و واقعات پر نگاہ رکھنے والے تھے، مضامین کے انتخاب و ترتیب میں بھی آپ قارئین کے مزاج کا خیال رکھتے تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی آپ بیتی سے علماء و طلبائے مدارس کے مطالعہ کے لئے تربیتی نقطۂ نظر سے اچھے اچھے مضامین کا انتخاب کرکے شائع کیا کرتے تھے۔

اسی طرح آپ تاریخ وفات کو منظوم انداز میں پیش کرنے پر بڑی قدرت رکھتے تھے، تعمیر حیات کے "مفکر اسلام نمبر" میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر آپ کا مرتب کردہ قطعہ شائع بھی ہوچکا ہے۔

نیز آپ تاریخ کے موضوع پر چند کتابیں بھی لکھ چکے ہیں جس میں مؤلفین و مصنفین کے احوال پر ترتیب دی ہوئی کتاب "تذکرہ مؤلفین" کافی مقبول ہوئی۔ مرحوم کے انتقال کی خبر پر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں نے گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ اور فوراً ہی حضرت ناظم صاحب و مہتمم صاحب کی عدم موجودگی کی بناء پر مفتی محمد ظہور صاحب کی طرف سے ایک تعزیتی فیکس مدرسہ مظاہر علوم کے ذمہ داروں کے نام ارسال کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

کی قدر و قیمت کو دوبالا کیا جبکہ انسانیت پوری دنیا میں دم توڑ رہی تھی اور جانکنی کے عالم میں تھی، اس صفت رحمت سے ایمان و یقین اور اسلامی تعلیمات سے بھرپور ایک تہذیب وجود میں آئی جس کے سامنے دنیا کی جملہ تہذیبوں کو سر تسلیم خم کرنا پڑا!

آج عصری علوم کے ماہروں، تہذیب و تمدن کے متوالوں اور انسانی فلسفوں سے واقف کاروں کے لئے بہترین موقع ہے کہ وہ از سر نو زندگی کے جملہ شعبہ جات میں اسلام کے بے پایاں احسانات کا مشاہدہ کریں۔ بدلتے ہوئے حالات میں عقیدۂ اسلامی پر قائم ٹھوس محلات کو بنظر غائر دیکھیں۔ اگر وہ تعصب کی عینک کو اتار کر ایسا کریں گے تو انھیں یہ ماننا پڑے گا کہ اسلام ہی نے انسانوں کو انسان بنایا۔ عورت کو اس کا حق دیا۔ اور دیگر مسائل میں بھی اس کا بہترین حل پیش کیا۔

یہ حدیثِ دل ہے اسے گوشِ دل سے سنیے

شمس الحق ندوی

آپ کے ادب و احترام میں ادنی کمی کئے بغیر لب کشائی کرنا چاہتا ہوں۔ عرصہ سے میں آپ کے سامنے لب کشائی کرنے کی فکر میں تھا مگر جرأت نہ ہوتی تھی اس لئے نہیں کہ میرا یہ اقدام کوئی غلط اقدام ہوتا بلکہ اس تردد و تذبذب کا سبب اور تاخیر کی وجہ آپ کی مزاجی کیفیت تھی جواب اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ کھلی ہوئی حقیقت کو بھی سن کر ناک بھوں چڑھاتی ہے اور اسے مجذوب کی بڑ سمجھتی ہے بالآخر میری طرف سے آپ کی غفلت و بے اعتنائی نے مجھے مجبور کردیا کہ میں آپ سے ہم کلام ہوں اور آپ کو یہ باور کرانے کی کوشش کروں کہ آپ کی عزت و شرف کا سارا انحصار مجھی پر ہے اور میری طرف سے آپ کی بے اعتنائی اپنے ہاتھوں پاؤں میں کلہاڑی مارنے بلکہ خودکشی کے مرادف ہے۔

یہ تو آپ کو تسلیم ہے کہ آپ کے پورے جسمانی نظام میں مجھے مرکزیت حاصل ہے میں اپنا کام چھوڑ دوں تو آپ کا پورا جسمانی نظام فیل ہوجائے آپ کے جسم کا ہر حصہ اپنی جگہ پر موجود اور صحیح و سالم ہونے کے باوجود بیکار ہوجائے اور یک لخت نہ صرف اپنا کام چھوڑ دے بلکہ اس میں سڑاند و بدبو پیدا ہوجائے اور قریب سے قریب عزیز بھی آپ کو ایک لمحہ رکھنے کا روادار نہ ہو، جلد سے جلد زمین میں دفن کردے، چتا میں جلادے یا دریا میں ڈبو دے۔

یہ وہ کھلی ہوئی حقیقت ہے جس سے آپ کا بڑے سے بڑا شخص انکار نہیں کرسکتا یہاں بڑے سے بڑا سائنسداں اور ڈاکٹر اپنی بے بسی و ناکامی کا اعتراف کرلیتا ہے، آپ نے اپنے علم و ہنرمندی میں ترقی کرکے بہت کچھ حاصل کرلیا ہے، بحر و بر پر اپنی کامیابی کا سکہ جمایا ہے، چاند تاروں پر بھی اپنی کمند ڈال دی ہے مگر وہاں سب ہار جاتے ہیں جہاں میں اپنا کام چھوڑ دیتا ہوں آپ ہی کے ایک بھائی کی زبان سے یہ حقیقت اس طرح بیان ہوئی ہے۔ ع

ابر و باد پر قادر اور اس قدر مجبور
کہ ایک سانس کے لانے کا اختیار نہیں

میری اسی اہمیت کی وجہ سے آپ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ مجھے ہر نقصان سے بچائیں اور میں اس وقت تک اپنا کام کرتا رہوں جب تک میرے خالق کو منظور ہے، یہاں تک تو آپ کا روز کا تجربہ اور مشاہدہ ہے اور آپ کا اس سے انکار گویا اپنے وجود کا انکار ہے۔

اب میں آپ کو اپنے اس بلند مقام اور وسعت و بڑائی سے روشناس کرانا چاہتا ہوں جس میں آپ کی فضیلت و بڑائی، اور اشرف المخلوقات ہونے کا راز پنہاں ہے میری جسمانی کیفیات، قوت و نزاکت اور قوت کار کا علم تو آپ کو ڈاکٹروں اور طبیبوں سے ہوتا ہے جو مختصراً میں آپ سے عرض کر چکا ہوں۔

مگر میری غیر مرئی قوت و صلاحیت اور وسعت و ہمہ گیری کا علم میرے خالق (اللہ) کے ان مخصوص بندوں ہی کے ذریعہ ہوتا ہے جن کو آپ نبی، رسول (یا ایشور کے دوت) کہتے ہیں یہ علم بھی علم ہی نہیں رہتا بلکہ تجربہ میں آتا ہے اور مشاہدہ بن جاتا ہے، میری اس قوت و طاقت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ اس بھری کائنات میں تنہا میں وہ ہوں جو وحی اور کلام ربانی کے بار کو سنبھال لیتا ہے اور اس کا امین ہوتا ہے وحی کا بار غیر معمولی ہوتا ہے۔ ایسا بار جس کو سات زمین و آسمان نہ سنبھال سکے۔

خود میرے خالق نے اپنے نبی کی زبان سے کہلوایا۔

"لا یسعنی ارضی ولا سمائی و لکن یسعنی قلب مومن (میرے لئے زمین و آسمان میرے لئے کافی نہیں ہوتے لیکن میں اپنے مومن بندہ کے دل میں سما جاتا ہوں)

آپ کے ایک بھائی نے اس کو یوں ادا کیا ہے ؎

سماتے نہیں وہ تو ارض و سما میں
مرے دل میں کیسے سمائے ہوئے ہیں

ایک اور بھائی نے یوں کہا ؎

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ تو جس میں سما سکے

آپ کے سارے اعمال کا تعلق میری اسی طاقت سے ہے آپ میری اس طاقت کو عصیان و نافرمانی کی آلائشوں سے جتنا محفوظ رکھیں گے اتنا ہی یہ اپنا کام کرے گی اور اگر غفلت و لاپروائی برتیں گے تو میری یہ طاقت کمزور ہوگی۔ میری یہ طاقت جتنی کمزور ہوتی جائے گی آپ کے اعمال اتنے ہی

خراب ہوتے جائیں گے، سکون وچین، محبت والفت ختم ہوتا جائے گا۔ انتشار و بے چینی ظلم و غارت گری بڑھتی جائے گی، اور وہ اتنی بڑھ سکتی ہے کہ ملک کے ملک برباد ہو جائیں۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک دھول اڑنے لگے۔ انسان جانوروں اور درندوں سے نہ ڈرے اور اپنے جیسے انسانوں سے ڈرنے لگے۔

اللہ کے نبیؐ کا یہ فرمان اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً فَاِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ۔ (سن لو (تمہارے) جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو پورا جسم صحیح و درست ہوگا۔ اور جب وہ بگڑے گا تو پورا جسم بگڑ جائے گا)

نبیؐ کے اس فرمان سے صرف جسمانی فساد و بگاڑ مراد نہیں بلکہ معنوی فساد و بگاڑ بھی مراد ہے۔ میرا بگاڑ عالم کا بگاڑ ہے، اس میں آپ کو ذرا بھی شک و شبہ ہو تو میرے خالق کے یہ الفاظ پڑھ لیجئے "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا" (کامیاب ہوگیا جس نے اس دل کو پاک کیا۔ برباد ہوگیا جس نے اس (دل) کو پراگندہ کیا۔)

اس ارشاد ربانی کے بعد اب شاید میری اہمیت آپ پر پوری طرح واضح ہوگئی ہوگی میرے خالق کے اس ارشاد کے بعد اس کا انکار کفر ہے میری اس اہمیت کی وجہ سے میرے اس مقام واعزاز کی وجہ سے آقا نے فرمایا میں اس بندے کے پاس ہوتا ہوں جس کا دل ٹوٹا ہوا ہوتا ہے۔ اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ الْقُلُوْبِ۔

اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد میں آپ سے عرض کروں گا کہ آپ کسی کا دل نہ دکھائیں نہ کسی کا دل توڑیں۔ دل کا توڑنا میرے آقا کو بہت ناپسند ہے، دل کے ٹوٹنے کی صدا آپ کو تو نہیں سنائی دیتی ہے مگر براہ راست وہ عرش اعظم سے جا ٹکراتی ہے اور وہاں اس کی صدا سنائی دیتی ہے۔ خود آپ ہی کا کہنا ہے ؎

شیشہ ٹوٹے غل مچ جائے
دل ٹوٹے آواز نہ آئے

دوسرے الفاظ میں آپ ہی نے اس کو یوں بیان کیا ہے ؎

کسی کو کیا ہو دلوں کی شکستگی کی خبر
کہ ٹوٹنے میں یہ شیشے صدا نہیں رکھتے

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کو پاک صاف کر لیتے ہیں۔ اس کے احساس و شعور کو جلا دیتے ہیں۔ مرد خود آگاہ و خدا شناس بن جاتے ہیں وہ ہزار زخم کھا کر بھی دوسروں کا دل نہیں دکھاتے کسی کا دل دکھانا ان پر بار ہوتا ہے شاید آپ نے خواجہ باقی باللہ دہلویؒ کا واقعہ سنا ہو کہ ایک دن سخت کڑاکے کی سردی میں وہ کسی ضرورت سے باہر نکلے۔ تھوڑی دیر بعد واپس ہوئے تو دیکھا کہ لحاف میں ایک بلی سو رہی ہے آپ نے اس خیال سے کہ اس کو تکلیف ہوگی اسے بستر سے نہیں نکالا۔ اور پوری رات کھڑے کھڑے گذار دی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ان سے ہزاروں لاکھوں مخلوق خدا کو فائدہ پہونچا۔ اور ان کے دل کی روشنی سے بے شمار دل روشن ہوئے۔

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ سردیوں کے موسم میں راستہ سے گذر رہے تھے دیکھا کہ کتے کا ایک پلہ نالی کے پانی میں بھیگ کر ٹھنڈک سے ٹھٹھر رہا ہے چلنے کی بھی طاقت نہیں، انھیں اس پر بڑا ترس آیا۔ اس کو اٹھا کر دھوپ میں رکھ دیا۔ دھوپ کھا کر وہ چلنے پھرنے لگا۔ اور مرنے سے بچ گیا۔ ایک پلے کے دل کو آرام پہنچانے سے ان پر ایسا فیضان ہوا کہ وہ اپنے زمانہ کے شیخ وقت بنے۔

کتا جیسا ناپاک جانور کہ جس کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ وہ جس گھر میں ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اس کتے کا دل خوش کرنے والی بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کے سارے پاپ معاف کر دئے گئے اور وہ جنتی بن گئی۔

اس طرح کے واقعات کی فہرست بہت طویل ہے یہ چند واقعات محض آپ کے احساس کو بیدار کرنے اور اپنی اہمیت و نزاکت واضح کرنے کے لئے میں نے آپ کو سنا دیئے آپ کو میرا مشورہ ہے کہ کسی دل کو دکھانے سے بچیں۔ اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ (مخلوق خدا کا کنبہ ہے) جب مخلوق خدا کا کنبہ ہے تو آپ سوچ لیں کہ بیجا طور پر اس کا دل دکھانے سے خدا کی طرف سے آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔

سچ یہ ہے کہ دل کی دنیا آباد ہو تو دل والا نہال ہو اور اگر ویران ہو تو وہ تباہ و برباد ہو۔

دل ہی سرچشمہ ہے پیچ و تاب روحی کا اور دل ہی کا رہین و منت ہے سوز و ساز رازی، دل ہی عطار کی آہ سحر گاہی کا محرم ہے، دل ہی راز ہے غزالی کے اضطراب بے چینی کا، دل ہی کا راگ ہے زبور عجم، دل ہی کی صدا ہے ارمغان حجاز اور اسی کی صدائے باز گشت ہے بانگ درا و صور اسرافیل۔

ہر سعی لاحاصل اور ہر تدبیر بے سود ہوتی ہے اگر اس میں میرا خون نہ شامل ہو،

عشق و مستی بھی ہار مان لیتے ہیں۔ اگر ان میں میرے
خون کی روانی اور گرمی نہ ہو تو آپ ہی نے
تو کسی وقت عالم بے خودی میں کہا تھا ؂
عشق ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر
نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
تلخ نوائی معاف ہو، اب بہت ادب سے
آپ سے عرض کرنا چاہوں گا کہ آپ چاہے جتنے
بڑے بڑے کام کر ڈالیں، حکومتیں قائم کر لیں
چھٹے دار تقریریں کر لیں، زوردار مضامین لکھ
لیں، ضرورت و حقیقت سے زیادہ شور اور
مظاہرہ کر لیں، انجمنیں بنالیں، جماعتیں قائم
کر لیں۔ لیکن اگر اس میں میرا خون شامل نہیں تو
سب بیکار و لاحاصل ہے، میرا خالق نہ اس سے
کبھی خوش ہو سکتا ہے اور نہ اس سے وہ
نتائج نکل سکتے ہیں جو آقا کو منظور ہیں۔ آپ
غور کریں ذرا دیر کے لئے اپنے دماغ کو غور و فکر
اور سوچنے کا موقع دیں کہ آخر کیا بات تھی سے
کہ بہت سے خدا کے بندے خاموشی سے لگ
اپنے کام میں لگے رہے۔ اپنے دل کو روشن کر لیا
اور پھر دوسروں کا دل بغیر کسی پروپیگنڈہ کے
گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر روشن کرتے رہے، اور ان
سے ہزارہا ہزار بندگان خدا کی زندگیاں بدل
گئیں۔ ان کے دل روشن ہو گئے۔ ملکوں کا نظام
بدل گیا۔ اور یہ سارا انقلاب خاموشی کے ساتھ
آگیا۔ اگر اس کو تصوف کا نام دیکر آپ کو وحشت
ہوتی ہے تو مجھے آپ کی عقل پر ہزار بار ہنسی آتی
ہے اور میں آپ کو بار بار ٹھوکر کھا کر گرتے دیکھتا
ہوں پھر اس گرنے کی تاویل سن کر جگر تھام کر
بیٹھ جاتا ہوں۔ ان میں وہ بھی تھے جو شمشیر
و سناں کے بھی حامل تھے۔ اور قلم و قرطاس
کے بھی مگر میرا سوز بھی اس میں شامل تھا
آپ ان کی ناکامی کے اسباب ڈھونڈھتے ہیں
ہم آپ سے کہتے ہیں کہ ان کی کامیابی کا سب سے
بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کی کاوشوں اور شوق جہاد
کا ذکر آج بھی دلوں میں گرمی پیدا کرتا ہے۔ اور ہزاروں
دلوں کو روشنی بخشتا ہے۔

یہ سب کرشمے تھے اس کے کہ انھوں نے
میرے مقام کو پہچانا۔ کس زبان سے آپ کو
سمجھاؤں، سمجھانے کا کون سا طرز و اسلوب بیان
اختیار کروں کہ آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے
کہ دل کی معرفت تلواروں کی جھنکار کو بانسری
کا سُر بنا دیتی ہے، توپوں کی گھن گرج کو بچوں کا
کھیل و تماشا بنا دیتی ہے۔ میدانِ کارزار میں
جنت کا مزا آنے لگتا ہے اور رزم گاہِ حیات
میں ایک شمع فروزاں ہاتھ آجاتی ہے، اور
ربِ کریم خود آپ کا ہاتھ بن جاتا ہے جس سے
آپ پکڑتے ہیں۔ آپ کا پاؤں بن جاتا ہے
جس سے آپ چلتے ہیں، آپ کا کان بن جاتا
ہے جس سے آپ سنتے ہیں۔ آپ کی آنکھ بن
جاتا ہے جس سے آپ دیکھتے ہیں یہ الفاظ
شاید آپ ہی کے ہیں کہ ؂

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا کارساز

سلسلۂ کلام دراز ہوتا جا رہا ہے آپ کا
کا حافظہ یوں بھی بہت کمزور ہے، زیادہ طویل
گفت گو شاید آپ ہضم نہ کر سکیں۔ میری یہ مختصر
سی گزارش اگر آپ کی گرفت میں آگئی اور آپ نے
اس پر غور و فکر کیا۔ اور دل کی کھوئی ہوئی پونجی
کو حاصل کرنے کی فکر کی تو میں یقین دلاتا ہوں
آپ سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو آپ کا کھویا
ہوا مقام پھر مل جائے گا جب آپ دل کے مقام
کو پہچان لیں گے۔

میرا یہ دعویٰ ادعاء محض نہیں ہے بلکہ میری
اس جرأت کا سبب میرے آقا کا یہ فرمان ہے
جو نبی کی زبان سے ادا ہوا ہے۔
أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي (میرا بندہ میرے
ساتھ جیسا اعتقاد رکھتا ہے میں اس کے ساتھ
وہی معاملہ کرتا ہوں۔

اپنے نبی سے فرمایا :-
وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي
قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا
دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝

" اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے
میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ)
میں تو (تمہارے) پاس ہوں جب کوئی پکارنے
والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا
ہوں تو ان کو چاہیئے کہ میرے حکموں کو مانیں
اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔"

مجھے کھو کر یا میری ناقدری کر کے آپ نے
اپنا سب کچھ کھو دیا ہے دل کا معاملہ بڑا نازک
ہے میں یہاں تک کہنے کی جرأت کر سکتا ہوں
کہ بنائے کعبہ بے بنیاد ہوتی۔ اگر اس کی تعمیر میں
خلیل اللہ کا سوز جگر اور ذبیح اللہ کا خون
دل نہ شامل ہوتا یہ آخری بات ہے جو کہی
جا سکتی ہے اس کے بعد اب آپ خود ہی فیصلہ
کریں کہ جو کام بھی حریم دل کو پامال کر کے کیا جائے
گا یا اس میں دل کی ادائیں نہ شامل ہوں گی
نہ کام ہوگا۔ خدارا آپ میرے مقام کو پہچانیں
اور اس کو اس کا حق دیں۔

میں نے کہا دل کی ادائیں جس کی تعبیر
آپ کرتے ہیں، ایمان و احتساب سے
احسان سے، اخلاص و للّٰہیت اور إِنَّمَا
الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ سے آخر کے یہ چند
الفاظ خلاصہ اور لب لباب ہیں اس سب
کا جواب تک آپ سے کہتا رہا ہوں خلوص

(باقی ص ۲۵ پر)

خوداعتمادی یا خدا اعتمادی ؟

● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

خوداعتمادی انسان کا وہ جوہر ہے جس کے ذریعہ وہ بہت سے اہم امور کی انجام دہی اور زندگی کے مختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دینے کے قابل سمجھا جاتا ہے، اگر انسان کو اپنی ذات، اپنے علم، اپنے فن اور اپنی مہارت نیز اولوالعزمی طالع آزمائی، حمیت وغیرت اور اپنی جرأت وجسارت پر اعتماد نہ ہو تو زندگی کی شاہراہ پر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی قابل ذکر خدمات انجام دینے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرسکتا ہے۔ اس خوداعتمادی کے جوہر کو سان چڑھانے اور اس کی قوت کو فروغ دینے کا حکم قرآن پاک میں یوں دیا گیا ہے۔

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ

اور تم مقابل کو سامنے رکھتے ہوئے حتی الامکان اپنی قوت وطاقت کو بڑھاؤ (الانفال)

خوداعتمادی کے جوہر کو نمایاں کرنے کے لئے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اس کے اسباب ومحرکات کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ وہ کوئی جنس نہیں جس کو کسی دوکان سے خرید کر حاصل کرلیا جاتا ہے۔ وہ ایک کردار ہے جس سے انسان باکردار بنتا ہے۔ وہ ایک وصف ہے جس سے متصف ہوتے ہی ایک امتیازی شان پیدا ہوجاتی ہے۔ خوداعتمادی کو خودی بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے خودی کے اسرار ورموز کو اسرار خودی میں خوب کھول کھول کر بیان فرمایا ہے ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

خودی یا خوداعتمادی کی سرحد غرور وتکبر اور فریب نفس کی کھائی سے بھی ملتی ہے، اس لئے اسلام نے وہ خوداعتمادی جو خدا اعتمادی کی معرفت سے ناآشنا ہو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا ہے، بلکہ اس کو مہلک قرار دیا ہے، اپنی ذات پر اعتماد کی بنیاد پر دوسروں کی حق تلفی اور کبھی تحقیر بھی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے،

بحسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم، کسی عظیم فرد کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے

اس لئے اہم امور میں مشورہ کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وحدت رائے کی بنیاد پر فریب نفس کا گمان بھی پیدا نہ ہو۔ لیکن جب مشورہ سے کوئی بات طے ہوجائے تو پھر پورے عزم وارادہ کے ساتھ اسے کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ لیکن نتائج کے مقابلہ میں اللہ عزوجل پر کامل اعتماد کی بات کہی گئی ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ،

معاملہ میں ان کے ہمراہ مشورہ کرلیں، تو جب عزم ہوجائے تو اللہ پر بھروسہ کریں، بیشک اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں اُسی خدا اعتمادی کو توکل سے تعبیر کیا جاتا ہے، توکل کے معنیٰ ترک عمل کے نہیں ہیں اور نہ ہی دوسروں پر اعتماد کرکے اپنے آپ کو میدان عمل سے ہٹا لینے کا نام ہے بلکہ حقیقت میں توکل سراپا عمل ہے۔ اور عمل کے نتائج اپنے عزم وارادہ اور آرزو کے مطابق ہونے میں اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ کرنا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح روزی دے جس طرح کہ پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح بھوکے اپنے آشیانوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر واپس آتے ہیں۔ (ترمذی)

علامہ سید سلیمان ندویؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کی تشریح کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

"اس حدیث سے بھی مقصود ترک عمل اور ترک تدبیر نہیں کیونکہ پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں بیٹھ کر یہ روزی نہیں پہنچائی جاتی ہے، بلکہ ان کو بھی اڑ کر کھیتوں اور باغوں میں جانے اور رزق تلاش کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اس سلسلہ میں وہ اپنی قوت بازو پر اعتماد کرتے ہیں، اللہ کے سہارے دور دراز خطوں تک پرواز بھرتے رہتے ہیں اسی طرح مومن فضائے نامحدود میں اپنی قوت پر اعتماد کرتے ہوئے خدا کے سہارے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، علامہ اقبالؒ نے اسی

حقیقت کو یوں پیش کیا ہے ؎

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی
تری زندگی اسی سے تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ "اور جو کوئی اللہ سے ڈرے وہ اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا راستہ کر دے گا۔ اور اس کو وہاں سے روزی دے گا۔ جہاں سے اس کو گمان نہ ہوگا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو وہ اس کو بس ہے بیشک اللہ اپنے ارادہ کو پہونچ کر رہتا ہے اس نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔ (سورۂ طلاق)

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے توکل کی تشریح کرتے ہوئے مزید لکھا ہے۔

"اوپر کی تفصیلوں سے ہویدا ہے کہ توکل جس قلبی یقین کا نام ہے اسی کے قریب قریب آجکل کے اخلاقیات میں "خود اعتمادی" کا لفظ بولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ کامیاب افراد وہی ہوتے ہیں جن میں یہ جوہر پایا جاتا ہے (سیرۃ النبی ج ۵ ص ۲۴۲)

حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی سواری پر بیٹھا ہوا تھا کہ آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اے لڑکے! تو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ (اور اس سے غافل نہ ہو) اللہ تعالیٰ تیرا خیال فرمائے گا۔ تو اللہ کو یاد رکھ، تو اس کو اپنے سامنے پائے گا اور جب تو کوئی چیز مانگنا چاہے تو بس اللہ ہی سے مانگ اور جب تو کسی مدد کا محتاج ہو تو اللہ ہی سے مدد طلب کر اور یہ بھی طرح جان لے کہ اگر ساری انسانی برادری بھی باہم متفق ہو کر چاہے کہ تجھے کسی شئے سے فائدہ پہونچائے تو صرف اسی شئے سے تجھے فائدہ پہونچا سکے گی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے مقدر کر دی ہے، اور اسی طرح اگر ساری انسانی برادری جمع ہو کر تجھے کسی چیز سے نقصان پہنچانا چاہے تو صرف اسی چیز سے نقصان پہنچا سکے گی جس سے نقصان پہونچنا اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے مقدر کر دیا ہے، قلم اٹھ چکے اور صحیفے خشک ہو چکے (ترمذی)

سیرت ابن ہشام میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جب ایک مرتبہ آپؐ کے عزیز اور خود چچا ابو طالب نے بھی آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کی آپ اپنا تبلیغ اسلام کا کام چھوڑ دیں تو آپ نے جواب میں فرمایا "عم محترم" میری تنہائی کا خیال نہ کیجئے، حق زیادہ دیر تک تنہا نہیں رہے گا۔ عرب و عجم ایک دن اسی کے ساتھ ہوگا۔

ایک دن کچھ کفار نے حرم میں بیٹھ کر فیصلہ کیا کہ جوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں قدم رکھیں "نعوذ باللہ" آپ کی بوٹی بوٹی اڑا دی جائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سن لی وہ روتی ہوئی آئیں اور آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی۔ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تسلی دی اور وضو کے لئے پانی مانگا وضو کر کے آپ بے خطر حرم کی جانب روانہ ہو گئے جب آپؐ صحن حرم میں پہونچے اور کفار کی نظر آپؐ پر پڑی تو خود بخود ان کی نگاہیں جھک گئیں

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور میں پناہ گزین تھے تو تعاقب کرنے والوں میں سے کچھ لوگ غار کے قریب آپہونچے، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن اس قدر قریب ہیں کہ اگر ذرا نیچے جھک کر اپنے پاؤں کی طرف دیکھیں گے تو ہم پر نظر پڑ جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

آج کے ماحول میں خود اعتمادی کے ساتھ اسی خدا اعتمادی کی ضرورت ہے اس کے ذریعہ ماحول کی برہمی اور حالات کی سنگینی کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور وقت کے طاغوت کو زیر کیا جا سکتا ہے۔

غزنی کے حکمراں سبکتگین کی وفات کے بعد محمود نے غزنی کی سلطنت کا بار اٹھایا۔ ابھی یہ نوآموز بادشاہ باپ کی وفات کی وجہ سے دلگیر اور رنجور تھا۔ کہ اچانک خبر ملی کہ پنجاب کا مہاراجہ جے پال (جو اس کے باپ سبکتگین کے عہد سلطانی میں بھی دو بار غزنی پر حملہ کر چکا تھا) غزنی کی طرف ڈیڑھ لاکھ پیادہ اور تین سو ہاتھیوں کی ٹڈی دل فوج کے ساتھ کوچ کرنے جا رہا ہے۔ محمود ابھی نظم سلطنت سے فارغ بھی نہیں ہوا تھا کہ اس بلائے ناگہانی کی اطلاع ملی، لیکن وہ اللہ کا بندہ بجائے ہراساں ہونے کے صرف دس ہزار فوج لیکر جے پال کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑا ہوتا ہے، محمود جے پال کی فوج کی کثرت تعداد سے قطعاً مرعوب نہ ہوا۔ لڑائی شروع ہوئی دونوں فوجوں میں کوئی تناسب نہیں تھا۔ ایک طرف زبردست فوج کا دستہ اور دوسری طرف مٹھی بھر جانباز، ایک طرف انتہائی حریص و غاصب بادشاہ جے پال، دوسری طرف ایک کم سن بالکل نیا سلطان جو خود سالار کارواں ہے، جہاد کے جذبہ سے سرشار اللہ کی ذات پر کامل اعتماد کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ اور جے پال کی فوج کے کشتے کے پشتے لگا دیتا ہے، پیشاور کے میدان میں ۵ ہزار لاشیں چھوڑ کر جے پال کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی، جے پال گرفتار ہوا۔ اسکی شکست کا یہ معرکہ اپنی مثال نہیں رکھتا۔ آٹھ ماہ غزنی میں رکھنے کے بعد محمود نے جے پال کو رہا کر دیا۔ جے پال اس شکست سے اس قدر

باقی ص ۲۵ پر

سلطان محمود غزنوی شیخ ابوالحسن خرقانی کی خدمت میں

محمود حسن حسنی ندوی

شیخ خرقانی بڑے درجہ کے بزرگ گزرے ہیں ان کے مقام عالی کا کچھ اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ بوعلی سینا جیسا پایہ کا شخص ان کی خدمت میں نیازمندانہ حاضری کو اپنے لئے عین سعادت سمجھتا تھا۔ شیخ کبیر ابوسعید ابوالخیر اور امام ابوالقاسم قشیری ان کے یہاں خادمانہ حاضری دیتے تھے۔ شیخ ابوالقاسم گرگانی ان کے ارادتمندوں میں تھے۔

مختصر یہ کہ خرقانی الوطن یہ بزرگ اکابر مشائخ نقشبندیہ میں سے ایک ہیں۔ خرقان میں ۳۵۱ھ کو پیدا ہوئے، یہ وہی خرقان ہے جو بسطام کے پہاڑوں میں ایک بستی ہے اور استرآباد کے راستہ میں واقع ہے، ایک بڑے ہی عالی مرتبت بزرگ شیخ بایزید بسطامی کا خرقان سے گذر ہوا تو وہ جاتے جاتے رک گئے، سبب پوچھنے پر فرمایا کہ مجھے یہاں ایک مرد خدا کی خوشبو محسوس ہوئی۔ ان دونوں بزرگوں کا زمانہ الگ الگ ہے۔ لیکن شیخ خرقانی کا شیخ بسطامی کی روحانیت سے مستفیض ہونا کتابوں میں مذکور ہے وفات منگل ۱۰ محرم ۴۲۵ھ کو پائی ـــ ابوالحسن علی نام ہے احمد والد کا نام، خرقان وطن کا نام ہے۔

سلطان محمود غزنوی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ فاتح ہند، ہندوستان میں شوکتِ اسلام کی علامت، صاحب سطوت وجبروت سلطان غزنی کا رہنے والا تھا جو افغانستان کا مشہور علاقہ ہے۔

"تاریخ فرشتہ" میں ہے کہ کسی اہم مہم پر سلطان روانہ ہوا۔ خراسان پہونچنے پر اس کے دل میں مرجع خاص وعام بزرگ شیخ ابوالحسن خرقانی کی زیارت کا خیال موجزن ہوا، مگر دوسرا خیال حاضری کے شوق وداعیہ پر غالب آیا وہ یہ تھا کہ ہم یہاں کسی دوسرے ارادہ سے آئے ہیں، ایسے ارادہ ونیت سے جس میں ملکی سیاست کو دخل ہے اس لئے اس وقت ان کی خدمت میں حاضری خلاف ادب ہے، چنانچہ سلطان دوسرے امور کو سر کرنے کے بعد غزنی واپس چلا گیا۔ چلا تو وہ گیا لیکن جلد ہی عازم خراسان اس نیت سے ہوا کہ شیخ خرقانی کی خدمت میں حاضری دی جائے گی اور ان کی خدمت میں وقت گذارا جائے گا۔ اس کے لئے سلطان نے پورا اہتمام کیا اور اس کا خیال رکھا کہ نیت خالص رہے۔

سلطان نے شیخ وقت کی خدمت میں باادب حاضری دی تمام قدروں کا خیال رکھا اور ان سے صحیح استفادہ کیا، نصیحت چاہی پھر دعا کے لئے کہا۔ شیخ نے فرمایا کہ میرا تو پانچوں نمازوں کے بعد دعا میں یہ معمول ہے کہ عرض کرتا ہوں "اللّٰھمّ اغفر للمؤمنین والمؤمنات" سلطان نے عرض کیا کہ حضرت! یہ تو عمومی دعا ہے، خصوصی دعا کی درخواست ہے۔ شیخ نے فرمایا: جا تیری عاقبت محمود ہو۔

شیخ کا یہ فرمانا تھا کہ سلطان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ اس کا آنا وصول ہوگیا۔ اس کے سفر کی ساری تکان کافور ہوگئی۔ اشرفیوں (روپیوں) کا توڑا لیا اور شیخ کو پیش کیا۔

جواب میں شیخ نے سلطان کے سامنے جَو کی سوکھی روٹی رکھی سلطان نے منھ میں لی، مگر حلق سے نہ نگلی جاتی تھی۔

شیخ دیکھتے رہے پھر فرمایا کہ کیا یہ روٹی گلے میں اٹک رہی ہے، سلطان نے عرض کیا کہ جی! نگلنا اس کا دشوار ہے۔

شیخ نے فرمایا کہ: جس طرح یہ روٹی تمہارے گلے سے نہیں اتر پارہی ہے اسی طرح تمہارا یہ اشرفیوں کا توڑا ہمارے گلہ سے نہیں اتر رہا ہے۔ ہمارے سامنے سے لے جاؤ۔

سلطان نے اٹھتے اٹھتے تبرک چاہا۔

شیخ نے اپنا خرقہ دے ڈالا۔

سلطان نے اب جانے کی اجازت چاہی، تو شیخ نے اعزاز واکرام کے ساتھ انھیں رخصت کیا۔

سلطان کو حیرت ہوئی کہ یہی بزرگ کہ جنھوں نے شروع میں میری کوئی پرواہ نہیں کی اب اتنا خیال فرمارہے ہیں، سلطان سے رہا نہیں گیا۔ عرض کیا کہ حضرت! پہلے آپ نے بڑی بے اعتنائی برتی۔ اب اتنا خیال فرمارہے ہیں؟

شیخ نے فرمایا: جب تم آئے تھے تو اس وقت تمہارے اندر سطوت کا غرور تھا اور تم جا اس حال میں رہے ہو کہ تمہارے اندر

(باقی صـ۲۴ پر)

سنہرے اقوال

مرتب: ● صوفی عبدالرحمن صاحب (ممبئی)

• اصلاحِ نفس فرض ہے۔
• بیعت سنت ہے۔
• اطلاع واتباع میں کامیابی ہے۔
• کمال استاد کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔
• کامل کی صحبت کے بغیر کوئی کامل نہیں بن سکتا۔
• اولیاء کے قلوب خدا کے نور سے روشن ہیں۔
• شیخ کی دعا فضلِ الٰہی کی علامت ہے۔
• سکوت کا ثمرہ نجات ہے۔
• زیادہ بات نہ کرے۔
• مجاہدہ کی حقیقت نفس کی مخالفت۔
• مجاہدہ کی مشق قائم رکھے۔
• مجاہدہ کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے۔
• پورا کھائے، پورا سوئے کم ملے، کم بولے۔
• ہمیشہ خیال رکھے، میرا اللہ مجھ سے راضی، حبیب خدا مجھ سے راضی، میرا شیخ مجھ سے راضی، کبھی تنزل نہ ہوگا۔
• زندگی گزارنے کے دو اصول صبر و شکر ہے۔
• ہزاروں اہل بصیرت کا تجربہ ہے تعلقات اور دوستیاں بڑھانے میں نقصان ہے۔
• خلوت کو محبوب رکھو۔
• مامورات کا اہتمام، منہیات سے اجتناب معمولات کی پابندی، علامتِ ترقی ہے۔
• ہمیشہ بڑی عمر والوں کے پاس بیٹھو۔
• اخلاقِ حسنہ خدائی ہتھیار ہیں۔
• جائز دنیاوی امور میں قناعت کو غالب رکھو۔
• تبلیغ وتعلیم وتدریس کے حریص رہو۔
• توبہ کی حقیقت ندامت ہے۔
• ذکر الٰہی بہ نیت محبتِ الٰہی ہو۔
• دنیا میں رہ کر آخرت کی رغبت ہو۔
• صرف اللہ سے مانگو اور اللہ ہی سے مدد چاہو۔
• فنائے عالم کا مراقبہ کیا کرو، قناعت حاصل ہوگی۔
• صبر کی ضرورت ہر عمل میں ہے۔
• شکر فرض ہے۔
• شکر سے صبر آسان ہو جاتا ہے۔
• حقیقی صبر یہ ہے کہ گناہ نہ کرے۔
• حقیقی شکر یہ ہے کہ کسی نعمت کا اپنے کو حقدار نہ سمجھے۔
• شاکر متواضع ہوتا ہے۔
• صابر متوکل ہوتا ہے۔
• ایمان کا خلاصہ کمالِ تقویٰ۔
• درود وسلام کی خاصیت اتباعِ سُنّت
• اتباعِ سنت کی تاثیر شفاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
• حُبِّ صحابہ کا جوہر کمال ہدایت۔
• اولیاء کی محبت محبتِ الٰہی کا وسیلہ ہے۔
• اولیاء کا محبوب مقربِ خدا ہے۔
• فیصلۂ خداوندی پر دل سے راضی رہنا مقامِ رضا ہے۔
• نفس کی مخالفت کثرتِ ذکر طریقِ فنا ہے۔
• اخلاقِ حمیدہ میں ملکہ ہو جانا بقاء ہے۔
• اتفاق بین المسلمین کیلئے جھوٹ کا سہارا لینا پسندیدہ ہے۔
• خدا پسندی خود پسندی کا علاج ہے۔
• متکبرین سے تکبر برتنا عجز و نیاز ہے۔
• بدعتی کی تعظیم سے بچو ورنہ دین کی بڑائی دل سے نکل جائے گی۔
• کینہ انسان کو بے نور کر دیتا ہے۔
• نیکی کا تقاضا الہام ہے۔ ولی بننا فرض ہے۔
• ولایت کے آثار میں ہے دوامِ طاعت، کثرتِ ذکر بار بار دل ہی دل میں اللہ کا دھیان رہنا۔
• زبان درازی علامت محرومی ہے
• شیخ کی سب باتیں مرید پسند کرے علامت مناسبت کی ہے۔
• ہر غیر اختیاری پریشانی تعلق مع اللہ کا سبب ہے
• مواعظ ملفوظات کے مطالعے کو مثل مجلس شیخ سمجھے۔
• جان پہچان والوں سے بکو وقت ضائع ہوتا ہے۔
• پہلا قدم اخلاص آخری قدم احسان ہے۔
• حسن ظن رکھنے کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔
• کام کرنے والوں کے لئے سب موسم برابر ہیں، سست کے لئے ہر موسم مانع بن جاتا ہے۔
• مدرسہ میں حقیقی طالب علم دو چار ہی ہوتے ہیں۔
• بے تکلفی اتنی ہو کہ بس بے ادبی نہ ہو۔
• کسی کام کو جب صحیح طریقہ سے کیا جائے گا تو نفع ضرور ہوگا۔
• عبادت میں جی لگے سمجھو غذا ہے اگر جی نہ لگے سمجھو دوا ہے۔
• جو بھی سفر ہو عبرت کی نظر سے ہو
• کلام میں مخاطب کی رعایت ضروری ہے۔
• وہ آدمی ہی کیا جس میں خدمت کا جذبہ نہ ہو۔
• وہ ولی نہیں جو نبی کے طریق پر نہیں۔
• ہر چیز میں نظم کی ضرورت ہے۔
• ہر مہتمم کو فکر مند اور محنتی ہونا چاہیئے۔
• شیخ کو کبھی اپنی اصلاح سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔
• ترقی درجات کا مدار اعمال پر ہے۔
• تصوف یہ ہے کہ فرائض کو نوافل پر مقدم رکھا جائے۔
• بازار سے بے زار رہنا چاہیئے۔
• مشائخ کو اپنا بچپن بھی یاد رکھنا چاہیئے۔
• اعتراض کا منشا جہالت ہے۔
• محبت کیلئے دیکھنا ضروری نہیں دھیان ضروری ہے۔

• غیر اختیاری خیالات سے بے خیال ہو جانا بہت سی پریشانیوں کا علاج ہے ۔
• علماء کو عوامی جھگڑوں کا ثالث نہیں بننا چاہئیے ۔
• کسی کا عیب کھولنا یا تلاش کرنا بدترین خصلت ہے ۔
• بدگمانی تمام عیوب کی جڑ ہے ۔
• سالک اگر میل ملاقات سے نہیں بچتا تو سلوک طے ہونا مشکل ہے • ہمت پر مدد ہوتی ہے ۔
• جیسی جیسی ہمت ویسی ویسی مدد ۔
• ہمت موجود ہے ہمت مرداں مدد خدا ۔
• اپنے متعلقین کی نگرانی کرتے رہنا چاہئیے ۔
• شیخ وہ ہے جو اپنے متعلقین کی ناشائستہ حرکت پر روک ٹوک کرے ۔
• لالچی آدمی ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے ۔
• آجکل سب سے زیادہ خطرناک لڑکوں کا لڑکوں کے پاس اٹھنا بیٹھنا اور میل جول ہے، اس سے بہت سے نوجوان تباہ ہو گئے ۔
• ہمت بلند رکھنے سے بہت سی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں ۔
• تحقیق سے کام لیا جائے تو جھگڑے کی نوبت بہت کم آئے ۔
• اجتماعیت کے ساتھ کچھ کام کرنے کا دور نہیں بس اب تو انفرادی طریقے سے جو خدمت ہوتی رہے کرتے رہنا چاہئیے ۔
• جو شخص حلیم نہیں وہ ذلیل ہے ۔
طبیعت میں شفقت غالب رکھو ۔
• بات بات پر ندامت مانو ۔
• نسبت پر شکر کرو، نسبت میں ترقی کی دعا کرتے رہو ۔
• دعا مانگنے والا محروم نہیں رہتا ۔
• ڈرنے والے کی حفاظت کی جاتی ہے ۔
• اکثر درگذر کرنے کے عادی رہو ۔
• اخلاص و احسان کی بار بار تجدید ذریعہ ترقی ہے ۔
• قلب اللہ کی زمین ہے لا الٰہ الا اللہ تخم ہے اس ایمانی بیج کو بونے کے بعد اس کی آبیاری اعمال صالحہ سے کرنا ہوگی ۔
• طریقت ان طریقوں کا نام ہے جو شریعت کے ذریعے بندے کو خالق سے جوڑ دیں ۔
• اپنے نفس کو مشغول رکھو قبل اس کے کہ وہ تمہیں اپنے شغل میں لگائے ۔
• اشاعت دین سے نصرت ہوگی ۔
• ذکر اللہ سے معیت نصیب ہوگی ۔
• قلب میں علماء کی عظمت بہت زیادہ ہو ۔
• تبلیغ کا کام کرنے والوں پر طعن و تشنیع و اعتراض نہ ہو ۔
• علماء کی دینی خدمات کو سب سے اعلیٰ وافضل سمجھو
• ہر وقت یہ خیال رکھو کہ میرا اللہ مجھے بہت محبت سے دیکھ رہا ہے ۔
• تمام ترقیاں اس پر موقوف ہیں کہ شریعت پر ثابت قدم رہے ۔
• رضا تب ہوتی ہے اتباع شریعت ہے ۔
• اپنے کو کچھ نہ سمجھنا سلوک کا پہلا قدم ہے ۔
• سنت کی مخالفت سے باز رہو ۔
• بات بنایا مت کرو اس سے تکلیف پہنچتی ہے ۔
• زیادہ کھانا زیادہ طاقت پیدا نہیں کرتا ۔
• نیک صحبت جڑ ہے تمام دین کی، دین کی حقیقت، دین کی حلاوت، دین کی قوت کے جتنے ذریعے ہیں سب سے بڑھ کر ذریعہ ان چیزوں کا صحبت نیک ہے ۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

دعائے مغفرت

دار العلوم ندوۃ العلماء میں درجہ عالیہ رابعہ شریعہ کے طالب علم سید محمد شارق کی والدہ (اہلیہ سید مختار الامین صاحب) کا ۵ر جولائی ۲۰۰۲ء کو حسین آباد مظفر نگر میں انتقال ہو گیا
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ؁
قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے ۔

رقم روانہ کرتے وقت توجہ دیں

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر کریں، بڑے شہروں سے عموماً منی آرڈر ٹیلی پرنٹر کے ذریعہ آتے ہیں جن کے کوپن بالکل سادے ہوتے ہیں دراصل ہمارے خریدار یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کے منی آرڈر کے (پیغام سلپ) کوپن پر کچھ لکھنا ممکن نہیں، یہ غلط فہمی ہے بلکہ آپ ان سے کہیں کہ کوپن پر ہمارا خریداری نمبر اور مکمل نام اور پتہ تحریر کر دیجئے تو ڈاکخانہ کا عملہ ضرور تحریر کرے گا ۔ (ادارہ)

(بقیہ)
سلطان محمود غزنوی

تواضع اور انکساری ہے ۔
سلطان کو شیخ وقت کی یہ چند ساعتیں میسر آئیں اور وہ ان کا ایسا گرویدہ ہوا کہ ان کے عطا کردہ خرقہ کی ایسی حفاظت کی کہ اہم ترین معرکوں میں بھی خواہ سومنات کی لڑائی ہو اسے اپنے ساتھ رکھے رہا اللہ تعالیٰ نے اس کے اس تعلق اور تواضع کو قبول کیا اور اس کے ذریعہ عظیم فتوحات عطا فرمائیں ایک دن سلطان نے شیخ خرقانی کو خواب میں دیکھا کہ تم اگر فتح کی جگہ غیر مسلموں کے اسلام لانے کی دعا کرتے تو وہ بھی قبول ہوتی ۔
یہ ہے وہ عظیم فاتح اور شاہی سلطان جسے محمود غزنوی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ان دونوں شیخ و مرید کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ۔ اور ان کے آثار کو باقی رکھے ۔ اور مفید بنائے ۔

س:۔ نفل نماز اور نماز سنت غیر مؤکدہ میں کیا فرق ہے ؟

ج:۔ نفل نماز اور نماز سنت غیر مؤکدہ تقریباً ایک ہیں البتہ فرق ضرور ہے کہ سنن غیر مؤکدہ منقول ہیں لہٰذا ان کا درجہ کچھ بڑھا ہوا ہے۔ اور دوسرے نوافل منقول نہیں ہیں اس لئے ان کا درجہ عام نفلی عبادت کا ہے۔

س:۔ کیا فجر کی سنتوں سے قبل کوئی اور نماز پڑھ سکتے ہیں ؟

ج:۔ ہاں! سنت فجر سے قبل سجدۂ تلاوت کرسکتے ہیں اور قضا نمازیں بھی پڑھ سکتے ہیں۔

س:۔ تہجد کی نماز میں کون سی سورتیں پڑھنا چاہیئے ؟

ج:۔ جو سورتیں یاد ہوں پڑھ لیا کریں کسی سورۃ کی تخصیص نہیں ہے۔

س:۔ میں ایک لائبریری چلا رہا ہوں۔ اسکے لئے ایک ملازم رکھنا ہے کیا اس کو زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ دے سکتے ہیں ؟

ج:۔ نہیں! زکوٰۃ کی رقم سے ملازم کو تنخواہ نہیں دی جاسکتی ہے زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے لازم ہے کہ مستحق زکوٰۃ کو بلاعوض مالک بنایا جائے۔

س:۔ لائبریری میں بجلی کا خرچ یا جنریٹر کا خرچ زکوٰۃ کی رقم سے دے سکتے ہیں ؟

ج:۔ نہیں! مذکورہ امور میں زکوٰۃ کی رقم نہیں صرف کی جاسکتی ہے۔

س:۔ لائبریری کیلئے لیٹرین تعمیر کرنا ہے کیا اپنے بینک کے سود سے اسے تعمیر کرسکتے ہیں؟

ج:۔ نہیں! تعمیر نہیں کرسکتے ہیں صرف فقراء کو بلا نیت ثواب دے سکتے ہیں۔

س:۔ کیا رات کو سوتے وقت وضو کرنا افضل ہے ؟

ج:۔ ہاں افضل ہے۔

س:۔ کیا بے نمازی کو مسجد کمیٹی کا صدر بنایا جاسکتا ہے ؟

ج:۔ بے نمازی کو مسجد کمیٹی کا صدر نہیں بنانا چاہیئے۔

س:۔ بہت سی ساجد میں نماز کے بعد سوال کرنے والے اپنی مجبوریاں بتاتے ہیں۔ اور دست سوال دراز کرتے ہیں اسی طرح مساجد میں اپنے لئے سوال کرنا اور نمازیوں کا ان کی مدد کرنا کہاں تک درست ہے ؟

ج:۔ مسجد میں بھیک مانگنا ممنوع ہے ایسے لوگوں کو مسجد سے باہر کھڑے ہونا چاہیئے اور مسجد میں مانگنے والوں کو دینا بھی نہیں چاہیئے۔

س:۔ کیا نماز جنازہ کا اعلان مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر کرنا جائز ہے ؟

ج:۔ نماز جنازہ کا اعلان نمازیوں کی اطلاع کیلئے صحیح ہے۔

(بقیہ)
خود اعتمادی یا حد اعتمادی

دستگیر ہوا کہ زندگی پر موت کو ترجیح دی، آگ کا الاؤ تیار کیا اپنی ساری ذمہ داریاں اپنے بیٹے آنند پال کو سونپ دیا اور خود آگ میں جل کر مرگیا۔ یہ معرکہ ۵ اگست ۱۰۰۱ء میں پیش آیا۔

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مؤمن کی اذاں سے پیدا

(بقیہ)
حدیثِ دل ہے اسے گوشِ دل سے سُنیئے

وہ چیز ہے کہ اس کا سفینہ ڈوب ڈوب کر ابھرتا ہے۔ اور عدم اخلاص کا سفینہ ساحل سے ہمکنار ہوکر ڈوب جاتا ہے۔

اس سمع خراشی کے بعد سلسلۂ کلام ختم کرتا ہوں کہ۔

"عقلمند را اشارہ کافی است"

خدا آپ کی کشتئ حیات کو سلامت رکھے اور ایمان واحتساب کا فہم ادراک بخشے۔

دُعائے مغفرت

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں شعبۂ حفظ کے اُستاد حافظ عبدالتواب صاحب کے والد الماجد کا ۲۰ جون ۲۰۰۳ء کو طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ اِنّا للہ وَاِنّا اِلیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

حمد: احسان تیرے سب پر تیرے کرم نرالے

● مجیب بستوی

اے رب ہر دو عالم دونوں جہان والے
احسان تیرے سب پر تیرے کرم نرالے

اے مالکِ دوعالم میں عبد تو خدا ہے — دونوں جہاں میں تیری پھیلی ہوئی ضیاء ہے
ہر کام میں خدایا تیرا ہی آسرا ہے — کن کہہ دیا جو تو نے ہر کام ہوگیا ہے
ناقص مری سمجھ ہے میرے عمل ہیں کالے
احسان تیرے سب پر تیرے کرم نرالے

سارے جہاں کو تو نے مخلوق سے سجایا — رحمت سے اپنی تو نے سارا جہاں بنایا
تیرا کرم ہی میری ہستی میں رنگ لایا — تیری نشانیوں کو ہر ہر قدم پہ پایا
تو نے نظام عالم کچھ اس طرح سنبھالے
احسان تیرے سب پر تیرے کرم نرالے

تو ہے عطا سراپا میں ہوں خطا کا پیکر — بے عیب ذات تیری ہر عیب میرے اندر
پھیلائے ہاتھ اپنے آیا ہوں تیرے در پر — بندہ نواز تو ہے، تو ہے غریب پرور
میری سیاہ کاری مولا مرے چھپالے
احسان تیرے سب پر تیرے کرم نرالے

میرے گنہ سے زیادہ یارب ہے تیری رحمت — تیری عنایتوں میں کونین کی ہے وسعت
روشن ہو میرے مولا شمع رہِ ہدایت — سارے جہاں پہ ہر سو چھائی ہوئی ہے ظلمت
مٹ جائیں سب اندھیرے آجائیں اب اجالے
احسان تیرے سب پر تیرے کرم نرالے

راہِ خلوص میں ہے مکر و فریب شامل — ہر راہ پرخطر ہے، منزل ہر ایک مشکل
بس ہے ترے کرم پر میرے سفر کی منزل — ساحل بنا ہے طوفاں، طوفاں بنا ہے ساحل
مل جائے تیری نصرت ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے
احسان تیرے سب پر تیرے کرم نرالے

نفرت کے کچھ شرارے ہر ایک ذات میں ہیں — دنیا کے سب حوادث میری حیات میں ہیں
دھوکہ فریب مضمر اچھے صفات میں ہیں — بغض و عناد پنہاں اب بات بات میں ہیں
ٹلتی نہیں مصیبت تیرے بغیر ٹالے
احسان تیرے سب پر تیرے کرم نرالے

میری خطا پہ تیرے رحم و کرم نہ جائیں — رب کریم میری تو بخش دے خطائیں
سن کے یہ میرے نالے سن لے مری دعائیں — یہ ہاتھ جو ہیں پھیلے محروم رہ نہ جائیں
تیری رضا کو یارب تیرا مجیب پالے
احسان تیرے سب پر تیرے کرم نرالے

(بقیہ)
مطالعہ کی میز پر

امراض قلب، ہیضہ اور اس قسم کی بہت سی بیماریوں کے لئے نسخے لکھے گئے ہیں۔

حکیم صاحب نے نوجوان عورتوں اور مردوں کے لئے شادی سے پہلے اور شادی کے بعد لاحق ہونے والے پوشیدہ امراض کی نشاندہی کرکے ان کا مناسب اور آسان علاج بتایا ہے۔ اسی طرح بچوں اور بوڑھوں کو جو عام طور پر بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ ان کے لئے بھی ہدایات لکھی ہیں۔ اس طرح بچے بوڑھے، جوان، مرد، عورت سبھی کے لئے کتاب بہت مفید بن گئی ہے۔ جس سے ہر ایک استفادہ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ صاحب کتاب کی کاوش کو قبول فرمائے اور لوگوں کے لئے مفید بنائے۔

(بقیہ)
سنبھل اور حسن پور میں خطاب

رہے نہیں لیکن ان کے بھائی اور بیٹوں نے بڑے ہی تعلق و محبت کا ثبوت دیا۔ عزیز الٰہی صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء میں انگریزی کے استاد بھی رہ چکے ہیں۔ انھیں حضرت مولانا علیہ الرحمہ سے ایسا تعلق تھا کہ جب بھی ذکر آتا بس آنسو رواں ہو جاتے، بڑے ذی وجاہت ذی حیثیت شخص تھے اور مزاج و طبیعت خالص دینی تھی۔

گجرولہ، ہاپوڑ سے گزرتے ہوئے حضرت مولانا سید محمد واضح رشید ندوی، حاجی عبدالرزاق اور راقم سطور پر مشتمل ہے یہ قافلہ دہلی پہونچا جہاں سے حضرت مولانا اپنے رفقاء کے ساتھ شام کو کرناٹک تشریف لے گئے۔

میسر ہو اگر ایمان کامل
کہاں کی الجھنیں، کیسے مسائل

سنبھل اور حسن پور میں

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی آمد اور خطاب

● سید محمود حسن حسنی ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ملحق مدارس میں ایک ممتاز ادارہ مدرسہ مدینۃ العلوم بھی ہے جو سنبھل میں واقع ہے۔ سنبھل مرادآباد کا ایک معروف مردم خیز خطہ ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء ہیں۔ اس وقت اس خطہ کے تین اہم اساتذہ کے ذمہ تفسیر و حدیث کا درس ہے۔ مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا محمد عارف ندوی اور مولانا محمد زکریا ندوی دامت ظلہم حضرت مولانا محمد منظور نعمانی علیہ الرحمہ کا سفر بھی اسی سلسلے شروع ہوا تھا۔ اور وہ بریلی ہوتے ہوئے لکھنؤ پہونچے تھے جہاں اب وہ ابدی نیند سو رہے ہیں، یہ مدینۃ العلوم انجمن معاون الاسلام سنبھل کے زیر انتظام ادارہ ہے۔ اس ادارہ سے منسلک حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ اور ان کے خاندان کے افراد ابتداء سے رہے ہیں۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ناظم ندوۃ العلماء کو بحیثیت سرپرست کے دعوت دی گئی اور وہ تشریف لے گئے۔ ۹ رجون کو صبح مرادآباد پہونچے جہاں ان کا پر تپاک خیر مقدم کیا گیا۔ داعی مولانا عبدالمومن ندوی صاحب تھے۔ جو کہ اس ادارہ کے مہتمم اور بزرگ عالم دین مولانا محمد منظور نعمانی علیہ الرحمہ کے برادر زادہ ہیں۔ طلباء کا پروگرام الگ ہوا اور عربی پروگرام الگ، لوگوں نے دلچسپی لی اور اچھی تعداد میں شرکت کی۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے طلباء کے جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے علم دین کی اہمیت باور کراتے ہوئے دو بڑے خادمین دین حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی علمی دینی، تبلیغی اور تعلیمی خدمات سے واقف کرایا اور محنت و ہمت سے کام لینے کو کہا، انھوں نے کہا کہ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب اور مولانا علی میاں رحمہما اللہ بھی آپ ہی جیسے عالم تھے بس یہ کہ انھوں نے محنت اور ہمت سے کام لیا۔ اور اپنے سامنے صحیح اور نیک مقصد رکھا اور پھر اس سلسلہ میں انھوں نے قربانیاں دیں جس سے وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ مولانا نے طلباء سے اچھی توقعات قائم رکھتے ہوئے کہا کہ امید ہے کہ آپ صرف دین و علم سیکھنے پر ہی اکتفاء نہیں کریں گے بلکہ دوسروں تک بھی دین پہونچانے کا کام کریں گے۔

مغرب بعد عوامی جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے ان خطرات سے آگاہ کیا جو تہذیب و تعلیم کے راستہ سے نئی نسل کے سامنے ہیں، انھوں نے جگہ جگہ دینی مکاتب کے قیام کی طرف توجہ دلائی اور معاشرہ کو ان برائیوں سے پاک کرنے کو کہا جس سے اسلام اور مسلمانوں کی غلط تصویر برادران وطن کے سامنے آرہی ہے

مولانا کے بیان سے پہلے مولانا محمد زکریا ندوی سنبھلی نے مولانا مدظلہ کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہاں دو سال قبل حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے تشریف لانے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن وہ اپنی علالت کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے لیکن آج وہ بزرگ ہمارے سامنے ہیں جو ان کے نسباً علماً فکراً خلقاً ہر اعتبار سے صحیح جانشین ہیں۔

جلسہ کو مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء نے بھی خطاب کیا۔ پروگرام سے پہلے عصر بعد چند کیلومیٹر کے فاصلہ پر سکندر پور اور پھر موسیٰ پور بھی حضرت ناظم صاحب تشریف لے گئے وہاں خطاب بھی فرمایا۔ اور مسجد و مدرسہ کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔

اتوار کو دہلی جاتے ہوئے حسن پور میں کچھ دیر توقف کیا۔ مفتی خورشید صاحب نے حضرت سید احمد شہید قدس سرہٗ اور ان کے بعد حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ سے اس علاقہ کے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ناظم مدظلہ کا استقبال کیا، اور ان سے خطاب کی درخواست کی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ جہاں سکینت نازل ہوتی ہے وہاں ایک قسم کا نور ہوتا ہے۔ اسی لئے جہاں اہل اللہ کے قدم پڑ جاتے ہیں وہ اپنا اثر چھوڑتے ہیں۔ تو اسی طرح جس جگہ اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے اور دین کا مذاکرہ ہوتا ہے وہ جگہ نورانی ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ہماری جگہیں نورانی ہوں۔ اس لئے کہ جہاں نور ہوگا وہاں سے ظلمت کافور ہوگی۔

مولانا مدظلہ، حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ کے ایک مخلص محب و رفیق جناب عزیز الٰہی صاحب کے یہاں بھی گئے۔ وہ تو

(باقی ص ۲۶ پر)

معید اشرف ندوی

● اسپین جسے اندلس اور ہسپانیہ بھی کہتے ہیں سقوط اندلس ایسا حادثہ تھا جسے امت اسلامیہ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ یہاں مسلمانوں نے تقریباً ۸ سو سال حکومت کی تھی بالآخر ۱۵۲۲ء میں اسپین سے مسلمانوں کا مکمل صفایا کر دیا گیا۔

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ آج دنیا بھر میں پائی جانے والی اسلامی بیداری کے اثرات اسپین میں نظر آرہے ہیں۔ اور وہاں کے مسلمان روشن مستقبل کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں۔

ایک اخباری اطلاع کے مطابق ۱۹۷۵ء تک سو فیصد کیتھولک عیسائی آبادی والے اسپین میں اب مسلمانوں کی تعداد پانچ لاکھ سے تجاوز کر گئی ہے، حال ہی میں سعودی عرب کے شاہی خاندان نے مسلمانوں کے لئے ایک کالج اور مسجد کنگ عبدالعزیز تعمیر کرائی ہے۔ رپورٹ کے مطابق اسپین کی تمام مساجد اور مدارس جو گرجا گھروں میں تبدیل کر دیئے گئے تھے، اب دوبارہ وہ مساجد میں تبدیل ہو رہے ہیں اور ان کی جدید تعمیر ہو رہی ہے۔

● امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی کے چیرمین نے سلامتی کونسل سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ ایک ارب ڈالر مالیت سے زائد کے واجبات ادا نہیں کر سکتا بلکہ خود کو اقوام متحدہ سے علاحدہ کرے گا۔ انھوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کو امریکہ سے ایک ارب ڈالر کے واجبات حاصل کرنے کے لئے اپنے نظام میں تبدیلی لانا ہوگی اس کے جواب میں برطانوی نمائندہ نے کہا کہ امریکہ کی جانب سے عالمی ادارے کے واجبات کی عدم ادائیگی کی وجہ سے قیام امن کی بین الاقوامی کوششیں متاثر ہو رہی ہیں، ایسی صورت میں امریکہ جلد از جلد رقم ادا کرے۔

● عرب ممالک نے فلسطینی اتھارٹی کو معاشی بدحالی سے بچانے کے لئے جو حالیہ انتفاضہ اور اسرائیلی مظالم کے باعث دیوالیہ کا شکار ہے ۴۲ کروڑ ڈالر کی ہنگامی امداد دینے کا فیصلہ کیا ہے، قاہرہ میں وزرائے خارجہ کے اجلاس کے دوران عرب ریاستوں نے فیصلہ کیا کہ فلسطینیوں کو القدس فنڈ سے ۶ مہینے تک ہر ماہ ۴۲ کروڑ ڈالر دیئے جائیں جس سے فلسطینی ملازمین کو تنخواہوں کی ادائیگی کے علاوہ دیگر امدادی کارروائیاں بھی عمل میں لائی جائیں گی۔ عرب لیگ کے سکریٹری جنرل عصمت عبدالمجید نے اجلاس کے بعد اس فیصلے کی تفصیلات بتائیں ادھر اسرائیل پر فلسطینی علاقوں کی ناکہ بندی کے خاتمے کے لئے دباؤ بڑھتا جا رہا ہے، کیونکہ اس ناکہ بندی کی وجہ سے ایک لاکھ فلسطینی بدترین مصائب کا شکار ہیں۔ یورپی یونین اور امریکہ نے اسرائیل سے ناکہ بندی فوری طور پر ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ یورپی یونین کے حالیہ صدر ملک سوئیڈن کے وزیر خارجہ نے مقبوضہ بیت المقدس میں اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون سے ملاقات کی اور ان پر زور دیا کہ وہ ناکہ بندی ختم کرے کیونکہ فلسطینی معیشت تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے، اس ملاقات کے بعد اسرائیل نے اعلان کیا کہ اس نے رملہ میں ناکہ بندی میں نرمی کی ہے اور دو راستے کھول دیئے ہیں تاہم فلسطینی حکام نے کہا کہ یہ اسرائیل کا نمائشی اقدام ہے کیونکہ مزید ۹۰ سڑکوں کو بند کر دیا گیا ہے۔ ادھر ایریل شیرون نے ایک امریکی جریدے "نیوز ویک" کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ وہ مزید ۱۰ لاکھ یہودیوں کو اسرائیل میں آباد کرنے پر غور کر رہے ہیں۔

مسلماں اس جہاں میں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر نکلے ادھر ڈوبے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : جگن ناتھ آزاد، فکر و فن
مؤلف : محمد منظور عالم
صفحات : ۲۶۲، سائز $\frac{18 \times 22}{8}$
قیمت : ۲۰۰/- روپئے
ملنے کا پتہ :- انجمن ترقی اردو (ہند) اردو گھر راؤز ایونیو نئی دہلی

ماہر اقبالیات پروفیسر جگن ناتھ آزاد اردو کے ممتاز شاعر، ادیب اور نقاد ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک انسانیت دوست، نیک اور ملنسار شخصیت کے مالک ہیں، آزاد کی علمی اور ادبی زندگی میں علامہ اقبال کا عکس مکمل طور پر نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی علمی اور ادبی کاوشوں اور شاعرانہ لب و لہجہ میں اسلامی اقدار کی قدر دانی کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔"

"بھارت کے مسلماں" نظم میں آزاد کا پیام زمان و مکان کے قیود سے آزاد ہے جس میں انھوں نے مسلمانوں کو ان کا مقام یاد دلا کر قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے کی نصیحت کی ہے اور انھیں ان کے بزرگوں کی میراث کی حفاظت کرنے کی تلقین بھی کی ہے، اس نظم کا ایک بند ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن کی تعلیم سے پھر درس بقا لے
پھر روح میں پیغام محمد کو بسا لے
گزرے ہوئے عظمت کے زمانے کو بلا لے
روٹھی ہوئی ایمان کی دولت کو منا لے
ایمان کی دولت کو گنوائے ہوئے انساں
بھارت کے مسلماں، بھارت کے مسلماں

"جگن ناتھ آزاد، فکر و فن" دراصل محمد منظور عالم (سنٹرل یونیورسٹی حیدرآباد) کا پی ایچ ڈی کا بڑا تفصیلی مقالہ ہے جو سات ابواب پر مشتمل ہے، پہلے اور دوسرے باب میں پروفیسر آزاد کے حالاتِ زندگی، پیدائش، شجرۂ نسب، آبا و اجداد اور شخصیت و مذہب کا ذکر ہے، تیسرے اور چوتھے باب میں جگن ناتھ آزاد کی شاعری، غزل گوئی، نظم نگاری، فکر اقبال، اقبال کی سوانح نگاری کا تذکرہ ہے، اور آخر کے تینوں ابواب جگن ناتھ آزاد بحیثیت محقق و نقاد، خاکہ نگار، سوانح نگار اور ان کے سفر نامہ پر مشتمل ہیں۔

محمد منظور عالم صاحب نے پروفیسر آزاد کے تمام فکر و فن کا اس مقالے میں جس طرح علمی ادبی، تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم و نظر کے لئے آزاد کی زندگی، شخصیت اور فکر و فن پر یہ بہت اہم اور مفید مقالہ ثابت ہوگا۔

نام کتاب : رہنمائے صحت، گھریلو علاج
مرتب : حکیم سعد احمد غوث
صفحات : ۱۲۲، سائز $\frac{20 \times 26}{16}$، قیمت ۳۵/- روپئے
ملنے کا پتہ :- "ماما سلک ساریس" عائشہ پلازہ مین روڈ بھٹکل

صحت اور تندرستی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس لئے اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے کیونکہ جب جسم کا کوئی بھی عضو معمولی طور پر بھی کچھ بگڑ جاتا ہے کہیں کوئی چوٹ آجاتی ہے، معمولی امراض، سر درد پیٹ درد، پیچش، بد ہضمی، وغیرہ جیسے امراض بھی انسان کو لاحق ہو جاتے ہیں تب صحت کی قدر معلوم ہوتی ہے۔

زیر نظر کتاب "رہنمائے صحت (گھریلو علاج)" حکیم سعد احمد غوث صاحب نے طب یونانی کے موضوع پر ترتیب دی ہے، جو ہومیو پیتھک اور یونانی طریقہ علاج میں کافی تجربہ رکھتے ہیں انھوں نے اپنے گہرے مطالعہ اور تجربے کی روشنی میں روز مرہ استعمال کی جانے والی غذائی اشیاء کے فوائد اور طریقۂ استعمال کو بڑی تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں بتایا ہے اس کے علاوہ انھوں نے ایسے بہت سے پوشیدہ امراض اور بیماریوں سے بچنے اور ان سے نجات پانے کے لئے جو عام طور پر ہر مرد و عورت کو لاحق رہتے ہیں، بہت ساری مفید ترکیبیں، تجاویز، اور نسخے پیش کئے ہیں۔

کتاب کے شروع میں جسم اور لباس کی صفائی پر خصوصی توجہ دلائی گئی ہے، پھر آم، انگور، سیب، سنترے، جامن، بادام، چلغوزہ پستہ، اخروٹ، کاجو، چھوہارے، کھجور وغیرہ کے فائدے بتائے گئے ہیں، اس کے بعد اشیائے خوردنی (گیہوں، چاول، گوشت) مسالہ جات، (نمک، لہسن، دھنیاں، پیاز) اور سبزیوں کے فوائد کا ذکر ہے، ان سے علاج کے لئے طریقہ استعمال بھی بتایا گیا ہے جیسے بخار، نزلہ، زکام،

(باقی ص ۲۶ پر)

بقیہ جب اللہ کا خوف دل میں ہوتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے اولیاء وہ لوگ ہیں جن کا ایمان کامل ہے، اللہ سے ڈرتے ہیں، ان کی زندگی تقویٰ کی زندگی ہے، وہ متقی اور پرہیزگار ہیں، کبائر سے بالکل اجتناب کرتے ہیں، صغائر سے بھی بچنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر ان سے خطا ہوجاتی ہے تو سچی توبہ کرتے ہیں، دل سے نادم ہوتے ہیں، اللہ سے معافی مانگتے ہیں، روتے ہیں گڑگڑاتے ہیں۔

توبہ کی حقیقت کیا ہے؟ اس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں، حالانکہ توبہ کی منزل بڑی سخت منزل ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ جیسے بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے توبہ کی گھاٹی کو بہت سخت پایا، سچی توبہ بہت مشکل ہے، اور وہ یہ ہے کہ پھر اس کے بعد اپنی زندگی کو تبدیل کردے، عمل صالح اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گذارے، اور اپنی نظر کو، اپنی پسند کو، اپنی رائے کو چھوڑ دے، اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کا خوف اپنے دل کے اندر پیدا کرے، تھوڑا وقت نکال کر کبھی کبھی کسی اللہ والے کی مجلس میں جائے، ان کی صحبت میں بیٹھے، پھر خود ہی دیکھ لے گا کہ اس کے دل کی دنیا بدلتی ہے یا نہیں؟ آج ہمارے دل میں آخرت کا یقین نہیں، خدا کے سامنے پیشی کا استحضار نہیں، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں ﴿یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور ہر شخص یہ دیکھ بھال لے کہ کل کے واسطے اس نے کیا بھیجا ہے؟)۔

یہ صرف زبان سے کہنے سننے کے لئے نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ کیفیت و حال طاری ہوجائے کہ اللہ کے سامنے جانا ہے اور اس زندگی کا جواب دینا ہے، ہم کچھ تیاری کرلیں، قیامت میں نیکیاں ہی کام آویں گی اور کوئی چیز کام نہ آوے گی، اوامر کی پابندی اور نواہی سے اجتناب یہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت ہے، اور ایمان والوں کو بھی اسی کا حکم ہے۔ (از: روح البیان)

رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمۃ

دینی اور عصری تعلیم کے میدان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاج تعارف نہیں، اس نے اپنے قیام کے روز اول سے اب تک گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دور نظامت میں اس نے ایک اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے کارکنان اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہند و بیرون ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ قیام گاہوں کی تنگی کے پیش نظر معہد دارالعلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ... کے فاصلے پر واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ میں ایک وسیع آراضی حاصل کر کے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کر دیا ... جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ثانوی درجات کی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

لیکن طلباء کیلئے دارالاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی۔

الحمدللہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے ... ۷ر جولائی ۲۰۰۰ء کو رکھا۔

معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں ... طلباء سہولت کے ساتھ قیام کر سکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح "رواق حضرت ... سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی پوری عمارت میں چار سو طلباء اور چار نگراں حضرات کے لئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے، لیکن ... ہوش ربا گرانی میں تعمیری کاموں بھی ہر اگلے دن میٹریل کا دام اور لیبر چارج بڑھتا جا رہا ہے اور کام بڑا ہے۔

اہل خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے ان سے امید کی جاتی ہے کہ اس دارالاقامہ کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل ... کر کے عنداللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)

نوٹ :۔ چیک یا ڈرافٹ ناظم ندوۃ العلماء کے نام بنائیں۔

NAZIM NADWATUL ULAMA

... سلسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضرور کریں اور ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں

NAZIM
NADWATULULAMA
P.B. NO. 93 - NADWA
LUCKNOW - 226007

ناظم
ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳
لکھنؤ - ۲۲۶۰۰۷

لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ

مسلمانوں کے زوال وادبار کے حقیقی اسباب

اس وقت مسلمانوں میں زوال وادبار کی جو کھلی ہوئی علامتیں اور بے برکتی، نحوست، فضیحت ورسوائی، بدنامی وجگ ہنسائی کے جو قوی اسباب پائے جاتے ہیں، ان میں تعلقات کی کشیدگی، قطع رحمی اور اس سے آگے بڑھ کر نا چاقی، عداوت، ایک دوسرے کی عزت کے درپے ہونا، اس کو خاک میں ملانے کی کوشش کرنا، اور اس کے نتیجہ میں مقدمہ بازی، مال اور وقت کی بربادی اور نہ ختم ہونے والی پریشانیاں ہیں۔ سیکڑوں بلکہ ہزاروں خاندان ہیں جن میں زمین وجائداد کے سلسلہ میں اور کبھی بعض افسوسناک واقعات کے نتیجہ میں سخت درجہ کی ناچاقی وکشیدگی دیکھنے میں آتی ہے، خاندان دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ ملنا جلنا سلام کلام بھی موقوف ہو جاتا ہے بعض اوقات صرف غمی کے موقعے برسوں بچھڑے ہوئے ملتے ہیں اور بعض اوقات اس کی بھی توفیق نہیں ہوتی، سالہا سال تک اور نسل در نسل اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اور دل ودماغ کی بہترین صلاحیتیں اور توانائیاں دوسروں (اور وہ غیر نہیں خونی اور رشتہ کے بھائیوں) کو نیچا دکھانے اور ان کے گھر کی اینٹ سے اینٹ بجوا دینے میں صرف ہوتی ہے۔ کسی بھائی کی سبکی اور ناکامی پر ایسی خوشی منائی جاتی ہے، جیسے کبھی (دورِ اقبال میں) کسی قلعہ کی فتح اور کسی نئی سلطنت کے حصول پر منائی جاتی تھی۔ جو لوگ اس پستی سے کچھ بلند ہیں اور اتنے گئے گذرے نہیں اور ان کو کچھ دینی تعلیم یا نیک صحبت حاصل ہے اور وہ اچھے دین دار بھی نظر آتے ہیں، وہ بھی صلہ رحمی کے مفہوم سے ناآشنا، اس کے فضائل سے بے خبر، قرآن وحدیث میں اس کا جو درجہ ہے اس سے یکسر غافل اور اس دولت بے بہا، سنت جلیلہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت محبوب اور عزیز تھی، اور جس کا رنگ سیرت نبویؐ میں بہت نمایاں اور غالب ہے بالکل محروم ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

از:- اصلاح ص ۳

ان مہلک گناہوں سے بچنے کی فکر کیجئے

● حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

عام طور پر لوگ چھ قسم کے مہلک گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں اور وہ ان سے بچنے کی فکر بھی نہیں کرتے ہیں ان میں سے ایک غیبت ہے،

۱۔ غیبت ایک ایسا گناہ ہے جو اس طرح دبے لفظوں میں زبان پر آجاتی ہے کہ آدمی کو بعض اوقات معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ غیبت کر رہا ہے۔ غیبت سے طرح طرح کے دنیاوی و آخروی مفاسد پیدا ہوتے ہیں ان سے بچنے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ بلا ضرورت شدیدہ نہ کسی کا تذکرہ کرے نہ سنے، نہ اچھا نہ برا اپنے ضروری کاموں میں مشغول رہے ذکر کرے تو اپنا ہی کرے وغیرہ۔

۲۔ دوسرا گناہ ظلم ہے، ظلم خواہ مالی ہو یا جانی، یا زبانی ہو مثلاً کسی کا حق مار لیا قلیل یا کثیر یا کسی کو ناحق تکلیف پہونچائی یا کسی کی بے آبروئی کی۔

۳۔ تیسرا گناہ تکبر ہے یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا، ظلم و غیبت وغیرہ اسی مرض سے پیدا ہوتے ہیں، اور بھی خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں بغض و حسد و غضب وغیرہ۔

۴۔ چوتھا گناہ ان میں سے غصہ ہے کبھی نہیں یاد ہے کہ غصہ کرکے پچھتائے نہ ہوں کیوں کہ حالت غضب میں قوت عقلیہ مغلوب ہوجاتی ہے سو جو کام اس وقت ہوگا عقل کے خلاف ہی ہوگا جو بات ناگفتنی تھی وہ منہ سے نکل گئی، جو کام نہ کردنی تھا وہ ہاتھ سے ہوگیا۔ بعد غصہ اُترنے کے غم جس کا کوئی تدارک نہیں ہوسکتا۔ کبھی کبھی عمر بھر کے لئے صدمہ میں گرفتار ہوجاتا ہے

۵۔ پانچواں گناہ ان میں سے غیر محرم عورت یا مرد سے کسی قسم کا علاقہ رکھنا خواہ اس کو دیکھنا یا اس سے دل خوش کرنے کے لئے ہم کلام ہونا، تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا یا اس کے پسند طبع کے موافق اس کے خوش کرنے کو اپنی وضع یا کلام کو آراستہ کرنا، اس تعلق سے جو خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں احاطۂ تحریر سے خارج ہیں۔

۶۔ چھٹا گناہ طعام (وہ کھانا جس کا حلال ہونا معلوم نہ ہو) مشتبہ یا حرام کھانا ہے کہ اسی سے تمام ظلمات و کدورت نفسانیہ پیدا ہوتی ہیں کیونکہ غذا اسی سے بن کر تمام اعضاء و عروق میں پھیلتی ہے، پس جیسی غذا ہوگی ویسا ہی اثر تمام جوارح میں پیدا ہوگا۔ اور [illegible] ویسے ہی افعال اس سے سرزد ہوں گے۔

یہ وہ گناہ ہیں جن سے اکثر معاصی (گناہ) پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے ترک سے انشاء اللہ تعالیٰ اوروں کا ترک سہل ہوجائے گا۔ بلکہ امید ہے کہ خود بخود متروک ہوجائیں گے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑے غفور رحیم ہیں، میرے گناہوں کی وہاں کیا حقیقت ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک وہ غفور رحیم ہیں، قہار و منتقم بھی تو ہیں، سو تم کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ تمہارے لئے ضرور مغفرت ہوگی ممکن ہے کہ انتقام و قہر ہونے لگے، علاوہ اس کے آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ غفور و رحیم اس شخص کے لئے جو پچھلے گناہوں سے توبہ کرے اور آئندہ اعمال کی اصلاح کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ یعنی اس کے بعد تیرا پروردگار ان لوگوں کے لئے غفور و رحیم ہے جنھوں نے نادانی سے برا کام کیا۔ پھر انھوں نے توبہ کرلی اس کے بعد اپنے اعمال درست کرلئے اور جو بلا توبہ مرجائے تو بقدر گناہ تو مستحق عقوبت (سزا) ہے اور فضل (رحم) کا کوئی روکنے والا نہیں مگر اس شخص کے پاس کیا دلیل ہے کہ میرے ساتھ یہی معاملہ ہوگا۔

ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ میاں ابھی جلدی کیا ہے آگے چل کر توبہ کرلیں گے۔ اس شخص سے یہ کہنا چاہئے کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ ابھی تم اور زندہ رہو گے، ممکن ہے کہ شب کو سوتے وقت سوتے رہ جاؤ یا اگر زندگی بھی ہوئی تو توبہ کی شاید توفیق نہ ہو، یاد رکھو کہ گناہ جس قدر بڑھتا جاتا ہے دل کی سیاہی بڑھتی جاتی ہے، روز بروز توبہ کی توفیق کم ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اکثر بے توبہ مرجاتے ہیں۔

لہٰذا لوگوں کو ہر وقت گناہوں سے بچنے، کثرت سے توبہ کرنے، اور اپنے مالک حقیقی کو راضی کرنے والے عمل کرتے رہنا چاہئے۔

> اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہے
> اک بار گنہ ہوجاتا ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۲۵ر جولائی سنہ ۲۰۰۱ء .... مطابق .... ۳ر جمادی الاول سنہ ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر ۱۸

نیچے بنے دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

گزارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت

کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

زر تعاون

سالانہ ---=/۱۳۰ روپے

فی شمارہ --------=/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ......۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ ......۱۵ ڈالر

☆☆☆

خط

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر کیشن مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

اس شمارے میں

شرائط ایجنسی

١۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

٢۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

٣۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

١۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/=

٢۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs 40/=

٣۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

٤۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے

٥۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر Rs 80/=

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ

Mr.TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No.842
Mdina Munawwara(K.S.A)

برطانیہ

Mr.M.AKRAM NADWI Sb.
O.C.I.S.St Cross College.
Oxford Ox1 3TU-U.K

ساؤتھ افریقہ

Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P.O.Box No.388Vereninging.(S.Africa)

Mr.ABDUL HAI NADWI Sb.
P.O.Box.No.10894, Doha-Qatar

Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P.O.Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph:No.3970927

پاکستان

Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H.No.109 Town Ship kaurangi

Karachi-31(Pakistan)

Dr.A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address:
nadwa@sancharnet.in

اسلام ساری دنیا کی ترقی کا خواہشمند ہے

مسلمانوں کی تاریخ عظیم رہی ہے، انھوں نے جو عظمت حاصل کی وہ محض عظمت ہی نہیں تھی، اس کا راز یہ تھا کہ وہ ایک سیدھی سادی اور سچی زندگی گذارنے کے عادی تھے۔

کائنات کا سارا نظام اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے، اور اس کے سامنے چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ اسلام کے فیضان کو وجود میں لانے کے لئے ضرورت تھی کہ اس میں کسی چیز کی آمیزش نہ ہو، لہٰذا جس وقت اسلام آیا ہے اس وقت ایک طرف رومی حکومت تھی جس کی ایک تہذیب، تمدن اور معیار تھا۔ دوسری طرف ساسانی حکومت تھی۔ دونوں کے پاس علم، تمدن، تہذیب، عسکری طاقت اور انتظامی صلاحیت سبھی کچھ تھی، علم و ادب میں طاق تھے، طاقتور بھی تھے، اور ساری دنیا میں ان کا دبدبہ بھی تھا۔ وہ روس اور امریکہ کی طرح سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور طاقتور قومیں تھیں۔ ان کے درمیان میں عرب تھے جو بالکل ان پڑھ تھے، علم سے جو قابلیت اور صلاحیت پیدا ہوتی ہے اس سے ناواقف تھے، ہاں ایک نئے دین اور ایک نئے پیغام کو پہونچانے کے لئے جو فطری صلاحیتیں ہوتی ہیں وہ ان میں تھیں، انقلاب انھوں نے قبول کیا، ان کی ساری ترقی اسلام کے سائے میں ہوئی۔

اسلام کا پیغام پہونچانے اور اس کی ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے عربوں نے علم سیکھا، اور ڈیڑھ دو سو برس کے اندر دنیا میں سب سے زیادہ علم عربوں کو حاصل ہو گیا۔ ان کو سائنس کے علوم کی جو واقفیت اور صلاحیت حاصل ہوئی اس کی بدولت وہ دنیا میں منفرد ہو گئے، علم سے ایسا آراستہ ہو گئے کہ دنیا کی ساری قومیں ان سے نیچے ہو گئیں، اور ان سے پیچھے ہو گئیں۔

سات سو سال تک مسلمانوں نے بغیر کسی حریف کے علمی زندگی گزاری ہے، چاہے وہ سائنسی میدان میں ہو یا دوسرے علوم میں جو ان کی زندگی سے تعلق رکھتے تھے، اس میں انھوں نے کمال پیدا کیا۔ آج بھی میڈیکل اور دیگر سائنس کے بہت سے شعبوں کا علم مسلمانوں کا رہین منت ہے، اس طرح پانچ سو سال تک عرب علمی زندگی میں منفرد اور قائد رہے۔

لیکن زوال اس طرح شروع ہوا کہ انھوں (مسلمانوں) نے علم پر توجہ دینا چھوڑ دیا اور سمجھ بیٹھے کہ جو عزت انھیں حاصل

ہے وہ ہمیشہ رہے گی، جب کہ دوسری قوموں نے ترقی کرنا شروع کیا۔

پورے عالم میں مسلمانوں کو ہر طرف سے نشانہ بنایا جارہا ہے، مختلف طریقوں سے ان کی شبیہ کو مسخ کرنے کی کوشش ہو رہی ہے، خاص طور سے ذرائع ابلاغ کو استعمال کرکے اور لٹریچر کے ذریعے مسلمانوں کی شبیہ کو مسخ، ان کی اچھی باتوں کو بری باتیں، اور نیکی کو بدی قرار دیا جارہا ہے۔ انہیں تخریب پسند کہا جارہا ہے، اور یہ تأثر دیا جارہا ہے کہ اگر ان کو چھوٹ ملے گی تو دنیا اور انسانیت کو تباہ کردیں گے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ساری دنیا کی ترقی کا خواہشمند ہے، تباہ کرنا تو دور کی بات ہے، اسلام ترقی دینے اور سنوارنے کے لئے آیا ہے۔ جب تک دنیا کی قیادت، طاقت، سطوت اور علم مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا انہوں نے دنیا کو مالا مال کردیا۔

مسلمان بہت سے ملکوں میں پہنچے، جہاں لوگ جانوروں کی طرح زندگی گزارتے تھے، جنہیں تہذیب اور انسانیت سے روشناس کرایا، آدمی بننے کا سلیقہ سکھایا، لیکن آج یہ سمجھا جارہا ہے کہ مسلمان بدسلیقہ ہیں، گندے ہیں، جاہل ہیں، بری حرکتوں میں مبتلا ہیں، ایسے دلائل اور ایسی شہادتیں ان کے خلاف دی جارہی ہیں جو قابل تحقیق ہیں۔

الحمد للہ مسلمانوں میں شعور بیدار ہو چکا ہے، وہ زندہ رہنے، باقی رہنے اور اپنی عظمت کو حاصل کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان زندہ ہیں اور زندگی کے سبب رواں دواں ہیں، جو راستے پر چلیں گے وہ منزل پر پہونچ جائیں، ہر جگہ مسلمانوں کا شعور بیدار ہو چکا ہے، جو اصحاب شعور اور جذبے کے مالک ہیں وہ ماضی کی عزت اور عظمت کے لئے کوشش کررہے ہیں۔

اخبارات اٹھا کر دیکھئے تو انسان کا سینہ چوڑا ہوتا ہے، محنتوں اور صلاحیتوں کے واقعات سامنے آرہے ہیں، نتیجہ کب نکلے گا یہ مستقبل کی بات ہے۔

حوصلہ انقلاب لاتا ہے، ایک عیسائی حکمراں کی بات جس سے حضور ﷺ کی توہین ہوئی تھی، صلاح الدین ایوبی کے دل کو لگ گئی، سمجھداری اور حکمت سے کام لیا، دنیا بدل گئی اور بیت المقدس مسلمانوں کو واپس مل گیا، اس دور میں جو خبریں مل رہی ہیں کچھ مشکل نہیں کہ مستقبل شاندار ہو اور عظمت واپس آئے۔ ضرورت ہوشیاری اور سمجھداری کی ہے۔

بڑی طاقتیں جن کے ہاتھ میں دنیا کی باگ ڈور ہے ایسے انتظام کررہی ہیں کہ مسلمان آگے نہ بڑھ سکیں۔

مسلمان اب تک علم میں پیچھے ہیں، تعلیم کا فیصد مسلمانوں میں بہت گرا ہوا ہے، مسلمانوں کا علم سے بہت گہرا تعلق ہے، مگر انہوں نے اس تعلق کو ختم کردیا، مسلمانوں کو گرانے اور غلط فہمی پیدا کرنے اور غلط انسان بنا کر پیش کرنے میں لوگ لگے ہوئے ہیں۔

ملک سیکولر ہے، حکومت مسلمانوں اور اسلام کی سرپرستی نہیں کررہی ہے، ہم نہ تو مطالبہ کرسکتے ہیں، نہ توقع کرنی چاہئے، نہ ان کو امت کے مسائل میں مدد کرنی ہے، اور نہ وہ کریں گے، خاص طور سے تعلیم کے مسئلہ میں۔

تعلیم آدمی کو آدمی بناتی ہے، اس سے صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں، ملک کی طرف سے جو تعلیم دی جارہی ہے وہ ہم کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے والی تعلیم ہے، ضرورت ہے کہ نئی نسلوں کو ایسی تعلیم دلوائیں کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرسکیں۔

حکومت جو تعلیم دیگی وہ سیکولر ہوگی، یا دوسرے کسی مذہب کی تعلیم ہوگی، تھوڑی بہت کوشش کرکے کم سے کم ایسی بنیادی تعلیم تو دیدی جائے کہ دین تو باقی رہے، اللہ، رسول (ﷺ) کو تو پہچانتے رہیں، نئی نسل جانے گی نہیں تو کیسے سیکھے گی، تعلیم کی فکر کرنی چاہئے۔ جب تک ہم اس کی فکر نہیں کریں گے ترقی نہیں کرسکتے۔ تعلیم یافتہ تو ہوجائیں گے لیکن مسلمان نہیں رہیں گے، مسلمان مسلمان نہیں رہے گا تو امت ہی ختم ہوجائے گی، اس وقت میڈیا پر یہودیوں کا قبضہ ہے، اقتصادیات پر یہودیوں کا قبضہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودی لڑکے علم کے پیچھے پاگل ہورہے ہیں۔

ہم اردو زبان کو سنبھال نہیں سکتے، جو نسلیں فکر کرتی ہیں وہ طاقتور ہوتی ہیں، جو کوتاہی ہے وہ ہماری کوتاہی ہے، اردو تعلیم کی خاص طور سے فکر کرنی ہے تاکہ ہمارے متعلق درست رائے قائم ہو، اسلام کی طرف سے عورتوں کی تعلیم کی بہت اہمیت بتائی گئی ہے۔

ذرائع ابلاغ اور لٹریچر کی بڑی اہمیت اور ضرورت ہے، اس میں مسلمانوں نے بڑی غفلت کی ہے۔

ذرائع ابلاغ نے مسلمانوں کو ذلت اور ذلیل کرکے پیش کیا، مسلمانوں کے عقائد اور افکار پر اٹیک کیا گیا ہے، مثال کے طور پر ایک مصنف نے حضور اکرم ﷺ کی سیرت پر ایک کتاب بہت اچھے انداز میں لکھی لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ آپ ؐ نے جو کچھ کیا

ایک اچھے لیڈر کی طرح عربوں کی معاشرتی حالت درست کرنے کے لئے کیا، اور جو آپ کی عظمت کے واقعات ہیں وہ ایک بہترین لیڈر کی حیثیت سے آپ کی کوشش کی وجہ سے ہیں، اس طرح وہ نبوت کی خصوصیت ختم کرنا چاہتا ہے، پڑھنے والا گمراہ ہوگا اور سمجھے گا کہ آپ کی تعریف ہو رہی ہے، جبکہ آپ نبی تھے جو اللہ کا مقرر کردہ ہوتا ہے، جبکہ لیڈر کو افراد بناتے ہیں، اس طرح اسلام کی شبیہ کو بگاڑا جا رہا ہے۔

ہندوستان کے اخبارات میں مسلمانوں کی شرافت، عزت اور عظمت نیز جو مسلمانوں کی اچھی چیزیں ہیں ان کو دبا کر رکھا جاتا ہے، جو نقائص ہیں ان کو اچھالا جاتا ہے۔

کلکتہ میں مسلمانوں کا جلسہ ہوا جس میں سات لاکھ افراد اکٹھا ہوئے، ایک انگریزی اخبار میں خبر آئی کہ چند سو مسلمان جمع ہوئے، یہ طریقہ بہت سمجھداری سے اختیار کیا جا رہا ہے۔

ذرائع ابلاغ سے ہمارے متعلق ٹھیک بات نہیں سمجھ سکتے، اقتصادیات اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے ذہنوں کو بدل دیا گیا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ ہر مسلمان جیب میں چاقو رکھتا ہے، اور مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ دوسروں کو ذبح کرتا ہے۔

ہمارے پاس ذرائع ابلاغ نہیں، ہم دو لٹریچر نہیں پیدا کر پا رہے ہیں جس سے دوسروں کو سمجھا سکیں، اور اسلام کی خوبیوں کو سامنے لا سکیں، پڑوسیوں اور غیر مسلموں میں جو غلط فہمیاں ہیں، ان کو سن کر حیرت ہوتی ہے، ذرائع ابلاغ کے ذریعے غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں۔

مسلمان اپنے کو اللہ کی مرضی کے تابع بنائیں، فرشتوں نے اللہ سے کہا کہ ہم اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں بتایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ہم نہ کہتے تھے کہ ہم اپنا خلیفہ بنائیں گے اور اسے علم وشعور عطاء کریں گے"۔ اس لئے نائب کی حیثیت سے ہم دنیا میں اس طرح زندگی گزاریں جیسی اللہ چاہتا ہے، جو اصل انتظام والی ہستی چاہتی ہے، نائب اسی کی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے۔

اللہ انسانوں کی بھلائی چاہتا ہے، ان کی فلاح اور ترقی چاہتا ہے، لیکن اس کے بتائے ہوئے طریقے اختیار کرنے کے بعد۔ مسلمانوں نے جب اس بات کو سمجھا اور اختیار کیا تو علم سے فائدہ اٹھایا، اور بام عروج پر پہونچ گئے، اللہ چاہے گا تو مسلمان پھر ابھرےگا۔

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک اس کو خود اپنی حالت بدلنے کی فکر نہ ہو، لوگوں میں شعور بیدار ہو رہا ہے، وہ کوشاں ہیں ملت کے لئے۔ دین کے لئے، مسلمانوں کے وقار کے لئے، دینداری امت کو اب تک زندہ رکھے ہوئے ہے۔ پروردگار ہم سے ناراض نہ ہو، اس کو راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(بقیہ)
مسلمان اپنی زندگی شریعت کے ......

حسنی ندوی (صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی) کی موجودگی میں، رابطہ ادب اسلامی شاخ کرناٹک کی تشکیل ہوئی۔ اور اراکین وعہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا۔ عہدیداران: مولانا مفتی اشرف علی باقوی (صدر) جناب سید علی حفیظ (نائب صدر) مولانا سید مصطفیٰ رفاعی ندوی (جنرل سکریٹری) جناب منیر احمد جامی جناب محمد تفضل حسین اسلم (سکریٹری)

اراکین: مولانا ریاض الرحمن رشادی مولانا محمد شعیب اللہ مفتاحی، جناب ضیاء میر، جناب فیاض قریشی، ڈاکٹر عبدالاحد، ڈاکٹر صبغۃ اللہ، جناب الف احمد برق، مولانا ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی (میسور) جناب مسعود سراج (میسور) مولانا عبدالغفور باقوی (کولار) جناب سید نجم الحسن ادیب (کولار) جناب سید عبدالولی (کولار) جناب عارف متین (ٹمکور) جناب سید منیر احمد (ٹمکور) مولانا خالد ندوی جناب ساجد حمید (شیموگہ) جناب نثار قریشی (گلبرگہ) جناب عبدالرؤف خوشتر (چکمگلور) جناب عبدالقادر عارف (منڈیا)

اس نشست میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے تمل ناڈو اور آندھرا پردیش کے بعض شہروں کو بھی "شاخ کرناٹک" میں شامل کرنے کا فیصلہ فرمایا، اس فیصلہ کے تحت وہاں سے حسب ذیل اراکین و عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا۔ تمل ناڈو سے حضرت مولانا ابوالبیان حماد عمری (نائب صدر) مولانا بشیر الحق لطیفی ویلور۔ آندھرا پردیش سے مولانا ظہیر احمد راہی فدائی باقوی کڈپہ (نائب صدر) مولانا سید احمد شہ میری رشادی کڈپہ۔

اس نشست میں حسب ذیل فیصلے کئے گئے۔ (۱) شاخ کرناٹک کے لئے جلد سے جلد مزید ارکان کا انتخاب (۲) ہر سال کسی موضوع پر ایک روزہ سمینار کا انعقاد (۳) ہر تین ماہ بعد ریاستی کسی ضلعی شہر میں ایک ادبی نشست۔ اس تیسرے فیصلے کے تحت ۱۱ راگست ۲۰۰۱ء کو شہر ٹمکور میں "آزادی ہند میں اردو ادب کا حصہ" کے عنوان پر ادبی نشست طے کی گئی۔ حضرت مولانا سید رابع حسنی ندوی نے اختتامی دعا سے پہلے اردو ادب کو حقیقی و فطری اور تعمیری رخ دینے کی ضرورت واہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالی۔

یہ وقت تو اسلام کے خلاف نئی نئی سازشوں کے مقابلہ کا ہے نہ کہ ....؟

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بے موقع اور ناوقت مہم

راقم سطور فضل الٰہی سے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہے جو صدیوں سے توحید کے عقیدۂ خالص، کامل اتباعِ سنت اور ائمہ سلف سے پوری عقیدت، ان کے اعتراف و احترام کا صدیوں سے خوگر چلا آرہا ہے اور کتاب و سنت پر عمل کو اصل دین سمجھتا ہے اس کے زمانۂ شعور میں بعض ایسے علماء اور افراد خاندان بھی رہے ہیں جو براہِ راست حدیث پر عمل کرتے تھے اور ان کو خاندان میں اعتراض اور طعن و تشنیع کا ہدف نہیں بنایا جاتا تھا۔ بلکہ ان کے علم و صلاح کی وجہ سے ان کا پورا احترام کیا جاتا تھا۔ خود راقم کے عربی زبان و ادب کے باکمال و متبحر عرب استاذ (جن کی نظیر تحقیق و اتقان اور حسن تعلیم میں خود ممالک عربیہ میں ملنی مشکل تھی) استقلالاً عامل بالحدیث تھے[1] پھر اس کے بعد راقم کو معاصر اہل حدیث علماء و شیوخ سے احترام و عقیدت کا تعلق بھی رہا ہے اس نے ان کی کتابوں اور شروحِ حدیث سے ایامِ تدریس حدیث میں فائدہ بھی اٹھایا۔ اور خاص طور پر محدث جلیل علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب "تحفۃ الاحوذی" شرح "سنن ترمذی" کے علم و تحقیق کا معترف ہے اور اس نے زمانۂ تدریس حدیث میں ان کی فاضلانہ شرح سے فائدہ اٹھایا اور اس کو ان سے حدیث کی سند کے حصول کا شرف بھی حاصل ہے۔

لیکن ادھر کچھ دنوں سے (خاص طور پر ہندوستان میں) مذاہبِ اربعہ (جن میں اپنی اکثریت اور اشاعت کی وجہ سے مذہب حنفی ہی خاص طور پر نشانہ ہے) اور تقلید ائمہ کے خلاف ایک طاقتور اور عمومی مہم جاری ہے، جو ان مذاہب اور تقلید ائمہ کو بدعت اور تعلیماتِ اسلام کے خلاف بتاتی ہے، یہ مہم کچھ عرصہ سے اتنی تیز ہوگئی ہے کہ گویا وہ ایک بڑی "ضلالت" اور "بدعت" کے خلاف محاذ آرائی ہے اور اس وقت وہ دین صحیح کی طرف دعوت کے مرادف ہے

چند دنوں سے مصنف کے پاس ہندوستان کے مختلف اطراف و نواح سے خطوط آئے کہ یہ مہم بہت تیز ہوگئی ہے اور اس سے خود مسلمانوں میں (جو دینی اور تہذیبی بنیاد پر سازشوں، حملوں اور کردار کشی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں) ایک انتشار اور خانہ جنگی کی سی نوبت آرہی ہے۔

جنوبی ہند، گجرات اور کئی ریاستوں اضلاع اور قصبوں سے ایسے خطوط آئے۔ فاضل گرامی مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاج پوری نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی، خود تقلید ائمہ اور مذاہب اربعہ کے جواز و صحت پر انھوں نے اردو میں ایک مفصل کتاب لکھی، جس کا ایک عالم سے عربی میں ترجمہ کروایا اور راقم سے اس پر مقدمہ لکھوایا۔ ان شکایتی و احتجاجی خطوط کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

راقم نے مناسب سمجھا کہ وہ اس مہم کے خلاف کوئی مخالفانہ و مقابلانہ مہم شروع کرنے کے بجائے (جس سے مسلمانوں میں مزید انتشار پیدا ہونے کا خوف ہے) حضرات علمائے حدیث کو ایک داعیانہ، مخلصانہ اور برادرانہ خط لکھے جس میں ان کو اس "جہاد فی غیر جہاد و نضال فی غیر عدو" سے اجتناب کرنے کی دعوت اور مخلصانہ مشورہ دے اور وقت کی نزاکت اور معنوی نسل کشی کی جو مہم اس وقت ملک میں چل رہی ہے اس سے آگاہ کرے اور یہ مشورہ دے کہ یہ وقت توجہ اور توانائی حقیقی دشمن اور سنگین خطرہ کا مقابلہ کرنے پر صرف کرنے کا ہے[1] اس کے لئے اس نے (احتیاطاً) عربی ہی میں ایک مراسلہ ترتیب دیا[2] اور دس ممتاز

---

[1] ان سے مراد شیخ خلیل بن محمد بن حسین الانصاری الیمانی اور علامہ تقی الدین الہلالی المراکشی ہیں۔

[1] خود رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے اپنی مجلس "المجمع الفقہی الاسلامی" کے ایک اجلاس میں جو ۲۴ صفر ۱۴۰۸ھ مطابق (۱۷ اکتوبر ۱۹۸۷ء) میں منعقد ہوئی تھی، اس مسئلہ اور ضرورت پر روشنی ڈالی۔ اور بالاتفاق یہ طے کیا کہ معتبر اور معمول بہ مذاہب فقہی اور تقلید ائمہ اربعہ کے خلاف مہم چلا کر عالم اسلام میں انتشار نہ پیدا کیا جائے (ملاحظہ ہو القرار التاسع بشأن موضوع الخلاف الفقهي بين المذاهب والتعصب المذهبي من بعض اتباعها)

[2] اس کو عربی میں اس لئے پیش کیا گیا کہ وہ مکتوب الیہم علماء ہی کے دائرہ میں محدود رہے اور اس سے کوئی سیاسی یا جماعتی فائدہ نہ اٹھایا جائے۔

ناموسلفی علماء کی خدمت میں بھیجا۔

اس مراسلہ کے جواب میں سعودی عرب کے سب سے نامور عالم و دینی شخصیت علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز صدر ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء وسکریٹری ہیئۃ کبار العلماء کا گرامی نامہ آیا جس میں انھوں نے لکھا کہ میں آپ کی اطلاع کے لئے لکھتا ہوں کہ البحوث العلمیۃ والافتاء کی مستقل کمیٹی کی طرف سے ۱۷ شوال ۱۴۰۴ھ میں اور المجمع الفقہی رابطۂ عالم اسلامی کی جانب سے ۲۴ صفر ۱۴۰۸ھ میں یہ فتادیٰ صادر ہوا کہ ائمہ مذاہب اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، (رحمہم اللہ) فضلائے اہل علم متبعین رسول اور احکام شرعیہ میں اجتہاد و استنباط کے اہل ہیں ان کا مقلد کافر نہیں اس لئے کہ اگر انسان احکام شرعیہ کی براہِ راست معرفت نہیں رکھتا۔ اور وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی کا پیرو ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

پھر اس مراسلہ میں ائمہ اربعہ کی واضح الفاظ میں تعریف و اعتراف کیا گیا ہے اور ان کی خدمات ومناقب بیان کئے گئے ہیں[1]۔

اس کے علاوہ اور بھی مؤقر اور ذمہ داروں اور مرکزوں کی طرف سے اسی مضمون کے جوابات ہیں[2]

یہاں اس پورے مکتوب کا (جو عربی میں لکھا گیا تھا) ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے کہ شاید وہ اب بھی چشم کشا اور کم سے کم غور طلب بن جائے[3]۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ہر دور میں انسان نے غلطی، لغزش اور گمراہی و کج روی سے بچنے کے لئے ایسے اصحابِ اختصاص اور ماہرین فن سے رجوع کرنا ضروری سمجھا ہے جو اپنے فن اور موضوع میں خصوصی مہارت اور اس میں تفوق و امتیاز اور مجتہدانہ صلاحیتوں کے حامل ہوں، علوم و فنون و بحث و تحقیق کی قدیم و جدید تاریخ اس طرح کی بکثرت مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔

اس سے بھی زیادہ روشن، تابناک اور بدیہی حقیقت یہ ہے کہ دین پر عمل کرنے، نت نئے پیش آنے والے مسائل کے بارے میں شریعت کے احکام معلوم کرنے کے لئے ایسے اصحاب اختصاص اور ماہرینِ فن سے رجوع کیا جائے جو اپنے فن پر نہ صرف کامل دست گاہ رکھتے ہوں بلکہ ان کی تحقیقات و معلومات میں گہرائی کے ساتھ گیرائی اور وسعت و تبحر علمی بھی ہو۔ اس کے ساتھ وہ لوگوں کو دینی مسائل و احکام بتانے میں اجر و ثواب کے حریص اور ایمان و احتساب کی روح سے سرشار ہوں، دیانت کے ساتھ اپنے فرائض اور علمی امانت کو دوسروں تک پہونچانے میں انھیں اللہ تعالیٰ کے یہاں جواب دہی کا غیر معمولی شعور اور حساب و کتاب کا خوف ہو، اسی بناء پر اسلامی تاریخ کے اوّلین دور خلفائے راشدین، صحابہ کرام اور تابعین عظام کے عہد میں فقہی احکام و مسائل معلوم کرنے کے لئے ایسے حضرات سے رجوع کرنا عام بات تھی جو علوم دینیہ میں رسوخ و تبحر رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ انفرادی و اجتماعی مسائل و مشکلات کے حل کرنے میں شریعت کے احکام بتانے اور قرآن و سنت کے مطابق مسلمانوں کی رہنمائی کو وہ حضرات باعث اجر و ثواب اور تقرب الٰہی کا ذریعہ تصور کرتے اور اس امانت کی ادائیگی کو اپنے اوپر ایسی ذمہ داری سمجھتے تھے جس کے بارے میں قیامت کے دن وہ جواب دہ ہوں گے،

اسلامی تاریخ کے اوّلین دور میں کسی خاص اور متعین فقہی مکتب فکر یا کسی مخصوص مسلک پر عمل پیرا افراد سے علمی و فقہی معاملات میں رجوع کرنا ضروری نہیں تھا۔ اور نہ اس کا التزام اور کوئی پابندی تھی، بلکہ سائل کسی شخص سے بھی دینی و فقہی احکام و مسائل معلوم کر لیتا تھا۔ اس لئے کہ اس دور کی یہی خصوصیت تھی پھر ایمان و احتساب کی روح عام طور پر موجود تھی اور صحیح بات معلوم کرنے اور حق تک رسائی کا جذبہ اس عہد کے تمام لوگوں میں پایا جاتا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ علمی ماحول عام تھا اور ہر جگہ بحث و تحقیق کے حلقے قائم تھے۔

پھر وہ دور آیا جب حالات کے تقاضوں کی رعایت اور محنت و وقت بچانے کی خاطر حق و صواب کی جستجو اور تلاش کے لئے لوگ ایسے فقہی مکتبِ فکر کی طرف رجوع کرنے لگے جو اس کی بہترین نمائندگی و ترجمانی کرے اور جس کے علم و تحقیق، امانت و دیانت اور تقویٰ پر اعتماد و اعتبار کیا جا سکے، چنانچہ کسی خاص فقہی مکتبِ فکر کی طرف رجوع کرنا ایک عام اور قابلِ تقلید طریقہ بن گیا جو پسندیدہ بھی تھا اور سہل الحصول بھی، اس علمی رجوع میں نہ تو کوئی برائی تھی اور نہ رجوع کرنے والے کو شرک و بدعت کا مرتکب اور اجماع امت کا مخالف قرار دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورے عالم اسلام میں چار فقہی مکاتب فکر میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرنا عام بات ہوگئی، اس رجوع نے نہ تو لوگوں کے اندر غلط ردّ عمل پیدا کیا اور نہ اس طرز عمل کو کسی بدعت یا گمراہی کا نام دیا گیا اس لئے کہ اصحاب اختصاص سے شرعی معاملات میں رجوع اور ان کے بتائے ہوئے احکام پر

---

[1] اس مراسلہ پر علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز اور متعدد علماء و مفتیوں کے دستخط ہیں۔

[2] یہ جوابات اور مراسلات مصنف کتاب کے پاس محفوظ ہیں۔

[3] اس عربی مکتوب کا ترجمہ عزیز گرامی مولوی نذر الحفیظ ندوی ازہری استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء کے قلم سے ہے۔

عمل درآمد میں بنیادی شرط یہ تھی کہ وہ مسائل و تحقیقات کتاب و سنت کے مطابق ہوں کہ یہی دونوں سرچشمۂ ہدایت ہیں[۱]۔

دینی و شرعی احکام معلوم کرنے میں کسی خاص فقہی مکتبِ فکر کی طرف رجوع اور اس کے ائمہ مجتہدین کے اجتہاد اور فقہی بصیرت پر اعتماد و اعتبار کرنے کی (جو کتاب و سنت سے مسائل کا استنباط کرتے اور انھیں دونوں سرچشموں سے کسبِ فیض کرتے ہیں) ضرورت تو اس دور میں اور بھی بڑھ گئی ہے کہ یہ زمانہ خاص طور سے فکری انارکی، ذہنی انتشار، مادی کشش، فتنوں اور جدید چیلنجوں کا ہے، ہر قسم کے اخلاقی قید و بند سے گلو خلاصی و آزادی حاصل کرنے، نفس کی خواہشات و ترغیبات اور معاشرہ و زمانہ کے ساتھ دینے کا دور ہے۔ اس کا پورا مشاہدہ ان ملکوں اور معاشروں میں ہو رہا ہے، جہاں شرعی حدود و قیود اور دینی و اخلاقی قدروں سے بے قید آزادی کی زندگی پائی جاتی ہے۔

رنج و افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے نازک پر خطر چیلنجوں اور آزمائشوں کے دور میں برصغیر ہندوستان جیسے ملک میں ائمہ اربعہ کے فقہی مکاتب فکر کے خلاف زبردست یورش کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اس میں خاص طور سے احناف کو نشانہ بنایا جا رہا ہے جن کی اس ملک میں اکثریت ہے اس طرح کی یورش کا نہ تو یہ وقت ہے اور نہ ہندوستان اس کی مناسب جگہ ہے۔ اس طرح کی سرگرمیوں سے بجز اختلافات میں اضافہ اور ذہنی انتشار کے کچھ حاصل نہیں جب کہ ہندوستانی مسلمانوں کو اس وقت شدید ضرورت اتحاد و اتفاق کی ہے، اس لئے کہ انھیں بت پرستانہ مشرکانہ اور لادینی طاقتوں اور مغرب کی ملحدانہ تہذیب و ثقافت کے چیلنج کا سامنا ہے۔

احناف کے خلاف جد و جہد اور جنگ شروع کرنے کے بجائے اس کی شدید ضرورت ہے کہ مشرکانہ عقائد و اعمال کے خلاف پوری توجہ اور پوری طاقت لگا دی جائے کہ ہم ہندوستانی مسلمان جس ماحول میں رہتے ہیں وہ مرکز اسلام سے دور ہونے کی بنا پر شرک و بت پرستی کا قدیم زمانہ سے مرکز رہا ہے۔ اس ملک کی زبان و ثقافت بھی اسلامی زبان و ثقافت سے قطعی مختلف ہے، ہندوستانی مسلمان اپنے غیر مسلم پڑوسیوں کے مشرکانہ عقائد و اعمال، بدعات و خرافات جاہلی رسم و رواج اور شادی و غمی اور "پرسنل لا" میں ان سے متاثر ہیں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت پر ساری توجہ اور توانائی صرف کر دی جائے کہ مسلمانوں کے اس ملک میں بقا و تحفظ کا سارا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ کس حد تک اپنے عقائد تہذیب، ثقافت، دینی غیرت و حمیت اور اسلامی تشخص و امتیاز کو باقی رکھ سکتے ہیں، یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ملک میں تہذیبی و ثقافتی ارتداد کے آثار و قرائن ظاہر ہو چکے ہیں، (ہم دینی ارتداد کا لفظ استعمال کرنے سے گریز کر رہے ہیں کہ یہ لفظ دل و دماغ اور سماعت پر گراں ہے ورنہ اس کے اندر بڑی شناخت ہے)

اس ملک کے لئے سب سے زیادہ بہتر منہج اور اصول حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ کا ہے جس کے آثار و تابندہ نقوش اب بھی باقی ہیں، ان کے باکمال فرزندوں نے جن میں سے ہر ایک نابغۂ روزگار اور مجتہدانہ فقہی و علمی بصیرت کا حامل تھا۔ ان کا مشن جاری رکھا، پھر اس علمی خانوادہ کے تربیت یافتہ اور خوشہ چیں شاگردِ رشید امام المسلمین سید احمد بن عرفان شہید ؒ۔ (ش ۱۲۴۶ھ) جیسے داعی و مجاہد ہیں، جن کے دستِ مبارک پر ہر قسم کے شرک بدعات خرافات اور جاہلی عادات و اطوار سے توبہ و بیعت کرنے والوں کی تعداد تیس لاکھ ۳۰۰۰۰۰۰ ہے اس توبہ و بیعت کے بعد ان لوگوں کے اندر ہر قسم کے شرک و بدعت اور جاہلانہ رسوم و بدعات سے سخت نفرت و کراہیت پیدا ہو گئی۔ اس کے ساتھ دینی غیرت و حمیت میں بھی نمایاں اور ممتاز تھے، جن غیر مسلموں نے سید صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ان کی تعداد چالیس ہزار سے کچھ زیادہ ہی بتائی جاتی ہے، یہی حال ان کے جانشین اور قوت بازو، مجاہد کبیر مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید ؒ (ش ۱۲۴۶ھ) صاحبِ "تقویۃ الایمان" کا تھا، جن کی کتاب توحید خالص کے بیان اور شرک و بدعات کی تردید میں سب سے طاقتور اور مؤثر کتاب شمار کی جاتی ہے اور جسے پڑھ کر ایک بڑے سعودی عالم نے کہا تھا کہ یہ کتاب توحید کی "منجنیق"[۱] ہے

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ کی کتاب "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید"

[۱] وہ مشین جو پتھر پھینکتی ہے اور سنگسار کرتی ہے

دعائے مغفرت

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ؒ کے شاگرد جناب عبد الحفیظ قدوائی ندوی کا ۲۵ جون ۲۰۰۱ء کو علی نگر رائے بریلی میں اور ڈاکٹر محمد اصطفٰے خاں کی اہلیہ راجہ فتحپور رائے بریلی میں ۲۸ جون ۲۰۰۱ء کو انتقال ہو گیا۔ قارئین کرام سے ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

انسانی حقوق و فرائض کی ادائیگی کا حکم

● حضرت مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی ؒ

دنیا کا سارا کارخانہ انسانی حقوق و فرائض کی تعیین اور ان کے تحفظ پر قائم ہے، یعنی ایک معاشرہ میں انسانوں کے کیا حقوق اور اُن کے متعلق ان کے کیا فرائض ہیں، اور وہ ان کی ادائیگی کے کہاں تک مکلف ہیں، ان میں سے بعض تو اصولی حقوق اور ان کے متعلق کلی احکام ہیں اور ان کا تعلق پورے معاشرہ کی فلاح سے ہے، اگر ان کو عمل میں نہ لایا جائے تو معاشرہ کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ مثلاً عدل وانصاف کا قیام، ظلم وجور کا انسداد، انسانی جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت، دوسرے افراد کے حقوق کا خیال مثلاً دولتمندوں پر غریبوں کے اور غریبوں پر دولتمندوں کے، باپ پر بیٹے کے بیٹے پر باپ کے، بیوی پر شوہر کے، شوہر پر بیوی کے، اسی طریقہ سے اور رشتہ داروں کے دوسرے رشتہ داروں پر، اور بڑوں پر چھوٹوں کے اور چھوٹوں پر بڑوں کے، وقس علیٰ ہذا پھر مختلف طبقوں کے ایک دوسرے پر کیا حقوق ہیں اُن کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک قانونی جن کی ادائیگی پر قانون مجبور کرتا ہے، دوسرے اخلاقی جن کی ادائیگی پر قانون مجبور نہیں کرتا، لیکن اُن کی ادائیگی انسانی شرافت کا تقاضا ہے۔ ذیل کی سطور میں اس کی تفصیل بیان کی جارہی ہے۔

عدل وانصاف کا قیام

ان میں سب سے مقدم عدل وانصاف ہے، کہ اسی پر معاشرہ بلکہ دنیا کا سارا کارخانہ قائم ہے اگر عدل وانصاف ختم ہو جائے تو دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے اور وہ جہنم کا نمونہ بن جائے اس لئے دنیاوی قانون کا منشاء بھی عدل وانصاف کا قیام ہے۔ اسلام نے جس تفصیل سے عدل کے تمام پہلوؤں کو واضح کیا ہے، اس کی مثال دوسرے مذاہب میں نہیں مل سکتی، اسلامی عقیدہ کی رو سے سب سے بڑا عادل خود اللہ تعالیٰ ہے، چنانچہ عدل اُسکے اسمائے حسنیٰ میں ہے، وہ اپنے عدل ہی سے کارخانۂ عالم کو سنبھالے ہوئے ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران ۔ ۲)

اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے بھی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ عدل وانصاف کے ساتھ کارخانۂ عالم کو سنبھالے ہوئے ہے۔

انبیاء علیہم السّلام کی بعثت کا مقصد بھی عدل وانصاف کا قیام ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ، (حدید ۔ ۳)

تحقیق ہم نے پیغمبروں کو کھلے کھلے معجزے دیکر بھیجا اور ہم نے ان کی معرفت کتابیں اتاریں اور ترازو کو رواج دیا، تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

کلام مجید کے نزول کا مقصد بھی عدل وانصاف کا قیام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ (نساء ۔ ۱۶)

ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تم پر اتاری تاکہ جیسا تم کو خدا نے سمجھایا ہے، اس کے مطابق لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو اور دغا بازوں کے حامی نہ بنو،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (نساء ۔ ۲۰)

مسلمانو! مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو، اللہ کے لئے گواہ بنو، اگرچہ یہ گواہی تمہاری ذات یا ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ پڑے، اگر ان میں کوئی مالدار یا محتاج ہے تو اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے، تو تم انصاف کرنے میں اپنی خواہش کی پیروی نہ کرو، کہ حق سے انحراف کرنے لگو۔ اور اگر دبی زبان سے گواہی دوگے، یا گواہی سے پہلو تہی کروگے، تو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے واقف ہے۔

ان آیات میں مقدمات اور گواہی میں انصاف کے خلاف جتنے پہلو نکل سکتے تھے سب کی جڑ کاٹ دی۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے،

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ (نساء ۵۸)

اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچاؤ اور جب لوگوں کے جھگڑے فیصل کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اللہ تم کو جو نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھی ہے، اور اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

(بقیہ)
مکررات القرآن

ہیں، مہلہل کے مذکورہ بالا قصیدہ کے دو شعر سند میں پیش ہیں۔

قربا مربط المشھر مني
ليت شعري وذاك النعم حال

شہر (گھوڑے کا نام) اصطبل میرے قریب لاؤ، کاش میں جانتا اور یہ بہتر حالت ہے

قربا مربط المشھر مني
من يكون الفداة رهن العوالي

شہر کا اصطبل میرے قریب لاؤ، کہ کل کون نیزوں کی نذر ہوگا۔
دیکھو ان دو شعروں میں پہلے مصرع کو دوسرے مصرع سے تعلق نہیں، اور تیسرے مصرع کو چوتھے مصرع سے تعلق ہے، بلکہ دوسرے مصرع کو چوتھے مصرع سے تعلق ہے، مگر پھر بھی مکرر مصرع کو مہلہل نے ان دونوں شعروں میں دہرا دیا ہے
قرآن مجید میں بھی اس موقع پر کہ دوزخ و جہنم کے ذکر کو فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ سے تعلق نہیں، بلکہ اس کے ماقبل اور مابعد سے تعلق ہے مگر پھر بھی اس کو دھرا دیا گیا ہے۔ تاکہ سلسلۂ تکرار ٹوٹنے نہ پائے۔
علوم قرآن دراصل ایک بحر ناپید اکنار ہے اس قسم کے نکتے صرف اس دریا کے چند حباب ہیں۔
(الندوہ، جنوری ۱۹۰۹ء)

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

(بقیہ)
مظلوم عورت کو اسلام نے کیا عزت بخشی

اس حدیث میں اہل و عیال پر سلام کو ارکان خمسہ کے ضمن میں لایا گیا ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زن و شوہر کے تعلقات کی استواری کا کیا درجہ ہے
ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

حمد باری تعالیٰ

● دلاور حسین یقین فیض آبادی

تیرا جلوہ عیاں اور تو نہاں ہر خشک و تر میں ہے
تو ہی شمس و قمر میں اور تو ہی بحر و بر میں ہے
تری قدرت نمایاں ہے چمن میں، پھول میں، بو میں
مقید ہو نہیں سکتا مکانوں میں، زمانوں میں
ترا ثانی ہو کیوں کوئی، مماثل ہو تو کیسے ہو؟
تو ہی توفیق دیتا ہے عبادت کی اطاعت کی
تری چشم عنایت کا بہت مشکور ہوں مالک
مگر کیا کیجئے!!! کوتاہ بینی جو نظر میں ہے
تو ہی قلب و جگر میں اور تو ہی چشم تر میں ہے
تو ہی خوش لحن بلبل کی نوا، شاخ و شجر میں ہے
ترا جلوہ حرم میں دہر میں شام و سحر میں ہے
دم عیسیٰ، ید بیضاء میں تو شق القمر میں ہے
دعاء کے لفظ میں بھی تو، تو ہی آہ و اثر میں ہے
محبت صرف تیری جاگزیں قلب و جگر میں ہے
یقین آئے نہ کیوں مجھ کو وجود لازوالی کا
تو ہی ہر فکر میں، ہر شعر میں، ذوق و ہنر میں ہے

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

قرآن مجید میں مکرر آیتیں کیوں ہیں؟

لفظی تکرار قرآن مجید میں لفظی تکرار بھی بہت ہے، ایک ایک آیت ایک ہی سورۃ میں بیسیوں مرتبہ آتی ہے، ایک ہی آیت میں ایک ایک لفظ یکے بعد دیگرے دُہرا دیا جاتا ہے،

ہم پہلے الفاظ کی تکرار کو بیان کرتے ہیں اس قسم کی تکرار ہر زبان میں موجود ہے اور اس کو اصطلاح نحو میں تاکید کہتے ہیں، ہم ہمیشہ بولتے ہیں دیکھو دیکھو، نہیں نہیں، زید زید، اس دوسرے لفظ سے مقصود صرف کلام پر زور ڈالنا ہوتا ہے قرآن مجید کی جن آیتوں میں اس قسم کی تکرار ہے وہ محض تاکید کے لئے ہے، اس تکرار کی چند مثالیں یہ ہیں۔

أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ (قیامہ)

ہلاکت ہو تمہارے لئے ہلاکت، پھر ہلاکت ہو تمہارے لئے پھر ہلاکت۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (تکاثر)

ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے۔ پھر ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے۔

عربی اشعار میں بھی اس قسم کی تکرار کی بیسیوں مثالیں ملتی ہیں، خنسا کہتی ہے۔

اردت لنفسی بعض الامور
فاولی لنفسی اولی بها

میں نے اپنے لئے بعض چیزوں کا ارادہ کیا تو ہلاکت ہو میرے نفس کے لئے ہلاکت

قراء نے اس قسم کی، تاکید کی مثالیں بہت سی پیش کی ہیں جن کو ہم غرر درر سے نقل کرتے ہیں

کائن وکم عندی لهم من صنیعة
ایادی ثنوها علی واوجبوا

ان لوگوں کے کتنے اور کتنے احسان ہم پر ہیں، ایسے احسانات جن کو دوبارہ انھوں نے کئے۔

دیکھو اس مصرع میں الفاظ کی کتنی تکرار ہے،

کم نعمة کانت لکم کم کم وکم

کتنے تمہارے احسانات ہیں کتنے کتنے اور کتنے۔

ایک عربی شاعر کہتا ہے ؎

نعق الغراب ببین لبنی غدوة
کم کم وکم بفراق لبنی تنعق

کوے نے صبح کو لبنی کے فراق کی آواز دی اے کوا تو لبنی کے فراق کی کتنی کتنی اور کتنی آواز دے گا،

حاصل یہ ہے کہ اس قسم کے تاکیدی الفاظ کی تکرار عربی زبان میں کثرت سے ہے، اور قرآن مجید میں بھی یہ اسلوب جا بجا استعمال کیا گیا ہے۔

اب صرف ایک بات بیان کرنی رہ گئی، قرآن مجید کی ایک ہی سورۃ میں ایک ایک آیت کی تکرار بار بار کی جاتی ہے سورۂ رحمن میں فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ[1] ۳۱ مرتبہ ایک ایک آیت کے بعد آیا ہے، سورۂ مرسلات میں وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ[2] ایک دو آیت کے بعد گیارہ مرتبہ آیا ہے، سورۂ قمر میں بھی اسی قسم کی تکرار ہے۔

اس کا جواب مختلف پہلوؤں سے دیا جاسکتا ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں ہر جگہ مؤثر اسلوب اختیار کیا گیا ہے، جب ہمارا مقصود یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کو ہر طرح سے متاثر کردیں، تو ایک ایک جملے کو بار بار کہتے ہیں، اور مخاطب پر اس کا اثر پڑتا ہے مثلاً ایک شخص پر تم نے کثرت سے احسانات کئے، وہ اپنے طرز عمل سے ان احسانات کا انکار کرتا ہے تو تم اس کو اس طرح سمجھاتے ہو، تم ہمارے کن کن احسانات کا انکار کروگے۔ کیا ہم نے تم پر یہ احسان نہیں کیا کہ تم کو رہنے کو گھر دیا، کیا یہ احسان نہیں، کہ تم کو روپئے دیدیئے، یہ احسان نہیں کہ تم کو پڑھایا،

قرآن مجید میں فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ کی تکرار بھی اسی قسم کی ہے دیکھو۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

---

[1] خدا کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤگے، [2] اس دن (انبیاء کی) تکذیب کرنے والوں پر افسوس ہے۔

تُكَذِّبَانِ فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ
زَوْجَانِ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (رحمن)

جو اپنے خدا سے ڈرا اس کو دو جنتیں ملیں گی۔ تم اپنے خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کروگے۔ ان جنتوں میں ہری شاخیں ہوں گی، تم اپنے خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کروگے۔ ان میں دو نہریں بھی جاری ہوں گی۔ تم اپنے خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کروگے۔ ان میں ہر میوہ دو دو قسم کا ہوگا۔ تم اپنے خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کروگے۔

دوسری جگہ خدا قیامت اور عذاب کا حال بیان فرماتا ہے۔ اور اس وقت منکرین کی افسوسناک حالت سے عبرت دلاتا ہے۔

كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ. هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ، وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ. هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأَوَّلِينَ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ، وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ. (مرسلات - ۱)

دوزخ کے شعلے زرد اونٹوں کی طرح ہوں گے۔ اس دن جھٹلانے والوں پر افسوس ہے۔ یہ وہ دن ہے جس میں وہ نہ بول سکیں گے۔ اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ عذر کریں۔ اس دن جھٹلانے والوں پر افسوس ہے، یہ فیصلہ کا دن ہے، تم کو اور تمہارے اسلاف کو جمع کر دیا ہے۔ اگر تم کوئی تدبیر کر سکتے ہو تو مجھ سے کرو اس دن جھٹلانے والوں پر افسوس ہے۔

تم دیکھتے ہو کہ یہ طرز تکرار کس قدر مؤثر ہے۔

۲۔ مولانا آزاد بلگرامی نے لکھا ہے کہ عربی کے قصائد اور غزلوں میں ردیف نہیں ہوتی اور نہ عرب میں دیگر اصناف سخن مخمس وغیرہ مستعمل ہیں جن میں ایک مصرع بار بار آتا ہے، قرآن مجید نے عرب کے لٹریچر پر چونکہ بہت سے اصناف سخن کا اضافہ کیا ہے اسی لئے سورۂ رحمن وغیرہ میں جو ایک ہی آیت بار بار آتی ہے اس کو گویا غزل مردف سمجھنا چاہیئے، جس میں ایک ہی لفظ ہر شعر کے آخر میں آتا ہے۔

۳۔ شریف مرتضیٰ نے تکرار آیات کا بہت اچھا جواب دیا ہے وہ یہ ہے کہ عرب کے اصناف سخن میں ایک قسم یہ بھی ہے کہ قصیدہ میں ایک ہی مصرع کو بار بار کہنا، قرآن مجید گو نثر ہے لیکن اس میں چونکہ عرب کے تمام اصناف کلام موجود ہیں۔ اس لئے بعض سورتوں میں صنف تکرار بھی اختیار کی گئی ہے۔ اس صنف کی مثالیں شعرائے عرب کے یہاں بہت ملتی ہیں، شریف مرتضیٰ نے چند مثالیں دی ہیں، ہم اور بھی بہت سی مثالیں پیش کرتے ہیں۔

مہلہل بن ربیعہ ایک مشہور جاہلی شاعر ہے، وہ کلیب کے مرثیہ میں لکھتا ہے۔

الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا خاف المغار من المغیر
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا طرد الیتیم من الجزور
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا ما ضیم جیران المجیر
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا رجف العضاۃ من الدبور
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا خرجت مخباۃ الخدور
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا ما اعلنت نجوی الامور
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا ضاقت رحیبات الصدور
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا ما خار جار المستجیر
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا طالت مقاسات الامور
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا ھبت ریاح الزمھریر

اسی طرح سے بیس مرتبہ ایک ہی قصیدہ میں ایک مصرع کو دہرایا گیا ہے۔

دوسری جگہ مہلہل کہتا ہے ؎

ذھب الصلح او تردوا کلیبا
و تحلوا علی الحکومۃ حلا
ذھب الصلح او تردوا کلیبا
او تذوقوا السیوف وردا و نھلا

اسی قصیدہ میں چھ مرتبہ یہی مصرع بار بار آیا ہے، مہلہل کہتا ہے ؎

علی ان لیس یوفی من کلیب
اذا تودوا الیک فلا تقاد
علی ان لیس یوفی من کلیب
لاعطاء الطرائف والتلاد

اس قصیدہ میں سترہ مرتبہ ایک ہی مصرع کی مہلہل نے تکرار کی ہے، حارث بن عبادہ جاہلی اپنے بیٹے کے مرثیہ میں کہتا ہے ؎

قربا مربط النعامۃ منی
لقحت حرب وائل عن حیال
قربا مربط النعامۃ منی
لیس دون اللقاء من اعتلال

حارث نے اس مرثیہ میں ایک ہی مصرع کو چوالیس بار دہرایا ہے۔ مہلہل اس مرثیہ کے جواب میں کہتا ہے۔

قربا مربط المشھر منی
کل شقرا و اشقر ذی بال
قربا مربط المشھر منی
نکلیب اشاب منی قذالی

اس قصیدہ میں بھی ایک مصرع چالیس[1] دفعہ دہرایا گیا ہے۔ لیلیٰ اخیلیہ جو امیر معاویہؓ کے زمانہ کی ایک مشہور شاعرہ عورت ہے توبہ کے مرثیہ میں کہتی ہے۔

لنعم الفتی یا توب کنت اذا التفت
صدور العوالی واستشال السوافل
ولنعم الفتی یا توب کنت ولم تکن
لتسبق یوما کنت فیہ تجادل

اس مرثیہ میں لیلیٰ دو چار مصرعوں کو لیکر پورے قصیدہ میں ان کو دہراتی گئی ہے، عمرہ بنت نعمان اپنے شوہر کے مرثیہ میں کہتی ہے:

وحدثنی اصحابہ ان مالکا
اقام و نادی صحبہ برحیل
وحدثنی اصحابہ ان مالکا
ضروب بنصل السیف غیر نکول[2]

پھر بار بار اسی مصرع کو دہراتی چلی گئی ہے۔

اس قسم کی لفظی اور معنوی تکرار صرف قرآن مجید ہی میں نہیں ہے بلکہ تورات میں بھی موجود ہے، حضرت موسیٰؑ کا قصہ تورات میں مختلف نتائج کے لئے بیسیوں جگہ آیا ہے، لفظی تکرار بھی کثرت سے ہے، ایک مقام پر ہے۔

تم میری سنتوں کی محافظت کرو، اور میرے مقدس سے ڈرو، میں خداوند ہوں اور تم بھان متی اور جادوگروں پر التفات نہ کرو۔ اور ان کے طالب نہ ہو، کہ ان کے سبب سے ناپاک ہو جاؤ گے، میں[3] خداوند تمہارا خدا ہوں۔ تو اس کے لئے جس کا سر سپید ہوا اٹھ کھڑا ہو۔ اور بوڑھے مرد کو عزت دے۔ اور اپنے خدا سے ڈر، میں خداوند ہوں، اگر کوئی مسافر تیری زمین پر تیرے ساتھ سکونت کرے تو اس کو مت ستا، بلکہ مسافر کو جو تمہارے ساتھ رہتا ہے ایسا جانو جیسے وہ تم میں پیدا ہوا ہے۔ اور ایسا پیار کرو جیسا آپ کو کرتا ہے اس لئے کہ تم مصر کی زمین پر پردیسی تھے، میں خداوند تمہارا خداوند ہوں، تم انصاف کرنے میں بیجا کشش کرتے ہیں، تولنے میں ناپنے میں، بے انصافی نہ کرو چاہیئے کہ تمہاری ترازو پورے پیمانے پوری دس سیرہاں ہوں میں خداوند تمہارا خداوند ہوں[1] جو تم کو زمین مصر سے نکال لایا سو تم میری ساری شریعتوں اور ساری عدالتوں کی حفاظت کرو اور ان پر عمل کرو میں خداوند ہوں" (احبار باب ۱۹)

آخر میں ایک بات کہنی اور باقی رہ گئی، دشمنان اسلام کا یہ بھی اعتراض ہے کہ سورۂ رحمٰن میں بعض جگہ "فبای آلاء ربکما تکذبان" کی تکرار بالکل بے جوڑ[2] معلوم ہوتی ہے، مثلاً

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّن نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنتَصِرَانِ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ۔ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ۔ (رحمٰن۔ ۲)

تم پر آگ کا پگھلے ہوئے تانبے کا شعلہ بھیجا جائیگا اور تم اپنے کو نہ روک سکو گے، تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے، جب آسمان پھٹ جائے گا تو سرخ مثل تیل کے ہو جائے گا، تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے، اُس دن کسی انسان اور جن کا گناہ نہ پوچھا جائے گا، تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے گنہگار اپنی علامت سے پہچان لئے جائیں گے، تو سر کے بال اور پاؤں پکڑ کر (ڈالے جائیں گے) تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے، یہی وہ جہنم ہے گنہگار انکار کرتے تھے، اس آگ اور گرم پانی کے درمیان طواف کرو، تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔

ظاہر ہے کہ ان آیتوں میں جہنم و دوزخ کے حالات بیان کئے گئے ہیں یہ عذاب ہے، نعمت نہیں۔ اس لئے اس کے بعد یہ کہنا کہ تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے، ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے:

جمہور مفسرین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جہنم و دوزخ گو خود نعمت نہیں ہیں، لیکن جہنم و دوزخ کے حالات بیان کرکے انسان کو عبرت دلانا ایک نعمت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ جواب کس قدر رکیک و بارد ہے، ہمارے نزدیک اس کا اصلی جواب یہ ہے، کہ جہنم و دوزخ گو خاص خاص گنہگار افراد انسان کے لئے نعمت نہیں ہے لیکن عام نوع انسان کے لئے خدا کا دوزخ کو پیدا کرنا بھی ایک عظیم الشان نعمت ہے، جس کے خوف سے مجرم انسان صالح ہو جاتا ہے، اس کا دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ اس سورہ میں قرآن مجید نے جس صنف کلام کا استعمال کیا ہے، اس میں یہ بھی اجازت ہے، کہ گو اس مکرر مصرع کو جو ہر شعر میں آتا ہے، دوسرے مصرع سے تعلق نہ ہو (بلکہ پہلے مصرعوں سے تعلق ہوتا ہے) مگر پھر بھی اس کو دہرا دیتے

(باقی ص۱۲ پر)

[1] یہ تمام مذکورہ بالا اشعار حرب بکر و تغلب میں ہیں
[2] میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔ اس فقرہ کی تکرار احبار باب ۱۸۔ ۱۹ میں بہت جگہ ہے میں نے صرف آخری حصہ لیا ہے۔ [3] ایضاً۔

مظلوم عورت کو اسلام نے کیا عزت بخشی

● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

یورپ جس کے بارے میں عام تصور یہ ہے کہ وہاں تہذیب و تمدن کی صبح نمودار ہوئی۔ اور آج بھی تہذیب و ثقافت کا اسے مرکز سمجھا جاتا ہے۔ وہاں عورت کو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ عین اس وقت جب اسلام نے عورت کو نوع انسانی کا نصف حصہ قرار دیکر مرد کے برابر حقوق عطا کئے تو یورپ میں ایک مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں زیر بحث مسئلہ یہ تھا کہ عورت آیا بے روح کی جسم ہے یا اس میں روح ہے؟ بہت بحث و تحقیق کے بعد یہ تجویز پاس ہوئی کہ عورت عذاب جہنم سے نجات پانے والی روح سے خالی ہے سوائے حضرت مریم کی ماں کے!

پھر یورپی اقوام جب عیسائیت میں داخل ہونا شروع ہوئیں اور مذہبی اثر ان میں پیدا ہوا تو سنہ ۵۸۶ء میں ایک عظیم کانفرنس اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے منعقد ہوئی کہ عورت کو انسان شمار کیا جائے یا غیر انسان؟ کانفرنس نے بہت فیاضی سے کام لے کر اس قدر تسلیم کیا کہ عورت انسان ہے، لیکن اس کو پیدا کئے جانے کی غرض صرف یہ ہے کہ مرد کی خدمت کرے۔"

اسی طرح مسیحیت کے اولین پادریوں اور پیشواؤں کا نظریہ عورت کے حق میں یہ تھا کہ عورت گناہوں اور برائیوں کا سرچشمہ ہے فسق و فجور کی جڑ ہے اور مرد کے لئے جہنم کا دروازہ ہے، اسی کی وجہ سے تمام انسانی مصیبتوں کے چشمے پھوٹے ہیں۔ یہ انتہائی گندی مخلوق ہے وغیرہ؛

یہودیوں کے یہاں نکاح درحقیقت عورت کو خریدنے کا ہم معنی تھا۔ اور اس کی قیمت عورت کے باپ کو ملتی تھی۔

عرب جو اسلام کا سرچشمہ تھا وہاں یہ حالت تھی کہ لڑکیاں زندہ دفن کردی جاتی تھیں، عورت کو کوئی حصہ وراثت میں نہیں ملتا تھا۔ باپ مرتا تھا تو اس کی بیویاں بیٹے کو وراثت میں ملتی تھیں۔

ہندوؤں کے یہاں عورت نکاح کے بعد خاوند کی غلام ہو جاتی تھی۔ اس کو کسی قسم کا آزادانہ معاملہ و معاہدہ کرنے کا حق حاصل نہیں تھا۔ شوہر کے مرجانے کے بعد خود بھی جیتے جی آگ میں شوہر کے ساتھ جل مرجانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ بیٹی، ماں، بیوی کو بجز حق پرورش، میراث کا کوئی حصہ نہیں ملتا تھا ہندوستان میں عین تہذیب و تمدن کے وقت بھی کثرت سے دختر کشی کی رسم جاری تھی۔

الغرض اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد ہر دور میں دنیا کی تمام قومیں اور مذہبی طبقے، عورت کو اپنے جاہلانہ نظریے اور ظالمانہ سلوک کا ہدف بنا کر عورت کی شخصیت اور اس کے حقوق کو برابر پامال کرتے رہے ہیں۔ متمدن قوموں نے نوع انسانی کے اس نصف حصہ کے متعلق مختلف پہلو بدلے اور حقوق کے سلسلے میں سیکڑوں قوانین بنائے لیکن ان سب کے باوجود اس صنف نے اپنے مرتبہ و حقوق کی داد اگر پائی تو اسلام ہی سے پائی۔

آج بظاہر تہذیب کے اجالے میں عورت کی قیمت و عزت بہت اونچی نظر آرہی ہے اس کا مقام مردوں کے مقابلے میں کافی بلند دکھائی دیتا ہے اس کے حقوق کی فہرست اس قدر طویل ہوتی جارہی ہے کہ کسی منزل پر ٹھہرنے کا نام ہی نہیں لیتی، لیکن اس روشن تہذیب کا پس منظر پہلی جاہلی تہذیب سے کہیں زیادہ تاریک ہے، پہلے عورت کا دائرہ عمل گھر کی چہار دیواری تھی، اس کی خوراک، پوشاک اور تمام ضروریات کا کفیل مرد تھا، بچوں کی نشو و نما اور تربیت میں عورت کی مامتا اور اس کی رحمت و شفقت کارفرما تھی اب تہذیب نو کے علمبرداروں نے عورت کے حقوق کا مطالبہ کرتے کرتے اس کو گھر کی چہار دیواری سے نکال کر میدان عمل میں ڈال دیا۔ اس کی خوراک وغیرہ کی ذمہ داری سے چھٹکارا حاصل کرلیا۔ بچوں کو ماں کی رحمت و شفقت سے محروم کردیا۔

آج کی تہذیب و معاشرت میں عورت کی بلند ترین حیثیت اور خوشنما مقام یہ ہے کہ وہ مردوں کی کمائی و آمدنی کا وسیلہ ہے ان کی نگاہ غلط انداز کا مرکز اور خواہشات و شہوات کی تسکین کے لئے بیگار کے طور پر استعمال کئے جانے کا سامان ہے، کارخانوں، دکانوں، دفتروں، رقص گاہوں، ہوٹلوں اور فلموں کو فروغ

ے کا دلکش ٹائیٹل اور خوبصورت سین ہے یہ حقوق نسواں کے متعلق ماضی کی تفریط اور موجودہ دور کے افراط کا حال ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح کا اُتار چڑھاؤ کبھی بھی معاشرت میں اصلاح و سدھار نہیں پیدا کر سکتا بلکہ اس قابل بھی نہیں کہ ان پر تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھی جاسکے، یہ عجیب بات ہے کہ تہذیب کے دعویدار تفریط حق کو ظلم و خیانت کہتے ہیں اور افراط حق کو تہذیب و تمدن کا احسان قرار دیتے ہیں، حالانکہ حقوق میں تفریط و افراط دونوں ہی خیانت ہیں!

اسلام نے عورت کو جو حقوق عطا کئے ہیں وہ تفریط و افراط دونوں سے پاک ہونے کے ساتھ اعتدال، سنجیدگی اور نکتہ سنجی کے آئینہ دار اور "حق بحق دار رسید" کے مصداق ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام کے عطا کردہ جملہ حقوق چودہ صدیاں گذرنے کے باوجود وہ اب تک بعینہ محفوظ اور باقی ہیں. جبکہ اس طویل عرصہ میں دنیا کی مختلف قوموں اور مذہبوں نے عورت کو سیکڑوں انقلابات اور اُتار چڑھاؤ کا تختہ مشق بنایا (آداب زواج ص ۸۸-۸۹)

اسلام کا عورت پر عظیم احسان ہے کہ سب سے پہلے اس نے بتایا کہ عورت کی حیثیت کیا ہے، اور مرد کے ساتھ اس کا فطری تعلق کس قسم کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً

اللہ نے تمہاری ذاتوں سے تمہارے لئے جوڑے پیدا کیا تاکہ ان سے سکون پاؤ اور تمہارے درمیان محبت و پیار ڈالا! (روم)

بیوی کے شوہر پر حقوق کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (البقرہ)

جس طرح دستور کے مطابق مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں اسی طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق ہیں البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

المقسطون یوم القیامة علی منابر من نور علی یمین الرحمٰن وکلتا یدیه یمین الذین یعدلون فی حکمهم واهلیهم وماولوا (مسلم)

جو لوگ انصاف کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اللہ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں. یہ انصاف والے وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں اور اہل و عیال اور ماتحتوں کے معاملے میں انصاف کرتے ہیں۔

بیوی کے حقوق کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

وَلَهُنَّ علیکم رزقهن وکسوتهن بالمعروف

عورتوں کی خوراک و پوشاک دستور کے مطابق مردوں پر لازم ہے (حدیث)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر عورتوں کے حقوق کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے:

الا وحقهن علیکم ان تحسنوا الیهن فی کسوتهن وطعامهن (ترمذی)

سنو! مردوں پر عورتوں کا حق یہ ہے کہ ان کے نان و نفقہ اور پوشاک کا اچھی طرح خیال کریں۔

ایک سائل کے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قال رجل من الصحابة یارسول الله ماحق درجة احدنا علیها؟ قال ان تطعمها اذا طعمت وتکسوها اذا اکتسیت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا فی البیت (ابوداود)

ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ خاوند پر بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا کہ:

۱۔ جب کھاؤ بیوی کو کھلاؤ

۲۔ جب اپنے لئے پوشاک بناؤ تو اس کے لئے بھی بناؤ۔

۳۔ اس کے چہرے پر نہ مارو.

۴۔ اس کو بُرا بھلا نہ کہو.

۵۔ اس سے کنارہ کشی نہ اختیار کرو مگر گھر میں.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ جو کھائے وہ کھلائے اور جس قیمت کا کپڑا وہ استعمال کرے بیوی کے لئے بھی اسی قیمت کی پوشاک تیار کرے. کبھی بیوی کی طرف سے کوئی ناگواری کا اظہار ہو اور تنبیہ کی ضرورت ہو تو چہرے پر ہرگز نہ مارے، اور اس کے خاندان کو نکا کر بُرا بھلا نہ کہے. اور نہ گالی دے، اس کو گھر سے نہ نکالے، اپنی ناگواری کے اظہار کے لئے اگر بستر الگ کرے تو کافی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں جب تشریف لاتے تھے تو اتنا خیال فرماتے کہ داخل ہونے کی آہٹ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر سو رہی ہوں تو بیدار نہ ہو جائیں، اسی طرح تہجد کے لئے اٹھتے تو بہت احتیاط برتتے، گھر کا کام خود کر لیتے، بکری کا دودھ نکالنا ہوتا تو خود نکال لیتے، کپڑے کی صفائی اور اپنے ذاتی کام امہات المومنین پر ڈالنے کے بجائے خود انجام دیتے۔

عورت کی پیدائش مرد کی پسلی سے ہوئی

ہے۔ لہٰذا مرد کی ذات میں اس کی دلچسپی انتہا بڑھی ہوئی ہوتی ہے، وہ سوتے اٹھتے، بیٹھتے اپنے خاوند کے بارے میں سوچتی رہتی ہے۔ اگر مرد گھر میں ذرا تاخیر سے آتا ہے تو بیوی پر گراں گزرتا ہے اور اگر کچھ دن اس سے دور رہتا ہے تو خاوند کی دوری اس کے لئے سوہان روح بن جاتی ہے، لہٰذا مرد کو چاہیئے کہ بیوی کی نفسیات کا خیال رکھے، طویل غیبوبت بہت سے مفاسد پیدا کرتی ہے۔ اور آج کل کے آزادانہ ماحول نے اختلاط کے مواقع بہت پیدا کر دیئے ہیں، جس کی وجہ سے اور بھی فتنے پیدا ہو رہے ہیں، خاوند کی دوری سے کسی عصمت مآب خاتون پر کیا گزرتی ہے ذیل کا واقعہ اس پر شاہد ہے، حالانکہ وہ خیر القرون کا زمانہ تھا۔ عصمت کی دہلیز پر کوئی پرندہ پر نہیں مار سکتا تھا۔ لیکن سویدائے قلب سے اٹھتی ہوئی بے تابیوں کا مداوا کون کرسکتا ہے تنہائی ایک ناگن ہے جو ڈستی رہتی ہے اسکے زہر کا تریاق خاوند ہے، جس سے بیوی کو تسلی ملتی ہے جس کے خاطر اس نے اپنے والدین، خویش واقارب اور وطن کو چھوڑا ہے وہ صرف اس کی قربت اور محبت چاہتی ہے، اسی لئے بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنے کو بھی صدقہ قرار دیا گیا ہے، یعنی یہ خدا کے نزدیک محبوب عمل ہے۔ بلکہ ایک روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ میاں بیوی جب ایک ساتھ خلوت میں ہوتے ہیں تو ان کی قربت خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے لہٰذا اسلام نے بیوی کے تمام حقوق کا احترام کرتے ہوئے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ خاوند بیوی سے طویل مدت تک علیحدہ غیر حاضر رہے۔

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ رات کے وقت مدینہ منورہ کی نگرانی کرتے ہوئے ایک مکان کے پاس پہونچے جس کے اندر سے ایک عورت کی آواز آرہی تھی جو اپنے قلبی جذبات کے طوفان میں ڈوبی ہوئی اپنی نامرادی کا مرثیہ گارہی تھی جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

تطاول ھذا اللیل واسود جانبہ
وارقنی ان لا ضجیع الاعبہ

اس شب دراز کا کنارہ مائل ہو چکا ہے اور ابھی تک مجھے نیند نہیں آئی، کیونکہ میری چارپائی پر ساتھ سونے والا موجود نہیں ہے جس سے میں ہمکنار ہو سکوں۔

فواللہ لولا اللہ لا شیئ غیرہ
لحرک من ھذا السریر جوانبہ

خدا کی قسم اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا تو اس چارپائی کے باز و حرکت کرتے۔

ولکنني اخشی رقیبا موکلا
بانفسنا لا یفتر الدھر کاتبہ

لیکن مجھے اس ذات سے ڈر لگتا ہے جو ہماری جانوں کا نگراں ہے اور اس کا منشی رپورٹ لکھنے سے کبھی سستی نہیں کرتا۔

مخافۃ ربی والحیاء یصدنی
واکرام بعلی ان تنال مراتبہ

میرے رب کا خوف اور شرم وحیا نیز شوہر کی بے عزتی کا احساس مجھے روکے ہوئے ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے متعلق تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا خاوند موجود نہیں ہے، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے گیا ہے، آپ نے فوراً اس کے خاوند کو جہاد سے واپس بلایا پھر اپنی بیٹی حفصہؓ سے دریافت کیا کہ "یا بنیۃ کم تصبر المرأۃ علی زوجھا"۔ بیٹی بتاؤ کہ عورت بغیر خاوند کے کتنے عرصہ تک صبر کرسکتی ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا "سبحان اللہ مثلک یسأل مثلی عن ھذا" سبحان اللہ آپ جیسے مرد (باپ) مجھ جیسی عورت (بیٹی) سے اس قسم کا سوال کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر مسلمانوں کی بہی خواہی اور ان کے حالات پر نظر رکھنا مقصد نہ ہوتا تو تم سے اس قسم کا سوال نہ کرتا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ پانچ یا چھ ماہ تک عورت بغیر خاوند کے رہ سکتی ہے، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجاہدین کے لئے چھ مہینے کی مدت اس تفصیل کے ساتھ مقرر فرمادی کہ جہاد میں جانے کی مدت ایک ماہ، جہاد میں کسی چوکی یا محاذ پر چار ماہ اور واپسی ایک ماہ اس طرح کل چھ ماہ۔

بیوی کے معاشرتی حقوق میں یہ بھی ہے کہ خاوند جب گھر میں داخل ہو یا باہر جائے تو بیوی اور تمام گھر والوں سے سلام کرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جس طرح راستے کے نشانات وعلامات ہوتے ہیں۔ اسی طرح اسلام کے بھی نشانات و علامات ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں، اللہ پر ایمان لانا، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت اللہ کا حج کرنا، اچھی بات کا حکم دینا، بری بات سے منع کرنا، گھر میں داخل ہوتے وقت اہل وعیال سے سلام کرنا اور اپنی قوم کے پاس سے گذرتے وقت سلام کرنا جس نے ان مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز چھوڑدی اس نے اسلام کا ایک حصہ چھوڑ دیا اور جس نے ان تمام کو چھوڑ دیا تو اس نے پورے اسلام کو پس پشت ڈال دیا (حاکم)

(باقی ص۱۲ پر)

فرانسیسی مبلغہ کا انٹرنیٹ کے ذریعہ قبول اسلام

مسلمانوں کے بے عمل حضرات کی زندگی اسلام قبول کرنے میں دوسروں کیلئے سب سے بڑی رکاوٹ

علی صالح۔۔رباط

ترجمہ: مسعود حسن حسنی

یورپ میں لوگ بڑی تعداد میں اسلام قبول کر رہے ہیں اور اسلام پھیلنے کی رفتار میں برابر اضافہ ہو رہا ہے، لیلی ریفی جو فرانس کی رہنے والی ہیں اور میڈیا انجینیر ہیں اور اسلام قبول کرنے کے بعد دین کی اشاعت کے سلسلہ میں بڑی سرگرم عمل ہیں، اسلام کی اس مقبولیت کے بعض وجوہ کی وضاحت کر رہی ہیں۔ وہ کیتھولک عیسائی تھیں، انٹرنیٹ کے ذریعہ اسلام کی طرف ان کو رہنمائی حاصل ہوئی، اس کی وجہ سے انھوں نے انٹرنیٹ ہی کو اسلام کی تبلیغ کا ذریعہ بنایا، یہ کام وہ ایک اسلامی ماہنامہ کے ذریعہ جس کا نام (اسلم تسلم) ہے اور وہ فرانسیسی زبان میں ہے انجام دے رہی ہیں، وہ اس کے ایڈیٹوریل بورڈ (Editorial Board) کی ایک رکن ہیں۔

لیلی کو اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کی معاشرت اور ان کے طرز زندگی اور ان کے عادات واطوار کا علم نہیں تھا، اپنی عمر کے بیس سال انہوں نے پیرس کے ایک خوشحال علاقہ میں جس میں مسلمانوں کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی گزارے، مسلمانوں سے ان کو سابقہ نہیں پڑا اور نہ وہ مسلمانوں سے واقف ہوئیں، مسلمانوں سے ان کا پہلا رابطہ مراکش میں اس وقت ہوا جب انھوں نے وہاں باقاعدہ رہنے کا فیصلہ کیا تو وہاں مسلمانوں کی اجتماعی، ثقافتی اور دینی زندگی اس سے مختلف نظر آئی جو انھوں نے پڑھا تھا اور اپنے ذہن کے نہاخانوں میں جس کو بٹھایا تھا۔

لیلی کو مسلمانوں کی عملی زندگی بہت مختلف نظر آئی، اور وہ بہت متحیر ہوئیں اور ان کے ذہن میں سوالات پیدا ہونے شروع ہوئے، ہماری ان سے گفتگو اس طرح ہوئی سنتے چلیں۔

س:۔سب سے پہلے کس طرح آپ اسلام سے واقف ہوئیں؟

ج:۔میں اسلام سے چار سال پہلے واقف ہوئی، یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نے کناڈا کا سفر بغرض تعلیم کیا تھا، اور کناڈا میں متعدد مسلمان عرب دوستوں سے واقف ہوئی، لیکن وہ سب ایسے تھے جن کی زندگیوں میں اسلام برائے نام تھا (ان کی زندگیاں اسلامی سانچے میں پوری طرح ڈھلی ہوئی نہیں تھیں) میں نے ایک نوجوان کو (جو کہ تونسی تھا) زیادہ واقف پایا، اس کی باتوں نے مجھے اسلام کی طرف متوجہ کیا، میں نے اس سے اسلام میں عورت کے مقام ومرتبہ پر گفتگو کی، اس لئے کہ اخبارات میں اس موضوع پر میں بہت زیادہ پڑھتی تھی، اس چیز نے مجھے اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ کی تلاش و جستجو پر آمادہ کیا، میں نے حقیقت جاننی چاہی، کیونکہ میں نے محسوس کیا کہ بعض واقعات کو میڈیا غلط رنگ سے پیش کرتا ہے اور غلط نتائج نکالتا ہے، میں نے اس کو انٹرنیٹ پر تلاش کیا، تو اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ پر مجھے انٹرنیٹ میں بہت سی کتابیں مل گئیں، میں نے اسلام، نصرانیت اور یہودیت میں عورت کا جو مقام و مرتبہ ہے اس کے تقابلی مطالعہ کے موضوع پر پڑھا، اس وقت مجھے اسلام میں عورت کو دیئے گئے حقوق کا علم ہوا تو مجھے بہت تعجب ہوا کیونکہ مکمل طور پر تمام حقوق دوسرے مذاہب میں عورت کو حاصل نہیں ہیں، اسی طرح مجھے نصرانیت کے بارے میں بعض مسائل سے جن کو میں پہلے نہیں جانتی تھی واقفیت ہوئی، میں نے تلاش وجستجو جاری رکھی حتیٰ کہ میرے اشکالات دور ہو گئے، اور عورت کے حق میں اسلام کے رویہ سے مطمئن ہو گئی، اب سوال یہ باقی رہا کہ اخبارات اسلام کی منفی

صورت کیوں پیش کرتے ہیں؟ اس کا کیا سبب ہے؟ میں نے تلاش جاری رکھی، لیکن میں اس دین میں کوئی نامناسب بات نہ پا سکی، اس چیز نے مجھے پریشانی میں مبتلا کر دیا، اور یہ چیز میری روزمرہ کی زندگی پر اثر انداز ہونے لگی، اس کی وجہ سے میری نیند بھی غائب ہوگئی، میں نے فیصلہ کیا کہ میں اس وقت تک حقیقت تلاش کرتی رہوں گی جب تک مجھے اس کا اطمینان بخش جواب نہ مل جائے، چنانچہ میں نے اپنے مطالعہ میں گہرائی لانے اور اور اس تحقیق کو مزید آگے بڑھانے کا ارادہ کیا، جیسے جیسے میرا مطالعہ بڑھتا گیا، اور اس دین سے واقفیت میں اضافہ ہوتا گیا اور اس دین سے دلچسپی بھی بڑھتی گئی، اس سلسلہ میں تونسی دوست سے بڑی رہنمائی ملی، میرے سوالات اس کی سطح سے بلند ہونے لگے، اور اس نے محسوس کیا کہ اس کا تشفی بخش جواب نہ دے سکے گا تو اس نے مجھے ایک مسجد کے فلسطینی امام کے سپرد کر دیا، میں اپنے سوالات ان سے کرتی، وہ مجھے جواب دیتے، گفتگو ایک ترجمان کے ذریعہ ہوتی، اس کے جوابات سے اسلام سے میری دلچسپی میں مزید اضافہ ہوتا گیا چنانچہ میں نے اسلام قبول کرنے کا عزم کر لیا اس سلسلہ میں پہلا قدم میں نے یہ اٹھایا کہ اپنا سر ڈھکنا شروع کر دیا، اور مسجد میں جہاں میں اپنے سوالات کرنے گئی تھی نماز ادا کرنی شروع کر دی، میں نے ایک ہی ہفتہ میں نماز سیکھ لی، جو میں نماز میں پڑھتی تھی اس کو ایک ورق پر لکھ لیا کرتی، پھر امام صاحب نے اپنی بیوی سے میرا تعارف کرا دیا تا کہ وہ میرے سوالوں کا جواب دے سکیں۔

س:- کیا دین دار مسلمانوں سے اس سے پہلے آپ کا واسطہ رہا ہے؟

ج:- اس سے پہلے کبھی میں کسی دیندار مسلمان سے نہیں ملی، اسلام سے واقفیت میں نے صرف کتابوں کے ذریعہ حاصل کی۔

س:- انٹرنیٹ کے کس لٹریچر سے آپ نے اسلام سے واقفیت حاصل کی؟

ج:- زیادہ تر لٹریچر تو انگریزی زبان میں ہے، فرانسیسی زبان میں لٹریچر بہت کم ہے، جب کہ فرانسیسی زبان میں اسلام کے خلاف جو لٹریچر ہے وہ بہت زیادہ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت میرے ساتھ تھی، اللہ تعالیٰ نے نئے لٹریچر سے واقف ہونے کی مجھ کو توفیق بخشی، اس لٹریچر میں نہ ہی شبہات ہیں اور نہ ہی کسی قسم کی تحریف، لیکن گزشتہ چار سالوں میں جن میں میں انٹرنیٹ پر اسلامی لٹریچر تلاش کر رہی تھی، میں نے محسوس کیا کہ مرتب شکل میں لٹریچر کی تعداد بڑھی ہے۔

س:- آپ کے اسلام لانے کے بعد آپ کے دوستوں اور آپ کے افراد خاندان کا کیا ردعمل رہا؟

ج:- شروع میں تو میں نے کسی کو اپنے اسلام کے بارے میں بتایا نہیں، اور اس سلسلہ میں خاندان سے دور تنہائی کی زندگی گزارنے لگی، جس کی وجہ سے میں آزادی سے نماز کے فریضہ کی ادائیگی کرتی رہی، جب میں نے اپنے والد کو اسلام کے بارے میں بتایا تو انھوں نے اس موضوع کو بہت زیادہ اہمیت نہ دی کیوں کہ انھوں نے اس کو نوجوانی کا ایک ایسا جھونکا سمجھا جو تیزی سے گزر جائے گا، اس طرح میری والدہ نے بھی اسلام سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس کو اہمیت نہ دی، لیکن میری نانی کی واحد شخصیت تھی جس نے میرے اسلام کو اہمیت دی، بچپن سے میری تربیت ان ہی کے پاس ہوئی تھی اور وہ مجھ سے بہت محبت کرتی تھیں انھوں نے (نانی نے) اس کے سمجھنے کی بھی کوشش کی، اور میرے اختیار کردہ مذہب کا احترام بھی کیا، یونیورسٹی سے فراغت اور میڈیا انجینئر ہو جانے کے بعد نقاب سے میری مشکلات کا آغاز ہوا، اسی وقت سے میرے والد نے مجھ سے تعلق ختم کر لیا، فون کے ذریعہ یا خط و کتابت کے ذریعہ کچھ تعلق باقی رکھا، گویا حجاب اوڑھنے نے مجھ کو ان کی نظروں میں دہشت گرد بنا دیا، ایسا انھوں نے (والد صاحب نے) حجاب کے بارے میں اچھے طریقہ سے سوچا ہی نہیں کیونکہ وہ ایسے شخص ہیں جو بلند ثقافت کے حامل نہیں۔ اور کسی شئے سے ناواقفیت اس کے کرنے والے سے دشمنی کو آسان بنا دیتی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ فرانس میں کام کرنے کے سلسلے میں میں نے سوچا ہی نہیں کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ دفاتر میرے پردہ اختیار کرنے کی وجہ سے میرے کام کو ٹھکرا دیں گے، پردہ میں رہنے کی وجہ سے کسی بھی اہم عہدہ پر کام کرنے کو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی، یہ فرانس میں بہت ہی دشوار بات تھی، میں یہ نہیں کہتی کہ ناممکن تھی، یہی وجہ ہے کہ جو بہنیں باپردہ رہتی ہیں وہ بھی اپنے دفاتر، کارخانوں وغیرہ میں داخل ہونے سے پہلے پہلے اس کے اتارنے پر مجبور ہیں، اسلام مسلمان اور اس کے رب کے درمیان محض انفرادی تعلق نہیں ہے، بلکہ وہ اس سے بڑھ کر ہے، وہ اجتماعی تعلقات پر اثر انداز ہوتا ہے، فرانس جیسے ملک میں اسلام پر ثابت قدم رہنے کے لئے اپنے دین پر جمنے کی کوشش کرنی ہوگی۔

س:-آپ نے ایک اسلامی شہر کی حیثیت سے مراکش کو کیسا پایا؟

ج:-میں ۱۹۹۸ء میں مراکش آئی، مجھ کو بہت سے لوگوں نے مجھے پیش آنے والی بعض مشکلات کے سلسلہ میں باخبر کر دیا تھا، لوگون نے مجھ سے کہا تھا کہ مراکش میں لوگ میرے اس تصور کے معیار کے مسلمان نہیں ہیں جو میں نے مسلمانوں کے بارے میں قائم کر لیا تھا، وہاں بہت زیادہ گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، میں نے اپنے آپ کو ایسے علاقہ میں پایا جو اسلام پر مکمل طور پر عمل پیرا نہیں تھا، یہاں کی زندگی مادہ پرستانہ اور عیش و تنعم میں منہمک رہنے والی تھی، خوبصورت مکانات، نئی نئی کاریں اور ایسی زندگی تھی جو دولت کی طلبگاری تھی، عورتیں بے پردہ تھیں اپنی اولاد کو نماز کی تعلیم نہیں دیتیں اور اس جیسی بہت سی خرابیاں تھیں، لیکن کچھ عرصہ کے بعد میرا ایک ایسے خاندان سے تعارف ہوا جو اسلام کا پابند تھا اور اس کی زندگی مغربی معاشرہ سے مختلف تھی۔

یہاں میں نے دیکھا کہ مراکشی معاشرہ میں زبردست تفاوت ہے، ایسا تفاوت جو فرانس میں موجود نہیں ہے، یہاں لوگ مالدار ہیں اور اپنی دولت کے اظہار کے خواہش مند بھی، اور وہ بازار جا کر کسی بھی چیز کے خریدنے پر قادر بھی ہیں، اور دوسری طرف یہاں کثیر تعداد میں جھونپڑپٹیاں ہیں، اور یہ جھونپڑپٹیاں دار بیضاء میں قلب شہر میں واقع ہیں، یہ دیکھ کر مجھے عجیب تضاد نظر آیا جو یورپ میں نہیں ہے، مجھے یہ بہت ناپسند ہوا۔

کھڑکی کھولتے وقت میرے سامنے جو منظر آتا تھا وہ یہ کہ ایک سمندر ہے اور شاندار کوٹھیاں لیکن اس کے ساتھ ساتھ غریب مرد اور عورتیں اور بچے جن کے پاس رہنے کی جگہ نہیں ہے، اور نہ ان کو اچھی غذا میسر ہوتی ہے، یہ ایسا عالم تھا جس کا میں کبھی تصور بھی نہیں کر سکتی تھی، جبکہ اس کے بارے میں متعدد مراکشی اہل قلم لکھ چکے تھے، لیکن یہ منظر میں نے دیکھا نہیں تھا، اس منظر نے مجھے رلا دیا، میں نہیں جانتی کہ یہ لوگ کیسے زندگی گزارتے ہیں، ان لوگوں کی حالت قابل رحم ہے، بعض کو کچھ دراہم صدقہ کئے جا سکتے ہیں، لیکن اس سے ان کی حالت میں تبدیلی واقع نہ ہوگی اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ چیز ان کے دین پر ضرور اثر انداز ہوگی۔

س:-وہ کون سی دشواریاں ہیں جو اسلام کو سمجھنے میں آپ کو پیش آئیں؟

ج:-سب سے بڑی دشواری اسلام اور مسلمانوں کے درمیان تضاد کا ہونا ہے، اور یہی چیز اہل یورپ کی نظر میں اسلام کی خراب تصویر کا سبب ہو رہی ہے، وہ اسلام اور مسلمانوں کے درمیان فرق نہیں کر پاتے ہیں، اس مسئلہ سے آگے بڑھنے پر جس چیز نے میری مدد کی وہ یہ تھی کہ میں نے مسلمانوں کو سمجھنے سے پہلے اسلام کو سمجھا، مسلمانوں کے بارے میں مغربی میڈیا جو کچھ پھیلاتا ہے وہ صحیح ہے، وہ صرف خراب پہلو ہی کو لیتا ہے، اور مشکل یہ ہے کہ مسلمانوں کے خراب کردار کو اسلام سے جوڑ دیتا ہے، اور دونوں کے درمیان ربط پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کی اصلاح کے لئے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے، مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اسلام کی تعلیمات سے ناواقف بھی ہے ان کو واقف کرانے کی ضرورت ہے،

س:-آپ کی نانی سے آپ کے تعلقات کی کیا نوعیت تھی، جیسا کہ آپ نے کہا کہ انھوں نے آپ کے اسلام کو اہمیت دینے کے ساتھ ساتھ آپ کی رائے کا بھی احترام کیا تھا؟

ج:-میری نانی وہ دوسری شخص ہیں جو اسلام لا چکی ہیں، گذشتہ سال موسم حج میں جب میں نے حج کی ادائیگی کی اس وقت میں نے اللہ تعالی سے دعا کی تھی کہ ان کو ہدایت سے سرفراز فرما دے، میں ان سے بہت محبت کرتی ہوں کیونکہ انھوں ہی نے میری پرورش کی، وہ بہت ہی اچھی عورت ہیں، حج کے بعد جب میں ان سے ملنے گئی تو ان کو نماز پڑھتے ہوئے پایا، انھوں نے مجھ سے کہا کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہیں، وہ کیتھولک تھیں، چار سال پہلے جب میں نے اسلام قبول کیا تھا انھوں نے اسلام کے معاملات کے بارے میں مجھ سے سوالات کئے، اور میں نے محسوس کیا وہ اسلام کو سمجھنا چاہتی ہیں، وہ اسلام کے بارے میں بہت کچھ سنتی تھیں، لیکن مسلمانوں کو اس درجہ پاک اور شریف نہیں سمجھتی تھیں خاص طور سے مراکشی بہت اچھے لوگ ہیں۔

س:-وہ کون سی مشکلات ہیں جو اسلام کے سمجھنے میں آپ کے آڑے آئیں؟

ج:-ثقافت اور دین کے درمیان خلیج سب سے بڑی مشکل ہے، یہاں یہ ہی سب سے بڑی مشکل ہے، میں نے اسلام سے واقفیت کتابوں کے ذریعہ حاصل کی، مسلمانوں کی عملی زندگی سے میں نے واقفیت حاصل نہیں کی، اور میری رائے میں مثبت پہلو بس یہی ہے، جس وقت میں مسجد گئی میرے سامنے وہ بہت سی باتیں آئیں جن کو مسلمان دین سمجھتے ہیں حالانکہ وہ دین سے متعلق نہیں ہیں۔ ☆☆

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْک

شمس الحق ندوی

یہ مضمون کا نہیں بلکہ عشق و محبت سے بھرے ہوئے سفرنامۂ حج کا عنوان ہے جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ولی صفت بڑے بھانجے سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے شیخ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی سوانح حیات "حیات خلیل" کے مصنف ادیب و ملکی گلدستہ سجانے والے عورتوں کے رسالہ "رضوان" کے بانی بہت سی عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی نعتوں، سوز و گداز سے بھری ہوئی مناجاتوں۔ مؤثر ترانوں کے لکھنے والے حضرت شیخ الحدیث کے محبوب ترین خلیفہ مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ کا سفرنامۂ حج ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نوعمری ہی سے عشق و محبت کی دولت سے نوازا تھا۔ ایسا کہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے ان پر جو مضمون لکھا تھا اس میں تحریر فرمایا تھا کہ:

"مکہ معظمہ سے روانگی کا دن تھا میں نے طواف وداع کیا۔ اس کے بعد ملتزم پر دعا کے لئے آیا یہاں مجمع زیادہ نہیں تھا۔ ملتزم پر دعا کا جو مسنون طریقہ ہے اس کے مطابق سہولت سے ملتزم سے چمٹ کر کھڑا ہونا نصیب ہوگیا اب دعا شروع کی لیکن دعا میں دل کے اضطرار اور الحاح کی جو کیفیت ہونی چاہیئے وہ اس وقت بالکل نصیب نہیں تھی معلوم ہوتا تھا کہ دل مردہ ہوگیا ہے اپنی اس بدنصیبی پر بڑا رنج و قلق تھا کہ ملتزم پر یہ آخری دعا ہے۔ اور یہ میری محرومی۔ یہی حال تھا کہ وہیں ملتزم پر اللہ کے کسی بندے نے قریب آکر دعا شروع کی۔ اس کی دعا میں الحاح و ابتہال اور اضطرار کی کیفیت تھی۔ جب اس کی دعا کی آواز کان میں آئی تو اس کی برکت سے دل گویا زندہ ہوگیا اور مجھے بھی دعا نصیب ہوگئی۔ میں دعا سے فارغ ہوگیا لیکن اس بندے کی دعا جاری تھی۔ میں نے جاننا چاہا کہ یہ اللہ کا کون مبارک بندہ ہے؟ دیکھا تو ہمارے مولانا محمد ثانیؒ تھے سخت حیرت اس پر ہوئی کہ آواز سے مجھے شبہ بھی نہیں ہوا کہ یہ مولانا محمد ثانیؒ ہوں گے۔ اس حج کے وقت ان کی عمر صرف ۲۲، ۲۳ سال کے قریب تھی، اس وقت ان کا یہ حال تھا"

(یہ سفرنامہ اسی وقت لکھا تھا) انھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم مکمل کی، پھر ایک سال کی مدت لاہور میں گذاری۔

سہارنپور کے قیام کے دوران شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی شفقتیں ملیں۔ اور حضرت شیخؒ نے خلافت سے بھی سرفراز کیا۔ انھوں نے تکمیل تعلیم کے بعد ایک سال تبلیغی جماعت میں لگایا۔ اور اس دوران حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت کا بھی شرف حاصل رہا۔ اپنے ماموں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں حرمین شریفین کی زیارت کی اور فریضۂ حج کی سعادت حاصل کی جس کے عشق و محبت سے بھرے تاثرات اس سفرنامہ میں درج ہیں جو حرمین شریفین کی زیارت کرنے والوں اور حاجیوں کے لئے بہترین سوغات کا درجہ رکھتے ہیں۔

یہ سفرنامۂ حج عشق و محبت میں ڈوب کر لکھا گیا ہے۔ اور سفر حج کے مبارک سفر میں جوں جوں قدم آگے بڑھا ہے عقیدت کی آتش شوق و محبت تیز ہوتی گئی ہے۔

مکہ مکرمہ دیکھنے کے بعد یہاں کی عاشقانہ اداؤں اور مجنونانہ کیفیت کا ذکر مولانا محمد ثانی علیہ الرحمہ اس طرح کرتے ہیں کہ ایک مرد مومن اپنے گھر بار کو چھوڑ کر بے تابانہ انداز میں شوق و مستی کے ساتھ دربار الٰہی کی زیارت کے لئے چل پڑنے کے لئے بے قرار ہو جائے۔

"یہاں کی ہر ادا عاشقانہ ہے۔ ذرہ ذرہ سے عشق نمایاں ہے، محبوب کے وصال کا دن ہے جس کے فراق میں راتیں آنکھوں میں کٹیں اور ہجر میں دن بیتے، جس کے دیدار کی آرزو میں ایک زمانہ گذرا، آج ملاقات کی سعید گھڑی ہے، مستانہ وار برہنہ سر، کفن بردوش پریشاں حال، پراگندہ بال مجنونانہ کیفیت یہی تو یہاں کے آداب ہیں، نہ خوشبو سے کام نہ رنگ سے لگاؤ، نہ زینت و آرائش سے سروکار، دو بے سلی چادریں بدن پر پڑی ہوئیں، گرد و غبار سے اٹے ہوئے با چشم گریاں زبان پر لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ جاری اے اللہ حاضر ہوں۔ اے اللہ حاضر ہوں۔"

سفرنامہ کے چند اقتباسات ہدیۂ ناظرین ہیں جو قاری کے اندر حج و عمرہ کی آتش شوق کو بھڑکانے اور اس سفرنامہ کے مطالعہ کا اشتیاق پیدا کرنے کے لئے کافی ہوں گے،

کعبۃ اللہ پر نظر پڑتی ہے تو تأثرات کو اس طرح
ے الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں۔

"یہ کعبۃ اللہ ہے، اللہ کا پاک گھر،
نام عالم اسلام کا مرکز، ملجا و ماویٰ، تمام
اسلامیوں کا جولان گاہ۔ سب سے بہتر،
ب سے اعلیٰ، ہر مسلمان کا دل، ہر مومن کا جگر
حسن و جمال اتنا کہ دیکھتے رہیے۔ مگر نظریں
ہیں کہ نہیں بھرتیں، ایک بار نہیں ہزار بار
دیکھیے، رات و دن دیکھیے، آتے جاتے دیکھیے
فل جو بھی کہے عشق کے نزدیک دنیا کا سارا
من اس کے حسن کے آگے گرد، حسن و جمال
کے اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے اس کے آگے ہیچ ہیں"

اللہ ایسے جذب محبت کو کیا کروں
رگ رگ کو جس نے درد بھرا دل بنا دیا"

در کعبہ اور حجر اسود کے درمیان کا وہ
حصہ جو ملتزم کہلاتا ہے، جہاں حدیث شریف
میں دعا کی قبولیت کی بشارت آئی ہے اس کا
ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جسے دیکھو لپٹا ہے صرف پٹا نہیں اپنے
سینے اور چہرے کو چپٹائے ہاتھوں کو پھیلائے
بے چین و مضطرب آہ و بکا میں مصروف کبھی
اس پہلو کبھی اُس پہلو کسی کل چین نہیں
بارگاہ اقدس میں دعاؤں کی پیشی اور قبولیت
دعا کی درخواست ہے

اب دردِ جگر ہو کے نکلتا ہے دہن سے
وہ جوش جو برسوں سے مرے سینے میں نہاں ہے

زمزم کا ذکر کس شوق و مستی کے عالم میں کرتے ہیں۔

"زمزم کے قطرے قطرے کو ترستے تھے
تمنا رہتی تھی کہ آنکھ میں لگانے کو مل جائے مگر
تمنا خیال کے درجہ سے آگے نہ بڑھتی، دل کی
آرزو دل ہی میں رہ جاتی اور آج جتنا جی میں
آئے پیجئے اور خوب جی بھر کے پیجئے۔

ساقی جو دیئے جائے یہ کہہ کر کہ پیئے جا
میں بھی پیئے جاؤں یہ کہہ کر کہ دیئے جا

طواف کعبہ، صفا مروہ کے درمیان سعی۔ پھر منیٰ و
عرفات، مزدلفہ، ہر ہر مقام کی کیفیات اور
حجاج کرام کے جذب و مستی کے احوال کو کچھ اس
طرح بیان کیا ہے کہ قاری اپنے کو اسی مقام اور
فضا میں محسوس کرنے لگتا ہے۔

ارکان حج سے فراغت کے بعد زیارت
مدینہ یعنی دیار حبیب کا سفر ہوتا ہے اس کی
کیفیات اور لطف کا رنگ دوسرا ہوتا ہے۔
کس شوق و مستی کے عالم میں سب کچھ کیا ہے،
اس کا لطف تو سفر نامہ پڑھ کر ہی حاصل ہو سکتا
ہے، بطور نمونہ ایک اقتباس پیش ہے حرم
نبوی میں داخل ہو کر روضۂ اطہر کے جذب شوق
کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"ادب و لحاظ اتنا کہ حجرۂ نبوی کی طرف
نظر بھر کر دیکھنا مشکل مگر صبر و قرار کی اتنی کمی
کہ نظر چرا چرا کر دیکھنے پر ہر ایک مجبور، ہر ایک
محبت و عشق میں چور، اور انتہائی جذب و کیف
سے مخمور آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا آگے چل رہا ہے
کوئی بے اختیار رونے لگتا ہے، کوئی اُترے
ہوئے چہرہ اور پتھرائی ہوئی آنکھ سے لرزتا سمٹتا
چلا جا رہا ہے، مگر دل ہے کہ جذبات سے اُمڈا
آ رہا ہے۔ آنکھیں تو خشک ہیں مگر جذبات
کی طغیانی دل کو کہیں سے کہیں بہائے لے جا رہی ہے

محبت میں ایک ایسا وقت بھی دل پر گذرتا ہے
کہ آنسو خشک ہو جاتے ہیں طغیانی نہیں جاتی"

کتاب کے آخر میں حج سے متعلق مولانا علیہ الرحمہ کی
چار پاکیزہ نظمیں بھی شامل کی گئی ہیں جن میں وہ
تمام باتیں جو تفصیل کے ساتھ نثر میں بیان کی
گئی ہیں ان کو مولانا نے شعر کے قالب میں ڈھال
دیا ہے۔

اس طرح یہ پورا سفر نامۂ حج قرآنی آیات
احادیث نبوی اسلامی تاریخ کی روشنی میں
توحید و رسالت کے اطمینان کے ساتھ عاشقانہ
اور عقیدت مندانہ انداز میں سپرد قلم کیا ہے۔
اور جگہ جگہ نہایت جاندار اور پاکیزہ اشعار عبارت
کے اندر موتی اور نگینہ کی طرح جڑ دیئے ہیں
جس سے داستان عشق کا لطف اور اس کا
حسن و جمال دوبالا ہو گیا۔ اس کتاب کو پڑھ کر
یقیناً ہر مومن صادق کا دل حرمین شریفین کے
دیدار کے لئے بے تاب ہو جائے گا اور بارگاہ الٰہی
میں دست دعا دراز کرے گا کہ الٰہی اپنے اور
اپنے حبیب کے گھر کا دیدار نصیب کر دے۔

حضرت مولانا عبد اللہ عباس صاحب
ندوی معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء
اپنے گرانقدر مقدمہ میں رقمطراز ہیں:
"پیش نظر کتاب سفر نامۂ حج میں عشق کی جذب
و مستی تو وہی ہے مگر ثبات عقیدت کی لگام
کہیں ڈھیلی نہیں ہوئی ہے۔ محبت کا جوش
عقیدت کے ہوش کے ساتھ رواں ہے۔ یہ
دو لہریں ہیں جو ایک ساتھ مل کر چل رہی ہیں
احکام الٰہی کا فاصل (برزخ) ایک موج کو
دوسرے پر غالب نہیں ہونے دیتا۔"

اسی طرح مولانا محمد ثانی حسنی علیہ الرحمہ
کے فرزند ارجمند مولانا محمد حمزہ حسنی ناظر عام
ندوۃ العلماء اپنے پیش لفظ میں لکھتے ہیں
"لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ"
زبان کی سلاست و شیرینی اور عشق و محبت
کی گرمی اور دل بے تاب کا ایسا عطر
مجموعہ ہے جو مشام جاں کو معطر اور دل
افسردہ کو عشق و محبت کی تپش عطا کرتا ہے
سرد سے سرد دل بھی اس کی آنچ سے اپنی
وہ حقیقی زندگی اور تڑپ پا سکتا ہے۔ جو

(باقی ص ۳۰ پر)

یورپ میں آئندہ تیس ۳۰ سالوں کے عرصہ میں اسلام کا غلبہ ہوگا

● محمد وثیق ندوی

یورپ میں ہر صبح کوئی نہ کوئی شخص کلمہ توحید " لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ " کا علی الاعلان اقرار و اظہار ضرور کرتا ہے اور دین اسلام کے پیروکاروں میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے کہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ حرف بحرف سچ ثابت ہو رہا ہے کہ دین اسلام ہر نیک و بد اور فاسق و فاجر کے گھر پہنچ کر رہے گا۔ طارق اور صالح کے اسلام لانے کا واقعہ جو لندن سے نکلنے والا اخبار "الشرق الاوسط" میں شائع ہوا ہے اس کی بہترین دلیل ہے۔

یہ دونوں نومسلم طارق اور صالح برطانیہ کے ممتاز اسکول "ایٹون" کے فارغ ہیں۔ اس اسکول میں برطانیہ کے ممتاز ترقی یافتہ اور اونچے گھرانوں کے لڑکے تعلیم و تربیت پاتے ہیں اسی اسکول میں برطانیہ کے ولی عہد چارلس کے دونوں لڑکے ولیم اور ہیری بھی زیر تعلیم ہیں اس وجہ سے یہ اسکول نہ صرف برطانیہ میں بلکہ پوری دنیا میں مشہور و معروف ہو گیا ہے۔

طارق اور صالح اپنے پرانے اسکولی ساتھیوں اور دوستوں میں علی الترتیب ماتھیو ویلکنسن اور نیکولاس براندٹ کے نام سے جانے جاتے تھے لیکن ان دونوں نے بڑی گہرائی و گیرائی کے ساتھ اسلام کا مطالعہ شروع کیا۔ جوں جوں مطالعہ بڑھتا گیا اسلام ان کے دل و دماغ میں گھر کرتا چلا گیا نتیجتاً اسلام کی مثالی روایات و اقدار اور اس کی سچی اور عمدہ تعلیمات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ قبول اسلام کے بعد سے یہ دونوں نومسلم لندن کی مسجدوں میں منعقد ہونے والے دینی حلقوں اور دروسوں میں بڑی رغبت و شوق سے شریک ہو رہے ہیں پنجوقتہ نمازیں پڑھتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور جب جب ان کے سامنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آتا ہے، آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

آج ہمیں بھی اس انداز سے ایمانی سفر طے کرنا چاہیئے جس سے طارق اور صالح کو دین اسلام کی رہنمائی ملی اور اسلام لانے کے بعد اپنے دوستوں میں دین اسلام کی تشریح و توضیح اور دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا تاکہ اپنے دوستوں کو قبول اسلام کے لئے رضامند کر سکیں۔

طارق (۳۰ سال) اور صالح (۳۱ سال) کا کہنا ہے کہ دس سال قبل اسلام قبول کرنے کے بعد ہماری یہ خواہش تھی کہ اب ہم ایٹون ماڈل اسکول کے اپنے ساتھیوں اور دوستوں میں دین اسلام کی تبلیغ و دعوت کا کام شروع کریں اور انھیں اسلام کے قبول کرنے پر آمادہ و رضامند کرنے کی مقدور بھر سنجیدہ کوشش کریں، کیونکہ اسلام ہی وہ دین حق ہے جو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ہمارے پیش نظر دو مشن تھے ایک یہ کہ اپنے اہل خانہ، احباب و متعلقین، ساتھیوں اور دوستوں میں دعوت الی اللہ کا کام شروع کیا جائے تاکہ ہمارے ذریعہ اللہ تبارک و تعالی انھیں ہدایت سے سرفراز کردے، دوسرا مشن یہ تھا کہ عام برطانوی باشندوں میں دعوت الی اللہ کا کام شروع کیا جائے۔ خاص طور سے برطانیہ کے نوجوانوں میں اس لئے کہ برطانیہ میں روحانی خلا اور ذہنی بے چینی و انتشار کی وجہ سے ان کے گناہوں اور گمراہی و بے راہ روی کے دلدل میں پھنس جانے کا قوی اندیشہ ہے اس طرح ہمارا یہ بھی مقصد تھا کہ اس دعوتی مشن کے ساتھ ساتھ برطانیہ کے نومسلموں کی ضروریات زندگی پوری کرنے اور ان کی نگہداشت و حفاظت کا انتظام کریں ہم لوگوں کو اپنے اس دعوتی مشن کی کامیابی میں ذرا بھی شک نہیں تھا بلکہ ہمیں پورا یقین تھا کہ ہمیں اپنے مشن میں ضرور کامیابی ملے گی۔ اور برطانوی باشندوں کی ایک بڑی تعداد اس دعوت کو قبول کرے گی، اور ایمان و یقین اور دعوت ربانی کے اس کارواں میں شامل ہو جائے گی۔

طارق اور صالح کو یہ امید ہے کہ آنے والے تیس ۳۰ سالوں میں یورپ میں اسلام کا غلبہ ہو جائے گا۔ اور بہت سے یورپی ممالک خصوصاً برطانیہ، فرانس اور جرمنی میں اسلام ہی کا تسلط اور غلبہ ہوگا۔ اسی وجہ سے توقع کی جا رہی ہے کہ آنے والے تین دہائیوں میں ان تینوں ملکوں میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب بڑھ جائے گا، نتیجتاً ان ملکوں میں اسلام کا اثر و رسوخ قائم ہو جائے گا چنانچہ ان ملکوں کے قائدین نے اس معاملہ کا گہرائی سے مطالعہ کرنا شروع کر دیا ہے تاکہ اکیسویں صدی کے نصف اول میں ملک کے سیاسی اقتصادی اور معاشرتی امور میں پیش آنے والے کسی بھی خطرہ کا اور انتشار کا مقابلہ کیا جا سکے

صالح کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ کافی نہیں ہے کہ کوئی مسلم چھپ کر رازدارانہ دعوت الی اللہ کا کام انجام دے۔ الا یہ کہ یہ مسلم داعی کسی ایسے شخص کو آمادہ و راضی کرنے کی کوشش کر رہا ہو جو کسی مذہب کو نہیں مانتا۔ اور داعی کا مقصد اس گمراہ شخص کو جہالت و ضلالت اور کفر و شرک کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں سے نکال کر اسلام کی روشنی کی طرف لانا ہو، اور وہ یہ بھی جانتا ہو کہ یہ گمراہ شخص تھوڑی سی محنت کرنے کے بعد راہ راست پر آسکتا ہے تو ایسی حالت میں رازدارانہ اور خاص طریقہ و نہج پر دعوت کا کام کرنا زیادہ سودمند ہوگا۔ صالح کا یہ بھی کہنا ہے کہ مؤمن وہ شخص ہے کہ جس پر وہ ایمان رکھتا ہے اس کو اچھی طرح جانتا بھی ہو اور اسی کے مطابق عمل بھی کرے، حتیٰ کہ اس کے خاطر جان جیسی متاع عزیز کو قربان کرنے سے دریغ نہ کرے۔

صالح نے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ برطانیہ میں سالانہ دس ہزار سے بھی زیادہ افراد حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔ اور برطانوی نوجوانوں میں اس کا تناسب ہر سال بڑھتا جا رہا ہے، اور ایمان و یقین کا کارواں اللہ تعالیٰ کے حکم سے جانب منزل رواں دواں ہے برطانیہ کے نوجوان مذہب اسلام سے راضی و خوش ہیں کیونکہ ان کو اس میں اپنی متاع گمشدہ مل گئی ہے اس وجہ سے وہ اس کارواں میں انفرادی اور اجتماعی طور پر شامل ہو رہے ہیں اور برملا قبول اسلام کا اعلان کر رہے ہیں۔

● یوسف توکیرو۔ کا قبول اسلام

یوسف توکیرو نے اپنی زندگی کے پچیس سال عیسائیت میں گذارے، حالانکہ اسے ان گزرے ہوئے دنوں پر ندامت و افسوس تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے توفیق دی، کلام اللہ سننے کا موقع ملا، توحید کا مطالعہ کیا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے معنیٰ و مطلب اور مفہوم کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد یوسف کو یہ یقین ہو چلا کہ یہ عیسائی عقائد و حقائق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے ماخوذ نہیں ہیں، بلکہ خود ساختہ اور من گھڑت ہیں، ان کی کوئی دلیل نہیں، کوئی بنیاد نہیں، چنانچہ جب مکمل شرح صدر ہو گیا تو یوسف عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام کے دامن رحمت میں داخل ہو گیا، لیکن بیوی کے الگ ہو جانے کی دھمکی کی وجہ سے اپنے قبول اسلام کا اعلان نہیں کیا، لیکن صداقت و حقانیت اور ایمان و یقین کی چنگاری کب تک دبی رہ سکتی ہے؟ دینی حمیت و غیرت اور اسلامی جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دیا۔ اور ساری رکاوٹوں، بندشوں، دھمکیوں اور مخالفتوں سے منہ موڑ کر دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔

اسلام لانے کے بعد یوسف کو جو سب سے بڑی فکر لاحق ہے وہ یہ ہے کہ اپنے والدین کو دین اسلام کی دعوت کس طرح دے اور ان کے سامنے اسلام کی حقانیت و صداقت برتری و فضیلت اور دوسرے مذاہب کے بطلان کو کس طرح ثابت کرے تو دوسری طرف اسلام کو صحیح طریقہ پر سمجھنے اور سیکھنے کی سعی بلیغ بھی کر رہا ہے اسی وجہ سے وہ دعوت و ارشاد اور دینی و اسلامی علوم و فنون کے مختلف اداروں اور مرکزوں میں آتا ہے، دینی و اسلامی تعلیمات و احکامات سیکھتا ہے اور واپس جا کر اپنے شہر اور اہل و عیال اور متعلقین میں اسلام کی نشر و اشاعت اور دعوت و تبلیغ کا کام کرتا ہے، کیونکہ یہ جانتا ہے کہ دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اللہ تعالیٰ کے یہاں قابل قبول نہیں "وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ"

چنانچہ یوسف اس کی جد و جہد اور کوشش کر رہا ہے کہ وہ اپنے والدین، اہل و عیال اور دوسروں کو بھی جہنم کی آگ سے نجات دلائے

اسلام لانے کے بعد اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے یوسف کہتا ہے: عیسائیت اور اسلام کا کوئی موازنہ نہیں، کوئی تقابل نہیں، دونوں میں نمایاں اور واضح فرق ہے، یوسف کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میں فوراً نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہوں جس سے مجھے اطمینان و راحت اور چین و سکون مل جاتا ہے، بے چینی دور ہو جاتی ہے قرار آجاتا ہے، یوسف کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب میں عیسائی تھا تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا میں ایک تاریک کمرہ میں ہوں سخت اندھیرے میں ہوں اور اب قبول اسلام کے بعد ساری تاریکیاں کافور ہو گئی ہیں۔ زندگی کے تمام دروازے کھل گئے ہیں سارے راستے روشن ہو گئے ہیں، آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اور قلب و دماغ اور عقل و ذہن کے روزن وا ہو گئے ہیں۔ اب میں صحیح اور سیدھے راستے پر ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ میری بیوی کو ہدایت کی توفیق ملے۔ آمین!

سلام کیا کرو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو ایمان لائے ہیں اور ایمان میں کامل وہ ہیں جو اپنوں سے محبت کرتے ہیں اور محبت پیدا ہوتی ہے آپس میں سلام کے رواج دینے سے۔ لہٰذا آپس میں سلام کیا کرو۔ (مسلم)

مسلمان اپنی زندگی اسلامی شریعت کے مطابق گزاریں

ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا دینی ودعوتی دورۂ کرناٹک

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

مسلمان اپنے مسائل دارالقضاء سے حل کرائیں

اسلامی شریعت مکمل نظام حیات ہے، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے عائلی مسائل اور دوسرے تنازعات کو سرکاری عدالتوں کے بجائے اسلامی عدالتوں یعنی دارالقضاء سے حل کرائیں۔ کیونکہ اسلامی شریعت کی روشنی میں یہاں مسلمان قاضیوں کے ذریعہ مسائل کو حل کیا جاتا ہے۔ جبکہ غیر مسلم ججوں کے ذریعہ اور ملک کے دستور کے مطابق سرکاری عدالتیں فیصلے نافذ کرتی ہیں۔ ان خیالات کا اظہار ۱۵ / جون ۲۰۰۱ء کو مسجد اقصیٰ پور باؤز کالونی ٹمکور کے ایک اجلاس میں "اسلام میں دارالقضا کی اہمیت وضرورت" کے عنوان پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء نے کیا۔ مولانا نے مزید فرمایا کہ مسلمان اگر اپنی زندگی قران وحدیث کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق گزارنے لگیں تو ان کی زندگی میں بہار آجائے اور معاشرے سے فساد و بگار کا خاتمہ ہوجائے۔

اجلاس سے امیر شریعت کرناٹک مولانا مفتی اشرف باقوی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ازدواجی زندگی شریعت کے مطابق گزاریں، دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے اس لئے شوہر اس کے ساتھ عزت وصلہ رحمی کا معاملہ کرے اور بیوی پیار ومحبت کا۔

پروفیسر انیس چشتی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کے جامع قانون کو اپنائیں اور اپنے معاملات کے حل کے لئے سرکاری کورٹ کے بجائے اسلامی کورٹ (دارالقضاء) سے رجوع کریں۔

اجلاس سے مولانا تصدیق احمد، اور مولانا ضیاء الرحمن ندوی نے بھی خطاب کیا۔

علامہ عبدالحی احقر بنگلوری حیات وخدمات پر ایک روزہ سمینار

۱۷ / جون ۲۰۰۱ء کو سبیل الرشاد عربک کالج بنگلور میں عالمی رابطہ ادب اسلامی شاخ کرناٹک کے زیر اہتمام، علامہ عبدالحی احقر بنگلوری کی حیات وخدمات پر ایک روزہ سمینار منعقد ہوا۔ مولانا مفتی محمد اشرف علی باقوی (امیر شریعت کرناٹک) نے سمینار کی صدارت کی اس سمینار میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی) حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی (مدیر پندرہ روزہ عربی جریدہ الرائد لکھنؤ) جناب انیس چشتی پونہ (جنرل سکریٹری کل ہند پیام انسانیت) محترم ابراہیم سلیمان سیٹھ (صدر انڈین نیشنل لیگ) مولانا محمد اسمٰعیل (صدر مدرسین دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور) مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ اس سمینار میں شہر بنگلور اور ریاست کرناٹک اور تمل ناڈو اور آندھرا پردیش سے علماء ادباء، شعراء، صحافی اور ادب نواز حضرات کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی نے اپنے طویل مقالہ میں فرمایا کہ "کرناٹک میں رابطہ ادب اسلامی کا جو مرکز قائم ہوا ہے اس نے اپنے عمل کے آغاز کے لئے اس علاقائی سمینار کے منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ جو یہاں کی ایک عظیم علمی و ادبی شخصیت علامہ عبدالحی احقر بنگلوری کے عنوان سے کیا جارہا ہے، جنھوں نے اصلاحی

تعمیری ادب کے دائرہ میں آج سے تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے اسی بنگلور اور اس کے اطراف میں بہتر اور موثر ڈھنگ سے خدمت انجام دینے کا ایک معیار قائم کیا، یہ علامہ عبدالحئی احقر بنگلوریؒ کی شخصیت تھی جس کو شروع میں لوگوں نے قدر دانی کی نظر سے پوری طرح نہیں دیا، لیکن بالآخر انصاف پسند اہل ذوق نے ان کے کام و مقام کو سامنے لانے کا فیصلہ کیا اور اس ادبی سمینار کے لئے ان کو موضوع بنایا۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ علامہ عبدالحئی بنگلوریؒ کے کام و مقام کے بارے میں تحریر کرتے ہیں ''علامہ موصوف اپنے عہد کے ایک ممتاز عالم بھی تھے۔ وہ قادر الکلام شاعر و ادیب بھی اور کثیر التصانیف بزرگ بھی تھے۔

علامہ کی شخصیت پر مولانا سید محمد واضح رشید ندوی (ایڈیٹر الرائد ندوۃ العلماء) نے اپنا عربی میں مقالہ پیش کیا جس کا ترجمہ مولوی محمد ...موز ندوی نے کیا، مولانا نے اپنے مقالہ میں فرمایا کہ علامہ عبدالحئی بنگلوری نے اپنی نثری و شعری خصوصیت کی بنا پر اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں بڑی خدمت انجام دی، اور ''عالمی رابطہ ادب اسلامی کا جن مقاصد کے پیش نظر قیام عمل میں آیا اس کے بڑے محرک و مبلغ اور داعی تھے، مہمان خصوصی محترم ابراہیم سلیمان سیٹھ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ علامہ عبدالحئی بنگلوری ایک متبحر عالم اور بلند پایہ ادیب اور عظیم شاعر تھے۔ جنوبی ہند کے مسلم معاشرے سے بدعات کو ختم کرکے سنتوں کو رواج دینا، آپ کا ایک بڑا کارنامہ ہے''۔ سمینار سے پروفیسر انیس چشتی نے بھی خطاب کیا۔ یہ سمینار مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی رقت آمیز دعا پر بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

بھٹکل میں محی الدین منیری کی حیات وخدمات پر سمینار

محی الدین منیری کی ''حیات و خدمات'' کے موضوع پر رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام منعقدہ سمینار میں جو زیر صدارت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی منعقد ہوا، علماء کرام اور شرکاء نے مرحوم کو بہترین خراج تحسین پیش کیا، ۸ عدد مقالے پیش کئے گئے۔ جناب عبدالعلیم قاضی، ڈاکٹر محمد حنیف شباب، جناب جے ایم خواجہ، مولانا نذر الحفیظ ندوی، جناب دامودی محمد سعید، جناب عبدالمتین منیری جناب ایم اے غنی، مولانا محمد فاروق صاحب وغیرہ نے نہایت موثر اور جامع مقالے پیش کئے۔

مولانا محمد الیاس ندوی نے اس موقع پر رابطہ ادب اسلامی کی چار سالہ رپورٹ پیش کی اور کہا کہ ۱۹۹۹ء میں منعقدہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے ایک اہم سمینار میں ڈاکٹر خلیق انجم جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند نے ادب اسلامی کا اعتراف کیا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ آج میں اس عظیم سمینار میں شرکت کرکے ادب اسلامی کا قائل ہوگیا۔ مولانا الیاس نے آخر میں یہ بات شرکاء سمینار کو بتائی کہ نوائطی زبان میں مرحوم منیری صاحب تفسیر قرآن کا کام کررہے تھے۔ انہوں نے درجنوں کتابیں بزبان نوائطی تحریر کیں۔

صدر سمینار حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں اچھے کام کرتے ہیں دنیا فراموش نہیں کرسکتی، آج جو کچھ بھی بھٹکل اور اطراف بھٹکل تعلیمی و ادبی، دینی سرگرمیاں نظر آتی ہیں یہ مرحوم منیری صاحب کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے خلوص نیتی کے ساتھ کام کیا۔ نہایت غربت میں زندگی کا آغاز کیا۔ بمبئی جاکر محنت مزدوری کی، حاجیوں کی خدمات میں کوئی کسر نہ چھوڑی، آج ہر ایک ان کی خدمات کا اعتراف کررہا ہے۔ یہ زندگی چندروزہ ہے۔ یہاں سے ہم کو جانا ہے۔ ہم کو یہاں اچھے کام کرنے ہیں۔ تاکہ ہمیں آخرت میں بھی بھرپور صلہ ملے۔ لہٰذا مرحوم کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے رابطہ ادب کی شاخ کو متحرک کرنے کی انہوں نے اپیل کی، یہاں کے دینی ماحول کو سراہا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ مخلص محنت کرنے والوں کی کوششوں کو ضرور کامیاب فرماتا ہے لہٰذا ہم کو خدمت کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔

یہاں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ اور رابطہ ادب اسلامی کے دفتر کا قیام بھی عمل میں آیا اور دونوں کا ذمہ دار مولانا محمد الیاس ندوی کو بنایا گیا۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کے علاوہ اسٹیج پر پروفیسر انیس چشتی، مولانا نذر الحفیظ ندوی صاحب، مولانا سید واضح رشید ندوی صاحب، جناب ایم اے غنی، جناب مولانا سید مصطفی رفاعی، جناب شاہد احمد، ڈاکٹر علی ملپا اور مولانا عبدالباری جلوہ افروز تھے۔

رابطہ ادب اسلامی شاخ کرناٹک کی تشکیل

۱۷؍جون کو حضرت مولانا سید محمد رابع

(باقی صفحہ ... پر)

س:۔ گھر میں یا کہیں اکیلے نماز پڑھنے والا کیا مغرب، عشاء و فجر کی فرض میں قرأت آواز سے پڑھے گا یا خاموشی سے بھی پڑھ سکتا ہے؟

ج:۔ بلند آواز سے بھی پڑھ سکتا ہے اور سرًا بھی پڑھ سکتا ہے۔ بلند آواز سے پڑھنا بہتر ہے۔

س:۔ نفل نمازیں کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیئے یا بیٹھ کر زیادہ ثواب کس میں ہے؟

ج:۔ نفل نمازیں بیٹھ کر پڑھنے میں کھڑے ہو کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملے گا۔ لہٰذا کھڑے ہو کر نفل نمازیں پڑھنا بہتر ہے۔

س:۔ وتر نماز میں تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گئے اور سورۃ اور الحمد پڑھنے کے بعد رکوع میں چلے گئے بعد میں خیال آیا تو کیا سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی یا دوبارہ پڑھنی پڑیگی؟

ج:۔ سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی۔

س:۔ نفل نماز جہرًا پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، کیا اگر نوافل جہرًا پڑھ لی جائیں تو سجدہ سہو کرنا لازمی ہوگا؟

ج:۔ رات کی نفلوں میں اختیار ہے کہ خواہ سرًا پڑھے یا جہرًا پڑھے اس لئے نفلوں میں جہرًا پڑھنے سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا دن کی نفلوں میں جہرًا پڑھنا درست نہیں بلکہ سرًا پڑھنا واجب ہے۔

س:۔ کیا میت کے ساتھ قبر میں قرآن مجید یا قرآن مجید کا کوئی حصہ رکھنا جائز ہے؟

ج:۔ قبر میں مردہ کے ساتھ قرآن مجید یا اس کا کچھ حصہ دفن کرنا ناجائز ہے کیونکہ مردہ قبر میں پھول پھٹ جاتا ہے، قرآن مجید ایسی جگہ رکھنا بے حرمتی ہے، یہی حکم دیگر مقدس کلمات کا ہے سلف صالحین کے یہاں اس کا تعامل نہیں تھا۔

س:۔ کیا اپنی زندگی میں قبر بنوا سکتے ہیں؟

ج:۔ اپنی زندگی میں قبر تیار کرا لینا مباح ہے۔

س:۔ کیا فرض نماز میں مقتدی امام کو لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

ج:۔ فرض نماز میں مقتدی امام کو لقمہ دے سکتا ہے لیکن لقمہ اس وقت دے ـــــ جبکہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔

س:۔ سفر میں سنن مؤکدہ کی کیا حیثیت ہے؟

ج:۔ سفر میں سنن مؤکدہ کی حیثیت نوافل کی ہو جاتی ہے اگر موقع ہو تو پڑھ لے ورنہ معاف ہیں۔

س:۔ کیا نماز میں انگلیوں کو توڑنا مکروہ ہے؟

ج:۔ ہاں نماز میں انگلیوں کو توڑنا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا مکروہ ہے۔

س:۔ دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۃ پڑھے تو کیا حکم ہے۔

ج:۔ فرض نماز میں بلا کسی عذر و ضرورت کے دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۃ کی قرأت مکروہ تنزیہی ہے نسیانًا پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے اور نوافل میں بلا کراہت علی کل حال جائز ہے۔

س:۔ بیوی نے شوہر سے کہا کہ داڑھی منڈوالیجئے اس پر شوہر نے کہا ٹھیک ہے لیکن میری بھی ایک شرط ہے کہ تم نماز پڑھو۔ اگر بیوی شرط مان لے تو شوہر داڑھی منڈوا سکتا ہے؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں یہ شرط لگانا صحیح نہیں ہے بلکہ دونوں پر نمازوں اور دیگر امور شرع کی پابندی لازمی ہے، شوہر پر داڑھی رکھنا لازم ہے اور اگر زوجہ نماز نہیں پڑھتی ہے تو شدید گنہگار ہوگی۔ اور عند اللہ ماخوذ ہوگی۔

س:۔ زید نے تین طلاقیں دیں لیکن کہتا ہے کہ میں نے پہلی طلاق مذاقًا کہی تھی تو اس صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟

ج:۔ تین مغلظہ طلاقیں واقع ہو جائیں گی پہلی طلاق جسے زید مذاقًا بتا رہا ہے وہ بھی واقع ہوگی۔

س:۔ وہ پلاٹ یا زمین جو کاروباری نسبت پر رکھی گئی ہو اس میں لگنے والی رقم پر زکوٰۃ کیسے نکالی جائے گی جبکہ ایک مستقل رقم کئی سالوں تک رکنے کے بعد نفع کے ساتھ واپس آتی ہے؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں پلاٹ یا زمین مال تجارت ہے اور جو حکم مال تجارت کا ہے وہی اس کا ہوگا یعنی سال گذرنے کے بعد بازار بھاؤ کے اعتبار سے موجودہ قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا خواہ وہ کئی سال فروخت نہ ہو سکے تو ہر سال ایسا ہی کرنا ہوگا۔

س:۔ کوئی شخص کسی اسکول کی طرف سے اپنا امتحان دے رہا ہے لیکن وہ امتحان کی کاپیاں صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے خود نہ لکھتا ہو بلکہ دوسرے سے لکھواتا ہو۔ اس صورت میں از روئے شرع کیا حکم ہوگا۔

ج:۔ صورت مسئولہ میں کاپیاں لکھوانے والا اور لکھنے والا دونوں ناجائز امور کی انجام دہی کرنیوالے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "من غشنا فلیس منا" جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے۔ مذکورہ صورت میں کھلا ہوا دھوکہ ہے لہٰذا دونوں اشخاص لکھنے والا اور لکھوانے والا گنہگار ہوں گے۔

مختصر

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب کے امیر سلطان بن عبدالعزیز کے بے مثال اور قابل تعریف اقدام کی وجہ سے جدہ کے انسٹی ٹیوٹ برائے فضائی افواج کے درمیان حفظ قرآن کا مقابلہ ہوا جس میں شریک ہونے والے نو عمر طلبا ہی نہیں بلکہ مختلف مسلم ممالک کے تربیت یافتہ فوجی کرنل، کیپٹن اور بریگیڈیئر تھے جو باقاعدہ اپنے اپنے ملک کی افواج کی نمائندگی کر رہے تھے۔ اس حفظ قرآن کے مقابلہ میں شرکت کرنے والوں کا تعلق سعودی عرب، مصر، متحدہ عرب امارات، قطر، کویت، بحرین، اردن، یمن، سوڈان، مراکش، ایران، پاکستان، ملیشیا، چاڈ، نائجیریا، بنگلہ دیش اور سینگال سے تھا۔ تمام مقابلوں کی طرح اس مقابلہ کو بھی چار گروپوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ پہلے گروپ میں مکمل حفظ، دوسرے گروپ میں ۲۰ اجزاء، تیسرے گروپ میں ۱۰ اجزاء، چوتھے گروپ میں ۴ اجزاء یاد قواعد تجوید کے ضروری تھا۔ ہر گروپ کے لئے پانچ انعام رکھے گئے تھے جن کی عمومی مالیت ایک لاکھ ستر ہزار امریکی ڈالر تھی چنانچہ پہلے گروپ کا انعام اول مصری افواج کو ملا دوسرے گروپ کا پہلا انعام یمن کو حاصل ہوا، تیسرے گروپ کا پہلا انعام بھی یمن کو ملا البتہ چوتھے گروپ کا پہلا انعام سوڈان کی فوجی نے حاصل کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلح افواج میں قرآن مجید سے رغبت پیدا کرنے اور ان میں دینی شعور کو بیدار کرنے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ امیر سلطان نے ایک سنت حسنہ کی داغ بیل ڈالی ہے جس کا اجر ان کو یقیناً جاری رہنے تک ملتا رہے گا۔

● او آئی سی کے وزرائے خارجہ کی ۲۸ ویں کانفرنس مالی میں ہوئی، اس میں مسلمان ملکوں کے وزرائے خارجہ امت مسلمہ کو درپیش سنگین مسائل کے علاوہ تنازع فلسطین کی تشویشناک صورتحال اور افغانستان کے مسئلے کے علاوہ اسلامی دنیا کے اقتصادی اور معاشرتی مسائل پر بھی غور ہوا۔ کانفرنس میں ۵۶ مسلمان ممالک کے وزرائے خارجہ نے شرکت کی۔ اسلامی کانفرنس کی تنظیم مسلمان ممالک کا سب سے بڑا فورم ہے اور بلاشبہ یہ تنظیم ایک ارب دس کروڑ سے زائد مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ ادھر فلسطین کا مسئلہ سنگین صورت اختیار کرتا جارہا ہے اور اسرائیلی نوج فلسطینی عوام کی برائے نام آزادی بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ انتہاپسند اسرائیلی وزراء وزیراعظم پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ آزاد فلسطینی ریاست کا تصور ختم کرنے کے لئے امن معاہدہ ختم کردیا جائے۔ اس طرح بعض حلقے امریکہ کی طرف سے افغانستان کے خلاف کسی تازہ جارحیت کا خدشہ ظاہر کر رہے ہیں۔ اس وقت عالم اسلام (چیچنیا، فلسطین، افغانستان اور متعدد دنیا) کو ایسے مسائل کا سامنا ہے۔ اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں کے خلاف زبردست محاذ آرائی اور منصوبہ بندی میں مصروف ہیں ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس محض نشستند و گفتند و برخاستند کے مثال پیش نہ کرے بلکہ عالم اسلام کو درپیش مسائل کے حل کے لئے ٹھوس حکمت عملی اختیار کی جائے اور اسلامی اتحاد و یکجہتی کے فروغ کے لئے مؤثر کوششیں کی جائیں تاکہ عالم اسلام ہر محاذ پر اسلام دشمن قوتوں کا مؤثر جواب دے سکے۔

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: نُورٌ مُّبِیْنٌ فِی الْقُرْآنِ الْحَکِیْم
مؤلف: محمد یونس سلیم
صفحات: ۲۰۰، سائز ۲۰×۳۰/۸، خوبصورت ٹائیٹل عمدہ کاغذ، دستی کتابت
ملنے کا پتہ:۔ فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۴۲۲ مٹیا محل، اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

قرآن مجید جو سارے انسانوں کے لئے باعث ہدایت اور ذریعہ نجات ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا پڑھنا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا سب کے لئے آسان فرمادیا ہے۔ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ۝ جناب یونس سلیم صاحب ایڈوکیٹ (سابق گورنر صوبہ بہار) لائق تعریف اور قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے زیر نظر کتاب "نُورٌ مُّبِیْنٌ فِی الْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ" میں خود قرآن کریم کی عظمت پر روشنی ڈالنے والی آیات کا انتخاب مندرجہ ذیل عنوان پر مع ترجمہ و تشریح خوبصورت انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

● قرآن مجید خود اپنے متعلق کیا کہتا ہے؟

اس عنوان میں تقریباً جزء ۶۴ سورتوں سے آیات قرآنیہ کا انتخاب بحمد اللہ خوب سے خوب تر منتخب مفسرین اور علماء ربانی کے معتبر تراجم اور تفاسیر کو سامنے رکھ کر آیات کا ترجمہ اور تشریح بہت سادہ اور دلنشین انداز میں کی گئی ہے اور قرآن مجید کے حوالوں سے جو معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ ہر خاص و عام مومن اور مومنات کے لئے بہت ہی کارآمد اور مفید ہیں۔

نام کتاب: حبیب الفتاویٰ
مؤلف: مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی
صفحات: ۲۹۴، سائز ۲۲×۸/۸، خوبصورت ٹائیٹل، عمدہ کاغذ، بہترین کمپوزنگ۔
ملنے کا پتہ:۔ مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، پوسٹ سنجر پور ضلع اعظم گڑھ (یو۔پی)

علم الفتاویٰ کی اہمیت و ضرورت اور مسلمانوں کی اس کی طرف احتیاج محتاج بیان نہیں ہے۔ قرآن و حدیث اور دین اسلام سے دور کر دینے والے بے شمار اسباب کے پائے جانے کے باوجود آج بھی مسلمان علمائے کرام و مفتیان عظام کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور بوقت ضرورت رجوع بھی کرتے ہیں اور ان سے اپنے مسائل حل کراتے ہیں۔

اس سلسلہ میں "حبیب الفتاویٰ" مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی (مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجر پور اعظم گڑھ) کے بیش قیمت فتاویٰ پر مشتمل ایک اہم کتاب ہے جس میں طہارت، نماز، روزہ زکوٰۃ، حج، نکاح، طلاق، قربانی، تجارت، تقسیم میراث اور بدعات و رسومات سے متعلق سیکڑوں فتوؤں کے جوابات مفتی صاحب نے قرآن و سنت کی روشنی میں دیئے ہیں۔

مولانا حبیب اللہ قاسمی بحیثیت مفتی اور صاحب علم و فضل ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ افتاء سے ان کا فطری لگاؤ اور ذہنی ہم آہنگی و تعلق اس مجموعۂ فتاویٰ سے صاف ظاہر ہے۔ ان فتاویٰ میں جو علمی گہرائی، احکام شریعت سے آگہی اور مطالعہ کی وسعت پائی جاتی ہے خود اصحاب علم اور ارباب افتاء اس کا ادراک کریں گے۔ مستند کتابوں کے حوالے اور نظائر کے ساتھ ہر مسئلہ کا جواب عام فہم اور دلنشین اسلوب میں دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کتاب اور صاحب کتاب کو قبولیت سے نوازے اور عوام و خواص کو اس سے استفادہ کا موقع عنایت فرمائے۔

(بقیہ) لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ

اس کی اصل روح اور جان تھی۔
رب کعبہ ہر مسلمان کو کعبہ مشرفہ اور مدینہ منورہ کی زیارت نصیب کرے اور فریضۂ حج ادا کرنے کی توفیق دے۔

نوٹ: شائقین حضرات یہ کتاب مبلغ تیس روپے ۳۰/- روانہ کرکے "مکتبہ اسلامیہ ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ" سے حاصل کرسکتے ہیں۔

رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمۃ

دینی اور عصری تعلیم کے میدان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاجِ تعارف نہیں، اس نے اپنے قیام کے روز اول سے یکر ابتک گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دور نظامت میں اس نے ایک بین الاقوامی اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے کارکنان اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہندو بیرون ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ اور قیام گاہوں کی تنگی کے پیش نظر معہد دارالعلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دارالعلوم ندوۃ العلماء سے کئی کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ میں ایک وسیع آراضی حاصل کر کے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کر دیا گیا تھا جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ثانوی درجات کی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

لیکن طلباء کیلئے دارالاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی۔

الحمد للہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نامِ نامی اسم گرامی سے منسوب "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے بروز ۲۷ جولائی ۲۰۰۰ء کو رکھا۔

معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس ۴۰ کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں دس طلباء سہولت کے ساتھ قیام کرسکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی پوری عمارت میں چار۴۰۰ سو طلباء اور چار۴ نگراں حضرات کے لئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے، لیکن موجودہ ہوش ربا گرانی میں تعمیری کاموں بھی ہر اگلے دن میٹریل کا دام اور لیبر چارج بڑھتا جارہا ہے اور کام بڑا ہے۔

اہل خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے ان سے امید کی جاتی ہے کہ اس دارالاقامہ کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)

نوٹ :۔ چیک یا ڈرافٹ ناظم ندوۃ العلماء کے نام بنائیں۔

NAZIM NADWATUL ULAMA

منی آرڈر سے مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضرور کریں اور ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں

ناظر
ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳
لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷

NAZIM
NADWATULULAMA
P.B. NO. 93 - NADWA
LUCKNOW - 226007

رحیم آقا

دنیا میں انسانوں کے درمیان جو رحم وکرم اور مہر ومحبت کے عناصر پائے جاتے ہیں اور جن کی بنا پر دوستوں، عزیزوں، قرابت داروں اور اولادوں میں میل ملاپ اور رسم ومحبت ہے نیز جس کی بنا پر دنیا میں عشق ومحبت کے شاندار مناظر نظر آتے ہیں۔ تم کو معلوم ہے یہ اس شاہد حقیقی کے سرمایۂ محبت کا کون سا حصہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کئے، ان میں سے ایک حصہ اپنی مخلوقات کو عطا کیا جس کے اثر سے لوگ ایک دوسرے پر باہم رحم کیا کرتے ہیں۔ باقی ننانوے حصے خدا کے پاس ہیں، اس لطف وکرم اور مہر ومحبت کی بشارتیں کس مذہب نے انسانوں کو سنائی ہیں، اور کس نے گنہگار انسانوں کے مضطرب قلوب کو اس طرح تسلی دی ہے۔

محبت کا وہ درجہ جو بڑے کو چھوٹے کے ساتھ، احسان، نیکی، درگذر اور عفو وبخشش پر آمادہ کرتا ہے۔ اس کا نام "رحم" اور "رحمت" ہے اسلام کا خدا تمام تر رحم ہے اس کی رحمت کے فیض سے عرصۂ کائنات کا ذرّہ ذرّہ سیراب ہے۔ اس کا نام رحمٰن ورحیم ہے جو کچھ یہاں ہے سب اس کی رحمت کا ظہور ہے وہ نہیں تو کچھ نہیں، اس لئے اس کی رحمت سے ناامیدی جرم اور مایوسی گناہ ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(از:- سیرت النبیؐ ص ۵۴۴ ج ۴)

فی شمارہ ۶/ روپے | سالانہ ۱۳۰/ روپے | ۱۰/ اگست ۲۰۰۱ء

مالِ حرام کی نحوست

● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

عصر حاضر کا انسان اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل اور روزمرہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کمائی کے سلسلے میں بہت سرگرم ہے۔ ہر آن کمائی کا بھوت اس پر سوار ہے۔ نت نئے طریقے کمائی کے ایجاد ہو رہے ہیں، معاشی میدان میں آگے بڑھنے کے لئے اخلاقی حدوں کو پار کرلینا اب کوئی معیوب نہیں رہا ہے بلکہ اب تو یہ خیال راسخ ہوتا جارہا ہے کہ تجارت میں فروغ دھوکہ دہی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے، جو تجارت میں اخلاقی اصولوں پر کاربند ہوگا وہ کامیاب نہیں ہوسکتا ہے۔ مسلمانوں میں بھی یہ احساس روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔ حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی غلہ منڈی میں ایک شخص کو گیہوں فروخت کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے غلہ کے ڈھیر کے اندر ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ اس ڈھیر کے اندر کا گیہوں بھیگا ہوا ہے اور اوپر سے خشک گیہوں ڈال دیا گیا ہے یہ منظر دیکھ کر آپ نے ناگواری کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "من غش فلیس منا" (تجارت میں) جو دھوکہ دہی سے کام لے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

انسان یہ سمجھتا ہے کہ پیسہ کا حصول ہر ضرورت کی تکمیل ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے، پیسہ ہر مرض کا نہ علاج ہے اور نہ ہی ہر درد کا مداوا۔ اللہ عزوجل کے یہاں آمد خرچ دونوں کا حساب دینا ہوگا۔ دونوں مدوں کی تفصیل اللہ کے یہاں ریکارڈ ہے اس میں کوئی تخلف بھی نہیں ہوسکتا لیکن پھر بھی انسان کی آنکھ نہیں کھلتی، چند پیسوں اور معمولی جائداد و زمین کے لئے کیسے کیسے خطرناک منصوبے بناتا ہے قتل وخونریزی کرتا ہے الزام تراشی کرتا ہے، جھوٹ اور جھوٹی گواہیوں کا سہارا لیتا ہے۔ اس سلسلے میں صحیحین میں ایک واقعہ درج ہے جو بڑا عبرت آموز ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اروی بنت اوس نے حاکم مدینہ مروان بن حکم کی عدالت میں حضرت سعید بن زیدؓ کے خلاف (جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں) یہ دعویٰ کیا کہ انھوں نے میری فلاں زمین دبالی ہے، حضرت سعید بن زیدؓ کو اس جھوٹے الزام سے بڑا صدمہ ہوا۔ انھوں نے مروان بن حکم سے کہا کہ میں اس عورت کی زمین دبالوں گا؟ ناحق اس پر قبضہ کرلوں گا؟ جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عالی سنا ہے کہ۔

جس شخص نے ایک بالشت زمین از راہ ظلم لے لی تو اس زمین کو ساتوں زمینوں سمیت ہار بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا

مروان نے کہا اس کے بعد آپؓ سے کوئی گواہ اور ثبوت طلب نہیں کرتا۔ لیکن سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے وہ زمین اس عورت کو دے دی۔

اس کے بعد سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھوں کی بینائی سے محروم فرما اور اسی زمین میں ہلاک فرما۔ واقعہ کے راوی حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ بالآخر وہ عورت اندھی ہوگئی۔ اور ایک دن اس زمین سے گزرتے ہوئے اس میں موجود کنوئیں میں گر پڑی اور فوت ہوگئی۔

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ حرام مال چاہے جس طریقہ سے بھی حاصل کیا جائے وہ وبال جان ہوتا ہے۔ اگر اس کمائی سے کوئی صدقہ کرے تو قبول نہیں۔ اور وارثوں کے لئے حرام مال جمع کرے تو وہ جہنم کا موجب ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یدخل الجنۃ لحمٌ نبتَ من السحت وکل لحمٍ نبتَ من السحت کانت النارُ اولیٰ بہ (مشکوٰۃ ص ۲۴۲)

(جسم کا) وہ گوشت جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی نشوونما حرام مال سے ہوئی ہو۔ اور ہر ایسا گوشت جو حرام مال سے پلا بڑھا ہو، دوزخ اس کی زیادہ حقدار ہے۔

اس سے معلوم ہوا حرام مال کھانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ آج اس فتنے کے زمانے میں حلال وحرام کی تمیز ہی اٹھتی جا رہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس سلسلہ میں کیسی تربیت فرمائی تھی۔ ذیل کے واقعہ سے اس پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کو خراج ادا کرتا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی

(باقی صـ ۳۰)

پندرہ روزہ
تعمیر حیات
لکھنؤ
دارالعلوم ندوۃ العلماء
جلد نمبر ۳۸
۱۰ اگست سنہ ۲۰۰۱ء
مطابق
۱۹ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۲۲ھ
شمارہ نمبر ۱۹
نگران اعلیٰ
مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء
مدیر اعلیٰ
شمس الحق ندوی
مدیر معاون
سید محمود حسن حسنی ندوی
مجلس مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی
زر تعاون
سالانہ ---=/۱۳۰ روپے
فی شمارہ --------=/۶ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی
وامریکی ممالک ......۳۰ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ......۱۵ ڈالر
نیچے بنے دائرہ میں سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں
منیجر
خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت
کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے
(منیجر)
خط وکتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔
پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پارکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔
حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر کیشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

اس شمارے میں

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs 30

۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر =/Rs. 80

Mr.TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No.842
Mdina Munawwara(K.S.A)

Mr.M.AKRAM NADWI Sb.
O.C.I.S.St Cross College.
Oxford Ox1 3TU-U.K

Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P.O.Box No.388Vereninging.(S.Africa)

Mr.ABDUL HAI NADWI Sb.
P.O.Box.No.10894, Doha-Qatar

Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P.O.Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph:No.3970927

Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H.No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ

Dr.A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

دست قدرت کے کرشمے

اس ملک کی سب سے اہم خبر جو کئی روز تک بڑے بڑے اخبارات کی سرخی بنی، کئی روز تک ملک بھر میں جس کا چرچا رہا، غالباً وہ یہی خبر ہے کہ ایک ناخواندہ بدنامیوں کی انتہا تک پہونچی ہوئی عورت ''ڈاکورانی'' کے لقب سے یاد کی جانے والی قتل کر دی گئی۔ صدر جمہوریہ نے تعزیتی پیام جاری کیا، سربراہ ملک وزیراعظم اس کی ارتھی کے سامنے سر جھکائے دست بستہ نذر عقیدت پیش کرتے ہوئے دکھائی دیئے پارلیمنٹ میں اظہار غم کیا گیا، خاص ہوائی جہاز سے اس کی لاش اس کے وطن بھیجی گئی، یہ اکرام اور یہ قدر دانی اور احترام کس کے تصور میں تھا اور دس برس پہلے کس کے گمان میں تھا کہ ایک مجرم قیدی کی اس درجہ آؤ بھگت ہوگی۔

زمانہ تیزی سے گذرتا ہے اور بہت سی اہم ترین باتیں لوگوں کے حافظے سے اوجھل ہو جاتی ہیں، کچھ برس پہلے کی بات ہے کہ سابق شاہ ایران کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا تھا پورے ایران میں چراغاں کیا گیا تھا کہ ایران کو ایک ولی عہد مل گیا اور اس سے بھی چند سال پہلے مصر کے سابق اور مرحوم بادشاہ کے ولی عہد کی پیدائش پر جشن میری عمر والوں کے لئے کل کی بات ہے۔ آج یہ دونوں صاحبان جو کبھی شہزادے اور ولی عہد تھے خاک گمنامی کا پیوند ہو چکے ہیں۔ نہ جانے کن گلیوں میں ان کی صبح و شام بسر ہو رہی ہے۔ جن کے متعلق قرائن بتا رہے تھے اور دستور و رواج کو دیکھتے ہوئے نظر آ رہا تھا کہ ایک دن یہ جہاں پناہ وشہنشاہ ہوں گے ان کو ''بیک گردش روزگار'' ذلت و نامرادی کے غار میں دھنستے ہوئے ہم نے دیکھا ہے اور آج ذلت و نامرادی کے غار سے نکلی ہوئی ایک دیہاتن ڈاکوؤں کی رانی سر پر چڑھائی گئی اقبال نے صحیح کہا تھا

گاہ شاہی بہ جگر گوشۂ سلطان ندہند
گاہ باشد کہ بہ زندانیٔ چاہے بخشند

(کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بادشاہت بادشاہ کے جگر گوشے کو نہیں دیتے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کنویں میں گرفتار کو تخت شاہی میں بٹھا دیتے ہیں)

﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ﴾ میں حرف ''من'' کتنی عمومیت رکھتا ہے، نہ علم وفن کی قید، نہ ادب و ہنر کی شرط، نہ ذات اور پات کی خصوصیت، اور نہ مذہب و عقیدہ کا بہانہ ''مَنْ تَشَآءُ'' کا اصول سب سے بڑا اصول ہے یہی سب سے بڑا وقت کا فرمان ہے جو آیت قرآنی ہے۔

شیخ سعدیؒ نے کہیں لکھا ہے کہ اگر رزق عقل کی بنا پر اللہ کسی کو دیتا تو دنیا کے سارے کم عقل بھوکوں مر جاتے، آج ہزاروں ارب پتی ایسے بھی ہیں جو صرف انگوٹھے کا نشان لگا سکتے ہیں زیادہ تو نہیں دو چار میرے علم میں بھی ہیں۔ مگر ان کا نام لینا بھی خلاف ادب سمجھا جائے گا۔ اور مقصد بھی ان کی اہانت یا تضحیک نہیں ہے بلکہ دستور سماوی کو یاد دلاتا ہے، جس میں صریح الفاظ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (اے اللہ تو ''جس کو'' چاہے بے حساب رزق دیتا ہے)

یہاں بھی یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ ''من تشآء'' میں کتنی عمومیت ہے کوئی تخصیص نہیں ہے اور دنیا کے تجربات اور مشاہدات نے کبھی اس کی تردید نہیں کی۔

بات پر بات نکل آئی ورنہ ہمیں سیاسی داؤں پیچ سے بحث ہے اور نہ قاتل و مقتول کے درمیان محاکمہ کرنا ہے۔ یہ جن کا کام ہے وہ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے، مگر خدا کی بات اٹل تھی اور ہمیشہ اٹل رہے گی۔

دین جو اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو عنایت فرمایا ہے اور جس کی وجہ سے ہم حقیقت میں انسان کہلانے اور دین و دنیا کی ساری نعمتوں کے مستحق ہیں یہ دین نہ قیاسات پر مبنی ہے نہ خواہشات پر لیکن اس سے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ دین و دنیا کا فرق کیا ہے؟ دنیا وہ ہے جو آدمی اپنے قیاس، ظن وتخمین، اپنی عقل و تجربہ، اپنی ذہانت یا اپنے اندر کے تقاضے سے برتتا ہے اور دین وہ ہے جو اس کو اوپر سے ملتا ہے۔ دین و دنیا کو جو چیز علاحدہ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا سراسر قیاس اور خواہش پر مبنی ہے اور دین سراسر وحیٔ الٰہی اور حکمِ الٰہی پر مبنی ہے دنیا میں نفس کی تسکین ، لوگوں کے کہنے سننے یا جو کچھ انسان کو حاصل ہوتا ہے یا کسی چیز کو کرنے سے جو اس کا ردعمل ہوتا ہے اور اس پر جو فائدہ یا نقصان مرتب ہوتا ہے اس پر اس کی نظر ہوتی ہے اور دین میں رضائے الٰہی اور حکمِ الٰہی پر اس کی نظر ہوتی ہے اور طاعت کا جذبہ کام کرتا ہے یہ ایک بہت موٹی سی بات ہے لیکن بہت سے لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ دین و دنیا کا فرق کیا ہے۔ کیا چیز ہے جو کسی چیز کو دنیا بناتی ہے اور کیا چیز ہے جو کسی چیز کو دین بناتی ہے۔ جسمانی حیثیت سے سب انسان ہیں سب حیوانِ ناطق ہیں سب جسم نامی ہیں لیکن جو چیز انسان اور انسان میں فرق کرتی ہے اور کسی کو مقامِ قطبیت، مقامِ ولایت اور مقامِ محبوبیت تک پہنچا دیتی ہے اور جو کسی کو اسفل سافلین میں نیچے سے نیچے مقام پر گرا دیتی ہے (ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ) وہ یہ چیز ہے کہ اس کا سرچشمہ اور مقصد کیا ہے؟ اگر اس کو ہم سمجھ لیں تو ساری کتابوں کے اندر جتنا علم ہے سمٹ کر اس ایک نقطہ کے اندر آجائے دین وہ عمل ہے جو اس جذبہ سے کیا جائے کہ اللہ نے حکم دیا ہے، اللہ نے فرمایا ہے اس کے رسول نے ہم تک پہنچایا ہے اور یہ جذبہ ہو کہ اللہ کے حکم کی تعمیل ہو جائے یا یوں کہہ لیجئے کہ دین وہ ہے جس کے اندر روح بندگی کی ہو اور دنیا وہ ہے جس کے اندر روح اپنے کسی جذبہ کی تسکین کی ہو یا اس کا مقصد کسی دنیاوی مقصد کا حصول ہو جیسا کہ بخاری شریف کی پہلی حدیث میں آیا ہے کہ انما الاعمال بالنیات۔ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

دنیا یہ ہے کہ آدمی کوئی ایسا کام کرے جس کا سرچشمہ کوئی دنیاوی فائدہ اور نفس کے کسی جذبہ کی تسکین ہو، قرآن شریف میں آتا ہے اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ بھلا تم نے اس کو بھی دیکھا جس نے اپنا معبود کس کو بنایا؟ اپنی خواہشِ نفسانی کو بنایا، اور اس کی بڑی اعلیٰ تشریح جس سے بڑھ کر کوئی تشریح نہیں ہو سکتی زبان نبوت نے فرمائی ہے اس کی تشریح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے جن پر قرآن نازل ہوا اور جن کی زبان سے یہ چشمہ جاری ہوا اور ساری دنیا تک پہنچا وہ چشمہ تو اللہ ہی کا جاری کیا ہوا تھا لیکن اس کا راستہ اور گزرگاہ جس سے گزر کر وہ ہم تک پہنچا ہے زبان نبوت اور قلب اطہر ہے۔ فرمایا: لایومن احدکم حتی یکون هواه تبعالما جئت به۔

انسان کی فطرت ہے کہ جس چیز پر اس کی برابر نظر پڑتی رہتی ہے وہ اس سے سب سے زیادہ غافل اور مستغنی رہتا ہے، ہزاروں آدمی ہیں جو سڑک کے پتھر، سڑکوں کے نام اور دکانوں کے سائن بورڈ پڑھتے ہی نہیں ورنہ کہا جاتا کہ یہ ارشاد تو ایسا ہے کہ اس کو آدمی اپنے سامنے کی دیوار پر نہایت خوش خط جلی قلم سے لکھوا کر آویزاں کر لے تاکہ ہر وقت اس کی نظر اس پر پڑتی رہے، تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشِ نفسانی تابع نہ ہو جائے اس کے جو میں لے کر آیا ہوں "ماجئت به" جب تک اس کی خواہش نفسانی اس حکم ربانی کے تابع نہ ہو جائے جس کا ذریعہ میں ہوں اس وقت تک اس کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ جو چیز دونوں کو جدا کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ سب جذبے حکمِ الٰہی اور منشائے الٰہی کے ماتحت ہو جائیں اور اس سے مغلوب ہو جائیں۔

بقیہ : فلسفے اور نظریات ---

اسلام کے داعیوں نے اس کو علمی و نظری طور پر پیش کرنے میں پوری دلچسپی اور جد و جہد کا ثبوت دیا، لیکن اس علمی کام کے ساتھ عملی پہلو کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی جتنی دی جانی چاہئے تھی، اور اس سلسلہ میں وہ فکر نہ کی گئی جو اسلام کو علمی طور پر پیش کرنے میں کی گئی، یعنی ہماری دعوت ایسی باتوں کی ہوتی تھی جو خود ہماری زندگی میں نہ تھیں ، اس لئے وہ نتائج سامنے نہیں آئے جو آنے چاہئے، جن کا اس کوشش کرنے والوں سے خدا کا وعدہ ہے۔

آج اسلام کی تبلیغ میں جو کوششیں صرف کی جا رہی ہیں وہ اس وقت تک ثمر آور نہیں ہو سکتیں جب تک ان کے ساتھ اسلام کو عملی طور پر زندگی میں برتنے کی کوشش نہ کی جائے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت

● حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

"حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی تعلیم کے موضوع پر یہ وہ پُراثر تقریر ہے جو انھوں نے ۳۰ر مارچ سنہ ۲۰۰۱ء کو ادارۃ اثبات الاسلامی میسوں والا معانی دہرہ دون کے جلسۂ عام میں فرمائی تھی جس میں دینی تعلیم کی اہمیت و افادیت اور ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور موجودہ ہندوستانی دیومالائی نظام تعلیم کے خطرات سے آگاہ کیا گیا ہے۔ افادۂ عام کی غرض سے ہم اس اہم تقریر کو (جسے مولوی رسال الدین حقانی ندوی نے ٹیپ ریکارڈ سے قلمبند کر کے ادارہ کو بھیجی ہے) ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وخاتم النبیین محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعہم باحسان ودعا بدعوتہم إلی یوم الدین

اما بعد:

بزرگو اور دوستو! میرے لئے یہ شرف کی، عزت کی اور خوش قسمتی کی بات ہے کہ میں ایک ایسے نیک مقصد کے لئے منعقد کئے جانے والے جلسہ میں حاضر ہوا۔ آپ حضرات نے اور منتظمین نے خاص طور پر جس محبت کا اور جس اخلاق کا معاملہ فرمایا وہ حقیقت میں موضوع کی عظمت کے لحاظ سے کیا، ـــــ ـــــ در حقیقت ایسے مواقع اپنی اہمیت رکھتے ہیں اور مقصدیت رکھتے ہیں اور جو مواقع و مقصدیت رکھتے ہیں اور اہمیت رکھتے ہیں خاص طور پر اہل دین کے دائرے میں اور دعوتی مقصد رکھنے والے کاموں میں۔ اس میں شرکت ایک خادم ملت اور خادم دین کی حیثیت سے عزت کی بات ہے۔ یہ آپ حضرات کی محبت اور اخلاق کی بات ہے۔ میں حقیقت میں ان مدارس سے تعلق رکھنے والا ایک فرد ہوں جن سے آپ حضرات رکھتے ہیں اور تعلیم کے موضوع پر جو خدمت ہوسکتی ہے وہ خدمت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

تعلیم کا مسئلہ

حقیقت میں تعلیم کا مسئلہ بہت اہم مسئلہ ہے، تعلیم کا مسئلہ ایسا ہی ہے جیسے انسان کی غذا کا مسئلہ ہے، غذا سے انسان کا جسم بنتا ہے اور صحیح و سالم رہتا ہے اور تعلیم سے انسان کی انسانیت بنتی ہے، اس کا کردار و اخلاق بنتا ہے۔ اور انسان کے لئے یہ دونوں چیزیں نہایت ضروری ہیں، جانوروں کے لئے ایک ہی چیز کافی ہے کہ ان کا جسم سلامت رہے اور ترقی کرے اور جسم کے لئے جو مفید ہو اس کی فکر کی جائے۔ لیکن انسان کے لئے یہ چیز کافی نہیں ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک معزز مخلوق بنا کر اس زمین پر بھیجا ہے اور اس کو اپنا خلیفہ قرار دیا ہے، خلیفہ کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ جس کا خلیفہ ہے اس کی مرضی کے مطابق اور اس کی ہدایت کے مطابق کام انجام دے انسان کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ شروع سے اپنے پروردگار کی مرضی کے مطابق اور اس کی ہدایت کے مطابق اس دنیا کا نظام چلائے اور اس دنیا میں زندگی کا نظام قائم کرے، اور اس کے لئے ضرورت ہے کہ اس کی رہنمائی ہو اور اس کو تیار کیا جائے، اس لئے کہ سکھانے سے آدمی سیکھتا ہے۔

تو تعلیم ہر انسان کے لئے ضروری ہے، اور تعلیم کی اہمیت قرآن مجید سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے ساتھ تعلیم کا ذکر فرمایا ہے "وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" اور اس تعلیم کو یہ اہمیت دی کہ فرشتوں پر اس بات کو ظاہر فرمایا کہ دیکھو ہم نے اس کو یہ چیز عطا کی ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انسان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ رکھی ہے کہ اس کو علم دیا تعلیم دی تعلیم دینے کا مطلب یہ ہے کہ اسے سکھایا گیا اور بتایا گیا کہ تمہیں کس طرح زندگی گذارنی ہے اور تمہیں کیا خدمت انجام دینی ہے۔ تم بیکار نہیں پیدا کئے گئے ہو۔ تم یوں ہی تفریحاً نہیں اس دنیا میں بھیجے گئے ہو۔ تم جو پچاس سال، ساٹھ سال، ستر سال کی زندگی گذارتے ہو تو تم یہ ایک تفریح کے طور پر نہیں گذارتے ہو، کہ جیسے کوئی کسی ملک میں سیر کرنے چلا جائے وہاں کے شہروں کو دیکھے، وہاں کی عمارتوں کو دیکھے اور وہاں کے ہوٹلوں میں ٹھہرے اور

کھا پی کر اور تفریح کر کے چلا آئے یہ زندگی اس لئے نہیں ہے۔

ماحول کا اثر:

یہ زندگی با مقصد زندگی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا مقصد مقرر فرمایا ہے اور ہدایات دی ہیں کہ اس طور پر تمہیں زندگی گذارنی ہے، اور اس زندگی کا آخرت میں محاسبہ ہوگا۔ اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم دی اور اس تعلیم کا سلسلہ قائم فرمادیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تعلیم کے جو وسائل ہیں ان کا بھی ذکر فرمایا تعلیم کا ذکر فرمایا علم کا ذکر فرمایا، اور انسان کو توجہ دلائی کہ تم کو سیکھنا ہے اور سیکھ کر اس پر عمل کرنا ہے عمل کرانا ہے، لیکن اگر سیکھنے اور سکھانے کا عمل نہ ہو، پڑھنے اور پڑھانے کا عمل نہ ہو تو انسان کیا بنے گا؟ انسان کی حیثیت اس کے بغیر جانور کی سی ہوتی ہے، جانور میں اور انسان میں نمایاں فرق ہوتا ہے، اگر کسی شخص کو جنگل میں چھوڑ دیا جائے، بچپنے سے پیدائش کے بعد ہی سے چھوڑ دیا جائے اور اسی طرح اس کی زندگی باقی گذرے اور کسی انسان سے اس کا واسطہ نہ پڑے، کسی انسان کو وہ نہ دیکھے۔ تو بڑے ہونے کے بعد بھی آپ دیکھیں گے کہ اس میں اور جانور میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہوگا۔ اور اس کی مثال میں دے سکتا ہوں کہ لکھنؤ میں ایک بچہ ایسا دستیاب ہوا کہ جس کو بھیڑیا اٹھائے گیا اور بھیڑیے نے اس کو اپنے پاس رکھا، اور عجیب بات یہ ہے کہ بھیڑیا اس کی پرورش کرتا رہا، وہ جب آٹھ نو سال کا ہوا، اس وقت وہ لوگوں کو حاصل ہوگیا اور اس کو وہاں سے چھڑا لایا۔ اس کو اسپتال میں رکھا گیا۔ اور اس کو سکھانے کی بہت کوشش کی گئی اور بہت اس پر محنت کی گئی، علاج بھی کیا گیا، لیکن وہ بولتا تھا تو جانوروں کی طرح بولتا تھا۔ اور بھیڑیئے کی طرح آوازیں نکالتا تھا۔ اور بھیڑیئے کی سی غذا اس کو پسند تھی، دوسری غذا وہ کھاتا نہیں تھا، اس کو سکھانے کی بہت کوشش کی گئی۔ اس کا نام رامو رکھا گیا لیکن اس کو نہ پڑھا سکے اور نہ سکھا سکے۔ اس لئے کہ وہ پختہ ہوچکا تھا، اس نے جو کچھ بھیڑیئے نے اور بھیڑیئے کی سوسائٹی نے سکھایا تھا بس وہی اس کو آتا تھا نہ اس کی عقل کام کرتی تھی، نہ اس کے اخلاق انسانوں جیسے تھے۔ اسی طرح اچکتا پھاندتا اور اسی طرح بھاگتا، انسانی غذا یا دوسری چیز وہ پسند نہیں کرتا تھا۔ اور جانوروں جیسی آوازیں نکالتا تھا۔ آخر وہ مرگیا اور وہ درست نہیں ہوسکا۔

طریقۂ تعلیم:

تعلیم دو طرح کی ہوتی ہے ایک محاکات کے ذریعہ سے ہوتی ہے یعنی نقل کے ذریعہ سے ہوتی ہے، اور ایک تعلیم و تلقین اور سکھانے کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ محاکات والی تعلیم جو ہے نقل والی تعلیم جو ہے وہ شیر خوارگی کے زمانہ سے شروع ہوجاتی ہے، بچہ جب اپنے ماں باپ کو دیکھتا ہے اپنے ماحول کو دیکھتا ہے اس سے وہ سیکھتا چلا جاتا ہے، اور یہ جو اپنی زبان سے بولتا ہے حقیقت میں یہ ماں باپ سے سنی ہوئی زبان ہوتی ہے، آپ دیکھئے کتنے آدمی ایسے ہیں جن کو بولنا باقاعدہ استاذ اور کتاب کے ذریعہ سکھایا نہیں گیا لیکن بچہ نے اپنے گھر کے اندر رہ کر زبان سیکھ لی۔ اور بہت بہترین زبان وہ بولنے لگا۔

تو ایک سیکھنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے ماحول میں سیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ماحول سے سیکھتا ہے، جو سنتا ہے وہ سیکھ لیتا ہے، جو دیکھتا ہے اس کو سیکھ لیتا ہے اور اختیار کر لیتا ہے تو تعلیم کا ایک طریقہ وہ ہے جو بچپنے سے اور شیر خوارگی سے شروع ہوجاتا ہے۔

اور دوسرا طریقہ تعلیم کا اس سے اعلیٰ اور وسیع ہے جو کتابوں کے ذریعہ اور مدرسے اور اسکول کے ذریعہ سے دی جاتی ہے اس سے انسان ان کمالات تک پہونچتا ہے اور وہ اس میں ترقیات حاصل کر لیتا ہے جو اس کو دیکھ کر اور سننے سے نہیں حاصل ہوسکتی۔

تعلیم نہ دینے پر ماں باپ کو سزا

اس لئے جو قومیں ترقی یافتہ ہوتی ہیں، بلند مقاصد رکھتی ہیں وہ تعلیم کا بہترین انتظام کرتی ہیں اور تعلیم کی اہمیت کو سمجھتی ہیں۔ آپ دیکھئے اس وقت دنیا میں جو قومیں بام عروج پر پہونچی ہوئی ہیں دنیاوی اعتبار سے وہ تعلیم کی وجہ سے پہونچی ہوئی ہیں وہاں کسی شخص کو غیر تعلیم یافتہ نہیں رہنے دیتے بلکہ آپ یورپ وغیرہ کو دیکھئے کہ وہاں ماں باپ کو تعلیم نہ دینے پر سزا ہوجاتی ہے اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر تعلیم حاصل نہیں کی تو وہ ان میں ایک بے کار آدمی ہوگا۔ اس سے نہ ملک کو کوئی زیادہ فائدہ پہونچے گا اور نہ قوم کو کچھ زیادہ فائدہ پہونچے گا۔

تعلیم انسان کو انسان بناتی ہے

تعلیم کی طرف سے جب سے مسلمانوں نے بے توجہی برتی اس وقت سے مسلمان زوال میں آگئے، لیکن تعلیم ہی

انسان کو انسان بناتی ہے۔ انسان کے دماغ کی اور اس کے ذہن کی بھی تربیت کرتی ہے اور اس کو ترقی دیتی ہے، اور انسان کے کردار و اخلاق کو بھی وہ بناتی ہے اور ظاہر ہے تعلیم جیسی دی جائے گی ویسا انسان بنے گا۔ اسی طرح ماحول کے اندر یعنی جیسا ماحول اس کا ہوگا اس ماحول سے وہ اسی طرح کی چیزیں سیکھے گا۔ بچہ ابتدائی اخلاق اپنے ماں باپ سے اور اپنے گھر کے ماحول سے سیکھتا ہے ماں باپ جن چیزوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں یا جیسا مظاہرہ کرتے ہیں یا جیسے اخلاق رکھتے ہیں ان کی عادات ویسی بن جاتی ہیں اور یہ بہت اہم مرحلہ ہوتا ہے۔ یہ بچے کا مرحلہ تقریباً چار پانچ سال کی عمر سے کر نو سال تک کی عمر کا ہوتا ہے جس میں خاص طور پر بچہ کا واسطہ اپنے ماں باپ سے اور اپنے گھر کے ماحول سے پڑتا ہے اور وہاں پر جیسا ماحول ہوتا ہے اور جیسا انتظام کیا جاتا ہے ویسا بچہ بنتا ہے۔

عبرت ناک واقعہ

اس لئے پہلی بات تو یہ ضروری ہوتی ہے کہ گھر کا ماحول ایسا رکھا جائے کہ اس سے بچہ جو سیکھے صحیح سیکھے۔ ایک واقعہ میں نے دیکھا وہ غلط ہو یا صحیح ہو لیکن بہت عبرت کا واقعہ ہے، ایک شخص بہت بڑا چور بن گیا تھا اور چوری کرتے کرتے ڈکیتی ڈالتے ڈالتے وہ اس منزل پر پہنچ گیا تھا کہ عدالت نے اس کو پھانسی کی سزا دی جب پھانسی کے پھندے پر اس کو لے جایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تمہاری آخری خواہش کیا ہے؟ جیسا کہ پھانسی پر چڑھانے سے پہلے پوچھا جاتا ہے اس نے کہا کہ میں اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہوں لوگوں نے سوچا کہ یہ ماں سے بڑی محبت رکھتا ہے اس لئے ماں سے ملنا چاہتا ہے، ماں کو بلایا گیا کہ تمہارا بیٹا تم سے ملنا چاہتا ہے اس کے بعد اس کی جان ختم کر دی جائے گی، جب ماں آئی۔ اس سے کہا قریب آؤ قریب آئی اس نے کہا کان قریب لاؤ، کان قریب لائی تو اس نے کان کو اپنے دانتوں سے نوچ ڈالا ایک اندازہ ہو گیا کہ کیا کر رہا ہے اس نے کہا کہ اسی ماں کی بدولت آج ہم پھانسی پر چڑھ رہے ہیں۔ جب ہم نے بچپن میں چوری کی تو ماں نے سنا اور اس کے نظر انداز کر دیا اور مجھ کو کوئی تنبیہ نہیں کی حتّٰی کہ وہی عادت پڑی رہی اور میں اس منزل پر پہنچا۔ یہ ماں ہے جس نے مجھ کو پھانسی پر پہنچا دیا ہے یہ واقعہ چاہے صحیح نہ ہو چاہے لطیفہ ہو لیکن عبرت کا واقعہ ہے۔ گھر کے اندر بچہ کی صحیح تربیت نہ ہوئی۔ ماں باپ نے صحیح فکر نہیں کی تو بچہ ویسا بن جائے جیسا وہ دیکھے گا جیسا وہ سنے گا۔ اگر اس کو جھوٹ بولنے سے منع نہیں کیا گیا۔ اس کو چوری کرنے سے منع نہیں کیا گیا۔ اس کو بد اخلاقی سے منع نہیں کیا گیا تو یہ عادتیں اس میں پیدا ہو جائیں گی، اور بڑے ہو کر وہ پختہ بن جائیں گی اور پھر وہ چھڑائے نہ چھوٹیں گی۔

کامل انسان تعلیم سے بنتا ہے

دوسری تعلیم وہ ہوتی ہے جو استاد سے اور مدرسے میں یا اسکول میں دی جاتی ہے اس میں انسان کے دماغ میں وہ چیزیں بٹھائی جاتی ہیں جو زندگی بھر اس کے ساتھ رہتی ہیں اس سے اس کے اخلاق بنتے ہیں اس سے اس کے اخلاق بنتے ہیں اس سے اس کا عقیدہ بنتا ہے اس کے نظریات بنتے ہیں، اس کا کردار بنتا ہے اس تعلیم کو جو لوگ اس حیثیت سے نہیں دیکھتے وہ بڑی غلطی کرتے ہیں تعلیم کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ انسان کو انسان بنانے میں تعلیم کا بہت بڑا کردار ہے۔ اچھا انسان یا برا انسان، ناقص انسان یا کامل انسان جو کچھ بنے گا تعلیم سے بنے گا۔ اس لئے تعلیم کی بڑی اہمیت ہے اور اس طرف توجہ دلائی گئی ہے، اور اگر آپ دیکھیں، لوگوں کے عادات و اخلاق اور ان کے طریقوں کا اگر آپ جائزہ لیں، اور پھر اس کا جائزہ لیں کہ کیسے اخلاق ان میں پیدا ہوئے اور کیسے ان کے یہاں نظریات پیدا ہوئے، تو معلوم ہوگا کہ یہ تعلیم کی وجہ سے ہوا۔

ایک مذہب کو دوسرے مذہب پر غالب کرنے کی کوشش

ہمارے اس ملک میں جہاں سیکولر نظام حکومت ہے، جہاں اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ ہر مذہب والے اپنے عقیدے کے مطابق اور اپنی مرضی کے مطابق تعلیم دلا سکتے ہوں، مدرسے قائم کر سکتے ہوں، اسکول قائم کر سکتے ہوں، اور یہاں حکومت نے مذہب کو اپنے تسلط میں نہیں رکھا ہے، اور کسی مذہب کو کسی مذہب پر مسلط کرنے کی اس کو اجازت نہیں ہے، یہاں پر جس کو بھی اپنے عقیدے اور مذہب کے مطابق انسان تیار کرنا ہے اس کو تعلیم کا نظام اختیار کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ حکومت کے جو اسکول اور کالجز ہیں، وہ اصولاً ان کو کسی مذہبی عقیدے کے مطابق، کسی مذہب کے کردار کے مطابق تعلیم نہیں دیتی ہے اور پھر ہمارے ملک میں مزید مصیبت یہ ہے کہ نظام حکومت سیکولر

ہونے کے باوجود یہاں ایک مذہب کو دوسرے مذہب پر غالب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اور خاص طور پر دیو مالائی تعلیم کے ذریعہ سے کوشش کی جارہی ہے۔

آپ دیکھئے کہ حکومت کے اسکول اور کالجز کافی نہیں سمجھے گئے۔ کتنے اسکول آر ایس ایس کی طرف سے کھول لئے گئے ہیں اور تعلیم کا نیا نظام قائم کر دیا گیا، دیہاتوں دیہاتوں میں اسکول قائم کر دیئے گئے اور یہاں ہندو عقیدے کے مطابق اور ہندو رسم کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے اور وہاں بچوں کو غلہ دیا جاتا ہے، بچوں کی مدد کی جاتی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اسکولوں میں آکر تعلیم حاصل کریں تاکہ عقیدہ خراب ہو جائے اور ہندو عقائد ان کے دماغ میں بٹھا دیئے جائیں اور دوسری طرف ہم لوگوں کا معاملہ ہے کہ ہم فکر ہی نہیں کر رہے ہیں کہ ہمارے بچوں کا کیا بن رہا ہے اور بچے کہاں جا رہے ہیں در حقیقت دنیا کا نظام اس طرح چل رہا ہے کہ باپ کی طرح بیٹے کا ہونا ضروری نہیں ہے، بیٹا اس وقت باپ کے نقش قدم پر چلے گا اور باپ کی طرح ہوگا جب باپ اس بات کی فکر کرے کہ بیٹا ہماری طرح ہو۔ اگر باپ اس بات کی فکر تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے نہیں کرتا ہے تو بیٹا اس کی طرح نہیں ہوگا۔ اور ہمیں تاریخ بتاتی ہے آپ ترکستان کی تاریخ دیکھ لیجئے آپ دوسرے ملکوں کی تاریخ دیکھ لیجئے، دو تین نسلوں کے بدل جانے کے بعد عقائد اس کا مذہب، اس کا کردار سب بدل جاتا ہے۔ اور ان لوگوں کو جاکر دیکھئے کہ اسلام کے مطابق ادنیٰ باتیں بھی نہیں جانتے۔ دین کی بات بتانے والا نہیں ملا، کسی نے ان کو بتایا نہیں، کسی نے سکھایا نہیں کہ دین کیا ہے اور مذہب کیا ہے؟

اسلاف کی قربانیوں کا نتیجہ

ہمارے ملک میں جو آپ دینداری دیکھ رہے ہیں، جو اسلام کا تعلق دیکھ رہے ہیں یقیناً یہ ہمارے بڑوں کی محنتوں کا نتیجہ ہے، ہمارے علماء کی قربانیوں کا ثمرہ ہے جنھوں نے اپنی زندگیاں لگا دیں، لوگوں کو اسلام سے اور اسلامی تعلیمات سے جوڑے رکھے انہوں نے مسلمان نسل کی ایسی تربیت کی کہ آج تک وہ اسلام پر قائم ہیں۔ اور اسلام کی حمیت کیلئے مدارس کے ذریعہ سے اور مجالس کے ذریعہ سے اور بزرگوں کے ذریعہ سے، اور کانفرنسوں کے ذریعہ سے جو انھوں نے خدمات انجام دیں اور جو انھوں نے محنتیں کیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دین سے اتنا تعلق ہم کو اور آپ کو نظر آرہا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں، یہ جلسہ کیا ہے یہ جلسہ نتیجہ ہے ہمارے اسلاف کی محنتوں کا۔ اگر ان کی محنتیں نہ ہوتیں اور یہ دینی شعور نہ ہوتا دین سے محبت نہ ہوتی، جو نظر آرہی ہے، جو جلسہ کرا رہی ہے، یہ جلسہ کون کرا رہا ہے، یہ دین کی محبت کرا رہی ہے، دین کی حمیت کرا رہی ہے یہ دین کی حمیت و محبت کہاں سے آئی ہے، یہ حقیقت میں اسلاف کی کوششوں کا نتیجہ ہے انھوں نے جو چیز سکھائی اور جس طرح کے اخلاق بتائے ہیں اور ان کی صحبتوں سے جو فائدہ پہنچا ہے آج اس کا اجر داعیوں کی شکل میں اور دیندار لوگوں کی شکل میں اور دینی محبت کی شکل میں نظر آرہا ہے، تو ہم جو نمازیں پڑھتے ہیں اور جو ہم دین سے تعلق رکھتے ہیں، یہ ہمارے اسلاف کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔

لیکن اب اسلاف کی جگہ ہم ہیں ہم اگر محنت نہیں کریں گے، ہم توجہ نہیں کریں گے تو ہماری اولاد ہمارے سامنے ویسی نہیں ہوگی جیسی ہونی چاہئے اور ایسا ہوتا ہے آپ اس کی مثالیں دیکھ سکتے ہیں کہ ایک شخص تہجد گزار ہے، متقی و پرہیزگار ہے لیکن اگر اس کے بیٹے کی صحیح تربیت نہیں ہوئی اور نماز تک چھوڑ رہا ہے اور دین سے اس کا تعلق بہت کمزور ہے اور پھر اگر اس کے بعد بھی تربیت نہیں ہوئی اور توجہ نہیں کی گئی تو آئندہ تیسری نسل جو آئے گی جو پوتے کی ہے۔ وہ بالکل دین سے بیزار ہوگی اس کی مثالیں ہمارے اس ملک کے اندر مل سکتی ہیں کہ آپ کے قرب جوار میں ایسے دیہات ہوں گے جہاں کے مسلمان یہ تک نہ جانتے ہوں گے کہ وہ مسلمان ہیں اور یہاں ان کے نام مسلمان جیسے نہیں ہیں، ان کے باپ دادا مسلمان تھے اس کے بعد وہ کچھ نہیں جانتے ان کے نام بھی آپ دیکھیں گے کہ غیر مسلموں جیسے ہیں ان کی عادات بھی غیر مسلموں کی طرح ہیں ان کے یہاں آپ بت بھی رکھے ہوئے دیکھیں گے۔ اور مسلمانوں کی رسمیں بھی دیکھیں گے، اس لئے جب ان کو بتانے والا کوئی نہ ہوگا اور سکھانے والا کوئی نہ ہوگا تو ایسے ہی بن جائیں گے۔ (جاری)

دعائے مغفرت

دفتر نظامت دار العلوم ندوۃ العلماء کے کارکن ماسٹر محمد نصیر خاں کی والدہ محترمہ کا مؤرخہ ۲۴ر جولائی سنہ ۲۰۰۱ء کو آبائی وطن گونڈہ میں تقریباً ستر سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بال بال مغفرت فرمائے۔

صرف فلسفے اور نظریات کسی قوم کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کر سکتے

تحریر۔ مولانا واضح رشید ندوی
ترجمہ: عبدالرشید ندوی

اسلام کی تبلیغ واشاعت، اس کے سلسلہ میں پھیلائے ہوئے علمی شکوک وشبہات کا ازالہ کرنا نیز جدید اسلوب میں اور زمانہ کی ذہنیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی تعلیمات کو سمجھانا، عصر جدید میں اس کی صلاحیت وضرورت کو ثابت کرنا بلاشبہ یہ سب امور اسلام کی خدمت میں اہمیت کے حامل ہیں، اور اس طرف علماء ومفکرین نے پوری توجہ کی، علمی موضوعات پر اسلامی نقطۂ نظر سے تصنیف و تالیف کا اس عہد میں عظیم کام کیا جا رہا ہے، اس کے لئے مستقل اکاڈمیاں، علمی مراکز اور نشرو اشاعت کے ادارے قائم ہیں، فکر اسلامی پر کتابوں، اخباروں، ریڈیو، ٹیلیویژن اور دوسرے جدید وسائل سے بھرپور استفادہ کیا جارہا ہے اور اب تو اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں کو سمجھنے اور جدید مسائل کے بارے میں اسلامی افکار ونظریات پیش کرنے کے لئے انٹرنیٹ بھی استعمال کیا جانے لگا ہے، ان علمی ودعوتی کوششوں کے نتیجہ میں علم کے ہر شعبہ میں بڑے بڑے مکتبے قائم ہوگئے، اور مسلمانوں کو بڑی کامیابی ملی، صحیح علم وفکر کی ترویج ہوئی، اور امت مسلمہ نے اس دور میں ہر جگہ بڑے بڑے ادباء، مؤلفین اور اہل فکرو نظر کو جنم دیا جنھوں نے ہر فن میں اور دنیا کی ہر زبان میں خدمت انجام دی، اس طرح حق کے متلاشیوں کے لئے حق تک رسائی بہت آسان ہو گئی ہے، اور انہی کوششوں کا ثمرہ ہے کہ تعلیم یافتہ لوگوں کی بڑی تعداد اسلام کی طرف متوجہ ہو رہی ہے۔

اس اعتبار سے یہ دور علمی ترقی کے اس دور سے مشابہ ہے جو آغاز تاریخ اسلام میں تھا جبکہ دوسری زبانوں کے علوم وآداب عربی میں منتقل ہوئے اور مسلمانوں نے اس وقت کے فلسفوں کا جائزہ لے کر ان کو مدون کیا، ان کی تلخیص وتشریح کی، پھر عقل ونظر کی کسوٹی پر کسا اور جو حصہ پاکیزہ اور نافع تھا اس کو لے لیا اور جو مضر تھا اس کو چھوڑ دیا، انھوں نے ان کے اندر اتنا کمال پیدا کیا کہ درجۂ امامت پر فائز ہوگئے، علم کے جویا ان کے پاس آتے اور زانوئے تلمذ تہہ کرتے، انھوں نے علمی ومنطقی اور فکری انداز سے اسلام کی تشریح و تفہیم کا کام بھی کیا اور اس وقت کے علمی سرمایہ میں اضافہ کیا۔

یہ علمی قافلہ مسلمانوں کی قیادت میں آگے بڑھتا رہا اور علم وحکمت میں ترقی وپیش قدمی ہوتی رہی، اور اس سے مسلمانوں نے اسلام کی نشر واشاعت میں فائدہ اٹھایا۔ علم اور دعوت و اصلاح کا یہ اشتراک کچھ عرصہ بعد کمزور پڑ گیا، عقل وذہانت کو زندگی کا محور تصور کیا جانے لگا، علم وفلسفہ سے دلچسپی میں اضافہ کے ساتھ دینی و اخلاقی اصلاح میں غفلت برتی جانے لگی، مسائل زندگی کو اس علم کی روشنی میں سلجھانے میں کوتاہی کی گئی، اور اسلامی معاشرہ میں اہل علم اہل دین اور اہل سیاست وحکومت کے الگ الگ طبقات وجود میں آگئے، ایک طرف تو کتب خانے علمی تصانیف سے پر تھے، علمی ادارے ترقی کر رہے تھے، مناظروں اور مناقشوں کی محفلیں گرم تھیں، دوسری طرف معاشرہ پسپائی اور اختلاف و انتشار کی طرف رواں تھا، نظام حکومت کی رسی ڈھیلی ہوتی جا رہی تھی، اور دانشور ومفکرین ان خطروں سے بالکل بے پرواہ تھے جو معاشرہ اور حکومت کے چاروں طرف منڈلا رہے تھے، حکام کے اندر جو بیماریاں زور پکڑ رہی تھیں ان سے بھی وہ غافل تھے، انھوں نے اس حقیقت کو فراموش کر دیا تھا کہ فلسفے ونظریے امت کی قیادت میں کوئی رول ادا نہیں کر سکتے، اور محض علمی موشگافیاں طاقت وقوت نہیں بخش سکتیں، نادر علمی تحقیقات خواہ کتنی ہی وقیع کیوں نہ ہوں کسی قوم وملت کی تعمیر کے لئے کافی نہیں ہیں اور نہ وہ کسی ملک کو دشمن کے خطرے سے محفوظ و مامون رکھ سکتی ہیں، اسلام نے جس وقت حکومت وسیادت حاصل کی اس وقت اس کے لشکر میں نہ تو بڑے فلاسفر تھے اور نہ حکماء، لیکن وہ جو جانتے تھے اس پر عامل تھے اور جس پر عمل کرتے تھے اس کے وہ داعی تھے اور خود ان کی زندگی اس کی دعوت دیتی تھی۔ اس علم وعمل کے جوڑ سے انھوں نے اپنے سے زیادہ متمدن قوموں کو مغلوب کرلیا، وہ پوری دنیا کو مسخر کرنے

میں کامیاب ہو گئے کیونکہ وہ اپنے علم پر عمل کرنے والے تھے، بلکہ ان کا عمل و کردار علم سے زیادہ وسیع اور ہمہ گیر تھا، ان کی پوری زندگی ان کے علم سے عبارت تھی۔

علم جب تک عمل کے ساتھ نہ ملے اور فلسفہ کو جب تک عملی جامہ نہیں پہنایا جائے اس وقت تک کسی قوم کو فلاح و بہبود سے ہمکنار نہیں کرسکتا، ممکن ہے کہ کچھ ذہنوں کو مطمئن کر دے یا چند زبانوں کو بند کر دے لیکن یہ اثر دیر تک نہیں رہتا اور دلوں پر اس کی تاثیر ہمیشہ باقی نہیں رہتی۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے علم کو عمل سے وابستہ کیا ہے، ہمارے اسلاف جب کسی شے کا علم حاصل کر لیتے تو جب تک اس پر عمل نہ کر لیتے آگے نہ بڑھتے، وہ باعمل علماء تھا، اور اسی طرح ان کا عمل علم وبصیرت کے ساتھ تھا، ان کی بصیرت اور فراست ان کے علم میں اضافہ کرتی تھی اور اس کی افادیت بڑھاتی تھی، ان کا ایمان ان کے علم میں نورانیت پیدا کرتا تھا اور اس میں تسخیر کی صلاحیت پیدا کرتا تھا، ان کا علم، ان کی معرفت عمل سے آشکارا ہوتی اور عمل ہی سے دوسرے لوگ اس کو اخذ کرتے تھے۔ صحابۂ کرام، تابعین عظام اور بعد کے سلف صالحین کا عمل و کردار دوسروں کے لئے علم و واقفیت کا سرچشمہ تھا، اگر ان کا عمل علم کے ساتھ ہم آہنگ نہ ہوتا اور ان کی دعوت سے میل نہ کھاتا تو وہ لوگوں کے دلوں کو نہ جیت سکتے تھے، اور ان کی زندگی سرچشمۂ علم اور قابل حجت نہ ہوتی، قرون اولیٰ میں اسلام کی نشر و اشاعت اسی علم و عمل اور دعوت کے جوڑ سے ہوئی تھی۔

اس دور میں دعوت اسلام کی متعدد شکلیں پائی جاتی ہیں، اور اس کے لئے تحریکات کی کمی نہیں، اور مادی وسائل بھی مہیا ہیں، لوگ اسلام کی طرف مائل بھی ہو رہے ہیں، یہ کوششیں قابل قدر ہیں اور ان کے اچھے نتائج سامنے آ رہے ہیں۔ اللہ کا شکر کہ اسلام تمام مذاہب سے زیادہ دلکشی و دلآویزی اور مقبولیت وعمومیت رکھتا ہے، اور اسلامی کتب خانہ کا مقابلہ دنیا کا کوئی کتب خانہ نہیں کرسکتا، اور وہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ہمارے علماء کرام نے علم کی حفاظت واشاعت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، لیکن اسی کے ساتھ یہ امر نہایت ہی اہم اور ضروری ہے کہ اس علم کے مطابق تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیا جائے، اور علماء اس علم کو زندگی تک منتقل کرنے اور ایسا کامل ومکمل اسلامی معاشرہ وجود میں لانے کی طرف دھیان دیں جس میں علم وعمل کا امتزاج ہو، اور اعمال وافعال میں باہمی ربط وتعلق ہو۔

داعیان اسلام نے الحمدللہ دین کی تعلیم و تبلیغ اور اس کی تشریح وتفسیر اور لوگوں کو اس سے روشناس کرانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے، اور جو کتابیں تعلیم وتربیت پر، علمی مباحث اور تاریخی موضوعات پر لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں ان پر ہمیں بجا طور پر فخر کرنے کا حق حاصل ہے، لیکن ہمارا کام اسی حد تک ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ ہماری ان کوششوں کے ساتھ عمل و کردار کی رفاقت ہونا چاہئے، کیونکہ دنیا ہمارے کتب خانوں کو اتنا نہیں دیکھتی ہے جتنا کہ ہماری زندگی کو دیکھتی ہے۔

مثال کے طور پر ہم لوگوں کو اسلام کی اس فکر کی دعوت دیتے ہیں کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے اور سب لوگ برابر ہیں، فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے، اسی طرح پڑوسیوں کے حقوق، افراد خانہ کے حقوق، اساتذہ وطلبہ کے حقوق، اور حاکم ورعایا کے حقوق، صداقت، دیانت، عفت وحیاء اور خدا کے یہاں مسئولیت کا تصور ہے، ناحق خون اور سود کی حرمت، عدل وانصاف اور وہ ساری خصوصیات جو اسلامی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اور جن کے بارے میں اسلام کی واضح تعلیمات ہیں، اگر کوئی شخص ایسا اسلامی معاشرہ دیکھنا چاہے جو ان تعلیمات کا نمونہ ہو تو کیا اس کی یہ خواہش پوری ہو سکے گی؟

عصر حاضر میں کثرت سے اسلام کا مطالعہ کر کے اسلام لانے والے یورپین مسلمانوں نے اس خلیج کا شکوہ کیا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے درمیان حائل ہو گئی ہے، انھوں نے اس بات سے اپنی حیرانی و پریشانی ظاہر کی کہ جب انھوں نے اسلام کو پڑھا تو اس کے نظام عدل سے اور اس کے قانون میں انسانیت کے احترام و وقار سے متاثر ہوئے لیکن جب مسلمانوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کسی مسلم اکثریت والے ملک میں رہنے کا موقع ملا تو کتابوں کے اسلام اور زندگی کے اسلام میں بڑا فرق پایا!

یہی قصہ اسلامی تحریکوں اور ان کے قائدین کا ہے کہ تحریکی سرگرمیوں میں ان کی مشغولیت اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں کوتاہی کا باعث ہوتی ہے، اور تحریک کا کارکن اپنی زندگی کو شرعی احکام اور اسلامی اخلاق کے سانچے میں نہیں ڈھال پاتا ہے۔

اسلام نے سامراج کے دور میں، اور یورپ کی علمی ترقی کے زمانہ میں طرح طرح کے اعتراضات کا سامنا کیا، اس کی تاریخ کو مسخ کیا گیا، اس کے جواب میں (باقی صفحہ ۶ پر)

قاہرہ کا سفر

● مولانا عبداللہ عباس ندوی

یہ کوئی سفرنامہ نہیں ہے بلکہ صرف چند مشاہدات کا بیان ہے۔

قاہرہ مصر کا دارالسلطنت، جامعہ ازہر اور ازہر یونیورسٹی کا مستقر الاہرام اور ابوالہول جیسے عجائبات کا شہر ہے۔ ایک دو بار نہیں بارہا دیکھ چکا ہوں، یہاں کی تاریخ پڑھی ہے، خان خاناں کے بازاروں میں گھوما ہوں اور سب سے بڑھ کر یہ بات کہ یہاں کے رہنے والوں سے کافی واسطہ رہا ہے بہت سے مصری میرے دوست اور پڑوسی رہے ہیں ہم پیشہ اور رفیق کار کی حیثیت سے سابقہ رہا ہے، یہاں کے مصنفین، ادباء، شعراء، اور اہل قلم سے ذہنی وابستگی رہی ہے، اس سال جون سنہ ۲۰۱۰ء میں چند دنوں کے لئے بہت عرصہ کے بعد ادھر سے گذر ہوا، اصل کام تو ایک دن بلکہ چند گھنٹوں کا تھا، جامعہ اُم القریٰ نے ایک ممتحن کی حیثیت سے بھیجا تھا سیرت النبیؐ پر لکھی جانے والی کتابوں پر ایک ناقدانہ تبصرہ ایک صاحب نے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری کے لئے لکھا تھا، ان کا ”وائوا“ تھا، دو روز وہاں کے ایک بہت بڑے ہوٹل ”رمسیس ہلٹن“ میں سرکاری مہمان رہا۔ بعد میں چند دن اپنے ایک قدیم ساتھی ڈاکٹر احمد موسیٰ کا مہمان رہا، مقصد سفر مختصر تھا اور شوق دید اس سے زیادہ مختصر، البتہ چند نئی باتیں نظر آئیں اور کچھ پرانی باتیں نئے انداز میں دیکھیں، عمر کی طوالت ایک ہی بات کو بار بار دکھاتی ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ دنیا اپنی جگہ قائم ہے ہم بدل گئے، میری نوعمری جوانی میں تبدیل ہوئی تھی جواب بڑھاپے میں ڈھل چکی ہے دلچسپی کی چیزیں نہیں بدلی ہیں مگر نگاہیں بدل گئی ہیں۔ آج بھی وہی ہے جو کل تھا وہی زندہ دلی کے مظاہر، وہی چہل پہل، وہی تفریح گاہیں، وہی تاریخی مقامات جن کو دیکھ کر کبھی تشنگی دور نہیں ہوتی تھی آج نگاہ اٹھا کر دیکھنے کا بھی دل نہیں چاہتا ہے بقول جگر مرحوم ؎

پھول وہی چمن وہی فرق نظر نظر کا ہے
عہد بہار میں تھا کیا دور خزاں میں کیا نہیں

۱۱ر جون کو وہاں پہونچا تھا رات کو ہوٹل کی بالکونی سے دریائے نیل کے مناظر کھڑا دیکھتا رہا۔ ایک بہت بڑا اسٹیمر کئی منزلہ رنگ برنگی روشنیوں سے منور کھڑا نظر آیا جو غالباً کوئی ریسٹورنٹ تھا۔ دوسری چھوٹی چھوٹی کشتیاں قمقموں سے منور تھیں اور دوسری طرف جگمگاتی جاگتی سڑکیں تھیں۔ زندگی کی چہل پہل گاڑیوں کی آمد و رفت اسی طرح تھیں جس طرح پہلے نظر آیا کرتی تھیں، کمرے میں آکر ٹی وی کے پروگرام دیکھنے لگا۔ اتفاق کی بات کہ مقامی چینل پر ایک جشن دکھایا جارہا تھا اور وہاں کی مجلس الشعب“ (لوک سبھا) کا پہلا اجلاس تھا۔ صدر جمہوریہ تشریف فرما تھے، مجلس کے صدر (اسپیکر) اور ممبران مجلس (نواب) اپنی نشستوں پر باوقار انداز میں بیٹھے تھے، اعلیٰ درجہ کے سوٹ سے زیب تن تھے۔ پہلے صدر مجلس ڈائس پر آئے جو صدر جمہوریہ کو سیادۃ الرئیس (مسٹر پریسیڈنٹ) کہہ کر مخاطب کیا، پھر اپنی تقریر میں بہت پروقار انداز میں اور انتہائی فصیح و بلیغ زبان میں پڑھی جس میں انھوں نے کہا کہ سیادۃ الرئیس آپ نے اپنے عہد مبارک میں مصریوں کو سر اٹھا کر چلنے کا موقع دیا۔ حریت کا سبق دیا۔ آپ کی قیادت میں مصر نے جو ناموری حاصل کی ہے اور جس بلندیوں پر آپ نے ہمیں پہونچایا ہے وہ مصر کی تاریخ میں سنہرے حرف سے لکھی جائے گی۔ آپ کی بصیرت ہمارے لئے ہدایت اور نجات کا راستہ بنی، آپ نے ہماری رگوں میں جوانی کا ابلتا ہوا خون دوڑا دیا۔ آپ صرف صدر نہیں ہمارے ہیرو ہیں، ہمارے نجات دہندہ ہیں۔ آج مصر کا ہر بچہ جوان اور بوڑھا آپ کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسپیکر کے بعد دوسرے ممبروں نے اسی طرح اپنی عقیدت مندی اور محبت، اخلاص و وفائیت کا اظہار کیا اچھی اور صاف عربی میں سینے اور حلق کی قوت کے ساتھ اسی طرح کی باتیں الفاظ بدل بدل کر کہی جارہی تھیں اور ہر چند جملوں کے بعد دوسرے ممبران مجلس تائید کا اظہار، تالیاں پیٹ پیٹ کر کر رہے تھے۔

جیسا کہ ابھی عرض کیا کہ عمر کی طوالت ایک عجیب شئے ہے، میری نگاہوں کے سامنے وہ زمانہ پھر گیا جب اپنی طالب علمی اور ابتدائی مدرسی کے زمانہ میں استاد احمد حسن زیات کا ہفتہ وار پرچہ ”الرسالۃ“ پڑھا اور ڈاکٹر

احمد امین کی ادارت میں شائع ہونے والا مجلہ "الثقافۃ" پڑھا کرتا تھا، جو طلبۂ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی انجمن الاصلاح میں پابندی کے ساتھ آیا کرتا تھا۔ سرورق کے بعد دونوں پرچوں میں اداریہ ہوا کرتا تھا۔ اس وقت کے شاہ مصر فاروق بن فواد۔ (۱۹۲۰ - ۱۹۵۲) کا زمانہ تھا ان کی یوم پیدائش پران رسائل میں جو اداریے لکھے جاتے تھے وہ ادبی شہ پارے شمار کئے جانے کے لائق تھے، الثقافۃ کا مضمون تو یاد نہیں البتہ استاد احمد حسن زیات کے چند جملے ذہن میں ابھی تک محفوظ ہیں چونکہ استاد احمد حسن زیات ہمارے جانے پہچانے ادیب تھے ان کی کتاب تاریخ الادب العربي داخل درس تھی۔ ان کے ڈھلے ڈھلائے جملے اور پرشکوہ ترکیبیں دماغ پر مرتسم ہو جایا کرتی تھیں اور بغیر کسی کوشش کے کئی کئی نقرے یاد ہو جایا کرتے تھے شاہ فاروق کی یوم پیدائش پر جو انھوں نے لکھا تھا اس کا ترجمہ سنئے۔

"آج فاروق کی یوم پیدائش ہے جس کا تخت (عرش) قصر شاہی میں نہیں بلکہ ہر مصری کے قلب میں ہے۔ وہ فاروق جو ہر گھر کی روشنی ہے، ہر دل کی دھڑکن ہے، ہر آنکھ کی بینائی ہے جوش مسرت سے تالیاں بجاتے بجاتے ہتھیلیاں خون آلودہ ہو چکی ہیں۔

(دميت الأكف بكثرة التصفيق)

مگر عقیدت و محبت کا جوش کم نہیں ہو رہا ہے۔ اے وارث فراعنہ، اے ارض کنانہ کی آبرو، اے عظیم ابن عظیم ابن فواد! کاش تو ہمارے دلوں کے اندر جھانک کر اپنی تصویر دیکھ سکتا۔"

اس موقع پر اردو کے ایک شاعر افقر موہانی لکھنوی کا ایک شعر یاد آگیا جو الرسالہ کے آخری جملہ کی ترجمانی کرتا ہے ؎

میرے دل میں اپنی صورت کبھی تم بھی دیکھ لیتے
مرا حاصل محبت کبھی تم بھی دیکھ لیتے

فاروق نے جب دوسری شادی "نریمان" نامی خاتون سے کی ان کو ایک بار نزلہ ہو گیا تھا۔ اور غالباً کچھ حرارت تھی اس وقت کے شیخ الازہر نے مزاج پرسی کا تار ایوان شاہی میں بھیجا جس میں لکھا گیا تھا۔

"ہم نے پوری رات بے چینی، اضطراب اور دعاؤں میں گذاری کہ اللہ ملکہ عالیہ کو شفاء عاجل و کامل عطاء فرمائے"۔

عربی کا جملہ تھا"

بتنا ليلة قلقة مبتهلين الى الله ....

"نریمان" نے جب ایک شہزادے کو جنم دیا تو ڈاکٹر احمد امین جیسے ثقہ مؤرخ اور عالم، صاحب قلم اور صاحب اسلوب، فجر الاسلام اور ضحی الاسلام کے مصنف نے لکھا تھا۔

حضرة صاحب السمو الملكي الأمير نواد بن فاروق کی دنیا میں تشریف آوری ایک نئے عہد کی بشارت ہے جو مصر کی عظمت کو اہرام سے زیادہ اونچا کرنے والی ہے۔"

(اور جملے یاد نہیں ہیں)

جولائی ۱۹۵۲ء فوج نے مصر پر قبضہ کیا اور سابق شاہ مصر فاروق کو جلا وطن کیا گیا پہلے قائد انقلاب کے نام سے جنرل محمد نجیب کو آگے بڑھایا گیا وہ صدر قرار پائے تھے۔ اس انقلاب کے موقع پر استاد احمد حسن زیات بک نے جو لکھا تھا اس کے چند جملے یاد آرہے ہیں جو الرسالہ کے اسی افتتاحی صفحہ پر چھپے تھے جس پر کبھی شاہ مصر کی یوم پیدائش پر ان کی قصیدہ خوانی ہوئی تھی اور اب اسی جگہ پر اسی قلم سے یہ جملے بھی پڑھنے والوں نے پڑھے۔

"جاء الرجل الموعود، منقذ أرض الكنانة الرجل النجيب الحبيب النسيب ..... ذهب فاروق الاول والآخر وصمة عار على جبين الكنانه الولد اللاعب بالورق، ساهر الرقصات"

(واضح رہے کہ جملے محض اپنی یادداشت سے نقل کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے ایک دو لفظ آگے پیچھے رہ گئے ہوں)

یعنی وہ شخص پردۂ غیب سے نکل کر سامنے آگیا جس کا قدرت نے وعدہ کیا تھا۔ وہ شریف ترین محبوب دل و جاں، عالی گہر محمد نجیب نے مصر کو کھلنڈروں سے آزاد کرا دیا وہ تاش کھیلنے والا اور ناچ گانے میں رات گذارنے والا لڑکا (یہاں پر الولد کا ترجمہ اگرچہ صحیح کیا جائے تو تہذیب سے گر جائیگا) فنا ہوا جس کا نام فاروق الاول تھا اور جو فاروق اول تھا۔ اب وہی آخر ہے۔

اس کے بعد صدر جمال عبد الناصر کا دور آیا نہر سوئس کو قومیانے کے بعد استاد احمد حسن زیات نے ایک مقالہ لکھا تھا کہ عربوں کی تاریخ میں تین انقلاب تین عظیم شخصیتوں کے ذریعہ رونما ہوئے پہلا انقلاب (حضرت رسول اکرم) محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لائے جس کے حدود زمین کے نیچے (یعنی قبر) اور آخرت کی زندگی سے وابستہ تھے۔ (یعنی جنت دوزخ وغیرہ) دوسرا انقلاب صلاح الدین ایوبی کی بدولت عربوں کو نصیب ہوا جس کے حدود مسجد اقصی کی بازیابی تک تھے۔ تیسرے انقلاب جمال عبد الناصر کے ذریعہ دنیا دیکھ رہی ہے جس کے حدود صرف مصر کی زمین یا ارض کنانہ نہیں ہے بلکہ تمام

عرب اور عرب کا گوشہ گوشہ ہے اور شاہان وقت جو عوام کی دولت برباد عیش دے رہے ہیں کہ ان کو ٹھکانے لگانا اور راہ راست پر چلانا جس کے اولین مقاصد میں ہے یہ انقلاب عرب کے سابق انقلابوں سے زیادہ وسیع اور ہمہ گیر اور دیرپا ہے۔

یہ مضمون جو "الرسالہ" میں چھپا تھا اس وقت میرے سامنے تو نہیں ہے لیکن مطبوعہ شکل میں کتب خانوں میں موجود ہے، میرے مرحوم دوست ڈاکٹر حبیب الحق ندوی نے ایک تحقیقی مقالہ اس عنوان پر لکھا تھا جس میں "الرسالہ" کے مضمون کا فوٹو کاپی موجود ہے صدر ناصر کے وزیر خاص محمد حسین ہیکل جنھوں نے اپنی کتاب "فلسفۃ الثورۃ" کا مصنف جمال عبد الناصر کو بتایا، رجعیت (مذہبیت) کے خلاف ایک مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں جو "الاھرام" کے اس شمارے میں شائع ہوا تھا جبکہ دریائے نیل کا رُخ بدلنے کا افتتاحی اجلاس سوئیس میں منعقد ہوا اور جس میں سویت یونین کے صدر خرشچیف آئے تھے، ہیکل صاحب نے لکھا تھا۔

"بڑا مجرم ہے وہ شخص جو سمجھتا ہے
کہ جمال عبد الناصر کو مٹی سے پیدا کیا
گیا ہے وہ ایک آسمانی مخلوق ہے
جو زمین سے پیدا نہیں کی گئی بلکہ زمین
پر اتاری گئی وغیرہ وغیرہ"

آج ۱۱ر جون سنہ۲۰۰۱ء کی شب میں ریسس ہلٹن کے ایک کمرے میں ٹیلی ویژن پر جب مدرحسنی مبارک کے متعلق عقیدت و محبت کے سپاسنامے سن رہا ہوں یادوں کا دریچہ کھل گیا۔ اور وہ سب نظر کے سامنے گھوم رہا ہے جس نے غالب کا ایک شعر یاد دلا دیا جو دیر تک مزے لے لے کر گنگناتا رہا۔ اگر ندوہ میں ہوتا تو اپنے دوست پروفیسر وصی احمد صدیقی کو سُناتا کیونکہ وہ غالب پر کسی شاعر کو غالب نہیں سمجھتے۔ شعر یہ ہے ؎

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشہ مرے آگے

جیساکہ اوپر عرض کیا ہم بدل گئے ہیں میری وہ نگاہیں بوڑھی ہوگئیں جنھوں نے اس دنیا "عروسہ ہزار داماد" کو پہلے بھی دیکھا تھا اور آج بھی دیکھ رہی ہیں۔ وللّٰہ الأمر من قبل ومن بعد

قابل ذکر نئی بات جو اس مرتبہ قاہرہ اور سوئیس میں نظر آئی کہ عوام میں دین پسندی کا رجحان بڑھ گیا ہے، پہلے یہاں کے دفاتر میں اور سڑکوں پر اور جامعۃ القاہرہ کے ارد گرد جو خواتین نظر آتی تھیں ان کے لباس و اطوار وہی تھے جو پیرس اور لندن میں اس صنف کے ہوا کرتے تھے۔ مگر اس مرتبہ کچھ حالات بدلے ہوئے نظر آئے۔ دفتروں اور بازاروں میں یونیورسٹی میں اور آٹھ روز تک جن کتب خانوں میں جاتا رہا وہاں اکثر خواتین کے سر ڈھکے ہوئے تھے۔ اور کثرت سے ایسی عورتیں بھی نظر آئیں جو سر سے پاؤں تک پردہ پوش تھیں البتہ ہاتھ اور چہرے کی ٹکیا کھلی تھی، جو اہل مصر نے "وَمَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" کے تحت جائز قرار دیا۔

۱۴ر جون کو میں اپنے ایک دوست ڈاکٹر احمد موسیٰ کے فلیٹ میں مقیم تھا ان کے مکان کے سامنے دوسری سڑک پر ایک مسجد ہے جس میں عصر کی نماز پڑھنے گیا مسجد بھری تھی اور یہ اعلان باہر اور اندر لگا ہوا تھا کہ آج ایک "دینی برنامج" ہے جو بعد مغرب منعقد ہوگا مغرب سے پہلے مسجد کا اندرونی بیرونی اور باہری حصہ بھر چکا تھا۔ اور خواتین کا خیمہ بھرا ہوا تھا۔ اور کوئی شخص پھیل کر چار زانوں نہیں بیٹھ سکتا تھا مغرب کی نماز سے چند منٹ پہلے میں وہاں گیا تو مسجد کے اندر جگہ نہیں ملی جلسہ بہت دیر میں شروع ہوا۔ اور ابتدائی خطبہ بیس منٹ میں ختم نہیں ہوا تو اٹھ کر اپنے مستقر واپس آگیا مگر مجمع سے نکلنا مشکل تھا بڑی دقتوں سے "تخطی الرقاب" کرتا ہوا یعنی لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہوا نکلا، قابل ذکر بات صرف یہ ہے کہ دینی رجحان اتنا بڑھ گیا ہے کہ مواعظ سننے کے لئے لوگ اتنی کثرت سے جمع ہو جاتے ہیں پہلے یہ بات نہیں تھی۔ اخوان المسلمین کی تحریک کچل دی گئی اور اس کے افراد کو ملک بدر کر دیا گیا اور کچھ خود بھی وہاں سے نکل کر دوسرے ملکوں میں جا بسے، لیکن ان کی قربانیاں ابھی تک اپنا معنوی وجود ثابت کئے ہوئے ہے۔

۱۲ر جون کو کلیۃ اصول الدین کے ہال میں مناقشہ کی مجلس تھی ہال پورا تو نہیں لیکن تقریباً آدھے سے زیادہ بھرا تھا۔ پی۔ ایچ، ڈی کے امیدوار (ڈاکٹر) حسین فیصل کے علاوہ مصر کے ایک ممتحن شیخ محمد عوض۔ طالب علم کے سپروائزر ڈاکٹر مختار اور سعودی عرب سے فرستادہ راقم الحروف تھا، میرے نام کی تختی پر نام کے آگے الندوی دیکھ کر سبھوں نے حضرت مخدوم و مربی مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کو یاد کیا۔ لوگوں نے چند تعزیتی الفاظ بھی کہے اور عالم اسلام کے خسارہ کا اظہار کیا۔ دوران گفتگو ڈاکٹر عوض

(باقی ص ۲۸ پر)

ملفوظات شیخ دارانی رح

● ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی

اتباع تابعین کے زمرہ میں جہاں اقلیم علم وفن کے بہت سے تاجدار شامل تھے وہیں بکثرت ایسے صاحب کمال بزرگ بھی تھے جو علمی اعتبار سے خواہ زیادہ بلند مرتبہ نہ ہوں لیکن زہد و اتقاء، رشد و ہدایت اور بلند روحانی مدارج میں غیر معمولی مرتبہ کے مالک تھے۔ عمل صالح ان کی شخصیت کا زیور اور عبادت و ریاضت ان کا طغرائے امتیاز تھا۔ شیخ ابوسلیمان دارانیؒ کا شمار ایسے ہی صلحائے امت میں کیا جاتا ہے وہ بلاشبہ علم وفضل میں بھی بلند مرتبہ اور عالی مقام تھے لیکن اس سے کہیں زیادہ وہ ایک عظیم المرتبت صوفی، شیخ طریقت اور ولی اللہ کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے ان کا سینہ شریعت و طریقت کا مجمع البحرین تھا۔ انھوں نے اپنی تعلیم و تربیت اور تزکیہ و ہدایت سے ایک عالم کو مستفید کیا۔ ابن عماد حنبلی نے لکھا ہے کہ شیخ دارانیؒ ان اکابر اولیاء اللہ میں تھے جو اپنے روحانی کمالات کے اعتبار سے ارباب کشف و شہود خیال کئے جاتے ہیں۔ (شذرات الذہب ۲/۱۳)

چنانچہ شیخ ابوسلیمان دارانیؒ کے صحیفۂ زندگی کا زیادہ درخشاں باب سلوک و تصوف سے متعلق ہے۔ بقول حافظ ذہبیؒ وہ روحانیت و معرفت کے بحر ناپیدا کنار کے ایک شناور تھے" (میزان الاعتدال ۲/۳۵) صحت عقیدہ کے معاملہ میں وہ نہایت متشدد تھے ابوجعفر محمد بن احمد الموصلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ۲۰۳ھ میں شیخ دارانیؒ کو بغداد میں دیکھا۔ وہ مسجد عبدالوہاب الخفاف میں مقیم تھے۔ ایک دن کسی نے عرض کیا: جناب! عبدالوہاب الخفاف تو قدریہ کے عقائد رکھتے تھے، یہ معلوم ہوتے ہی شیخ دارانی نے اس مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور دوسری مسجد میں جانے لگے۔

(العبر فی خبر من غبر ۱/۲۲۸)

شیخ ابوسلیمان دارانیؒ نے اپنی حکمت و بصیرت سے پُر فرمودات میں حقائق ایمانی و دقائق احسانی اور اسرار حکمت ربانی کو برملا فاش کیا ہے، ان کے تمام ملفوظات و اقوال کے راوی ان کے تلمیذ رشید اور مسترشد خاص ابن ابی الحواری ہیں، اگر استقصاء کر کے شیخ کے تمام ملفوظات کو یکجا کیا جائے تو بلاشبہ ایک ضخیم دفتر تیار ہو سکتا ہے، محدث ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ، حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ، خطیب نے تاریخ بغداد اور شیخ فریدالدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں بہت بسیط و تفصیل کے ساتھ شیخ دارانیؒ کے ملفوظات نقل کئے ہیں۔ راقم سطور مذکورہ ماخذ کی مدد سے ذیل میں چند بصیرت افروز ملفوظات درج کرتا ہے۔

بہترین عمل ایک موقع پر فرمایا "بہترین عمل خواہشات نفسانی کی مخالفت کرنا ہے اولاد، دولت اور گھر بار میں سے جو چیز تم کو خدا کی یاد سے غافل کر دے وہ باعث نحوست ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۲۵۶)

دعا کی کیفیت فرمایا "میں رات کے وقت محراب میں دعا کرنے میں مصروف تھا، میرے دونوں ہاتھ خدا کے حضور میں پھیلے ہوئے تھے، اسی اثناء میں مجھے ٹھنڈک زیادہ محسوس ہوئی تو میں نے ایک ہاتھ سمیٹ لیا۔ پھر نیند کا غلبہ ہوا۔ اور میں اسی طرح سو گیا۔ اتنے میں ایک ہاتف غیبی نے صدا دی، اے ابوسلیمان! ہم نے تمہارے پھیلے ہوئے ہاتھ میں وہ سب کچھ رکھ دیا جو تمہیں مطلوب تھا، اور اگر تم دوسرا ہاتھ بھی اسی طرح پھیلائے رکھتے تو ہم اسے بھی بھر دیتے ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں نے قسم کھائی تھی کہ خواہ کیسی ہی گرمی ہو یا سردی دعا کے وقت دونوں ہاتھ پھیلائے رکھوں گا۔ (تاریخ بغداد ۱۰/۲۴۹)

دنیا اور آخرت کی کنجی

احمد بن الحواری بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ کی زبان سے بارہا یہ ارشاد سنا ہے کہ دنیا و آخرت میں ہر خیر و نیکی کی جڑ اللہ جل شانہ کی خشیت اور اس کا خوف ہے، یاد رکھو دنیا کی کنجی یہ ہے کہ انسان شکم سیر ہو کر زندگی گذارے اور آخرت کی کنجی بھوکا رہنا ہے، یعنی اگر انسان آخرت میں کامیابی کا خواہشمند ہو تو اس کو مزخرفات میں نہ پڑنا چاہیے، فقر و فاقہ کے عالم میں خشیت و انابت الی اللہ کا غلبہ ہوتا ہے

اور فراغت وخوشحالی اللہ سے غافل کردیتی ہے"

چور کہاں چوری کرتا ہے؟

فرمایا" بلاشبہ چور کسی ویران مکان میں چوری کرنے نہیں جاتا ہے حالانکہ وہ اس میں جہاں چاہے جاسکتا ہے، لیکن وہ صرف ایسے گھر کا قصد کرتا ہے، جو مال وزر سے بھرا ہوا ہو، بعینہٖ یہی حال ابلیس لعین کا ہے وہ ان ہی قلوب پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو خشیت الٰہی انابت الی اللہ اور ذکر وفکر سے معمور رہتے ہیں"
(تذکرۃ الاولیاء عطار ۲/۲۲۳)

اللہ کے برگزیدہ بندے

فرمایا" اللہ کے کچھ برگزیدہ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے جنت کی نوع بنوع نعمتوں میں بھی کوئی ایسی کشش نہیں ہوتی جو انھیں یاد الٰہی سے غافل کردے دنیا کی حقیقت اللہ کے نزدیک پرکاہ کے برابر بھی نہیں ہے اس لئے اس میں زہد و اتقاء کے کوئی معنٰی نہیں ہیں، ہاں جنت میں رہ کر اور حور وغلماں کی موجودگی میں خدا کے سوا اس کے دل میں کسی کے لئے جگہ نہ ہو تو وہی اصل زاہد ومتقی ہے۔
(صفۃ الصفوۃ ۴/۱۰۳)

قناعت کی دولت

فرمایا" لوگ زیادہ سے زیادہ مال جمع کرکے اہل ثروت بننا چاہتے ہیں حالانکہ ان کا خیال بالکل غلط ہے (کہ دولت کثرت مال کا نام ہے) خوب سمجھ لو کہ اصل غنی (اہل ثروت) وہ ہے جو قناعت کی دولت رکھتا ہو۔ اسی طرح راحت خوشحالی میں نہیں بلکہ تنگی میں ہے، لوگ عام طور پر نرم اور باریک لباس، عمدہ غذا اور آرام دہ مکان میں آسائش تلاش کرتے ہیں حالانکہ وہ دراصل اسلام، عمل صالح اور ذکر اللہ میں پوشیدہ ہے" (شذرات الذہب ۲/۱۳)

خدائے رحمان کی ہم نشینی کا شرف

فرمایا" قیامت کے دن خدائے رحمان کی ہم نشینی کا شرف ان لوگوں کو حاصل ہوگا جو کرم، حلم، علم، حکمت، نرم خوئی، رحم دلی، عفوو درگزر، احسان، نیکی، لطف ومروت اور رأفت ومحبت کی صفات سے متصف ہوں"
(تذکرۃ الاولیاء عطار ۲/۲۲۳)

ابن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میرے شیخ برابر فرمایا کرتے تھے کہ جب نفس بھوکا پیاسا ہوتا ہے تو دل میں صفائی اور نرمی پیدا ہوتی ہے اور شکم سیری کی حالت میں قلب اندھا ہوجاتا ہے۔ (صفۃ الصفوۃ ۴/۱۰۲)

کسب حلال کی طلب

فرمایا" جس شخص نے استغنا کے ساتھ اور حلال ذریعہ سے دنیا کو طلب کیا تو وہ قیامت کے دن خدا سے اس عالم میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودہویں رات کے چاند کے مانند درخشاں ہوگا" (البدایہ والنہایہ ۱۰/۲۵۸)

دل کو فکر آخرت کا عادی بناؤ

فرمایا" ہر خیر کا ایک زیور ہوتا ہے صدق کی آرائش خشوع ہے، تواضع کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے عمل میں کبر و غرور سے محفوظ رہے۔ دنیا میں غور وفکر آخرت کا حجاب ہے اور آخرت کے بارے میں تفکر دلوں کی زندگی اور ثمرہ حکمت ہے، آنکھوں کو رونے اور دل کو آخرت کے بارے میں فکر کرنے کا عادی بنالو" (تذکرۃ الاولیاء عطار ۲/۲۲۳)

بہترین سخاوت

فرمایا" جو شخص دن میں کوئی نیک عمل کرتا ہے ساری رات اس کی غیبی حفاظت کی جاتی ہے اور جو رات کو نیکی کرتا ہے اس کی دن بھر حفاظت ہوتی ہے، بہترین سخاوت وہ ہے جو ضرورت کے مطابق ہو جو شخص اپنی جان کو قیمتی جانے وہ ہرگز خدمت کی حلاوت نہیں پاسکتا" (تذکرۃ الاولیاء عطار ۲/۲۲۵)

دمشق کے قریب ایک گاؤں داریا میں شیخ ابوسلیمان دارانی رح کا مزار آج بھی مرجع انام ہے۔ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ان کے مزار کی عمارت بہت شاندار ہے۔
"فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ"

(بقیہ)
سانگو کے صدر کے مشیر نے اسلام قبول کرلیا۔

والے یا ان کے معاملات کا اہتمام کرنے والے پائے نہیں جاتے ہیں، کتنے لوگ ہمارے درمیان موجود ہیں جو اسلام اور اس کے معانی سے واقف ہیں۔ اور بہت سے لوگ ہیں کہ اگر ان کی فکر کی جائے اور ان تک اسلام کی باتیں پہونچائی جائیں تو لوگ اللہ کے دین میں تیزی سے داخل ہوں گے۔ لیکن اس میں کمی ہے، کاش ایسے اسلامی مرکزوں کا خوب اعلان کیا جاتے اور ہر جگہ اس کا قیام عمل میں آئے تاکہ لوگ اس سے واقف ہوں۔ اور وہاں کی اسلامی تعلیمات سے خاطر خواہ استفادہ کریں۔

انسانی حقوق و فرائض کی ادائیگی کا حکم

(۲)

حضرت مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

دشمنوں کے معاملہ میں عدل

دشمنوں کے ساتھ بھی بے انصافی کی ممانعت اور جادۂ انصاف پر قائم رہنے کی تاکید ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ٥ (مائدہ - ۸)

مسلمانو! خدا کے واسطے انصاف کے ساتھ گواہی دینے پر آمادہ رہو، اور لوگوں کی عداوت تم کو اس جرم کے ارتکاب کی باعث نہ بنے کہ تم (معاملات میں ان کے ساتھ) انصاف نہ کرو۔ ہر حال میں انصاف کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے واقف ہے۔

عفو و درگذر: عدل کا مقتضا یہ بھی ہے کہ مجرموں کو ان کے جرم کی پوری سزا دی جائے اسلام کی عدالت ... کے ساتھ کوئی رُو و رعایت نہیں ورنہ معاشرہ اور حکومت کسی کا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ لیکن ذاتی معاملات میں عدالت سے باہر مظلوم کو جس کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کی گئی۔ اس کا حق دیا گیا ہے، کہ وہ چاہے تو برابر کا بدلہ لے لے، اور چاہے معاف کر دے لیکن عفو و درگذر کا درجہ بلند قرار دیا ہے۔

وَجَزَآءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ٥ (شوریٰ - ۴۰)

اور برائی کا بدلہ ویسے ہی برائی ہے لیکن جو شخص معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، اور وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ایک دوسری آیت میں ہے،

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَھُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ٥

(سورہ نحل: آیت ۱۲۶)

اور اگر تم پر سختی کی گئی تو تم بھی ویسی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی۔ اور اگر تم صبر سے کام لو تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔

عفو و درگذر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور غفار و غفور اس کے اسمائے حسنیٰ میں ہیں جن کا ذکر کلام مجید میں بار بار آیا ہے اور یہ آیت تو اُس کے عفو و درگذر اور رحمت و مغفرت کا انتہائی کمال ہے۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (زمر: ۵۳)

اے میرے بندو! جنھوں نے (گناہ سے) اپنے اوپر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے اور بیشک وہی تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بھی عفو و درگذر کی توقع کرتا ہے، غصہ کا ضبط اور عفو و درگذر ان اوصاف میں سے ہے جن کا صلہ مغفرت اور آسمانوں اور زمین کی جیسی وسیع جنت ہے اس لئے حکم ہوتا ہے کہ۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (آل عمران ۱۳۴)

اور اپنے پروردگار کی بخشائش اور جنت کی طرف لپکو، جس کا پھیلاؤ آسمانوں اور زمین کے جیسا ہے جو ان پرہیز گاروں کیلئے تیار کی گئی ہے جو تنگدستی اور خوشحالی دونوں حالتوں میں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو گھونٹ جاتے ہیں، اور لوگوں سے درگذر کرتے ہیں اور نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

عفو و درگذر کے صلہ میں خدا درگذر کرنے والے کے گناہوں کو معاف کرتا ہے:۔

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (نور: ۲۲)

اور چاہئے کہ وہ (خطا کو) معاف کر دیں اور درگذر سے کام لیں کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تم کو معاف کرے، اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے،

برائی کا جواب بھلائی سے دینا بڑے حوصلہ کا کام ہے، اس سے دشمن دوست بن جاتا ہے۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ

(باقی ص ۳۰ پر)

اسلام میں چوری کی حد اور اہل مغرب کا فقرہ

محمد اسجد قاسمی ندوی

اس حقیقت کے اظہار میں کوئی تردد نہیں ہوسکتا کہ اسلام حقوق انسانی کا سب سے بڑا محافظ ہے اسلامی تعلیمات میں عدل، راستی سلامتی اور اعتدال کا جوہر موجود ہے اس کی نظیر پیش کی جانی ناممکن ہے۔

المیہ یہ ہے کہ یورپ میں وقتاً فوقتاً اسلام میں حقوق انسانی کے موضوع پر تبصرے ہوتے رہتے ہیں اور الٹے سیدھے الزامات اور طعنوں سے اسلام پر حملہ کیا جاتا رہتا ہے ظاہر ہے کہ یہ سارا شور وغوغا یا تو محض تعصب تنگ نظری، انکار حقیقت اور فتنہ پروری کے جذبات کے پیش نظر کیا جاتا ہے یا پھر اسلامی تعلیمات سے حد درجہ ناواقفیت کی وجہ سے اور یہ واقعہ ہے کہ جن سنجیدہ افراد نے وہاں بھی اسلام اور اسلامی قانون کا بغور مطالعہ کیا ہے انھوں نے اسلامی تعلیمات کے اعتدال اور جامعیت کو سراہا ہے اور بہت سے مواقع پر متعدد مسائل میں اسلامی قانون کی تنفیذ واجراء کی صدا بھی لگائی ہے۔

اسلام نے مختلف جرائم کی جو سزائیں اور حدود متعین کی ہیں انھیں کو یورپ میں سب سے زیادہ ہدف ملامت بنایا جاتا ہے اور انھیں انسانی حقوق کے ساتھ ظلم اور ناانصافی قرار دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر چوری کی کی حد ہاتھ کاٹنے پر بڑا واویلا مچایا جاچکا ہے۔ حالانکہ اگر بغور مطالعہ جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ یہ سزا بھی حقوق انسانی ہی کی حفاظت کے لئے ہے۔

اسلام انسانوں کے مال کا احترام کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مال مدار زیست ہے، پھر اسلام بنی نوع انسان کے لئے ملکیت مال کا بھی احترام کرتا ہے کیونکہ یہ ملکیت مقتضائے فطرت بشری ہے نشاط وحرکت کا باعث ہے اور عدل وانصاف کی طرف داعی ہے۔ اسی لئے اسلام نے اس حق مالی کو مقدس ترین قرار دیا ہے اور کسی کو دوسرے کے مال میں بلا اجازت تصرف کا اختیار بھی نہیں دیا ہے۔ فرمایا گیا ہے: "اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقے سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لئے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے" (البقرۃ: ۱۸۸)

نیز فرمایا گیا "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔ آپس کی رضامندی سے لین دین ہونا چاہئے" (نساء: ۲۹)

اس لئے اسلام نے چوری لوٹ مار، مال اچکنے، خیانت، دھوکا، فریب، ناپ تول میں کمی، رشوت وغیرہ ہر گناہ سے سختی سے منع فرمادیا ہے۔ چوری کے معاملہ میں اسلام کا موقف بیحد سخت اور حکیمانہ ہے، جس ہاتھ سے چوری کی ہے اسی کو کاٹنے اور اس عضو فاسد کو الگ کردینے کا حکم دیا ہے ظاہر ہے کہ پورے جسم کو محفوظ رکھنے کے لئے صرف ایک حصہ یعنی ہاتھ کو کاٹ دینا عین مقتضائے حکمت ہے اور اس سزا میں دو اہم پہلو پیش نظر ہیں ایک تو انتقامی یعنی مظلوم وفریادی کے جذبات کی تسکین، دوسرے انتظامی یعنی آئندہ کے تمام ممکن مجرموں کی ہمت شکنی، حوصلہ شکنی اور پوری طرح سے اس جرم کا انسداد۔

یہ سزا بظاہر تو بڑی سخت معلوم ہوتی ہے مگر شریعت اسلامی کی حکمت ومصلحت کا اندازہ بغور دیکھنے سے ہوتا ہے، جان ومال کی حفاظت اور جرم کے سدباب کا اس سے زیادہ مؤثر طریقہ کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا۔ پھر یہ حد ہر چوری پر نہیں ہے اس کی بھی شرائط اور قیود ہیں، ایک تو یہ ہے کہ چور بالغ اور عاقل ہو، بچہ اور دیوانہ نہ ہو، دوسرے یہ کہ مال نظر بچا کر لے گیا ہو، غاصب اور اچکا نہ ہو، ان کی سزائیں دوسری ہیں، تیسرے یہ کہ مال کسی کی ملک ہو، غیر مملوک مال مثلاً کفن وغیرہ کی چوری پر حد نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ مال کسی غیر کی غیر مشترک ملک ہو، چور کے اپنے مال کے ساتھ مخلوط ومشترک نہ ہو، پانچویں یہ کہ مال کسی حد تک حفاظت میں ہو اور بہت بہت معمولی رقم کی چوری پر بھی حد نہیں ہے، اس کے لئے دس درہم کی مقدار ہونی چاہئے۔ ان شرائط کے ساتھ حد نافذ کی جائے گی۔ پورے عہد خلفائے راشدین میں جو تقریباً ۳ دہوں پر محیط رہا ہے، صرف چار بار یہ حد نافذ کی گئی ہے اور اس کے نتیجہ میں عرب کا وہ علاقہ جہاں لوٹ مار، چوری اور غارت گری اور قتل وخون کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا یکایک پرامن ہوگیا

اور صرف چار ہاتھوں کے کٹنے سے نہ جانے کتنی جانیں محفوظ رہیں۔

قرآن میں فرمایا گیا ہے" اور چور خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا، اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا و بینا ہے (المائدہ: ۳۸)

اسلام نے افراد اور جماعت دونوں کے لئے امن وامان اور سکونِ خاطر کا جو کامل ترین بہترین نظام قائم کیا ہے، چور اس میں رخنہ ڈالتا ہے اور اس ساری فضا کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اس پر حد کی سزا ہے، اللہ نے اس آیت میں اپنی صفتِ عزیز لاکر یہ یاد دلادیا کہ وہی حاکم مطلق ہے، وہ جس جرم کی جو سزا چاہے مقرر کردے، کسی کو اعتراض کا کوئی حق نہیں پہونچتا، اور صفتِ حکیم سے اس طرف اشارہ کردیا کہ اس کا کوئی سا بھی حکم حکمتوں اور مصلحتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لئے اس نے چوری کی بھی سزا وہی مقرر کی جو فرد اور جماعت دونوں کی مصلحتوں کے عین مطابق ہے (تفسیر ماجدی)

اب جو حضرات اسلامی سزاؤں کو حقوقِ انسانی کے منافی تصور کرتے ہیں اور بڑے شد ومد سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں انھیں اس طرف بھی دھیان دینا چاہیئے کہ شریعتِ اسلامی نے حدود شرعیہ کی تنفیذ کے لئے اپنے مقرر کردہ ضابطہ کے بالکل مطابق جرم کی تکمیل، اور اس کے ثبوت کی بھی ایسی تکمیل کی شرط عائد کردی ہے جس میں شبہ کا ادنیٰ سا بھی احتمال باقی نہ رہے، یہ شریعتِ اسلامی کی حکمت ہے کہ وہاں اگر ایک طرف جرائم کی سخت سزائیں مقرر ہیں تو دوسری طرف تنفیذِ حدود میں بے حد احتیاط بھی ملحوظ ہے حدود میں شہادت کا ضابطہ ومعیار بھی اور معاملات کے ضابطۂ شہادت سے مختلف اور محتاط ہے جس میں تھوڑی سی کمی سے بھی شرعی حد تعزیر میں منتقل ہوجاتی ہے، چنانچہ اسی وجہ سے حدود شرعیہ کی تنفیذ کی نوبت بہت کم ہی آتی ہے ہاں جب کبھی جرم کی تکمیل کے ساتھ ثبوت بھی مکمل ہوجائیں تو پھر حدود نافذ ہوتی ہیں۔ اور یہ عبرتناک سزائیں بہت عرصہ تک لوگوں کے دل ودماغ پر اپنی ہیبت مسلط کر دیتی ہیں جن کے نتیجہ میں امن عام کو فروغ اور جرائم کا انسداد ہوتا ہے۔

جن جگہوں پر ان حدود کو مذاق اور ظلم باور کیا جاتا ہے، وہاں جرائم کے دروازے کھلے ہیں، اور مجرم صرف یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں جیل کی چند روزہ سزا کاٹنی ہے اور پھر اپنی مہم میں لگ جاتا ہے، جیل خانوں میں رہ کر وہ اپنے اگلے جرائم کا خاکہ بناتے ہیں، پروگرام بناتے ہیں اور جیل کے قیام کو اپنی مصروفیات کا انٹرول باور کرتے ہیں۔

مگر جہاں ان حدود کا کسی درجہ میں بھی لحاظ ہے وہاں کا معاشرہ کتنا پُرامن ہے، لوگ کتنے محفوظ اور بے خوف ہیں، اس کا اندازہ وہاں جاکر کیا جاسکتا ہے، اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انھوں نے ایک مجرم کو سزا دے کر پورے معاشرے کی حفاظت کی ہے، ورنہ کسی مجرم پر ترس کھانا پورے معاشرہ پر ظلم اور امن عام کو منتقل کرنے کے مرادف ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی وسعتِ رحمت کے باوجود حدود کے معاملہ میں یہ تاکید فرمائی ہے کہ "مجرموں پر حدود اللہ جاری کرنے میں کوئی ترس کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملہ میں تم کو دامنگیر نہ ہو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ (النور: ۲) نیز قصاص کو عالم انسانی کی زندگی سے تعبیر کیا ہے، عقل وخرد رکھنے والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے امید ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کروگے۔ (البقرۃ: ۱۷۹)

یعنی قصاص میں سماج کی زندگی ہے، جو سماج انسانی جان کی بے حرمتی کرنے والوں کی جان کو محترم قرار دیتا ہو۔ وہ دراصل اپنی آستین میں سانپ پالتا ہے، ایک قاتل کی جان بچانا بہت سے بے گناہوں کی جانیں خطرہ میں ڈالنا ہے

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ چوری کی یہ حد صرف شریعتِ محمدیؐ میں نہیں رہی، توراۃ وانجیل وغیرہ میں بھی اس کا ذکر ہے، توراۃ میں یہ تصریح ہے کہ نقب زن کی جان سے امان اٹھ جاتی ہے، کوئی اسے قتل کردے تو اس کے خون کا بدلہ نہیں اگر چور سینہ مارتے ہوئے دیکھا جائے اور کوئی اسے ماربیٹھے اور وہ مرجائے تو اسی کے لئے خون نہ کیا جائے گا۔ (خروج۔ ۲۲: ۲) مزید یہ بھی مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائیوں بنی اسرائیل میں سے کسی کو چرانے میں پکڑا جائے اور اس کا بیوپار کرلے یا اُسے بیچ ڈالے تو چور مار ڈالا جائے اور شر کو دفع کیا جائے (استثناء۔ ۲۴: ۷) انجیل میں بھی یہ ذکر ہے کہ چور کو جیسے بھی موقع ملے مارو اور اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو۔ آنکھ پھوڑ ڈالو۔

دنیا کے اور قوانین میں بھی چوری کی سزا بس ایک طویل مدت تک اسیری رہی ہے کہیں جلاوطنی، کہیں قطع اعضاء اور کہیں پھانسی یا کسی اور طرح سے ہلاکت، اسلام نے ہاتھ کاٹنے کی سزا متعین کی ہے اور اس کے لئے بھی سخت شرطیں لگادی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب تک چوری کے جرم کا مکمل ثبوت نہ ہو یا قحط عام کے حالات ہوں یا جنگی حالات ہوں یا چور یہ

مخبوط الحواس ہو یا بیحد بھوکا ہو اور جان بچانے کی خاطر کھانے کے لئے چرا رہا ہو یا یہ جرم ایسے معاشرہ یا ملک میں ہو رہا ہو جہاں اسلامی نظام نہ ہو، غیر دینی اور ملحدانہ نظام ہو تو ان تمام صورتوں میں حد نافذ نہ ہوگی، لیکن حد کی عدم تنفیذ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چور کو بالکل سزا نہ دی جائے اور آزاد چھوڑ دیا جائے بلکہ دار الاسلام میں امام المسلمین اور دوسری جگہوں پر ذمہ دار حضرات اپنی صوابدید کے مطابق ضرور سزا دیں۔ قرآن کے اسلوب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص چوری کا عادی ہو چکا ہو اسی کو حد کی سزا دی جائے گی

مغربیت زدہ افراد جو ہاتھ کاٹنے کو ظالمانہ سزا قرار دیتے ہیں اور اسے تہذیب و ثقافت کے منافی اقدام سمجھتے ہیں اور جیل میں قید کی سزا کو کافی باور کرتے ہیں ان کا یہ نظریہ کسی بھی طرح حکیمانہ اور دانشمندانہ قرار نہیں دیا جا سکتا، یہی وجہ ہے کہ جہاں بھی اسلامی حدود کا نفاذ نہیں ہے اور جیل کی سزا پر اکتفا ہے وہاں جرائم میں آئے دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ چوروں کی تعداد میں بہت زیادتی ہو رہی ہے، وہاں قید خانے مجرموں سے اٹے پڑے ہیں۔ اور امن و سکون کا سارا ماحول رخصت ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ مجرم کے دل سے جرم کی شناخت کا احساس نکل گیا ہے، وہ جیل کی سزا نہیں مہلت و آرام سمجھتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ چوری کر کے مجھے جیل میں آرام ملے گا، وہاں کھانا بھی میسر آئے گا اور کپڑا بھی، وہ اپنی مدت جیل میں پوری کر کے نکلتا ہے اور پھر پوری ہمت و قوت اور دیدہ دلیری کے ساتھ دوبارہ اپنی مجرمانہ سرگرمیوں میں لگ جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ یورپی ممالک میں پیش آمدہ مجرمانہ واقعات کی تفصیلات کا جائزہ لینے سے یہی حقیقت سامنے آ رہی ہے کہ وہاں جرائم کا سلسلہ روز افزوں ہے، یومیہ تناسب بڑھتا جا رہا ہے اور ہر آنے والا دن پچھلے دن سے زیادہ خراب ثابت ہو رہا ہے اور ان سب خرابیوں کی جڑ یہی ہے کہ مرض بڑھتا جا رہا ہے اور مرض کی صحیح تشخیص اور سود مند دوا کی تجویز سے ان کج عقلوں کا دماغ قاصر ہے اس مرض کا صحیح حل اور واحد علاج یہی ہے کہ مجرم پر اسلامی اصول کی روشنی میں حد کا نفاذ ہو چور کا ہاتھ ثبوتِ جرم کے بعد کاٹا جائے۔ چند محدود افراد پر یہ حدود نافذ کی جائیں گی تو پورا معاشرہ پرامن اور جرائم سے پاک ہو جائے گا۔

اسلامی قانون کی کاملیت، جامعیت اور تاثیر ہی ہے کہ آپ مغربی ممالک میں بھی بعض حلقوں سے حدود اسلامی کی تنفیذ اور اسے انسداد جرائم کا واحد حل قرار دیئے جانے کی آوازیں اٹھ رہی ہیں۔

یہ آواز سب سے پہلے ایک عیسائی پادری پوپ "رابرٹ مارک کونس" نے لگائی ہے اس کے گرجا پر چوروں نے دو بار حملہ کر کے بڑے قیمتی سامان چرا لئے، ۵ صدی قبل کے محفوظ مذہبی کاغذات اور سامان ہتھیا لئے۔ پادری نے اس واقعہ پر اپنے شدید غضب اور ردِ عمل کا اظہار کیا ہے اور گرجا میں آنے والے تمام زائرین اور پریس رپورٹرس کے سامنے یہ موقف بڑی وضاحت اور جرأت سے پیش کیا ہے کہ ان چوروں کا علاج صرف ایک ہے اور وہ اسلام کی حد سرقہ ہے جس کے بموجب ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جانے چاہئیں۔ پادری نے اپنے موقف کی تائید میں انجیل کی عبارتیں بھی پیش کی ہے جن میں یہ وضاحت ہے کہ اگر تمہارا ہاتھ تم کو گناہ کی دعوت دے رہا ہو تو اسے کاٹ ڈالو۔ اس زندگی میں بلا ہاتھ کے جینا مرنے کے بعد دونوں ہاتھوں کے ساتھ جہنم میں جلنے سے کہیں زیادہ بہتر اور آسان ہے، پادری نے یہ بھی کہا کہ "حضرت عیسٰی اس معاملہ میں بالکل منشرح اور علیٰ وجہ البصیرۃ تھے کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے یہی اس کی سزا ہے، اب اس کی شکل یہ ہے کہ کوئی مخصوص کمیٹی بنا کر اس سزا کی تنفیذ کا معاملہ اسی کے سپرد کر دیا جائے، مجھے معلوم ہے کہ میرے اس موقف پر بڑی نکتہ چینیاں ہوں گی، لیکن میں جو درست سمجھتا ہوں اس کو برملا کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں ہوتا۔"

اس روشنی میں یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ اسلام نے حدود و تعزیرات کا تمام تر نظام حقوق انسانی ہی کی حفاظت کے لئے قائم کیا ہے جو اسلام میدانِ جنگ میں دشمنوں کا حق پہچانتا اور حکم دیتا ہے کہ عورت، بچہ، بوڑھا، مذہبی عالم آجائے اور وہ تمہارے خلاف جنگ میں شریک نہ ہو تو اس سے ہاتھ روک لو جو قیدیوں کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ کرتا ہے جو معاف کرنے اور صبر کرنے کو انتقام سے کہیں زیادہ بہتر اور عزیمت قرار دیتا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ وہ حدود کے باب میں حقوق انسانی پر ظلم کرے گا جن لوگوں نے اسلامی سزاؤں کے ان دور رس اثرات و نتائج پر غور نہیں کیا ہے جس سے امن عامہ کی فضا ہموار ہوتی ہے وہی اس طرح کی باتیں کرتے ہیں کہ اسلامی سزائیں ظالمانہ ہیں۔

اسلام میں جزاء و سزا کے تمام قوانین اس مالک حقیقی کی طرف سے متعین کئے گئے ہیں جو بندوں کے مزاج و طبیعت کو خوب جانتا ہے۔ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

توبہ و استغفار کی خیر و برکت

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

گناہ ایک سنگین و مہلک ترین روحانی مرض ہے۔ اللہ کی نافرمانی اور گناہ وہ مرض ہے جس سے انسان کے قلب میں زنگ لگ جاتا ہے اور قلب سیاہ ہوجاتا ہے لیکن اس کا بہترین علاج اور تریاق توبہ ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے، اور غلطی اور گناہ کرنا اس کی جبلت میں داخل ہے، مگر بہترین گناہگار وہ ہے جو اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہائے اور اپنے کئے پر اللہ تعالیٰ سے رجوع کرے معافی مانگے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے۔

توبہ کیا ہے؟ دراصل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام توبہ ہے ایک یہ کہ جو گناہ سرزد ہوجائے اس پر دل سے ندامت و شرمندگی اور پشیمانی ہو، دوسرے یہ کہ جو گناہ ہوا اس کو فوراً چھوڑ دے، تیسرے یہ کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کا مصمم (پکا ارادہ) ہو۔ ان ہی تین چیزوں کے مکمل ہونے پر توبہ تکمیل تک پہونچتی ہے۔

قرآن و حدیث میں توبہ کرنے والوں کے لئے خوشخبری اور بشارت دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسندیدگی اور محبوبیت کی نظر سے دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (سورہ بقرہ: ۲۲۲) (بیشک اللہ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنے والے اور پسند آتے ہیں گندگی سے بچنے والے)۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (سورہ زمر ۵۳-۵۵)

اے محمد (آپ میری طرف سے میرے بندوں سے) کہئے کہ اے میرے وہ بندو جنھوں نے (کفر و شرک کرکے) اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے خدا کی رحمت سے تم (کبھی) ناامید مت ہو (اور یہ خیال مت کرو کہ تمہاری بخشش نہیں ہوسکتی۔ اگر تم شرک کفر اور بغاوت کی زندگی سے نکل آؤ۔ اور توبہ کرلو تو بخشش کا دروازہ تمہارے لئے بھی کھلا ہوا ہے) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخشتا ہے وہ بڑا بخشنے والا اور بہت مہربان ہے (بس اگر اللہ کی بخشش چاہتے ہو تو توبہ کرلو اور رجوع ہوجاؤ) اور اپنے رب کی طرف اور اس کی فرمانبرداری اختیار کرو قبل اس کے کہ (کفر و شرک کی پاداش میں) تم پر عذاب آجائے اور پھر کسی طرف سے تم کو کوئی مدد نہ مل سکے۔ اور (بغاوت و معصیت کی زندگی چھوڑ کے) پیروی اختیار کرلو اس بہترین شریعت کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ قبل اس کے کہ اچانک تم پر خدا کا عذاب آپڑے اور تمہیں اس کا خیال بھی نہ ہو۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ (ہر انسان خطاکار اور گنہگار ہے مگر بہترین خطاکار وہ ہے جو اللہ سے توبہ اور اس کی طرف رجوع کرنے والا ہے)

گناہوں کی تلافی کا کیا طریقہ ہے؟

توبہ کی یہ صفت انسان کو کامیابی کے بلند مدارج تک پہونچاتی ہے اسی سے دل کا سیاہ دھبہ دور ہوسکتا ہے اس توبہ ہی سے بڑے بڑے گناہگار اور مایوس لوگ منزل مراد سے ہمکنار ہوتے ہیں کتنے ہی بڑے بڑے گنہگاروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض حال کیا تو آپ نے ان کی مایوسی دور کرکے انھیں حوصلہ بخشا اور خوشخبری دی۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ: اللہ کے رسولؐ! میں نے اتنے اور ایسے گناہ اپنی زندگی میں کئے ہیں کہ اگر ان گناہوں کو دنیا کے تمام انسانوں پر تقسیم کردیا جائے تو سب جہنم میں چلے جائیں اللہ کے رسولؐ! کیا ان گناہوں کی تلافی کا کوئی طریقہ ہے؟ آپؐ نے اس کو اپنا ایمان

تازہ کرنے اور اللہ کی طرف رجوع ہونے کی تلقین فرمائی، تو اس شخص کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

حدیث شریف میں ایسے کتنے ہی واقعات ہیں کہ گناہوں سے بجھے ہوئے دل روشن چراغ بن گئے۔ اور انھیں دنیا کے انسانوں کو صحیح راہ دکھانے کی سعادت حاصل ہوگئی۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس طرح پانی لگنے سے لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے اسی طرح (گناہ سرزد ہونے سے) دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اللہ کے رسولؐ! اس زنگ کو دور کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔

انسان کے اعمالِ بد کی سیاہی

ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن رسول صلی الله علیه وسلم قال: انّ العبد اذا اخطأ خطیئةً نکتت فی قلبه نکتةٌ فان هو نزع واستغفر صقلت فان عاد زید فیها حتّی تعلو قلبه فذالك الرّان الّذی ذکر الله تعالٰی: کلّا بل ران علٰی قلوبهم ما کانوا یکسبون۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبّہ لگ جاتا ہے پھر اگر وہ اس گناہ سے باز آجاتا ہے اور معافی مانگ لیتا ہے تو یہ سیاہ دھبّہ مٹا دیا جاتا ہے لیکن اگر وہ اس گناہ کا اعادہ کرتا ہے تو سیاہ دھبّہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے پورے دل پر چھا جاتا ہے۔ بس یہی وہ "ران" کی کیفیت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا۔" کلّا بل ران علٰی قلوبهم ما کانوا یکسبون

انسان کے کردار کو بنانے اور بگاڑنے میں اس کے دل کا بڑا اہم رول ہوتا ہے اگر دل پاک صاف اور خوف الٰہی سے معمور ہے تو کردار بھلائیوں کا علمبردار بنتا ہے۔ اور اگر دل خوفِ الٰہی سے خالی اور تقویٰ و پرہیزگاری سے عاری ہو تو کردار داغدار ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ دل انسان کا کردار بنانے اور بگاڑنے میں بڑا مؤثر رول ادا کرتا ہے۔

ارشادِ نبویؐ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو سب سے پہلے اس گناہ کا اثر اس کے دل پر پڑتا ہے جو سیاہ دھبّہ کی شکل میں نمایاں ہوتا ہے یہ گویا کردار کے زنگ آلود ہونے کی ابتدائی علامت ہے اگر ابتدائی مرحلہ ہی میں انسان اپنی اخلاقی بیماری پر آگاہ و متنبہ ہو کر گناہ اور معصیت کو چھوڑ کر توبہ و استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس سیاہ دھبّہ کو زائل فرما دیتا ہے۔ لیکن اگر اس نے اس کی فکر نہ کی اور توبہ و استغفار کا دامن نہیں تھاما تو انسان گناہوں کے سمندر میں ڈوبتا چلا جاتا ہے اور اس سے نکلنا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ دراصل جو دل خوفِ الٰہی سے معمور ہوتا ہے وہ انسان کیلئے دنیا و آخرت میں فلاح و نجات کی راہیں ہموار کرتا ہے۔

دل پہ یہ سیاہ دھبّہ دراصل انسان کے اعمال کی سیاہی ہے اور اسی کیفیت کا نام قرآن مجید کی اصطلاح میں "رَین" ہے جو مذکورہ آیت میں کلّا بل ران علٰی قلوبهم" میں فرمایا گیا ہے جس کا ترجمہ ہے: ہرگز نہیں ان کے دلوں پر ان کے بُرے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:

جسم انسانی میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اگر وہ درست رہے تو پورا جسم درست رہتا ہے لیکن اگر وہ خراب ہو جاتا ہے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے، دگر یاد رکھو گوشت کا یہ لوتھڑا دل ہے۔

توبہ و استغفار کی کثرت کیجئے

بحیثیت مسلمان مومن بندوں کو کثرتِ توبہ و استغفار کے ذریعہ اپنے دلوں سے معصیت کے زنگ کو زائل کرتے رہنا چاہیئے اور احتساب کی کیفیت کے ساتھ اخلاق و کردار کا برابر اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے تاکہ وہ دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں کیونکہ توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بخشش کے لئے پھیلا ہوا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتُوبُوا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (سورۃ نور: ۳۱)

اے ایمان والو! اللہ کی طرف سب مل کر توبہ کرو شاید کہ تم فلاح پاؤ۔

دوسری جگہ فرمایا ہے

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (سورۃ نساء: ۱۱۰)

جو کوئی گناہ کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے اور اللہ سے بخشش چاہے، تو وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ رات کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرے اور اپنا ہاتھ دن کو پھیلاتا ہے تاکہ رات کا گنہگار توبہ کرے۔ یہاں تک کہ سورج اپنے ڈوبنے کی جگہ سے نکلے یعنی قیامت کا دن آجائے) (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا، اللہ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک کہ (جاں کنی کی) خرخراہٹ نہ شروع ہو (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں اور دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ توبہ کرتا ہوں (بخاری)

حضرت اغر بن یسار مزنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دل میں بھی غفلت کا اثر ہو جاتا ہے میں دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم نے مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو مرتبہ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (اے اللہ مجھے معاف کردے اور میری توبہ قبول فرما لے، بلاشبہ تو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے) پڑھتے ہوئے شمار کیا (ابوداؤد)

توبہ کی خیر و برکت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص استغفار میں پابندی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ہر تنگی کو دور کردے گا اور ہر غم سے خلاصی دے گا۔ اور اس کو روزی ایسی جگہ سے دے گا جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہوگا۔ (ابوداؤد)

حضرت بلال بن یسار بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ" پڑھا تو اس کے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ چاہے وہ جنگ سے بھاگ کر آیا ہو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

توبہ و استغفار کی بہترین دعا

حضرت شدادؓ بن اوسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سید الاستغفار" یہ ہے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

اے اللہ تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا کوئی مالک و معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا اور وجود بخشا میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک مجھ عاجز و ناتواں سے ہوسکے گا تیرے کیے ہوئے (ایمانی) عہد و میثاق کے وعدے پر قائم رہوں گا۔ تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے عمل و کردار کے شر سے، میں اقرار کرتا ہوں کہ تو نے مجھے نعمتوں سے نوازا۔ اور اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے نافرمانیاں کیں اور گناہ کیے اے مالک و مولا تو مجھے معاف کردے اور میرے گناہ بخش دے تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں۔

جس بندے نے اخلاص کے ساتھ دل کے یقین کے ساتھ دن کے کسی حصہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کیا اور اسی دن رات شروع ہونے سے پہلے اس کو موت آگئی تو وہ بلاشبہ جنت میں جائے گا۔ (بخاری)

دنیاوی مضرت سے حفاظت کے لئے دعا

حضرت عبداللہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا شام کو اور صبح کو (یعنی دن شروع ہونے اور رات شروع ہونے پر) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (سورۂ اخلاص) اور معوذتین (سورۂ ناس، سورۂ فلق) تین بار پڑھ لیا کرو ہر چیز کے لئے تمہارے لئے یہ کافی ہوگی۔ (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر دن کی صبح اور ہر رات کی شام کو تین دفعہ یہ دعا پڑھ لیا کرے تو اس کو کوئی مضرت نہیں پہنچے گی اور کسی حادثے سے دوچار نہیں ہوگا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ (ترمذی)

اللہ رب العالمین ہر قسم کے منکرات و خواہش، شرور و فتن اور معاصی و گناہوں سے بچنے اور کثرت سے توبہ و استغفار کرنے کی توفیق دے اور ایسے اعمال صالحہ اختیار کرنے کی سعادت عطا فرمائے جو دنیا و آخرت میں فلاح و نجات کا سبب بن سکیں۔

(در تیرے رحمت کے ہیں ہر دم کھلے)

کانگو کے صدر کے مشیر نے اسلام قبول کرلیا

میرا اسلام قبول کرنا حق کی تلاش و جستجو کا نتیجہ تھا

تحریر : امل الذہیب ——— ترجمہ : مسعود حسن حسنی

حق کے سلسلہ میں تلاش و کوشش کا پھل
س وقت ملتا ہے جب خواہشات کی اتباع
ے آدمی محفوظ ہوجائے اور اللہ کی توفیق سے
وہ اپنی منزل مقصود کو حاصل کرلے اس کا دل
س پر مطمئن ہوجائے۔ اور اس کو مکمل سکون
صیب ہو۔ ابوبکر جو کہ کانگو کے صدر کے مشیر
ہیں اور انٹلی جینس کے شعبہ کے ذمہ دار ہیں
ن لوگوں میں سے ہیں جو اپنی تلاش و جستجو اور
پنی کوشش سے اس عظیم خزانہ (اسلام) تک
پہونچے۔

ابوبکر کہتے ہیں: نصرانیت کے بگاڑ
اور کمزوریوں سے میں پریشان تھا جس کی
وجہ سے میں صحیح دین کی تلاش و جستجو میں رہتا
تھا۔ تاکہ اس کے ذریعہ اللہ کی عبادت کرسکوں
اسی دوران اچانک مسلم کمیونٹی سے میرا رابطہ قائم
ہوگیا، چنانچہ میں ایک رہبر کے ساتھ قریب
کی ایک مسجد کے امام سے ملا۔ امام صاحب نے توحید
کے عقیدہ کی وضاحت کرنے کے ساتھ اسلام
کے بعض احکام مجھ پر واضح کئے، مجھے کچھ کتابیں
دیں، میں ان کتابوں کو اپنے گھر لے گیا اور اسے
پڑھنا شروع کیا۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے
ہر لحظہ میرے اس یقین میں اضافہ ہوتا گیا
کہ دین حق اسلام ہی ہے۔ اس کے بعد میں پھر
مسجد میں حق کی گواہی کا اعلان کرنے آیا۔

اور وہ کہتے ہیں؟ عجیب وغریب بات یہ
ہے کہ یہی وہ زمانہ ہے جب میری بیٹی نے
بذات خود تعلیم حاصل کرنے کے لئے برطانیہ کا
سفر کیا۔ اور اس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ
اس کا قیام ایک مسلمان خاندان میں رہا۔ اور اس
نے اپنے ساتھ ان کے سلوک اور ان کے
اخلاق کا مشاہدہ کیا۔ چنانچہ اس نے ان سے
اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اور
ایک دن اس نے مجھے فون پر بتلایا کہ میں نے
اسلام قبول کرلیا ہے اور اپنا نام مریم رکھا ہے۔
اس نے مجھ سے کہا: مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے
کہ میری خادمہ بھی اسلام کی طرف مائل ہے، لیکن
اس کی زبان نہ جاننے کی وجہ سے میں یہ نہیں
سمجھ پارہی ہوں کہ میں اس کو اسلام سے کیسے
متعارف کراؤں اور کس طرح اسلام کی طرف
راغب کردوں، میں سوچ رہی ہوں کہ اسلام
کے متعلق کچھ کتابیں اس کے لئے خرید دوں۔
میں نے اس سے کہا: تم اسے اسلامی دعوت کے
مرکز کیوں نہیں لے جاتیں، جبکہ وہ تمہارے
گھر سے قریب بھی ہے۔ اس نے پوچھا یہ مرکز
کیا ہے؟

میں نے پھر تاکیداً اس سے کہا: تم اسے اسلامی
دعوت کے مرکز پہونچاؤ جہاں دینی و اصلاحی
پروگرام ہوتے ہیں۔ وہاں ایسے لوگ مل جائیں گے
جو اس کی زبان میں اس سے بات کریں گے، اور
اسلام کی دعوت دیں گے اور اگر اس کو کوئی
اشکال ہوگا تو اس کا جواب بھی دیں گے۔ کتابیں
اور کیسٹ بھی اسے دیں گے، اور اس طرح ہفتہ واری
لکچرز میں حاضر ہونے کا دروازہ بھی اس کے
لئے کھل جائیگا۔ اس کو وہاں جلد لے جاؤ تاکہ
وہ اسلام قبول کرلے اور تمہیں زبردست
اجر مل سکے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے "تمہارے ذریعہ ایک آدمی بھی اگر راہ راست
پر آجائے تو تمہارے لئے یہ چیز سرخ اونٹ
سے بہتر ہے"۔

اگلے دن وہ مجھ سے ملیں اور خوشی میں
کلمہ شہادت کا ورد کررہی تھیں، انھوں نے
کہا: کہ میں تمہیں خوشخبری دیتی ہوں کہ میری
خادمہ نے اسلام قبول کرلیا، کیا اتنی جلدی،
کب؟ اور کیسے؟ اور کہاں؟ ہاں، کل میں
اس کو دفتر میں لے گئی جہاں اسلامیات پر
درس ہوتا ہے۔ اتفاق سے کل کا دن اسی کی
زبان میں درس کا دن تھا۔

میں اور میرے شوہر خادمہ کو لے کر
وہاں گئے اور وہاں چھوڑ آئے۔ ڈیڑھ گھنٹہ
کے بعد ہم دونوں اس کو واپس لینے گئے۔ اور
جیسے ہی میرے شوہر دفتر میں داخل ہوئے
انھوں نے وہاں کام کرنے والوں کو اس کو اسلام
کی مبارکباد دیتے ہوئے پایا، وہ حدیث رسولؐ
سن کر ہی اسلام لے آئی۔ کلمہ شہادت پڑھا
اور اپنا نام تبدیل کرلیا۔ اس حال میں وہ آئی کہ
بہت خوش تھی (خوشی اس سے پھوٹی پڑ رہی
تھی)

سبحان اللہ! ایک گھنٹہ کے اندر وہ
اسلام لے آئی، غیر ملکوں سے آئی ہوئیں کتنی
عورتیں ہمارے پاس موجود ہیں ضرورت ہے
کہ انہیں اسلام سے واقف کرایا جائے، لیکن
افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کی زبان کو جاننے

(باقی ص ۱۷ پر)

س :۔ زکوٰۃ کی رقم سے میت کو کفن دینا جائز ہے یا نہیں ؟

ج :۔ جائز نہیں ہے، زکوٰۃ کے لئے مالک بنانا ضروری ہے اور میت مالک نہیں بن سکتی ہے۔

س :۔ ایک شخص کے پاس کافی دولت ہے مگر حج نہیں کرتا۔ اور جب اس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے اوپر ذمہ داریاں بہت ہیں، شرعاً ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟

ج :۔ صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص کے پاس اتنی دولت ہے جس سے اس کے اوپر حج فرض ہو جاتا ہے اور حج نہ کرے تو وہ گنہگار ہوگا۔

س :۔ ایک شخص بہت بیمار ہے کیا وہ حج بدل کرا سکتا ہے ؟

ج :۔ حتی الامکان علاج کرائے اگر شفایاب ہو جائے تو خود حج کرے ور . اخیر وقت میں جب خود جانے سے مایوس ہو جائے تو اس وقت حج بدل کرائے۔

س :۔ کیا عورت نماز جنازہ میں شرکت کر سکتی ہے ؟

ج :۔ جنازہ مردوں کو پڑھنا چاہیئے، عورتوں کو جنازہ کے لئے باہر نہیں جانا چاہیئے۔

س :۔ نادار بہن بھائیوں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

ج :۔ ہاں زکوٰۃ بہن بھائیوں کو دینا جائز ہے جبکہ وہ مستحق ہوں۔

س :۔ طلاق دینے کا شرعی طریقہ کیا ہے ؟

ج :۔ سب سے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ طلاق دینا حلال چیزوں میں سب سے مبغوض شئے ہے، اللہ تعالی کو بہت ناپسند ہے، لیکن اگر نباہ کی کوئی صورت نہ بن رہی ہو تو طلاق دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پاکی کی حالت میں بغیر تعلق قائم کئے صرف ایک طلاق دے، عدت پوری ہونے پر وہ بائن ہو جائے گی۔ لیکن اگر تین طلاق تین طہر میں بغیر مجامعت کے دیتا ہے تو اس کی بھی گنجائش ہے، لیکن ایک ہی مجلس میں یا ایک طہر میں تین طلاق دینا طلاق بدعی ہے اگرچہ وہ واقع ہو جاتی ہے۔

س :۔ قبرستان کی صفائی کے لئے آگ لگا کر سوکھی گھاس وغیرہ جلانا کیسا ہے ؟

ج :۔ جب قبرستان میں آگ لے کر جانے کی ممانعت ہے تو قبروں کے اوپر کی گھاس وغیرہ جلانے کی اجازت کس طرح ہو سکتی ہے، صفائی کے لئے دوسری تدبیر عمل میں لائی جائے۔

س :۔ اگر کوئی نمازی قرأت کرتے وقت حروف میں اس طور پر زیادتی کرے کہ معنیٰ میں فساد نہ آنے پائے تو کیا اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی ؟

ج :۔ اس صورت میں چونکہ معنیٰ میں فساد پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے نماز فاسد نہیں ہوگی

س :۔ کسی دیندار بزرگ شخصیت یا مؤقر مہمان کی خاطر جماعت کو وقت مقررہ سے مؤخر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ج :۔ کسی دیندار، بزرگ شخصیت کی خاطر جماعت وقت مقررہ سے مؤخر کرنے کی گنجائش ہے۔

س :۔ اگر قبرستان میں گھاس وغیرہ اُگ آئے تو کیا اس میں آگ لگا سکتے ہیں ؟

ج :۔ بہتر یہ ہے کہ خشک گھاس کو کاٹ کر صاف کر دیا جائے۔

اظہارِ تشکر

میں اپنے ان تمام کرم فرماؤں اور اہلِ تعلق کا شکر گذار ہوں جنھوں نے میری رفیقۂ حیات کے سانحۂ ارتحال پر بنفس نفیس نماز جنازہ، تدفین میں شرکت فرمائی غریب خانہ پر تشریف لاکر اظہارِ تعزیت فرمایا یا ٹیلی فون فیکس اور خطوط کے ذریعہ اپنے جذبات کا اظہار فرماکر مغموم افرادِ خانہ کا غم بانٹا۔ نیز یو این آئی اور اخبارات کے ذمہ داران کا بھی شکر گذار ہوں کہ وہ اس خبر کو دور تک پہونچا کر مرحومہ کے لئے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب اور دعاؤں کا ذریعہ بنے۔ ان مدارس کے ذمہ داران کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے اپنے اداروں میں ایصال ثواب کا نظم فرمایا۔

ہر کرم فرما کا علیحدہ علیحدہ شکریہ ادا کرنا مشکل ہے اس لئے ان سطور کے ذریعہ اظہارِ تشکر کیا جا رہا ہے۔ والسلام

(مولانا) محمد برہان الدین سنبھلی
مدرس شعبۂ تفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

دینی تعلیم و تربیت کی اہمیت اور غیروں میں اسلام کے تعارف کے کام کی ضرورت پر

دہلی میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء کے خطابات

• محمود حسن حسنی ندوی

ہندوستان میں یکساں تعلیم و تربیت کے نام پر اسلامی تعلیم کے خلاف حکومتی سطح پر جہاں مہم چلائی جارہی ہے وہیں دینی تعلیم و تربیت کی ضرورت و اہمیت پر ملک بھر میں پروگرام منعقد کئے جارہے ہیں، دہلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام توسیعی خطبات کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے پانچویں خطبہ کے لئے ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کو دعوت دی گئی، یکم جولائی ۲۰۰۲ء کو منعقد اس پروگرام میں انھوں نے اپنے بصیرت افروز خطاب میں فرمایا۔

"جس طرح انسان اپنی خصوصیتوں کی وجہ سے انسان ہے اسی طرح مسلمان اپنی دینی تعلیمات اور اقدار کی وجہ سے مسلمان ہے، اس لئے مسلمان کو اپنے دینی اقدار کی حفاظت کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے، بچوں کی دینی تعلیم و تربیت اسی کا ایک اہم حصہ ہے اگر ہم نے اس کی طرف توجہ نہیں کی تو اس کا پورا خطرہ ہے کہ چالیس سال بعد نقشہ بالکل دوسرا ہوگا۔ ہماری نئی نسل کو ارتداد کی طرف لے جانے کی تمام تر کوششیں کی جارہی ہیں۔ ان حالات میں دینی تعلیم و تربیت ہی دین کی حفاظت کی بہتر صورت ہے۔

مولانا مدظلہ نے ملک کی موجودہ صورتحال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج جبکہ مسلمانوں کا قدیم اور روایتی نظام تعلیم کمزور ہو رہا ہے، اور ملک کا سیکولر نظام تعلیم اس پر نافذ کیا جارہا ہے جو صحیح معنیٰ میں سیکولر بھی نہیں ہے بلکہ ایک مخصوص ذہن کا ترجمان ہے، اس نظام کے تحت تعلیم پانے والا بچہ ہندو تو ہو سکتا ہے، لیکن مسلمان نہیں رہ سکتا۔ ایسی صورت میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر گاؤں، محلہ اور قصبہ میں مدارس، مکاتب اور اسلامیہ کالج کھولے جائیں اور ایک جامع نصاب تعلیم تیار کیا جائے اور اس سلسلہ میں دنیا کے اندر پائی جانے والی مسلم اقلیتوں کے تیار کردہ جدید نظام تعلیم و تربیت سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ ساتھ ہی مولانا نے اردو زبان سیکھنے اور کم از کم اردو رسم الخط سے واقف ہونے پر زور دیا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام لکچر سیریز کے پانچویں لکچر کے موقع پر جس کا عنوان "مسلم معاشرہ میں بچوں کی دینی تعلیم و تربیت" تھا منتخب مجمع نے شرکت کی، جامعہ ملیہ اسلامیہ کے اساتذہ اور اسٹاف کے لوگوں کے علاوہ اہل علم وفن ماہرین تعلیم و تربیت اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد بڑی تعداد میں موجود تھے

جلسہ کی صدارت ملک کی مشہور معروف شخصیت مولانا سید جلال الدین عمری نے اور نظامت ڈاکٹر قاسم رسول الیاس نے کی۔

جناب مولانا سید جلال الدین عمری نے جو کہ قائم مقام صدر کل ہند جماعت اسلامی بھی ہیں، حضرت مولانا مدظلہ کی دہلی تشریف آوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں جماعت کے مرکز میں بھی مدعو کیا، اور وہاں مولانا مدظلہ کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ استقبالیہ دینے والوں میں جماعت کے اہم ذمہ دار مولانا محمد شفیع مونس اور جماعت کے قیّم جناب محمد جعفر اور دیگر عہدہ داران بھی تھے۔

مولانا مدظلہ نے جماعت کے کاموں خصوصاً غیر مسلموں کی طرف توجہ کے کام کو سراہتے ہوئے کہا کہ برادران وطن کو اسلام سے متعارف کرانے کا کام وسیع پیمانے پر ہونا چاہیے۔ انھوں نے اس پر افسوس ظاہر کیا کہ برادران وطن اسلام کے بارے میں طرح طرح کے خیالات رکھتے ہیں افسوس کی بات ہے کہ ہم ان کو اذان تک کا صحیح مطلب نہ بتا سکے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان پانچ وقت اکبر بادشاہ کو پکارتے ہیں، غلطی ان کی نہیں غلطی ہماری ہے کہ ہم نے انھیں اسلام سے واقف کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

مولانا مدظلہ نے اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ جزوی مسائل میں نہ الجھتے ہوئے فریضۂ دعوت و اصلاح کی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے باہمی مشوروں سے مشترکہ جدوجہد کرنی چاہیے۔

مولانا جلال الدین عمری صاحب نے وقفہ کے دوران ایک اہم مسئلہ کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے کہا کہ نصاب تعلیم میں

مشرکانہ عقائد اور کلچر کو شامل کر دیا گیا ہے
مسلمان بچوں کو اس کے اثرات سے بچانا
ایک سنگین مسئلہ ہے، اس کے سدباب
کے لئے کیا کرنا چاہیئے؟

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
مدظلہ نے فرمایا کہ "یہ ہماری غفلت کا نتیجہ ہے"
آپ نے متوجہ فرمایا کہ ہمیں ان اقدامات سے
باخبر رہنا چاہیئے جو ہمارے دینی تشخص کو ختم
کرنے اور ہماری تہذیب و ثقافت کو مٹانے
اور تاریخ کو ایک خاص ڈھنگ سے پیش کرنے
کے لئے مختلف سطح پر باقاعدہ اور منظم طور پر
کئے جا رہے ہیں۔ اس کے لئے ہمارے درمیان
رابطہ اور اتحاد کی شدید ضرورت ہے تاکہ ان
اقدامات کے خلاف مشترکہ اور مؤثر جدوجہد
کی جا سکے۔ اس کے لئے آئینی اور دستوری
بنیاد پر کوششیں کارگر ہو سکتی ہیں لیکن
اصل ذمہ داری ہماری یہ ہے کہ تعلیم کے ان
مضر اثرات سے بچانے کے لئے ہم اپنے بچوں
کے لئے عقیدے اور مذہب کی تعلیم کا بہتر
انتظام کریں اور اپنے گھروں میں بھی ان کی تعلیم
و تربیت کا پورا خیال رکھیں۔

پروگرام میں مولانا محمد کلیم صدیقی پھلتی
نے بھی شرکت کی اور مختصر خطاب بھی کیا
جلسہ کا اختتام حضرت مولانا مدظلہ کی پُر اثر
دعاء پر ہوا۔ اور یہ مجلس ایک فکر و جذبہ اور
حوصلہ کے ساتھ برخواست ہوئی۔

حضرت مولانا مدظلہ دعوت و تبلیغ
کے عالمی کام کے مرکز واقع حضرت نظام الدینؒ
بھی تشریف لے گئے تھے۔ جہاں ذمہ داروں
سے ملاقات کی اور مولانا زبیر الحسن صاحب
کاندھلوی کی عیادت کی جو کہ علیل تھے۔
بھٹکل، بنگلور، مدراس، رتناگری اور
ممبئی کے ایک طویل دورے سے واپسی پر
حضرت مولانا ناظم صاحب ندوۃ العلماء
کی دہلی میں یہ مصروف ترین ساعتیں تھیں
جس کے بعد لکھنؤ ان کی واپسی ہوئی۔

(بقیہ)
قاہرہ کا سفر

نے پوچھا کیا شیخ ابو الحسنؒ نے ازہر میں
تعلیم حاصل کی تھی؟ ڈاکٹر مختار نے برجستہ
جواب دیا کہ شیخ ابو الحسن نے ازہر میں نہیں
پڑھا۔ لیکن ازہر نے ان کو پڑھا ہے اس جملہ
سے سب محظوظ ہوئے۔

میرے سفر کا حاصل چند کتابوں کے
مطالعہ اور دار الکتب مصریہ سے استفادہ
تھا جو خالص علمی دلچسپی کا موضوع ہے اس
پر انشاء اللہ آئندہ لکھوں گا۔

---

(۱) مصر میں شاہی نظام کے خاتمہ کے بعد صدر کی
حکومت ہوا کرتی تھی، برائے نام مجلس الشوریٰ کا
حوالہ کبھی کبھی دیا جاتا تھا۔ انور السادات مرحوم نے
عوامی انتخاب کے ذریعہ دوسری پارٹیاں بنانے کی
اجازت دینے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر کر نہ سکے تھے۔
صدر حسنی مبارک نے عوامی انتخاب سے آنے والے
افراد کے لئے مجلس الشعب اور اس کے اوپر مجلس الشوریٰ
بنائی ہے۔ امیدواروں کے اشتہارات بعض مقامات
پر دیواروں پر چسپاں نظر آئے، مجلس الشعب
کے صدر (اسپیکر) نے جو یہ کہا کہ "عزت مآب
صدر! آپ نے ہمیں حریت (آزادی) سے روشناس کرایا۔
یہ اشارہ اسی کی طرف تھا۔ اگرچہ دنیا جانتی ہے کہ مصر و
شام، عراق، الجزائر، ہر جگہ اصل حکومت صدر کی
ہوتی ہے باقی ۔ ع ۔
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

ممبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" سے

ممبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" حضرات سے گذارش
ہے کہ "تعمیرِ حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا
خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم
کریں، وہاں اُن کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائیگی۔

دعائے مغفرت

دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم جناب مولانا
سعید الرحمن اعظمی ندوی کے بھانجے اور
مولانا اقبال احمد اعظمی مدنی (مہتمم مدرسہ
معہد الفردوس دوسکا ہردوئی روڈ لکھنؤ)
کے بڑے بھائی نثار احمد کا عین ظہر کی نماز
میں سجدہ کی حالت میں ۹ جولائی ۲۰۰۱ء
کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے قارئین
کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مطالعہ میز

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : چراغِ نوا
شاعر : رئیس نعمانی
صفحات ۶۴، سائز $\frac{18\times 22}{8}$ قیمت ۳۰/- روپئے
ملنے کا پتہ :- ایجوکیشنل بک ہاؤس شمشاد مارکیٹ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲

"چراغِ نوا" جو اس وقت پیش نظر ہے جناب رئیس نعمانی صاحب کی نعتوں کا مجموعہ ہے نعت گوئی کا معاملہ عام شاعری سے یکسر مختلف ہے دوسری اصنافِ سخن کے برعکس اس صنف کا دائرہ اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود انتہائی محدود ہے یہاں نہ افراط کی گنجائش ہے نہ تفریط کی اس احتیاط کے ساتھ شعر کہنا کہ مقام عبدیت و مقام الوہیت کا امتیاز برقرار رہے اور شانِ رسالت میں بھی کوئی فرق نہ آنے پائے یہی نعت گو شاعر اور نعتیہ شاعری کا کمال ہے اس مجموعہ کی یہی خوبی ہے کہ اس کے مصنف اس کڑی آزمائش میں بڑی حد تک کامیاب رہے ہیں۔

اس مجموعہ کے اندر بارگاہِ الٰہی میں دو حمد کے بعد بارگاہ مصطفوی میں ستره نعتوں ایک سلام اور ایک نعتیہ قصیدہ کا نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے، جناب رئیس نعمانی صاحب نے پھر اس کے بعد "نیل المراد" کے عنوان سے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نعتیہ قصیدہ "بانت سعاد" کو اردو میں منظوم کیا ہے جو ۵۹ اشعار پر مشتمل ہے جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب حضرت کعبؓ نے پڑھا تو آپ نے اپنے دوش مبارک سے ردائے مبارک اتار کر بطور انعام انھیں عطا فرمائی تھی۔

کتاب کے شروع میں رئیس نعمانی صاحب کی "حرف ناگزیر" کے عنوان سے ایک افتتاحی تحریر ہے جس میں قرآنی آیات کی روشنی میں نعتیہ شاعری کی اہمیت اور نزاکت پر روشنی ڈالتے ہوئے بڑے بڑے شاعروں اور اہل علم کے بعض اشعار پر تنقید کی ہے۔ اس طرح یہ کتاب اہل علم اور شاعروں کے لئے بھی ایک خاصے کی چیز بن گئی ہے۔

نام کتاب : نماز کی کتاب (ہندی رسم الخط میں)
تالیف :- ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی۔
سائز ۱۳x۲۲ سینٹی میٹر، صفحات ۴۸، قیمت ۷ روپئے
ناشر :- صدیقی بک ڈپو اسٹیشن روڈ ردولی (فیض آباد)
ملنے کا پتہ :- ندوی بک ڈپو۔ ندوہ۔ لکھنؤ۔

اردو، ہندی میں نماز کی درجنوں قسم کی کتابوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اس میں کوئی جدت وندرت نہیں ہے البتہ ہندی دانوں کے لئے نماز سیکھنے میں زیادہ سہولت کا لحاظ رکھا گیا ہے، ساتھ ہی ہندی میں عربی حروف کے مخارج کی ادائیگی کے لئے خصوصی نشانات کا اہتمام کیا گیا ہے، فرض و واجب نمازوں کے ساتھ سنن ونوافل کا بھی ذکر ہے، جمعہ عیدین، میت کے غسل وکفن، نماز جنازہ، دفن اور ایصال ثواب (فاتحہ) کا بیان بھی شامل ہے، جو لوگ اردو سے ناواقف ہیں اور ہندی جانتے ہیں ان کے لئے ایک مفید کتاب ہے۔

نام کتاب : بچوں کی دینیات
مرتب : محمد امیر اللہ خاں
صفحات : ۴۰، سائز $\frac{20\times 30}{8}$ خوبصورت سرورق
ملنے کا پتہ : الجامعۃ الاسلامیۃ سراج العلوم محبوب نگر پن کوڈ ۵۰۹۰۰۱ (اے پی)

ماشاء اللہ "بچوں کی دینیات" بچوں کے لئے اچھی کتاب ہے اس کتاب میں اسلام کے بنیادی عقائد، کلمات کے عنوان سے سکھلائے گئے ہیں اور اصل عربی کلمات مع ترجمہ دیئے گئے ہیں نیز بہت سی احادیث مع متن و ترجمہ مسنون دعائیں دینی معلومات، نماز کے فرائض، واجبات اور سنتوں کا ذکر ہے اور بہت سی کارآمد نصیحتیں اور ادبی و اخلاقی باتیں لکھی گئیں ہیں اس طرح یہ کتاب بچوں کے لئے مفید بن گئی ہے، البتہ کتاب کی جملہ معلومات کو تین مراحل پر تقسیم کرنا چاہیئے (۱) تعوذ، تسمیہ، کلمۂ طیبہ، کلمۂ شہادت اور اسی معیار کی ابتدائی معلومات (۲) کچھ سورتوں کا یاد کرنا، اذکار و تسبیحات نماز اور اسی معیار کی چیزیں مع کچھ دعائیں و احادیث (۳) بقیہ جملہ معلومات، ان تینوں مراحل سے الگ الگ رکھنا چاہیئے۔ نصیحت کی باتوں میں جن کا معیار بلند ہے اور بڑے ہی ان کا تحمل کرسکتے ہیں، ان کو الگ کرکے کتاب بچوں کے لئے ہی رکھی جائے۔

وضو کے فرائض و واجبات و سنن اسی طرح نماز کے فرائض، واجبات اور سنن وغیرہ کے الگ الگ ہی بیان پر اکتفا نہ کرکے پورا وضو اور پوری نماز کا طریقہ یکجا لکھنا از حد ضروری ہے

(بقیہ) مال حرام کی نحوست

کھایا کرتے تھے۔ایک دن وہ غلام آیا اور ایک چیز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پکڑا دی۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ تناول فرمایا۔اس پر اس نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ مال کیسا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو ہی بتا یہ کیسا ہے۔اس نے کہا کہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں میں نے ایک آدمی کے سامنے اپنے آپ کو کاہن ظاہر کرکے دھوکا دیا تھا جبکہ میں کہانت میں ماہر نہیں تھا۔ آج وہ آدمی مجھے ملا اور یہ چیز اس نے مجھے دی جو آپ نے تناول فرمائی۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔اور جو کچھ معدہ تک پہونچا تھا اس کو نکال دیا۔ (مشکوۃ ص ۲۴۲)

اسی طرح امام مالک اور امام بیہقی نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ کسی صاحب نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں دودھ پیش کیا۔آپ نے اس کو نوش فرمایا۔آپ کو دودھ بہت اچھا لگا تو دودھ پیش کرنے والے سے پوچھا کہ یہ دودھ تم کہاں سے لائے ہو؟ اس نے بتایا کہ فلاں گھاٹ پہ میں گیا تھا۔وہاں صدقہ اور زکوٰۃ کے جانور اونٹنیاں،بکریاں وغیرہ تھیں،چرواہے ان کا دودھ نکال رہے تھے اور لوگوں کو پلا رہے تھے۔انھوں نے مجھے بھی دیا،میں نے اس کو اپنے برتن میں رکھ لیا۔یہ وہی دودھ ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔" (مشکوۃ ص ۱۶۲)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مال حرام کی نحوست سے محفوظ فرمائے اور مال حلال کی توفیق سے نوازے۔ (آمین)

ڈاکٹر عبد المعبود خاں کی والدہ کا انتقال

ڈاکٹر عبد المعبود خاں صاحب (گرین کراس لکھنؤ) کی والدہ محترمہ کا طویل علالت کے بعد ۵؍ جولائی ۲۰۰۱ء کو انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

نماز جنازہ مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی (ہردوئی) نے ندوۃ العلماء میں پڑھائی اور تدفین ڈالی گنج قبرستان میں ہوئی مرحومہ بڑی نیک اور صاحب خیر خاتون تھیں۔ ان کے انتقال سے ان کے عزیز بیٹے ڈاکٹر عبد المعبود خاں اور اہل خانہ کو بڑا صدمہ پہنچا ڈاکٹر صاحب کی والدہ کا حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ اور دار العلوم ندوۃ العلماء سے عقیدت مندانہ تعلق تھا یہی وجہ تھی کہ ان کے بیٹے ڈاکٹر عبد المعبود خاں صاحب حضرتؒ کی علالت میں آخر وقت تک برابر علاج ومعالجہ میں شریک رہے۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے،اہل خانہ اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازے۔

(بقیہ) انسانی حقوق وفرائض کی ادائیگی کا حکم

بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ (حم سجدہ)

اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔اگر کوئی شخص برائی کرے،تو اس کا جواب بھلائی سے دو،تو تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہے وہ گویا جگری دوست بن جائے گا۔اور اس کی توفیق ان ہی لوگوں کی ہوتی ہے جن میں صبر ہے اور ان ہی کو توفیق ہوتی ہے جن کے بڑے نصیب ہیں

(جاری)

صفیں کج،جیرے دیراں،دل پریشاں
کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

میسر ہوا گر ایمان کامل

﴿ایک عالم دین کی قوت ایمانی سے متاثر ہوکر ایک شخص کے ایمان لانے کا حیرت انگیز واقعہ﴾

از: محمد الیاس ندوی بھٹکلی

محترم مولانا ریاض الرحمٰن صاحب ... مدظلہ العالی خطیب جامع مسجد بنگلور اپنی ... خصوصیات و امتیازات کی وجہ سے ... کے علماء میں غیر معمولی احترام کی نگاہ ... دیکھے جاتے ہیں، وہ اپنی وسعت فکری اور ... تعلیمی خدمات کی بناء پر ملت کے ... مدارس کے فارغین کے لئے نمونہ کی ... رکھتے ہیں، یقین محکم اور عمل پیہم اور ... عالم کی صفات کے ساتھ اقبال ... مردِ مومن کا تصور رکھتے تھے مولانا ... میں سے ایک ہیں، عوام کے درمیان ... مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ۲/۳ کروڑ کی ... سب سے بڑی کئی منزلہ خوبصورت ... مسجد خالص ان مصلیوں کے چندوں ... ہوئی ہے جو نماز جمعہ کے لئے یہاں ... تے تھے، بنگلور سے باہر تو دور کی بات ہے ... میں بھی وہ مسجد سے باہر کسی کے سامنے ... چندہ کے لئے حاضر نہیں ہوئے۔

ان کا سب سے بڑا کارنامہ جو ... علماء کے لئے قابل رشک نمونہ ... حیثیت رکھتا ہے وہ جامع مسجد کے کمروں ... بنیادی تعلیمات کے ساتھ اسلامی ... میڈیم ہائی اسکول و جونیئر کالج ... مدرسہ کے فارغ التحصیل سے ... دین بیزار ماحول میں ڈھنگ ... مدرسہ چلانے کی امید نہیں رکھی ... معیاری عصری تعلیمی ادارہ کو ... اس کا نظام چلانے کا تصور بہت

دور کی بات ہے، اس بدگمانی کو عملی طور پر غلط ثابت کرنے والے جامع العلوم انگلش میڈیم اسکول کے بانی مولانا ہی خود اس کے پرنسپل بھی ہیں، اور آج پوری ریاست میں یہ اپنے بلند تعلیمی معیار کی وجہ سے عیسائی اسکولوں کا مقابلہ کر رہا ہے، ادھر مسلسل کئی سال سے حکومتی سطح کے S.S.L.C. کے امتحانات میں اس کے 100 % نتائج خود اپنا سابقہ ریکارڈ توڑ رہے ہیں، اور ۳۰۰۰ سے زائد مسلم طلباء خالص اسلامی ماحول میں عصری تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بنگلور سے قریب شاہراہ سے متصل ایک وسیع اور خوبصورت قطعہ اراضی پر وہ عصری طلباء کا ایک اقامتی اسکول بھی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے ساتھ چلا رہے ہیں جہاں ان کا ارادہ ندوۃ العلماء کے طرز پر عصری و دینی تعلیم کے امتزاج کے ساتھ ایک نمونہ کے خالص دینی مدرسہ کے قیام کا بھی ہے، اس کے لئے انہوں نے اپنے مرشد روحانی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے دار القرآن کی ایک مستقل عمارت کا سنگ بنیاد رکھوایا ہے، اور اس کا تعمیری کام آخری مراحل میں ہے۔

مولانا موصوف ادھر مسلسل ۲/۱ سال سے علیل چل رہے تھے، تشخیص کے بعد معلوم ہوا کہ ان کے دونوں گردے خراب ہو چکے ہیں اور ان کی پیوندکاری ناگزیر ہے، مولانا توکلاً علی اللہ اس کے لئے آمادہ ہوگئے، اور ایک غیر مسلم نوجوان نے اپنا گردہ عطیہ

کرنے کی پیش کش بھی کی، جب پانچ لاکھ کے صرفہ سے ہونے والے آپریشن کے مراحل قریب آگئے تو مولانا کے اندرون سے ایمانی جذبہ نے صدا لگانی شروع کی کہ ایک غیر مسلم کا گردہ لگا کر زندہ رہنے پر ایمانی ناکارہ گردہ کے ساتھ اپنے رب سے جلدی ملنے کو ترجیح دی جائے، ۹۰/۸۰ سال کی طبعی عمر کو پہونچنے والے بوڑھے کو بھی امیدوں سے بھری زندگی کے چند بقیہ لمحات عزیز ہوتے ہیں، لیکن اس جواں سال عالم دین کے لئے اپنے روحانی اور ایمانی ولولہ و جذبہ کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی، بالآخر یہ بات اس غیر مسلم نوجوان تک جب پہونچی تو وہ ان کے اس جذبہ صادق کو سن کر اسی وقت مشرف باسلام ہوگیا، اور اس نے اپنے گردوں کو بھی مشرف باسلام کر کے اس کا عطیہ ملت اسلامیہ کے ایک قابل فرزند اور لائق سپوت کی خدمت میں پیش کر کے یہ ثابت کردیا کہ آج بھی کسی شخص میں ایمان اپنی اصلی حالت میں موجود ہو تو اس طرح کے ایک نہیں دسیوں واقعات روز پیش آسکتے ہیں۔

مجھے تو اس حدیث قدسی پر ایمان تھا ہی، لیکن اس کا میں نے عملی نمونہ بھی دیکھ لیا، جس میں اللہ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں کے ساتھ ان کے گمان کے مطابق ہی معاملہ کرتا ہوں۔

میسر ہو اگر ایمان کامل
کہاں کی الجھنیں، کیسے مسائل

توحید ہی زندگی کی اصل قیمت ہے

توحید انسان کے قلب اور تمام اعضاء و جوارح کو ہستی باری تعالیٰ کے لئے مخصوص کرتے ہوئے اس کے سینے کو ہر قسم کی کدورتوں سے پاک کرتی ہے اور اطمینان کامل عطا کرتی ہے جس شخص کی توحید جتنی زیادہ محکم و توانا ہوگی اسی قدر اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور اسی قدر وہ ذات و صفات الٰہی کے اسرار سے باخبر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں اللہ تعالیٰ کو تم سب سے زیادہ پہچاننے والا ہوں۔ اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔''

پس جو شخص اپنے خالق و پروردگار سے جتنا زیادہ قریب ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ اس سے خوف و خشیت رکھتا ہوگا۔ اور اس کے احکام کا مطیع ہوگا۔ قرب حق کا ایک بڑا اثر یہ بھی ہے کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا پورا پورا احترام کرے اور ان کا ہر دم شکر بجالائے۔ وہ غیر اللہ کی جانب التفات نہ کرے کیونکہ یہ اطاعت حق تعالیٰ میں صریح کوتاہی ہے۔

پس توحید کا واضح تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات اور صفات دونوں میں یکتا اور بے مثل سمجھا جائے اور مخلوق میں سے کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(از فتوح الغیب ص ۷۹)

۲۵ راکتوبر ۲۰۰۱ء | سالانہ ۱۳۰ روپئے | فی شمارہ ۶ روپئے

صبر و شکر

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شکر :- ہر وقت ہمیں بے شمار نعمتیں ملی ہوئی ہوتی ہیں: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا (ابراہیم: ۱۴: ۳۴) "اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گنو تو شمار نہ کر سکو گے" کچھ نعمتیں تو ایسی ہیں کہ کوئی چیز مل گئی جیسے رزق مل گیا، کپڑا مل گیا، مال مل گیا۔ ان کو وجودی نعمتیں کہتے ہیں۔ اور کچھ نعمتیں عدمی ہیں کہ چیز ہم سے دور نہ ہوئی مثلاً اس وقت ہم آرام سے بیٹھے ہیں چھت نہیں گری، دیوار نہیں گری، آسمان سے پتھر نہیں برس رہے، سانپ اور بچھو اور درندہ ہمیں نہیں ستا رہا، چور ڈاکو حملہ نہیں کر رہے، کوئی زہر نہیں کھلا رہا، کوئی قتل نہیں کر رہا۔ قبض نہیں ہے، بدہضمی نہیں ہے، لقمہ گلے میں اٹکا ہوا نہیں ہے، پانی گلے سے اتر رہا ہے۔ ہاتھ پاؤں، آنکھیں، کان کام کر رہے ہیں۔ ان سب نعمتوں کا پورا شکر تو ہم کر ہی نہیں سکتے۔ لیکن جتنا کر سکتے ہیں ہم تو اتنا بھی نہیں کر رہے ہیں۔ بعض دفعہ تو ۲۴ گھنٹوں میں ایک دفعہ بھی ہم اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نہیں کہتے۔ کوئی کہے کہ نماز میں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ پڑھا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ چھلکے کے درجے میں شکر ادا کیا ہے، مغز کے درجے میں ادا نہیں کیا۔ مغز یہ ہے کہ نعمت کی اور نعمت دینے والے کی دل سے قدر ہو، کوئی بہت ہی پیارا دوست کوئی ہدیہ بھیجے اور پہلے وہ منہ نہ لگاتا تھا تو اس ہدیہ کی کتنی قدر ہوتی ہے، کیا کبھی ہم نے عمر بھر اللہ تعالیٰ کے ایک ہدیے کی بھی قدر کی؟ حالانکہ ہر وقت نعمتوں کی بارش ہم پر ہو رہی ہے۔ اگرچہ نعمت پر جوش و خروش ہمارے اختیار میں نہیں، لیکن اس کے اسباب تو ہمارے اختیار میں ہیں۔ جیسے تحصیل دار بن جانا تو ہمارے اختیار میں نہیں، اس کے اسباب جیسے امتحان پاس کرنا درخواست دینا وغیرہ یہ تو اختیار میں ہیں۔

ہم میں شکر کا کوئی جذبہ نہیں ہے۔ نہ عقلی شکر ہم ادا کرتے ہیں نہ طبعی۔ کیونکہ شکر کے لئے لازم ہے کہ نعمت دینے والے کے حق ادا کئے جائیں اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اور ہم صبح سے شام تک نافرمانی کر رہے ہیں، ہم نے صرف چند چیزوں کو ہی سمجھ رکھا ہے، چوری، زنا، غصب، قتل شراب۔ حالانکہ گناہ ہاتھ سے بھی ہوتا ہے اور پاؤں سے بھی، آنکھ سے بھی ہوتا ہے۔ اور دل سے بھی جیسے حسد، تکبر، حرص، محبت مال و جاہ، کینہ۔

صبر :- یہ تو شکر کا حال تھا۔ باقی رہا صبر تو اس کے دو موقعے ہیں: ایک مصیبت وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ: ۲: ۱۵۶) کہ خوشخبری دے دیں ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں، جب ان کو مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ان ہی کی طرف لوٹیں یعنی وہ شکوہ شکایت نہیں کرتے اور ا دل میں حق تعالیٰ سے ناشکری اور حق تعالیٰ بے تعلقی نہیں ہوتی۔ ہماری حالت یہ ہے ذرا سی تکلیف میں شکوہ شکایت زبان کم از کم دل میں آجاتا ہے، دوسرا موقع صبر عبادت ہے تو نماز میں حال یہ ہے کہ خشوع خضوع تو دور کی چیز ہے۔ رکوع و سجدہ بھی ہمارا ٹھیک نہیں ہے، آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہمیں ایک آدمی لا دو۔ وہ چارپائی پر ڈال کر ایک اندھا، گونگا، لنگڑا، ہاتھوں سے لنجا لا دے تو آپ خوش ہونے کی جگہ ناراض ہوں گے۔ ایسے ہی ہماری نماز سے اللہ تعالیٰ خوش ہونے کی جگہ ناراض ہوتے ہیں۔ اب یہ نہ کرو کہ چھوڑ دو، بلکہ اصلاح کرتے رہو، کرتے رہو۔ یہاں تک کہ نماز اعلیٰ ہو جائے، پوری کوشش کے بعد جس درجے کی بھی نماز ہو جائے گی آقا قبول فرمالیں گے۔ فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ (الفرقان ۲۵: ۷۰) حسنات کی تفسیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی کہ توبہ کی برکت سے وہ ہماری نماز کو جو گناہ کہلانے کے قابل ہے عبادات ہی میں شمار فرما لیتے ہیں جیسے غریب لوگ مٹی کے تربوز اور خربوزے تحفہ میں لاتے ہیں تو سخی رئیس ان کو ہنس قبول کر لیتے ہیں۔ خشوع کی آسان صورت یہ ہے کہ ہر لفظ اور ہر رکوع اور سجدہ ذرا سوچ کر کرے۔ شروع میں کچھ مشق کرنی ہوگی پھر عادات سے آسانی ہو جائے گی ایسے نہ پڑھیں جیسے گھڑی کو ایک دفع چابی دیتے ہیں پھر وہ ۲۴ گھنٹے تک چلتی

(باقی ص ۲۹ پر)

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۲۵ اگست ۲۰۰۱ء .... مطابق .... ۵ رجمادی الثانی ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر ۲۰

نیچے بنے دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

زرتعاون

فی شمارہ ---------- =/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ..... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ..... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

گزارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت

کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپوزیشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زرضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs 30

۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر =/Rs 80

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr TARIQUE HASAN ASKARI Sb
P O Box No.842
Mdina Munawwara(K.S A)

برطانیہ
Dr.M.AKRAM NADWI Sb.
Oxford Center for Islamic Studies
George Street
Oxford Ox1 2AR ,U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P.O.Box No.388 Vereninging.(S.Africa)

قطر
Mr.ABDUL HAI NADWI Sb.
P O Box.No.10894, Doha-Qatar

دبئی
Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P.O.Box No.12525, Dubai(U A.E)
Ph:No.3970927

پاکستان
Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H.No 109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ
Dr.A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

یورپ میں صنف نازک کے ساتھ سلوک

آزادیٔ نسواں کا چرچا تو ہزاروں بار ہم آپ سنتے رہے ہیں، مگر عورتوں کی پٹائی کی بات وہ بھی یورپ میں، کثرت اور شدت کے ساتھ شاید نئی بات معلوم ہو یا مبالغہ آرائی کا شک گذرے۔

''اکنومسٹ'' برطانوی پندرہ روزہ رسالہ ''ٹائمس'' اور ''نیوز ویک'' کی طرح دنیا بھر میں پڑھا جاتا ہے، اہم اور راز کی خبریں اعداد و حقائق (فیگر اینڈ فیکٹس) کی روشنی میں شائع ہوتی ہیں، اور مشہور ہو جاتی ہیں۔ یورپ اور امریکہ کی خبریں تو کم ہوتی ہیں اور ہوتی بھی ہیں تو صرف مثبت پہلو، اقتصادی سرگرمی یا جنسی جرائم (جو وہاں کے لئے بہت معمولی بات ہے) کی کچھ تفصیلات، مگر افریقہ ایشیا، چین جاپان، ہند، پاکستان، خلیج ممالک کے لئے بدنام کنندہ اور رائی کو پہاڑ بتانے والی خبریں کثرت سے شائع ہوتی رہتی ہیں، اسی رسالہ کا تازہ شمارہ ۱۱/ اگست ۲۰۰۱ء میں ایک خبر یورپ کی بھی چھپ گئی ہے جس کا عنوان ہے ''اسپین میں مرد عورتوں کی پٹائی کثرت سے کر رہے ہیں'' اسی زبان کی ایک کہاوت میکدوں کی دیواروں پر کثرت سے دیکھی جا رہی ہے، محاورہ یہ ہے ''بیویوں کو ساتھ نہ لاؤ ان کی ٹانگیں توڑ کر گھر میں رکھو''، اس مشورہ پر بقول تبصرہ نگار کے تیزی سے عمل بھی ہو رہا ہے۔

وہاں کی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر جن کا موضوع ''اصول طبیہ'' یا قوانین طب'' (میڈیکل لاء) ہے، میں ان کا نام اور ان کی یونیورسٹی کا نام اس لئے نقل نہیں کر رہا ہوں کہ اردو میں اس کا تلفظ مجھے معلوم نہیں۔ ان پروفیسر صاحب کا کہنا ہے کہ گذشتہ سال بائیس ہزار سے زیادہ خواتین کے پٹے جانے کی وارداتیں رجسٹرڈ ہوئی ہیں ۱۹۹۷ء میں اس طرح کے حادثے صرف سترہ ہزار تک محدود تھے، مگر یہ تعداد صرف ایک ڈاکٹر کے سامنے پیش ہونے والی واردات پر مشتمل ہے۔ اور وہ بھی ان خواتین کی رپورٹیں ہیں جن کے ہاتھ پیر توڑ کر بیکار کر دیئے گئے۔ لاتوں، گھونسوں، تھپڑوں اور چپلوں سے جو تواضعات ہوئی ہیں ان کی رپورٹیں پولیس اسٹیشنوں میں درج کرائی گئی ہوں گی، ان کا پتہ یونیورسٹی کے پروفیسر کو نہیں۔

آزادیٔ نسواں کی تقلید میں سرگرداں مشرقی ممالک کے سیاستداں معلوم نہیں ان خبروں اور خبروں پر تبصرہ کا کیا مطلب نکالتے ہوں گے یورپ کا ایک بڑا ملک جہاں ہر عورت دن کو دفتروں، کمپنیوں، بینکوں میں کام کرتی ہے اور رات کو واپس آ کر شوہر کی خدمت کرتی ہے۔ شوہر صاحب کو اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ کسی ناچ گھر یا کسی میکدہ میں جانا ہے، اس لئے اس کو روکنے کے لئے وہ اپنی اسپینی زبان کی کہاوت کو اپنا اصول بناتے ہیں، آزادیٔ نسواں کا انجام یہ ہے کہ دن کو چھٹی نہیں اور رات کو پٹائی ہوتی ہے۔ اور اگر کسی مشرقی ملک یا افریقہ میں کسی خاتون کی نکسیر پھوٹے تو ایک واویلا مچ جائے گا کہ صنف نازک کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے اس کا احترام نہیں ہو رہا ہے مگر فرانس یا اسپین میں واقعی ظلم ہو رہا ہو تو اس کو معمولی بات سمجھا جاتا ہے۔

یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی (رحمۃ اللہ علیہ)

یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے، اور دین کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے، اس دین کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ اصول مقرر اور مقدر کردیا ہے کہ اس کے لئے زندہ اشخاص برابر پیدا ہوتے رہیں گے، کوئی درخت اس وقت تک سرسبز وشاداب اور زندہ درخت نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ وہ باثمر نہ ہو، اس میں نئی نئی پتیاں اور نئے نئے شگوفے نہ کھلتے رہتے ہوں۔ یہ دین زندہ ہے اور زندہ انسانوں کے لئے ہے، اور اس کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے وہ دین مٹ گئے، ختم ہوگئے، جنھوں نے روحانیت کے میدان میں، علم کے میدان میں فکر کے میدان میں، قیادت کے میدان میں زندہ اشخاص پیدا کرنے بند کردیئے، انسان زندہ اشخاص سے متاثر ہوتا ہے، چراغ سے چراغ جلتا رہا ہے اور چراغ سے چراغ جلنا چاہئے اور جلتے رہنا چاہئے، اور اگر اس امت کو باقی رہنا ہے تو اس امت کیلئے ضروری ہے کہ وہ زندہ اشخاص پیدا کرے، اس کا درخت علم، اس کا درختِ فکر، اس کا درختِ اصلاح اور اس کا درختِ روحانیت نئے نئے برگ وبار لاتا رہے، نئے نئے شگوفے کھلاتا رہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ میری امت بارانِ رحمت کی طرح ہے، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ابتدائی قطرے مردہ زمین کیلئے زیادہ حیات بخش ہیں یا بعد کے۔

(درحقیقت) اسلاف کے کارنامے، اسلاف کا خلوص وصداقت، اسلاف کا تعلق مع اللہ، اسلاف کی استقامت اور اسلاف کی قربانیاں بعد کی نسلوں کے لئے بہترین سرمایہ ہیں اور وہ حیات و زندگی کا پیغام دینے والی ہیں۔ ہم نے ہمیشہ کہا اور مانا کہ ہمارے بزرگ ایسے تھے، ان کا حافظہ اتنا قوی تھا، ان کا علم اتنا وسیع تھا، وہ ایسے تبحر عالم تھے، یہ سب سر آنکھوں پر لیکن اتنا کافی نہیں۔

اس دین کیلئے خدا فیصلہ کرچکا ہے کہ یہ دین قیامت تک کے لئے ہے، لہذا اس کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے، روحانیت بھی زندہ انسانوں ہی سے قائم ہے، محققین صوفیاء اور مشائخ کی تحقیق بھی یہی ہے کہ تزکیہ وعلم باطن بھی زندہ انسانوں ہی سے حاصل کیا جاتا ہے، اور زندہ انسانوں ہی سے اس کی تکمیل ہوتی ہے، ورنہ ایسے ایسے بلند مرتبہ لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے ایک کافی تھا، لیکن وہ کہتے ہیں کہ زندگی میں حرکت ونمو ہے، زندگی میں تنوع ہے، ابھی ایک رنگ آیا ایک رنگ گیا، ابھی ایک مرض پیدا ہوا، اور ایک مرض گیا، اس لئے جن کا تعلق اس زندہ کائنات اور عالم طبیعی سے ٹوٹ چکا ہے، وہ ان متحرک اور زندہ انسانوں کی رہنمائی نہیں کرسکتے، فیض ان سے حاصل ہوسکتا ہے (فیض کے جو طریقے ہیں ان کے ذریعے) اس میں غلط فہمی نہ ہو، لیکن رہنمائی زندہ انسانوں ہی سے حاصل ہوتی ہے، کسی نسل میں سب کچھ ہے، بڑے کتب خانے ہیں، تاریخ کے بڑے بڑے ذخیرے ہیں،

> اگر اس امت کو باقی رہنا ہے تو اس امت کیلئے ضروری ہے کہ وہ زندہ اشخاص پیدا کرے، اس کا درخت علم، اس کا درخت فکر، اس کا درخت اصلاح اور اس کا درخت روحانیت نئے نئے برگ و بار لاتا رہے، نئے نئے شگوفے کھلاتا رہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ میری امت باران رحمت کی طرح ہے، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ابتدائی قطرے مردہ زمین کے لئے زیادہ حیات بخش ہیں یا بعد کے۔ اس دین کے لئے خدا فیصلہ کرچکا ہے کہ یہ دین قیامت تک کے لئے ہے، لہذا اس کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے۔

لیکن زندہ ہستیاں نہیں ہیں، جن کے قلوب سے اور جن کے اجتہادِ فکر سے، جن کے تفقہ سے، جن کی بصیرت سے ہم روشنی حاصل کریں۔

حدیث صحیح میں ہے کہ "ان الله يبعث على رأس كل مائة سنة من يجدد لهذه الأمة أمر دينها" کہ اللہ تعالیٰ ہر سو برس میں ایک مجدد بھیجتا رہے گا، جو اس دین کو تازہ کردے گا، اور تجدید کا فرض انجام دے گا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس وقت تو وہ دین کو تازہ کردے گا پھر وہ سلسلہ ختم ہوجائیگا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عرصہ تک اس کا وجود رہے گا "من يجدد لهذه الأمة أمر دينها" کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آئے اور ہفتہ دو ہفتہ کے لئے دین کا چرچا ہوگیا اور چلے گئے، ان میں سے کسی بھی بزرگ کا حال پڑھیں، کسی کا اثر سو برس تک رہا اور بعض ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کا اثر صدیوں تک رہا۔

ریلوے لائن پر ایک چھوٹی گاڑی چلا کرتی تھی، (اور غالباً اب بھی چلتی ہے) جس کو ٹرالی کہتے تھے، لوگ اس کو ٹھیلتے تھے، اور پھر اس پر بیٹھ جاتے تھے، اور وہ چلتی اور پھسلتی رہتی تھی، جب وہ رکنے لگتی تھی تو پھر اتر کر دھکا دیتے تھے، اور بیٹھ جاتے تھے، اس سے لائن کا معائنہ ہوتا تھا، اس امت کی گاڑی کو بھی اسی طرح سمجھئے اور اس کو ٹھیلنے والے اس امت کے علماء اور مشائخ اور مجدد ہیں، یہ اس کو ٹھیل دیتے ہیں اور وہ خود اپنے پہیوں پر چلتی ہے، یہ نہیں کہ اس کو چلاتے ہی رہتے ہیں، گاڑی خود چلے گی اپنے پہیوں پر، لیکن اس کو ٹھیلنے اور چلانے کے لئے زندہ انسانوں کی ضرورت ہے، وہ کوئی ٹیکنیکل چیز نہیں ہے، زندہ انسان اس کو بڑھاتے ہیں اور ٹھیلتے ہیں، اور وہ اپنے پہیوں پر چلتی ہے، کیونکہ ٹرالی کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے پٹریوں میں اتنی چکناہٹ اور پہیوں میں اتنی حرکت وسُرعت اور چلنے کی اتنی صلاحیت ہو کہ وہ چل سکے، اور آدمیوں کے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہو کہ وہ اس کو ٹھیل سکیں، اور مسافر جو بیٹھے ہوں وہ ایسے ہوں کے بیٹھے رہیں، اور جم جائیں، اس امت کی روایت یہ ہے کہ جب اس پر تعطل اور بے عملی طاری ہونے لگتی ہے تو کوئی اللہ کا بندہ آتا ہے اور اس کو دھکا لگاتا ہے، اور پھر وہ خود چلتی ہے، اور کچھ دور تک چلی جاتی ہے۔

میں مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ دونوں کو اس دور کا مجدد سمجھتا ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ جہاں کہیں بھی علم دین ہے، جہاں کہیں بھی سنت کی دعوت ہے، جہاں کہیں بھی شرک وبدعت سے اجتناب کا جذبہ اور اس سے تنفر ہے، یہ ان دونوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے، دیکھئے ایک ایسا بھی انسان تھا جس نے اس زور سے دھکا دیا کہ امت کی گاڑی ساڑھے تین سو سال سے برابر چل رہی ہے، اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کتنا چلے، پھر کوئی اور اللہ کا بندہ پیدا ہوا اور اس کے دھکے سے اور کتنا چلے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا پورا خاندان، حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ کے سو ڈیڑھ سو برس کے بعد پیدا ہوا، اور ان کے کام کے اثرات تیرھویں صدی کے ابتداء میں ظاہر ہوئے، میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ فریضہ ہے تمام مدارس کا اور تمام علماء کا کہ زندہ اشخاص پیدا کرتے رہیں۔

(آج) عالم اسلامی کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایسے علماء ملک میں رہیں کہ وہ نئے مسائل سمجھ سکیں، اور نئے مسائل کے حل پیش کرسکیں، اور اس میں وہ شریعت کی مدد سے کتاب وسنت کی مدد سے، اصول فقہ اور فقہ کی مدد سے رہنمائی کرسکیں، اس لئے جہاں اور چیزوں کی ضرورت ہے وہاں ایک بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایسے متبحر علماء پیدا ہوں جو وقت کی ضرورت کو سمجھ سکیں اور صحیح رہنمائی کرسکیں۔

(از: دعوت فکر وعمل ص ۲۰۸ تا ص ۲۱۳ ملخصاً)

ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت

(دوسری و آخری قسط)

● حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

آئندہ نسل کی فکر

اس ملک میں ہمارا مسئلہ بہت اہم ہے، اگر ہم نے اپنی نئی نسل کی تعلیم کی فکر نہیں کی، اس کی تربیت کی فکر نہیں کی، اس کے دین کے تعلق کو نہیں جوڑا، اس کو اللہ اور رسولؐ کے تعلق سے نہیں جوڑا تو یہ نئی آنے والی نسل ویسی نہیں ہوگی جیسی ہونا چاہیئے، اس کا دین سے تعلق قائم نہیں رہے گا۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے اور ہوا ہے سب سے بڑی اور اہم ضرورت ہمارے لئے یہ ہے کہ اس بات کی فکر کریں کہ ہماری آئندہ نسل اسلام پر باقی رہے گی یا نہیں رہے گی، اس کا دین سے تعلق رہے گا یا نہیں رہے گا۔

حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر بہت زور دیتے کر کہتے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا جس وقت انتقال ہونے لگا' انھوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا بیٹو بتاؤ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ حالانکہ وہ نبیوں کے بیٹے تھے، ان کے دادا نبی، ان کے باپ نبی، پردادا نبی، ان سے پوچھ رہے ہیں بتاؤ تم کس کی عبادت کروگے، کہا آبا جان ہم کس کی عبادت کریں گے، ظاہر ہے کہ جن کی عبادت ہم کو کرنی چاہیئے، اپنے خدا کی اور اپنے باپ دادا کے خدا کی جس کی وہ عبادت کرتے تھے ہم عبادت کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ جب تک ہمیں اطمینان نہ ہوجائے ہم مرنا نہیں چاہتے، حقیقت یہ ہے کہ ہمیں فکر اس بات کی کرنے کی ضرورت ہے کہ ہماری آنے والی نسل اسلام پر قائم رہے گی۔ یا نہ رہے گی۔ اور یہ نسل اسلام پر صرف تمناؤں سے قائم نہیں رہے گی بلکہ اس کے لئے جدوجہد کرنا پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلے گا اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے کام چلے گا، اگر ہم بیٹھے تمنا کرتے رہیں کہ ہمارا بیٹا ہمارا پوتا مسلمان رہے، اس طرح مسلمان نہیں رہے گا جب تک ہم انتظام نہیں کریں گے یا فکر نہ کریں گے کہ ہم مسلمان رہیں۔ اس کے لئے تدبیریں نہیں اختیار کریں گے جن تدبیروں سے وہ اسلام پر قائم رہے، اسلام کے عقیدے کے مطابق زندگی گذارے کر سکے وندے ماترم کے متعلق سنا کہ وندے ماترم کو اسکولوں اور کالجوں میں رائج کیا جارہا تھا۔ سارے مسلمان بچوں سے پڑھوایا جارہا تھا۔ وہ خالص شرک کا عقیدہ ہے۔ آپ بتلایئے اگر اس پر توجہ نہ کی گئی ہوتی تو آج سارے اسکولوں میں وندے ماترم رائج ہوتا ہمارے سارے مسلمان اور ماں باپ یہ سمجھتے کہ بچہ تعلیم حاصل کر رہا ہے لیکن حقیقت میں وہ اپنے عقیدہ کو کھو رہا ہے اور اپنے دین کو ضائع کر رہا ہے، یہ باتیں ایسی ہیں کہ ہم ان کے خلاف احتجاج کرسکتے ہیں اور حکومت کو متوجہ کرسکتے ہیں لیکن تنہا یہ بات کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مثبت کام بھی کرنا ہوگا ہمیں زیادہ سے زیادہ اسکول اور مدرسے قائم کرنے ہوں گے، تعلیم کا نظام قائم کرنا ہوگا۔ اس لئے کہ اس ملک کا قانون ہمیں اس کی اجازت دیتا ہے کہ ہم پرائیویٹ اسکول قائم کریں، امریکہ میں یہودی بہت تھوڑی تعداد میں ہیں، ان کی تعداد اسی نوے لاکھ سے زیادہ نہیں ہے، لیکن انھوں نے پورے امریکہ کو اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے، قبضہ کیسے کیا ہے؟ تعلیم کے ذریعہ سے کیا ہے انھوں نے شروع سے ہی یہ بات طے کرلی کہ ہم اقلیت میں ہیں اگر ہم نے اپنا تعلیم کا نظام خود قائم نہیں کیا تو ہم اپنی جگہ پر قائم نہیں رہ سکتے۔ ہم دوسری سوسائٹی میں بالکل گھل مل جائیں گے۔ انھوں نے پرائیویٹ اسکول اور کالج کثرت سے قائم کئے جن میں اپنی مرضی کے مطابق تعلیم دیتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق سارا نظام چلاتے ہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اپنے کو باقی رکھا ہے، صرف باقی ہی نہیں رکھا ہے بلکہ وہ حاوی ہوگئے ہیں، پورے ملک پر چھا گئے ہیں اس لئے تعلیم جتنی ہوگی اتنا ہی وہ آگے آجائیگا دنیا اس کو مانے گی اور دنیا کو ماننا پڑے گا۔ اگر ہم اپنے اندر صلاحیت پیدا کرلیں تو دنیا ہم کو مانے گی اگر ہم نے صلاحیت پیدا نہیں کی تو دنیا ہم کو پیچھے کردے گی راستے سے ہٹادے گی۔

دین و ایمان کی حفاظت

تعلیم کا مسئلہ بہت اہم ہے دنیاوی تعلیم کا بھی

مسئلہ اور دینی تعلیم کا بھی مسئلہ ہے دنیاوی تعلیم سے دنیا بنتی ہے اور دینی تعلیم سے ہمارا اخلاق، ہمارا عقیدہ، ہمارا مذہب قائم رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے ہمیں دونوں طرح کی تعلیم کی فکر کرنا پڑے گی اب رہی دنیاوی تعلیم تو اس کے بڑے وسائل دنیا میں پائے جاتے ہیں، اس کے اسکول اور کالج اور درسگاہیں بھی ہیں۔ اور اس کی تعداد بھی کافی ہے، اس کی طرف اتنی توجہ کی ضرورت نہیں اس لئے کہ وہ خود بخود ہو رہا ہے لیکن سب سے بڑا خطرہ اس وقت ہماری دینی تعلیم کا ہے۔ دین کو یہ نہ سمجھئے کہ وہ قرآن مجید حدیث شریف پڑھانے کا ایک نظام ہے۔ صرف ایسا نہیں ہے بلکہ دین کے باقی رکھنے کا نظام ہے، قرآن وحدیث کیا ہے؟ قرآن وحدیث سے ہم کو دین کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اللہ ورسول کی مرضی معلوم ہوتی ہے دین کے احکام معلوم ہوتے ہیں، صرف قرآن شریف اور حدیث شریف پڑھا دینا ہی کافی نہیں کہ ہم نے قرآن وحدیث پڑھا دیا بلکہ ہم نے دین کو باقی رکھنے کا انتظام کیا، ہمارے مدرسے جو ابتدائی ہوں یا اعلیٰ ہوں دونوں کی بڑی اہمیت ہے۔

ابتدائی مدرسے کی اہمیت اس لئے ہے کہ اس سے عقائد درست ہوتے ہیں، بچہ خدا ورسول کی معرفت حاصل کرتا ہے، اگر ہم نے ابتدا میں بچہ کا عقیدہ صحیح نہیں کرایا۔ اللہ اور رسول کا تعارف نہیں کرایا اور اس کے دل میں دین وایمان کی حقیقت اور اللہ ورسول کی محبت نہیں پیدا کر دی، تو بچہ جو چاہے گا اچک لے جائے گا اور جو چاہے گا اپنا عقیدہ اس کے دماغ میں ڈال دے گا۔ وہ آپ کا نہیں ہوگا بلکہ ----------۔ وہ دوسرے کا ہوگا، دیکھئے میں آپ تاریخ کے لحاظ سے اور پیدائش کے لحاظ سے بتائیں گے کہ ہمارا لڑکا ہے لیکن ---------- وہ آپ کا لڑکا نہیں ہوگا۔ وہ آپ کے عقیدے کے مطابق نہیں ہوگا۔ آپ کے اخلاق کے مطابق نہیں ہوگا۔ آپ کی امنگوں اور توقعات کے مطابق نہیں ہوگا۔ تو ہم اگر اپنے لڑکے کو اپنا لڑکا رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں فکر کرنی پڑے گی کہ اس کے عقائد درست ہوں۔ اس کا اللہ اور رسول سے تعلق باقی رہے، وہ توحید وشرک کا فرق سمجھے اسلئے کہ توحید عظیم دولت انعام ہے۔

یہ ملک شرک کا ملک ہے، شرک یہاں بسا ہوا ہے، ہر طرف شرک پھیلا ہوا ہے تعلیم گاہوں میں شرک ہے اور بازاروں میں شرک آپ کو ملے گا، شرک عام ہے شرک کا ملک ہے، یہاں اگر ہم تعلیم کو قائم نہیں رکھیں گے تو توحید قائم نہیں رہ سکتی اس کے لئے ہم کو انتظامات کرنے پڑیں گے۔ آج کے ہمارے یہ مدرسے چاہے جتنے بیچارے متواضع قسم کے ہوں، معمولی قسم کے معلوم ہوتے ہوں لیکن یہ بہت اچھے مقصد کے لئے قائم ہو رہے ہیں، ان کی ہمت افزائی کی ضرورت ہے اور ایسے مدرسے اور زیادہ قائم کرنے کی ضرورت ہے یہاں بچوں کے عقائد درست کئے جائیں، اس کو دین سے وابستہ کیا جائے، اللہ اور رسول سے محبت پیدا کی جائے اور اس کو توحید اور شرک کا فرق بتایا جائے تاکہ وہ بڑا ہو کر کسی فساد میں نہ پڑے، کسی جال میں نہ پھنسے اگر کسی گمراہ کرنے والے کی گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریروں میں فرماتے تھے کہ ہم کو اس کا ایسا جذبہ ہونا چاہیئے کہ آدمی خواب دیکھتے دیکھتے چلّانے لگے اور لوگ گھبرا جائیں کہ کیا بات ہے، کیا خواب دیکھا ہے، کیا بات ہے، کیوں چلا رہے ہو، کہا کہ ہم نے خواب دیکھا ہے کہ ہم کو کوئی شرک کی تعلیم دے رہا ہے، ہم کو کوئی توحید سے ہٹا رہا ہے۔ توحید سے ایسی محبت ہونی چاہیئے کہ آدمی کو خواب میں بھی توحید کے عقیدے کا خطرہ معلوم ہو تو بے چین ہو جائے، پریشان ہو جائے، بدحواس ہو جائے اور کیوں نہ ہو شرک اور توحید کا یہ فرق ہے کہ شرک والا جہنم میں جائے گا۔ اور توحید والا جنت میں جائے گا۔ تو شرک کو کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے، شرک کو کیسے اپنے گھر میں بسنے دیا جا سکتا ہے، شرک کو کیسے اپنے اوپر طاری کیا جا سکتا ہے، یہ جہنم میں لے جاتا ہے۔ اس طرح اگر شرک کا خطرہ ہو تو آدمی کو بے چین ہو جانا چاہیئے، تڑپ جانا چاہیئے، اور اس میں ایسی کیفیت پیدا ہو جائے جیسے اس کو آگ میں ڈالا جا رہا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی تعلیم کے سلسلے میں کہ کسی نے آگ جلا دی اس میں پروانے گر رہے ہیں۔ اس طرح ہماری یہی مثال ہے کہ لوگ شرک میں گرے جا رہے ہوں اور میں ان کو پکڑ پکڑ کر نکال رہا ہوں۔

بھائیو! اور دوستو! مدرسہ کی بڑی اہمیت ہے، تعلیم کی بڑی اہمیت ہے یہ پشتہ لگانے کی بات ہے یہ سیلاب ہے ہم سیلاب کی زد میں ہیں۔ اس سیلاب کو ہم روکنے کے لئے جتنا پشتہ بنا سکیں جتنی

روک کر سکیں ہمیں روک کرنی چاہیئے۔ اور بندش لگانا اور روک لگانا اسی طرح ہو سکتا ہے۔ اس کے دو طریقے ہیں ایک مثبت طریقہ اور ایک منفی طریقہ ایک تو یہ کہ توحید کو بگاڑنے والی اور دین سے برگشتہ کرنے والی باتوں کا مقابلہ کریں اور ان کو روکنے کی کوشش کریں، ان کی تدابیر ہم اختیار کریں، اور دوسرا طریقہ ایجابی ہے، یعنی مثبت وہ یہ کہ ہم ایسے انتظامات کریں کہ ہم محفوظ رہیں اور کسی خطرہ میں مبتلا نہ ہوں، اور کسی سازش سے بگاڑا نہ جا سکے اس لئے کہ سازشیں چل رہی ہیں۔

ہندوستانی نظام تعلیم

تعلیمی نظام جو ہندوستان میں رائج ہے وہ ہندو دیومالا کو عائد کر رہا ہے وہ توحید کے عقیدے کو بگاڑ رہا ہے، شرک کے عقیدے کو دلوں میں بٹھا رہا ہے، اگر ہم نے اس سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے بچوں کو اس سے بچانے کے لئے اور نئی نسل کو دین پر باقی رکھنے کے انتظامات نہیں کئے تو نئی نسل ایمان و عقیدہ کے اعتبار سے تباہ ہو جائے گی۔ اس کے لئے ہمیں انتظامات کرنے پڑیں گے۔ اور اس کے انتظامات یہ ہیں کہ اپنے گھروں کے انتظامات درست کریں ہمارے گھر کے اندر بچوں کی صحیح تربیت ہو، بچوں کے دماغ میں صحیح عقائد ڈالے جائیں۔ پہلے زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ بچوں کو ان کی مائیں، ان کی دادیاں انکی پھوپھیاں اور خالائیں انبیاء کے قصے سُناتی تھیں۔ اور ایسے ایسے قصے کہانیاں سُناتی تھیں کہ جس سے ان کے دماغ میں نبیوں کی محبت، نبیوں کے نام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پیدا ہو جائے چھوٹا بچہ ہے اس کو کہانی سُننے کا شوق ہے مائیں پھوپھیاں اس کو ایسی کہانیاں سُناتی تھیں جس سے عقیدہ درست ہوتا تھا جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ سے واقفیت ہوتی تھی۔ محبت پیدا ہوتی تھی کہ بچہ محبوب ہوتا ہے۔ اگر بچہ خطرے میں پڑ جاتا تو ان خطروں کا مقابلہ تھوڑا بہت کر سکتا تھا۔ آج یہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ آج گھروں کے اندر ٹیلی ویژن تربیت کر رہا ہے، ٹیلی ویژن سکھا رہا ہے۔ ماں باپ نہیں سکھا رہے ہیں ماں باپ کو موقع بھی نہیں مل رہا ہے، آج کل بچے ٹیلی ویژن سُنتے ہیں ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں، ریڈیو سُنتے ہیں اور بازاروں میں جا کر اشتہارات دیکھتے ہیں اور بازاروں کا منظر دیکھتے ہیں آج انکی تعلیم اس طریقے سے ہو رہی ہے وہ کیسے مسلمان رہ سکتے ہیں کیسے ان کا عقیدہ درست رہ سکتا ہے، اگر ہم اس کے لئے مثبت انتظام نہیں کرتے، ہم گھروں کا انتظام درست نہیں کرتے، گھروں میں اپنے بچوں کو صحیح باتیں نہیں سکھاتے اور ان کے اخلاق کو درست رکھنے کی کوشش نہیں کرتے تو چوری سیکھنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ غلط اخلاق سیکھنے میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس لئے پہلے ہمیں اپنے گھروں کو درست کرنا پڑے گا اس کے بعد ہمیں مدارس کا جال بچھانا پڑے گا جہاں ہمارے بچے پہلے دین کی بنیادی باتیں سیکھ لیں۔ ان کے عقائد درست ہو جائیں ان کو اللہ اور رسولؐ کی پہچان ہو جائے ان کو توحید اور شرک کا فرق معلوم ہو جائے تو ان کو جو تعلیمی نصاب کے خطرات پیش آتے ہیں ان کا تھوڑا بہت وہ مقابلہ کر لیں گے۔ لہٰذا اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم بچوں کی تعلیم کا انتظام کریں اور ایسی تعلیم کا انتظام کریں کہ ان کے اخلاق، ان کا عقیدہ، ان کا دین محفوظ رہے اور اس کے بعد وہ تعلیم بھی حاصل کریں، ان کا عقیدہ جب درست ہو جائے گا۔ اللہ اور رسولؐ سے وابستگی ہو جائے گی تو انشاء اللہ وہ محفوظ ہوں گے، اور پھر وہ آپ کے ہوں گے آپ سے محبت کرنے والے ہوں گے، آپ کے خیالات ماننے والے ہوں گے، آپ کے عقیدے کے مطابق ہوں گے، آپ ان کو دیکھ کر خوش ہوں گے، آپ اس دنیا سے جائیں گے تو خوشی خوشی جائیں گے کہ ہمارا لڑکا ایسا ہے ہم ایسی نسل چھوڑ کر جا رہے ہیں، ہم ایسی اولاد چھوڑ کر جا رہے ہیں جو ہمارے راستے پر ہے جو ہمارے لئے دعا کرے گی، جو ہمارے لئے ثواب کا باعث بنے گی اور اگر وہ اولاد ایسی ہے کہ جس کو دوسروں نے اچک لیا ہے دوسروں نے اس کے دماغ کو بدل دیا ہے اس کے عقیدے کو خراب کر دیا ہے وہ اولاد آپ کے کس کام کی ہے وہ آپ کو گالی دے گی۔ وہ آپ کو بُرا بھلا کہے گی اور آخرت میں آپ کے لئے ثواب کا باعث نہیں ہوگی، یہ بہت دردناک بات ہے، بہت چونکا دینے والی اور فکر پیدا کر دینے والی بات ہے چونکہ ہمارے سامنے جلدی یہ چیز پیش نہیں آتی، اس لئے ہم اس سے غافل ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ ایسا ہے کہ دس سال کے بعد، بیس سال کے بعد

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

انسانی حقوق و فرائض کی ادائیگی کا حکم

(تیسری و آخری قسط)

● حضرت مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

جو لوگ خدا کے لئے صبر سے کام لیتے ہیں، اور برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتے ہیں۔ ان کا انجام بخیر ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (رعد۔۲۲)

اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی خوشنودی کیلئے صبر کیا، اور نمازیں پڑھیں اور ہم نے ان کو جو رزق دیا تھا اس میں خفیہ اور علانیہ خدا کی راہ میں خرچ کیا۔ اور برائی کے بدلہ نیکی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا انجام بخیر ہوگا۔

احسان وسلوک زندگی کے کاروبار اور انسانوں کی ضرورتوں میں ایک دوسرے کی عملی ہمدردی، امداد و اعانت اور احسان وسلوک پر انسانی معاشرہ قائم ہے۔ اگر یہ شریفانہ جذبہ نہ ہو تو معاشرتی مسرتوں کا خاتمہ ہو جائے اس لئے اسلام میں احسان وسلوک کی بڑی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بڑا محسن ہے۔ اس کی صفات میں ایک صفت احسان بھی ہے بندوں کے ساتھ اُس کے احسانات کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ابراہیم۔۳۴)

اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی ایک دوسرے کے ساتھ احسان و حسن وسلوک سے پیش آئیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى (نحل۔۹۰)

اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے ساتھ عدل واحسان وسلوک کا اور قرابتداروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔

ایک دوسری آیت میں ہے،

اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (قصص)

تم بھی احسان کرو جس طرح خدا نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے۔

اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے،

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (بقرہ۔مائدہ)

اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

انسانی ضرورتوں اور احتیاجوں کی طرح احسان وسلوک کی شکلیں بھی بے شمار ہیں۔ ان کا احاطہ دشوار ہے اس کی مختصر تعریف یہ کی جا سکتی ہے کہ دوسروں کی ہر قسم کی جائز امداد و اعانت اور ہر وہ نیک کام جس سے دوسروں کی ضرورت پوری اور مشکل آسان ہو یا اس کو آرام و راحت اور خوشی و مسرت حاصل ہو۔ اس اعتبار سے احسان میں ایک انسان سے متعلق دوسرے انسانوں کے جملہ اخلاقی فرائض آجاتے ہیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے اور اس سے ہر سلیم الفطرت انسان واقف ہے۔

رحم:۔ انسانیت کا ایک بڑا وصف جس سے اس کی تکمیل ہوتی ہے، رحم ہے، جس انسان میں رحم نہ ہو وہ حیوان، اور جس دل میں لطف و محبت نہ ہو وہ پتھر کا ٹکڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا وصف رحمن و رحیم ہے۔ رحمت اس پر اس قدر غالب ہے کہ رحمن و رحیم جو اس کے اسمائے حسنیٰ میں ہیں۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اسم علم کی جگہ لے لی ہے چنانچہ رحمن و رحیم کا اطلاق صرف اس کی ذات پر اور کلام مجید کی ہر سورۃ کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہوتا ہے۔ سارا عالم اس کی رحمت کا جلوہ گاہ ہے،

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا (مومن۔۷)

اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم سب چیزوں پر حاوی ہے۔

وہ سب سے بڑا رحم والا ہے "اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ"

اُس نے اپنے اوپر رحمت واجب کرلی ہے کلام مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (انعام)

پوچھئے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے کس کا ہے کہہ دیجئے اللہ کا ہے، اُس نے (مخلوقات پر) رحمت اپنے اوپر واجب کرلی ہے۔

چنانچہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (انبیاء)

ہم نے تم کو ساری کائنات کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔

آپ کی ذات سراپا رحم و کرم تھی،

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (توبہ)

لوگو تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں تمہاری تکلیف ان پر شاق گذرتی ہے اور ان کو تمہاری بہبود کا ہوکا ہے اور وہ مسلمانوں پر نہایت درجہ شفیق و مہربان ہیں،

صحابہ کرام کا یہ خاص وصف تھا کہ آپس میں بڑے رحم دل تھے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ٥ (فتح)

محمد رسول اللہ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کفار پر زور آور اور آپس میں بڑے رحم دل ہیں،

رحم اللہ تعالیٰ کے اسم صفت رحمٰن ہی کی ایک شاخ ہے، جو شخص اس کو جوڑتا ہے، اللہ اس کو جوڑتا ہے۔ اور جو اس کو کاٹتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو کاٹ دیتا ہے،

الرحم شجنة من الرحمٰن فقال الله من وصلك وصلته ومن قطع قطعته

رحم رحمٰن کی جڑ سے نکلی ہوئی ایک شاخ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص تجھ کو جوڑے گا، میں بھی اس کو جوڑوں گا اور جو تجھ کو کاٹے گا میں بھی اس کو کاٹوں گا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ دنیا میں جہاں بھی رحم و کرم کا جلوہ ہے، سب اسی رحمت الٰہی کا پرتو ہے۔ حدیثوں میں بھی رحم کی بڑی تاکید آئی ہے۔

الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ارحموا من في الارض يرحمكم من في السماء[1]

رحم کرنے والوں پر خدائے رحمٰن رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے،

مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمُهُ اللهُ[2]۔

جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا،

اور رحم و کرم کا یہ حکم کسی خاص طبقہ کیلئے نہیں بلکہ ساری مخلوق اس میں برابر کی شریک ہے

حدیث میں ہے،

الخلق كلهم عيال الله فاحب الخلق الى الله من احسن الى عياله۔

ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ مخلوق وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

بندوں کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ خدا کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ ہے۔

اس حدیث سے خلقِ خدا کے ساتھ رحم و کرم کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ،

تم اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، میں بتاؤں آپس میں محبت کا ذریعہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا ایک دوسرے کو سلام کرو، تم میں محبت پیدا ہو جائے گی، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس وقت تک تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت کا برتاؤ نہ کرو۔ لوگوں نے عرض کیا ہم سب رحم کرتے ہیں، فرمایا کسی ایک شخص کی رحمت نہیں بلکہ رحمتِ عالم مطلوب[3] ہے

نرمی اور لطف و مدارات

انسانی اخلاق کا ایک پہلو، نرمی لطف و مدارات اور حسن اخلاق بھی ہے، یعنی ہر معاملہ میں سختی کے بجائے نرمی اختیار کی جائے، اخلاق سے ملا جائے، نرم اور میٹھی بات کی جائے، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت لطیف بھی ہے اور بندوں کے ساتھ اس کا معاملہ لطف اور نرمی کا ہے؛

اَللّٰهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ٥ (شوریٰ)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ لطف فرماتا ہے، بے حساب روزی دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی و ملاطفت کی ان الفاظ میں توصیف فرمائی گئی ہے،

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران)

پس اللہ کی رحمت کے سبب سے آپ اُن کے لئے رحمدل ہوئے اگر آپ مزاج سے اکھڑ ہوتے تو وہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔

درحقیقت حلم و بردباری عفو و درگذر نرمی خوش اخلاقی و خندہ جبینی انسانی اخلاق کا زیور ہیں جن سے ان کا حسن دوبالا ہوتا ہے، نرمی ہر چیز کو سنوارتی اور سختی بگاڑتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

ان الرفق لا يكون في شيئ الا زانه ولا ينزع من شيئ الا شانه[4]

اللہ تعالیٰ خود نرم ہے اور نرمی کو پسند اور سختی و درشتی کو ناپسند کرتا ہے؛

ان الله رفيق يحب الرفق ويعطي على الرفق مالا يعطي على العنف وما يعطي سواه[5]،

اللہ نرم خو ہے اور نرم خوئی کو پسند کرتا ہے۔ اور نرمی پر جو کچھ دیتا ہے وہ سختی یا اور کسی چیز پر نہیں دیتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت پر بڑے مشفق تھے اس لئے آسانی پیدا کرنے کی ہدایت فرماتے اور سختی پیدا کرنے سے منع کرتے تھے۔

يسروا ولا تعسروا وسكنوا ولا تنفروا

آسانی پیدا کرو اور دشواری پیدا نہ کرو، اور تسکین دلاؤ، اور وحشت نہ دلاؤ۔

ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰؓ اور معاذ بن جبلؓ کو کسی مقام پر تبلیغ کیلئے بھیجا، تو ہدایت فرمائی

يسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا

لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا دشواری نہ پیدا کرنا۔ ان کو بشارت دینا، وحشت نہ دلانا،

لطف و مدارات کیلئے حسن اخلاق ضروری

---

[1] بخاری. ابواب البر والصلہ باب ماجاء فی رحمۃ الناس،

[2] الادب المفرد باب من لا یرحم لا یرحم،

[4، 5] یہ سب حدیثیں مسلم کتاب البر والصلہ باب فضل الرفق میں ہیں۔

ہے، اس لئے حسن اخلاق پر بھی اسلام نے بڑا زور دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان خیارکم احسنکم اخلاقا (بخاری)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہے۔

اللہ کے نزدیک بدترین انسان وہ ہے جس کی بدزبانی کے خوف سے لوگ ملنا جلنا چھوڑ دیں،

ان اشر الناس منزلۃ عند اللہ یوم القیامۃ من ودعہ او ترکہ الناس اتقاء فحشہ[1]

اللہ کے نزدیک قیامت میں درجہ میں سب سے بڑا انسان وہ ہے جس کی بدکلامی سے بچنے کیلئے لوگ اس کو چھوڑ دیں۔

ظلم کی مذمت: عدل وانصاف رحم وکرم عفو ودرگذر اور احسان وسلوک سے جس طرح انسان سنورتا ہے، معاشرہ سرسبز ہوتا ہے، دنیا شاد وآباد ہوتی ہے، اسی طرح ظلم سے انسانی فطرت مسخ ہوجاتی ہے، اس کی زندگی سے معاشرہ تباہ ہوتا ہے اور دنیا ویران ہوجاتی ہے، اس لئے کلام مجید میں جتنی عدل و احسان کی توصیف وقیام عدل کی تاکید ہے اُس سے زیادہ ظلم کی مذمت بیان ہوئی ہے:

اللہ ظلم کو پسند نہیں کرتا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (آل عمران)

اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا،

ظالم ہدایت الٰہی سے محروم ہیں:۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (بقرہ، آل عمران)

اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا،

حدیثوں میں بھی مختلف عنوانوں سے ظلم کی مذمت کی گئی ہے۔ اور ظالموں کیلئے بڑی وعید آئی ہے، مسلم کی ایک طویل حدیث قدسی کا ٹکڑا ہے

یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا[1]

اے میرے بندو میں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کرلیا ہے اور تم لوگوں کے درمیان بھی ظلم حرام کیا ہے اس لئے ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو،

مسلم کی دوسری روایت میں ہے:۔

اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیامۃ[2]،

ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن ظلمات (اندھیرا) ہوجائے گا،

خدا اور مظلوم کی بددعا کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

اتق دعوۃ المظلوم فانہا لیس بینہا وبین اللہ حجاب[3]

مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ عزوجل ظالم کو ڈھیل دیتا ہے، لیکن جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا اور پھر یہ آیت پڑھی "اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔"

(ہود-۹)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی پر کسی طرح کا ظلم کیا ہو، اُس کی آبرو ریزی کی ہو، یا کوئی اور ظلم کیا ہو، اس کو چاہئے آج اُس دن سے پہلے اپنے ظلم کو معاف کرالے جب اُس کے پاس دوسروں کو دینے کیلئے درہم و دینار کچھ پاس نہ ہوں گے، ورنہ اُس کے پاس جو نیک عمل ہوں گے، وہ بقدر ظلم اس سے چھین لئے جائیں گے۔ اور اگر نیک عمل ہوں گے، تو مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے[4]

(تلخیص از دین رحمت)

---

[1] بخاری باب مداراۃ من یتقی فحشہ،

[2] مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب تحریم الظلم

---

[1] مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب تحریم الظلم۔

[2] بخاری کتاب المظالم باب الاتقاء والحذر من دعوۃ المظلوم،

[3] مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب تحریم الظلم،

[4] بخاری کتاب المظالم،

ناشر حضرات توجہ دیں

جو ناشر حضرات، اشاعتی ادارے یا ادیب شاعر اپنی کتابیں تبصرہ کے لئے ہمیں روانہ کرتے ہیں وہ اس کا ضرور خیال رکھا کریں۔

(۱) کتاب زیادہ سے زیادہ ایک سال کے عرصہ کے دوران شائع ہوئی ہو، زیادہ پرانی کتابوں پر تبصرہ ممکن نہیں ہے۔

(۲) چند صفحات پر مشتمل پمفلٹ قسم کی کتابیں بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، نہ ہی تبصرہ نگار کے پاس وقت ہے اور نہ ہی تعمیر حیات کے صفحات میں اس کی گنجائش ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی مدظلہ العالی کی دارالعلوم ندوۃ العلماء میں آمد

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیم حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی مدظلہ موسم گرما کی تعطیل سے قبل حجاز مقدس تشریف لے گئے تھے۔ اور دارالعلوم کھلنے کے بعد تشریف لائے۔ اور کمزوری صحت کے باوجود دارالعلوم کے جملہ امور سے دلچسپی لینے کے ساتھ ساتھ درجات علیا کے درس کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا جس میں طلباء بڑے ذوق وشوق کے ساتھ شریک ہو رہے ہیں۔

دینِ مبین کی روشن کرنیں

● محمد ابراہیم انصاری (بھیونڈی)

تاریخ عالم کا عظیم ترین انسان

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ تھا میں کسی کام سے ضلع کلکٹر کے دفتر میں گیا ہوا تھا۔ اپنے کام سے فارغ ہو کر میں نے ڈپٹی کلکٹر صاحب سے اجازت طلب کی تو انھوں نے مجھے ٹھہرنے کیلئے کہا اور چائے منگوانے لگے میں نے معذرت کرلی اور انھیں بتایا کہ میرا روزہ ہے انھوں نے کچھ دوستانہ گفتگو کے لئے روک لیا۔

مجھ سے دریافت کیا کہ خدا تو ایک ہے مگر پھر اتنے مختلف مذاہب کیوں ہیں؟ مذاہب عالم پر میرا کوئی گہرا مطالعہ نہیں ہے پھر بھی میں نے اپنی معمولی استعداد کے تحت انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

میں نے ان سے عرض کیا۔ اللہ ایک ہے وہی اس کرۂ ارض وسماء اور انسان، حیوان، نباتات و جمادات کا خالق ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کر کے اندھیروں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ نہیں دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی اسے زندگی گذارنے کا لائحہ عمل بھی عطا فرمایا۔ پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام پہلے پیغمبر بھی تھے۔ تاکہ لوگوں کو ہدایت دیں کہ اس طرح زندگی گذاریں ان کے بعد انبیاء کرام دنیا کے ہر گوشہ میں مبعوث فرمائے گئے جو انسان کو راہ مستقیم کی رہنمائی کرتے رہے بدقسمتی سے ان کی تعلیمات محفوظ نہیں رہیں اور گذرتے وقت کے ساتھ ان میں آمیزشیں ہوتی چلی گئیں اور حقیقت اوجھل ہوگئی۔ ہر نبی نے ایک ہی دین اسلام پیش کیا تھا۔

آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مقدس صحیفہ قرآن مجید آپؐ پر ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوا چونکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تیئس (۲۳) سال میں اترا اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مقدس کتاب کا ایک ایک لفظ اور زیر زبر محفوظ ہو گیا اور ہمیشہ رہے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اسلامی تعلیمات کا درس دیا بلکہ اپنی زندگی میں انہیں عملی جامہ پہنا کر دکھا دیا۔

میرے دوست ڈپٹی کلکٹر نے مداخلت کرتے ہوئے بتایا کہ انھوں نے سیرۃ مبارکہ کا مطالعہ کیا ہے اور یقین رکھتے ہیں کہ:

● وہ عظیم ترین انسان تھے تاریخ عالم میں ان کی بلند شخصیت کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا ہے۔

● وہ بڑے پرہیزگار، دیندار اور سنت عبادت گذار انسان تھے۔ راتوں میں گھنٹوں نمازیں ادا کرنا ان کا شعار تھا۔ مگر ساتھ ہی وہ ایک پرسکون اور شاد و مطمئن ازدواجی زندگی گذارتے تھے۔ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نکاح کے بغیر انسان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا ہے)

● وہ بڑے قابل منتظم و دور اندیش سیاستداں تھے کے ساتھ ساتھ ایک ماہر سپہ سالار بھی تھے آپ نے ۲۷ جنگوں میں نہایت کامیابی کے ساتھ میدان کارزار میں قیادت فرمائی۔

● دنیا جہان کی دولت آپ کے قدموں میں آگری مگر آپ کی نجی زندگی ہمیشہ انتہائی عسرت، سادگی اور قناعت میں گذری۔ آپکے اہل خانہ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ جو کچھ بھی جب بھی آپ کے پاس رہا ضرورتمندوں میں تقسیم کر دینا آپ کی بے پناہ فراخدلی، کریم النفسی اور فیاضی کی تصدیق کرتا ہے۔

● اللہ تعالیٰ نے جب انھیں دشمنوں پر غلبہ عطا فرما دیا اور آپ ان سے انتقام لینے پر قادر ہو گئے تو آپ نے نہایت فراخدلی سے انھیں معاف فرما کر ان کے دل جیت لئے اور وہ اسلام کے سائے عافیت میں آگئے۔

● یقیناً آپ روئے زمین پر انسانیت کی معراج پر جلوہ گر عظیم ترین انسان تھے۔

میں اپنے ہندو دوست کے عمیق مطالعۂ سیرۃ مبارکہ اور حضور اکرم کی عظمت و صداقت کے اعتراف سے بہت متاثر ہوا ہمیں اللہ تعالیٰ کے پیغام دین مبین اسلام کی تعلیمات پر عمل کر کے اس کی روشنی کو ساری دنیا کے انسانوں تک پہنچانا چاہیے جو آج اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں، یہ ہمارا اولین فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان، جدوجہد اور اقدام کی توفیق عطا فرمائے۔

مسلم خواتین جنت میں رہتی ہیں

ایک سرکاری ملازم خاتون کہہ رہی تھیں کہ مسلمان عورتیں تو دنیا میں ہی جنت میں رہتی ہیں میں نے وضاحت چاہی تو کہنے لگیں ہم لوگ نوکری کرنے پر مجبور ہیں مستقل ملازمت کی بدولت ہمیں شادی کا رشتہ پانے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے شادی کے بعد بھی ملازمت پر قائم رہنا ضروری ہوتا ہے گھر کا خرچ چلانے کے لئے اپنی تمام نجی ذمہ داریوں کے باوجود پیسہ کمانے کے لئے ہماری تگ و دو بھی لازم رہتی ہے، ملازمت کے دوران اپنی فطری شرم و جھجک کو قدرے جھٹک کر بیباکی اختیار کرنی پڑتی ہے جو یقیناً نسوانیت کی عظمت کے خلاف ایک بیچارگی کا قدم ہے۔ عورت کو احترام

کی نگاہ کے بجائے بری نظر سے دیکھنے والوں کو ہمیں صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرنا پڑتا ہے اس کے برخلاف مسلمان ایک غیور قوم ہے، اپنی خواتین کو گھر کی چہار دیواری میں حفاظت مہیا کرواتا ہے خود زمانہ کی دھوپ میں پسینہ بہاتا ہے، مشقتیں برداشت کرتا ہے اور اپنے گھر میں اہل خانہ کو چین و سکون عطا کرتا ہے اسی لئے ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں دنیا ہی میں جنت میں رہتی ہیں۔

پردہ عورت کی آتما کی آواز ہے

ایک افسر کو میں نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتاب "پردہ" کا ہندی کا ترجمہ پیش کیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کے گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ ان کی اہلیہ نے مجھ سے مصنف کے بارے میں دریافت کیا میں نے انھیں بتایا کہ مولاناؒ اس دور کے ذہن و ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے ایک لکھنے والے اچھے صاحب قلم تھے۔ خاتون نے اس کتاب کی بڑی تعریف کی اور کہنے لگیں کہ پردہ ہم عورتوں کی آتما کی آواز ہے۔ انھوں نے بتلایا کہ ان کا وطن راجستھان ہے اور ان کے سماج میں مسلمانوں سے بھی زیادہ سخت پردہ کا رواج ہے مگر ہم اتنی بدقسمت ہیں کہ مرنے کے بعد جب چتا پر آگ دی جاتی ہے تو پہلے لکڑی ہی نہیں ہمارا سارا پردہ چاک چاک ہوجاتا ہے۔

امت اپنا فریضہ یاد رکھے

ایک محفل میں چند دوست محو گفتگو تھے ایک نے کہا اسلام کی ہندوستان میں آمد سے سماج پر بڑے دور رس اور خوشگوار اثرات مرتب ہوئے ہیں ہندو سماج میں نابرابری اور مختلف نسلوں کے درمیان اونچ نیچ کا تصور دنیا کے منافع بخش کاروبار پر ایک طبقہ کو مذہب کی جانب سے اجارہ داری دیدینے اور فوراً اکثریت کو ذلیل وخوار بنا کر ان کے استحصال کو روا رکھنا، عورتوں کو عزت و احترام اور وقار سے محروم رکھنا جیسی لعنتوں پر اسلامی تعلیمات کی وجہ سے کاری ضرب لگی ہے اب تک کمزور طبقہ اپنا انسانی مقام پا نہیں سکا ہے، جابر اور ظالم بہت منظم ہیں اور بڑی عیاری سے اپنا تسلط اب تک برقرار رکھے ہوئے ہیں مگر پسماندہ اور مظلوم بھی متحرک ہیں اور مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس کی ترغیب انہیں یقیناً اسلام کی روشنی سے حاصل ہوئی ہے یہی سبب ہے کہ انسانی حقوق کے غاصب اسلام دشمن افراد اسلام پر مختلف سمتوں سے نشانہ بازیاں کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف دن رات ان کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں۔ ایک عرصہ دراز تک بنیاد پرست کا طعنہ دیتے رہے۔ جب معلوم ہوا کہ ہر عقیدہ کا ماننے والا پہلے بنیاد پرست بن کر ہی اس کا پیرو کار بنتا ہے اور طعن و تشنیع کا یہ سکہ کھوٹا ثابت ہوگیا تو اب دہشت گرد اور جہاد کا واویلا کرنے لگے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مسلمان کبھی بھی دہشت گرد نہیں ہوسکتا ظلم کے خلاف سینہ سپر ہوجانا اور حق و انصاف کیلئے جان لڑادینے کی جو تعلیم اسلام پیش کرتا ہے وہی تو کمزوروں کو صدیوں سے اپنا غلام بنا کر رکھنے والے عیاروں کو بڑی گراں گزر رہی ہے اور اسے اپنا دشمن نمبر ایک سمجھنا ان کی بڑی ضرورت بن گئی ہے۔

آج ملک کا سماج اخلاق باختہ ہوچلا ہے ہر طرف اندھیرا چھا رہا ہے، ہر گناہ کو آزادی فکر و عمل اور ترقی پسندی کے نام پر جاری رکھنے کیلئے اسلام کے خلاف برسرپیکار رہے اور مسلمان برائیوں کی مخالفت کے بجائے آپس میں ہی آستینیں چڑھانے پر آمادہ رہتے ہیں کاش اسلام کی روشنی سے اجالا کرنے کیلئے امت اپنا فریضہ یاد رکھے۔

معلمین و معلمات کا مرتبہ اسلام کی نظر میں

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے صرف انسان کو ضمیر اور نفس کی قوتیں عطا فرمائی ہیں جن کے ذریعہ وہ نیکی اور بدی کے عمل پر اختیار رکھتا ہے اور ایک محاسبہ کا سزاوار بھی ہے۔ لہٰذا ابتدائی عمر ہی سے اس کی تعلیم و تربیت لازم ہوجاتی ہے۔

ہمارے ملک میں لاکھوں اسکول ہیں جہاں سرکاری نصاب کے مطابق طلباء کو روزی کمانے کے لائق بنایا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی حیوانی ضروریات پوری کرسکیں، کھانا پینا اور مرجانا تک ہی ان کی نظر محدود رہتی ہے۔ مرنے کے بعد کی زندگی اور محاسبہ کا ان کے پاس کوئی تصور نہیں ہے اور نہ ہی دنیا میں انسان کی اخلاقی ذمہ داریوں و فرائض کی ادائیگی معاشرہ کو پاکیزہ اور خوشگوار بنانے کے لئے جدوجہد امن و انصاف اور اخوت کو رائج کرنے کیلئے محنت ایثار و اخلاص کے ساتھ اپنے آرام و آسائشوں کی قربانی وغیرہ کو انسان کی تخلیق کا متعین مقصد ہونا کہیں اس پر عائد نہیں کیا گیا ہے۔

اس فریضہ کو ادا کرنے کے لئے خالق کائنات کے احکامات قرآن مجید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بار بار مذکور ہیں مگر ہم ان کو نظر انداز کرنے کے سنگین جرم کے مرتکب ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں اساتذہ کرام کا مرتبہ بہت بلند بتایا گیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

- تمہارے تین باپ ہیں ایک وہ جن کے گھر میں تم پیدا ہوئے دوسرا وہ جس نے اپنی بیٹی تمہارے نکاح میں دی اور تیسرا استاد جس نے تمہیں علم و آگہی عطا کی۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ استاد

فیاض ہے قیامت کے روز وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ امت کی صورت میں آئیگا (سنن بیہقی)

● عالموں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیاء نے میراث میں مال و دولت نہیں چھوڑا ان کی میراث علم ہے (صحیح السنن، بشیر)

● حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منصب بھی بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں بطور استاد و معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

● آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں کہ تمہیں علم و حکمت سکھاتا ہوں (سنن ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کئی بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم منصب کا ذکر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران جس وقت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ خانۂ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے تو دعا فرما رہے تھے کہ پروردگارا میری امت میں سے ایک رسول عطا فرما جو لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔" حقیقتاً یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں" (سورہ فاطر: ۲۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء کرام کی آمد کا سلسلہ بند ہو گیا ہے اب ہمارے علماء اور اساتذہ کرام، معلمین و معلمات علم و آگہی عطا کرنے کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ملت کی تعمیر اب ان کی مدد کی محتاج ہے۔ ان کا ادب و احترام ہمارا فرض ہے ہمارے ملک میں قوم مسلم تعلیم کے میدانوں میں سب سے آخر کی قطار میں کھڑی ہے ہمارے طلباء میں تعلیم ادھوری چھوڑ دینے (DROPOUTS) کا مرض بڑا عام ہے ان میں پوشیدہ ایسے روشن ستارے بھی ڈوب جاتے ہیں جو مستقبل میں ملک و قوم کیلئے باعث فخر ہو سکتے ہیں ان کو بچانے کی عظیم خدمت والدین اور دردمندانِ ملت سے زیادہ ہمارے محترم معلمین و معلمات ہی انجام دے سکتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ مختلف تنظیمیں مہاراشٹر میں اور خصوصاً "کوکن" اور "پونے" میں تعلیم، اساتذہ کرام و والدین اور طلباء کے درمیان بڑی مضبوط کڑیاں جوڑ رہی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کامیاب کرے اور دوسرے صوبوں تک وسعت عطا فرمائے۔

تقسیم ہند کے بعد سیاسی وجوہ کے باعث ہماری معیشت بہت کمزور ہو گئی ہے، تعصبات کی لعنتوں نے ملک کی ترقی کے منصوبوں سے بھی ہمیں دور رکھا ہے اور لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ مسلمان عصری علوم سے غافل ہیں یا جدید علوم کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہیں یہ غلط فہمیاں دور ہونی چاہئیں اسلام نے اپنے ماننے والوں کو قیامت تک ہر چیلنج کو قبول کرنے اور مقابلہ کرنے کے قابل بنایا ہے مسابقت کا دور ہے۔ سخت محنت، لگن اور ایک پُر زور یلغار کی ضرورت ہے۔

خدمت خلق کی عظمت ہمارے سبق کا باب اول ہے

ہمارے بہت سارے اسکولوں اور کالجوں میں غیر مسلم طلباء و طالبات بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں ضرورت ہے کہ ان کی تعداد اور بڑھے تاکہ ان کی علمی ضرورت پوری ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری معاشرت کا برادرانِ وطن میں بہترین تعارف بھی ہو کچھ ہی عرصہ قبل پرنسپل سید انور علی صاحب نے مجھے اپنا ایک واقعہ سنایا تھا۔ بھٹکل کالج سے ریٹائرمنٹ کے سالوں بعد ایک روز آپ بنگلور میں بس کی قطار میں کھڑے تھے اچانک ایک بڑی سی کار رکی اور ایک خوش پوش جوڑا اترا اور دونوں نے فٹ پاتھ پر کھڑے سید انور علی صاحب کو نمسکار کیا اور ان کے پیر چھوئے۔ سید صاحب حیران، ان سے دریافت کیا آپ لوگ کون ہیں۔ ان صاحب نے جواب دیا" سر! میں آپ کا شاگرد ہوں۔

ایک صاحب مجھے ایک انشورنس کمپنی میں ملے سینیئر آفیسر تھے بتانے لگے انھوں نے اسماعیل یوسف کالج میں تعلیم حاصل کی تھی وہاں کے کئی مسلمان پروفیسرز کو بڑی عقیدت سے یاد کرتے تھے۔ کہنے لگے وہ لوگ کالج کے نصاب پر لکچر کے علاوہ انسانی اخلاق و کردار کی اہمیت اور افادیت پر بڑا زور دیتے تھے ان کی نصیحتوں نے طلباء میں شرافت و انسانیت کو بلند کر دیا تھا۔ اور وہ زندگی بھر ان کی عظمتوں کو فراموش نہیں کر سکے ہیں۔

وطنِ عزیز میں ہمارے خلاف بڑی غلط فہمیاں مسلسل پھیلائی جا رہی ہیں اس کا جواب ہم اسلامی معاشرت کے تعارف کے ذریعہ بہترین انداز میں دے سکتے ہیں برادرانِ وطن کو قریب لانا چاہیے محبت اور اخوت کی یلغار ہمارا ہتھیار ہے خدمتِ خلق کی عظمت ہمارے سبق کا بابِ اول ہے۔ اسلام کا پیغام پہنچانے کا یہ بھی ایک مؤثر طریقہ ہے۔

خدا کرے اب ہمارا عزم و ارادہ مستحکم ہو، شعور بیدار ہو اور غیرت کروٹ لے جھوٹ اور فریب کاریوں کا خاتمہ ہو اور سازشیں و عیاریاں تار تار ہوں انشاء اللہ ہم لوٹیں گے اس بلندی پر جہاں ہر فرد وطن ہم سے پُر امید ہو اور ہم پر اعتماد کرے ہم وطنِ عزیز کے معماروں میں ہراول دستہ میں ہوں گے، جس طرح آزادیٔ ہند کی جنگ میں سربکف ہم ہی آگے تھے، انشاء اللہ العزیز۔

دعائے مغفرت

تعمیر حیات کے قدرداں جناب محمد عثمان صاحب بن حافظ عبد القیوم صاحب کا طویل علالت کے بعد اپنے آبائی وطن شاہجہاں پور (ایم۔ پی) میں ۲۹ جولائی سنہ ۲۰۱۰ء کو انتقال ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے،

تقلید اور عدم تقلید کے مابین کوئی ایسا اصولی فرق نہیں ہے جس کا تعلق ایمان و عقیدہ سے ہو

مولانا عتیق اللہ قاسمی کی مولانا جلال الدین عمری سے ایک گفتگو

س:- آج کل تقلید اور عدم تقلید کے مسئلہ پر زور دار بحث چھڑی ہوئی ہے اس پس منظر میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں کہ اسلام میں فقہی مسالک کی آئینی اور اصولی حیثیت کیا ہے؟

ج:- اسلام میں فقہی مسالک کی قانونی اور آئینی حیثیت یہ نہیں ہے کہ انہی پر چلنا اور عمل کرنا فرض یا واجب ہے۔ البتہ اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور سے جو فقہی مسالک رائج ہیں چاہے وہ فقہ حنفی ہو یا فقہ شافعی یا فقہ مالکی و حنبلی ان کے علاوہ اور بھی کئی فقہی مسالک ہیں ان پر امت کا اعتماد رہا ہے۔ اور یہ اعتماد مسلسل چلا آرہا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی دور میں مسلمانوں نے ان تمام مسالک کو یکسر مسترد کردیا ہو۔

امت کی بہت بڑی اکثریت بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ امت کا ۸۰۔۹۰ فیصد (اسی نوے) حصہ ان پر اعتماد کرتا چلا آرہا ہے۔ امت کا یہ اعتماد اس وجہ سے ہے کہ ان کی بنیاد کتاب وسنت ہے اور کتاب وسنت کی روشنی میں ان مسالک فقہ میں مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔

س:- آپ نے فرمایا کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی دور میں مسلمانوں نے ان تمام مسالک کو یکسر مسترد کردیا ہو، اس کی وضاحت فرمائیں؟

ج:- یعنی ان تمام مسالک کو مجموعی طور پر امت نے رد کردیا ہو یا ان کو ناقابل قبول قرار دیا ہو۔ یہ نہیں ہوا۔ البتہ ان کی رایوں سے اختلاف رہا ہے۔

س:- مگر جن کو آج اہل حدیث کہتے ہیں اور پہلے بھی ایسے لوگ رہے ہیں خاص طور سے علماء اور ائمہ حدیث وہ تقلید اور تقلیدی مسالک کی مخالفت کرتے رہے ہیں؟

ج:- میرا منشا یہ نہیں ہے کہ ان مسالک سے کسی نے اختلاف نہیں کیا، اختلاف کیا گیا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ سب کو ایک ساتھ رد کردیا ہو کسی بھی مسئلہ میں ان میں سے کسی کی بھی رائے کو قابل قبول نہ قرار دیا ہو۔ آپ دیکھیں گے کہ فقہ حنفی جو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہے جس میں امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ اور بعد کے اصحاب نے مسائل کی توضیح کی ہے۔ فقہ شافعی کے علماء نے اس پر زبردست تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ فلاں فلاں مسئلہ میں قرآن کو سمجھنے یا احادیث کے معاملہ میں امام ابو حنیفہ کو تسامح ہوا ہے، لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ پوری امت نے حنفیت، شافعیت وغیرہ سب کو رد کردیا ہو۔ بلکہ یہ ہوا ہے کہ حنفی علماء نے شافعی علماء کے اعتراض کا جواب دیا ہے اور اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے دلائل پیش کئے ہیں، اسی طرح شافعی علماء نے احناف اور دوسرے علماء کے اعتراضات کے جواب دیئے ہیں، بعض مسائل سے اختلاف کرنا اور بات ہے اور تمام مسالک ہی کو رد کردینا بالکل مختلف بات ہے۔ محدثین کے یہاں بھی یہی ہوا ہے، ائمہ حدیث نے بہت سے مسائل کے بارے میں بتایا ہے کہ اس سلسلہ میں فلاں کا یہ مسلک ہے اور فلاں کا یہ ہے چنانچہ امام ترمذی وغیرہ صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث پر فلاں فلاں نے عمل کیا ہے اور فلاں نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ اختلاف کی بنیادیں بھی بیان کی ہیں۔ امام بخاری نے بھی اپنے انداز میں دوسری فقہوں کے بعض مسائل پر تنقید کی ہے۔

اس طرح چار فقہی مسالک تو امت کے درمیان تسلیم شدہ ہیں۔ رہی یہ بات کہ کس مسئلہ میں کس مسلک کی رائے کتاب وسنت کی روشنی میں زیادہ وزنی ہے، اس پر اختلاف رہا ہے۔

س:- ایسا اختلاف تو خود ان مسالک کے علماء اور ائمہ میں آپس میں بھی رہا ہے۔ خود امام ابو حنیفہؒ سے ان کے شاگرد امام ابو یوسفؒ اختلاف کرتے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ سے ان کے شاگرد امام محمدؒ اختلاف کرتے ہیں، اسی طرح امام زفرؒ یہاں تک کہ بعد کے دور حاضر تک کے علماء اختلاف کرتے رہتے ہیں؟

ج:- اس طرح کے اختلافات تمام فقہی مسالک میں رہے ہیں۔ فقہ حنفی میں خود امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں نے ان سے بہت سے مسائل میں اختلاف کیا ہے اور فقہ حنفی میں جہاں عام طور سے امام ابو حنیفہؒ کی رائے کو ترجیح دی گئی ہے بے شمار مسائل ہیں جن میں بعض حنفی فقہا نے

کہا کہ ان مسائل میں ہمارے نزدیک صاحبین یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی رائے زیادہ قوی ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام محمدؒ کی رائے زیادہ معتبر ہے، کبھی کہتے ہیں امام زفر کی یا بعد کے فلاں امام کی رائے زیادہ باوزن اور قوی ہے۔

س:-آپ نے فرمایا کہ ان مسالک کو مسلمانوں کے ۹۰ فیصد طبقہ کا اعتماد حاصل رہا ہے تو اس اعتماد کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟ کیا اکثریتی رائے حق وناحق کا معیار ہوسکتی ہے؟

ج:-میں نے ابھی کہا ہے کہ مسلمانوں نے اعتماد اس معنیٰ میں کیا ہے کہ ان ائمہ نے کتاب وسنت کو سمجھنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ اختلاف صرف اس امر میں رہا ہے کہ کس مسئلہ میں کس کی رائے زیادہ صحیح یا قوی ہے؟ ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے زیادہ قوی ہے، دوسرے کی یہ رائے ہوسکتی ہے کہ اس میں امام شافعیؒ کے دلائل زیادہ مستحکم ہیں۔ اس طرح ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں امام مالکؒ زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں یا امام محمدؒ کی رائے صحیح ہے۔ ہمارے فقہی لٹریچر کا بڑا حصہ اسی کے ارد گرد گھومتا ہے۔ فقہ حنفی کی کتابوں میں ان کے مسلک کی، اسی طرح دوسرے مسالک کا معاملہ ہے۔

س:-اس کی کیا وجہ ہے کہ اختلافی مسائل خاص طور پر نماز وغیرہ کے مسائل میں فقہ حنفی کی تائید عام طور سے متداول کتب حدیث یعنی صحاح ستہ کی احادیث سے نہیں ہوتی؟ اس سے خیال ہوتا ہے کہ دوسرے مسالک فقہ حدیث سے زیادہ قریب ہیں؟

عام لوگ سب باتوں کا خود نہ مطالعہ کر سکتے تھے اور نہ نئے مسائل میں اخذ واستنباط کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اس لئے اہل علم سے رجوع کرنے پر مجبور ہوتے اور علماء ان کی رہنمائی کرتے۔ یہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے جو لوگ خود مسائل کے استخراج اور استنباط کی پوزیشن میں نہ ہوں ان کا اصحاب علم سے رہنمائی حاصل کرنا تقلید ہے۔

ج:-بات یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ صحاح ستہ کے مؤلفین، جن میں سب سے اہم شخصیت امام بخاری کی ہے، ان کے بارے میں یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ تمام مسائل مین فقہ حنفی سے مختلف ہیں۔ فقہ حنفی کے بیشتر احکام ومسائل کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے جو ان کتابوں میں موجود ہیں۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ صحاح ستہ کے وجود میں آنے سے پہلے بھی اسلامی معاشرہ موجود تھا اور بہت سے اسلامی احکام وتعلیمات پر ایک تسلسل کے ساتھ عمل ہورہا تھا۔ ان ہی میں نماز، روزہ،، زکوٰۃ، حج، جیسی عبادات شامل ہیں اور بعض معاملات وہ بھی ہیں جو کبھی کبھی پیش آتے ہیں۔ جن احکام پر تسلسل کے ساتھ عمل جاری تھا۔ مختلف ائمہ کے نزدیک ان کی سندیں موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، آپ کا عمل اور صحابہ کرامؓ کا عمل تھا۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ہم نے ان ائمہ فقہ کے مسالک کی تائید کرنے والی احادیث تلاش کیں لیکن وہ نہیں ملیں یا کمزور ضعیف ثابت ہوئیں تو اس سے یہی کہا جاسکتا ہے کہ جن ائمہ کے نزدیک وہ ثابت شدہ ہیں ان کے مسلک کے قوی یا کمزور ہونے پر گفتگو ہوسکتی ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان ائمہ نے جو مسائل بیان کئے ہیں وہ بے دلیل ہیں۔ یہ سوال کہ یہ اختلافات کیسے پیدا ہوئے اور اس مسئلہ میں قرآن، حدیث کیا کہتے ہیں اور صحابہ کرامؓ کا کیا تعامل رہا ہے؟ لمبی بحث چاہتا ہے، تاہم میں ایک مثال پیش کرتا ہوں اس سے معاملہ کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

ہم سب جانتے ہیں کہ دین کی اصل بنیاد قرآن اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہیں، اس سے کسی بھی شخص کو اختلاف نہیں ہے۔ قرآن تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ جب کہ احادیث میں سے صرف بعض ہی کو تواتر کا مقام حاصل ہے۔ بہت سی اخبار احاد ہیں یعنی دو ایک افراد نے انہیں نقل کیا ہے۔ جو آیت بھی آپ کے اوپر نازل ہوتی تھی آپؐ اسے لکھوا دیتے تھے۔ لوگوں کو سنا دیتے تھے اور اس کو یاد کرادیتے۔ صحابہ کرامؓ یاد کرلیتے تھے۔ قرآن ہر ایک کے پاس موجود تھا، سب اسے پڑھتے، اس کے احکام معلوم کئے جاتے اور اس کے الفاظ سے استنباط ہوتا۔ احادیث کا معاملہ ایسا نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمل کیا، اس کو کچھ صحابہؓ نے یا دو ایک نے دیکھا، سب نے نہیں دیکھا۔ اسے انہوں نے

بیان کیا۔ ایک واقعہ پیش آیا۔ اس وقت کچھ لوگ موجود تھے اور کچھ نہیں تھے۔ جو موجود تھے انہوں نے بیان کیا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی عمل مختلف اوقات میں مختلف طریقے سے ادا کیا۔ جس سے دونوں کی گنجائش نکلی۔ صحابہ کرامؓ سب کے سب ایک جگہ نہ تھے بلکہ بہت سے مقامات پر منتقل ہو گئے جہاں وہ گئے وہاں کے لوگوں کے لئے دینی احکام و مسائل کے سلسلہ میں مرجع تھے، کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین مدینہ میں رہے۔ کچھ مکہ میں رہے کچھ کوفہ، بصرہ اور شام چلے گئے۔ اس کے بہت سے اسباب تھے۔ کبھی تعلیم و تربیت کے لئے۔ کبھی جہاد اور دین کی سر بلندی کے لئے، کبھی ذاتی ضروریات سے صحابہؓ کو ان مختلف مقامات پر منتقل ہونا پڑا۔ جو صحابہؓ جہاں تھے وہاں وہ مرجع تھے۔ اب ایک طرف تو وہ صحابہؓ ہیں جو مدینہ میں رہے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی استفادہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بھی دور دیکھا، حضرت عمرؓ کا دور بھی دیکھا۔ حضرت عائشہؓ اور دیگر امہات المؤمنین سے بھی فیض اٹھایا حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے کوفہ کو دار الخلافہ بنایا۔ وہ ایک بہت بڑا دینی مرکز بن گیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوموسی اشعریؓ اور بعض اور بڑے صحابہؓ وہاں جا کر رہنے لگے۔ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کا مدار بڑی حد تک ان صحابہ کی رایوں اور علم پر ہے۔ ان صحابہ میں یہاں صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ذکر کروں گا۔ عبداللہ بن مسعودؓ کا صحابہ کرامؓ کے درمیان بہت اونچا مقام ہے، لوگوں کو ان پر بھرپور اعتماد رہا ہے، ان کے خاص شاگرد حضرت علقمہ تھے۔ حضرت ابراہیم نخعی ان کے شاگرد تھے، انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے پیش روؤں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے دیکھا، ان کی سنت فہمی اور بصیرت سے بھی استفادہ کیا۔ ان کے شاگرد حضرت حماد ہیں انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی سے اسی طرح کسب فیض کیا اور ان سے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے استفادہ کیا۔ اس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود صحابئ رسول اور حضرت امام ابوحنیفہؒ یہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ بات میرے استاد حماد نے بیان کی اور ان سے ابراہیم نخعی نے اور ان سے علقمہ نے اور ان سے عبداللہ بن مسعودؓ نے اس سند کو چیلنج کرنا آسان نہیں ہے، کم از کم امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے پاس جو بات ان واسطوں سے پہنچی ہے وہ ان کے لئے حجت ہو جاتی ہے اور اس کے مقابلہ میں وہ کسی اور کی بات کو نہیں مانتے۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ آپ جس حدیثؐ سے استدلال کرتے ہیں وہ ضعیف ہے۔ اس سے کہا جائے گا کہ ٹھیک ہے آپ تک یہ حدیث جن واسطوں سے پہنچی ہے وہ ضعیف اور کمزور ہیں لیکن آپ سے بہت پہلے امام ابوحنیفہؒ تک یہی حدیث جن واسطوں سے پہنچ چکی ہے وہ ان کے نزدیک ضعیف نہیں ہیں مضبوط ہیں۔ اس لئے یہ کم از کم ان کے لئے قابل حجت ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب کوئی بھی مسئلہ سامنے آئے گا اس کے بارے میں سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ قرآن کریم اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ پھر حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اس کے بعد خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ کا تعامل دیکھا جائے گا۔ اگر کوئی حدیث قرآن شریف کے ظاہر الفاظ کے خلاف جاتی ہے تو فقہاء احناف اسے تسلیم نہیں کرتے یا توجیہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ سند کے صحیح ہونے کے باوجود اس کا بہرحال امکان ہے کہ کسی راوی سے راویوں سے اس کے سننے، سمجھنے، یاد رکھنے یا بیان کرنے میں کہیں کوئی چوک ہوئی ہو۔ ایسے مواقع پر امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ قرآن کے حکم کے خلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اس کے خلاف کوئی روایت ملتی ہے تو ہم اسے قبول نہیں کریں گے یا توجیہ کریں گے۔ امام شافعیؒ اور ان کے ہم خیال فقہاء کی رائے یہ ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ حدیث صحیح اور معتبر و مستند واسطوں سے ہم

پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب کوئی بھی مسئلہ سامنے آئے گا اس کے بارے میں سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ قرآن کریم اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ پھر حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اس کے بعد خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ کا تعامل دیکھا جائے گا۔

تک پہنچی ہے ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ قرآن کا منشاء یہی ہے اور اس کی یہی صحیح تعبیر ہے۔ یہ ان ائمہ کے درمیان بنیادی فرق ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

س:- چند مثالیں بیان کر دیجئے؟

ج:- مثال کے طور پر امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے کیوں کہ قرآن کریم میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ ''جب قرآن پڑھا جائے تو تم خاموش رہو اور دھیان سے سنو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔ یہ ایک نص صریح ہے۔ یہ آیت کس پس منظر میں نازل ہوئی؟ اس کا شان نزول کیا ہے؟ یہ بات دوسری ہے لیکن اس میں قرآن کی تلاوت کے وقت صاف طور سے خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے امام صاحب فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ امام کی فاتحہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔ لیکن محدثین کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہوسکتی ہے لیکن ہمارے مسلک کے لئے یہ حدیث اصل بنیاد نہیں ہے، ہمارے مسلک کی بنیاد تو قرآن ہے۔ البتہ اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

دوسری طرف امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کا کہنا یہ ہے کہ ہم تک صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث پہنچی ہے کہ بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ اور کسی معاملہ میں صحیح حدیث موجود ہو تو اس کے خلاف جانا درست نہیں ہے۔ اگر قرآن کی آیت اس کے خلاف ہے تو اس کی ایسی توجیہ کی جاسکتی ہے کہ قرآن پر بھی عمل ہو جائے اور حدیث پر بھی۔ وہ کہ امام سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہے۔ اس دوران مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لیں۔ لیکن امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ بات خود اپنے آپ میں غلط ہے کہ امام لوگوں کے خیال سے خاموش کھڑا رہے جب کہ نماز میں تسلسل ہونا چاہئے، زیادہ وقفہ نہیں ہونا چاہئے۔ نماز ایک مسلسل عمل ہے اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ مقتدیوں کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار کیا ہو۔ نماز کے بارے میں ہمیں جو کچھ بتایا گیا ہے وہ یہ کہ سب سے پہلے یہ عمل ہو، اس کے بعد یہ ہو، اس کے بعد یہ ہو، اس میں کہیں امام کے خاموش رہنے کا ذکر نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ حدیث میں یہ ذکر موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دو سکتے فرماتے تھے ایک

جب ہم متفق علیہ امور پر غیر مسلموں سے سمجھوتا کر سکتے ہیں تو خود آپس میں ایسا کیوں نہیں کر سکتے؟

تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسرا سورۃ فاتحہ کے بعد۔ امام ابوحنیفہؒ اسے تسلیم نہیں کرتے کہ کسی حدیث میں سکتہ کی تعداد اتنی بتائی گئی ہو کہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ سکے۔

ادھر امام مالکؒ یہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے حکم کے مطابق جب امام قرآن پڑھ رہا ہو ہم خاموش رہیں گے، اس وقت کچھ نہیں پڑھیں گے لیکن جب امام سری نماز پڑھ رہا ہو تو قرأت کر سکتے ہیں۔ امام محمدؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے خاص شاگرد ہیں، کہتے ہیں کہ مجھے اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے مقابلہ میں امام مالکؒ کا مسلک قوی معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ اس میں قرآن اور حدیث دونوں کا عمل ہو رہا ہے۔ اس مثال سے بخوبی واضح ہو گیا ہے مسالک میں کس طرح اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس میں کہیں بھی کوئی بھی امام نہ قرآن چھوڑنے کے لئے تیار نہ حدیث کو۔ مسئلہ صرف اس کو سمجھنے اور ان کے درمیان مطابقت کا ہے۔ بہر حال سب اپنی اپنی جگہ مخلص ہیں۔ ایسے میں جس کو جو مسلک جو زیادہ بہتر معلوم ہو اس کو اپنانے کا اختیار ہے۔

س:- آپ نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دیکھا اور خود بھی اس سے مطابق عمل کرنے لگے۔ پھر ان میں سے کوئی مصر چلا گیا، کوئی شام اور کوئی عراق چلا گیا تو اس سے ان کے آپس کے عمل میں اختلاف کیسے پیدا ہو گیا؟ کیا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بھی کوئی اختلاف ہوتا تھا کہ کبھی ایک عمل کیا اور دوسرے وقت اس کے برخلاف کوئی دوسرا عمل کیا؟

ج:- ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بہت سے معاملات میں لچک اور گنجائش ہوتی تھی، اس طرح جس صحابی نے جو عمل دیکھا اسے یاد رکھا اور آئندہ عمل کرتا رہا۔ دوسروں کو بھی یہی بتایا اور اس کی روایت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ اس طرح کے بہت سے معاملات میں ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کون سا عمل کیا اور بعد میں کون سا۔ جہاں یہ ثبوت مل جاتا ہے کہ پہلے فلاں حکم تھا بعد میں وہ منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ فلاں دوسرا حکم آ گیا وہاں تو اختلاف پیدا نہیں ہوتا لیکن جہاں ایسا نہیں ہوتا وہاں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے ایک حکم کی تعمیل میں کبھی کوئی اور کبھی کوئی طریقہ اختیار کیا ہے تو اس سے ہمیں کسی الجھن میں پڑنے یا برسرِ پیکار ہونے کے بجائے یہ سمجھنا چاہئے کہ شریعت نے اس میں خود کافی لچک اور گنجائش رکھی ہے۔

س:- تقلید اور عدمِ تقلید کے مابین کیا کوئی ایسا بنیادی یا اصولی فرق ہے جس کا تعلق ایمان و عقیدہ سے ہو؟

ج:- جی نہیں! اس مسئلہ میں ایسا کوئی فرق نہیں جس کا تعلق ایمان یا عقیدہ سے ہو۔ سیدھی سی بات ہے کہ صحابہ کرامؓ براہ راست قرآنِ کریم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کر رہے تھے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا مشاہدہ کرتے تھے۔ آپؐ کے بیان کردہ احکام و مسائل سنتے تھے جو مسئلہ انہیں درپیش ہوتا اسے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے تھے آپ کے بعد اسلام کے دور دور تک اطراف عالم میں پھیل جانے کی وجہ سے آپ کی تعلیمات کے جاننے والے بھی پھیل گئے۔ نئے مسائل بھی پیدا ہو گئے۔ عام لوگ سب باتوں کا خود نہ مطالعہ کر سکتے تھے اور نہ نئے مسائل میں اخذ استنباط کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اس لئے اہل علم سے رجوع کرنے پر مجبور ہوئے اور علماء نے ان کی رہنمائی کی جو لوگ خود مسائل کے استخراج اور استنباط کی پوزیشن میں نہ ہوں ان کا اصحاب علم سے رہنمائی حاصل کرنا تقلید ہے۔ جو لوگ خود وسیع دینی علم اور بصیرت رکھتے ہوں قرآن و حدیث پر ان کی گہری نظر ہو انہیں حق ہے کہ وہ خود غور و فکر اور فیصلے کریں۔ لیکن جن لوگوں کے پاس اتنا علم نہیں ہے، دینی و علمی بصیرت نہیں ہے، ان کی گہری نظر نہیں ہے، جو لوگ ناخواندہ ہیں یا علمی ماحول سے دور رہتے ہیں ظاہر ہے ان کو اجتہاد کا کوئی حق حاصل نہیں ہوگا۔

س:- کہا جاتا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ کئی سو سال پہلے بند ہو چکا ہے۔ اب کوئی اجتہاد نہیں کر سکتا؟ اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

ج:- اجتہاد کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوا۔ جن لوگوں نے اس طرح کی بات کہی ہے اس کا ایک پس منظر ہے ایک دور تھا جب اس وقت تک درپیش مسائل پر بہت تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو چکی تھی، فقہی مسائل پر مشتمل چھوٹی بڑی کتابیں بہت شرح و بسط کے ساتھ ترتیب دی جا چکی تھیں، اس زمانہ میں آج کسی سائنسی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی اور صنعتی ترقی نہیں ہوئی تھی، مسائل محدود تھے۔ اس لئے اس وقت تک کے تمام مسائل مرتب شکل میں موجود تھے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ کئی سو سال پہلے تک شاذ و نادر ہی کوئی نیا مسئلہ سامنے آیا ہو جس پر ابتدائی دور میں غور نہ ہوا ہو اور قدیم علماء نے اس پر بحث نہ کی ہو۔ یہاں تک کہ اب سے تین سو سال پہلے جب اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں علماء نے علمی مجالس منعقد کر کے اور بحث مباحثہ کے بعد فتاویٰ عالمگیری جیسی کتاب ترتیب دی تو اس میں بھی ایسے بہت زیادہ مسائل نہیں ملیں گے جو پہلے سے کتابوں میں موجود نہ ہوں، ان حالات میں یہ بات کہی گئی کہ اب اجتہاد کی عملاً کوئی ضرورت ہی نہیں رہی کیوں کہ جو مسائل اجتہاد طلب تھے وہ سب حل کئے جا چکے ہیں۔ ایک اور بات بھی تھی وہ یہ کہ اگر لوگوں کو اجتہاد کی کھلی چھوٹ دے دی جائے تو کم علم، کم بصیرت لوگ اسلامی احکام کے ساتھ کھلواڑ کرنے لگیں گے جیسا کہ آج دیکھنے میں آ رہا ہے کہ بعض دوسرے میدانوں کے ماہرین اور دانشور اسلام کے احکام اور مسائل کے اوپر اپنی مرضی ٹھونکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جن کی قرآن و سنت پر کوئی نظر نہیں ہے وہ فیصلے اور احکام جاری کرتے ہیں۔ جہاں تک نئے مسائل کا تعلق ہے جو عصر حاضر کی ترقی کے باعث پیدا ہوئے ہیں اور توجہ طلب ہیں ان پر برابر آج بھی علماء غور و فکر کرتے اور اپنی دینی علم کی روشنی میں ان کا حل تلاش کرتے ہیں۔ یہ کوشش لازماً ہونی چاہئے اور الحمدللہ ایسی کوششیں ہو رہی ہیں۔

س:- کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تمام مسالک ختم ہو جائیں اور صرف ایک ہی مسلک اتفاق رائے سے ترتیب دے دیا جائے؟

ج:- یہ ناممکن ہے۔ آپ ساری باتیں سن چکے ہیں کہ اسلام کی تعلیمات میں لچک ہے۔ فقہی اختلاف کی حقیقی بنیادیں موجود ہیں۔ قرآن اور احادیث کے احکام پر عمل درآمد کے سلسلہ میں اہل عقل و دانش کے درمیان اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔ اور آئندہ بھی اختلاف رہے گا۔ ایسے میں تمام مسالک کو ختم کر کے ایک ہی مسلک تشکیل دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ غور و فکر کی آزادی پر پابندی لگ جائے۔ اجتہاد کے دروازے بند ہو جائیں، غور و خوض کے سوتے خشک ہو جائیں۔ اس کے علاوہ اس کا مطلب یہ بھی ہوگا کہ قرآن و حدیث کی تعلیمات میں قرآن و حدیث کی تعلیمات میں جو لچک پائی جاتی ہے اس کو ختم کر دیا جائے اور دین اسلام جو آسان دین ہے اس کو مشکل و دشوار بنا دیا جائے۔

س:- کتاب و سنت وہ کون سی بنیادیں فراہم کرتی ہیں جن پر مختلف مسالک کے لوگ

اپنے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے اتحاد و اتفاق کے ساتھ چل سکتے ہیں؟

ج:- قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ آپ اہل کتاب سے کہہ دیجئے کہ "آؤ ہم سب مل کر ان باتوں پر متحد ہو جائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہیں" جب یہ بات یہود و نصاریٰ سے کہی جاسکتی ہے تو خود مسلمانوں پر کیوں کر لاگو نہیں ہو سکتی؟ جب ہم متفق علیہ امور پر غیر مسلموں سے سمجھوتا کر سکتے ہیں تو خود آپس میں ایسا کیوں نہیں کر سکتے؟ علامہ اقبال نے کہا تھا۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

نماز پڑھنے سے تو کسی کو اختلاف نہیں، اس کے طریقہ میں کچھ باتوں پر اختلاف ہے، روزہ رکھنے میں تو کسی کو اختلاف نہیں، اس سے متعلق شاید دو ایک مسائل میں اختلاف ہوگا، حج کرنے سے تو کسی کو اختلاف نہیں، اس سے متعلق بعض ضمنی و فروعی باتوں میں اختلاف ہے۔ کلیات اور اصول وہی ہیں کوئی اختلاف نہیں، اصولی باتوں میں کوئی اختلاف نہیں، فروعی و ضمنی باتوں اور جزئیات میں اختلاف ہے۔ اس لئے باہم برسرِ پیکار اور برسرِ نزاع ہونا تو کوئی دانائی کی بات نہیں ہے۔ اتحاد، اتفاق پیدا کرنے والی جوڑنے والی باتوں پر زور دینا چاہئے۔ نزاع، اختلاف و انتشار والی باتوں کو نظر انداز کرنا چاہئے خود بخود اتحاد و اتفاق پیدا ہو جائے گا۔

س:- آپ سے آخری سوال ہے کہ آپ جماعت اسلامی ہند کے نائب امیر ہیں، اس سلسلہ میں وضاحت فرمائیں کہ مسالک کے بارے میں جماعت کا اپنا موقف کیا ہے؟

ج:- جماعت فقہی مسائل سے تعرض نہیں کرتی، اس کا مقصد اقامتِ دین ہے۔ دین کی دعوت کیسے پھیلے؟ یہ کیسے عام ہو اور اس پر کیسے عمل ہو، اقامتِ دین کی راہیں کیسے کھلیں اور عملاً دین کیسے قائم ہو۔ یہ ہے جماعت کی کوششوں کا ہدف۔ یہی اس کا مقصد ہے۔ انہیں باتوں پر وہ توجہ اور زور دیتی ہے۔ امت میں اختلاف اور انتشار ہر پہلو سے بچتی ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت میں آپ ہر فقہی مسلک اور مکتبِ فکر کے لوگوں کو شامل پائیں گے ہمارے بہت سے رفقاء اہل حدیث ہیں خود مرکز جماعت کے ذمہ داروں میں ہر مسلک کے لوگ شامل ہیں۔

مرکز کی مسجد میں آپ دیکھتے ہیں کہ یہاں نماز پڑھنے والوں میں رفع یدین کرنے والے بھی پائے جاتے ہیں۔ زیر ناف ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والے بھی۔ یہاں تک کہ اس مسجد میں فرض نماز اور جمعہ کی نماز کبھی حنفی مسلک کا عالم پڑھاتا ہے تو کبھی اہلِ حدیث بھی پڑھا دیتا ہے اور کبھی شافعی مسلک کا آدمی بھی، جماعت سب کے لئے اپنے اپنے مسلک پر عمل پیرا رہتے ہوئے اور اختلاف سے بچتے ہوئے اقامتِ دین کا پلیٹ فارم مہیا کرتی ہے۔☆☆

(بشکریہ سہ روزہ دعوت دہلی ۱۶/ جنوری ۲۰۰۱ء)

آبِ رحمت

مرا ہر ہر قدم یا رب سراپا شوق بن جائے

امۃ اللہ تسنیمؒ

بنا کر اپنا مرکز دل کو تو ایسا سما جائے
کہ تجھ کو پا کر یہ بے چین دل تسکین پا جائے

بسا ہو تو نہ جس کے دل میں دل بیکار ہے بالکل
نہ ہو گر باغ میں گل تو وہ گلشن خار ہے بالکل

بہت بے لطف اور بے کیف گزری زندگی اتنی
کٹے اب تیری طاعت میں ہے باقی زندگی جتنی

اطاعت ہو شعار اپنا عبادت ذوق بن جائے
مرا ہر ہر قدم یا رب سراپا شوق بن جائے

جیوں تیری طلب میں اور مروں تیری محبت میں
یہ پوری زندگی گزرے الٰہی تیری مدحت میں

مجھے اتنی محبت دے بنوں تصویر الفت کی
سراپا شوق بن کر توڑ دوں زنجیر فرقت کی

یہ روح کنج قفس میں پھڑ پھڑائے اور مچل جائے
تجھی کو یاد کرتے کرتے میرا دم نکل جائے

مرے رب مہرباں ہو جا تجھے صدقہ کریمی کا
یہ کلفت پیش خیمہ ہو تری ذرہ نوازی کا

ہوئے ہوں عمر میں جتنے گناہ سب معاف کر دے تو
الٰہی ہر برائی سے مرا دل صاف کر دے تو

گناہ آلودہ دل کو پاک کر دے آبِ رحمت سے
مجھے خلعت ملے بخشش کا تیری بابِ رحمت سے

تری شفقت تو مادر اور پدر سے ہے کہیں زائد
نہ ہو میری پکڑ بالکل نہ ہو کوئی سزا عائد

بچا کر مکر شیطاں سے مجھے اپنا ہی راغب کر
ہٹا کر دارِ فانی سے مرا دل اپنی جانب کر

رہے تسنیمؔ ہر لحظہ ترے ہی ذکر میں شاغل
تری بندہ نوازی سے یہ درجہ اس کو ہو حاصل

س :۔ زید نے کپڑے کی دکان کی ہے اور کپڑہ قرض سے بھی لاتا ہے اور کپڑے بیچ کر تھوڑا تھوڑا ادا کرتا ہے تو ایسے مال تجارت میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

ج :۔ اگر اس کے پاس کپڑا یا روپیہ بقدر نصاب قرض سے زائد ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ واجب ہے۔

س :۔ زید بزنس (تجارت) میں تقریباً ایک لاکھ کا قرض دار ہو گیا ہے اور اس کی ساری پونجی ختم ہو گئی ہے لہٰذا حامد زکوٰۃ سے اس کی مدد کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کی مدد کر سکتا ہے؟

ج :۔ ہاں مذکورہ صورت میں مدد کر سکتا ہے شرعاً درست ہے۔

س :۔ قرآن مجید سے کسی مجرم کا نام نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

ج ناجائز ہے ایسے امور سے اجتناب کرنا چاہیے۔

س :۔ داڑھی کا مذاق اڑانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

ج :۔ داڑھی کا مذاق اڑانا سخت گناہ کا باعث ہے اور خطرناک امر ہے، نبی کریم ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام کی سنت ہے ایسے شخص پر کفر کا اندیشہ ہے، توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

س :۔ صاحب نصاب شخص نے ایک غریب آدمی کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی جس کی اصل قیمت سو روپئے ہے لیکن غربت کی وجہ سے چھوٹ مانگی۔ اس شخص نے دس روپئے قیمت کم کر دی کیا اب وہ صاحب نصاب اس چھوڑی ہوئی رقم کو زکوٰۃ میں شمار کر سکتا ہے؟

ج :۔ نہیں! اس طرح زکوٰۃ میں شمار کرنا جائز نہیں ہے۔

س :۔ اذان ثانی اور خطبہ کے دوران سنت پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے چار رکعت سنت کی نیت باندھ لی پھر اذان ثانی شروع ہوئی تو سنت کو پوری کرے؟

ج :۔ اذان ثانی اور خطبہ کے دوران سنت پڑھنا درست نہیں ہے، اگر کسی نے چار رکعت سنت کی نیت باندھ لی پھر اذان ثانی شروع ہوئی تو سنت کی تکمیل کرلے۔

س :۔ کیا میت کو زمین کھود کر دفن کرنا ضروری ہے؟

ج :۔ اس پر اجماع ہے کہ اگر میت کو دفن کرنا ممکن ہو تو دفن کرنا فرض ہے اگر زمین پر رکھ کر اوپر قبر کی شکل بنا دی جائے تو کافی نہیں ہے اور فرض ادا نہیں ہوگا۔

محمود حسن حسنی ندوی

قرآن و حدیث کے مسابقہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طلباء پورے ہندوستان کے مدارس میں اول آئے جس میں نیپال کے مدارس کے طلباء بھی شریک تھے

کل ہند مسابقۂ حدیث میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طالب علم سلمان نسیم کو پہلا انعام

ولید بن عبدالکریم الخمیس المستشار الثقافی لسفارۃ خادم الحرمین الشریفین میں سعودی سفارتخانہ کے زیر اہتمام دہلی میں مسابقۂ قرآن وحدیث منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے مختلف مدارس، دارالعلوم جامعات کے طلبہ شریک ہوئے۔ وزارت شؤن اسلامیہ واوقاف دعوت وارشاد کی جانب سے اہل ہندوستان و نیپال کے لئے یہ اول مسابقۂ قرآن کریم وحدیث شریف ٨ صفر المظفر ١٤٢٢ھ تا ١٠ صفر المظفر ١٤٢٢ھ کو ہوا۔ مسابقۂ قرآن میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ١٥٠ تھی، جبکہ مسابقۂ حدیث میں ١٣٥ طلباء نے شرکت کی۔ مسابقہ کے ذمہ داروں نے مسابقۂ قرآن کے لئے پانچ (٥) اور مسابقۂ حدیث کے لئے پانچ (٥) انعام مقرر کئے تھے۔ مسابقۂ حدیث شریف میں جس میں صرف احادیث مبارکہ سنانا نہیں تھا بلکہ ان کا صحیح مفہوم اور تشریح بیان کرنی تھی۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ہونہار طالب علم سلمان نسیم متعلم درجۂ فضیلت دوم کو اولیت حاصل رہی اور وہ پہلا مقام پاکر دس ہزار کی رقم کے مستحق قرار پائے۔

جبکہ مسابقۂ قرآن میں بھی اول انعام ندوۃ العلماء کے طالب علم محمد شاہد فیض آبادی کو اور ندوہ کے ہی دوسرے طالب علم محمد علی کو سوم انعام ملا۔ دوم اور چہارم انعامات جامعۃ القرآن الکریم بجنور کے طالب علم محمد زید اور محمد ذاکر کو ملے۔

مسابقۂ حدیث میں کامیاب ہونے والے طلباء کو تو نقد انعامات دیئے گئے لیکن مسابقۂ قرآن کریم میں صرف پانچواں انعام نقد دیا گیا اور اس میں کامیاب ہونے والے اول چار طلباء کو رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے مسابقۂ عالمی میں شرکت کے لئے منتخب کیا گیا۔ مسابقۂ قرآن کریم میں سب سے کم عمر کے دو لڑکے تھے جن کی عمر ٩-١٠ کے لگ بھگ تھیں جنہیں المستشار الثقافی ولید بن عبدالکریم الخمیس نے تشجیعی انعام دیا جن میں ایک فضل الرحیم افتخار (رائے بریلی) تھے جو کہ ندوہ کی ہی ایک شاخ کے طالب علم ہیں۔

تقریب تقسیم انعامات جامعہ ہمدرد کے کنونشن ہال میں ہوئی جس میں مہمان خصوصی جناب سید حامد صاحب سکریٹری ہمدرد ایجوکیشنل سوسائٹی دہلی تھے، مسابقہ کا انتظام وانصرام مولانا عبدالرشید صاحب بستوی ناظم مدرسہ ریاض العلوم جامع مسجد دہلی کو سونپا گیا، تمام مدعوئین کو سفارت کے خرچ پر ہوٹل میں ٹھہرایا گیا۔ اور ان کی ضیافت کی گئی۔

پورے مسابقہ کی نظامت کے فرائض ڈاکٹر محمد انس رشید ندوی (الہ آباد) نے بڑے حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیئے جن پر مستشار الثقافی کو خصوصی اعتماد ہے، موصوف سکریٹری جمعیۃ خریج الجامعات السعودیۃ فی الہند والنیبال بھی ہیں، اس موقع پر مولانا محبوب الرحمن صاحب ازہری اور مولانا ابو سحبان روح القدس ندوی خصوصی طور پر مدعو کئے گئے تھے، ڈاکٹر انس ندوی مولانا ابو سحبان صاحب مولانا عبدالسلام، اور مولانا افتخار عثمان ندوی اور بعض دیگر فضلاء کو اس پروگرام میں ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے توصیفی سندیں بھی دی گئیں۔

معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا عبداللہ عباس ندوی کو مولانا ابوالحسن علی ندوی تعلیمی ایوارڈ

١٦ راگست سنہ ٢٠٠١ء کو لکھنؤ کے سنی انٹر کالج کے سید ناصر لیق اکبر ہال میں منعقد ایک تقریب میں جس میں شہر لکھنؤ کے معززین اور اعیان نے شرکت کی، معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کو مولانا سید

ابوالحسن علی ندوی تعلیمی ایوارڈ سے نوازا گیا ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے ان کو شیلڈ پیش کی۔ اور ان کی تعلیمی خدمات کو سراہتے ہوئے کئی اعتبار سے اس ایوارڈ کا انھیں سب سے زیادہ مستحق قرار دیا، مولانا عبداللہ عباس ندوی نے ایوارڈ کو وصول کرتے ہوئے جہاں اس تقریب کے منعقد کرنے والوں کا شکریہ ادا کیا۔ وہیں اس ایوارڈ کے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہونے کو ایوارڈ قبول کرنے کا بنیادی سبب بتایا۔

اس موقع پر "سوانح مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" مولفہ مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی" کا رسم اجراء بھی ہوا جو مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ کے ایماء پر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے ذریعہ انجام پایا،

جلسہ کی صدارت رفیع احمد صدیقی نے کی جو کہ مسلم ایسوسی ایشن کے صدر ہیں جن کے زیر اہتمام یہ تقریب ایوارڈ منعقد ہوئی اس موقع پر مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب، قاری مشتاق احمد صاحب اردو اکاڈمی اتر پردیش کے چیئرمین شاہد اللہ صاحب، مرحوم حیات اللہ انصاری صاحب کے بیٹے سدرت اللہ انصاری صاحب موجود تھے، جلسہ کی نظامت محمد احمد ادیب صاحب نے کی اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

ندوۃ العلماء میں دارالامور ٹیپو سلطان شہید بنگلور کا چار روزہ مذاکرہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں دارالامور ٹیپو سلطان شہید اسٹڈی اینڈ ریسرچ سینٹر بنگلور کے تحت ۵ تا ۸ر جولائی سنہ ۲۰۰۱ء کو "اسلامی مطالعات اور علماء کرام کی قیادت" کے موضوع پر علماء اور دانشوروں کے درمیان مذاکرہ ہوا جس میں مقررین نے کہا کہ یہ جدید دور مقابلوں کا دور ہے، اور مقابلہ میں جمے رہنے کے لئے کمپیوٹر کا استعمال ضروری ہے اس موقع پر طلباء کو کمپیوٹر فلاپی سے قرآن کریم کی آیت، قرآن میں لفظ اللہ کا استعمال اور دوسری اہم معلومات (پردے پر) دکھائی گئیں،

اس سلسلہ میں جناب ضیاء اللہ شریف (بنگلور) نے ایک بڑی عمارت تعمیر کر کے بنگلور میں دارالامور کے لئے وقف کر دی ہے، جہاں گریجویٹ طلباء کو اسلامی تعلیمات اور مدارس اسلامیہ کے طلباء کو سائنسی علوم سے روشناس کرایا جائے گا۔

اس موقع پر ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ مغربی تہذیب کی طرح طرح کی جو پرچھائیاں رہ گئی ہیں انھیں تعلیمی اداروں کے ذریعہ دور کیا جائے انھوں نے اس بات کو واضح کیا کہ دینی تعلیم کو اس کے اصل حیثیت میں برقرار رکھتے ہوئے دعوت و تبلیغ کیلئے ہمیں جدید ٹکنالوجی اور وسائل سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، مولانا نے دارالامور بنگلور کے اس اقدام کو سراہا کہ اس نے دینی مدارس اور عصری تعلیم گاہوں کے طلباء کی طرف توجہ دیکر انھیں جدید عہد کے تقاضوں کے مطابق دعوتی و فکری کاموں کے لئے تیار کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی نے اپنی تقریر میں کہا کہ آج کے عہد میں دعوتی کاموں کے لئے ہمیں اپنے طلباء کو جدید اصولوں اور ٹکنالوجی سے آراستہ کرنا ہوگا تاکہ وہ دنیا کے ہر گوشہ میں اسلام کا پیغام لے کر جا سکیں، اور اس کے لئے ضروری ہے کہ جامعیت کے اصولوں پر کاربند ہوا جائے۔

مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے اپنی تقریر میں علم کی حقیقت پر روشنی ڈالی اور طلباء کو علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ جدید علوم سے آراستہ ہونے پر زور دیا۔

اس مذاکرہ میں مولانا عبدالکریم پاریکھ پروفیسر انیس چشتی، مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری، ڈاکٹر شبیر احمد ندوی، ضیاء اللہ شریف، ڈاکٹر بی علی شیخ، اے آر قمر الدین، ایم اے عطاء اللہ وغیرہ نے بھی خطاب کیا،

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ کی دارالعلوم میں آمد

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ کا ۲۳ر ربیع الثانی سنہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۵ر جولائی سنہ ۲۰۰۱ء کو لکھنؤ سے ممبئی کا سفر درپیش تھا ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں کی خواہش پر آپ دارالعلوم تشریف لائے اور چند گھنٹے قیام فرمایا۔ عصر بعد دارالعلوم کی عالی شان مسجد میں خطاب فرمایا جس میں انھوں نے اللہ کے لئے ایک دوسرے سے تعلق اور محبت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ دینی دوست اور للٰہی بھائی بنانے کی دین میں بڑی اہمیت ہے۔ انھوں نے کہا کہ اللہ کے لئے تعلق و محبت قائم کر کے اسے بھی باقی رکھا جائے اس لئے کہ یہ ایسا بڑی فضیلت والا کام ہے جس کے نتیجہ میں ایسا کرنے والا عرش الٰہی کے سایہ میں اس وقت رکھا جائے گا

جبکہ اس سایہ کے علاوہ کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا اور فرمایا کہ جن سات قسم کے لوگوں سے اس سایہ کا وعدہ روز قیامت کو کیا گیا ہے ان میں ایک امام عادل بھی ہے لیکن امام ہر ایک نہیں ہوسکتا اور پھر یہ کہ امام کے ساتھ عادل بھی ہونا ضروری ہے لیکن ان سب میں اللہ کے لئے ایک دوسرے سے تعلق و محبت ایسی چیز ہے جو کہ ہر ایک کے بس میں ہے۔

طلباء کو حفظ قرآن کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ اس عظیم نعمت کو حاصل کرنے کی سبھی کو طلب ہونی چاہیئے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، ایک ایک آیت کے یاد کرنے کا معمول بنالیا جائے۔ اور اس کے سُنانے کا بھی اہتمام کیا جائے ایک وقت آئے گا کہ پورا قرآن کریم یاد ہوچکا ہوگا۔ اور فرمایا کہ اس میں اس کا بھی خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ جن سورتوں کی اپنی مستقل فضیلت آئی ہے ان کے یاد کرنے کا پہلے اہتمام کیا جائے جیسے سورۃ "یٰسین" ہے، سورۃ "واقعہ" ہے، سورۃ "ملک" ہے۔

تلاوت قرآن کریم کے اہتمام پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کی تلاوت بھی سنت کے مطابق کرنی چاہیئے۔ اور اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ جاننا چاہیئے، اذکار و اوراد کے سلسلہ میں بھی آپ نے توجہ مبذول کرائی اور فرمایا، یہ امور سنت کے مطابق انجام دیئے جانے پر دوہرے اجر کا باعث بنیں گے۔ اس لئے کہ ذکر و تلاوت کا اپنا مستقل ثواب ہے اور سنت کے مطابق کئے جانے پر اس کا الگ ثواب حاصل ہوگا، اس ضمن میں مولانا مدظلہ العالی اذان و اقامت کی تصحیح پر بھی زور دیا۔ اور اس سلسلہ میں لوگوں کی غفلت دور کرنے کو کہا۔

حضرت مولانا مدظلہ نے اپنے مختصر سے خطاب میں جو آدھ گھنٹہ سے زائد چلا مستند دینی کتابوں کے مطالعہ، تلاوت تسبیحات اور دعاؤں کے اہتمام کی طرف بھی توجہ دلائی اور آخر میں پُر اثر دُعا فرمائی جس میں خصوصیت سے دارالعلوم ندوۃ العلماء اور سبھی مراکز دینیہ اور مدارس اسلامیہ کی حفاظت و ترقی، اور طلباء کے علم دین سے صحیح انتفاع اور عالم نافع بننے کی دُعا تھی۔

مفسر قرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کی اہلیہ کا حادثۂ وفات

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے شیدائی اور مرید خاص، ندوۃ العلماء کے رکن انتظامی اہل ندوہ کے محبوب معتقد مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کی اہلیہ صاحبہ ۶ اگست ۲۰۰۱ء کو رات بارہ بجے انتقال فرماگئیں۔ مرحومہ اپنی دیگر خصوصیات و صفات کے ساتھ بڑی کشادہ دست علماء اور اہل دین کی بڑی قدرداں تھیں وہ ایک مرتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء بھی تشریف لائی تھیں، اساتذہ کے گھروں میں بھی جاکر خواتین سے ملیں اور اس تواضع و عقیدت کے ساتھ ملیں کہ ان کی کسی ادا سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ ایک بہت بڑے تاجر اور مفسر قرآن کی رفیق حیات ہیں۔ ایک عشرہ سے زیادہ شدید علالت میں وقت گذار کر اپنے مالک حقیقی سے جاملیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، خود مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب جس ضعف و بیماری کے حال میں ہیں ان کو صبر اور ہمت و حوصلہ دے کہ ان کے ذریعہ خدمت دین و دعوت کا کام جاری رہے۔

ادارہ تعمیر حیات مرحومہ کے جملہ پسماندگان سے تعزیت کرتا ہے، اور قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے۔

نعت شریف

رئیس احمد نعمانی

رو برو آپؐ کے عیاں حالِ تمنا ہوتا
کاش چودہ سو برس پہلے میں پیدا ہوتا

کاش اس طرح سے ہوتا سفرِ زیست تمام
شام کعبے میں، مدینے میں سویرا ہوتا

خوش نصیبی کہ ملی آپؐ کی محبت سے ضیا
ورنہ قسمت میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا

آپؐ آتے نہ اگر رحمتِ عالم بن کر
کون کہہ سکتا ہے احوالِ جہاں کیا ہوتا

کاش یوں عمر گزرتی مری طیبہ میں رئیس
روز و شب پیشِ نظر روضۂ آقا ہوتا

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب کے نائب وزیر اعظم دوم اور وزیر دفاع شہزادہ سلطان بن عبد العزیز نے کہا ہے کہ اگر مغربی ممالک فلسطینیوں پر صہیونی مظالم روکنے میں ناکام رہیں تو اسرائیل میں کام کرنے والی مغربی کمپنیوں کا عرب ممالک بائیکاٹ کریں۔ انگریزی اخبار "عرب نیوز" کے مطابق انھوں نے کہا کہ ہم عربوں کو اپنے فلسطینی بھائیوں کی اخلاقی اور سیاسی حمایت کرنی چاہیئے اور اسرائیل کے ساتھ کام کرنے والی کمپنیوں کے خلاف مشترکہ موقف اختیار کرنا چاہیئے اگر امن کا حالیہ عمل ناکام رہا تو سعودی عرب ایسی کمپنیوں کے ساتھ کبھی کام نہیں کرے گا انھوں نے کہا کہ مذاکرات کی میز پر آجانا بہت بہتر ہوگا قبل اس کے کہ ہم اسرائیل کے خلاف جنگ میں فلسطینیوں کی حمایت کا اعلان کریں۔ انھوں نے متنبہ کیا کہ اگر ایک بار جنگ چھڑ گئی تو اسے کوئی نہیں روک سکے گا انھوں نے کہا کہ ولی عہد شہزادہ عبد اللہ نے دورۂ امریکا کی دعوت مسترد کرکے سعودی موقف کو بالکل واضح کر دیا ہے۔

● لکھنؤ سے شائع ہونے والا ہندی روزنامہ راشٹریہ سہارا کے مطابق گذشتہ دس سال سے یعنی ۱۹۹۱ء سے ۲۰۰۰ء تک یوپی اسمبلی کا اجلاس صرف ۱۹۱ دن ہی چلا۔ جس میں ۱۲۵ دن ہنگامے کی نذر ہوگیا اور کام صرف ۶۶ دن ہی ہو سکا۔ اس طرح ایک سال میں صرف ½۶ دن اسمبلی نے کام کیا۔ اور خرچ ۴۸ ارب روپیہ ہوا۔

مزید تفصیل کے مطابق ۱۹۸۷ء میں اسمبلی کے کل ۳۲ اجلاس ہوئے اور ۱۹۸۸ء میں ۴۳، ۱۹۸۹ء میں ۴۰، ۱۹۹۰ء میں ۳۵، ۱۹۹۱ء میں ۲۳ ہوئے جبکہ ۱۹۹۲ء میں صدر راج رہا اور ۱۹۹۳ء میں کل چھ دن ہی اجلاس ہو سکا۔ ۱۹۹۴ء میں ۳۷ دن، ۱۹۹۵ء میں صرف ۷ دن، ۱۹۹۶ء میں صدر راج رہا، ۱۹۹۷ء میں ۲۵ دن، ۱۹۹۸ء میں ۳۵ دن، ۱۹۹۹ء میں ۳۶ دن اور گذشتہ سال ۲۰۰۰ء میں کل ۲۲ دن ہی اسمبلی نے کام کیا۔ اس طرح گذشتہ ۱۴ سالوں میں اسمبلی نے کل ۳۱۴ دن کام کیا جس میں اسمبلی کے ہنگاموں کی نذر ۲۶۷ دن اگر کم کر دیئے جائیں تو اس ۱۴ سالوں میں صرف ۴۷ دن کام میں گذرے اور اسمبلی میں ہنگاموں کے دوران ۱۸ ممبران اسمبلی سنگین طور پر زخمی ہوئے، یہ ہماری ایک اسمبلی کی تصویر ہے۔

● اٹلی کی مسلم آبادی ملک کی مجموعی آبادی کے ایک فیصد سے بھی کم ہے تاہم کیتھولک عیسائی کی اکثریت ان کی روز افزوں آبادی کے بارے میں تشویش کا شکار رہی۔

ایک اخباری اطلاع کے مطابق ۵ لاکھ مسلم آبادی کے ساتھ اسلام اٹلی کا دوسرا سب سے بڑا مذہب بنتا جا رہا ہے ساتھ ہی ساتھ نئی مسجدوں اور اسلامی سینٹر کی تعمیر بھی جاری ہے انتخابات میں مسلمانوں کے لئے امید افزا نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اس لئے میڈیا اپنی شر انگیزی پر اتر آئی ہے اور ..... کیتھولک عیسائیوں کے عوام و خواص کو مسلمانوں سے بدظن کر رہی ہے، لیکن مسلمانوں نے مثبت انداز میں اس کا جواب دیا ہے اور اٹلی کے چند علاقوں میں مسلم کارکنوں کے صنعتی ادارے قائم ہیں جو اچھا رول ادا کر رہے ہیں، ایک صنعت کار نے تو اپنے اسٹور روم کو مسلم کارکنوں کے نماز کے لئے جگہ دی ہے اور کمپنی کی کینٹین میں مسلم ملازمین کے لئے حلال اشیاء کا نظم کیا ہے۔ واضح رہے کہ ۱۹۷۰ء کے آخر میں مسلم تارکین وطن نے معاشی اسباب کی بنا پر اٹلی کا رخ کیا آج اس کی مجموعی آبادی اٹلی کی ترقی و پیش رفت میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

مطالعہ کی میز

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتابچہ: دعوت اسلام کا طریقہ اور داعی کے اوصاف و اخلاق
مؤلف: شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ
صفحات: ۴۰ سائز ۲۰×۳۰/۸ خوبصورت ٹائٹل
قیمت: دس روپئے
ملنے کا پتہ: محمد وسیم صدیقی ندوی مدرسہ مظہر الاسلام بلوچپورہ لکھنؤ۔

فریضۂ دعوت کی اہمیت و ضرورت، طریقۂ کار، اور داعی کو کن اوصاف و اخلاق سے متصف ہونا چاہیئے، بڑی وضاحت کے ساتھ اس کتابچہ میں بتایا گیا ہے۔

دعوت الی اللہ کا حکم اور اس کی فضیلت، دعوت کی اہمیت و افادیت، دعوت دینے کا طریقہ، دعوت کا اصل مقصد کتابچہ کے جلی عنوانات ہیں جن سے کتابچہ کی اہمیت و افادیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

کتابچہ پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کا گرانقدر مقدمہ ہے امید ہے کہ اس کتابچہ کا نفع عام ہوگا۔ اور اصلاح و دعوت کے کام کرنے کا جذبہ رکھنے والوں کی رہنمائی بھی ہوگی۔

نام کتابچہ: گھومتی پھرتی کائنات
مصنف: مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب
صفحات: ۴۰ سائز ۲۰×۳۰/۸ خوبصورت سرورق، قیمت ۱۰/- دس روپئے۔
ملنے کا پتہ: فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۴۲۲ مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

یہ حقیقت ہے کہ کائنات کی ساری چیزوں (چاند، سورج، ستارے، آسمان زمین اور دن ورات) کو اللہ تعالی نے اپنی حکمت اور قدرت سے پیدا کیا ہے، اور ایک نظام کے تحت یہ ساری چیزیں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر رہی ہیں۔ ان چیزوں کے بارے میں قرآن مجید ہمیں کیا معلومات فراہم کرتا ہے؟ دنیا کے لوگوں نے انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا؟ ان کے کیا کیا خیالات ہیں؟ اور ان کا خاتمہ کب ہوگا؟ مفسر قرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب نے اس کتابچہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیا ہے تاکہ اس سائنسی دور میں عام لوگوں کے علاوہ سائنسداں، ماہرین فلکیات اور جدید تعلیم یافتہ لوگ کائنات، اس کی گردش اور اس میں موجود چیزوں کی تحقیق و جستجو کے وقت قرآن مجید کے ذریعہ دی گئی معلومات سے فائدہ اٹھا سکیں۔

نام کتابچہ: سورج، چاند گرہن اور قرآن مجید۔
مصنف: مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب
صفحات: ۷۲، سائز ۱۸×۲۲/۸، خوبصورت ٹائیٹل، قیمت: ۲۰/- بیس روپئے۔
ملنے کا پتہ: فرید بکڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۴۲۲ مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کا کتابچہ بھی آسمانی دنیا سے تعلق رکھنے والا بڑا معلوماتی ہے۔ جس میں انھوں نے نظام شمسی اور نظام قمری کی تفصیلات کا ذکر قرآنی آیات کی روشنی میں کرتے ہوئے بتایا ہے کہ سورج اور چاند کو گہن کیوں لگ جاتا ہے؟ اس سلسلہ میں انسانی ذہن و دماغ میں اٹھنے والے بعض سوالات کے جوابات بھی دیئے ہیں، اور چاند و سورج کو اللہ تعالی کی نشانیاں بتاتے ہوئے ملحدین کے غلط عقائد و افکار کی تردید بھی کی ہے، نیز سورج اور چاند گرہن کے موقع پر نماز کسوف اور نماز خسوف ادا کرنے کا حکم بھی بیان کیا ہے۔

یہ دونوں کتابچے آسمانی معلومات سے پُر ہیں اس لئے ماہرین فلکیات اور سائنسدانوں کے ایک قیمتی تحفہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

نام کتابچہ: خطبات محفوظ، مرتب: محمد حسنین صاحب
صفحات: ۴۴، سائز ۱۸×۲۲/۸
ملنے کا پتہ: نیو نورانی بکڈپو، نزد نورانی مسجد نیا پورہ مالیگاؤں

یہ کتابچہ مولانا محفوظ الرحمن قاسمی کی دینی و دعوتی تقریروں کا مجموعہ ہے، یہ تقریریں تو مفید ہیں لیکن مرتب نے بہت عجلت سے کام لیا ہے، اگر ان تقریروں کو نظر ثانی کرکے دوبارہ سلیقہ سے ترتیب دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اور پڑھنے والوں کو بھی فائدہ ہوگا۔

(بقیہ) صبر اور شکر

چند دن ضرور مشق کرنی ہوگی۔ یہ نہیں کہ ایک دن میں مکمل ہو جائے ؎

صوفی نشود صافی نہ در نہ کشد جامے
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

صوفی صاف دل والا اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ مشقت کا پیالہ نہیں پیتا۔ پختہ ہونے کے لئے بہت سے سفر کی ضرورت ہے۔

مجذوب بن جانا کمال نہیں، سنت کی پیروی کمال ہے۔ ایک مجذوب نماز میں کھڑا ہوا، جب تک آواز نہ آئی رکوع نہ کیا لیکن یہ کمال نہیں ہے۔ کمال صرف اتباعِ سنت میں ہے۔ بیماری میں بھی درمیانہ درجہ یہ ہے کہ ضرورت کے وقت ظاہر کرے، ہر وقت نہ گاتا پھرے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے۔ کسی نے حال پوچھا تو فرمایا طبیعت اچھی نہیں۔ کسی نے کہا آپ شکایت کرتے ہیں؟ فرمایا: کیا میں اللہ میاں کے سامنے پہلوانی کروں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا: إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ (یوسف، ۱۳: ۸۶) کہ میں تو اپنے درد و غم کی شکایت صرف اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں۔

ہر حال میں صبر و شکر

ہماری ایک حالت ایسی بھی ہے جس میں صبر اور شکر دونوں کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ موقع مصیبت ہی کا ہوتا ہے، مثلاً طبیب ناراض ہوگیا۔ وہ جلاب کی دوا لکھ کر نہیں دیتا ہے، کوشش کے بعد جب وہ راضی ہوا تو نسخہ لکھ دیا، تو اب ہم اس کے شکر گذار ہوں گے اب یہاں تکلیف پر صبر بھی ہے اور طبیب کا شکر بھی ادا ہو رہا ہے۔ ایک طبیب کا تو ہم شکر ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اگر جلاب دیں تو ہم شکر ادا کیوں نہیں کرتے؟ مصیبت روحانی جلاب ہے کیوں کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، یہ بات احادیث سے ثابت ہے کسی کا بچہ فوت ہو جائے تو اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے جس کا نام بیت الحمد رکھا جاتا ہے۔ اب یہ نام اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ موقع اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کا ہے یعنی شکر کرنے کا ہے۔ اگر یہ صرف مصیبت ہی ہوتی تو نام بیت الصبر ہوتا۔

ایک دفعہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مصیبت کے فوائد بیان فرما رہے تھے کہ یہ بھی ایک نعمت ہے اتنے میں ایک آدمی آگیا جو درد کی وجہ سے آہ! آہ! کر رہا تھا اس نے آکر کہا: حضرت بہت تکلیف ہے، دعا فرمائیے کہ تکلیف دور ہو جائے۔ اب اگر وہ دعا نہ فرمائیں کہ ابھی جو بیان فرما رہے تھے کہ مصیبت بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس کے خلاف ہوگا تو اس آنے والے کی دل شکنی ہوتی۔ حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ یا اللہ بیماری بھی نعمت ہے، لیکن ہم کمزور ہیں، بیماری کی نعمت کو صحت کی نعمت سے بدل دیجئے۔ پس جب بیماری اور مصیبت نعمت ہے تو یہ موقع صبر کا بھی ہے اور شکر کا بھی ہے اگر کوئی یہ کہے کہ اگر مصیبت ہے تو نعمت نہیں، اور اگر نعمت ہے تو مصیبت نہیں، تو جواب یہ ہے کہ صورت کے لحاظ سے مصیبت ہے، اور حقیقت کے لحاظ سے نعمت ہے۔ جیسے بیماری ہے کہ درد کو دیکھیں تو مصیبت ہے، اگر یہ دیکھیں کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، تو نعمت ہے، یہ دیکھیں کہ اس سے نفس میں تہذیب پیدا ہوتی ہے تو اس لحاظ سے بھی نعمت ہے۔ اسی طرح راحت ظاہری طور پر نعمت ہے اور شکر کا موقع ہے، لیکن ایک لحاظ سے یہ صبر کا موقع ہے، کسی کے پاس مال آیا اب شکر کا موقع ہوتا تو بالکل ظاہر ہے۔ لیکن یہ صبر کا بھی موقع ہے کہ شریعت کی حد سے آگے خرچ نہ کرے اور بہت زیادہ خوشی کا اظہار بھی نہ کرے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ مصیبت میں شکر بھی واجب ہے اور صبر بھی، راحت میں صبر بھی واجب ہے اور شکر بھی اور عبادت میں بھی صبر اور شکر دونوں واجب ہیں۔ میری یہ بات الحمد للہ ثابت ہوگئی کہ صبر اور شکر ہر وقت واجب ہیں۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہر وقت صبر اور شکر ضروری ہے تو ہر وقت صرف الحمد للہ اور إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھیں، نماز، روزہ وغیرہ کی ضرورت نہ ہونی چاہیئے اس شبہے کی وجہ سے میں یہ نہ کہوں گا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، صبر اور شکر ہر وقت ضروری نہیں، بلکہ میں یہ کہوں گا کہ صبر اور شکر صرف اناللہ پڑھنے کا اور الحمد للہ پڑھنے کا نام نہیں ہے۔ صبر کیا ہے؟ نفس کو روکنا یہ روکنا نماز میں بھی ہے اور ہر عبادات میں ہے، شکر کے معنی قدردانی کے ہیں، اناللہ پڑھنا صورت ہے صبر کی۔ اور الحمد للہ پڑھنا صورت ہے قدردانی کی۔ پس نماز میں صبر بھی ہے، شکر بھی ہے روزے میں صبر بھی ہے شکر بھی ہے، حج میں صبر بھی ہے شکر بھی ہے۔

خوف اور محبت کی کیفیت

اس ساری تقریر سے آپ کی سمجھ میں یہ تو

آگیا ہوگا کہ صبر اور شکر کی ہر وقت ضرورت ہے۔ اب یہ سمجھئے کہ ہر وقت ہم صبر و شکر کیسے کریں؟ اس مقصد کے لئے آپ کو دو چیزوں کی اور ضرورت پیش آئے گی۔ ایک اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت، اور دوسرے اللہ تعالیٰ سے محبت، جب خشیت ہوگی تو نفس کو آپ ایک حد پر لے جاکر روک سکیں گے۔ یہ صبر پایا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو اس نعمت دینے والے آقا کی خوب قدر کروگے۔ اور یہ شکر ہے۔ اگر خوف اور محبت نہ ہوں گے تو صبر اور شکر بھی نہ ہوں گے۔ کیونکہ اگر محبت نہ ہو صرف خوف ہو تو نعمت ملنے سے لذت نہ آئے گی تو شکر ادا نہ ہوگا۔ اگر صرف محبت ہو ساتھ خوف نہ ہو تو محبت کی وجہ سے ناز پیدا ہو جائے گا۔ اور نفس حد پر جاکر نہ رکے گا بلکہ حد سے آگے نکل جائے گا اس لئے صبر پیدا نہ ہوگا

اگر کوئی یہ کہے کہ ایک ہی شخص سے محبت بھی ہو اور اسی سے خوف بھی ہو یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ جواب یہ ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ناراضی کا خوف بھی ہوتا ہے۔ دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔

صبر و شکر کا طریقہ:

اب یہ سمجھئے کہ خوف اور محبت پیدا کیسے ہوں گے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ متعین وقت روزانہ نکالو۔ اس میں سے آدھا اپنی نافرمانیوں کو اور ان کی سزاؤں کو سوچو کہ اس گناہ کی یہ سزا ہے، خطرہ ہے کہ فرشتے گھسیٹ کر دوزخ میں لے جائیں، اور دوسرے آدھے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں سوچو۔ سزائیں سوچنے سے خوف پیدا ہوگا اور نعمتیں سوچنے سے اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہوگی۔ یہ تو طریقہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا خوف کیسے پیدا ہو۔ اب یہ سمجھئے کہ پیدا ہونے کے بعد یہ دونوں چیزیں محفوظ کیسے رہیں۔ محفوظ رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ ۱۵ منٹ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں گزاریں اور ۱۵ منٹ اہل اللہ کی خدمت اور صحبت میں گذاریں۔ ان دونوں کاموں سے صبر اور شکر محفوظ رہیں گے۔ بلکہ ان میں ترقی ہوگی اور صبر و شکر کا اعلیٰ درجہ پیدا ہوگا۔ اور پھر اس آیت کا فائدہ آپ کو معلوم ہوگا: اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ٥ (ابراہیم ۱۴ : ۵) "اس میں البتہ نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لئے جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے"

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب چیزوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے — آمین!

(بقیہ) ہندوستان میں مسلمانوں کا انتظام تعلیم و تربیت

پیش آسکتا ہے۔

بھائیو اور بزرگو! آخر میں خلاصہ کے طور پر کہتا ہوں کہ ہم اس ملک میں اپنے اسلام کو اپنے دین کو اسی صورت میں بچا سکتے ہیں اور نئی نسل تک اس کو منتقل کر سکتے ہیں کہ ہم بچوں کی تعلیم کا صحیح انتظام کریں اور ان کی دینی تعلیم کی فکر کریں تاکہ ان کے عقائد درست ہوں۔ اللہ اور رسول سے ان کی واقفیت درست ہو اور ان کا دین درست ہو، اس کے لئے ہمیں انتظام کرنا ہوگا۔ اس کے لئے مدارس بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہم دینی مدارس کو پہلے قائم کریں اور ان مدارس میں ہم اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلائیں تاکہ وہ عقیدۂ توحید پر قائم رہیں۔ اور خالق و مخلوق کا صحیح طور پر رشتہ قائم ہو سکے۔ اور بندے اپنے مالک کی رضا و خوشنودی حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس بات کی سمجھ دے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

"وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ"۔

حسنِ قول و عمل کے تھے سنگم

● رئیس رامپوری

ذہن و دل کا عجیب ہے عالم
غم ہے وہ بھی علی میاںؒ کا غم
مرگِ عالِم تو مرگِ عالَم ہے
ان کے غم میں ہر آنکھ ہے پُر نم
اٹھ گیا چارہ سازِ ملت کا
چھپ گیا آفتابِ نورِ کرم
آدمیت کے وہ پیامی تھے
دین حق کے مجاہدِ اعظم
سینہ روشن تھا نورِ ایماں سے
حسنِ قول و عمل کے تھے سنگم
اُن کی ہر ایک پر توجہ تھی
تھے سبھی فیضیابِ چشمِ کرم
اُس کو پڑھ کر کریں عمل اُس پر
جو بھی حضرت نے کر دیا ہے رقم
سوئے منزل برائے راہبری
کتنے روشن ہیں ان کے نقشِ قدم
ان کی تعلیم ذہن میں رکھیں
اس پہ کرتے رہیں عمل پیہم
خوش نصیبی اسے سمجھتا ہوں
میں بھی ہوں فیضیابِ چشمِ کرم
میں بھی اِک خادمِ علی ہوں رئیس
یہ بھی اعزاز کچھ نہیں ہے کم

سورۂ رحمٰن کا منظوم ترجمہ

کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

● جوشؔ ملیح آبادی

اے فنا انجام انساں کب تجھے ہوش آئے گا — تیرگی میں ٹھوکریں آخر کہاں تک کھائے گا
اس تمرّد کی روش سے بھی کبھی شرمائے گا — کیا کرے گا سامنے سے جب حجاب اُٹھ جائے گا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

یہ سحر کا حسن، یہ سیّارگاں اور یہ فضا — یہ معطر باغ، یہ سبزہ، یہ کلیاں دل رُبا
یہ بیاباں، یہ کھلے میدان، یہ ٹھنڈی ہوا — سوچ تو کیا کیا، کیا ہے تجھ کو قدرت نے عطا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

خُلد میں حوریں تری مشتاق ہیں آنکھیں اُٹھا — نیچی نظریں جن کا زیور جن کی آرائش حیا
جن و انساں میں کسی نے بھی نہیں جن کو چھُوا — جن کی باتیں عطر میں ڈوبی ہوئی جیسے صَبا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

اپنے مرکز سے نہ چل مُنہ پھیر کر بہرِ خُدا — بھولتا ہے کوئی اپنی انتہا اور ابتدا
یاد ہے وہ دور بھی تجھ کو کہ جب تو خاک تھا — کس نے اپنی سانس سے تجھ کو منوّر کر دیا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

سبز گہرے رنگ کی بیلیں چڑھی ہیں جا بجا — نرم شاخیں جھومتی ہیں، رقص کرتی ہے صَبا
پھل وہ شاخوں میں لگے ہیں دلفریب و خوشنما — جن کا ہر ریشہ ہے قند و شہد میں ڈوبا ہوا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

پھول میں تو خوشبو بھری جنگل کی بوٹی میں دوا — بحر سے موتی نکالے صاف روشن خوشنما
آگ سے شعلہ نکالا، ابر سے آبِ صفا — کس سے ہو سکتا ہے اس کی بخششوں کا حق ادا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

ہر نفس طوفان ہے، ہر سانس ہے اک زلزلہ — موت کی جانب رواں ہے زندگی کا قافلہ
مضطرب ہر چیز ہے، جنبش میں ہے ارض و سما — ان میں قائم ہے تو تیرے رب کے چہرے کی ضیا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

صبح سے شفاف تاروں سے برستی ہے ضیا — شام کو رنگِ شفق کرتا ہے اک محشر بپا
جو سوئیں کے چاند سے بہتا ہے دریا نور کا — جھوم کر برسات میں اٹھتی ہے متوالی گھٹا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

آخرت کے عذاب و ثواب کی حقیقت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز دنیا کا سب سے زیادہ خوشحال آدمی کو لایا جائے گا۔ اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جب آگ اس کے جسم پر اپنا پورا اثر دکھائے گی تب اس سے پوچھا جائے گا کہ "کبھی تونے اچھی حالت دیکھی ہے؟ تجھ پر کبھی عیش و آرام کا زمانہ آیا ہے؟" وہ کہے گا نہیں، تیری قسم اے میرے رب کبھی نہیں" پھر دنیا میں انتہائی تنگی کی حالت میں زندگی گذارنے والے شخص کو لایا جائے گا۔ جب اس پر جنت کی نعمتوں کا رنگ خوب چڑھ جائے گا۔ تب اس سے پوچھا جائے گا کہ "تونے تنگی دیکھی ہے؟ کبھی تجھ پر تکلیف کا دور گذرا ہے" وہ کہے گا اے میرے رب میں کبھی تنگدستی اور محتاجی میں گرفتار نہیں ہوا۔ میں نے تکلیف کا کوئی دور کبھی نہیں دیکھا۔ (مسلم)

بچیوں پر شفقت

حضرت انس بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں، جو بازار سے عمدہ چیز خرید کر لایا اور اپنے بچوں کو کھلایا تو اس کو صدقے کا ثواب ملے گا۔ نیز فرمایا پہلے لڑکیوں کو کھانا کھلانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بھی لڑکیوں پر نرمی کرتا ہے۔ اس کی مثال اللہ کے خوف سے رونے والے کی سی ہے جس کی بخشش ہو جاتی ہے۔ جو لڑکیوں کو خوش کرے گا اللہ تعالیٰ غم کے دن اس کو خوش کرے گا (یعنی قیامت کے دن) اس کا مطلب یہ نہیں کہ لڑکوں کو خوش نہ کیا جائے بلکہ لڑکیوں کے ساتھ زیادہ نرمی کا حکم ہے)

Regd. No.LW/ NP/63
Fax No. 0522-787310
788376

R.N.I.No.UP.URD.03615/24/1/2001-Tc
Office Ph.No.787250 (Ext)18
Guest House-323864

Website : - www.nadwatululama.org, Email : - nadwa@sancharnet.in

FORTNIGHTLY Vol. No. : 1 Issue No. 20

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA,LUCKNOW-226 007 (INDIA) Rs. 6/-

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama
at Parekh offsetPressTagore Marg,Lucknow.u.p. Editor: *Shamsul Haq Nadwi*

اُمّتِ محمّدیہؐ کا امتیاز

امت اسلامیہ آخری دینی پیغام کی حامل ہے اور یہ پیغام اس کے تمام اعمال اور حرکات وسکنات پر حاوی ہے، اس کا منصب قیادت ورہنمائی اور دنیا کی نگرانی واحتساب کا منصب ہے قرآن مجید نے بہت قوت اور صراحت کے ساتھ اعلان کیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ

(سورہ آل عمران۔۱۱۰)

(اے پیروان دعوتِ ایمان) تم تمام امتوں میں "بہتر اُمت" ہو جو لوگوں (کی رہنمائی واصلاح) کے لئے ظہور میں آئی ہے تم نیکی کا حکم دینے والے. برائی سے روکنے والے اور اللہ پر سچا ایمان رکھنے والے ہو۔

دوسری جگہ کہا گیا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (سورہ البقرہ۔۱۴۳)

اور اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک "امت وسط" بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو۔

اس لئے اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اس امت کی جگہ قافلہ کے پیچھے اور شاگردوں اور غاشیہ برداروں کی صف میں ہو اور وہ دوسری اقوام کے سہارے زندہ رہے۔ اور قیادت ورہنمائی امر ونہی اور ذہنی وفکری آزادی کے بجائے تقلید اور نقل، اطاعت وسپر اندازی پر راضی اور مطمئن ہو۔ اس کے صحیح موقف کی مثال اس شریف، قوی الارادہ اور آزاد ضمیر شخص سے دی جاسکتی ہے، جو ضرورت واحتیاج کے وقت دوسروں سے اپنے ارادہ واختیار سے وہ چیزیں قبول کرتا ہے جو اس کے حالات کے مطابق ہوں اور اس کی شخصیت اور خود اعتمادی کو مجروح نہ کرتی ہوں، اور ان چیزوں کو مسترد کردیتا ہے جو اس کی حیثیت اور حیثیت کے مطابق نہ ہوں یا اس کو کمزور کرتی ہوں، یہی وجہ ہے کہ اس قوم کو کسی دوسری قوم کے شعائر اور امتیازات اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

(از مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش)

فی شمارہ ۶/ روپئے
سالانہ ۱۳۰/ روپئے
۱۰/ ستمبر ۲۰۰۱ء

اہلِ ایمان میں فواحش و منکرات کا رواج

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ النور)

جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

یہ آیت ایک معجزہ ہے جس وقت یہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا نازل ہوئی تھی، مدینہ طیبہ کے محدود معاشرے میں ایک خاص واقعہ پیش آیا تھا اس واقعہ کا لوگ اپنی مجلسوں میں چرچا کرنے لگے، مجلسیں کتنی بڑی تھیں، وہ واقعہ کتنا بڑا تھا، کن افراد سے ان کا تعلق تھا، یہ ساری چیزیں ایسی تھیں کہ قرآن مجید کی اس آیت کی وسعت اس سے زیادہ تھی۔ وہ قرنوں سے بڑھ کر بلکہ تاریخی اور جغرافیائی فاصلوں سے آگے بڑھ کر کچھ اور چاہتی تھی، آج ہم اس آیت کی تفسیر دیکھ رہے ہیں "اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ آمَنُوْا" جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان میں فواحش اور منکرات کی محبت کا رواج ہو اس کا تصور آج صحافت، ٹیلی ویژن، ریڈیو، کے اس دور میں ناولوں کے اس دور میں پکچر اور فلم کی ترقی کے اس دور میں اور لٹریچر اور فلسفوں کے اس دور میں اس کی جیسی تفسیر نہیں، بلکہ تصویر دیکھی جا سکتی ہے، کسی اور زمانہ میں مشکل ہے مدینہ کے اس ماحول میں لوگوں نے ایمان بالغیب سے کام لیا ہوگا۔ اور انھوں نے اس کا انطباق کیا ہوگا کسی مخصوص واقعہ پر لیکن آج دنیا کی ساری طاقتیں جس طرح "اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ" پر لگی ہوئی ہیں اس کا اس سے پہلے کیا اندازہ ہو سکتا تھا۔

ہمارے معاشرے میں تخریبی طاقتیں جس طرح اخلاقی انارکی اور بغاوت پھیلا رہی ہیں ان کے پاس وہ وسائل ہیں جو رات کو دن اور دن کو رات ثابت کر سکتے ہیں، نور کو ظلمت اور ظلمت کو نور بنا سکتے ہیں۔

دنیا کی سیاسی، اقتصادی، اور [illegible] تنظیمات سب کا حال یہی ہے، یور[illegible] امریکہ اور روس کی حکومتوں کو دیکھئے [illegible] ساتھ مشرقی حکومتوں کو بھی دیکھئے کہ وہ [illegible] الخیال اور فاسد المقصد جن کے مقاصد تخریبی [illegible] کی زندگی فاسد، جن کے اخلاق خراب [illegible] افکار و خیالات فاسد ان سبھوں نے [illegible] اجتماعی نظام بنا لیا ہے اور وہ اجتماعی [illegible] قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کر رہا ہے۔ اس [illegible] صورت یہ ہے کہ اس گروہ کا جادو چل رہا ہے جس کے ہاتھ میں ابلاغ کے ذرائع ہیں جن کی تعریف قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ نور)

جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

ماخوذ: از قرآنی افادات ص ۴۵۹

عذاب الٰہی کے اسباب

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں دھنسنے، شکلیں بگڑنے اور آسمان سے پتھر برسنے کا عذاب نازل ہوگا۔ کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا کب ہوگا؟ فرمایا جب گانے اور ناچنے والی عورتیں اور گانے بجانے کا سامان ظاہر ہوگا اور شرابیں پی جائیں گی۔

(حدیث)

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر کتابت مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زرضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

۱۔تعمیر حیات کافی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs 30/=
۲۔تعمیر حیات کافی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs. 40/=
۳۔کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵۔انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر Rs. 80/=

بیرون ملک کے نمائندے

Mr.TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O Box No.842
Mdina Munawwara(K.S.A)

Dr.M.AKRAM NADWI Sb.
Oxford Center for Islamic Studies
George Street
Oxford Ox1 2AR ,U.K.

Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P.O Box No 388 Vereninging.(S.Africa)

Mr ABDUL HAI NADWI Sb.
P.O Box.No 10894, Doha-Qatar

Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P.O Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph No.3970927

پاکستان

Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H No 109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ

Dr.A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

سیاسی کشمکش

اس ملک میں الکشن کا موسم آگیا ہے اخلاقِ انسانی اور ضمیر وشرافت تو دور کی باتیں ہیں اور ان کا وجود کسی ڈکشنری میں مل سکتا ہے دستورِ ہند کی باتیں بھی دستور کی فائلوں میں تلاش کی جا سکتی ہیں۔ حقیقی صورت حال یہ ہے کہ مسلم دشمنی میں کون اپنے آپ کو آگے دکھاتا ہے۔ کرسی اسی کی ہے۔ حکومت کے ایوان تک رسائی اسی ذریعہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ بابری مسجد کے ڈھائے ہوئے ملبوں پر چڑھ کر اور مسلمانوں کی لاشوں کو زینہ بنا کر راج بھون کی سیڑھیوں تک لوگ پہلے پہنچ چکے ہیں، اب متھرا، کاشی کی مسجدوں، اس کے بعد تاج محل، جامع مسجد کو منہدم کرنے کے عزائم کا اعلان اور شازشوں کا مسلسل پلان بن رہا ہے اور لوگ اس کو اپنائیں گے۔ اس کا جھنڈا ترکشوں کے ساتھ لے کر یاترا کریں گے۔ چند صوبائی لیڈروں کی نظر میں مسلمانوں کے ووٹ بھی ہیں، ان کی ہمدردی کے حصول کے لئے چند بیانات، کچھ مشاعرے، کہیں مسلم لیڈروں کی پذیرائی، گاندھی جی کی دوررس سیاست کے حوالے، اور ''اللہ ایشور تیرے نام'' کے منتروں کا گایا جانا کام آسکتا ہے تو اس کو کام میں لائیں گے۔

تقسیم ہند اور قیام پاکستان سے بہت پہلے جس نصاب تعلیم نے نئی نسل کی تعمیر کی ہے اس نصاب تعلیم ہی کے ذریعہ مسلمانوں کے خلاف اہل وطن کے جذباتِ عداوت بھڑکانے میں دو نسلیں گزر چکیں۔ موجودہ نسل کا جو بھی فرد سرکاری عہدوں اور پولیس کے محکموں کا ذمہ دار ہے وہ اسی طرح کے نصاب تعلیم کی کتابیں پڑھ کر آگے بڑھا ہے، اس کی ذہنی پرورش اسی ماحول میں ہوئی ہے، تاریخ کو مسخ کر کے حکومت وقت نے غسل دماغی کا کام انجام دیا ہے۔

ادھر مسلمانوں کا معاملہ نرالا ہے۔ امریکہ کے ایک علاقہ نیویارک میں یہودی اکثریت رکھتے ہیں۔ تعداد وشمار کی حیثیت سے شمالی و جنوبی امریکہ میں وہ چار فیصد بھی نہیں ہیں مگر امریکہ کا صدر ان کی مرضی کے مطابق منتخب ہوگا۔ اسرائیل کو مضبوط سے مضبوط کرتا جائے گا۔ صدر کی نکیل اس کے ہاتھ میں ہے یہاں گئی گزری حالت میں اور مردم شماری کے خانوں کو غلط طور پر پُر کرنے اور قصداً مسلمانوں کی تعداد کم دکھانے کے بعد بھی ۱۲ ر فیصد مسلمان ہیں۔ جو الکشن میں پاسنگ کا کام دے سکتے ہیں۔ مگر ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ وہ بلوائیوں کے ہاتھوں اپنے گھروں کو تباہ کرا سکتے ہیں۔ اپنی پوری آبادی کو تہس نہس کرا سکتے ہیں۔ مگر ایک رائے پر جمع نہیں ہو سکتے۔ مثال دوں تو اپنے بھائیوں کو برا لگ جائے گا۔ آل انڈیا قسم کی جماعتیں ہمارے یہاں کم نہیں ہیں۔ جمعیۃ العلماء، جماعت اسلامی، مسلم مجلس، مسلم مجلس مشاورت، ملی کونسل، ملی پارلیمنٹ۔ گروہی اور مسلک کے اختلافات کی بنیاد پر قائم شدہ جماعتیں الگ ہیں۔ سب کا قبلہ ایک، قرآن ایک، حدیث ایک، مگر ہر ایک کا دل دوسرے سے الگ، ہر ایک کی ناک اونچی، ہر ایک کا نصب العین مختلف اور دعوت سب کی ایک وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا اور ہر ایک کا دعویٰ یہی ہے کہ وہ حبل اللہ مرے کعبۂ اقتدار تک منتہی ہوتا ہے۔

صالح اسلامی معاشرے کی تشکیل میں ماں کا کردار

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اللہ تعالیٰ کی اس سرزمین پر انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر بھیجا گیا ہے اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے رب کی اطاعت دفرمانبرداری کے دائرہ میں رہکر اپنے دنیوی معاملات خواہ اقتصادی ہوں یا سیاسی، اجتماعی ہوں یا انفرادی، علمی ہوں یا ثقافتی ہر میدان میں مفید اور موثر ذرائع اختیار کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم بھی دیا اور عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ مدنی زندگی میں آپ ﷺ نے اپنے اعمال و افعال کا جو مقدس اور ابدی نمونہ چھوڑا ہے وہ تا قیامت آنے والے مسلمانوں کے لئے اخلاقی، دینی، سیاسی، اقتصادی، ثقافتی، انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تنظیم و تعمیر میں کلیدی رول ادا کرے گا۔ اور ہر علاقے میں اور ہر زمانہ میں اسوہ نبوت اسلامی معاشرے کی تشکیل کیلئے خشت اول کی حیثیت رکھے گا۔ اسلامی معاشرے کے دینی امور کی بنیاد قرآن و سنت سے مستنبط احکامات پر رکھی جائے گی اور عام امور کی بنیاد رسول ﷺ اور آپ کے مقدس صحابہ کرام کے اسوہ حسنہ اور ان کی زندگی کے تابندہ نقوش پر رکھی جائے گی۔

اسلامی معاشرہ کی تعمیر کے لئے میدان عمل

اجتماعی نقطۂ نظر سے اسلامی معاشرہ کی تعمیر و تشکیل کے لئے کیا جانے والا عمل ہر زمانے اور ہر علاقے میں تین دائروں میں منقسم رہا ہے۔

(۱) پہلا دائرہ گھریلو زندگی کا ہے جس کی ذمہ داری والدین اور گھر کے بڑے بوڑھوں پر عاید ہوتی ہے جس میں سب سے مقدم باپ ہوتا ہے جو پورے خاندان کا خانگی لحاظ سے ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس کے بعد ماں ہوتی ہے جو دراصل گھر کی حقیقی نگراں اور تمام امور کی دیکھ بھال کرنے والی ہوتی ہے۔ بچے کی پہلی تربیت گاہ جہاں اس کی شخصیت کی ابتدائی تعمیر و تشکیل ہوتی ہے یہی گھریلو زندگی ہے، یہیں اس کے اندر اسلامی عقائد و خیالات اور اخلاقی قدروں کی محبت جاں گزیں ہوتی ہے اور یہ سب کچھ والدین کی سرپرستی میں ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا دائرہ مدرسہ کا ہے جب بچہ نشونما کے ابتدائی مرحلے سے گزر جاتا ہے، اور اسکی شخصیت کے ابتدائی خط و خال ابھر آتے ہیں تو وہ مدرسہ کی چہار دیواری میں قدم رکھتا ہے پھر وہاں اسے زندگی کے حقائق و مسائل کی شد بد حاصل ہوتی ہے اور وہ تمام چیزیں سیکھتا ہے جس کا مستقبل کی زندگی سے گہرا تعلق ہوتا ہے، یہیں پر اس کی تربیت اور شخصیت کی تعمیر و تشکیل پائے تکمیل کو پہونچتی ہے۔

(۳) تیسرا دائرہ عام اجتماعی مسائل کا ہے جسے معاشرتی دائرہ بھی کہہ سکتے ہیں اس میں انسان اس وقت داخل ہوتا ہے جب مدرسہ سے فارغ ہوجاتا ہے، یہاں تہذیب و معاشرہ کے مسائل سے دوچار ہوتا ہے اور انھیں قریب سے دیکھا ہے، عمل کے میدان سے گزرتا ہے تجربات و مشاہدات کے مراحل سے گزرتا ہے یہاں تک

> اسلامی تاریخ میں بھی مسلم ماؤں نے بڑا شاندار رول ادا کیا ہے، جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، چنانچہ اگر بڑی بڑی اسلامی شخصیات کا جائزہ لیا جائے تو وہاں بھی ایک پختہ عزم و یقین کی مالکہ، اور راسخ العقیدہ مومنہ کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ بہتوں نے اپنی ڈائریوں، آپ بیتیوں، سرگزشتوں اور کتابوں میں اس کا ذکر بھی کیا ہے، جیسا کہ مشہور اسلامی مفکر سید قطب شہید اپنی شہرہ آفاق کتاب التصویر الفنی فی القرآن کے مقدمہ میں اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ اسی لئے بعض حکماء نے یہ لکھ دیا کہ ہر عظیم مرد کے پیچھے ایک عظیم عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔

کہ اس کی شخصیت اس میں گھل مل جاتی ہے بلکہ اس میں ڈھل جاتی ہے حتی کہ وہ معاشرہ کی عظیم عمارت کی ایک اینٹ بن جاتا ہے اور درحقیقت یہیں پر اسکی گھریلو تربیت اور مدرسہ کی تربیت کے ثمرات ظاہر ہوتے ہیں۔

گھریلو ماحول بچے کی تربیت کا اہم میدان

تربیت کے ان تینوں دائروں میں سب سے زیادہ متاثر کرنے والا اور صلاحیتوں کو پروان چڑھانے والا گھریلو ماحول کا دائرہ ہے جس کی نگرانی والدین کرتے ہیں۔ ماں براہ راست اس میں دخل انداز ہوتی ہے، اور باپ جو کہ پورے خاندان کی کفالت کرتا ہے وہی اس کی نگرانی کی اساس اور اصل روح ہوتا ہے یہ روح اس ابتدائی مرحلے میں پورے طور پر جاری وساری ہوتی ہے، بچہ اسی مرحلے میں اس نرم گندھی مٹی کی طرح ہوتا ہے جسے انفرادیت اور اجتماعیت کے کسی بھی قالب میں ڈھالا جاسکتا ہے، جس طرح کمہار نہایت صفائی اور کاریگری کے ساتھ گندھی ہوئی مٹی سے مختلف قسم کے کھلونے اور برتن بناتا ہے۔ بچے کی اسی اٹھان اور صلاحیت کی جانب رسول ﷺ اس حدیث پاک میں اشارہ فرماتے ہیں کل مولود یولد علی فطرة الاسلام فابواہ یمجسانه أو یهودانه او ینصرانه ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے مجوسی، یہودی، اور نصرانی بناڈالتے ہیں۔ اور بچوں کے اس عمر کی اسی اہمیت کے پیش نظر حدیث پاک میں جگہ جگہ بچے کی تربیت اور تادیب وتنبیہ اور نماز سے غفلت برتنے پر زجر وتوبیخ کی تاکید آئی ہے اور وہ بھی عام طور سے اسلام کے کسی خاص حکم کے ساتھ۔ تجربات ومشاہدات بھی بتاتے ہیں کہ بچپن میں جس کی نماز کی عادت پڑگئی وہ زندگی بھر نماز کا پابند رہا۔

بچہ بچپن کی ہر بات قبول کرتا ہے

بچے کی طبعیت اور اس کی نفسیات اپنے گھریلو ماحول میں، اردگرد کے واقعات والدین کی نقل وحرکت اور اہل خانہ کے اعمال وافعال سے بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ اس کی اولین کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ جو کچھ دیکھ اور سن رہا ہے اسے سمجھے اور جس چیز کو پسند کرتا ہے اسکی نقالی کرے کیونکہ وہ اس دنیا میں نیا ہوتا ہے، اپنے اردگرد کی تمام چیزوں کو زندگی میں پہلی بار دیکھتا ہے اور کائنات کے رنگارنگ مظاہر اور گوناگوں مناظر سے غایت درجہ دلچسپی لیتا ہے، اپنے والدین کی محبت ونگرانی کے سائے تلے ان مظاہر ومناظر کا مشاہدہ اور مطالعہ کرتا ہے، ان کی باتوں کو سنتا ہے اور نئی زندگی کے متعلق ان کی ہدایات وتوجیہات کو قبول کرتا ہے، ان کے اعمال وافعال کے ساتھ اپنے آپ کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ والدین کے سلسلہ میں بچہ کی مثال اس پہلی محبت کی طرح ہے جو محبت سے خالی دل میں گھر کر جاتی ہے، عربی شاعر کہتا ہے۔

اتانی ھواک قبل ان اعرف الھوی
فصادف قلبا خالیا فتمکنا

ترجمہ: تیری محبت میرے پاس اس وقت آئی جب میرا دل کسی اور کی محبت سے ناآشنا تھا اس لئے تیری محبت میرے دل میں جاں گزیں ہوگئی۔

چنانچہ بچہ کا خالی دل ودماغ بھی اس مرحلہ میں جو کچھ دیکھتا اور سنتا ہے اس سے متاثر ہوتا ہے اور جسے قابل احترام سمجھتا ہے اسکی باتوں کو قبول کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ بچے کے نزدیک والدین کی شخصیت سب سے زیادہ عظیم اور مقدس ہوتی ہے، حتی کہ پہلی بار جب والدین کی طاقت وقوت کا مظاہرہ دیکھتا ہے تو اسے دنیا میں سب سے زیادہ بااختیار اور طاقتور تصور کرتا ہے، اسی طرح جب والدہ کی فہم وفراست کا مشاہدہ کرتا ہے تو اسے دنیا میں سب سے زیادہ ذہین تصور کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ انکی باتوں کو غور سے سنتا، اور مانتا ہے۔ ان کے عقائد وافکار اور زندگی کے بارے میں تصورات وخیالات پر ایمان لے آتا ہے، اس لئے والدین کو چاہئے کہ بچے کے اندر صحیح انسانی احساسات اور قدروں کی جڑیں مضبوط کریں اور اس کے دل ودماغ میں خالص اسلامی عقیدہ کو بٹھائیں اور اچھے اخلاق وسیرت سے اسے آراستہ کرنے میں اپنی ذمہ داری نبھائیں۔ والدین بچے کے اندر ایمان وعقیدہ کی جو بنیاد ڈالتے ہیں۔ اور اس پر انسانیت اور آدمیت کا جو رنگ چڑھاتے ہیں اس کے اثرات بہت دیرپا ہوتے ہیں اس کے مظاہر زندگی کے تمام مراحل میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ وہ رنگ آسانی سے نہیں مٹتا، اسی لئے بچے کے شعور کی منزل میں قدم رکھنے کے بعد بچپن میں پیوست نقوش مٹانے کی جو بھی کوشش کی جائے وہ عموماً ناکام رہے گی۔ عرب

کا مشہور شاعر ابو تمام کہتا ہے ۔

نقل فؤادک حیث شئت من الهوی
ما الحب الا للحبیب الاول

ترجمہ: تم اپنے دل کو وادی محبت میں جتنا بھی پھراؤ تمھیں اختیار ہے لیکن محبت تو صرف پہلے ہی دوست کی دل میں سماتی ہے۔

اہل بصیرت اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت اور زندگی کے اس نازک مرحلہ میں اس کی اسلامی شخصیت کی تعمیر وتشکیل پر جو توجہ صرف کرتے ہیں اسکا راز بھی یہی ہے کہ بچہ اس مرحلہ میں آسانی کے ساتھ ان کے نقش قدم پر چلنے لگتا ہے اسے جس راہ میں لگایا جاتا ہے لگ جاتا ہے سوائے اس صورت کے کہ اس کی نفسیات اور عقلیات کے سمجھنے میں غلطی ہو۔ کیونکہ جو بات بچے کی محدود عقل سے بالاتر یا اس کے طبعی قویٰ سے میل نہ کھاتی ہو اس سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوتے، بلکہ بسا اوقات بچے کی طبعیت پر اس کے الٹے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کا ذہن بغاوت پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ اب اگر بچپن میں ان کی کھل کر مخالفت نہ کر سکا تو جب سن شعور کو پہونچے گا اور ان کی گرفت سے آزاد ہوگا تو اعلانیہ اس کی مخالفت کرے گا اور گھریلو ماحول میں جو کچھ بھی سکھایا پڑھایا گیا تھا ان پر پانی پھیر دیگا اور والدین کی تمام محنتیں اور مشقتیں رائیگاں جائیں گی لہذا بچوں کو مخاطب کرتے وقت ان کی محدود عقل وفہم کا پورا لحاظ رکھنا چاہیئے کیونکہ اس عمر میں ان کے اندر پیچیدہ اور الجھے ہوئے مسائل کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ایسے وقت میں محبت ونرمی اور بقدر ضرورت سختی اور تھوڑا بہت دباؤ زیادہ مفید ہوتا ہے۔

بچوں کی تربیت میں ماں کی اہمیت

ماں بچے کی صحیح پرورش اور اس کے اخلاقی سدھار میں باپ سے زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے کیونکہ ماں بچے کی فطری ضروریات اور مسائل سے زیادہ باخبر ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ بچے کو زیادہ آرام وسکون بھی پہونچاتی ہے، بچہ دیکھتا ہے کہ ماں اس کے راحت وآسائش اور اس کی طفلی خواہشات اور جذبات کا سب سے زیادہ خیال رکھتی ہے اور وہی اس سے سب سے زیادہ شفقت ومحبت کرتی ہے اس لئے اس کی نظر میں ماں کی شخصیت بہت عظیم ہوتی ہے وہ اس کی باتوں کو مانتا ہے اور اسکی پوری زندگی پر ماں کی سحر انگیز شخصیت کی گہری چھاپ ہوتی ہے۔ تاریخ کی بہت سی اہم شخصیتوں نے اپنی شخصیت کی تعمیر وتشکیل میں جہاں اور عناصر وعوامل کا ذکر کیا ہے وہیں اپنی ماں کی بے پناہ ممتا ومحبت اور اسکی مشفقانہ تربیت ورہنمائی کا بھی خاص طور سے ذکر کیا ہے۔

ہر مرد کے پیچھے ایک عظیم عورت کا ہاتھ ہوتا ہے

دراصل معاشرہ کے ثقافتی اقتدار وروایات کے تحفظ میں ماں کا اہم کردار ہوتا ہے وہ گھر کی بے تاج ملکہ ہوتی ہے، اور پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ گھر ہی میں دراصل انسانوں کی وہ نسل تیار ہوتی ہے جو مستقبل میں زندگی کی باگ ڈور سنبھالتی ہے۔ ہندوؤں کے گھروں کے بارے میں ارباب نظر کہتے ہیں کہ انکے گھروں کی عورتوں نے اپنی ہندی زبان کو سنبھالے رکھا، وہ جو کچھ بولتی اور لکھتی تھیں ہندی زبان ہی میں بولتی اور لکھتی تھیں چنانچہ اسلامی حکومت کے سقوط کے بعد جب ان گھروں میں پلنے والے افسران نے زمام حکومت سنبھالی تو چند ہی دنوں میں ان کی زبان تروتازہ اور عناصر زندگی سے بھرپور دوبارہ لوٹ آئی اور اس وقت اس کے اندر عمومی زندگی میں استعمال ہونے کی پوری صلاحیت موجود تھی۔

اسلامی تاریخ میں بھی مسلم ماؤں نے بڑا شاندار رول ادا کیا ہے، جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، چنانچہ اگر بڑی بڑی اسلامی شخصیات کا جائزہ لیا جائے تو وہاں بھی ایک پختہ عزم ویقین کی مالکہ، اور راسخ العقیدہ مومنہ کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ بہتوں نے اپنی ڈائریوں، آپ بیتیوں، سرگزشتوں اور کتابوں میں اس کا ذکر بھی کیا ہے، جیسا کہ مشہور اسلامی مفکر سید قطب شہید اپنی شہرہ آفاق کتاب **التصویر الفنی فی القرآن** کے مقدمہ میں اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ اسی لئے بعض حکماء نے یہ لکھ دیا کہ ہر عظیم مرد کے پیچھے ایک عظیم عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔

بچوں کے طبعی میلانات اور رجحانات

بچوں کو سنسنی خیز، عجیب وغریب اور دل چسپ کہانیاں سننے کا بیحد شوق ہوتا ہے

ہوشیار والدین بچوں کی اس فطری خواہش کو ان کی دینی اور اسلامی تربیت اور اخلاقی اقدار تصورات کی تعمیر و تشکیل کے لئے استعمال کرتے ہیں، اس سلسلے میں انبیاء کرام، مجاہدین اسلام، مسلم فاتحین و سلاطین، اولیاء اللہ اور اس کے نیک و برگزیدہ بندوں کے حالات و واقعات بہت مفید ہو سکتے ہیں۔ خاص طور سے ان واقعات کے اصلاحی و تربیتی پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔ بہتر ہوگا کہ یہ کام گھر کی بزرگ خواتین انجام دیں، کیونکہ رات میں سونے سے قبل بچے ان کے گرد اکٹھا ہوتے ہیں تاکہ نیند آنے سے قبل جو وقت ہوتا ہے اسے کسی دلچسپ بات کے سننے میں گزار سکیں، اس طرح بچوں کو خالی اوقات میں چھوٹی آیتیں، اور مختصر دعائیں بھی سکھائی جا سکتی ہیں، اس سلسلے میں تکرار و اعادہ اور سوال و جواب نہایت مفید ہوگا۔

اس طرح والدین کو چاہئے کہ بچوں کے سامنے کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے اس کی نظر میں اعلیٰ اخلاقی قدروں کی اہمیت کم ہو جائے۔ والدین کو ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ بچے کا ذہن اس صاف و شفاف سادہ ورق کی طرح ہے جس پر بھیگی ہوئی تحریر کا بھی عکس اتر آتا ہے خواہ وہ تحریریں اچھی ہوں یا بری۔

اسی طرح والدین کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ بچہ دوسروں کی برائیوں اور بداخلاقیوں کو دیکھنے نہ پائے، اور اگر اس طرح کا کوئی موقعہ آجائے تو اسے سمجھائیں اور بتائیں کہ اس طرح کی گندی حرکت کرنے والے معاشرہ میں اچھی نظر سے نہیں دیکھے جاتے اور نہ ہی ان کا یہ کام قابل تقلید ہو سکتا ہے اور یہ بات اس وقت پیدا ہوگی جب والدین بچوں کی دیکھ بھال کا خاص اہتمام کریں اور جب بھی موقع ملے ان باتوں کی تلقین کرتے رہیں۔ اگر بچہ کسی شخص کی تقلید میں کوئی غلط کام کر بیٹھے یا خود ہی کوئی نامناسب حرکت کرے مثلاً جھوٹ بولے، گالی دے تو والدین اس کی تنبیہ کریں، اور اس کو اس فعل کی برائی سے آگاہ کریں اور بتائیں کہ یہ کام شریف انسانوں کو زیب نہیں دیتا اس سلسلے میں بزرگوں کی سیرت اور واقعات کی مثالیں تیر بہدف ثابت ہوگی۔

بچوں کی اصلاح کے لئے خیر کے ذرائع

یہاں پر ایک خاص چیز اور قابل توجہ ہے وہ یہ کہ آج کے جدید مغربی تہذیب و تمدن نے دنیا کے بہت سے معاشروں کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے جس کی وجہ سے ان معاشروں کے افراد کی زندگی گونا گوں مسائل میں الجھ کر رہ گئی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ والدین کو بچوں کی تربیت اور مناسب دیکھ بھال کی فرصت ہی نہیں ملتی وہ ہر وقت روزی روٹی کی فکر میں لگے رہتے ہیں روزانہ صبح سویرے گھر سے رزق کی تلاش میں نکل جاتے ہیں، بہت سے صاحب استطاعت والدین اپنے بچوں کو دائیوں کے حوالے کر جاتے ہیں یا انہیں نرسری اسکولوں کے سپرد کر جاتے ہیں اس کا آسان حل یہ ہے کہ جنھیں اس طرح کے مسائل کا سامنا ہو انھیں چاہئے کہ نیک صالح دائیوں کا انتخاب کریں، اس طرح اچھے ماحول کے حامل نرسری اسکول کا انتخاب کریں، خصوصاً ان کے رجحانات ونظریات کو ضرور پرکھیں اور اس کی مکمل رعایت کریں، مثلاً یہ دیکھیں کہ کیا اسکے منتظمین صحیح العقیدہ اور اچھے اخلاق کے حامل ہیں کہ نہیں؟ اور معاشرہ میں ان کو کیا حیثیت حاصل ہے؟ اور عوام انھیں کس نظر سے دیکھتی ہے؟

حرفِ دانش

اچھی صورت دل کو متاثر کرتی ہے، جبکہ اچھی سیرت روح کو جیت لیتی ہے۔

(مولانا جلال الدین رومیؒ)

یورپ کے اپنے مسائل

تحریر:- مولانا سید واضح رشید ندوی ترجمہ:- محمد وثیق ندوی

مغربی تہذیب و تمدن کی ترقی اور بالادستی، مغرب کے سیاسی غلبہ اور اس کے نظام تعلیم و تربیت کی وجہ سے ناقابل زوال اور ناقابل تنقید نظر آتی ہے۔ اور سمجھا جاتا ہے کہ یورپ اپنے مسائل حل کرنے کے بعد پوری دنیا کی قیادت کی قوت و صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن یورپ کی سیاسی اور اجتماعی اور قومی حالت کا غیر مرعوب ذہن سے جائزہ لیا جائے تو ایسی تصویر سامنے نہیں آتی ہے جس سے مستقبل کے بارے میں کچھ نیک توقعات وابستہ کی جاسکیں بلکہ جو تصویر سامنے آتی ہے وہ مشرق کی تصویر سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔

جن ملکوں پر یورپ کے اثرات زیادہ غالب رہے ہیں وہاں ذاتی مفاد اور عصبیت کی وجہ سے ظلم و ستم اور حق تلفی عام ہو رہی ہے، علاقائیت اور قومیت کی بنیاد پر عداوتیں پروان چڑھ رہی ہیں، رنگ و نسل اور زبان و تہذیب کے جھگڑے رونما ہو رہے ہیں اور کمزور طاقتور کے ظلم و تشدد کا تختۂ مشق بنا ہوا ہے، مظلوموں اور اقلیتوں کا زبردست استحصال ہو رہا ہے۔ اس جاہلیت کے آثار زندگی کے ہر میدان میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور وہ نظام زندگی ختم ہوتا جا رہا ہے، جس میں انسان اخلاقی اور سماجی زندگی گذارتا تھا جس سے اجتماعی مزاج بنتا تھا۔ دنیا کے ہر حصے میں آج امتیاز و تفریق کے اسباب محرکات سر اٹھا رہے ہیں پوری دنیا میں کشمکش، رسہ کشی، تفرقہ اندازی اور باہمی جھگڑوں کا دور دورہ ہے اور کوئی بھی ایسی طاقت نہیں ہے، جو ان پر کنٹرول کر سکے اور قابو پا سکے۔

علاقائیت اور قومیت کی بنیاد پر دنیا تقسیم ہوتی جا رہی ہے، جس کے نتیجہ میں ایک ہی ملک مختلف ملکوں میں تقسیم ہو رہا ہے اور ایک ہی قوم کے مختلف عناصر آپس میں جنگ و جدال پر آمادہ ہیں، اس میں مذہبی اور فکری عصبیت بھی سیاسی انداز سے شامل ہو گئی ہے اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے طاقت کا استعمال عام ہو رہا ہے۔ افہام و تفہیم، تحمل اور تسامح کا دائرہ تنگ ہوتا جا رہا ہے، یہ سارے اسباب و وسائل مغرب کی تحریکوں سے ماخوذ ہیں۔

سوویت یونین کے تار و پود بکھرنے کے بعد کمیونسٹ اتحاد زوال پذیر ہو گیا جو مغربی یورپ کے استحصال کی راہ میں رکاوٹ تھا لیکن اس کی وجہ سے دنیا دو بڑے نظاموں میں بٹی ہوئی تھی۔ دونوں نظاموں نے اپنی حفاظت کے لئے اسلحہ سازی اور جاسوسی، اور تخریبی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پوری دنیا میں کشمکش اور انتہا پسندی کی فضا قائم کر دی۔ ان دونوں بلاکوں میں جو ممالک شامل تھے، وہ آپس میں ایک دوسرے کے حلیف تھے، اور دوسرے بلاک کے دشمن اور بدخواہ تھے۔ یہ سارے ممالک جو کسی نہ کسی بلاک سے وابستہ تھے اور جن کے مفادات مشترک تھے، اور جن کی داخلی و خارجی سلامتی محفوظ تھی، الگ ہونے کے بعد نئی تفرقہ اندازی، آپسی پھوٹ اور داخلی انتشار و خلفشار اور انارکی سے دوچار ہیں، اب ہر بلاک مختلف بلاکوں میں منقسم ہو گیا ہے، اور اندرونی کشمکش میں مزید اضافہ ہو گیا ہے، مختلف ملکوں میں جن میں تجارتی، اقتصادی، تعلیمی، اور ثقافتی میدانوں میں زبردست تفاوت ہے، وہ دوسرے ملکوں میں انتشار اور کشمکش پیدا کرنے کو اپنی سلامتی اور ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

ان لسانی، تہذیبی، تجارتی، تعلیمی اور دینی امتیازات، رنگ و نسل علاقائیت اور قومیت کے جھگڑوں اور تعصبی رجحانات کا ہر وہ شخص مشاہدہ کر سکتا ہے جو موجودہ دور کے حالات سے واقفیت رکھتا ہے، وہ کسی ایک ملک کے مختلف طبقات و عناصر سے اگر تبادلۂ خیال کرے تو دیکھے گا کہ ایک ملک کے باشندے الگ الگ دائروں میں گردش کر رہے ہیں، اور وہ زبان، تہذیب، ثقافت، رنگ و نسل، دفاعی قوت اور تجارت و معیشت کی بنیاد پر مختلف حلقوں اور طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں، یہ اختلافات و امتیازات مشرق اور مغرب دونوں حلقوں میں پائے جاتے ہیں، جن سے خود یورپ اور ترقی یافتہ ملک محفوظ نہیں، جو کچھ سابق یوگوسلاویہ میں واقع ہو

اور اب البانیہ اور مقدونیہ میں ہو رہا ہے، انڈونیشیا، ایتھوپیا، سوڈان اور صومال میں اگر کشمکش ہو رہی ہے تو برطانیہ اور یورپ کے کئی ملکوں میں بھی قومی، نسلی رجحانات بڑھ رہے ہیں، ان رجحانات کا سبب یورپ کا وہ موقف ہے جو اس نے اپنے سیاسی اور اجتماعی مفادات کی وجہ سے اپنایا ہے، اور آزادی اور مقصد کے حصول کے لئے ہر قسم کے وسائل کے استعمال کا نظریہ ہے، اب یہ کشمکش خود یوروپین ممالک اور امریکہ میں جنم لے رہی ہے۔

جو لوگ مغربی دنیا کے حالات پر نظر رکھتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یورپ کے مختلف ملکوں میں مفادات اور قومی و نسلی عصبیت کے رجحانات بڑھ رہے ہیں، یہ قدیم سامراجی ممالک ہیں اور ہر ملک کے الگ الگ مفادات ہیں اور اپنے اپنے ذاتی مفادات واغراض کے حصول کے لئے ان میں ریس جاری ہے، یہی قومی مفادات کا اختلاف ماضی میں کئی جنگوں کا سبب بن چکا ہے، اور آج پھر قومی اغراض و مفادات کی خاطر پوری دنیا میں انتشار و خلفشار اور انارکی پھیلتی جارہی ہے، بڑے ممالک جو مالی اور دفاعی مدد دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، چھوٹے ممالک جو ان کی مدد کے محتاج ہیں، معاندانہ رویہ رکھتے ہیں۔

یورپ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ افتراق وانتشار اور اختلاف وخلفشار کے یہ بیج اس کے خود بوئے ہوئے ہیں، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ اختلافات ماضی میں خون خرابے کا سبب بن چکے ہیں۔

یورپ میں ان سیاسی، اقتصادی تہذیبی اور نسلی جھگڑوں کے ساتھ ساتھ عیسائی بنیاد پرستوں کا ایک طاقتور عنصر بھی سرگرم عمل ہے اس عنصر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ عنصر امریکا، جرمنی، برطانیہ فرانس، اٹلی اور اسپین بلکہ ہر یوروپین ملک میں زبردست قوت اور اثر و رسوخ کا حامل ہے۔ یورپ اس عنصر کو اسلام اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے استعمال کرتا رہا ہے اور اس کے لئے ہر ممکن وسائل فراہم کرتا رہا ہے۔ تاکہ وہ خارجی دنیا میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکے، لیکن جو ادارے عیسائی مشنریاں تیار کرتے تھے اب وہ بھی بنیاد پرستی کی تعلیم دے رہے ہیں اور اب ایک ایسی طاقت کے ظہور کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں جو سیاسی قیادت سے متصادم ہو سکتی ہے، نوجوانوں میں اپنی پیاس بجھانے، نفس کو تسکین بخشنے اور شور و شرابہ والی زندگی سے اکتا جانے۔ اور بے چینی کا علاج کرنے کی غرض سے قلبی سکون حاصل کرنے کے ذرائع حاصل کرنے کا رجحان بڑھنے لگا ہے۔ اور جوں جوں مشرقی مذاہب وادیان کا اثر و رسوخ بڑھ رہا ہے۔ یہ رجحان بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کی علامتیں اکثر ظاہر ہوتی رہتی ہیں

کچھ عرصہ پہلے ایک انتہاپسند مذہبی گروہ نے امریکہ میں حکومت کو چیلنج کیا اور پھر خودکشی کرلی۔ اس طرح کے حامل گروہ یورپ کے ہر ملک میں پائے جاتے ہیں، یورپ میں ایسے نوجوانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں مادیت کے خلاف ردعمل پیدا ہو رہا ہے، اسلامی بنیاد پرستی کے خطرہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کئے جانے سے اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔

یورپ میں باہمی کشمکش کے بہت سے اسباب ہیں، ان میں سے ایک سبب یہودیوں کا زندگی کے تمام شعبوں پر غلبہ ہے جس سے غیر یہودی حلقوں میں بے چینی اور سخت ردعمل پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے اور اس یہودی لابی کے تسلط واقتدار سے نجات پانے کے آثار محسوس کئے جا رہے ہیں۔

اس کے علاوہ یورپ میں سیاہ فام اور سفید فام نسلوں کے مابین اور امریکہ میں آباد دوسری نسلوں کے درمیان زبردست کشمکش بڑھ رہی ہے، دوسری طرف یورپ میں پوری دنیا پر امریکی تسلط کے خلاف ردعمل شروع ہو گیا ہے، امریکہ سے مدد لینے والے ملک بھی امریکی بالادستی کو ناپسند کرتے ہیں۔

جب سے مشرقی ملکوں میں یورپی سامراج کا آغاز ہوا ہے تب سے یورپ اپنے ملک کی خامیوں، برائیوں اور کمزوریوں سے چشم پوشی، اور دوسرے ملکوں کے عیوب ونقائص کی جستجو وتلاش کا عادی ہو گیا ہے، چنانچہ کوئی بھی مبصر یا تجزیہ نگار یورپ کی موجودہ تہذیب وتمدن کی برائیوں اور خامیوں پر، اور یورپ اس وقت جن داخلی خطرات سے دوچار ہے ان پر ذرا بھی لب کشائی نہیں کرتا ہے، اور نہ ہی کوئی تبصرہ کرتا ہے بلکہ اپنی تمام تر توجہ خارجی دنیا پر مرکوز رکھتا ہے۔

یورپی تہذیب وتمدن کی بنیاد ہی زندگی کے متعین اصول وضوابط اور روایات واقدار کے خلاف بغاوت پر ہے، مذہبی روایات واقدار کے خلاف بغاوت کے نتیجہ میں وہاں دو رجحان پیدا ہو گئے ہیں نوجوانوں کا ایک گروہ ایسا ہے جو رہبانیت کی زندگی

گذارنا چاہتا ہے،
دوسرا گروہ وہ ہے جو ایسی زندگی گذارنا چاہتا ہے، جس میں ہر طرح کی آزادی ہو، اور دینی روایات واقدار کا پاس ولحاظ نہ کرنا پڑے، اس طرح یورپین معاشرہ میں کھلا تضاد پایا جارہا ہے، اس کے افراد بلاتفریق مرد وعورت جانوروں جیسی زندگی گذارنا چاہتے ہیں۔

اس طرح کے بہت سے نوجوان اپنی تہذیب وتمدن اور ثقافت سے بغاوت کرنے مشرقی ملکوں کا سفر کررہے ہیں اور عبادت گاہوں یا قہوہ خانوں اور فحاشی کے اڈوں میں زندگی بسر کررہے ہیں۔ اس طرح کے مناظر کوئی ڈھکے چھپے نہیں ہیں، بلکہ ہر بڑے شہر میں اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اور نوجوانوں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو چوری ڈکیتی اور قتل وغارت گری جیسے سنگین جرائم میں ملوث ہے، نوجوانوں کا یہ گروہ مالداروں کو یرغمال بنالیتا ہے اور مطالبات پورے نہ ہونے کی صورت میں ان کو قتل کردیتا ہے، امریکہ اور فرانس کے اندر نوجوانوں میں جرائم کا رجحان اتنا بڑھ گیا ہے کہ بعض علاقوں میں شام کو نوجوانوں کے گھومنے پھرنے پر پابندی عائد ہے۔ عافیت پسند لوگ گھروں سے باہر نکلنے سے گھبراتے ہیں۔ عورتوں اور کم سن بچوں پر مظالم عام ہیں۔

مادی اور عسکری طاقت وقوت یورپ کا وہ آخری حربہ ہے جس سے یورپ اپنا ہولناک اور گھناؤنا چہرہ چھپائے ہوئے ہے، اور مادی وعسکری طاقت وقوت کے ہی ذریعہ ان رجحانات اور خطرات پر پردہ ڈال رکھا ہے جو اس کے وجود کے لئے خطرہ پیدا کررہے ہیں لیکن نوجوانوں کا جرائم کا عادی ہوجانا اور قتل وغارت گری اور تخریبی اعمال سے لذت اندوز ہونا یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ثابت ہوجاتا ہے کہ یورپ امن وسلامتی اور خوشحال زندگی کے حصول میں بری طرح ناکام ہوگیا ہے اور یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ یورپ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق عالمی مسائل حل کرنے میں ناکام ہوگیا ہے۔

ابھی حال ہی میں بہت سے عالمی مسائل جیسے خلیج، فلسطین اور بلقان کے مسائل حل کرانے میں ناکام ہوجانے کی وجہ سے اور باہم دست وگریباں طاقتوں کو ظلم وتشدد سے باز رکھنے میں بے بس اور ناکام ہوجانے کی وجہ سے یورپ کا پوری دنیا پر جو رعب ودبدبہ تھا ختم ہوتا جارہا ہے، جب یہ متفرق عناصر متحد ہوکر طاقتور ہوجائیں گے تو عسکری طاقت وقوت یورپ کو بچا نہیں پائے گی جیساکہ یہ عسکری طاقت وقوت سوویت یونین کو بچانے میں ناکام رہی ہے۔

اب اخیر میں ہم ایک رپورٹ جو ریاستہائے متحدہ امریکہ میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور امریکی جرائم کے متعلق کویت سے نکلنے والے ہفت روزہ عربی مجلہ "المجتمع" میں شائع ہوئی ہے، کے کچھ اہم اعداد وشمار پیش کرتے ہیں تاکہ یورپین تہذیب وتمدن سے جو لوگ مرعوب ومسحور ہیں اور امریکہ کی ترقی کا راگ الاپتے رہتے ہیں وہ اندازہ کرسکیں کہ ان کا محبوب وممدوح امریکہ انسانی حقوق کی پامالی اور جرائم کے ارتکاب میں کہاں تک پہنچ گیا ہے۔

۲۴ ملین امریکی خط افلاس سے نیچے زندگی بسر کررہے ہیں، ۱۲ ملین ایسے ہیں جن کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا کوئی ٹھکانہ نہیں، کوئی نظم نہیں، ۱۲ ملین ناخواندہ ہیں، پڑھنا لکھنا بالکل نہیں جانتے، صرف پچاس ملین امریکیوں کو ووٹ دینے کا حق ہے جبکہ امریکہ کی مجموعی آبادی ۲۰۵ ملین ہے، امریکی صدر کے عہدہ پر فائز ہونے کا حق صرف مالداروں کو ہے۔ انسانی حقوق کی کھلے عام پامالی ہورہی ہے کہ ایک ملین بچوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ایک ملین امریکی بچے ملک سے باہر در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور ۱۳ ملین بچے خط افلاس سے نیچے زندگی گذار رہے ہیں، اور ہر سال پانچ ہزار بچے قتل کئے جاتے ہیں جو گروہ عورتوں اور بچوں کو یرغمال کرکے امریکہ لے جاتے ہیں، وہ سالانہ سات عرب ڈالر کماتے ہیں، تازہ اعداد وشمار کے مطابق امریکہ میں ۲۰۰ ملین پرائیویٹ اسلحہ سیکٹر ہیں جبکہ ایک لاکھ سے زائد اسلحہ بیچنے والی رجسٹرڈ دکانیں ہیں، ایک امریکی ایجنسی کی سالانہ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک سال میں ستر ہزار اسلحہ استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں سے ۵۰ ہزار کا استعمال غیر ملکیوں پر حملہ کرنے میں ہوتا ہے اور باقی چوری، ڈاکہ زنی، اور قتل وغارت گری جیسے جرائم میں ہوتا ہے۔

روس، فرانس اور اسپین میں جرائم کا تناسب اس سے کہیں زیادہ ہے، اسکے علاوہ اخلاقی قدروں کی پامالی، ظلم وستم قومی سطح پر ہو یا انفرادی زندگی میں وہ خدا کے عذاب کو دعوت دینے والا عمل ہے

(باقی ص ۱۴ پر)

اولاد کی تعلیم و تربیت کی فکر

والدین کا اولین فریضہ

● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

دنیا میں انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں سے ایک عظیم نعمت اولاد کی نعمت بھی ہے۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ جس کو عطا کرتا ہے اس کے لئے جہاں یہ لازم کرتا ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور اولاد کی قدر کرے، وہیں یہ بھی ضروری قرار دیتا ہے کہ وہ اس کی تعلیم و تربیت اچھے ڈھنگ سے کرے اور برے ماحول سے بچائے، قرآن و حدیث کے اندر تربیت اولاد کے بارے میں بڑی تاکید کے ساتھ تعلیم دی گئی ہے اور یہ بات وضاحت کے ساتھ بتا دی گئی ہے کہ اگر باپ نے بیٹے کی تعلیم و تربیت کی طرف سے کوتاہی کی تو یہ اس کے لئے بہت بڑے خطرے کی بات ہے کہ اس سے دنیا بھی خراب ہوتی ہے اور آخرت میں بھی خسارہ اٹھانا پڑے گا۔

اس لئے والدین کے لئے ضروری ہے کہ اولاد کی اچھی تربیت کریں تاکہ حقوق اللہ کے ساتھ خود ان کے (والدین) حقوق بھی ادا کر سکیں۔ اگر اس میں کوتاہی ہوتی ہے تو اللہ کے یہاں جواب دہ ہونا پڑے گا۔ قیامت کے روز باز پرس کی جائے گی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهُ مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ

کسی باپ نے اپنے بچے کو کوئی عطیہ اور تحفہ حسن ادب یعنی اچھی سیرت سے بہتر نہیں دیا۔ (ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بچوں کا اکرام کرو اور انھیں اچھی تربیت دو۔ (ابن ماجہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بچہ کا باپ پر حق ہے کہ وہ اس کو اچھی تربیت دے اور اس کا نام اچھا رکھے (بیہقی)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنی اولاد اور گھر والوں کو خیر و بھلائی کی باتیں سکھاؤ اور ان کو اچھی تربیت دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ والدین اپنی اولاد کو خیر و بھلائی کی باتیں سکھائیں اور اخلاق کی بنیادی باتیں ان کی گھٹی میں ڈال دیں۔ تاکہ وہ معاشرے کا صالح فرد اور با اخلاق انسان بن سکیں۔ ؎

ادب سے ہی انسان انسان ہے
ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان ہے

بچے عام طور پر لاڈ پیار میں خراب ہوتے ہیں تربیت کے معاملہ میں نرمی اور سختی دونوں کی ضرورت ہوتی ہے، بچوں کے ہاتھ میں ضرورت سے زیادہ پیسہ دینا انھیں خراب کر دیتا ہے، اسراف کی عادت پڑ جاتی ہے، اپنے ہم جولیوں میں شیخی مارنے بلکہ احساس برتری کا مریض بن جاتا ہے، اور یہ روگ اس کی زندگی کا خاصہ بن جاتا ہے۔

اسی طرح انھیں جھوٹ بولنے چوری کرنے، گالی دینے، غیبت کرنے، امانت میں خیانت کرنے، وعدہ خلافی کرنے، شراب پینے، جوا کھیلنے، آوارہ پھرنے اور لہو و لعب میں اپنا وقت برباد کرنے سے محفوظ رکھنا چاہیئے۔

والدین کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ بچپن ہی سے بچے کو صاف ستھرا رکھیں، نماز کی تاکید کریں، غلط بیانی پر متنبہ کریں، اچھے قصے سنائیں، اچھا ماحول فراہم کریں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "احیاء العلوم" میں یہ وصیت کی ہے کہ بچہ کو قرآن کریم۔ احادیث نبویہ اور نیک لوگوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دی جائے۔

اسی طرح بچوں کے سامنے تلخی کا کبھی مظاہرہ نہ کیا جائے، اس لئے کہ عورت و مرد کے درمیان نوک جھونک کا بچوں پر منفی اثر پڑتا ہے۔

عام طور پر بچے سات سال کی عمر میں سمجھدار ہو جاتے ہیں اس وقت ان کو خدا پرستی کے راستہ پر ڈالنا چاہیئے۔ اور ان کو نماز پڑھنے کی ترغیب دینا چاہیئے، دس سال کی عمر میں ان کا شعور کافی پختہ ہو جاتا ہے۔ اور بلوغ کا زمانہ قریب آجاتا ہے۔ اس لئے نماز کے بارے میں ان پر سختی کرنی چاہیئے، نیز اس عمر تک پہونچ جانے کے بعد انھیں الگ الگ

بستروں پر لٹانا چاہیئے۔ ایک ساتھ لٹانے سے مفاسد کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھو ابناء سبع سنین واضربوھم علیہا وھو ابناء عشر وفرقوا بینھم فی المضاجع (ابوداؤد)

بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو نماز کا حکم دو۔ اور دس سال کی عمر کے بچوں پر نماز کے لئے سختی کرو اور لیٹتے وقت الگ الگ بستروں پر لٹاؤ۔

جو والدین اپنی اولاد کی قرآن و حدیث کی روشنی میں تعلیم و تربیت کرتے ہیں انہیں حافظ قرآن اور عالم دین بناتے ہیں پھر وہ قرآن و حدیث کے احکام پر عمل کرتے ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں۔ قیامت کے دن ان کی اللہ عزوجل کے یہاں بڑی پذیرائی ہوگی۔ ان کا مقام بلند ہوگا۔ اور دوسروں پر انہیں خاص امتیاز حاصل ہوگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِیْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِیْ بُیُوْتِ الدُّنْیَا لَوْ كَانَتْ بِكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِیْ عَمِلَ بِهٰذَا (ابوداؤد)

جس نے قرآن پاک پڑھا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے فائق ہوگی۔ پھر تو تمہارا کیا خیال اس شخص کے مقام بلند کے بارے میں جس نے اس پر خود عمل کیا ہو۔

آج بہت سے والدین اپنے بچوں کو دنیاوی تعلیم کی غرض سے ابتداء ہی سے ایسے اسکولوں میں داخل کر دیتے ہیں جہاں کا ماحول دین بیزار ہوتا ہے اور گھر پر بھی بچوں کی دینی تعلیم و قرآن پاک پڑھانے نیز اسلامی تربیت کی فکر نہیں کرتے، ان کے لئے کتنی بڑی محرومی کی بات ہے، کل وہ بچے بڑے ہوں گے۔ ذمہ دار ہوں گے صاحب اولاد ہوں گے۔ وہ سب کچھ ہوں گے۔ لیکن اسلام کے تقاضوں سے ناواقف ہوں گے۔ اور یہی دشمنان اسلام بھی چاہتے ہیں۔

دشمنان اسلام نونہالوں کے اخلاق و عقائد کے بگاڑنے اور انہیں اسلامی شریعت سے برگشتہ کرنے کی نت نئی قسم کی سازشیں کر رہے ہیں۔ اور ریڈیو، ٹیلی ویژن، ڈش انٹینا اور فحش لٹریچر کے ذریعہ ان کے اخلاق و کردار کو برباد کرنے کی انتھک کوشش کر رہے ہیں ایسی صورت میں ماں باپ کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کی دینی تربیت کی فکر کریں اور انہیں ضائع ہونے سے بچائیں اسلئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہت بڑا گناہ ہے کہ انسان جن کا ذمہ دار اور رکھوالا ہے انہیں ضائع کردے یعنی ان کی تربیت نہ کرے۔

بھلا اس سے بڑھ کر ضائع کرنا اور کیا ہوگا۔ اور اس سے زیادہ خطرے اور نقصان کی کیا بات ہوگی کہ بچوں کے دلوں میں انحراف اور زیغ و ضلال پیدا ہو جائے اور وہ سیدھے راستے سے ہٹ جائیں اس سے بڑھ کر اور کیا بربادی ہوگی کہ وہ اسلام کی مخالفت شروع کر دیں، اس سے بڑھ کر ضائع کرنا اور کیا ہوگا کہ ان کے دل، عقل اور اخلاق تباہ و برباد ہو جائیں۔

لہٰذا والدین کی سب سے اوّلین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کی اسلامی اور اخلاقی تربیت کریں۔

بلاشبہ اسلام ہی ایسا مکمل دین ہے جس میں تعلیم و تربیت کا بہترین نظام ہے جس کو اپنا کر ہی آدمی اپنے لئے اور جملہ مخلوق کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

(بقیہ) یورپ کے اپنے مسائل

اور اس سے کم تناسب پر پیش آنے والے واقعات ماضی میں کئی قوموں کی مکمل تباہی کا سبب بن چکے ہیں جو تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں، سب سے سنگین بات یہ ہے کہ ان بداعمالیوں کو قانونی حیثیت دے دی گئی ہے اور اس کی مخالفت کو قانون شکنی اور خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے۔

(بقیہ) رائے بریلی میں مسابقۂ خطابت

لکھنؤ کو دوم انعام نقد ؍۹۰۰ روپئے اور سید عطاء اللہ بنگلوری (ندوہ) کو سوم انعام نقد ؍۷۰۰ روپئے دیئے گئے۔ نقد انعامات کے علاوہ کامیاب ہونے والے طلباء کو میڈل قلم، اور "سوانح مفکر اسلام مولانا علی میاں ندویؒ" ایک ایک عدد دی گئی اور حکم صاحبان کو بھی سوانح مفکر اسلام پیش کی گئی۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ اُبھرے گا تم جتنا دباؤ گے

دار العلوم ندوۃ العلماء

دلِ دردمند اور فکرِ ارجمند کا حسین امتزاج

وزارتِ اوقاف قطر کے زیرِ اہتمام اسلامی و دعوتی کانفرنس کے موقع پر اپنے ایک انٹرویو میں مولانا محمد فاروق ندوی کا اظہارِ خیال

انٹرویو: عامر غرابیہ۔ نمائندہ المشرق قطر — ترجمہ:۔ محمد عرفان ندوی سیوانی

مولانا محمد فاروق ندوی کا تعلق جنوبی ہند کے شہر بھٹکل سے ہے۔ انھوں نے ندوۃ العلماء سے عالمیت وفضیلت کی سند حاصل کرنے کے بعد مزید استفادہ کے لئے دمشق کا سفر کیا اور مصلح وقت شیخ حسن حبنکۃ المیدانیؒ سے کسبِ فیض کیا پھر ندوۃ العلماء میں بحیثیت استاد تدریسی خدمات انجام دیں۔ فی الوقت مدرسہ بلال بن رباح الخیریہ (دبئی) کے مدیر توجیہی اور تعلیمی نگراں و سرپرست ہیں۔

حالیہ دنوں وزارتِ اوقاف قطر کی دعوت پر "موسم الدعوۃ" میں شرکت کیلئے دوحۃ کا سفر کیا سفر تعلیمی و تربیتی دینی اور دعوتی لحاظ سے نہایت مبارک اور کامیاب سفر رہا۔ ندوۃ العلماء کی نمائندگی بڑے پُروقار انداز میں کی ندوۃ العلماء کے طرزِ فکر کی صحیح اور پُراثر ترجمانی کی جس سے کانفرنس میں ممتاز دانشور اور اصحابِ فکر ونظر کافی متاثر ہوئے، بحث ومناقشہ کی نشستیں رکھی گئیں مقامی اخبارات وجرائد نے انٹرویو لئے اور شاہ سرخیوں میں شائع کیا۔

ذیل میں پیش ہے قطر کی راجدھانی دوحۃ کے کثیر الاشاعت مشہور ومعروف روزنامہ اخبار "المشرق" کے نمائندہ عامر غرابیہ کا انٹرویو جو انھوں نے مولانا محمد فاروق ندوی سے ندوۃ العلماء کے تعلق سے لیا ہے جس سے بخوبی اندازہ ہوگا کہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے طرزِ فکر اور نصابِ تعلیم وتربیت کو نہ صرف خلیجی ممالک بلکہ عالمِ اسلام میں کس قدر اہمیت اور پذیرائی حاصل ہے۔

(ادارہ)

نمائندہ مشرق:۔ آپ اپنے مادرِ علمی ندوۃ العلماء کے تعلق سے کچھ روشنی ڈالیں۔

مولانا:۔ دار العلوم ندوۃ العلماء دراصل تحریک ندوۃ العلماء کے تابع اور قائم کردہ ہے تقریباً سو سال پہلے صوبۂ اتر پردیش لکھنؤ میں اس کی بنیاد ڈالی گئی ہندوستان میں یہ صوبہ علمی وسیاسی اعتبار سے ممتاز اور زرخیز صوبہ ہے اکثر وزراء اعظم کا تعلق اسی صوبہ سے رہا ہے، مثلاً پنڈت جواہر لال نہرو، اندرا گاندھی راجیو گاندھی وغیرہ۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کی بنیاد اپنے وقت کے جید اور اکابر علماء و صالحین کے ہاتھوں رکھی گئی جن میں پیش پیش بانی ندوۃ العلماء مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، علامہ شبلی نعمانیؒ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور مولانا سید عبد الحی حسنیؒ مولانا علی میاں ندویؒ تھے

نمائندہ:۔ دار العلوم ندوۃ العلماء کے آغاز خصوصیات، امتیازات، اہم خدمات کے بارے میں بتائیں؟

مولانا:۔ بعض خاص پہلوؤں کی وجہ سے دوسرے مدارس سے ممتاز ومنفرد ہے، اس کے لئے قدرے تفصیل کی ضرورت ہے، ندوۃ العلماء کی تأسیس سے پہلے یا اس علمی فکری ادبی اجتماعی تحریک کے آغاز سے قبل ہندوستان میں دو تحریکیں کام کر رہی تھیں، سوء اتفاق سے دونوں ایک دوسرے کی ضد باہم متحارب ومتصادم تھیں، ایک "تحریکِ دیوبند" جسے مسلمانوں میں قبولِ عام اور عمومی شہرہ حاصل تھا۔ اس تحریک نے ہند اور اطرافِ ہند میں دینی اور علمی نیز سیاسی میدان میں نمایاں خدمات انجام دی تھیں، مسلمانوں میں بنیادی دینی و

اسلامی علوم کی نشر و اشاعت میں اس
تحریک نے ممتاز رول ادا کیا، تعلیم و تدریس
کا اس کا ایک خاص طرز و نہج ہے جو قدیم
نصاب درس نظامی کے نام سے عجم میں مشہور
و معروف ہے۔

دوسری طرف "علی گڑھ تحریک" کے
نام سے جدید عصری تحریک تھی جس کے
بانی و سرپرست سر سید احمد خاں تھے
ماڈرن افراد اور نئی نسل میں اس تحریک کا
بڑا اثر تھا۔ ان دونوں تحریکوں میں واضح و
نمایاں فکری دوری تھی۔ دونوں کے
درمیان قدیم و جدید کی خلیج حائل تھی،
ایک کو قدامت پر فخر تھا تو دوسرے کو
جدیدیت کا غرہ، ایک قدیم پر نازاں و
فرحاں تو دوسرا ہر قدیم سے نالاں و گریزاں،
ایک جدید علوم ترقی کا راز اور مسلمانوں کی
پستی کا علاج اور ہر بیماری کے لئے
تریاق قرار دیتا تو دوسرا زہر سم قاتل، ایک
قدیم کے دائرہ میں سمٹا ہوا تھا۔ تو دوسرا
ہر جدید کا بڑھ کر استقبال کرتا۔

قدیم و جدید کا یہ اختلاف اتنا
شدید ہوا کہ پورا معاشرہ ہل کر رہ گیا جدید
تعلیم یافتہ اور قدیم علماء کا ایک
پلیٹ فارم بلکہ ایک چھت کے نیچے جمع ہونا
دشوار و محال ہو گیا۔ نتیجتہً مسلمان دو خانوں
میں بٹ گئے۔ ایک طبقہ قدیم کا حامی
اور مؤید دوسرا طبقہ جدید کا معین و مددگار
اور دونوں طبقے باہم متصادم و متحارب، چند
اصحاب فکر اور دردمند اللہ کے بندوں
نے اس تکلیف دہ کیفیت کو محسوس کیا
اور دونوں طبقوں کو قریب لانے کے لئے
تحریک ندوۃ العلماء کی داغ بیل ڈالی۔

اس طرح "تحریک ندوۃ العلماء" کا آغاز ہوا۔
تحریک ندوۃ العلماء نے دیوبند اور علی گڑھ
دونوں تحریکوں کے درمیان پل کا کام دیا۔ قدیم
و جدید کا حسین و خوبصورت امتزاج پیدا کیا
دونوں کو ایک سنگم پر جمع کیا تعلیم و تدریس اور
طرز معاشرت کیلئے قدیم صالح و جدید نافع
سے کارآمد اور مفید مواد فراہم کر کے معتدل
قدیم و جدید کا جامع نصاب تعلیم مرتب کیا،
علوم شرعیہ کی تعلیم کیلئے درس نظامی کی
بعض کتابیں نصاب میں شامل کیں، جدید
علوم اور ادب عربی میں درک و مہارت
لئے ایک خاص طرز اور نہج وضع کیا، جدید
علوم اور ادب عربی کے حصول کے لئے ہر قسم
کے رطب و یابس مضامین کو شامل نہیں کیا۔
بلکہ خود مختار ہو کر خاص طرز کا مفید عربی
لٹریچر تیار کیا جس میں قدیم و جدید کے
کارآمد مفید معلومات افزا تعمیری اور اسلامی
ذہن بنانے والے ایسے مضامین اور ادبی
شہ پارے رکھے گئے جس سے زبان ہوشمند
فکر ارجمند اور دل دردمند کا حسین
امتزاج اور سنگم پیدا ہو۔ یہ لٹریچر پرائمری
سے لیکر عالیہ تک کی ضرورتوں کو پورا
کرتا ہے۔

الحمد للہ یہ نصاب تعلیم ندوۃ العلماء
اور اس کی شاخوں کے علاوہ ہند و بیرون
ہند کی دیگر اسلامی درسگاہوں۔ اور
یونیورسٹیوں میں بھی رائج ہے اسی نصاب
تعلیم کو پڑھ کر ادب عربی کے رمز شناس
چوٹی کے علماء و ادباء پیدا ہوئے جن کی
عربی ادب و زبان میں بیش قیمت اور اہم
تصنیفات ہیں جن کے ادبی پایہ کو اہل زبان
عرب نے بھی تسلیم کیا ہے اور داد دی۔

مشہور عالم و مفکر و مصنف علامہ
رشید رضا مصری مصنف تفسیر "المنار"
مدیر و مجلہ "المنار" ایک مرتبہ طلبہ کے سالانہ
جلسہ میں ندوۃ العلماء تشریف لائے اور
طلبہ کو برجستہ فصیح و بلیغ عربی میں تقریر
و مباحثہ کرتے ہوئے دیکھ کر حیران و ششدر
رہ گئے بعض طلبہ کے مضامین اس وقت
کے پایہ کے مصری مجلات و جرائد میں شائع
ہوئے علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا
مسعود عالم ندویؒ، اور مولانا علی میاں ندویؒ
کے مضامین قابل ذکر ہیں جو اس وقت
طالب علم تھے، جن کو بعد میں عرب و عجم نے
مفکر اسلام کے نام سے جانا۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کی دوسری
خصوصیت اور امتیاز رفع نزاع باہمی اور
اتحاد بین المسلمین ہے، مسلکی، جماعتی،
فکری تعصب اختلاف کو پاٹنے اور اتحاد
باہمی پیدا کرنے میں ندوۃ العلماء نے جو
رول ادا کیا وہ ظاہر و باہر ہے اور سنگ میل
کی حیثیت رکھتا ہے، ندوۃ العلماء کے سالانہ
جلسے ہندوستان کے اہم اور بڑے شہروں میں
منعقد ہوا کرتے تھے جس میں چوٹی کے مذہب
و عصری علماء ادباء سیاسی و ملی شخصیات
شرکت کرتیں افکار و نظریات مسلک و
طریقۂ کار کے اختلاف و تضاد کے باوجود
باہم متفق و متحد شیر و شکر ہو کر ایک پلیٹ فارم
پر جمع ہوئیں بقول شخصے ہیٹ و کوٹ جبہ
و دستار اتنی بڑی تعداد میں ایک پنڈال
کے نیچے اتنی محبت و یگانگت سے کبھی جمع
و بغل گیر نہیں ہوئے۔ دنیا نے اتنا بارونق
روح پرور، ایمان افروز منظر کبھی نہیں دیکھا۔
ندوۃ العلماء نے گروہی عصبیت، مسلکی

تنگ نظری جماعتی تحزب و تعصب کی خلیج کو پاٹنے میں اہم رول ادا کیا۔ تحمل و برداشت کرنے کا جذبہ اجاگر کیا۔ وسیع النظری فراخدلی کشادہ چشمی کا حوصلہ بخشا ہیٹ و کوٹ جبہ و دستار کو جمع کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا۔ قدیم و جدید کے الگ الگ گھروندے تھے سوچ و فکر مختلف اور طرزِ حیات سب کا جدا جدا تھا۔ ندوۃ العلماء نے اپنے مساعی جمیلہ سے ان گھروندوں کو منہدم کرکے قدیم و جدید کے اس فرق و دوری کو سمیٹ کر سب کو ایک سنگم ایک کلمہ پر جمع کیا جبہ و دستار، سوٹ و ٹائی کو اسلام سے ہم رشتہ و ہم بستہ کرنے میں ندوۃ العلماء کا کردار تاریخ میں زریں حروف سے لکھا جائے گا۔ یہ ندوۃ العلماء کی سب سے بڑی کامیابی ہے جو کسی اور معاصر تحریک کو حاصل نہ ہو سکی اسی نوع کا ایک عظیم الشان اجلاس ۱۹۷۵ء میں ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ یوم تاسیس کے موقع پر جشنِ تعلیمی کے عنوان سے منعقد ہوا جس میں اُس وقت کے شیخ ازہر عبدالحلیم محمود وزارتِ اوقاف مصر کے ایک معزز وفد کے ساتھ تشریف لائے۔ دمشق سے حسن المیدانی الدمشقی نے شرکت کی۔ نیز عالم اسلام کے ممتاز و نمایاں شخصیات نے شرکت کی۔ جو بجائے خود تحریک ندوۃ العلماء کی مقبولیت و محبوبیت اور جاذبیت کی بڑی دلیل ہے۔

۱۹۵۹ء میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے دارالعلوم میں مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی تاسیس کی اس مجلس نے اب تک سیکڑوں کی تعداد میں مختلف عصری زبان اور جدید اسلوب میں علمی، فکری و دینی ادبی اور عصری مسائل پر کتاب و رسائل شائع کئے جن کو ملک و بیرونِ ملک میں قبول عام حاصل ہوا۔

ندوۃ العلماء نے ہمیشہ دینی اجتماعی اور معاشرتی اصلاح و انقلاب کی خاطر اٹھنے والی تحریکوں اور انجمنوں کی قیادت و رہنمائی حالات و تقاضوں کے مطابق کی ہے ندوۃ العلماء کی یہ قابل قدر اور عظیم خدمت ہے دینی بنیاد پر نئی نسل کی تعلیم و تربیت کیلئے دینی تعلیمی کونسل کا قیام جب عمل میں آیا تو ناظم ندوۃ العلماء مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اس کو سراہا ہی نہیں بلکہ اس کی کامیاب رہنمائی کی۔ اس کونسل نے صوبہ اترپردیش کے طول و عرض میں سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں مدارس و مکاتب کا جال پھیلا دیا ہے سیاسی بنیاد پر مسلم مجلس مشاورت کی تاسیس و قیادت کی تحریک پیام انسانیت کی بنیاد ڈالی جس کے اسٹیج سے برادران وطن میں اسلام کے تعارف و اشاعت کا مبارک عمل انجام پا رہا ہے۔ مفکر اسلام مولانا علی میاں ندویؒ ان تمام تحریکات کے تاحیات صدر و سرپرست رہے، تحریک پیام انسانیت کے بڑے بڑے اجلاس ہندوستان کے مختلف بڑے بڑے شہروں میں ہوا کرتے ہیں۔ ہندو، سکھ، عیسائی، جین، بدھ، مذہب کی ممتاز شخصیات شرکت کرتی ہیں انسانیت محبت، اخوت، بھائی چارے کی باتیں ہوتی ہیں، اسلام کے تعارف کے سلسلے میں ان اجتماعات کا بڑا فائدہ محسوس کیا گیا، ہندو مسلم دونوں فرقوں میں مولانا علی میاں ندوی کو یکساں محبوبیت و مقبولیت حاصل رہی۔

ندوۃ العلماء کی عظیم خدمات و اثرات کے بارے میں مزید تفصیلات جاننا ہو تو تاریخ ندوہ اور مولانا علی میاں ندوی کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

صحافتی میدان میں دینی رہنمائی تعمیری اسلامی ذہن بنانے کے لئے ندوہ سے عربی و اردو میں مختلف مجلات و جرائد شائع ہو رہے تقریباً چالیس سال سے ندوہ سے عربی میں البعث الاسلامی، الرائد اور اردو میں پندرہ روزہ تعمیر حیات شائع ہو رہے ہیں، عصر حاضر میں درپیش مسلمانوں کے مسائل کا تجزیہ کرکے ان کا حل پیش کرنے اور جدید تقاضوں کے مطابق عالم اسلام کی رہنمائی کرنے میں یہ جرائد اہم رول ادا کرتے ہیں۔

نمائندہ:- آپ اس کانفرنس میں شرکت کے بعد کیسا محسوس کر رہے ہیں، کانفرنس کی سرگرمیوں کے تعلق سے اظہارِ خیال فرمائیں نیز اپنے قیمتی اور مفید مشوروں سے نوازیں۔

مولانا:- کانفرنس کے اغراض و مقاصد جان کر ذاتی طور پر مجھے بڑی مسرت ہوئی ذمہ داران سے تبادلۂ خیال کے بعد اس مسرت میں مزید اضافہ ہوا خصوصاً مرکز کے نگراں و سرپرست جناب عبداللہ عاوی سے تبادلۂ خیال کے بعد مسرت دوچند ہوگئی۔ عبداللہ عاوی نہایت سرگرم، نشیط و متحرک نوجوان ہیں غیر مسلموں کے درمیان اسلام کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں کافی متفکر و متحرک ہیں اس ضمن میں قطر اور بیرون قطر بھی ان کی سرگرمیاں جاری ہیں مرکز کے تحت کام کرنے والے دعاۃ و مبلغین کی کوششوں کے نتیجہ میں غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد اسلام قبول کر چکی ہے، اس سال ان کی

تعداد دوسو پینسٹھ تک پہنچ چکی ہے یہ بڑی کامیابی ہے خصوصاً حالات حاضرہ کے پس منظر میں جبکہ ہر چہار سو سے اسلام کو دہشت گردوں کا داعی بتایا جارہا ہے اس کے صاف شفاف چہرہ پر کیچڑ اچھال کر گندہ اور مسخ کرنے کی جان توڑ کوششیں جاری ہیں۔ لیکن اللہ رب کائنات اپنے دین کی اشاعت ونصرت اور سربلندی کے لئے نئے دروازے اور میدان مہیا فرماتا ہے، دین کی نشر واشاعت کرنے والوں کیلئے حدیث میں بڑے انعام کا وعدہ کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے اے علیؓ تمہارے ذریعہ سے ایک فرد بھی ہدایت یاب ہوجائے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ اگر ہم تمام مسلمانان عرب وعجم بے لوث ہوکر اخلاص وللہیت کے ساتھ دین واسلام کی نشر واشاعت کیلئے اپنے وسائل وامکانیات کو بروئے کار لائیں تو دنیا میں سلیم الطبع افراد کی ایک بڑی تعداد ہے جو ادنیٰ کوشش اور معمولی تحریک سے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے لئے تیار ہے یہ آجکل مشاہدہ ہے کہ غیر مسلموں میں اسلام کے تئیں بڑی رغبت اور جھکاؤ ومیلان پایا جارہا ہے۔

ہمارے عرب بھائی بڑی حد تک اس ضمن میں ذمہ دار ہیں، پورے عالم میں اسلام کی نشر واشاعت کے وہ براہ راست مکلف ہیں ان کے اسلاف اور بزرگوں نے اس ذمہ داری کو بڑی حد تک نبھایا، موجودہ حالات میں ان کی ذمہ داری دو چند ہوجاتی ہے مختلف ممالک سے غیر مسلم ان کے پاس روزگار اور دیگر حاجات کے تحت آتے ہیں، اسلام کی اشاعت کے لئے دور دراز سفر کی ضرورت بھی نہیں، جبکہ ان کے اسلاف کو تبلیغ دین کیلئے دور دراز ممالک کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ مجھے بجا امید ہے کہ دین کی اشاعت کیلئے ہر جگہ مراکز کھولے جائیں خلیجی ممالک میں روزگار کے لئے آنے والے غیر مسلمین پر خصوصی توجہ دی جائے ان کی دینی تعلیم وتربیت اور ان کے درمیان صحیح عقیدہ کی اشاعت کو اولیت وفوقیت دی جائے مختلف عصری زبانوں میں اسلامی لٹریچر شائع کئے جائیں، ممتاز دینی مبلغین اور اسلامی شخصیات کو دعوت دی جائے۔ ان کے تجربات ومشوروں سے فائدہ اٹھایا جائے اسی کانفرنس کی طرح مزید اجتماعات کئے جائیں، ممتاز اسلامی شخصیات سے تقریریں کرائی جائیں۔ اس وقت دنیا سمٹ کر ایک چھوٹے سے گاؤں کے مثل ہوگئی ہے، کسی تک پہنچنا اب نہایت آسان وسہل ہے۔

حکومت قطر کو اس ضمن میں اولیت حاصل ہے، سب سے پہلے قطر نے کانفرنس کرکے مبارک اور قابل ستائش اقدام کیا ہے اس سے قبل بھی حکومت قطر کی سرپرستی میں سیرت کانفرنس منعقد ہوچکی ہے جس میں مولانا علی میاں ندویؒ کے محاضرات وخطابات ہوئے ان کی مشہور زمانہ کتاب "السیرۃ النبویۃ" امیر قطر کی ذاتی توجہ وعنایات سے شائع ہوئی اس وقت مسلمانان عالم کی پر امید نگاہیں قطر کی جانب اٹھی ہوئی ہیں، مسلمانان عالم کو قطر سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ قطر عالمی اسلامی کانفرنس کا رئیس اور روح رواں بھی ہے اس پس منظر میں اس کی ذمہ داریاں دوچند ہوجاتی ہیں، تمام مسلمانان عالم کے مسائل کا بوجھ بھی اس کے کاندھوں پر ہے۔ اس میں سرفہرست فلسطین کا مسئلہ ہے، اس کا حل اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ تمام مسلمانان عالم عرب وعجم باہم متحد ومتفق ہوکر تعاون کریں، فلسطین کی آزادی کو مقصد زندگی بنالیں اس کو قلب وذہن پر مسلط اور حاوی کرلیں جب تک قبلۂ اولیٰ بیت المقدس اور فلسطین کو جابر وظالم یہود کے پنجۂ استبداد سے آزاد نہ کرالیں۔

دعائے مغفرت

• دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاد قاری محمد ریاض مظاہری کی حقیقی پھوپھی کا قلبی دورہ میں اچانک ۱۹ر اگست سنہ ۲۰۰۱ء کو انتقال ہوگیا۔ مرحومہ بڑی مخیّر اور دیندار خاتون تھیں،

• دار العلوم ندوۃ العلماء کے سابق طالب علم شکیل احمد ندوی کے دادا مولوی چراغ علی کا ۲۵ر اگست سنہ ۲۰۰۱ء کو اپنے آبائی وطن (بسوڑھی فیض آباد) میں انتقال ہوگیا۔ مرحوم ایک عرصہ تک تعلیم وتدریس سے منسلک رہے اور قرب وجوار میں ان کے سیکڑوں شاگرد پھیلے ہوئے ہیں وہ دار العلوم ندوۃ العلماء کی تعلیم وتربیت سے کافی متاثر تھے اسی بناء پر انھوں نے اپنے خاندان کے چار لڑکوں کو دار العلوم میں تعلیم دلائی۔

• تعمیر حیات کے قدرداں جناب مرتضیٰ (اونٹی) بیجاپور کرناٹک کا گذشتہ ماہ عارضۂ قلب کی وجہ سے انتقال ہوگیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے درجات بلند فرماکر انھیں جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

قارئین کرام سے تمام مرحومین کے لئے ایصال ثواب ودعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ٹی وی کے ساتھ دفن ہونے کا عبرتناک واقعہ

جب ٹی وی دیکھنے کا رواج بڑھا ہے ٹی وی دیکھنے والوں کے مرنے کے بعد قبر میں عذاب ہونے کے بڑے ہی عبرتناک واقعات بھی سامنے آرہے ہیں، جس سے ہمیں سبق لینا چاہیئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ واقعات اسی لئے دکھلاتے ہیں تاکہ ہم لوگ عبرت حاصل کریں۔

چنانچہ ایک رسالے "ٹی وی کی تباہ کاریاں" میں ایک عورت کا بڑا عبرتناک واقعہ لکھا ہے کہ رمضان شریف کے مہینے میں افطار کے وقت گھر میں ایک ماں اور بیٹی تھی۔ ماں نے بیٹی سے کہا کہ آج گھر پر مہمان آنے والے ہیں افطاری تیار کرنی ہے اس لئے تم بھی میرے ساتھ مدد کرو، اور کام میں لگو، اور افطاری تیار کراؤ! بیٹی نے صاف جواب دیا کہ اماں اس وقت ٹی وی پر ایک خاص پروگرام آرہا ہے، میں اس کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ اس سے فارغ ہو کر کچھ کروں گی، چونکہ وقت کم تھا اس لئے ماں نے کہا کہ تم اس کو چھوڑ دو، پہلے کام کراؤ، مگر بیٹی نے ماں کی بات سنی ان سنی کر دی اور پھر اس خیال سے اوپر کی منزل میں ٹی وی لے کر چلی گئی کہ اگر میں یہاں نیچے بیٹھی رہی تو ماں بار بار مجھے منع کرے گی اور کام کے لئے بلائے گی، چنانچہ اوپر کمرے میں اندر جا کر اندر سے کنڈی لگائی اور پروگرام دیکھنے میں مشغول ہو گئی نیچے ماں بیچاری آواز دیتی رہ گئی۔ لیکن اس نے کچھ پروا نہ کی، پھر ماں نے افطاری کے لئے جو تیاری ہو سکی اس نے کرلی۔ اتنے میں مہمان بھی آگئے اور سب لوگ افطاری کے لئے بیٹھ گئے۔ ماں نے پھر بیٹی کو آواز دی تاکہ وہ بھی آکر روزہ افطار کرلے لیکن بیٹی نے کوئی جواب نہیں دیا تو ماں کو تشویش ہوئی۔ چنانچہ وہ اوپر گئی اور دروازے پر جا کر دستک دی اور اس کو آواز دی، لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو اب ماں اور گھبرا گئی کہ اندر سے جواب کیوں نہیں آرہا ہے، چنانچہ ماں نے اس کے بھائیوں اور اس کے باپ کو اوپر بلایا۔ انھوں نے آواز دی اور دستک دی، مگر جب اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو بالآخر دروازہ توڑا گیا۔ جب دروازہ توڑ کر اندر گئے تو دیکھا کہ ٹی وی کے سامنے مری ہوئی اوندھے منھ زمین پر پڑی ہے، اور انتقال ہو چکا ہے۔ اب سب گھر والے پریشان ہو گئے۔ اس کے بعد جب اس کی لاش اٹھانے کی کوشش کی تو اس کی لاش نہ اٹھے، اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہ کئی ٹن وزنی ہو گئی ہے۔ اب سب لوگ پریشان کہ اس کی لاش کیوں نہیں اٹھ رہی ہے۔ اسی پریشانی کے عالم میں ایک صاحب نے جو ٹی وی اٹھایا تو اس کی لاش بھی اٹھ گئی اور ہلکی ہو گئی۔ اب صورت حال یہ ہو گئی کہ اگر ٹی وی اٹھائیں تو اس کی لاش ہلکی ہو جائے۔ اگر ٹی وی رکھ دیں تو اس کی لاش بھاری ہو جائے اس طرح ٹی وی اٹھا کر اس کی لاش نیچے لائے۔ اور اس کو غسل دیا، کفن دیا۔ جب اس کا جنازہ اٹھانے لگے تو پھر اس کی چارپائی ایسی ہو گئی جیسے کسی نے اس کے اوپر پہاڑ رکھ دیا ہو، لیکن جب ٹی وی کو اٹھایا تو آسانی سے مسہری بھی اٹھ گئی۔ تمام اہل خانہ شرمندگی اور مصیبت میں پڑ گئے، بالآخر جب ٹی وی جنازہ کے آگے آگے چلا تب اس کا جنازہ گھر سے باہر نکلا۔ اب اسی حالت میں ٹی وی کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور قبرستان لے جانے لگے، آگے ٹی وی پیچھے جنازہ چلا پھر قبرستان میں لے جانے کے بعد جب میت کو قبر میں اتارا، اور قبر کو بند کر کے اور اس کو ٹھیک کر کے جب لوگ واپس جانے لگے تو لوگوں نے کہا کہ اب ٹی وی واپس لے چلو۔ لیکن جب ٹی وی اٹھا کر لے جانے لگے تو اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آگئی۔ کتنی عبرت کی بات ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

اے عقلمند و عبرت حاصل کرو!

لوگوں نے جلدی سے ٹی وی کو وہیں رکھا اور دوبارہ اس لاش کو قبر کے اندر کر کے قبر بند کر دی اور دوبارہ ٹی وی اٹھا کر چلے تو دوبارہ اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آگئی، اب لوگوں نے کہا کہ یہ تو ٹی وی کے ساتھ ہی دفن ہو گی، اس کے علاوہ کوئی اور صورت نظر نہیں آتی آخر کار اس کی لاش قبر میں تیسری بار رکھی اور ٹی وی بھی اس کے سرہانے رکھ دیا گیا، اور اس کے ساتھ ہی اس کو دفن کرنا پڑا۔

العیاذ باللہ۔ اب آپ سوچیے کہ اس لڑکی کا کیا حشر ہوا ہوگا، اور کیا انجام ہوا ہوگا ہماری عبرت کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں دکھا دیا۔ اب بھی اگر ہم عبرت نہ پکڑیں تو ہماری ہی نالائقی ہے، اللّٰھم احفظنا منہ

قرآن کریم ہدایت کا ضامن ہے

ایک لبنانی مارونی اور ایک آسٹریلین طالب علم کا قبول اسلام

تحریر: شیما عبد الرسول — ترجمہ: مسعود حسن حسنی ندوی

عقائد و عبادات، معاملات اور اخلاق ہر اعتبار سے اسلام مکمل مذہب ہے مگر جس چیز نے اسلام کو میرا محبوب مذہب بنایا وہ عقیدہ کے میدان میں اس کی پاکیزگی ہے اور عبادات کی ادائیگی کے سلسلہ میں اس کا مربوط و مستحکم نظام ہے، عبادات کا تعلق چاہے نماز سے ہو یا زکوٰۃ سے، روزہ سے ہو یا حج سے،

اسلامی عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا جو تصور ہے اس نے مجھ کو بہت راحت پہونچائی۔ وہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو اپنے اندر بہت ہی وسیع اور آسان مفہوم لئے ہوئے ہے اس کے باوجود عام لوگ اس کو مشکل سمجھتے ہیں اور خاص لوگ اس سے دہشت زدہ رہتے ہیں۔ اسلامی عقیدہ قرآن کے اس معجز تعبیر سے ماخوذ ہے جو ان کلمات کا مجموعہ ہے، "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ" (اس جیسا کوئی نہیں، اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے) یہ زبردست تعریف جو اپنے اندر بہت سے مطالب اور معانی لئے ہوئے ہے ایک ایسے مبصر کی زبان سے اسلام کی واضح تعلیمات اور صریح مفاہیم دیکھنے کے بعد نکلیں جس نے اسلام کے سلسلہ میں اظہار رائے میں کبھی کسی کمی اور بخل سے کام نہ لیا ہو، تو وہ اس کو قبول کر لیتا ہے اور یہ قبول کرنا اس کی عبدیت اور محبت کے اظہار سے ہوتا ہے۔

یہ لبنانی مارونی نصرانی (رفیق فریا ساعدہ) ہیں جن کا تعلق کو رالہوا و شہر سے ہے یہ اپنے اسلام کے بارے میں اس طرح سے گفتگو کرتے ہیں کہ قرآن نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ حضرت مریمؑ کے سلسلہ میں جو یہ صراحت کی ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس پر میں ایمان لایا۔ اور آیت کریمہ "وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ" کو پڑھتے وقت ہل گیا۔ اس آیت نے مجھے ایک سچی حقیقت کے سامنے لا کھڑا کیا، جس کو مضبوط و مستحکم اس طرح کی دوسری آیات نے کیا جو اس پر روشنی ڈالتی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت اور ان دوسرے انبیاء کی نبوت جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ان پر ایمان لانا مسلمانوں کے نزدیک ایمانی ارکان ہی کا ایک رکن ہے جس کے بغیر کوئی مسلمان سچا مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔

شیخ رفیق سعادہ کہتے ہیں اس کے بعد پھر سیرت النبیؐ ہے جو فضائل، آداب قول و فعل کے سلسلہ میں آپ کے ارشادات کا احاطہ کئے ہوئے ہے جس نے آپؐ کے طریقے کی اتباع کی اور آپ کے بتائے ہوئے ہر راستے کو اپنایا وہی خیر امت کا مستحق ٹھہرا جو انسانیت کے لئے مبعوث کی گئی۔

اس لبنانی کے اس بیان کے بعد ہم آپ کو آسٹریلیا کے ایک نصرانی سے واقف کراتے ہیں جنھوں نے حال ہی میں اسلام قبول کر لیا ہے وہ کہتے ہیں:

اسلام تمام جغرافیائی حدود سے ماوراء ہے قرآن کریم ہدایت کا ضامن ہے۔ اور گمراہوں کو سیدھا راستہ دکھانے والا ہے۔

اس مسیحی کی زندگی میں یہ تبدیلی ہمیں اس آسٹریلیائی طالب علم کی بات یاد دلاتی ہے جس نے سورۂ اخلاص کی تلاوت کی پھر توحید کی عظمت (جس کو سورۂ اخلاص نے اس کے اندر پیوست کر دیا تھا) میں غرق ہو گیا۔ اور ایک عجیب تاثیر کے ساتھ وہ آواز نکالتا۔ (بے خودی میں وہ چیختا) اور اپنے سامنے رکھی ہوئی میز پر اپنا ہاتھ مارتا اور کہتا: کون سی حقیقت ہے جس کو میں اس حقیقت سے موسوم کروں اور ہر طرح کے وہم، خوف، خرافات سے انسان کی روح اور اس کی عقل کو آزاد کرنے میں کون سی چیز اس دوا سے زیادہ جو دلوں کے لئے شفاء کا باعث ہے۔ بڑی اور سچی ہے۔ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، سے بڑھ کر کون سا امان ہو سکتا ہے، عجیب و غریب انداز میں بار بار وہ ان آیات کو پڑھتا ہے اور ہدایت کے بعد مرحلتاً اس نے اعلان کر دیا کہ میں اللہ تعالیٰ جو کہ تنہا و یکتا ہے کی پناہ میں آکر حقیقی امن و سلامتی تک پہنچ چکا ہوں تنہا وہی ہمارے وجود کی حفاظت پر قادر ہے، جو دن رات اور صبح و شام کی تبدیلی اس کے حکم سے ہوتی ہے

میں اس کی پناہ میں رہ کر محفوظ ہوں اور اس کی حفاظت میں رہنا چاہتا ہوں"

یہ نیا آسٹریلیائی مسلمان قرآنی نصوص کا بہت اہتمام کرتا ہے اور مقدس کتابوں کی روایات سے اس کا مقابلہ کرتا ہے وہ اسلام کا بہت ہی پرجوش داعی بن چکا ہے حال ہی میں پیرس میں منعقد ہوئی اسلام اور مغرب کی کانفرنس میں شرکت کے وقت ان کو بولنے کا موقع دیا گیا تو انھوں نے بڑی ہی پرجوش اور جذبات سے بھرپور تقریر کی جس میں انھوں نے مسلمان علماء کو ایسی کتابیں تالیف کرنے کی طرف متوجہ کیا، جس کے ذریعہ مغربی شخص کے لئے ان بنیادی حقائق کو جن کو مسلمانوں نے قرآن کی روشنی میں ثابت کیا ہے، اور قرآن کی دوسری آسمانی اور مذہبی کتابوں پر جو انفضلیت حاصل ہے اس کو واضح کریں۔ اس آسٹریلیائی نومسلم کے نزدیک قرآن کریم ہدایت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور اس کی تعلیمات کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔

دعائے مغفرت

تعمیر حیات کے قدرداں حاجی نثار احمد صاحب (قصبہ بہٹ سہارنپور) کا حال ہی میں انتقال ہوگیا ہے۔ مرحوم بڑے نیک، دیندار اور صاحب خیر انسان تھے۔ تعمیر حیات کا بڑے شوق سے مطالعہ کرتے تھے، وہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ؒ اور دارالعلوم ندوۃ العلماء سے عقیدتمندانہ تعلق رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اٹھو کام لو عقل و ہوش و خرد سے

امۃ اللہ تسنیم ؒ

زمانہ ہمیشہ بدلتا رہا ہے — مگر ہاں نہ ایسا کہ عالم نیا ہے
اداسی سی چھائی ہے سارے چمن میں — چمن کو کہوں کیا کہ کیا ہوگیا ہے
نہ بلبل کے نغمے نہ قمری کی کو کو — نہ ان کی نوا سنجیوں میں مزا ہے
نہ پھولوں میں رنگت نہ سبزہ چمن میں — زمانے کا نقشہ ہی بدلا ہوا ہے
ہوائے چمن جانے کیسی چلی ہے — کہ ہر پھول وپھل آج مرجھا رہا ہے
چمن پر یہ موقوف ہے اور نہ گھر پر — جہاں دیکھو سناٹا چھایا ہوا ہے
نہ وہ اگلی باتیں نہ اگلے فسانے — دلوں پر غبارِ الم چھا رہا ہے
نئی آفتیں اور نئی کلفتیں ہیں — نیا اب زمانے کا رنگ ہو رہا ہے
اٹھے کانپ دل جن مصائب کو سن کر — انھیں مشکلوں کا ہمیں سامنا ہے
دل ناتواں اور طوفانِ غم ہے — اب اس کشتیِ دل کا حافظ خدا ہے
سکوں ہوگیا اب زمانے سے رخصت — سکوں کی جگہ روزِ محشر بپا ہے
یہ سب اپنے ہاتھوں کے کرتوت ہیں بس — ہماری بداعمالیوں کی سزا ہے
اٹھو کام لو عقل و ہوش و خرد سے — سمجھ لو یہی وقت بس کام کا ہے

یہ عبرت کدہ مومنوں کے لئے ہے
یہاں دل لگانا برا ہے برا ہے

نیت سب کچھ ہے

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ اور ایک درویش کا انتقال ہوا کسی نے خواب میں دیکھا کہ بادشاہ تو جنت میں ٹہل رہا ہے اور درویش دوزخ میں پڑا ہوا ہے، کسی بزرگ سے تعبیر معلوم کی تو کہا کہ وہ بادشاہ صاحب تخت و تاج تھا مگر درویشی کی تمنا کرتا تھا۔ اور درویشوں کو بڑی حسرت کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ اور یہ درویش تھے تو فقیر بے نوا مگر بادشاہ کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اسی طرح اگر کوئی مسجد میں ہے اور اس کا دل لگا ہوا ہے کہ جلدی نماز ہو اور میں اپنے کام کو جاؤں تو گویا وہ مسجد سے نکل چکا، اور کوئی بازار میں ہے اور اس کا دل مسجد و نماز میں لگا ہوا ہے تو گویا وہ نماز ہی میں ہے، یہی معنی ہیں۔ اِنْتِظَارُ الصَّلوٰۃ بَعْدَ الصَّلوٰۃ کے۔

زہد خانقاہ میں بیٹھنے کا نام نہیں ہے معلوم نہیں ہم کہاں ہیں، اس کا حال تو قیامت میں معلوم ہوگا۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وہاں ادھر کا پلہ بھاری ہوا تو ادھر اگر ادھر کا پلہ بھاری ہوا تو ادھر۔

(حضرت مولانا یعقوب صاحب مجددیؒ، ماخوذ صحبتے با اہل دل)

س :- کمپیوٹر پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟

ج :- زکوٰۃ اس مال پر واجب ہوتی ہے جو مال نامی ہو چنانچہ فقہاء ذکر کرتے ہیں ۔ ومنها كون المال ناميا لأن مبنى الزكوٰة وهو النماء لا تحصل الا من المال النامي وانما نعني به كون المال معدا للاستنماء بالتجارة أو بالاسامة (بدائع الصنائع ص۹۱)

لہٰذا اگر کمپیوٹر خود تجارت کے لئے ہے تب تو اس پر زکوٰۃ ہے اور اگر تجارت کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف اپنے استعمال یا کرایہ پر دینے کیلئے ہے ، تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے ۔

س :- کسی شخص نے چار رکعت نفل نماز کی نیت باندھی پھر اس نے توڑ دی تو اس پر کتنی رکعتوں کی قضاء لازم ہوگی ۔

ج :- صرف دو رکعتوں کی قضاء لازم ہوگی کیونکہ نوافل کی ہر دو رکعت ۔۔ ہوتی ہے

س :- پائجامہ جس سے ٹخنہ چھپ جائے اس کا پہننا کیسا ہے ؟

ج :- ایسا کرنا مکروہ ہے ۔

س :- بعض میگزینوں کو لوگ ان کی تصویروں کی وجہ سے خریدتے ہیں کیا یہ جائز ہے ؟

ج :- جن رسالوں اور میگزینوں کو ذی روح کی تصویروں کی وجہ سے خریدا جاتا ہے تو ان کا خریدنا جائز نہیں ہے ۔

س :- اگر نائی داڑھی مونڈے یا ایک مشت سے کم کاٹے تو وہ بھی گنہگار ہوگا ؟

ج :- ہاں وہ بھی گنہگار ہوگا اور عند اللہ ماخوذ ہوگا ۔

س :- نفل نماز میں اگر سہو ہوجائے تو سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں ؟

ج :- سجدہ سہو کرنا واجب ہے ۔

س :- زید مسجد کا ایک لوٹا اپنے لئے مخصوص کرلیتا ہے ، دوسرا کوئی شخص استعمال کرتا ہے تو وہ ناراض ہوتا ہے اور اس کو ناپاک سمجھتا ہے کیا اس کا یہ فعل درست ہے ؟

ج :- زید کا یہ طریقہ غلط ہے ، اگر اس کو وہم ہے کہ دوسرے کے استعمال سے لوٹا ناپاک ہوجاتا ہے تو اس وہم کو چھوڑ دے ، اگر شکی ہے وہم نہیں ختم ہو رہا ہے تو اپنا لوٹا خرید کر علیحدہ رکھے اور نماز کے وقت لے آیا کرے تاکہ دوسرے کو اس کی نوبت ہی نہ آئے ، لیکن ایسے شکوک و شبہات سے اپنے کو بچانا چاہیئے ۔ ورنہ ذہنی الجھن کا شکار ہوتا رہے گا ۔

س :- مسجد کا باہری حصہ بے مرمت پڑا ہوا ہے اس میں پلاسٹر بھی نہیں ہوا ہے تو کیا اس کا احترام لازم ہے ؟

ج :- جس حصۂ زمین کو مسجد قرار دے دیا گیا ہے وہ مرمت نہ ہونے کے باوجود قابل احترام ہے اس میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو آداب مسجد کے خلاف ہو ۔

اظہار تشکر

اس عاجز بندہ کی اہلیہ آمنہ پاریکھ ۱۷، ۱۸ ار اگست ۲۰۰۱ئ کی درمیانی رات میں ایک بجے اللہ تعالیٰ کے حضور طلب کرلی گئیں ۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

سنیچر کی صبح ۱۱ بجے نماز جنازہ کے بعد تدفین ہوئی ، اللہ تعالیٰ مرحومہ کی سیّئات کو درگذر فرمائے اور حسنات کو قبول فرما کر جنت الفردوس نصیب فرمائے ۔ آمین

ملک و بیرون ملک کے اہل تعلق و احباب کو جیسے ہی اس حادثہ کی خبر ملی تو بے شمار لوگوں نے ذاتی ملاقات ، ٹیلیفون ، ٹیلیگرام ، فیکس وغیرہ کے ذریعہ مجھ سے اور میرے خاندان سے اپنی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار فرمایا ، مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی ، پورے ملک کے علماء کرام نے ہمیں رضائے الٰہی کے تحت صبر و سکون کی تلقین فرمائی ہمارے لئے علماء ربانی حقانی کا یہ معاملہ اطمینان بخش ہے اور اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کے تحت اللہ نے ہمارے دلوں کو صبر اور اطمینان عطا فرمایا ۔ اور ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں ۔

نیز علماء کرام اور مدارس عربیہ کے ذمہ داروں نے ایصال ثواب ، قرآن خوانی اور اجتماعی دعاء مغفرت کا اہتمام فرمایا جزاهم الله في الدارين خيرًا

یہ عاجز اور اس کے خاندان کے لوگ آپ سب محبین و مخلصین کے شکر گذار اور قدر داں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اجر عظیم اور دنیا و آخرت کے انعامات سے نوازے ۔ آمین ۔

انشاء اللہ ان سب حضرات کو انفرادی طور پر بھی جواب دینے کی کوشش کی جائے گی ۔

(مولانا) عبد الکریم پاریکھ ۔

عالم اسلامی

تعارف — حالات — مسائل

رافت محمود ندوی

دنیا مشترک عناصر کی وحدتوں میں منقسم ہے اور عالم اسلامی تہذیب، تمدن و ثقافت، جغرافیائی اور سیاسی و اقتصادی مفادات کے لحاظ سے ایک وحدت ہے۔

عالم اسلامی کا مفہوم

دنیا میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً دو ارب ہے۔ ان کی دو تہائی سے زائد آبادی اسلامی ملکوں میں رہتی ہے جبکہ بقیہ ایک تہائی اقلیت کی حیثیت سے غیر اسلامی ملکوں میں ہے، یا ایسے ممالک میں ہے جن کو مسلم ملک سمجھنا چاہیئے لیکن وہ تنظیم اسلامی کانفرنس میں شامل نہیں ہیں جیسے بوسنیا اور ہرزیگونیا یا ایسے ممالک میں ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے مگر ان کا شمار اسلامی ممالک میں نہیں ہے جیسے اریٹیریا اور ایتھوپیا۔

اس مضمون میں تنظیم اسلامی کانفرنس کے کے ممالک کے حالات کا تذکرہ ۲۰۰۰ء کے حالات و واقعات کی کتاب اور اقوام متحدہ کی جانب سے انسانی تعمیر و ترقی سے متعلق رہنما کتاب جو ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی پر مبنی ہے اس میں ہر ملک کے متعلق علیحدہ علیحدہ اعداد و شمار ہیں جس سے مجموعی طور پر ان ممالک کے محل وقوع، آبادی ترقی، معاشی حالت اور طبعی وسائل سامنے آجاتے ہیں۔

عالم اسلامی کا جغرافیہ

عالم اسلامی کا طول البلد ۱۸ مغربی سے ۱۴۰ مشرقی ہے اور عرض البلد خط استوا ۱۰ جنوبی سے ۵۵ شمالی تک ہے اور اس کا کل رقبہ تقریباً ۳۲ ملین مربع کلومیٹر ہے یعنی مجموعی خشکی کے رقبہ ۱۴۹ ملین مربع کلومیٹر کا ایک چوتھائی ہے اور خشکی سے ملی ہوئی سرحدیں اندازاً ۱۶۸،۷۶۰ کلومیٹر ہے۔

عالم اسلامی میں رقبہ کے اعتبار سے سب سے بڑا ملک قزاقستان ہے جس کا رقبہ ۲،۷۱۷،۳۰۰ مربع کلومیٹر ہے رقبہ کے اعتبار سے دنیا کے بڑے ممالک میں اس کا گیارہواں نمبر ہے۔ اس کے بعد سوڈان کا نمبر ہے جس کا رقبہ ۲،۵۰۵،۸۱۰ مربع کلومیٹر ہے اور الجزائر تیسرے نمبر پر ہے جس کا رقبہ ۲،۳۸۱،۷۴۰ مربع کلومیٹر ہے رقبہ کے لحاظ سے سب سے چھوٹا ملک مالدیپ ہے جس کا رقبہ ۳۰۰ مربع کلومیٹر ہے پھر بحرین ہے جس کا رقبہ ۶۲۰ مربع کلومیٹر ہے اس کے بعد جزائر کومورو کا نمبر آتا ہے جس کا رقبہ ۲۱۷۰ مربع کلومیٹر ہے۔

عالم اسلامی چار براعظموں میں پھیلا ہوا ہے ایشیا اور افریقہ جیسے دونوں براعظموں کو بنیادی طور پر مرکزیت حاصل ہے افریقہ میں ۲۶ ممالک ہیں، یوگنڈہ، بنین، الجزائر، جزائر کومورو، بورکینا فاسو، چاڈ، تونس، جیبوتی سینگال سوڈان، سیرالیون، صومالیہ، ٹوجو، گابون، گیمبیا، گنی، گنی بیساؤ، کیمرون، لیبیا، مالی، مصر، مراکش، موریتانیا، موزمبیق، نیجر، نائجیریا اور ایشیا میں ۲۷ ممالک ہیں آذربائیجان، اردن، ازبکستان، افغانستان متحدہ عرب امارات، انڈونیشیا، ایران، پاکستان بحرین، برونائی، بنگلا دیش، ترکی، ترکمانستان سعودی عرب، سوریا۔ تاجکستان، عراق، عمان فلسطین، کرغیزیا، قطر، قزاقستان، کویت، لبنان مالدیپ، ملیشیا۔ یمن اور سورینام اور گویانا کو شامل کرلیا جائے تو جنوبی امریکہ میں دو اور البانیہ کے نام سے ایک ملک یورپ میں ہے۔

عالم اسلام کا ایک بڑا حصہ پانی میں ہے جو نصف ملین کلومیٹر سے کچھ زائد ہے اس میں اہم اور طویل دریا بھی ہیں جیسے نیل یہ دنیا کا سب سے طویل دریا ہے، نیجر، سندھ، زمبیزی، دجلہ، فرات آمو، سینگال ہے۔

عالم اسلام میں اہم سمندر اور آبی تنگنائے بھی ہیں سمندری سرحدیں تقریباً ۱۰۲،۳۴۷ کلومیٹر ہے جس سے بحر ہند میں آسکتے ہیں جیسے آبنائے ملاکا جو ملیشیا اور سماطرہ کے درمیان ہے۔ اور تنگنائے باب المندب جو یمن میں ہے، اور بحر متوسط میں آنے کے لئے مصر کی نہر سویز، اور مراکش کا تنگنائے جبل الطارق ہے۔

عالم اسلام میں دنیا کے بڑے بڑے سمندر

ہیں جیسے بحیرہ قزوین ۳۸۰۰۰۰ مربع کلومیٹر بحیرہ وکٹوریہ ۸۳۰۰۰ مربع کلومیٹر بحیرہ ارال ۶۳۰۰۰ مربع کلومیٹر بحیرہ چاڈ ۱۶۰۰۰ مربع کلومیٹر اور بحر میت ۱۰۵۰ ہے۔

عالم اسلامی میں دنیا کے بعض بڑے اور اہم جزیرے ہیں ملیشیا کا بورنیو ۷۴۳۰۰۰ مربع کلومیٹر ہے انڈونیشیا کا جزیرہ سماطرہ ۴۷۵۰۰۰ مربع کلومیٹر ہے،

عالم اسلامی کے پاس دنیا کی قابل کاشت زمینوں میں سے ۱۱.۲ بز زمین ہے جس میں ۶۵۸ ہزار مربع کلومیٹر شاداب و زرخیز ہے قابل کاشت زمینوں میں اس کا اوسط ۱۸ بز ہے۔

آبادی:

عالم اسلامی کی آبادی تقریباً ۸۸۳،۱۱۴۴،۱۳۶۱ ہے دنیا کی ۶ ارب آبادی میں مسلمانوں کا تناسب ۲۲.۷ بز ہے۔

آبادی کے اعتبار سے انڈونیشیا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ اس کی آبادی تقریباً ۲۲۵ ملین ہے جبکہ پاکستان کی آبادی تقریباً ۱۴۴ ملین ہے اور بنگلادیش کی آبادی ۱۲۹ ملین۔ ان تینوں ملکوں کی آبادی عالم اسلامی کی ۳۶ فیصد ہے اسلامی ممالک میں آبادی کے لحاظ سے سب سے چھوٹا ملک مالدیپ ہے اس کی آبادی تقریباً ۳۰۱ ہزار ہے، جبکہ برونائی کی آبادی ۳۳۶ ہزار ہے اور سورینام کی آبادی ۴۳۱ ہزار ہے۔

عالم اسلامی کی زیادہ تر آبادی براعظم ایشیا میں ہے ان کی تعداد ۸۵۲ ملین ہے اور افریقہ میں ان کی تعداد ۳۸۴ ملین ہے۔

دنیا کی کثیر آبادی والے چالیس ممالک میں دس اسلامی ممالک ہیں اس میں انڈونیشیا چوتھے نمبر پر ہے پاکستان ساتویں نمبر پر ہے اور نائجیریا دسویں نمبر پر ہے۔

آبادی میں اضافہ کا اوسط شرح پیدائش و شرح اموات کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو ۲.۴۳ بز ہے اور یہ شرح عالمی لحاظ سے متوسط ہے، عالم اسلامی کے زمرے میں دیکھا جائے تو سب سے زیادہ شرح فلسطین میں ہے یعنی ۳.۸ بز اس کے بعد سیرالیون کا ۳.۴۴ بز ہے پھر صومال کا جس کا اوسط ۳.۱۴ بز ہے،

عالم اسلامی کی آبادی کو عمر کے تناسب سے تقسیم کیا جائے تو نصف سے زائد آبادی کی عمریں ۱۵ سے ۶۴ سال کی ہوتی ہیں ان کا اوسط ۵۷.۲ ہے اس کے بعد ۱۴ سال سے کم عمر کی آبادی کا نمبر آتا ہے ان کا اوسط ۳۹ بز ہے مجموعی طور سے یہ کہا جا سکتا ہے عالم اسلامی جوان اور اکثریت کی عمریں ۱۵ سے ۴۰ کے درمیان ہے

ترقی:

عالم اسلامی کی ترقی کا اندازہ چند علامتوں پر کیا جا سکتا ہے جیسے شرح پیدائش، شرح اموات، بچوں کی شرح اموات، پیدائش کے وقت متوقع عمر، تعلیم کا اوسط اور اس پر کئے جانے والے اخراجات، گرانی میں فرد کا حصہ، ایک فرد کی صحت پر اخراجات، فوجی اخراجات انسانی ترقی کا معیار، اس کے ذریعہ انسان کے فلاح و بہبود کا اجمالی اندازہ جو انسان کی ترقی کے لئے اقوام متحدہ کی رپورٹ میں تحریر ہے۔

تنظیم اسلامی کانفرنس کے ممالک میں شرح پیدائش ہر ہزار پر تیس ہے سب سے زیادہ پیدائش نیجر میں ۵۱.۴۵ بز فی ہزار ہے اس کے بعد چاڈ ہے جہاں شرح پیدائش ۴۸.۸۱ ہے پھر یوگنڈا میں ۴۸.۴ ہے اموات کی شرح ۱۰ فی ہزار ہے سب سے زیادہ موزمبیق میں ۲۳.۲۹ فی ہزار ہے اس کے بعد نیجر کا ۲۳.۱۷ فی ہزار ہے اور سیرالیون میں ۱۹.۵۸ ہے۔

تنظیم اسلامی کانفرنس کے ممالک میں بچوں کے مرنے کا اوسط تقریباً ۶۷.۸ فی ہزار ہے اس کا سبب ان ملکوں میں افراد کی متوقع عمر میں کمی کو بتایا گیا ہے، بچوں میں اموات کی شرح سب سے زیادہ افغانستان میں ہے یعنی ۱۴۹.۲۸ فی ہزار ہے اس کے بعد سیرالیون ہے جس کے یہاں شرح اموات ۱۴۸.۲۶ ہے، پھر موزمبیق ہے جہاں شرح اموات ۱۳۹.۸۶ فی ہزار ہے سب سے کم کویت میں ہے یعنی ۱۱.۵۵ فی ہزار ہے اس کے بعد برونائی ہے جہاں ۱۴.۸۴ ہے جبکہ متحدہ عرب امارات میں ۱۷.۱ ہے۔

پیدائش سے عمر کا حساب لگایا جائے تو عام طور سے لوگوں کی عمریں ۶۱ سال کی ہوتی ہیں یہ شرح دوسرے ملکوں میں فلاح و بہبود اور ترقی کی وجہ سے مختلف ہو سکتی ہے متوقع عمر کا سب سے زیادہ اوسط اردن میں ہے یعنی ۷۷.۳۶ سال یہ اوسط عالمی اوسط کے قریب ہے اس کے بعد کویت میں ۷۶.۸ سال ہے پھر لیبیا میں ۷۵.۴۵ سال ہے اسلامی ممالک میں سب سے کم عمر نیجر میں ہے یعنی ۴۱.۲۷ سال اس کے بعد سیرالیون ہے جہاں کا اوسط ۴۵.۲۵ ہے جبکہ گنی کا ۴۵.۵۶ سال ہے۔

تعلیم صحت اور فوجی اخراجات میں حکومتیں جتنی دلچسپی لیتی ہیں اور اہمیت دیتی ہیں اس کا اثر صحت، تعلیم اور ملک کے امن عامہ اور قوم پر پڑتا ہے جس طرح شرح نمو سے معاشرہ متاثر ہوتا ہے اس طرح ترقیاتی امور اور فوجی اخراجات میں ہم آہنگی بھی اس پر اثر انداز ہوتی ہے۔

عالم اسلامی میں تعلیم کا اوسط ۶۳.۲ بز ہے جبکہ ملک کی اجمالی پیداوار کے اعتبار سے

اس پر خرچ کا تناسب ۴ بز سے زائد نہیں ہے یہ اوسط ترقی یافتہ ممالک میں ۱۸،۵ بز ہے عالم اسلامی کے ممالک میں گیانا میں تعلیم کا اوسط ۱۰۸،۹ بز ہونے کی وجہ سے سرفہرست ہے اس کے بعد مالدیپ میں ۲، ۹۳ بز ہے برونائی میں ۲، ۸۸ بز ہے اور سب سے کم شرح نیجر میں ۶، ۱۳ بز ہے اس کے بعد صومال میں ۲۴ بز ہے اور مالی میں ۳۱ بز ہے۔ ایک شخص کی صحت پر خرچ کا اوسط ۱۲۳ ڈالر ہے یہ اخراجات فلاح وبہبود اور ترقی کے اخراجات کے برعکس ہے، قطر صحت پر سب سے کم خرچ کرتا ہے یعنی ۲۷ ڈالر، اس کے بعد برونائی ہے جہاں فرد واحد پر ۳۲ ڈالر خرچ ہوتا ہے اور متحدہ امارات میں ۳۵ ڈالر اور سب سے زیادہ خرچ کرنے والا ملک صومال ہے وہ ۱۹۱ ڈالر خرچ کرتا ہے اس کے بعد نیجر ۱۸۵ ڈالر خرچ کرتا ہے اور افغانستان ۱۸۴ ڈالر خرچ کرتا ہے۔

۱۹۹۷ء کے اعداد وشمار کے مطابق۔

عالم اسلامی نے فوج پر ۷۲،۰ ارب ڈالر خرچ کئے ہیں فوجی اخراجات میں سعودی عرب سب سے آگے ہے جس نے ۱۹۹۷ء میں تقریباً ۱۸ ارب ڈالر خرچ کیا ہے، اس کے بعد ترکی ہے جس نے ۸ ارب ڈالر خرچ کیا ہے پھر انڈونیشیا ہے جس نے ۵ ارب ڈالر خرچ کیا اور سب سے کم خرچ کرنے والا ملک گویانا اور گنی بیساو ہے۔ جس نے ۸ ملین ڈالر خرچ کیا اس کے بعد زامبیا کا نمبر آتا ہے جس نے ۱۵ ملین ڈالر خرچ کیا ہے۔ پھر سورینام ہے جس نے ۱۷ ملین ڈالر خرچ کیا ہے۔

سالانہ اعداد وشمار کے لحاظ سے اقوام متحدہ نے دنیا کے ممالک کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے، پہلے طبقہ میں ایک دھقر کے درمیان کے ممالک ہیں جس میں ۳۱ مسلم ممالک آتے ہیں۔ جہاں متوسط ترقی کی شرح ۰.۵ ــ ۰.۸ ہے اور ۲۰ ممالک میں ترقی کی شرح ۰.۵ سے کم ہے پانچ ممالک میں ترقی کا معیار بہتر اور اعلیٰ ہے اس میں برونائی کی شرح ۰.۸۸۹ ہے بحرین کی شرح ۰.۸۷۲ ہے متحدہ عرب امارات کی شرح ۰.۸۵۵ ہے، کویت کی شرح ۰.۸۴۸ ہے اور قطر کی شرح ۰.۸۴۰ ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں جو ممالک سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں وہ تین ممالک ہیں کناڈا کی شرح ترقی ۰.۹۳۲ ہے ناروے اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کی ۰.۹۲۷ ہے جبکہ جاپان کی شرح ترقی ۰.۹۲۴ ہے۔

اقتصادیات

۱۹۹۹ء کے اعداد وشمار کے مطابق عالم اسلام کی کل پیداوار ۱۳۴۸۳ ارب ڈالر کی تھی۔

عالم اسلامی میں مقامی پیداوار کے اعتبار سے سب سے پہلے نمبر پر انڈونیشیا ہے جہاں کی پیداوار ۶۰۲ ارب ڈالر کی ہے اس کے بعد ترکی کی پیداوار ۴۲۵ ارب ڈالر کی ہے اور ایران کی پیداوار ۳۴۰ ارب ڈالر کی ہے اور سب سے کم پیداوار جزائر کومورو کی ۴۱۰ ملین ڈالر کی ہے۔ اس کے بعد مالدیپ کی پیداوار ۵۴۰ ملین ڈالر ہے۔

مقامی پیداوار میں ایک شخص کا حصّہ ۳۹۳۴ ڈالر کا ہے سب سے زیادہ کویت میں ۲۲،۷۰۰ ڈالر ہے، اس کے بعد متحدہ عرب امارات میں ۱۷،۴۰۰ ڈالر ہے پھر قطر میں ۱۷،۱۰۰ ڈالر ہے اور سب سے کم سیرالیون میں ۵۲۰ ڈالر ہے جبکہ صومال میں ۶۰۰ ڈالر ہے اور جزائر کومورو میں ۷۰۰ ڈالر ہے۔

مقامی پیداوار میں زراعت صنعت اور مقامی ملازمتوں سے حاصل ہونے والی آمدنی کی شرح اس طرح ہے ۲۴ بز زراعت سے ۳۰ بز صنعت سے ۴۶ بز ملازمتوں سے۔

عالم اسلامی میں خط فقر سے نیچے رہنے والی آبادی کا اوسط ۳۷ بز ہے سب سے زیادہ سیرالیون میں ۶۸ بز ہے، زامبیا میں ۶۴ بز ہے یوگنڈا میں ۵۵ بز ہے۔

۲۰۰۰ء کے اعداد وشمار کے لحاظ سے عالم اسلام میں افراط زر کی شرح ۱۴ بز ہے یعنی قوت خرید میں کمی۔ سب سے زیادہ اضافہ کا تناسب سورینام میں ۱۷۰ بز ہے جبکہ عراق میں ۱۳۵ بز ہے ترکی میں ۶۵ بز ہے اور سب سے کم آذربائجان میں ۸،۶ بز ہے اور سعودیہ میں ۲، ۱ بز ہے اور عمان میں ۰.۷ بز ہے۔

عالم اسلامی میں کام کرنے والوں کی تعداد تقریباً ۳۹۵ ملین ہے یعنی کل آبادی کا ۲۹ بز ہے۔ اسلامی ممالک سے حاصل شدہ معلومات بتاتی ہیں کہ بے روزگاری کا تناسب ۲، ۱۹ ہے عالم اسلامی کی درآمدات تقریباً ۳۱۴ ارب ڈالر کی تھی، جبکہ برآمدات ۳۵۸ ارب ڈالر کی ہے۔

رابطہ و تعلقات:

عالم اسلامی میں مختلف مواصلاتی نظام کی عمومیت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ نظام قدیم ہوتے ہوئے بھی سستا ہے جس کی وجہ سے وہ عام ہے وہاں ۲۲۲ ملین ریڈیو سیٹ ہیں، جبکہ ۱۰۲ ملین ٹیلی ویژن سیٹ ہیں اور ٹیلی فون ۵۶ ملین سے زائد ہیں اور سب سے کم سیلو ٹیلیفون ہے جو اندازاً ۱۰ ملین سے زائد ہے

موجودہ اعداد بتاتے ہیں کہ عالم اسلامی میں فی ہزار بر ۵، ۱۶ کمپیوٹر ہے یہ سب سے

زیادہ بحرین میں ۸، ۶۶ ہے اس کے بعد متحدہ عرب امارات میں ۷، ۶۶ ہے اور قطر میں ۷، ۶۳ ہے،

انٹرنیٹ کے استعمال کرنے کے بارے میں قابل اعتماد اعداد دستیاب نہیں ہیں جو اعداد و شمار حاصل ہوئے ہیں وہ انسانی ترقی کی گائیڈ بک کے ہیں جس نے عالم اسلامی کا بہت کم احاطہ کیا ہے اور جس تیزی سے انٹرنیٹ بڑھ رہا ہے اس سے اس کے پھیلنے کا اندازہ مشکل ہے۔

۱۹۹۹ء کی انسانی ترقی کی گائیڈ کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ مواصلاتی ٹکنالوجی سے مستفید ہونے میں کتنا وقت لگا ہے یہاں تک اس کی تعداد ۵۰ ملین ہوجائے ریڈیو سیٹ کو عام ہونے ۳۸ سال لگے اور رنگین کلکولیٹر کو عام ہونے میں ۱۶ سال لگے اور ٹیلی ویژن کو عام ہونے میں ۱۳ سال لگے اور انٹرنیٹ کو عام ہونے میں صرف چار سال لگے ہیں۔

طبعی وسائل :

عالم اسلامی میں طبعی وسائل میں سب سے زیادہ پٹرول اور قدرتی گیس ہے، پٹرول تقریباً ۲۳ اسلامی ملکوں میں پیدا ہوتا ہے، عالمی پیداوار میں اس کا اوسط ۴۳% ہے اور قدرتی گیس ۲۵ اسلامی ملکوں میں پیدا ہوتی ہے، عالمی پیداوار میں اس کا اوسط ۸% ہے اس کے علاوہ عالم اسلامی متعدد دوسرے ذخائر سے مالا مال ہے ان میں معدنیات، پانی، زرخیز زمین ہے، عالمی پیداوار کا ۴۷% ربر انہیں اسلامی ملکوں میں پیدا ہوتا ہے۔

عالم اسلامی کے مسائل و مشکلات

۱۔ غربت :۔ امت مسلمہ کے لئے یہ بڑا چیلنج ہے عالمی سطح پر تقریباً ۳ر۱ ارب افراد خط افلاس کے نیچے زندگی گذار رہے ہیں۔

عالم اسلامی میں ۳۷% افراد خط افلاس کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں یعنی تقریباً ۵۰۴ ملین افراد دنیا میں خط افلاس سے نیچے زندگی گذارنے والوں میں ان کا تناسب ۳۹% ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا کی ایک تہائی تعداد جو خط افلاس کے نیچے زندگی گذار رہی ہے وہ عالم اسلامی میں ہے۔

۲۔ انتظامی بدعنوانی :

انتظامی بدعنوانی سے مطلب یہ ہے کہ ذاتی مفاد کو حاصل کرنے کے لئے عہدہ کا غلط استعمال دنیا کے چند ممالک کو جن اہم مسائل کا سامنا ہے اور خاص طور سے ترقی پذیر ممالک جس میں عالم اسلامی بھی شامل ہے وہ ہے بدعنوانی بین الاقوامی کلیرنس ادارہ نے (یہ ایک غیر سودی ادارہ ہے جس کی نگرانی عالمی بینک کرتا ہے) ۸۵ ملکوں کو سامنے رکھ کر یہ نظام بنایا کہ جن ملکوں میں نظام بہتر ہے اور صاف (کلیر) ہے، اس کے لئے دس پوائنٹ مقرر کیا ہے، اور جہاں نظام خراب اور بدعنوان ہے اس کے لئے صفر مقرر کیا ہے۔ اس فہرست کے مطابق عالم اسلامی کا درجہ وسط میں ہے اس میں ملیشیا کا نظام سب سے بہتر اور صاف ہے اس کے ۵.۳ پوائنٹ ہیں۔ اس کے بعد تونس ہے جس کے ۵ پوائنٹ ہیں اور اردن کا ۷، ۴ پوائنٹ ہے، اسلامی ممالک میں نائجیریا ایسا ملک ہے جہاں کا نظام بہتر نہیں ہے اس کے ۱.۹ پوائنٹ ہے، انڈونیشیا کے ۲ پوائنٹ ہیں اور پاکستان کے ۷، ۲ پوائنٹ ہیں دنیا کے بقیہ ممالک سے موازنہ کیا جائے تو ڈنمارک کے سب سے زیادہ پوائنٹ یعنی دس ہیں، اور فنلینڈ کے ۹ پوائنٹ ہیں، سویڈن کے ۹.۵ پوائنٹ ہیں ریاستہائے متحدہ امریکہ کو ۷.۵ پوائنٹ کی وجہ سے سترہواں مقام حاصل ہے جبکہ اسرائیل کو ۷.۱ پوائنٹ کی وجہ سے انیسواں مقام حاصل ہے

آپسی اور اندرونی جھگڑے :

باہمی اور اندرونی جھگڑے اور لڑائیاں عالم اسلامی کی ترقی اور تعاون میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھی جاتی ہے، بہت سے اسلامی ملکوں میں اندرونی اور باہمی لڑائی اور جھگڑے ہیں جیسے افغانستان، الجزائر اور سوڈان ، اندرونی لڑائی کی وجہ سے بہت سے وسائل ختم ہوگئے ہیں، اور ان لڑائیوں کی وجہ سے جو چھٹی دہائی سے شروع ہوئی ہے ۶ لاکھ افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں۔

اس مختصر اور سرسری پیشکش سے قاری کے سامنے یہ بات آجاتی ہے کہ عالم اسلامی میں ترقی کا بحران ہے، بے روزگاری کے تناسب میں اضافہ ہے خط افلاس کے نیچے رہنے والوں کی وجہ متوسط طبقہ دباؤ کا شکار ہے پٹرولیم پیدا کرنے والے یعنی خوشحال ممالک مقروض ہیں۔ یہ پوری تفصیل تنظیم اسلامی کانفرنس کو غور کرنے کے لئے دعوت دیتی ہے کہ عالم اسلامی میں تعمیر و ترقی کے عمل کو تیز کیسے کیا جائے۔

(رسالۃ الاخوان بحوالہ "الجزیرہ")

حَیا

بخاری شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے اور بخاری شریف و مسلم شریف ہی میں ہے کہ حیا وہ صفت ہے جس سے ہمیشہ نیکی پیدا ہوتی ہے۔

رائے بریلی میں مسابقۂ خطابت

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے فکر و دعوت عام کرنے کی تلقین

سید محمود حسن حسنی ندوی

۳۰ اگست ۲۰۰۱ء کو دار عرفات و مرکز نشر و تحقیق تکیہ کلاں رائے بریلی کے زیر اہتمام دو روزہ "مسابقۂ خطابت" مولانا ڈاکٹر سید محمد اجتباء ندوی صاحب کی صدارت میں اختتام کو پہونچا۔ یہ مسابقہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی فکر و دعوت کے موضوع پر رکھا گیا تھا: اس موقع پر مولانا ڈاکٹر محمد اجتباء ندوی نے جو کہ دہلی سے خصوصی طور پر اسی لئے تشریف لائے تھے۔

اپنی صدارتی تقریر میں ناظم مسابقہ مولانا احمد علی ندوی ڈائریکٹر دار عرفات کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا "کہ انھوں نے یہ مسابقہ رکھ کر حضرت مولاناؒ کی فکر و دعوت کو عام کرنے کیلئے ایک بڑا ہی اچھا قدم اٹھایا انھوں نے کہا کہ حضرت مولانا کی شخصیت ہمہ جہت تھی، اور وہ انفرادی شان رکھتے تھے، وہ بیک وقت ایک بڑے مفکر، داعی، مجاہد اور انسانیت کے پیامبر تھے،

انھوں نے اپنی تقریر میں طلباء سے توقعات قائم کرتے ہوئے انھیں ملک و ملت کے لئے کام کرنے کو کہا۔ اور ملک و ملت کیلئے خدمت کی طرف توجہ مبذول کرائی انھوں نے کہا کہ یہی اس تکیہ کا پیغام ہے جو حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا تکیہ ہے اور کہا کہ یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ آپ کو اس تکیہ میں وقت گذارنے کا موقع ملا۔ انھوں نے کہا کہ آپ ہی ہیں جن سے آئندہ کی توقعات کی جاسکتی ہیں اس لئے کہ مستقبل آپ کا ہے ہمیں امید ہے کہ ملک اور ملت کو آپ ہی فائدہ پہونچائیں گے۔ انھوں نے کہا کہ اس کام میں علماء و مدارس نے ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔

ڈاکٹر اجتباء ندوی نے مسابقہ کے دونوں پروگراموں کی صدارت کی۔ پہلا پروگرام جو سفلی کا تھا۔ اس میں متعدد مدارس کے طلباء نے حصہ لیا اور اپنے خطابت کے جوہر دکھائے، اکثر طلباء کی تقریریں حضرت مولانا علی میاںؒ اور تحریک پیام انسانیت سے متعلق تھیں طلباء نے نہ صرف اس تحریک کا متعدد پہلوؤں سے جائزہ لیا بلکہ اس کو حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کا ایک عظیم کارنامہ بتایا۔ اس تحریک کی اہمیت اور افادیت اور معاشرہ پر مرتب اس کے گہرے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے اس کو ملک کے لئے سب سے مفید اور مؤثر کام بتایا۔ اور اس تحریک کو عام کرنے اور برادران وطن کے اندر اس کی اہمیت باور کرانے پر زور دیا۔

اس مسابقہ میں جو طبقۂ سفلی کا تھا جو بیس ۲۰ طلباء نے حصہ لیا جن میں تین طلباء انعام کے مستحق قرار پائے، اس مسابقہ کے حکم کے فرائض مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری، مولانا علاء الدین ندوی اور مولانا امین الدین شجاع الدین نے انجام دیئے، جلسہ کی نظامت جناب ظفر اقبال صاحب (رائے بریلی) نے کی۔

مسابقۂ خطابت کی دوسری نشست طبقۂ علیا کی تھی اسمیں ندوۃ العلماء کے صرف ان طلباء نے حصہ لیا جنھیں ندوہ نے منتخب کرکے بھیجا تھا۔ ان کی تعداد نو ۹ تھی طلباء نے جو کہ بھرپور تیاری کے ساتھ حصہ لینے آئے تھے۔ اپنے گہرے مطالعہ اور بہترین صلاحیت کا ثبوت دیتے ہوئے متعین موضوعات پر ایسی تقریریں کیں جو موضوع کا پورا احاطہ کئے ہوئے تھیں پندرہ ۱۵ پندرہ ۱۵ منٹ ہر ایک طالب علم کو دیئے گئے، تھے جو کہ ہر طالب علم کو کم محسوس ہوئے، تقریر کیا ہوتی تھی کہ سماں بندھ جاتا تھا۔ اور تمام سامعین ہمہ تن گوش سنتے نظر آرہے تھے، پروگرام ایسا زبردست تھا کہ پورے پروگرام کے بیچ سے ایک بھی سامع اٹھتا نظر نہیں آیا، اور ہال کے باہر بھی سے لوگ پورا پروگرام آخر تک کھڑے سنتے رہے طبقۂ علیا کے اس پروگرام کے حکم خود صدر جلسہ مولانا ڈاکٹر محمد اجتباء ندوی اور مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی تھے۔ اس جلسہ کی نظامت مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی نے کی۔

جناب الحاج محمد فاروق (عرف منے صاحب) کا انتقال

رام پور کے مشہور تاجر بیٹری پھول تاج اور ۵۰۰ نمبر کے مالک جناب الحاج محمد فاروق صاحب کا ایک ماہ کی علالت کے بعد مورخہ ۵ ۲ر اگست سنہ ۲۰۰۶ء کو انتقال ہوگیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۰

مرحوم دیندار، غریب پرور، مرنجاں مرنج طبیعت کے حامل، کم گو اور عملی آدمی تھے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ اور ندوۃ العلماء سے والہانہ تعلق رکھتے تھے۔ حضرت مولاناؒ کی رحلت کے بعد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم سے وہی ربط و تعلق قائم رکھا تھا دینی کاموں میں پیش پیش رہتے تھے، اپنے گھر پر بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے "مدرسۃ الجنۃ" کے نام سے ادارہ قائم فرمایا تھا۔ اور جامعۃ المعارف رامپور کے اہم ذمہ داروں میں تھے، پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ۷ بچے اور دو بچیاں ہیں۔

آپ کے دو بچے ندوہ میں زیر تعلیم رہے، اور تعلیم مکمل کی، اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ ادارہ تعمیر حیات پسماندگان کے لئے تعزیت پیش کرتے ہوئے قارئین تعمیر حیات سے مغفرت کی دعا کی امید رکھتا ہے۔

آخری نشست تقریب انعامات کی تھی جو مولانا ڈاکٹر محمد اجتباء ندوی کے ذریعہ عمل میں آئی۔ اس موقع پر ڈائریکٹر داعرفات مولانا سید احمد علی حسنی ندوی نے انعام کے مستحقین طلباء کو انعام کی وصولیابی کے لئے دعوت دی، علیا میں اول درجہ حاصل کرنے والے ندوۃ العلماء میں درجہ تخصص ادب اول کے طالب علم محمد فرمان نیپالی کو اول انعام نقد (۱۵۰۰) پندرہ سو روپئے اور ایک قیمتی شیلڈ دی گئی۔ دوم آنے والے درجہ تخصص ادب دوم کے طالب علم محمد سلمان نسیم کو ایک ہزار روپئے /1000 نقد دیئے گئے۔ اور سوم آنے والے درجہ فضیلت اول (شریعہ) کے طالب علم آصف انظار کو نوسو روپئے نقد دیئے گئے۔ محمد فرمان نیپالی جنھوں نے پہلا درجہ حاصل کیا ان کا موضوع "مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش اور اس کے اسباب و علاج مولانا علی میاں ندویؒ کی نظر میں" تھا۔ جبکہ سلمان نسیم کی تقریر کا عنوان "حضرت مولانا علی میاںؒ کی سیرت نگاری کا تقابلی مطالعہ تھا" اور آصف انظار کا عنوان تھا "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کے اسباب" تھا۔ انھیں مذکورہ موضوعات پر شیخ احتشام الدین محمد مجیب الرحمن، محمد نعمان بھٹکلی، محمد نفیس خاں محمد اسعد، انیس الرحمن، صاحبان نے بھی تقریریں کیں۔

طبقہ سفلی میں ندوۃ العلماء کے درجہ ہشتم عربی کے طالب علم برکات احمد کو اول انعام نقد /۳۰۰ تین سو روپئے اور شیلڈ دی گئی، جبکہ محمد ہارون جامعہ سید احمد شہید کٹولی

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب کے وزیر دفاع شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز آل سعود نے حال ہی میں سعودی شہر الخبر میں سلطان سائنس سینٹر کا سنگ بنیاد رکھا ہے یہ سینٹر سعودی عرب کی سائنسی ترقی اور سعودی نوجوانوں کو سائنس کی طرف راغب کرنے میں اہم رول ادا کرے گا۔

یہ سینٹر خلیج عرب کے ساحل پر واقع ہے جس کی عمارتوں کا رقبہ ۲۱ ہزار سات سو مربع میٹر ہے اس میں سینٹرل ہال، سائنسی ہال سائنس باغ نمائشی ہال، رصدگاہ ٹیکنیکل خدمات انتظامی دفاتر اور سائنٹفک نمائش گاہوں کی عمارتیں قابل ذکر ہیں، واضح رہے کہ سینٹر میں سائنس اور جدید ٹکنالوجی کے تجربات اور مشاہدات کی تمام سہولتیں مہیا ہوں گی۔

یہ سینٹر شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز کے ذاتی صرفہ اور دلچسپی سے قائم کیا گیا ہے اس سے پہلے وہ اپنے ذاتی صرفہ سے ایک عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا شائع کرکے اپنی علم دوستی کا ثبوت پاچکے ہیں۔

اس انسائیکلو پیڈیا میں تقریباً سبھی اسلامی علوم و معارف اور حقائق پر معلومات جمع کردی گئی ہیں۔ اس میں یہودی اور عیسائی مؤرخین و محققین کی تمام سازشوں کو بے نقاب کیا ہے۔ توقع کی جارہی ہے کہ شہزادہ موصوف کا قائم کردہ یہ سینٹر سعودی عرب کے ساتھ عالم اسلام کی بھی خدمات کا ایک ذریعہ ثابت ہوگا۔

● افغانستان کے امیر ملا محمد عمر نے واضح طور پر کہا ہے کہ مغرب کی طرف سے طالبان پر منشیات کے فروغ، عورتوں کے حقوق کی پامالی اور تعلیم پر پابندیوں کے الزامات غلط ہیں جس ملک میں سگریٹ نوشی پر پابندی ہو وہ کس طرح منشیات کو فروغ دے سکتا ہے ہیروئن کلچر اور کلاشنکوف کلچر امریکہ کی سی آئی اے نے پھیلایا ہے افغانستان میں عورتوں کو اسلامی تعلیم کے مطابق مکمل طور پر حقوق اور آزادی حاصل ہے اور ان کے تعلیمی ادارے بھی قائم ہیں۔ البتہ بے پردگی اور فحاشی کی اجازت کسی صورت میں نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی ہماری عورتیں اس کو پسند کرتی ہیں۔

● امریکہ نے ۲۰۰۰ء میں پوری دنیا میں فروخت ہونے والے اسلحے کا ۵۰ فیصد سے زائد خود فروخت کیا، ہتھیاروں کی عالمی فروخت میں گذشتہ برس ۸ فیصد اضافہ ہوا ہے نیویارک ٹائمز کے مطابق امریکی کانگریس کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ دنیا بھر میں کل ۳۶٫۹ ارب ڈالر کا اسلحہ فروخت ہوا جس میں امریکہ نے ۱۸٫۶ ارب ڈالر کا اسلحہ فروخت کیا۔ امریکہ نے زیادہ تر اسلحہ ترقی یافتہ ممالک کو فروخت کیا۔ رپورٹ کے مطابق روس نے ۷٫۷ ارب ڈالر فرانس نے ۴٫۲ ارب ڈالر جرمن نے ۱٫۱ ارب ڈالر برطانیہ نے ۶۰ کروڑ چین نے ۴۰ کروڑ جبکہ اٹلی نے ۱۰ کروڑ ڈالر کا اسلحہ فروخت کیا۔

کتب برائے تبصرہ

تبصرہ کے لئے براہ کرم کتاب کے دو نسخے ارسال کریں صرف ایک کتاب بھیجنے کی صورت میں تبصرہ شائع نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ ہی کتاب واپس کرنے کی ذمہ داری ادارہ پر ہوگی (ادارہ)

ندوۃ العلماء کا وفد قاہرہ میں

۲۲ راگست ۲۰۰۱ء کو عالمی رابطہ ادب اسلامی کے مجلس امناء کے جلسہ میں شرکت کے لئے ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی قیادت میں ایک وفد قاہرہ پہونچا اس وفد میں مہتمم دارالعلوم مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی اور مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ شامل تھے۔ یہ تینوں حضرات عالمی رابطہ ادب اسلامی کے بنیادی رکن ہیں۔ رابطہ کے صدر ڈاکٹر عبدالقدوس ابو صالح نے یہ جلسہ انتظامی امور پر غور کرنے کے لئے طلب کیا تھا۔ وفد نے مصر کے دوران قیام وہاں کے ممتاز دینی و علمی اداروں کو دیکھا، وفد میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاد مولانا نذرالحفیظ ندوی ازہری بھی شریک تھے۔ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب مجلس امناء کے جلسہ میں شرکت کرکے مصر سے لکھنؤ واپس تشریف لے آئے تھے، باقی حضرات عمرہ و زیارت کی سعادت حاصل کرکے ۴؍ستمبر ۲۰۰۱ء کو ممبئی و ناگپور ہوتے ہوئے بخیریت واپس ہوئے۔ ناگپور کی حاضری داعی الی اللہ مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب مدظلہ کی اہلیہ کی وفات پر تعزیت کے لئے تھی۔

تفصیلات انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں پیش کی جائیں گی۔

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : ارمغان نعت

مرتب : دینیہ اکاڈمی

صفحات : ۸۸، سائز ۱۸×۲۲/۸ قیمت بیس روپے

ملنے کا پتہ :۔ دینیہ اکاڈمی، مدرسہ دینیہ، غازی پور (یوپی)

یہ حقیقت ہے کہ نعت کہنا آسان نہیں ہے ایسی نعت وہی شاعر کہہ سکتا ہے جو سچا عاشقِ رسولؐ بھی ہو اور عقیدہ کی سلامتی بھی اسے حاصل ہو۔

"ارمغان نعت" کی نعتوں کے لکھنے والے شاعروں کی یہی خصوصیت ہے کہ وہ ان دونوں اوصاف کے حامل ہیں۔ اس مجموعہ میں پہلے حضرت فاطمہؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت نظام الدین اولیاءؒ، امیر خسروؒ، مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، علامہ شبلی نعمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ کی نعتوں کو نقل کیا گیا ہے، اس کے بعد اکبر الٰہ آبادیؒ، علامہ اقبالؒ، قاری صدیق احمد ثاقب باندویؒ، مولانا ابو الحسن صدیقی غازی پوریؒ، زائرِ حرم حمید صدیقی لکھنویؒ اور مولانا محمد ثانی حسنیؒ کے نعتیہ کلام کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ متعدد قدیم وجدید شعراء کی نعتیں بھی شامل کی گئی ہیں جس سے قارئین کرام خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ زیر نظر بزم منقبتِ رسولؐ میں کیسے کیسے محبانِ رسولؐ کی عشق میں ڈوبی ہوئی ایسی نعتوں کو جمع کر دیا گیا ہے جن میں بال برابر بھی حدود سے تجاوز نہ ہوا۔

توقع ہے کہ اس کاوش کی قدر کی جائے گی۔ اور "ارمغانِ نعت" ہر گھر اور ہر دل میں جگہ پائے گا۔

نام کتاب : مضامین مقبول

مصنف : مقبول احمد

صفحات : ۲۹۸، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت : ۲۰۰/- روپئے

ملنے کا پتہ :۔ دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ۔

جناب مقبول احمد صاحب (کلکتہ) ایک ماہر ڈاکٹر ہونے کے علاوہ اسلامیات کا اچھا مطالعہ رکھنے کے ساتھ قوم وملت کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے ایک ہمدرد انسان بھی ہیں

زیر نظر کتاب انھیں کے مضامین کا مجموعہ ہے جس میں انھوں نے ملک وملت کی فلاح وبہبود اور ترقی کے لئے دینی، تعلیمی، اصلاحی، اور سیاسی مسائل وموضوعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

یقین ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے مسائل سے دلچسپی رکھنے والے افراد اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں گے۔

نام کتاب : نظام تربیت

تالیف : محمد اسمٰعیل صادق بلاسپوری

صفحات : ۱۲۸، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت درج نہیں

ملنے کا پتہ :۔ فلاح دارین بک سینٹر بلاسپور ضلع مظفر نگر (یوپی)

پیش نظر کتاب میں ایمان کا اسلام کا مطلب نیت کا مفہوم، وضو، غسل، تیمم اور نماز کا طریقہ، مرد وعورت کی نماز کا فرق، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی، عیدین اور میت کے احکام بتلائے گئے ہیں، اسی کے ساتھ سیرتِ پاکؐ پر بھی اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اس طرح عام مسلمانوں کے لئے یہ کتاب مفید بن گئی ہے لیکن کتاب کے نام اور اس کے موضوعات میں کوئی ربط نہیں ہے۔ اگر اس کا نام "اسلامی تعلیم" "دین کے ضروری احکام" ہوتا تو زیادہ بہتر تھا۔

باری تعالیٰ اس کی نافعیت کو عام فرمائے۔

نام کتاب : روشنی ہی روشنی

شاعر : سعید الظفر وسیم

صفحات : ۱۰۶، سائز ۱۸×۲۲/۸ قیمت پچاس روپئے

ملنے کا پتہ : شائستہ پبلیکیشنز سیدواڑہ فتح پور (یوپی)

زیر نظر مجموعہ حمد ومناجات اور نعت پر مبنی ہے جس میں جناب سعید الظفر وسیم صاحب نے بارگاہ الٰہی میں جہاں اپنے عجز وانکسار کا اظہار کیا ہے وہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنی عقیدتوں کا نذرانہ بھی پیش کیا ہے لیکن نعت رسولؐ کہنے میں بہت سی جگہوں پر مقام رسالت کی حدوں کو پار کر گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقیدۂ توحید اور مقام رسالت کے فرق وامتیاز سے صحیح طور پر واقف نہیں ہیں۔

نبیؐ کا سنگِ در ہے اور میں ہوں
خمیدہ میرا سر ہے اور میں ہوں

یہ مانا مجھ میں گویائی نہیں ہے
نبیؐ سے التجا کرتا رہوں گا

یہ اور اس طرح کے متعدد اشعار ہیں جو قابلِ اصلاح ہیں۔

کتاب کے آخر میں سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا فاروقِ اعظمؓ، سیدنا عثمان غنیؓ، سیدنا علی مرتضیٰؓ اور سیدنا حضرت حسینؓ کی خدمت میں بڑے پیارے انداز میں منقبت کا ہدیہ پیش کیا ہے۔

امید ہے کہ آئندہ سعید الظفر وسیم صاحب مقام توحید ومقام رسالت کے فرق وامتیاز کو ملحوظ رکھ کر نعتیں لکھیں گے۔۔

قارئین تعمیر حیات سے گذارش

یہ بات ادارہ تعمیر حیات کے لئے باعث مسرت ہے کہ قارئین تعمیر حیات اپنے خطوط میں رسالہ سے دلچسپی، اس کی افادیت اور بعض حضرات بڑی شیفتگی کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور سرخ نشان یا مطالبہ کا خط ملنے پر جلد رقم بھیجنے کی فکر کرتے ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

ہمارے بہت سے قارئین اپنے دوست و احباب کو بھی اس کے مطالعہ اور خریداری کی طرف توجہ دلا کر اس نیک اور دعوتی کام میں اپنا قیمتی تعاون پیش کرتے ہیں، جیسا کہ ہمارے قارئین کو اندازہ ہوگا۔ تعمیر حیات کوئی کاروباری صحافت نہیں ہے بلکہ خالص دعوتی اور موجودہ عہد میں امت مسلمہ کے لئے درپیش خطرات سے باخبر رکھنے کا ایک مثبت اور تعمیری رسالہ ہے جو نقصان کی پرواہ کئے بغیر اپنا فریضہ ادا کر رہا ہے، لیکن ادھر دو ماہ سے ڈاک خرچ میں دو گنا اضافہ ہو گیا ہے اور کاغذ بھی بہت مہنگا ہو گیا ہے۔ —— لہذا ادارے کے ذمہ داروں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کی قیمت میں کچھ اضافہ کر دیا جائے۔

یہ اضافہ جتنا کم سے کم ہونا ضروری ہے وہ فی شمارہ ایک روپیہ مزید ہے یعنی چھ روپئے کے بجائے سات روپئے۔

لہذا رسالہ کے سال نو یعنی نومبر ۲۰۰۱ء سے ایک پرچہ کی قیمت -/7 روپئے اور رسالانہ قیمت -/150 روپئے کردی گئی ہے۔ اسی حساب سے اشتہار اور ایجنسی میں اضافہ ہو گیا ہے، امید ہے کہ ہمارے قارئین و اشتہار دینے والے حضرات دین کی خدمت اور کارِ ثواب سمجھ کر اپنا تعاون جاری رکھیں گے۔

جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے وہ اگر بطور مالی تعاون اس خالص دینی، دعوتی، اور اُمت میں بیداری پیدا کرنے والے رسالہ میں حصہ لیں تو ان کے لئے صدقۂ جاریہ سے کم نہ ہوگا — الحمدللہ اس سے ہزاروں ہزار افراد اور دور دراز ملکوں کے لوگوں کو فائدہ پہونچ رہا ہے۔

اضافہ کی تفصیلات

۱	فی شمارہ	Rs:- 7/=
۲	سالانہ زرِ تعاون	Rs:- 150/=
۳	ششماہی	Rs:- 80/=
۴	غیر ملکی فضائی ڈاک سے	Rs:- 1500/=
۵	〃 〃 بحری	Rs:- 900/=

نرخ اشتہار

۱	رنگین صفحہ (پشت پر)	Rs: 50/=	فی سینٹی میٹر فی کالم
۲	اندرون صفحہ	Rs: 40/=	〃 〃 〃

ایجنسی: فی کاپی Rs: 15/= پیشگی بطور ضمانت ادا کرنی ہوگی۔

(ادارہ)

ظلم کی مذمت

عدل وانصاف، رحم وکرم، عفو ودرگذر اور احسان وسلوک سے جس طرح انسان سنورتا ہے، معاشرہ سرسبز ہوتا ہے، دنیا شاد وآباد ہوتی ہے، اسی طرح ظلم سے انسانی فطرت مسخ ہوجاتی ہے، اس کی درندگی سے معاشرہ تباہ ہوتا ہے اور دنیا ویران ہوجاتی ہے۔ اس لئے کلام مجید میں جتنی عدل واحسان کی توصیف وقیام عدل کی تاکید ہے اس سے زیادہ ظلم کی مذمت بیان ہوئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ — اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا

مزید فرمایا:

وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ — اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا

حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا اور یہ آیت پڑھی۔

وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اِذَا اَخَذَ الْقُریٰ وَھِیَ ظَالِمَۃٌ اِنَّ اَخْذَہٗ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ (سورہ ہود۔۱۰۲)

اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے بیشک اس کی پکڑ دکھ دینے والی (اور) سخت ہے۔

مولانا شاہ معین احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ

از: دین رحمت ص ۸۶و۸۹

۲۵/ستمبر ۲۰۰ء — سالانہ ۱۳۰/روپئے — فی شمارہ ۶/روپئے

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

لیکن بند دلوں کو کھولنا اس کا کام نہیں

مسلمانوں کے شکوک وشبہات اور الحاد و بے دینی سے بچانے کے لئے جو تدبیر ہمارے حکمائے متکلمین نے اختیار کی۔ وہ بھی اپنی جگہ پر ایک چیز ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ محض علوم زمانہ کے ذریعہ مسلمانانِ زمانہ کو زمانہ کی غلطیوں سے بچاکر یقین و اذعان کی منزل مقصود تک پہنچانے کی یہ تدبیر نہیں۔ متکلمین کے علاج سے یہ ہو سکتا ہے کہ بیماری کے کچھ عوارض ذائل ہو جائیں لیکن اس سے صحت کا درجہ کبھی حاصل نہیں ہو سکتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور جس زمانہ میں ہوا روم و مصر، شام و ایران میں فلسفیانہ علوم الٰہیات کے یہ شکوک و شبہات پورے موجود تھے۔ لیکن اس کی اصلاح علم کلام کے ایجاد سے نہیں کی گئی۔ بلکہ قوت ایمانی اور حسن عمل کی زندہ مثالوں نے ان کے شکوک و شبہات کے پردوں کو چاک کر دیا۔ تعلیم یافتگانِ نبوتؐ جہاں پہونچے سیدھی، سادی اور بے کج و پیچ خدائی منطق جو قرآن کی صورت میں تھی اور اُسوۂ رسولؐ جس کے وہ خود نمونہ تھے، یہ دو چراغ ان کے ہاتھ میں تھے۔ جن کو لے کر وہ آگے بڑھتے گئے۔ اور تاریکی کا پردہ چاک ہوتا گیا۔ صحابہؓ کے دور کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کا دور آیا۔ ان کے زمانہ میں ہذیل علاف، نظام اور جاحظ وغیرہ متکلمین بھی تھے۔ مگر تاریخ بتا سکتی ہے کہ اسلام کی ہدایت کا سرچشمہ کس رُخ سے بہتا رہا۔ اور دین و اخلاق کی خشک زمین کس سے سیراب ہوتی رہی۔ یہی صورت اس دور کے بعد بھی رہی۔

شیخ الرئیس بوعلی سینا اور ابو سعید ابوالخیرؒ ایک زمانہ میں تھے، مگر روحانی ہدایت کہاں سے ملی؟ اور حضرت ابو سعید کا حکیم مشرق بوعلی سینا کو یہ فرمانا اب بھی صادق ہے "آنچہ تو می گوئی من می دانم وانچہ می دانی من می بینم"۔ دوسرے ملکوں کو چھوڑیئے صرف اپنے ملک کو دیکھئے۔ یہاں خیالی اور شرح مواقف پر حاشیہ چڑھانے والوں نے کتنے دلوں کو منور کیا۔ اور چشت اور سہروردی کے خانوادوں نے اپنے نور باطن سے لاکھوں قلوب کو روشن کر دیا۔

بات یہ ہے کہ علم کلام صرف معترضوں کی زبان کو بند کرنا سکھاتا ہے، لیکن بند دلوں کو کھولنا اس کا کام نہیں۔

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت ونشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۲۵ ستمبر ۲۰۰۱ء ...... مطابق ...... ۷ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر ۲۲

نیچے بنے دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

زر تعاون

سالانہ ---- =/۱۳۰ روپے
فی شمارہ --------- =/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ...... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ...... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

گذارش

خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے

(منیجر)

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپوزیشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/=

۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs. 40/=

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

۵۔ انٹرنیٹ ، ، تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر Rs 80/=

بیرون ملک نمائندے

Mr.TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O Box No.842
Mdina Munawwara(K.S.A)

برطانیہ

Dr M.AKRAM NADWI Sb.
Oxford Center for Islamic Studies
George Street
Oxford Ox1 2AR ,U.K.

Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P.O Box No.388 Vereninging.(S.Africa)

Mr.ABDUL HAI NADWI Sb.
P.O.Box.No.10894, Doha-Qatar

Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P.O Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph No 3970927

Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

پاکستان

Dr A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

مولانا محمد رابع حسنی ندوی

زندگی کے بگاڑ کا اصل علاج خوفِ خدا

دنیا کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اگر پروردگار عالم کا ڈر نہ ہو اور آخرت میں جزاء وسزا کا تصور نہ ہو تو انسان اپنے نفس کا بندہ اور زندگی کے ہر معاملہ کو صرف اپنے دنیاوی مفادات کے پس منظر میں دیکھنے والا بن جاتا ہے۔ اور یہ بات بعض وقت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس کے خاطر دوسروں کے ساتھ حق تلفی بلکہ ظلم وچیرہ دستی کرنے سے بھی باز نہیں آتا، یہ بات قوموں کی زندگی میں بھی پائی جاتی ہے، اور افراد کی زندگی میں بھی نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔

تاریخ انسانی میں خوف خدا اور خوف آخرت سے عاری معاشروں میں اس سلسلہ کے بڑے افسوسناک واقعات، ظالمانہ رویّے برابر واقع ہوتے رہتے ہیں، قرآن مجید میں ایسے معاشرہ کا جہاں جہاں تذکرہ آیا ہے وہاں ان کے ظالمانہ طور وطریق کو واضح کیا گیا ہے، اور ان کے بگاڑ کے تذکرہ کے ساتھ اس کی بنیادی وجہ خدائے واحد کی تابعداری سے ان کے برگشتگی ظاہر کی گئی ہے۔

فراعنۂ مصر نے اپنے انتقال کرنے والے بادشاہوں کے پہاڑ جیسے مقبرے بنانے کے لئے اپنے عوام سے کس قدر ظالمانہ طریقہ سے بیگار لیا اور اس کی بناء پر ظلم وزیادتی کے ذریعہ اپنی عظمت کے نشانات قائم کرنے کی مثالیں پیش کیں، پھر اپنے دنیوی فائدوں کے لئے اپنی ماتحت اقلیتی قوم بنی اسرائیل کی شریف زادیوں کو اپنی کنیزیں بنایا تاکہ ان سے بے محابا خدمت لیں اور فائدہ اٹھائیں، اور ان کے بچوں کو عمومی طور پر تہ تیغ کرنے کا طریقہ اختیار کیا، کہ وہ بڑے ہو کر مقابلہ پر نہ آسکیں، قرآن مجید اس کا ذکر اس طرح کرتا ہے ”یُذَبِّحُ اَبنَاءَ ھُمْ وَیَسْتَحِی نِسَاءَھُمْ“ (ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا) دوسری طرف قوم عاد وثمود اور عمالقہ اپنی طاقت اور زور دستی کا مظاہرہ کرتے پھرتے تے۔ جس کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ ”أَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ آيَةً تَعْبَثُوْنَ، وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ، وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ“۔ (کہ ہر جگہ پر تم کوئی شاندار یادگار تعمیر کرتے ہو اور جب کسی پر تم طاقت کا استعمال کرتے ہو تو بڑے جبار اور قہار بن کر طاقت کا استعمال کرتے ہو)۔

قرآن مجید نے ان قوموں کا ذکر غالباً اس لے کیا کہ یہ آئندہ آنے والے لوگ سمجھیں کہ آئندہ بھی خدائے واحد سے برگشتہ اور آخرت فراموش قوموں کا بھی یہی وطیرہ بن سکتا ہے۔ لہذا لوگ اس کو سمجھیں اور اپنے کو باطل پسندی اور نفس پرستی سے ہٹا کر خدائے واحد کے مقرر کئے ہوئے راہ مستقیم پر گامزن کریں۔ ورنہ وہ عذاب الٰہی کا شکار ہوں گے۔

قرآن مجید میں قوموں کے ساتھ ساتھ افراد میں اس طرح کے رویّہ کی مثالیں بھی بیان کی گئی ہیں، جو زیادہ تر بنی اسرائیل کے افراد کی ہیں جب ان کا شروع کا اچھا زمانہ گذر جانے کے بعد ان کے بہت سے لوگ نفس پرستی اور دنیا طلبی میں مبتلا ہونے لگے اور بد دیانتی اور خود غرضی اور ناانصافی کے مرتکب ہوئے جو کہ دنیا سے ان کی نفس پرستانہ محبت والفت کی وجہ سے اور خواہش نفس کی تابعداری میں ہوا۔ قرآن مجید میں یہ سب باتیں

محض تاریخ بتانے کے لئے نہیں دی گئیں بلکہ یہ اس لئے بیان کی گئیں کہ آنے والی قومیں اوران کے افراد سبق لیں اوراپنی زندگیوں کو صحیح رخ دیں، اوروہ صحیح رخ پروردگار عالم کی ناراضی کے ڈراور آخرت میں جزاء وسزا کے تصور سے جڑا ہوا ہے۔

قرآن مجید میں صاف صاف بتایا گیا ہے کہ جب انسانی معاشرے میں خرابیاں بہت عام اور بھیانک حد تک پہنچ جاتی ہیں تو پورا معاشرہ غضب الٰہی کا شکار ہوتا ہے۔اور بعض وقت اس کا اثر پورے معاشرے کی مکمل تباہی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ انسان عموماً اپنی طاقت ودولت کے نشے میں ان حقائق سے چشم پوشی کر لیتا ہے جس کا خراب انجام اس کو بعد میں جھیلنا پڑتا ہے۔

قرآن مجید نے بہت سے واقعات اسی سلسلہ کے بیان کئے ہیں، اور ان کا مقصد خدائے واحد پر ایمان رکھنے والوں کو توجہ دلانا ہے، ان میں سے بعض واقعات برسراقتدار نسل کے ماتحت نسلوں کو دبانے اور نظر انداز کرنے کے ہیں، بعض واقعات اصحاب اقتدار کی طرف سے اپنی رعیت کے ساتھ ظلم وحق تلفی اور استحصال کرنے کی صورت میں سامنے آتے ہیں اور بعض واقعات اہل ثروت وعظمت لوگوں کی طرف سے اپنی بے جا شان وعظمت کا مظاہر کرنے کے اور دوسروں کو اس کی خاطر پامال کرنے کے ہوتے ہیں، بعض واقعات معاشرہ میں کرپشن کے عام ہوجانے اوراپنی بیہودگیوں پر جرأت کے ساتھ عمل کرنے کے ہیں اور بعض واقعات بدمعاملگی اور کاروبار میں دھوکہ دہی کرنے اور ڈنڈی مارنے کے عمل عام ہوجانے کے ہیں، ایسی قوموں کے سلسلہ میں جن میں مذکورہ بالا واقعات عام ہوئے اوران کو سمجھانے والوں نے بہت بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے میں تبدیلی نہیں لائے، بالآخر کوئی ایسی مصیبت ان پر ڈالی گئی کہ پوری پوری نسل تباہ ہوگئی۔ کہیں زلزلہ سے، کہیں طوفان سے، کہیں کسی اور آسمانی اور زمینی آفت سے تباہی آئی، اورخدا کے حکموں کو پامال کرنے اور تکبر اور بیجا زوردستی اور زیادتی اختیار کرنے پر سزادی گئی۔

آج کی دنیا میں ایسی ساری خرابیاں موجود ہیں، اور بڑھتی جارہی ہیں۔ان کے دور کرنے اوران سے بچنے کی فکر کرنی مفقود ہے۔ انسانی معاشرہ کرپٹ ہوتا جارہا ہے اظہار شان وشوکت کے لئے شاندار عمارتیں، مالی منفعت کے لئے غریبوں کے استحصال کے ادارے حصول اقتدار کے لئے ہر طرح کا توڑ جوڑ طاقت وعظمت کے جھوٹے مظاہر کے اقتدار کے بل پر دوسروں کو دبانے اوران کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے طریقے کاروبار ولین دین میں چالاکی اوردھوکہ دہی مذہبی یا نسلی بنیاد پر جور وظلم وحق تلفی وہ کون کون سی ایسی باتیں ہیں جو اس وقت کے انسانی معاشرے میں عام نہیں ہوتی جارہی ہیں، لیکن باوجود عہد حاضر کے جمہوریت اور مساوات کے دعوؤں اورنعروں کے اور آزادئ رائے اور حریت انسانی کے اعلانات کے اکثر جگہوں پر جبر واستحصال اور حق تلفی اور کمزور کو کمزور بنائے رکھنے کا سلسلہ جاری ہے، اور بعض بعض جگہوں پر تو ظلم وتعدی کی ماقبل تاریخ کی مثالیں تازہ کردی گئی ہیں، جن کی گواہی سائبریا میں جلاوطن کئے جانے والے افراد کے حالات اور جنوبی یورپ کے اقلیتی آبادیوں کے ساتھ سفاکی برتنے اور فلسطینیوں کے ساتھ حق تلفی اور ظلم کے واقعات سے ملتی ہے۔ دنیا کے کئی متمدن ترین اور آزادی وجمہوریت کے دعویدار ملکوں میں گورے اور کالے کے درمیان ظالمانہ امتیاز کی مثالیں ابھی ذہنوں میں تازہ ہیں۔ یہ تو اجتماعی دائرے کے حالات ہیں ان کے ساتھ ساتھ انفرادی زندگی کے دائرے میں خود غرضی، بوالہوسی، چیرہ دستی اور بداعمالی کے حالات دنیا کے اکثر خطوں میں کھلے طریقے سے دیکھے جاسکتے ہیں اوراس سب پر مستزاد یہ کہ خوف خدا کا فقدان اور آخرت کی جزاء وسزا سے مکمل بے نیازی صورت حال کو اور زیادہ خراب اور قابل مواخذہ بنا رہی ہے۔ ایسی صورت میں غضب الٰہی کا کسی وقت آجانا کوئی تعجب کی بات نہیں اس سلسلہ میں مسلمانوں کو بھی توجہ کی ضرورت ہے کہ ان میں بھی ان میں سے متعدد خرابیاں کھلے طریقہ سے دیکھی جاسکتی ہیں یہ سب بہت ڈرنے کی اور خطرہ محسوس کرنے کی باتیں ہیں پروردگار عالم یہ سب دیکھتا ہے اوران باتوں کو جو ظلم وجبر اور خدائے واحد کے احکامات سے روگردانی اور آخرت کی جزاء وسزا۔

بے پرواہی کی صورت میں ظاہر ہوتی جاتی ہیں سخت ناپسند کرتا ہے، لیکن اس کی طرف سے مہلت اور اصلاح کر لینے کا موقع دینے کا معاملہ ہے تا کہ خطا کار لوگ مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنے کو درست کریں لیکن وہ اگر مہلت سے نہ فائدہ اٹھائیں اور نہ سمجھانے سے مانیں اور اپنی اصلاح نہ کریں تو ان کے لئے پھر پکڑ اور عذاب ہے۔

اولا رہبران اخلاق و مذہب کی ذمہ داری ہے کہ خدا کا خوف دلائیں اور آخرت کی پکڑ سے ڈرائیں اور حالات کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دلائیں ہر قائدین ملک کی ذمہ داری ہے کہ بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنے کی کوشش کریں، اور ایسی زندگی استوار کرنے کی طرف توجہ کریں جس میں امن ہو آپسی رواداری اور ہمدردی ہو، انسانیت کی قدروں کی پاسداری ہو، اور اپنے رب واحد کے احکام کی تابعداری ہو، تا کہ ملک و ملت چین و راحت، امن و خوشحالی سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہو اور صحیح انسانی معاشرہ قائم ہو سکے۔

اللہ سے شرم کرو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سے پوری طرح شرماؤ۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اللہ سے شرماتے ہیں۔ فرمایا اس سے پوری طرح شرماؤ۔ یعنی اپنے ذہن و دماغ میں ابھرنے والے خیالات کی نگرانی کرو۔ پیٹ میں جانے والی غذا کی دیکھ بھال کرو۔ اپنی موت کو یاد رکھو۔ اور اس حقیقت کو کہ موت کے بعد یہ جسم سڑ جائے گا۔ اور تم فنا ہو جاؤ گے — (ترمذی)

جوانانِ ملت کے نام۔

قوم کی تم ہو امانت تمہیں یہ دھیان رہے

● ذوالنورین رہبر لکھنوی

اپنے اسلاف کی حرمت کو بنائے رکھنا
یہ بزرگوں کا اثاثہ ہے بچائے رکھنا

زندگی اپنی کثافت سے بچائے رکھنا
اپنے کردار کو ہر لمحہ سجائے رکھنا

قوم کی تم ہو امانت تمہیں یہ دھیان رہے
پرچم خُلق و مروّت بھی اٹھائے رکھنا

منزل اوج مشقت سے ملے گی تم کو
خواہشِ عیش کو تم دل میں دبائے رکھنا

راہ میں آئیں گے ہر چند تمہارے کانٹے
پیار کی سیج کو پھولوں سے سجائے رکھنا

یاد رب سے کبھی اک لمحہ نہ غافل ہونا
منظرِ نور حرم دل میں بسائے رکھنا

اپنے آئینۂ کردار کو رکھنا بے داغ
شیشۂ قلب کو پتھر سے بچائے رکھنا

چاہے جتنا بھی ستائیں یہ تمہارے احباب
دوستی کے لئے تم ہاتھ بڑھائے رکھنا

مصلحت اور فراست کا تقاضا یہ ہے
راز سربستہ کو دشمن سے بچائے رکھنا

قلب مضطر کو ترے زخم لگیں گے رہبر
پھر بھی اخلاق و مروّت کو نبھائے رکھنا

مستان کی موت

مولانا عبداللہ عباس ندوی

مستان بالآخر مر ہی گیا، گھٹ گھٹ کر مرا، اس کا مالک بھی وہی تھا جو تمام بندوں کا مالک ہے، ہمارے آپ کی طرح اس کی بھی ایک جان تھی، مگر زندہ دل نہیں مردہ دل تھا، پیدائشی مردہ دل، جذبات اور تمناؤں سے عاری، غم و غصہ سے پاک محبت و نفرت سے بیگانہ، اپنی دنیا میں مست، محنت مزدوری کے کام میں چست، افلاس کی گودوں میں پروان چڑھا، ایک مزدور باپ کا بیٹا، نوعمری سے مزدوری کرتا رہا، جھوٹ بولنے کی اس کی عادت نہ تھی، بے ایمانی کرنے یا کسی کا حق مارنے کی اس میں نہ ہوس تھی، اور نہ طاقت، صوبۂ بہار کے شہر گیا سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا، جہاں پیدا ہوا تھا، بچپن سے اینٹ اور گارہ سر پر اٹھا کر یہاں سے وہاں پہنچاتا، بانسوں کی بنائی ہوئی باڑھ پر پتھر اور سیمنٹ پہنچاتا، شہر میں رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، ریلوے اسٹیشن کے پل پر ٹہل کر کبھی راتیں گزار لیا کرتا تھا، چائے خانے جب بند ہو جاتے اور باہر نکلے ہوئے چولھے میں پتھروں کے کوئلوں کی گرمی رہ جاتی تو اس سے لگ کر اپنی پیٹھ سینکتا، اور جاڑوں کی لمبی راتیں گزار لیتا۔ ایک شب اسی طرح چولھے سے اپنی پیٹھ گرم کر کے ریلوے کے پل پر کنارے کنارے چل رہا تھا کہ کسی نے اس کے کاندھے پر بھاری ہاتھ رکھا، اور ساتھ چلنے کا اشارہ دیا، چند قدم بڑھا تھا کہ ایک قبرستان میں پہنچ گیا، سنسان و ویران قبرستان کے ایک گوشے سے ایک ایسی قبر نظر آئی جو زمین کے اندر دھنسی ہوئی تھی، اپنے ساتھ لانے والے فقیر نے اسی قبر میں اپنے ساتھ اس کو لٹایا، اپنے کمبل میں سے آدھا کمبل اس کو اڑھایا، صبح ہوئی تو وہ کمبل بھی غائب تھا اور کمبل والا بھی لاپتہ، سہ پہر تک اسی جگہ پڑا رہا، نہ کھانے کو ایک دانہ اور نہ پینے کو ایک قطرہ پانی، پھر وہ فقیر نظر آیا اور حکم دیا لکڑی چن لائے، اس نے آگ روشن کی، فقیر نے اپنی کمر سے ایک جڑی نکالی، المونیم کی ایک گہری پلیٹ میں اس جڑی کا ایک ٹکڑا ڈالا، پانی گرم تھا ہی سرخ ہو گیا، حکم دیا کہ اس کو پی جائے، اس گرم پانی کو پینے سے جسم میں طاقت آگئی، بھوک پیاس ختم اور فقیر غائب، نصف شب کے بعد پھر وہ فقیر اپنا کمبل لئے نظر آیا اور آدھے کمبل میں اس کو شریک کر لیا۔ اس طرح کئی سال گزر گئے، آنکھیں سرخ جسم پر صرف ایک تہبند، نہ کہیں آنے جانے کی خواہش اور نہ کسی شے کی طلب، ایک روز اسی فقیر نے اس کی کمر میں ایک پٹکا باندھا، اور زور سے دھکا دے کر نکل گیا۔ گرنے والے نے سر اٹھایا تو وہ اپنے شہر کے اسٹیشن پر تھا، رات ہو گئی تھی، ایک ننگ دھڑنگ کالا کلوٹا آدمی، سر اور داڑھی کے بڑھے ہوئے بال، فقیرانہ اور وحشت ناک صورت دیکھ کر گشتی پولیس والوں نے پکڑ لیا، قریب ہی اس کی بہن کا کچا مکان تھا۔ وہاں اس کے بہنوئی نے اسکو پہچان لیا، یہ تو ہمارے گھر کا پگلا (پاگل) ہے، رات ایک مسجد کے نیچے گزر گئی، اور صبح کو اپنے باپ کے پاس پہنچا، باپ نے صورت دیکھی اور ماتھے پہ تین ہاتھ مارے اور مر گیا۔ مستان کا بیان ہے کہ اس فقیر نے اس کی کمر میں جو پٹکا باندھا تھا اس کو کھولا اس میں اتنے روپئے تھے کہ جس سے اس نے باپ کی تجہیز و تکفین کی اور باقی سے اس نے اپنے باپ کا "چھوٹا" اور "بڑا کام" کیا، (غالباً قرآن خوانی اور ایصال ثواب وغیرہ) پھر شہر آیا، دن بھر مزدوری کرتا، اور رات کو مسجد کے نیچے سو جایا کرتا، مسجد میں ایک حاجی صاحب تھے، ان کے پیر دبایا کرتا، اور وہ اس کو اللہ رسول کی باتیں سناتے، مکہ مدینہ کا ذکر کرتے، اور اس کو یہ وظیفہ سکھایا "ربّا لے چل مکہ" مزدوری سے کھانے پینے کے بعد جو پیسہ بچتا وہ حاجی صاحب کو دے دیتا۔ سولہ برس اسی طرح گزر گئے، تو حاجی صاحب نے کہا کہ اب تیرے پیسے اتنے ہو گئے کہ تو حج کر سکتا ہے۔ انھوں نے سب انتظامات کرا دیئے، اور حاجیوں کے ساتھ مکہ روانہ کر دیا۔

اس کو ایک حرف بھی پڑھنا نہیں آتا تھا، اور سوائے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے

کچھ پڑھنا نہ آیا، نمازوں میں اسی کو دہراتا، طواف میں یہی پڑھتا، تمام مشاعر حج میں یہی پڑھتا رہا، قرآن شریف اپنے سر پر رکھتا۔ ہر سطر پر اپنی انگلی گھماتا۔ یہ سب سچ ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے، یہی اس کی تلاوت تھی، مسجد نبویؐ کی زیارت کے بعد مکہ آیا اور حجاج کے بوجھ قلی کی طرح اٹھا کر ادھر سے ادھر پہنچایا کرتا۔

کچھ عرصہ بعد مدرسہ صولتیہ کے ذمہ داروں نے اس کو صفائی کے کام پر رکھ لیا۔ خدا کی شان کہ اسی سال وزیر داخلہ امیر نائف بن عبدالعزیز نے اعلان کردیا کہ جو پہلے کے حاجی آئے ہوئے رہ گئے ہیں اور رہنا چاہتے ہیں وہ اقامہ بنوالیں، فلاں تاریخ تک۔ اس کے بعد سب پکڑ کر نکال دیئے جائیں گے۔ مدرسہ صولتیہ نے اس کا اقامہ بنادیا، تنخواہ اور مزدوری کے پیسے جمع کرکے جو رقم اکٹھا ہوتی وہ گیا کی اس مسجد میں بھیج دیتا جس کے نیچے وہ سویا کرتا تھا۔ اور خط لکھواتا کہ اس رقم کو مسجد کی مرمت اور توسیع میں صرف کیا جائے، پھر چند سال بعد اس نے میرے ذریعہ ندوہ کے معہد القرآن میں ایک کمرہ تعمیر کرنے کے لئے پیسے بھیجنا شروع کئے، وہ کمرہ جس کے اوپر اس کے نام کی تختی لگی ہے "محمد اسحاق والد شنو میاں عرف مستان' مکہ مکرمہ" وہ آج بھی الحمدللہ قرآن حفظ کرنے والے بچوں کی قیام گاہ میں شامل ہے، اور اس سے ملے ہوئے کمروں پر بمبئی، مدراس، بنگلور کے سیٹھوں کے نام کی تختیاں ہیں، ایک گدائے بےنوا کا نام اس ضمن میں دیکھ کر رشک آتا ہے، اسی طرح اندور کی مسجد کے لئے کچھ رقم بھجوائی، گیا کی مسجد کریم گنج میں وضوخانہ اور بچوں کے قرآن شریف پڑھنے کا کمرہ اسی کا بنوایا ہوا ہے، وہ کہا کرتا تھا کہ ہم جاہل آدمی حساب کتاب جانتے نہیں، کل قیامت میں جب اللہ پاک پوچھے گا کہ تم نے کہاں سے پیسہ حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا تو ہم کہدیں گے کہ تیرے نام پر لوگوں نے دیا اور تیرے نام پر ہم نے اس کو خرچ کردیا "حساب کاہے کا دیں" جب تک وہ کام کرتا رہا اس کے پاس پیسے جمع ہوتے رہے اور کچھ لوگ اللہ کے نام اس کے ہاتھ میں کچھ پکڑا دیا کرتے تھے وہ سب ملا کر اسی طرح اس نے مکہ مکرمہ کی زندگی بہت آرام سے گزاری، رہنے اور کھانے پینے کا انتظام میرے غریب خانہ کے عقب میں ایک کمرے کے اندر تھا، گھر کے بچے یا ملازم اس کو کھانا پانی اور چائے پہنچادیا کرتے تھے، ایک رقم اس نے مجھے دی کہ ندوہ میں ایک اچھا کمرہ بنوا دیجئے، پوچھا کیا کروگے؟ اس نے کہا جب ہم ندوہ جائیں گے تو وہاں رہیں گے، میں نے عزیزم جناب فضل الباری صاحب کو تکلیف دی، انھوں نے بڑی محبت اور محنت کے ساتھ اسی رقم میں ایک کمرہ بنوادیا، اور اچھا کمرہ بنوایا، جس میں ملحق حمام بھی تھا، مگر اس کی وجہ سے "الرائد" کا آفس اندھیرا ہوگیا، اور یہ آفس اسی نئے کمرہ میں منتقل ہوگیا، ارادہ ہے کہ جتنی رقم میں وہ کمرہ بنا ہے وہ ندوہ سکروری میں طلباء کے لے بنوادے۔

وہ کئی سال سے معذور ہوگیا تھا، آنکھیں بھی جاتی رہی تھیں، زبردستی ہاسپٹل میں داخل کیا گیا، تھرمامیٹر اس کے منہ میں لگایا گیا تو اس کو دانت سے توڑ دیا، معلوم نہیں کہ مدرسہ صولتیہ کی ملازمت کے زمانے میں اس پر کون سا غیبی سایہ سوار ہوگیا تھا کہ وہ راتوں کو اٹھ کر چیختا اور تہجد کے وقت سے ہنگامہ شروع کردیتا، الحمدللہ میرے گھر والوں نے خاص طور سے میری بیٹی، داماد اور نواسے جو میری غیر موجودگی میں رہتے اس کی دیکھ بھال کرتے رہتے تھے، میرے ڈرائیور عبدالستار نے بھی اس کی خدمت کی، محلہ کے کچھ مخلصین نے بھی حسب ضرورت اس کی جسمانی خدمت کی، مرنے سے پندرہ دن پہلے اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا، موت سے دو روز پہلے اس کو نہلوایا گیا۔ سفید کپڑا پہنایا گیا، اسی کے دو روز بعد شام کو اس کی موت کی آخری ہچکی آئی اور چل بسا، اس کے رب نے اس کو مکہ بلایا تھا۔ غیب سے اتنے آدمی نہ جانے کہاں سے آگئے تھے کہ حرم شریف میں اس کے جنازہ کی نماز ہوئی اور جنت المعلی میں خاک کا پیوند ہوگیا۔ غفر اللہ لہ۔

اس مرد خدا کی تجہیز وتکفین کا واقعہ بھی عجیب وغریب ہوا، جب اس کا انتقال ہوا تو سعودی عرب کے نظام کے ماتحت پہلے اسپتال میں اس کی موت طبعی کا سرٹیفکٹ حاصل کرنا ضروری تھا۔ راقم کا ایک لڑکا ڈاکٹر ہے اس نے کارروائی جلد پوری کرادی۔ احمد ندیم (میرے خویش) نے ہندوستانی سفارتخانہ سے اس کے دفن کئے جانے کی اجازت حاصل

کی کیونکہ وہ لاوارث تھا زندگی بھر مجرد رہا ہندوستان میں بھی کوئی اس کے خاندان کا فرد نہیں تھا اس لئے سفارتخانہ سے رجوع کرنا ضروری تھا، اس مرحلہ کے بعد میں نے سوچا تھا کہ میرے گھر کے دوتین افراد پوری مشایعت کے لئے ناکافی ہوں گے مگر خدا بھلا کرے عزیزم عبداللطیف مکی (اصلاً فیض آبادی) کا، انہوں نے زور دیا کہ اس کی لاش غسل کے بعد حرم شریف لے جا کر نماز جنازہ پڑھائی جائے اور وہاں سے ہم لوگ کاندھوں پر جنت المعلیٰ لے جائیں گے۔

انہوں نے ایسی ہمت دکھائی کہ ہم لوگوں نے ان کی بات منظور کرلی، حرم تک لاش لے جانے والے اور وہاں سے جنت المعلیٰ تک پہنچانے والے اتنے لوگ تھے جو عام طور پر متوسط الحال خاندانوں کی اموات کے لئے نہیں ہوا کرتے، نہ جانے کہاں سے اور کدھر سے لوگ آگئے اور جب حرم شریف سے جنازہ اٹھایا گیا تو بے شمار اللہ کے بندے اس کے جنازہ کو اتنی تیزی کے ساتھ قبرستان (جنت المعلیٰ) لے گئے کہ ہمارے افراد خاندان پیچھے رہ گئے اور وہاں جا کر قبر میں لٹانے کے لئے کچھ نئے قسم کے لوگ برآمد ہوئے اور میرے اعزہ سے اجازت لے کر اس کو قبر میں لٹایا اور آناً فاناً تمام کام مکمل ہوگئے۔ میں اپنی کمزوری کی وجہ سے اپنی کار پر وہاں پہنچا تو مستان تہہ خاک ہو چکا تھا۔ مسنونہ دعاء مغفرت پڑھ کر واپس آیا۔

مستان مرگیا، مگر متعدد مدارس کے حفظ قرآن کے شعبے میں بچے اس کی بنائی ہوئی تعمیر میں رہتے اور قرآن یاد کرتے ہیں اور بعض مدارس قرآن میں اس کی جمع کردہ رقم دی جاچکی ہیں مرنے کے بعد معمولی سی رقم چھوڑ گیا تھا جو لکھنؤ کے دو ایسے مدرسوں میں دے دی گئی جہاں بچے اور بچیاں قرآن پڑھتے اور یاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نور قرآن سے اس کی قبر کو روشن رکھے۔ ☆☆

غـــزل

دلاور حسین یقین ندوی فیض آبادی

چہرہ ہمارا آپ شگفتہ نہ دیکھئے
اس میں چھپا ہے غم کا خزانہ دیکھئے

ہوش وحواس آپ کے قائم رہیں اگر
کس نے کہا ہے آپ سے جلوہ نہ دیکھئے

جو بات ہو درست اسے کیجئے قبول
پھر آپ کہنے والے کا چہرہ نہ دیکھئے

خاموش رہنا ظلم ہے تائید ظلم بھی
ظالم کا ہاتھ موڑیئے رتبہ نہ دیکھئے

کوتاہی نگاہ کا یہ بھی ہے اک ثبوت
پردہ تو دیکھئے پس پردہ نہ دیکھئے

حسن طلب اسے بھی تو کہتے ہیں دوستو
جلوہ بھی سامنے ہو تو جلوہ نہ دیکھئے

سب سے بڑا جہاد ہے خود اپنے نفس سے
غیروں کا اس میں طور وطریقہ نہ دیکھئے

الفاظ کے لباس میں مخفی ہے مدعا
لفظوں پہ غور کیجئے لہجہ نہ دیکھئے

آئیں گے وہ یقین ہے کچھ دیر سے سہی
یہ اعتبار کیجئے وعدہ نہ دیکھئے

ارشاد قرآن حکیم:

● جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تمہیں آکر رہے گی۔
(سورۂ جمعہ)

مصر کا ایک سفر

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مصر دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک تہذیب رکھنے والا ملک ہے، وہاں چار پانچ ہزار سال قبل فرعون نامی بادشاہوں کی حکومت رہی ہے، یہ سخت جبر واستبداد والے بادشاہ تھے، اور مذہبی لحاظ سے آفتاب پرست تھے، یہ اپنے کو خدا کا نمائندہ بلکہ مظہر قرار دیتے تھے، اور خدا کی حیثیت سے حکمرانی کرتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے زمانہ میں مصر گئے تھے اور مصر کے آفتاب پرست اور خدائی کا دعویٰ رکھنے والے بادشاہ سے ان کا مناظرہ ہوا تھا، جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پرپوتے حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر میں وزیر غذا بنائے گئے اور انہوں نے اپنے والد اور بھائیوں کو وہیں بلالیا، اور سب سے پہلے یعقوب علیہ السلام جن کا نام اسرائیل بھی تھا کی اولاد کو وہاں سکونت حاصل ہوئی، اور وہ پھلے اور بڑھے پھر وہاں کے بادشاہوں کی طرف سے ان پر بہت ظلم ہونے لگا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دلائی، اور فرعون غرق سمندر ہوا، بعد میں مصر رومیوں کے اقتدار میں آیا اور عیسائیت کا ایک مرکز بنا، پھر حضرت عمرؓ کے عہد میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، حضرت عمرو بن العاصؓ کی قیادت میں مصر کا اقتدار اسلام کو حاصل ہوا، اور بتدریج وہاں کی آبادی مسلمان ہوتی چلی گئی، اور جلد ہی ملک میں ان کی غالب اکثریت ہوگئی، حضرت عمرو بن العاصؓ نے جہاں قیام کیا تھا وہاں بتدریج آبادی ہوئی جو بعد میں ''قاہرہ'' کے نام سے مسلمان حاکم کے ذریعہ ایک بڑے شہر کے طور پر بسایا گیا، اس سے متصل علاقہ ''الجیزہ'' کا خطہ ہے جہاں فراعنہ کے آثار ہیں، جن میں تین بڑے اہرام ہیں اور ایک ابوالہول کا مجسمہ ہے، جیزہ کا یہ سابقہ غیر آباد علاقہ اب قاہرہ سے مل کر بڑا شہر ہو گیا ہے۔

قاہرہ اب ایک بہت بڑا اور بین الاقوامی شہر بن چکا ہے، وہ یورپ وایشیاء کی درمیانی گذرگاہ پر واقع ہے، اس طرح وہ مشرق ومغرب کے سنگم کی حیثیت کا مالک ہے، وہ مصر کا صدر مقام ہونے کی حیثیت سے اپنی بنیاد اور طبعی مزاج، مشرقی رکھتا ہے، اور افریقہ کے شمال مشرقی خطہ میں واقع ہونے کی وجہ سے افریقہ کے علاقائی اثرات کا بھی حامل ہے، دریائے نیل جو دنیا کے عظیم دریاؤں میں شمار کیا جاتا ہے، اس پورے علاقہ کے لئے اس کی زمینی خصوصیات کی بنا پر بڑا زراعتی واقتصادی سہارا ہے، وہ مصر کے لئے اندرونی مواصلات اور نقل وحمل کا بھی ذریعہ ہے، اس میں مسافر اور بار بردار جہاز چلتے ہیں، اور شہر کے درمیان سے نیل جہاں سے گذرا ہے وہاں اس کے ساحل پر ہوٹل اور سیرگاہیں قائم کی گئی ہیں، قاہرہ کا یہ عظیم شہر مشرق و مغرب کے درمیانی راستے پر واقع ہونے کے باعث مغرب ومشرق دونوں کی تہذیبوں اور نسلوں کے اختلاط کی جگہ بھی نظر آتی ہے اس کی ترقی یافتہ شہری زندگی میں یورپ کے تہذیب وتمدن کی پوری عکاسی ملتی ہے،

اورآبادی میں اکثریت مسلمانوں کی ہونے کی بنا پر مشرقی اسلامی قدریں اور براعظم افریقہ میں ہونے کی بنا پر افریقہ کی علاقائی خصوصیات بھی نظر آتی ہیں، وہاں کے بہت پرانے آثار قدیمہ فراعنہ مصر کے ترقی وتمدن کے نمونے پیش کرتے ہیں، فراعنہ کی پہاڑ نما قبریں جو اہرام مصر کے نام سے موسوم ہیں تکونے اور مخروطی اور بلند وبالا شکل میں فراعنہ کی تاریخ کا ثبوت پیش کرتی ہیں، اہرام کے سامنے ابوالہول نام کا مجسمہ جس کا اوپری حصہ جسم اور سر کی شکل میں نظر آتا ہے، پھر اہرام مصر کے اندر سے لگائی جانے والی قدیم اور نادر الشال باقیات بھی حاصل کر کے قاہرہ کے میوزیم میں محفوظ کرادی گئی ہیں، اس کے ساتھ اس میں مصر پر رومی اقتدار کے نمونے بھی پائے جاتے ہیں، دوسری طرف اسلامی آثار قدیمہ میں قاہرہ کی متعدد جامع مساجد اور اس کی ہزار سالہ سے زیادہ پرانی اور بڑی مسجد جامع الازہر اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ قائم ہے، اور اس کی ہزار سالہ تاریخ میں لاکھوں انسان اس کے چشمۂ علمی سے فیض یاب ہو چکے ہیں اور برابر ہو رہے ہیں، اس میں صرف مصر ہی نہیں بلکہ دنیا کے تمام ملکوں کی نمائندگی ہوتی رہتی ہے، خاص طور پر مشرقی اور مسلم ممالک کے طلباء کی ایک بڑی تعداد اس سے فیض اٹھاتی ہے، مصری حکومت اپنے اس عظیم ادارہ کو خصوصی اہمیت دیتی ہے اور اس کی سرپرستی بھی کرتی ہے، اس سے اپنے ملک میں اسلامی قیمت ووزن میں بڑا اضافہ ہوتا ہے، ازہر سے تعلیم حاصل کرنے والے علماء دنیا کے مختلف ملکوں میں تعلیمی اور دعوتی فریضہ انجام دینے کے لئے بھی بھیجے جاتے ہیں اور باہر سے آنے والے طلباء کو داخلہ لینے پر جامعہ ازہر کی طرف سے تعلیمی وظیفے بھی دیئے جاتے ہیں۔

عثمانی ترکوں کے عروج و اقتدار کے عہد میں مصر بھی ان کے زیر اقتدار رہا، اور خلافت عثمانی کے زوال کے ساتھ اس کو نیم آزادی ملی، اور وہاں ایک مسلمان خاندان کو بادشاہت ملی، یورپ کے عروج کے زمانہ میں اس پر فرانسیسی فاتح نپولین بوناپارٹ کا حملہ ہوا، اس حملہ کے نتیجہ میں مصر کو نقصان بھی پہونچا، لیکن اس کے ساتھ اس کو بیداری کی ضرورت کا احساس بھی ہوا، چنانچہ مصر نے علمی میدان میں ترقی شروع کی اور وہ بتدریج پورے عالم عرب کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ ملک بن گیا، وہ ایک طرف تو اپنے قدیم عظیم جامعہ ازہر کی وجہ سے دینی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز بنا، دوسری طرف فرانسیسی اور برطانوی اثرات سے اور جدید تہذیب سے متاثر ہونے والا ملک بنا، اس نے اس کے اثر سے جدید نظام تعلیم کو قبول کیا، اور اس طرح پورے عالم عربی میں علمی وادبی برتری حاصل کرلی، لیکن قومیت کے اثرات بھی اس پر خاصے پڑے اور دینی تحریکات بھی ابھریں، جس کو دیکھ کر ۱۹۵۰ء میں دین کا احساس رکھنے والا ایک باہمت اور غیور مسلمان شیخ حسن البناء نے دینی بیداری کی تحریک چلائی جس نے پورے ملک پر بلکہ ملک کے باہر بھی بہت اثر ڈالا، ۱۹۵۲ء میں وہاں کے حالات سے بددل ہو کر برائے تغیر واصلاح فوجی انقلاب ہوا، جس نے ملک کو نئے طرز پر ڈھالنے کی کوشش کی اور اس کے نتیجہ میں اسلامی فکر اور دینی غیرت کے حاملین سے کشمکش ہوئی اور شیخ حسن البناء کی تحریک ''اخوان المسلمین'' سے ٹکراؤ ہوا، ان کو دبانے کے لئے ان پر بہت سختی اور ظلم ہوا، (اور دوسری طرف فلسطین پر اسرائیلی یلغار ہوئی جس کے مقابلہ کے لئے عرب حکومتوں اور مذہبی

اسلامی تحریکوں کی طرف سے پوری جدوجہد ہوئی اور مصر کو اقتصادی اور سیاسی نقصان کا سامنا کرنا پڑا)۔

جامعہ ازہر نے اپنی تاریخ میں بڑے کارنامے انجام دیئے اس نے مصر میں بکثرت علماء پیدا کئے کہ جنہوں نے پورے عالم اسلام کو اپنی صلاحیتوں سے بڑا فائدہ پہونچایا جس کو پورے عالم اسلام میں دیکھا اور محسوس کیا جاسکتا ہے، میں نے مصر جانے کے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جامع ازہر کے شیخ جو الامـــام الأكبـــر کے لقب سے مخاطب کئے جاتے ہیں، اور وائس چانسلر سے علیحدہ علیحدہ ملاقات کی، دونون مصر کی اہم اور نمایاں ہستیوں میں شمار کئے جاتے ہیں، دونوں نے میرے ندوہ کے تعلق نیز حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق کی بناپر بہت خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا، اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت کا اعتراف کرتے ہوئے اظہار مسرت کیا، میں نے ندوہ کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے ازہر اور ندوہ کے درمیان روابط بڑھائے جانے کی ضرورت پر زوردیا، دونوں نے اس کو تسلیم کیا اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا، مجھے جامع عمرو بن العاص میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کا موقع ملا، یہ مسلمانوں کی یہاں آمد اور آغاز اقتدار کی ایک یادگار بھی ہے، اور قاہرہ کی اہم مساجد میں شمار کی جاتی ہے اس کے خطیب شیخ اسماعیل دفتار ازہر کے بڑے عالم ہیں، اور مشہور اور لائق خطیب بھی ہیں، ان کے پیچھے اس مسجد میں میں نے جمعہ کی نماز ادا کی، ان سے میرا اور میرے رفقاء مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی، مولانا واضح رشید صاحب ندوی مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی کا تعارف ہوا تو انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا، اور خطبہ سے قبل مسجد میں ہم لوگوں کی موجودگی کا ذکر کیا اور نماز کے بعد امام وخطیب کے حجرہ میں لے گئے اور پذیرائی کی اور مختلف دینی وعلمی امور پر گفتگو ہوئی۔

مصر کی ایک مشہور سماجی ودینی انجمن الـجـمـعـيـة الشرعية کے صدر فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر فواد مخیمر سے بھی ملاقات ہوئی انہوں نے بھی بہت تعلق خاطر کا اظہار کیا، اور جمعیت کی کارکردگی سے بھی واقف کرایا، یہ جمعیۃ اپنے عوامی ذرائع سے سیکڑوں مسجدوں کی تعمیر کرچکی ہے اور دینی مقاصد میں اندرون ملک وبیرون ملک مدد دیتی رہتی ہے، اور رفاہی کاموں میں پیش پیش رہتی ہے، اس کے وابستگان میں تقویٰ ودینداری پوری طرح نمایاں نظر آتی ہے، ہندوستانی علماء کی طرح پوری شرعی داڑھی رکھتے ہیں، دین کی حمیت ونصرت کا بڑا جذبہ ہے، انہوں نے نہ صرف اخلاق کا مظاہرہ کیا بلکہ ندوہ کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کرنے کی پیشکش کی اور اپنے یہاں سے شائع کردہ کتابیں ہدیہ کیں اور مزید کی پیشکش کی۔

جمہوریہ مصر کے مفتی اعظم مفتی نصر فرید واصل سے ملنے کے لئے ان کے دفتر جانا ہوا وہ اس وقت شہر سے باہر تھے، آنے والے تھے، لیکن اس وقت تک پہونچ نہ سکے تھے، چنانچہ ان کے نائب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے ان کی طرف سے معذرت کی اور پذیرائی کی۔

جامعہ ازہر کے پروائس چانسلر جناب ڈاکٹر مصطفیٰ طٰہٰ ابوکریشہ سے بھی ملاقات ہوئی وہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں استاد بھی رہ چکے ہیں، اور وہاں حضرت مولانا علیہ الرحمۃ سے اپنی ملاقات اور اپنے تاثرات کا اظہار کرتے رہے، مولانا نذر الحفیظ صاحب کے قیام مصر کے دوران ان کے استاد بھی رہے تھے، اس لئے مولانا نذر الحفیظ صاحب سے وہ اسی رشتہ سے ملے۔

اصلاح معاشرہ

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

اسلام ایک عالمگیر اور ہمہ گیر مذہب ہے، مذاہبِ عالم میں اسلام کو جو ایک خاص منفرد مقام و عظمت حاصل ہے وہ اس لئے کہ اس کی تعلیمات معتدل و متوازن، جامعیت و کمال اور عالم گیر صالح تصورات پر مشتمل ہیں۔ اسلام جہاں عبادات کا حکم دیتا ہے وہیں اخلاقیات کی بھی تعلیم بڑی تاکید کے ساتھ دیتا ہے۔

آج دنیائے انسانیت میں جو اخلاقی بگاڑ اور انحطاط پیدا ہوگیا ہے اور انسان انسان کا دشمن بنا ہوا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان کا اپنے خالق کی دی ہوئی پاکیزہ اخلاقی تعلیمات کو چھوڑ کر اپنے بنائے ہوئے قانون کو کامیابی کا ذریعہ سمجھتا ہے جہاں یوم الحساب کا تصور بھی نہیں ہے۔ اگر انسان اسلامی اخلاق و تعلیم کو اپنے اندر داخل کرلے اور اپنی زندگی کے اخلاقی پہلو کو اسلامی تعلیم و ہدایت کا پابند بنالے تو وہ اس زمین پر انسان کی صورت میں رحمت کا فرشتہ ہوگا۔

قرآن اور حدیث میں انسان کو زمین پر چلتے وقت نرم روی، جاہلوں سے اعراض، جھوٹی گواہی سے اجتناب لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملاقات، بڑوں کی عزت، ماں باپ کا احترام، چھوٹوں پر شفقت، غریبوں یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں عزیز و اقارب مسلم و غیر مسلم سب کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور کسی کو برا سمجھنے، کسی کے ساتھ برائی کرنے، کسی کی غیبت کرنے، کسی کی چغلی کھانے، کسی کا مذاق اڑانے، کسی کو برے القاب سے یاد کرنے اور کسی کے ساتھ برا سلوک کرنے سے روکا گیا ہے۔

دنیوی اور اخروی لحاظ سے عافیت اسی میں ہے کہ کوئی کسی کو برا نہ کہے، کسی کو گالی نہ دے، کسی کا مذاق نہ اڑائے، کسی کو عیب نہ لگائے کسی کو طعنہ نہ دے، کسی کو برے لقب سے نہ پکارے، کسی سے بدگمانی نہ کرے، کسی کے عیب کو تلاش نہ کرے، کسی سے حسد نہ رکھے، کسی سے بغض نہ رکھے، کسی کی دل شکنی نہ کرے، کسی پر بہتان نہ لگائے کسی کے مال میں خیانت نہ کرے، کسی کی چغلی نہ کھائے، کسی کو دھوکہ نہ دے، کسی سے وعدہ خلافی نہ کرے، کسی کا ناحق مال نہ کھائے اور کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ اور نہ کسی کو ناحق قتل کرے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (سورہ نحل۔ ۹)

بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو اسی لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔

سورہ لقمان میں حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ

(سورہ لقمان ۱۷، ۱۸، ۱۹)

بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر، اور برے کاموں سے منع کیا کر، اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر۔ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر

اسی طرح کسی کے بارے میں بُرے خیالات وتصورات رکھنے اور بدگمان ہونے سے منع کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ (سورہ حجرات ۱۱۔۱۲)

اے ایمان والو نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیئے، کیا عجب ہے کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ ان (ہنسنے والوں) سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں۔ اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیئے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا (ہی) بُرا ہے اور جو (ان حرکتوں سے) باز نہ آویں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو۔ اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

حدیث شریف میں بھی عزیز واقارب پڑوسیوں اور احباب کے علاوہ عام مسلمانوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے اور بُرا معاملہ نہ کرنے کی خصوصیت کے ساتھ تعلیم دی گئی ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم باہم بغض و عداوت نہ رکھو، حسد نہ کرو، غیبتیں نہ کرو، اور ایک اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، اور کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک سلام وکلام کرے (حدیث)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی پر کسی طرح کا ظلم کیا ہو، اس کی آبرو ریزی کی ہو، یا کوئی اور ظلم کیا ہو، اس کو چاہئے کہ آج اس دن سے پہلے اپنے ظلم کو معاف کرالے، جب اس کے پاس دوسروں کو دینے کے لئے درہم ودینار کچھ بھی پاس نہ ہوں گے۔ ورنہ اس کے پاس جو نیک عمل ہوں گے وہ بقدر ظلم اس سے چھین لئے جائیں گے۔ اور اگر نیک عمل نہ ہوں گے تو مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہؓ سے پوچھا:۔

بتاؤ مفلس اور نادار کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا حضورؐ! مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم ودینار نہ ہوں آپ نے فرمایا نہیں! ہم میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز اور روزہ اور صدقہ کا ذخیرہ لے کر آئے گا لیکن دنیا میں اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان رکھا ہوگا، کسی کو مارا پیٹا ہوگا کسی کا مال ناحق کھایا ہوگا۔ جب وہ حساب کے مقام پر کھڑا کیا جائے گا تو اس کے مدعی لوگ آئیں گے اور بقدر ان کے حقوق کے اس کی نیکیوں میں سے ان کو دلوایا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی، تو پھر اُس کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے اور جہنم میں ڈلوا دیا جائے گا۔

قرآن وحدیث کی ان تعلیمات پر ہمیں غور کرنا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ کسی کے ساتھ نیکی اور بھلائی نہ کرنا، ان کی حق تلفی کرنا ان کو بُرا بھلا کہنا ان کی غیبتیں کرنا، اپنے آپ کو کس قدر ہلاکت میں ڈالنا ہے،

ہمارے لئے عافیت اور بھلائی اسی میں ہے کہ ہم اپنے عیوب اور کمزوریوں پر نظر رکھیں۔ ان کی اصلاح کی فکر کریں اور ظاہر ہے کہ جب ہم اپنے عیوب اور کمزوریوں پر نگاہ رکھیں گے۔ تو ہمیں دوسروں کے عیوب نکالنے اور کمزوریاں بیان کرنے کی فرصت ہی کہاں ملے گی ؂

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے لوگوں کے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر
تو جہاں میں کوئی بھی بُرا نہ رہا

عربی زبان کی ایک کہاوت ہے کہ "بڑی بُرائی کا آغاز ہمیشہ کسی چھوٹی برائی سے ہوتا ہے" اور وہ بری عادتیں غیر شعوری اور نفسیاتی طور پر اس طرح اثر پذیر ہوتی ہیں کہ جن سے آہستہ آہستہ دلوں میں دراڑیں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں اور دھیان نہ ہو تو انسان یہ جانے بغیر غلطیوں پر غلطیاں کرتا چلا جاتا ہے کہ اس سے کوئی غلط کام سرزد ہو رہا ہے۔

اس لئے دنیوی اور اخروی لحاظ سے ۔

عافیت اسی میں ہے کہ کوئی کسی کو بُرا نہ کہے، کوئی کسی کو گالی نہ دے، کسی کا مذاق نہ اڑائے، کسی کو عیب نہ لگائے، کسی کو طعنہ نہ دے، کسی کو بُرے لقب سے نہ پکارے، کسی سے بدگمانی نہ کرے، کسی کے عیب کو تلاش نہ کرے کسی سے حسد نہ رکھے، کسی سے بغض نہ رکھے، کسی کی دل شکنی نہ کرے، کسی پر بہتان نہ لگائے، کسی کے مال میں خیانت نہ کرے، کسی کی چغلی نہ کھائے کسی کو دھوکہ نہ دے، کسی سے وعدہ خلافی نہ کرے، کسی کا ناحق مال نہ کھائے، اور کسی کی حق تلفی نہ کرے اور کسی کو ناحق قتل کرے

اگر ہم اہتمام کے ساتھ اپنے آپ کو ان برائیوں سے بچالیں، اور قرآن وحدیث کی ان پاکیزہ تعلیمات کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں تو دلوں کی نفرتیں اور عداوتیں محبتوں اور دوستیوں میں بدل سکتی ہیں اور ایک صالح معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کسی مسلمان کو تکلیف اور ایذا سے بچانا ان واجبات میں سے ہے جن کی ادائیگی کی تعلیم قرآن وحدیث میں نہایت اہتمام سے دی گئی ہے۔

اللہ رب العالمین ہم سب کو عمل صالح اختیار کرنے اور اعمال بد سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(بقیہ) شب و روز

دار العلوم کے جمالیہ ہال میں خطاب فرمایا جس میں آپ نے فرمایا کہ زبان ثقافت کا نمائندہ ہوتی ہے اگر زبان خراب ہو جائے تو ثقافت بھی خراب ہو جاتی ہے، آج جہاں کہیں علم کی روشنی ملتی ہے چاہے مصر ہو یا امریکہ وروس ہر جگہ مسلمانوں الٰہی کی دولت علم کا اثر دکھائی دیتا ہے، مولانا نے فرمایا کہ مصر کے اندر جامعہ ازہر نے اسلامی ثقافت کے محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کیا ہے، اگر ازہر نہ ہوتا تو اسلامی ثقافت کا نام ونشان بھی نہیں رہتا حضرت ناظم صاحب نے مزید فرمایا کہ مصری قوم میں چار خصوصیتیں قابل رشک ہیں (۱) خود اعتمادی (۲) حافظہ، (۳) پڑھنے کا شوق، (۴) اظہار خیال اور بولنے کی صلاحیت، یہی وہ خصوصیات ہیں جس کی بنیاد پر انسان قیادت کی باگ ڈور سنبھال سکتا ہے۔ انھوں نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا یہ قول نقل کیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اگر مصر قیادت کے میدان میں آئے تو عالم عربی کی اچھی طرح قیادت کر سکتا ہے، حضرت ناظم ندوۃ العلماء نے اس سفر میں رئیس الجامعہ سے جو یہاں کے صدر جمہوریہ کے درجہ میں ہوتا ہے اور وائس چانسلر آف جامعہ ازہر سے بھی ملاقاتیں کیں اس کے علاوہ مسجد عمرو بن العاص کے امام وخطیب کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اعلان کر دیا جس کی وجہ سے وہاں کی عوام نے ندوۃ العلماء اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور ان کی تصنیفات بالخصوص "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر" سے غایت درجہ شیفتگی ووارفتگی کا مظاہرہ کیا۔ مزید برآں آپ نے طلباء جامعہ ازہر کے سامنے ایک پر مغز تقریر کی جس میں جامعہ ازہر سے استفادہ پر پورا زور دیا۔ تقریر میں مولانا نے مصری اہرام وثقافت پر جامع ازہر کی پوری تاریخ بیان کی جو انشاء اللہ تعمیر حیات میں شائع ہوگی۔

اعلان مفقود الخبر

مقدمہ ۱۰/۴۰۳

مدعیہ: - افسر جہاں بنت معین الدین (مرحوم) سندھی کرانہ مرچنٹ کے پیچھے آنند نگر چار باغ جیل روڈ لکھنؤ۔

مدعا علیہ: - جاوید احمد ولد رشید احمد (مرحوم) ساکن چار مینارہ مسجد کے پاس کھالہ بازار ڈاکخانہ چوک لکھنؤ

اطلاع بنام مدعا علیہ

مقدمہ ھذا میں مدعیہ افسر جہاں نے آپ مدعا علیہ جاوید احمد کے خلاف غائب ہونے نیز نان ونفقہ و دیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنا پر مرکزی دار القضاء ندوۃ العلماء لکھنؤ میں نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس نوٹس کے ذریعہ آپ (مدعا علیہ) جاوید احمد ولد رشید احمد کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں مورخہ ۱۶ ررجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۴ راکتوبر ۲۰۰۱ء بروز جمعرات بوقت دس بجے دن مرکزی دار القضاء ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کر دیا جائے گا

قاضی شریعت
محمد برہان الدین
صدر قاضی کونسل
۲۸ر۶ر۱۴۲۲ھ مطابق ۱۷ر ستمبر سنہ ۲۰۰۱ء

دعائے مغفرت

مولوی عمر بن عبد العزیز ندوی مدرس مدرسہ رحمانیہ مکارم نگر لکھنؤ شاخ دار العلوم ندوۃ العلماء کی بہن کا ۲۱ راگست ۲۰۰۱ء کو مختصر علالت کے بعد رانچی میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ایک مردِ مومن کی مثالی زندگی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے خلیفہ و مجاز سید ظہور الحسن نقویؒ کے سبق آموز حالات

● مولانا محمد کلیم صدیقی (پھلت)

دنیا ایک سرائے ہے۔ کتنے لوگ یہاں مسافر کی طرح آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ کوئی ان کو جاننے والا نہیں ہوتا۔ مگر اس دنیا میں آنے والے کچھ مسافر ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے کردار کی خوشبو، جن کا تقویٰ، اور تعلق مع اللہ کا نور ایک زمانے تک لوگوں کے دل و دماغ میں سمایا رہتا ہے، اور صدیاں گذر جانے کے باوجود راستوں میں ان کے وجود کی مہک اور ان کے نقوش قدم محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ بقول شاعر:

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

ایسے ہی قابلِ رشک مسافروں میں ایک قابلِ قدر نام حضرت سید ظہور الحسن سہسوانی قدس سرہٗ و نور اللہ مرقدہ کا تھا، جن کو ۱۱ ربیع الثانی سے قبل مدظلہ العالی اور دامت برکاتہم لکھا جاتا تھا، مگر اب دل پر پتھر رکھ کر رحمۃ اللہ علیہ لکھنا پڑ رہا ہے۔ بلاشبہ وہ ان برگزیدہ اور مثالی مومنین میں تھے، جن پر ملائکہ بھی ضرور رشک کرتے ہوں گے۔ ان کی زندگی مرشدی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ کی کھلی کرامت تھی۔ اقبال نے بہت خوب کہا ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اسکے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اور شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک تواتر کے ساتھ کتنے واقعات اس حقیقت کے لئے شاہد ہیں کہ کسی گم کردہ راہ سچے طالب کو کسی اہل اللہ کی صحبت کے چند لمحے میسر آگئے تو اس کی زندگی میں حیرتناک انقلاب برپا ہو گیا۔ یہی سید ظہور الحسن صاحب کے ساتھ ہوا۔

سید صاحب مرحوم، سہسوان (ضلع بدایوں) کے ایک نقوی سادات کے گھرانے کے چشم و چراغ تھے، نویں صدی ہجری میں اس خاندان کے مورث اعلیٰ قاضی عبدالشکور صاحب سہسوان میں آکر آباد ہوئے۔ ان کی اکیسویں پشت میں سید حضور الحسن صاحب کے یہاں جنوری ۱۹۱۲ء میں ایک فرزند کا تولد ہوا جس کا نام ظہور الحسن رکھا گیا۔ حصول تعلیم کے بعد وہ سرکاری امین (وصولیابی کا سرکاری ملازمت) کرتے تھے، اس لئے علاقے کے لوگ امین صاحب کے نام سے یاد کرتے تھے۔ بدایوں کے علاقہ کی بدعات کے انفعال میں شاید یہ خانوادہ مسلکاً اہل حدیث ہو گیا تھا۔ سید ظہور الحسن صاحب بھی اعتدال کے ساتھ اسی مسلک پر عامل تھے، وہ سرکاری ملازمت کے دوران لگان کی وصولیابی میں وقت کی رعایت کے لئے رشوت لیتے تھے لیکن اس حال میں وہ شریعت کے ایک اہم حکم پر عامل تھے اپنی آمدنی و خرچ اور معاملات پوری احتیاط کے ساتھ لکھ لیتے تھے، سالانہ ڈائریوں میں ایک ایک پیسے کا حساب تحریر کر رکھا تھا۔

سید صاحب اپنی توبہ کا واقعہ بڑے مزے لیکر سنایا کرتے تھے، ۵۸ء یا ۵۹ء میں مرادآباد میں ایک بڑا تبلیغی اجتماع ہو رہا تھا۔ رحمت حق سے جھٹکے ان کو مرادآباد کے اس اجتماع میں شرکت کے لئے لے آئے اس اجتماع میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ اور ملک بھر کے اکابرین تشریف لائے تھے، اجتماع کی ایک نشست ختم ہوئی تھی اور لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہو رہے تھے کہ اچانک سید ظہور الحسن کی نگاہ ایک نوعمر بزرگ عالم دین پر پڑی جو ایک ٹوٹی سی چوکی پر بیٹھ کر جھکے ہوئے کچھ لکھنے پڑھنے میں مشغول تھے، دو چار کتابیں سامنے کھلی رکھی تھیں، یکایک اس بزرگ عالم نے بھی انکی طرف ایک نظر ڈالی۔ سید ظہور الحسن صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا کی ایک نظر، مجھ پر کیا پڑی جیسے پورے وجود پر بجلی سی کر گئی ہے، مجھے اپنے ماضی کے اعمال پر شرمندگی۔ اور مرنے کے بعد اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر جواب دینے کا ایسا خوف طاری ہوا کہ بے اختیار رقت طاری ہو گئی اور بڑھتی رہی اور ہچکیاں بندھ گئیں۔ میں نے اپنی نگاہیں وہاں سے ہٹائیں تو کچھ سکون محسوس کیا۔ میں نے سوچا کہ

پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا آپ ان کو نہیں جانتے یہ حضرت مولانا علی میاںؒ ہیں۔ میں نے پھر ان کی طرف دیکھا تو رقت کا پھر وہی حال ہونا شروع ہوا۔ اللہ کے حضور توبہ کی، خوب گڑگڑایا پھر ہمت کر کے حضرت مولاناؒ کے قریب حاضر ہوا۔ اور حضرتؒ کا ہاتھ پکڑ کر بہت لجاجت کے ساتھ مرید کر لینے کی درخواست کی حضرتؒ پر تواضع اور حیا کا ایسا غلبہ تھا کہ بار بار معذرت کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ یہاں حضرت رائے پوریؒ حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت مولانا محمد یوسفؒ جیسے بڑے بڑے بزرگ یہاں تشریف فرما ہیں ان میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیں، ہمیں آپ شرمندہ نہ کریں۔ سید صاحب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت بیعت ہوئے بغیر میں ہرگز نہ ٹلوں گا اور آپ کا دامن نہ چھوڑوں گا۔ اس درجہ اصرار پر حضرت والا کو ترس آگیا اور دور ایک پیڑ کی آڑ میں لے جا کر توبہ کے الفاظ کہلوائے اور مجھے بیعت فرما لیا۔

رسماً ارادت اور بیعت کا تعلق رکھنے والے تو بہت ہوتے ہیں مگر سید ظہور الحسن صاحب کو حضرت مولاناؒ کی توجہ کی برکت سے ایک مثالی توبہ کی توفیق ہوئی۔ اجتماع سے سہسوان واپس آئے تو اپنے پرانے کاغذات نکالے، کچھ موروثی جائداد فروخت کی، کچھ تنخواہ وغیرہ کی رقم جمع کی۔ اور ماضی میں جن لوگوں سے انھوں نے رشوت لی تھی ان کی رقم واپس کرنا شروع کی۔ بہت سے لوگ انتقال کر گئے تھے۔ کئی لوگ یا ان کے وارثین پاکستان ہجرت کر گئے تھے۔ سید صاحب نے رشوت میں لی ہوئی رقم واپس کرنے کے لئے پاکستان کے کئی سفر کئے۔ اور علاقہ بھر میں جا جا کر متعلقہ افراد کو یا ان کے وارثوں کو رقمیں واپس کیں۔ بار بار دارالعلوم دیوبند اور دارالافتاء ندوۃ العلماء سے شرعی حساب معلوم کرنے کے لئے وہاں کے سفر کئے۔ ایک ایک روپیہ واپس کرنے کے لئے بعض مرتبہ سیکڑوں روپئے کرایہ میں خرچ کر دیئے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب نور اللہ مرقدہ سے والہانہ اور عاشقانہ تعلق تھا اور حضرت مولانا کو ان کے ساتھ خصوصی اعتماد اور تعلق تھا۔ حضرت مولانا نے راہِ سلوک طے کرنے کے لئے ذکر و اذکار تلقین نہیں کئے بلکہ دعا کے راستہ سے سلوک کی تکمیل کرائی اور سید صاحب کو زبانی اور تحریری طور پر بیعت کی اجازت عنایت فرمائی۔ لیکن سید صاحب پر تواضع کا ایسا غلبہ تھا کہ شاذ و نادر کسی کو بیعت کرتے تھے، دعا کے ساتھ ایسا تعلق اور مناسبت تھی کہ بعض مرتبہ تین تین گھنٹے تک دعا مانگتے رہتے اللہ تعالیٰ نے انھیں اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ (دعا عبادت کا اصل مغز ہے) کے راز کو سمجھا دیا تھا۔ ایک عامی کو بھی ان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کر یہ محسوس ہوتا تھا کہ ان کا جسم تو واقعی اس دنیا میں ہے مگر ان کا دل و دماغ آخرت میں اللہ کے حضور حاضر ہے

سید صاحب نے موتوا قبل ان تموتوا (موت کے وقت سے پہلے مردہ ہو جاؤ) کے حکم پر اس طرح عمل کر دکھایا کہ شاید مشکل سے اس کی مثال مل سکے گی۔ حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کے تعلق کی وجہ سے اس حقیر کے ساتھ حد درجہ شفقت فرماتے تھے، انتظام اور سلیقہ مثالی رکھتے تھے، جب بھائی تشریف لائے تو بہت اصرار سے اکابرین کے خطوط مجھ سے لئے اور دو چار دن قیام فرما کر الگ الگ فائلیں بنا کر خطوط مرتب کر کے لگائے اور سلیقہ کے ساتھ فائلوں پر تاریخ وار فہرستیں لگائیں اور الگ الگ بزرگوں کے الگ الگ مضمون کے خطوط ترتیب وار لگا دیئے۔ سہسوان میں بھی ان کے یہاں ہر چیز الماریوں میں بہت نظم اور سلیقے کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ وہ سخت بیمار تھے، میری حاضری ہوئی سید صاحب کے گھر کے قریب ایک مزار پر اہل بدعت تین روزہ عرس کیا کرتے تھے۔ سید صاحب کا ان خرافات سے بچنے کے لئے ان دنوں میں تبلیغی جماعت میں چلے جانے کا معمول تھا اس بار علالت کی وجہ سے گھر پر ہی تھے، اس گانے بجانے سے ان کو سخت کوفت ہو رہی تھی نماز کے بعد میں نے سلام کیا، غالباً انھوں نے پہچانا نہیں۔ سلام کا جواب دیکر دعا میں مشغول ہو گئے۔ صاحبزادوں نے چاہا کہ تعارف کرا دیں لیکن میں نے منع کر دیا۔ مغرب تک دعا میں استغراق کے ساتھ مشغول رہے مغرب کے بعد نوافل سے فارغ ہونے کے بعد میں نے دوبارہ سلام کیا تو پہچان لیا۔ بے حد خوش ہوئے اور اپنے ساتھ گھر لے کر چلے ان کے تعلق مع اللہ اور حضوری کا عالم بڑا قابل رشک تھا۔

چونکہ اس عرس کی وجہ سے ان کا دل دکھ رہا تھا اس لئے میری آمد پر ان کا یہ احساس ہوا کہ میرے اللہ نے مجھے خوش کرنے کیلئے میرے ایک تعلق والے کو میرے پاس بھیج دیا ہے، اس خوشی اور احساس شکر کے جذبہ سے گھر جاتے وقت راستہ میں وہ بار بار یہ کہتے جا رہے تھے، میرے اللہ میاں آپ کتنے پیارے ہیں اور مجھے کتنے چاہتے ہیں۔ کوئی ناواقف یہ سب دیکھتا اور سنتا تو یقیناً حیرت زدہ ہو جاتا لیکن اس عارف کا حال تو اس وقت اس حدیث پاک کے مطابق تھا۔

اُن تعبد اللہ کأنک تراہ
فإن لم تکن تراہ فإنہ یراک
گھر پہنچ کر رات کو دیر تک حضرت مولاناؒ
کے واقعات اور ملفوظات سناتے رہے، اگلے
دن الماریوں میں رکھی ہوئی اپنی کتابیں، بزرگوں
کے خطوط اور اپنے کاغذات دکھائے
الموتُ تحفۃ المومن
(موت مومن کے لئے تحفہ ہے)
اور الموت جسرٌ یوصلُ الحبیب
الی الحبیب (موت ایک پل ہے جو ہر
ایک دوست کو دوسرے سے ملا دیتا ہے) کا
حال دیکھ کر اس حقیر کو وجد سا آگیا اور اپنے حال
پر ندامت بھی ہوتی۔ اس عاشق صادق کا حال
بھی کیا تھا۔ اپنا کفن سی کر سلیقہ سے ایک جگہ
رکھ رکھا تھا۔ قبر کے پھٹے کا ٹکڑا ایک طرف
لگا ہوا تھا۔ پوسٹ کارڈوں کی ایک بڑی
گڈی دکھائی جن پر اپنے انتقال کی خبر اپنے بیٹے
سید ناصر کی طرف سے تحریر کی ہوئی تھی
اور ان پر اہل تعلق اور اقرباء کے پتے لکھے
ہوئے تھے۔ ان خطوط پر لکھے ہوئے مضمون کا
مفہوم کچھ اس طرح تھا:
"افسوس کے ساتھ عرض ہے کہ میرے
والد سید ظہور الحسن ...... (تاریخ کی جگہ خالی
تھی) کا انتقال ہوگیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ
راجِعُون" آنجناب سے عاجزانہ درخواست
ہے کہ والد مرحوم کے لئے دعائے مغفرت
اور ایصال ثواب کا احسان فرمائیں اور اگر
آپ کا کوئی حق یا حساب والد صاحب کے
ذمہ ہو تو ہم لوگوں سے وصول فرمالیں۔ یا اللہ
کے لئے معاف فرمادیں۔ والسلام
سید ناصر جمیل
سب سے زیادہ قابل ذکر اور ہم سب
کے لئے باعث عبرت اور مشعل راہ چیز یہ ہے
کہ یہ الماری کو دیکھتے ہوئے میرا ہاتھ کاغذ کی
ایک پڑیا پر پڑا جس میں کچھ پیسے رکھے ہوئے
تھے۔ میں نے خوش کرنے کے لئے ان کو زور سے
گنا تو وہ چونتیس پیسے تھے مزید دلجوئی کے
خیال سے میں نے عرض کیا۔ بھائی میاں! (سید
صاحب کو ان کے سب بیٹے بھائی میاں کہتے
تھے اس وجہ سے یہ حقیر بھی انھیں اسی طرح
خطاب کرتا تھا) مجھے چونتیس پیسے مل گئے،
میری چائے کا تو انتظام ہوگیا۔
ان پیسوں کا ذکر سنا تو سید صاحب کا
حال خراب ہوگیا حد درجہ رقت طاری ہوئی
اور دم گھٹنے لگا میں نے ایک بچے سے پانی منگوا کر
پلایا تو کچھ سانس آئی۔ میں نے اس رقت اور حد درجہ
بے چینی کی وجہ دریافت کی تو بڑے رنج اور فکر
کے ساتھ انھوں نے فرمایا۔ کلیم میاں! تم سے کچھ
چوری نہیں، ساری زندگی برائیوں اور ظلم و
رشوت میں گذری، حضرت مولانا کی نظر کی
برکت سے کچھ دین کی طرف رغبت ہوئی۔ رشوت
میں لئے ہوئے پیسے واپس کرنے کی کوشش کی
تو بڑی رقم واپس ہوگئی۔ مگر کلیم میاں! یہ چونتیس
پیسے ایسے ہیں جن کا کوئی وارث نہیں ملا۔ اور پھر
روتے روتے فرمانے لگے کلیم میاں آپ دعا
کردیں۔ موت سے پہلے یہ مسئلہ حل ہو جائے
کل میدان حشر میں اللہ کے سامنے ان چونتیس
پیسوں کا حساب دینا پڑے گا تو کیا ہوگا؟ یہ
یہ کہکر بہت دیر تک روتے رہے۔
توبہ توبہ کہتے ہوئے تو بہت دیکھے ہیں
ساری دنیا کے مال حرام سے مالدار بن کر لوگ
حج کر آتے ہیں اور اپنے کو پارسا سمجھتے ہیں مگر
توبۃ النصوح کا یہ عملی نمونہ شاید ہی کسی دیکھنے
والے کو ملے۔ ایسے ہی توبہ کرنے والوں کے بارے
میں ارشادِ ربانی ہے:
اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِینَ
بلاشبہ اللہ توبہ کرنے والوں کو محبوب بنالیتا ہے۔
آخر عمر میں استغراق بہت بڑھ گیا تھا اور
دنیا سے بالکل کٹ گئے تھے سید صاحب کے
سب سے چھوٹے بیٹے ڈاکٹر سید شاکر جمیل صاحب
(جو ہمدرد یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر
ہیں اور دعوت و تبلیغ کی لائن سے بھی بہت فعال
خادم دین ہیں) ان کو ایک بار لکھا کہ اب تو کسی سے
تعلق رکھنے کو دل نہیں چاہتا بس گھر میں تم کو یا کچھ
بزرگوں کو خط لکھ لیتا ہوں۔ باقی کسی کو خط لکھنے کو
دل نہیں چاہتا، کچھ روز کے بعد دوبارہ لکھا کہ شاکر میاں
اب تو تمہیں بھی خط لکھنے کو دل نہیں چاہتا۔
سہسوان اور بدایوں میں کتنے لوگ ایسے
ہیں جو سید صاحب کی کوششوں سے نمازی اور
متقی بن گئے۔ ہر وقت دعوت اور دوسروں کی
خیر خواہی کی دھن۔ دین کا کام کرنے والوں کی
کارگذاری سننے کے بے حد مشتاق اور ان کی
کوششوں کے بڑے قدرداں تھے، رشتوں
اور تعلقات نبھانا ان سے سیکھنے کی چیز تھا۔
اس حقیر کی بڑی بھابھی کا انتقال ہوا تو بڑے
بھائی حاجی جلیل احمد صاحب مرحوم اکثر سفر
میں رہتے تھے ان کی بڑی بیٹی رضوانہ سلمہا
شادی سے باقی تھی۔ بھائی صاحب مرحوم نے
مجھ سے تقاضا کیا کہ یہ بچی اکیلی گھر میں گھبراتی
ہے اس کی شادی کا مسئلہ حل ہوجائے تو اچھا
ہے۔ اس حقیر نے سید صاحب کے تعلق اور
ان کی شفقت پر اعتماد کرکے سید صاحب کے
صاحبزادہ محترم مولانا محمد طارق جمیل ندوی سے
ان کے نکاح کا پروگرام بنایا۔ اور سید صاحب
کو اطلاع کئے بغیر اعزاء و اقرباء کے لئے ایک
تاریخ مقرر کرکے دعوت بھی دے دی چار روز

قبل ایک دوست کے دستی خط لیکر بھیجا کہ میں مولوی محمد طارق صاحب سے اپنی بھتیجی کا نکاح کرنا چاہتا ہوں آنجناب ان کو لے کر فلاں تاریخ کو پھلت تشریف لے آئیں سید صاحب مولوی محمد طارق صاحب اور ایک دوسرے صاحبزادے کو لیکر پھلت تشریف لائے اور نکاح کرکے رخصت ہو گئے۔

سید صاحب کا علمی اور ادبی ذوق اعلیٰ درجہ کا تھا حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ بھی اکثر خطوط میں اس کو سراہا کرتے تھے ظرافت سے بھرپور علمی جملے احباب میں ان کی پہچان بن گئے تھے، حضرت مولانا نور اللہ مرقدہٗ کی اجازت بیعت کی خبر اس حقیر کو ہوئی تو اس حقیر نے مبارکباد اور درخواستِ دعا کے لئے عریضہ لکھا اور اس میں یہ بھی لکھدیا کہ اس سلسلہ میں بھائی میاں آپ اس حقیر سے "جونیر" ہو گئے ہیں تو بارہا خطوط میں حضرت سینئر صاحب تحریر فرمایا کرتے تھے۔

اللہ کی ذات عالی پر بھروسہ اور اس کی ذات کے ساتھ محبت تو خانۂ دل سے جھلکتی سی دکھائی دیتی تھی انتقال سے ایک شب پہلے گھر والوں سے باتیں کرتے رہے اور اثنائے گفتگو فرمایا: بھتیا ہم تو مولانا سے ملنے جا رہے ہیں۔ ایک روز قبل مولانا محمد طارق صاحب اور مولانا عارف صاحب (جو دہلی میں مقیم ہیں) جانے لگے تو فرمایا: بھتیا کفنا دفنا کر چلے جاتے پھر آتے پھر دگے۔ انتقال کے روز صبح ناشتہ کیا۔ چند بچوں کو بلا کر پیار کیا اور چند بار زور زور سے کلمۂ طیبہ پڑھا اور انتہائی شوق کے عالم میں جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

پسماندگان میں نو حضرات حافظ، اور چار عالم دین ہیں اور خاندان کے بچے بچے میں دینداری اور تمسک بالکتاب والسنۃ کے بہت گہرے اثرات کھلی آنکھوں دکھائی دیتے ہیں

ڈاکٹر سید شاکر جمیل کو جو مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے ہیں مرکز کے اکابرین کی طرف سے امریکہ کی جماعت کے ساتھ جانے کا تقاضا ہوا تو اس حقیر نے سید صاحب مرحوم سے اجازت لے کر چلے جانے کا مشورہ دیا۔ وہ اجازت لینے گھر پہونچے تو خاندان کے لوگوں نے اجازت نہ دینے پر اصرار کیا۔ سید صاحب نے فرمایا: بھتیا اللہ کی راہ میں جا رہے ہیں۔ ہم اللہ کی راہ میں جانے سے کس منہ سے منع کریں۔ تم اللہ کی راہ میں جا رہے ہو۔ جاؤ ہمارا بھی اللہ مالک ہے

انھوں نے حضرت مولانا نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات جمع فرمائے تھے جس کا خاصا حصہ ارمغان میں شائع ہو چکا ہے۔ ایک دعاؤں کا مجموعہ بھی مرتب فرمایا تھا جو شائع ہوا۔ اور اس سے لوگوں کو فائدہ ہوا۔

یقیناً وہ ان مقبولانِ خدا میں تھے جن کی زندگی مشعل راہ کی طرح صحیح راہ کے متلاشیوں کے لئے راہ نما ہے۔ ان کی پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ اس شعر کا مصداق تھا ؎

مری آرزو یہی ہے کہ ہر اک کو فیض پہونچے
میں چراغِ رہ گذر ہوں مجھے شوق سے جلاؤ

دینی تعلیمی کونسل کا اہم اجلاس ۳۰ ستمبر ۲۰۰۱ء کو ندوہ میں
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدارت کریں گے

دینی تعلیمی کونسل کے عام اراکین و عہدیداران اور اضلاع کی انجمن تعلیمات دین کے ذمہ داران پر مشتمل ایک اہم اجلاس ۳۰ ستمبر ۲۰۰۱ء کو ندوۃ العلماء کے سلیمانیہ ہال میں صبح ۹ بجے ہوگا، جس کی صدارت صدر کونسل حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کریں گے۔

جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی کی اطلاع کے مطابق دعوت نامے ارسال کئے جا چکے ہیں انھوں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ تعلیم و نظام تعلیم کے بہت اہم مسائل درپیش ہیں جن پر سنجیدہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔ انھوں نے اراکین کونسل و اضلاع کے ذمہ داران سے گذارش کی ہے کہ وہ اس میٹنگ میں اپنی شرکت کو لازمی قرار دیں اور دفتر کونسل کو پہلے سے اپنی آمد کی اطلاع دے دیں۔

ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی
سکریٹری دینی تعلیمی کونسل (اتر پردیش)

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

نعت

قاسم ہنر راعینی سلونوی

چراغ حبِ محمدؐ جو دل میں جل جائے
قسم خدا کی مقدر مرا بدل جائے

ہو میرے دل میں جو اخلاق مصطفےٰ پیدا
تو سنگ بھی ہو تو کچھ روز میں پگھل جائے

عمل ہم آج کریں سیرت محمدؐ پر
تو دیکھئے یہ نقشہ یہاں بدل جائے

ہے کامیاب وہی اس جہاں میں اے لوگو
نبیؐ کے سانچے میں انسان جو بھی ڈھل جائے

سوار جس پہ محمدؐ کے نام لیوا ہوں
وہ ڈگمگاتی ہوئی ناؤ بھی سنبھل جائے

مرے کریم سنور جائے آخرت میری
زباں پہ نام محمدؐ ہو، دم نکل جائے

سنہرے لفظ رقم کردوں نعت میں میں بھی
مرے بھی دل میں چراغ ہنر جو جل جائے

اوکرانیا میں اسلام

تحریر: عبدالرحمن المحمود — ترجمہ: ڈاکٹر احمد نسیم صدیقی

اوکرانیا (UKRANIA) جیساکہ اس کے عوام اسے کہتے ہیں، وہ ایک ملک ہے جو سابق سوویت روس سے آزاد ہوا ہے۔ اسے یہ آزادی ۲۴ اگست ۱۹۹۱ء کو حاصل ہوئی اس کا رقبہ ۶۰۳،۷۰۰ مربع کلو میٹر ہے۔ اور اس کی آبادی ۵۲۱،۳،۰۰۰ افراد پر مشتمل ہے جن میں تقریباً ۷۳٪ اوکرانی ۲۲ فیصد روسی، ایک فیصد یہودی اور چار فیصد افراد دیگر اقوام کے شامل ہیں جیسے تاتاری تاجک، اذری، چیچن اور بھی دوسرے لوگ اوکرانیوں میں اکثریت کا مذہب آرتھوڈکس عیسائیت ہے۔ دوسرے نمبر پر مسلمان ہیں جن کی تعداد ۲۰ لاکھ ہے۔

اوکرانی عوام گو کہ اپنی اصل کے لحاظ سے روسی عوام سے ہی تعلق رکھتے ہیں اور جو اصلاً سلاو قوم ہے اور باوجود اس کے کہ کچھ عرصہ تک اوکرانیا روسی راز شاہی کا ایک حصہ رہا ہے۔ بعد ازاں سوویت روسی اتحاد کے زیر اقتدار رہا تاہم ہم عہد خلیفہ عمر بن الخطاب اور پھر خلیفہ عثمان بن عفان کے دور میں سلاو بادشاہت کے زمانہ میں اوکرانیا کے بعض حصوں میں اسلام کی آمد کی بات کریں گے۔ اس کے بعد ہم آج کے اوکرانیا اور اوکرانی عوام کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے روابط پر گفتگو کریں گے۔

اسلام اور مسیحیت کے درمیان کشمکش

اوکرانی عوام کے مسلمانوں کے ساتھ رابطہ کی تاریخ عباسی مملکت کے دور بلکہ اس سے بھی پہلے کے دور تک جاتی ہے جب مسلمان تاجروں کے قافلے سلاو اوکرانی راجدھانی کیف آیا کرتے تھے، دسویں صدی عیسوی کے دوران عربی سکوں پر اس بات کے ثبوت ملنے لگے تھے اس طرح خلافت عباسیہ اور کیف کی سلاو مملکت کے درمیان پہلی بار رابطہ قائم ہوا۔ یہ اس وقت ہوا۔ جب احمد بن فضلان کی قیادت میں ایک وفد وہاں پہنچا جسے عباسی خلیفہ المقتدر باللہ نے ۹۲۱ء میں ترکی خزر، روس، صقالبہ و باشغور کی جانب بھیجا تھا۔ اسی وقت بلغاری ترکوں نے بڑی تعداد میں دین اسلام قبول کیا اور انہوں نے کیف کے سلاو باشندوں میں اسلام کی تبلیغ کے لئے زبردست جدوجہد کی یہ سلاو بت پرست تھے۔ یہاں عیسائی تبلیغی مشنریوں اور مسلمان داعیوں کے درمیان زبردست کشمکش ہوئی۔ اس موضوع پر متعدد مورخوں بالخصوص کیف یونیورسٹی میں تاریخ مذاہب کے پروفیسر نیکلائی کیر یوشسکا درج ذیل روایت بیان کرتے ہیں، کیف کے حکمراں فلادیمیر کینیاز نے اسلام کے تئیں اپنی دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔ لیکن شراب چھوڑنے اور ختنہ کرانے پر راضی نہیں تھا۔ یہ وہی زمانہ تھا جب مسیحی وفد نے بادشاہ سے آسمانی مملکت کا وعدہ کیا۔ اگر بادشاہ نے عیسائیت قبول کر لی قطعی فیصلہ کرنے کے لئے اس نے بت پرستی کے بجائے نیا دین اختیار کرنے کا حکم دیدیا۔ اس نے دو وفد بھیجے۔ پہلا وفد اسلامی ممالک کی جانب اور دوسرا عیسائی ممالک کی جانب۔ ان دونوں وفدوں سے کہا گیا کہ وہ ان ملکوں میں آسائش زندگی، انتظام وانصرام اور ترقی کے بارے میں اپنی رپورٹ ارسال کریں۔ پہلا وفد مملکت کیف کے قریب ترین ملک بلغاریہ گیا جہاں اس نے عوام کو تنگ دستی اور مساجد کو سادگی کی حالت میں پایا۔ ان میں کسی طرح کی آرائش یا شان کا مظاہرہ نہیں تھا۔ وہاں کے عوام اپنی نمازیں کسی دف کی آواز، کسی موسیقی، کسی گانے یا شور کے بغیر ادا کرتے تھے جہاں تک دوسرے وفد کی بات ہے وہ کیتھولک عیسائی ملک جرمنی پہنچا۔ جہاں اس نے عوام کو پر عیش زندگی گذارتے ہوئے پایا۔ ان کے گرجا گھر شان وشوکت والے، سونے کی سجاوٹ اور نقش ونگار والے پائے۔ وہ لوگ ان میں اپنی عبادت موسیقی اور نغموں کے ساتھ کرتے۔ دوسرے وفد نے اپنا معلوماتی اور کھوجی دورہ دین جدید کے سلسلے میں قسطنطنیہ (استنبول یا اسلام بول کے نام سے موجودہ ترکی کے شہر) میں ختم کیا جہاں شاہ نے اہل وفد کے ساتھ

ہت اچھا سلوک کیا۔ انھوں نے آیا صوفیاء کے شاندار گرجا گھر میں کی جانے والی عبادت کا مشاہدہ کیا اور پادریوں کو دیکھا جو شوخ رنگوں کے لباس میں عبادت کر رہے تھے، ان کی عبادات میں موسیقی اور سازوں پر نغموں کی آوازیں بھی تھیں۔ یہ ایسے نظارے ہیں جو جلال، ہیبت اور رعب طاری کرتے ہیں۔ اس کے بعد اہل وفد نے اپنے بادشاہ کو ان تمام مناظر کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ آرتھوڈکس نصرانیت جس کے اظہار کے طریقوں کو انھوں نے آیا صوفیا میں دیکھا ہے وہی مذاہب میں اس کے مزاج اور تعلق سے سب سے قریب ہے اس میں آرائش، سجاوٹ اور گانوں نیز موسیقی کی زبردست گنجائش ہے اور وہ دین شراب کو حرام نہیں کرتا ہے جو سلاؤ عوام میں اکثریت کا کل وقتی مشغلہ ہے وہ ختنہ کرانے کو بھی لازم قرار نہیں دیتا ہے، جس کے تصور سے ان پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ اس طرح تمام اہل سلاؤ مسیحیت کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ انھوں نے اس مذہب کو تلوار کے ذریعہ دیگر اقوام میں پھیلایا اور قطعۂ ارض پر مسلمانوں کے ساتھ عیسائیت کی جنگوں میں نصرانیت کی مدد کی۔

یہ صورت حال وکیف میں تھی اور اب جزیرہ نما القرم کی جانب دیکھیں جو آج اوکرانیا کا ایک حصہ ہے تو یہاں ہم صورتحال کو قطعی مختلف پاتے ہیں۔ اس صورت حال کو پوری طرح واضح کرنے کے لئے بالکل شروع سے حالات کا جائزہ لیتے ہیں: منگولوں نے خلافت عباسیہ پر حملہ کیا ہے کہ وہ اپنی فتوحات کا سلسلہ وہاں تک پھیلا سکیں، لیکن باوجود فتح حاصل کرنے کے ان کے ایک بادشاہ نے دین اسلام قبول کر لیا۔ یہ بادشاہ برکت خاں تھا۔ اور اس نے ۱۲۶۷ء میں اسلام قبول کیا جس کی وجہ سے اسے نیک بادشاہ برکت خاں کہا جاتا ہے اور اس نے ایک طاقتور مملکت قائم کی جو دریائے وولگا کے دہانے سے جزیرہ نمائے القرم تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے بخش سرائے کو اپنی مملکت کی راجدھانی بنایا۔ جس کے معنی ہوتے ہیں پھولوں کا باغ۔ یہ شہر جزیرہ نما کے وسط میں قائم ہے اور شاہی محل یہاں آج بھی باقی ہے جسے اب ایک عجائب گاہ کی شکل دے دی گئی ہے۔

۱۳۱۳ء میں ذہبی منگول قبیلہ کی قیادت ازبک کے ہاتھوں میں آئی اور یہی وہ شخص ہے جس نے تمام مملکت اور بیرون مملکت مذہب اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کارنامہ انجام دیا۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا جذبہ رکھنے کے باوجود ان عیسائی مشنریوں کے ساتھ اس کا سلوک و برتاؤ نیکی اور نرمی کا ہوتا جو اس کی مملکت میں کام کر رہی تھیں۔ اس نے پادریوں کے چیف بطرس کو ایک خط لکھا جس میں اس نے دین مسیحی کے لئے اپنے تعریفی خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اسی طرح ۱۳۱۸ء میں ۱۲ ویں پاپائے اعظم یوحنا نے بھی اس کو ایک خط لکھا جس میں پاپا نے اپنے پیروکاروں کے ساتھ اچھے سلوک کے لئے اس کا شکریہ ادا کیا تھا اور اس کی تعریف کی تھی۔ مملکت روس عیسائیوں اور غیر عیسائیوں دونوں سے جزیہ وصول کرتی رہی خواہ اس کی حکومت کے تابع رہے ہوں یا اس کے اقتدار کے باہر رہتے ہوں۔

۱۶۵۴ء میں زار روس نے اوکرانیا پر قبضہ کر لیا جو جزیرہ نما قرم کا حصہ تھا اور حکومت عثمانیہ کے زیر اقتدار تھا۔ حکومت ترکی نے جون ۱۷۷۴ء میں جزیرہ نما قرم سے روس کے حق میں دستبردار ہو گئی اور حکومت روس نے نہ صرف مکمل اوکرانیا پر بلکہ پڑوسی ملک پولینڈ کے بھی بڑے حصوں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد روسی زار حکومت کے ہاتھوں اوکرانیا کے مسلمانوں کے لئے زیادتیوں کا دور شروع ہوا، جس نے ۱۷۸۳ء میں تقریباً ۳۵۰ ہزار مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اس نے مساجد اور مکانات کو منہدم کرایا اور نذر آتش کیا، قبور اور سرہانے کے درختوں کو تباہ کر دیا، مال و متاع چوری کر لیا اور جو باقی رہ گئے ان کے دین پر طاقت اور قہر کے زور سے قبضہ کرنے میں مدد کی۔ ۱۹ ویں صدی کے اواخر میں لاکھوں اور ہزاروں کی تعداد میں مسلمان اپنا دین و ایمان بچا کر اوکرانیا سے ترکی کو ہجرت کر گئے اس کے بعد جو باقی رہ گئے تھے۔ انھوں نے روس کی شاہی مملکت کے دور افتادہ مقامات پر ہجرت کی جیسا کہ روسی حکومت نے سوویت روس کے وولگا، چیچنیا اور داغستان کے ہزاروں مسلمانوں کو اوکرانیا نیز دیگر منطقوں کی جانب ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ اس پورے عمل کا مقصد تھا کہ مسلمانوں کو ان کی قیام گاہوں سے نکال کر انھیں آرتھوڈکس عیسائی اکثریت کی آبادیوں میں تتر بتر کر دیا جائے، انہیں غیر متحد کر دیا جائے۔ اس جزیرہ نما کے مسلمانوں پر کیا مصائب آئے ان کی تفصیل دینا یہاں ممکن نہیں ہے۔

بولشیوک انقلاب روس میں ۱۹۱۷ء میں ماسکو سے شروع ہوا۔ اور اس انقلاب کی چنگاریاں شاہی روس کے تمام حصوں میں پھیل گئیں۔ یہاں تک کہ اس کے اثرات

دیگر ملکوں پر بھی بڑے بوشیوک انقلاب
نے نئی مسلم آبادیوں کو بھی نئے ملک کا حصہ بنا
دیا جو شاہی روس کے مسمار نظام پر تعمیر کیا
گیا تھا۔ اسے سوویت اتحاد کا نام دیا گیا۔
یہ روسی بوشیوک انقلاب ملحد مارکسی عقیدہ
کی بنیاد پر برپا کیا گیا تھا۔ ہر دین اور موجود
وراثت کے برتر قومی عقیدہ کی بنیاد پر یہ
قائم ہوا تھا۔ لہٰذا تمام مذاہب کے خلاف
اس کی جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں اسلام
اور اس کے پیرو کاروں کا بھی بہت زیادہ
حصہ رہا ہے۔ سوویت روس میں باقی رہنے
والی مساجد اور دینی مکتبوں میں ایک نیا
نظام شروع کیا گیا جس کے مقاصد و اغراض
اس کے اصل مقاصد سے بہت مختلف
تھے۔ مسلم اوقاف کو ضبط کر لیا گیا۔ ائمہ کو
جلا وطن کیا گیا۔ اور قتل کرنے والوں کو قتل
کر دیا گیا۔ باقی لوگوں کو جیل خانوں میں ڈال دیا
گیا تاکہ عذاب اور ذلت کا سامنا کریں۔
ان علاقوں کے عوام کی قومی زبانوں کے
بجائے ان پر روسی زبان کا استعمال لازم
کر دیا گیا جنھیں کمیونسٹ استعمار نے اپنے
قبضے میں کر لیا تھا۔ اور قومی ناموں کو بدل کر
روسی نام کر دیئے گئے۔ آق مسجد نامی شہر کا نام
سمفروپل ہو گیا، آق یار کا نام سیفاستوپل ہو گیا
اور اسی طرح اسٹالن کے دور حکومت میں
کمیونسٹ نظام نے تاریخ کے بڑے اور وحشیانہ
قتل عام انجام دیئے۔ ان وحشی مہموں کا نشانہ
نہ صرف انسانی برادری بنی بلکہ اس کی تاریخ
اس کا دین ثقافت ورثاء اور زمین کو بھی
تاراج کیا گیا۔ شخصی ناموں کو بھی بدل دیا گیا
مثال کے طور پر تاتاری قوم کے رہنما ـــــ
مصطفیٰ جمیل کو جمیلوف کر دیا گیا۔ اسی طرح
کثیر تعداد میں افراد کے نام تبدیل کئے گئے۔
سوویت کمیونسٹ طاقتوں کا ظلم اور قہر
اس وقت تک مسلسل جاری رہا جب تک کہ
۱۹۸۵ء میں روسی رہنما گورباچوف نے
اپنے اصلاحی پروگرام پریسترویکا یعنی تعمیر جدید
کا اعلان نہیں کیا۔ تبھی مسلمانوں نے راحت
کی سانس لینا شروع کیا جب سوویت حکمرانوں
نے ان کے ذریعہ اپنی عبادات کو اپنے طریقہ
پر ادا کرنے کی جانب سے صرف نظر کر لیا لیکن
اوکرانیا کے مسلمانوں نے اپنی مساجد کی تعمیر نو
اسی وقت شروع کی جب ۲۴ اگست ۱۹۹۱ء
کو اوکرانیا کو سوویت حکومت سے آزادی
حاصل ہو گئی۔

اوکرانیا کی جمہوری حکومتوں نے اپنے شہریوں
کے لئے عقیدہ کی آزادی کو اپنے نظام کی بنیاد بنایا
اور ان کی اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر میں ان سے
بھرپور تعاون کیا۔ ساتھ ہی جمہوری حکومت نے
سابق کمیونسٹ حکومت کے ذریعہ بند کی گئی
عبادت گاہوں کو دوبارہ قابل استعمال بنانے
میں بھی مدد کی۔ مسلمانوں نے اپنی صفوں کی تنظیم
اور دینی انجمنوں کے قیام کا عمل شروع کیا جنھیں
آزادی کے بعد اوکرانیا کی یکے بعد دیگرے قومی
حکومتوں نے رائج کیا۔ یہ سب کچھ دستور کی
شقوں پر عمل درآمد کے سلسلے میں ہو رہا ہے
آزاد اوکرانیا میں پہلی اسلامی تنظیم کی تشکیل میں
قرم کی راجدھانی سمفروپل شہر میں مسلمانوں کے
لئے ایک دینی انجمن کا قیام عمل میں آیا جس کے
موجودہ ڈائریکٹر مفتی سید جلیل ابراہیم ہیں
اس انجمن نے اپنے مقاصد میں سرفہرست ان
کوششوں میں تعاون کرنے کو بنایا ہے جو
مسلمانان قرم اور تاتار اپنے ملکوں کی جانب
واپسی اور اپنی جائیداد نیز مساجد کی بازیابی
کے لئے کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی وہ اپنی قومی شناخت
کو بھی دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جو ان سے
چھین لی گئی تھی۔

عرب دنیا کے مسلمانوں نے اوکرانیا میں
مسلمانوں کے لئے اسلامی ثقافت کی حیات نو
میں زبردست تعاون کیا ہے اس تعاون کا
سرکاری طور پر اظہار پہلی دفعہ اس وقت ہوا
جب ۱۹۹۳ء میں اوکرانیا کے مسلمانوں کیلئے
ایک دینی ادارہ قائم کیا گیا۔ اس کا قیام
الیکٹرانک کے ماہر ایک لبنانی انجینئر احمد تمیم
کے ہاتھوں انجام پایا۔ لیکن صد افسوس کہ اوکرانیا
میں قیام پذیر عرب مسلمانوں اور ان کے درمیان
شدید اختلافات پیدا ہو گئے جو عدالت
تک پہنچ گئے۔ ان کے طریقہ عمل کے بعض
مخالفین نے ان پر جماعت احباش کی فکر
کو فروغ دینے کا الزام عائد کیا۔ انھوں نے
اپنی مخصوص تنظیمیں بھی قائم کرلیں جو انجینئر
احمد تمیم کے اسلامی ادارہ کے اثر سے دور
ہیں ان میں سے زیادہ تر تنظیمیں اوکرانیا
کے اتحاد تنظیمات اجتماعیہ کی رکن ہیں۔
جس کا قیام ، رفروری ۱۹۹۷ء کو عمل میں آیا
اس اتحاد میں مختلف قسم کی ۱۲ تنظیمیں شامل
ہیں اور ان کی شاخیں اوکرانیا کے کئی شہروں
میں موجود ہیں یہ زیادہ تر عرب مسلمان طلباء
اور تاجروں نیز دیگر اسلامی اقلیتوں جیسے
چیچن، آذربیین اور تاتار لوگوں پر مشتمل ہیں۔
ان تنظیموں کی سرگرمیوں میں بنیادی طور پر
وہ مسلمان عرب طلباء حصہ لیتے ہیں جو تعلیم
کیلئے اوکرانیا آتے ہیں۔ یہ تمام سرگرمیاں
اسلامی واجبات کی دعوت پر رضاکارانہ
طور پر انجام پا رہی ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد
ترکی تنظیمیں اور ادارے دعوت اسلامیہ کے

میدان میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ انھوں نے بڑی تعداد میں مساجد اور دینی مدارس قائم کئے ہیں۔ اور ان کے اماموں نیز اساتذہ کی کفالت کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ ان سرگرمیوں اور کاموں کے علاوہ ہے جو تبلیغی جماعت انجام دے رہی ہے۔ مسلمان نوجوانوں کی عالمی سوسائٹی اور دیگر ادارے بھی اسی طرح کے کام میں منہمک ہیں۔

اوکرانیا میں اسلامی سرگرمیوں کو انجام دینے والے ملکوں میں کویت کو سب سے زیادہ تعاون کرنے والا ملک سمجھا جاتا ہے مشرقی اوکرانیا کے دانیتسک میں اسلامی یونیورسٹی اور ابن فضلان یونیورسٹی کے افتتاح کی تقریب کے موقع پر الکویت، میگزین نے متعدد سرکاری افسران سے ملاقات کی۔ اس یونیورسٹی کی تعمیر میں کویت کی اصلاح اجتماعی کی سوسائٹی کے تحت کام کرنے والی لجنۃ العالم الاسلامی نے مالی اعانت کی ہے، کویت کی وزارت اوقاف کے نمائندہ سید بدر المطیری نے میگزین الکویت سے بات چیت کرتے ہوئے کہا: بلاشبہ کویت دنیا کے ہر گوشہ میں مسلمانوں کے معاملات پر امیر حکومت اور عوام ہر سطح پر خاص توجہ دیتا ہے۔ وزارت اوقاف کے ہم لوگ اپنے شعبہ خارجی روابط کے ذریعہ مسلمانوں کے امور پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اوکرانیا کے بارے میں ہماری معلومات بہت قلیل تھی۔ یہ ہمارا یہاں کا پہلا دورہ ہے یہ ہمارے لئے بڑا اچھا موقع ہے کہ ہم اوکرانیا کے ذمہ داروں اور اس اسلامی کالونی کے عوام سے ملاقات کریں۔ اس سوال کے جواب میں کہ اوکرانیا میں وزارت اوقاف کے وفد کی موجودگی بعض فلاحی پروجیکٹوں کو عملی جامہ دلانا ہے یا کویتی فلاحی سوسائٹیوں کے کاموں کی نگہداشت کرنا ہے۔ انھوں نے کہا: اس کے دونوں ہی مقاصد ہیں، ہم وزارت میں ملک سے باہر اسلامی انجمنوں کو مالی تعاون دینے میں مدد کرتے ہیں بالخصوص تعلیم و ثقافت کے میدان میں کام کرنے والے اداروں کو اس کے علاوہ کویتی فلاحی انجمنوں کی مدد کے لئے بھی تعاون کرتی ہے۔ جنھوں نے اپنی کوششیں چند برسوں سے شروع کی ہیں مجھے یقین ہے کہ اوکرانیا کے ساتھ مختلف میدانوں میں تعلقات قائم کرنے کے لئے ماحول پوری طرح ساز گار ہے ہمارا سفارت خانہ وہاں موجود ہے اور سیاسی تعلقات کے ساتھ ہی ترقیاتی پراجیکٹوں میں بھی عوامی اور سرکاری سطح پر تعاون کا عمل موجود ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس تعاون میں اضافہ ہوگا۔

اوکرانیا میں متعین کویت کے سفیر السید خالد الدویلہ کہتے ہیں ہاوکرانیا میں اسلام سے متعلق کام سخت جانفشانی اور محنت کا طلب گار ہے کیونکہ یہاں اسلام کمزور ہے۔ ان کوششوں کی کامیابی کا انحصار اسلام کو ایک مذہب کی حیثیت سے پیش کرنے کے طریقہ پر ہے۔ پس اگر اس کو آسان اور تواضع کے طریقہ پر پیش کیا گیا تو یقیناً لوگ اسے قبول کریں گے تاہم اس کے برعکس بھی ممکن ہے کہ اگر سختی اور شدت کے ساتھ پیش کیا گیا تو لوگ اس سے متنفر ہو جائیں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں یہاں تھوڑے عرصہ سے متعین ہوں لہذا میں عالمی اخوت کے لئے دعوت کے میدان میں کی جانے والی کوششوں پر کوئی قطعی فیصلہ نہیں دے سکتا ہوں لیکن دیگر ممالک میں کی جانے والی کوششوں کے ساتھ مقارنہ کرنے پر میں پاتا ہوں کہ یہاں کی کوششوں کے اچھے نتائج ظاہر ہوئے ہیں میری خواہش ہے کہ میں راجدھانی کیئف میں ایک مرکز اسلامی کا جلد ہی افتتاح کروں۔

جمعیت اصلاح کے تحت کام کرنے والی عالمی اسلامی سوسائٹی کے صدر استاذ عبدالعزیز جبران کا کہنا ہے: ہم نے اوکرانیا میں دعوتی کام کی ابتداء ۱۹۹۸ء کے شروع میں کی تھی اور اس سے قبل ہم دعوت کا کام کرنے والی اخوۃ العاملین کو کچھ مالی مدد دیا کرتے تھے سوسائٹی نے کیئف میں ایک دفتر خرید لیا تھا جہاں اسلامی سرگرمیوں کی نگہبان اتحاد جمعیات اجتماعیہ قائم ہے۔ سوسائٹی اس دفتر کے ماہانہ اخراجات کی بھی کفالت کرتی ہے۔ اس سوسائٹی نے دانیتسک میں یونیورسٹی قائم کرنے میں بھی مدد کی۔ اب وہ سو کمروں اور پانچ فلیٹ والی عمارت خریدنے پر غور کر رہی ہے جس کی تخمینی قیمت ۳۵۰ ہزار امریکی ڈالر ہے، یہ عمارت طلباء کی رہائش کیلئے دی جائے گی۔

لجنۃ عالم الاسلامی اور دیگر کویتی فلاحی انجمنوں اور جماعتوں کی کوششیں ہمیں مسلسل ان ابتدائی اسلامی فتوحات کی یاد دلاتی رہتی ہیں جن کے نتیجہ میں ایک چوتھائی دنیا میں اسلام پھیلا پس ہر جگہ مسلمانوں کے معاملات کے سلسلے میں کویت کی جانب سے امیر حکومت اور عوام کی سطح پر ظاہر کی جانے والی دلچسپی یہ ثبوت فراہم کرتی ہے کہ اس مقصد سے وابستہ تمام افراد اپنی ذمہ داری کو پورے خلوص اور فرض شناسی کے ساتھ پورا کرتے ہیں اور دنیا کے تمام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے پروگرام بناتے رہتے ہیں۔

س :۔ ایک لڑکا غیر مسلم ہے وہ مسلمان لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے کیا اگر وہ غیر مسلم اسلام قبول کرلے تو مسلمان لڑکی سے عقد ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ج :۔ نکاح دونوں کے مابین جائز ہو سکتا ہے، لیکن اس کا اطمینان کرلیا جائے کہ یہ قبول اسلام صرف نکاح ہی کی خاطر تو نہیں کیونکہ اندیشہ ہے کہ نکاح کے بعد کہیں لڑکی کا ذہن بھی تباہ نہ ہو جائے۔

س :۔ نابالغ لڑکا اگر عاقل ہے وہ بغیر باپ کی اجازت کے ایجاب یا قبول کرلے تو نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

ج :۔ بغیر ولی کی اجازت کے نابالغ لڑکے کا ایجاب و قبول معتبر نہیں ہے ولی شرعی کی اجازت ضروری ہے۔

س :۔ کیا نابینا پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے؟

ج :۔ نابینا پر جماعت سے نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے جماعت اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔

س :۔ مسافر جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

ج :۔ مسافر جمعہ کی نماز پڑھ بھی سکتا ہے، اور پڑھا بھی سکتا ہے۔

س :۔ کسی نے مرنے سے پہلے وصیت کی کہ مجھے فلاں شخص نہلائے اور فلاں نماز جنازہ پڑھائے تو کیا اس وصیت پر ورثاء کو عمل کرنا ضروری ہے؟

ج :۔ اس طرح کی وصیتوں پر کہ فلاں شخص نہلائے اور فلاں نماز جنازہ پڑھائے شرعاً لازم نہیں، البتہ وصیت کرنے والے کا خیال رکھا جائے۔

س :۔ بسا اوقات زکوٰۃ کی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجنا پڑتا ہے، منی آرڈر کرنے میں کچھ رقم خرچ ہوتی ہے کیا یہ رقم زکوٰۃ کی رقم سے دے سکتے ہیں؟

ج :۔ نہیں! منی آرڈر کی فیس میں زکوٰۃ کی رقم استعمال نہیں کی جا سکتی ہے۔

س :۔ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ج :۔ ہاتھ اٹھانا آداب دعا میں سے ہے اور دعا کرنا جائز ہے۔ لہٰذا ہاتھ اٹھانا بھی درست ہے۔

س :۔ شوہر اور بیوی پہلے ہندو تھے کچھ عرصہ پہلے دونوں نے اسلام قبول کرلیا تو کیا اب دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا!

ج :۔ شوہر اور بیوی پہلے ہندو تھے اور ہندو طریقہ کے مطابق نکاح کیا تھا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دونوں مسلمان ہو گئے۔ تو دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

س :۔ جیون بیمہ کرانا جائز ہے یا نہیں؟

ج :۔ جیون بیمہ کرانا شرعاً حرام ہے اس میں سود اور قمار (جوا) دونوں پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أحل الله البيع وحرم الربا اور يا ايها الذين امنوا انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه

نعت صلی اللہ علیہ وسلم

● تسنیم فاروقی

کچھ نہیں کچھ بھی نہیں ہے ماورائے مصطفیٰ
جو بھی ہے جو کچھ بھی ہے سب کچھ برائے مصطفیٰ

رب کو کچھ ایسی پسند آئی ادائے مصطفیٰ
لگ گئی فاروق اعظمؓ کو دعائے مصطفیٰ

خاکساری کی تمنا ہے شہنشاہوں کو بھی
تاج کو قدموں میں رکھتے ہیں گدائے مصطفیٰ

دل ہمارے کلمۂ توحید سے آباد ہیں
گونجتی رہتی ہے سینوں میں صدائے مصطفیٰ

سازشوں کے جال تو دشمن بچھاتے ہی رہے
رو دیئے کانٹے بھی لیکن مسکرائے مصطفیٰ

لوگ زندہ دفن کر دیتے تھے اپنی بیٹیاں
زندگی کا اک نیا دستور لائے مصطفیٰ

تھے ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ چار یار
ہم نشیں ہمدرد و ہمدم ہمنوائے مصطفیٰ

شان میں سرکار کی پہلا قصیدہ ہے گواہ
خود ابوطالب نے لکھی ہے ثنائے مصطفیٰ

آسماں پر جب بھٹک جانا تو ان کو ڈھونڈنا
چاند تاروں میں چھپے ہیں نقش پائے مصطفیٰ

نیر تاباں کی کرنوں سے بچا کوئی نہیں
سب کا دل رکھا بھی کے کام آئے مصطفیٰ

تیری قسمت میں کہاں تسنیم دیدار نبی!
کچھ ہیں جن کے خواب میں تشریف لائے مصطفیٰ

ندوہ کے شب و روز

محمد فرمان نیپالی

جمعیۃ الاصلاح کی افادیت کا اعتراف ہر شخص کو رہا ہے جس نے اس میں حصہ لے کر اپنی صلاحیت کو جلا بخشی ہے اور اپنی صلاحیت وقابلیت کا لوہا منوایا ہے اور میدان فکر وعمل میں اپنا امتیاز ثابت کیا ہے۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر طلباء کے اندر دعوتی جذبہ خطیبانہ صلاحیت، دانشمندانہ وجرأت رندانہ کے ساتھ مضمون نویسی کی روح پھونکنے کے لئے جمعیۃ الاصلاح اپنے ہفتہ واری پروگرام بزم خطابت اور بزم سلیمانی کے جلسے منعقد کرتی ہے اور طلباء کی ہمت افزائی کی خاطر ششماہی وسالانہ انعامی مقابلے کا بھی اہتمام کرتی ہے تعطیل گرما کے بعد جب طلباء اپنے گھروں سے واپس ہوئے تو یہ جلسے منعقد ہوئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

بزم خطابت کا ششماہی انعامی مقابلہ، مولانا علاء الدین صاحب ندوی کی صدارت میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے جمالیہ ہال میں بعنوان "جنگ آزادی میں علماء کا کردار (برائے علیا)" فتنۂ قادیانیت اور علماء کی ذمہ داریاں (برائے سفلی) ہوا علیا میں اول مجیب الرحمن، دوم محمد اسعد، سوم نعمان بھٹکلی، جبکہ سفلی میں محمد اسلم اول، سجاد کریم دوم جمیل اختر سوم آئے۔ بزم سلیمانی جو سرخیل ندوہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کے نام سے موسوم ہے کا بھی انعامی مقابلہ مولانا محمد غفران صاحب ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا جس کا عنوان علیا کیلئے "قرآن کریم ہماری زندگی کے لئے مشعل راہ اور سماجی واقتصادی مسائل کا حل" اور سفلی کیلئے "حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اپنی خدمات کے آئینہ میں" تھا علیا میں اول راقم سطور محمد فرمان نیپالی، دوم انیس الرحمن اور شہاب الدین سوم آئے، سفلی میں محمد اسلم اول، شاہد اقبال دوم، اور محمد کلیم الدین سوم آئے۔

تقریب آزادی ہند

۱۵ اگست ہندوستان کی تاریخ کا اہم باب ہے۔ ہندوستان کی جنگ آزادی ہمارے علماء کرام کی قربانیوں سے روشن ہے، علماء کرام نے جنگ آزادی میں وطن کی حفاظت کی خاطر جان کی بازی لگادی اور ایک لمحہ کے لئے بھی انگریزی سامراج کو انگیز نہیں کیا، ان خیالات کا اظہار دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی نے دارالعلوم میں جنگ آزادی کی تقریب پرچم کشائی کے موقع پر کیا۔ مولانا نے کہا کہ آج ہمارے علماء کے کارناموں کو فراموش کیا جا رہا ہے، تاریخ کو بدلا جا رہا ہے یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جس چمن کی علماء کرام نے اپنے مقدس لہو سے آبیاری کی اور اپنے خون جگر سے سینچا ان پر اور ان کے اخلاف پر الزام تراشی کی جا رہی ہے "ایں چہ بوالعجبی است" مولانا نے گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آج ضرورت ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی تاریخ کو ہر زبان میں شائع کرا کے ہندوستانی عوام بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو اس سے ناواقف ہے کو علماء کرام کی قربانیوں سے روشناس کرایا جائے اور ان کو بتایا جائے کہ مسلمانوں نے جنگ آزادی ہند میں اپنا حق ادا کر دیا۔ اس موقع پر اساتذہ دارالعلوم کے علاوہ معروف شاعر رئیس الشاکری ندوی نے بھی شرکت کی اور اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔

طلباء دارالعلوم نے ۱۵ اگست کی تعطیل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک تقابلی محفل مشاعرہ ۱۴ اگست کی شب میں منعقد کیا جن میں اکثر شرکاء نے اپنا کلام اور اساتذہ شعراء علامہ اقبالؒ، مرزا غالب، میر تقی میر، حفیظ میرٹھی، وغیرہ کے کلام کو پیش کیا، صدارت مولانا رئیس الشاکری نے کی۔ نظامت کے فرائض برادرم شعیب احسن اعظمی نائب ناظم جمعیۃ الاصلاح نے انجام دیئے، صدر جلسہ نے کہا کہ یہ جلسے اردو ادب کے فروغ کے لئے منعقد کئے جاتے ہیں، لطف اندوزی قطعاً ان کا مقصد نہیں، ندوہ نے ایسے ادباء کو پیدا کیا جو دنیائے اردو میں ایک شان رکھتے ہیں۔ علامہ شبلی سے لیکر مفکر اسلام تک اور مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی اور مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی بھی اس دریا کے شناور ہیں جنھوں نے اس میں اپنا مقام پیدا کیا۔ اس تقابلی بزم میں اول راحت عزیز دوم محمد ارشد اور سوم شفیع محمد نثار آئے۔ اور تخلیقی کلام پیش کرنے والوں میں سید منظر اندری اول، فضیل اشرف دوم اور شعیب احسن سوم آئے۔

مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی مدظلہ العالی کا محاضرہ

حال ہی میں مولانا محترم کا ایک محاضرہ "العولمة" کے عنوان سے دارالعلوم کے جمالیہ ہال میں ہوا جس میں مولانا نے "العولمة" کا مطلب یک قطبی نظام اور عالمگیریت بتایا اور یہ فرمایا کہ آج امریکہ اس کا پرزور نعرہ لگا رہا ہے اس کی یہ تمنا ہے کہ پوری قوم ایک جھنڈے تلے آجائے۔ دین اسلام جو ایک زندہ جاوید مذہب ہے اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جائے مولانا نے فرمایا کہ اس کے پیچھے یہودیوں کا ناپاک ہاتھ ہے جن کی سرشت میں فتنہ انگیزی اور شر انگیزی بھری پڑی ہے۔

مولانا نے کہا کہ آج عالمی ذرائع ابلاغ پر انہی جابر قوموں کا قبضہ ہے وہ جو چاہتی ہیں بآسانی انجام دیتی ہیں۔ ایک مرتبہ ذرائع ابلاغ نے مسلمانوں کی عیدوں سے متعلق یہ خبر نشر کی کہ جب مسلمانوں کی عید آتی ہے تو کثرت سے نئے نئے جوتے اور چپلیں جمع ہوجاتی ہیں، مولانا نے اس خبر کے تناظر میں فرمایا کہ کس قدر عناد اور دشمنی کی بات ہے کہ مسلمانوں کی الفت ومحبت، داد و دہش، آپسی بھائی چارگی، غریبوں پر احسان فقیروں کی جھولی بھرنے جیسی نمایاں خصوصیات سے چشم پوشی کرکے میڈیا نے صرف یہی خبر نشر کی۔ مولانا موصوف نے موضوع کے ماله وما علیہ سے متعلق ایک محقق و مدلل گفتگو کی۔

یہ جلسہ جمعیۃ الاصلاح کی بزم ثقافت کے تحت منعقد کیا گیا تھا، برادرم مجیب الرحمٰن سنبھلی نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔

پروفیسر محمد اجتباء ندوی مدظلہ العالی کا محاضرہ

اسی طرح پروفیسر سید محمد اجتباء ندوی کا بعنوان "عالم اسلام کے مسائل اور ہماری ذمہ داریاں" ایک محاضرہ ہوا جس میں پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ "عالم اسلام اس وقت، مختلف قسم کے مسائل سے گھرا ہوا ہے، یہ کوئی بات نہیں بلکہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتنۂ ارتداد کا مسئلہ اٹھا حضرت امام احمد بن حنبل کے دور میں فتنہ خلق قرآن اٹھا اور حضرت امام احمد اس کے سامنے سد سکندری بن گئے۔ اور کوڑے پر کوڑے کھاتے جارہے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی زبان سے یہی جملہ بار بار نکل رہا تھا کہ۔ أعطوني شيئاً من كتاب الله أو سنة رسوله حتى أقول به ! کہ میرے سامنے اللہ کی کتاب یا اس کے رسول کی سنت سے کچھ پیش کرو تو میں اس کو مان لوں، اسی طرح پروفیسر صاحب نے بھی مختلف ادوار میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھائے جانے والے فتنوں کا بھرپور جائزہ لیا۔ اور علماء کرام کی صلابت، ثابت قدمی کا بھی درد انگیز لہجہ میں اظہار کیا۔ اور دور حاضر کا فتنہ مغربی تہذیب کو اس کے عیوب ونقائص کے ساتھ قبول کرنا ہے لہٰذا اس کے بالمقابل معتدل موقف اختیار کرنے کی پرزور دعوت دی اس موقع سے طلباء کی کثرت سے پورا ہال کھچا کھچ بھرا تھا اور باہر بھی طلباء کی ایک جماعت کھڑی تھی۔

مولانا عبدالکریم پاریکھ کے اعزاز میں جلسہ

مشہور عالم دین مفسر قرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ کو صدر جمہوریہ کی جانب سے پدم بھوشن ایوارڈ ملنے کے اعزاز میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے وسیع ہال میں زیر صدارت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی نے فرمایا کہ مولانا عبدالکریم پاریکھ کی شخصیت ہر خاص وعام میں مقبول ہے مولانا پاریکھ صاحب کا اس ایوارڈ کا صرف قبول کرلینا ہی ایوارڈ دہندگان کے لئے باعث افتخار ہے، مولانا موصوف نے فرمایا: مولانا پاریکھ صاحب کے نزدیک ایوارڈوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ یہ ایوارڈ حکومت ہند نے مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کیا تھا لیکن انھوں نے قبول نہیں کیا اور مولانا پاریکھ صاحب نے اسے قبول کرلیا۔ مولانا نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حکومت ہند آج اتنی جری ہوگئی ہے کہ مسلمانوں پر بے محابہ تشدد اور دہشت گردی کا الزام لگاتی ہے اور مسلمانوں کو ہر طرف سے ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے جبکہ یہ صورتحال سابقہ زمانوں میں نہیں تھی۔ تو ایسی صورت حال میں حکومت ہند تک مسلمانوں کی آواز پہونچانے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا فرد آئے جو اس کام کو انجام دے مولانا پاریکھ صاحب ماشاء اللہ اس کے لئے موزوں ہیں۔ اس موقع پر مولانا پاریکھ صاحب نے بھی تقریر کی اور ان کی زبان تشکر و امتنان کے جذبہ سے لبریز تھی اخیر میں صدر محترم کی دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی مدظلہ العالی کا محاضرہ

مورخہ ۱۰ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ بروز جمعرات مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی کا ایک محاضرہ بعنوان "تطبیق أسس البلاغة بالقرآن" ہوا جس میں مولانا موصوف نے فرمایا کہ قرآن نے اہل عرب کو تدریجاً چیلنج کیا تھا، اولاً ایک سورت لانے کی فرمائش کی گئی لیکن

جب اس سے عاجز رہے تو دس آیتیں اور پھر تین آیتیں، لیکن چونکہ قرآن خدائی کلام ہے، بندوں کا ساختہ پرداختہ نہیں ہے اسی وجہ وہ اس چیلنج کو قبول نہیں کرسکے۔ مولانا نے فرمایا کہ علم بلاغت کی ابتدا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور عصر جدید کے ادباء ومفکرین میں مصطفیٰ صادق رافعی بلاغت کے بڑے مصنف ملنے جاتے ہیں اور قرآن معجز نظری نہیں بلکہ دیگر معجزات کی طرح یہ بھی بدیہی ہے اور بلاغت قرآن کا خادم ہے چونکہ یہ جلسہ وکیل کلیۃ الشریعۃ مولانا سلمان الحسینی الندوی کے ایماء پر کلیۃ الشریعۃ کی جانب سے ہوا تھا۔ اسی وجہ سے مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی مدظلہ العالی صدر تھے۔ اور انھوں نے بھی مفید باتیں بیان کیں، طلباء نے اپنے ذوق علمی کا ثبوت دیا اور پوری متانت و سنجیدگی سے محاضرہ سنتے رہے۔

ڈاکٹر محمود سلیمان صاحب کا محاضرہ

فلسطین سے آئے ہوئے مہمان ڈاکٹر محمود سلیمان صاحب (جو جامعہ علی گڑھ میں زیر تعلیم ہیں) کا ایک محاضرہ بعنوان "الفلسطین فی الماضی والحاضر" ہوا جس میں ڈاکٹر صاحب نے طلباء کو فلسطین کی تاریخ سے واقف کرایا اور بتایا کہ ماضی میں فلسطین کی کیا حیثیت تھی، اور اب کن مسائل سے دو چار ہے۔ آپ نے تاریخ کے حوالہ سے مسجد اقصیٰ کی تعمیر اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعمیر جدید سے لیکر حال میں یہودیوں کے ناپاک قبضے تک کی پوری روئیداد سنائی اور فلسطینی مسلمان جس طرح ظلم کی چکی میں پیسے جارہے ہیں، اس کو بھی بیان کیا۔

اخیر میں فلسطین میں موجودہ صورتحال سے متعلق ایک نمائش کا اہتمام کیا گیا جس میں وہاں کی تصویروں کو آویزاں کیا گیا تھا جس سے اسرائیلی ظلم وستم کی پوری عکاسی ہورہی تھی حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے موضوع کا حق ادا کردیا، واضح رہے کہ یہ موضوع تین نشستوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ نظامت الامین العام النادی العربی محمد سلمان نسیم ندوی نے کی۔

مولانا سید سلمان حسینی ندوی کا محاضرہ

مورخہ ۱۵ر جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ کو مولانا سید سلمان حسینی ندوی کا ایک محاضرہ بعنوان "المسلمون فی القرن الحادی والعشرین أمام تحدیات" ہوا، جس میں مولانا نے قرن اول و عصر حاضر کے مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ قرن اول کے مسلمان مکمل طور پر ایمانی صفات سے مزین تھے جس کی وجہ سے اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کرنا بہت آسان تھا۔ اور انھوں نے مقابلہ بھی کیا۔ آج بھی اگر مسلمانوں میں وہی صفات پیدا ہوجائیں تو وہ بلاخوف وخطر ہر قسم کے فتنوں کا مقابلہ کرسکتے ہیں! مولانا نے کہا کہ اکیسویں صدی کا سب سے بڑا چیلنج یہودیت کا وہ عظیم فتنہ ہے جس کے پیش نظر مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کی جارہی ہے اور اس کی عظمت و حرمت کو پامال کیا جارہا ہے، مولانا نے گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ دور حاضر کے اور بھی بہت سے فتنے ہیں جن کے مقابلہ کے لئے ہمیں ہر طرح سے تیار ہونے کی ضرورت ہے۔

مولانا احمد لاٹ صاحب ندوی کا خطاب

مرکز جماعت تبلیغ دہلی کے اہم ذمہ دار و داعی اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فیض یافتہ مولانا احمد لاٹ صاحب ندوی کا ۱۰ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو "دعوت وتبلیغ اور اصلاح اعمال" کے موضوع پر دارالعلوم کی شاندار مسجد میں خطاب ہوا جس میں طلباء واساتذہ کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ مولانا نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کے اس پرآشوب دور میں قرآن وسنت کے پیغام کو عام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اس کے لئے ہمارے طلباء علوم نبوت کو ہر طرح سے تیار رہنا چاہیے۔ انھوں نے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی کا یہ قول نقل کیا کہ اگر ارادے صحیح ہوں اور نیتوں میں خلوص ہو تو بڑے بڑے ادارے وجود میں آتے چلے جاتے ہیں۔ اور فرمایا کہ دعوت وتبلیغ میں بڑی بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے اور آج حقیقی معنوں میں ہمارے طلباء میں اس کا فقدان ہے، چنانچہ مولانا نے طلباء کو ابھارا اور ان کو دعوتی کام کرنے کا شوق دلایا۔ اور ان سے دین کے کام کو چپہ چپہ میں پھیلانے کی اچھی امیدیں قائم کیں اس موقع پر آخری سال کے کچھ طلباء نے سال سال بھر کے لئے جماعت میں نکلنے کا عزم کیا اور تعطیل رمضان میں دعوت کے کام کو لیکر چلنے پھرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اخیر میں مولانا احمد لاٹ صاحب ندوی نے رقت آمیز دعا کرائی۔

حضرت ناظم ندوۃ العلماء کا مصر سے واپسی پر ایک تاثراتی خطاب

عالمی رابطہ عالم اسلامی کے مجلس امناء کے جلسہ میں شرکت کے لئے ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی مصر تشریف لے گئے تھے جامعہ مصر سے واپسی پر طلبہ کی درخواست پر "روداد سفر" کے عنوان سے

(باقی ص ۱۶ پر)

معید اشرف ندوی

● سلطنت سعودی عربیہ نے ۲۳ر ستمبر کو ہر سال کی طرح اپنا قومی دن منایا یہ تقریب سعید اپنے تاریخی واقعہ کو یاد دلاتی ہے جب مرحوم شاہ عبدالعزیز ۲۳ر ستمبر ۱۹۳۲ء کو سعودی عربیہ کے بکھرے ہوئے حصوں کو متحدہ کرنے میں کامیابی سے ہمکنار ہو ئے سلطنت کے بانی مرحوم شاہ عبدالعزیز جنھوں نے تمام مشکلات سے نبرد آزما ہو کر چیلنجوں کا سامنا کرتے ہوئے اس عظیم الشان سلطنت کو قائم کیا، اور اس نئی ریاست کا احیا قرآن وحدیث کے فرمانوں پر ہوا. اس کا نتیجہ ہے کہ اس خطۂ عرب میں اسلامی قوانین کا نفاذ ہے ایک ایسی سرزمین پر جو اسلام کے ابدی پیغام کا گھر ہے، حقیقت میں سعودی مملکت اپنی اسلامی شناخت اور ثقافتی اقدار سے پیوستہ رہ کر تمام شعبوں میں ترقی اور پیش قدمی کر رہی ہے، سعودی حکومت مادی ترقی کی خاطر دین اور اسلامی ثقافت کی قربانی دینے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف مملکت اپنی اسلامی بنیادوں پر مضبوطی سے کاربند رہتے ہوئے مادی ترقی سے بہرہ مند ہے یہی وہ سبق تھا جس کو مملکت کے بانی نے اپنے مخلص جانشینوں کو دیا جنھوں نے اس ورثہ کو عزیز جانا اور اب تک اس کی حفاظت اپنی جان سے بھی زیادہ کی ہے۔

سعودی حکومت مسلمانوں کے تمام مسائل کو بڑی اہمیت دیتی ہے اور جب بھی جہاں بھی ضرورت پڑی مسلمانوں کی مدد کیلئے ہمہ وقت تیار رہتی ہے، بین الاقوامی تعاون کے شعبہ میں سلطنت ترقی پذیر ملکوں کی تکالیف کے بارے میں مکمل طور سے باخبر ہے۔

قابل فخر ورثے کی بنیاد پر قائم اسلامی مملکت سعودی عربیہ جس کی آج ہر کوئی تعریف کر رہا ہے، جہاں جرائم کی شرح ساری دنیا میں سب سے کم اور امن سلامتی بلا امتیاز سب کے لئے موجود ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مزید استحکام اور حرمین کی پاسبانی کرنے کا شرف عنایت فرمائے۔

● ملیشیا کی پارلیمنٹ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم ڈاکٹر مہاتر محمد نے مسلم ممالک پر زور دیا کہ وہ ایک اسلامی کرنسی تشکیل دیں جس سے ان کا امریکی ڈالر پر انحصار کم ہو اور مسلمان ممالک کے درمیان تجارت میں اضافہ ہو۔ انھوں نے کہا کہ صرف ملیشیا کا ۸۰ فیصد تجارتی لین دین امریکی ڈالر میں ہوتا ہے، اور اگر ہم مشترکہ کرنسی بنا لیں تو ڈالر کے اثرات سے بچ سکیں گے۔

ممبران پارلیمنٹ نے بھی وزیر اعظم کے مشترکہ کرنسی کے نظریہ کو سراہتے ہوئے اس کو یورو سے تشبیہ دی ہے، ملیشیا میں قائم ایک سعودی مالیاتی گروپ کے ڈائریکٹر نے کہا کہ اس کرنسی کی تشکیل میں کئی رکاوٹیں حائل ہیں، تاہم اسلامی کانفرنس تنظیم ایسی کسی کرنسی کی تشکیل کے لئے اہم کردار ادا کر سکتی ہے، انھوں نے کہا کہ کرنسی نہ ہونے کی وجہ سے مسلم ممالک آپس میں بہت کم تجارت کرتے ہیں جبکہ بیشتر اسلامی ممالک کا سب سے بڑا تجارتی شریک امریکہ ہے۔

● سنکیانگ چین کے شمال مغرب میں بیجنگ سے چار ہزار کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے ۔ سنکیانگ انتہائے مشرق کی سمت ترکی النسل آبادی کا علاقہ ہے جو ترکی کے مغرب سے وسط ایشیا کے ساتھ ہوتا ہوا افغانستان سے جا ملتا ہے، اسے مقامی طور پر مشرقی ترکستان بھی کہتے ہیں، جو اسے تاریخی اعتبار سے چین سے ممتاز کرتا ہے ۔ اس کی آبادی غالب طور پر ترکی یا پھر انڈو یورپی نسلی پہچان رکھتی ہے، اس کی زبانوں میں ترکی اور منگولیا کی بولیاں بھی شامل ہیں ان میں اہم ترکی النسل قازق اور کرغیز ہیں۔ ان تمام گروہوں کا وسط ایشیائی ریاستوں تاجکستان ازبکستان، کرغیزستان، قازقستان، اور ترکمانستان سے گہرا رشتہ اور رابطہ ہے یہاں اسلام غالب ترین مذہب ہے اور اس کی یہ حیثیت دسویں صدی سے برقرار ہے چین کی سنہ ۱۹۹۰ء کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کی تعداد ایک کروڑ ۷۰ لاکھ ہے جبکہ ڈاکٹر بلال جارج کا خیال ہے کہ مسلمانوں کی حقیقی تعداد اس سے دوگنی ہے، اس میں شک نہیں کہ چین اپنی آبادی کے اعتبار سے ایک بڑا مسلم اقلیتی آبادی رکھنے والا ملک ہے۔

> وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
> ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا۔

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : ہدایۃ النحو
مصنف : علامہ سراج الدین اودھی
محقق : محی الدین غازی
صفحات : ۱۲۸، سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ قیمت ۲۴ روپئے
ملنے کا پتہ :۔ مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس ۹۳
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

ہدایۃ النحو فن نحو کی ایک بنیادی اور اہم ترین کتاب ہے جسے علامہ سراج الدین اودھی نے بہت پہلے تصنیف کی تھی، یہ کتاب تمام عربی مدارس کے نصاب تعلیم میں داخل ہے لاتعداد طلبہ واساتذہ اور علماء نے اس کے نحوی قواعد سے فائدہ اٹھایا اور اب بھی اس سے برابر استفادہ کر رہے ہیں۔

چونکہ یہ کتاب قدیم طرز پر لکھی گئی تھی اور طباعت میں بھی بہت سی خامیاں تھیں مزید یہ کہ اس پر فارسی کے حاشیہ کا بوجھ، جو طلباء کو مزید بوجھل کئے ہوئے تھا۔ اس لئے اس کتاب پر نظر ثانی، اس کی تحقیق اور خوبصورت طباعت ایک ناگزیر اور مفید عمل تھا جس کے پیش نظر جناب محی الدین غازی نے اس اہم کام کو بڑی محنت اور جد وجہد کے ساتھ انجام دیا۔ چنانچہ انھوں نے طلباء کے ذہن ومزاج اور صلاحیت کو دیکھتے ہوئے نسخہ کی عبارتوں کی تحقیق، اغلاط کی تصحیح اردو میں نحوی مسائل کی عام فہم تشریح اور مشکل بحثوں کی تسہیل اور ابواب وفصول کی خوبصورت تقسیم کو نئے قالب میں ڈھال دیا ہے۔

اس طرح یہ کتاب طلبہ واساتذہ کے لئے آسان فہم اور مزید مفید بن گئی ہے اس لئے اس کو پرانے نسخہ کی جگہ پر داخل نصاب کرنا مفید و بہتر رہے گا۔

اسلامک سینٹر آف انڈیا فرنگی محل لکھنؤ کے ذمہ داران مولانا طارق رشید ندوی فرنگی محلی اور مولانا خالد رشید ندوی فرنگی محلی قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کو اس اہتمام کے ساتھ شائع کرکے اپنے علمی ذوق کا ثبوت دیا ہے اور فرنگی محل کی تاریخ کو زندہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرمائے اور طلباء واساتذہ کے لئے مفید بنائے۔ آمین

نام کتاب : اصلاحی اشعار
مرتب : محمد عبد المنان صدیقی سبیلی
صفحات : ۲۰۸، سائز $\frac{22 \times 18}{8}$
خوبصورت سرورق، قیمت ستّر روپئے
ملنے کا پتہ :۔ ادارہ ذوقِ ادب، محلہ اٹھارہ شیرمعی
قلعہ گولکنڈہ۔ حیدرآباد (اے پی)

شعر وشاعری کا ذوق کون نہیں رکھتا۔ ہر عمر، ہر صنف، ہر پیشہ، ہر فکر اور ہر ذہن کے لوگ شعری ذوق رکھتے ہیں، انھیں اپنی پسند کے اشعار یاد بھی ہوتے ہیں۔ اور موقع محل کے اعتبار سے اپنی تقریر وتحریر اور گفتگو میں استعمال بھی کرتے ہیں۔ انہی لوگوں میں جناب محمد عبد المنان صدیقی سبیلی صاحب بھی ہیں جو شاعری کا نہایت صاف ستھرا اور شستہ وشائستہ ذوق رکھتے ہیں۔ "اصلاحی اشعار" انہی کا منتخب کردہ دینی و اصلاحی اشعار کا حسین مجموعہ ہے جس میں دین ودانش، دعوت و اصلاح اور ادب سے متعلق فکر انگیز، کردار ساز، روح پرور، قدیم و جدید شاعروں کے اشعار جمع کئے گئے ہیں جو اہل علم، اصحاب قلم، مقررین، دینی وعصری مدارس کے طلباء کے لئے قیمتی شعری سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ اشعار حروف تہجی اور موضوعات کے اعتبار سے ترتیب وار مرتب کئے گئے ہیں۔ اسلئے بیت بازی میں حصہ لینے والے طلباء کے لئے ایک نایاب تحفہ ہے۔ لہٰذا وہ ضرور ان اشعار سے استفادہ کریں۔

کتاب کے شروع میں ایک حمد، ایک دعا، ایک نعت، کتاب کے آخر میں "انسان کا آغاز اور انجام" کے عنوان سے ایک نظم اور پشت پر علامہ سید سلیمان ندویؒ کی ایک مناجات بھی شاملِ کتاب ہے۔

یقین ہے کہ "یہ اصلاحی اشعار" اہل ذوق کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔ اور ہر طبقہ کے لوگ ان میں اپنے ذوق کا سامان پائیں گے۔

چنے ہیں میں نے بھی کچھ پھول تیرے باغ معنی سے
الٰہی تو اگر حسن قبول ان کو عطا کر دے

جسے ہوائے زمانہ کبھی بجھا نہ سکے
قدم قدم پہ وہ اک شمع راہ پیدا کر

قارئین تعمیر حیات سے گذارش

یہ بات ادارہ تعمیر حیات کے لئے باعث مسرت ہے کہ قارئین تعمیر حیات اپنے خطوط میں رسالہ سے دلچسپی، اس کی افادیت اور بعض حضرات بڑی شیفتگی کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور سرخ نشان یا مطالبہ کا خط ملنے پر جلد رقم بھیجنے کی فکر کرتے ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

ہمارے بہت سے قارئین اپنے دوست واحباب کو بھی اس کے مطالعہ اور خریداری کی طرف توجہ دلاکر اس نیک اور دعوتی کام میں اپنا قیمتی تعاون پیش کرتے ہیں، جیساکہ ہمارے قارئین کو اندازہ ہوگا۔ تعمیر حیات کوئی کاروباری صحافت نہیں ہے بلکہ خالص دعوتی اور موجودہ عہد میں امت مسلمہ کے لئے درپیش خطرات سے باخبر رکھنے کا ایک مثبت اور تعمیری رسالہ ہے جو نقصان کی پرواہ کئے بغیر اپنا فریضہ ادا کر رہا ہے، لیکن ادھر دوماہ سے ڈاک خرچ میں دوگنا اضافہ ہوگیا ہے اور کاغذ بھی بہت مہنگا ہوگیا ہے ۔ لہذا ادارے کے ذمہ داروں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کی قیمت میں کچھ اضافہ کردیا جائے۔

یہ اضافہ جتنا کم سے کم ہونا ضروری ہے وہ فی شمارہ ایک روپیہ مزید ہے یعنی چھ روپئے کے بجائے سات روپئے۔

لہذا رسالہ کے سال نو یعنی ۱۰ نومبر ۲۰۰۱ء سے ایک پرچہ کی قیمت =/7 روپئے اور رسالانہ قیمت =/150 روپئے کردی گئی ہے۔ اسی حساب سے اشتہار اور ایجنسی میں اضافہ ہوگیا ہے، امید ہے کہ ہمارے قارئین واشتہار دینے والے حضرات دین کی خدمت اور کار ثواب سمجھ کر اپنا تعاون جاری رکھیں گے۔

جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے وہ اگر بطور مالی تعاون اس خالص دینی، دعوتی، اور امت میں بیداری پیدا کرنے والے رسالہ میں حصہ لیں تو ان کے لئے صدقۂ جاریہ سے کم نہ ہوگا۔ الحمدللہ اس سے ہزاروں ہزار افراد اور دور دراز ملکوں کے لوگوں کو فائدہ پہونچ رہا ہے۔

اضافہ کی تفصیلات

۱:۔ فی شمارہ	Rs:- 7/=
۲:۔ سالانہ زر تعاون	Rs:- 150/=
۳:۔ ششماہی	Rs:- 80/=
۴:۔ غیر ملکی فضائی ڈاک سے	Rs:- 1500/=
۵:۔ 〃 〃 بحری	Rs:- 900/=

نرخ اشتہار

۱:۔ رنگین صفحہ (پشت پر) =/Rs: 50 فی سینٹی میٹر فی کالم

۲:۔ اندرون صفحہ =/Rs: 40 〃 〃 〃

ایجنسی: فی کاپی =/Rs: 15 پیشگی بطور ضمانت ادا کرنی ہوگی۔

(ادارہ)

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی اصلاح اور اس دنیا کا فساد، اس دنیا کی سعادت اور اس دنیا کی شقاوت اور اس کا بناؤ بگاڑ، اس کی خوش حالی اور اس کی بربادی، سب کو انسان کے ساتھ وابستہ کیا ہے، انسان اگر اچھا ہے تو یہ دنیا اچھی ہے، اور اگر انسان بگڑا ہوا ہے، راستہ چھوڑ چکا ہے، خودکشی پر آمادہ ہے، تباہی و بربادی پر کمربستہ ہے، اس کو اپنی قیمت معلوم نہیں، وہ خدا کو بھول چکا ہے اور اس کے نتیجہ میں اپنے کو بھی بھول چکا ہے، اس کو اپنے آغاز وانجام کی خبر نہیں یا فکر نہیں تو پھر اس دنیا کے بگاڑ کو کوئی روک نہیں سکتا اور اس بگڑی ہوئی دنیا کو بنا نہیں سکتا۔

اگر انسان کی فطرت ہی کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ اس کی پیاس شربت سے نہیں بجھتی، دودھ سے نہیں بجھتی جس کو اللہ نے "لَبَناً خَالِصاً سَائِغاً لِّلشَّارِبِيْنَ" کہا ہے اس کی پیاس ٹھنڈے میٹھے پانی سے نہیں بجھتی جس کو قرآن "مَآءً فُرَاتاً" کہتا ہے، اس کی پیاس دجلہ وفرات کے پانی سے نہیں بجھتی بلکہ اس کی پیاس انسان کے خون سے بجھتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر یہ چاند اور دوسرے سیارے جن تک پہنچنے اور وہاں کی آب وہوا اور وہاں کی سطح اپنے مناسب بنانے میں انسان اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہا ہے۔ یہ چاند، مریخ اور دوسرے سیارے زمین پر اتر آئیں، انسان کے قدموں کے نیچے آجائیں اور یہ ساری دنیا جنت کا نمونہ بنا دی جائے لیکن انسان کے دل کی کھیتی خراب رہے اور اس سے خیر پیدا کرنے کی صلاحیت جاتی رہے تو یاد رکھو انسان کی تقدیر میں تباہی ہی تباہی لکھی ہوئی ہے۔ اس کی حالت کبھی سدھر نہیں سکتی اور یہ دنیا انسانوں کے ہاتھوں پھر جہنم کدہ بن جائے گی۔

(از مغرب سے صاف صاف باتیں۔ ص ۱۶۱ و ۱۷۱)

۱۰/اکتوبر ۲۰۰۱ء
سالانہ/۱۳۰ روپئے
فی شمارہ ۶/روپئے

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی رحمۃ اللہ علیہ

آج کل ہم لوگوں کی عجیب حالت ہوگئی ہے ہم نے اپنے اسلاف کی اور صحابہ کرامؓ کی سیرت کو بالکل بھلا دیا ہے۔ اور ہم اس قدر غافل ہوگئے ہیں کہ ہم میں ان کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی ہے۔ نہ ہمارے اندر وہ ایمانی جذبہ ہے نہ ہمارے ایمان میں وہ قوت ہے۔ نہ اللہ و رسولؐ کی محبت و عظمت ہے جو صحابہ کرامؓ میں تھی، ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے قلوب اللہ تعالیٰ کی عظمت اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہیں۔ اسی طرح ہمارے اندر نہ آخرت کا یقین ہے نہ اللہ کے کلام کی عظمت ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی اور نہ آپ کے ارشادات کی اہمیت ہے، پھر اس کا جو نتیجہ ہوگا وہ ظاہر ہے۔

(آپ کو معلوم ہے کہ) لوگوں کے قلوب مردہ ہو چکے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک محبت سے اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس سے مردہ دل زندہ ہوگئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ دل کی موت اور اس کی حیات کیا چیز ہے؟ اللہ کی یاد سے جو دل غافل ہے، اللہ کے ذکر سے جو دل خالی ہے وہ دل مردہ ہے، مشکوٰۃ شریف میں حدیث آئی ہے "عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر مثل الحی والمیت" (متفق علیہ (مشکوٰۃ، باب ذکر اللہ ج ۱ ص ۹۶)

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "مثال اس آدمی کی جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور اس کو یاد کرتا ہے اور اس آدمی کی جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا بلکہ بھولا ہوا ہے زندہ اور مردہ کی سی ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا، اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والا، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا نام رٹنے والا زندہ ہے، اور اس کا دل زندہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو بھول جانے والا اس کی بندگی سے جی چرانے والا، اس کی یاد سے غافل رہنے والا مردہ ہے، اس کا دل بھی مردہ ہے،

حقیقت میں دنیا کی زندگی فانی اور مٹ جانے والی ہے اور دنیا کی بہار چند روزہ ہے جس پر ہم قربان ہو رہے ہیں، اللہ کے بندو! اس دنیا سے دل مت لگاؤ اور آخرت کی طرف قدم بڑھاؤ، آخرت باقی رہنے والی ہے وہاں کی راحت جاودانی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنی طرف بلانے کے لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ اور اپنے اپنے زمانہ میں تمام پیغمبروں نے اللہ کا پیغام پہونچایا اور دین کی تبلیغ فرمائی۔ اور اس میں انھوں نے طرح طرح کے مصائب برداشت کئے، تکلیفیں جھیلیں، اخیر زمانہ میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور [illegible] کا سلسلہ آپ پر ختم ہوگیا، آپ خاتم النبیین ہیں [illegible] کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ [illegible] تا قیامت اب آپ ہی کی تعلیمات پر عمل کرنا [illegible]

قرآن پاک خدا تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ توراۃ، زبور، انجیل اور صحف موسیٰ، سب کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرما دیا ہے، اس لئے اب اگر نجات وفلاح ہوگی تو اسی کتاب پر عمل کرنے اور اسی کا اتباع کرنے سے ہوگی۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے خلاف جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے گا وہ ضلالت اور گمراہی کا طریقہ ہوگا۔ ہدایت تو بس اسی میں منحصر ہے!

اے محبت کا دعویٰ کرنے والو! کان کھول کر سنو! اور اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اس معیار پر آؤ اور تم بھی دکھاؤ کہ تم کو اللہ و رسولؐ سے کتنی محبت ہے، صحابہ کرامؓ نے اپنے حالات سے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ثبوت دیا ہے، قیامت تک کے لئے معیار قائم فرما دیا۔ اب اسی معیار سے سچے جھوٹے کا فرق معلوم کیا جائے گا، محض زبان سے محبت رسولؐ کا دعویٰ کرنا آسان ہے لیکن اس معیار پر اترنا بہت مشکل ہے۔

آیئے ہم اور آپ سب مل کر اپنے کو تبدیل کریں، اپنے عقیدے کو درست کریں، اعمال صالحہ اختیار کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا طریقہ اختیار کریں، اتباع سنت ہی اصل ہے اور یہی خدا سے قرب کا ذریعہ ہے بزرگان دین نے سب سے زیادہ اسی کا اہتمام فرمایا ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
(اقبالؔ)

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

جلد نمبر ۳۸	۱۰/اکتوبر ۲۰۰۱ء	مطابق	۲۲/رجب المرجب ۱۴۲۲ھ	شمارہ نمبر ۲۳

زرتعاون

سالانہ---=/۱۳۰ روپے
فی شارہ---------=/۶ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی
وامریکی ممالک......۳۰ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ......۱۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

مینیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔
Website:www.nadwatululama.org
E-mail Adress: nadwa@sancharnet.in
Ph: Office.787250(Ext)18
Guest House.323864

گزارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ (منیجر)

دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپوزیکشن مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

شرائط ایجنسی

۱- پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲- فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳- کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱- تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/=

۲- تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs. 40/=

۳- کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴- اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے

۵- انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر Rs 80/=

بیرون ملک کے نمائندے

مدینہ منورہ
Mr TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P O Box No.842
Mdina Munawwara(K S.A)

برطانیہ
Dr M.AKRAM NADWI Sb.
Oxford Center for Islamic Studies
George Street
Oxford Ox1 2AR ,U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P O Box No.388 Vereninging.(S.Africa)

قطر
Mr.ABDUL HAI NADWI Sb.
P O Box.No.10894, Doha-Qatar

دبئی
Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P O.Box No 12525, Dubai(U A E)
Ph:No.3970927

پاکستان
Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H.No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ
Dr.A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دینی تعلیم کی اہمیت وضرورت

مسلمانوں میں اس وقت ان کے ہر ملک میں تعلیم کی اہمیت کو اچھا خاصا محسوس کیا جانے لگا ہے، اس کے مسائل اور تقاضوں پر غور کرنے کے لئے مسلمانوں کے دانشور اور باشعور افراد کے مشاورتی اجتماعات بھی منعقد ہوتے ہیں، اور ضرورت کے احساس کے ساتھ علمی تدابیر بھی اختیار کی جاتی ہیں، اس کی وجہ سے مسلمانوں کی نئی نسل کے لئے تعلیم کا انتظام کرنے کا رجحان عام ہو گیا ہے، اگر چہ مطلوبہ مقدار اور ضرورت کے لحاظ سے یہ ابھی کم ہے لیکن جتنا ہے وہ ایک فال نیک ہے۔

آزادی سے قبل تعلیم کی ضرورت کو اس اہمیت اور وسعت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا، برطانوی اقتدار کے تحت زیادہ تر کلرک اور آفیسر سطح کے افراد تیار کرنے کو اہمیت دی جاتی تھی، زندگی کو ہمہ جہتی ترقی دینے کی ضرورت کے لئے تعلیم کی افادیت کو عموماً نظر انداز کیا جاتا تھا، آزادی کے بعد ہنر مند افراد تیار کرنے کی ضرورت کو بہت محسوس کیا جانے لگا اور مضامینِ تعلیم میں نسبتاً سائنس کے شعبوں کی طرف توجہ بڑھی اور سائنس کے نظری اور عملی دونوں پہلوؤں کو اختیار کیا گیا۔

مسلمانوں کی تعلیم کے مختلف عناصر میں ایک بڑا اور بنیادی عنصر دینی تعلیم کا رہا ہے اس کو مسلمانوں نے آزادی سے قبل بھی اس کا مقام دینے کی کوشش کی اور اس سے تیار ہونے والے افراد نے ملت کی دینی ضرورت کو خاصی حد تک پورا کیا اور ان میں سے ایک تعداد نے آزادی کی جنگ میں بھی نمایاں حصہ لیا اور قربانیاں دیں پھر آزادی کے بعد بھی یہ دینی تعلیم قائم رہی بلکہ اضافہ ہوا۔ دینی علوم کے مدارس اور جامعات مزید قائم کیے گئے اور قائم کئے جا رہے ہیں، اور وہ قوم کو اس کی دینی ضرورت کے افراد ایک حد تک مہیا کر رہے ہیں۔

تعلیم کے مادی اور خالص دنیاوی عناصر کی اہمیت کا زیادہ احساس رکھنے والے کچھ افراد دینی علوم کی تعلیم کے بندوبست کو زائد از ضرورت انتظام قرار دیتے ہیں یہ لوگ دراصل دینی تعلیم کی اہمیت کا پورا اندازہ نہیں رکھتے، مسلمانوں کو مسلمان باقی رکھنے اور ان میں اسلامی واقفیت اور صلاحیت پیدا کرنے کے لئے یہ دینی علوم کی درسگاہیں بنیادی کردار انجام دیتی ہیں، ان کو امت کی دینی ضرورت کے لحاظ سے دیکھنا چاہئے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ عہد جدید کے مسلم تعلیم یافتہ طبقہ کا مغربی فکر وتہذیب کے اثر نے ایک طرف یہ ذہن بنایا کہ وہ دین کو انسان کا صرف ایک ذاتی مسئلہ اور ایک کم اہمیت کا ایسا معاملہ سمجھنے لگے کہ وہ رہے یا نہ رہے اس سے انسانی زندگی میں کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، حالانکہ مسلمان قوم کے لئے اس کا دینی عقیدہ اس کے تحت عملی زندگی ان کے لئے بنیادی حیثیت کا مالک ہے اس طرح مدارس دینیہ دینی تقاضہ اور ضرورت کے تحت جو کام انجام دے رہے ہیں مسلمان کی زندگی میں اس کی بڑی اہمیت ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ مدارس کی اس اہمیت کا خود مغربی طاقتوں نے اندازہ لگا لیا ہے اور یہ سمجھ لیا ہے کہ دین کی پابندی انسان میں واقعتاً ایک خاصی افادیت پیدا کر دیتی ہے چنانچہ وہ اس زاویہ نگاہ سے مسلمانوں میں ابھرتے ہوئے دینی شعور کو ایک ابھرتی طاقت محسوس کرنے لگے ہیں جس کو وہ اپنی بے دینی کی زندگی اور بے حیا اور گمراہ فکر وتہذیب کے لئے خطرہ

محسوس کرتے ہیں اور اس کی بنیاد پر وہ مسلمانوں کے مدارس دینیہ کو اپنی دشمن اسلام تہذیب کے لئے مضر سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک ان مدارس سے ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو کہ مغربی دنیا کی ملحدانہ کیفیت اور اخلاقی بے باکی اور حیا سوزی و شخصی کردار کی آزادی کے لئے مخالف اثرات رکھنے والے، اور ان کا مقابلہ کرنے والے ہیں افسوس کی بات ہے کہ ہمارے مغرب زدہ مسلمان دانشور بھی دینی مدارس کے مفید اثر کو نظر انداز کر کے مغرب کے منفی خیال میں اس کے ہمنوا بن جاتے ہیں۔ ہمارے یہ دینی مدارس تین طرح کے ہیں، ایک ابتدائی مدارس جن کو مکاتب کا نام دیا جاتا ہے یہ عموماً درجہ پانچ تک ہوتے ہیں ان میں اردو، قرآن مجید ناظرہ اور اچھی اخلاقی، دینی اور تہذیبی باتیں جو بچوں کی سمجھ کے مطابق ہوتی ہیں پڑھائی جاتی ہیں، ساتھ ساتھ کچھ حساب اور ہندی کی حرف شناسی بھی سکھائی جاتی ہے، ان کا معیار حکومتی پرائمری درجات کے مطابق ہوتا ہے۔

یہ نصابِ تعلیم مسلمان بچوں کے لئے عقیدہ و مذہب کے لحاظ سے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، اس سے جو مسلمان بچے محروم رہتے ہیں وہ اپنے دین و مذہب سے واقفیت میں بالکل کورے رہ جاتے ہیں، پھر اگر ان کو غیر اسلامی ماحول ملے تو وہ اسلام سے بہت دور ہو جاتے ہیں۔

ان ہی دینی مکاتب میں بعض جگہ تین سال کا حفظ قرآن کا کورس بھی شامل کر دیا جاتا ہے جس سے بچے حافظ قرآن بن جاتے ہیں اور ان سے امت اسلامیہ کی حفظ قرآن کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے جو اپنی جگہ پر ایک اہم ضرورت ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔

مکاتب کی یہ تعلیم کم از کم حفظ قرآن سے پہلے تک ہر مسلمان بچے کے لئے ضروری ہے۔

مدارس اسلامیہ کا دوسرا مرحلہ ثانوی اور اس سے اوپر کی دینی تعلیم کا ہے جس میں دینی علوم اس حد تک پڑھائے جاتے ہیں کہ امت کی دینی ضرورت کو پورا کرنے والے افراد تیار ہوں ان میں مفتی ہیں، خطیب و واعظ ہیں، معلم ہیں، داعی ہیں، مصنف و محقق ہیں، یہ تفسیر قرآن اور فقہ و حدیث سے اتنی واقفیت حاصل کرتے ہیں جس سے وہ اپنی امت کی دینی ضرورت پوری کر سکیں۔ ان کی حیثیت ایسی ہے جیسے عصری تعلیم میں کوئی میڈیکل لائن میں جا کر مریضوں کے علاج کی ضرورت پوری کرنے کے قابل بنتا ہے، اور کوئی انجینئرنگ لائن میں جا کر زندگی کی صنعتی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اور کوئی قانون کی تعلیم حاصل کر کے لوگوں کے جھگڑوں اور نزاعات میں مقدمات کی ذمہ داری انجام دیتا ہے، اسی طرح مسلمان کی شرعی و دینی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے عالم دین بننا ایک ناگزیر ضرورت ہوتی ہے، دینی تعلیم کے نصاب میں تفسیر و فقہ و حدیث اہم اور خاصی مقدار رکھنے والے اجزاء ہوتے ہیں جس کے لئے دینی طالب علم کو ذرا تفصیلی طریقہ سے کئی سال لگانے ہوتے ہیں ہماری اس دینی ضرورت کو پورا کرنے والی درس گاہیں ہماری دینی زندگی کے بقاء و حفاظت کے لئے ضروری ہیں اور یہ درس گاہیں عصری مضامین کی درس گاہوں کے مقابلہ میں تعداد کے لحاظ سے دس فی صد بھی نہیں ہیں اور ان کے طلبہ کی تعداد کو دیکھا جائے تو ان دینی درس گاہوں میں جانے والے طلبہ کی تعداد دیگر مضامین کی درس گاہوں میں جانے والے طلبہ کے مقابلہ میں صرف تین یا چار فی صدی نکلے گی تو کیا ہماری دینی و اسلامی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس کے اہل علم کی یہ تعداد زندگی کی عام ضروریات کے لئے تیار کی جانے والی ۹۱۔۹۲ فیصد تعداد کے مقابلہ میں گوارہ نہیں کی جا سکتی؟، امت کی خیر خواہی رکھنے والا کوئی دانشور بھی اس بات سے انکار نہ کر سکے گا کہ دینی و اسلامی احکام و قدروں کی حفاظت کے لئے یہ از بس ضروری ہیں، لیکن صحیح جائزہ نہ لینے کی وجہ سے دینی ضرورت کے انتظام کو زائد از ضرورت سمجھا جا رہا ہے، جبکہ عملی طور پر اس کی مقدار ضرورت سے کچھ کم ہی ہے اگر اس محدود انتظام کو اور مزید کم کر دیا جائے یا اس کو دنیاوی ضرورت کے انتظام میں ضم کر دیا جائے تو ہم کو اسلام کی مذہبی تعلیمات سے واقف کرانے والے اور مذہبی احکامات اور مذہبی اعمال کی طرف متوجہ کرنے والے نیز احکام الٰہی کے بتانے والے جن کی رہنمائی میں مسلمان مسلمان رہنے کا طریقہ سیکھے، صوم و صلوٰۃ، زکوٰۃ و حج نیز پیدائش اور موت، شادی و غمی ان سب میں مسلمان کے فرائض بتانے

والے مطلوبہ ضرورت کے بقدر بھی نہ مل سکیں گے، ہمارے جدید تعلیم یافتہ لوگ جو آخرت پر اور اس میں پیش آنے والے حالات پر یقین نہیں رکھتے وہ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ کیا فرق پڑتا ہے مرنے والا جلایا جائے یا بلا غسل ونماز جنازہ دفن کردیا جائے، کیا فرق پڑتا ہے قاضی نہ ملے تو "سول میرج" سے کام چلالیا جائے۔ کیا فرق پڑتا ہے نماز پڑھنا اور اس کے احکام جاننا، رمضان وعید کے بارے میں واقفیت ہونا آئے یا نہ آئے۔ آدمی کو اپنی جوانی اور ادھیڑ عمر میں راحت وعزت ملے یہ کافی ہے مرنے کے بعد کیا ہوگا دیکھا جائے گا، تو آخرت پر یقین نہ رکھنے والے ایسا کہہ سکتے ہیں اور دینی تعلیم کی اہمیت کو کم کرسکتے ہیں لیکن جو افراد دنیاوی ضرورت کی اہمیت کو مانتے ہوئے آخرت میں پیش آنے والے معاملات پر بھی دھیان دینا ضروری سمجھتے ہیں وہ تو اس کے لئے تیار نہیں کہ ہم دنیا کی تو پوری فکر کریں اور آخرت کی راحت اور عزت کو ناقابل توجہ سمجھیں، ہم کو تو اپنی دینی ضرورت کو بھی دیکھنا ہے اور اس کی مقدار کے لحاظ سے انتظام بھی کرنا ہے اس طرح اگر سو طالب علموں میں صرف تین چار طالب علم دینی تعلیمات کے حصول کی طرف جاتے ہیں تو ان کا راستہ روکنا یا دین کی ضرورت کو غیر اہم سمجھ کر دوسری ضرورتوں کا تابع کردینا صحیح قرار نہیں دے سکتے۔

امت اسلامیہ کی زندگی کے دونوں پہلوؤں یعنی دنیاوی ضروریات اور آخرت کی سلامتی اور کامیابی کی ضرورت کو پیش نظر رکھنا امت مسلمہ کے ذمہ دار طبقہ کی ذمہ داری ہے، امت کی طبی ضرورت کے لئے کتنے آدمی چاہئیں، انتظامی ضرورت کے لئے کتنے کارپرداز چاہئیں، سیاسی ضرورت کے لئے اور سماجی کاموں کے لئے کتنے افراد چاہئیں، قانونی تقاضوں کے لئے کتنے ماہرین کی ضرورت ہے اسی طرح ہماری دینی اور اخلاقی ضرورت کے لئے کتنے واقف کاروں اور ذمہ داری سنبھالنے والوں کی ضرورت ہے یہ سب ضرورتیں ہمارے پیش نظر ہونا چاہئیں، مقدار اور تعداد کا اندازہ لگانے میں فرق ہوسکتا ہے لیکن کسی اہم پہلو کو نظر انداز کردینا صحیح نہیں قرار دیا جاسکتا۔

لہٰذا ہمارے دینی مدارس جو ابتدائی تعلیم کے مکاتب کی شکل میں ہوں وہ تو اتنی تعداد میں ہونے چاہئیں کہ امت کے تمام بچے ان سے مستفید ہوسکیں اور وہ مدارس جن میں عالم وفاضل بننے کی سطح تک تعلیم کا انتظام ہو وہ اس کی ضرورت کے مطابق قائم کئے جانے اور باقی رکھے جانے ضروری ہیں اس میں امت کے تمام طبقوں اور دانشوروں کو ساتھ دینا اور تعاون کرنا چاہئے یہ امت کے مقام اور کردار کو معیاری بنانے اور اس کو اسکے شایان شان حیثیت تک اٹھانے کے لئے ضروری ہے۔ ☆☆

نعت

علامہ سید سلیمان ندویؒ

مکی، مدنی، ہاشمی ومطلبی ہے
آدم کے لئے فخر یہ عالی نسبی ہے

اے زائر بیت نبوی یاد رہے کہ
بے ساختہ یاں جنبش لب بے ادبی ہے

آہستہ قدم، نیچی نگہ، پست ہو آواز
خوابیدہ یہاں روح رسول عربی ہے

پاکیزہ تراز ارض وسماء جنت فردوس
آرام گہہ پاک رسول عربی ہے

بجھ جائے تری چھینٹوں سے اے ابر کرم اب
جو آگ مرے سینہ میں مدت سے دبی ہے

انسانیت کی ساری متاع آج داؤں پر لگی ہے

● حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

دنیا میں ہر طرف پھیلے ہوئے فساد کو، بدامنی کو، سروں پر منڈلاتے ہوئے جنگ کے خطرہ کو دور کرنے کے لئے اور انسان کو امن وسکون اور باہمی اعتماد و محبت کے ساتھ زندگی گذارنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کے دل کی کھیتی میں ہل چلایا جائے۔ آپ کسانوں کو دیکھتے ہیں خدا کے بنائے ہوئے صحیح اور فطری قانون کے مطابق کسان زمین میں ہل چلاتا ہے۔ تو زمین کتنا خزانہ اگل دیتی ہے۔ اسی طرح اگر دل کی کھیتی میں ہل چلایا جائے اور اس میں تھوڑی سی محنت صرف کی جائے اور یہ دل کی کھیتی لہلہا اٹھے، اور پھلنے پھولنے لگے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت دنیا کا نقشہ کیا ہوگا؟ یہ حقیر زمین جو آپ کے قدموں تلے روندی جاتی ہے اس سے آپ نے اتنا بڑا فیض پایا۔ اگر آپ دل کی کھیتی میں خدا کے پیغمبروں کے دیئے ہوئے ہل چلاتے، اور ان کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق آپ اس کی خدمت کرتے اور اس میں ریاض (محنت) کرتے اور وہ کھیتی برگ و بار لاتی، تو پھر آپ دیکھتے کہ دنیا میں کیسی بہار آئی ہے، اور جب دل کی کھیتی خزانہ اگلتی تو دنیا کا دامن کیسے کیسے موتیوں سے بھر جاتا، کیسے کیسے ولی کامل، کیسے کیسے خادم انسانیت، کیسے کیسے بے لوث و بے غرض انسان اور انسانوں کے لئے اپنا خون پانی ایک کرنے والے سامنے آتے کہ جن کے کارناموں کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔

جب دل کی دنیا بدلتی ہے تو کیسا ہوتا ہے

کوئی باور نہیں کرسکتا کہ کیا انسان کے اندر اپنی بے غرضی پیدا ہوسکتی ہے، کیا انسان دوسروں کی خاطر اپنی اولاد کو قربان کرسکتا ہے، کیا انسان وعدہ وفا کرنے کے لئے اپنا گھر لٹا سکتا ہے۔ ایک مظلوم کو بچانے کیلئے اپنے سارے کنبے کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ انھوں (پیغمبرؑ) نے دل کی کھیتی پر صحیح طریقے سے محنت کی اور اس کے اندر اللہ کے رکھے ہوئے مخفی خزانوں اور دفینوں کو نکالا اور عالم انسانیت کو اس سے مالا مال کردیا۔

خدا کے پیغمبروں نے اس زمین کو چھوڑا، بڑے بڑے ماہرین کو چھوڑا، کہ وہ صنعتوں کو ترقی دیں۔ نہ ان کو روکا نہ ان کی رہنمائی کا دعویٰ کیا بلکہ انھوں نے صاف کہہ دیا: "انتم أعلم بأمور دنیاکم" صنعت والے صنعت کے میدان میں ترقی کریں، زراعت والے زراعت کے میدان میں اور علم والے علم کے میدان میں، اللہ نے ہم کو ایک اور میدان دیا ہے وہ انسانیت کا میدان ہے، اور انھوں نے اس میدان میں محنت صرف کی تو دنیا کا نقشہ کیا سے کیا ہوگیا۔ صرف ایک دور کی تاریخ پڑھئے، صحابہ کرامؓ کے دور کی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے یہ موقع دیا کہ وہ دل کی سرزمین میں کھیتی کریں تو آپ دیکھئے اس دنیا میں کیسی بہار آئی۔

آج ہر چیز موجود ہے لیکن انسانیت کا سچا درد مفقود ہے

آج کس چیز کی محتاجی ہے، کیا چیز دنیا سے کھوگئی ہے، خدا کے لئے غور کیجئے کیا چیز اس وقت دنیا کے ہاتھ میں نہیں ہے؟ نیک ارادہ نہیں، انسان کی قدر نہیں، انسانیت کی فکر نہیں، خطرات ہمارے سر پر منڈلا رہے ہیں۔ ان کی کسی کو پروا نہیں، اپنی اپنی تو فکر ہے، لیکن کسی کو عام انسانیت کی فکر نہیں۔ اگر تیسری جنگ عظیم چھڑ گئی اور یہ ہائیڈروجن بم، اور ایٹم بم چلا دیئے گئے تو دنیا کا کیا حشر ہوگا باتیں تو اس کی بہت کی جارہی ہیں، چرچے تو اس کے ہر طرف ہیں، لیکن کسی کو اس کا سچا درد نہیں ہے اور جو لوگ کچھ کرسکتے ہیں، اور انسانیت کو بچا سکتے ہیں وہ سب سے زیادہ ان وسائل کی تیاری میں منہمک ہیں، یہ سمجھ لیجئے کہ نئی جنگ کے لئے ساری قومیں اور دنیا کی ساری طاقتیں پر تول رہی ہیں، اور ساری دنیا میں جو کچھ ریس ہے وہ اسی کی ہے، کسی کو بدی سے نفرت نہیں، کسی کو انسان کی تباہی کا غم نہیں جو حقیقی دکھ اور صدمہ ہونا چاہئے، جیسے باپ کو اولاد کا صدمہ ہوتا ہے، بھائی کو بھائی کا صدمہ ہوتا ہے، وہ صدمہ کسی کو نہیں، صرف زبانی باتیں ہیں، امریکہ سے لیکر آپ ایشیا کے آخری سرے تک چلے جائیے، آپ کو ہر جگہ باتیں ملیں گی لیکن اس کے اندر درد مفقود ہے، جو درد، کراہ اور کسک ہوتی ہے وہ کسی میں آپ نہیں پائیں گے، اس میں سارا حصہ عقل کا ہے،

سارا حصہ ذہانت کا ہے، دنیا کے خطرات سے واقفیت اور اس کی تحلیل اور تجزیہ ایسا کریں گے کہ معلوم ہوگا کہ جیسے کسی معمل میں کسی چیز کے الگ الگ اجزاء کئے جاتے ہیں، بالکل ہندی کی چندی کرکے آپ بتادیں گے کہ کیا خطرہ درپیش ہے لیکن اس کے اندر جو انسانیت کا درد ہے یا دل میں کسک ہے، وہ نہیں ہوتی جیسے آدمی اپنے گھر کا کوئی واقعہ بیان کرتا ہے تو اس کا لہجہ اور ہوتا ہے، آنسو، اس کی آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے ہوتے ہیں، آواز مرتعش ہوتی ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دل رو رہا ہے۔

آج دنیا کے بڑے بڑے فلسفی نہایت اطمینان سے دنیا کے خطروں کو بیان کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ کوئی بہت خوش آئندبات ہو، کوئی مبارک واقعہ ہو جس کو مزہ لے لے کر بیان کیا جائے، اس لئے کہ انسانیت سے کسی کو حقیقی اور قلبی تعلق نہیں ہے، سب زبانی باتیں اور دماغی تعیشات ہیں۔

آج دنیا کی ساری کمی پوری ہوچکی ہے کرنے کو سب کچھ ہمارے پاس ہے، اگر ہم نیک بننا چاہیں، اگر ہم انسان کی خدمت کرنا چاہیں، اگر ہم انسان کو ان خطرات سے نکالنا چاہیں، اگر ایک فرد بھی قطب شمالی یا قطب جنوبی میں ہے ہم اس کی مدد کرنا چاہیں تو اللہ نے ہم کو وہ وسائل دیئے ہیں کہ ہم ان کی مدد کو پہونچ سکتے ہیں، لیکن ہمارے اندر سچا ارادہ نہیں، ہمارے اندر اس کا شوق نہیں، ایک شخص کے پاس سب کچھ ہے، وہ لاکھوں روپئے سے مدد کرسکتا ہے، لیکن وہ خسیس ہے، بخیل ہے اس کو پیسے کی محبت ہے یا سست ہے اور کاہل الوجود ہے، وہ بالکل ہاتھ ہلانا نہیں چاہتا تو بتایئے، اس کی دولت کیا کام آئے گی،

آج انسان سب کچھ کرسکتا ہے لیکن کرنا نہیں چاہتا

اسی طرح آج انسان کے نیک بننے اور انسان کی خدمت کرنے اور اس دنیا کو امن کا گہوارہ بنادینے، اس دنیا کو جنت کا نمونہ بنادینے اور اس دنیا کو مسجد و معبد میں تبدیل کردینے کا جیسا زریں موقع، جیسا آسان راستہ اس وقت ہے ایسا کبھی نہیں تھا۔ آج بدقسمتی سے انسان سب کچھ کرسکتا ہے، لیکن کرنا نہیں چاہتا، کیوں نہیں چاہتا؟ کرنے کا فائدہ اس کے سامنے نہیں، فائدہ کیوں سامنے نہیں، اس کو یقین نہیں!

سوائے اپنی آسائش کے سوائے اپنے معدے کے تجربوں کو اپنے جسم کے تجربوں کے اور اپنے محسوسات کے وہ اپنی ذات اور اپنی اولاد کے سوا سب کچھ بھول گیا ہے اور اب مجھے خطرہ ہے کہ شاید وہ وقت بھی کچھ دور نہیں جب اپنی اولاد کو بھی بھول جائے گا، خود غرضی میں اور خود پرستی میں، خود نمائی اور اپنے وجود میں سب کچھ محدود کردینے کے سلسلہ میں جس رفتار سے انسان ترقی کررہا ہے اگر یہ رفتار جاری رہی تو چند دنوں میں ہم یہ دیکھ لیں گے کہ ماں باپ اپنی اولاد کو بھی بھول جائیں گے اور صرف اپنا پیٹ بھرنے کی کوشش کریں گے وہ اگر بھوکے ہیں اور بلک رہے ہیں تو ان کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی۔ دنیا میں جہاں مادیت اپنے صحیح برگ و بار لائی ہے اور نبیوں کی تعلیم ان کو روکنے کے لئے وہاں موجود نہیں تھی، یہاں تک کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بگڑی ہوئی اور بچی کھچی تعلیمات کلیسائی تعلیمات اور انجیل کی تعلیم وہ بھی وہاں سے رخصت ہوگئی ہے وہاں تو یہ حال ہے کہ انسانوں کو اپنے سوا کسی کا ہوش نہیں رہا بلکہ بہت سے لوگوں کو اپنا بھی ہوش نہیں رہا ہے جیسا کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے (نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ) آخری عبرت کا منظر یہ ہے کہ انسان کو اپنا بھی صحیح ہوش باقی نہ رہے، یعنی اپنے پیٹ کا تو ہوش رہے، اپنا ہوش نہ رہے۔

ساری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل معاملہ ہے انسان کا، اور انسان کا بھی جو کچھ معاملہ ہے، وہ اس کے دل کا ہے اور دل کا جو کچھ بھی معاملہ ہے وہ اس کے نیک ارادوں کا ہے، اگر یہ چیز پیدا ہوجائے۔ یعنی نیک ارادے پیدا ہونے لگیں تو پھر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، یہ وسائل کا تو صرف نام ہی نام ہے، وسائل تو انسانی ارادوں کے تابع ہیں، جن کو خدا کی دی ہوئی طاقت سے انسان خود پیدا کرتا ہے۔

خرابی صرف یہ ہے کہ دنیا کا رُخ غلط ہے

اس وقت دنیا کے اندر جو انقلاب آیا ہوا ہے اس کو خواہ کسی عنوان سے بیان کیا جائے وہ یہ ہے کہ انسان کا رُخ خیر سے شر کی طرف مڑ گیا ہے ساری طاقتیں ہیں لیکن اس کی منزل غلط ہوگئی ہے، وہ چل رہا ہے، چلنا ہرگز بند نہیں ہوا، بلکہ پہلے چلتا تھا۔ پھر دوڑنے لگا۔ اور اب اڑنے لگا ہے، لیکن جس طرف اڑ رہا ہے، وہ شر کی منزل ہے، انسانیت کشی کی منزل ہے انسان کو برباد کرنے کی منزل ہے۔

سب نے جاہ طلبی میں اقتدار پسندی میں

حکومت کی کرسی حاصل کرنے میں اپنا سب کچھ
داؤں پر لگا دیا ہے، انسانیت کا سارا اثاثہ
داؤں پر لگا رکھا ہے، انسانیت کی ساری
متاع داؤں پر لگا رکھی ہے ساری تاریخ
داؤں پر لگا رکھی ہے، ساری تہذیب داؤں
پر لگا رکھی ہے، بلکہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں
کہ انسانیت کی لاشوں پر اگر انسان کھڑا ہو کر
"انا ربکم الاعلیٰ" کہہ سکتا ہے تو درجنوں
کی تعداد میں نہیں، سینکڑوں کی تعداد میں نہیں
ہزاروں انسان اس کے لئے تیار ہیں۔ ان اللہ
کے بندوں سے عقل کے دشمنوں سے پوچھا
جائے کہ جب انسان ہی نہ ہوں گے تو تم کس
پر حکومت کروگے، پتھروں پر حکومت کروگے
پہاڑوں پر اور ٹیلوں پر حکومت کروگے، ریت
کے ذروں پر حکومت کروگے، لیکن آج کے
انسان کو ان سوالات سے کوئی دلچسپی نہیں
اب تو صرف حکومت مقصود بن گئی ہے، اور
دماغوں پر ایسی مستولی ہوگئی ہے کہ محکوم
کی بھی فکر نہیں، اقتدار کی یہ ہوس
جس کے لئے فرعون قرآن میں معیاری انسان
کے طور پر پیش کیا گیا ہے، اور دولت کی ہوس
جس کے لئے قارون معیاری انسان کے طور پر
پیش کیا گیا ہے، وزارت کا شوق جس کیلئے
ہامان معیاری انسان کے طور پر پیش کیا گیا
ہے۔ یہ تین زندہ جاوید کردار ہیں، فرعون
ہامان، قارون، ان کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔

نفس ما را کمتر از فرعون نیست
لیک او را عون ما را عون نیست

فرق ہے کہ فرعون کے پاس ساز و سامان
تھا۔ اور ہم میں سے کتنے آدمی ہیں" جن کے اندر
فرعون بول رہا ہے

آج انسان نیلام پر چڑھ چکے ہیں

لیکن ان کے پاس اپنے مقاصد کو پورا کرنے
کے لئے ساز و سامان نہیں آج ساری دنیا اس
راستے کے پیچھے آنکھ بند کرکے چلی جارہی ہے
جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ انسان خربوزوں
اور تربوزوں کی طرح منڈی میں بک رہے ہیں۔
پارٹیاں بدل جارہی ہیں عقیدے بدلے جارہے
ہیں، زندگی بھر کے کردار پر زندگی بھر کی تاریخ
پر پانی پھیرا جارہا ہے، آدمی ایک کیمپ سے
نکل کر دوسرے کیمپ میں جانے کے لئے
تیار ہے، جس سے ساری عمر دوستی رہی اس
سے دوستی ختم کرکے ان سے دوستی کرنے کے لئے
تیار ہے جن سے ساری عمر دشمنی رہی، جن کو
ساری عمر برا کہتے تھے، ان کو اچھا کہنے کے لئے
تیار، جن کو پاؤں تلے روندتا تھا، ان کو سر پر
بٹھانے کے لئے تیار، جن کو آنکھوں میں جگہ
دیتا تھا، ان کو پاؤں تلے روندنے اور مسلنے
کے لئے تیار، سب کچھ انسان کرنے کے لئے تیار
ہے۔ اور جس سے آپ پوچھیں گے۔ اگر وہ
صحیح بات کہنے کی ہمت و جرأت رکھتا ہو،
منافق نہ ہو تو آپ سنیں گے کہ سب کے دل
میں وہی فرعون بیٹھا ہوا ہے، اور دنیا کے
فساد کا باعث یہی ہے۔

(از: مغرب سے صاف صاف باتیں ص۱۷۱ تا ص۱۸۱ ملخصاً)

امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے
(امیر مینائی)

ظلم و زیادتی کو معاف کرالیجئے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی پر کسی طرح کا ظلم کیا ہو، اس کی آبرو ریزی کی ہو، یا کوئی اور ظلم کیا ہو اس کو چاہیے کہ آج اس دن سے پہلے اپنے ظلم کو معاف کرالے۔ جب اس کے پاس دوسروں کو دینے کے لئے درہم و دینار کچھ پاس نہ ہوں گے، ورنہ اس کے پاس جو نیک عمل ہوں گے وہ بقدر ظلم اس سے چھین لئے جائیں گے، اور اگر نیک عمل نہ ہوں گے تو مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

ملا مہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

شکر

" لغت میں شکر کے اصلی معنیٰ یہ ہیں کہ جانور میں تھوڑے سے چارہ ملنے پر بھی تر و تازگی پوری ہو اور دودھ زیادہ دے" اس سے انسانوں کے محاورہ میں یہ معنیٰ پیدا ہوئے کہ کوئی کسی کا تھوڑا سا بھی کام کردے تو دوسرا اس کی پوری قدر کرے، یہ قدر شناسی تین طریقوں سے ہو سکتی ہے دل سے، زبان سے اور ہاتھ پاؤں سے۔ یعنی دل میں اس کی قدر شناسی کا جذبہ ہو، زبان سے اس کے کاموں کا اقرار ہو، اور ہاتھ پاؤں سے اس کے ان کاموں کے جواب میں ایسے افعال صادر ہوں جو کام کرنے والے کی بڑائی کو ظاہر کریں۔

شکر کی نسبت جس طرح بندوں کی طرف کی جاتی ہے، خدا نے قرآن پاک میں اپنی طرف بھی کی ہے، اور اس سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ذرا ذرا سے نیک کاموں کی پوری قدر کرتا ہے، اور ان کو اُن کا پورا بدلہ عطا فرماتا ہے۔

شکر کا الٹا کفر ہے، اس کے لغوی معنیٰ چھپانے کے ہیں۔ اور محاورہ میں کسی کے کام یا احسان پر پردہ ڈالنے اور زبان و دل سے اس کے اقرار و عمل سے اس کے اظہار نہ کرنے کے ہیں، اسی سے ہماری زبان میں "کفرانِ نعمت" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہی کفر وہ لفظ ہے، جس سے زیادہ کوئی برا لفظ اسلام کی لغت میں نہیں۔ اللہ پاک کے احسانوں اور نعمتوں کو بھلا کر دل سے اس کا احسان مند نہ بننا، زبان سے اُن کا اقرار اور عمل سے اپنی اطاعت شعاری اور فرمانبرداری ظاہر نہ کرنا کفر ہے، جس کے مرتکب کا نام کافر ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح کفر اسلام کی نگاہ میں بدترین خصلت ہے، اس کے بالمقابل شکر سب سے بہتر اور اعلیٰ صفت ہے، قرآن پاک میں یہ دونوں لفظ اسی طرح ایک دوسرے کے بالمقابل بولے گئے ہیں " اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا " (دھر-۱)

ہم نے انسان کو راستہ بتادیا۔ (اب وہ) یا شکر گذار (شاکر) ہے یا ناشکرا (کافر)

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (ابراہیم-۲)

اگر تم نے شکر کیا تو ہم تمہیں بڑھائیں گے۔ اور اگر ناشکری (کفر) کی تو بیشک میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اس تقابل سے معلوم ہوا کہ اگر کفر اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور نعمتوں کی ناقدری کرکے اس کی نافرمانی کا نام ہے تو اس کے مقابلہ میں شکر کی حقیقت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور نعمتوں کی قدر جان کر اس کے احکام کی اطاعت اور دل سے فرمانبرداری کیجائے حضرت ابراہیمؑ کی نسبت اللہ پاک کی شہادت ہے۔

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (نحل-۱۹)

دراصل ابراہیم دین کی راہ ڈالنے والا اور اللہ کا فرمانبردار۔ اس کو ایک ماننے والا تھا اور شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ اللہ کے احسانوں اور نعمتوں کا شکر گذار، اللہ نے اس کو چن لیا اور اس کو سیدھی راہ دکھائی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانوں کی شکر گذاری یہ ہے کہ دین کی راہ اختیار کی جائے۔ احکام الٰہی کی پیروی کی جائے۔ اور شرک سے پرہیز کیا جائے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا ہم کو قبول فرمائے گا۔ اور ہر علم و عمل میں ہم کو سیدھی راہ دکھائے گا۔

اس تفصیل سے پتہ چلا کہ شکر ایمان کی جڑ دین کی اصل اور اطاعتِ الٰہی کی بنیاد ہے یہی وہ جذبہ ہے جس کی بنا پر بندہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی قدر و عظمت اور محبت پیدا ہونی چاہیئے۔ اور اسی قدر و عظمت اور محبت کی قولی و عملی اظہار کا نام شکر ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا، (نساء-۲۱)

اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ تو خدا تم کو عذاب دیکر کیا کرے گا اور اللہ تعالیٰ تو قدر پہچاننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے صرف دو

باتیں چاہتا ہے۔ شکر اور ایمان، ایمان کی حقیقت
تو معلوم ہے۔ اب رہا شکر تو شریعت میں جو کچھ
ہے وہ شکر کے دائرہ میں داخل ہے، ساری
عبادتیں شکر ہیں بندوں کے ساتھ حسن سلوک
اور نیک برتاؤ کی حقیقت بھی شکر ہی ہے دولتمند
اگر اپنی دولت کا کچھ حصہ خدا کی راہ میں دیتا ہے
تو یہ دولت کا شکر ہے، صاحب علم اپنے علم سے
بندگانِ الٰہی کو فائدہ پہونچاتا ہے تو یہ علم کی
نعمت کا شکر ہے۔ طاقتور، کمزوروں کی امداد اور
اعانت کرتا ہے تو یہ بھی قوت وطاقت کی نعمت
کا شکرانہ ہے الغرض شریعت کی اکثر باتیں
اسی ایک شکر کی تفصیلیں ہیں۔ اسی لئے شیطان
نے جب خدا سے یہ کہنا چاہا کہ تیرے اکثر بندے
تیرے حکموں کے نافرمان ہوں گے تو یہ کہا،

وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ (اعراف: ۲۰)

تو ان میں سے اکثر کو شکر کرنے والا نہ پائے گا۔

خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو جزا دیتے
ہوئے اسی لفظ سے یاد فرمایا:

وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ (آل عمران - ۱۵)

اور ہم شکر کرنے والے کو جزا دیں گے۔

پوری شریعت کا حکم اللہ تعالیٰ ان لفظوں میں
دیتا ہے۔

بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ (زمر، ۷۰)

بلکہ اللہ کی بندگی کرو اور شکر گذاروں میں سے ہو،

شکر کے اس جذبہ کو ہم کبھی زبان سے ادا کرتے
ہیں کبھی اپنے ہاتھ پاؤں سے پورا کرتے ہیں۔ کبھی اس
کا بدلہ دیکر اس قرض کو اتارتے ہیں، زبان سے
اس فرض کے ادا کرنے کا نام اللہ تعالیٰ کے تعلق سے
قرآن کی اصطلاح میں حمد ہے، جس کے مطالبہ سے
پورا قرآن بھرا ہوا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ
حمد الٰہی میں اللہ تعالیٰ کے ان صفاتِ کاملہ کا ذکر ہوتا
ہے جو ان احسانوں اور نعمتوں کی پہلی اور اصلی
محرک ہیں اور اسی لئے یہ کہنا چاہیے کہ جس طرح سارے
قرآن کا نچوڑ سورۂ فاتحہ ہے، سورۂ فاتحہ کا نچوڑ خدا
کی حمد ہے اسی بنا پر قرآن پاک کا آغاز سورۂ فاتحہ
سے اور سورۂ فاتحہ کا آغاز الحمد سے ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (فاتحہ - ۱)

سارے جہاں کے پروردگار کی حمد ہے۔

جہاں اور جہاں میں جو کچھ رنگ برنگ کی مخلوقات
اور عجائبات ہیں سب کی پرورش اور زندگی اور
بقا اسی ایک کا کام ہے اسی کے سہارے وہ جی رہے
ہیں اور نکھر رہے ہیں، اس لئے حمد اسی ایک کی ہے
یہ تو دنیا کے نیرنگ قدرت کا آغاز ہے۔ لیکن دنیا
جب اپنی تمام منازل حیات کو طے کرکے فنا ہو چکے
گی اور یہ موجودہ زمین اور آسمان اپنا فرض ادا کرکے
نئی زمین اور نئے آسمان کی صورت میں ظاہر
ہو چکیں گے، پہلی دنیا کے عمل کے مطابق ہر شخص
اس دوسری دنیا میں اپنی زندگی پا چکے گا۔ یعنی
نیک اپنی نیکی کی جزاء اور بد اپنی بدی کی سزا
پا چکیں گے اور اہل جنت جنت میں اور اہل
دوزخ دوزخ میں جا چکیں گے، وہ وہ وقت
ہوگا جب دنیا اپنے اس نظام یا دورہ کو پورا کر
چکی ہوگی جس کے لئے خدا نے اس کو بنایا تھا۔
اس وقت عالم امکان کے ہر گوشہ سے یہ سریلی
آواز بلند ہوگی۔

وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (زمر - ۸)

سارے جہان کے پروردگار کی حمد ہے۔

حمد کا ترانہ موجودہ دنیا کے ایک ایک ذرہ سے
آج بھی بلند ہے۔

لَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (روم - ۲)

اسی کی حمد آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔

فرشتے بھی اسی حمد میں مشغول ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔ (مومن - ۱۰)

جو عرش کو اٹھائے ہیں، اور جو اس کے چاروں طرف
ہیں وہ اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح کرتے ہیں۔
بلکہ عرصۂ وجود کی ہر چیز اس کی حمد و تسبیح میں لگی ہوئی ہے

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ
(بنی اسرائیل۔ ۵)

اور کوئی چیز نہیں جو اس (خدا) کی حمد کی تسبیح
نہ کرتی ہو۔

یہی شکرانہ کی حمد و تسبیح ہے جس کا مطالبہ انسانوں
سے ہے

سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ (حجر، طٰہٰ، مومن، طور، فرقان)

اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن اور شمائل میں ہر
وقت اور ہر موقع کی اس کثرت سے جو دعائیں ہیں
مثلاً کھانا کھانے کی، نئے کپڑے پہننے کی، سونے کی
سو کر جاگنے کی، نئے پھل کھانے کی، مسجد میں جانے کی
طہارت خانہ سے نکلنے کی وغیرہ وغیرہ ان سب کا
منشاء اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی حمد اور زبان سے
اس کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ لیکن زبان کا یہ شکریہ
دل کا ترجمان اور قلبی کیفیت کا بیان ہونا چاہیئے
اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو جسمانی نعمتیں عنایت
فرمائی ہیں۔ اُن کا شکریہ یہ ہے کہ ہم اپنے ہاتھ،
پاؤں کو خدا کے حکموں کی تعمیل میں لگائے رکھیں اور
ان سے ان کی خدمت کریں جو اس جسمانی نعمت
کے کسی جزء سے محروم ہیں، مثلاً جو اپاہج اور معذور
ہوں، بیمار ہوں، کسی جسمانی قوت سے محروم ہوں
یا کسی عضو سے بیکار ہوں، مالی نعمتوں کا شکریہ
ہے کہ جو اس نعمت سے بے نصیب ہوں ان کو
اس سے حصہ دیا جائے۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا
جائے۔ پیاسوں کو پانی پلایا جائے۔ ننگوں کو
کپڑا پہنایا جائے۔ بے سرایوں کو سرمایہ دیا جائے،
قرآن پاک کی مختلف آیتوں میں مختلف
نعمتوں کے ذکر کے بعد شکر الٰہی کا مطالبہ کیا گیا ہے

اس لئے ہر آیت میں اس شکر کے ادا کرنے کی نوعیت اسی نعمت کے مناسب ہوگی مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا (فرقان۔ ۶)

بڑی برکت اس کی ہے جس نے آسمان میں برج بنائے۔ اور اس میں ایک چراغ اور اُجالا کرنے والا چاند رکھا۔ اور اسی نے رات اور دن بنایا کہ ایک کے بعد ایک آتا ہے اس کے واسطے جو دھیان رکھنا یا شکر کرنا چاہے۔

اس میں اپنی قدرت کی نعمتوں کا ذکر کر کے شکر کی ہدایت ہے، یہ شکر اسی طرح ادا ہو سکتا ہے کہ اس قدرت والے کی قدرت تسلیم کریں اور دن کی روشنی اور چاند کے اجالے اور رات کے سکون میں ہم وہ فرض ادا کریں جس کے لئے یہ چیزیں ہم کو بنا کر دی گئی ہیں دوسری آیتوں میں ہے۔

... اَلرَّحِيْمُ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ (سجدہ۔۱)

بڑے رحم والا جس نے خوب بنائی جو چیز بنائی اور انسان کی پیدائش ایک گارے سے شروع کی پھر اس کی اولاد کو بے قدر سے نچڑے ہوئے پانی سے بنایا، پھر اس کو درست کیا، اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونکا، اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے۔ تم کم شکر کرتے ہو۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (نحل۔ ۱۱)

اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے باہر نکالا تم کچھ جانتے نہ تھے، اور تمہارے لئے کان، اور آنکھیں اور دل بنائے۔

ان آیتوں میں خلقت جسمانی کی نعمت کا بیان اور اس پر شکر کرنے کی دعوت ہے یعنی دل سے خدا کے ان احسانات کو مان کر اس کی ربوبیت و کبریائی اور یکتائی کو تسلیم کریں اور یہ سمجھیں کہ جسے یہ زندگی دی اور اس زندگی میں ہم کو یوں بنا دیا۔ وہ ہمارے مرنے کے بعد دوسری زندگی بھی ہم کو دے سکتا ہے اور اس میں بھی ہم کو یہ کچھ عنایت کر سکتا ہے، اور پھر ہاتھ پاؤں سے اور آنکھ کان سے اس کے ان احسانات کا جسمانی حق ادا کریں، بعض اور آیتوں میں ہے۔

وَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ، (حج۔ ۵)

تو ان جانوروں کے گوشت میں سے کچھ آپ کھاؤ اور کچھ ان کو کھلاؤ جو صبر سے بیٹھا ہے یا محتاجی سے بیقرار ہے۔ اسی طرح ہم نے وہ جانور تمہارے قابو میں دیئے ہیں تاکہ تم شکر کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ (بقرہ۔ ۲۱)

اے ایمان والو! ہم نے تم کو جو روزی دی پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور خدا کا شکر کرو۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (نحل۔ ۱۵)

تو خدا نے تم کو جو حلال اور پاک چیزیں روزی کیں ان کو کھاؤ اور اس کی نعمت کا شکر کرو۔ اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

یہ مالی نعمت کا بیان تھا اس کا شکریہ بھی خدا کو مان کر مال کے ذریعہ ادا کریں۔

دنیا میں شکریہ کی تیسری قسم یہ ہے کہ کسی محسن نے جس قسم کا احسان ہمارے ساتھ کیا ہو اسی قسم کا احسان ہم اس کے ساتھ کریں، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے نیاز ذات کے ساتھ اس قسم کا کوئی شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا، اس تیسری قسم کے شکریہ کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ جو احسان فرمایا ہو اسی قسم کا احسان ہم اس کے بندوں کے ساتھ کریں، اسی نکتہ کو اللہ تعالیٰ نے قوم موسیٰ کے ان لفظوں میں ادا فرمایا ہے۔

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (قصص۔ ۸)

اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی تو بھی بھلائی کر،

اسی کا نام خدا کو قرضہ دینا بھی ہے ظاہر ہے کہ خدا نعوذ باللہ محتاج نہیں کہ اس کو کوئی قرضہ دے خدا کو قرض دینا یہی ہے کہ اس کے ضرورتمند بندوں کو یا قابل ضرورت کاموں میں روپیہ دیا جائے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (بقرہ۔ ۳۲۔ وحدید۔۲)

کون ہے جو خدا کو اچھا قرض دیتا ہے۔

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (حدید ۲ و مزمل ۲)

اور خدا کو قرض حسنہ دو،

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (تغابن۔ ۲)

اگر خدا کو قرض حسنہ دو گے۔

خدا کو قرض حسنہ دینے کی جو تفسیر اوپر کی گئی، اس کی روشنی میں اس حدیث کو پڑھنا چاہیئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن خدا فرمائے گا۔

"اے آدم کے بیٹے! میں بیمار پڑا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی، بندہ کہے گا اے میرے پروردگار

تو تو جہان کا پروردگار ہے، میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا، فرمائیگا، کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا، تونے اس کی پرسش نہ کی اور اگر کرتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا، پھر خدا فرمائے گا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے نہیں کھلایا۔ بندہ عرض کریگا اے میرے پروردگار تو تو سارے جہان کا رب ہے، میں تجھے کیسے کھلاتا، فرمائے گا، تجھے معلوم نہ ہوا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے اس کو نہیں کھلایا اگر تو اس کو کھلاتا تو اس کا بدلہ آج میرے پاس پاتا، اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تونے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ کہے گا اے میرے پروردگار تو تو سارے عالم کا پروردگار ہے میں تجھے کیسے پانی پلاتا، فرمائیگا، میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو نہیں پلایا۔ اگر تو اس کو پلاتا، تو آج تو اس کو میرے پاس پاتا[1]

اس تشریح سے معلوم ہوگا کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا جانی اور مالی شکریہ ہم کو کس طرح ادا کرنا؟ اور اس کا قرض ہم کو کیونکر اتارنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا بار بار تقاضا اس لئے بھی کیا ہے کہ ہم یہ سمجھنے لگیں کہ خدا کے فضل و کرم کے سوا ہم ان نعمتوں کا استحقاق خود بھی رکھتے تھے، حالانکہ ان کے لئے نہ کوئی ہمارا خاندانی استحقاق تھا، نہ کوئی ہمارا ذاتی علمی یا عملی، جو کچھ ملا اس کے فضل و کرم سے ملا۔ اور جو کچھ ملے گا وہ اسی کی عطا اور بخشش ہوگی، انسان اپنی روزمرہ کی متواتر بخششوں کو جو زمین سے آسمان تک پھیلی ہیں دیکھ کر، اور ان کے دیکھنے کا عادی ہو کر یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے ساتھ اللہ کی یہ کوئی بخشش نہیں، بلکہ فطرت کی عام بخشش ہے جس کے شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں، مگر خوب سمجھنا چاہیئے کہ یہی وہ بیج ہے جس سے کفر اور الحاد کی کونپلیں نکلتی ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنی ایک ایک عنایت اور بخشش کو گنوایا ہے اور اس پر شکر ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے تاکہ ربوبیت الٰہی کا یقین اس کے ایمان کے بیج کو سیراب کرے اور بارآور بنائے۔

دولت و نعمت پانے کے بعد انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ عام انسانوں سے کوئی بلند برتر ہے اور جو اس کو ملا ہے وہ اس کا خاندانی حق تھا یا اس کے یہ ذاتی علم و ہنر کا نتیجہ تھا جیسا کہ قارون نے کہا تھا، یہی غرور ہے جو ترقی کر کے بخل اور ظلم کی صورت اختیار کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمائی اور ارشاد ہوا،

وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (حدید-۳)

(اور تاکہ) جو خدا نے تم کو دیا، اس پر اتراؤ نہیں، اور اللہ کسی اترانے والے بڑائی مارنے والے کو پیار نہیں کرتا جو خود کنجوس ہیں، اور لوگوں کو کنجوس بننے کو کہتے ہیں، اور جو (اللہ کی بات سے) منھ موڑے گا (تو اللہ کو کیا پروا) وہ تو دولت سے بھرپور اور حمد (یعنی حسن و خوبی) سے مالا مال ہے، وہ اپنی ذات سے نہ تو انسانوں کی دولت کا بھوکا ہے کہ وہ تو غنی ہے، اور نہ ان کے شکرانہ کی حمد کا ترسا ہے کہ وہ تو حمید یعنی حمد سے بھرا ہوا ہے، خدا نے انسانوں پر جو تو بر تو نعمتیں اتاری ہیں وہ اپنی لگاتار بخششوں سے ان کو جو نوازتا ہے اس سے یہی مقصود ہے کہ وہ اپنے اس محسن کی قدر پہچانے، اس کے مرتبہ کو جانے، اس کے حق کو ملنے اور اس کی نعمت و بخشش کا مناسب شکر اپنے جان و مال و دل سے ادا کرے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ - (ابراهیم-۲)

اگر تم شکر ادا کروگے تو میں تم کو اور بڑھاؤں گا، اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔

كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ (قمر-۲)

ہم اسی طرح اس کو جزا دیتے ہیں جس نے شکر کیا۔

وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ (آل عمران-۱۵)

اور ہم شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان کے دل میں ایک شکر ہی کا جذبہ پیدا ہو جائے تو دین و دنیا میں بھلائی کیلئے اس کو کسی اور کو تنبیہ کی ضرورت نہ ہو، وہ خدا کی نعمتوں کی قدر جان کر اس کو مانے گا۔ اور اس کے حکموں پر چلے گا۔ اور اس کے بندوں کے ساتھ شکرانہ میں بھلائی کریگا اور خود بندوں کے احسانات کے جواب میں بھی ان کے ساتھ نیکی اور خیر خواہی کرے گا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آپس میں ایک انسان کی دوسرے انسان کے ساتھ شکرگذاری کے جذبہ کو اللہ تعالیٰ کے احسانات کی شکرگذاری کا معیار مقرر فرمایا ہے، ارشاد ہوا۔ مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَا يَشْكُرُ اللَّهَ (ترمذی کتاب البر والصلۃ)

یعنی جو انسان کا شکر ادا نہ کرے گا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہ کریگا۔ اس حدیث کا ایک اور مطلب یہ ہے کہ جو انسانوں کے احسانوں کا شکریہ ادا نہ کرے گا تو خدا بھی اپنے احسانوں کا شکریہ اس سے قبول نہ فرمائے گا۔

•••

[1] صحیح مسلم باب فضل عیادۃ المریض،

انسان جب سچے دل سے خدا سے ڈرتا ہے

شمس الحق ندوی

۱۸۳۱ء کے کسی مہینہ و تاریخ کو نمودِ صبح کے ساتھ دمشق کے سب سے بڑے اور اہم محلہ "حی المیدان" میں ایک ہلچل سی مچی تھی۔ دل دھڑک رہے ہیں۔ خوف و ہراس نے پورے محلہ کو مضطرب و بے چین کر رکھا تھا۔ کیا ہو؟ کیسے ہو؟ اپنے وقت کا ظالم و جابر، خود بیں و متکبر بادشاہ جس کی تلوار دیکھنے بولنے سے پہلے اپنا کام کرتی ہے، وہ شیخ وقت سعید حلبی سے ملنے آرہا تھا۔ اس کا کبر و غرور آداب شاہی اور عوام کے استقبال کا عادی ہو چکا تھا۔ اور شیخ کا یہ حال کہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی ان کے سامنے ہیچ۔ شیخ سجدۂ تکریم و استقبال تو کجا شاہ کی طرف ایک عام انسان کی حیثیت سے بھی نظر التفات نہ فرمائیں گے۔ معتقدین نہ شیخ کو آداب شاہی بجالانے پر آمادہ کر سکتے تھے نہ شاہ کو روکنے اور نہ آنے کا مشورہ دے سکتے تھے۔ اب کیا ہوگا؟ لوگ حیران ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ شیخ کا تو کچھ نہ بگڑے گا، لیکن شاہ تک پہونچنے اور مشورہ دینے کی مجال کسے تھی اور ہو بھی تو محل شاہی تک پہونچنے اور مشورہ دینے کی مجال کسے۔ لاؤ لشکر کا ہجوم ہے جو جائے نہ شاہ تک پہونچے، نہ زندہ واپس آئے۔ شیخ سے کچھ کہیں تو کیا اور کیسے، شیخ ہزار بادشاہوں سے زیادہ خود دار اور ماسوا اللہ کی ہر قوت و طاقت سے بے نیاز۔

عقل و خرد کوئی مشورہ نہ دے سکے، شہر میں آرائش و زیبائش شروع ہوگئی۔ استقبال کی تیاری میں جگہ جگہ گیٹ بننے لگے، پرچم لہرائے جانے لگے۔ چمنوں کے پھول توڑے جانے لگے یہ شاہ کے لئے فرش راہ کئے جائیں گے، شاہ پر پھول برسائے جائیں گے۔

باہر شہر و محلہ میں ہنگامہ ہے، بھاگ دوڑ ہے، آرائش و زیبائش ہے اور محلہ کی مسجد میں ایک بوریہ نشین ہر طرف سے بے نیاز ہو کر اصلاح و تزکیہ کی مجلس جمائے بیٹھا ہے، دل ہیں کہ کھنچے آرہے ہیں، شام ہونے کو آئی، استقبال کی تیاریاں مکمل ہو چکیں، شاہ کی آمد آمد ہے، نہایت تزک احتشام، شوکت و دبدبہ کے ساتھ فوج و سپاہ اور حاشیہ نشینوں کے جلو میں شاہی سواری محلہ میں داخل ہوتی ہے بادشاہ مسجد کے چھوٹے سے دروازے پر آکر رک جاتا ہے، مسجد کا دروازہ بزبان حال گویا ہوتا ہے کہ تم لوٹ جاؤ یا اپنے ناز و کبر کا لباس اتار کر ایک متواضع اور خاکسار انسان کی طرح داخل ہو، تمہارے گھمنڈ و غرور کے لئے میرا دامن تنگ ہے، اسلامی مساوات میں جاہلیت کی ان باتوں کی کوئی گنجائش نہیں نبی رحمت نے چھوٹے بڑے اور شاہ و گدا کے فرق کو مٹایا۔ بادشاہ ذرا رکا، کچھ سوچا اور سوچ کر اپنے حاشیہ نشینوں کو ہٹا کر تنہا مسجد میں داخل ہو گیا شیخ مسجد میں پڑے ہوئے ایک گدے پر بیٹھے پاؤں پھیلائے ہوئے حاضرین کو ایمان و یقین خدا کی بڑائی و قدرت کی تعلیم دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ انسان جب سچے دل سے خدا سے ڈرتا ہے تو دنیا کی ہر شے اس سے ڈرتی ہے۔ اس کے دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا کلمۂ "اللّٰہُ اَکْبَر" ہر بڑے کو چھوٹا بنا دیتا ہے۔ ہر قوی کو کمزور و ناتواں بناتا ہے اس لفظ میں عجیب گہرائی تاثیر و معانی پنہاں ہیں مگر افسوس کہ آج کا مومن صرف الفاظ کو دہراتا ہے معانی کو دل میں نہیں اتارتا نہ اعتماد کرتا ہے۔

مسلمان پنجوقتہ نمازوں میں اس لفظ کو ۸۵ بار پڑھتا اور زبان سے ادا کرتا ہے کہ دنیا میں خدا سے بڑا کوئی نہیں جس کا خدا سے معاملہ صحیح ہے۔ وہ کسی بھی قوت و طاقت سے نہیں ڈرتا، خواہ درندے ہوں کہ انسانی طاقتیں یا کہ بیماریاں و مصائب! اگر مومن ان الفاظ کو کہتے وقت معانی پر غور کرتا اور اعتماد کرتا تو ذلت و بزدلی، کاہلی و کم ہمتی کا اس کے پاس سے گذر نہیں ہوتا۔

شیخ کا جملہ ختم نہ ہو پایا تھا کہ حاضرین میں سے ایک شخص بولا کہ اگر اس کو بادشاہ قتل کردے یا بیماری سے جانبر نہ ہو سکے تو؟ شیخ نے فرمایا واہ! تم نے خوب کہی کیا مسلمان قتل سے ڈرتا ہے یا موت کو ناپسند کرتا ہے، موت مشکل اس لئے معلوم ہوتی ہے کہ وہ دنیا کی لذات سے رشتہ کاٹ دیتی ہے۔ دنیا کا نقصان نظر آتا ہے مگر موت کا یہ مفہوم کافر کے نزدیک ہوتا ہے جس کا منتہائے نظر صرف دنیا ہے۔

رہا وہ مومن جو یہاں آخرت کے لئے تیاری کر رہا ہے اور مسافر کی طرح رخت سفر باندھنے میں لگا ہوا ہے وہ اس طرح کوچ کا منتظر ہے جیسے مسافر ٹرین کا منتظر ہوتا ہے۔ اس کے پاس جب موت آتی ہے اور اس دنیا سے چلتا ہے تو اس وفورِ شوق کے ساتھ چلتا ہے جیسے پردیس سے آنے والا اپنے اہل و عیال اور متعلقین کا مشتاق ہوتا ہے، دوست و احباب کا مشتاق ہوتا ہے جس شخص کا یہ معاملہ ہو وہ موت کو موت نہیں سمجھتا

بلکہ نئی زندگی کا آغاز تصور کرتا ہے۔ ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے سب سے بہتر شہادت یہ ہے کہ انسان ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہے اور قتل کر دیا جائے۔

بادشاہ شیخ کی مجلس کے ایک طرف کھڑا ناک بھوں چڑھائے غصہ سے بیتاب شیخ کا ایمان و یقین سے بھرا ہوا یہ وعظ سن رہا تھا۔ شیخ نے اس پر ایک نظر ڈالی بالکل اسی طرح جیسے وہ ایک عام آدمی کی طرف دیکھتے ہیں شیخ پر ادنیٰ تأثر نہ ہوا۔ بادشاہ کی آمد کی حیثیت ان کے نزدیک وہی تھی جو ایک عام آدمی کی ہوتی ہے۔

بادشاہ کھڑا ہے نہ کوئی استقبال کے لئے اٹھتا ہے نہ لوگ صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس غریب کو یہ خبر نہ تھی کہ شیخ نے ان کو اس منزل پہ پہونچا دیا ہے، جہاں سے وہ دنیا کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے انسان جہاز سے زمین کی طرف دیکھتا ہے کہ جہاز سے ہر شے چھوٹی ولا شئے نظر آتی ہے۔ ان لوگوں کو بادشاہ چیونٹی کی طرح نظر آرہا تھا۔ کیا چیونٹی کا بھی کوئی استقبال کرتا ہے؟

بادشاہ نے مجلس پہ نظر دوڑائی اس کی شیخ پہ نظر پڑی تو پاؤں پھیلے ہوئے اور رُخ بادشاہ کی طرف ہے، یہاں اس کے کبر و غرور کو اور ٹھیس لگی۔ اس نے پھر مجمع پہ نظر ڈالی۔ کہ کوئی ہے کہ اس فقیر بے نوا کی گستاخی پر تلوار کھینچ لے اور اس گستاخ پاؤں کو کاٹ کر بادشاہ کا تقرب حاصل کرے۔ بادشاہ جو سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اپنی مادی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک اس کو معنوی بصیرت حاصل نہیں ہوئی تھی وہ اپنے لاؤ لشکر اور محل و تخت کے سامنے شیخ کی چٹائی کو ہیچ سمجھ رہا تھا۔ اور اس زعم میں تھا کہ اس کی تلوار کے سامنے یہ کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

ابھی تک اس کی آنکھیں نہیں کھلی تھیں بالکل ایسے ہی جیسے کسی شیر کی کچھار میں بم پڑا ہو وہ اس کے پاس سے گذرے اور خاطر میں نہ لائے اور روندتا ہوا آگے بڑھنے کی کوشش کرے کہ بم پھٹے اور اس کے پرخچے اڑ جائیں۔

شیخ کی زبان سے بھی بم برسنے شروع ہوئے فرمایا کہ انسان بھی خدا کی کیسی حیرت انگیز مخلوق ہے کہ اس کے اندر فرشتہ اور شیطان دونوں کی صفت رکھ دی ہے، جو شخص ہوا و ہوس اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے پڑا رہتا ہے وہ جانور جیسا ہے جو بلا تمیز کھاتا پیتا ہے اور اپنی خواہشات پوری کرتا ہے۔ جو شخص حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا نہ گناہ و پاپ کا خیال رکھتا ہے۔ وہ شیطان ہے۔ اس سے بہتر تو بچھو اور نجاست کھانے والا کیڑا ہے کہ یہ تو مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور یہ انسان جہنم میں جائے گا۔

حقیقی معنوں میں انسان وہ ہے جو دنیا میں مدرسہ کے طالب علم کی طرح زندگی گذارتا ہے جہاں زندگی گذارنے کے طور طریق سکھائے جاتے ہیں۔

خدا کی قدرت عجیب و غریب ہے کہ اس نے انسان کے اندر ایک ایسا فرشتہ رکھ دیا جو گمراہی و بے راہ روی کے وقت اس کو متنبہ کرتا ہے اور راہِ راست پر لاتا ہے، یہی ملکوتی صفت واعظ کے وعظ کا اثر قبول کرتی ہے بقول شاعر ؎

لا تنتهي النفس عن غيها
مالم يكن منها لها زاجر

(نفس انسانی گمراہی و بے راہ روی سے اس وقت تک باز نہیں آسکتا جب تک کہ خود اس کے اندر متنبہ کرنے والی قوت صلاحیت ملکوتی صفت نہ موجود ہو)

یہی جنت میں اس کا صلہ ہے جنت محض خواہش و تمنا سے حاصل نہیں ہو سکتی اس کے لئے محنت و کدوکاوش اور عمل درکار ہے جو طالب علم اپنا وقت کھیل تماشوں میں ضائع کرے اور امتحان میں کامیابی کا آرزو مند ہو تو کیا محض آرزو سے کامیاب ہو سکتا ہے، جو شکاری اپنی بندوق پھینک دے چلائے نہیں، جال کو ڈال دے لگائے اور بچھائے نہیں پھر وہ شکار کا آرزو مند ہو تو کیا ممکن ہے کہ محض اس کی تمنا ہرن کو پکڑ کر اس تک پہونچا دے، یا مچھلی خود نمک مرچ لئے ہوئے حاضر ہو کہ لو بھونو اور کھاؤ۔

ایک شخص نے کہا دل سخت ہو گئے ہیں۔ اس کا کیا علاج ہے، شیخ نے فرمایا۔ کہ شیطان کا داؤں اس وقت چلتا ہے جب وہ انسان کو یہ باور کرا دیتا ہے کہ وہ درجۂ کمال کو پہونچ گیا ہے لہٰذا تم اپنے کو ناقص ہی تصور کرو۔ صحت و مرض، رنج و خوشی ہر حال میں ذکر خداوندی میں مصروف رہو، ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ جب ان کے دل میں سختی پیدا ہوتی ہے تو وہ اس کے ازالہ کی فکر کرتے وہ اسپتال جا کر یا قبرستان پہونچ کر نفس کو مرض و موت کا خوف دلاتے۔ مومن جب تک خوف و رجا کی کیفیت میں رہتا ہے، بہتری میں رہتا ہے۔ اور اگر خوف و رجا کی کیفیت اس میں سے ختم ہو جاتی ہے تو وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ بعض بزرگوں کے متعلق سنا ہے کہ وہ اپنا ہاتھ چراغ کی لو کے پاس لے جاتے اور نفس سے مخاطب ہو کر کہتے کہ تم اس کو برداشت نہیں کر سکتے تو جہنم کے عذاب کو کیسے برداشت کرو گے،

مومن کے دل میں جب کوئی برائی کا جذبہ یا داعیہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اس کو جنت کی نہروں سے بجھا دیتا ہے، یا جہنم کی آگ سے جلا کر نجات حاصل کر لیتا ہے۔

اگر عقل و دانش نہ ہو تو انسان کی حیثیت ہی کیا۔ تاہم اگر عقل رہبر ایمان نہ ہو تو عقل تمام

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عظمت

صحیح بخاری میں ایک آیت کے تحت میں بروایت ابودرداءؓ نقل کیا ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان کسی بات میں اختلاف ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہوکر چلے گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ان کو منانے کے لئے چلے مگر حضرت عمرؓ نے نہ مانا، یہاں تک کہ اپنے گھر میں پہنچ کر دروازہ بند کرلیا، مجبوراً صدیق اکبر واپس ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے، ادھر کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ کو اپنے اس فعل پر ندامت ہوئی اور یہ بھی گھر سے نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے اور اپنا واقعہ عرض کیا، ابودرداءؓ کا بیان ہے کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوگئے، جب صدیق اکبرؓ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ پر عتاب ہونے لگا۔ تو عرض کیا یا رسول اللہ زیادہ قصور میرا ہی تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ میرے ایک ساتھی کو اپنی ایذاؤں سے چھوڑ دو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جب میں نے باذن خداوندی یہ کہا کہ "یَاأَیُّهَا النَّاسُ إِنِّی رَسُولُ اللّٰهِ إِلَیْکُمْ جَمِیعًا"۔

(اے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا (یعنی اس کا رسول) ہوں۔)

تو تم سب نے مجھے جھٹلایا صرف ابوبکرؓ ہی تھے جنھوں نے پہلی بار میری تصدیق کی۔

(قصص معارف القرآن ص۱۲۶)

احساس عمل کی چنگاری جس دل میں فروزاں ہوتی ہے
اس لب کا تبسم ہیرا ہے اس آنکھ کا آنسو موتی ہے

بولہب عشق تمام مصطفےٰ۔ اس کے بغیر انسان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس کے وجود کی ابتدا ایک ناپاک قطرے سے ہوئی اور انتہا ایک نہایت متعفن اور بدبودار لاشہ ہوگا۔

بادشاہی کا ایک نشہ ہوتا ہے جس شخص کو اس کی حکومت اور لوگوں کا غلبہ اسے نشہ میں ڈال دے تو وہ خدا کے سامنے اپنی ذلت و رسوائی اور اصل حقیقت کو یاد کرے، خداوندعالم نے تو نمرود جیسے متکبر وجابر بادشاہ کو مچھر جیسی کمزور مخلوق سے ہلاک کیا۔ اس پتلہ خاکی کو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ اس کا انجام بھی مٹی ہی ہوگا۔

شیخ کی گفتگو کے دوران بادشاہ ایسا محسوس کر رہا تھا کہ وہ صندوق میں بند ہے پھر جب اسے تنبیہ ہوا، اور آنکھیں کھلیں تو اس نے ایسا محسوس کیا کہ تروتازہ ہواؤں کے جھونکے عطر پاشی کر رہے ہیں، وہ سخت تاریکی میں ہے اور شیخ بصفت آفتاب اس پر روشن ہوئے اس کا اپنا وجود اپنی نگاہوں میں ہیچ نظر آنے لگا۔ وہ دو زانو بیٹھ گیا۔ اور اب اپنے کو مجلس کے ہر فرد سے کمتر اور کم مایہ سمجھنے لگا کہ انھیں شیخ سے زیادہ قرب حاصل تھا۔ اب شیخ کے پھیلے ہوئے پاؤں تیر بن کر اس کی نگاہوں میں چبھ نہیں رہے تھے بلکہ اب تو اپنے کو ڈوبتا ہوا اور شیخ کے پاؤں کو سہارا تصور کر رہا تھا۔ اب شیخ اس کی نگاہوں میں بالکل بدل گئے۔ اب اسے شیخ کی ذات میں حقیقت انسانیت نظر آ رہی تھی۔

جب بادشاہ یہاں سے واپس ہوا تو شیخ کو ایک تھیلی بھیجی جس میں خالص سونے کے ایک ہزار دینار تھے جب قاصد نے تھیلی شیخ کے سامنے رکھی تو شیخ مسکرائے۔ اور فرمایا کہ اپنے آقا کو میرا سلام کہو۔ اور کہو کہ جو شخص پاؤں پھیلاتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا۔

رسالت کے سائے میں

بُرے چرچے کے اچھے نتائج

ابن الدین شجاع الدین

بات اسلام کی دعوت کے ابتدائی دور کی ہے قریش کے وفد نے ابوطالب سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کی دعوت سے باز رکھیں، سیرت کی کتابوں میں ابوطالب اور قریش کے معروف سرداروں نیز ابوطالب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین گفتگو کی تفصیل درج ہے جو بتاتی ہے کہ بالآخر قبیلہ کے سردار کی حیثیت سے ابوطالب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے تحفظ دے دیا کہ بھتیجے جاؤ جو کہتے ہو کہتے رہو، میں کسی حال میں تم کو (بے یارومددگار) نہیں چھوڑوں گا۔

یہ بات مکہ کے ہر دوسرے قبیلہ کے سردار کے مفاد میں تھی کہ وہ ابوطالب کی سرداری کے حقوق کا احترام ملحوظ خاطر رکھے۔ اس صورت میں ان کے لئے حضور اکرمؐ پر حملہ کرنا ممکن نہ تھا اس لئے انہوں نے طے کیا کہ جن جن قبائل میں لوگ مسلمان ہوگئے ہیں اس قبیلہ والے خود ان مسلمانوں کو سزا دیں۔ اذیت رسانی کا یہی وہ دور ہے جس میں حضرت بلالؓ کو تپتی ہوئی ریت پر، اور حضرت خبابؓ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹانے کے روح فرسا واقعات پیش آئے۔ مگر ان سب کے باوجود اسلام کی روشنی تھی کہ پھیلتی جاتی تھی اور اجالا تھا کہ بڑھتا جاتا تھا۔ نہ ظلم وستم ہی اس میں مانع بن رہا تھا اور نہ لالچ کا حربہ ہی کارگر ہو رہا تھا۔ رات کے رشتے دار خوفزدہ تھے کہ یہ نور تو بالآخر ظلمتوں کو چھانٹ ہی دے گا۔

حج کا موسم سر پر تھا۔ سارے عرب سے زائرین مکہ آنے والے تھے۔ اگرچہ قریش میزبانی کے ذوق کے حامل تھے مگر اس مرتبہ وہ عجیب مخمصے میں تھے۔ اس لئے کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا چرچا ہو چکا ہے۔ حج کے موقع پر جب قبائل جمع ہوں گے تو وہ اس کی تحقیق کریں گے اور نتیجہ میں کہیں ایسا نہ ہو کہ اسلام تمام قبیلوں میں پھیل جائے۔ چنانچہ قریش ولید بن مغیرہ کے پاس آئے۔ تاکہ مشورہ کیا جا سکے کہ وہ کون سی تدبیر اختیار کی جائے جس سے اسلام کی دعوت واشاعت کا سلسلہ تھم جائے۔

قریش خوب سمجھتے تھے کہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کافی نہیں ہوگا بلکہ ایسا کرنا تو قبیلوں کو دعوتِ فکر دینے کے مترادف ہوگا۔ اس لئے اس کے علاوہ کچھ اور بھی کہنا چاہیئے۔ چنانچہ سب سر جوڑ کر بیٹھے کہ آخر "اور کچھ" کیا کہا جائے۔ قریش نے کہا ہم لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کاہن ہیں۔ ولید نے جواب دیا کہ واللہ وہ کاہن نہیں ہیں، میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے۔ ان کے اور محمدؐ کی باتوں میں کوئی مناسبت نہیں، قریش نے کہا کہ ہم آپ کو مجنوں کہیں گے۔ ولید نے کہا کہ کیا ہم لوگوں نے مجنون نہیں دیکھے؟ قریش نے کہا کہ اچھا ہم محمدؐ کو شاعر کہیں گے۔ ولید نے کہا ہم شعر خوب جانتے ہیں، محمدؐ کا کلام شعر ہرگز نہیں ہے، قریش نے کہا کہ تو پھر ہم سب ان کو ساحر کہیں گے۔ ولید نے کہا کہ ہم نے ساحروں کو بھی دیکھا ہے۔ گویا ولید کے نزدیک یہ سارے الزامات بے وزن اور سارے تیر خطا کر جانے والے تھے۔ قریش نے ولید سے کہا کہ تم ہی بتاؤ کہ آخر کیا کہا جائے۔ ولید نے جواب دیا کہ واللہ اس کلام میں لذت ہی کچھ اور ہے۔ اور جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ سب غلط اور بے بنیاد ہے۔ لیکن اس وقت اقرب اور مناسب یہی ہے کہ ہم سب کو مل کر کہنا چاہیئے کہ محمدؐ ساحر ہیں، جادوگر ہیں۔ اس لئے ان سے ہر قیمت پر دور رہیں۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساحر اور جادوگر ہیں" — یہ تھی وہ افترا پردازی جس پر ولید کے مشورہ سے سب متفق ہوگئے۔ چنانچہ مشترکہ حکمت عملی یہ طے ہوئی کہ بیرون شہر سے مکہ کو آنے والے تمام راستوں پر آدمی مقرر کردیئے جائیں جو آنے والے زائرین کو خبردار کرتے رہیں کہ وہ محمدؐ سے ہوشیار رہیں۔ چنانچہ بڑے جوش وجذبہ اور اعتماد وحوصلہ کے ساتھ اس منصوبہ پر عمل کیا گیا۔ مگر اسلام اور اس کے نام لیواؤں کا نصیبہ تو کچھ اور ہی تھا۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ قریش کا یہ منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا۔ اور اسی موقع پر حضرت ابوذرؓ و حضرت طفیلؓ ہی کا نہیں بلکہ ان کی کوششوں کے نتیجہ میں ان کے قبیلہ بنی غفار اور قبیلہ دوس کا بھی نصیبہ جاگ اٹھا۔ اور انہوں نے اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں میں پناہ لی۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

اللہ اس پر قادر ہے کہ شر سے خیر کے چشمے پھوٹ پڑیں اور بُرے چرچے کے اچھے اور خوشگوار نتائج برآمد ہو جائیں البتہ رجوع وانابت الی اللہ شرط ہے۔ دشواری کے ساتھ آسانی رکھ دی گئی ہے لیکن اس کی تدبیر وہی ہے جو نبی پاکؐ کو بتائی گئی تھی وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ۰ کی تدبیر "اپنے رب کی طرف دل لگاؤ"۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور مولانا عبدالکریم پاریکھ

فکری ربط و اصلاحی تعلق مکاتیب کے آئینہ میں

● مولانا محمد عبدالمجیب ندوی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (۱۹۱۴ء - ۱۹۹۹ء) کی شخصیت جامع صفات و کمالات تھی، ان کی بافیض علمی شخصیت نے ایک طرف بے شمار اصحاب علم و تحقیق پیدا کیے، تو دوسری طرف ان کے روحانی فیض نے ہزاروں افراد کے دل کی سوکھی ہوئی کھیتی کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ علمی فیض ہو کہ روحانی تربیت۔ ان سے نسبت اور تعلق کی جو راہ، جس کسی نے اپنائی ہے اس نے اپنا دامن گوہر مراد سے بھر لیا۔

ان کی ذات میں علمیت و روحانیت کا ایسا امتزاج تھا کہ شخصیت کے یہی دو پہلو ان کی دعوت و فکر، علم و تحقیق، تصنیف و تالیف اور اصلاح و تزکیہ پر مشتمل جہد و عمل کا جلی عنوان بن گئے، اہل دل اور اصحاب علم و فضل کا معاملہ بھی عجیب ہوتا ہے کہ وہ "دولے دل لئے بیٹھے جہاں اپنی دوکان آخرت سجاتے اور "انما انا قاسم واللہ یعطی" کی صدا لگاتے ہیں وہ جگہ" دل بیمار" کے لئے "چشمۂ حیواں" اور تشنگان علم کے لئے "منبع عرفاں" بن جاتی ہے، اور یہیں سے معرفت و محبت کی وہ شمع جلتی ہے جس کے نور سے دل آباد اور نگاہیں روشن ہوتی ہیں،

ان کی گرمیٔ محبت کہ ترے سوختہ جاں
جس جگہ بیٹھ گئے آگ لگا کر اٹھے

مولانا علی میاں ندویؒ کی بافیض صحبت کی سعادت جن لوگوں کو نصیب ہوئی ہے، ان خوش بختوں میں مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ مدظلہ بھی ہیں، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے ان کے علمی، فکری اور اصلاحی ربط کی ابتداء ۱۹۵۰ء سے ہوتی ہے، وقت گذرنے کے ساتھ یہ رابطہ مستحکم اور تعلق مضبوط ہوتا گیا۔ اور سلوک و معرفت کی راہ سے محبت دل میں اترتی چلی گئی، واقعہ بھی یہی ہے کہ معرفت جتنی شدید ہوتی ہے محبت اتنی ہی زیادہ گہری ہوتی ہے، چنانچہ آج بھی مولانا پاریکھ مختلف اعتبار سے اپنے مصلح اور "مرشد روحانی" کی فکر و دعوت کے نہ صرف امین و نقیب ہیں، بلکہ فکر و عمل کا جو چراغ مولانا علی میاںؒ نے جلایا تھا، اس کی لو کو تیز کرتے ہوئے روشنی کو عام کرنے والوں میں وہ بھی امتیازی مقام و مرتبہ کے حامل ہیں۔

مولانا پاریکھ ہندوستان کے ان ممتاز اہل علم میں سے ہیں جن کی فکر و رائے ہمیشہ توازن، اعتدال بلند نگاہی اور وسیع المشربی کی آئینہ دار رہی ہے، ملی امور ہوں کہ اجتماعی مسائل، معاشرتی اصلاح ہو یا خاندانی نظام کی درستی، ہر موضوع پر وہ کھل کر اظہار خیال کرتے ہیں۔ اور ان کی فکر و دعوت کو ہندوستانی مسلمان قدر کی نگاہوں سے دیکھتے آئے ہیں۔ وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ذمہ داروں میں ہیں اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس انتظامی کے رکن ہیں، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کورٹ کے ممبر بھی رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی متعدد تنظیموں اور اداروں سے ان کا تعلق ہے۔ وہ جہاں جاتے ہیں ان کی فکر و دعوت، ان کی شناخت بن جاتی ہے، ہندوستانی مسلمانوں کے بعض مسائل کے سلسلہ میں حکومت ہند یا غیر مسلم تنظیموں کے ساتھ گفت گو میں انہیں کلیدی درجہ حاصل رہا ہے چونکہ وہ ایک داعی دین کی حیثیت کے ساتھ ہندی اور سنسکرت زبانوں سے بھی واقفیت رکھتے ہیں، اس اعتبار سے انہوں نے ہر موقع پر مسلم ملت کے ایک نمائندہ کی حیثیت سے دین و شریعت کی بھرپور ترجمانی کی ہے، حال ہی میں صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے انہیں جو ملک کا باوقار اور اعزازی خطاب "پدم بھوشن" سے نوازا گیا ہے، وہ گویا ان کی سماجی خدمات کا سرکاری سطح سے "اعتراف" ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حقیقی اعتراف اور "حقیقی اعزاز" تو رب کائنات کے پاس حاصل ہوگا۔ تاہم مولانا پاریکھ نے اثر و رسوخ کو جس انداز میں ملی مفادات کے لئے استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں اور غیر مسلموں (بشمول حکومت) کے درمیان "رابطہ" کا فریضہ انجام دیا ہے، وہ یقیناً لائق تحسین ہے، وہ اپنے پیشہ کے اعتبار سے گو تاجر ہیں۔ لیکن بلاشبہ قرآن حکیم کی آیت (الصف: ۱۰) کے مصداق اخروی تجارت ہی ان کا مقصود حیات ہے، ان کی علم دوستی علماء نوازی، تواضع و انکساری اور مروت و شرافت قابل رشک ہے اور ان کی داعیانہ فکر، مومنانہ روح دینی حمیت اور ملی غیرت میں ان کے "مرشد روحانی" کا بڑا فیض نظر آتا ہے۔

مولانا پاریکھ کی شخصیت کا امتیازی پہلو قرآن مجید سے ان کا غیر معمولی شغف اور تعلق اور اس کی اشاعت کا جذبہ ہے "تشریح القرآن" کے نام سے انہوں نے قرآن مجید کا جو آسان اور عام فہم ترجمہ تحریر فرمایا ہے، وہ قرآن مجید سے ان کی عقیدت اور تعلق کا ترجمان ہے، اطمینان کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کے ممتاز اکابر علماء و اصحاب نظر نے اس ترجمہ کو اعتبار کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اردو کے علاوہ ہندی زبان میں بھی ان کا ترجمہ مقبول اور متعارف ہے، وہ ایک مخلص

داعی اور بلند پایہ خطیب بھی ہیں۔ ایک خاص دعوتی و قرآنی رنگ اور فکری آہنگ لی ہوئی ان کی تقریریں نہایت دل پذیر، پرکشش اور اثر میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہیں۔ گو وہ باضابطہ حافظ نہیں ہیں، لیکن قرآنی آیات کا ایسا استحضار اور برموقع اور برجستہ آیات قرآنی کے استعمال میں انھیں جو درک و کمال حاصل ہے اس کی دور دور تک نظیر نہیں ملتی۔ اسے قرآن مجید کا اعجاز کہیئے یا قرآن سے ان کے غیر معمولی شغف کی علامت کہ ان کی تقریر میں آیات قرآنی کا ایسا تسلسل رہتا ہے کہ وہ "آورد" نہیں بلکہ "آمد ہی آمد" معلوم ہوتا ہے، مولانا نے تفسیر قرآن کے علاوہ جو بعض کتابیں تالیف فرمائی ہیں، ان میں آسان لغات القرآن (انگریزی ہندی) تفسیری خزانہ تعلیم الحدیث ● قوم یہود اور ہم ● گائے کا قاتل کون؟ وغیرہ شامل ہیں، قرآن مجید کی نسبت سے انھوں نے "مجلس تعلیم القرآن ناگپور" بھی قائم کی ہے، اس کے زیر اہتمام کئی برسوں سے مولانا قرآن مجید کا درس دیتے آرہے ہیں، تفسیری حلقہ میں انھوں نے تفسیر کے ساتھ قرآن مجید کے چھ سات دور بھی مکمل فرمائے ہیں۔

مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کی تحریک پیام انسانیت" کے وہ شروع ہی سے داعی، قوت بازو، رفیق راہ اور ترجمان رہے ہیں، اس سلسلہ میں غیر مسلم دانشوروں اور قائدین سے ملاقات تحریک کے تعارف اور خصوصیت کے ساتھ انسانیت کی صحیح ترجمانی و دعوت اور اس کی ضرورت اور وقفہ وقفہ سے ملک کے مختلف گوشوں میں بڑھتی ہوئی فرقہ پرستی کے ماحول میں انسانی اقدار کی حفاظت اور ملک کی سالمیت و بقاء کے لئے امن و سکون کی ضرورت کا احساس بیدار کرنے میں انھوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے، اس تحریک سے انھیں جو فکری ارتباط اور فکری مناسبت تھی، اسی کا اثر تھا کہ وہ "پیام انسانیت" کی اشاعت میں تحریک کی زبان اور مولانا کے ترجمان بن گئے۔

مولانا عبد الکریم پاریکھ جو مولانا علی میاںؒ کے دست گرفتہ اور مجاز بیعت ہیں، ابتداء ہی سے مولانا سے اصلاح اور استرشاد کا تعلق رکھتے آئے ہیں، اسی دیرینہ ربط نے مرشد (راہ نیک بتانے والا رہنما) اور مسترشد (سیدھی راہ چاہنے والا مرید) میں وہ ذہنی قربت اور فکری ہم آہنگی پیدا کردی ہے کہ بہت کم ایسی قربت اور مماثلت دیکھنے میں آتی ہے، اس کا اندازہ مولانا علی میاںؒ کے ان خطوط سے ہوتا ہے جو اپنے مسترشد (مولانا پاریکھ) کے خطوط کے جواب میں انھوں نے تحریر فرمائے اور اپنے تعلق خاطر اور مناسبت کا وقیع الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے۔ مولانا کے یہ خطوط مفکر اسلام مرشد روحانی، مصلح امت حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کے خطوط، مولانا عبد الکریم پاریکھ کے نام کے عنوان سے کتابی صورت میں یکجا کردیئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں تقریباً (۲۲۱) خطوط ہیں۔ جنھیں تاریخی ترتیب کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، کتاب کے آغاز میں اردو و عربی کے ادیب مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی (مشیر رابطہ عالم اسلامی و معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کا وقیع مقدمہ بھی شامل ہے۔

مولانا پاریکھ کے نام مولانا علی میاںؒ کے ان خطوط میں نجی اور ذاتی احوال کا تذکرہ بھی ہے اور ملکی و ملی مسائل پر تبصرہ بھی، تحریک پیام انسانیت کو مؤثر بنانے کی ہدایت بھی ہیں اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کی بعض سرگرمیوں کا ذکر بھی، داستان عرب بھی ہے اور قصہ عجم بھی، پند و موعظت بھی ہے اور علم و حکمت کا بیان بھی، اصلاح قوم و ملت کی تحریک بھی ہے اور اصلاح نفس کی تلقین بھی، دینی حمیت بھی ہے اور ایمانی حرارت بھی، حوادث کا تسلسل بھی ہے، اور زندگی کی روانی بھی، انسانیت کی غم خواری بھی ہے اور قوم و ملت کے لئے ہمدردی بھی، غرض کہ ان خطوط میں حال دل بھی ہے، احوال غم بھی ہیں اور کہیں شرح تمنا اور عرض شوق بھی ہے، مولانا ندویؒ کو مولانا پاریکھ سے جو حد درجہ محبت تھی اور جس طرح وہ انہیں اپنا ایک با اعتماد رفیق تصور کرتے تھے، ان کا لازمی تقاضا ہے کہ ان خطوط میں ایک گونہ بے تکلفی بھی پائی جاتی ہے جس کے باعث دل کشی اور دل پذیری کی ایک خاص کیفیت ان خطوط میں پیدا ہوگئی ہے، جو صنف مکتوب نگاری کی ایک بنیادی خصوصیت ہے اور اس اعتبار سے ان خطوط کی ادبی عظمت بھی دوبالا ہوجاتی ہے۔

ذیل کی سطور میں ایک ترتیب کے ساتھ مولانا کے خطوط سے چند اقتباسات نقل کئے جارہے ہیں، ان کے مطالعہ سے جہاں فکر و روح کو تازگی ملتی ہے وہیں فکری و اصلاحی تربیت کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں اور ملک کے بعض احوال کی طرف اشارات بھی۔

○ آپ نے اپنے خط میں کچھ عرصہ تک معمولات کے چھوٹے رہنے اور براہ راست قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے سے محرومی کا ذکر کیا ہے، میں نے ایک دوست کو جن کے بیماری میں معمولات چھوٹے ہوئے تھے یہ کہکر تسکین دی تھی کہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی بیماری یا معذوری کی وجہ سے کسی کے معمولات پورے نہ ہو رہے ہوں، تو فرشتہ کو حکم ہوتا ہے کہ اس کے سب معمولات اس کے اعمال نامہ میں لکھے، میں نے کہا کہ یہ بڑی بشارت ہے۔ اس لئے کہ اگر فرشتہ لکھے گا تو عمدہ اور مکمل شکل میں لکھے گا۔ اور اس میں مریض کا زیادہ فائدہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بدخط یا کم پڑھا لکھا آدمی کسی دوسرے سے کہے کہ میری طرف سے خط لکھدو، اور اس کا خط اچھا ہو تو وہ بگاڑ کر نہیں لکھے گا۔ اور غلطیاں نہیں کرے گا کہ وہ جس کی نیابت کر رہا ہے اس کا خط خراب تھا۔ اور وہ لکھنے میں غلطی کرتا تھا۔ اس لئے وہ فائدہ ہی میں رہے گا۔

نمازیں بھی اچھی سے اچھی ہوں گی اور تلاوت وغیرہ بھی" (صفحہ ۳۶)

○ آپ نے صحیح لکھا ہے کرامت کے پاس سب کچھ ہے مگر حکمت و دانشمندی کی کمی ہے، جذباتیت مزاج میں داخل ہو گئی ہے اور خیر خواہوں کی بات نہ ماننا طبیعت ثانیہ بن گئی ہے اس موقع پر قرآن مجید میں ایک نبی کے دور میں ڈوبے الفاظ اکثر یاد آتے ہیں کہ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِيْنَ (صفحہ : ۱۳۰)

○ آپ کی تقریر ہر طرح سے متوازن و جامع ہے (جو تحفظ گائے اور ہندوستانی مسلمان" کے نام سے شائع ہو چکی ہے) حکومت کے ذمہ داروں اور ملک کے سیاسی رہنماؤں سے بالخصوص آر۔ ایس۔ ایس کے قائدین سے مل کر آپ جو خدمت انجام دیتے ہیں میرے دل میں اس کی پوری قدر ہے۔ غالب نے حالی کا کلام دیکھنے کے بعد کہا تھا کہ میں ہر ایک کو شاعری کر کے تضیع اوقات کرنے سے منع کرتا ہوں، مگر اگر تم شعر نہیں کہو گے تو اپنی طبیعت پر ظلم کرو گے۔ البتہ ایسے مواقع پر ایک تو نیت کی تجدید بضرور کر لیا کریں، حب جاہ اور تعریف و شہرت مقصود نہ ہو، اور دوران ملاقات ہی اپنے قلب کی حفاظت و چوکیداری کر لیا کریں، آپ نے قلب کی مشغولیت کا جو ذکر کیا ہے وہ بڑی دولت ہے۔ اس کی حفاظت کیجئے حاسدوں اور مخالفوں کے لئے دعائے خیر کی عادت ڈالئے، اور اسی کام کی رسید سمجھئے" (صفحہ ۔ ۳۳)

○ سنت اللہ ہے کہ کام کرنے والوں کی طرف رجوع ہو اور اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے کہلوائے جو ان کے حاشیہ خیال میں نہ ہو۔ اپنے اوقات کو ضرور مضبوط کیجئے، اور ملاقات کا ایک وقت مقرر کر دیجئے، دوسری طرح کہہ دیا کیجئے کہ اگر حضرت خضرؑ بھی آئیں تو ان کو بھی بٹھا لیا جائے" ہم فلاں وقت ہی مل سکتے ہیں" (صفحہ : ۹۹)

ملکی اور ملی احوال اور تحریک پیام انسانیت کے پس منظر میں لکھے گئے خطوط کے بعض اقتباسات ملاحظہ فرمالیجئے :

○ "الیکشن میں ہمارے مسلمان بھائیوں نے جس بے شعوری و بے حسی کا مظاہرہ کیا اس سے دل زخمی ہو گیا اور حوصلے پست ہو گئے کہ اس قوم سے کیا امید رکھی جائے؟ آپ اپنا کام جاری رکھیں، کچھ امید ہوتی ہے تو اسی دعوتی کوشش اور قرآن کی اشاعت سے ورنہ سیاست کا میدان تو بالکل مسدود نظر آتا ہے" (صفحہ ۔ ۶۵)

○ "آج کل قادیانیت کے فتنہ نے سر اٹھایا ہے اور جگہ جگہ سے ان کی سرگرمی کی خبر آرہی ہے، راقم سطور اسے عہد حاضر کا سب سے بڑا فتنہ اور اسلام کے خلاف ایک گہری سازش سمجھتا ہے، امید ہے کہ ہمارا اپنا رسالہ "قادیانیت کا ظہور" آپ کو پہنچا ہوگا (صفحہ ۔ ۳۵۲)

آپ کی موجودگی اور نسبت سے اللہ تعالیٰ نے ناگپور کو اس فتنہ سے بچا لیا۔ مگر معلوم نہیں وہ شخص (قادیانی مبلغ) کسی اور شہر کو مرکز بنا لے۔ آپ اس پر بھی نظر رکھیں" (صفحہ ۔ ۳۵۶)

○ "آپ کا علی گڈھ کا ایک سفر بہت ضروری اور مفید ہے۔ اس وقت وہاں بڑا داخلی فتنہ پھیلا ہوا ہے اور قرآن کی رہنمائی اور ایک ٹوٹے ہوئے دل کی آواز اور فریاد ہی کچھ اثر ڈال سکتی ہے، آپ اس کو ذہن میں رکھیں اور دعاء کرتے رہیں" (صفحہ ۔ ۲۷۹)

۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کی شہادت کے بعد قریبی ایام میں لکھی گئی یہ تحریر ملاحظہ ہو۔

○ کل ہی آپ سے فون پر بات ہوئی اب خط میں لکھنے کی کوئی نئی چیز نہیں ہے ہمارے آپ کے طرز فکر میں الحمدللہ ایسا توارد اور اتفاق ہے جو کم دو شخصوں میں ہوتا ہے۔ تازہ انٹرویو۔ جو۔ یو۔ این آئی کی طرف سے لیا گیا تھا۔ انگریزی اخباروں میں شائع ہوا ہے شاید نظر سے گذرا ہو۔ اس وقت ضرورت تھی کہ ہم آپ ارجن سنگھ اور ایسے چند جری اور صاف دماغ سے سوچنے والوں سے ملیں اور ان کو اس پر آمادہ کریں کہ میدان میں آئیں۔ اور گاندھی جی کی طرح مہم چلائیں، ملک کا دورہ کریں اور جابجا جلسے کریں۔ (صفحہ ۔ ۲۸۱)

○ اس وقت ہمارے دعوتی کاموں میں بالخصوص اس کام میں جواب صرف میرے ہی دل کا تقاضا اور دماغ کا مطالبہ رہ گیا ہے (یعنی پیام انسانیت) آپ ہی قوت بازو اور واحد ترجمان ہیں۔ شاید ہی کوئی اور اس کی اہمیت و ضرورت سمجھتا ہو۔ آج نہیں تو کچھ عرصہ بعد لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اس کام میں مسلمانوں کی تاخیر کتنے سنگین نتائج کی حامل اور زریں موقع کھونے کے مترادف ہے، مسلمان سیکولر حکومت میں ان ہی خطوط پر ملک کو بھی بچا سکتے ہیں اور اپنے دین کا بھی جھنڈا بلند کر سکتے ہیں۔ يَا لَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ (صفحہ ۔ ۱۲۵)

○ "انسانیت کا پیام" نقار خانہ میں طوطی کی آواز کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ جو کچھ امید ہے وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو مکمل طریقہ پر برباد ہونے نہیں دے گا۔ (صفحہ ۔ ۷)

حالات روز بروز خراب سے خراب تر ہوتے جارہے ہیں۔ افسوس ہے کہ آپ بہت دور ہیں اور ہم بہت مصروف۔ ایک مرتبہ تو آواز لگا دیتے اور ملک کو ہلا دینے کا جی چاہتا ہے۔ افسوس ہے کہ وہ ایک کام کے جو آدمی تھے انھوں نے سفر آخرت اختیار کیا۔ دو ایک مشکل سے ہیں وہ مصروف اور دور ہیں" (صفحہ ۔ ۱۶۰)

تحریک پیام انسانیت اور اس کے کاز سے مولاناؒ کو بڑی دلچسپی اور فکر تھی۔ بیشتر خطوط میں اس کی یاد دہانی اور اس طرف متوجہ ہونے کی تلقین موجود ہے۔ ایک خط میں مولانا نے لکھا ہے کہ "پیام انسانیت کی تحریک کو جاری رکھئے اور اس کے

آگے بڑھانے کی سخت ضرورت ہے"۔

○ آپ سے ایک روحانی اور طبعی تعلق اور مناسبت ہے، الحمدللہ، انحطاط نہیں، ترقی ہے۔ آپ کے قرآن مجید کے ترجمہ اور ترجمانی سے اللہ کے بندوں کو بڑا فائدہ پہنچا۔ ایک نسخہ رائے بریلی میں محفوظ ہے۔ انشاء اللہ رمضان میں اس سے استفادہ کیا جائے گا۔ برابر دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وقت کا اہم ترین اور نازک ترین کام آپ سے لے۔ (صفحہ - ۳۰۴-۳۰۵)

مکاتیب کے اس سرسری مطالعہ سے آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ملت کے سچے خدمت گذار ۔ہبر اور بہی خواہ اپنے سینہ میں ملت کا درد رکھتے ہیں۔ اور اس کی کسک کو برابر محسوس کرتے ہیں، اور ملت اور اس کی متاع، عقیدہ و ایمان کی حفاظت کے لئے گھلتے اور پگھلتے ہیں اور ہر آن یہی فکر ان کے قلب و دماغ اور اعصاب پر چھائی رہتی ہے۔ سطور بالا میں جن دو شخصوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے باہمی ربط و تعلق کا محور بھی عقیدۂ توحید کا تحفظ اور ملت کی سربلندی ہی ہے۔ مولانا یاریکھ اور ان کی شخصیت کا کمال بھی فضل الٰہی کے بعد فیض ہے۔ اس باکمال مربی کی دعاؤں اور توجہات کا، جس نے اپنے عہد کے ارباب فضل و کمال کی صحبتوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم اور اصحاب دل سے جن لوگوں کو فکری ربط اور قلبی تعلق ہوتا ہے۔ ان کی فکر جادۂ اعتدال پر قائم رہتی ہے اور ان کی علمی و عملی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے لوگوں نے عہد رواں میں فراموش کر دیا ہے؛ نتیجہ یہ ہے کہ علم کے ساتھ عمل کا فقدان نظر آتا ہے۔ اور کہیں فکر عدم توازن کا شکار رہتی ہے، علم میں رسوخ کے لئے اہل علم کی تربیت اور تزکیۂ قلب کے لئے اصحاب دل کی صحبت ناگزیر ہے، جن لوگوں نے اس راز کو پایا تھا وہ وقت کے محقق اور زمانہ کے امام کہلائے۔ "تعلیم" ہو کہ "تزکیہ" ہر ایک کا مقصود "معرفت الٰہی" ہے اس کے حصول کے لئے ان لوگوں سے تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے، جنھیں "سلوک و معرفت کی اس راہ کا بھرپور عرفان حاصل ہے، یعنی ؎

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

گلشن ایماں کی اب وہ خوشنوا کوئل نہیں

● سلطان ذوق ندوی چاٹگامی

دل کے ٹکڑے ہو گئے سینہ میں اب وہ دل نہیں
مشکلیں اتنی پڑیں کہ اب کوئی مشکل نہیں

جام وصہبا ہیں اداس اور میکدہ ویراں ہوا
غم کا دریا بہ گیا جس کا کوئی ساحل نہیں

اب کدھر جائیں گے یہ صحرانشیں اہلِ جنوں
راہرو سرگشتہ ہیں اور راہبر کامل نہیں

شیخ ندویؒ عصر حاضر کے مجدد چل بسے
گلشنِ ایماں کی اب وہ خوشنوا کوئل نہیں

ششدر و حیراں ہے امت کیا عرب اور کیا عجم
کون ہے وہ دل جو تیرے زخم سے گھائل نہیں!

تیغ براں ہر جہالت پر تیری نوکِ قلم
تیرا موقف راہِ حق سے ذرہ بھر مائل نہیں

"سیرت نبویؐ" تری اور "سیرتِ احمد شہیدؒ"
کون ہے ایسا مؤلف ان سے جو ناقل نہیں؟

کاتب "تاریخ دعوت" صاحب "ماذا خسر"
کرچکے رحلت کوئی اس شان کا راحل نہیں

"اسمعوا منی صریحًا" "اسمعی یا سوریا"
"اسمعی یا مصر!" کا وہ جاں فزا قائل نہیں

لکھ گئے اپنے قلم سے "کاروانِ زندگی"
اور میر کارواں اب زینتِ محفل نہیں

حاملِ مفتاح کعبہ سید والا نسب
ایسے عالی شان رتبے تک کوئی واصل نہیں

ہیچ تھے تیری نگہ میں مال و منصب جائزے
گو کہیں، ترکِ سبب یوں شیوۂ عاقل نہیں

ہم مسلمانوں کو تیری ہر ادا محبوب تھی
گو کما حقہ ترے پیغام کے حامل نہیں

ساری امت پر تری شفقت کی اک چھاؤں رہی
ان کے سر پر آج رحمت کا وہی بادل نہیں

یورپ و افریقہ تک پھیلی ہے جس کی روشنی
نورافشاں وہ ہمارے درمیاں مشعل نہیں

قافلہ چلتا رہے گا علم و دانش کا مگر
تجھ سا کوئی روشناس و رہبر منزل نہیں

ساری دنیا کا سفر کر کے چلا آخر ادھر
تیرا چہرہ اب بھی نظروں سے کہیں اوجھل نہیں

جمعہ سے پہلے بلایا حق نے کس انداز سے
موت کی شان عجب سے کوئی بھی غافل نہیں

ہوا ادا حرمین میں جس کے جنازہ کی نماز
ہر کسی کو یہ سعادت یہ شرف حاصل نہیں

دین کے سب قافلوں کا اب نگہباں ہے خدا
محفلیں ہیں منتظر اور رونق محفل نہیں

جامعہ دارالمعارف ہے تری اک یادگار
وہ کرم (روحی فداہ) نسیان کے قابل نہیں؟

یاد کرتی ہے تجھے رہ رہ کے دنیا بوالحسن!
کون سا شعبہ ہے جس پر حملۂ باطل نہیں

تیری نسبت کا شرف لاکھوں کو حاصل ہے علی
ذوق ناکارہ بھی کیا خدام میں شامل نہیں

قلم اور کلام کی عظمت

● مولانا محمد عیسیٰ منصوری (لندن)

قرآن مجید میں ایک سورۃ کا نام سورۂ قلم ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ "نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ" رب کائنات فرماتے ہیں قسم ہے قلم کی۔ اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے قلم اور جو قلم لکھتا ہے اس کی قسم سے اس سورۃ کی ابتداء کی ہے اس سے اسلام میں قلم اور اہل قلم کی قدردانی واہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ادب اور شاعری کا ذوق وصلاحیت یا قادر الکلام ہونا انسان کے لئے خداوند تعالیٰ کی خاص نعمت ہے۔ ارسطو نے انسان کی تعریف ہی حیوان ناطق سے کی ہے دنیا کے تمام جانداروں میں انسان کا امتیاز اس کے نطق یعنی تکلم یا کلام ہی کی بدولت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں قوتِ گویائی کے سبب انسان پر احسان جتلایا ہے اور انسانوں کی زبانوں کے اختلاف کو خدا کی عظیم نشانی کے طور پر ذکر کیا ہے غرض یہ کہ کلام نہ صرف انسان کے لئے درجۂ امتیاز ہے بلکہ اس کے لئے وجہ شرف وافتخار بھی ہے انسان کے مقام اور درجہ کو اس کی گفتگو و کلام ہی متعین کرتا ہے۔

مثل مشہور ہے "کلام الملک ملک الکلام" بادشاہ کا کلام کلام کا بادشاہ ہوتا ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ کے کلام کا مرتبہ سمجھا جا سکتا ہے جو فرق خالق و مخلوق کے مابین ہے وہی انسانوں کے کلام اور خالق کے کلام میں ہے

قرآن مجید فصاحت و بلاغت، حسن تعبیر اور حسین وجمیل اسلوب کا عظیم شاہکار ہے اور معجزہ بھی اس لئے پوری انسانی دنیا کو چیلنج کیا گیا۔ سب مل کر اس جیسی چھوٹی سی سورت یا آیت تک نہیں بنا سکتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ انا افصح العرب تمام عربوں میں سب سے زیادہ فصیح اللسان ہوں۔ کائنات کا کوئی فرد بشر کلام کی خوبیوں اور فصاحت میں آپ کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ یہی حال آپ کے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے کلام و خطبات کا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خطبات "نہج البلاغۃ" میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح شاعری میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور خواتین میں حضرت خنساءؓ کا کلام بے مثل مانا گیا ہے۔ دربار رسالت کے شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ کا صحیح دیوان آج بھی موجود ہے اور رسالت کے بعد بھی ہر دور میں امت کے جو عظیم اور ممتاز علماء گذرے ہیں، وہ اپنی قادر الکلامی تحریر کی جاذبیت و رعنائی، حسن تعبیر و سلاست اور فصاحت و بلاغت میں ممتاز ہیں، خواہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مواعظ و خطبات ہوں، یا شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی تصانیف۔ شیخ علی ہجویری کی کشف المحجوب ہو یا مجدد الف ثانی کے مکتوبات، یا حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تصانیف، ہمارے بیشتر اولیاء کرام قادر الکلام شاعر بھی تھے حضرت امیر خسرو تو اردو زبان کے مؤسس و بانی اور اردو

شاعری کی ابتدائی بنیاد رکھنے والوں میں ہیں۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ "ہر زندہ دل آدمی شاعر ہوا ہے لیکن ہر شاعر زندہ دل نہیں تھا"۔ اسلام انسان کو ہر اعتبار سے کامل و مکمل کرنے اور اس پر تمام نعمتوں کے اتمام کے لئے آیا ہے۔ (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ) ہر نعمت اس کے صحیح استعمال سے اتمام واکمال کو پہنچتی ہے، بلکہ وہ صحیح معنوں میں نعمت ہی صحیح استعمال کے بدولت بنتی ہے۔

نزول قرآن کے بعد کفار مکہ نے قرآن کا مقابلہ فصاحت و بلاغت سے پُر خطبات اور شاعری سے کرنا چاہا۔ شاعری اس دور کا میڈیا تھا۔ کسی شاعر کی زبان سے ایک مصرع یا شعر ادا ہوتا، اور بغیر کسی اخبار، پریس، ریڈیو، ٹیلیویژن کے آناً فاناً پورے عرب کی وسعتوں تک پہنچ جاتا۔

محمد رسول اللہؐ کے صحابہ کرامؓ کو طاقت کی جنگ کے ساتھ قلم کی جنگ بھی لڑنی پڑی بلکہ ایک وقت ایسا آیا کہ اہل مکہ سے اصل معرکہ قلمی رہ گیا، غزوۂ خندق کے بعد رسول اللہؐ نے فرمایا، اب اہل مکہ کبھی تم پر عسکری طور پر حملہ آور نہ ہو سکیں گے اب ان کا حملہ ایک اور جہت سے یعنی ادب و شاعری کی راہ سے ہوگا۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ جیسے حضرات نے وقت کے اس چیلنج کو قبول کیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کے یہ غلام اس میدان میں بھی کفار مکہ کو شکست فاش دیں گے، چنانچہ یہی ہوا بھی۔ یہ منظر بھی دنیا نے دیکھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جلیل القدر صحابہ کرامؓ مسجد نبوی کے فرش پر تشریف فرما ہیں۔ اور آپ کے درباری شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ مسجد نبوی میں منبر رسولؐ پر

کھڑے ہوکر حمد و نعت، اسلام کے دفاع اور دعوتِ حق کے متعلق کلام سنا رہے ہیں اور سارے نبیوں کا امام اپنے ہاتھ بلند کرکے کہہ رہا ہے "اللھم ایدہ بروح القدس" اے خدا! جبرئیل کے ذریعہ اس کی مدد فرما۔

قرآن نے شعراء کا صحیح نقشہ کھینچا ہے اور قرآن سے بڑھ کر منظر کشی کون کرسکتا ہے "وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ"۔ عام طور پر بے راہ لوگ شعراء کے پیچھے ہولیتے ہیں "اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ" کیوں کہ یہ شعراء حقیقت سے دور خیالات و تصورات کی وادیوں میں بھٹکا کرتے ہیں۔ "وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ" اور وہ جو کہتے ہیں اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ قرآن نے پورے انصاف پسندی کے ساتھ صحیح شعراء کا استثناء کیا ہے۔ "اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰهَ کَثِيْرًا" ہاں جو ایمان اور عمل صالح پر ہیں وہ ایسے نہیں ہیں۔

اسلام نے ادباء و شعراء کو ایسی شاہراہ پر ڈال دیا جس کی وجہ سے نہ صرف ان کے کلام کو بلکہ خود ان کو بھی حیات جاودانی حاصل ہوجائے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں اگرچہ فنی و ادبی اعتبار سے فیض اور جوش کو خواہ کتنا ہی بلند مقام حاصل ہو مگر اقبال کے کلام نے اپنے صحیح رُخ اور اعلیٰ مقصدیت کے سبب سب کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، اقبال کو جو دوام حاصل ہوا ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں یہ دوام و بقاء صرف کلام کی خوبیوں کی بدولت نہیں بلکہ اس رُخ اور زاویہ کی بدولت ہے جو قرآن نے شعراء کو عطا کیا۔

شیخ محمد اکرام نے "رود کوثر" کے مقدمہ میں مہدی گورکھپوری کا فقرہ نقل کیا ہے کہ انشاء پرداز کا ایک فقرہ ہزاروں علمی و تاریخی اوراق پر بھاری ہوتا ہے۔ کبھی ادیب یا شاعر چند فقروں میں ایسی بات کہہ جاتا ہے جو دفتروں پر بھاری ہوتی ہے جس طرح ایک شاعر نے کہا ہے کہ ؎

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں
ماہ نے شق ہوکر لیا ہے دین کو آغوش میں

اکبر الہ آبادی نے ۱۸۵۷ء کے انقلاب یا غدر پر دو لفظوں کے الٹ پھیر کے ذریعہ نہایت بلیغ تبصرہ کیا ہے ؎

کیسے کیسے ایسے ویسے ہوگئے
ایسے ویسے کیسے کیسے ہوگئے

حدیث میں آیا ہے کہ قلب الانسان بین اصبع الرحمٰن کہ انسانوں کے دل احمق کی انگلیوں کے درمیان ہیں جدھر چاہے پھیر دے اسی طرح قوموں کی تاریخ میں ایسے لمحات آتے ہیں کہ ہزارہا لوگوں کے دلوں کی دنیا ایک قادر الکلام خطیب یا شاعر کے چند فقروں سے تبدیل ہوجاتی ہے۔ خاص طور پر آج کا دور جسے بجا طور پر میڈیا یا ذرائع ابلاغ کا دور کہا جاتا ہے ایک مسلمان اہل قلم ادیب و شاعر کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ جو حسن تعبیر کے بادشاہ تھے، ساؤتھ انڈیا کے شہر بنگلور میں بھارت کے میڈیا کو خطاب کرتے ہوئے فارسی شاعر کا ایک شعر پڑھا۔

"آہستہ خرام بلکہ مخرام
زیر قدمت ہزار جان است

شاعر اپنے محبوب سے کہتا ہے آہستہ چل بلکہ مت چل تیرے قدم کے نیچے ہزار جانیں ہیں۔ حضرت مولانا نے اس شعر میں بلیغ ترمیم فرماتے ہوئے کہا اے میڈیا کے لوگو میں کہتا ہوں "زیر قلمت" تمہارے قلم کے نیچے ہزار جانیں ہیں، تم اپنی ذمہ داری کا احساس کرو، ملک کے مختلف طبقات میں نفرت کے بجائے محبت کا پرچار کرو بھارت کے غیر مسلم میڈیا میں عرصہ تک حضرت مولانا کی اس بات کا چرچا رہا۔

یہ بات میرے لئے باعث سعادت ہے کہ آج تک یورپ کے سب سے بڑے اسلامی مرکز میں برطانیہ کے قابل صد احترام ادباء، شعراء اور اہل قلم سے مخاطب ہونے کا موقع ملا ہے، آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ نے نہایت مؤثر اور طاقت ور ہتھیار عطا فرمایا ہے جو سیف علی المرتضیٰ کی طرح دو جہت یعنی دو دھاری ہے۔ اس سے ملت اور نئی نسل کی رہنمائی بھی کی جاسکتی ہے۔ اور انھیں لذت پسندی اور خواہشات کے گڈھوں میں بھی ڈھکیلا جاسکتا ہے۔ آپ حضرات حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے جانشین بن کر اپنے قلم کی آب کو مزید آبدار بنائیں۔ آپ کے قلم سے ایسے جواہرات نکلیں، ایسے موتی بکھریں جو نوجوانوں کو مردوں اور عورتوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلائے انہیں مدہوش نہ کیجئے بلکہ ہوش مندی و خرد عطا کیجئے۔ اس وقت دنیا میں ملت اسلامیہ کو جو چیلنجز درپیش ہیں ان میں سب سے بڑا چیلنج میڈیا، صحافت و ادب کی راہ سے ہے، میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے اہل قلم ادباء، شعراء، اس نازک ذمہ داری کا احساس فرمائیں گے۔ اور ملت کو درپیش ہمہ جہتی ناگفتہ بہ حالات اس کا تعاون کریں گے۔ "وما علینا الا البلاغ المبین"

دعائے مغفرت

تعمیر حیات کے قدرداں مولوی زاہد حسین صاحب کا ۲۴ ستمبر ۲۰۰۰ء کو اپنے آبائی وطن گورکھپور میں مختصر علالت کے بعد ایک بجے دن میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم شہر گورکھپور میں تعمیر حیات کی توسیع و اشاعت میں کافی دلچسپی لیتے تھے اس سلسلے میں انھوں نے تعمیر حیات کی ایک ایجنسی بھی لے رکھی تھی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

شب برأت کی حقیقت

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

اسلام ایک مکمل، جامع اور فطری وربانی دین ہے، اس دین کی بنیاد قرآن وسنت پر قائم ہے۔ یہ دین جہاں زندگی کے تمام مرحلوں میں بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے وہیں غیر اسلامی طریقوں اور رواجوں پر پابندی لگاتے ہوئے افراط وتفریط سے مسلمانوں کو سختی کے ساتھ روکتا ہے۔

ماہ شعبان کی پندرہویں شب شب برأت ہے جس کے بارے میں حدیث شریف میں بڑی فضیلت آئی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس شب کی کوئی فضیلت قرآن و حدیث سے ثابت نہیں اور اس رات میں جاگنا اور اس شب میں عبادت کو خصوصی طور پر باعث اجر و ثواب سمجھنا بے بنیاد ہے، صحیح نہیں ہے، انھیں احادیث رسول اور علماء کے اقوال سے رجوع کرنا چاہئے۔

یہ صحیح ہے کہ شب برأت کے سلسلہ میں بہت سی احادیث پر محدثین نے کلام کیا ہے اور درجہ صحت سے فروتر سمجھا ہے لیکن پھر بھی "صحاح" میں بعض حدیثیں ایسی آئی ہیں جن سے اس رات کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے "ماثبت بالسنہ" میں "فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ" کی تفسیر میں حضرت عکرمہؓ سے یہ نقل کیا ہے۔

قال فی ليلة النصف من شعبان يبرم امر السنة وينسخ الاحياء ويكتب الحاج فلا يزاد فيهم احد ولا ينقص منهم احد۔

(رواہ ابن جریر، ابن الند روابن ابی حاتم)

فرمایا کہ وہ شب شعبان کی پندرہویں شب ہے جس میں سال بھر کا معاملہ طے ہو جاتا ہے زندوں کی فہرست بن جاتی ہے، حجاج کی نشاندہی کردی جاتی ہے۔ پھر اس مرتب شدہ فہرست میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں اپنی تمام مخلوق کی طرف اپنی خاص توجہ فرماتے ہیں، اور مشرک و کینہ پرور کے سوا سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔''

(ترغیب وترہیب ص ۲۱۰)

شب برأت کے اسماء

علماء نے شب برأت کے چار نام تحریر فرمائے ہیں۔ صاحب کبیر —— ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) لیلۃ المبارکہ
(۲) لیلۃ البرأت
(۳) لیلۃ الصک
(۴) لیلۃ الرحمت، المبارکۃ (یعنی برکت والی رات)

وجہ برکت چند فرمائی گئیں۔ ایک قول کے مطابق اس شب میں قرآن نازل ہوا، دوم اس شب میں ملائکہ کا نزول ہوتا ہے جو کہ خیر و برکت کا ذریعہ ہیں۔ سوم اس شب میں اللہ رب العزت ماء زمزم (یعنی زمزم کے پانی) کو زائد فرماتے ہیں اور یہ زیادتی ظاہری بھی ہوتی ہے، دوسرا نام البرأت (یعنی بری کرا دینے والی رات) اس شب میں اللہ جل شانہ ایک بڑی تعداد میں گنہگاروں کی مغفرت فرما کر جہنم سے بری فرماتے ہیں، تیسرا نام لیلۃ الصک ہے (لغت میں صک اقرار نامہ کو کہتے ہیں) لہٰذا لیلۃ الصک اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ اللہ رب العزت اس شب میں گناہوں کی مغفرت فرما کر ایک اقرار نامہ (پروانۂ نجات) اس بندہ کو عطا فرما دیں گے۔ چوتھا نام لیلۃ الرحمت (یعنی رحمت والی رات) تفسیر کبیر ج ۲۷ ص ۳۸

ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تحریر کیا ہے کہ پندرہویں شعبان کو شب بیداری کرو اور دوسرے دن روزہ رکھو۔ کیونکہ اس شب میں اللہ تعالیٰ مغرب کے وقت ہی سے آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے۔'' ہے کوئی مجھ سے طالب مغفرت تاکہ میں اس کی مغفرت کر دوں، ہے کوئی روزی مانگنے والا تاکہ اسے خوب روزی دوں۔ ہے کوئی مصیبت کا مارا، عافیت کا خواہاں تاکہ اسے عافیت دے دوں'' اور اسی

طرح طلوع فجر تک اللہ تعالیٰ نوازنے کے لئے دریافت کرتا رہتا ہے۔

(مومن کے ماہ وسال ص ۱۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پہ نہ پایا تو میں تلاش کے لئے نکلی، آپ بقیع میں تھے یعنی (مدینہ کے قبرستان بقیع میں تھے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل تشریف لائے اور کہا کہ آج نصف شعبان کی رات ہے اس میں اللہ تعالیٰ اتنے لوگوں کو جہنم سے نجات دے گا جتنے قبیلۂ کلب کی بکریوں کے بال ہیں۔ مگر چند بدنصیب شخصوں کی طرف اس رات میں بھی نظر عنایت نہ ہوگی، مشرک، کینہ پرور، قطع رحمی کرنے والے، پائجامہ یا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے، والدین کی نافرمانی کرنے والے، شراب نوشی کرنے والے۔

(تفسیر کبیر ج ۲۷ ص ۲۳۷)

اس لئے مسلمان شب برأت میں قبرستان جانے کا اہتمام کرنے لگے۔ لیکن مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہونا چاہئے کہ جو بات جس درجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اس کو اسی درجہ میں رکھنا چاہئے اور افراط وتفریط سے بچنا چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ جنت البقیع شعبان کی پندرہویں شب میں تشریف لے گئے۔ اس لئے مسلمان بھی ایک مرتبہ چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن ہر شب برأت میں جانے کا اہتمام کرنا، التزام کرنا، اور اس کو لازمی سمجھنا بلکہ شب برأت کا لازمی جز سمجھنا صریح طور پر غلط ہے، ہاں اگر کبھی کوئی مسلمان اس نیت سے قبرستان چلا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے اور وہاں جا کر عبرت حاصل کرے اور اس رات میں ذکر و اذکار، تسبیح و دعا، تلاوت قرآن، نفلی نماز اور دوسرے دن روزہ رکھنے کا اہتمام کرے تو انشاء اللہ اجر وثواب ملے گا۔

غیر اسلامی باتوں سے اجتناب کیجئے

لیکن شب برأت کے موقع پر در و دیوار پر جلائی جانے والی دیپکیں اور موم بتیاں، گھروں اور دوکانوں میں کی جانے والی چونا کاریاں اور روشنیاں، رات میں کی جانے والی پرشور پٹاخے بازیاں اور اذیت رسانیاں، قبرستانوں کی دیابتی، پھول مالوں اور بیوی بچوں کے ساتھ کی جانے والی قبروں کی زیارتیں، اور دندان مبارک کی شہادت کی یاد میں دانت شکن حلوہ خوریاں اور اس کو دین کا جز سمجھنا وغیرہ یہ ساری باتیں دور نبوتؐ اور دور صحابہؓ میں ہمارے اس دین کا جز اور حصہ نہیں رہی ہیں، اور آج بھی یہ چیزیں دین کا حصہ نہیں ہیں۔ بلکہ سراسر غلط، صریح بے دینی اور گمراہی کی باتیں ہیں اور یہ ہندوؤں کے تہوار دیوالی کی نقالی ہے، مسلمانوں کو ان خرافات اور فضول باتوں سے احتراز کرنا چاہئے۔

اسی طرح پندرہویں شب کو عورتیں عرفہ کہتی ہیں اور یہ خیال کرتی ہیں کہ مردوں کی روحیں آج آپس میں ملتی ہیں اور اس سال جس کی وفات ہوئی ہے وہ خاص طور پر آج کی رات مردوں کی برادری میں شامل ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کے نام سے حلوہ کا فاتحہ دلاتی ہیں یہ صریح جہالت کی بات ہے۔ بعض جگہوں پر تو نئے برتنوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس طرح ہندو دیوالی کے موقع پر کرتے ہیں۔ یہ سب وہ باتیں ہیں جن کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے ان باتوں سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کی روشنی میں اگر کوئی بات ہوسکتی ہے تو صرف یہ ہے کہ مسلمان اس رات میں جاگ کر نماز پڑھیں، ذکر و تلاوت کریں، عبرت حاصل کرنے کے لئے قبرستان جائیں اور شب برأت کی صبح یعنی پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھیں، یہی اعمال مسنون ہیں۔

شب برأت کا حلوہ

حلوہ بنانا اور کھانا یقیناً جائز ہے اور ہر مسلمان کھاتا ہے، لیکن شب برأت کے موقع پر اسلامی تہوار اور دین کا جز سمجھ کر حلوہ بنانا اور کھانا یا پتھر نما یا نرم شبراتی حلوؤں کو اس عقیدے کے ساتھ بنانا اور کھانا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو دانتوں کے شہید ہو جانے پر کھایا تھا یا آپ کے عاشق صادق محب رسول حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے مارے غم اور محبت کے اپنے سارے دانت توڑ کر حلوہ کھایا تھا۔ قطعاً بے دلیل، غلط اور بے بنیاد بات ہے، نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کا کوئی حلوہ کھایا اور نہ ہی حضرت اویس قرنیؒ نے اپنے دانت توڑ کر نرم نرم حلوہ کھایا

تھا، سب غلط ہے۔ شب برأت کو تہوار سمجھنا بھی غلط ہے کیونکہ اسلام میں صرف دو تہوار ہیں ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ، اس کے علاوہ کوئی تیسرا تہوار مسلمانوں کو منانا جائز نہیں۔

شیعوں کی شب برأت

شب برأت شیعوں کے یہاں شب تبرا کے نام سے معروف ہے اور شب برأت شیعوں کے یہاں تبرے بازیوں کے ساتھ منائی جاتی ہے۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ اس رات میں ان کے بارہویں امام، امام مہدی غائب عدم سے وجود میں آئے تھے۔ اس خوشی میں وہ اس رات میں صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہرات کو لعن طعن کرتے ہیں، ان سے نفرت و برأت کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے خلاف اپنے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ انھیں شیعوں نے ہی شب برأت (جو ایک عبادت اور دعاء و مناجات والی رات ہے) میں یہ خرافات سنی مسلمانوں میں پھیلا دی ہو۔ تاکہ ان کے جوان کھانے پکانے اور پٹاخے پھوڑنے میں مصروف رہیں، بوڑھے اور ضعیف لوگ روزہ نماز میں لگے رہیں۔ اور یہ شیعہ حضرات پوری آزادی اور بے خوفی کے ساتھ سنیوں کی آتش بازیوں کے دھن پر حلوے مانڈوں کی اضافی طاقت کے ساتھ صحابہ کرامؓ کو لعن طعن کرتے پھریں، اور سنی مسلمان صرف حلوے خوریوں، آتش بازیوں اور قبرستانوں میں مدفون مردوں میں مست ہو کر ان شیعوں کے مکر و فریب کی خبر نہ لے سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو غیر اسلامی طریقوں سے بچا کر اس مبارک شب، شب برأت کی قدر کرنے اور اس شب میں عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆☆

عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا اس نے آکر اپنا قرض مانگا۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں، کچھ مہلت دو، یہودی نے شدت کے ساتھ مطالبہ کیا اور کہا کہ میں آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک یہ قرض ادا نہ کردو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہیں اختیار ہے میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ بیٹھ گئے اور ظہر، عصر، مغرب عشاء کی اور پھر اگلے روز صبح کی نمازیں یہیں ادا فرمائی، صحابہ کرام یہ ماجرا دیکھ کر رنجیدہ اور غضبناک ہو رہے تھے اور آہستہ آہستہ یہودی کو ڈرا دھمکا کر یہ چاہتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تاڑ لیا اور صحابہؓ سے پوچھا یہ کیا کرتے ہو؟ تب انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس کو کیسے برداشت کریں کہ ایک یہودی آپ کو قید کرے۔ آپ نے فرمایا کہ "مجھے میرے رب نے منع فرمایا ہے کہ کسی معاہدہ وغیرہ پر ظلم کروں" یہودی یہ سب ماجرا دیکھ اور سن رہا تھا۔

صبح ہوتے ہی یہودی نے کہا "اَشْهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ" اس طرح مشرف بہ اسلام ہو کر اس نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنا آدھا مال اللہ کے راستہ میں دیدیا۔ اور قسم ہے خدا تعالیٰ کی کہ میں نے اس وقت جو کچھ کیا اس کا مقصد صرف یہ امتحان کرنا تھا کہ تورات میں جو آپ کی صفات بتلائی گئی ہیں وہ آپ میں صحیح طور پر موجود ہیں یا نہیں؟ میں نے تورات میں آپ کے متعلق یہ الفاظ پڑھے ہیں:

"محمد بن عبد اللہ، ان کی ولادت مکہ میں ہوگی اور ہجرت طیبہ کی طرف اور ملک ان کا شام ہوگا، نہ وہ سخت مزاج ہوں گے۔ نہ سخت بات کرنے والے، نہ بازاروں میں شور کرنے والے فحش اور بے حیائی سے دور ہوں گے۔"

اب میں نے تمام صفات کا امتحان کرکے آپ میں صحیح پایا، اس لئے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ اللہ کے رسول ہیں، اور یہ میرا آدھا مال ہے آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں۔ اور یہ یہودی بہت مالدار تھا، آدھا مال بھی ایک بہت بڑی دولت تھی۔ اس روایت کو تفسیر مظہری میں بحوالہ دلائل النبوۃ بیہقی، نقل فرمایا ہے۔

(از تلخیص معارف القرآن)

ذرا سوچئے!

نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

اگر آپ طبیب اور ڈاکٹر ہیں تو سچ بتائیے کہ کیا یہ فکر آپ پر طاری نہیں رہتی ہے کہ آپ کے مطب میں ہمہ وقت مریضوں کا تانتا بندھا رہے اور آپ کی "پریکٹس" خوب چلتی رہے؟ اگر آپ نے نرسنگ ہوم کھول رکھا ہے تو ذرا یہ بتلائیے کہ کیا آپ کی خواہش یہ نہیں ہوتی کہ مریضوں اور ان کے تیمارداروں سے مختلف قسم کے "ٹسٹ" اور دیگر "سہولتوں" کے نام پر زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کریں؟ اگر آپ وکیل ہیں تو کیا یہ تمنا دل میں نہیں رکھتے ہیں کہ بڑے بڑے مقدمے اور مشہور ترین کیس آپ کے ہاتھ میں آئیں؟ حالانکہ اکثر آپ کو یہ علم ہوتا ہوگا کہ یہ مقدمے سرتاسر غلط اور ناانصافی پر مبنی ہیں لیکن پھر بھی یہ مقدمے آپ کی "بے مثال" آئینی مہارت اور قانونی موشگافیوں سے واقفیت کی وجہ سے آپ کے مؤکل کے حق میں فیصل ہوجاتے ہیں! اگر آپ پولیس کے عہدہ دار ہیں تو کیا یہ سچ نہیں ہے کہ آپ اپنے اعلیٰ افسروں کی نگاہ میں سرخروئی اور بہتر کارکردگی کے مظاہرہ کے لئے اکثر اوقات بے خطا و بے قصور افراد ہی کو اپنے شکنجہ میں کس لیتے ہیں؟ اگر آپ کسی سرکاری محکمہ کے اہلکار ہیں تو صحیح صحیح بتلائیے کہ خلقت خدا کے تئیں آپ کا یہ رویہ اس وقت کیا ہوتا ہے جب اس کو آپ کی ضرورت ہوتی ہے؟ اگر آپ سیاستداں اور حکمراں ہیں تو ایمانداری سے یہ بتائیے کہ کیا شب و روز آپ اس سوچ میں نہیں رہتے ہیں کہ ملک کے باشندوں اور اپنی رعایا کو کن کن حربوں اور ہتھکنڈوں سے بے وقوف بناتے رہو اور اپنی حکومت اور سیاست برقرار رکھو؟ اگر آپ خود کسی درسگاہ اور اسکول کے مالک ہیں تو براہ کرم اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر یہ بتائیے کہ آپ کی اس تعلیم گاہ کے مقاصد کیا ہیں؟ اشاعت علم یا حصول زر یا کچھ اور؟ اگر آپ درسگاہ کے استاد اور معلم ہیں تو تدریسی خدمت کے معاوضہ کے علاوہ آپ کی کوشش ــــ (خدانخواستہ) کہیں یہ تو نہیں ہوتی کہ اپنے شاگردوں سے مختلف فوائد حاصل کریں؟ اگر آپ صحافی اور اخبار نویس ہیں تو کیا پوری صدق دلی اور دیانت سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا "قلم" امر بالمعروف و نہی عن المنکر "کا فریضہ انجام دے رہا ہے؟ اگر آپ صاحب زر اور سرمایہ دار ہیں تو کیا یہ کہنا غلط ہوگا کہ آپ کے وقت کا بڑا حصہ اس ادھیڑ بن میں نکل جاتا ہے کہ اپنے سرمایہ میں اضافہ کی کیا شکلیں اختیار کی جائیں؟

اگر ان سوالوں کا جواب اثبات میں ہے تو اس سے کہیں بہتر تھا کہ ان "علوم و فنون" سے آپ بے بہرہ ہوتے! کاش انسانیت کے لئے باعث عار ان "نیک نام مشغلوں" سے آپ لاعلم رہتے! کتنا اچھا ہوتا کہ اس طرح کی آمدنی سے آپ کا بینک اکاؤنٹ پاک ہوتا۔

اللہ کے واسطے ذرا دیر کے لئے سوچئے کہ کیا آپ کی نگاہ میں آدمیت اور انسانیت کی خدمت اسی طرح کے خوشنما اور دلفریب نام رکھ کر کی جاتی ہے؟ اور کیا اس نوعیت کے کام کرنے والے "معیاری انسان" ہیں؟ کیا یہی وہ اشرف المخلوقات ہے جس کو "خلیفۃ اللہ" کے خلعت سے سرفراز کیا گیا ہے؟ کیا "مسجود ملائک" کے اعمال ایسے ہی ہوتے ہیں؟

س :۔ اذان کے بعد مسجد سے نکلنا شرعاً کیسا ہے؟

ج :۔ اذان کے بعد بغیر عذر مسجد سے نکلنا شرعاً ممنوع ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ "جب تم مسجد میں موجود رہو اور اذان ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے بغیر مسجد سے نہ نکلے۔

س :۔ جمعہ کی اذان ثانی کس جگہ سے کہنی چاہئے؟

ج :۔ اذان ثانی منبر کے سامنے سے بھی دے سکتے ہیں اور فاصلہ سے بھی دے سکتے ہیں پہلی صورت توارثاً ثابت ہے، دوسری صورت بھی ثابت ہے، حضرت عثمان رضؓ نے دوسری اذان کا اضافہ کیا ہے، ورنہ اس سے قبل صرف ایک ہی اذان ہوتی تھی جو خارج مسجد ہوا کرتی تھی۔ جب ایک اذان کا اضافہ ہوا تو ایک مسجد کے اندر، اور ایک مسجد سے باہر ہونے لگی۔ (ہدایہ ص۱۵۱)

س :۔ اذان ثانی اور خطبہ کے دوران سنت پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے چار رکعت سنت کی نیت باندھ لی پھر اذان ثانی شروع ہوئی تو اب کیا کرے؟

ج :۔ اذان ثانی اور خطبہ کے دوران سنت پڑھنا درست نہیں ہے۔ اب کسی نے چار رکعت سنت کی نیت باندھ لی پھر اذان ثانی شروع ہوئی تو سنت کی تکمیل کر لے۔

س :۔ سورج طلوع ہونے کے بعد جو وقت مکروہ ہوتا ہے، اس وقت نوزائیدہ بچے کے کان میں پیدائش کی اذان دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

ج :۔ مذکورہ وقت میں بچے کے کان میں اذان دینے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

س :۔ کیا بچہ صبح کے وقت پیدا ہو تو اس کے کان میں اذان کے کلمات کے ساتھ "الصلوٰۃ خیر من النوم" کے الفاظ بھی کہنا چاہئے یا نہیں؟

ج :۔ بچہ کسی وقت پیدا ہو اس کے کان میں جو اذان کہی جائے گی، اس میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ مذکورہ کلمات کے اضافہ کا مقصد یہ ہے کہ صبح کا وقت چونکہ سونے کا وقت ہوتا ہے۔ اور ان الفاظ کو سن کر لوگ نیند پر نماز کو ترجیح دے کر مسجد آجائیں اور چونکہ بچے کیلئے اس کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے اس کے اضافے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

س :۔ کیا قبر میں اذان دینا سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟

ج :۔ میت کی تدفین کے بعد دعائے مغفرت کرنا اور قرآن شریف وغیرہ پڑھکر بخشنا سنت سے ثابت ہے، مگر قبر کے اندر یا قبر پر اذان دینے کا نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرامؓ، سلف صالحین کسی کے یہاں کوئی ثبوت ملتا ہے، اور نہ کوئی اس کی اصل ہے، لہٰذا ایسا کرنا بدعت ہے۔

س :۔ کیا اذان کی طرح اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے؟

ج :۔ ہاں! جو شخص اقامت کے کلمات سنے اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ بھی اقامت کے کلمات دہرائے اور حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کے وقت لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ اور قد قامت الصلوٰۃ کے وقت أقامہا اللہ وأدامہا (اللہ اسے قائم رکھے اور ہمیشہ رکھے) کہے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقامت کہنے لگے۔ اور جب وہ قد قامت الصلوٰۃ پر پہونچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا أقامہا اللہ وأدامہا اور باقی اقامت کے وقت آپ نے وہی الفاظ کہے جو اذان کے وقت کہے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد)

س :۔ گھر میں اگر تنہا نماز پڑھے تو اقامت کہے یا نہ کہے؟

ج :۔ گھر میں منفرد (تنہا نماز پڑھنے والے) کے لئے محلہ کی اقامت کافی ہے، پھر بھی اگر کہہ لے تو بہتر ہے۔

س :۔ ایک مسجد میں نماز باجماعت ادا کی جائے گی ہے۔ اس مسجد میں کوئی شخص نماز ادا کرنا چاہتا ہے تو کیا وہ اقامت کہہ سکتا ہے،

ج :۔ جماعت ہو جانے کے بعد اگر کوئی شخص اسی مسجد میں نماز ادا کرنا چاہے تو اس کے لئے اقامت کہنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے لوگوں کو مغالطہ ہوگا۔

دعائے مغفرت

تعمیر حیات کے قدرداں اور دارالعلوم ندوۃ العلماء سے خصوصی تعلق رکھنے والے جناب محمد منظر علی صاحب (چترا صوبہ جھارکھنڈ) کے بہنوئی جناب عبدالغفور صاحب کا ۲۳ ستمبر ۲۰۰۶ء کو انتقال ہوگیا۔

● مدرسہ اسلامیہ رانچی جھارکھنڈ کے مہتمم جناب مولانا محمد قاسم جمالی صاحب کی والدہ کا حال ہی میں ایک طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۵

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : قصص معارف القرآن
مصنف : مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
مرتب : مولانا خالد محمود
صفحات : ٣٦٨، سائز ١٨×٢٢/٨
خوبصورت ٹائیٹل، قیمت درج نہیں،
ملنے کا پتہ :۔ مکتبہ رشیدیہ محلہ مبارک شاہ ضلع سہارنپور۔ (یو۔پی)

مشہور عالم دین اور مفسر قرآن مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی تفسیر "معارف القرآن" کی اہمیت و افادیت محتاج بیان نہیں، یہ بلا شبہ اردو زبان کی مستند ترین تفسیر ہونے کے ساتھ ساتھ تفاسیر سلف کی مکمل جھلک، جدید مسائل کے حل کی روشنی میں اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور طلباء، اساتذہ، علماء اور عوام سبھی اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس کے اندر جابجا مستند ترین حوالوں سے مختلف عبرتناک اور سبق آموز واقعات نقل کئے گئے ہیں۔

جناب مولانا خالد محمود صاحب نے "معارف القرآن" میں آئے ہوئے بہت سے دلچسپ، علمی، تاریخی اور مستند ترین واقعات کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ یہ ایسے واقعات ہیں جن میں پچھلی نسلوں کا تذکرہ بھی ہے اور عام لوگوں کے لئے عبرت و موعظت کا سامان بھی ہے کہ وہ ان واقعات پر غور کریں۔ اور "خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدِرْ" کے قاعدے کو سامنے رکھتے ہوئے اچھی باتوں پر عمل کریں اور برے انجام سے عبرت حاصل کریں۔

امید ہے کہ یہ واقعات عوام و خواص سبھی لوگوں کے لئے نافع ثابت ہوں گے۔

نام کتاب : سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ
مصنف : مولانا عبدالقیوم حقانی
صفحات : ٣٢٠، سائز ١٨×٢٢/٨، قیمت درج نہیں
ملنے کا پتہ :۔ کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راول پنڈی (پاکستان)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے ایک بزرگ عالم دین تھے، ان کی شخصیت کے مختلف پہلو ہیں اور انھوں نے ہر پہلو میں علمی اور عملی کارنامے انجام دیئے نیز وہ ایک جامع صفات اور جامع جہات شخصیت کے مالک تھے۔

یہ کتاب حضرت مولانا ہی کے سوانحی حالات پر مبنی ہے جس میں ان کے علمی و عملی کمالات، نمایاں صفات، انداز تعلیم و تربیت دینی و اصلاحی، قومی ملی اور ملکی خدمات کا جہاں تذکرہ کیا گیا ہے وہیں ان کی سب سے نمایاں صفت جو اس وقت نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے، وہ مولانا کا تقویٰ اور مالی معاملات میں کمال احتیاط ہے کا بھی ذکر ہے۔

یہ کتاب چوبیس ابواب پر مشتمل ہے جن میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے عہد طفولیت کسب علم، درس و تدریس، اخلاق و عادات عبادات و معمولات خشیت الٰہی و اتباع سنت نظریہ تعلیم و تربیت، دعوت و اصلاح، دینی حمیت و غیرت اور محدثانہ جلالت شان کا بیان بڑے اچھے اسلوب میں کیا گیا ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب پڑھ کر قارئین کے اندر عمل نافع اور باقیات صالحات کے ذخیرہ کا ذوق و شوق پیدا ہوگا۔

نام کتاب : تراویح کی اہمیت و فضیلت
مرتب : مولانا محمد ابراہیم بن محمد اد یاما نگرولی
صفحات : ١٤٢، سائز ١٨×٢٢/٨، قیمت درج نہیں
ملنے کا پتہ : مجلس العلماء مانگرول کاٹھیاواڑ، نزد مسجد نور مانگرول ضلع جوناگڑھ ٣٦٢٢٢٥ (گجرات)

زیر نظر کتاب میں قرآن کی عظمت و فضیلت پر قرآن کی تلاوت کرنے پر اجر و ثواب، حفظ قرآن بقاء تحسین تراویح اور آداب تراویح کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور کتاب میں ترغیب و ترہیب دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اس طرح یہ کتاب تمام مسلمانوں کے لئے قرآن پاک کی قدر و منزلت اور تراویح کی اہمیت سمجھنے کے لئے مفید بن گئی ہے اور حفاظ کرام کے لئے بہترین تذکرہ و تحفہ،

ائمہ حضرات اور حفاظ کرام جو تراویح پڑھاتے ہیں وہ ضرور اس کتاب کا مطالعہ کریں۔

> الٰہی پھر مسلمانوں میں ذوق قرآں ہو
> اسی میں ان کا جینا ہو اسی میں ان کا مرنا ہو
> علامہ اقبال

قارئین تعمیر حیات سے گذارش

یہ بات ادارہ تعمیر حیات کے لئے باعث مسرت ہے کہ قارئین تعمیر حیات اپنے خطوط میں رسالہ سے دلچسپی، اس کی افادیت اور بعض حضرات بڑی شیفتگی کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور سرخ نشان یا مطالبہ کا خط ملنے پر جلد رقم بھیجنے کی فکر کرتے ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

ہمارے بہت سے قارئین اپنے دوست واحباب کو بھی اس کے مطالعہ اور خریداری کی طرف توجہ دلاکر اس نیک اور دعوتی کام میں اپنا قیمتی تعاون پیش کرتے ہیں، جیساکہ ہمارے قارئین کو اندازہ ہوگا۔ تعمیر حیات کوئی کاروباری صحافت نہیں ہے بلکہ خالص دعوتی اور موجودہ عہد میں امت مسلمہ کے لئے درپیش خطرات سے باخبر رکھنے کا ایک مثبت اور تعمیری رسالہ ہے جو نقصان کی پرواہ کئے بغیر اپنا فریضہ ادا کر رہا ہے، لیکن ادھر دو ماہ سے ڈاک خرچ میں دو گنا اضافہ ہوگیا ہے اور کاغذ بھی بہت مہنگا ہوگیا ہے۔ لہٰذا ادارے کے ذمہ داروں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کی قیمت میں کچھ اضافہ کر دیا جائے۔

یہ اضافہ جتنا کم سے کم ہونا ضروری ہے وہ فی شمارہ ایک روپیہ مزید ہے یعنی چھ روپئے کے بجائے سات روپئے۔

لہٰذا رسالہ کے سال نو یعنی، از نومبر ۲۰۰۱ء سے ایک پرچہ کی قیمت ۷/ روپئے اور رسالانہ قیمت ۱۵۰/= روپئے کردی گئی ہے۔ اسی حساب سے اشتہار اور ایجنسی میں اضافہ ہو گیا ہے، امید ہے کہ ہمارے قارئین و اشتہار دینے والے حضرات دین کی خدمت اور کار ثواب سمجھ کر اپنا تعاون جاری رکھیں گے۔

جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے وہ اگر بطور مالی تعاون اس خالص دینی، دعوتی، اور امت میں بیداری پیدا کرنے والے رسالہ میں حصہ لیں تو ان کے لئے صدقۂ جاریہ سے کم نہ ہوگا۔ الحمدللہ اس سے ہزاروں ہزار افراد اور دور دراز ملکوں کے لوگوں کو فائدہ پہونچ رہا ہے۔

اضافہ کی تفصیلات

۱:۔ فی شمارہ	Rs :- 7/=
۲:۔ سالانہ زرتعاون	Rs :- 150/=
۳:۔ ششماہی	Rs :- 80/=
۴:۔ غیر ملکی فضائی ڈاک سے	Rs :- 1500/=
۵:۔ 〃 〃 بحری	Rs :- 900/=

نرخ اشتہار

۱:۔ رنگین صفحہ (پشت پر) Rs : 50/= فی سینٹی میٹر فی کالم

۲:۔ اندرون صفحہ Rs : 40/= 〃 〃 〃

ایجنسی: فی کاپی Rs : 15/= پیشگی بطور ضمانت ادا کرنی ہوگی۔

(ادارہ)

انسان کی سوئی ہوئی سبعیت و بہیمیت پھر جاگ اٹھی ہے۔ وہ اشرف المخلوقات کہ صورت سے آدمی مگر خواہشوں میں بھیڑیا، محل سراؤں میں متمدن انسان مگر میدانوں میں جنگلی درندہ، اور اپنے ہاتھ پاؤں سے اشرف المخلوقات، مگر اپنی روح بہیمی میں دنیا کا سب سے زیادہ خونخوار جانور ہے۔ اب اپنی خوں ریزی کی انتہائی شکل اور اپنی مردم خواری کے سب سے زیادہ برے وقت میں آ گیا ہے۔ وہ کل تک اپنے کتابوں کے گھروں اور علم و تہذیب کے گہواروں میں انسان تھا پر آج چیتے کی کھال اس کے چہرے کی نرمی سے زیادہ حسین اور بھیڑیئے کے پنجے اس کے دندان تبسم سے زیادہ نیک ہیں۔ درندوں کے بھٹ اور سانپوں کے جنگلوں میں امن و راحت ملے گی مگر اب انسانوں کی بستیاں اور اولاد آدم کی آبادیاں راحت کی سانس اور امن کے تنفس سے خالی ہوگئی ہیں۔ کیونکہ وہ جو خدا کی زمین پر سب سے اچھا اور سب سے بڑھ کر تھا۔ اگر سب سے برا اور سب سے کمتر ہو جائے تو جس طرح اس سے زیادہ کوئی اور نیک نہ تھا ویسا ہی اس سے بڑھ کر اور کوئی برا بھی نہیں ہو سکتا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۔

ہم نے انسان کو ایک طرف تو بہترین قوتوں کی ترکیب اور اعلیٰ ترین جذبات کی ساخت میں پیدا کیا لیکن پھر دوسری طرف بہیمی خواہشوں اور شریر قوتوں کے لحاظ سے نہایت ہی ادنیٰ درجہ کی مخلوق تک بھی لوٹا لائے۔ ہاں وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ و عادلہ اختیار کئے سو ان کے لئے بے انتہا اجر ہے۔ کیونکہ وہ ان متضاد قوتوں کی کشاکش سے بچ نکلیں گے۔

شیر خونخوار ہے، مگر غیروں کے لئے، سانپ زہریلا ہے مگر دوسروں کے لئے، چیتا درندہ ہے مگر اپنے سے کمتر جانوروں کے لئے لیکن انسان دنیا کی اعلیٰ ترین مخلوق، خود اپنے ہی ہم جنسوں کا خون بہاتا اور اپنے ہی ابنائے نوع کے لئے درندہ و خونخوار ہے۔

وعلیٰ ذالك قول بعض شعراء هذا العصر

ولقد رأيت الاحد احسن خلقة — من جنس هذا الظالم المتمرد

الناس تقتل كل يوم بعضها — والاسد تقتل غيرها اذ تعتدى

انسان ہی ہے جو فرشتوں سے بہتر ہے اگر اپنی قوتوں کو امن و سلامتی کا وسیلہ بنائے اور انسان ہی ہے جو سانپ کے زہر اور بھیڑیئے کے پنجے سے بھی زیادہ خونخوار ہے۔ اگر راہ امن و سلامتی کو چھوڑ کر بہیمیت اور خونخواری پر اتر آئے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

از: نگارشات آزاد ص۔ ۱۸۹

یاد الٰہی

اللہ ربّ العالمین کے حضور میں دعا

مولانا حکیم عبدالحی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

بندوں کے مقامات میں سب سے بلند عبدیت کا مقام ہے اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام کے امام یعنی اس وصف خاص میں سب پر فائق ہیں اور دعا چونکہ عبدیت کا جوہر اور خاص مظہر ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وقت بندے کا ظاہر و باطن عبدیت میں ڈوبا ہوتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال واوصاف میں غالب ترین وصف اور حال دعا کا ہے آپ نے دعا کو دین کا ایک مستقل شعبہ بنا دیا بلکہ بلاخوف وتردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبوت محمدیؐ نے دعا کے شعبہ کا جس طرح احیاء وتجدید اور اس کی ترقی وتکمیل فرمائی ہے وہ اس سے پہلے دیکھنے میں آئی نہ اس کے بعد۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محروم ومحجوب انسانیت کو دوبارہ دعا کی دولت عطا فرمائی اور بندوں کو خدا سے ہم کلام کر دیا، آپ نے ہمیں دعا کرنا بھی سکھایا، دعا میں انسانوں کی طرف سے انسانی ضروریات کی بھی ایسی مکمل نیابت کی کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہر زمان ومکان میں، ان دعاؤں میں اپنے دل کی ترجمانی، اپنے حالات کی نمائندگی اور اپنے اطمینان کا سامان ملے گا اور بہت سی وہ ضرورتیں ملیں گی جن کی طرف آسانی سے ہر انسان کے ذہن کا جانا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ (سورہ بقرہ-۱۸۶)

اور جب تم سے میرے بندے میری بابت سوال کریں تو کہہ دو کہ میں قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔

اور ارشاد ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ۔ (سورہ مؤمن ۶۰)

اور تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا، اور جو لوگ میری عبادت سے متکبرانہ روگردانی کریں گے، ان کو ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں جانا ہوگا۔

اور ارشاد ہے:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (سورہ نمل ۶۲)

بھلا کون بے قرار کی فریاد کو پہونچتا ہے جبکہ اس کو وہ پکارتا ہے، اور وہ تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔

دعا عبادت ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا عبادت ہے۔(۱) (ترمذی)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر (یعنی آنے والی آفات بلیات) کے فیصلہ کو دعا ہی بدل سکتی ہے اور نیکی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔ (ترمذی)

دوسروں کیلئے دعا اپنے لئے دعا ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو مسلمان بندہ اپنے مسلمان بھائی کی غیبت (یعنی اس کے پیچھے) میں اس کے لئے دعا کرتا ہے، تو فرشتہ کہتا ہے کہ تجھ کو بھی یہی بھلائی ملے جو تو اس کے لئے مانگ رہا ہے۔ (مسلم)

دعا ضرور قبول ہوتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہاری دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ اگر جلدی نہ کرو اور یہ نہ کہو کہ میں نے دعا کی اور قبول نہ ہوئی (۲)۔ (بخاری مسلم)

قبولیت دعا کا وقت

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں نے عرض کیا، (باقی ص ۲۹

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۳۸ | ۲۵؍اکتوبر ۲۰۰۱ء | مطابق | ۷؍شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر ۲۴

زیر سر پرستی: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

زر تعاون

سالانہ ---=/۱۳۰ روپے

فی شمارہ ---------=/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی

وامریکی ممالک ....۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک

بحری ڈاک جملہ .....۱۵ ڈالر

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳

ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

Website:www.nadwatululama.org

E-mail Adress: nadwa@sancharnet.in

Ph: Office.787250(Ext)18

Guest House.323864

گزارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ (منیجر)

دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپوزنگ سیکشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زرضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/=

۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs. 40/=

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر Rs. 80/=

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P O Box No.842
Mdina Munawwara(K.S.A)

برطانیہ
Dr.M.AKRAM NADWI Sb.
Oxford Center for Islamic Studies
George Street
Oxford Ox1 2AR

ساؤتھ افریقہ
Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P O.Box No.388 Vereninging.(S.Africa)

قطر
Mr.ABDUL HAI NADWI Sb.
P.O Box.No.10894, Doha-Qatar

دبئی
Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P.O.Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph:No.3970927

پاکستان
Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H.No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ
Dr.A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

شمس الحق ندوی

وقت کی سب سے اہم ضرورت

اگر ہم کسی حاکم، وزیر، بادشاہ یا کسی بھی ایسے شخص کے حکم ومنشا کے خلاف کام کریں جس کے ہم تابع ہیں اور جو ہمیں سزا بھی دے سکتا ہے تو یہ احتیاط ضرور کریں گے کہ اس کو ہمارے جرم وخطا کی خبر نہ ہو اس لئے کہ خبر ہو جانے کے بعد اس جرم کا بڑا بھگتان بھگتنا ہوگا، ہم یا تو جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلے جائیں گے یا تہہ تیغ کر دیئے جائیں گے، اور کہیں یہ احساس ہو کہ جاسوسی کا نظام اتنا چوکس ہے کہ جگہ جگہ خود کار کیمرے اور ٹیپ رکارڈ لگے ہوئے ہیں، تو جرم تو جرم زبانیں بند ہو جائیں گی اور زبان سے ایک لفظ بھی اپنے حاکم یا ملک کے نظام کے خلاف نکالنے کی جرأت نہ ہوگی، جاسوسی کا یہ نظام خواہ کتنا ہی چوکس ہو مگر ناقص ہوگا، بند کمروں اور خلوت خانوں تک اس کی رسائی نہ ہوگی۔ لیکن خوف وہراس کا یہ عالم ہوگا کہ لوگ زبانوں پر تالے لگالیں گے، جن ملکوں میں جاسوسی کا یہ نظام پوری طرح رائج ہے وہاں یہ حال ہے کہ باپ بیٹے اور بیوی شوہر تک ایک دوسرے سے محتاط رہتے ہیں، اوران کی زندگی ان کے لئے عذاب بنی ہوئی ہے۔

مگر وہ نظام جو اس سے کہیں زیادہ چوکس، مستعد اور ہمہ وقت نشیط ہے اور اپنا کام رات کے اندھیروں، پہاڑ کے غاروں، زمین کے تہہ خانوں، دور دراز جنگلوں اور بیابانوں، بند کمروں اور خلوت خانوں میں بھی کرتا ہے اور جس کی چوکسی کا یہ عالم ہے کہ:

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ • مَايَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ • (سورہ ق ۔۱۸)	جب وہ کوئی کام کرتا ہے تو لکھنے والے دائیں بائیں بیٹھے ہیں لکھ لیتے ہیں کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان تیار رہتا ہے۔

ہم اپنے بنائے ہوئے جاسوسی کے نظام سے جتنا ڈرے اور سہمے ہوئے رہتے ہیں اگر اس کا کچھ فیصد بھی خوف رقیب عتید والے نظام کا ہو تو کیا ہم کسی کی غیبت کر سکتے ہیں، کسی کی چغل خوری اور بہتان تراشی کی ہمت کر سکتے ہیں۔ کسی سے جھوٹ بولنے، کسی کو دھوکا دینے، وعدہ کر کے مُکر جانے، پل کے پل میں اپنی بات کو بدل دینے، اپنی ہوشیاری وچالاکی سے حق کو ناحق اور ناحق کو حق ثابت کرنے کی جرأت کریں گے۔ کیا کوئی کسی کا حق مارنے اور دل دکھانے کا خیال تک دل میں لائے گا؟ کیا اخلاقی بگاڑ اور جھوٹ وفریب کا بازار گرم ہوگا، جس کے نتیجہ میں آج پوری دنیا جہنم کدہ بنی ہوئی ہے۔

یہ رپورٹ اتنی مکمل ہوگی کہ ایک ایک بات، ایک ایک عمل اس میں درج ہوگا، چھوٹی بڑی کوئی بات نہ چھوٹی ہوگی، ویڈیو کیسٹ کی طرح ہر ہر قول وعمل سامنے آجائے گا اور انسان حیرت زدہ ہو کر کہے گا،

يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا (سورۂ کہف ۴۹)	ہائے شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی بات کو (کوئی بات بھی نہیں چھوڑتی) مگر اس کو لکھ رکھا ہے۔

لہٰذا کیا ہوا سب کچھ انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ عذر ومعذرت کی ادنیٰ گنجائش نہ باقی رہے گی۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ . وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ .

تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی اسے دیکھ لے گا۔

اس کے کرتوتوں کی ساری تفصیل سامنے پھیلا کر رکھ دی جائے گی۔

وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَّلْقَاهُ مَنْشُوْرًا ۔ (سورہ اسراء۔۱۳)

اور قیامت کے روز (وہ) کتاب اسے نکال کر دکھائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔

اور کہا جائے گا

اِقْرَاْ كِتَابَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (سورہ اسراء۔۱۴)

اپنی کتاب پڑھ تو آج اپنے آپ ہی محاسب کافی ہے۔

یہ کتنی بڑی بھول ہے کہ انسان اپنے ہی جیسے انسانوں کے نظام سے تو اتنا ڈرتا رہتا ہے۔ ہر وقت لرزاں و ترساں رہتا ہے مگر اس زبردست نظام سے غافل و بے فکر رہتا ہے جس سے کسی طرح بچنا ممکن نہیں۔ اگر اس نظام کا صحیح شعور بیدار ہو جائے تو کیا کوئی طاقت ور کسی کمزور کا خون چوسنے کی ہمت کرے گا، کیا کوئی انسانی حیات دوروزہ کی خاطر مکر وفریب، غرور و گھمنڈ، ظلم وزیادتی کا مرتکب ہوگا۔ کیا انسانی معاشرہ میں وہ بگاڑ وفساد پایا جائے گا، جو زندگی کے ایک ایک شعبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ کتنے خطرہ بلکہ خودکشی کے مرادف بات ہے کہ اس وقت یہ احساس مردہ ہو چکا ہے، اس وقت کا سب سے اہم کام اس احساس کو بیدار کرنا ہے، اس احساس کے بیدار ہو جانے کے بعد انسانی معاشرہ وسماج کی ہر کل بیٹھ جائے گی، اور خرابیاں دور ہو جائیں گی جن کے سبب سے زندگی عذاب بنی ہوئی ہے۔ باہمی بغض وعداوت، حسد وکینہ، اختلاف وانتشار، انانیت وتکبر کی جڑیں کٹ جائیں گی اور وہ انسان جو اپنے ہی جیسے انسانوں سے ڈرتا اور سہما سہما سا رہتا، اس کو دیکھ کر اسے خوشی ہوگی کوئی خوف وخطرہ بھی ہوگا تو وہ دور ہو جائے گا، اور ایک ایسا صاف ستھرا، پرامن و پرسکون سماج ومعاشرہ وجود میں آئے گا جس میں پیار ومحبت اور انسانیت دوستی کے پھول کھلیں گے آرام وچین کی خوش گوار ہوائیں چلیں گی انسان انسان کو دیکھ کر خوش ہوگا۔

اس وقت پوری دنیا خوف وخطرہ کے جس طوفان بلاخیز سے دوچار ہے اس کا اصل سبب ایک قادر مطلق کے بنائے ہوئے غیبی نظام کی طرف سے غفلت وبے فکری ہے۔ انسان دھوکا اس سے کھا رہا ہے کہ اس کی پکڑ بروقت نہیں ہو رہی ہے۔ اس نظام میں تو انسان کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے بربنائے رحمت اور اتمام حجت، اس کو بہت زیادہ ڈھیل اور موقع دیا جاتا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھا کر سنبھل جائے، کبھی کبھی معمولی داروگیر کی جاتی ہے کہ روئے اور گڑگڑائے، اپنی غلطیوں سے باز آجائے اور فانی اور آنی جانی دولت وشہرت، قوت وطاقت کے نشہ میں مست ہو کر بے لگام نہ ہو جائے، لیکن جب وہ نہیں سنبھلتا تو پکڑ وگرفت کی ڈوری اتنی ڈھیلی کر دی جاتی ہے کہ بجائے سزا کے اور زیادہ وسائل زندگی اور سامان عیش وطرب کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تاکہ اس نظام کا بنانے والا جو عزیز بھی ہے اور حلیم بھی دیکھے کہ یہ ذرۂ خاک اپنی حقیقت کو بھول کر نشہ قوت میں کہاں تک جاتا ہے اور کتنا اُدھم مچاتا ہے۔ اس کے بعد پھر جب وہ پکڑتا ہے تو اس طرح جیسے بلی چوہے کو یا چیل مرغی کے چوزے کو۔

قرآن کریم نے جو انسانوں کی فلاح کامرانی ہی کے لئے بطور ہدایت ورہنمائی، اور رب کریم کی رحمت بیکراں کے ظہور کے لئے نازل ہوا ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں بھی بیان کر دی ہیں کہ یہ مسجود ملائک شیطان کے فریب سے ہوشیار ہو جائے، چنانچہ ان ظالموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۔

(سورہ انعام۔۴۴)

پھر جب انھوں نے نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں سے جو ان کو دی گئی تھیں خوب خوش ہو گئے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے۔

آیت سے معلوم ہوا کہ خدا فراموش

نعت رسول ﷺ

مولانا محمد ثانی حسنی رحؒ

جہاں ہے نور کا اک شامیانہ سجی ہے جس جگہ بزم شہانہ
جہاں لعل و گہر کا ہے خزانہ مبارک ہے، جہاں کا ہر زمانہ

دنت عن ناظری تلك الخيام
علىٰ سكانها منی السلام

جہاں کا ذرہ ذرہ ہے منور جہاں کا خار بھی گل سے ہے بہتر
جہاں ملتے ہیں جھک کر ماہ وانجم جہاں کا ہر مکیں محبوب ودلبر

دنت عن ناظری تلك الخيام
علىٰ سكانها منی السلام

جہاں کی ہر گلی دارالشفا ہے جہاں کا چپہ چپہ دل کشا ہے
جہاں کی دل نواز آب وہوا ہے جہاں کی زندگی راحت فضا ہے

دنت عن ناظری تلك الخيام
علىٰ سكانها منی السلام

جہاں ہے اہلِ حق کی ایک بستی جہاں معدوم ہے باطل پرستی
جہاں دن رات رحمت ہے برستی جہاں چھاتی ہے دل پر کیف ومستی

دنت عن ناظری تلك الخيام
علىٰ سكانها منی السلام

ہے جس کا نام طیبہ اور مدینہ جہاں آتا ہے جینے کا قرینہ
دلِ مضطر کو ملتا ہے سکینہ دلوں سے دور ہو جاتا ہے کینہ

دنت عن ناظری تلك الخيام
علىٰ سكانها منی السلام

زہے آرام گاہِ شاہ لولاک زہے وہ مرکز اصحاب ادراک
وہاں کا عالمِ پاک اور ہم خاک چہ نسبت خاک را باعالم پاک

دنت عن ناظری تلك الخيام
علىٰ سكانها منی السلام

نافرمانوں کی ترقیاں باعث عبرت ہیں نہ کہ باعث رشک وحسرت، خالق کائنات کے ڈھیل کی مدت انفرادی اور اجتماعی طور پر تو بہت زیادہ نہیں ہوتی پھر بھی کبھی کبھی دس بیس سال کا موقع مل جاتا ہے، لیکن قومی اور ملکی سطح پر جو کسی خاص نظریہ اور فلسفۂ حیات پر قائم ہو، کبھی کبھی ستر اسی سال بلکہ کبھی کبھی تو صدی دوصدی کی بھی ڈھیل دے دی جاتی ہے کہ اہل ایمان کا امتحان ہو وہ اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لیتے رہیں اور اپنا محاسبہ کرتے رہیں، اور ان سرکشوں کو خوب کھیل کھیلنے کا موقع دیا جائے کہ ان کا انجام بڑا عبرتناک ہوتا ہے جس کی بہت سی مثالیں قرآن کریم نے بیان کی ہیں کہاوت ہے کہ "اللہ کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے"، ایسا بھی کہا جاتا ہے کہ "اللہ کی لاٹھی میں آواز نہیں مگر دنیا کے عیش وطرب کا یہ خدا فراموش متوالا تاویلیں کر کے اپنی پرانی ہی روش پر قائم رہتا ہے۔

زمانے بھر کو سمجھانا تو مشکل ہے وہ نشہ قوت وطاقت میں اندھا بہرا ہو چکا ہے ہاں اہل ایمان کے ایمان ویقین کا تقاضا یہی ہے کہ وہ غیبی نظام کی پکڑ اور اس کی عبرت ناک سزا سے ڈریں جو صرف وقتی نہ ہوگی بلکہ لمبی ہوگی، اور زندگی کی کٹھن گھڑیوں میں قرآنی ہدایات کی روشنی میں وسائل واسباب کے اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی خصوصی ہدایت وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ پر پوری طرح عمل کیا جائے، کہ مومن کی اصل طاقت یہی ہے اور اس کے کھو جانے ہی سے مصائب وآلام نے گھیر لیا ہے۔

مرد، وہ ہیں جو زمانہ کو بدل دیتے ہیں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝ (سورۂ کہف ۱۳-۱۴)

یہ سورہ کہف کی ایک آیت ہے اس کا عنوان اگر اس زمانہ کے اسلوب اور اسٹائل میں مقرر کروں تو کہوں گا "قصہ سات[1] جواں مردوں کا" اس قصہ میں نسل انسانی کے نوجوان عنصر کے لئے خصوصی پیغام، اور ایک اعلیٰ نمونہ ہے، جو ہر زمانہ میں کام دے سکتا ہے اور جو صرف دماغ و دل پر نہیں، بلکہ صلاحیتوں، حوصلوں اور عزائم پر بھی ایک تازیانے کا کام دے سکتا ہے، وہ کبھی شبنم ٹپکاتا ہے، کبھی پھول کی جھڑیاں لگاتا ہے، مجھے بھی آج نوجوانوں کے سامنے نوجوانوں کا قصہ سنانا ہے، اور میں کیا سناؤں گا، قرآن مجید سناتا ہے، یہ وہ نوجوان ہیں جن کو قرآن نے ان کا تذکرہ کر کے لافانی بنا دیا ہے، اور ہر دور کے نوجوانوں کے لئے قابل تقلید نمونہ اور آئیڈیل، بات بڑی مختصر، بڑی سادہ، لیکن بڑی عمیق اور سبق آموز ہے،

قصہ یہ ہے کہ رومن امپائر کے ایک حصہ میں جو شام و فلسطین کہلاتا ہے، ایک دعوت پیدا ہوئی جس کے لانے والے سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے جو ہم مسلمانوں کے نزدیک بھی خدا کے پیغمبر برحق ہیں، انھوں نے توحید کی دعوت دی اس وقت ساری دنیا میں شرک پھیلا ہوا، اور ہر طرف گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی ہوئی تھی، اس اندھیرے میں ایک روشنی چمکی، حضرت عیسیٰؑ نے شرک، نسل پرستی، رسم پرستی، توہم پرستی، ظاہر پرستی، اور انسانیت کے استحصال کے خلاف آواز بلند کی، جس کی اصل اساس توحید اور سچی خدا پرستی تھی، اس دعوت کو کچھ لوگوں نے تسلیم کیا۔ اور وہ اس کے حامل و داعی بن گئے، انھوں نے اپنے اس قلمرو سے باہر قدم نکالا، اور رومی شہنشاہیت کے مرکز کے قریب جا کر دعوت پیش کی۔ اکثر دیکھا گیا ہے، کہ سن رسیدہ اور پختہ کار لوگوں کے مقابلہ میں (جن کے پاؤں میں تجربات، مفادات، رسم و رواج، اور خوف و امید کی بھاری بیڑیاں پڑی ہوتی ہیں، اور ان کو کسی نئے تجربے اور انقلابی قدم سے باز رکھتی ہیں) نوخیز اور جواں سال (جن کے پاؤں میں بیڑیاں نہیں ہوتیں) اور ان کی وابستگیاں، اور ان کا (ATTACHMENT) ان چیزوں کے ساتھ نہیں ہوتا جن کے ساتھ عموماً بڑی عمر والوں کا ہوا کرتا ہے، نئی اور صالح دعوت کو جلد قبول کر لیتے ہیں، قرآن مجید ان نوجوانوں کی عمر کا تعین نہیں کرتا۔ اور یہی قرآن مجید کا طریقہ ہے، اگر وہ کہتا کہ ۱۸-۲۰ سال کے نوجوان تھے، تو اس سے اوپر اور اس سے نیچے کی عمر والوں کو بہانہ مل جاتا کہ ہمارا قصہ نہیں ہے، قرآن کہتا ہے "اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ" وہ چند نوجوان تھے، جو حضرات عربی کا ذوق رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ "فِتْيَةٌ" کے لفظ میں عمر کی جوانی کے ساتھ دل و دماغ اور حوصلوں اور عزم و ارادہ کی جوانی کی طرف بھی اشارہ آگیا ہے۔ اس لئے اس کے ترجمہ میں میں نے "جواں مرد" کا لفظ اختیار کیا، "فتیۃ" "فتی" کی جمع ہے "فتی" کی جمع "فتیان" بھی آتی ہے، لیکن "فتیۃ" جمع قلت کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس طرح قرآن اشارہ دیتا ہے کہ وہ گنتی کے چند نوجوان تھے اور یہی ہمیشہ ہوا ہے کہ جب خدا پرستی اور اصلاح حال کی صحیح دعوت آتی ہے تو اس کے ماننے والے ابتدا میں تھوڑے ہوئے ہیں، جن کو خدا نے اس کی توفیق دی اور ان کو یہ ہمت ہوئی۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمائے حسنیٰ اور صفات میں سے "رب" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ "اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ" یہ بات بہت معنیٰ خیز ہے، اس لئے کہ حکومتوں کو اپنے یہاں کے باشندوں کا رازق ہونے کا بھی (کبھی زبان قال سے اور کبھی زبان حال سے) دعویٰ ہوتا ہے اور ان کے ساتھ اس طرح کے خیالات اور عقیدے وابستہ ہو جاتے ہیں کہ اگر اپنی پرورش

---

[1] قرآن مجید میں آتا ہے کہ کسی نے کہا چار تھے پانچواں ان کا کتا تھا، کسی نے کہا چھ تھے، ساتواں ان کا کتا تھا کسی نے کہا سات تھے آٹھواں ان کا کتا تھا۔ اس کے بعد قرآن مجید نے آگے کوئی ہندسہ نہیں بتایا، اس سے مفسرین اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ وہ تعداد میں سات ہی تھے۔

کا سامان کرنا ہے۔ اور عزت و راحت کی زندگی گذارنی ہے، تو ان حکومتوں سے اپنے کو متعلق کرنا پڑے گا۔ ان کا غاشیہ بردار ہو کر رہنا، اور ان کی رکاب میں چلنا پڑے گا۔ ان کی ہاں میں ہاں ملانا ہوگا۔ اس کے بغیر رزق اور خوشحال و فارغ البال زندگی کے دروازے یکسر بند ہیں، قرآن جو لفظ کہتا ہے وہ اپنی جگہ پر انگوٹھی میں نگینہ کا کام دیتا ہے۔ پوری پوری کتابوں کا مضمون ایک لفظ میں آجاتا ہے، یہ جواں مرد انسانوں کے اس جنگل میں کھڑے ہوگئے، جہاں اس رومن امپائر کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ جو اس وقت دنیا کی سب سے منظم، سب سے متمدن دنیا کو اس وقت کا سب سے ترقی یافتہ قانون دینے والی، دنیا کے سب سے وسیع خطہ پر حکومت کرنے والی شہنشاہی تھی، انگریزی محاورہ کے مطابق اس حکومت کی ناک کے نیچے اور بالکل آنکھوں کے سامنے چند نوجوان کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اس دعوت کو قبول کر کے اس کا اعلان کرتے ہیں جو اس وقت کا صحیح مذہب، اور اس عہد کا اسلام تھا، اس وقت تک مسیحیت میں تحریف نہیں ہوئی تھی، اس کے وہ داعی وہاں پہونچے تھے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام کے صحیح علمبردار تھے، انھوں نے کہا کہ ہمارا رازق اور ہماری پرورش کا ذمہ دار حکومت نہیں ہے، ہمارا رازق اور پروردگار خدا ہے اور وہی ہماری پرورش کا ذمہ دار ہے، "رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"۔ ہماری پرورش کرنے والا وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے، یہ بات اس منظم سلطنت میں کہی گئی تھی، جس نے وسائل معیشت پر قبضہ کر رکھا تھا، گویا وہاں کے باشندوں کی قسمت و روزی کی مالک بن گئی تھی، اور بظاہر نفع و ضرر کی ساری طاقتیں اسکے ہاتھ میں آگئی تھیں، اس وقت دانشمندی۔ اور حقیقت پسندی کا ایک ہی ثبوت تھا، کہ حکومت کے دامن سے وابستہ ہو کر حکومت کے عقیدہ کو اختیار کر کے کم سے کم اس عقیدہ پر سکوت اختیار کر کے اس قلمرو میں اچھی زندگی گذاری جائے، انھوں نے پوری یونانی دیومالا (GREECK MYTHOLOGY) اور رومی دیومالا (ROMAN MYTHOLOGY) کا انکار کیا جو اس وقت کی رومی تہذیب و تمدن و معاشرت اور عقائد و اعمال میں سرایت کر چکی تھی اور پورا معاشرہ مشرک اور توہم پرست بن گیا تھا۔ یونان اور رومہ (اور قدیم ہندوستان میں بھی) صفات الٰہی کا تصور دیوتاؤں کی شکل میں کیا جاتا تھا۔ اور ان کے نام پر بڑے بڑے معبد اور ہیکل بنے ہوئے تھے یہ محبت کا دیوتا ہے، یہ شفقت کا، یہ روزی دینے کا، یہ جنگ کا، یہ ہیبت و جلال کا، یہ بارش کا، ان نوجوانوں نے بیک زبان ان سب کا انکار کیا اور کہا:۔

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا
لَقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا هٰۤؤُلَاۤءِ
قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً
لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى
اللّٰهِ كَذِبًا (الکہف ۱۴-۱۵)

ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، ہم اس کے سوا کسی کو معبود سمجھ کر نہیں پکاریں گے، (اگر ایسا کیا) تو اس وقت ہم نے بعید از عقل بات کہی، ہماری قوم کے ان لوگوں نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں، بھلا یہ ان کے خدا ہونے پر) کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے تو اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو خدا پر جھوٹ افتراء کرے۔

یہاں قرآن مجید نے ایک اور حقیقت بیان کر دی وہ یہ کہ پہلا قدم آدمی کی طرف سے اٹھتا ہے، پہلے ہمت اس کی طرف سے ہونی چاہئے۔ اس کے بعد اللہ کی طرف سے مدد آتی ہے، "اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى" (وہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا) اگر آدمی اس کا منتظر رہے کہ کوئی چیز خود بخود دل میں نفوذ کر جائے اس کے گلے منڈھ دی جائے تو یہ صحیح نہیں: پہلے خود فیصلہ اور ہمت کرنی ہوگی اس کے بعد خدا کی مدد آتی ہے، فرماتا ہے "وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ" (ہم نے ان کے دلوں کو سہارا دیا) اس لئے کہ ان کا واسطہ اس زمانہ کی سب سے عظیم اور قہرمان سلطنت سے تھا، وہ سرکاری مذہب کو چھوڑ کر نیا دین اختیار کر رہے تھے۔

یہ اصحاب کہف کا واقعہ ہے، مجھے مشرق اردن کے سفر (۱۹۷۳ء) میں اس غار کو دیکھنے کا اتفاق ہوا جہاں وہ محو خواب ہیں، اردن کے آثار قدیمہ کے ڈائریکٹر محقق فاضل رفیق وفا الدجانی صاحب نے اس کی زیارت کرائی، اور علمی و فنی دلائل سے ثابت کیا کہ یہی اصحاب کہف کی جگہ ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ اس واقعہ کو صدیوں تک نظم کیا جاتا رہا ہے اور وہ وہاں کی ادبیات کا ایک جزء بنا رہا ہے، میں نے بہت تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "معرکۂ ایمان و مادیت" میں تقابلی مطالعہ کی روشنی میں اس پر نظر ڈالی ہے، تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان نوجوانوں میں سے اکثر اہل دربار کی اولاد تھے، یعنی یہ سلطنت کے خاندانی نمک خوار تھے، کسی کے باپ، کسی کے چچا، کسی کے بڑے بھائی، اس وقت رومن امپائر کے کسی بڑے عہدے پر فائز

تھے۔ اس لئے یہ مسئلہ اور زیادہ پیچیدہ اور نازک بن گیا کہ بات صرف اتنی نہ تھی کہ چند بے تعلق اور سر پھرے نوجوان کھڑے ہوگئے انھوں نے بغاوت کا نعرہ لگایا اور کہہ دیا کہ ہم سرکاری مذہب کو نہیں مانتے، ہم نے ایک نیا دین قبول کیا ہے، یہ وہ لوگ تھے، جن کے ساتھ پورے پورے خاندان اور خاندانوں کی قسمت اور عزت وابستہ تھی۔ ان کے اس اقدام سے ان کے والدین، ان کے خاندان کے بزرگ اور ذمہ دار نازک پوزیشن میں مبتلا ہوگئے، ان سے براہِ راست سوال کیا جاسکتا تھا کہ تم نے اپنے فرزندوں اور خوردوں کو اس باغیانہ اقدام سے کیوں نہیں روکا؟ دوسری طرف خود ان بزرگان خاندان کے لئے ایک بڑی آزمائش تھی کہ وہ ان نوجوانوں کے متکفل تھے، وہ ان سے بڑی امیدیں رکھتے تھے۔ اور ان کو ان کا مستقبل شاندار نظر آتا تھا۔ ایک جگہ قرآن مجید نے اس نفسیاتی کیفیت کو جو خاندان کے بزرگوں اور ذمہ داروں کو نوجوانوں کے اس طرح کے اقدام سے پیش آتی ہے بڑے بلیغ انداز میں بیان فرمایا ہے جب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود میں توحید اور دین حق کی دعوت پیش کی تو قوم کے سربرآوردہ لوگوں نے بڑے درد اور دل کی چوٹ کے ساتھ کہا کہ صالح تم سے تو آئندہ کے لئے بڑی امیدیں اور توقعات وابستہ تھیں، خیال تھا کہ تم سیدھے سیدھے اس لائن پر چل کر (جس پر قوم چل رہی ہے) اور اس میں کچھ امتیاز پیدا کرکے اپنے خاندان کا نام روشن کروگے۔ اور اپنی قوم کے لئے عزت و افتخار کا باعث بنوگے۔ "قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا" (صالح تم ہماری امیدوں کا مرکز تھے) تم نے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا، تم یہ نئی دعوت لے کر کھڑے ہوگئے، اور پوری قوم کو مخالف بنایا "مَرْجُوًّا" کا تقریباً وہی مفہوم ہے، جو انگریزی میں لفظ (PROMISING) کا ہے جو کسی ایسے ہونہار طالب علم یا نوجوان کیلئے بولا جاتا ہے، جس کا مستقبل درخشاں نظر آتا ہے،

یہ نوجوان گنتی میں بہت تھوڑے تھے، اور بعض قرائن وقیاسات کی بناء پر سات سے زیادہ ان کی تعداد نہیں تھی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ کئی سو آدمیوں کی قسمت وابستہ تھی، ہر ایک کے ساتھ پورا پورا خاندان اور برادری کا سلسلہ تھا۔ اور وہ سب ان کے اس اقدام کی وجہ سے خطرہ میں پڑ گئے تھے، اور شک کی نگاہوں سے دیکھے جانے لگے تھے۔ وہ کتنے خاندانوں کی امیدوں کا مرکز تھے، اور کتنے گھروں کی ترقیاں وخوش حالیاں ان سے وابستہ تھیں؟ اس کی طرف لوگوں کی کم نظر جاتی ہے، بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ سات آٹھ کا معاملہ کیا؟ پکڑے گئے تو پکڑے گئے اور مارے گئے تو مارے گئے! اگر زندگی کی آسائشوں سے محروم ہوئے تو سات ہی آدمی تو محروم ہوئے، یہ نہیں سوچتے کہ معاملہ کبھی ایک اکیلے آدمی کا نہیں ہوتا، متمدن زندگی میں فرد واحد (اکائی) کا تصور مشکل ہے، شعراء تو اس کا تصور کرسکتے ہیں لیکن واقعات کی دنیا میں اکثر فرد واحد کا وجود نہیں ہوتا اس کے تعلقات وروابط کتنے لوگوں سے ہوتے ہیں اس لئے فرد واحد فرد واحد نہیں ہوتا۔ اگر یہ سات بغاوت کرتے ہیں تو سمجھئے کہ ستر خاندان زد میں آجاتے ہیں، اس لئے مسئلہ بہت اہم تھا اور اسی لئے قرآن مجید نے اس کو بطور مثال پیش کیا ہے، اس وقت تاریخ کی کتابوں میں یہ تفصیل نہیں مل سکتی کہ کس طرح سے ان کو ڈرایا دھمکایا گیا اور کس کس طرح کی ان کو لالچیں دی گئیں اور سبز باغ دکھائے گئے۔ ایسے اقدامات سے روکنے کے لئے (خاص طور پر جبکہ مقابلہ میں نوخیز اور نوجوان ہوں) ترہیبات (ڈرانے والی چیزیں) کے ساتھ ترغیبات (راغب کرنے والی چیزیں) بھی ہوتی ہیں۔ اور اکثر ترہیبات کے مقابلہ میں ترغیبات زیادہ مؤثر اور کامیاب ثابت ہوتی ہیں، ایک بزرگ نے جن کا دونوں چیزوں سے واسطہ پڑا تھا، فرمایا کہ توڑے کوڑوں سے زیادہ نازک ہوتے ہیں، طاقتیں اور حکومتیں کبھی کوڑے سامنے لاتی ہیں، اور کبھی توڑے (اشرفیوں کی تھیلیاں) ان نوجوانوں کے سامنے کوڑے بھی آئے ہوں گے اور توڑے بھی، انھوں کوڑوں کو بھی سہہ لیا، اور توڑوں کا بھی توڑ کرلیا اور یہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو قوت وسکون اور صبر وتحمل اور قربانی وایثار کی دولت عطا فرمائی۔ "وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ"

ہمیشہ ملک ومعاشرہ اس وقت بچا ہے جب کچھ لوگوں نے اپنے مستقبل کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں، وہ ناسمجھ اور غیر متوازن (ABNORMAL) بھی نہیں تھے، ان کی گفتگو بتاتی ہے۔ کہ وہ صحیح الحواس، صحیح الدماغ دانا اور فرزانہ نوجوان تھے لیکن بات یہ تھی کہ ان کی روح صرف اس بات سے تسکین نہیں پاسکتی تھی کہ ان کو روٹی کپڑا ملتا رہے، ان کے ذہن میں یہ تھا کہ یہ تو کسی امیر گھر کے کتّے کا راتب ہے۔ اس کو بعض اوقات ایسا اچھا دودھ ملتا ہے جو بہت سے غریب گھرانوں کے بچوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اور وہ ایسے نازونعم سے رکھے جاتے ہیں جس کا بہت سے انسان (جو اشرف المخلوقات ہیں) خواب بھی نہیں دیکھ سکتے، لیکن ہزار ناز پروردہ کتے ایک ایسے فاقہ کش انسان پر قربان جس کو معرفت الٰہی اور ایمان کی دولت حاصل ہے، اور اللہ نے اس کو اپنے ہم جنس انسانوں کی فکر اور درد نصیب کیا ہے وہ طے کرلیتے ہیں کہ ہمیں

ں جگہ بنانی نہیں ہے، اور جانوروں کی طرح کھا پی
دنیا سے رخصت نہیں ہو جانا ہے، ہمیں اپنے
می اس خطرے اور ہلاکت سے بچانا ہے جو
ط عقائد، غلط مقاصد، غلط اعمال اور خراب
ملاق کی صورت میں ہمیں پیش آنے والا ہے،
ر اپنی قوم، ملک اور معاشرہ کو بھی ان مصیبتوں
ر خطروں سے بچانا ہے جو ان کے سر منڈلا رہے
ں انسانی تاریخ اس کی شہادتیں پیش کرتی ہے
ایسے باہمت افراد کامیاب ہو جاتے ہیں اور
وری پوری قوم اور ملک کو اپنی آسائش اور ر
لک کی قربانی دیکر بچالے جاتے ہیں، انسانیت
ی آبرو انہیں کے دم سے ہے، اور امن و امان
ملاح و فلاح، حق و صداقت اور دعوتِ حق کا
سلسل انھیں سے قائم ہے

ہمارا ملک اخلاقی طور پر اس وقت احتضار
کی کیفیت "سکرات" سے دوچار ہے، وہ کوہ
آتش فشاں کے دہانے پر کھڑا ہے پورے ملک
یں کرپشن دبا کی طرح پھیلا ہوا ہے، کارکردگی
رض شناسی، محنت کوشی، جفاکشی اپنے ملک سے
چی محبت اور اپنے ہم وطنوں کے ساتھ ہمدردی
نقا ہے، انتظامیہ میں دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے
کہ ہر شخص اس لئے بیٹھا ہوا ہے کہ اپنی جیب بھرے
وہ قابل رشک انسان ہے جو جیب کے بجائے
کاغذ کا پیٹ بھرنے (اپنا وقت پورا کرنے) کی
ن کر میں ہے، اگر کوئی سامنے آتا ہے تو غور سے
دیکھا جاتا ہے کہ اس سے کتنی بڑی رشوت لے
جا سکتی ہے، غور سے اس لئے نہیں دیکھا جاتا کہ
اس کے چہرے پر کیا اتار چڑھاؤ ہے، وہ کس
صیبت میں مبتلا ہے؟ بلکہ اس لئے دیکھا جاتا
ہے کہ چہرہ کیا بتاتا ہے کہ وہ کس (STANDRAD
OF LIVING) سے تعلق رکھتا ہے، اس کا نتیجہ
ہے کہ مدت کے بعد اپنے وطن آنے والے مسافر
کو بجائے وطن پہنچنے کی خوشی کے سہم چڑھ جاتا ہے
کہ معلوم نہیں اس کو کس ذلت اور کس مصیبت سے
واسطہ پڑے، اور کس کو کیا رشوت دینی پڑے،
یہ کیوں نہیں ہوتا کہ ہندوستانی اپنے ملک کی
سرحد پر (خواہ وہ ہوائی یا زمینی) اگر عزت و سکون
محسوس کرے اور خوش ہو کہ ہم اپنے گھر آئے، میں
آپ کو یہ دعوت نہیں دیتا کہ آپ کالج چھوڑ کر
قوم و ملک کی خدمت میں لگ جائیں، آپ
ٹھوس خدمت جبھی کر سکیں گے، جب آپ
اچھی طرح پڑھیں گے، تعلیم میں امتیاز حاصل کریں گے
اور یہاں سے نیک نام ہو کر نکلیں گے. میں یہ
چاہتا ہوں کہ آپ اچھے کارگذار، فرض شناس،
محب وطن، اور اگر مسلمان ہیں تو اچھے مسلمان
بنیں، آپ کے اندر مدد کا جذبہ ہونا چاہیئے
آپ کے اندر کام کرنے سے وہ خوشی ہونی چاہیئے
جو آرام کرنے سے نہیں ہوتی. اس وقت پورے
ملک کا نظام ڈھیلا ہو گیا ہے، اور عام زندگی
مشکل ہو گئی ہے، کس کس محکمہ کس کس شعبۂ زندگی
کا رونا رویا جائے.

میں اپنے مسلمان بچوں سے خاص طور پر
کہتا ہوں، کہ کسی کا با اخلاق یا شہری فرض ہو
تمہارا تو یہ مذہبی فرض ہے. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
"وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ○ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا
عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ○ وَإِذَا كَالُوهُمْ
أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ" (ناپ اور تول
میں کمی کرنے والوں کے لئے خرابی ہے جو لوگوں
سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو
ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں) کتنی بڑی
حقیقت خدا نے بیان کی ہے، یہ صرف
دودھ کی دکان یا پرچون کی دکان کا
معاملہ نہیں، "تطفیف" (کم تولنا اور ڈنڈی
مارنا) کا عمل پوری زندگی میں ہو سکتا ہے، آج
ہمارا پورا انتظامی ڈھانچہ اور معاشرہ "مطفف"
بن گیا ہے، سب کا مرض "تطفیف" ہے، اپنا
حق پورا وصول کرنا، یا وصول کرنے کے لئے لڑنا،
اور دوسروں کا فرض نہ ادا کرنا، یا ادھورا ادا کرنا،
اگر آپ کو ہندوستان میں باعزت زندگی
گذارنی، اور اپنا مقام پیدا کرنا، یا اپنا مقام محفوظ
رکھنا ہے تو اس کا ذریعہ صحیح دینداری بلند و
بے داغ کردار اور عملی نمونہ پیش کرنا ہے، اگر
آپ اس ملک کی قیادت بھی حاصل کرنا چاہتے
ہیں تو اس کا راستہ بھی یہی ہے کہ آپ اپنے
دین کی تعلیمات، قرآن کی ہدایت اپنے پیغمبر
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے اسوہ و
سیرت پر چلیں، اور ان جواں مردوں کی تقلید
کر کے (جن کا قصہ قرآن کی سورۂ کہف میں بیان
کیا گیا ہے) اپنے مستقبل اور ترقی کے امکانات
کو خطرہ میں ڈال کر ملک کو (اور اگر اللہ ہمت
بلند اور وسیع نظر کرے) تو انسانیت کو خطرے
سے بچانے کی کوشش کریں، اکبر نے صحیح
کہا ہے ؎

نازکیا اس پہ جو بدلا ہے زمانے نے تمہیں
مرد وہ ہیں جو زمانہ کو بدل دیتے ہیں.

دس دوست دس دشمن

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو ایک مرتبہ ان
کے کسی دوست نے کہا کہ بڑے لوگوں کے دس
دوست، دس دشمن، آپ اپنی حفاظت کے لئے
(باڈی گارڈ) محافظوں کا انتظام کر لیجئے، گھر پر
پہرے کا انتظام کر لیجئے، مشورہ دینے والے
سے تو کچھ نہ کہا. لیکن نگاہیں آسمان کی طرف
اٹھائیں اور گویا ہوئے، اے اللہ! اسوائے
روز قیامت کے کوئی اور خوف رکھتا ہوں
تو اپنی امان میں نہ رکھ.

نئی نسل کی تربیت میں ماں کا کردار

حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی

ذیل کا مضمون مدرسۃ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ للبنات امین آباد لکھنؤ میں حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب ناظم ندوۃ العلماء کی وہ تقریر ہے جو انھوں نے استانیوں اور طالبات کے سامنے فرمائی۔ یہ تقریر امامہ عرفان نے ٹیپ ریکارڈ سے نقل کرکے ادارہ کو دیا۔ افادۂ عام کی غرض سے ہم ہدیہ ناظرین کررہے ہیں۔ (ادارہ)

میری عزیز بہنو اور طالبات!

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمارے باشعور حضرات کے ذہنوں میں بچیوں کی تعلیم کا احساس پیدا کیا کیونکہ بغیر تعلیم کے ہماری خواتین زندگی کے چیلنجوں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں اور نہ ان مسائل کو بحسن وخوبی حل کرسکتی ہیں جو مختلف ذمہ داریوں کے تحت درپیش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علم کو ایک روشنی اور قندیل بنایا ہے جس سے زندگی کے نشیب وفراز کا پتہ چلتا ہے اور اچھے برے کا امتیاز ہوتا ہے علم زندگی کے مختلف شعبوں میں استعمال ہوتا ہے اور مختلف شعبوں میں اس کی ضرورت پڑتی ہے، ایک انسان کی زندگی کے بنیادی شعبے کھانے پینے، رہنے سہنے، اور اپنے ہم جنس لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے اور ان کے ساتھ زندگی گزارنے سے تعلق رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب ضروریات کی تکمیل کے لئے مناسب اسباب ووسائل اس دنیا میں پیدا فرمائے ہیں آدمی کی غذا کا مسئلہ ہو یا اس کی رہائش کا، اہل وعیال کا مسئلہ ہو یا ان کے ساتھ زندگی گزارنے کا مسئلہ ہو، ان سب کے حل کے لئے جو وسائل چاہئے ان کو اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین میں رکھ دیئے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ (سورہ حجر۔۱۹-۲۱)

اور زمین کو بھی ہم ہی نے پھیلایا اور اس پر پہاڑ (بناکر) رکھ دیئے اور اس میں ہر ایک سنجیدہ چیز اگائی۔ اور ہم نے تمہارے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کو تم روزی نہیں دیتے اس میں معاش کے سامان پیدا کئے۔ اور ہمارے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم ان کو بمقدار مناسب اتارتے رہتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے سارے اسباب ووسائل پیدا فرمادیئے ہیں اب انسان کا کام ہے کہ وہ ان وسائل کو معلوم کرے اور اپنی ضروریات کے مطابق ان سے فائدہ اٹھائے لیکن زندگی کے وہ شعبے جن کے لئے وسائل کی ضرورت ہے ان میں مومن اور کافر کا فرق ہو جاتا ہے۔ کافر اس دنیا کے اندر جسمانی آرام حاصل کرلے اور عیش وعشرت کی زندگی گزارنے کے لئے ان اسباب ووسائل کو بروئے کار لاتا ہے اس سے زیادہ کسی اور بات کی اس کو فکر نہیں وہ زندگی کے ان تقاضوں سے بے پرواہ رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آخرت کی کامیابی کے لئے طے فرمائے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اس دنیا میں چاہے تکلیف میں رہے چاہے آرام میں آخرت میں اس کو کچھ نہیں ملتا۔ لیکن مومن کے ساتھ اللہ کا یہ معاملہ ہے کہ دنیا میں بھی اس کو راحت وعافیت عطا کرتا ہے اور آخرت کی راحت بھی اس کے لئے ہے اس نے اپنے نبیوں کے ذریعہ جو باتیں بتائی ہیں اور جو علم دیا ہے اس سے آخرت کی کامیابی کے ذرائع معلوم کرتا ہے اس طرح اس کو دنیا میں بھی آرام وراحت کے ذرائع معلوم ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی امن وچین کے اسباب معلوم ہوتے ہیں جن سے فائدہ اٹھا کر وہ دنیا وآخرت دونوں سنوار سکتا ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ لوگوں کی توجہ عام طور پر صرف دنیاوی تعلیم کی طرف ہوتی اس میں وہ کمال پیدا کرتے ہیں اور وہ سارے وسائل اسباب جو اللہ نے دنیا کے حصول کے لئے پیدا فرمائے ہیں ان کو معلوم کرکے ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن اس میں مسلمان اور کافر برابر ہیں کیونکہ وہ راستے جس طرح مسلمانوں کے لئے کھلے ہیں اسی طرح کافروں کے لئے کھلے ہیں لیکن مومن کا امتیاز یہ ہے کہ وہ ساتھ ساتھ آخرت کا علم حاصل کرتا ہے اور دنیا کی زندگی کے ساتھ ساتھ آخرت کی زندگی بھی سنوار کر دونوں جگہ سر خروئی حاصل کرتا ہے۔ علم انسان کی خصوصیت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کو علم کی خصوصیت عطا فرمائی اور اس کا تذکرہ اپنے فرشتوں سے فرمایا کہ ہم نے ان کو یہ علم عطا کیا ہے۔ بتاؤ تمہیں یہ علم حاصل ہے فرشتوں نے کہا: اے پروردگار اتنا ہی معلوم ہے جتنا آپ نے ہم کو بتادیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی بات ہے۔ جس کو تم نہیں جان سکتے نہیں سمجھ سکتے ہم نے انسانوں کو دوسری مخلوقات پر جو فوقیت دی ہے وہ اسی علم کے سبب سے ہے۔

علم ایک لالٹین ہے جس سے راستہ چلنے کے لئے روشنی ملتی ہے۔ اگر روشنی نہ ہو تو آدمی ٹھوکر کھا کر گر سکتا ہے۔ تو جس طرح مادی اور ظاہری راستوں کو دیکھنے کے لئے قندیل اور لالٹین کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اخلاقی اور علمی راہوں کو دیکھنے اور سمجھنے کے لئے اپنے نبیوں کے ذریعہ جو علم بھیجا ہے اس کو حاصل کرکے اور اس سے روشنی حاصل کرکے ہم اپنی زندگی کے راستے روشن کر سکتے ہیں اور زندگی کو معقول اور کامیاب طریقہ سے گزار سکتے ہیں۔ یہ ساری باتیں جو انسانی سلیقہ سے تعلق رکھتی ہیں ان میں اس کی ترقی اور کامیابی کا اصل ذریعہ علم ہے، علم کے ذریعہ سے آدمی اپنی صحیح راہ بناتا ہے اور اچھے برے کی تمیز کرتا ہے اور اپنے مقصد کو سمجھتا ہے اور مقصد کے مطابق وسائل اختیار کرتا ہے ان سب کے لئے علم کی ضرورت ہوتی ہے، زندگی میں جو تقاضے پیدا ہوتے ہیں اور جو مطالبات ابھرتے ہیں ان سب کو پورا کرنے کے لئے علم کی ضرورت پڑتی ہے آپ دیکھیں گی کہ جو لوگ علم نہیں حاصل کرتے ان کی زندگی بڑی معیوب زندگی ہوتی ہے، بڑی معذور زندگی ہوتی ہے، وہ بڑے کام انجام نہیں دے سکتے ہیں، وہ اہم کردار انجام نہیں دے سکتے، وہ انقلاب نہیں لا سکتے، وہ لوگوں کی سیرت کو نہیں بنا سکتے، وہ کوئی بڑا مقصد نہیں حاصل کر سکتے۔ دیہات کے لوگ ہیں جنھوں نے تعلیم نہیں حاصل کی، ان کا کام کیا ہے، سوائے کاشت کے اور کچھ نہیں کر سکتے وہ بڑا مقصد پورا نہیں کر سکتے۔ لیکن جب علم آتا ہے تو وہ بڑے بڑے بڑے کام انجام دے سکتے ہیں اور خاص طور پر خواتین کی اگر صحیح طور پر تشکیل ہو جائے، ان کی صحیح تربیت ہو جائے تو وہ بہت بڑا کام انجام دے سکتی ہیں، بچوں پر جتنا اثر ان کی ماؤں کا پڑتا ہے کسی اور چیز کا نہیں پڑتا، اسی لئے اصل کردار و اخلاق بچے اپنی ماؤں سے ہی حاصل کرتے ہیں۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ جگہ جگہ ایسے مدرسے قائم ہو رہے ہیں جہاں بچیوں کی تعلیم کا نظم ہو رہا ہے، بچے ہوں یا بچیاں، مرد ہوں یا عورت دونوں کے حقوق یکساں ہیں، دونوں کو اپنی زندگی میں فرائض انجام دینے ہیں اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی ہیں دونوں علم کے معاملہ میں یکساں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو مزید قبولیت دے دی ہے، ان کو اللہ تعالیٰ نے تربیت گاہ بنایا ہے، ان کی گودوں میں نئی نسل پلتی ہے بڑھتی ہے اور سیکھتی ہے۔ بچے اور بچیاں دونوں ہی اسی تربیت گاہ سے تربیت حاصل کرتے ہیں گویا عورت کو بچے کے لئے ابتدائی تعلیم گاہ بنایا گیا ہے اور چونکہ پوری نسل انسانی پہلے بچپن کے دور سے گزرتی ہے پھر بڑی ہوتی ہے لہذا پوری نسل انسانی کو ماؤں کی ضرورت پڑتی ہے اس طرح اس مدرسہ کی ضرورت پڑتی ہے جو ماؤں کا مدرسہ ہے اور یہیں پر ان کی اچھی تربیت کرکے اچھے راستے پر ڈالا جا سکتا ہے۔ یہ اک حقیقت ہے کہ بچے اپنے اخلاق و کردار اور ذہن کو صحیح استعمال کرنے کی صلاحیت اپنے گھر سے لے کر چلتے ہیں ان کو اصل میں گھر کے اندر ان کی ماؤں کے ذریعہ سے یہ چیز حاصل ہوتی ہے پھر وہی بڑے ہو کر مدرسوں اور تعلیم گاہوں میں جا کر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے خواتین کا معاملہ بڑا اہم ہے اگر ان کو صحیح علم حاصل نہ ہوا اور صحیح باتیں نہیں معلوم ہوئیں تو نئی نسل کو کس طرح تربیت دے سکیں گی۔

☆☆☆

احسان کا اعتراف

● علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

نعمتوں کا منشا یہ ہے کہ بندہ اپنے آقا کو پہچانے اور دل سے اس کے احسان کو مانے لیکن گنہگار انسان کا کیا حال ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَشْکُرُوْنَ (یونس۔۶)

اللہ نے انسانوں پر بڑے بڑے فضل کئے لیکن ان میں سے بہت کم شکر کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ (اعراف۔۱)

اور ہم نے تم کو زمین میں قوت بخشی، اور اس میں تمہارے لئے بسر اوقات کے بہت سے ذریعے بنائے، تم بہت کم شکر کرتے ہو،

شکر کے باب میں ایک بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے زبان سے الحمد للہ پڑھ دیا۔ تو مالک کا شکر ادا ہو گیا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، شکر دراصل دل کے اس لطیف احساس کا نام ہے جس کے سبب سے ہم اپنے محسن سے محبت رکھتے ہیں ہر موقع پر اس کے احسان کا اعتراف کرتے ہیں اور اس کیلئے سراپا سپاس بنتے ہیں، اور کوشش کرتے ہیں کہ ہم اس کو خوش رکھ سکیں، اور اس کی فرمائشوں کو پورا کرتے رہیں اگر ہم صرف اپنی زبانوں سے شکر کا لفظ ادا کریں لیکن دل میں احسان مندی اور منت پذیری کا کوئی اثر اور کیف نہ ہو اور اس اثر و کیف کے مطابق ہمارا عمل نہ ہو تو ہم اس محسن کی احسان مندی کے اظہار میں جھوٹے ہیں اور وہ شکر خدا کی بارگاہ میں قبول نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے پے در پے احسانات سے جس طرح نوازا اس کے بیان کرنے کے بعد اُن کو خطاب کرکے فرماتا ہے

اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا (سبا۔۲)

اے داؤد کے گھر والو، شکر ادا کرنے کے لئے نیک عمل کرو۔

اس آیتِ پاک نے بتایا کہ شکر کا اثر زبان تک محدود نہ ہو، بلکہ عمل سے بھی ظاہر ہونا چاہیئے۔ اسی لئے حضرت سلیمان علیہ السلام خدا سے دُعا کرتے ہیں۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ۔ (نمل۔۲)

اے میرے پروردگار! مجھے نصیب کر کہ میں تیرے اُس احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا ہے، شکر کروں اور وہ نیک کام کروں جو تجھے پسند ہو،

اس دعا میں یہ بھی اشارہ ہے کہ شکر میں شکر کے دلی جذبہ کے ساتھ اسی کے مطابق اور مناسب نیک عمل بھی ہو،

دل میں یہ بات بھی آتی ہے کہ خدا نے اپنے شکر گذار بندوں کے حق میں جو یہ فرمایا ہے کہ وہ جیسے جیسے شکر کرتے جائیں گے، میں ان کیلئے اپنی نعمتوں کی تعداد اور کیفیت بھی بڑھاتا جاؤں گا اس کی تاویل یہ ہے کہ بندہ جیسے جیسے مالک کے شکر کے لئے اپنے عمل میں سرگرم ہوتا جاتا ہے، اس کی طرف سے شکرانہ عمل کی ہر نئی سرگرمی کے جواب میں اس کو نئی نئی نعمتیں اور عنایت ہوتی جاتی ہیں،

دعائے مغفرت

ممبئی کے مشہور عطر والے جناب الحاج احمد نور صاحب کا اکتوبر کے دوسرے ہفتہ میں طویل علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم بڑے ملنسار اور صاحب خیر انسان تھے۔ دارالعلوم کے اچھے معاونین میں تھے۔ جب سے ضعف و نقاہت بڑھی ان کے صاحبزادگان نے ہم ندوۃ العلماء سے برابر تعلق رکھا۔ اور تعاون فرماتے رہے اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

محرومی اور طاقت کی حدیں

تحریر:— مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی ——— ترجمہ:— محمد فرمان نیپالی

لندن سے شائع ہونے والے مجلّہ "اکونامسٹ"
ے ایک مضمون کا عنوان "لائیسنس برائے قتل" ہے
بس میں مقالہ نگار نے اسرائیل کے جابرانہ رویّہ پر
ت تنقید کی ہے اور شارون کی حکومت انتفاضہ
نفہ کو کچلنے کے لئے جو اقدامات کر رہی ہے اس کے
بارے میں مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ اگر یہ سلسلہ
جاری رہا تو قتل وغارت گری کا خاتمہ نہ ہو سکے گا ——
مقالہ نگار لکھتا ہے کہ اسرائیل جن تدابیر کو دفاعی
تدابیر قرار دے رہا ہے وہ دراصل قتل کی کارروائی
ہے۔ ابھی نو مہینوں کے اندر اسرائیلی فوج کی کارروائیوں
میں چالیس فلسطینی شہید ہوئے۔ اور ان کارروائیوں
میں روزافزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے لیکن اسرائیل
نے ان حملوں کی تردید کی ہے، ایک کارروائی میں
یاسر عرفات کی تنظیم کے چھ سرگرم افراد شہید ہوئے
لیکن اسرائیل نے اس کی کبھی تاویل پیش کی لیکن
۳۱ر جولائی سنہ ۲۰۰۱ء کو "نابلس" کے حملہ میں تحریک
حماس کے بڑے ذمہ داروں کا مع چھ افراد کے
وحشیانہ قتل کا کون انکار کر سکتا ہے۔

اسرائیل ان حملوں سے اپنی برأت کا
اظہار کر رہا ہے۔ اور اس کا یہ کہنا ہے کہ ان
کارروائیوں کے پیچھے متعین مقاصد ہیں، وہ ان
حملوں کا سزاوار ان مخصوص افراد کو گردانتا ہے جن پر
اس کا یہ الزام ہے کہ یہی افراد اس کے خلاف ——
دہشت گردانہ سرگرمیوں میں ملوث تھے، اس کے
نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ فلسطینی رہنما یاسر عرفات
ان لوگوں کو کنٹرول کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ حملہ میں مارے گئے
نصف افراد کا تعلق تحریک "حماس" جہاد اسلامی اور
مختلف چھوٹی تنظیموں سے ہے، فلسطینیوں کا کہنا
ہے ان مقتولین میں بعض کا عسکری سرگرمیوں سے
کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ سیاسی سرگرمیوں میں
مشغول تھے، اور ان قسمت کے ماروں نے اسرائیل
کے خلاف کسی فوجی کارروائی میں حصہ نہیں لیا جبکہ
اسرائیلی افواج کا یہ دعویٰ ہے کہ کارروائی صرف
دفاعی نقطۂ نظر سے کی جا رہی ہے، جس کی وجہ سے
جانی نقصان بہت کم ہو رہا ہے۔

مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ قتل سے قتل وجود
میں آتا ہے، کیونکہ قتل سے انتقام کا جذبہ بیدار ہوتا
جب یہ کارروائی بار بار دہرائی جائے گی تو نتائج سنگین
ہوتے چلے جائیں گے۔ اور غصہ بڑھتا جائے گا۔ اور
اور مقتولین کا انبار لگ جائے گا۔ اور یہ کارروائیاں
یاسر عرفات کو حالات پر قابو پانے اور دہشت گردوں
کے زور کو ختم کرنے میں ناکام بنا دیں گی۔ (اکونامسٹ)

ایک یہودی کے عوض دس آدمیوں کو قتل
کرنا یہ اسرائیل کی حکمت عملی رہی ہے، اور اس
سیاست کی وجہ سے اسرائیل نے بڑے پیمانے
پر قتل عام کیا ہے۔ اور متعدد بار کیا ہے، بسوء
اتفاق آج حکومت کی باگ ڈور ایک ایسے
شخص کے ہاتھ میں ہے جس کے ہاتھ معصوموں
کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ اس کی نگرانی
میں گذشتہ عہد میں ہزاروں فلسطینی عورتیں اور
بچے اور بے قصور پناہ گزین بے دردی کے ساتھ
قتل کئے گئے، اس کی وجہ سے اس پر مقدمہ چلانے
کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، جس طرح صربیا کے سابق
صدر پر مقدمہ قائم کیا گیا ہے، متعدد بار قتل عام کے
باوجود فلسطینیوں کے عزم وحوصلہ اور عزیمت و
جوانمردی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ بلکہ روز بروز ان کی
سرگرمیاں تیز ہوتی جا رہی ہیں۔ اور جوابی حملے ہو رہے ہیں
آج صورت حال یہ ہے کہ جن یہودیوں نے پُرامن
حالات کے پیش نظر اسرائیل —— ہجرت کی تھی اب
انھیں اپنی زندگی خطرہ میں محسوس ہو رہی ہے۔

سابق اسرائیلی وزیر اعظم نے اس بات کا اعتراف
کیا تھا کہ اگر اسرائیل ایٹمی طاقت بھی استعمال کرتا
ہے تو اس کی یہ سورش ختم نہیں ہو گی، اس اعتراف
کی روشنی میں موجودہ اسرائیلی وزیر اعظم شارون
کا یہ خیال کتنا متکبرانہ ہے، شارون تو اپنی
قساوت قلبی میں معروف ہیں کہ وہ فلسطینیوں کو
پوری طاقت سے کچل کر رکھ دیں گے، اور ان کی
طاقت وقوت کے سرچشمہ کو خشک کر دیں گے،
تاکہ وہ دوبارہ اس کے مقابلہ کے لئے پنپ سکیں؟

اسرائیل کا رائے عامہ اور عوامی آزادی کو
کچلنے کا عزم اپنے وسائل وذرائع ابلاغ پر حد سے
بڑھے ہوئے اعتماد پر مبنی ہے اور یہ زعم ہر اس
شخص پر حاوی رہتا ہے جس کے ہاتھ میں وسائل
وذرائع ہوں۔ اور ان پر اس کا پورا اعتماد ہو؟۔
لیکن تاریخ کا فیصلہ اس کے خلاف ہی رہا ہے،
یورپ نے اپنے دور سامراجیت میں تحریکات
آزادی کے ختم کرنے کے لئے ہر طرح کے وسائل کا سہارا
لیا۔ فرانس نے الجزائر میں دس لاکھ سے زائد افراد
کا قتل عام کیا، اور سوویت روس نے افغانستان
میں پندرہ لاکھ سے زیادہ لوگوں کو تہہ تیغ کیا،
چیچنیا میں اس ظلم وتشدد کا سلسلہ جاری ہے
ان دونوں طاقتوں نے تحریک آزادی کو کچلنے کے لئے کوئی ذریعہ نہیں چھوڑا
لیکن ان دونوں ملکوں کو بالآخر ان ملکوں سے نکلنا پڑا۔

سامراجی اقتدار سے آزاد ہونے والے ممالک کی تاریخ شاہد ہے کہ کمزور قوموں نے جابر قوموں پر آخر کار غلبہ حاصل کیا ہے۔ اس لئے کہ ظلم و زیادتی مقابلہ کا جذبہ ابھارتی ہے اور انتقام کی روح پھونکتی ہے امریکہ جو آج دنیا کا سپر پاور مانا جاتا ہے اور وہ پوری دنیا کا خود ساختہ سردار بن بیٹھا ہے، اس کو بھی اس طرح کے حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے جانتے ہیں کہ امریکہ کے ماضی اور حال میں کیا فرق ہے۔ اور خود امریکہ پر جس کا اقتدار تھا وہ اب کس حال میں ہے، اور گریٹ برٹین جو دعویٰ کرتا تھا کہ اس کی مملکت میں سورج غروب نہیں ہوتا اس کا کیا حال ہے؟

یہ ایک حقیقت ـــــــ ہے کہ اقتدار اور سطوت کسی کا ہمیشہ ساتھ نہیں دیتے، آقا پوری زندگی کسی کا آقا نہیں رہتا، اور مظلوم ہمیشہ مظلوم نہیں رہتا۔ اس کی آخری مثال خود سوویت روس ہے، ستر سال سے زائد مدت تک دنیا کے بڑے حصے پر اس کا تسلط تھا، اپنے علاقوں میں نسل کشی، آبادی کی تبدیلی، مذہبی رجحانات پر سخت پابندی اور آزادی رائے سلب کرنے کے لئے سارے وسائل استعمال ہوئے۔ مسلم اکثریت والے ممالک میں اسلام دشمن پالیسی کے نفاذ کا یہ سلسلہ ستر سال تک رہا، لیکن آج وہ انتشار اور اقتصادی بحران کا شکار ہیں، سوویت روس نے قوموں کی آزادی سلب کرنے کے لئے جو وسائل استعمال کئے وہ دوسری قومیں اختیار نہیں کر سکیں، کیونکہ سوویت روس دنیا کی دوسری بڑی عالمی طاقت تھا۔ اور سائنس و ٹکنالوجی، مادی ترقیات اور سراغ رساں ایجنسیوں اور وسائل و ابلاغ میں بہت ترقی یافتہ ملک تھا۔ دنیا کی دوسری اشتراکی حکومتیں اصلاح کی کوششوں کو کچلنے میں سوویت روس سے مدد لیتی تھیں، لیکن ان جابرانہ کارروائیوں اور آزادئ رائے کو کچلنے کے سارے وسائل کو اختیار کرنے کے بعد بھی وہ قوت باقی نہ رہ سکی، اور اب وہ اپنے دشمن ملکوں کی مدد کی محتاج ہے۔

جو لوگ اس دھوکہ میں ہیں کہ فوجی قوت علمی برتری اور سربراہانِ قوم کی ذہانت و فطانت اور تدبیریں ان کا ہمیشہ ساتھ دیتی رہیں گی۔ اور وہ ہمیشہ غالب رہیں گے۔ وہ لوگ فریب نفس میں مبتلا ہیں۔ قرآن کریم کے مطالعہ کرنے والے کے لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں گذشتہ ادوار کی تاریخ بھی ان انقلابات زمانہ کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

آج دنیا کے مختلف ملکوں میں ایسے ہی واقعات و حادثات پیش آ رہے ہیں جیسے اسرائیل میں اور ماضی قریب میں سوویت روس اور دوسرے ملکوں میں وہ پیش آئے، آج مختلف ملکوں میں جبر و تشدد کا بازار گرم ہے، بے گناہوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔ کروڑوں مظلومین گھر سے بے گھر کئے جا رہے ہیں، حتیٰ کہ ممالک اسلامیہ میں اکثریت آزادی سے محروم ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ ظلم و ستم کے حدود ہوتے ہیں، انسان کتنا ہی ظلم و ستم اور کبر و غرور کے نشہ میں چور ہو کتنا ہی جبر و قہر اور سفاکی کی داستان دلخراش تازہ کر لے وہ اپنی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہے، خدا کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ وتلك الأيام نداولها بين الناس

دہشت گردی کی مختلف قسمیں ہیں، انفرادی دہشت گردی، اجتماعی دہشت گردی، حکومتی دہشت گردی، بعض وقت قانونی حقوق کی پامالی اور محرومی کا احساس رد عمل پیدا کرتا ہے، اور اس جائز رد عمل کو کچلنے سے تشدد پیدا ہوتا ہے، آج مختلف عالمی مسائل میں یہی صورت حال ہے۔ اولاً وہ مسائل اپنے حدود سے باہر آتے ہیں پھر یہ مقامی مسائل، عالمی مسائل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

آج اگر ان مسائل کو انصاف پسندی، عدل گستری کے ساتھ حل کیا جائے، اور حکمت و بصیرت اور افہام و تفہیم کو ملحوظ رکھا جائے تو مسائل تشدد کا راستہ اختیار نہ کریں۔ یہی مسائل کے حل کرنے کا دانشمندانہ طریقہ ہے، لیکن مادی وسائل پر کنٹرول بعض وقت اصحاب اقتدار کو اس فریب میں مبتلا کر دیتا ہے کہ حقوق کا مطالبہ کرنے والوں کے ساتھ جبر کا راستہ اختیار کیا جائے، یہ صورت حال اسی وقت سامنے آتی ہے جب کسی ملک کے عوام اپنے شرعی حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں، اور سربراہانِ قوم کے مسائل اور مزاج سے عدم واقفیت کی بنا پر تشدد کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور موجودہ صورت حال اسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔

دعائے مغفرت

گنج ڈنڈوارہ کے جناب ڈاکٹر محمد ایوب صاحب کا ۴ راکتوبر سنہ ۲۰۰۶ء کو انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

ندوہ سے اور خاص کر حضرت مولانا علی میاںؒ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، وہ دینی تعلیمی کونسل ضلع ایٹہ کے صدر بھی تھے مرحوم بڑے رحم دل انسان تھے اور اپنے پیشہ کے ذریعہ عوام کی بڑی خدمت کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تصحیح فرمالیں۔

۱۰ راکتوبر سنہ ۲۰۰۶ء کے شمارہ میں صفحہ ۴ ۲ کالم ۲ سطر ۱۲، ۱۳ میں کاتب سے لکھنے میں غلطی ہو گئی ہے اسے اس طرح پڑھیں "انسانوں کے دل رحمن کی انگلیوں کے درمیان ہیں جدھر چاہے پھیر دے"

خدا کے یہاں "عاجزی" چلتی ہے "میں پنا" نہیں چلتا

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت

جب لوگ ہمارے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں تو یہ ہمارے نفس کے موٹا ہونے کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ بھائیو! جو لوگ تبلیغ میں لگ رہے ہیں وہ اپنے آپ کو بڑا مت سمجھیں بلکہ یہ دیکھیں کہ ہم حضورؐ کا طریقہ سمجھ کر لگ رہے ہیں یا نہیں۔ ہر وہ عمل جس میں خدا کی نسبت نہیں ہے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا نظر آئے لیکن خول ہی خول ہے۔ جب طریقہ رسولؐ سمجھ کر چل رہے ہو تو پھر تکبر اور بڑائی کیسی؟ اللہ نے ہمیں ایک موقع دے رکھا ہے۔ اور وہ زریں موقع ہے۔ اگر ہم نے یہاں (مرکز میں) رہ کر اپنی فکر نہ کی تو یہاں کی شیطنت بھی بڑی ہے۔ راستہ اگر ڈاکوؤں والا ہوتا ہے تو بہت چوکنا رہنا پڑتا ہے۔ یہ دعوت والا راستہ بہت اونچا ہے۔ لیکن اگر فکر نہ کی، تو چور ڈاکو ہماری مایہ لے اڑیں گے۔ شب و روز اعمال کی ٹوہ میں رہنا ضروری ہے۔ اگر اعمال میں شیطان کی آمیزش رہتی ہے تو وہ اعمال کچھ بھی نہیں ہیں۔ ہم اپنے اوپر بہت مطمئن ہیں، یہ ٹھیک نہیں ہے، خدا سے مانگتے رہنا۔ ڈرتے رہنا۔ اور ڈرنے کے ساتھ ساتھ چلتے رہنا ضروری ہے، اگر فکر رکھی تو اللہ کے یہاں سے بہت پائیں گے۔ بس بھائی اپنے کو چھوٹا سمجھو گے تو ٹھیک ہے جب آدمی اپنے آپ کو "ہم چوں من دیگرے نیست" سمجھتا ہے تو پھر وہ "ہم چوں من ڈنگرے نیست" ہو جاتا ہے جو آدمی ظاہر کے اعتبار سے دنیا میں مشغول ہو اور اپنے کو کم سمجھے تو یہ اس آدمی سے اچھا ہے جو دین میں لگا ہوا ہو مگر اپنے کو کچھ سمجھے۔ خدائے پاک کے یہاں "عاجزی" اور مسکنت ہی چلتی ہے وہاں "میں پنا" نہیں چلتا۔

(راز: دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم و ادراک نشرا)

قدم قدم پہ تجھے خون دل بہانا ہے
رہِ حیات میں آسانیاں تلاش نہ کر

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
ساماں سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں
(حیرت الہ آبادی)

حقائق و معارف

(نظم)

قمر رام نگری

ہے جو مدھم نور ایمانی بہت
کفر کی ہے تیرہ سامانی بہت

ان کے دل تاریکیوں کے ہیں کھنڈر
جن کے چہروں پر ہے تابانی بہت

طاعت و تقویٰ کے چشمے خشک ہیں
بحر عصیاں میں ہے طغیانی بہت

ان کو بھی حاصل سکونِ دل نہیں
جن کو حاصل ہے تن آسانی بہت

شاہراہِ بندگی سے ہو کے دور
ہے پریشاں نوعِ انسانی بہت!

ہیں وہ طاغوتی سیاست کے شکار
جن کو آتی تھی جہاں بانی بہت

ہوتے ہوتے عدل عنقا ہو گیا
ظلم کی ہے اب فراوانی بہت

جن کو حاصل ہے نمازوں کا خشوع
ان کی قبریں ہوں گی نورانی بہت

آخرت کی فکر جب جاتی رہی
فکر دنیا کی ہے ارزانی بہت

حق یوں ہی ہوتا نہیں ہے سربلند
مانگتا ہے، ہم سے قربانی بہت

تن کی زیبائش پہ سب کا دھیان ہے
دل کی دُنیا میں ہے ویرانی بہت

شرک و بدعت سے مسلماں باز آ!
سر سے اونچا ہو گیا پانی بہت

ہم جو من مانی یوں ہی کرتے رہے
ہو گی محشر میں پشیمانی بہت

پھر بھی ہیں سب اس کے دیوانے قمر
عیش دنیا گرچہ ہے فانی بہت

مطالعہ و مشاہدہ

جو چھپے دل میں وہی تنکے لئے

● امین الدین شجاع الدین

★ بُرائی آخر بُرائی ہے۔

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی۔ وہ ایک امیر گھرانے کی خاتون تھی سرداران قریش نے حضرت اُسامہؓ کو بارگاہِ رسالت میں سفارش کے لئے بھیجا جنھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ حضورؐ قبیلہ کی عزت کا خیال کرتے ہوئے یقیناً سزا میں تخفیف کردیں گے۔ اس کے برعکس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہؓ کی بات سُنی تو آپ کا چہرہ غصے سے سُرخ ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: "تم سے پہلی قومیں اسی لئے ہلاک ہوگئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے لیکن جب کوئی عام آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے تھے، اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتیں تو میں ان کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔" (صحیح بخاری و مسلم)

سیرت نبویؐ کا یہ واقعہ بتاتا ہے کہ اسلام بُرائی کو بُرائی قرار دینے میں اپنوں اور پرایوں کا فرق روا نہیں رکھتا۔ بُرائی کو بُرائی کہنے میں نہ قرابت داری مانع بنتی ہے اور نہ عقیدہ کا فرق آڑے آتا ہے۔ جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں ایک دوسرا واقعہ بھی ملتا ہے کہ ایک منافق (جو بظاہر مسلمان تھا) اور اس کے اور ایک یہودی کے درمیان کوئی تنازعہ تھا۔ دونوں حصول انصاف کی خاطر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپؐ نے دونوں کے دلائل سُننے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔

آج دُنیا میں ظلم کا دور دورہ ہے جو عالمِ انسانیت کے لئے یقیناً تشویشناک ہے لیکن ایک بات اس سلسلہ میں یاد رکھنے کی یہ ہے کہ ظلم کے فروغ پانے اور پھلنے پھولنے کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ بُرائی کو بُرائی کہنے میں، ہم دُہرے معیار کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ اپنوں کے لئے ایک پیمانہ ہے اور دوسروں کے معاملہ میں دوسرا پیمانہ۔ جبکہ بُرائی کو برائی قرار دینے کی کسوٹی ایک ہونی چاہیئے۔ اپنوں اور غیروں کے قصور کے معاملہ میں الگ الگ پیمانے اختیار کرنا نہ صرف ظلم ہے بلکہ ظلم کا بیج بونا ہے۔

دوہرے معیار DOUBLE STANDARD کو اختیار کرنا ظلم کو فروغ دینا ہے جبکہ اس سے باز رہنا ظلم پر پہرے بٹھانا!

★ "ایک کشتی۔ ایک ملّاح"

ایک نومسلم خاتون نے تلاش حق کی اپنی روداد MY JOURNEY FROM WESTERN ATHIESM TO ISLAM میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وہ MESS میں کھانا کھا رہی تھی۔ اس کے پہلو میں کھانا کھا رہی ایک دوسری خاتون نے اسے اپنے کھانے میں سے کچھ پیش کرنا چاہا جس سے اول الذکر خاتون کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ ایک مسلمان خاتون ہے اور جو چیزیں وہ مجھے پیش کر رہی ہے۔ ان کا کھانا اس کے مذہب کے مطابق جائز نہیں لہٰذا اس کو ہماری طرف بڑھا رہی ہے۔

حق کی جستجو میں وہ سرگرداں تھی ہی، چنانچہ ایک مسلمان خاتون کو دیکھ کر اس نے چاہا کہ اس سے اسلام کے متعلق کچھ پوچھا جائے۔ اس نے کہا کہ یہ بتائیے کہ اسلام میں عورت کا کیا مقام ہے۔ مخاطب خاتون نے جواب میں بتایا کہ دنیا کے اس کارخانہ کا نظام بحسن وخوبی چلانے کے لئے اسلام نے عورت اور مرد کے لئے علیحدہ علیحدہ رول (ROLE) رکھے ہیں مثلاً روزگار کی فراہمی اور خاندان کی نگہبانی مرد کے ذمہ ہے جبکہ بچوں کی تربیت و نگہداشت اور گھر کی نگرانی عورت کے ذمہ۔

اپنی بات سمجھانے کے لئے اس نے ایک عام فہم مثال دی کہ گھر کا نظام چلانا کشتی چلانے کی مانند ہے جس طرح ایک کشتی چلانے اور اسے سلامتی کے ساتھ کنارے تک پہونچانے کے لئے ایک ہی ملّاح درکار ہوتا ہے۔ اور اس کی پتوار دو ملّاحوں کے ہاتھوں میں نہیں دی جاسکتی اسی طرح خاندان کے نظام کی باگ ڈور بھی صرف مرد کے ہاتھ میں رہتی ہے البتہ زوجین کے مابین باہمی محبت و الفت اور احترام و تعاون کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے تاکہ فضا خوشگوار اور معتدل رہے اور گھر کا نظام خوش اسلوبی سے چل سکے۔ الرّجال قوامون علی النساء کے اصول کی تشریح کس قدر سادہ و آسان اور عام فہم انداز میں اس خاتون کی زبان سے ادا ہوگئی۔

"AS NO BOAT CAN SAIL WITH TWO CAPTAINS, MAN IS GIVEN THE POSITION OF LEADER SHIP OVER HIS WIFE"

"ایک کشتی ــــ ایک ملّاح" یہ ایک ایسا اصول ہے جس کی حقیقت و صداقت اور جس کے عملی ہونے کا کھلی آنکھوں تجربہ و مشاہدہ ہوتا رہتا ہے

گھر ہو یا ادارہ، کارخانہ ہو یا تنظیم، باہمی تعاون و احترام کے ساتھ ایک ناگزیر صورت اور مرحلہ میں ایک آخری اور قطعی فیصلہ کی بھی ضرورت پڑتی ہے جو نظام کے نظم وضبط کو قائم رکھتی ہے اور اسے متوازن بنائے رکھتی ہے ۔ اس اصول کی کارفرمائی اور سچائی کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے ۔ البتہ کھلے دل سے اس کا اعتراف کرنے کے لئے حوصلہ چاہئے ۔

ذاتی ایمانداری کے ساتھ ماتحتوں پر بھی نظر !

گذشتہ دنوں تہلکہ ڈاٹ کام پر یوپی پریس کلب میں ایک مذاکرہ منعقد ہوا اس میں ایک مقرر نے انصاف کی بات کہی، شاید اس لئے بھی کہ وہ خود منصف کے عہدہ پر فائز ہیں ۔ انھوں نے کہا کہ اجتماعی کاموں سے وابستہ افراد کو ہمہ وقت چوکنا رہنا اور اس کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ صرف ان کی اپنی ایمانداری کافی نہیں بلکہ ان کے قریبی لوگوں اور معاونین و مصاحبین کا بھی ایماندار ہونا ضروری ہے ۔ انھوں نے اپنی مثال دیتے ہوئے کہا کہ ایک اہم منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے میری ذمہ داری بھی اہم ہے ۔ مجھے ہر وقت نگاہ رکھنی ہوگی کہ قریبی بننا کے نتیجہ میں میرے منصب کا غلط استعمال میرا سکریٹری نہ کرنے پائے یا میری شریک حیات یا میرا بیٹا اس منصب سے غلط فائدہ نہ اٹھائے وغیرہ ۔

اجتماعی کاموں سے وابستہ شخصیتوں کے لئے واقعتاً بڑی نزاکتیں ہیں ان کے حصہ میں آنے والی عقیدت و محبت ایسا آبگینہ ہے جس کو ٹھیس پہونچنے میں دیر بھی نہیں لگتی ۔ اور عموماً ٹھیس پہنچانے کا سبب وہ افراد بنتے ہیں جن کو قدآور شخصیتوں کا اعتبار و اعتماد حاصل ہوتا ہے ، یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام کی عظیم المرتبت شخصیتوں نے انتظام و انصرام کی کل میں پرزوں کے موزوں ہونے پر بڑی توجہ دی خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اس کی درخشاں مثالیں موجود ہیں کہ کس طرح امیر المومنین ؓ نے جزئیات پر نگاہ رکھی اور بیدار مغزی سے حسن سیاست و حسن انتظام کی مثالیں قائم کیں ۔

● ایک خدالگتی بات :

ایک معاصر رسالہ میں علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کے نام محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی ؒ کا ایک خط شائع ہوا ہے ۔ ۱۹۵۱ء میں کراچی میں علامہ کی سیادت میں اور مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی کی صدارت میں علماء اسلام کا ایک بہت بڑا اور تاریخی اجتماع پہلی بار بین الاقوامی سطح پر ہو رہا تھا ۔ اس کا دعوت نامہ علامہ نے محدث جلیل کے نام بھیجا، جواب میں مولانا اعظمی نے علماء کے لئے عربی زبان میں ایک پیغام ارسال کیا جو طبقۂ علماء اور خصوصاً حلقۂ طلباء (جو کل کے علماء ہیں) کے یاد رکھنے کا ہے ۔ محدث جلیل نے تحریر فرمایا تھا ۔

" بخدا آپ حضرات عالم اسلامی کے جسم میں ایک ٹکڑا (دل) ہیں کہ جب وہ درست ہوگا تو پورا جسم درست ہوگا ۔ اگر وہ خراب ہوگا تو پورا جسم خراب ہو جائے گا ۔" محدث جلیل نے علماء کو عالم اسلامی کا دل قرار دیا لیکن اس کے ساتھ اپنے دل کی ایک بات (بلکہ دردِ دل کہہ لیجئے) علامہ کے نام ایک منسلکہ اردو تحریر میں یہ بھی کہہ ہی دی کہ "میرا روئے سخن علماء کی بھیڑ کی طرف ہے ۔ جن کے افعال کو دیکھ کر عوام کے قلوب سے دین کی عظمت نکلتی جا رہی ہے ۔"

علماء کرام معاشرہ کا نمک ہیں، خدا کا شکر ہے کہ معاشرہ ربانی اور خداترس علماء سے خالی بھی نہیں لیکن اگر ہر عالم اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ کی عملی تصویر پیش کرنے لگے تو مسلم معاشرہ ہی پر نہیں سارے انسانی معاشرہ پر وہ خوشگوار و مثبت اثرات مرتب ہوئے بغیر نہ رہیں جس کی زمانہ کو ہمیشہ ضرورت رہی اور آج اخلاقی زوال کا یہ دور تو اس کا ضرورت مند ہی نہیں، محتاج بھی ہے ، فَہَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (کیا کوئی ہے جو سوچے سمجھے ؟)

> بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
> جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا
>
> علامہ اقبالؔ

حضرت مولانا علی میاںؒ کی کہانی مولسری کی زبانی

محمد حسن انصاری

مسجد تکیہ شاہ علم اللہؒ (رائے بریلی) کے قریب تقریباً ڈیڑھ سو سال قدیم ایک مولسری کا درخت لگا ہوا ہے، جس نے بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کو دیکھا ہے، اس نے حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و عملی شب و روز کا بھی مشاہدہ کیا ہے، زیر نظر مضمون میں یہ مولسری کا درخت زبان حال سے اپنے دیرینہ رفیق مولانا علی میاںؒ کی جدائی پر اپنے تأثرات کا اظہار کرتا ہے۔ (ادارہ)

میری عمر ۱۲۵ سال سے اوپر ہے علی میاںؒ کی ولادت کے وقت میں چالیس سال کا ایک تناور درخت تھا۔ مسجد دائرہ شاہ علم اللہؒ کے پشت پر جہاں سے دو پتھر کا زینہ دریائے سئی میں اترتا ہے جس سے اتر کر ۱۲۳۶ھ میں مجاہد کبیر سید احمد شہیدؒ پانی کے راستے سے حج کرنے گئے تھے۔ اس کے اوپر کھڑے ہوئے گذشتہ کوئی ایک صدی سے اوپر اپنے شعور کے ساتھ میں نے یہاں کے ہزاروں شب و روز دیکھے ہیں۔

دائرہ شاہ علم اللہؒ (تکیہ کلاں) رائے بریلی میں ۶ر محرم ۱۳۳۳ھ مطابق (۱۹۱۴ء) کو سید عبدالحیؒ کے گھر بیٹا پیدا ہوا، گھر کا پیار بھرا نام علی اور نام سید ابوالحسن علی رکھا گیا جو آگے چل کر مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور عرف عام میں علی میاں کے نام سے مشہور و معروف ہوا اس بچے کی ذہنی پرداخت اسلام کے اوّلین داعیوں اور مبلّغین کے واقعات کے سایہ میں ہوئی۔ اور پہلا مکتب یا مدرسہ جس میں طالب علم کی حیثیت سے اس کا نام لکھا گیا اور اُسے اس کا فیض پہونچا۔ وہ سیرت نبویؐ کا مکتب یا مدرسہ تھا جس میں وہ اپنے گھر کے ماحول اور شفیق و حکیم بھائی و مربی کی بدولت اُس عمر میں اس کا طالب علم بنا جس عمر میں عام طور پر بچے اِس سے ناآشنا اور بیگانہ رہتے ہیں۔

شرم و حیا، شرافت و متانت اور سنجیدگی میں یہ بچہ اپنے بچپن ہی سے ممتاز رہا۔ ابھی اُس کی عمر دس سال ہوگی کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا بچہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ بڑوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ پھر اللہ کا کرنا کچھ ایسا ہوا کہ والدہ کی دن رات کی دعاؤں اور بڑے بھائی کی حکیمانہ تربیت نے اس نونہال کو کندن بنا دیا علم و عمل کی سعی پیہم طبیعت اور مزاج میں تواضع و انکساری، والدہ کی دعائے نیم شبی اور آہ سحرگاہی بھائی کی تعلیم و تربیت اہل حق بزرگوں کی صحبت اساتذہ و شیوخ کی محبت و شفقت نے اُسے صدف سے ایک گوہر نایاب بنا دیا۔ اور وہ دنیا میں مفکر اسلام کے نام سے جانا اور مانا جانے لگا۔

۱۹۲۵-۳۰ء کا زمانہ میری آنکھوں نے دیکھا کہ گرمیوں کی شام ہے بستی کے چند بڑے بوڑھوں کے علاوہ پوری آبادی میرے چھاؤں تلے سمٹ کر آجاتی ہے۔ ندی میں نہانے کا ایک ہنگامہ برپا ہوتا ہے۔ پیرنے والے اپنے کمالات دکھاتے ہیں اور جن کو پیرنا نہیں آتا اُن کو "فی سبیل اللہ" پیرنا سکھاتے ہیں۔ گویا بڑا کار ثواب اور ان کا اخلاقی فریضہ ہے اور جو اس خطرناک کام سے ڈر کر بھاگتے ہیں اُن کو ان "مجاہدین" کی پولیس پکڑ کر لاتی ہے اور زبردستی پیرنا سکھاتی ہے۔ مغرب کی اذان تک یہ ہنگامہ کارزار گرم رہتا ہے ندی پار مغربی جانب تخمی آموں کا ایک گھنا باغ ہے آموں کے موسم میں جب ندی بھری ہوتی ہے اور اس کا پاٹ بہت بڑا ہو جاتا ہے۔ پیراک لوگ ندی پار کر کے باغ میں جاتے ہیں اور ان کے اپنے باغ میں آموں سے ان کی ضیافت کی جاتی ہے۔ انھیں میں بارہ تیرہ سال کا لڑکا علی بھی ہے جس نے بڑے ہو کر عربی اور اردو ادب کے سمندر میں بہترین پیراکی اور غوطہ خوری کا وہ ریکارڈ قائم کیا کہ عرب و عجم کے بڑے بڑے ناموراد باء سر دھنتے رہے ہیں اور رہیں گے۔

بیس سال کی عمر میں نومبر ۱۹۳۴ء میں مولانا سید ابوالحسن کی شادی حقیقی ماموں زاد بہن کے ساتھ ہوئی۔ نکاح اسی مسجد میں مولانا حیدر حسن خانؒ

نے پڑھایا۔ اور بڑے بھائی ڈاکٹر عبد العلیؒ نے
ولیمہ اعلیٰ پیمانے پر فراخ دلی کے ساتھ کیا
ہونہار علی جو آگے چل کر ایک عظیم مفکر،
مورخ، مصنف بنا، کی پہلی تصنیف عربی میں
"ترجمۃ الامام السید احمد الشہیدؒ" کے عنوان سے
ایک رسالہ کی شکل میں صرف سولہ سال کی عمر میں
منظر عام پر آئی اور تبھی سے شفیق ماں کے دردمند
دل سے نکلی اس دعا کے اثرات نظر آنے لگے۔
"علی! اگر میرے سو اولادیں ہوتیں تو میں یہی
تعلیم دیتی۔ اب تم ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ میری خوش نیتی
کا پھل دے کہ سو کی خوبیاں تم سے حاصل ہوں"۔
یہ سب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔
تینتیس سالہ اس صالح نوجوان نے
جون ۱۹۴۷ء میں حجاز مقدس کا پہلا سفر کیا۔ حج
کیا اور تقریباً چھ مہینے وہاں قیام کر کے
واپس آیا۔ اس سفر نے سونے پر سہاگے کا کام
کیا اور فریضہ حج کی ادائیگی کے ساتھ علمی
حلقے میں کام کے تعارف اور قبولیت کے دروازے
کھل گئے۔ اس مبارک سفر کی برکتیں کچھ ایسی
ہیں کہ اسفار کی کثرت کا سلسلہ چل نکلا اور
ایسا کہ پچاسی سال کی پیرانہ سالی حتیٰ کہ بیماری
کے ایام میں بھی جاری رہا۔ ایک ساتھ تین تین
براعظم کے سفر ہوئے۔ سفر کی صعوبتیں مسافر کی
قوت برداشت کو جلا بخشتی ہیں اس کے مشاہدات
و تجربات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہر سفر پر روانگی
سے پہلے اور سفر کی واپسی پر یہ مسافر مسجد آتا نماز
پڑھتا، دعا کرتا۔ یہ اس کا معمول رہا اور اس طرح
مجھے کھڑے کھڑے یہ سب کچھ دیکھتے رہنے کا
شرف حاصل رہا۔ ۱۹۵۱ء میں جب اس جواں
مسافر نے مصر و سوڈان اور شام کا سفر کیا اس کی
تصنیف "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" (انسانی
دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر) کو
حیثیت سے بڑی پذیرائی ہوئی تو مہینوں اس کے
چرچے میرے سایہ میں ہونے والی بے تکلف مجلسوں
میں ہوتے رہے۔
اڑتیس سال کی عمر میں جنوری ۱۹۵۱ء
میں مصر کے سفر پر روانگی کے وقت اس مسافر نے
اپنے روزنامچہ میں لکھا "جزیرۃ العرب! ہم تجھ سے
جدا ہو رہے ہیں مگر اکتا کر نہیں، اور نہ ہمیشہ کیلئے
ہمارا یہ سفر بھی دراصل تیرے ہی رشتہ سے اور تیرے
اس عزیز خاندان کے افراد کی ملاقات کی غرض سے
ہے جو بحر احمر اور بحر روم کے ساحل پر پھیلا ہوا ہے
میں ان کو تیرا سلام پہونچاؤں گا، اور اس بات کا
جائزہ لوں گا کہ تجھ سے جدا ہونے کے بعد زمانے کے
دست برد نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا اور
اس دعوت و پیغام کی مقدس امانت کے ساتھ
انہوں نے کیا برتاؤ کیا"۔ جسے خوب مزے لے کر
میری چھاؤں میں نہ جانے کتنوں نے پڑھا ہے،
اور میں نے خوب سنا ہے
۱۹۶۱ء میں اڑتالیس سال کی عمر میں مولانا
علی میاںؒ کو زندگی کے شدید ترین صدمہ سے
دوچار ہونا پڑا جب، مئی ۱۹۶۱ء کو بڑے
بھائی اور والد کے قائم مقام ڈاکٹر سید عبد العلیؒ
کا انتقال ہو گیا اور جو اس مرد مجاہد کی شعوری
زندگی کا سب سے بڑا حادثہ تھا۔ اس لئے اور بھی کہ
رائے پور اور سہارن پور کے سفر کی وجہ سے وہ
نہ وفات کے وقت موجود تھا نہ جنازہ اور
تدفین میں شریک ہو سکا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ
تدفین کے دو ہی تین گھنٹے ہوئے تھے جب وہ
تکیہ پہونچے اور روضہ شاہ علم اللہؒ میں بڑے
بھائی کی قبر پر کس طرح بلک بلک کر روئے
تھے اور دیر تک پڑھتے اور دعا کرتے رہے تھے،
خانگی ذمہ داریاں دفعتاً کئی گنا بڑھ گئیں علی میاں
اسی سال ۱۸ جون کو دار العلوم ندوۃ العلماء
کے ناظم منتخب ہوئے اور جن کے دورِ نظامت
میں ندوہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی کرنا مقدر تھا۔
اس عظیم معلم کا تعلق ندوۃ العلماء سے
۱۹۳۴ء سے ۱۹۹۹ء پینسٹھ سال رہا۔ علی میاں
کے عہد نظامت میں ندوہ اپنی فکری اور علمی بنیاد
پر قائم رہتے ہوئے عالم اسلام میں پوری طرح
مقبول ہوا۔ اور ۱۹۷۵ء میں جب ندوۃ العلماء کا
پچاسی سالہ جشن تعلیمی منعقد ہوا تو تحریک ندوۃ العلماء
کی تواضع و استقامت اور رواداری، نفاست اور
ذوق لطیف، ظرافت اور سخت جانی خوب خوب
اجاگر ہوئی اور دنیا نے دیکھا کہ دین و عقائد کے معاملے
میں ندوۃ العلماء کے مسلک کی بنیاد جو شروع سے
دین خالص پر رہی ہے، ہر قسم کی آمیزش اور آلائش
سے پاک، تاویل اور تحریف سے بلند، ملاوٹ اور
فریب کی دسترس سے دور اور ہر اعتبار سے
مکمل اور محفوظ ہے۔ یہاں میرے سایہ تلے بے تکلف
مجلسوں میں اس کے چرچے بار بار ہوئے۔
اس مسجد سے جس کی پشت پر برسوں
سے کھڑا میں اس کے شب و روز دیکھ رہا ہوں،
علی میاں کو خاص تعلق تھا۔ وہ یہاں برابر حاضری
دیتے، نماز، تلاوت قرآن مجید اور ذکر و دعا میں
مشغول رہتے۔ یہاں ان کے مواعظ بھی
ہوتے اور تعلیم و فضائل قرآن پر بیانات بھی۔ رمضان
کا مبارک مہینہ تکیہ پر قیام کے لئے وقف تھا اس میں
ان کا بیشتر وقت مسجد ہی میں گذرتا یہیں وہ بارہا
اعتکاف میں رہے، طلباء کو تفسیر کا درس دیتے
عیدین اور جمعہ کا خاص اہتمام ہوتا۔ ان کے بیانات
ہوتے، ہزاروں کا مجمع ہوتا۔ ان کے بیان سے
دلوں کی سرد انگیٹھیاں گرم ہوتیں اور دل پگھل
جاتے۔ ماہ رمضان میں افطار کا خوشگوار منظر
قابل دید ہوتا۔ میں نے یہاں غول کے غول سیکڑوں
کی تعداد میں دن کے شہسوار اور رات کے عبادت گذار

دیکھے ہیں۔

قلم کے دُھنی مردِ مومن کے پاکیزہ قلم سے جو کچھ نکلا اس کے بیشتر ا نکار نے اسی بستی اور مسجد میں جنم لیا "نبی رحمت" "ارکان اربعہ" "تاریخ دعوت وعزیمت" "پرانے چراغ" "سیرت سیّد احمد شہیدؒ" "المرتضٰی" "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" "منصبِ نبوّت" "دستور حیات" سوانح و تذکرہ کی درجنوں کتابیں، اسفار کی روداد، پیامِ انسانیت پر متعدد کتابیں۔ اور "کاروانِ زندگی" ان سب کے اوراق اس پر گواہ ہیں۔ بیشتر کتابیں ہمارے ہی زیر سایہ لکھی گئیں۔

بالآخر علی میاں کی رواں دواں زندگی جس کے ہر لمحہ وہر پل کا انھوں نے بہترین استعمال کیا کے چھیاسیویں سال میں دھرتی کا یہ جیالا سپوت ۱۷ اپریل ۱۹۹۹ء کو سخت بیمار پڑا ایک ماہ بعد طبیعت کچھ سنبھلی مگر پوری طرح نہیں۔ سنبھالا لینے کے بعد اہل تعلق کا یہ تأثر تھا کہ یہ عارضی صحت ہے کسی وقت بھی یہ دولت بے بہا ہم سے چھن سکتی ہے، اس حالت میں بھی معمولات میں فرق نہ آنے دیا۔ اگرچہ ڈاکٹروں کے مشورے پر عمر کے آخری سال کا زیادہ تر حصّہ لکھنؤ میں گذرا۔ شعبان ۱۴۲۰ھ (۷ دسمبر ۱۹۹۹ء) کو انھیں لکھنؤ سے رائے بریلی لایا گیا صرف ایک دن کیلئے کیونکہ معالجوں کے مشورے پر رمضان کا مہینہ بھی خلاف معمول لکھنؤ میں گذارنا طے پایا تھا۔ ۸ دسمبر ۱۹۹۹ء کو لکھنؤ واپسی سے پہلے اس مردِ مومن نے خلاف معمول اسی مسجد کے صحن میں دو رکعت نماز ادا کی پھر مسجد کے اندرونی حصہ میں بھی دو رکعت نماز پڑھی پھر نئے زینوں پر کھڑے ہو کر سئی ندی کا نظارہ کیا ماشاءاللہ ماشاءاللہ۔ پھر میرے پاس سے ندی میں اُترنے والے قدیمی زینے کی طرف بھی آنے کا ارادہ کیا مگر علالت اور کمزوری کی بنا پر انھیں اِدھر آنے سے باز رکھا گیا اور میں اپنے اس محبوب کی زیارت آخری بار قریب سے اور جی بھر کر نہ کر سکا جس کا مجھے عمر بھر قلق رہے گا اور خون کے آنسو رُلائے گا۔

رمضان کا آخری عشرہ تکیہ پر ہی گذارنے کا ارادہ تھا۔ ۲۰ رمضان ۱۴۲۰ھ (۲۹ دسمبر ۱۹۹۹ء) کو رائے بریلی آمد ہوئی۔ مسجد معتکفین سے بھر گئی تھی ایمان کی بہار کا موسم، سخت سردیوں کے ایّام۔ معمولات بدستور جاری ہیں۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء (۲۲ رمضان ۱۴۲۰ھ) کا دن آیا۔ سال ہی کا نہیں صدی کا آخری دن۔ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہونے والا دن۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (علی میاں) صبح ساڑھے نو بجے بیدار ہو کر استنجا گئے وضو کیا، نوافل پڑھے، قرآن شریف کی تلاوت کی، کچھ دیر بعد خط بنوایا، غسل سے فارغ ہو کر کپڑے زیب تن کئے، نماز جمعہ کیلئے خود تیار ہو کر فرمایا تم لوگ تیار ہو جاؤ۔ نماز میں پندرہ منٹ تاخیر کرا دو۔ یہ کہہ کر سورۂ کہف جس کا جمعہ سے قبل پڑھنے کا معمول آٹھ سال کی عمر سے تھا پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا اور بستر پر بیٹھ گئے لیکن بجائے سورۂ کہف پڑھنے کے سورۂ یٰسٓ پڑھنے لگے۔ اور گیارہویں آیت پڑھتے پڑھتے جان جانِ آفریں کے حوالے کر دی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور محبّین واہل تعلق کے قافلے دیوانہ وار رائے بریلی پہونچنا شروع ہو گئے۔ وقتِ آخر کی کیفیت سُن کر جیسا کہ وہاں موجود لوگوں نے ذکر کیا، اس شعر کی تشریح سمجھ میں آگئی ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلبِ اوست

اللہ کی بندگی، دین سے وفاداری، قرآن کریم سے وابستگی، سُنّت سے شیفتگی، اسلام کو سربلند دیکھنے کی تڑپ اور ملّتِ اسلامیہ کی آبرو باقی رہنے کی آرزو سے جو زندگی عبارت تھی وہ اب خاموش ہے۔ جنازہ تیار ہوا۔ اور رات پونے دس بجے جنازہ اٹھایا گیا۔ ڈومنٹ کا راستہ پچیس منٹ میں طے ہوا۔ اسی مسجد کے اندر منبر کے قریب جنازہ رکھا گیا۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے نماز جنازہ پڑھائی اور ساڑھے دس بجے جنازہ قبر میں اُتارا گیا لاکھوں آنسو بھری آنکھیں اپنے محبوب کی آخری زیارت کیلئے کوشاں ہیں۔ ایک نے دوسرے کا آنسو پونچھا، تسلّی دی، ڈھارس بندھایا، صبر کی تلقین کی۔ میں ناچار کھڑا روتا رہا۔ میرے آنسو کون دیکھتا۔ اور دیکھتا بھی کیسے، شدید کُہرا جو تھا۔ شجر و حجر کا رونا کس نے دیکھا ہے ؎

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

کھجور

جن پھلوں کو سرکارِ دوعالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پسندیدگی کا شرف حاصل ہے ان میں کھجور سرِفہرست ہے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کھجور کا موسم آئے تو مجھے مبارکباد دیا کرو۔ فخر موجودات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمامہ کی کھجوروں کیلئے دعا فرمائی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدمؑ کو کھجور سے تشبیہ دی کہ تمہارا باپ آدمؑ ہے جو مثل کھجور کے تھا۔

رحمۃ للعالمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی افادیت سے پوری طرح آشنا تھے آپ نے کھجور کو ضروری غذا قرار دیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں کھجور نہیں گویا اس میں طعام نہیں ہے کھجور کے بارے میں ارشاد ہے کہ کھجور طیب اور پاک ہے خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں کھجور اور دودھ کو پاک اور طیب قرار دیا ختم الرسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کی ایک قسم عجوہ بے حد پسند تھی۔ ایک حدیث کے مطابق آپ کھجور سے روزہ افطار کرتے تھے۔ سرکارِ دوعالم عید الفطر کے روز کھجور کھاتے اور پھر نماز کیلئے تشریف لے جاتے۔ ارشاد قدسی ہے مومن کی مثال کھجور کی سی ہے کہ وہ پاک کے سوا کچھ نہیں کھاتا۔

روشنی کی طرف

جاپان کے ڈاکٹر حسن کوناکاتا کا قبول اسلام

گفتگو :۔ محمد یوسف
ترجمہ :۔ سید مسعود حسن حسنی

ڈاکٹر حسن کوناکاتا جاپان کے رہنے والے ہیں. ۱۹۸۳ء میں اسلام لائے، ۱۹۸۶ء میں ٹوکیو یونیورسٹی سے اسلامک اسٹڈیز کے شعبہ سے M.A کیا، ۱۹۹۲ء میں قاہرہ یونیورسٹی کے "کلیۃ الآداب" کے شعبہ فلسفہ (الفلسفۃ السیاسیۃ عند ابن تیمیۃ) کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کیا. ۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۴ء کے درمیان انھوں نے ریاض میں جاپانی سفیر کے مشیر کی حیثیت سے کام کیا۔ اور قاہرہ میں قائم (مرکز البحوث للجمعیۃ الیابانیہ لترقیۃ العلوم) کے وہ موجودہ مدیر ہیں مجلہ دعوۃ کے نمائندہ نے ان سے ان کے اسلام قبول کرنے کے سلسلہ میں جو گفتگو کی وہ ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

گفتگو میں جاپان میں مسلمان نسلوں کی صورتحال اور اسلامی مؤسسات کی سرگرمیاں بھی آ گئی ہیں۔

سوال :۔ آپ کو کس طرح اسلام کی راہ ملی ؟

جواب : ۔ میں بچپن ہی سے دوسرے ادیان کے مطالعہ اور ان سے واقفیت کا شوقین تھا۔ ٹوکیو یونیورسٹی سے جڑنے کے دوران میں ایسے حلقہ سے منسلک ہوا جو کتاب مقدس انجیل اور توراۃ کے مطالعہ کا ارادہ تھا۔ اس حلقہ کی سرگرمیوں کے دوران میں نے متعدد مذاہب کا مطالعہ کیا، جس میں یہودیت بھی تھی اور بدھ مت بھی اور اس دوران میں نے اسلام کے بارے میں بھی بعض چیزیں پڑھیں. ٹوکیو یونیورسٹی کے نئے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کو میں نے اختصاص کے لئے منتخب کیا۔ اس طرح مجھے اسلام کو پڑھنے کا موقع ملا۔

اسلام ایک مکمل دین ہے

سوال :۔ آپ کیسے اسلام لائے ؟

جواب :۔ میں نصرانی مذہب کو بہت پسند کرتا تھا لیکن خدا کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ وہ ایک ہے اس طرح میں اسلام لانے سے پہلے ہی موحد تھا. اور منطقی امر بھی یہ ہے کہ جس طرح انبیاء سابقین (حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ) پر ہمارا ایمان ہے ایسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہمیں ایمان لانا چاہئے چنانچہ جس وقت ہم نے اسلام کا مطالعہ کیا اور ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ اسلام مذہب سماویہ میں سب سے آخری مذہب ہے اور زندگی کے تمام گوشوں چاہے وہ معاشرتی گوشہ ہو یا سیاسی عقائد سے متعلق امور ہوں یا اخلاقیات سے ان کا تعلق ہو، اسلام ان تمام گوشوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور گذشتہ تمام ادیان کا ناسخ بھی ہے، جب میں نے اس بات کو سمجھ لیا اور اس سے بھی مطمئن ہو گیا کہ دین حق بس یہی دین ہے تو پھر میں نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔

میرے خاندان نے اسلام قبول کر لیا

سوال :۔ آپ کے اسلام قبول کرنے پر آپ کے خاندان والوں کا کیا ردّ عمل ہوا ؟

جواب :۔ شروع میں میرے خاندان والوں کو ناگواری ہوئی. لیکن جاپان میں چونکہ دین کی آزادی ہے، لہٰذا میری جانب سے جب وہ اسلام سے مطلع ہو گئے تو انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ جبکہ میری بیوی مجھ سے شادی کرنے سے پہلے فرانس ہی میں اسلام قبول کر چکی تھی .

ابن تیمیہؒ کا سیاسی فلسفہ

سوال :۔ ابن تیمیہؒ کا سیاسی فلسفہ آپ کے ڈاکٹریٹ کا موضوع ہے. آپ نے یہ موضوع کیوں منتخب کیا ؟

جواب : ۔ اسلامی لٹریچر کے مطالعہ سے پہلے میں سیاسی اور معاشرتی علوم کو پسند کرتا تھا لیکن اسلام کے مطالعہ سے مجھے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہؒ کے سیاسی افکار بہت ممتاز ہیں اور ان کے افکار کی طرف کسی دوسرے شخص نے توجہ نہیں کی اس کی وجہ سے ہی مجھ میں ان افکار کے مطالعہ کا داعیہ پیدا ہوا، اور میں نے ابن تیمیہؒ کو اپنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لئے موضوع بنایا۔

سوال :۔ آپ کی نظر میں اسلام میں سیاسی مقام کا کیا مفہوم ہے ؟

جواب :۔ اسلام ایسا دین ہے جس کے مختلف شعبے آپس میں جڑے ہوئے ہیں اور ان کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ایسا دین ہے جو انسان کی زندگی کے تمام گوشوں پر مشتمل ہے، اور اسی میں سیاست بھی ہے ابن تیمیہؒ کی سیاسی فکر کو سمجھنے کے لئے مکمل شریعت اسلامی کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

سوال : ۔ اسلامی ملکوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کا یہ کہنا ہے کہ مغربی ڈیموکریسی یا جاپانی ڈیموکریسی کو مسلم ملکوں میں نافذ کیا جانا چاہیئے ؟

جواب :۔ بہت سے لوگوں کا یہ وہم ہے کہ ہر شخص کو ہر مسئلہ میں رائے دینے کا حق حاصل ہے اور اس پر کسی جماعت یا فرد کا دباؤ نہیں ہے، لیکن یہ حقیقت کے خلاف ہے وہاں (جاپانی یا مغربی ڈیموکریسی میں) عوام کو

پوری آزادی حاصل نہیں ہے۔ وہ ایک طبعی قانون کے پابند ہیں۔ اسلام میں شریعت اسلامی یورپ کے بنائے ہوئے طبعی قانون کا متبادل ہے، مثال کے طور پر مغربی ڈیموکریسی کا جو طبعی قانون ہے اس قانون کے خلاف جماعت کوئی تجویز نہیں پاس کرسکتی ہے، جیسے کہ انتخابات یا انسانی حقوق ہیں۔ ایسے ہی اسلام میں مسلمانوں کو شریعت اسلامی کے خلاف کسی تجویز کے پاس کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے، لیکن جہاں تک ایسے میدان کا تعلق ہے یا ایسے امور کا تعلق ہے جس کے سلسلے میں شریعت میں تفصیلی احکام وارد نہیں ہوئے ہیں تو ایسے معاملہ میں کسی تجویز یا اجتہاد کے ذریعہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

اسلام نے عورت کو مکمل حقوق عطا کئے ہیں۔

سوال:۔ عورت کے سلسلہ میں اسلام کے موقف کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:۔ عورت کے سلسلہ میں اسلامی موقف سے جاپان کا تقلیدی موقف قریب تر ہے، اس سلسلہ میں جاپان یورپ سے بہت مختلف ہے، جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو اسلام نے ہر انسان کو اس کی طبیعت اور اس کی طاقت کے مطابق اس کا حق دیا ہے اسی طرح اولاد کے حقوق کے ساتھ ساتھ دوسرے انسانوں کے حقوق کا بھی اسلام میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں، حتیٰ کہ اسلام نے مجنون کے حقوق بھی متعین کردیئے ہیں۔

اسلام طبعی فرق کے اعتبار سے حقوق و واجبات کو محدود کرتا ہے۔ اسی اعتبار سے اسلام عورت کو اس کی طبیعت کے مطابق اور مرد سے اس کے مختلف ہونے کے سبب جو حقوق اس کے لئے مناسب ہوتے ہیں وہی حقوق عورت کو عطا کرتا ہے، اور عورت پر ایسی ذمہ داریاں ضروری قرار دیتا ہے جو اس کی طبیعت کے موافق ہوتی ہیں۔

جاپان میں اسلام کی صورتحال

سوال:۔ جاپان میں اسلام کی صورت حال کیا ہے؟ وہاں لوگ اسلام کے سلسلے میں کیا اہتمام کرتے ہیں؟ اور جاپانی کب اسلام سے واقف ہوئے؟

جواب:۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ سولہویں صدی عیسوی میں انڈونیشیا کے اسلام لانے کے بعد ایشیا میں مغربی سامراج کے سبب اسلام کا پھیلاؤ رک گیا، اور ۱۸۷۰ء میاؤ جی کے زمانہ میں اسلام جاپان میں پہونچا۔ اس کا سبب جاپانی نظام قضا کو نئے سرے سے ڈھالنے کے لئے شرعی اور سول کورٹ کے مطالعہ کے لئے ایک ڈیلی گیشن کا مصر بھیجنا بنا۔ جاپانیوں کا جھکاؤ احمد اعرابی کی طرف تھا، لیکن افسوس کہ ۱۸۹۵ء میں جاپان اور چین کی جنگ اور ۱۹۰۵ء میں روس سے جنگ کے بعد جاپان نے بھی بجائے اس کے کہ وہ کمزور قوموں کی ہمدردی کرتا۔ اور ان کی آزادی کے لئے جدوجہد کرتا۔ استعماری سیاست کو اختیار کرلیا۔

ترک اور اسلامی دعوت

سوال:۔ کیا جاپان میں مسلمان ہیں؟

جواب:۔ مسلمان جاپانیوں کے سیاست سے معزول ہوجانے کے بعد جاپان میں داخل ہوئے اس سے قبل روس سے آنے والے مہاجرین نے جاپان میں مسلمانوں کو سرگرم عمل کردیا تھا، جیسے ان میں شیخ عبدالرشید ابراہیم ہیں جو ۱۹۰۹ء میں جاپان پہونچے اور ان ہی میں محمد عبدالحی قربانعلی اور آیسی اسحاقی وغیرہ ہیں۔ ان حضرات کی سرپرستی میں تین مسجدیں بنائی گئی تھیں، ان تینوں مسجدوں میں مسجد ناغویا ۱۹۳۱ء میں اور مسجد کوبی ۱۹۳۸ء میں بنائی گئیں۔ اور اس کا سہرا جاپان کی فوجی حکومت کے استحکام کو بھی جاتا ہے جس نے مسلمانوں کو مغربی ملکوں کے مقابلہ پر اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ابھارا تھا

ان وسطی ایشیا میں مسلمانوں کی آزادی کی طرف ان ترکوں کی توجہ زیادہ تھی اور دنیا میں آباد محکوم مسلمان قوموں کی صفوں کو متحد کرنے میں بھی ان ترکوں نے بڑا اہتمام کیا تھا، لیکن جاپان میں نشر و اشاعت اور اسلامی دعوت کا اہتمام انھوں نے نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جاپانی صفوں میں سنجیدہ اور مخلص دعوت ہمیں نظر نہیں آتی ہے۔ اس کے برعکس یہاں کی جماعتیں باہم دست و گریباں رہیں ان میں قیادت کا حصول اور امارت کا شوق غالب تھا۔ یہ چیز جاپانیوں پر خراب اثر ڈال رہی ہے۔

سوال:۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ پہلا جاپانی مسلمان جاپان کا جاسوس تھا۔ اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:۔ یہ بات صحیح ہے، کہ پہلا اسلام قبول کرنے والا جاپانی عبدالھلال (یامادا توراجیرو) اور یہ ۱۹۰۲ء کی استنبول کی بات ہے یہ شخص تھا۔ اور جاپان کی وزارت خارجہ میں کام کرتا تھا اور جاپان کی طرف سے سب سے پہلے حج کرنے والا ابراہیم یامااودکا ہیں جنھوں نے ۱۹۰۹ء میں بمبئی میں اسلام قبول کیا، اور جس وقت ۱۹۲۶ء میں یہ آگئے تو انھیں جاپانیوں کے لئے جاسوسی کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا۔

سوال:۔ اس کے بعد جاپانی مسلمانوں کی کیا صورتحال رہی؟

جواب:۔ بعض نے تو اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھا ۱۹۵۲ء میں جاپانی مسلمانوں نے ایک جمعیۃ کی بنیاد رکھی اور "صادق ایما ابزوی" کو اس کی صدارت سونپی گئی، اس جمعیت نے مسلمانوں کی تربیت کا بہت اہتمام کیا ہے۔ ۱۹۶۲ء میں قرآن کے معانی کے ترجمہ کی ایک کمیٹی کی تشکیل کی گئی اور یہ ترجمہ رابطہ عالم اسلامی کے خرچہ پر ۱۹۷۲ء

یں جاپانی زبان میں طبع ہوکر مسلمانوں کے ہاتھوں میں آیا۔ اسی طرح جمعیت نے متعدد جاپانی طلبہ کو عرب ملکوں میں عربی زبان اور اسلامی علوم کی تحصیل کے لئے بھیجا۔

جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامیہ کا کردار

سوال :۔ جاپان میں اسلامی تنظیموں کا کردار کیا ہے، اور ان تنظیموں کی تعداد کیا ہے ؟

جواب :۔ جمعیت مسلمی الیابان اور ایسے ہی مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں وجود میں آئیں اور متعدد اسلامی اسلامی اداروں کی بنیادیں پڑیں۔ ان ہی میں (جمعیت مسجد اوساکا ہے جو ۱۹۶۸ء میں وجود میں آئی ۱۹۷۵ء میں المرکز الاسلامی (اسلامیہ مرکز) جاپان میں قائم ہوا، سنہ ۱۹۷۸ء میں المؤتمر الاسلامی الیابانی) کی بنیاد پڑی سنہ ۱۹۸۱ء میں اتحاد جمعیات الصداقة الإسلامیة) کا جاپان میں قیام عمل میں آیا۔ اسی درمیان ٹوکیو میں سنہ ۱۹۸۶ء میں جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ نے اپنی ایک شاخ المعہد العربی الاسلامی، قائم کی اور اس معہد نے جاپان میں عظیم خدمات انجام دی ہیں اور مسلسل اس معہد کی خدمات کا سلسلہ جاری ہے، اور جاپان میں سعودی حکومت کا دعوتِ اسلامی کے میدان میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ اور دعوتِ اسلامی کے پھیلاؤ کے سلسلہ میں سعودی حکومت کا وافر حصہ ہے)، ہم نے بہت سے سعودی ذمہ داروں سے ملاقات بھی کی، اس سے سعودی عرب کی اسلامی دعوت سے دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔

سوال :۔ گذشتہ ۸۰ کی دہائی میں مسلمان کثرت سے جاپان پہونچے، ان کا کیا اثر رہا ؟

جواب :۔ یہ صحیح ہے کہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ مسلمان جاپان پہنچے، ان پہونچنے والوں میں مختلف طبقۂ فکر کے لوگ تھے، وہ طلبہ بھی تھے جو اسلامی ملکوں سے بھیجے گئے تھے۔ مزدور پیشہ لوگ بھی تھے۔ اور اہم عہدوں پر کام کرنے والے بھی، طلبہ جو یونیورسٹی سے متعلق تھے انھوں نے یونیورسٹیوں میں اپنی مخصوص جماعتیں بنالیں۔ ان جمعیات کے تحت ہی وہ مختلف قسم کی سرگرمیاں انجام دیتے تھے، اور اسی کے تحت انھوں نے انٹرنیٹ کنکشن بھی لے رکھا تھا۔ اور آخری سالوں میں سید نورسی کے جاننے والے کچھ ترکی طلبہ جاپان پہونچے، اور انہی طلبہ نے جاپانیوں کے سامنے اسلام کی روشن وتابناک تصویر پیش کرنے میں سرگرمی دکھانی شروع کی۔ اس کا انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ترکی ثقافت کے مراکز کھول کر جاپانیوں کے سامنے اسلام لانے کی روشن تصویر پیش کرنی شروع کی۔

جہاں پاکستان کے مزدور پیشہ اور اہم عہدوں پر کام کرنے والوں کا تعلق ہے تو ان کی تعداد بھی زیادہ ہے انھوں نے کثرت سے مساجد بنا کر اسلام پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔

سوال :۔ جاپانی معاشرہ پر ان لوگوں کا کیا اثر ہوا ؟

جواب :۔ ان لوگوں نے جاپانی مسلمانوں کے نقشہ کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ بعض جاپانی مسلمان عورتوں نے غیر جاپانی مسلمان مردوں سے شادی کرلی، یہ کہا جاسکتا ہے کہ جاپان میں اسلام صرف ایک محدود شکل ہی میں پھیل سکا۔ اور اب تک یہی صورت حال ہے، اور اس وقت جاپان میں دعوت کا جو اسلوب اختیار کیا گیا تھا اس کو بدلنے کی ضرورت ہے، اور ہم کو ایسے داعیوں کی ضرورت ہے جو اسلام کو اس کی حقیقت کے ساتھ جانتے ہوں اور ان میں آپس میں کشمکش نہ ہو، جس سے برا تصور پیدا ہوتا ہے۔

سوال :۔ آخر میں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ؟

جواب :۔ بار بار کے تجربات کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ہم اس بات سے واقف ہیں کہ دعوت اسلامی کی کامیابی مال پر منحصر نہیں ہے اور نہ ہی پروپیگنڈہ پر اس کا انحصار ہے، کامیابی اسی وقت ممکن ہے جب کہ داعی علم صحیح سے مالا مال ہو۔ نیز دعوت کا کام خود وہ جاپانی مسلمان انجام دیں، جو وہاں کے لوگوں سے واقف ہوں، اور وہ وہاں کے حالات اور ماحول کا خیال رکھتے ہوئے دعوت کا کام انجام دیں۔

مولانا عبدالعزیز صاحب ندوی بھٹکلی کی والدہ کی رحلت

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا عبدالعزیز صاحب ندوی بھٹکلی کی والدہ ماجدہ جو تقریباً چار ماہ سے علیل تھیں، ١٦ر اکتوبر سنہ ٢٠٠١ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

مرحومہ نیک، ملنسار اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔

مولانا عبدالعزیز صاحب کے لئے یہ حادثہ اس لئے اور بھی جانکاہ ہے کہ وہ انتقال کے وقت باہر سفر میں تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بال بال مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین کرام سے ایصال ثواب و دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

محمد طارق ندوی

سوال و جواب

س :۔ مسجد کی ضروریات پر صرف کرنے کے لئے جو زمین وقف کی گئی ہو اسے بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج :۔ مذکور زمین کی بیع ناجائز ہے، وقف شدہ زمین کو بیچ نہیں سکتے ہیں۔

س :۔ بینک سے سودی قرض لے سکتے ہیں یا نہیں؟

ج :۔ بینک سے سودی قرض لینا جائز نہیں۔ سود لینے اور دینے والے پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے، عن جابر رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربا و موکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء (رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف)

س :۔ اکثر کسان کاشت کے وقت بیج دیتے ہیں اور ایک کوئنٹل کے بدلے ڈیڑھ کوئنٹل کھیت کاٹنے کے بعد لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

ج :۔ یہ سود ہے، ناجائز ہے۔

س :۔ وہ کون سی مجبوری ہے جس کے تحت سودی قرض لینا جائز ہو جائے گا؟

ج :۔ ناقابل برداشت مجبوری کے تحت سودی قرض لینے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

س :۔ غیر ممالک سے پاؤنڈ کی شکل میں ڈرافٹ آتا ہے، اس کا گورنمنٹ آف انڈیا نے جو بھاؤ مقرر کیا ہے اس سے بڑھا کر تاجروں سے اس کا بدل لینا جائز ہے یا نہیں؟

ج :۔ کمی بیشی سے تبادلہ کرنا درست ہے۔

س :۔ بدن کے جن حصوں کا نماز میں چھپانا فرض ہے ان میں سے کسی کا چوتھائی حصہ اتنی دیر تک کھلا رہے جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہا جا سکے یا اس حال میں ایک رکن ادا کر لیا جائے تو کیا نماز درست ہو جائے گی؟

ج :۔ بدن کے جن حصوں کا نماز میں چھپانا فرض ہے ان میں سے کسی کا چوتھائی حصہ اتنی دیر تک کھلا رہے جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہا جا سکے یا اس حال میں ایک رکن ادا کر لیا جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

س :۔ بعض حضرات نماز پڑھتے وقت چادر کو سلیقے سے نہیں لپیٹتے ہیں بلکہ چادر بے سلیقہ لٹکتی رہتی ہے یہ عمل کیسا ہے؟

ج :۔ نماز پڑھتے وقت چادر وغیرہ کا لٹکتے رہنا مکروہ ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔

نبی کریم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص نماز میں اپنا کپڑا لٹکائے اور یہ کہ اپنا منہ چھپائے۔

(احمد، ابوداؤد، ترمذی)

مولوی عبداللہ علاء الدین ندوی ممبئی کی اہلیہ محترمہ انتقال فرما گئیں

مولوی عبداللہ علاء الدین جو ندوی بھی ہیں اور ندوہ کے رکن شوریٰ اور اس کے کاموں سے پوری دلسوزی کے ساتھ دلچسپی لینے والے حاجی علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادہ ہیں۔ ان کی اہلیہ جو ندوہ بھی آچکی تھیں اور اپنے لڑکے زبیر سلمہٗ کو ندوہ پڑھنے کے لئے بھی بھیجا تھا۔ تین سال کی مسلسل اور تکلیف دہ علالت کے بعد ۸ / اکتوبر ۲۰۰۱ء بروز دوشنبہ دس بجے دن میں پسماندگان کو سوگوار چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ادارہ تعمیر حیات اور مولوی عبداللہ ندوی کے تمام اساتذہ دلی تعزیت پیش کرتے ہیں۔

۹۳

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب : نماز سمجھ کر پڑھئے
مصنف : مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی حسنیؒ،
صفحات : ۳۲، سائز ۲۰×۳۰ / ۱۶ قیمت ۶/ روپئے
ملنے کا پتہ :۔ مکتبہ اسلام گوئن روڈ امین آباد لکھنؤ،

نماز کیا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کی دعوت پر دن رات میں پانچ وقت دربار الٰہی میں حاضری اور اذن عام کہ جب بندہ چاہے حاضر ہو جائے۔ اس دربار کے آداب اللہ تعالیٰ نے زبان رسالت کے ذریعہ تعلیم فرمائے ہیں اور عبد ومعبود کے درمیان قرب واتصال کیسے حاصل ہو یہ بھی بتایا۔ اور یہ چیز نماز ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔

زیر نظر کتاب نماز کے موضوع پر اپنی نوعیت کی پہلی اور منفرد کتاب ہے جسے جدید اصولوں کی روشنی میں مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی حسنیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء نے تصنیف کی تھی، تاکہ بندہ اس کے ذریعہ نماز سمجھ کر پڑھے اور نمازی مسلمان اس کی مدد سے اس قابل ہو سکے کہ اپنے رب کے دربار میں حاضر ہو کر جو عرض و معروض پیش کرے وہ سوچ سمجھ کر پیش کرے۔

کتاب میں نماز پڑھنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے اور اس میں پڑھی جانے والی سورتوں اور دعاؤں کا لفظی ترجمہ بھی دیا گیا ہے، اگر یہ کتاب ہندی زبان میں بھی شائع ہو جائے تو ہندی داں حضرات بھی اس سے خاطر خواہ استفادہ کرسکتے ہیں۔

کتاب اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد اور عام فہم ہے اس لئے ہر مسلمان کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔

نام کتاب: خطبات حول الاسلام وصلاحیتہ للقیادۃ (عربی)
تالیف : شاکر فرخ ندوی
صفحات: ۱۱۶، سائز ۱۸×۲۲ / ۸، قیمت درج نہیں۔
ناشر: صفہ اکیڈمی، المعہد الاسلامی مانک مئو سہارنپور

تقریر وخطابت ایک ایسا فن ہے جس کی ہر زمانہ میں افادیت محسوس کی جاتی رہی ہے اور آج بھی اس کی اہمیت مسلّم ہے، کیونکہ اخلاص وروحانیت سے پُر اور فصاحت وبلاغت سے مزیّن تقریر سے لوگوں کے قلوب جہاں متأثر ہوتے ہیں اور عمل کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، وہیں دعوت وتبلیغ کے کام کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور قرآن وسنت کے پیغام کو فروغ عام حاصل ہوتا ہے۔

انہی خصوصیات کے پیش نظر دار العلوم ندوۃ العلماء کے ہونہار فاضل شاکر فرخ ندوی (جو ما شاء اللہ تقریروں سے دلچسپی رکھتے ہیں) نے اپنی ان عربی تقریروں کو ترتیب دیا ہے جو انھوں نے دوران تعلیم اپنے ساتھیوں کو لکھ کر دی تھیں اور خود بھی مختلف جلسوں میں کی تھی ان کا یہ مجموعۂ تقریر (خطبات) ۱۸ تقاریر پر مشتمل ہے جن کے اجمالی عنوانات یہ ہے، موقف الاسلام من الحضارۃ الغربیۃ، البعثۃ المحمدیۃ وفضلہا علی الانسانیۃ، الی الاسلام من جدید، واعدوا لہم ما استطعتم، انما المؤمنون اخوۃ وغیرہ۔

ان تقریروں میں جہاں اسلام کی عظمت رفتہ کا بیان ہے وہیں خطابت کے اصول وقواعد کی خاصی رعایت بھی رکھی گئی ہے، موصوف کا یہ عمل قابل تعریف بھی ہے اور لائق تحسین بھی، کتاب کے شروع میں مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کا مقدمہ اور مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی کے تعارفی کلمات ہیں عربی زبان وادب اور تقریروں سے دلچسپی رکھنے والے دینی مدارس کے باذوق طلباء اس ادبی تحفہ سے خاصا استفادہ کرسکتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس ابتدائی کاوش کو قبول فرمائے اور کتاب کو قبولیت سے نوازے۔

نام کتاب : دینی تقاریب کا گلشن
مصنف : مولانا محمد حنیف ملیؒ
صفحات: ۸۸، سائز ۱۸×۲۲ / ۸، قیمت بائیس روپئے
ملنے کا پتہ :۔ مکتبہ سجادیہ، سردار نگر، مالیگاؤں

یہ کتاب مولانا محمد حنیف ملی کے اصلاحی مضامین کا ایک دلچسپ مجموعہ ہے جس میں انھوں نے شہادت، ہجرت رمضان المبارک، عید الفطر، قربانی، نکاح وغیرہ جیسے موضوعات پر اچھے انداز میں روشنی ڈالی ہے، عام مسلمانوں بالخصوص دینی مدارس کے طلباء کے لئے یہ ایک مفید تحفہ ہے لیکن کتاب کے نام اور مضامین کے عناوین میں کوئی علاقہ نہیں معلوم ہوتا، البتہ اس کا نام "دینی مضامین" یا "اسلامی پیغام" ہوتا تو بہتر ہوتا۔ خدا کرے کتاب کو قبول عام حاصل ہو۔

نگہ بلند سخن دلنواز جا[ن پرسوز]
یہی ہے رخت سفر م[یر کارواں کے لئے]

قارئین تعمیر حیات سے گذارش

یہ بات ادارہ تعمیر حیات کے لئے باعث مسرت ہے کہ قارئین تعمیر حیات اپنے خطوط میں رسالہ سے دلچسپی اس کی افادیت اور بعض حضرات بڑی شیفتگی کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور سرخ نشان یا مطالبہ کا خط ملنے پر جلد زرِ بھیجنے کی فکر کرتے ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

ہمارے بہت سے قارئین اپنے دوست واحباب کو بھی اس کے مطالعہ اور خریداری کی طرف توجہ دلاکر اس نیک اور دعوتی کام میں اپنا قیمتی تعاون پیش کرتے ہیں جیساکہ ہمارے قارئین کو اندازہ ہوگا۔ تعمیر حیات کوئی کاروباری صحافت نہیں ہے بلکہ خالص دعوتی اور موجودہ عہد میں امت مسلمہ کے لئے درپیش خطرات سے باخبر رکھنے کا ایک مثبت اور تعمیری رسالہ ہے جو نقصان کی پرواہ کئے بغیر اپنا فریضہ ادا کررہا ہے، لیکن ادھر دو ماہ سے ڈاک خرچ میں دوگنا اضافہ ہوگیا ہے اور کاغذ بھی بہت مہنگا ہوگیا ہے ــــــــ لہذا ادارے کے ذمہ داروں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کی قیمت میں کچھ اضافہ کردیا جائے۔

یہ اضافہ جتنا کم سے کم ہونا ضروری ہے وہ فی شمارہ ایک روپیہ مزید ہے یعنی چھ روپئے کے بجائے سات روپئے۔

لہذا رسالہ کے سال نو یعنی از جنوری سنہ ۲۰۰۲ء سے ایک پرچہ کی قیمت ۷/ روپئے اور سالانہ قیمت =/150 روپئے کردی گئی ہے۔ اسی حساب سے اشتہار اور ایجنسی میں اضافہ ہوگیا ہے، امید ہے کہ ہمارے قارئین و اشتہار دینے والے حضرات دین کی خدمت اور کار ثواب سمجھ کر اپنا تعاون جاری رکھیں گے۔

جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے وہ اگر بطور مالی تعاون اس خالص دینی دعوتی، اور امت میں بیداری پیدا کرنے والے رسالہ میں حصہ لیں تو ان کے لئے صدقۂ جاریہ سے کم نہ ہوگا ــــ الحمد للہ اس سے ہزاروں ہزار افراد اور دور دراز ملکوں کے لوگوں کو فائدہ پہونچ رہا ہے۔

اضافہ کی تفصیلات

۱:ـــ فی شمارہ	RS:- 7/=
۲:ـــ سالانہ زرتعاون	RS:- 150/=
۳:ـــ ششماہی	RS:- 80/=
۴:ـــ غیر ملکی فضائی ڈاک سے	RS:- 1500/=
۵:ـــ " " بحری	RS:- 900/=

نرخ اشتہار

۱:ـــ رنگین صفحہ (پشت پر)	RS: 50/=	فی سینٹی میٹر فی کالم
۲:ـــ اندرون صفحہ	RS: 40/=	" " "

ایجنسی: فی کاپی =/15 :RS پیشگی بطور ضمانت ادا کرنی ہوگی۔

(ادارہ)

العالمین ۔۔۔ منور میں ۔۔۔ دعا

حضرت! کون سے وقت دعا قبول ہوتی فرمایا پچھلی رات کو اور ہر فرض نماز کے

(ترمذی)

...ع دعائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع دعاؤں ...پسند فرماتے تھے اور اس کے ماسوا چھوڑ ...تے تھے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ...نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر یہی دعا تھی۔

"اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً ...قِنَا عَذَابَ النَّارِ"

اے اللہ ہم کو دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما ...ر آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور ہم کو ...دوزخ کے عذاب سے بچا۔ (بخاری و مسلم)

...یبت کے وقت کی دعا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ...ت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رنج و ...ت کے وقت یہ کلمات ادا فرماتے تھے

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ ...اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ رَبُّ الْعَرْشِ ...عَظِيْمُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ ...السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَ ...بُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ"

...للہ بزرگ بردبار کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ بڑے عرش کے مالک کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ تعالیٰ زمین و آسمان اور عزت والے عرش کے مالک کے سوا کوئی معبود نہیں"۔ (بخاری و مسلم)

بہتر دعا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت طریقوں سے دعائیں کیں، لیکن ہمیں اسمیں سے کچھ حصہ یاد نہیں رہا تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے بہت دعائیں کیں، مگر ہم کو کچھ بھی یاد نہ رہا، آپ نے فرمایا، میں تم کو ایسی دعا نہ بتادوں جو ان سب دعاؤں کی جامع ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو!

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"۔

اے اللہ میں تجھ سے اس چیز کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں جو تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے مانگی ہیں، اور اس چیز کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں جس سے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی، اور تجھ ہی سے اعانت طلب کی جاتی ہے، اور تو ہی مراد کو پہونچانے والا ہے، اور نہ قوت ہے، نہ طاقت مگر اللہ کی مدد سے۔

(ترمذی)

اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا:

" اللهم انی اسالك انی اشهد انك انت الله لا اله الا انت الا حد الصمد الذی لم يلد ولم يو لد ولم يكن له كفوا احد "

اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، (تو) ایک ہے، معبود برحق جو بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا، اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

یہ کلمات سن کر آپ نے فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ سے اس نام کا واسطہ دے کر مانگا کہ اس کا واسطہ دے کر مانگنے پر وہ دیتا ہے، جب اس نام کے واسطہ سے دعا کی جاتی ہے تو وہ دعا قبول کرتا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

مصائب اور مشکل وقت کی دعا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذوالنون (اللہ کے پیغمبر یونس علیہ السلام) جب سمندر کی ایک مچھلی کا لقمہ بن کر اس کے پیٹ میں پہونچ گئے تھے، تو اس وقت اللہ کے حضور میں ان کی دعا اور پکار یہ

تھی، "لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْـتَ سُبْحَانَكَ اِنِّی كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" میرے مولا! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک اور مقدس ہے، میں ہی ظالم اور پاپی ہوں جو مسلمان بندہ اپنے کسی معاملہ اور مشکل میں ان کلمات کے ذریعہ اللہ سے دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو قبول ہی فرمائے گا۔ (ترمذی)

ہر چیز سے حفاظت کے لئے دعا

حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا شام کو اور صبح کو (یعنی دن شروع ہونے اور رات شروع ہونے پر) "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" اور "معوذتین" تین بار پڑھ لیا کرو، ہر چیز کے لئے تمہارے لئے کافی ہوں گی۔ (ابوداؤد ترمذی)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر دن کی صبح اور ہر رات کی شام کو تین دفع یہ دعا پڑھ لیا کرے تو اس کو مضرت نہیں پہونچے گی، اور کسی حادثہ سے دوچار نہیں ہوگا، "بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ" اس کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ (ترمذی)

(۱) کوئی یہ خیال نہ کرے اگر دعا قبول ہوگئی تو بندہ کامیاب ہوگیا اور اس کوشش کا پھل مل گیا اگر قبول نہ ہوئی تو وہ کوشش رایگاں گئیں بلکہ دعا بذات خود ایک اہم عبادت ہے، جس کا جواب آخرت میں ملے گا محض وسیلہ اور کوشش نہیں۔

(۲) بندہ جلد بازی اور مایوسی کی وجہ سے دعا کی قبولیت کا استحقاق کھو دیتا ہے اس لئے چاہئے کہ ہمیشہ مانگتا رہے یقین کرکے کہ ارحم الراحمین کی رحمت دیر وسویر ضرور اس کی طرف متوجہ ہوگی ورنہ آخرت میں دعا کرنے کا ثواب تو ملے گا ہی۔

شعبۂ تعمیر و ترقی

رمضان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سفراء کی سرگرمیاں

رمضان المبارک کا مہینہ آرہا ہے۔ عام طور سے صاحب نصاب حضرات اسی ماہ میں زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ اصحاب خیر اس مہینہ میں دل کھول کر
[صد]قہ و خیرات کرتے ہیں جیساکہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سالانہ مصارف بڑھتے جارہے ہیں جن کی
[فرا]ہمی کے لئے رمضان المبارک میں محصلین کے ساتھ اساتذہ حضرات کو بھی زحمت دی جاتی ہے اہل خیر حضرات سے درخواست ہے کہ
[بھر]پور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء، قارئین تعمیر حیات سے بھی درخواست ہے کہ وہ اپنے حلقہ
[میں] آئے ہوئے محصل یا استاذ کا تعاون فرمائیں۔ معلومات کے لئے استاذ کا نام ذیل میں دیا جاتا ہے۔

(مفتی) محمد ظہور ندوی — ناظر شعبۂ تعمیر و ترقی

[جن]اب مولانا شمس الحق صاحب (بحیثیت سرپرست) ممبئی
، قاری فضل الرحمٰن صاحب ،،
، مولانا عبدالشکور صاحب ،،
حافظ عبدالواسع صاحب ،،
، قاری محمد اسمٰعیل صاحب
حافظ محمد ہاشم صاحب قاسمی۔ اورنگ آباد، جالنہ، پونہ، احمد نگر۔
مولانا محمد اسلم مظاہری صاحب، مدراس، ویلور، وجے واڑہ وغیرہ
، مولانا سلیم اللہ ندوی صاحب۔ بھٹکل۔ شموگہ۔
مولانا رشید احمد ندوی صاحب۔ بنگلور
مولانا حافظ عقیل صاحب مظاہری۔ حیدرآباد
مولانا قیصر حسین ندوی صاحب۔ پالن پور، پٹن، سابر کانٹھا، وغیرہ
مولانا محمد رضا صاحب ندوی۔ کلکتہ، بردوان، آسنسول۔
مولانا محمد مستقیم ندوی صاحب۔ احمد آباد، گجرات،
حافظ ظفر الحسن صاحب۔ سورت، دھولیہ، ولساڑ۔ گجرات۔
مولانا حفظ الرحمٰن ندوی صاحب، کانپور۔
مولانا شاہد علی ندوی صاحب۔ بیجاپور۔ کرناٹک و مضافات۔
، مولانا ظفر عالم ندوی صاحب، پٹنہ، کرناٹک، بہار شریف، گیا۔
، مولانا محمد عظیم خاں صاحب ندوی، گونڈہ، بلرامپور، اور مضافات لکھیم پور اور دھوہرا۔
، مولوی بشیر الدین صاحب، حافظ مبین احمد صاحب، قاری غیاث الدین ندوی صاحب
قاری ہدایت اللہ صاحب، مولوی فاروق صاحب، قاری عبدالعزیز صاحب
مولوی محمد نسیم صاحب، مولوی جاوید اختر صاحب — لکھنؤ۔
، مولوی سلمان خاں ندوی صاحب الٰہ آباد
، مولوی عبدالسلام صاحب، رانچی، جمشید پور، دھن باد و اطراف

جناب مولوی ناصر الدین صاحب، سندیلہ، غوث گنج، لکھنؤ
،، مولوی عبداللہ خاں صاحب دہلی،
،، مولوی علیم اللہ صاحب، آگرہ، فیروزآباد، علی گڑھ، خورجہ، بلند شہر
[را]م پور، سہارنپور، مرادآباد، سنبھل، گورکھپور، شاہجہان پور، بریلی۔
، مولوی شرف الدین صاحب، ناگپور، بھوپال، مئو۔
،، مولوی سید نور الحسن صاحب، گجرات، کاٹھیاواڑ، گودھرا و مضافات۔
،، حافظ عبدالمبین صاحب، کانپور، سیتاپور،
،، مولوی حفظ الرحمٰن تھانوی صاحب، بنگال، آسام، شیلانگ و مضافات۔
،، مولوی عبدالقدوس صاحب بھدوہی، بنارس، الٰہ آباد و مضافات
،، مولانا مجیب اللہ صاحب قاسمی، اندور واجین، سری رام پور، راہوری،
کڈل واڑی، چکل، اکوڈی، موروواڑی، نہرونگر، وسنت نگر (اطراف پونہ)

راہِ خدا میں خرچ کا اجر و ثواب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (سورہ بقرہ: ۲۶۱)

جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے (مال) کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک ایک بال میں سو سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جس کے مال کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا فیاض اور بڑے علم والا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیرات دینا مال کو کم نہیں ہونے دیتا (خواہ آمدنی بڑھ جائے، یا برکت بڑھ جائے، خواہ ثواب بڑھتا رہے) (مسلم)

Regd. No.LW/NP/63
Fax No 0522-787310
788376

R.N.I No UP.URD.03615/24/1/2001-Tc
Office Ph.No.787250 (Ext)18
Guest House-323864

Website : - www.nadwatululama.org, Email : - nadwa@sancharnet.in

FORTNIGHTLY Vol. No. : 1 Issue No.: 24

NADWATUL-ULAMA,LUCKNOW-226 007 (INDIA) Rs. 6/-

A quarterly English magazine published from Nadwa needs your patronage. Please subscribe it yourself and motivate others also to read it regularly.

Annual subscription is only Rs 100/- which may be sent by M. O. or Bank Draft payable to:-

The secretary,
Majlise Sahafat wa Nashrat,
C/o Tamir-e-Hayat, Nadwatul Ulama,
P. O. Box No. 93, Tagore Marg
Lucknow-226007 (U.P.)

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama
at Parekh offsetPressTagore Marg,Lucknow.u.p. Editor: *Shamsul Haq Nadwi*